وہابی اسمٰعیلی احمدی دیوبندی ساجد خان (آف کراچی) کی اپنے آباء کی اندھی تقلید کرتے ہوئے
لکھی گئی دجل وفریب سے بھرپور کتاب "بریلویت بمقابلہ حنفیت" کا محقق ومدلل، دندان شکن،
مسکت اور اسی کے گھر کے حوالوں سے مزین جواب

حنفیّت کے باغی
دیوبندی وہابی



مؤلف: مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو حامد رضوی زید مجدہ

نظر ثانی: مولانا علی معاویہ رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

ماتریدی ریسرچ سینٹر

مالیگاؤں

وہابی اسمٰعیلی احمدی دیوبندی (آف کراچی) کی اپنے آباء کی اندھی تقلید کرتے ہوئے لکھی گئی دجل وفریب سے بھرپور کتاب ''بریلویت بمقابلہ حنفیت'' کا محقق ومدلل، دندان شکن، مسکت اور اسی کے گھر کے حوالوں سے مزین جواب

حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی

....../............/......

مؤلف

مجاہد اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو حامد رضوی

نظر ثانی:

حضرت مولانا علی معاویہ رضوی حفظہ اللہ تعالی

ناشر

ماتریدی ریسرچ سینٹر

سعید الٰہیہ مسجد، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں

رابطہ: 8482952578 / 8793715842

سلسلۂ اشاعت نمبر:14

کتاب کا نام: .... **حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی**

مؤلف: .... مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو حامد رضوی

نظر ثانی: .... حضرت مولانا علی معاویہ رضوی

سنِ اشاعت:.................. صفر المظفر ۱۴۴۳ھ / 2021ء

صفحات: 880

قیمت: .... 800 روپے

★★......ملنے کے پتے...★★

- ...... سُنّی پبلی کیشنز، دہلی 9867934085
- ...... مدینہ کتاب گھر، مالیگاؤں 9325028586
- ...... تاج الشریعہ کتاب گھر، چمپا چوک، اورنگ آباد 9696786925
- ...... فیضی کتاب گھر، مہسول چوک، سیتامڑھی، بہار 9199704786
- ...... قاصد کتاب گھر، بیجاپور 8331586707
- ...... قادری مشن، بہرائچ شریف، یوپی 9170813892
- ...... امام اعظم لائبریری، مٹیابروج گارڈین ریچ، کولکاتا، ویسٹ بنگال 8585896036
- ...... حسن نوری گونڈوی، نورانی مسجد، بیگم باغ کالونی، اُجین 8485880123
- ...... شبیر احمد راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ 7766993992

اور دیگر مکاتیب اہلسنّت

نوٹ! تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، تاہم غلطی کا امکان ہے، غلطی نظر آئے تو اطلاع فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

(ادارہ)

فہرست



عرضِ ناشر

حضرات اہلِ سنت و جماعت! یہ کتاب "حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی" المعروف "اہلِ سنت ہی حنفی ہیں" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب پاک و ہند سے عرسِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے موقع پر بیک وقت شائع کی جارہی ہے۔ اس سے قبل بھی "ماتریدی ریسرچ سینٹر مالیگاؤں" نے دیگر کتب کی اشاعت کی ہے، مثلاً "یہ آئینہ انہی کے لیے ہے" (رَدِ دیوبندیت پر مشتمل)، "دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" (دفاعِ اہل سنّت پر مشتمل)، "امام اہلسنت اور مخالفین" (دفاعِ امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ پر مشتمل)، "دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ" (دفاعِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ردِ شیعیت پر مشتمل) "مذہب شیعہ" (ردِ شیعیت پر مشتمل) "تصفیہ مابین سنّی وشیعہ" (ردِ شیعیت وحقانیت اہلِ سنت پر مشتمل) اس کے علاوہ اور بھی کچھ رسائل ہیں جن کی اشاعت "ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں ہند" کی جانب سے ہوئی ہے اور مستقبل میں بھی بہت سی اہم کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ رکھتی ہے۔ ہمارا مقصد فقط اتنا ہے کہ اہلِ سنت و جماعت پر باطل فرقوں کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے ہیں، اس کے جوابات پر مشتمل کتابیں خوب عام ہوں، تاکہ عوام اہلِ سنت باطل فرقوں کے مکروفریب سے بچ سکیں اور اہلِ سنت و جماعت کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور خواص کے پاس باطل فرقوں کے اعتراضات کے جوابات دینے کے لیے کثرت کے ساتھ مواد جمع ہو سکے۔

"ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں ہند" کے تمام اراکین اپنے معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعائیں کرتے ہیں اور مستقبل میں آپ سے اُمیدیں رکھتے ہیں کہ تمام معاونین ہمیشہ اسی طرح ہمارا ساتھ دیتے رہیں گے۔ الحمدللہ آپ حضرات کے تعاون سے یہ اہم کتابیں چھپ کر عام ہورہی ہیں۔ دیگر حضرات سے بھی گزارش ہے کہ اس اہم کارِ خیر میں ہماری مدد کریں تاکہ ہم آپ کی مدد سے زیادہ سے زیادہ نادر کتب اہلِ سنت چھپوا کر عام کرسکیں۔

من جانب: ارکین ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں مہاراشٹر (ہند)

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

فرید الدھر، وحید العصر، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تاج المحققین، سراج المدققین، شیخ الاسلام والمسلمین، خاتم الفقھاء والمحدثین، اعلیٰ حضرت، امام اھلسنت، مجدد دین وملت، المفتی، الامام الاوحد، الولی الکامل الشاہ احمد **رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمن کے نام سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور مسلمانوں کے ایمان کی اس وقت حفاظت کی جب انگریز کے اشاروں پر ناچنے والے اور اس کی غلامی کے تمغے حاصل کرنے والے مسلمانوں کے عقیدوں کو لوٹ رہے تھے

اور

اپنے پیر ومرشد، والدین، بھائیوں اور اساتذہ کے نام کہ جن کی دعاؤں، محنتوں اور کوششوں نے بندۂ ناچیز کو اس مقام تک پہنچایا

{......الاعتذار......}

قارئین! بعض مقامات پر ہم نے کچھ سخت جملے استعمال کیے ہیں اس کی وجہ اسمعیلیوں دیوبندیوں کا حد سے بڑھ کر بکواسات کرنا ہے آج کل کے وہابی دیوبندی اپنے بزرگوں سے خاص تربیت حاصل کر کے آئے ہیں جیسی زبان دیوبندی استعمال کرتے ہیں ہم وہ استعمال نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی آئینہ دکھانے کے لئے کہیں کچھ جملے استعمال کئے ہیں کہ اگر دیوبندی باز نہ آئے تو ان کو ان ہی کی زبان میں جوابات دیئے جائیں گے، میں دیوبندیوں کے چند جملے لکھ دیتا ہوں جو باحوالہ ہمارے پاس موجود ہیں اگر کسی کو حوالہ چاہیے ہو تو وہ ہم سے رابطہ کر سکتا ہے۔لیکن کیونکہ ہماری یہ کتاب وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کے اصولوں پر مشتمل ہے لہٰذا ہم یہاں بھی وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول بیان کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی دیوبندی ابوایوب لکھتا ہے:

میری زبان کی سختی اس غلام کی تحریر ہے اگر یہ قلم کو اعتدال میں رکھتا تو ہم بھی ضرور اعتدال میں رہتے ورنہ اب سارا قصور اور ذمہ اس غلام کا ہے۔(دست و گریبان، جلد ۳،ص ۲۰۷، جماعت رضائے مصطفیٰ، اورنگ آباد، مہاراشٹر)

اسی طرح وہابی مولوی ابوبکر غازی پوری لکھتا ہے:

غیر مقلدین کو خطاب کرنے میں کتاب پڑھتے ہوئے قاری کو کہیں کہیں عبارت میں شدت، لہجہ اور کلام میں سختی و درشتگی محسوس کریگا ہم اس کے لیے معذرت کی ضرورت بالکل محسوس نہیں کرتے ہیں۔۔۔کیونکہ برائی کا بدلہ برا ہوتا ہے قرآن کا حکم ہے جو تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ زیادتی کرو، جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے تاہم ابتداء کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے اور ابتدا ان کی طرف سے ہوئی ہے۔ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ،ص ۱۲۱، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

فی الحال صرف یہی دو حوالے کافی ہیں جو ہمارے مدعا کے لئے کافی ہیں۔اگر کسی وہابی اسمعیلی کو اب بھی حیاء نہ آئی اور اس نے اپنے باپ ٹانڈوی والی زبان استعمال کی تو ان شاء اللہ اس کو پھر اسی کی زبان میں جواب دیا جائے گا۔

''وہابی اسمعیلی دیوبندی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی کی زبان''

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب اپنے بدنام زمانہ گالی نامہ الشہاب الثاقب میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے بارے میں لکھتے ہیں:

(۱) بے حیاء مولف (۲) مولف کذاب (۳) طوق کفر و لعنت اپنی گردن میں ڈالا (۴) رئیس الکذابین (۵) مجدد الضالین (۶) مفتری (۷) گمراہ کنندہ (۸) عقل کا دشمن (۹) لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا طوق اپنے گلے میں ڈالا (۱۰) لعنۃ اللہ فی الدارین (۱۱) طوق لعنت میں گرفتار (۱۲) عذاب الیم کا مستحق (۱۳) تجدید دجالیت (۱۴) دجال زمانہ (۱۵) خائن (۱۶) کج فہم (۱۷) سود اللہ وجہک فی الدارین (۱۸) سلب اللہ ایمانک (۱۹) بریلوی دجال (۲۰) متبعین شیطان (۲۱) مبتدعین دجاجلہ (۲۲) مجدد الدجالین (۲۳) خذلہ اللہ فی

الدارین (۲۴) بریلوی چھوٹے بڑے شیاطین الانس والجن۔

نوٹ! یہ سب حوالے ''الشہاب الثاقب'' کے مختلف مقامات سے لئے گئے ہیں یہ کتاب ایسی واہیات سے بھر ہوئی ہے۔

''دیگر دیوبندیوں کی زبان''

(۱) رضاخانی مذہب کا شجرہ خبیثہ (۲) ملحد وزندیق مولوی احمد رضا بریلوی (۳) دجال اعظم احمد رضا (۴) دجال نقی (۵) ابلیس کے شاگرد فاضل بریلوی (۶) مجسمہ شیطان (۷) خبطی دوراں (۸) احمق زماں (۹) عبداللہ بن سبا یہودی کی اولاد مولوی احمد رضا (۱۰) آدم نما ابلیس (۱۱) بدنام زمانہ (۱۲) بدبخت (۱۳) شیطانی چالوں کا مرکز (۱۴) اعلیٰ حضرت ملعون (۱۵) مکفر المسلمین (۱۶) مکفر الصحابہ (۱۷) انگریز سرکار کی معنوی اولاد مولوی احمد رضا خان۔

''دارِ دیو کے مفتوں کی مصدقہ کتاب کی زبان''

(۱) احمد رضا اصلاً ونسلاً شیعہ (۲) بدعتی ٹولہ (۳) تقیہ باز احمد رضا (۴) اختر رضا نے اپنے فضول بک لیڈر (۵) مظلامی صاحب کی تحریف واباطیل وکذبات (۶) ظلامی مظلامی (۷) حرامی ملخصاً (۸) خائن اکبر (۹) دھوکہ اور فریب کاری میں تو رضاخانیوں نے دنیا کے سارے فریب کار اور دھوکہ بازوں کے ریکارڈ توڑ دیئے (۱۰) مصباحی صاحب کو مالیخولیا کا مرض ہو گیا ہے (۱۱) ضدی، متعصب، فریبی (۱۲) رضاخانی علماء عقل سے معذور، فہم وادراک سے معذور ہیں۔

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے زبان''

(۱) رضا کے لونڈے (۲) آباء واجداد کی پھیلائی ہوئی غلاظت (۳) رضاخانیت کی مٹی پلید (۴) بریلویت کا ایسا منہ کالا (۵) اتنا بڑا ابد بخت (۶) ہندی مشرکین (۷) بے ایمان (۸ بددین (۹) بدعتی (۱۰) رضاخانی مشرک (۱۱) شرک کی کھیتی کے کسان (۱۲) مشرکین پاک وہند علم سے کورے رضاخانی (۱۳) اس دور میں عتل بعد ذالك زنیم کی جیتی جاگتی تصویر بریلویوں کا امام احمد رضا خان ہے (۱۴) اسے حلالی ثابت کرے (۱۵) ملعون (۱۶) حرامزادے (۱۷) ممتاز قادری نجس مشرک۔

ہم نے یہ صرف چند جملے لکھے ہیں ورنہ ہر دیوبندی کتاب ایک گالی نامہ ہوتا ہے، دوسروں کے بارے میں زبان زبان کی رٹ لگانے والوں کی اپنی زبان کیسی ہے سب نے دیکھ لی، ہم نے ایسی زبان استعمال نہیں کی، اگر دیوبندی باز نہ آئے تو وہ دن دور نہیں کہ ان کو انہی کی زبانی جواب دیا جائے۔



{......اعلان واجب الاذعان......}

بحمدللہ ہم نے دلائل کے ساتھ جوضربات قاہرہ وہابی اسمٰعیلی دیوبندی ساجد خان پر لگائی ہیں اس سے وہابی اسمٰعیلی دیوبندی تلملا اٹھے گا اوران ضربات قاہرہ کا جواب دینے کی ناکام کوشش کرے گا۔ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمارے دلائل کا جواب بجائے گالیوں کے دلائل سے دے۔لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب کا جواب دینے کے جواصول بیان کئے ہیں ان کے مطابق جواب دے ورنہ جواب نہیں ایک ادھورا خواب سمجھا جائے گا۔ہم کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ وہی اصول بیان کردیتے ہیں اور وہابی اسمٰعیلی کوانہی کے مطابق جواب دینے کی غیرت دلاتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

راقم الحروف کوبخوبی علم ہے کہ الحمداللہ میری دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی خرمن وہابیہ اسمٰعیلی پر بجلی بن کر گرے گی لہٰذا وہابی اسمٰعیلی اس کے جواب کیلئے بھی سر جوڑ کر بیٹھیں گے لہٰذا اگر کوئی ''وہابی اسمٰعیلی ٹیم'' اس کتاب کا جواب لکھنا چاہے تو وہ جواب واقعی جواب ہو!محض دجل وفریب، دھوکا دہی اور خیانت نہ ہو جیسا کہ اس سے پہلے اس کا مظاہرہ کیا گیا،اس کتاب کے جواب میں کسی بھی تحریر کواسی وقت جواب سمجھا جائے گا جب مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق جواب لکھا جائے:

(۱) میں نے جو کچھ پیش کیا الزاما اور ردعمل کے طور پر پیش کیا لہٰذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہرگز قابل احتجاج نہ ہوں گے،جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے،لہٰذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں!!

(۲) وہابی اسمٰعیلی کہتے ہیں کہ فلاں ہمارے اکابر میں سے نہیں فلاں کا ذاتی تفرد ہے تو بالفرض کہیں ہمارے گھر کے حوالے دیئے بھی ہوں تو اپنے ان دو اصولوں کے تحت دینے پڑیں گے:

نمبر ا......حوالہ ہمارے اکابر کی مستند کتاب کا ہو۔نمبر ۲......وہ ان کا ذاتی تفرد نہ ہو، بلکہ اسے مسلک کا اتفاقی موقف ثابت کرنا ہوگا۔

(۳)-میں نے جو کچھ پیش کیا، جتنے حوالے پیش کئے ان تمام حوالہ جات کو لفظ بلفظ اور اس پر جو تبصرہ کیا یا استدلال کیا اسے لفظ بلفظ اپنی کتاب میں شامل کر کے پھر جواب دیا جائے،جیسا کہ میں نے ''اعلیٰ حضرت پر چالیس اعتراضات کے جوابات اور حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' نامی کتاب کا جواب دیتے ہوئے کیا۔چنانچہ کسی وہابی اسمٰعیلی کو یہ کتاب الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں،میں نے اپنی کتاب ''حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' میں اس کی عبارات لفظ بلفظ شامل کردیں ہیں،وہابیوں اسمٰعیلیوں کا یہ مکر ہے کہ وہ خلاصہ کے نام پر اپنا ایک تراشیدہ مفہوم بناتے ہیں یا اصولی حوالوں کو ہی گول کر کے پھر جواب دیتے ہیں یہ جواب ہرگز تصور نہیں ہوگا اور یہ اصول خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو بھی مسلم ہے۔(احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے،جلد اول،ص ۱۰۲۴،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنایا ہے اور اپنی ذلت ورسوائی ختم کرنے کے لئے ایک ناکام کوشش کی ہے جس کا اس کو کوئی فائدہ اسی کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوگا۔

☆☆☆..........☆☆☆

{......پیش لفظ......}

وہابیوں دیو بندیوں کو آئے دن کوئی نہ کوئی نیا فتنہ پھیلانے کا شوق چڑھا ہوا ہے۔ جب ان سے ان کے وہابی اسمٰعیلی دیو بندی آباء کی گستاخیوں کا جواب نہیں ہو پاتا تو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اور ان گستاخیوں پر مزید پردہ ڈالنے لئے یہ اہلسنت کو بدنام کرنے میں لگ جاتے ہیں اور آج کل تو وہابی وہ وہ الزامات لگا رہے ہیں جن کا اقرار خود ان کے وہابی اسمٰعیلی آباء کر چکے۔ ابھی حال ہی میں ایک وہابی اسمٰعیلی فتنہ پرور نے اپنی وہابیت اسمٰعیلیت کو چھپانے کے لئے اہلسنت اور سادات احناف کے حقیقی وارثوں کو حنفیت سے نکالنے اور سادات احناف کے مخالف ہونے کا شوشہ چھوڑا۔ اور طرح طرح کی اس نے الزام تراشیاں کی۔ اس نے ہمارے اور اپنے درمیان مختلف فیہ مسائل میں بزعم خود سادات احناف کو ثالث بنانے کی کوشش کی اور چند مسائل بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان مسائل میں سنی حنفی بریلوی سادات احناف کے مخالف ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی دیو بندی کیونکہ فتنہ چاہتا تھا اس لئے اس نے ان مسائل کو موضوع سخن بنایا اگر یہ انصاف کی راہ پر چلتے ہوئے اختلاف ہی ختم کرنا چاہتا تھا تو اپنے گھر سے شروع ہوتا اور اپنے وہابی اسمٰعیلی دیو بندی گھر کے سارے مسائل کا سادات احناف سے ثبوت دے دیتا اور اس کے آباء نے جو جو گستاخیاں کی ہیں ان کو سادات احناف سے بعینہ و بلفظہ ثابت کر دیتا تا کہ واقعی اختلاف ختم ہوتا۔ چلیں اور کچھ نہ کرتا وہابیہ دیو بندیہ کی عین اسلام کتاب اور وہ کتاب جس میں بقول ان کے سرکار دو عالم ﷺ کی شان ہی شان بیان کی گئی ہے اور جو اصلاح عقائد میں بے نظیر ہے۔

اور جس کے بارے میں خود وہابی اسمٰعیلی احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ:

افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان، از ناقل) کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۳۹۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس کتاب کو موضوع سخن بناتا اور اس کی ایک ایک عبارت سادات احناف سے ثابت کرتا لیکن اس کو یہ کتاب یاد نہ آئی جس نے حنفی المسلک لوگوں کو تقسیم کیا اور یہ ہم پر چڑھ دوڑا۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کر چکا ہوں کہ وہ اپنے دیگر آباء کی عبارات سادات احناف سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تقویۃ الایمان کی جمیع عبارات کو سادات احناف سے ثابت کر دے خود بخود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ صرف اور صرف فتنہ ہی چاہتا ہے اور ہم اہلسنت کو بدنام کرنے کے سوائے اس کے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔ بہر حال اس وہابی اسمٰعیلی نے پوری فقہ حنفی میں سے "۳۱" مسائل بیان کئے اور بزعم خود ہمیں ان مسائل میں سادات احناف کا باغی اور نجانے کیا کیا ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ ان میں سے تقریباً مسائل سادات احناف کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ اس ناہنجار کو کون سمجھائے (کیوں کہ اس کو سمجھانے والے اسی کی طرح کے بیوقوف مر کر مٹی میں مل گئے کیونکہ بقول وہابیہ یہ دوسرا در بھنگی ہے) کہ ہم پر فتوے بازی کرنا خود سادات پر فتوے لگانا ہے لیکن پھر بھی اس نے اپنے پاگل پن کا اظہار کرتے ہوئے جو کچھ بھی بیان کیا بحمد للہ ہم نے اس کا ایسا جواب دیا ہے کہ وہابیت اسمٰعیلیت کے پاس سوائے اپنے آبائی کھیل کے اور کچھ بھی نہیں بچا۔ بحمد للہ ہم نے سب سے پہلے اپنے اکابرین کا موقف بیان کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ ہم ان مسائل کو کیا اور کس طرح مانتے ہیں۔ پھر سادات احناف سے اس کی تائید بیان کی ہے اور اس کے بعد وہابی اسمٰعیلی نے جو دعوی کیا اس کی حقیقت اسی کے گھر سے ثابت کرنے کے بعد اس نے بزعم خود جو دلائل دیئے تھے ان کا جواب دیا ہے۔

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کے کارنامے''

وہابی اسمعیلی دیوبندی نے اپنی اس کتاب میں جہالت کی انتہاء اور انصاف ودیانت کا جوخون کیا ہے اس کی تفصیل تو آپ آگے پڑھیں گے لیکن یہاں کچھ اجمالاً بیان کر دیتا ہوں تا کہ آپ کو بھی کچھ علم ہو جائے۔

(۱) پہلا مسئلہ علم غیب کے بارے میں ہے۔ وہابی اسمعیلی دیوبندی نے جہالت دکھاتے ہوئے اعتراض کیا بحمد للہ ہم نے اس کو سادات احناف سے تو ثابت کیا ہے لیکن وہابی اسمعیلی کے وہابی آباء کے ''۱۱'' حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اس نے جہالت ہی جہالت دکھائی ہے اور ہم پر فتوے لگانے کے بجائے اپنے ہی وہابیوں پر فتوے لگائے ہیں۔ وہابی اسمعیلی یہاں لایعنی تاویلات کرے گا کہ یہ مراد ہے وہ مراد ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم اس سے کہتے ہیں کہ جو بھی مراد ہو جس طرح ہمیں کہتے ہو کہ صراحتاً سادات احناف سے دکھاؤ اسی طرح، انہی الفاظ کے ساتھ کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کر دو۔

(۲) دوسرے مسئلہ پر ہی وہابی اسمعیلی دیوبندی ڈھیر ہو گیا اور اپنی کتاب کے ٹائٹل پر اس نے جو لکھا تھا اور کتاب میں جس کو معیار بنایا تھا وہ سب کچھ بھول گیا یعنی اس نے سادات احناف سے اپنے دعوے کو ثابت کرنا تھا اور ہمیں اس کے مخالف لیکن یہاں وہابی اسمعیلی دیوبندی نے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کی بلکہ اپنے ہی اصول سے انحراف کیا ہے اور سادات احناف کا موقف بیان کرنے کے بجائے خلاف اصول گفتگو کرتا رہا۔ بحمد للہ ہم نے وہابی اسمعیلی دیوبندی اصولوں سے ثابت کیا ہے کہ سادات احناف کے ساتھ ساتھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ حاضر و ناظر کے قائل تھے۔

(۳) تیسرا مسئلہ اس نے نور و بشر کا بیان کیا ہے ہم نے اس کے گھر کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ جو کچھ وہابی اسمعیلی نے بیان کیا ہے وہ سب کا سب جھوٹ ہے۔ اس کے علاوہ حوالے مزید براں۔

(۴) چوتھا مسئلہ انبیاء و اولیاء سے مدد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ہم نے بحمد للہ ان سادات احناف و مشائخ ہند کے حوالے دے کر اس کا منہ بند کیا ہے جن کو اس نے خود ہی ثالث بنایا ہے۔

(۵) پانچواں مسئلہ نذر اولیاء کا بیان کیا ہے ہم نے سادات احناف سے اس کا ثبوت دینے کے بعد اسی کے گھر کے لوگوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے گھر کا خرچہ نذر و نیاز سے چلتا تھا اور قتیل بالاکوٹی کا پیر تو نذر کے بھینسے بھی ہضم کر جاتا تھا۔

(۶) چھٹا مسئلہ وہابی اسمعیلی نے عرس اولیاء کے حوالے سے بیان کیا بحمد للہ ہم نے مشائخ ہند سے اس کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسی کے دار دیو کا مفتی اول عرس میں جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہابی اسمعیلی رئیس المحرفین کے بدعتی پیر حسین علی واں بھچراں کا حوالہ بھی وہابی کا منہ کالا کرنے کے لئے دیا ہے۔

(۷) ساتواں مسئلہ اس نے مزارات پر گنبد بنانے کے حوالے سے بیان کیا ہم نے سادات احناف سے حوالے دینے کے ساتھ ساتھ اسی کے وہابی گنگوہی کے خلیفہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

(۸) آٹھواں مسئلہ اولیاء کی قبور پر چراغ جلانے کے حوالے سے بیان کیا بحمد للہ ہم نے سادات احناف سے ہی اس کو ثابت کیا

اوراسی کے گھر کے حوالوں سے ثابت کیا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس کے قائل تھے۔

(۹) نوواں مسئلہ وہابی اسمٰعیلی نے اذان علی القبر کے حوالے سے لکھا ہے الحمدللہ ثم الحمد اللہ ہم نے وہابی اسمٰعیلی کے گھر کے اقراری فتوے سے ثابت کیا کہ ۹۰ سے زائد علماء اذان علی القبر کو جائز کہتے ہیں۔

(۱۰) دسواں مسئلہ اس نے نماز جنازہ کے بعد دعا کا لکھا ہم نے خود اسی کے گھر کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا جائز ہے۔

(۱۱) گیارہواں مسئلہ اس نے نماز جنازہ کے ساتھ ذکر کے حوالے سے بیان کیا بحمدللہ ہم نے سادات احناف ومشائخ ہند کے حوالے سے ثابت کیا کہ یہ جائز ہے اورانہی کے کچھ اصول بھی بیان کر کے اس کا منہ بند کیا ہے۔

قارئین ! ہم نے گیارہویں والے پیر کی نسبت سے گیارہ حوالوں پر مختصر مختصر تبصرہ کر دیا ہے باقی بھی اسی طرح ہیں جس سے وہابیت اسمٰعیلیت کی جڑیں کٹ گئیں ہیں اگر کچھ شرم وحیاء ہوگی تو آئندہ اس طرح کا کوئی بھی الزام نہیں لگائیں گے۔ورنہ اس حدیث کی مصداق تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کی پوری ذریت ہی ہے: اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔۔۔

{......چند ضروری باتیں......}

اس کتاب کو پڑھتے ہوئے چند باتیں ذہن میں رکھیں۔

(۱) ہماری یہ کتاب تمام کی تمام محقق ومدلل جوابات کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی دیوبندی اصولوں پر مشتمل ہے۔لہٰذا اس کتاب کا جواب دینے کے لئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ان اصولوں پر عمل کرے جو ہم نے ''اعلان واجب الاذعان'' میں اسی کی تحریر سے بیان کر دیئے ہیں۔

(۲) ہم نے سب سے پہلے اہلسنت کا مذہب بیان کیا ہے۔پھر سادات احناف ومشائخ ہند کی تائیدات وتصدیقات بیان کی ہیں۔اس کے بعد وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی اوراس کے بعد اس کے دلائل کا جائزہ ذکر کیا ہے۔(یہ اکثری ہے کلی نہیں ہے)

(۳) ہم نے جمہور علماء اہلسنت کا اور بالخصوص رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء کا مذہب بیان کیا ہے۔

(۴) اگر ہم سے اپنا موقف بیان کرنے میں کوئی غلطی ہوئی ہو یا جمہور اہلسنت کے خلاف کوئی بات لکھ دی ہو تو علمائے اہلسنت ہماری رہنمائی فرمائیں ہم اس سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کریں گے۔اور ہماری غلطی کو ہماری طرف ہی منسوب کیا جائے اوراس کا ذمہ دار ہمیں ہی ٹھہرایا جائے اس کی ذمہ داری جمیع اہلسنت وجماعت پر عائد نہیں ہوسکتی۔اوراس کی وجہ سے جمیع اہلسنت وجماعت کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) ہم نے اس کتاب میں کئی حوالے وہی دیئے ہیں جو ہمارے اکابرین اہلسنت حنفی بریلوی پہلے سے ہی بیان کر چکے ہیں۔لیکن انداز تبدیل ہے۔

(۶) ہم نے کئی حوالے محض تائیداً دیئے ہیں بعض میں توصراحت کر دی ہے لیکن بعض میں صراحت نہیں ہے۔لہٰذا ان کو لے کر ہم پر اعتراض نہ کیا جائے بلکہ اصل دلائل کو مدنظر رکھا جائے۔

(۷) ہم نے اس کتاب میں اکثر ترجمے وہابیہ اسمعیلیہ کی کتابوں سے نقل کئے ہیں۔ بعض سنی علماء کے بھی ہیں۔ اور بعض میں محض مفہوم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۸) ہم نے کئی عبارات شاملہ یا دیگر سافٹ ویئر سے نقل کی ہیں لہٰذا ان میں کسی قسم کی غلطی کو ہمارے ذمہ نہ لگایا جائے۔

(۹) ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کمپوزر و کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی نہ ہو لیکن پھر بھی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

(۱۰) ہمارے بعض احباب نے ہمارے ساتھ تعاون ضرور کیا ہے جس کی وجہ سے ہم نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے لیکن ہماری یہ کتاب ٹیم ورک نہیں ہے۔

(۱۱) ہم نے بعض اکابرین پر وہابیہ اسمعیلیہ کی جرح نقل کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ ہر بار یہی کرتب کر کے بچنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا وہابیہ جب تک اس کا جواب نہیں دیں گے اس وقت تک ان کا اس طرح کا کوئی بھی حوالہ قابل قبول نہیں ہوگا ہے۔

(۱۲) بعض حوالوں کا تکرار بھی ہو گیا ہے جس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ حوالے پڑھنے والے کو یاد ہو جائیں۔

آخر میں میں اپنے ان تمام احباب کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی حوالے سے تعاون کیا ہے۔ بالخصوص فہد بھائی، اویس بھائی اور شہزادابن عابد بھائی کا کہ انہوں نے کئی مقامات کی کمپوزنگ وغیرہ کر کے دی، اسی طرح برادرم نعیم الدین سیالوی آف سرگودھا، ہمارے بہترین دوست احمد رضا قادری، ابوالھمام مولانا اشتیاق رضوی نے ہمیں اذان علی القبر اور عمامہ کے بارے میں مضمون عطا کیا، برادرم میثم بھائی انہوں نے چراغاں والا مضمون کمپوز شدہ عطا کیا، مولانا علی معاویہ اور حضرت مولانا ظفر رضوی صاحب زید مجدہم کا کہ انہوں نے بھی کئی معاملات میں تعاون فرمایا۔ اسی طرح سید آصف صاحب و عثمان صاحب کا کہ انہوں نے کئی کتب کی خریداری میں تعاون کیا اور سب سے زیادہ مناظر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ صاحب زید مجدہم و شرفہم کا کہ انہوں نے ہر طرح سے بے لوث ہو کر تعاون کیا اللہ کریم سب کو دنیا میں اچھا بدلہ اور آخرت میں سرکار دو عالم ﷺ کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆............☆☆☆

☆☆☆......☆☆☆

{......مقدمہ......}

جب انگریزوں نے ہندوستانی سیاست میں مداخلت کر کے اپنی سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا تو اس کے ساتھ ہی انہیں انگریزی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لیے فکر دامن گیر ہوئی، پھر چونکہ سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا، کیونکہ ہندوستان کی حکومت انہوں نے مسلمانوں ہی سے چھینی تھی اس لیے انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ طے کیا کہ جب تک مسلمان قوم کا ایمان وا سلام باقی ہے اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قدم نہیں جم سکتا لہٰذا مسلمانوں کو ان کے ایمان وعقیدہ سے برگشتہ کرنا اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کر دینا انتہائی ضروری ہے، پھر اس خطرناک پروپیگنڈے کے تحت انگریزوں نے کرائے کے مولویوں اور لیڈروں کو اس کام پر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اپنے من گھڑت اور خود ساختہ عقیدے بیان کر کے ان کے عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں تا کہ جب کچھ مسلمانوں کے عقائد خراب ہو جائیں گے تو پرانے اور نئے عقائد والے آپس میں لڑیں گے، جھگڑیں گے اور مختلف جماعتوں اور فرقوں میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے۔

اس کام کے لیے ان بد بخت انگریزوں نے سید احمد قتیل و اسمعیل قتیل بالاکوٹی کو تیار کیا کہ وہ مسلمانوں کے عقیدے خراب کر کے نئے خیالات نئے عقائد ان میں پھیلائیں اور پہلے کے عقائد کا انکار کریں اس کام کے لیے سید احمد قتیل اور اسمعیل قتیل بالاکوٹی سے بڑھ کر کوئی نہ تھا کیونکہ اسمعیل قتیل بالاکوٹی کا تعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ساتھ تھا اور ہندوستان کے اندر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے خاندان کا بہت بڑا نام تھا اس لیے انگریز بد بخت و چالاک نے اسمعیل دہلوی قتیل بالاکوٹی کو اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے بطور مہرہ استعمال کیا اور اسمعیل قتیل بالاکوٹی نے سر کی بازی لگا کر انگریز کا ساتھ دیا اور انگریز کی کمر مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلک کا انکار کیا، وجہ اس کی بہت واضح ہے کہ اگر اس مسلک کا انکار نہ کرتا تو اختلاف و انتشار کیسے پھیلتا اور لوگ کیسے لڑتے بھڑتے لہٰذا اس وجہ سے اسمعیل قتیل بالاکوٹی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مسلک کا انکار کیا۔

اسمعیل قتیل بالاکوٹی کا مسلک شاہ ولی اللہ کا انکار کرنا

چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے دیو بند میں بلند و بالا مقام حاصل کرنے والا اور انگریز سے ماہواری حاصل کرنے والا اور اپنی حکومت میں انگریز کو آرام پہنچانے کا ارادہ رکھنے والا وہابیوں اسمعیلیوں دیو بندیوں کا **حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:**

مولوی اسمعیل شہید موحد تھے چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ و ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔
(امداد المشتاق، ص ۸۲، مکتبہ اسلامی کتب خانہ)

قارئین! دیکھا آپ نے کہ سب سے پہلے اس نام نہاد شہید بالاکوٹی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے مسلک کا انکار کیا اور پھر مسلمانوں میں وہابی عقائد پھیلانے پر کمر بستہ ہو گیا۔

دیو بندیوں کے امام الہند ابو الکلام آزاد کا اعتراف

وہابیوں دیو بندیوں کا امام الہند ابو الکلام آزاد اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مولوی اسمعیل دہلوی کو (محمد بن عبد الوہاب خارجی کی کتاب از ناقل) کتاب التوحید ملی اور اندر ہی اندر دین جدید کے اس فتنے کو مفید سمجھ کر محفوظ کر لیا۔ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص ۲۷۵، مکتبہ جمال لاہور)

نوٹ: ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں جب آزاد کے ذہن میں وہابیت گھسی پھر اس کے ارادے کیا تھے، لیکن پہلے تو یہ بھی مانتا تھا۔

دیوبندیوں کے امام الہند ابوالکلام آزاد کے اس اعتراف سے بالکل واضح ہے کہ محمد بن عبدالوہاب (جس کو خلیل احمد انبیٹھوی نے خارجی لکھا ہے) کی کتاب التوحید جو تمام فتنوں کی جڑ تھی، اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کے ہاتھ لگی جس کی وجہ سے اس نے ایک نیا دین بنایا اور پھر اس کو معتبر سمجھ کر محفوظ کر کے اس کو تقویۃ الایمان کے نام سے لوگوں میں پھیلایا۔ تقویۃ الایمان کتاب التوحید کی ترجمانی کرتی ہے جیسا کہ تفصیل ہم اپنی کتاب **"اعلیٰ حضرت پر چالیس اعتراضات کے جوابات"** میں بیان کر چکے ہیں۔ بہرحال محمد بن عبدالوہاب خارجی تو مر کر مٹی میں مل گیا اس کی وہابی تحریک قریب تھا کہ ختم ہو جاتی لیکن اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے اس کی تحریک کو زندہ کیا اور اس کی کتاب کی ترجمانی کی۔

اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی اور محمد بن عبدالوہاب کی کتاب کے مندرجات ایک دیوبندی اقرار

دیوبندیوں کی معتبر کتاب شاہ اسمٰعیل اور ان کے ناقد میں لکھا ہے:

محمد بن عبدالوھاب نجدی۔۔۔ کا شمار وہابی تحریک کے بانی کی حیثیت سے کیا جاتا ہے اگرچہ ان کی تصنیف اور حضرت شاہ اسمٰعیل۔۔۔ کی تقویۃ الایمان کے مندرجات قریبا یکساں ہیں لیکن دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ (شاہ اسمٰعیل اور ان کے ناقد، ص ۲۱۰)

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی اگر وہ فرق بیان کر دیتا تو مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا لیکن اس نے کچھ چھپانے کی کوشش کی ہے اور کیوں کی ہے یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر بیان کر دیتا تو ساری اصلیت سامنے آجاتی اور وہابیت اسمٰعیلیت کہیں کی نہ رہتی۔ بہرحال اس حوالے سے بھی ثابت ہوا کہ اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کا مقصد محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کو پھیلانا تھا۔

خاندان کے افراد کا اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی سے اختلاف کرنا

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے دیوبندی مولوی اخلاق حسین قاسمی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد مولانا مخصوص اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کو تقویۃ الایمان کے اسلوب سے اختلاف ہے کہ اس میں مولانا شہید نے شرک کی مشابہ چیزوں کو جو مکروہ کے درجہ کی ہیں انہیں شرک جلی کے درجہ میں داخل کر دیا۔

(شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے ناقد، ص ۷۳)

اس عینی شاہد نے ایک حقیقت بیان کی ہے جس کا اعتراف دیوبندی بزرگ کر رہے ہیں واقعی اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے شرک کی گن مشین ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ٹینک نصب کئے تھے جو ان سے وراثت میں دیوبندیوں کے ہاتھ آئے اور مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر مشرک و کافر کہنے لگے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اگر ان کے اپنے بزرگ وہی کام کریں تو وہی توحید ہے اور وہی شریعت وطریقت ہے۔

تقویۃ الایمان اور مسلمانوں میں انتشار کی یلغار

انگریز کی خوشنودی کے لیے اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے تقویۃ الایمان تصنیف کر کے لوگوں میں پھیلائی اور خود دیوبندیوں کے اعتراف کے مطابق یہی وہ کتاب تھی جس کی وجہ سے ہندوستان میں تمام مسلمان بالعموم اور حنفی بالخصوص دو فرقوں میں بٹ گئے۔

مسلمانوں کے ٹکڑے کرنے والی کتاب تقویۃ الایمان دیوبندی اقرار

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی مولوی انور شاہ کشمیری کے افادات انوار الباری میں احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتا ہے:

افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان، از ناقل) کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریبا نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۳۹۲)

اس حوالے سے بالکل واضح ہوگیا کہ انگریز جس کام سے خوش تھا اور جو کام کروانا چاہتا تھا وہ مولوی اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے خوب سے خوب تر انجام دیا اور اس انداز سے کیا کہ وہ خبیث بھی اس طرح نہ کرسکتا تھا۔

تقویۃ الایمان انگریزوں نے مسلمانوں کو لڑوانے کے لیے لکھوائی دیوبندی اقرار

دیوبندیوں کا شیخ المشائخ خواجہ خان محمد کی مصدقہ کتاب میں دیوبندی قاضی شمس الدین لکھتا ہے:

انگریزوں نے مسلمانوں میں سر پھٹول پیدا کرنے کے لیے کسی کم علم دیہاتی مولوی سے گنواری اردو میں یہ کتاب لکھوائی، کتاب کی اردو بے حد گھسیاری قسم کی ہے جسے عام اردو دان بھی سمجھ سکتا ہے۔ (غلغلہ برزلزلہ المعروف بہ جوہر تحقیق، ص ۱۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور)

اب تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ تقویۃ الایمان مسلمانوں کو لڑوانے کے لیے لکھی گئی تھی اور انگریزوں نے لکھوائی تھی اور کسی کم علم مولوی سے لکھوائی تھی وہ مولوی کون تھا یہ ساری دنیا جانتی ہے لیکن میں دیوبندیوں سے کہتا ہوں اس کم علم دیہاتی مولوی کا نام بتاؤ کہ وہ جاہل، کم علم، انگریز کا ایجنٹ، انگریز کے اشاروں پر ناچنے والا، انگریز کی غلامی کا تمغہ حاصل کرنے اور مسلمانوں کو لڑوانے کے لیے انگریز خبیث کا ساتھ دینے والا کون تھا اس کتاب کا انکار مت کرنا یا اس کو انفرادی رائے مت کہنا کیوں کے آپ کے **شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب کہتے ہیں کہ:**

فقیر نے یہ مضمون بغور پڑھا اور فقیر کو بہت پسند آیا ہے یہی مسلک فقیر کے اساتذہ و مشائخ کا ہے۔ (غلغلہ برزلزلہ المعروف بہ جوہر تحقیق، ص ۳، ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور)

جب یہ کتاب اور اس کے مضامین مشائخ دیوبند کے مصدقہ ہیں تو کسی دیوبندی میں انکار کرنے کی جرات کیسے ہوگی لیکن بے حیاؤں۔۔۔۔

مزید کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

انگریزوں نے اس کتاب (تقویۃ الایمان از ناقل) کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچایا، تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کریں۔ (غلغلہ برزلزلہ المعروف بہ جوہر تحقیق، ص ۱۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور)

اس سے زیادہ اور کتنا واضح حوالہ دوں کیا اب بھی دیوبندی قوم کو اپنے آباء و اجداد کے انگریز کا ایجنٹ و وفادار ہونے اور اس کی غلامی پر فخر کرنے میں کوئی شک ہے۔ اگر دیوبندی گنگوہی کی طرح نہیں ہیں تو اپنے آباء کے انگریز کا ایجنٹ اور اس کے وفادار ہونے کا ثبوت اپنے ہی علماء اور مشائخ کے متفق علیہ کتاب سے دیکھ لیں۔ قارئین! ان بے حیاؤں سے تو حیا کی امید نہیں آپ ہی دیکھ لیں اور

فیصلہ کریں کہ دوسروں پر اعتراض کرنے والوں کے اپنے بزرگوں کی حالت کیا تھی خود ان کے اپنے علماء اور مشائخ اقرار کر رہے ہیں کہ انگریزوں نے اس کتاب (تقویۃ الایمان، از ناقل) کو لکھوایا اور پھر ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچایا، تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کریں۔ مگر یہ سارے کام کرنے والا کون تھا وہی دیوبندیوں کا امام اول اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی اسی نے تقویۃ الایمان لکھی اور مسلمانوں کو انگریز کے کہنے کی وجہ سے لڑوایا۔

دیوبندی قاضی شمس الدین مزید لکھتا ہے:

پھر ۱۸۵۲ء میں انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سے تقویۃ الایمان کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر اسے دور دراز تک پھیلایا (بحوالہ ہنٹر پر ہنٹر از سر سید علی گڑھ، ص ۵۷) پھر مشرق وسطی کے عیسائیوں نے اس کتاب کی شہرت کو چار دانگ عالم میں پہنچانے کے لیے مشہور عربی لغت المنجد طبع بیروت میں اس کتاب کا تذکرہ شائع کیا اور لکھا کہ اثبات توحید اور تردید شرک میں مولانا اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی نے بڑا کام کیا اور تقویۃ الایمان نامی کتاب بھی لکھی ملاحظہ ہو کہ خاندان ولی اللہی کے اکابر اور ان کی تصنیفات کو نظر انداز کر کے شاہ اسمٰعیل شہید اور تقویۃ الایمان کا تذکرہ عیسائیوں نے ضروری سمجھا۔ (غلغلہ برزلزلہ المعروف بہ جوہر تحقیق، ص ۱۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور)

دیوبندی قاضی شمس الدین صاحب کے اس جملے ''خاندان ولی اللہی کے اکابر اور ان کی تصنیفات کو نظر انداز کر کے شاہ اسمٰعیل شہید اور تقویۃ الایمان کا تذکرہ عیسائیوں نے ضروری سمجھا'' نے طشت از بام کر دیا کہ انگریزوں کے کام کا آدمی صرف اور صرف اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی ہی تھا جو انگریزوں کے اشارے پر ناچنے والا اور اس کی وفاداری میں مسلمانوں کو لڑوانے والا تھا۔

مسلمانوں کو لڑوانے بھڑوانے کا اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کا اقرار و اعتراف

انگریز کے اشارے پر مسلمانوں کو لڑوانے بھڑوانے کا اقرار و اعتراف خود اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے کیا ہے۔

دیوبندیوں کا حکیم الامۃ (جن کے اوصاف کچھ ہم اوپر بیان کر چکے) اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتا ہے:

خان صاحب نے فرمایا۔۔۔اس کے بعد (مولانا اسمٰعیل) نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید احمد، عبدالحی شاہ اسحاق۔۔۔۔بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔۔۔اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ (حکایات اولیاء، ص ۶۵، مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

یہ اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کا اپنا اعتراف ہے جس کو نقل کرنے والے دیوبندیوں کے حکیم صاحب ہیں کہ میں نے کتاب لکھ دی ہے جس میں جان بوجھ کر شرک کی مشین چلائی ہے شرک خفی جو حقیقت میں شرک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر شرک کے احکام مرتب ہوتے ہیں اس کو شرک جلی لکھ کر مسلمانوں کو حقیقی مشرک بنا دیا ہے اس پر وہ چپ نہیں رہیں گے بلکہ بولیں گے ادھر سے ہم ایسے ہی فتوے صادر کریں گے جس سے لڑائی اور شورش ہوگی لیکن لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے لیکن افسوس اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نے مسلمانوں میں تقویۃ الایمان کے ذریعے جو آگ انگریزوں کو خوش کرنے اور حق نمک ادا کرنے کے لیے لگائی تھی وہ ختم ہونے کے بجائے اور بڑھ گئی اور

مزید اس پر مٹی کا تیل رشید احمد گنگوہی نے ڈالا کہ جس کتاب کا مصنف خود اقرار کر رہا ہے میں نے اس میں شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے جس سے مسلمان لڑیں گے بھڑیں گے اس کتاب کے رکھنے پڑھنے کو رشید احمد گنگوہی نے عین اسلام کہا اور اس طرح یہ آگ مزید بڑھی اور آج تک ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی یہ علماء دیوبند کا کمال اور طرہ امتیاز ہے کہ جو کتاب ان کے اپنے اکابر کے نزدیک ناپسند سمجھی جاتی ہے اس کے رکھنے کو عین اسلام کہتے ہیں جو کتاب عقیدوں کو خراب کرنے، انتشار پھیلانے، مسلمانوں کو تباہ کرنے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے لکھی گئی تھی اور آج تک مسلمانوں میں انتشار ہی پھیلا رہی ہے، اور مسلمانوں کو لڑوا بھڑوا رہی ہے وہی کتاب دیوبندیوں کے نزدیک عین اسلام ہے۔

دیوبندیوں کے اکابرین کے حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ فتنہ وفساد پھیلانے والے کون تھے اور کس نے وہ کتاب لکھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہ بنے جب یہ کتاب منظر عام پر آئی اور علماء اہلسنت نے اس کو پڑھا اور اسمعیل دہلوی قتیل بالاکوٹی کے عقائد کا علم ہوا تو تمام علماء اہلسنت جمع ہوئے اور اسمعیل قتیل بالاکوٹی کو مناظرے کا چیلنج دیا اور اس طرح یہ پہلا مناظرہ تھا جو اسمعیل کے ساتھ ہوا اور اس میں اسمعیل قتیل بالاکوٹی کے ساتھ سوائے عبدالحی کے اور کوئی بھی نہیں تھا ایک طرف تو تمام علماء اہلسنت اور دوسری طرف اسمعیل قتیل بالاکوٹی مع عبدالحی کے، خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں سے بھی کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا، بلکہ اس کا رد کیا اس کا اقرار خود دیوبندیوں نے کیا ہے ان شاء اللہ وقت آنے پر ہم ان کے گھر سے ثابت کریں گے کس طرح یہ مناظرہ ہوا۔

علماء کے ساتھ اسمعیل قتیل بالاکوٹی کا مناظرہ

خود دیوبندیوں کا امام الہند ابوالکلام آزاد اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مولانا محمد اسماعیل شہید مولانا منورالدین کے ہم درس تھے شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداء میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و رد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔

(ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی، ص ۴۴، مکتبہ جمال لاہور)

نوٹ! اس مباحثہ یا واقعہ کو مناظرہ خود وہابیوں نے کہا ہے۔

اللہ اللہ! یہ اقرار کرنے والا کوئی سنی نہیں کہ جس کی بات کو رد کر دیا جائے بلکہ یہ اقرار کرنے والے دیوبندیوں کے امام الہند ابوالکلام آزاد صاحب ہیں (جن کے چرنوں میں حسین احمد ٹانڈوی ہوتا تھا) جنہوں نے فراخ دلی سے قبول کیا ہے کہ جب تقویۃ الایمان لکھی گئی تو مسلمانوں میں ہلچل مچی کہ یہ کیسے عقائد ہیں جو دیوبندیوں کی عین اسلام کتاب تقویۃ الایمان لے کر آئی تمام علماء ہند سے فتویٰ مرتب کرایا گیا حرمین سے بھی فتویٰ آیا، (آج اعلیٰ حضرت امام اہلسنت پر بکواس کرنے والے دیکھ لیں ان کی قسمت میں شروع

ہی سے حرمین شریفین کے فتوئے لکھے تھے اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے کوئی نیا کام نہیں کیا تھا بلکہ علماء پہلے جو کام کر چکے تھے اسی کام کو دہرایا) لیکن مولوی اسماعیل قتیل بالاکوٹی نے نہ ماننا تھا نہ مانا بلکہ میں نہ مانوں کی رٹ لگا کر تمام علماء وصلحاء کو مشرک و کافر کہتا رہا اور اس نے ایسا کیوں کیا صرف اور صرف انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے۔

قارئین! یہ ساری باتیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے ان گستاخوں کی گستاخیاں بیان کرنے سے بہت پہلے کی ہیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے دور مبارک سے پہلے بھی اجتماعیت اہلسنت کو حاصل تھی اسماعیل قتیل بالاکوٹی مع عبدالحی اکیلے تھے اور دوسری طرف تمام علماء دہلی تھے حرمین سے بھی فتویٰ آیا یہ لانے والے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے علماء اور ان کی تصدیق وتوثیق کرنے والے تمام علماء دہلی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے افراد تھے، کیا دیوبندیوں میں جرات ہے کہ فتوی جڑیں کہ علمائے دہلی نے بھی جھوٹ بولا ہوگا اسماعیل قتیل بالاکوٹی کی عبارات میں تحریف وخیانت کی ہوگی وغیرہ وغیرہ ہذیانات جو آج بکتے ہیں۔

علمائے اہلسنت کل بھی حق پر تھے اور الحمدللہ آج بھی حق پر ہیں۔ نہ کل کسی نے جرم کیا تھا نہ آج بلکہ اصل مجرم یہی فرقہ گلابیہ وہابیہ دیوبندیہ ہے کیونکہ نہ تو تمام علماء دہلی کو کفر وشرک نظر آیا اور نہ ہی حرمین شریفین کے علماء کو اگر کفر وشرک نظر آیا تو صرف اور صرف اسماعیل قتیل بالاکوٹی کو، واہ رے اسماعیل تیری بھینگی آنکھ جس سے تجھے شرک خفی بھی جلی لگنے لگا اور مسلمانوں پر بلاوجہ شرک کے فتوے داغتا رہا، یہ ایک حقیقت ہے کہ علماء اہلسنت بہت محتاط ہیں بلاوجہ کسی کے بارے میں نہیں بولتے بلکہ سمجھاتے ہیں جیسا کہ اسماعیل قتیل بالاکوٹی کو علماء نے سمجھایا لیکن جب نہ مانا تو مناظرہ ہوا اور علماء اہلسنت کی جیت ہوئی اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہلسنت دیوبندی علماء کو بار بار سمجھاتے رہے لیکن جب دیکھا کہ نہیں مانیں گے تو پھر حسام الحرمین لکھی اور اللہ کی تائید دیکھیے کہ علمائے حرمین شریفین نے ایسی ایسی تقاریظ لکھیں کہ گلابیہ وہابیہ دیوبندیہ کا کلیجہ منہ کو آ گیا اور بے شرمی، بے حیائی، بے غیرتی سے المہند گھڑی اور ڈھٹائی سے اپنے پرانے اور حقیقی عقائد چھپا کر تقیہ باز بن کر عوام کو دھوکہ دیا، اس موضوع پر تفصیل کسی اور مقام پر بیان کروں گا ان شاءاللہ۔

میں کہہ رہا تھا کہ دیوبندیوں کے ابوالکلام آزاد نے تو دیوبندیت کا بیڑا ہی غرق کر دیا، اور عوام کو حق بیان کر دیا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی حیات تک یہ فتنہ اس طرح نہ تھا لیکن جب وہابی کی لکھی ہوئی کتاب التوحید اس قتیل کے ہاتھ لگی تو دین جدید کی بنیاد رکھ کر علماء اہلسنت سے الگ ہو گیا اور اسی وقت سے فتنے اور فساد شروع ہو گئے جو کہ آج تک ختم نہیں ہوئے لیکن اس وقت انگریز اپنے ارادوں میں کامیاب ہوا، اور ہندوستان کی حکومت پر اپنے اقتدار کو ان مولویوں کی مدد سے مضبوط سے مضبوط تر کر لیا، جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انگریز نے ہی تقویۃ الایمان لکھوائی اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لیے اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کا انتخاب کیا تو اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کو لوگوں نے لاکھ سمجھایا لیکن اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی نہ مانا اور انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان کے خلاف جہاد فرض ہونے کے باوجود اجتناب کیا وفاداری کرتا رہا اور یہی حال باقی اکابرین دیوبند کا تھا جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

☆☆☆..........☆☆☆

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے آباء کے انگریز کے ساتھ مل کر فتنہ وفساد پھیلانے اور حنفیت کی راہ چھوڑ کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے اتنے ثبوت ہونے کے باوجود وہابی اسمعیلی دیوبندی حنفی ہونے کا دعوی کس منہ سے کر رہے ہیں اور کس منہ سے خود کو حنفی ثابت کر رہے ہیں اور پھر ظلم یہ کہ اہلسنت جو سادات احناف کے حقیقتا وارث ہیں ان کو حنفیت کا باغی بنا رہے ہیں واہ وہابیو واہ! کس طرح چور مچائے شور پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو اور جھوٹ پہ جھوٹ بول کر شاید یہ سمجھتے ہو کہ کوئی کیا دیکھے گا اور کوئی کیا پڑھے گا۔ جو منہ میں آتا ہے بک دو اگر چہ تاریخ اس کے خلاف ہو، اگر چہ ساری دنیا جانتی ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔ بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے آبائی کرتب دکھاتے ہوئے اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں جھوٹ ہی جھوٹ بھرتی کرتے ہوئے اہلسنت پر کیچڑ اچھالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی عادات سے مجبور ہو کر اپنے آباء کا گند چھپانے کے لئے سارے حربے استعمال کئے ہیں لیکن کچھ بھی نہیں کر پایا اور اپنے ہی وہابی اسمعیلی آباء کے کرتوت بیان کرنے کا ایک بار پھر ہمیں موقع دیا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: قارئین کرام! شومئ قسمت سے انگریز کے دور میں متحدہ ہندوستان مذہبی اعتبار سے فتنہ وفساد کا دور رہا۔ انگریز نے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کے تحت یہاں کی اکثرت (جو حنفی مسلک پر کاربند تھی) کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، ایک طرف منکرین فقہ کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف اہل بدعت کو باقاعدہ ایک مسلک وفرقہ کی شکل میں فروغ دیا جو بریلویت کے نام سے معروف ہوا، یہ لوگ فروع میں اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں، لیکن حیرت ہے کہ اپنی طرف سے ایسی نت نئی بدعات کو ایجاد کر کے اسے ایسا لازم کر لیا ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلے میں گویا ایک مستقل فرقہ وجود میں آچکا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی نے ایک ہی سانس میں اپنے وہابی اسمعیلی دیوبندی اکابرین کی طرح کئی جھوٹ بولے ہیں۔ ہماری ماقبل کی وضاحت وحوالوں سے یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کے وہابی اکابرین ہی سب کچھ کرنے والے، انگریز کی خوشنودی طلب کرنے والے اور حنفیوں کو تقسیم کرنے والے تھے۔ انگریز خبیث نے اسی مسلک وفرقہ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کو پروان چڑھایا اور اسی کے آباء کو خرید کر مسلمانوں میں انتشار پھیلایا۔

قارئین! یہ ہم نہیں کہہ رہے یہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گرو گھنٹال کہہ رہے ہیں اور ان کے معتبر ومستند وہابی علماء کہہ رہے ہیں۔ لیکن یہ وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان دنیاوی ذلت ورسوائی کو بھی بالائے طاق رکھ کر ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا ہے۔ اور دیوبندی ساجد خان یہ کام کیوں نہ کرے جبکہ اس کے وہابی اکابرین بھی یہی کیا کرتے تھے، ان کے پاس بھی اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ انگریز کے ایماء پر کون چلتا تھا یہ تو آپ نے پڑھ لیا اور انگریز نے کس کی پرورش کر کے اس کو فرقہ وہابیہ اسمعیلیہ بنایا یہ بھی آپ ماقبل سے جان چکے ہیں۔ باقی وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان نے ہمارے بارے میں جو بکواس کی ہے کہ ہم انگریز کے ایماء پر چلتے تھے یا اس کی بات مانتے تھے اس کا رد خود اسی کے گھر میں موجود ہے۔ وہابی اسمعیلی دیوبندی اپنے اصول کے مطابق اپنے گھر کے گند کو صاف کرے اور ہمارے بارے میں بکواس کرنے سے باز آجائے۔

وہابی اسمٰعیلی ڈاکٹر عبدالواحد لکھتا ہے:

ایک مرتبہ ایک صاحب نے احمد رضا خان صاحب کے بارے میں دوران گفتگو یہ کہا کہ ان کی ساری تحریک انگریزوں کے ایماء پر تھی، ان کا مسائل میں اختلاف کسی تحقیق کی بنیاد پر نہیں تھا تو اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: بھائی! مجھے تو ایسا ثبوت مہیا نہیں ہو سکا جس سے یہ ثابت ہو کہ انگریزوں کی ایما پر انہوں نے اختلافی مسائل کو پروان چڑھایا ہے۔ یہاں بھی "لا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا"، (یعنی کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ دو) کے اصول پر عمل فرمایا۔

(ماہنامہ دارالتقوی کی اشاعت خاص مفتی عبدالواحد حیات وخدمات، ص ۲۹۱، جامعہ دارالتقوی لاہور)

لیجئے! خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی کے وہابی اسمٰعیلی بزرگ نے اقرار کرلیا ہے کہ اہلسنت کا انگریز اور اس کے حقیقی یاروں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہاں ہم نے ثبوت دے دیئے ہیں جس سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا ہے کہ یہی وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ تھے جن کی تربیت انگریز خبیث نے کی اور صرف اس لئے کی یہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کریں اور حنفیوں کی تقسیم کاری کریں اور یہ کام انہوں نے بخوبی سرانجام دیا اور مسلمانوں کے ٹکڑے کئے اور حنفیوں کو تقسیم کیا۔ جن کے آباء خود ہر طرح کی گواہی دے رہے ہیں وہ ہم پر ہی الزام دھرتے ہیں اور ہمیں ہی برا بھلا کہتے ہیں۔

قارئین! ہم نے حقیقت آپ کے سامنے رکھ دی ہے اور ہر طرح کا ثبوت ہم نے خود وہابیہ اسمٰعیلیہ سے دے دیا ہے اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

ہم اہلسنت ہیں وہابی اسمٰعیلی دیوبندی اقرار

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ "ہم کوئی الگ سے فرقہ ہیں" بحمد للہ ہم ہی حقیقی حنفی ہیں اور ہم ہی اہلسنت ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو جاہل بلکہ اپنے وہابیوں کہ طرح اجہل ہے۔ ہم اس کو بتاتے ہیں کہ ہم کون ہیں اور اپنی طرف سے نہیں بلکہ اسی کے گھر کی گواہیوں سے بتاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اپنے ہی اصول سے ادھر ادھر کی بک بک کرنے کے بجائے اپنے گھر کا گند صاف کرو۔

(ا) وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا استاذ دیوبندی احمدی مفتی رفیع عثمانی لکھتا ہے:

عقائد کے باب میں دونوں مکاتبِ فکر (دیوبندی اور اہلسنت و جماعت بریلوی از ناقل) کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔

(مجلہ صفدر، امام اہلسنت نمبر، ص ۵۱۷، مظہریہ دارالمطالعہ)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے جھوٹ پر اسی کے استاذ نے مہر لگا دی ہے اور اس بات کا کھل کر اقرار کرلیا ہے کہ اہلسنت کا کوئی بھی عقیدہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے فاسق بھی کہا جائے چہ جائیکہ گمراہ، کافر و مشرک جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی جاہل بلکہ اجہل نے قتیل بالا کوٹی والی کفریہ شرکیہ گن مشین چلائی ہوئی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں سادات احناف کا مقابل ثابت کرتا ہے اور سادات احناف کی عبارات گول مول کر کے ہم پر کفر کا فتوی بزعم خود لگاتا ہے لیکن اسی کا استاذ ہمارے اہلسنت میں سے ہونے پر مہر ثابت کرتا ہے۔ اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہمارا کوئی بھی عقیدہ کفریہ و شرکیہ نہیں ہے۔ اب ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی سے یہی کہتے ہیں کہ اپنے گھر کا گند صاف کر جیسا کہ تمہارا اصول ہے پھر ہم سے بات کرے۔

(۲) دیوبندیوں کے علماء کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

اہل دیوبند یا جماعت رضوی یہ سب اہل سنت و جماعت احناف سے ہیں۔ (قہرآسمانی ص۱۱۹، مدینہ برقی پریس بجنور، باراول)

یہ کتاب بقول وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ وہابیوں کی مصدقہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بکواس ہمارے بارے میں کررہا تھا کہ ہم کوئی معاذ اللہ الگ فرقہ ہیں اس کا جواب خود اسی کے اکابرین نے دے دیا اور ایسا دیا کہ وہابی اسمعیلی میں اگر تھوڑی سے بھی حیاء ہوگی تو اپنے قول سے رجوع کرے گا۔ ویسے اس حوالے میں جہاں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم اہلسبت ہیں اسی طرح یہ بھی اقرار ہے کہ ہم حنفی ہیں۔ وہابی اسمعیلی ہمیں حنفیت سے خارج کرنے چلا تھا اسی کے اپنے ہی ہمارے اہلسنت وحنفی ہونے پر اجماع کررہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کوئی لایعنی تاویل کرے میں پہلے سے ہی اسی کی مصدقہ کتاب سے اس کتاب کی تصدیق بیان کردیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی عمیر قاسمی لکھتا ہے:

چوتھی بات یہ ہے کہ براءۃ الابرار پر جن علماء کی تصدیقات وتائیدات موجود ہیں۔ (فضل خداوندی، ص ۱۰۳، مکتبہ صوت القرآن دیوبند)

نوٹ! یہ کتاب ان وہابیوں کی مصدقہ ہے:

(۱) عبدالخالق سنبھلی (۲) طاہر گیاوی (۳) مفتی راشد (۴) فضیل احمد ناصری (۵) بدعتی پیر کا خلیفہ الیاس گھمن (۶) بھینگا نجیب اللہ عمر (۷) وہابی اسمعیلی ساجد خان (۸) غیاث الدین (۹) خادم بدر (۱۰) ابوحنظلہ عبدالاحد (۱۱) جنید فلاحی (۱۲) تصور فلاحی (۱۳) ضیاء اللہ (۱۴) آفتاب اظہر۔ (۱۵) مقدمہ وہابی اسمعیلی احمدی ابوایوب۔

یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کی اپنی مصدقہ کتاب ہے۔ جس میں واضح لکھا ہے کہ قہرآسمانی پر وہابیوں اسمعیلیوں کی تصدیقات وتائیدات موجود ہیں اب یہ کتنی ہیں اس کے لئے قہرآسمانی کا مقدمہ پڑھ لیں معلوم ہوجائے گا۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اسی میں ہی اپنا منہ دیکھ لے اور دوسروں کو اصول اصول سکھانے یا دوسروں سے عمل کروانے کے بجائے خود عمل کرلے۔

(۳) دیوبندی مولوی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے:

اس سیاہ کار کے علم میں نہیں کہ اکابر میں سے کسی نے اس پورے گروہ طائفہ بریلویہ کا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونا فرمایا ہو، البتہ حضرات اکابر کے عمل سے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ان کو اہل السنۃ والجماعت میں سے ہی سمجھتے ہیں۔

پھر اس نے اپنے اکابر میں سے کچھ کے نام لکھے ہیں:

(۱) قاری طیب (۲) رفیع عثمانی (۳) یوسف لدھیانوی۔

(تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۵۹۴، تا ۵۹۶، جامعہ حنفیہ)

(۴) دیوبندیوں کا مولوی عبدالواحد وہابی الیاس گھمن کے بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی کے بارے میں لکھتا ہے:

احمد رضا خان اور اس کی پارٹی کے غیر سنی عقیدوں کے باوجود اس کو اہل سنت میں شمار کرنے کا ظلم آپ نے کیا۔ (تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۵۵۹، جامعہ حنفیہ)

دیوبندی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی بھی اس بات کو مانتا ہے اور اپنے کئی اکابرین کا حوالہ بھی دیتا ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کا کوا سفید اور کھانے والا سیاہ زاغ معروفہ ہے۔ لہٰذا یہ اِدھر اُدھر کی مار کر دوسروں کو تو اصول سکھاتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر کے

اصولوں پر خود عمل نہیں کرتے۔

(۵) وہابی دیوبندی قاضی مظہر لکھتا ہے:

دیوبندی اور بریلوی کی نسبتیں دیوبند اور بریلی کے دینی مدارس کی بناء پر ہیں جو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے دومختلف مکتب فکر ہیں۔(اتحادی فتنہ،ص ۱۱،مکتبہ عثمانیہ)

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی مظہر چکوالی کے والد صاحب پیر کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے تو الصوارم الہندیہ کی تصدیق کر کے ان چار وہابیوں کو نام بنام کافر کہا جنہوں نے گستاخیاں کیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے بیٹے نے اہل سنت کے اہل السنۃ والجماعۃ ہونے پر مہر لگا کر اپنے باپ کے سنی ہونے پر مہر لگا دی ورنہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے فتوؤں سے تو معاذ اللہ وہ بھی بدعتی اور نجانے کیا کیا تھے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بھی اپنے چکوالی کے قول پر عمل کرتے ہوئے ہمارے اہلسنت ہونے کی تصدیق کرے ورنہ اپنے ہی باپ کا قول اپنے ہی اصولوں سے جہاں مرضی کرے۔

(۶) اسمٰعیلی احمدی الیاس گھمن کا بدعتی پیر دیوبندی عزیز الرحمن ہزاروی صاحب لکھتا ہے:

اہل سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقہ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

مزید لکھتا ہے:

اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلا کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔

(تحفظ عقائد اہل سنت،ص،۱۴۰،ناشر جامعۃ حنفیہ،فیصل آباد)

وہابی بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی وہ ہے جس سے گھمن نے خلافت لی ہوئی ہے۔اس نے اپنی ان عبارات میں دو باتوں کا اقرار کیا ہے۔(۱) ہم اہلسنت ہیں کوئی نیا فرقہ نہیں جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جھوٹ بول رہا تھا اور اپنی ہی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنا رہا تھا۔(۲) ہمارے ساتھ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا کوئی بھی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے استاذ جی کے بدعتی پیر کے قول پر ایمان لے آئے اور اپنی یہ ساری عیاریاں مکاریاں بند کرے۔

(۷)وہابی اسمٰعیلی خالد محمود دیوبندی لکھتا ہے:

ورنہ اہل سنت میں بریلوی اکابر بشریت کے ہرگز منکر نہیں تھے۔

(عبقات،جلد ا،ص ۶۱،دار المعارف لاہور)

لیجئے!وہابیہ کے کذاب زمانہ نے بھی اعتراف کر لیا ہے کہ بحمد للہ ہم اہلسنت ہی ہیں۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے کذاب زمانہ ہی کی مان لے اور دوسروں کو اصول اصول سکھانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر لے۔

(۸)وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کی مصدقہ کتاب میں مہر محمد لکھتا ہے:

علامہ احمد رضا بریلوی۔۔۔اہلسنت بریلوی علماء کے علاوہ۔۔۔

(ایمانی دستاویز بجواب تحقیقی دستاویز،ص ۲۲۳،مرحبا اکیڈمی)

(۹)الیاس گھمن کے بدعتی پیر عبد الحفیظ کی مصدقہ کتاب میں وہابی تبلیغی زکریا کا خلیفہ لکھتا ہے:

برصغیر پاک وہند میں اہلسنت والجماعت کے دو بڑے مکاتب فکر یعنی دیوبندیوں اور بریلویوں میں ایک عرصہ سے اختلاف چلا

آ رہا ہے۔۔۔(راہ محبت،ص۳۹،دارالایمان راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کا گندا اپنے ہی گھر سے دھوئے جیسا کہ وہ دوسروں سے کہتا ہے۔ورنہ جواب نہیں خواب ہی سمجھا جائے گا۔

کیا ہم نے بدعات کو ایجاد کیا؟

ثالثاً! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ''اپنی طرف سے ایسی نت نئی بدعات کو ایجاد کر کے اسے ایسا لازم کر لیا ہے۔'' وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا یہ ایسا جھوٹ ہے جو اس کے وہابی آباء بھی بولتے آئے ہیں،لیکن آنے والے صفحات اس بات پر گواہ ہیں کہ ہم نے نہ کبھی کسی بدعت سیئہ کو ایجاد کیا اور نہ کریں گے ہاں جس کی اجازت شریعت نے دی یا جس کو خود سادات احناف نے ہی بدعت حسنہ کہا یا اس کی اجازت دی اس پر عمل شریعت پر عمل ہے اور سادات احناف ہی کے اقوال پر عمل ہے۔لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کو ایک ہی تکلیف ہوتی ہے کہ جس کو ہم نہیں کرتے وہ کوئی دوسرا کرے گا تو فتووں کی ایسی بوچھاڑ کریں گے کہ کوئی بھی نہیں بچے گا ہاں دیوبندی وہابی خود جو مرضی چاہے کریں اپنے ہی اصولوں سے بغاوت کریں اور اپنی ہی بدعات کی تعریفوں سے خود جتنی مرضی بدعات ایجاد کریں وہ سب ان کے نزدیک جائز ہے جس نے بدعات وہابیہ کی تفصیل دیکھنی ہو تو وہ''بدعات وہابیہ کا علمی وتحقیقی محاسبہ'' کتاب میں دیکھ سکتا ہے۔دوسروں کو بدعتی کہنے والے وہابی دیوبندی خود ہی بدعتی بلکہ پکے بدعتی ہیں۔جیسا کہ آگے بھی آ رہا ہے۔

ہم حنفی ہیں وہابی اسمٰعیلی دیوبندی اقرار

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ ہم فقہ حنفی کے مقابلے میں گویا ایک مستقل فرقہ ہیں۔ہم نے اوپر ہی ثابت کر دیا ہے کہ ہم کوئی الگ سے فرقہ نہیں بلکہ اہلسنت ہی ہیں اور اس کا اقرار خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے بڑے کر چکے اور یہ بات بیان کر چکے کہ ہمارا کوئی بھی عقیدہ ایسا نہیں کہ فاسق بھی کہا جائے باقی باتیں تو دور کی ہیں۔اسی طرح وہابیہ اسمٰعیلیہ کا ہم سے کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی اپنے گھر کا خرچہ چلانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اور ہمیں حنفیت سے خارج کرنے کے ساتھ اہل سنت سے بھی بزعم خود خارج کرتا ہے۔

قارئین !ہمارے اہلسنت ہونے کے حوالے تو آپ پڑھ چکے اب حنفی ہونے کے حوالے بھی دیکھ لیں۔

(۱)وہابی اسمٰعیلی دیوبندی عبدالحی یہ''المفتی احمد رضا خان البریلوی''ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

الشیخ العالم الفقیه احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی الافغانی الحنفی البریلوی المشهور بعبد المصطفی...وذا کر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقهیة والکلامیة، والف بعض الرسائل اثناء إقامته بالحرمین، و اجاب عن بعض المسائل التی عرضت علی علماء الحرمین، واعجبوا بغزارة علمه وسعة اطلاعه علی المتون الفقهیةوالمسائل الخلافیة وسرعة تحریره وذکائه... کان عالماً متبحراً، کثیر المطالعة واسع الاطلاع، له قلم سیال و فکر حافل فی التالیف، تبلغ مؤلفاته ورسائله علی روایة بعض مترجمیه إلی خمسمائة مؤلف، اکبرها الفتاوی الرضویة فی مجلدات کثیرة ضخمة... یندر نظیره فی عصره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی وجزئیاته، یشهد بذلك مجموع فتاواه و کتابه کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم الذی الفه فی مکة سنة ثلاث وعشرین وثلاثمائة والف...وکان

راسخاً طویل الباع فی العلوم الریاضیة والھیئة والنجوم والتوقیت، ملماً بالرمل والجفر، مشارکاً فی اکثر العلوم، قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر، یغلو کثیر من الناس فی شانه فیعتقدون انه کان مجدداً للمائة الرابعة عشر. مات لخمس بقین من صفر سنة اربعین وثلاثمائة والف.

محترم عالم مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی حنفی، بریلوی جو کہ عبدالمصطفی سے مشہور ہوئے۔۔۔حرمین شریفین کا بار ہا سفر کیا کچھ فقہی اور کلامی مسائل سے متعلق علماءِ حجاز سے مذکرات کئے اور اسی اقامت حرمین شریفین کے دوران کچھ رسالے لکھے جن میں علماءِ حرمین شریفین سے دوسرے علماء نے جو کچھ سوالات کئے تھے ان کی طرف سے انہوں نے جوابات دیئے ان سے ان کی علمی قابلیت اور فقہی مسائل کی متن کتب اور اختلافی مسائل سے باخبری اور عجلت کے ساتھ جوابات لکھ دینے سے ان کی ذہانت اور خداداد صلاحیت سے وہ علماء بہت متاثر اور خوش ہوئے۔۔۔بہر صورت اس میں شک نہیں کہ وہ عالم متبحر وسیع مطالعہ، حالات ومسائل پر بہت ہی واقفیت تھی، ان کا قلم بہت تیز چلتا تھا گویا کہ بہہ رہا ہے اور کچھ لکھنے میں بہت ہی حاضر الدماغ تھے ان کے کچھ مترجموں کے کہنے کے مطابق ان کے مسائل پانچ سو کے قریب تھے جن میں سے ایک فتاوی رضویہ ہے جو کہ موٹی موٹی کئی جلدوں میں ہے۔۔۔ **<u>ان کے زمانہ میں ان کا ثانی بہت ہی کم تھا جو کہ ان کے جیسا فقہ حنفی اور ان کی جزئیات پر اتنی گہری نظر رکھتا ہو اس بات کی گواہی ان کے مجموعہ فتاوی اور ان کی کتاب کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم سے ہوتی ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۳ھ مکہ معظمہ میں رہ کر تالیف کیا تھا۔</u>** اس طرح سے وہ علوم ریاضیہ اور ھیئاۃ والنجوم والتوقیت پر بھی گہری نظر اور اس میں ان کو بڑی مہارت تھی اسی طرح سے علم رمل اور جعفر سے بھی کافی واقفیت تھی اکثر علوم سے واقفیت رکھتے لیکن فن حدیث وتفسیر کی پونجی ان کے پاس کم تھی بہت سے لوگ ان کے بارے میں بہت غلو کرتے ہوئے ان کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔صفر ۱۳۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد ۸، ص ۱۱۸۰، دار ابن حزم، مترجم وہابی، جلد ۸، ص ۹۶ تا ۹۹، دار الاشاعت کراچی)

اولاً: وہابی اسمعیلی علی ندوی کے باپ کا یہ اقتباس دیکھ کر ساجد خان دیوبندی کو کچھ شرم وحیاء کرنی چاہیے، اور اس طرح کے لایعنی اعتراضات کر کے اپنی علمی اوقات نہیں دکھانی چاہیے کیونکہ اس کے سارے اعتراض کے جوابات گویا اسی اقتباس میں دے دیئے گئے ہیں۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان خط کشیدہ عبارت ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھے تا کہ اس کو کچھ حیاء آئے لیکن ہمیں اس کی کوئی امید نہیں۔وہابی اسمعیلی علی ندوی کے باپ نے بات ہی ختم کر دی اور اس بات پر مہر لگا دی کہ ان کے وہابی اسمعیلی احمدی اکابرین بھی فقہ حنفی کو اتنا نہیں جانتے تھے جتنا رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ جانتے تھے۔آپ کے زمانے میں (جس میں نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی وتھانوی وغیرہم موجود تھے) آپ کے مثل کوئی نہیں تھا۔فقہ حنفی اور اس کی جزئیات میں جیسی آپ کی نظر تھی ویسی کسی کی نہیں تھی۔اور اس پر وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دیوبندی وہابی باپ کے پاس دلیل بھی ہے۔وہابیوں اسمعیلیوں کو بالعموم اور ساجد خان کو بالخصوص ڈوب کر مر جانا چاہیے جو اپنے گھر کا خرچہ چلانے کے لئے دن رات رئیس المتکلمین پر عوعو کرتے ہی رہتے ہیں اور آپ کو یا آپ کے چاہنے والوں کو سادات احناف کا مدمقابل ومخالف ثابت کرنے پر گویا ادھار کھائے ہوئے ہیں۔بہر حال رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی حنفیت اور حنفیت میں مہارت ہم نے وہابی اسمعیلی دیوبندی گھر سے ہی ثابت کر دی ہے۔اب دوسروں کو اصول سمجھانے والے اور اصول اصول کی رٹ لگانے والے اپنے گھر

کے اصول دیکھ کر چلو بھر پانی تلاش کریں اگر وہ میسر نہ آئے تو اپنے ہی تھوک میں ڈوب مریں۔
ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی علی ندوی کے باپ نے بھی ساجد خان کی طرح ایک جھوٹ بولا کہ رئیس المتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ علم حدیث میں کمزور تھے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی حدیث میں مہارت تامہ کا ثبوت آپ کی کتب میں موجود ہے۔ جو بھی آپ کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے وہ یہ بات کہنے پر بھی مجبور ہوجاتا ہے کہ علم حدیث اور اصول حدیث میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی علی ندوی کا باپ عبدالحی یہ جھوٹ بولنے میں اکیلا نہیں ہے بلکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ کے امام المحرفین سرفراز گکھڑوی بھی ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

ایک دیوبندی اپنے رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کے حوالے سے لکھتا ہے:

ایک مرتبہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ وہ علمِ حدیث میں کمزور تھے لیکن باقی علوم کے ماہر تھے۔ (ماہنامہ الشریعہ، خصوصی اشاعت بیادامام اہلسنت جولائی تا اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۶۰)

لیجئے! ندوی کے باپ کے جھوٹ کو سہارے دینے والا انہی کا رئیس المحرفین بھی ہے۔

قارئین! ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کے لئے تو یہی کہتے ہیں "**لعنة الله علی الکاذبین**" لیکن آپ کو یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی کتب کا مطالعہ کریں تا کہ آپ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوجائیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہر فن میں ماہر تھے۔

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی سرفراز گکھڑوی نے جہاں یہ جھوٹ بولا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ علم حدیث میں کمزور تھے وہیں یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ باقی تمام علوم کے ماہر تھے جن میں فقہ حنفی بھی ہے تو امام اہلسنت علیہ الرحمۃ اس کے بھی ماہر تھے لیکن وہابی دیوبندی ساجد خان کو اس سب کے باوجود بھی خارش ہے اور اسی سے مجبور ہو کر اعتراضات کرتا ہے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی دیوبندی شیر علی شاہ کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

وہ (رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ از ناقل) فقہ حنفی میں وسعت کے اعتبار سے بے مثل تھے۔

(برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ، ص ۵۲۶، زمزم پبلشرز کراچی)

لیجئے! وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گھر کی ایک اور گواہی بھی آ گئی ہے جس میں اس بات کا اقرار واعتراف ہے کہ رئیس المتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا فقہ حنفی میں کوئی ثانی نہیں تھا، آپ بے مثل تھے۔ جب آپ کا کوئی مثل نہ تھا اور بزعم وہابیہ اسمٰعیلیہ آپ ہی سادات احناف کے مخالف ومقابل تھے تو پھر حنفیت پر عمل پیرا وہ وہابی جہلاء تھے جن کو خود کچھ نہیں آتا تھا اور وہ خود اس بات کا اقرار کرتے تھے۔؟ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی سے کہتا ہوں کہ ہماری نہ مانو اپنے گھر کے اصولوں کو تو مانو اور دوسروں پر تھوپنے کے بجائے یا دوسروں سے عمل کروانے کے بجائے خود تو عمل کرلو۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود لکھتا ہے:

میں نے جو کچھ پیش کیا الزاما اور ردعمل کے طور پر پیش کیا لہٰذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہرگز قابل احتجاج نہ ہوں گے، جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے، لہٰذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں!!

(احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے، جلد اول، ص ۱۰۲۴، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ سب تمہارے اپنے گھر کا گند ہے۔ اس کو اپنے ہی گھر سے صاف کریں اور اِدھر اُدھر کے حوالے دینے

سے جان نہیں چھوٹے گی۔

(۳)۶۱۶ وہابیہ اسمعیلیہ کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

بے شک جواب صحیح ہے، اہل دیوبند ہوں یا جماعت رضوی یہ سب اہل سنت و جماعت احناف سے ہیں۔

(قہر آسمانی، ص ۱۱۹، تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

ہم ماقبل میں وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کی مصدقہ کتاب سے ثابت کر چکے کہ اس کتاب پر وہابیوں کی تصدیقات و تائیدات موجود ہیں اور وہ بقول وہابیہ اسمعیلیہ ۶۱۶ ہیں۔ اس میں بھی یہ اقرار موجود ہے کہ اہلسنت حنفی ہیں لیکن اس جاہل بلکہ اپنے وہابی اکابرین کی طرح اجہل کو خارش ہے اور خارشی بن کر اہلسنت کو اس سے خارج کرتا ہے جس پر اس کے ۶۱۶ گواہی دے چکے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی اُصول پر عمل کرتے ہوئے ان کی ماننے اور بکواس کرنے سے باز آئے۔

(۴) وہابی اسمعیلی دیوبندی یوسف لدھیانوی لکھتا ہے:

دیوبندی بریلوی اختلاف: تیسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے میری رائے طلب کی ہے، وہ" دیوبندی بریلوی اختلاف ہے، اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟ میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف تو صحابہ کرام کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلے پر پیدا ہوا، اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ہدی کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا۔ **لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے، اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں، عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہما اللہ کو امام و مقتدا مانتے ہیں، تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری چشتی، سہروردی، نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں، صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے مقلد اور مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں، اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔** الخ

(اکابر کا مسلک و مشرب، ص ۶۰، اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۴۳، مکتبہ لدھیانوی کراچی، دیوبندی بریلوی اختلافات کا حل، ص ۵، مکتبہ البخاری کراچی)

لیجئے! اور وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کے بغض و عناد کے ساتھ ساتھ عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی پر چار حرف کیجئے۔ اس کے وہابی آباء کیا کہتے ہیں اور یہ کیا کیا بکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اور ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم اہلسنت کے تمام اصول و فروع کو مانتے ہیں، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل، امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ٹھیٹھ مقلد، مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک سب اکابر کی عظمت کے قائل اور وہابی اسمعیلی یوسف لدھیانوی، الیاس گھمن کے بدعتی پیر عزیز الرحمن اور وہابی مفتی عبداللہ کو کوئی بنیادی اختلاف نظر نہیں آتا لیکن اس کے باوجود بھی ہم سادات احناف کے مدمقابل و مخالف ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ سب چیزوں میں وہابی اسمعیلی دیوبندی کے آباء کے اقرار کے مطابق وہ بھی ہمارے ساتھ مگر وہ پکے حنفی اور ہم حنفیت سے خارج واہ وہابیو واہ کیا عقل پائی ہے۔ کیا کوئی بھی عقل مند شخص ان کو عقل مند کہے گا کہ سب چیزوں میں برابر اور ایک حنفی دوسرا حنفیت کا باغی؟؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ماقبل کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے گھر کا گند صاف کرے پھر ہم سے بات کرے۔ اور انہی اصولوں کے مطابق جواب دے جس کا وہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

(۵) وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی قاری طیب کے حوالے سے لکھتا ہے:

دیوبندی بریلوی نزاع عرصہ دراز سے چل رہا ہے اور اس سے قوم کو جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ ہے کہ میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ ما بہ النزاع کیا چیز ہے؟ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد، مبدا، معاد، نبوات میں متحد ہیں **بلکہ فقہ حنفی کی پیروی** اور راہ سلوک میں حضرات صوفیاء کرام قدس اللہ اسرار ہم کے طرق تصوف میں بھی متحد اور ہم خیال ہیں بنیادوں کے متحد ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانے میں علماء میں رہے ہیں سو وہ نزاع وجدال کی حدود کی باتیں نہیں۔۔۔ (اکابر کا مسلک ومشرب، ص ۵۷)

لو جی! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے وہابی آباء کی دیکھ لیں وہ کچھ کہتے ہیں اور ساجد خان دیوبندی کا کوا سفید ہونے کی وجہ سے یہ کچھ اور ہی بکتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا قاری طیب اور الیاس گھمن کا بدعتی پیر کہتے ہیں کہ کوئی بنیادی اختلاف نہیں بس فروعی اختلافات ہیں جو علماء میں ہوتے ہیں لیکن وہابی اسمعیلی اس کے باوجود بھی اہلسنت کو سادات احناف کا مدمقابل کہتا اور ان کو حنفیت سے خارج کہتا ہے۔ مزیدار بات یہ ہے کہ یہاں صراحتاً اقرار کیا ہے کہ ہم سادات احناف کی پیروی کرتے ہیں مگر یہ نا ہنجار جہالت میں سب وہابیوں کا استاذ پھر بھی کہتا ہے کہ ہم سادات احناف کے مخالف ہیں واہ وہابی اسمعیلی واہ۔ وہابی اسمعیلی ہماری نہ مانے، اپنے وہابی اسمعیلی آباء ہی کی مان لے، اور اس طرح کی حرکتیں کر کے مزید ذلت ورسوائی کے طوق اپنے گلے میں نہ ڈالے۔

(۶) وہابی اسمعیلی عبد القدوس ترمذی لکھتا ہے:

دیوبندی بریلوی بنیادی طور پر دونوں اہل السنۃ والجماعۃ اور فقہ حنفی کے پیروکار ہیں۔ دونوں مکاتب فکر میں پائے جانے والے اختلافات کو ختم کرنے کے متعلق سنجیدہ طبقہ میں ہمیشہ کوششیں ہوتی رہیں ہیں اور ان دونوں مکاتب فکر کے اتحاد واتفاق کو ہر دور میں نہایت ضروری اور اہم قرار دیا گیا ہے، دونوں مکاتب فکر کے معتدل حضرات نے اس میں بقدر استطاعت اپنا اپنا کردار ہمیشہ ہی ادا کیا ہے۔ (مجلہ صفدر کا شیخ المشائخ نمبر، ص ۳۱۱، حق چار یار اکیڈمی گجرات)

یہ ایک اور شہادت ہے اس بات کی ہم بحمد للہ فقہ حنفی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اہل سنت ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان شرم وحیاء کو بیچ کر اپنے علماء کی بھی بات ماننے کو تیار نہیں ہے لیکن پھر بھی ہمیں کہتا ہے کہ اپنے گھر سے جواب دیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان خود اپنے اصول پر عمل کر لے پھر ہم سے کہے۔

قارئین! اس موضوع پر ہمارے پاس اور بھی بہت دلائل ہیں لیکن ابھی اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابیت اسمعیلیت نے اپنے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے جواب دینے کی ناکام کوشش کی تو ان شاء اللہ سب کے سب پیش کروں گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی جہالت در جہالت

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: حیرت تو یہ ہے کہ اگر ان حضرات سے آپ کسی بھی قسم کا فروعی مسئلہ پوچھ لیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ وہ یہ مسائل آپ کو فقہ حنفی سے بتلائیں گے ان مسائل میں یہ کبھی بھی بلا واسطہ Direct)) قرآن وحدیث سے استدلال نہیں کریں گے، لیکن جب آپ ان سے ان کی بدعات مثلاً مروجہ میلاد، مزارات، پکی قبریں، تیجے، چالیسویں، عرس، قوالی وغیرہ کے بارے میں سوال کریں گے تو فوراً سے صغرے کبرے ملانے شروع کر دیں گے اور قرآن وحدیث میں تحریف کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا، اگر آپ ان سے کہیں کہ مجھے ان مسائل کے احکام فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بتلائیں تو فوراً آپ پر وہابیت کا فتوی جڑ دیں

گے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص۸،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

قارئین!ہماری توسمجھ میں ہی نہیں آرہا کہ وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان جس کے نام کے ساتھ وہابیہ اسمیلیہ مناظر وغیرہ جیسے القابات لگاتے ہیں کیوں لگاتے ہیں؟ یہ اتنا جاہل ہے کہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے نماز،روزہ وغیرہ کے مسائل کو فروعی کہا ہے اور اس کے مدمقابل قبروں کو پختہ کرنا تیجہ چالیسواں عرس وقوالی کو اصولی۔کیا یہ اصولی اختلاف ہے۔؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اوپر ہی کے حوالے دیکھ کر بتائے۔

اولاً: تو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ جھوٹ بولا کہ''ہم فروعی مسائل میں قرآن وحدیث سے استدلال نہیں کرتے۔'' میں یہاں بہت حوالے دے سکتا ہوں لیکن نہیں دیتا بلکہ یہی کہتا ہوں کہ جاء الحق کے دوسرے حصہ کا مطالعہ کرلیں آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ قراءت خلف الامام،آمین بالجہر،کانوں تک ہاتھ اٹھانا وغیرہ وغیرہ فروعی اختلاف پر قرآن وحدیث ہی سے استدلال کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ بھی یہی کرتے ہیں کہ ان فروعی اختلافات میں ڈاریکٹ قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔آپ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کی کوئی بھی کتاب ترک رفع الیدین،آمین بالجہر،قراءت خلف الامام اٹھالیں آپ کو قرآن وحدیث سے استدلال ملے گا۔وہابی اسمعیلی قرآن کی آیات بیان کرے گا،حدیث بیان کرے گا اور پھر اسی سے ہی استدلال کرے گا۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کا یہ کہنا کہ''میلاد،قبروں کو پختہ کرنا،تیجہ وغیرہ میں ہم صغرے کبرے ملاتے ہیں اور قران وحدیث میں تحریف کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔'' یہ بھی جھوٹ ہے(کیونکہ ہم صغرے کبرے نہیں ملاتے بلکہ اپنے پاس قرآن و حدیث کے دلائل رکھنے کے ساتھ ساتھ سادات احناف کے اقوال بھی رکھتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے)اچھا میں یہاں آپ کو مزے کی بات بتاؤں وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہمارے ذمہ جو کچھ لگانے کی کوشش کی ہے وہ ہم تو نہیں کرتے بلکہ اسی کے وہابیہ اسمعیلیہ کرتے ہیں۔اس کے لئے آپ وہابی گکھڑوی کی راہ سنت ص۱۸۰،دیکھ لیں معلوم ہوجائے گا۔اسی طرح وہابی یوسف لدھیانوی کی اختلاف امت ص۴۷،کا مطالعہ کرلیں۔آپ کو ڈاریکٹ احادیث سے استدلال ملے گا۔اسی طرح وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کی مزعومہ کتاب''دفاع اہل جہنم''ہی دیکھ لیں،یہ ناہنجار اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی گستاخیاں چھپانے کے لئے خود ڈاریکٹ قرآن وحدیث سے استدلال کرتا ہے اور اس کو کوئی شرم حیاء نہیں آتی اور نہ ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو یہاں کوئی مرگی کا دورہ پڑے گا کیونکہ یہ سب اپنے کرتوت ہیں اسی لئے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اصول تو بنادیا لیکن کس کے لئے اپنی ہی کتاب دفاع اہل جہنم کو آگ لگانے کے لئے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان صغرے کبرے ملائے بغیر اپنے آباء کی عبارات سادات احناف سے ثابت کر کے دکھائے۔یہ مر جائے گا مٹی ہوجائے گا مگر یہ کام نہیں کرے گا۔کیونکہ وہ جانتا ہے یہ آگ ہے جس میں کودنا آسان نہیں ہے۔

ثالثاً: جن کو یہ بدعت بدعت کہہ کر منہ بنا رہا ہے وہی اسی کے اپنے گھر میں موجود ہے۔جہاں تک میلاد کا تعلق ہے تو''المہند''جو کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے جھوٹ کا پلندہ ہے اس میں بھی مجلس میلاد کو جائز لکھا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔اسی طرح وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی میلاد میں شریک ہوا آگے کی کہانی خود اسی کے بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی سے سن لیجئے۔

وہابی اسمعیلی بدعتی پیر لکھتا ہے:

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی زید مجدہم نے بیرون ملک ایک مجلس میلاد شریف میں دینی مصلحت کی بناء پر شرکت کی اور اپنی اس

شرکت کا ذکر بہت ہی معذرت خواہانہ انداز میں ایک خط میں حضرت شیخ سے ڈرتے ڈرتے کیا کیونکہ اگرچہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں شب وروز ذکر النبی کا ہی مشغلہ تھا اور صلوۃ وسلام کی مجلس بھی ہوتی تھی لیکن میلاد شریف کے نام سے مروجہ طریق پر مجلس نہیں ہوتی تھی۔ **حضرت شیخ نے جواب میں حضرت مکی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔**

(تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۱۳۵، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں سے کہنے کے بجائے کہ صغرے کبرے ملاتے ہیں، یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اب خود اپنے ہی بدعتی پیر کے مجلس میلاد میں جانے کو سادات احناف سے ثابت کردے۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی کبھی بھی سادات احناف سے یہ ثابت نہیں کرسکتا۔مزید وہابی اسمٰعیلی کو وہابی اسمٰعیلی گٹر میں غرق کرنے کے لئے وہابی تبلیغی زکریا کا یہ قول **''حضرت شیخ نے جواب میں حضرت مکی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔''** کافی ووافی ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی اپنے اور اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھتے ہوئے اور صغرے کبرے ملائے بغیر اس کا جواب صرف اور صرف سادات احناف سے دے کہ وہ محفل میلاد کو مبارک مجلس کہتے تھے ورنہ ان پر بھی وہی حکم لگائے جو یہ اپنی جہالت سے سادات احناف کے حقیقی پیروکاروں پر لگاتا ہے۔وہابی مرجائے گا پر کبھی بھی ہماری اس بات کا جواب نہیں دے گا کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ سوائے صغرے کبرے ملائے اس کا جواب ممکن نہیں اور یہ کام کرنے پر خود اس نے اپنے آپ پر پابندی لگادی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی لکھتا ہے:

مولانا عزیز الرحمن کا اصرار: لیکن اس کے باوجود مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ اس بات پر مصر ہیں کہ اگر مجلس مولود اور عرس منکرات سے خالی ہو تو وہ قابل اعتراض نہیں۔(تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۲۳۳، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

لیجئے! وہابی بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی کا ایک اور حوالہ بھی خود وہابی اسمٰعیلی دیوبندی نے دے دیا ہے جس میں بالکل واضح ہے کہ دیوبندی بدعتی پیر اس بات پر اصرار کرتا تھا کہ محافل میلاد وعرس منکرات سے خالی ہوں تو جائز ہیں۔میں یہاں اور تو کچھ نہیں کہتا سوائے اس کے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان صغرے کبرے ملائے بغیر اپنے اس باپ بدعتی پیر کا محافل میلاد کے جواز پر اصرار کرنے کو سادات احناف سے بیان کردے یا پھر غیرت دیکھائے جو اس کے اندر ہے ہی نہیں اور یہاں بھی فتوے لگائے۔

وہابی اسمٰعیلی انیس احمد مظاہری گھمن کے پیر عزیز الرحمن ہزاروی کے بارے میں لکھتا ہے:

نماز عشاء سے کچھ دیر قبل حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی وحضرت حافظ صاحب ایک جگہ مولود شریف میں تشریف لے گئے۔

(مجلہ صفدر، شمارہ ۱۳، ص ۷۴، مظہریہ دار المطالعہ سومرو سندھ)

دیوبندی ساجد خان کی موت کا سامان خود اسی کے استاذ جی اسمٰعیلی الیاس گھمن کے بدعتی پیر نے کردیا ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں اس محفل میلاد کے جواز کا ثبوت سادات احناف سے دے دے جس میں بدعتی پیر تشریف لے گیا تھا۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ہم ایک مشورہ مفت میں دیتے ہیں کہ جواب دینے سے پہلے اپنے گھر کی کتابیں ضرور پڑھ لے ورنہ ذلت ورسوائی ہوگی اور ضرور ہوگی۔

وہابی اسمٰعیلی عبدالحق عثمانی لکھتا ہے:

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے خوشی منانا اور مجالس کا انعقاد کرنا نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہے بشرطیکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہو کیونکہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے۔۔۔ (فتاوی انوار العلوم، ص ۲۲۰، دار الناشر)

بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی اور ساتھ ساتھ سادات احناف کے بغاوت کا فتوی لگانے والے خود اپنے گھر کے فتوے دیکھیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سادات احناف سے یہ ثابت کرے کہ میلا دالنبی کے نام سے خوشی منانا اور مجالس کا انعقاد کرنا مستحسن ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو فتوے ہمارے لئے تیار کئے تھے ان کا بھاؤ اس کو خود ہی معلوم ہو گیا ہو گا جو جو چالیں اس نے ہمارے لئے چلیں تھی وہ سب کی سب اسی کے گلے میں پڑ گئیں اور جو فتوے اس نے ہمارے لئے من مانے تیار کئے تھے سب کے سب اسی کے گلے کی ہڈی بنے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ کی ساری زندگی کی کمائی اور وہ کتاب جس پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اجماع ہے **یعنی المہند اس میں لکھا ہے کہ:**

ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سب خیر و برکت ہے بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدے سے کیا جائے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں پس جب ایسا ہو گا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز بدعت ہونے کا حکم نہ دے گا الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ذکر ولادت شریف کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کی مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو **پس اگر کوئی مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہو سکتا ہے** پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے خدا ان کو رسوا و ملعون کرے خشکی و تری و نرم و سخت زمین میں۔ (المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند، ص ۱۲۳، مکتبہ محمودیہ صفدریہ کراچی)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اس کتاب پر اجماع ہے۔ اسی میں لکھا ہے کہ محفل میلاد میں خیر و برکت ہے۔ اور اگر کوئی محفل میلاد منکرات سے خالی ہو تو جائز ہے اور وہابی اس کو ناجائز نہیں کہتے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ اپنے گھر کی اس اجماعی کتاب کے اس اقتباس کو بغیر صغرے کبرے ملائے سادات احناف سے ثابت کر دو۔ تم مر جاؤ گے قبر میں مٹی ہو جاؤ گے پر اس کا ثبوت نہیں دے پاؤ گے کیونکہ تمہارے گھر کے افراد نے جو تمہاری درگت بنائی ہے وہ تمہارے ہی حصہ میں آئے گی۔ لہٰذا تم وہی کرو گے جو تمہارے وہابی اسمٰعیلی اکابرین نے کیا۔ یعنی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی اور اس کے بعد صغرے اور کبرے۔

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی امین گیلانی یہ ”سلسلہ جاری رہا“ ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

ملک پیر بخش صاحب گھلو علاقہ بہاولپور کی بستی بہاولپور گھلواں کے ایک زمیندار شاہ جی کے مرید ہیں ایک بار بر موقع 12 ربیع الاول بتقریب میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلسہ کا پروگرام بنایا۔ شاہ جی حسب وعدہ تشریف لے گئے۔ موقعہ پا کر وہاں کی بزرگ اور قابل احترام شخصیت حافظ کریم بخش مرحوم کی وساطت سے اس تاریخ کو آئندہ کے لئے ریزرو کرا لیا گیا۔ چنانچہ جب بھی اس موقعہ پر شاہ جی جیل سے باہر اور تندرست ہوئے دہلی لاہور جالندھر اور بمبئی جیسے مقامات کی دعوتوں کو ٹھکرا کر اور جماعتی پروگرام کو پس پشت ڈال کر ریلوے اسٹیشن سے پندرہ بیس میل کا کٹھن سفر کبھی گھوڑے اور کبھی اونٹ پر طے کر کے وہاں پہنچتے اور سالہا سال تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ (بخاری کی باتیں، ص ۱۵۸، ادارہ تالیفات ختم نبوۃ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اوپر والے اقتباس میں ڈوب کر مر جائے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے آباء ہر سال میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ کریں اور کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو اور کوئی بھی بے حیاء و بے غیرت سادات احناف کی گردان نہ سنائے اور نہ ہی کسی کو حنفیت سے

خارج کریں لیکن جیسے ہی اہلسنت اور سادات احناف کے حقیقی ورثاء کی باری آئی تو سب شروع ہو گے۔ حنفیت سے بغاوت اور خروج کا فتوی لگا دیا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمت کرے اور بغیر صغرے کبرے ملائے سادات احناف سے یہ میلاد النبی کا جلسہ وہ بھی ہر سال ثابت کر دے ورنہ ڈوب کر مرنے کے ساتھ ساتھ ان کو بھی حنفیت کا باغی کہہ کر حنفیت سے خارج کر دے۔ بحمد اللہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دجل وفریب کا پردہ اتنی ہی عبارات سے چاک ہو جاتا ہے لیکن ہم نے مزید کا بھی سامان کیا ہے۔ اس کے لئے آپ مسئلہ نمبر 20 کا مطالعہ کریں۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہاں باقی جن چیزوں کو بیان کیا ہے ان سب کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آ رہی ہے لیکن ایک اور چیز کا ذکر وہ بھی مختصر کر دیتا ہوں تا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی کا مزید سامان ہو جائے اور آپ کو اس بات کا بھی اندازہ ہو جائے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہمارے بارے میں کچھ نہیں لکھا بلکہ اپنے ہی وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی وہابیت اسمٰعیلیت کو مزید چار چاند لگائے ہیں اور خود ہی ان کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ وہ حنفی نہیں تھے۔

وہابیت کے مفتی اول عزیز الرحمن کے بارے میں وہابی قاری طیب لکھتا ہے:

ہمارے دار العلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا۔۔۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۷۰ ۴، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ادھر ادھر منہ مارنے کے بجائے اور ادھر فتوے لگانے اور ہمیں سادات احناف کا مخالف ومقابل ثابت کرنے کے بجائے ان پر سارے فتوے لگائے اور ان کو سادات احناف کا باغی بنائے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان صغرے کبرے ملائے بغیر سادات احناف سے عرس کا ثبوت دے ورنہ اپنے ہی گھر کے گند میں ڈوب مرے۔

وہابی اسمٰعیلی خلیل احمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

عرس موسی زئی شریف: ایک مرتبہ خواجہ خان محمد نے ارشاد فرمایا: حضرت مولانا حسین علی صاحب ساکن واں بھچر اں میں جب تک قوت تھی، اس وقت تک حضرت خواجہ دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوتے رہے۔ قبلہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن اصحاب الرائے سے عرس کے بارے میں مشورہ لیا، ان میں حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: خواجہ قندہاری نور اللہ مرقدہ المجید اور خواجہ دامانی (قدس سرہ) کا عرس اکٹھا کیا جائے یا الگ الگ کیا جائے؟ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر پانچ نمازیں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں تو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا عرس بھی اکٹھا ہو سکتا ہے؟ حضرت مولانا (حسین علی) چونکہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، ان کی بات کو ترجیح دیتے ہوئے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: چونکہ پانچ نمازیں جمع نہیں ہو سکتیں، اس لیے وہ عرس الگ الگ کیا جائے فلہذا خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسی زئی شریف میں اس وقت سے یہی معمول چلا آ رہا ہے۔

(مقامات خواجہ خواجگاں خواجہ خان محمد، ص ۲۳۸، الفتح پبلی کیشنز راولپنڈی)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کے استاذ جی گکھڑوی کا پیر بھی عرس میں شریک ہوتا اور اس کے جواز پر مشورے بھی دیتا تھا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان وہابی حسین علی پر ایک دو فتوے لگا کر اس کو جہاں پہنچانا چاہے پہنچا دے۔ وہابی اس کو جہاں بھی پہنچائے یہ بات

ضرور ہے کہ وہ اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمعیلیت کا منہ کالا کر گیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک عرس سے جلن تھی وہ تو دو دو کے جواز کا فتوی دے گیا۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سادات احناف سے یہ سب کچھ بعینہ ثابت کرے۔

وہابی اسمعیلی بدعتی پیر عزیز الرحمن لکھتا ہے:

ہمارے مرشد پاک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ بھی اس سلسلہ میں اپنے خدام سے عرس کی افادیت کے سلسلہ میں ان ہی حقائق کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ منجملہ دیگر مصالح کے اس اجتماع کے لیے یوم وصال (یعنی یوم وفات) کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مرید کے دل پر نقش ہوتا ہے اور اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالب فیض ہے۔ (تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۱۳۹، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

زکریا تبلیغی عرس کی افادیت بیان کر رہا ہے اور الیاس گھمن کا بدعتی پیرا سے لکھ کر سارے وہابیوں کو سمجھا رہا ہے۔ لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عقل میں کچھ بھی نہیں آ رہا اور یہ وہی پرانہ راگ الاپ رہا ہے اور اپنے ہی وہابی اکابرین کی مٹی پلید کروا رہا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے بدعتی پیر عزیز الرحمن کے اس اقتباس کو بعینہ سادات احناف سے ثابت کر دے ورنہ کوئی گڑھا تلاش کر لے۔

رابعاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ مجھے ان مسائل کے احکام فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بتلائیں تو فوراً آپ پر وہابیت کا فتوی جڑ دیں گے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے تو تمام اہلسنت نے بارے میں بکواس کی ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ ہمارے کوئی پانچ معتبر و مستند علماء سے ثابت کر دو کہ کسی نے بھی ایسی بات پر وہابیت کا فتوی لگایا ہو۔ وہابی اسمعیلی ایک بار پھر مرجائے گا بلکہ قبر میں اتر جائے گا بلکہ مٹی ہو جائے گا پر ثبوت نہیں دے گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: قارئین کرام! باطل کا ہمیشہ یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے باطل عقائد و اعمال پر سند لانے کے لئے بلا واسطہ قرآن و حدیث سے استدلال کرے گا، وہ پڑھے گا تو رب کا قرآن سنائے گا تو نبی کریم ﷺ کی حدیث مگر مطلب اپنا نکالے گا! یہی انداز تبلیغ بریلویت کا ہے، ایک طرف تو وہ خود کو حنفی کہتے ہیں، ان کی مساجد کے باہر مسلک اہلسنت حنفی بریلوی لکھا ہوگا، مگر جب ان سے کہا جائے کہ اس عقیدے پر یا اس عمل پر فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم کا حوالہ دو تو فوراً بغلیں جھانکنے لگ جائیں گے اور قرآن و حدیث سے من مانے استدلال شروع کر دیں گے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ ان مسائل کو صراحت کے ساتھ فقہ حنفی سے دکھانے سے قاصر ہیں؟ یا تو آپ فقہ حنفی کو ناقص مانیں اور اگر اسے جامع مانتے ہیں تو پھر فقہ حنفی میں ان مسائل کا وجود کیوں نہیں؟۔۔۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھنگ پی کر یہ عبارت لکھی ہے جس کی وجہ سے کچھ الفاظ یہ غلط لکھ گیا ہم اس کو درست کر کے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ قارئین! باطل کا ہمیشہ یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے باطل عقائد و اعمال پر سند لانے کے لئے بلا واسطہ قرآن و حدیث سے استدلال کرے گا، وہ پڑھے گا تو رب کا قرآن سنائے گا تو نبی کریم ﷺ کی حدیث مگر مطلب اپنا نکالے گا! یہی انداز تبلیغ وہابیت اسمعیلیت احمدیت دیوبندیت کا ہے، ایک طرف تو وہ خود کو حنفی کہتے ہیں، ان کی مساجد کے باہر مسلک حنفی دیوبندی لکھا ہوگا، مگر جب ان سے کہا جائے کہ اس عقیدے پر یا اس عمل پر فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم کا حوالہ دو تو فوراً بغلیں جھانکنے لگ جائیں گے

اورقرآن وحدیث سے من مانے استدلال شروع کردیں گے۔آخر کیا وجہ ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ اپنے گھر کے مسائل کو صراحت کے ساتھ فقہ حنفی سے دکھانے سے قاصر ہیں؟ یا تو وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ فقہ حنفی کو ناقص مانیں اور اگر اسے جامع مانتے ہیں تو پھر فقہ حنفی میں ان مسائل کا وجود کیوں نہیں؟

یہ تو آنے والے اوراق بتائیں گے کہ سادات احناف کس کے ساتھ ہیں اور کس کے ساتھ نہیں ہیں۔لیکن ابھی میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ ہمیں کہنے کے بجائے کہ اپنے گھر کے مسائل کو صراحت کے ساتھ فقہ حنفی سے دکھانے سے قاصر ہیں؟ یا تو وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ فقہ حنفی کو ناقص مانیں اور اگر اسے جامع مانتے ہیں تو پھر فقہ حنفی میں ان مسائل کا وجود کیوں نہیں؟ خود ہمیں اپنے گھر کے مسائل سادات احناف سے دیکھا دے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان مرجائے گا سولی چڑھ جائے گا بلکہ اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی طرح مٹی ہو جائے گا مگر سادات احناف سے ثابت نہیں کر پائے گا۔میں اپنے قارئین! سے کہتا ہوں کہ آپ بھی دیکھیے گا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں کہہ رہا تھا کہ صغرے کبرے ملاتے ہیں یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں وہ خود کیا کیا کرتے ہیں۔

(۱)اسمعیل قتیل بالاکوٹی صاحب اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص25،دارالنعیم لاہور)

نوٹ: یہ مطبوعہ وہابی اسمعیلی ابوایوب کے مقدمہ سے چھپا ہے۔اوراس کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے: جس میں مشرکانہ خیالات اور جاہلی رسومات کو بے نقاب کیا گیا ہے۔خالص توحید کا درس اور صحیح اسلام کی طرف سے دعوت ہے۔یہ کتاب اصلاح اعتقاد میں بے نظیر ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں سے کہتا ہے کہ فقہ حنفی میں صراحت سے دیکھاؤ۔ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اپنے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان سب مسائل کو صراحتا فقہ حنفی سے ثابت کرے۔اور ہمیں بھی بتائے کہ کون کون سے حنفی بزرگ نے ہر بڑی اور چھوٹی مخلوق کو اللہ کے سامنے چمار سے بھی ذلیل لکھا ہے۔یعنی چمار کی تو کوئی نہ کوئی حیثیت ہے لیکن ان کی اس جیسی بھی حیثیت نہیں؟ کیونکہ یہ کتاب بقول وہابیہ اسمعیلیہ صحیح اسلام کی طرف دعوت ہے اور سادات احناف بھی اسلام ہی کی دعوت دیتے تھے تو یہ سب کچھ انہوں نے بھی لکھا ہوگا اسی طرح جب یہ کتاب اصلاح اعتقاد میں بے نظیر ہے تو سادات احناف نے بھی یہ سب کچھ بیان کیا ہوگا۔

(۲)قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص53،دارالنعیم لاہور)

وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کون کون سے سادات احناف ہیں جو انبیاء واولیاء کو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر سمجھتے ہیں۔یعنی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ذرہ ناچیز سے بھی گئے گزرے ہیں۔بہرحال وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا بلکہ صراحتا دکھائے گا۔

(۳)انگریز سے جہاد کا منکر قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

اولیاء انبیاء امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص56،دارالنعیم لاہور)

وہابی اسمعیلی ہمیں بتائے کہ انبیاء کو بڑا بھائی کس کس حنفی بزرگ نے کہا ہے۔

(۴)وہابیت کو مزید پروان چڑھانے والا لکھتا ہے:

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص53،دار النعیم لاہور)

ساجد خان دیوبندی دوسروں کو چیلنج کرنے کے بجائے خود اپنے گھر کی خبر لے اور یہ ثابت کرے کہ کتنے سادات احناف ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے حواس کہتے ہیں۔

(۵)وہابی احمدی قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص21،دار النعیم لاہور)

وہابی اسمعیلی دوسروں کو کہنے کے بجائے اپنے گھر کے مسائل سادات احناف سے ثابت کرے اور قارئین! کو بتائے کہ کس کس حنفی بزرگ نے کسی کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنے والے کو اور ابوجہل کو شرک میں برابر لکھا ہے۔صغرے کبرے ملائے بغیر سیدھا سیدھا جو پوچھا گیا ہے اس کا جواب دے۔

(۶)وہابیہ سمعیلیہ کا اسمعیل دہلوی لکھتا ہے:

جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص33،دار النعیم لاہور)

کیا نبی علیہ السلام کو اپنے قبر وآخرت کے معاملات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا کرے گا؟ سادات احناف میں سے کس کس کا عقیدہ ہے۔مکمل تفصیل بیان کی جائے۔

(۷)مزید لکھتا ہے:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے اگر چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص36،دار النعیم لاہور)

یہاں ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک اور مستقل چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے سارے آباء بلالے اور سادات احناف سے صراحتا یہ ثابت کردے کہ کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے والا عقیدہ کس کس حنفی بزرگ کا ہے۔

(۸)ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص59،دار النعیم لاہور)

وہابی اسمعیلی ساجد خان صرف دوسروں سے کہتا رہے گا یا جیسا دوسروں سے کہتا ہے کہ اپنے گھر کا گند صاف کریں خود اپنے گھر کے گند کو بھی صاف کرے گا یا نہیں؟ اور سادات احناف کے نام بتائے گا جنہوں نے کہا ہو کہ نبی چودھری وزمیندار کے معنی میں سردار ہے۔

(۹) وہابی مزید لکھتا ہے:

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو، سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص59، دار النعیم لاہور)

وہابی اسمٰعیلی بتائے کہ کس حنفی بزرگ نے لکھا ہے کہ بزرگوں کی تعریف بشر والی بھی نہیں ہونی چاہیے۔

(۱۰) ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص43، دار النعیم لاہور)

وہابی دیوبندی ساجد خان یہ بھی بتائے کہ ساداتِ احناف میں سے کس کس کا یہ عقیدہ تھا؟ صراحتا اور بعینہٖ ثابت کرے اور اپنی ہی بات یاد رکھے کہ صغرے کبرے ملانے کی اجازت نہیں۔ اور جو تاویل اس نے دفاع اہلِ جہنم میں کی ہے، وہ ہی ساداتِ احناف سے ثابت کر دے۔ اور پھر یہ بھی بتائے کہ اگر کوئی اور اس طرح کی تاویل کرتا ہے تو وہ قابل قبول کیوں نہیں ہے۔ ساداتِ احناف سے بیان کرے۔

(۱۱) اسمٰعیل دہلوی مزید لکھتا ہے:

میں (سرکار دو عالم ﷺ از ناقل) بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص۵۷ دار النعیم لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کی گستاخیاں چھپانے کے لئے دوسرں کو بدنام کرتا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یہاں صغرے کبرے ملائے بغیر سیدھا سیدھا اور صاف جواب دے کہ سادات احناف نے اپنی کون کون سی کتابوں میں یہ صراحتا لکھا ہے کہ میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ وہابی اسمٰعیلی دوسروں کو کہہ سکتا ہے لیکن خود سادات احناف سے جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ موت ہی موت ہے۔

(۱۲) ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص55، دار النعیم لاہور)

دیوبندی ساجد خان یہ تو دکھائے گا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن میں اپنے قارئین! سے پوچھتا ہوں کہ جس قبلہ کی طرف آپ منہ کر کے نماز پڑھتے ہو وہ کس کے چاہنے پر ہوا۔

(۱۳) مزید لکھتا ہے:

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔

(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص29، دار النعیم لاہور)

لیجئے! اور آپ بھی وہابی ساجد خان سے سوال کیجئے کہ دوسرں سے کہتے ہو کہ صراحتا دیکھاؤ اب گھر کا گند بھی سادات احناف سے صراحتا دکھا دو۔

(۱۴) ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر

الاخوان،ص25،دارالنعیم لاہور)

(۱۵)مزید لکھتا ہے:

اللہ صاحب نے یوں فرمایا۔۔۔اور کسی کو میرے سوا نہ مانو۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص27،دارالنعیم لاہور)

(۱۶)مزید لکھتا ہے:

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔(تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص28،دارالنعیم لاہور)

(۱۷)ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان،ص20،دارالنعیم لاہور)

نوٹ: ۱۴، ۱۵،۱۶۔ یہ تمام عبارات وہابیہ دیوبندیہ کے اصول کے مطابق کفریہ ہیں ان شاء اللہ جب وقت آئے گا ہم ثابت کریں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی اس ''عین اسلام والی کتاب اور جو خالص توحید کا درس اور صحیح اسلام کی طرف سے دعوت دینے والی اور اصلاح اعتقاد میں بے نظیر ہے'' اس کی یہ عبارات ساداتِ احناف سے ثابت کر دے کیونکہ یقیناً یہ عبارات سادات احناف کے مطابق ہی ہوں گی اس لئے کہ سادات احناف نے خالص توحید کا درس دیا اور صحیح اسلام کی دعوت دی اور لوگوں کے عقائد میں بے نظیر اصلاح فرمائی تو یہ سب کچھ ان کے یہاں صراحتاً موجود ہوگا لہٰذا وہابی اسمٰعیلی اپنے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سب کچھ سادات احناف سے دکھا دے۔

(۱۸)وہابی اسمٰعیلی قاسم نانوتوی لکھتا ہے:

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب سے آخری نبی ہیں۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضلیت نہیں۔۔۔

اسی طرح لکھتا ہے:

اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔

مزید لکھتا ہے:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

(تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس،ص41،65،85،ادارہ تحقیقات وہابیہ اسمٰعیلیہ)

ہم اور کچھ بھی نہیں کہتے سوائے اس کے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گنگوہی کے دلبر جانی نواب قاسم نانوتوی کی یہ عبارات سادات احناف سے صراحتاً ثابت کر دے۔وہ ہمیں تو سادات احناف کا باغی کہتا ہے۔لیکن وہ بزعم خود تو سادات احناف کی پیروی کا اعلان کرتا ہے۔لہٰذا اپنی حنفیت کو بچائے اور سادات احناف سے اپنے وہابی اسمٰعیلی کی عبارات کو ثابت کر دے۔

(۱۹)وہابی اسمٰعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ

سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی اور فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ، ص ۵۵، مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو یہاں بھی ایک مستقل چیلنج ہے کہ وہ اپنے وہابی اسمٰعیلی باپ کی یہ عبارت وعقیدہ صراحتاً سادات احناف سے دکھادے۔ اوران سادات احناف کے نام مع حوالہ ہمیں بتادے۔

(۲۰) وہابی اسمٰعیلی احمدی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۱۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس عبارت پر بھی ایک مستقل چیلنج ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کو سادات احناف سے دکھادے۔ دیکھ لینا دوسروں سے مطالبہ کرنے والوں کی ساری ہوا خشک ہوجائے گی اور جو صراحت صراحت کا مطالبہ دوسروں سے کررہے تھے اب وہ سب کچھ بھول جائیں گے اور اپنے ہی اصولوں سے اپنے ہی گھر کا گند ثابت نہیں کرپائیں گے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اور بھی بہت سارے عقائد ومسائل ہیں لیکن ابھی سردست وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے بنائے گئے اصول اور ہم سے تقاضہ کے اعتبار سے سادات احناف سے یہی صراحتا دکھادے، تاکہ معلوم ہو کہ جو ہم سے سادات احناف کی پیروی کی بات کرتے ہیں اور ہمیں اپنے مسائل سادات احناف سے دکھانے کی بات کرتے ہیں وہ خود بھی سادات احناف کی پیروی کرتے ہیں یا نہیں؟ اور جو ہمیں سادات احناف سے اپنے مسائل دکھانے کا کہتے ہیں وہ اپنے گھر کے مسائل بھی دکھا پاتے ہیں یا نہیں۔؟

قارئین! آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اور بھی کئی عقائد ومسائل ہیں جو سادات احناف کے مخالف ہیں لیکن میں نے زیادہ تر وہابیہ اسمٰعیلیہ کی معتبر ترین کتاب تقویۃ الایمان سے نقل کئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا کچھ جواب آپ کو پہلے مل چکا ہے اور کچھ جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان سے عبارات اس وجہ سے نقل کی ہیں کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جس کا وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اپنے پاس رکھنا، پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ یعنی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک ان عقائد ومسائل کا مقام ومرتبہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں ہے۔ اس لئے اس کتاب سے بیان کئے۔ ویسے بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہی وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے حنفی تقسیم ہوئے اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کی عبارات کو سادات احناف سے ثابت کردیتا ہے شاید یہ بات جھوٹ ہوجائے اور اگر یہ ثابت نہیں کر سکتا اور یقینا نہیں کرسکتا تو اس قول کی صداقت پر وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے اصول سے مزید مہر لگ جائے گی۔

ایک اصول اور وہابی اسمٰعیلی کو عمل کرنے کی دعوت

حضرت مجدد الف ثانی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ علیہ مکتوبات میں لکھتے ہیں: ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے، (مکتوبات، مکتوب ۲۸۶ دفتر اول ج ۲۔ ص ۶۷) بریلوی حضرات کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: فقہا کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کے لیے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلانظر فی الدلیل کا یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔ (جاء الحق ص ۲۵) یہی بات ہے اہلِ بدعت سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی

بدعات کو معاذ اللہ قرآن وحدیث سے حل نہ کریں بلکہ امام صاحب کا قول اس پر پیش کریں، فقہائے احناف کثر اللہ سوادہم کی تصریحات ہمیں دکھائیں کہ انہوں نے اس بدعت کا کس طرح ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ جناب مولانا عبدالغفور شرقپوری بریلوی لکھتے ہیں: ہمارا نہ یہ منصب ہے، نہ ہم اس کے اہل، فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے۔ کیونکہ فقہائے کرام کی مخالفت غیر مقلدین کرتے ہیں۔ (نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں ۳۸) اس کتاب پر مولانا سعید اسد، مولانا ابوالخیر زبیر، مولانا اشرف آصف جلالی سمیت دس جید بریلوی کی تقاریظ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ فقہ کی کتب چھوڑ کر براہِ راست قرآن وحدیث سے استدلال کرنا یہ غیر مقلدانہ روش ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو اصول ہمیں دکھا کر کہہ رہا ہے کہ سادات احناف سے ثابت کریں تو بحمد للہ ہم نے سادات احناف سے ہی ثابت کر دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کو اسی کے گھر کا گند بھی دکھا دیا ہے جو یہ اپنے اصول سے اپنے ہی گھر سے دھوئے گا۔ اب ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ جو اصول تم ہمیں بتارہے ہو تمہارے گھر کا بھی یہی اصول ہے۔ لہٰذا اپنے گھر کی وہ تمام مردود عقائد ومسائل امام اعظم علیہ الرحمۃ اور سادات احناف سے ثابت کر دے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بزعم خود مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نام لیتا ہے لہٰذا جو اصول اس نے مجدد صاحب سے بیان کیا ہے وہ اسی کے مطابق جواب دے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

حضرت مجدد الف ثانی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ علیہ مکتوبات میں لکھتے ہیں: ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔

(مکتوبات، مکتوب ۲۸۶، دفتر اول، ج ۲، ص ۶۷۷)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ اصول کسی اور کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے لئے لکھا ہے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ لکھا ہے اسی کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ گمراہ و بدعتی اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتے ہیں اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی کتاب دفاع اہل جہنم ہے۔ اس میں اس نے یہی کام کیا ہے جس سے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس کو منع کر رہے ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو جواب بھی مجدد صاحب کی عبارت کا دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

(۲) احمدی دیوبندی رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے:

معہذا ہمارا فتوی وعمل قول امام رحمہ اللہ تعالی کے مطابق ہی رہے گا۔ اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔ (ارشاد القاری الی صحیح البخاری، ص 425، الحجاز کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ہمیں اصول سکھانے کے بجائے خود اس پر عمل کرے اور اپنی کتاب دفاع اہل جہنم کو آگ لگا دے کیونکہ اس میں اس نے اس اصول کی وہ دھجیاں بکھیری ہیں جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی اس کا جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

وہابی احمدی رشید احمد لدھیانوی مزید لکھتا ہے:

مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔ (ارشاد القاری الی صحیح البخاری، ص299، الحجاز کراچی)
وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے اس وہابی کے قول پر عمل کرے پھر ہم سے بات کرے۔ اور مزید یہ کہ ہمارا قرآن وحدیث بیان کرنا تو اس کا جواب اسی وہابی اسمعیلی رشید احمد نے دے دیا ہے۔

(۳) وہابی اسمعیلی عبدالقیوم حقانی قاضی زاہد الحسینی کے حوالے سے لکھتا ہے:

حالانکہ ہر مقلد کے لئے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے:
اما المقلد فمستندہ قول المجتھد. (مقلد کے لیے سند اور دلیل مجتہد کا قول ہے)
(دفاع امام اعظم، ص27، القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ)

نوٹ: یہی حوالہ کشکول معرفت میں بھی ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس اور بھی حوالے ہیں لیکن ابھی انہی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے ہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے جواب دیا تو مزید بھی پیش کروں گا۔

وہابی دوسروں کو اصول بتانے یا دکھانے کے بجائے خود عمل کرلے۔ دیکھ لینا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کی کوئی بھی کتاب کام کی نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ہر کتاب میں اپنے آباء کی نحوستوں کو چھپانے کے لئے قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہوا ہے۔ ہم نے ماقبل میں وہابیہ اسمعیلیہ کی عین اسلام کی کئی عبارات پیش کردیں ہیں اور ان کا جواب وہابی اسمعیلی کے اسی اصول سے مانگا ہے۔ آپ یقین کریں وہابی مرجائے گا مٹی ہوجائیگا پر جواب نہیں دے گا اگر جواب دے گا تو ہر بار کی طرح وہی صغرے کبرے اور عیاری، مکاری ودھوکہ بازی سے کام لے گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کو تو اصول بتا رہا ہے لیکن خود اپنے گھر کے اصولوں پر عمل نہیں کرتا۔ یہاں ہم بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک اصول دکھا کر کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ہمارا مطالبہ پورا کرے۔ ان شاء اللہ ہمارے ہر چیلنج کی طرح یہ بھی لاجواب ہی رہے گا۔

(۱) وہابی اسمعیلی احمدی دیوبندی قاسم نانوتوی کہتا ہے:

دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہیے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں۔
(سوانح قاسمی، جلد ۲، ص ۲۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) اسی طرح وہابی اسمعیلی محمود حسن دیوبندی لکھتا ہے:

لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔ (ایضاح الادلہ ص ۴۸۹، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند)

(۳) اسی طرح وہابی اسمعیلی دیوبندی زرولی خان نے لکھا ہے:

امام ابوحنیفہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی۔ (مجموعہ احسن الرسائل، جلد ۱، ص ۱۴۹، احسنی کتب خانہ کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اس اصول کہ ''امام اعظم کے قول ہی کا اعتبار ہے ملخصاً'' کے مطابق ہمارے عقائد پر جو جو فتوے تم نے لگائے ہیں وہ سب کے سب امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول سے ثابت کردو۔ وہابی مرجائے گا مگر ہمارے اس چیلنج کو پورا

نہیں کرے گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک اور چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سوال یہ ہے کہ جب دیوبندی و بریلوی حضرات دونوں ہی حنفیت کے دعوے دار ہیں تو آخر ان میں اختلافی مسائل حل کرنا اتنا معمہ کیوں ہے؟ جب وہ گروہوں میں جنگ ہوتی ہے تو مسائل کے حل کے لیے آخر کوئی نہ کوئی تو ثالث بنتا ہے۔ جب دیوبندی بریلوی دونوں ہی حنفیت کے دعوے دار ہیں تو آخر حنفیت کو ثالث کیوں نہ بنایا جائے؟ لیکن اہلِ بدعت اس کے لیے تیار نہیں! کیونکہ ان کا حنفیت کا دعوی محض ڈھونگ ہے یہ حنفی نہیں بلکہ منفی ہیں۔ انہیں حنفیت سے بغض ہے ان کا مذہب ان کا پیٹ اور من مانی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ عبارت بھی حالت نیند میں لکھی ہے یا پھر نسوار کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا ہمارے نزدیک یہ عبارت بھی اسی طرح ہے جس طرح ہم نے ماقبل میں بیان کی ہے۔

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دھڑلے سے جھوٹ بولا کہ ہم سادات احناف کو ثالث نہیں مانتے۔ میں وہابی دیوبندی کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ان معتبر و مستند علماء کے نام بتائے جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان مرجائے گا پر اپنے جھوٹ کا ثبوت نہیں دے سکے گا۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کا یہ کہنا کہ ہمارا دعوی حنفیت ڈھونگ ہے ہم حنفی نہیں، منفی ہیں۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ ہم اسی کے وہابی اسمعیلی اکابرین کے حوالے بیان کر چکے جس میں انہوں نے ہمارے حنفی ہونے کا اقرار ہی نہیں کیا بلکہ رئیس المتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے بارے میں جو لکھا وہ وہابیت کے لئے ایٹم بم سے کم نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے اصولوں سے اپنے گھر کا گند صاف کرے۔

ہمیں حنفیت سے نکالنے والوں کا اپنا حال

ثالثاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کا کام چور مچائے شور چور رے چور والا ہے۔ حنفیت کے باغی خود اسی کے گھر کے لوگ ہیں اور یہ ہمیں کہتا ہے۔ حنفیت افراط و تفریط کا شکار ہے یہ اقرار بھی انہی کا ہے۔ مخصوص امام کی تقلید بدعت ہے یہ کہنے والا بھی وہابی نا ہنجار ہے۔ حنفیت کی خدمت میں عمر ضائع ہوتی ہے یہ بھی انہوں نے ہی کہا ہے۔ یہ سادات احناف کی پیروی نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنے آپ کو مجتہد کہنے والے بھی یہی ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس تو کچھ نہیں تھا لیکن ہم حوالے بیان کر دیتے ہیں جس سے وہابیت اسمعیلیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور اس کی وہی مکروہ شکل سب کو دکھ جائے گی۔

(۱) وہابی اسمعیلی سید احمد کا مرید اور قتیل بالاکوٹی کا رفیق جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

شاہ صاحب نے جناب امیر کو اپنی جانب متوجہ اور مہربان پا کر اور اس موقع کو غنیمت جان کر چند سوال حسب ذیل عرض کئے۔

اول: یہ چاروں فقہاء کے مذہب میں کون سا مذہب آپ کو پسند ہے اور مختار ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ان میں کوئی مذہب بھی مجھ کو پسند نہیں ہے اور فرمایا کہ ان میں کوئی مذہب میرے طور اور طریقے پر نہیں ہے سب سے افراط و تفریط ہو گئی ہے۔

دوم: آپ نے عرض کیا کہ ان مشہور طریق اولیاء اللہ میں کون سا طریقہ حضور کے طور پر ہے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ ان میں بھی کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں ہے۔ ہر طریقے میں کچھ کچھ چیزیں میری مرضی کے خلاف لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں اور اس وجہ سے

سب کے سب ہمارے طور اور طریقہ سے دور جا پڑے ہیں۔(حیات سید احمد شہید ،ص ۱۵۳،نفیس اکیڈمی کراچی)

نوٹ !ہمارے نزدیک شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے یہ بات نہیں کی ،اگر ان کی ہے تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کا ثبوت دے۔نیز وہابی اسمٰعیلی جعفر دیوبندیوں کا معتبر و مستند آدمی ہے۔ادھر ادھر کے حوالے دینے کے بجائے وہابی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے۔

وہابی اسمٰعیلی جعفر تھانیسری نے اپنا یا اپنے پیر کا گند چھپانے کے لئے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے کندھے کو استعمال کیا ہے۔ بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی کے معتبر و مستند وہابی نے اقرار کیا ہے کہ چاروں مذاہب افراط وتفریط کا شکار ہیں انہی میں فقہ حنفی ہے تو یہ بھی بقول اس کے افراط وتفریط کا شکار ہو گی؟ جو بھی ہو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں کو حنفیت سے خارج کرنے کے بجائے اپنے بقول اپنے گھر کا گند صاف کرے جن کی آنکھ میں حنفیت بھی کھٹکتی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو یہاں بھی وہی غیرت دکھانی چاہیے جو وہ دوسروں کی کوئی عبارت مل جانے پر دکھاتا ہے۔لیکن یہاں اس کو غیرت نہیں آئے گی کیونکہ معاملہ اپنے گھر کے گند کا ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کیا فقہ حنفی میں افراط وتفریط ہے؟ اگر ہے اور یقینا تمہارے وہابی کے بقول ہے تو ایسے مذہب کی طرف اپنے آپ کو ظاہراً بھی منسوب کیوں کرتے ہو؟ اور اگر نہیں ہے تو اپنے باپ کی حنفیت پر بھی کچھ کہو اور اس کو بھی حنفیت سے خارج کرو۔ یا پھر اہلسنت ہی سے بغض وعناد ہے اور ان سچے سُچے حقیقی حنفیوں پر الزام تراشی اور بہتان بازی سے تمہارے گھر کا خرچہ چلتا ہے جس کی وجہ سے تم مجبور ہو؟

قارئین! جن کے اپنے آباء کے کرتوت یہ ہوں جن کو فقہ حنفی میں افراط وتفریط نظر آئے وہ حنفیت کے ٹھکیدار ہیں اور دھڑا دھڑ حقیقی حنفیوں کو ہی حنفیت سے خارج کر رہے ہیں واہ وہابیو واہ۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ جی یہ تو خواب کا معاملہ ہے وغیرہ وغیرہ۔تو ہم پہلے سے ہی اس کا منہ بند کر دیتے ہیں کیونکہ اسی کے وہابی اسمٰعیلی معتبر و مستند نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔

مزید لکھتا ہے:

اور شاہ صاحب نے اس خواب کو تحریر کرا کے اس کی نقلیں جابجا ارسال کر دیں تا کہ امور مستفسرہ میں خلائق غور کر کے راہ اعتدال اختیار کرے اور افراط وتفریط سے باز آئے۔ (حیات سید احمد شہید ،ص ۱۵۵،نفیس اکیڈمی کراچی)

وہابی اسمٰعیلی جعفر تھانیسری کے اقرار کے مطابق اس خواب کو سچا مانا گیا اس کی فوٹو کاپیاں کروا کر تقسیم کی گئیں اور یہ کہا گیا کہ جو راہ اعتدال ہے اس کو اختیار کیا جائے اور افراط وتفریط سے بچا جائے۔ جب وہابی اسمٰعیلی جعفر تھانیسری کے نزدیک فقہ حنفی میں افراط و تفریط ہے تو اس سے بچنا کیا ہو گا یہی نہ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے ورنہ افراط وتفریط سے بچنا کیسے ممکن ہو گا۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کا معتبر و مستند عام لفظوں میں اپنے عقائد میں متحد بھائی غیر مقلد کی گودی میں سب کو بٹھانا چاہتا ہے۔چلیں ہم ساجد خان دیوبندی سے بھی کہتے ہیں کہ اس افراط وتفریط سے بچ جائے جس سے بچانے کے لئے وہابیہ اسمٰعیلیہ اتنی تگ ودو کر رہے ہیں۔

قارئین! جن کے اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کے کام یہ ہیں تو وہ دوسروں کو فقہ حنفی سے خارج کرنے کے ٹھیکیدار کیوں بنے ہوئے ہیں اپنے گھر کی چارپائی کے نیچے جھاڑو دیں تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حنفیت سے دوسروں کو نکالنے والے خود حنفی نہیں ہیں۔

''امام اعظم کی تقلید کرنا بدعت وہابی اسمٰعیلی اقرار''

دیوبندی ساجد خان کو نا جانے کیا تکلیف ہے جس کی وجہ سے یہ دوسروں پر چلا رہا ہے لیکن اپنے گھر کے کرتوتوں سے بے خبر ہے

یا جان بوجھ کر دوسروں کو بدنام کرنے کے لئے ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کو حنفیت سے نکالنے پر تلا ہوا ہے جبکہ اس کے اپنے گھر کے لوگ ہی حنفیت سے بیزار کر رہے ہیں۔

(۲) وہابی احمدی اسمعیل قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

اور ائمہ مجتہدین میں کسی ایک مخصوص امام کی تقلید کو واجب قرار دینا۔۔۔تو یہ سب امور بدعات حقیقیہ کی قسم سے ہیں۔

(ایضاح الحق الصریح مترجم وہابی، ص ۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہابی احمدی اسمعیل دہلوی کے فتوؤں کو دیکھیے اور اس کی مار کہاں تک ہوتی ہے وہ بھی دیکھیے! وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ جتنے بھی لوگ کسی مخصوص امام کی تقلید کو واجب کہتے ہیں تو وہ سب بدعتی ہیں اور بدعت بھی کوئی اور نہیں بلکہ حقیقی جس پر فتوی لگتا ہے۔ اب وہابی اسمعیلی یا تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید سے اپنے آپ کو آزاد کر دیں اور پکے ٹھکے اپنے عقائد میں متفق بھائیوں کے ساتھ جا ملیں ورنہ پھر اپنے ہی وہابی امام کا فتوی اپنے گلے میں ڈالیں اور بدعتی بدعتی دوسروں کو کہنے کے بجائے اپنے ماتھے پر لکھوائیں۔ میں اپنے قارئین! سے کہتا ہوں کہ آپ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کے اس جاہل کے کام دیکھیں جس کے آباء حنفی ہونا پسند نہیں کرتے وہ ہمیں حنفیت سے خارج کرتا ہے۔ جن کا اپنا امام حنفیت کو گویا بدعت کہتا ہے وہ دوسروں کو حنفیت کا باغی کہتا ہے۔ یہ ہے ان کی دیانت وانصاف۔ ان وہابیوں سے اسی کی ہی امید کی جاسکتی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں کچھ کہنے سے پہلے اپنے گھر کا گند وہ بھی اپنے اصول کے مطابق اپنے ہی گھر سے دھوئے۔

(۳) وہابی دیوبندی گنگوہی کا فقہ حنفی سے تجاوز اور دوسروں کو ہدایت

وہابی اسمعیلی اپنی جھوٹی حنفیت بچانے کے لئے بظاہر حنفیت کی دعوت دیتا ہے اور دوسروں کو حنفیت سے خارج کرتا ہے لیکن اسی کا وہابی امام رشید احمد گنگوہی مسلک حنفی سے تجاوز کرتا اور دوسروں کو اس کی ہدایت کرتا ہے۔

وہابی اسمعیلی دیوبندی نور الحسن راشد کاندھلوی اپنے امام گنگوہی کے بارے میں لکھتا ہے:

حضرت مولانا نے متعدد مسائل میں حنفی مسلک سے تجاوز کرتے ہوئے جو فتاوی صادر کئے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کی اور اس سمت میں راہنمائی فرمائی۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۱۵۷، دار الکتاب لاہور)

گنگوہی صاحب وہ ہیں جن کی اتباع پر وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کی نجات موقوف ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلے اور وہابی گنگوہی خود کہتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں پوری دنیا میرے مخالف ہو جائے تب بھی انشاء اللہ حق میری ہی طرف ہوگا (جمال ہم نشین، ص ۲۱۲، مکتبہ الحبیب دیوبند) وغیرہ وغیرہ۔ وہی گنگوہی فقہ حنفی سے تجاوز کر رہا ہے اور دوسروں کو بھی ہدایت کر رہا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی نجات کی فکر کرے اور گنگوہی کی اتباع میں فقہ حنفی سے تجاوز اور اس کی ہدایت دوسروں کو بھی کیا کرے۔ ورنہ بیچارہ دنیا میں تو محروم رہا ہی آخرت میں بھی اس کے پلے اس کے وہابی اکابرین کی طرح کچھ نہیں ہوگا۔

قارئین! آپ ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھئے کہ جس فقہ سے اس کے اپنے وہابی تجاوز کرتے اور اس کی ہدایت کرتے ہیں وہ اسی پر دوسروں کو چلنے کا کیوں کہتا ہے۔؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہیے کہ وہ اپنے وہابی اسمعیلی آباء کے پیچھے چلے سادات احناف کے پیچھے چلنا نہ اس کے آباء کا کام تھا اور نہ ہی اس کا۔ بس عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے یہ دوسروں کو ایسے ہی بدنام کرتا ہے جیسے اس کے وہابی اسمعیلی آباء بدنام کرتے تھے۔

(۴) دیوبندی کا حنفی تصور کی تردید میں تحقیقی مضمون وہابی اسمٰعیلی اقرار

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں سے عمل کروانا چاہتا ہے لیکن اپنے ہی لوگوں سے فقہ حنفی پر عمل کروانے کی اس میں اخلاقی جرات نہیں ہے۔ یہ دوسروں کو سادات احناف کا باغی کہتا ہے جبکہ اس کے اپنے سادات احناف و امام اعظم علیہ الرحمۃ کے باغی تھے اور فقہ حنفی کی تردید میں مضمون بھی لکھتے تھے۔

وہابی اسمٰعیلی اخلاق حسین قاسمی دیوبندی لکھتا ہے:

اسی موقعہ پر مولانا سید سلیمان ندوی نے کفاءت (نکاح کے کفو) کے حنفی تصور کی تردید میں ایک تحقیقی مضمون شائع کیا اور اس طرح مفتی صاحب کے موقف کی تائید کی۔ (دلی کی برادریاں، ص ۵۱، مکتبہ رشیدیہ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی آباء حنفی تصور کی رد میں تحقیقی مضمون لکھ رہے ہیں اور یہ وہابی اسمٰعیلی بزعم خود ہمیں سادات احناف کے حقیقی ورثاء کو حنفیت سے خارج کرر ہا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے آباء کی پیروی کرتے ہوئے حنفی تصور کی تردید کرے یا پھر اپنے ان وہابیوں کے خلاف بھی ایک کتاب بنام حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی لکھے تا کہ اس کی دیانت کا علم سب کو ہو لیکن اس نے یہ کرنے کے بجائے اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کی پیروی میں ہمیں ہی کوسنا ہے اور ہمارے بارے میں ہی بکواس کرنی ہے، ادھر بولتے ہوئے منہ کھولتے ہوئے اس کو موت آئے گی۔ یہاں بھی فتوے داغے اور حنفیت کے باغی کی آواز لگائے یہاں تو صراحتا فقہ حنفیت کی تردید کی جارہی ہے لیکن پھر بھی اس کی غیرت نہیں جاگ رہی بلکہ وہی نسوار کے نشے میں دھت ہے کیوں آخر کیوں؟ اگر یہی بات کوئی سنی حنفی کہہ دیتا تو وہابیہ اسمعیلیہ آسمان سر پر اٹھا لیتے اور اس وقت تک چیختے جب تک ان کے وہابی آباء خوش نہ ہو جاتے۔

(۵) حنفی تصور مسلمانوں کو بری طرح ٹکرا رہا ہے وہابی اسمٰعیلی فتوی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے آباء فقہ حنفی سے بیزار تھے اور یہ دوسروں کو نکالتا ہے اور اس کا ٹھیکدار بنتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی اخلاقی جراءت کرے اور ادھر بھی کوئی چار پانچ حرف کرے۔

اخلاق حسین قاسمی مزید لکھتا ہے:

کفو کا حنفی تصور! حقیقت یہ ہے کہ اس پیشہ ورانہ اونچ نیچ سے امت توحید کو بڑا نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے، خاص کر اس اونچ نیچ کی پیداوار معاشرتی زندگی میں کفو کا موجودہ حنفی تصور مسلمانوں کو بری طرح آپس میں ٹکرا رہا ہے۔

میں نے حنفی تصور کا لفظ استعمال کیا ہے کیوں کہ فقہا میں امام ابوحنیفہ کے اجتہادی مسلک کے حوالے سے یہ تصور پھیلا ہوا ہے، حالاں کہ امام صاحب پہلے امام مالک کے ہم خیال تھے اور کفو (برابری) سے دین میں برابری مراد لیتے تھے۔۔ نسب و خاندان میں برابری مراد نہیں لیتے تھے۔ لیکن مسلم سماج میں پھیلے ہوئے حسب و نسب کے تفاخر کی وجہ سے جب ایک شریف زادی کے ایک کم زور طبقے کے لڑکے کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنے سے جھگڑے پھیلتے دیکھے تو امام صاحب نے اس قسم کے جھگڑوں سے بچنے کی خاطر اپنے شاگردوں (صاحبین) کی رائے اختیار کر لی۔

صاحب بحر الرائق کی تشریح کے مطابق امام ابوحنیفہ کی رائے کسی حدیث پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایک سماجی اور معاشرتی مجبوری پر مبنی ہے۔ متاخرین فقہائے احناف نے امام صاحب کی رائے کے پس منظر سے قطع نظر کر کے کفو کو ایک دینی مسئلہ بنا دیا اور مختلف پیشوں کے درمیان درجہ بندی کو منسوب کر دیا۔ (کنز العمال، جلد 2، ص 201) میں وہ ضعیف روایات آج تک موجود ہیں۔ لیکن کفو کے بارے

میں تمام احادیث کوضعیف کہنا غلط ہے۔ کیوں کہ اگرایسا ہوتا تو امام مالک جیسے محدث فقیہ کفو کا مسئلہ ہی کیوں بیان کرتے؟ البتہ بعض صحیح روایات میں کفو کا جومفہوم ہے اسے امام مالک نے واضح کیا ہے۔ امام مالک کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا، مدینہ منورہ میں اسلامی اصلاحات کا کسی نہ کسی درجے میں اثر موجود تھا، اس لیے امام مالک کی رائے اسلام کے اصولی موقف پر قائم رہی۔ اس کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ اوران کے شاگردوں کا تعلق عراق (کوفہ) سے تھا اور یہ سرزمین اسلامی اصلاحات کے اثر سے محروم تھی۔ یہ فرق تھا دونوں اماموں کے درمیان ماحول اور معاشرے کا۔ (دلی کی برادریاں، ص ۵۵، مکتبہ رشیدیہ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی اخلاق حسین قاسمی کی ہیڈنگ سے لے کر اس کے ہر ہر جملے کوایک بارنہیں بلکہ بار بار پڑھئے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ صرف حنفیت ہی نہیں بلکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ سے بھی اس کو بغض تھا اور کس طرح حنفیت سے بغض نکالنے کے ساتھ ساتھ امام اعظم سے بغض کو نکال رہا ہے۔ اورکس طرح امام اعظم علیہ الرحمۃ کا ذکر کر رہا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جب امام مالک کی رائے اسلام کے اصولی موقف پر تھی تو ان کے مقابل امام اعظم علیہ الرحمۃ کی رائے کس پر تھی۔ بحمد للہ ہم یہاں بہت کچھ کہہ سکتے ہیں اور تبصرہ کرسکتے ہیں لیکن ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کی طرح نہیں ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی اپنے ہی گھر کے اصولوں سے اپنے گھر کا گند صاف کرے اور ہمارے بارے میں بکواس کرنے سے باز آئے۔

(۶) دیوبندی گنگوہی وتھانوی کا لوگوں کوتقلید سے آزاد کرنا

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

بلکہ اس بات میں میری رائے تو یہ ہے کہ اگر معاملات میں کسی وقت اپنے مذہب میں تنگی ہو اور دوسرے آئمہ کے اقوال میں گنجائش ہو تو عوام کو تنگی میں نہ ڈالا جائے بلکہ دوسرے آئمہ کے قول پر فتوی دے دیا جائے میں حضرت مولانا گنگوہی سے اس رائے کی صریح تائید حاصل کرچکا ہوں۔ (ماہنامہ الحسن اشاعۃ خاص حکیم الامۃ، جلد اول، ص ۶۰۶)

جن کا پورا کنبہ ہی مادر پدر آزاد ہو وہ دوسروں کونصیحت کرتے ہوئے، اطاعت کی ترغیب دلاتا ہے۔ وہابی دیوبندی ساجد خان کے اپنے گھر کا عالم یہ ہے کہ عوام کوتنگی میں نہ ڈالا جائے ہاں امام اعظم علیہ الرحمۃ کوچھوڑ دیا جائے سادات احناف کی مخالفت کرلی جائے کوئی بات نہیں بلکہ وہابی اشرفعلی نے تو اپنے کرتا دھرتا گنگوہی سے سند لے لی ہے۔ اب کسی اور کی کیا ضرورت۔ ہم نہ کہتے تھے کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کوحنفیت سے کوئی غرض نہیں بلکہ ان کو اپنے وہابیوں کی پیروی کرنی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان وہ مسائل لے کر آجائے جن میں خود سادات احناف نے اجازت دی ہے اور اس طرح اپنے وہابیوں کے کرتوتوں اور سادات احناف کی بغاوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرے تو میں پہلے سے ہی کہہ دیتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی تھانوی ہو یا گنگوہی ان کی وہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ سادات احناف سے ہی آزاد کرنا چاہتے تھے اس کی ایک مثال میں آپ کے سامنے پیش کردیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی گنگوہی لکھتا ہے:

یہ مسئلہ (جمع بین الصلاتین از ناقل) مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پرعمل کرنے کا ہے تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کوسب کوحق جاننا چاہیئے اگر اپنے امام کے مذہب پرعمل کرنے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پرعمل کرلیوے اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۹۲، صدائے دیوبند)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ کون کون سے فقہائے احناف نے جمع بین الصلاتین حقیقی میں دوسرے امام کے مذہب پرعمل

کرنے کا فتوی دیا ہے۔اگر وہاں سے نہ ملے تو اپنے گھر سے تلاش کر کے لے آنا۔ میں اس کے مخالف تمہارے ہی گھر سے پیش کروں گا۔ یہاں تک تو اصل مسئلہ کی بات تھی آگے وہابی اسمعیلی گنگوہی نے جو کچھ کہا ہے کیا وہ سادات احناف کی مخالفت و بغاوت پر ابھارنا نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے کہ جب بھی کوئی مشکل آئی گی عوام دوسرے امام کا قول تلاش کر کے سادات احناف کو چھوڑ دے گی۔ اور اسی کا فتوی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گنگوہی صاحب دے رہے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں یہ بتا دے کہ اس کے آباء کا یہ فتوی درست ہے؟ اگر درست ہے تو پھر دوسروں کو حنفیت سے نکالنے کا ٹھیکہ تمہیں کس نے دیا کیونکہ وہ تو خود حنفیت سے آزاد کر رہے ہیں اور اگر نہیں تو پھر ان کا حنفیت کے خلاف فتوی دینا ان کی حنفیت سے بغاوت کی دلیل نہیں ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے اسی کا ہی بیڑا غرق ہو گا اور اسی کے وہابی اکابرین حنفیت کے باغی ثابت ہوں گے۔ وہابی اسمعیلی اپنے ہی اصولوں سے اپنے گھر کا گند دھوئے اور دوسروں پر بکواسات سے باز آئے۔

(۷) حنفیت کی خدمت سے زندگی ضائع ہوتی ہے وہابی دیوبندی فتوی

دیوبندیوں کے مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع دیوبندی صاحب انورشاہ کشمیری کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے کہا ہاں ٹھیک ہی ہے میاں! مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کر دی میں نے عرض کیا حضرت آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں دین کی اشاعت میں گزری، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام لگی؟ فرمایا تمہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کر دی میں نے عرض کی کیا حضرت کیا بات ہے؟، فرمایا ہماری عمر کا ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاش کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں او دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا تقریروں کا اور علمی زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔ (وحدت امت، ص ۱۸، مکتبۃ المنبر)

ہمیں معلوم ہے کہ اب وہابی اسمعیلی تاویلاتی دنیا میں بھونچال آئے گا اور لایعنی تاویلات شروع ہو جائیں گی۔ وہابیہ اسمعیلیہ جو بھی تاویل کریں اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھ کر کریں تا کہ بعد میں ذلت ورسوائی زیادہ نہ ہو۔

(۸) کیا انور شاہ مجتہد تھا؟

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہٹ دھرمی کی وجہ سے ادھر لگا ہوا ہے جبکہ اسی کے گھر میں حنفیت کی خدمت کرنے میں عمر کے ضائع ہونے کا اقرار کے ساتھ ساتھ اجتہاد کا بھی دعوی کرتے تھے۔ اجتہاد کی شرائط کیا ہیں وہابی اسمعیلی انور شاہ ان شرائط پر اترتا تھا یا نہیں یہ تو ساجد خان ہی بتائے گا ہاں اس کے باپ کا مناظرہ میں جوابات نہ دے سکنے کی وجہ سے حنفیت کو چھوڑ کر مجتہد بننے کا دعوی ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی عبدالرشید لکھتا ہے:

ایک بار ایک مناظرہ میں جو حضرت ممدوح (انور شاہ وہابی دیوبندی از ناقل) اور ایک اہل حدیث کے مابین ہوا۔ اہل حدیث عالم نے پوچھا کیا آپ ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔

(بیس بڑے مسلمان، 383، عالمی مجلس تحفظ اسلام)

یہ وہ ہیں جو سادات احناف کے حقیقی وارثوں کو حنفیت سے نکالنے کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں۔ان کی اپنی حالت کیا ہے کبھی حنفیت کی خدمت کرنے کو عمر کا ضیاع کہتے ہیں تو کبھی مناظرے میں جواب نہ آنے کی وجہ سے مجتہد بن جاتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے مجتہدوں کی رکھوالی کرے کیونکہ حنفیت کی خدمت اس کے آباء کو پسند نہیں ہے۔ ہمیں چھوڑے اور اپنے ہی گھر کا گند صاف کرے جیسے دوسروں سے کہتا ہے۔

اسماعیل قتیل بالاکوٹی کا انتشار پھیلانے کے لیے رفع یدین کرنا

اس بات پر تمام وہابی دیوبندی تقریبا متفق ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا اور جو چیز منسوخ ہو جائے اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔لیکن اسماعیل دہلوی جان بوجھ کر اور انتشار پھیلانے کیلئے رفع یدین کرتے تھے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی دہلوی صاحب نہ مانے اور ضد پر اڑے رہے۔

وہابی احمدی اشرفعلی تھانوی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ اسحاق صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسماعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبد العزیز کے شاگرد تھے اور ان کے کاتب تھے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسماعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجئے۔شاہ صاحب نے فرمایا میں تو ضعیف ہو گیا ہوں مجھ سے تو مناظرہ نہیں ہو سکتا میں اسماعیل کو بلائے لیتا ہوں تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کرلو اگر تم غالب آ گئے تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا اور وہ غالب آ جائے اس کے ساتھ ہو جاؤں گا۔مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کریں گے،اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کر سکتے تو جانے دو۔شاہ صاحب نے یہ جواب دیا تو میں سمجھا شاہ صاحب نے اس وقت دفع الوقتی فرما دی ہے مگر یہ مولوی اسماعیل سے کہیں گے ضرور چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب شاہ عبد القادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبد القادر تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔اس وقت بھی میرے دل میں خیال آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دیدیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا اور شاہ عبد القادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔جب مولوی یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو پھر اس حدیث کے کیا معنیٰ ہوں گے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کریگا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔مولوی یعقوب صاحب نے شاہ عبد القادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سن کر شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنیٰ بھی نہیں سمجھا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال بھی سنت ہے۔جب مولوی یعقوب صاحب نے یہ جواب مولوی اسماعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔(حکایات اولیاء،ص ۷۴،دارالاشاعت)

وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں کچھ نہیں بولے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اتنے جوتے پڑیں گے کہ ایک بال بھی نہیں رہے گا اور گھر کا

خرچہ پانی جو بند ہوگا وہ الگ ہے۔ وہابی اسمعیلی دوسروں کو حنفیت سکھانے کے بجائے خود اپنے آباء کو سکھائے۔ اگر وہابی قتیل بالاکوٹی رفع یدین کرسکتا ہے تو پھر وہابیہ اسمعیلیہ کے عقائد میں متفق بھائیوں کا کیا قصور ہے جن سے مناظرے پر مناظر ہوتے ہیں۔؟ اس کا صاف اور سیدھا مطلب تو وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق یہی ہے کہ جو بھی ان کے وہابی آباء کریں وہ جائز اور جو ان کے علاوہ وہی کام بھی کرلے تو ناجائز؟؟

ایک فتوی اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کی غیرت

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: یہ محض نرا دعوی نہیں حقیقت میں ان کے دل احناف کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں، در پردہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا بغض رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسین قادر بریلوی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتوی ان کا نام لئے بغیر جب اپنے دارالافتاؤں کو بھیجا تو سب نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

بہرحال مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اور دین سے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضرور دیں اور خواہ مخواہ ہر کسی کو کافر بنانے کا وطیرہ ترک کریں اور اپنے جس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کو نصیحت۔۔ساجد) تن من دھن کی بازی لگا رہے ہو ان کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں **یسروا ولا تعسروا، بشروا ولا تنفروا**۔ آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو۔ (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرو نفرت نہ دلایا کرو۔ بہرحال ملاحظہ فرمائیں اے مفتیان دین متین کتاب نام ہے: عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان۔۔۔فتویٰ بلاتبصرہ: ترجمہ! ایک آدمی نے امام اعظم رحمہ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا جہنم سے نہیں ڈرتا اور نہ خدا سے ڈرتا ہے مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے۔ اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم نے فرمایا وہ سچا ولی اللہ ہے۔ اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کردی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے وہ خدا سے امید اور خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر ظلم سے ڈر نہیں کہ خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے۔ مردار کھانا سے مراد مچھلی کھانا ہے بغیر رکوع وسجدے والی نماز سے مراد نماز جنازہ ہے بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے الہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دیکھے بغیر نبی ورسول مانتا ہے حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد سے پیار کرتا ہے یہود ونصاری کی تصدیق کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں یعنی وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ ان کو تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں۔ (ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۱۰، ۱۱، ۱۲) اندازہ لگائیں کہ بقول ایک مستند بریلوی مفتی لاہور کے تمام بریلوی مدارس نے اس عبارت کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگادیا تھا اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر کہہ دیا، یہ ہے ان کی حنفیت! یہاں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ جن لوگوں کے فتوی ہائے کفر سے امام اعظم نہ بچ پائے تو ان کے سامنے علمائے دیوبند کا ایمان کیا چیز ہے؟ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۰، ۱۱،، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے مفت میں یہ اقتباس نقل کرکے اپنی جھوٹی غیرت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ

اولاً: خود وہابیہ اسمعیلیہ کا خود اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کیسی کیسی تاویل کرکے اس شخص کو بچارہے ہیں لیکن

وہابیہ اسمعیلیہ شرک خفی کو شرک جلی بنا کر مسلمانوں کو مشرک بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ علم غیب، حاضر و ناظر، استمداد لغیر اللہ، نورانیت مصطفی، نذر لغیر اللہ اور دیگر کئی ایک مسائل کے بارے میں اتنی وضاحتوں اور وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کے فتوے دکھانے کے باوجود بھی وہابیہ اسمعیلیہ نہیں مانتے؟ وہابی اسمعیلی پہلے خود اور اپنے وہابیوں دیوبندیوں سے عمل کروالے پھر ہم سے بات کرے۔

ثانیاً: یہ فتوی تو خود اسی کے گھر کے اصولوں سے درست ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی دیکھ لے اور اپنے اصول سے اپنے گھر کا گند صاف کرلے۔

ایک ہی بات عین دین اور غیر دین ہوسکتی ہے وہابی اقرار

اولاً: خود وہابیہ اسمعیلیہ کا اصول ہے کہ ایک چیز ایک اعتبار سے عین دین اور دوسرے اعتبار سے غیر دین ہوسکتی ہے تو یہ فتوی بھی وہابیہ اسمعیلیہ کے اسی اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے جس اعتبار سے فرمایا ہے اس اعتبار سے وہ درست اور جس اعتبار سے دیگر علماء نے کہا اس اعتبار سے وہ درست۔ وہابی نے اس پر جو اعتراض کرنا ہے اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا مصدق وہابی احمدی دیوبندی طاہر گیاوی اسمعیلی لکھتا ہے:

شریعت اسلامی میں اس بات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی چیز ایک لحاظ سے عین اسلام ہو اور وہی چیز دوسرے لحاظ سے خالص کفر ہوجائے، اگر ہاشمی صاحب اپنی ناواقفیت سے اس کی مثالیں تلاش کرنے سے عاجز ہوں تو ایک مثال اس موقع پر میں ہی پیش کیے دیتا ہوں۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے: رایت رب العزت فی المنام تسعاوتسعین مرۃ۔ (شامی، ج۱ص۳۵)
میں نے خواب میں اللہ تعالی کو ننانوے مرتبہ دیکھا ہے۔

یہ واقعہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ ننانوے مرتبہ اللہ تعالی کی زیارت کی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: لرؤیته ربه تعالی قصة مشهورة ذکرها الحافظ النعیم الغیطی۔ (شامی، ج۱ص۳۵) امام اعظم کے بحالت خواب اللہ تعالی کے دیکھنے کا واقعہ مشہور و معروف ہے جس کو حافظ نعیم غیطی نے ذکر کیا ہے۔ اس بات کو پڑھنے کے بعد اب فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خاں کے حوالہ سے امام المتکلمین شیخ ابومنصور ماتریدی کا فتوی ملاحظہ فرمایئے: لوقال الرجل رایت اللہ تعالی فی المنام قال الشیخ رئیس اهل السنة ابو منصور الماتریدی رایت هذا الرجل شرا من عابد الوثن۔ (فتاوی قاضی خان ج۴، ص، فصل التسبیح و التسلیم) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ تعالی کو خواب میں دیکھا ہے تو اہل سنت کے پیشوا ابومنصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسا شخص بت پوجنے والے سے بدتر ہے۔

اب ہاشمی صاحب ارشاد فرمائیں کہ عقائد اہل سنت بالخصوص حنفیوں کے پیشوا الشیخ ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کے اس قول کی روشنی میں ہم حنفیوں کے امام و مقتدا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر کیا حکم لگتا ہے؟ ہمارے نزدیک تو دونوں بزرگوں کی بات اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے اعتبار سے بالکل درست ہے لیکن ہاشمی صاحب سے درخواست ہے کہ اس گتھی کو سلجھائیں اور اپنے انداز خاص میں سلجھائیں۔ انشاء اللہ علمائے دیوبند کی تمام تحریریں اور فتاوے ان کی سمجھ میں آجائیں گی۔ (بریلویت کا شیش محل، ص۸۰، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

وہابی اسمعیلی ساجد خان طاہر گیاوی نے جو مشورہ مولانا ہاشمی میاں صاحب کو دیا ہے، وہی ہماری طرف سے قبول کرلے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں یہ گتھی سلجھائے۔

ثانیاً: وہابیہ اسمعیلیہ کا یہ بھی اصول ہے کہ ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلف ہے۔ **وہابی اسمعیلی یوسف لدھیانوی لکھتا ہے:**

دونوں نے ان معلومات کے بارے میں رائے قائم کی جو ان تک پہنچی تھیں، ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلف ہے بلکہ ایک ہی شخص کی رائے کسی کے بارے میں دو وقتوں میں مختلف ہو سکتی ہے، پھر تعارض کیا ہوا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۱۰، ص ۳۲۳، مکتبہ بینات کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے باپ کے اس فتوے کو دیکھے اور اس فتوے کو اس اصول کے مطابق کر لے۔ وہابی دیوبندی یوسف لدھیانوی تو ایک ہی شخص کی مختلف رائے میں تعارض نہیں مانتا تو یہاں کیسے تعارض ہو جائے گا؟۔

ثالثاً: اگر امام اعظم علیہ الرحمۃ سے بغض ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے تو ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کے آباء کو اسی کے حوالوں سے اس کو امام اعظم کا بغضی ثابت کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان امام اعظم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عصمت انبیا علیہم السلام اور ان سے خطاء کا صدور! امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے لغزشوں اور خطاؤں کا صدور ممکن ہے، یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک انبیا علیہم السلام سے خطاء اور لغزشیں صادر ہو سکتے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

امام اعظم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ خود وہابی دیوبندی ساجد خان نے بیان کیا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام سے خطا صادر ہو سکتی ہے۔ اب یہ بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمعیلی شریعت کا امیر عطاء اللہ بخاری امام اعظم کے بغض میں امام اعظم پر فتوی لگاتے ہوئے کہتا ہے:

دنیا نے تو نبوت و رسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدوس کی چادر ہے نبی سے خطا خدا پر طعن ہے۔

مزید کہتا ہے:

کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو خطا وعصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

(خطبات امیر شریعت، ص ۴۱، ۴۹، اشعر بک ایجنسی کراچی)

وہابی اسمعیلی سعید احمد جلالپوری امام اعظم سے بغاوت کرتے ہوئے اور آپ کے عقیدہ سے بیزار ہوتے ہوئے لکھتا ہے:

نبی کامل ہوتا ہے ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں چونکہ وہ امت کے لئے نمونہ عمل ہوتے ہیں ان کی طرف کسی قسم کی غلطی وخطا کی نسبت کرنا گمراہی ہے۔ (فتاوی ختم نبوت، جلد ۱، ص ۴۰، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی)

امام اعظم کا خود ہی عقیدہ بیان کر کے اپنے ہی گھر سے فتوے لگوانے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہی ناہنجار وہابی اسمعیلی ہے جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حقیقی وارثوں کو بغض کرنے والا کہہ رہا تھا۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی وہی کچھ بیان کر دے جو اس نے اہلسنت کے بغض میں کیا ہے، یہاں غیرت کہاں چلی گئی ہے۔ ہمارے پاس اس طرح کے اور بھی حوالے ہیں۔ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے گھر کا گند اپنے ہی اصولوں سے دھو یا تو اور بھی حوالے پیش کئے جائیں گے۔

رابعاً: ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بہانہ بنائے اور یہ کہے کہ جی وہ تو بریلوی عالم نے کہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پہلے نمبر تو

انہوں نے اس طرح کا کوئی بھی فتوی نہیں لگایا جس طرح کا وہابی اسمعیلی ساجد خان لگا رہا ہے پھر یہ بہانہ کیسے درست ہوا۔ دوسرے نمبر پرا گر یہی کچھ ہم وہابیہ اسمعیلیہ سے دکھادیں تو وہابی اسمعیلی ساجد خان مانے گا اور فتوی لگائے گا؟ چلیں ہم اس کو امام اعظم سے بھی اعظم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حوالے سے وہابی اسمعیلی اقراری فتوی بیان کر دیتے ہیں اور وہابی دیوبندی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ یہاں ان پر بھی وہی فتوے لگاؤ اگر تم سچے ہو تو ورنہ وہی اپنے بغض وعناد میں ہی ڈوب مرو۔

وہابی اسمعیلی قاضی مظہر چکوالی اہل بیت کے بغض کا مارا وہابی اسمعیلی اقرار

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے خود قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

میں نے خارجی فتنہ حصہ اول اور کشف خارجیت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو قطعی جنتی خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے اور ان کے موقف کو دلائل سے حق وصواب پر مبنی ثابت کیا ہے، لیکن پھر بھی وہ بندہ کو بغض علی اور بغض حسن کا مرتکب قرار دے رہے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔(۱) دفاع معاویہ نامی کتاب میں جا بجا قاضی صاحب کا بغض اہل بیت نظر آتا ہے اور وہ اس بیماری کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔(ص۵۱) (۲) ایک عنوان قائم کیا ہے۔قاضی صاحب کا بغض علی (ص ۵۳) (۳) ایک عنوان ہے، قاضی صاحب کا بغض امام حسن رضی اللہ عنہ (ص ۵۶) (موعودہ خلافت راشدہ، ص۹، تحریک خدام اہل سنت پاکستان)

قاضی مظہر چکوالی صحابہ کا گستاخ وہابی اسمعیلی اقرار

مزید قاضی مظہر چکوالی لکھتا ہے:

اس غصہ کی وجہ سے وہ بھی مجھ پر توہین صحابہ کی پھبتی کہتے ہیں اور مجھ کو مخالفت صحابہ کا مرتکب قرار دیتے ہیں، جیسا کہ جنتری کے زیر بحث مضمون صفحہ ۸۹ پر لکھا گیا ہے کہ احترام صحابیت ان کے رگ احساس میں سرایت کیے ہوئے نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو قاضی صاحب کے قلم سے اصحاب رسول کے بارے میں اہانت آمیز کلمات کبھی نہ نکلتے۔(جنتری ص۸۹)

(موعودہ خلافت راشدہ، ص۹، ۱۰، تحریک خدام اہل سنت پاکستان)

قاضی مظہر چکوالی کے اقرار کے مطابق خود اسی کا وہابی سپاہ صحابہ کا سرغنہ ضیاء الرحمن فاروقی اس کو اہل بیت، حضرت علی و امام حسن کے بغض میں مبتلا مانتا تھا۔اور اسی طرح صحابہ کا گستاخ بھی کہتا تھا، وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی فتوی لگا دے اور اس بات کا اقرار کرلے کہ اس کے وہابی بغض اہل بیت وصحابہ میں مبتلا تھے۔اگر ابھی بھی اس کا دل نہیں بھرا تو ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیں جس میں معاملہ اُلٹ ہے۔

قاضی مظہر چکوالی ضیاء الرحمن فاروقی کا حضرت حجر بن عدی سے بغض کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مولوی ضیاء الرحمن فاروقی حضرت حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں: بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو قتل کرایا، یہ بڑے عابد وزاہد تھے، خارجی بھی بڑے قرآن خواں اور عابد زاہد تھے لیکن حضرت علی کے خلاف آمادہ بغاوت ہوئے تو امیر المومنین علی نے جنگ نہروان میں ان کو تہ تیغ کر دیا، حجر کی طرح حجر کے لڑکے عبداللہ اور عبدالرحمن بھی شیعہ تھے۔(سیدنا معاویہ ص ۱۶۴)

(موعودہ خلافت راشدہ، ص ۴۸، تحریک خدام اہل سنت پاکستان)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ وہابی دیوبندی ضیاء الرحمن فاروقی حضرت حجر بن عدی سے بغض کی وجہ سے ان کو شیعہ کہتا تھا۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی بھی کہہ دے کہ یہ شیعہ ہی تھے تو پہلے سے ہی وہابیہ اسمعیلیہ کا منہ بند کر دیتے ہیں۔

قاضی مظہر چکوالی لکھتا ہے:

مولوی ضیاء الرحمن صاحب کا یہ بہتان ہے کہ حجر بن عدی شیعہ تھے۔۔۔امام ابن اثیر حضرت حجر بن عدی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں یہ اوران کے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے۔اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے فضلائے صحابہ میں تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔مشاہیر صحابہ سے ہیں۔(موعودہ خلافت راشدہ،ص ۴۸،تحریک خدام اہل سنت پاکستان)

وہابی غرابی ساجد خان کی ہر طرح کی عیاری،مکاری اور دھوکہ بازی کا پردہ پہلے سے ہی چاک ہوگیا ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں صرف اور صرف وہی فتوی لگائے کہ چکوالی کو اہل بیت وصحابہ سے بغض تھا اور وہابی ضیاء الرحمن فاروقی کو صحابہ سے۔اور یہ خود اسی کے اپنے اور اس کے گھر کے اصول ہیں۔ہمیں کچھ کہنے یا ہمارے کسی بزرگ کا حوالہ دینے سے پہلے یہ پڑھ لے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

میں نے جو کچھ پیش کیا الزاما اور ردعمل کے طور پر پیش کیا لہٰذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہرگز قابل احتجاج نہ ہوں گے،جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے،لہٰذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں!!

(احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے،جلد اول،ص ۱۰۲۴،جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

یہ تمہارے ہی گھر کا گند ہے لہٰذا اپنے ہی گھر سے صاف کریں۔لیکن یہ یاد رہے کہ جب یہ گند صاف ہوگا تو تمہارے اعتراض کا جواب خود بخود ہوجائے گا۔

وہابی اسمٰعیلی دیوبندی قاسم نانوتوی پر دیوبندی کفر کا فتویٰ

خامساً: میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہم پر کوئی بھی اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی کتابوں کا مطالعہ کرلیا کرو کیونکہ جو اصول تم ہمارے لئے بنا رہے ہوتے ہو وہ تمہارے گھر میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔تم نے اوپر جو فتوی نقل کیا اور اس سے خود ساختہ مفہوم نکالتے ہوئے سارے ہی اہلسنت کو امام اعظم علیہ الرحمۃ سے بغض کرنے والا لکھا حالانکہ اس کا رد خود تمہارے ہی گھر سے ہم کرآئے۔ابھی آپ کے سامنے چند فتاوی اسی اصول سے پیش کرتا ہوں۔جواب دینا کہ تمہیں بھی اپنے امام وہابی احمدی قاسم نانوتوی سے بغض ہے؟اگر نہیں تو جو جواب تم دوگے وہی ہماری طرف سے قبول کرلینا۔

وہابی اسمٰعیلی عامر عثمانی لکھتا ہے:

اخلاص کا جنازہ نکالنے والی نفرت وعداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر وتحریر کی دسیوں شہادتیں عوام کے سامنے آچکی ہیں۔لیکن صرف نشاندہی نہیں،بلکہ اس نفرت وعداوت کا ڈھنڈورہ بھی اس فتوے نے پیٹ دیا،جس میں قاسم العلوم غزالی وقت حضرت العلامہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیان دار العلوم دیوبند نے نہ صرف اہلسنّت والجماعت سے خارج کردیا بلکہ **نعوذ باللہ من ذالک** کافر ٹھہرادیا!

کیوں؟صرف اس لئے کہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو وہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی عبارت سمجھے اور جماعت اسلامی کی کسی فرد پر کیچڑ اچھالنے اور بمباری کرنے میں انھیں جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے ایک نفرت کرنے والا قلب ہی محسوس کرسکتا ہے۔حقیقت میں اگر مفتیان کرام کے دل ودماغ پر عناد ونفرت کا پورا تسلط نہ ہوتا تو پہلی ہی نظر میں وہ سمجھ لیتے کہ یہ عبارت جس پر کفر کا فتوی لگا رہے ہیں۔جماعت اسلامی کے کسی فرد کی ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ اس کا انداز بیان اور اسلوب بداہۃ اب سے کافی پہلے زمانے کے طرز نگارش

کا حامل ہے لیکن جس طرح غصہ نفرت جوش انتقام اور حرص وحوس میں سے کوئی سا بھی جذبہ جب اپنی شدت وسعت کے ساتھ کسی انسان پر طاری ہوتا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و رجحان اور بصیرت و بصارت سب مغلوب و ماؤف ہو جاتے ہیں۔اور اس سے وہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالت میں ہرگز نہ کرتا۔اسی طرح مفتیان کرام کے دل ودماغ پر چھائی ہوئی بغض وعناد کی کُہر نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت ودانائی کو مغلوب کر کے یہ وسوسہ ڈالا کہ ہو نہ ہو یہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی خامہ فرسائی ہے۔جب یہ وسوسہ پیدا ہو گیا تو کارگہ عناد میں فتوی کفر کے ڈھلنے میں کیا دیر لگتی تھی۔

تفصیل اس اجمال کی سہ روزہ دعوت دہلی کی ۱۷ جنوری ۵۶ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔کسی نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی چند سطریں ان کی کتاب تصفیۃ العقائد سے نقل کر کے دارالافتاً دارالعلوم دیوبند کو بھجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں آنجناب کا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

خدا جانے کونسی منحوس گھڑی تھی کہ ان عقیل وفہیم مفتیوں کے دماغ میں جن کے ہزاروں فتوے ملک کے کونے کونے کو علم دین کی روشنی پہنچاتے رہے ہیں۔اور جن کے علم وفضل کی قسمیں تک کھائی گئی ہیں۔یہ بات آ گئی کہ ہو نہ ہو یہ عبارت مودودی کی یا اسکے کسی چیلے کی ہے بس پھر کیا تھا۔آؤ دیکھا نہ تاؤ۔مندرجہ ذیل فتوی صادر فرمایا۔

فتوی نمبر۔الجواب:۔

انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ان کو مرتکب معاصی سمجھنا والعیاذ باللہ اہلسنت والجماعۃ کا عقیدہ نہیں۔اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔

فقط واللہ اعلم۔سید احمد علی سعید۔نائب مفتی دارالعلم دیوبند جواب صحیح ہے۔ایسے عقیدے والا کافر ہے۔جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔مسعود احمد عفا اللہ عنہ۔۔مہر دارالافتائی دیوبند الہند

سنا گیا ہے کہ فخر الاماثل محترم ومعظم جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس فتوے سے متعلق کوئی بہت طویل توضیحی مضمون لکھ کر اشاعت کے لئے اخبارات کو بھیجا ہے۔یہ ابھی تک ہماری نظروں سے نہیں گزرا بے شک مذکورہ فتوے سے حضرت العلامہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے دامن صافی پر جو سیاہی حد درجہ افسوس ناک طور پر ڈالی گئی ہے اس کو دھونا نہ صرف حضرت موصوف کا فرض ہے۔بلکہ ہر اس شخص کا فرض ہے جو حضرت مولانا قاسم کی فضیلت وعظمت سے باخبر ہو۔اور جو بدنامی اس فتوے سے دارالعلوم جیسے معزز ادارے کی ہوئی ہے اسکی مناسب تلافی کرنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب سے زیادہ موزوں اور بہتر کون ہو سکتا ہے؟

تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت مہتمم صاحب قبلہ صرف یہی تو کر سکتے ہیں کہ فتوی مذکور کی غلطی اور حضرت مولانا قاسم کی عبارت کی صحت وصداقت کو بیش از بیش دلائل سے واضح فرما دیں لیکن یہ چیز فی الحقیقت مناسب تلافی نہیں کرے گی کیونکہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاکم بدہن کافر وگمراہ ہونا تو کجا معمولی غلط نویس ہونا بھی نہ تو اس شخص کے نزدیک درست ہے جس نے اپنے مضمون میں مذکورہ فتوے کو نقل کیا ہے نہ ہم ایک منٹ کو بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ایسی بات نکل سکتی ہے جو قرآن وسنت کے سراسر خلاف ہو مضمون نگار کا اور ہمارا بالیقین یہی خیال اور فیصلہ ہے کہ غلطی فتوے دینے والوں کی ہے۔اور غلطی کے پیچھے بے علمی نہیں عصبیت کارفرما ہے تب مولانا قاسم صاحب کی عبارت کی توثیق وتصویب تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہیں۔بلکہ اس سے یہ حقیقت اور بھی زیادہ ثابت وصادق ہو جائے گی کہ زاویہ نظر اور نیت اگر صالح نہ ہو تو صحیح سے صحیح تر چیز بھی غلط سے غلط تر نظر

آ سکتی ہے نیز یہی مفتی ہیں جن کے قلم سے مودودی اور جماعت اسلامی کے بارے میں مخالفانہ فتوؤں کا صدور ہوتا رہا ہے۔لہٰذا جتنی جتنی مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصویب وتصدیق کی جائے گی اتنی ہی اتنی یہ بات مسلم اور محقق ہوتی چلی جائے گی کہ عبارات کے تراشوں پر دیئے ہوئے سابقہ فتوے غلط درغلط تھے۔ جو شخص یا اشخاص سورج کو سیاہی کا گولہ سمجھ کر اکدم اس کے تاریک تر ہونے کا فتوی داغ دیں وہ سورج سے کم روشن چیز کے بارے میں کیونکر عادل وثقہ سمجھے جاسکتے ہیں۔

ہم سمجھتے تھے کہ فتوے نویسی کے کم وبیش ایسے ہی ایک گذشتہ واقعہ کے بعد یہ تازہ ہولناک حادثہ ہمارے بزرگوں کو شاید اس غیبی اشارہ کی طرف مائل کردے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔وہ مخالفت وجدل کا سابقہ طرز چھوڑ کر مفاہمت اور اتحاد ومحبت کی طرف مائل ہوں۔اور ہمدرد وغمخوار بن کہ جماعت اسلامی کے افراد کو نرمی دلسوزی غمخواری اور حسن کلام کے ساتھ سمجھائیں کہ بھائی تم نے جو فلاں فلاں کتاب میں فلاں فلاں بات لکھی ہے اس میں یہ نقائص ہیں، یہ شرعی قباحتیں ہیں۔تم نے فلاں جگہ جو طرز انشاء اختیار کیا ہے اس سے برے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔تم دین کی خدمت کے جذبے میں حدود شریعت سے نہ بڑھو۔۔۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند،ص۹،اپریل ۱۹۵۶ء،دفتر تجلی دیوبند)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جب اپنے وہابی امام نواب قاسم نانوتوی کو اس فتوے سے بچائے گا خود بخود ہی اس فتوے کا جواب ہو جائے گا جو اس نے نقل کر کے بغض وعناد کے فتوے سنائے ہیں۔کیا وہابی اسمٰعیلی یہاں کہے گا کہ دار دیو کے مفتوں کو گنگوہی کے دلبر جانی نواب نانوتوی سے بغض وعناد تھا۔؟اگر جواب انکار میں ہے تو وہاں کیسے ثابت ہو رہا ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی اس فتوی کی ساری کہانی عامر عثمانی پر ڈال دے اور یہ کہہ کر کہ یہ مودودی تھا اور یہ تھا وہ تھا وغیرہ وغیرہ جان چھڑانے اور اپنے وہابی اسمٰعیلی نواب قاسم نانوتوی کو کافر وگمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش کرے تو پہلے سے ہی میں عرض کر دیتا ہوں کہ یہ فتوی عامر عثمانی کا نہیں وہ تو محض ناقل ہے یہ فتوی دار دیو کے مفتوں کا ہے لہٰذا وہابی اسمٰعیلی عامر عثمانی کو کچھ کہنے کے بجائے دار دیو کے مفتوں کے گلے میں ہاتھ ڈالے اور جو کچھ بھی کہنا ہے انہیں کہے۔

قارئین!بات یہیں ختم نہیں ہوئی ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی گھر کے اندر چھوڑ کر آئیں گے جہاں سے یہ بھاگ کر اِدھر اُدھر چھپنے کی کوشش کرتا ہے۔وہابی احمدی دیوبندی نواب قاسم نانوتوی تو وہابی فتوی سے کافر ہوا ہی،اب قاری طیب پر فتوؤں کی کہانی بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی دیوبندی قاری طیب پر وہابی اسمٰعیلی دیوبندی فتوے

دیوبندی عامر عثمانی یہ ایک حادثہ ایک کہانی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

اب آپ استفتاء ملاحظہ فرمائیں جو ضلع بھاگلپور سے دار العلوم ہی کے ایک فاضل جناب انیس الرحمان قاسمی نے دار الافتاء کو بھیجا تھا۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فارسلنا إليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:۔

اقتباس:۔ یہ دعوی تخیل یا وجدان محض کی حد سے گذر کر ایک شرعی دعوی کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراً کے سامنے جس شبیہہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہوکر پھونک ماری وہ شبیہہ محمدی تھی۔اس ثابت شدہ دعوی سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے شبیہہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس:۔ پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک حد تک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو

اقتباس:۔ حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کیے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہوگئی الولد سر لابیہ.

اقتباس:۔ بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت اور مقامات خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہ محمدی سے خلقاً وخلقاً رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دوشریکوں میں یا باپ وبیٹوں میں ہونی چاہیے۔

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت وعدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا "شرعی دعوی " کرنیوالا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیا ہے؟ المستفتی

الجواب: جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں ان کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کررہا ہے بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب اوران کا انکار کررہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے وہ شبیہہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا بلکہ " مثل عیسی عند الله کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال (کن فیکون) کلمة القاها الی مریم و روح منه فارسلنا الیها روحنا فتمثل لهابشر سویا (الی قوله تعالی) فقال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زکیا ۔ قال ربك هو علی هین ولنجعله آیة للناس الی اٰخر الآیات" ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبیین،، کے قائل تھے اوراس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکورہ ملحد و بے دین ہے عیسائیت وقادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔ وہ اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسی ابن اللہ کو صحیح و ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤس الاشہاد قران عزیز نے کی ہے۔ نیز لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم الحدیث۔ بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن واحادیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اسطرف کان نہ لگانا چاہیے، بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم۔ سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند۔

یہ استفتاء اور جواب روزنامہ دعوت دہلی میں شائع ہوا اور ساتھ ہی یہ زلزلہ افگن راز بھی اسی میں بے نقاب کیا گیا کہ استفتاء کے اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب اسلام اور مغربی تہذیب کے ہیں۔ ویسے ہمارے لیے تو یہ راز راز نہ تھا کیونکہ یہی استفتاء چند ماہ قبل قاسمی صاحب نے ہمیں بھی بھیجا تھا اور اسمیں مہتمم صاحب کے نام کی پردہ داری نہیں کی گئی تھی۔ تجلی میں کسی سوال وجواب کی فوری اشاعت تو یوں بھی آسان نہیں ہوتی پھر اس استفتاء کے بارے میں ہم نے خیال کیا تو حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو کر لینے کے بعد جواب لکھیں۔ مگر ان دنوں موصوف زیادہ تر سفر میں رہے اور جن دنوں دیوبند قیام رہا راقم الحروف باہر چلا گیا۔ اس طرح یہ معاملہ ٹلتا رہا اور ٹلنا بھی فی الحقیقت ایک تقدیری امر تھا۔ تقدیر ساز ہی نے جب سے یہ فرمادیا ہو کہ **مفتی مہدی حسن صاحب کا قلم مہتمم صاحب کی تکفیر کرے اور اولو الالباب کے لئے عبرت کا سامان فراہم ہو تو ہمارے قلم سے فوری جواب کیونکر نکل جاتا۔**

قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

ابھی زیادہ مدت نہیں گزری کہ ذمہ دارانہ تحقیق کے بغیر فتوی دینے کی خراب عادت نے حضرت مولانا قاسم صاحب کو وادی کفر تک پہنچا یا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ آئندہ ایسے عاجلانہ فتوے نہ صادر کئے جائیں لیکن عبرت پذیری کم ہی لوگوں کے حصے میں آئی ہے اپنی عظیم ذمہ داریوں کا پورا احساس کئے بغیر حضرت مفتی صاحب آج بھی بے احتیاطی پر قائم ہیں۔ ایک اسی فتوے کا معاملہ نہیں۔ اور بھی کتنے ہی فتوے وقتا فوقتا ان کے قلم سے ایسے نکلتے رہتے ہیں جو نہ نکلنے چاہئیں، لیکن ان کی زد چونکہ کسی ایسے خطرناک نشانے پر نہیں پڑتی جوان کی راتوں کی نیندیں حرام کردے اس لیے بات بڑھتی نہیں۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند، ص ۷، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، دفتر ماہنامہ تجلی دیوبند)

امید ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عقل اپنی جگہ آ گئی ہوگی۔ اور جو اعتراض اس نے ہم پر کیا ہے اس کا جواب بھی سمجھ گیا ہو گا۔ اور تھوڑی دیر پہلے جو بغض بغض کی گردان ہمیں سنا رہا تھا وہ بھی ابھی بند ہوگئی ہوگی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ اس کے مفتی مہدی حسن وہابی نے جو فتوی دیا ہے وہ قاری طیب کے بغض کی وجہ سے دیا ہے۔ اگر ہاں میں جواب ہے تو بھی تمہیں مبارک اور اگر انکار ہے تو بھی تمہیں مبارک کہ تمہارے ہی اعتراض کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔

قارئین! بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ ماہنامہ تجلی میں اسی سے متصل قاری طیب کا وضاحتی بیان بھی موجود ہے لیکن اس کے بعد وہابی اسمٰعیلی مہدی حسن جو کہ فتوے لگانے والا ہے اس کا مضمون بھی موجود ہے۔ ہم وہ قارئین! کے لئے بیان کر دیتے ہیں جس سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی کے ساتھ ساتھ اس کے اعتراض کا جواب بھی ہو جائے گا اور ایسے ایسے اصول سامنے آئیں گے جن سے وہابیت اسمٰعیلیت مزید غرق ہو جائے گی۔

وہابی دیوبندی عامر عثمانی لکھتا ہے:

اطلاع عام: جمادی الاول ۔۔ کو مولوی انیس الرحمن قاسمی ساکن ضلع بھاگلپور نے بغیر ذکر نام کتاب کے چند اقتباسات پیش کرتے ہوئے سوال کیا تھا کہ یہ چار اقتباسات اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔ سائل کی ایمانداری اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس کتاب کے اقتباسات پیش کیے گئے صاحب کتاب سے خود براہ راست مراد و مقصود کو متعین کر لیتے کہ ان عبارتوں کا کیا مطلب ہے۔ اہل سنت کے مسلک اور ظاہر قرآن وحدیث کے مخالف تو نہیں ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ کتاب و مصنف دونوں کا نام چھپا کر سوال کی صورت میں اقتباس پیش کئے گئے۔ اقتباسات اپنی ظاہری صورت وعبارت کے لحاظ سے ظاہر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور مسلک اہل سنت کے خلاف معلوم ہونے پر ۸۲/۵/۲۰ کو اس کا جواب لکھا گیا اور روانہ ہوگیا۔ اس جواب کے پہنچنے کے بعد بھی سائل کے ذمہ ضروری تھا کہ صاحب کتاب سے دیانت داری کے سات مقصود و مراد کی وضاحت کرا لیتے لیکن یہ صورت بھی نہ ہوئی بلکہ ہنگامہ اور فتنہ برپا کرنے کے لئے سوال وجواب کو اخبار دعوت دہلی مورخہ ۲۲ دسمبر ۶۲ء میں شائع کرا دیا۔ جواب کے لکھنے کے وقت تک مجھے کتاب کے نام اور صاحب تالیف کا علم نہ تھا کہ یہ اقتباس کتاب اسلام اور مغربی تہذیب کے ہیں جو حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کی تصنیف ہے۔ اخبار دعوت دیکھنے کے بعد علم ہوا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔ جواب صرف قاسمی مکتب خیال کے مولوی انیس الرحمن صاحب کے اعتماد پر لکھا گیا تھا۔ اخبار دعوت میں اشاعت کے بعد علم ہوا کہ مقصود حقانیت نہ تھی عوام کے ذہنوں کو پریشان کرنا اور کسی قلبی مضمر شے کا بخار نکالنا تھا ورنہ اشاعت نہ کی جاتی اور مولف مدظلہ سے تحقیق کر لی جاتی۔ اب

جبکہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے اپنے وضاحتی بیان میں اقتباسات کے متعلق توضیح وتشریح فرمادی اور مقصود کو ظاہر فرمادیا جو اخبار الجمعیۃ مورخہ ۴ شعبان میں شائع ہو چکا ہے اس کی روشنی میں جواب کا حکم ان اقتباسات کتاب اور صاحب کتاب پر عائد نہیں ہوتا۔اس بیان کی روشنی میں میں اپنے جواب سے رجوع کرتا ہوں کہ یہ جواب اس وضاحت بیان کے بعد کالعدم ہے اطلاع عوام کے لیے یہ تحریر لکھدی تاکہ فتنہ اور ہنگامہ پیدا نہ ہو۔اسلامی جماعت کے ارکان کے ایمان ودیانت کا مقتضی یہ نہیں ہے جو اس قسم کے سوال میں ظاہر کیا گیا ہے۔اس سے کئی سال قبل بھی گمنام اقتباس نقل کر کے جواب حاصل کیا گیا تھا۔سائل کی ایمانداری یہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو اور کتاب ومولف کو ظاہر کردے کہ میں کون ہوں اور کیوں سوال کر رہا ہوں اور کتاب کا نام کیا ہے تاکہ اس کے سیاق وسباق کو دیکھا جائے تاکہ مقصود واضح ہو۔الحاصل جواب سے میں نے رجوع کرلیا ہے۔وضاحت کے بعد جواب کا وہ حکم اقتباسات پر عائد نہیں ہے۔والسلام علی من اتبع الہدی۔(سید مہدی حسن (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) (ماہنامہ تجلی دیوبند،ص ۱۱، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، دفتر ماہنامہ تجلی دیوبند)

وہابی اسمعیلی مہدی حسن کے اس جواب پر ہمارے بہت سارے سوالات ہیں جو ہم کسی اور مقام پر کریں گے۔ابھی فی الحال وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہ کہتے ہیں کہ اسی جواب کو ہماری طرف سے بھی جواب سمجھ لو اور اس طرح کے لایعنی اعتراضات کر کے اپنے آپ کو اور اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کو مزید ذلت پر پیش نہ کرو۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان رجوع کب کرے گا؟

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: یہاں ہمارا مقصود یہ ہے کہ جب خود اس فرقہ کے ایک مستند عالم کی طرف سے متنازعہ فیہا امور میں حنفیت کو مقیاس کسوٹی بنانے کا اصول ہمارے سامنے آ گیا تو اب ہم اسی مقیاس کی بنیاد پر اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند اور اہل بدعت جماعت بریلویہ کے درمیان اختلافی امور میں احناف کے مسلک کو آپ کے سامنے پیش کرنے جا رہے ہیں، اگر یہ مسلک ہماری تائید کرتا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ہی اہل سنت ہیں اور اہل بدعت نے اس امت میں تفرقہ ڈالا اور اگر یہ مسائل اہل بدعت کی تائید کرتے ہوں تو ہمیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے میں سب سے پہلے پائیں گے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: تو اس عبارت سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کا وہ جھوٹ ثابت ہو گیا کہ ''ہم سادات احناف کو ثالث ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں'' کیونکہ اس نے خود ہی لکھا ہے کہ ''جب خود اس فرقہ کے ایک مستند عالم کی طرف سے متنازعہ فیہا امور میں حنفیت کو مقیاس کسوٹی بنانے کا اصول ہمارے سامنے آ گیا۔'' اسی کے اس اقرار سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہم سادات احناف کو مقیاس وکسوٹی مانتے ہیں ورنہ یہ اصول کیسے بنے گا؟

ثانیاً: بحمد للہ ہم نے آنے والے صفحات میں سادات احناف ہی سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے سوائے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کے اور کچھ نہیں کیا اور سادات احناف ہمارے ساتھ ہیں۔لہٰذا وہابی اسمعیلی اپنے اس اقرار کے مطابق رجوع کرے ورنہ یہ لکھ کر ''اور اگر یہ مسائل اہل بدعت کی تائید کرتے ہوں تو ہمیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے میں سب سے پہلے پائیں گے'' بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جھوٹ ہی بولا ہے۔

بحمد للہ ہم حنفی بھی ہیں اور مجدد الف ثانی کے چاہنے والے بھی

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: البتہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بدعت شکن عبارات

خاص طور پر آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اس لیے ان کا ذکر اہل بدعت ہی کی زبانی ملاحظہ فرمالیں۔۔۔حالانکہ یہ محض کذب بیانی اور ناخواندہ قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ جناب نام نہاد مجدد مولانا احمد رضا خان بریلوی حنفیت اور مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے باغی تھے۔آپ کے اہل بدعت بھی مسلک حنفیت کے نہیں بلکہ مسلک رضا خانی کے پیروکار ہیں، ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں اب آپ اگلے صفحات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۵،۱۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے قسم کھائی ہے کہ سچ کو کبھی بھی زبان پر نہیں لائے گا اور اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کی طرح جھوٹ پر جھوٹ بولے جائے گا۔ یہاں بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دب کے جھوٹ بولا ہے۔

اولاً: خود وہابی اسمعیلی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی بات نہیں مانتے بلکہ فتوی دھرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ میں یہاں اجمالا بیان کر دیتا ہوں، تفصیل آگے کتاب میں ہے۔مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تشہد میں انگلی اٹھانے کو(جس کو رفع سبابہ کہتے ہیں)بدعت کہتے ہیں۔جبکہ وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کہتا ہے کہ ہم ٹکا کے کرتے تھے۔اسی طرح دیگر وہابی اسمعیلی بھی کرتے ہیں۔

ایک وہابی اسمعیلی عبدالقدوس دیوبندی لکھتا ہے:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس کی سنیت سے انکار کیا ہے لیکن اس بارہ میں آپ کی تحقیق محل کلام ہے اس پر فتوی نہیں دیا جاسکتا۔۔۔(مجلہ صفدر کا شیخ المشائخ نمبر،ص 307،حق چار یار اکیڈمی گجرات)

نوٹ!ایک اور وہابی اسمعیلی نے اس کو بدعت کہا ہے۔وہ حوالہ آگے آرہا ہے۔

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جب تمہارے ہی وہابیوں کے نزدیک مجدد صاحب کی تحقیق محل کلام ہے اور اس پر فتوی نہیں دیا جاسکتا تو اگر بالفرض کسی اور نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کسی عبارت کے بارے میں کچھ کہہ دیا ہے تو تکلیف کیوں ہے؟۔اسی طرح مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ زبان سے نماز کی نیت کو بدعت کہتے ہیں جبکہ ساری دیوبندیت وہابیت اس کو جائز کہتی ہے۔مجدد صاحب صاحب مزار سے مدد مانتے ہیں اور اپنے مرید کو مشکل میں پکارنے کا کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جبکہ وہابیت اسمعیلیت مل کر اس پر کفر وشرک کے فتوے ٹھوکتی ہے۔بحمد اللہ اس کی مکمل تفصیل آگے ہی آرہی ہے لہٰذا یہاں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ثانیاً: قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے تو وہابیت اسمعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا، وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کو ایسا چاک کیا ہے کہ اب اس کے لئے کوئی کپڑا بھی نہیں ہے۔قاضی صاحب علیہ الرحمۃ علم غیب کے قائل،غیر اللہ سے مدد کے ایسے قائل کہ خود وہابیہ نے نام لے کر رد کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔اس سب کے باوجود بھی وہابیہ اسمعیلیہ امکانیہ کا ان کو اپنا کہنا ان کے اپنے ہی اصول سے بہت بڑا دھوکہ ہے۔اور وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ثالثاً: باقی وہابی اسمعیلی ساجد خان کا یہ کہنا بھی کھلا جھوٹ ہے کہ" مولانا احمد رضا خان بریلوی حنفیت اور مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے باغی تھے۔"اس کا ثبوت ہم ماقبل میں دے چکے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہی ایسے تھے کہ ان جیسا کوئی حنفی نہیں تھا اور آگے بھی اسی کا ثبوت آرہا ہے۔

رابعاً: اسی طرح وہابی اسمعیلی کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ"آپ کے اہل بدعت بھی مسلک حنفیت کے نہیں بلکہ مسلک رضا خانی کے پیروکار ہیں۔"اور اس جھوٹ پر مہر خود وہابیہ اسمعیلیہ نے لگائی ہے۔جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔

خامسا: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بھی سیاہ ترین جھوٹ بولا کہ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں آپ اگلے صفحات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے آگے جو دلائل دیئے ہیں وہ سب کچھ مقدمے سے ہی معلوم ہو گئے ہیں۔ جس نے ابتداء ہی میں اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی طرح اتنی عیاریاں، مکاریاں کیں ہوں آگے اس نے کیا کیا ہوگا یہیں سے معلوم ہوجاتا ہے۔

دیوبندی حنفی نہیں وہابی ہیں اکابرین وہابیہ کا اقرار

قارئین! یہاں تک تو آپ نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے جھوٹ، فریب، عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا جواب دیکھا۔ اب ہم کچھ حقیقت حال آپ کو وہابی اسمٰعیلی کے اصول کے مطابق بیان کر دیتے ہیں۔ جس سے اس کی اصلیت آپ پر واضح ہوجائے گی کہ یہ حنفیت کا نام لے کر وہابیت وہابیت کھیل رہی ہے۔

(۱) دیوبندی مولوی منظور نعمانی اپنے وہابی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔

(سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص ۲۰۲، معھد الخلیل الاسلامی)

لیجئے! جس کے بڑے اتنی سختی سے وہابیت کا اقرار کریں، وہ دوسروں کو حنفیت سے نکال رہے ہیں۔ وہابی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے وہابیوں کی طرح وہابیت کا اعلان کرے کیونکہ حنفیت پر عمل نہ تو اس کے آباء کا کام تھا اور نہ ہی اس کا۔

(۲) دیوبندی مولوی زکریا تبلیغی بھی ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہے:

میں خود تم سب سے بڑا وہابی ہوں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص ۲۰۴، معھد الخلیل الاسلامی)

وہابی ایک دوسروے کے ساتھ وہابیت وہابیت کھیل رہے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑا وہابی بن رہا ہے لیکن ساجد خان دیوبندی کو نہ جانے کیا چیز پریشان کر رہی ہے کہ اپنے وہابی اکابرین کی پیروی کرنے اور علی الاعلان اپنی وہابیت کا اقرار کرنے کے بجائے، حنفیت کے لباس میں چھپ کر وہابیت پھیلا رہا ہے۔ بحمد للہ ہم نے وہابیت اسمٰعیلیت کے سارے کرتوت انہی کے اصولوں سے بیان کر کے اس کی اس جھوٹی حنفیت کی چادر اتار دی ہے۔ اب سب اس کو پہچان لیں گے اور اس کی حقیقت کو جان لیں گے۔

(۳) دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب اپنے وہابی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح، جلد اول ص ۴۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جن کے اکابرین کے گھر نذر و نیاز سے چلتے تھے اگر یقین نہ آئے تو قتیل بالاکوٹی سید احمد کی سوانح اٹھا کر دیکھ لیں یا پھر آنے والے اوراق کا ہی مطالعہ کر لیں سب کچھ واضح ہوجائے گا۔ وہ اپنی وہابیت اسمٰعیلیت کا اظہار کرنے کے لئے فاتحہ و نیاز سے انکار کر رہے ہیں۔ بہر حال اس سے یہ بات تو ثابت ہو ہی جاتی ہے کہ ساجد خان کے اکابرین اپنے وہابی ہونے کا اقرار کرتے تھے۔

دیوبندی اشرفعلی تھانوی مزید لکھتا ہے:

اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں، پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۲، ص ۵۷، تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابیت سے ان لوگوں کو کتنی محبت تھی اور یہ اس کے لئے کتنی تگ و دو کرتے تھے۔ ان کی ساری زندگیاں اسی میں گزر گئیں کہ لوگوں کو وہابی کس طرح بنانا ہے۔ اور ان کے عقیدے کس طرح خراب کر کے حنفیت کا باغی بنانا ہے۔

اشرفعلی تھانوی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

ایک صاحبِ بصیرت وتجربہ کار کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۷، ص ۹۵، تالیفات اشرفیہ ملتان)

اور کیا اور کیسا حوالہ دیں، وہابیہ ہی کے صاحب بصیرت وتجربہ کار شخص کہہ رہا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کو اپنی وہابی قوت کا علم نہیں ہے۔

(۴) وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کے ممدوح عبدالحق حقانی صاحب لکھتے ہیں:

سرسید پکے وہابی متبع مولوی اسمٰعیل صاحب ہوگئے۔ (تفسیر حقانی، جلد اول، ص ۴۰ ۳، کتب خانہ میر محمد کراچی)

(۵) دیوبندی مولوی منظور نعمانی لکھتا ہے:

سلیمان علیہ السلام کا ہدہد بھی وہابی (دیوبندی) تھا۔۔۔

ایک اور مقام پر کہتا ہے:

ولکن (یقول) کونوا ربّنیین۔ لیکن وہ رسول کہتا ہے کہ ''وہابی'' جاؤ!۔ (مجلہ صفدر، شمارہ نمبر ۴۰، ص ۳۰، ۳۱، مظہریہ دارالمطالعہ)

لیجئے! یہاں تو بات ہی ختم کردی اور وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنا وہابی ہونا قرآن سے ثابت کردیا ہے۔ اور پھر بات انسانوں تک ہی نہیں رکھی بلکہ پرندوں کو بھی وہابی بنادیا۔ ایک طرف کہتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد وہابی تھا تو دوسری طرف قرآن کریم کی تحریف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے کہ معاذ اللہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ وہابی بن جاؤ۔ جب وہابی ہونا اتنا مقدس ہے تو وہابیہ اسمعیلیہ اپنے آپ کو وہابی اسمٰعیلی کہتے ہوئے آج کل شرماتے کیوں ہے۔ اور ان کے زعم کے مطابق جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمارہے ہیں اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔؟

میں تمام وہابیوں دیوبندیوں زندہ یا مردہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ایک تفسیر کا حوالہ دے دو جنہوں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ وہابی ہوجاؤ۔ وہابی اسمٰعیلی مرجائے گا مٹی ہوجائے گا پر کسی سے بھی ثابت نہیں کرسکے گا اور کوئی ایک حوالہ بھی نہیں دے سکے گا۔ دوسروں پر صبح شام تحریف تحریف کی رٹ لگانے والے خود ہی محرف ہیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ جب تمہارے آباء قرآن کریم سے ثابت کررہے ہیں کہ وہابی ہوجاؤ، تو تم حنفیت کی چادر میں کیوں چھپنا چاہتے ہو؟ اور ایک مقدس چادر کو داغ دار کیوں کرنا چاہتے ہو۔ کھل کر اعلان کرو دیوبندی کل بھی وہابی تھے اور آج بھی وہابی ہیں ان کا حنفیت کے ساتھ نہ کل تعلق تھا اور نہ ہی آج ہے۔

قارئین! ہم نے خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے مسلمہ وہابیوں سے ثابت کردیا ہے کہ یہ حنفی نہیں بلکہ منفی ہیں اور وہابیت پھیلانا اور وہابی بنانا ان کا کام ہے۔ یہ سادات احناف کے باغی تھے، ہیں اور رہیں گے کیونکہ انہوں نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب پر عمل نہیں کرنا بلکہ اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کے پیچھے چلنا ہے کیونکہ ان کی نجات امام اعظم علیہ الرحمۃ کی پیروی پر موقوف نہیں بلکہ وہابیوں کی اتباع پر موقوف ہے۔ آپ کوئی ایک بھی وہابی اسمٰعیلی نہیں لاسکتے جس نے یہ کہا ہو کہ فقہ حنفی پر عمل کروگے تو نجات پاجاؤگے ہاں یہ ضرور کہا ہے کہ اس زمانے میں نجات گنگوہی کی اتباع پر موقوف ہے۔

☆☆☆..............☆☆☆

وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان اپنے وہابیوں کے فتاوی کی زد میں

وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ دوسروں کی کسی بھی بات کو اٹھا کر اُصول بنا کر ناچیخنا شروع کر دیتے ہیں لیکن اپنے گھر کے مسلمہ اصولوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنے وہابی اسمعیلی آباء کو بچانے کے لئے آج کل ایک نیا کام شروع کیا ہوا ہے کہ یہ اس کے فتوے سے کافر اور وہ اس کے فتوے سے کافر وغیرہ وغیرہ لیکن جب وہابیہ اسمعیلیہ کو ان کے اسی مسلمہ اصول سے انہی کے وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کا گند دکھایا جاتا ہے تو ایسے بھاگتے ہیں جیسے ان کا بڑا اذان سن کر بھاگ جاتا ہے۔ میں وہابیہ اسمعیلیہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں سے منوانے کے بجائے پہلے خود اپنے اصول سے اپنے ہی گھر کے مسلمہ اصولوں کو مان لو۔ وہابیہ اسمعیلیہ نے ایک اصول بنایا ہے۔ ہم اسی پر ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کی اوقات اسی کے گھر سے بیان کر دیتے ہیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کی مصدقہ کتاب میں یہ اصول لکھا ہے:

(کاظمی صاحب بریلوی عدالت میں) قارئین کرام! سب سے پہلے ہم کاظمی صاحب کو بریلوی عدالت میں پیش کرتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے جس شخص نے علماء دیوبند کے خلاف قلم اٹھایا ہے اس کی حیثیت اپنے مسلک میں کیا ہے۔

(الحق المبین پر ایک نظر، ص 17، پی ڈی ایف)

نوٹ! اس کتاب پر اس کے استاذ جی نجیب اللہ کی تقریظ بھی موجود ہے۔

ہم بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اسی مصدقہ اصول سے اس کو دیوبندی وہابی باڑے میں کھرلی پر باندھ دیتے ہیں جہاں سے یہ اپنی مرضی کے مطابق جو اس کو پسند آئے اسی میں ہی منہ مارتا رہے گا۔

(۲) وہابی اسمعیلی احمدی ابوایوب لکھتا ہے:

اوکاڑوی صاحب؛ بریلوی علماء کے فتاوی جات کی زد میں: سفید و سیاہ کی علمی حیثیت تو آپ کو یہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کے متعلق کچھ معروضات اپنے قارئین کے سامنے رکھیں۔ لیکن ہم اوکاڑوی صاحب کی طرح اپنی طرف سے کوئی فتوی نہیں لگائیں گے۔ بلکہ اوکاڑوی صاحب کو بریلوی علماء کی تحریرات کی روشنی میں آئینہ دکھائیں گے۔ جس سے مسلک بریلویت میں اوکاڑوی صاحب کا مقام و مرتبہ قارئین کے سامنے واضح ہو جائے گا اور خود اوکاڑوی صاحب کو بھی معلوم جائے گا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ کو دن رات گستاخ گستاخ کا طعنہ دینے والے کی اپنی حیثیت ان کے مسلک میں کیا ہے؟

(سیاہ و سفید پر ایک نظر، ص 25، عالمی مجلس تحفظ اکابر دیوبند)

ہم بھی وہابی اسمعیلی ابوایوب کے اسی اصول کے مطابق کہتے ہیں کہ: وہابی اسمعیلی ساجد خان: وہابیوں اسمعلیوں احمدیوں کے فتاوی جات کی زد میں: بریلویت بمقابلہ حنفیت کی علمی حیثیت تو آپ کو یہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے متعلق کچھ معروضات اپنے قارئین کے سامنے رکھیں۔ لیکن ہم وہابی اسمعیلی کی طرح اپنی طرف سے کوئی فتوی نہیں لگائیں گے۔ بلکہ وہابی اسمعیلی کو وہابی اسمعیلی دیوبندی احمدی امکانی علماء کی تحریرات کی روشنی میں آئینہ دکھائیں گے۔ جس سے مسلک وہابیت احمدیت اسمعیلیت میں وہابی ساجد خان کا مقام و مرتبہ قارئین کے سامنے واضح ہو جائے گا اور خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھی معلوم جائیگا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ کو دن رات حنفیت کی بغاوت کا طعنہ دینے والے کی اپنی حیثیت ان کے مسلک میں کیا ہے؟

(۳)وہابی اسمعیلی دوست محمد لکھتا ہے:

طاہر ہاشمی کا گستاخ صحابہ ہونا اپنے اصولوں کی روشنی میں: طاہر ہاشمی کوخواہ مخواہ کھینچ تان کر صغرے کبرے اور خود ساختہ اصول بنا کرا کا بر اہلسنت کو معاذ اللہ گستاخان صحابہ بنانے کا عجیب مشغلہ ہاتھ آیا ہے۔ہم ہاشمی ہی کے خود ساختہ اصولوں کی بنیاد پر اب خود ہاشمی صاحب کو بھی گستاخ صحابہ ثابت کرنے جا رہے ہیں سوملاحظہ ہو تفصیلی۔(پروفیسر طاہر علی ہاشمی کے افکار ونظریات اور علمی خیانتیں،ص 61،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ہم بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو آئینہ دکھانے کے لئے یہی کہتے ہیں کہ: وہابی اسمعیلی ساجد خان کوخواہ مخواہ کھینچ تان کر صغرے کبرے اور خود ساختہ اصول بنا کرا کا بر اہلسنت کو معاذ اللہ حنفیت کا باغی بنانے کا عجیب مشغلہ ہاتھ آیا ہے۔ہم وہابی دیوبندی ہی کو انہی کے اصولوں کی بنیاد پر گستاخ،کافر وغیرہ وغیرہ ثابت کرنے جا رہے ہیں۔

{......(حوالہ نمبر ا......)}

وہابی اسمعیلی ساجد خان قرآن پاک کی توہین و بےادبی کرنے والا دیوبندی فتویٰ

دیوبندی مولوی ساجد خان لکھتا ہے:

علم غیب کا دعوی قرآن کی نص قطعی کے معارض اس لئے اس کے دعوے سے کافر ہو جائے گا۔

(تاریخی مناظرہ علم غیب،ص ۶۲،نوجوانان احناف طلباء دیوبند)

مزید لکھتا ہے:

احمد رضا خان نے اگرچہ قرآن میں۔۔۔(مسلک اعلیٰ حضرت،19،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں قرآن مجید کوصرف قرآن کہا ہے۔اب اس پر اسی کے وہابی اسمعیلی علماء کے فتوے بھی دیکھ لیں۔

{......مخالف فتوی......}

دیوبندی مولوی محمد صابر لکھتا ہے:

قرآن پاک کوصرف قرآن کہنا یہ قرآن پاک کی بے ادبی ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

قرآن پاک کو خالی قرآن کہتے ہو،قرآن مجید کہو۔ یا قرآن پاک کہو یا قرآن عظیم کہو قرآن پاک کوصرف خالی قرآن کہنا یہ قرآن پاک کی توہین و بے ادبی ہے۔(بے ادب بے نصیب،ص ۱۹۰،مکتبہ الحسن)

نوٹ:اس کتاب پر وہابی دیوبندی الیاس گھمن،وہابی مفتی محمد حسن کے علاوہ درج ذیل دیوبندی علماء کی تصدیقیں ہیں:

(ا)عبدالقدوس ترمذی(۲)حافظ محمد اکرم(۳)محمد اسمعیل شجاع آبادی۔

{......نتیجہ......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی وہابی اکابرین کے اصول سے قرآن پاک کی بے ادبی وتوہین کرنے والا ہے۔

اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ قرآن پاک کی توہین کرنے والے پر وہابی اسمعیلی کیا فتوی لگاتے ہیں۔

قرآن کی توہین کفر ہے وہابی دیوبندی فتویٰ

دیوبندی مولوی عبدالحق صاحب لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی توہین موجب کفر ہے۔ (فتاوی حقانیہ، جلد اول، ص ۱۴۷، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

نوٹ: یہ فتاوی ۲۰ دیوبندیوں کا مصدقہ و پسند فرمودہ ہے۔

دیوبندی اکابرین کا مصدقہ جامع الفتاوی میں لکھا ہے:

قرآن مجید کی توہین کفر ہے۔ (جامع الفتاوی، جلد اول، ص ۲۳۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نوٹ: یہ فتاوی ان دیوبندیوں کا مصدقہ ہے (۱) دیوبندی محمود الحسن گنگوہی (۲) عبد الرحیم لاجپوری (۳) مظفر حسین مظاہری (۴) قاضی اطہر مبارک پوری۔

دیوبندی مولوی یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی توہین کفر ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد اول، ص ۴۹، مکتبہ بینات کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی اکابرین جو دوسروں کو اصول سکھانے میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنے ہی گھر کے اُصول دیکھیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں سے قرآن کی توہین کر کے اپنے اتنے مفتیوں کے نزدیک کفر کی دلدل میں پھنس کر کافر ہو گیا۔ اب وہابی اسمعیلی اپنے ہی اصول کے مطابق اپنے گھر کے گند کو اپنے ہی گھر سے دھوئے ہمیں کوئی فتوی یا اصول بتانے کی ضرورت نہیں۔

{......(حوالہ نمبر ۲......}

ساجد خان اپنے وہابیوں کے فتوے سے بڑا گستاخ

وہابی اسمعیلی دیوبندی مولوی ساجد خان لکھتا ہے:

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔۔۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اے محمد پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ۔۔ (تذکیر شرح نحو میر، ص 27، 40، انجمن دعوۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ان مقامات پر ساجد خان نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا اور درودِ پاک نہیں لکھا اب اس پر کئی دیوبندیوں کا مصدقہ فتوی بھی دیکھ لیجیے۔

{......مخالف فتوی......}

وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کے بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی کی مصدقہ کتاب میں دیوبندی روح اللہ لکھتا ہے:

محض اسم مبارک تحریر کرنا اور صلوۃ وسلام نہ لکھنا بڑی گستاخی اور بڑی محرومی ہے۔ یہ سارے حوالہ جات ہب النسیم کے ہیں اس کا نام ہب النسیم ۔۔مولانا اشرفعلی تھانوی۔۔ نے ہی رکھا تھا، مزید براں اس پر۔۔محمد اعزاز علی صاحب۔۔اور۔۔مفتی محمد شفیع۔۔کی تقریظیں موجود ہیں۔ (التحقیق الحسین فضیلت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکراہت صلعم، صللم، ص 106، مکتبہ عمر فاروق)

نوٹ: اس حوالے سے (۱) دیوبندی اشرفعلی (۲) اعزاز علی (۳) محمد شفیع (۴) روح اللہ (۵) نظام الدین شامزئی (۶) الیاس

گھمسن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی متفق ہیں۔

{......نتیجہ......}

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کوئی چھوٹا موٹا نہیں بلکہ بہت بڑا گستاخ ہے۔اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ گستاخ کون ہوتا ہے۔

وہابی ساجد خان پر وہابی دیوبندی علماء کے بیس بڑے فتوے

دیوبندیوں کے مستند و معتبر عالم سعید احمد جلالپوری کی مصدقہ کتاب میں دیوبندی مولوی مطیع الحق صاحب لکھتے ہیں:

یقیناً حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کا گستاخ اور بے ادب بالقطع الیقین کافر،اکفر،بے ایمان،دجال،مردود،ملعون،ملحد،جہنمی،ضال مضل،اخبث الخلائق،بدتر از شیطان ہے،اس زبان وقلم پر ہزار لعنت جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا ایک لفظ بھی آئے،خدا اس دل پر کروڑوں غضب اور بے شمار لعنت کرے جس دل میں حضور سید عالم فخر بنی آدم،سید الکائنات صفوۃ الموجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کا خیال تک بھی گزرے،ایسا مردود خنزیر اور مخلوق کی ہر ناپاک اور نجس سے نجس چیز سے زیادہ مردود ہے،اور ایسا کم نصیب خدا کے ہر مغضوب اور ملعون سے زیادہ ملعون ہے،معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ۔وہ حبیب جس کی صفت خدا فرمائے جس کی تعریف زمین و آسمان میں ہو اس کے گستاخ سے زیادہ لعنتی کون ہوسکتا ہے۔۔۔؟ واقعی ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے اور جو اس میں شک بھی لائے وہ بھی پکا بے ایمان ہے۔ (اہل سنت اور اہل بدعت میں ایک عجیب مکالمہ،ص ۱۲،ادارہ دعوت اسلام)

اب مزید درج ذیل فتاوی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گلے میں آئے:

(۱) کافر (۲) اکفر (۳) بے ایمان (۴) دجال (۵) مردود (۶) ملعون (۷) ملحد (۸) جہنمی (۹) ضال مضل (۱۰) اخبث الخلائق (۱۱) بدتر از شیطان (۱۲) ہزار لعنت (۱۳) کروڑوں غضب (۱۴) بے شمار لعنت (۱۵) مردود (۱۶) خنزیر (۱۷) ہر ناپاک اور نجس سے نجس چیز سے زیادہ مردود ہے (۱۸) کم نصیب خدا کے ہر مغضوب اور ملعون سے زیادہ ملعون (۱۹) اس گستاخ سے زیادہ لعنتی کون ہوسکتا ہے (۲۰) جو اس میں شک بھی لائے وہ بھی پکا بے ایمان ہے۔

نوٹ! ۲۰ نمبر کا فتوی بھی بہت کمال کا ہے کہ جو دیوبندی بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پر ان تمام فتاوی میں سے کسی ایک میں بھی شک کرے وہ بھی پکا بے ایمان ہے۔یہ کسی اور کے اصول نہیں ہیں بلکہ انہی کے ہیں جو دوسروں کو اصول سکھاتے ہیں۔

وہابی ساجد خان کی قسمت میں اسی کے مصدقہ فتوے

یہ جو کچھ بھی ہم نے بیان کیا ہے یہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب میں اس اصول کو پسند کرتے ہوئے اہلسنت پر فتوے لگائے گئے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بھول گیا ہو ہم اس کو یاد دلا دیتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب میں وہابی عبدالاحد لکھتا ہے:

بغیر القاب سادہ الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا اور احمد رضا کفر کی زد میں: احمد رضا خان صاحب نے قرآن کا ترجمہ کرتے وقت متعدد جگہ بنا القاب کے سادہ الفاظ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف لیا ہے۔مثلاً:۔۔۔"**ما کان محمد ابا احد من رجالکم**" ترجمہ: **محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں**۔(کنز الایمان) سورہ محمد آیت ۲۔۔۔اور بھی متعدد ایسے مقامات ہیں جہاں احمد رضا نے بغیر کسی لقب کے محض سادہ انداز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا ہے۔

حالانکہ بریلوی مفتیوں کے مطابق بنا القاب سادہ انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لینا گستاخی وکفر ہے۔ **بریلوی علامہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں کہ:**

سادہ لفظوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی لینا بے ادبی اور گستاخی ہے؛ بلکہ اس سے پہلے سیدنا ومولانا کا اضافہ ضروری ہے۔ (شہد سے میٹھا نام محمد ص ۱۵۷)۔۔۔اتنا تو معلوم ہو گیا کہ بنا القاب سادہ الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھ کر خان صاحب نے آپ کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب کیا لیکن اس ارتکاب پر حکم کیا لگے گا وہ بھی سن لیں تا کہ بالکل بھی کوئی ابہام نہ رہے۔

الیاس قادری لکھتا ہے: سوال: نبی کی گستاخی کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟ جواب: نبی کی ادنی سی گستاخی کرنے والا بھی کافر ومرتد ہے۔۔۔علماء کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور اُمت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۱۹۹)
لیجئے! گھر سے ہی فیصلہ ہو گیا کہ گستاخ کا حکم کیا ہے، ہم عرض کرتے تو شکایت ہو سکتی تھی۔ (داستان فرار، ص113، 114، مکتبہ مدنیہ دیوبند)

رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی کرامت دیکھیے کہ وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ نے جو اصول بنا کر آپ پر گستاخی کا فتوی لگایا۔ آج اسی اصول سے خود ہی گستاخ ثابت ہو گئے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے یہ مسلمہ ومصدقہ اُصول ہیں، اگر ان کو مانتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہوتا ہے اور اگر کفر سے جان چھڑاتا ہے اور اتنے فتوؤں کو لات مارتا ہے تو بھی اپنے گھر کے بنائے ہوئے اصولوں کی اوقات بتاتا ہے۔ اور اپنی ہی مصدقہ کتاب کی دھجیاں بکھیرتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے گا اسی کی اوقات معلوم ہو گی۔ ایک مشورہ ہے کہ وہابی ساجد خان ہمیں جواب دینے سے پہلے کم از کم اپنی مصدقہ کتاب کی عبارات ضرور پڑھ لے۔

{......(حوالہ نمبر ۳......}

ساجد خان پر حکم کفر وہابی اسمعیلی کا اقرار

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

شیخ اسلام علامہ تقی الدین ابن تیمیہ۔۔۔ (تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات، ص 11، مکتبہ خلیل لاہور)

مزید لکھتا ہے:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ۔۔۔ (مجلہ نور سنت، شمارہ نمبر 6، ص 63، انجمن دعوت وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام لکھا ہے۔ اب اس پر وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ ہی کا فتوی دیکھ لیں۔

{......مخالف فتوی......}

دیوبندی مولوی محمود الحسن گنگوہی لکھتا ہے:

جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے اس پر کفر کا حکم ہے۔ ثم صار یصرح (راوی العلاء البخاری) فی مجلسہ بان من اطلق علی ابن تیمیہ شیخ الاسلام یکفر بھذا الاطلاق۔۔۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۳۵۷، دار النعیم لاہور)

{......نتیجہ......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان پر اسی کے گھر کے فتوے سے حکم کفر عائد ہوتا ہے۔ وہابیہ اسمعیلیہ دوسروں کو اصول بتانے کے بجائے

اپنے گھر کے اصول پر عمل کرلیں اور وہابی ساجد خان کے اصول کے مطابق اپنے گھر کا گند اپنے ہی گھر سے دھوئیں۔

{......(حوالہ نمبر ۴......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان سے بڑا گستاخ بھی کوئی ہوگا؟

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

جس شخص نے بھی مسلمان ہو کر جناب رسول اللہ۔۔۔ (مجلہ نور سنت، شمارہ نمبر 6، ص60، انجمن دعوت وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے سرکار دو عالم ﷺ کو جناب کہا ہے۔ اب اس پر اسی کے وہابی اسمعیلی مفتی کا فتوی بھی دیکھ لیجئے۔

{......مخالف فتوی......}

فرقہ وہابیہ گلابیہ غرابیہ امکانیہ کا مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتا ہے:

جناب مخفف ہے جاہل نادان احمق بے وقوف کا، چاروں لفظوں کا پہلا حرف لے لیا جاہل کا ج نادان کا ن احمق کا الف اور بے وقوف کی ب اس طرح کسی کو جناب کہہ دینا گویا اس کو جاہل، نادان احمق اور بے وقوف کہہ دینا ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۵۵۵، دار النعیم)

{......نتیجہ......}

وہابی اسمعیلی دیوبندی مفتی کے نزدیک وہابی ساجد خان نے سرکار دو عالم ﷺ کو "جناب" کہہ کر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جاہل، نادان، احمق اور بیوقوف کہہ دیا ہے۔

یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ دن رات جو اصول اصول کا کھیل کھیلتے ہیں۔ انہی کے اصول کہہ رہے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں پر فتوے لگانے اور دوسروں کو کہنے کے بجائے کہ اپنے گھر کا گند اپنے گھر سے دھوئیں اور ہم یقین سے کہتے ہیں کہ یہ گند دھوئے گا نہیں مگر وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کے اصولوں کو ضرور تباہ کرے گا۔

{......(حوالہ نمبر ۵......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا گستاخانہ چہرہ وہابی فتوی

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں: و اما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمهور ... و یجوز سهوا بالاتفاق۔ (شرح العقائد النسفیہ، ص ۱۷۱) جمہور کے نزدیک عمدا انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہوسکتے ہیں۔ اور سہوا صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

جس جاہل کو درس نظامی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتاب لکھ رہا ہے اور دوسروں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔ شرم۔

(دفاع اہل السنۃ، جلد ۱، ص ۵۹۷، مکتبہ ختم نبوت پشاور)

نوٹ! یہ عبارت علامہ نسفی علیہ الرحمۃ کی نہیں بلکہ علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی ہے۔ دوسروں کو طعنہ دینے والے کی اپنی کیا اوقات ہے وہ دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے شرح عقائد نسفیہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صغیرہ عمداً ہوسکتے ہیں۔ لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان نے مکمل عبارت نقل نہیں کی بلکہ اس عبارت کے اس حصہ کو چھوڑ دیا جس میں گناہ کبیرہ کے صدور کو بھی جائز کہا گیا ہے۔ یقینا وہابی اسمعیلی نے یہ کام کسی مقصد کے تحت کیا ہوگا۔ بہر حال اس کی تفصیل مسئلہ

نمبر 28 میں موجود ہے۔ یہاں ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اس عقیدے اور اس کی مصدقہ ومستدل عبارت پر وہابیہ اسمعیلیہ کے فتوے نقل کر دیتے ہیں جو انہی کے اصول کے مطابق وہابی ساجد خان کے گلے میں آئیں گے اور وہابیہ اسمعیلیہ اس کی اپنے ہی اصولوں سے اوقات دیکھیں گے۔

{......مخالف فتوی......}

(۱) سپاہ صحابہ کا مشہور مولوی رب نواز حنفی "گستاخ کون" کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

بریلوی حکیم الامت صاحب آگے پیش قدمی کرتے ہوئے، انبیاء سے کبیرہ گناہ کے صدور کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں۔۔۔ہاں نسیاناً، خطاً صادر ہو سکتے ہیں۔۔جاء الحق۔۔۔اور کفر سے محفوظ ہونا تو ہر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اس لیے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف کفر سے معصوم مان کر باقی گناہوں کے صدور کا عقیدہ سرتاسر باطل اور غیر اسلامی ہے۔

(راہ سنت، شمارہ نمبر ۳، ص ۱۳، انجمن اہل سنت والجماعت)

(۲) دیوبندی پروفیسر ابوالحقائق "گستاخ کا چہرہ" کی ہیڈنگ دے کر لکھتے ہیں:

گستاخی ۱۳: انبیاء کرام سے چھوٹے بڑے گناہوں کے صدور کا اقرار، مفتی احمد یار۔۔۔ہاں خطاً یا بھول کر ایسا صغیرہ گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔

قارئین کرام! اہلسنت و جماعت دیوبندی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ گناہ سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ان کے دل کی کیفیت دیکھیے اور عقیدے کی غلاظت ملاحظہ کیجئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کس طرح اپنے غلط عقیدہ کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

(دو ماہی رسالہ نور سنت شمارہ نمبر ۴، ص ۳۷، دعوۃ اھل السنۃ والجماعۃ)

(۳) وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی گستاخی کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ ان سے صغائر و نہ کبائر کا صدور ممکن ہے۔۔۔دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیاً اور خطاً گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضا خانیوں اب وہ وقت نہیں کہ تم اپنے مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب نوچ لیا گیا ہے۔دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی پگڑیاں بھی بیچ بازار اچھالی جاسکتی ہیں، بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکواس اب ایک نہیں سنی جائے گی۔ (نور سنت کا ترجمہ کنزالایمان نمبر ص ۲۴۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

نوٹ: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں اپنا عقیدہ بیان کیا کہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ ان سے صغائر و نہ کبائر کا صدور ممکن ہے۔لیکن اپنی کتاب دفاع اہل جہنم میں اپنے وہابیوں کو بچانے کے لئے اپنا عقیدہ بدل لیا۔

{......نتیجہ......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی اور اپنے وہابیوں کی عبارات سے درج ذیل فتاوی کی زد میں ہے:

(۱) گستاخ (۲) اس کا عقیدہ سراسر باطل (۳) غیر اسلامی (۴) اس کا چہرہ گستاخ کا (۵) اس نے انبیاء کی گستاخ کی ہے (۶) اس کا غلیظ عقیدہ (۷) غلط عقیدہ (۸) دیوبندیت سے خارج۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی بکواس دیکھ کر خود بھی کچھ فیصلہ کر لے کہ اتنے فتوؤں کے ساتھ ساتھ کس کے منہ پر پھٹکار پڑی اور کس کے منہ سے نقاب نوچا گیا اور کون سا گستاخ چہرہ سامنے آیا۔

{......(حوالہ نمبر ۶......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان سرکار ﷺ کی توہین کرنے والا وہابی فتوی

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رحمۃ للعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔ (دفاع اہل سنت، جلد 1، ص 765، مکتبہ ختم نبوت پشاور)

{......مخالف فتوی......}

اب ذرا یہ حوالہ بھی دیکھ لیں۔ چنانچہ دس سے زائد وہابی اسمعیلی اکابرین کی مصدقہ کتاب رضاخانی مذہب میں لکھا ہے:

(دیوبندی از ناقل) ملاں کا یہ دعویٰ (پیر کو رحمۃ للعالمین کہنے کا از ناقل) نص قطعی کے خلاف ہے کیونکہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔۔

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔ (پ ۱۷، انبیاء ۱۰۷)

اہلِ سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی رحمۃ للعالمین ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی بھی رحمۃ للعالمین نہیں بن سکتا، رضا خانی پیر کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ (رضا خانی مذہب، حصہ دوم، ص ۲۴۳، راشدیہ اکیڈمی)

ایک اور دیوبندی قاری عبدالرشید یہ ''خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی توہین'' ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

بریلویوں کے مشہور پیر خواجہ محمد یار صاحب اپنے آپ کو نیز اپنے پیر کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں۔

(فاضل بریلوی اور انکا حافظہ، ص ۱۶۲ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

{......نتیجہ......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی وہابیوں سے درج ذیل فتوی لینے میں کامیاب ہوگیا ہے:

(۱) وہابی اسمعیلی کا عقیدہ نص قطعی کے خلاف۔ (۲) اس کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ (۳) یہ سرکار علیہ السلام کی توہین کرنے والے ہیں اور سرکار علیہ السلام کی توہین کرنے والے کون ہوتے ہیں یہ ہم ماقبل بیان کر چکے۔ (۴) یہ وہابی اسمعیلی اہل سنت سے تو خارج ہے ہی ساتھ ساتھ دیوبندیت سے بھی خارج ہے کیونکہ رضاخانی مذہب کتاب کے مصدقین کے بقول وہابی دیوبندی علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ہی رحمۃ للعالمین ہیں حضور کے سوا کوئی بھی رحمۃ للعالمین نہیں ہے۔ قارئین! خدا کی مار کہ جو وہابیت وہابیت دیوبندیت دیوبندیت کر رہا تھا اسی کو اسی کے وہابیوں نے دیوبندیت سے باہر نکال پھینکا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی قسمت پر ناز کرے کہ ہمیشہ کی طرح ذلت ورسوائی ہی اس کے ہاتھ آئی ہے۔

{......(حوالہ نمبر ۷......}

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر دیوبندی فتوی

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

کیا ''تو'' نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات اوران کے مدلل جوابات، 92، مکتبہ خلیل لاہور)

نوٹ! اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہوا ہے **تصحیح وپسند فرمودہ ساجد خان۔۔۔**

قارئین! یہ کتاب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ ہی نہیں بلکہ تصحیح شدہ ہے۔ اگر صرف مصدقہ ہوتی تو بھی اس کو وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے جائے فرار نہ تھی لیکن یہ تو اس کی تصحیح کی ہوئی ہے تو اب جائے فرار کہاں سے ہوگا۔ یہ سب وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ہی اصول ہیں۔ بہرحال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب کے ترجمہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ''تو'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب اس پر وہابیہ کے فتوے بھی دیکھ لیں۔

{......مخالف فتوی......}

دیوبندی مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

پھر دیکھیے حضور کے لیے کیسی بے ادبی سے ''تو'' کا لفظ لایا گیا ہے۔ (عبقات جلد ۲، ص ۲۷۲، دارالمعارف لاہور)

{......نتیجہ......}

احمری خالد محمود دیوبندی کے نزدیک وہابی ساجد خان دیوبندی سرکار علیہ السلام کے لیے تو کا لفظ استعمال کرکے بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ اب میں دیوبندیوں ہی کے گھر سے بتا دیتا ہوں کہ سرکار کی بے ادبی کرنے والا وہابی دیوبندی ملاؤں کے نزدیک کیا ہوتا ہے۔

دیوبندیوں کے نام نہاد متکلم الیاس گھمن صاحب کی مصدقہ اور دیوبندی مفتی محمد حسن کی پسند فرمودہ کتاب میں محمد صابر صفدر لکھتا ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے والا کافر ہے جو کوئی اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(بے ادب بے نصیب، ص ۷۱، مکتبہ الحسن)

ایک اور مقام پر لکھتا ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی بات ایسے شخص کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتی کہ جس کا ایمان سلامت ہو۔

(بے ادب بے نصیب، ص ۷۲، مکتبہ الحسن)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

آپ کی شانِ اقدس میں یا جن جن چیزوں کی نسبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے ان کی معمولی سی بے ادبی و گستاخی بھی کفر ہے۔ (بے ادب بے نصیب، ص ۹۲، مکتبہ الحسن لاہور)

نوٹ: ! یہ کتاب کئی وہابیوں کی مصدقہ ہے۔

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ (۱) وہابی دیوبندی ساجد خان نے کفر کیا (۲) اس کا ایمان سلامت نہ تھا (۳) جو دیوبندی اس کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر۔

ہمیں فتوے دکھانے والے اور اصول اصول کی رٹ لگانے والے اپنے گھر کے اصول بھی دیکھیں اور وہ سب کچھ جو ہمارے بارے میں بیان کرتے ہیں ادھر بھی بیان کریں۔

وہابی اسمٰعیلی کی قسمت میں پھر اسی کے مصدقہ فتوے

بحمدللہ ہم نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصولوں سے ہی بیان کیا ہے لیکن پہلے بھی ایک حوالہ ہم بیان کر چکے ہیں جس کی تصدیق خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کی ہے ابھی یہ دوسرا حوالہ ہے جس کی تصدیق کر کے خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے گلے میں کفر کا پھندا ایسا ڈالا ہے کہ یا تو وہابیہ اسمٰعیلیہ اپنے ہی اصولوں کا خون کریں گے یا پھر وہابی ساجد کے گلے میں کفر کا پھندا ڈالیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب میں وہابی عبدالاحد لکھتا ہے:

نبی ﷺ کو لفظ تو سے خطاب اور احمد رضا کفر کی زد میں: مولوی احمد رضا خان نے متعدد جگہ جناب نبی کریم ﷺ کو لفظ تو سے خطاب کیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں: سورہ بقرہ آیت **تعرفهم بسيماهم** کا ترجمہ: تو انہیں انکی صورتوں سے پہچان لے گا۔ (کنزالایمان) سورہ یونس آیت 106 **فان فعلت فانك اذا من الظالمين** کا ترجمہ: پھر اگر ایسا کیا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا۔ (کنز الایمان) اور بھی لاتعداد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔۔۔ جہاں احمد رضا نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ''تو'' سے خطاب کیا ہے۔ جبکہ بریلویوں کا اصول یہ ہے کہ نبی ﷺ کو تو کہہ کر خطاب کرنا سخت قسم کی گستاخی اور ابولہب و ابوجہل جیسے کفار و خبثاء کا طریقہ ہے۔ (داستان فرار، ص 217، مکتبہ مدنیہ دیوبند)

اولاً: میں ان سب وہابیوں کو جو رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت پر مفت میں بھونک رہے ہیں انہی کے گھر سے ان کی اوقات بتا دیتا ہوں۔ وہابی اسمٰعیلی عبدالاحد نے سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ''جناب'' کا لفظ استعمال کیا اور کسی بھی مصدق کو تکلیف نہ ہوئی بلکہ سب نے تصدیق کی اب اس پر خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے مفتی کا حوالے بھی دیکھ لیں۔

فرقہ وہابیہ گلابیہ غرابیہ کے محمود حسن گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

جناب مخفف ہے جاہل نادان احمق بے وقوف کا، چاروں لفظوں کا پہلا حرف لے لیا جاہل کا ج نادان کا ن احمق کا الف اور بے وقوف کی ب اس طرح کسی کو جناب کہہ دینا گویا اس کو جاہل، نادان احمق اور بے وقوف کہہ دینا ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۵۵۵، دار النعیم)

وہابی اسمٰعیلی عبدالاحد نے جو بکواس اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ پر کی ہے وہ یہاں بھی کر دے۔ ورنہ ہم بھی وہی سمجھیں گے جو وہ سمجھ رہا تھا۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا یہ مصدقہ حوالہ ہے جس میں وہابیوں نے مل کر فتوی لگایا ہے۔ ہم نے وہابیہ کے اسی اصول پر ساجد خان کے گلے میں وہ پھندا ڈالا ہے کہ وہ مر جائے گا مگر نکال نہیں سکے گا یا تو اپنی مصدقہ کتاب کی اوقات بتائے گا یا پھر اپنے کفر کا اقرار کرے گا۔

قارئین! یہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اپنے بنائے ہوئے اصول ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کا گند اپنے ہی گھر سے دھوئے۔

{......(حوالہ نمبر ۸......}

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گستاخ رسول ﷺ وہابی اقرار

وہابی اسمٰعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔۔۔ پس اخوۃ بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا اور یہی وجہ قائل کی ہی موافق قرآن و حدیث کے ہے اس پر طعن کرنا قرآن و حدیث پر طعن ہے اور اس

کے خلاف کہنا نص کے مخالف ہے۔ (براہین قاطعہ، ص ۷، دارالاشاعت)

اسماعیل قتیل بالاکوٹی اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے:

انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔۔۔۔۔اولیاء انبیاء۔۔۔جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی۔ (تقویۃ الایمان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب دفاع اہل جہنم کے ص560 اور 768، پر ان عبارات کو درست مانا ہے اور ان کا دفاع کیا ہے۔اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو بھائی کہنا جائز بلکہ قرآن و حدیث و محدثین سے ثابت ہے۔اور اس کو گستاخی کہنا اپنی آخرت برباد کرنے کے مترادف ہے۔وہابیہ اسمعیلیہ کے اس عقیدے کو گستاخی کہہ کر اپنی آخرت برباد کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اسی کا ایک وہابی باپ اشرفعلی تھانوی ہے جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو بھائی کہنے پر گستاخی کا فتوی لگایا ہے۔

{.....مخالف فتوی.....}

وہابی اسمٰعیلی احمدی اشرفعلی تھانوی اس پر گستاخی کا فتوی لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

سنو حدیث میں مومنین کو بھائی کہنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی داروغہ صفائی کسی بڑے حاکم کی آمد کے وقت کناسین سے یہ کہے کہ بھائی اچھی طرح صفائی کرو، فلاں افسر تشریف لاتے ہیں، اب اگر اسکے جواب میں وہ لوگ بھی کہہ دیں کہ اچھا بھائی ابھی عمدہ صفائی کیے دیتے ہیں، تو دیکھو ان کو کیسی سزا ملتی ہے کیونکہ ان کا یہ لفظ استعمال کرنا داروغہ کی نسبت سوء ادب ہے اور ان کے لیے داروغہ کا یہ لفظ استعمال کرنا شفقت ہے، **پس اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لفظ ہمارے لیے ارشاد فرمانا آپ کی غایت شفقت اور ہمارے لیے نہایت فخر ہے، اور ہمارا یہ لفظ عرض کرنا آپ کی جناب میں گستاخی ہے۔** (تقریر ترمذی، ص ۵۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

{.....نتیجہ.....}

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی حکیم الامت تھانوی نے اس کا کام تمام کر دیا ہے اور اس پر گستاخی کا فتوی دھر دیا ہے۔اب یہ بھی دیکھ لیں کہ وہابی اسمٰعیلی دیوبندی بزعم خود گستاخی کرنے والے پر کیا کیا فتوے لگاتے ہیں۔

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر''

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاد جی الیاس گھمن صاحب کی اجتماعی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں دیوبندی مولوی انور شاہ کاشمیری صاحب لکھتے ہیں:

اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا قطعا کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر کا بھائی دوسرا کافر ہے (یعنی وہ بھی کافر ہے) (اکفار الملحدین مترجم، ص ۳۶۰، مکتبہ لدھیانوی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اسی کا بھائی ہے۔وہابیہ اسمعیلیہ اہلسنت پر بکواسات کرتے ہی رہتے ہیں اور یہ وہابی بھی کوئی کم نہیں ہے۔لیکن اسی کے گھر کے اصولوں سے اسی کا مقام آپ نے دیکھ لیا ہے۔میرے خیال میں حیاء والے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔باقی وہابی اسمٰعیلی تو اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں سے (جو اس نے خود ہی بیان کئے ہیں) اپنے ہی گھر کا گند صاف کر دے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی دیوبندی ساجد خان کی اوقات اسی کے گھر سے دیکھنے کے بعد اس کی کتاب کا مزید حال بھی دیکھ لیجئے۔

{ ......مسئلہ نمبر ا ...... }

علم غیب اور علماء اہلسنّت کا موقف

اہلِ سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ: اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی کے جواب میں اتنا بیان کرنا ہی کافی ہے کیوں کہ یہ وہابی سرے سے ہی علم غیب کا منکر ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم جزئی ہے یا کلی اور اگر کلی ہے تو کس اعتبار سے، اس کی اس مقام پر وضاحت کی بالکل ضرورت نہیں، کیوں کہ یہ بحث تو اس وقت ہوگی جب وہابی دیوبندی علم غیب کا اقرار کرے، پر وہ تو علم غیب کا صرف منکر ہی نہیں بلکہ اس کے قائل کی تکفیر تک کرتا ہے، لیکن ہم اپنے قارئین کے علم میں اضافے کے لئے اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے اکابرین اہل سنت کا عقیدہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے بارے میں بیان کر دیتے ہیں۔

(ا) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الیٰ یوم القیٰمۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ (انباء المصطفیٰ ص ۶، مکتبہ مجلس رضا لاہور)

لیکن یہ علم تدریجی تھا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آہستہ آہستہ یہ علم عطا فرمایا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے **اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں:**

اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شئی (ہر چیز کا روشن بیان) ہونے نے دیا پھر ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے۔ نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارشاد ہوا "لم نقصص علیك" یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے "لا تعلمھم" ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں۔ (انباء المصطفیٰ ص ۶، مکتبہ مجلس رضا لاہور)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں:

یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام ما کان و ما یکون کو جانتے ہیں اور جب یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم قرآن کریم سے مستفاد ہے اور ہر ایک بیان روشن اور مفصل ہے۔ یہ کتاب خداوند کی صفت ہے کہ اس میں ہر ایک چیز موجود ہے۔ ہر سورت، ہر آیت اور ہر پارہ بیک وقت نہیں اترا تھا۔ **بلکہ قرآن پاک کا نزول پورے تیئیس سال میں ہوا تھا۔ جوں جوں کوئی آیت کریمہ اترتی حضور کے علوم میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حتی کہ جب قرآن پاک مکمل ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی تکمیل ہوگئی۔** اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنی نعمت تمام کردی۔ (الدولۃ المکیۃ مترجم ص ۸۴، مکتبہ نبویہ لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس برس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اُترتا گیا، حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہو چکا روزِ اول سے روز آخر تک کا جمیع ما کان و ما یکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہو گیا۔ تمامی نزول قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمت الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطہ علم اقدس کا منافی نہیں مع ہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی برأت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا یا یہ کہ رب السموت والارض نے قرآن

کریم میں سترہ آیتیں ان کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامِ قیامت تک مساجد و مجالس و مجامع میں تلاوت کی جائے گی۔
(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۰۹، رضا فاونڈیشن لاہور)

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے انبیا علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی زمین و آسمان کا ہر ذرّہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے، مگر یہ علم غیب کہ ان کو ہے اللہ (عزوجل) کے دیے سے ہے، لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علمِ عطائی اللہ عزوجل کے لیے محال ہے، کہ اُس کی کوئی صفت، کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہوسکتا، بلکہ ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیا بلکہ سیّد الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم سے مطلق علمِ غیب کی نفی کرتے ہیں، وہ قرآنِ عظیم کی اس آیت کے مصداق ہیں: (اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ) یعنی: قرآنِ عظیم کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کُفر کرتے ہیں۔ کہ آیتِ نفی دیکھتے ہیں اور اُن آیتوں سے جن میں انبیا علیہم السلام کو علوم غیب عطا کیا جانا بیان کیا گیا ہے، انکار کرتے ہیں، حالانکہ نفی و اثبات دونوں حق ہیں، کہ نفی علمِ ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ اُلوہیت ہے، اِثبات عطائی کا ہے کہ یہ انبیا ہی کی شایانِ شان ہے۔ اور مُنافی اُلوہیت ہے اور یہ کہنا کہ ہر ذرّہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات لازم آئے گی، باطل محض ہے، کہ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ عزوجل کیلئے بھی اتنا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر، ذرّاتِ عالَم متناہی ہیں اور اُس کا علم غیرِ متناہی، ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال، کہ خدا جہل سے پاک، نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے، کہ اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہوجایا کرے تو لازم کہ ممکن و واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہوجائیں، کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود اور وجود میں مساوی کہنا صریح کُفر کھلا شرک ہے۔ انبیا علیہم السلام غیب کی خبر دینے کے لیے ہی آتے ہیں کہ جنّت و نار و حشر و نشر و عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں۔۔۔؟ اُن کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل و حواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے۔۔ (بہار شریعت، جلد ۱، ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۳) صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بحمد للہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا۔ اب مخالفین کو جائے چوں و چرا باقی نہیں۔ بیانِ مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہ تعلیم الٰہی علم غیب کا اثبات شرک نہیں۔ اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہوسکتی ہے، اس کو شرک کہنا کھلی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے ایسا کہے تو یقینا کافر اور نہ کہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت و ضلالت ہے تمام عالم کے وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ (فتاوی صدر الافاضل، ص ۱۴۳، شبیر برادرز لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اور حضور کے علم غیب میں طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ (خزائن العرفان، ص ۱۳۲ مکتبہ پاک کمپنی لاہور)

(۴) شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اسلام مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب کا علم عطا فرمایا۔ قرآن فصیح، احادیث کریم و ائمہ

دین قویم وعلمائے اہلسنت حدیث وقدیم کے نصوصِ قاہرہ وبراہین باہرہ اس مسئلہ میں اس قدر ہیں جن کا احصاء دشوار۔ (فتاوی حشمتیہ، ص ۸۸، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۵) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(۱) اللہ عزوجل عالم بالذات ہے اور اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا ہے۔

(نوٹ: یہاں بعض سے مراد وہی ہے جس کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے بیان فرمایا، ہم نے بھی اوپر اس کو نقل کیا ہے، از ناقل)

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت وشیطان بھی خلقت ہیں۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۸۰، مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۶) غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضور سید عالم ﷺ کے علم اقدس کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو روزِ اول سے روزِ آخر تک کا علم دیا۔۔۔ احوال جمیع مخلوقات تمام ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا **لیکن بایں ہمہ حضور ﷺ کا علم عطائی ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی وقدیم۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں۔ علم رسول اللہ ﷺ متناہی ہے۔** (مقالات کاظمی، جلد ۲ ص ۱۳۲ کاظمی پبلشرز ملتان)

میرے خیال میں اتنی وضاحت کافی ہے، اگر کسی کو مزید تفصیل درکار ہو تو جن کتابوں کا ہم نے حوالہ دیا ہے ان کا مطالعہ کریں۔

''ایک شبہ''

اوپر ہی ہم نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ''تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیٰمۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا'' تو کیا اس سے سرکار دو عالم ﷺ کا علم اللہ پاک کے علم کے برابر ہو جائے گا اور شرک لازم آئے گا؟

''شبہ کا ازالہ''

یہ جاہل وہابی دیوبندی عام طور پر کہتے ہی رہتے ہیں لیکن جاہل جاہل ہی ہوتا ہے، اس نے کسی نہ کسی طرح اپنی جہالت کا اظہار کرنا ہی ہوتا ہے بہرحال یہ محض ایک بہتان ہے جس کی خود وہابی دیوبندی گرگوں نے تردید کی ہے جیسا کہ آگے آئے گا اور علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے جو بیان کیا ہے اس میں انڈر لائن عبارت میں وضاحت موجود ہے، لیکن پھر بھی یہاں اس بات کی مزید وضاحت اکابرین اہل سنت سے کر دیتا ہوں تا کہ بعض اہل سنت میں چور وہابی دیکھیں کہ اللہ کا علم کونسا ہے اور جو علم اس نے اپنے حبیب کو دیا ہے وہ کون سا ہے، اور ہمارے قارئین کے علم میں بھی اضافہ ہو۔

رئیس المتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔ (۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ ومقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ

دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کو غیر متناہی درغیر متناہی درغیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگر چہ عرش وفرش شرق وغرب وجملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہوجائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دوحدیں ہیں۔ روزِ اول و روزِ آخر دوحدیں ہیں۔ اور جو کچھ دوحدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کومل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ تو ہم مساوات۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۴۵۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ: (۱) علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی (۲) وہ واجب یہ ممکن (۳) وہ قدیم یہ حادث (۴) وہ نامخلوق یہ مخلوق (۵) وہ نامقدور یہ مقدور (۶) وہ ضروری البقاء یہ جائز الفنا (۷) وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۹، ص ۵۰۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

رئیس الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا ایک ایک حرف سونے کے قلم سے چاندی کے کاغذ پر لکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے وہابیت دیوبندیت کی شرک کی فیکٹریوں کو پہلے سے ہی غرق کر دیا تھا لیکن یہ سب کچھ حیاء والوں کے لئے ہے باقی رہے بے حیاء، تو اس کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ کا فرمان کافی ہے کہ :اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔

بحمد اللہ اکابرین اہل سنت کی ان تصریحات سے اہل سنت کا عقیدہ علم غیب واضح ہوگیا، اور ساتھ ساتھ اللہ رب العالمین اور رسول اللہ کے علم کے درمیان ایسا فرق ہوا کہ وہابیت دیوبندیت کی شرک کی فیکٹریوں میں آگ لگ گئی اور اب بیچاریاں کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں۔ ویسے وضاحت کے لئے اتنا کافی ہے لیکن چند حوالہ جات بھی عرض کر دیتا ہوں، تاکہ آگے وہابی دیوبندی وہابی مولوی کے جوابات سمجھنے میں آسانی ہو اور معلوم ہو کہ یہ وہابی اپنے روحانی باپ ابن عبد الوہاب نجدی وقتیل بالاکوٹی سے ملنے والی شرک شرک اور کفر کفر کی میراث کو کیسے اکابرین اہل سنت میں تقسیم کرتا ہے۔

''عقیدۂ اہلسنت کفر وشرک نہیں وہابیت کا اقرار''

وہابی اسمٰعیلی مولوی لکھتا ہے کہ **کسی مخلوق کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔**۔۔ قارئین! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے سامنے **مسلک حنفیت کا موقف رکھا ہے کہ وہ صراحۃً نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔** (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۸، ۲۰، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

قارئین! وہابیہ دیوبندیہ کی عقل خراب ہو چکی ہے اور وہابی مولوی ساجد خان تو عقل کو تین طلاقیں دے کر فارغ عن العقل ہو چکا ہے اس جاہل کو علم ہی نہیں کہ اہلسنت کا عقیدہ کیا ہے اور جناب ذلت مآب جہالت میں گنگوہی کے استاذ پڑھنے کی زحمت بھی نہیں کرتے حتی کہ اپنے استاذ گھرانے کو بھی پڑھنے کا اس کے پاس وقت نہیں یا یہ جناب جہالت کی گودی میں کھیلنے کی وجہ سے پڑھ ہی نہیں سکتے، اس کو ہم اس کے استاذ گھرانے کی دہلیز پر ناک رگڑنے کے لئے لے جاتے ہیں۔

(۱) وہابی رفیع عثمانی صاحب ہمارے عقائد کے صحیح ہونے کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقائد کے باب میں دونوں مکاتبِ فکر (دیوبندی اور اہلسنت وجماعت بریلوی ازناقل) کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔ (مجلہ صفدر، امام اہلسنت نمبر، ص ۵۱۷، مظہریہ دار المطالعہ)

یہ خود وہابی مولوی ساجد خان کے استاذ رفیع عثمانی کی گواہی ہے وہ کہہ رہا ہے کہ اہلسنت کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جس پر انہیں گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے لیکن یہ ہٹ دھرم اور جاہل آدمی کہتا ہے کہ اہلسنت کا عقیدہ علم غیب کفر ہے واہ کیا علم پایا ہے استاذ جاہل ہے یا شاگرد۔

ہم قارئین سے کہتے ہیں کہ آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ وہابی مولوی ساجد کا استاذ کہتا ہے کہ کوئی عقیدہ ایسا نہیں جس پر گمراہ کہا جائے اور یہ حیاء سے عاری اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی کی نصب کی ہوئی شرک شرک اور کفر کفر کی گن مشین چلا کر صرف صفحات ہی سیاہ کرتا ہے اور اہلسنت پر کفر کے فتوے داغتا ہے۔ اگر یہ وہابی مولوی ہمارے بارے میں کتاب لکھنے کے بجائے اتنی دیر اپنے ہی گھر کی کتابیں پڑھ لیتا تو آج اس طرح ذلیل ورسوا نہ ہوتا لیکن جن کی قسمت میں ذلت ازل سے لکھی ہے وہ کیوں نہ ہوں اور جو وہابی سرکار ﷺ کی شان کو دیکھ کر منہ ٹیڑھا کرتا، جس کے منہ پر لعنت برستی ہے اور جس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے وہ دنیا ہی میں ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور آخرت کی ذلت ورسوائی مزید برآں۔ اس وہابی مولوی ساجد کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے کہ دنیا میں تو ذلت ملی ہی ہے آخرت میں مزید ملے گی بہرحال یہ دیوبندی کہتا ہے کہ اہلسنت کا عقیدہ علم غیب کفر ہے اور یہ وہابی مولوی بزعم خود اس کو سادات احناف کی طرف منسوب کرتا ہے، ہم سادات احناف کی عبارات کی وضاحت کر کے اس کو ذلت کے کیپسول ضرور دیں گے لیکن پہلے اس کو اس کے اپنے وہابی اکابرین کے کارنامے دکھانا ضروری ہے کہ جو بقول اس کے علماء احناف کی مخالفت کر کے حنفیت سے خارج ہوئے اور اس کا منہ بھی کالا کر گئے کہ یہ وہابی کہتا ہے کہ سادات احناف سرکار ﷺ کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو صراحۃً کافر کہتے ہیں جبکہ اس کے وہابی اکابرین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر نہیں ہے اب منہ کالا کس کا ہوا، اس وہابی مولوی کا یا اس کے وہابی مولویوں کا جو علماء احناف کی مخالفت کر کے حنفیت سے خارج ہوئے۔

(۲) دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم بریلی والوں کو اہل ہوا کہتے ہیں اہل ہوا کافر نہیں ہاں ایک مسئلہ علم غیب ہمارے اور ان کے درمیان ایسا متنازعہ فیہ ہے کہ اس میں اثبات صفت باری تعالیٰ غیر کے لیے لازم آتی ہے مگر ان کی تاویل قادیانیوں کے اقوال کی تاویل سے زیادہ دشوار نہیں اور اب تو سنا ہے کہ وہ علمِ غیب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ اس کی حد مانتے ہیں۔ الی ان یدخل اھل الجنۃ الجنۃ و اھل النار النار اگر یہ صحیح ہے تو شرک ثابت بھی نہیں ہوتا کیونکہ صفت خاص باری تعالیٰ کی علم محیط ہے، محدود نہیں تو اب ہم میں اور ان میں خلاف ایک امر ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں یعنی یہ علم الی مایدخل اھل الجنۃ الجنۃ و اھل النار النار حضور کو دیا گیا یا نہیں ہم کہتے ہیں، دیا جانا فی نفسہ ممکن مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں اور وہ کہتے ہیں ثابت بھی ہے ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوع کی جو وہ پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں تو زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کافر کی۔ (قصص الاکابر، ص ۲۴۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اب وہابی مولوی کو چاہیے کہ اپنے باپ وہابی تھانوی کی قبر پر صدائیں لگائے کیونکہ وہابی تھانوی نے اس کی کفریہ وشرکیہ مشین کو جلا کر راکھ کر دیا ہے، میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ تو تو کفر کفر اور کافر کافر کی گردان پڑھ رہا تھا یہ کیا ہوگیا تیرا باپ تھانوی ہی تجھے مٹی میں ملا گیا، کیا تھانوی کو فقہائے احناف کی ان عبارات کا علم نہیں تھا یا وہابیت میں ایک ہی پڑھا لکھا ہے اب پہلے اپنے باپ تھانوی کو فقہائے احناف کے فتوے دکھا ورنہ فقہائے احناف کا باغی قرار دے کر اس سے جان چھڑا، پھر ادھر آ تا کہ تیری علمیت اور تیرے

وہابی باپوں کی علمیت کا اندازہ ہو۔

’’تھانوی نے وہابی مولوی ساجد خان کی نیّا ڈبودی‘‘

وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

جوعلم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطاء کے واسطہ کا وہ کافر نہیں اگر چہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۸،ص ۹۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی تھانوی نے وہابیت اسمعیلیت کی کفریہ شرکیہ فیکٹری میں وہ آگ لگائی ہے جس سے وہابیت اسمعیلیت جل کر راکھ ہوگئی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں سے کہنے اوران سے منوانے کے بجائے اپنے تھانوی کی قبر پر مراقبہ کر کے اس کی مٹی میں ملی ہوئی ہڈیوں سے مدد مانگے اور اس سے منوائے۔ وہابی اسمٰعیلی تھانوی کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ علم عطائی کتنا ہی مانا جائے شرک وکفر نہیں اور یہ کہنے والا کافر نہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی باپ کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہوئے اہلسنت جو کہ علم عطائی، محدود وممکن وغیرہ مانتے ہیں ان پر ہی فتوے ٹھوک دیئے ہیں۔ ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے اسی کے استاذ جی ابوایوب کی زبان میں پوچھتے ہیں کہ تم سچے یا تمہارے تھانوی جی۔ امید ہے کہ وہابیت اسمعیلیت کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو بھی سکون ملا ہوگا اور اس نے جو جھوٹی حنفیت دکھانے کی کوشش کی ہے اور بزعم خود جو فتوے لگائے ہیں وہ سب کے سب تھانوی کو دکھا کر اس کو بھی حنفیت کا باغی وطاغی کہے گا یا یہی عقیدہ سادات احناف سے ثابت کرے گا تاکہ اس کی علمیت سب کے سامنے آئے۔

(۳) اسی طرح خیر المدارس کے مفتوں کے فتاویٰ کے مجموعے ’’خیر الفتاویٰ‘‘ میں لکھا ہے: اہل بدعت کے عقائد دربارۂ علم غیب جو ہمیں معلوم ہوئے ہیں کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کو عالم ما کان وما یکون تسلیم کرتے ہیں اور ما یکون کی تفسیر الی وقت النفخۃ الاولی یا الی دخول الجنۃ کرتے ہیں، اور اس علم کو عطاء باری تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ علم جس کا اثبات پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے کیا جاتا ہے محدود ہے اور حادث ہے، اور وہ علم جو صفت باری تعالیٰ ہے وہ قدیم اور لامحدود ہے، اور حادث غیر خدا کے لیے ثابت کرنا چاہے وہ کتنا ہی عظیم اور کثیر ہو شرک اور کفر نہیں ہوسکتا علمِ غیب کلی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنے کے لیے ماننا پڑے گا کہ ایک لامحدود اور غیر متناہی علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کیا جائے۔ حضرات بریلویہ اس کے قائل نہیں اس لیے علماء دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ (خیر الفتاویٰ، جلد اول،ص، ۲۰۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

نوٹ! یہ فتاویٰ خیر المدارس کے مفتیوں بالخصوص خیر محمد جالندھری، محمد حنیف جالندھری، محمد ازہر اور وہابی عبدالستار کا مصدقہ ہے۔

وہابی مولوی خیر محمد اور اس کی ٹیم نے وہابی مولوی ساجد خان کا جوتوں سے مزید منہ کالا کردیا، یہ وہابی چلا تھا ہمیں کافر بنانے پر اس کے اپنے وہابی مولوی ہی اس کو کفر وشرک نہیں مانتے جس کو یہ بزعم خود سادات احناف کا مذہب کہتا ہے، قارئین! یہ وہابی مولوی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑ سکا پر اپنے وہابی اکابرین کو حنفی علماء کا مخالف ثابت کر کے غیر مقلدین کی گود میں بٹھا گیا۔ میں اس وہابی جاہل مولوی سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ جس چیز کو تم بزعم خود کفر کہہ رہے ہو تمہارے مولوی اس کو کفر نہ مان کر کیا ہوئے؟ اپنے گھر کے اصولوں کو یاد رکھنا کیوں کہ ہم بتائیں گے کم اور سمجھائیں گے زیادہ۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ سادات احناف تو اس عقیدے کو بقول تمہارے کفر کہیں اور تمہارا مولوی ان کی مخالفت کرتا ہوا کہے کہ کفر نہیں، پھر بھی یہ حنفی ہے یا پھر پکا غیر مقلد وہابی۔

(۴) وہابی مولوی عارف سنبھلی لکھتا ہے کہ:

چوتھی صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ کے برابر جمیع غیوب کا علم محیط تفصیلی تو نہ مانے لیکن ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر قیامت تک یا محشر تک کے حساب کتاب اور داخلۂ جنت و نار تک جمیع اشیاء یعنی تمام کائنات حاضرہ و غائبہ کی ایک ایک جزی کے علم محیط تفصیلی کا عقیدہ رکھا جائے۔ **مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنے رسالوں الدولۃ المکیہ اور انباء المصطفی اور خالص الاعتقاد وغیرہ میں اور مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے الکلمۃ العلیا میں اپنا عقیدہ یہی لکھا ہے اور اسی کی وکالت کی ہے۔** اس عقیدے کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو علم غیب سے تعبیر کرنا بالکل مہمل اور جاہلانہ بات ہے لیکن بریلوی عوام وخواص نے اس کا عنوان علم غیب ہی مقرر کر رکھا ہے اس لئے ہم نے اس عقیدہ علم غیب کی چوتھی صورت قرار دیا ہے، **یہ عقیدہ ہمارے نزدیک شرک وکفر تو نہیں ہے**۔۔۔(بریلوی فتنہ کا نیا روپ، ص ۹۳، کتب خانہ الفرقان لکھنو)

کیوں جناب ذلت مآب ساجد صاحب! آپ تو کہہ رہے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے اور اس عقیدہ کا حامل کافر ہے، اور آپ اس کو بزعم خود سادات احناف کی طرف منسوب کر رہے تھے لیکن آپ کے وہابی مولوی تو اس کو نہ کفر مانتے ہیں اور نہ ہی شرک۔ آپ کی عقل خراب ہے یا پھر ان وہابی علماء کی یا خرابیٔ عقل کے باعث فقہائے احناف کے حوالے دے کر صفحات سیاہ کئے ہیں؟ آپ کو فقہائے احناف کے فتوؤں کا زیادہ علم ہے یا وہ جاہل تھے یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لیکن میں اس بات کو پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ بتاؤ عارف سنبھلی فقہائے احناف کی مخالفت کر کے جہنم کے کس طبقے میں گیا یا کس غیر مقلد کی گودی میں جا کر پناہ لی؟ ہم نے یہ سب کچھ وہابیہ دیوبندیہ کے اصولوں کے مطابق کہا ہے۔

(۵) وہابی مولوی تقی عثمانی ورفیع عثمانی کے باپ اور وہابی مولوی ساجد خان کے دادا استاذ مولوی شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

سوال: میرا داماد مولوی حشمت علی لکھنوی رضاخانی فرقہ (یہ وہابیہ کی پرانی خباثت ہے کہ اہلسنت کو اپنا اختراعی نام دیتے ہیں) کا مرید ہو گیا ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ خوب نعرے لگاتا ہے یا رسول اللہ یا علی مشکل کشا اور کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاؤں کو غیب کا علم ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے تمام خزانوں کی کنجیاں حضور ﷺ کو عطا فرما دیں دین ودنیا کی سب نعمتوں کا دینے والا خدا ہے اور بانٹنے والے حضور ﷺ ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ جب ہم اپنے گھر جاتے ہیں اور گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو ہم رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ کی روح مقدس ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہے آپ فرمائیں میرا داماد کافر ہے یا نہیں اگر کافر ہے تو اس کا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟

الجواب: مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔۔۔

(امداد المفتین، جلد ۲ ص ۱۳۸، دارالاشاعت کراچی)

وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان تو کفر کی گردان پڑھ کے سنا رہا تھا اور اس کو بزعم خود فقہاء احناف کی طرف منسوب کر رہا تھا لیکن اس وہابی کی اوقات اپنے گھر میں یہ ہے کہ اس کے اپنے وہابی علماء ہی اس کی سننے کے لئے تیار نہیں ہیں کیوں؟ علم غیب کے بارے میں واضح سوال موجود ہے لیکن وہابی مولوی شفیع کفر کا فتوی لگانے اور اس وہابی مولوی ساجد خان کی طرح کفر کفر اور کافر کافر کی گردان پڑھنے اور اس کو بزعم خود سادات احناف کی طرف منسوب کرنے کے بجائے، اس نے تو لکھا کہ ایسے عقیدے والے کو کافر کہنا درست نہیں ہے، اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ سارے وہابی جاہل تھے یا یہ ایک ہی تیس مار خائن ہے یا یہ جہالت میں ان کا بھی استاذ ہے مجھے تو سارے ہی ایک جیسے لگتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے دنیا میں کچھ عزت بچالی اور یہ وہابی دیوبندی دنیا میں ہی ذلیل ورسوا ہو گیا۔

”اگر ہم کافر تو وہابی دیوبندی بھی اپنے اقرار سے کافر“

(۱) وہابی کے کذاب زمانہ مولوی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے کہ:

اب جو عقیدہ ہے بریلویوں کا کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے، اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟ کہ حضور ﷺ کو غیب کی بہت سی باتوں کی خبر تھی، یہ جملہ صحیح ہے کہ نہیں (صحیح ہے) اور حضور ﷺ کو علم غیب تھا؟ (غلط ہے) دونوں میں فرق ہے معنی اور مفہوم دونوں کا ایک ہے بریلویوں کی مراد اس سے کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یہی مراد ہے کہ آپ کو ہزاروں غیبوں کی خبر تھی، لیکن لفظ کیا بولتے ہیں؟ (علم غیب) **تو ہم نے بھی وہی بات کی، جو انہوں نے کی، انہوں نے لفظ غلط بولے، ہم نے لفظ صحیح بولے، تو ہمارا اور ان کا اختلاف کیا رہا، ہمارا اور ان کا اختلاف یہ رہا، اس کو کہتے ہیں اختلاف لفظ،** ان کے الفاظ جہالت کا آئینہ دار ہیں اور ہمارے الفاظ علم کا آئینہ دار ہیں۔

(مناظرے اور مباحثے، ۲۷۹، مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

وہابی مولوی ساجد خان کے کذاب زمانہ نے یہ اعتراف کر کے کہ ”ہم نے بھی وہی بات کہ جو انہوں نے کی“ پوری وہابیت کی نیّا ہی غرق کر دی، جو کل تک کفر کفر اور کافر کافر کی صدا لگا رہی تھی آج اپنے ہی کذاب زمانہ کے اعتراف کی وجہ سے خود اسی کفر کے گھاٹ اتر گئی، جب بات ایک ہے تو پھر ہم کافر اور وہابی مسلمان کیسے؟ اگر وہابیت اہلسنت کو کافر کہتی ہے تو وہ خود بھی نہیں بچ سکتی۔ میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ ہمارا عقیدہ تو بقول تمہارے کفر تھا اور سادات احناف کے فتوے بھی بزعم خود دکھا رہے تھے پر آپ کے کذاب زمانہ نے یہ اقرار کر کے کہ ”ہم بھی وہی کہتے ہیں جو وہ کہتے ہیں“ اپنے ہی عقیدے کے کفر ہونے اور سادات احناف کے وہ فتوے (جو تم نے بزعم خود ہمارے لئے نقل کئے تھے) اپنے ذمہ کیوں لئے ہیں، اور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اختلاف لفظی میں ایک تو کافر ہو دوسرا مسلمان۔

مزید لکھتا ہے:

ہمارا ان کا اختلاف کیا ہوا نفی، تو میں کہا کرتا ہوں کہ ان کا اور ہمارا اختلاف جہالت اور علم کا اختلاف ہے وہ جہالت سے غلط لفظ بولتے ہیں اور ہم علم کی وجہ سے صحیح بولتے ہیں، **اتنا عقیدے کا اختلاف نہیں، جتنا کہ جہالت اور علم کا ہے، میں نے اب تک جو بتایا وہ یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا اختلاف لفظی ہے۔** (مناظرے اور مباحثے، ۲۷۹، مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں جو وہابی ساجد خان کی کفریہ مشین کی تباہی میں بہت زیادہ معاون ہیں۔

مزید لکھتا ہے:

ہمارا اور ان کا اختلاف جہالت اور علم کا اختلاف ہوا، یہ اختلاف نزاع لفظی؟۔۔۔ جب ہمارا اور ان کا اختلاف لفظی ہوا حقیقی نہ ہوا۔۔۔ ایضا۔

مزید لکھتا ہے:

ہمارا اور شیعہ کا نزاع خلافت کے مسئلہ پر کہ خلافت، خلفاء ثلاثہ کا حق ہے، اور ان کا کہنا کہ خلفاء ثلاثہ کا حق نہیں، یہ نزاع حقیقی ہے۔۔۔ اور امام کے پیچھے الحمد پڑھو، کوئی کہتا ہے کہ نہ پڑھو، یہ نزاع حقیقی ہے، یا لفظی؟ (نزاع حقیقی ہے) (مناظرے اور مباحثے، ۲۸۲، ۲۸۳ مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

جب علم غیب والے مسئلہ میں وہابیہ کے کذاب زمانہ کے اقرار کے مطابق حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ محض لفظی اختلاف ہے اور یہ

اختلاف امام کے پیچھے قراءت کرنے والے مسئلہ سے بھی کم ہے، کیونکہ وہ اختلاف حقیقی ہے اور یہ اختلاف لفظی ہے تو وہابی ساجد خان کی عقل کیوں خراب ہوگئی اور یہ کفر کفر اور کافر کافر کی گن مشین قتیل بالاکوٹی کی قبر سے نکال کر کیوں لے آیا۔ بحمد اللہ خود وہابی مولوی خالد محمود کے اس اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر وہابیت ہم پر کفر یا شرک کا فتوی لگاتی ہے تو وہ خود بھی اسی میں غرق ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے بھی بقول وہابی کے وہی بات کی جو ہم نے کی صرف لفظ کا اختلاف ہے۔

(۲) وہابی مولوی ساجد خان کے استاذ رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

یہ (بریلوی) حضرات درحقیقت انباء الغیب کو علم الغیب کہتے ہیں، تو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ نزاع بڑی حد تک لفظی ہے۔ کیونکہ یہ بات ہم بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو غیب کی خبریں (انباء الغیب) اللہ تعالی نے اتنی زیادہ عطاء فرمائی ہیں کہ کسی اور کو اتنی نہیں دی گئیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان خبروں کو انباء الغیب'' کہتے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات ان کو علم الغیب کہہ دیتے ہیں۔

(درس مسلم جلد ۱ ص ۲۵۸، ادارۃ المعارف کراچی)

وہابی مولوی ساجد خان کے استاذ رفیع عثمانی نے بھی یہ کہہ کر کہ ''فرق صرف اتنا ہے کہ وہابی ان خبروں کو انباء الغیب کہتے ہیں اور ہم سنی اس کے بقول اس کو علم الغیب'' ہمارے اور اپنے درمیان علم غیب والے مسئلہ کو محض نزاع لفظی مانا ہے۔ یعنی معنی کے اعتبار سے وہابیوں کا بھی وہی عقیدہ ہے جو سنیوں کا ہے لیکن لفظ ہم کچھ اور کہتے ہیں اور وہابی کچھ اور۔ جب فرق صرف لفظوں کا ہے تو کفر کا فتوی ٹھوکتے ہوئے وہابی کیسے بچے گا، وہابی بھی اپنے بچھائے ہوئے جال میں خود ہی پھنس جائے گا، ہم پر تو کوئی بھی فتوی نہیں لگے گا لیکن وہابی مولوی کفر کی دلدل سے نکل نہیں سکے گا۔

قارئین! ہمارے پاس اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن میں خود وہابی مولویوں نے ہمارے عقیدہ علم غیب کو کفر نہیں کہا اور اس کو اختلاف لفظی سے تعبیر کیا ہے، ابھی صرف اتنے ہی حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی مولوی اپنے ان وہابیوں کو سمجھانے اور ان پر فتوی لگانے میں کامیاب ہوگیا تو دیگر نام بھی پیش کروں گا اور اگر اس نے جہالت دکھانے کی کوشش کی تو مزید ٹھکائی ضرور ہوگی۔

قارئین! جب یہ بات خود وہابیہ نے ہی تسلیم کرلی کہ ہمارا عقیدہ علم غیب کفر و شرک نہیں ہے، اور وہابیہ اور اہلسنت کا اختلاف صرف لفظی ہے تو مزید جواب دینے کی حاجت نہیں، لیکن ہم اس عیار مکار اور دھوکہ باز وہابی کی وہابیت کا مزید انکشاف آپ پر کرنے اور اس کی عیاری مکاری و دھوکہ بازی کا اظہار کرنے کے لئے آپ کے سامنے کچھ وضاحت کر دیتے ہیں، تاکہ وہابیہ زمانہ کسی اور بھولے بھالے سنی کو دھوکہ میں نہ ڈالیں اور سادات احناف کا نام استعمال کر کے اپنی وہابی دکان نہ چمکائیں یا کوئی یہ نہ سمجھے کہ سادات احناف عقیدہ علم غیب عطائی کے قائل نہیں تھے یا اللہ کے بتلانے سے بھی اس عقیدے کو کفر کہتے تھے۔

''علم غیب اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف''

(۱) وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے بنائے ہوئے ثالث علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمٰعیلیت کا منہ کالا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ: فَلِمَ سَأَلَ جِبْرِيلُ عَنِ السَّاعَةِ مَعَ عِلْمِهِ بِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَمَا التَّوْفِيقُ بَيْنَ الْآيَةِ، وَبَيْنَ مَا اشْتُهِرَ عَنِ الْعُرَفَاءِ مِنَ الْأَخْبَارِ الْغَيْبِيَّةِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ أَبُو عَبْدِ اللهِ فِي مُعْتَقَدِهِ، وَنَعْتَقِدُ أَنَّ الْعَبْدَ يُنْقَلُ فِي الْأَحْوَالِ حَتَّى يَصِيرَ إِلَى نَعْتِ الرُّوحَانِيَّةِ فَيَعْلَمَ الْغَيْبَ، وَتُطْوَى لَهُ الْأَرْضُ، وَيَمْشِي عَلَى

الْمَاءِ، وَيَغِيبُ عَنِ الْأَبْصَارِ۔

اگر تو یہ کہے جب جبرئیل علیہ السلام کو اس کا علم تھا کہ قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے تو قیامت کے بارے میں سوال کیوں کیا، اور آیت اور جو غیبی خبریں عارف لوگوں کے بارے میں مشہور ہیں ان کے درمیان کیا توفیق ہے۔ **جیسا کہ شیخ الکبیر ابو عبداللہ نے اپنے معتقد میں کہا، ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندہ کئی احوال میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانی صفت کی طرف چلا جاتا ہے پھر غیب جانتا ہے، زمین اس کے لئے لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ پانی پر چلتا ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے۔**

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ دوسرے اعتراض کا جواب لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَنِ الثَّانِي فَلِأَنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِئَ وَلَوَاحِقَ، فَمَبَادِئُهُ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ، وَأَمَّا اللَّوَاحِقُ، فَهُوَ مَا أَظْهَرَهُ عَلَى بَعْضِ أَحِبَّائِهِ لَوْحَةَ عِلْمِهِ، وَخَرَجَ ذَلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ، وَصَارَ غَيْبًا إِضَافِيًّا، وَذَلِكَ إِذْ تَنَوَّرَ الرُّوحُ الْقُدُسِيَّةُ، وَازْدَادَ نُورِيَّتُهَا، وَإِشْرَاقُهَا بِالْإِعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ، وَتَحْلِيَةُ مِرْآةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَأِ الطَّبِيعَةِ، وَالْمُوَاظَبَةُ عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَفَيَضَانُ الْأَنْوَارِ الْإِلَهِيَّةِ حَتَّى يَقْوَى النُّورُ، وَيَنْبَسِطَ فِي فَضَاءِ قَلْبِهِ فَتَنْعَكِسُ فِيهِ النُّقُوشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، وَيَطَّلِعُ عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ، وَيَتَصَرَّفُ فِي أَجْسَامِ الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ۔

بہر حال دوسرے کے بارے میں جواب یہ ہے کہ غیب کے مبادی اور لواحق ہیں۔ تو اس کے مبادی پر نہ کوئی فرشتہ مطلع ہوتا ہے اور نہ ہی نبی مرسل اور بہر حال لواحق وہ ہیں کہ اللہ تعالی اپنے محبوب بندوں میں سے جس پر اپنے علم کی کوئی تختی ظاہر کی ہو اور یہ غیب مطلق سے نکل گیا اور غیب اضافی ہو گیا۔ یہ تب ہوتا ہے جبکہ روح قدسیہ منور ہو جائے اور عالم حس کی ظلمت سے اعراض کرنے کی وجہ سے اس کی نورانیت اور چمک زیادہ ہو جائے اور دل آئینہ طبیعت کا زنگ اتار کر مزین ہو جائے اور علم و عمل پر ہمیشگی ہو اور انوار الٰہیہ کا فیضان ہو یہاں تک کہ نور قوی ہو جائے اور اس کے دل کی فضاء پھیل جائے پھر لوح محفوظ میں لکھے ہوئے نقوش اس میں منعکس ہو جائیں اور مغیبات پر مطلع ہو جائے اور عالم سفلی کے اجسام میں تصرف کرے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ا، ص ۱۲۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ا، ۳۵۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

قارئین! علامہ علی قاری نے وہابیت کی شرک کی پوری فیکٹری اپنی اسی ایک عبارت سے غرق کر دی باقی عبارات تو وہابیت کو کہیں کا نہیں چھوڑیں گی بہر حال علامہ علی قاری سے سوال ہوا کہ بندے پر ایک مقام ایسا آتا ہے کہ "فیعلم الغیب علم غیب جانتا ہے۔ اس سوال کا جواب وہابیہ دیوبندیہ کی نہج کے مطابق سیدھا سیدھا یہ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا اور جو کسی اور کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھے (جیسا کہ شیخ الکبیر ابو عبداللہ) تو وہ کافر ہے۔ لیکن علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے وہابیت کو ایک ہی بار موت کی نیند سلاتے ہوئے اور اس کا بیڑا غرق کر کے اس کو اس کے اصلی مقام پر پہنچاتے ہوئے یہ جواب نہیں دیا بلکہ شیخ الکبیر ابو عبداللہ کے عقیدے کا دفاع کیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ کا نیک بندہ بھی علم غیب جانتا ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

... فَإِذَا انْكَشَفَ جَمَالُ الْحَقِّ لَهُ ازْدَادَ ذَلِكَ النُّورُ فَيَتَقَوَّى إِلَى أَنْ يَنْبَسِطَ، وَيَنْشَرِحَ الصَّدْرُ، وَيَطَّلِعَ الْعَبْدُ عَلَى حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ، وَيَتَجَلَّى لَهُ الْغَيْبُ، وَغَيْبُ الْغَيْبِ...

لہٰذا جب اس کے لئے حق کا جمال منکشف ہوتا ہے تو یہ نور بڑھ جاتا ہے پھر تقویت پکڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدر میں انشراح اور انبساط ہو جاتا ہے اور بندہ اشیاء کے حقائق پر مطلع ہوتا ہے اور اس کے لئے غیب اور غیب الغیب اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱، ص ۱۱۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱، ۵ ۴ ۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری تو بندے کے لئے غیب الغیب کا علم مان رہے ہیں اور یہ وہابڑے ان کا نام دکھا کر جیبیں بھرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

(يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى)، أَيْ: بِمَا سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْأَوَّلِينَ مِمَّنْ قَبْلَكُمْ (وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ) أَيْ مِنْ نَبَأِ الْآخِرِينَ فِي الدُّنْيَا وَمِنْ أَحْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِي الْعُقْبَى.

پہلے گزرنے والی باتوں سے پچھلی امتوں کے احوال وانجام مراد ہیں (وما هو كائن بعد كم) اس سے آنے والے زمانوں میں جو اہم واقعات وحوادث رونما ہوں گے دنیا میں ان کی پیش خبری بھی ہے اور عقبی کے حقائق وکوائف بتانا بھی مراد ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۱، ص ۷۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱۱، ص ۴ ۱۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

ومن ذلك مااطلع عليه من الغيوب)الامور المغيبة فى الحال (ومايكون) اى سيكون فى الاستقبال۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے آپ کو امور غیبیہ حال اور استقبال پر مطلع فرما دیا۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض، جلد ۱، ص ۶۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

لو جی! علامہ علی قاری نے جملہ ما کان و ما یکون کا اقرار کر کے وہابیت کے تابوت میں ایک اور زبردست کیل ٹھونک کر بیچاری کو دفن کر دیا۔

ایک اور مقام پر وہابیت کو اس کے اصلی گھر تک پہنچاتے ہوئے لکھتے ہیں:

(فَعَلِمْتُ)، أَيْ: بِسَبَبِ وُصُولِ ذَلِكَ الْفَيْضِ (مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) يَعْنِي: مَا أَعْلَمَهُ اللهُ تَعَالَى مِمَّا فِيهِمَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْأَشْجَارِ وَغَيْرِهِمَا، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سَعَةِ عِلْمِهِ الَّذِي فَتَحَ اللهُ بِهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَيْ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَاوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا، كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ، "وَالْأَرْضِ" هِيَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ، أَيْ: وَجَمِيعَ مَا فِي الْأَرَضِينَ السَّبْعِ، بَلْ وَمَا تَحْتَهَا، كَمَا أَفَادَهُ إِخْبَارُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوتِ اللَّذَيْنِ عَلَيْهِمَا الْأَرَضُونَ كُلُّهَا۔۔

پس میں نے جان لیا) یعنی اس فیض کے پہنچنے کے سبب۔ ما فی السموات و الارض: یعنی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بتلایا یعنی ملائکہ وشجر وغیرہ اور یہ جملہ آپ کے علم کی وسعت سے عبارت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا تھا۔ **اور ابن حجر نے فرمایا ہے یعنی تمام کائنات جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس کے اوپر جیسا کہ معراج سے ثابت ہوتا ہے اور الارض یہاں بھی جنس کے معنی میں ہے یعنی تمام وہ جو زمینوں میں ہے بلکہ جو اس کے بھی نیچے ہے جیسا کہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا ہے بیل اور مچھلی کے بارے میں کہ جس پر تمام زمینیں ہیں۔** (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۴۰۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۲، ص ۶۲۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اللہ کریم کی رحمتیں نازل ہوں علامہ علی قاری پر جنہوں نے وہابیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا، وہابی مولوی ساجد خان نے بڑے مزے سے علامہ علی قاری کا نام تو لے لیا اور ان کی تعریف بھی کر دی لیکن بیچارہ جانتا نہیں تھا کہ علامہ علی قاری اس کو کتنا رسوا کریں گے علامہ صاحب تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمام زمین وآسمان بلکہ زمین سے نیچے اور آسمان سے اوپر کا بھی علم مانتے ہیں، اور یہ خبثائے دیو فتوے ٹھونکتے ہیں۔ آگے والی عبارت میں مزید وہابیت کو زمین بوس کر کے مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ **چنانچہ لکھتے ہیں:**

(فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ) أَيْ فَبَيَّنَ الْمَبْدَأَ وَالْمَعَادَ، وَتَوْضِيحُهُ أَنَّهُ - صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بَيَّنَ أَحْوَالَ الْأُمَمِ كُلِّهِمْ إِلَى وَقْتِ دُخُولِ الْجَنَّةِ، وَعَيَّنَ أَحْوَالَ أُمَّتِهِ مِمَّا يَجْرِي عَلَيْهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ إِلَى أَنْ يَدْخُلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْهُمُ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ. (حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ)۔۔۔۔قَالَ الْعَسْقَلَانِيُّ: أَيْ أَخْبَرَنَا عَنِ الْمَبْدَأِ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ إِلَى أَنِ انْتَهَى الْإِخْبَارُ عَنْ حَالِ الِاسْتِقْرَارِ فِي الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ، وَتَيْسِيرُ إِيرَادِ ذَلِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ.

پس مبدا اور معاد کا ذکر فرمایا، یعنی دخول جنت کے وقت تک کے تمام امتوں کے احوال بیان کئے اور اپنی امت کے احوال خیر و شر بیان فرمائے حتی کہ اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں داخل ہو گئے۔۔۔۔عسقلانی فرماتے ہیں: یعنی آنحضرت نے ہمیں مبدا کے بارے میں ایک چیز کے بعد دوسری چیز بیان کی یہاں تک کہ آپ نے ہمیں جنت وجہنم میں استقرار کی حالت کے بارے میں بتا دیا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے مبدا و معاد و معاش کے تمام احوال بیان فرمائے اور ایک ہی مجلس میں ان تمام باتوں کا ذکر خارق عادت کاموں میں سے ایک امر عظیم ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۱۰،ص ۳۶۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم دیوبندی، جلد ۱۰، ۵۸۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

واہ واہ! لکھنے والے علامہ علی قاری ہیں اور ترجمہ کرنے والے وہابی دیوبندی ہیں کیا فرمایا علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے کہ تمام امتوں کے احوال بیان فرما دیئے، اور اپنی امت کا بھی خیر وشر بیان فرما دیا یہاں تک بیان فرمایا کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں پہنچ گئے اور آگے مزید یہ لکھ کر کہ **"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے"** وہابیت کی مردہ لاش بھی سمندر کی تہ میں اینٹوں کے ساتھ باندھ دی تاکہ پھر باہر آنے کا نام نہ لے۔

ایک اور مقام پر علوم کلیہ وجزئیہ کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنِّي لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ) أَيِ: الْعَشَرَةِ) وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ، وَأَلْوَانَ خُيُولِهِمْ):فِيهِ مَعَ كَوْنِهِ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ عِلْمَهُ تعالى مُحِيطٌ لِلْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ مِنَ الْكَائِنَاتِ وَغَيْرِهَا .....

یہ حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالی کا علم کائنات کے تمام جزئیات وکلیات پر محیط ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۹، ص ۵۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱۰، ص ۱۰۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نوٹ: علامہ علی قاری کی اس عبارت کا تعلق سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اور علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی دیگر عبارات کو دیکھتے ہوئے، وہی ہے جو اکابرین اہلسنت نے بیان کیا ہے کہ اس عبارت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا بیان ہے باقی موجودہ نسخوں میں

"علمه" کے ساتھ "تعالی" کا اضافہ کاتب کی غلطی ہے۔ اگر وہابیہ اسمعیلیہ یہ کہیں کہ اس عبارت کا تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں ہوسکتا تو وجہ بیان کریں کہ کیوں نہیں ہوسکتا۔ کیا اس عبارت کا تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرنے سے شرک لازم آتا ہے یا کچھ اور؟ وہابیہ اسمعیلیہ اپنے گھر کی کتب کا مطالعہ کر کے جواب دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک بار پھر ان کو ذلت ورسوائی کا منہ ان کو دیکھنا پڑے اور یہ کوئی بعید نہیں ہے، بلکہ واقع ہے۔

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

ومن معجزاته الباهرة) ای آیاته الظاهرة (ما جمعه الله من المعارف) ای الجزئیة (و العلوم) الکلیة والمدرکات الظنیة و الیقینیة او الاسرار الباطنیة و الانوار الظاهرية (وخصه به) ای ما خصه به (من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا و الدین) ای ما یتم به اصلاح الامور الدنیویة و الاخرویة۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ کریم نے آپ کے لئے جمع فرمایا۔ معارف جزئیہ، علوم کلیہ ومدرکات ظنیہ ویقینیہ یا اسرار باطنیہ وانوار ظاہریہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا، دین اور آخرت کی تمام مصلحتوں پر مطلع فرمایا۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، جلد ۱، ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

و توضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیه من النقوش القدسیة و الصور الغیبیة و بعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء و الاضافة لادنی ملابسة، و کون علمهما من علومه: ان علومه تتنوع الی الکلیات و الجزئیات و حقائق و دقائق و عوارف و معارف، تتعلق بالذات و الصفات و علمهما انما یکون سطرا من سطور علمه و نهرا من بحوره۔

اور توضیح اس کی یہ ہے کہ علم لوح سے مراد نقوش قدسیہ اور صور غیبیہ ہیں جو اس میں منقوش ہوئے، اور قلم کے علم سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالی نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت فرمایا، ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنی علاقہ کی وجہ سے ہے۔ اور ان دونوں میں جس قدر علوم موجود ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک پارہ ہونا اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء، وعلوم اسرار خفیہ، اور وہ علوم اور معرفتیں کہ جو اللہ تعالی کی ذات وصفات سے متعلق ہیں، اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان کے دریاوں میں سے ایک نہر ہیں۔ (الزبدة فی شرح البردة، ص ۱۶۷، دار اللباب)

مزید لکھتے ہیں:

فان علمه حاو لفنون العلم کعلم القراءة والتفسیروالحدیث والفقه والقصص والمواعظ والعقائدوغیرهاوفی کل منها صنف مجلدات والف مدونات و کذا حکمه جامع لانواع الحکم....منها علمه بالامور الغیبیة التی عجز عنها الکهنة و المنجمیة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم، علم کی اقسام کو حاوی ہے جیسے علم قراءت۔۔۔ اور انہی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمور غیبیہ کا علم بھی ہے جس نے نجومی وغیرہ کو عاجز کر دیا ہے۔ (الزبدة فی شرح البردة، ص ۶۸، دار اللباب)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی یہ ساری عبارات بانگ دہل بتا رہی ہیں کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لئے علم غیب کے قائل تھے بلکہ علم کلی کے بھی قائل تھے وہابیہ اسمعیلیہ کا پورا کنبہ علامہ علی قاری پر بہتان باندھ کر ان کو اس کا منکر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ ان عبارات کے ہوتے ہوئے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

(۲) علامہ بدرالدین العینی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَالْغَرَض أَنه أخبر عَن المبدأ والمعاش والمعاد جَمِيعًا۔

غرض یہ کہ حضور سرور عالم ﷺ نے مخلوقات کے مبدا اور معاش اور معاد سب کی خبر دی۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

وَفِيه: دلَالَة على أَنه أخبر فِي الْمجْلس الْوَاحِد بِجَمِيعِ أَحْوَال الْمَخْلُوقَات من ابتدائها إِلَى انتهائها، وَفِي إِيرَاد ذَلِك كُله فِي مجْلِس وَاحِد أَمر عَظِيم من خوارق الْعَادة. وَكَيف وَقد أعطي جَوَامِع الْكَلم مَعَ ذَلِك؟

اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام احوال کی خبر دی۔ ابتدا سے انتہا تک اور ایک ہی مجلس میں اس کا وارد فرمانا خوارق عادت سے امر عظیم ہے اور کیوں نہ ہو؟ اس کے باوجود کہ حضور ﷺ جوامع الکلم بھی دیئے گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۱۵، ص ۱۵۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارات کے بعد علامہ عینی کی عبارات سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے جس کے بحمد للہ اہلسنت قائل ہیں یہ بھی حنفی ہیں اور انہوں نے بھی وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

(۳) وہابی مولوی کے معتبر و مستند مفسر علامہ آلوسی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَعَلَّمْناهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً أی علما لا يكتنه كنهه ولا يقادر قدره وهو علم الغيوب۔

اور ہم نے خضر علیہ السلام کو اپنے پاس سے علم دیا جس کی حقیقت اور مرتبہ کوئی نہیں جانتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۱۵، ص ۴۱۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

لكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِما أَنْزَلَ إِلَيْكَ لتجليه فيه سبحانه أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ أی متلبسا بعلمه المحيط الذی لا يعزب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الأرض ومن هنا علم صلّی اللہ علیه وسلّم ما كان وما هو كائن۔

(لیکن اللہ تعالی اس قرآن پر شاہد ہے جس کو آپ پر نازل کیا) کیونکہ اللہ تعالی نے آپ پر علم کی تجلی فرمائی (اللہ تعالی نے یہ قرآن اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا) یعنی جب اللہ تعالی نے آپ پر قرآن نازل کیا تو اپنی اس صفت علم کے ساتھ آپ پر تجلی کی جس علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ما کان و ما یکون کو جان لیا۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۶، ۲۶۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ آلوسی کا نام وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بہت لیا ہے لیکن اس مقام پر وہابی اسمعیلی کو موت آ جائے گی کیونکہ علامہ آلوسی نے یہاں وہابیت اسمعیلیت کی نیا ہی ڈبو دی ہے اور اس کے سارے حربے خاک میں ملا دیئے ہیں وہابی اسمعیلی بتائے گا کہ علامہ آلوسی جنہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے لئے علم غیب مانا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ما کان و ما یکون مانا ہے ان پر کیا فتوی لگے گا اور ہابی اسمعیلی ان کو کہاں پہنچا کر دم لے گا۔ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ابھی بتاتے ہوئے کچھ شرم محسوس ہو رہی ہو (جس کی ہمیں کوئی

توقع نہیں کیونکہ جن کے وہابی اکابرین کے پاس شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہو تو ان کے نیچے والوں سے کیا امید کی جاسکتی ہے) تو اپنی ہی کتاب کھول کر دیکھ لے یا پھر اپنے وہابیوں کی کتابوں کو بھی ہاتھ لگا لے۔ ویسے ہمیں سادات احناف ومشائخ ہند کی گردان سنانے والا یہاں بھی کچھ عوعو کرے تاکہ معلوم ہو کہ وہ سادات احناف ومشائخ ہند کا نام لینے میں کتنا سچا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان وہ سب گردانیں بھول گیا ہوگا اور وہی اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء والے پینترے تلاش کر رہا ہوگا۔

(۴) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(خلق الإنسان) يعني محمدا صلى الله عليه وسلم (علمه البيان) يعني القران فيه بيان ما كان وما يكون من الأزل الى الابد۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الانسان سے مراد رسول اللہ ﷺ اور البیان سے مراد قرآن ہو۔ قرآن تمام لوگوں کے لئے راہ نما اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل ہے **اس میں ازل سے ابدتک تمام چیزوں کا بیان ہے** ۔

(تفسیر مظہری، جلد ۶ ص ۴۹۱، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۱۱ ص ۱۳۴، دارالاشاعت کراچی)

قاضی صاحب کی اس عبارت اور وہابی مولوی کے ترجمہ سے واضح ہے قاضی صاحب سرکار ﷺ کے لئے ما کان و ما یکون کے علوم کے قائل تھے۔ وہابی مولوی کو چاہیے کہ قاضی صاحب جن کو وہ معتبر و مستند مانتا ہے اور اس نے ان کے کئی حوالے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں ان کی بات مانے اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پاک کے لئے یہی عقیدہ بیان کرے جو قاضی صاحب نے بیان کیا ہے لیکن آپ یقین جانئے وہابی مر جائے گا، اپنے اکابرین کی طرح مٹی میں مل جائے گا پر یہ عقیدہ بیان نہیں کرے گا کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو قرآن سکھایا اور قاضی صاحب کے عقیدے کے مطابق قرآن میں ما کان و یکون یعنی ازل سے ابد تک تمام چیزوں کا علم ہے جو سرکار ﷺ کو حاصل تھا۔

''قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ کافر، تجدید ایمان و نکاح کریں، وہابی اسمٰعیلی فتوی''

ویسے تو علامہ آلوسی نے بھی سرکار دو عالم ﷺ کے لئے علم ما کان و یکون کا علم ان الفاظ ''ما کان و ما ھو کائن'' سے تسلیم کیا ہے، لیکن ہم قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی بات کر رہے ہیں کہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے کتنے واضح الفاظ میں سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ما کان و ما یکون کا علم ازل سے ابد تک تسلیم کیا ہے۔ اس پر وہابیہ اسمعیلیہ کے فتوے تو موجود ہیں لیکن میں یہاں ایک فتوی نقل کر دیتا ہوں جس میں وہابیہ اسمعیلیہ نے قاضی صاحب پر کفر کا فتوی لگانے کے ساتھ ساتھ قاضی صاحب کو تجدید ایمان و نکاح کا بھی حکم دیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی عبدالحق حقانی لکھتا ہے:

جو کوئی آنحضرت ﷺ کے لئے ما کان و ما یکون کے علم کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ نص قطعی کا مخالف ہے اس لئے ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے، اس کو تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ (فتاوی حقانیہ، جلد ۱ ص ۱۶۰، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور)

نوٹ: یہ فتاوی ۲۰ وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ و پسندیدہ ہے۔

لیجئے! قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ جن کا نام لے لے کر وہابیت اسمعیلیت گمراہ کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کی مجمل عبارات پیش کر کے چیختی ہے، آج انہی پر وہابیت اسمعیلیت نے صرف کافر ہونے کا فتوی نہیں لگایا بلکہ تجدید ایمان و نکاح کا بھی فتوی

لگایا ہے۔ہم وہ سوالات یہاں نہیں کریں گے جو وہابیہ اسمعیلیہ اپنی حیاء کو بیچ کر کرتے ہیں کہ معاذ اللہ جب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کا نکاح نہیں تھا تو اولاد کیا ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

وہی قاضی صاحب (جن کو وہابی نے معتبر و مستند مانا ہے) اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ پوری وہابیت کی کشتی بیچ سمندر غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال اهل السنة والجماعة كرامات الأولياء معجزة لنبيهم قال الله تعالى وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه وقد بعث الله تعالى خاتم النبيين الى كافة فاعتبر اهل السنة اتباعه صلى الله عليه وسلم من العلماء والأولياء لسانا له صلى الله عليه وسلم حتى يستقيم الحصر واستغراق الاضافة فى لسان قومه فعلى تقدير شمول لفظ الرسول للاولياء لا يلزم نقص بحصول علم الغيب لهم على وجه الكرامة وعلى تقدير عدم شموله نقول المراد بالعلم العلم القطعي والعلم الحاصل للاولياء بالإلهام وغيره ظني ليس بقطعي۔

اہل السنت والجماعت قائل ہیں کہ اولیاء کی کرامتیں (حقیقت میں) ان کے پیغمبر ہی کا معجزہ ہوتی ہیں۔اللہ نے فرمایا ہے: ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں ہی پیام رساں بنا کر بھیجا اور چونکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے (اور تمام انسان آپ کی قوم قرار پائی) اس لئے جو اولیاء آپ کے پیرو ہوئے اہل سنت کے نزدیک وہ آپ ہی کی زبان ہوئے تاکہ حصر درست ہوجائے اور لسان قومہ میں اضافت کا عموم صحیح قرار پائے (پس علماء امت اور اولیاء اسلام سے جو کرامتیں ظاہر ہوئیں وہ حضور ﷺ کا ہی معجزہ ہوا) **اب اگر لفظ رسول اولیاء کو شامل مانا جائے اور اولیاء کو بطور کرامت علم غیب حاصل ہوجائے تو کوئی خرابی نہیں (گویا اولیاء کو علم غیب رسول مرتضی کا علم غیب ہوا اور رسول مرتضی کے لئے علم غیب کا عطا ہونا آیت سے ثابت ہے) لیکن اگر اولیاء کو لفظ رسول شامل نہ بھی ہو تو اولیاء کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ حکم آیت کا ناقص نہیں کیونکہ اولیاء کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ قطعی یقینی نہیں ہوتا ظنی ہوتا ہے۔**

(تفسیر مظہری، جلد ۷، ص ۲۵۴، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۱۲، ص ۹۶، دارالاشاعت کراچی)

قاضی صاحب کی عبارت اور وہابی اسمعیلی مولوی کے ترجمہ و وضاحتی بریکٹ سے اہل سنت کا مذہب بالکل واضح ہوجاتا ہے، اور یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کو علم غیب حاصل ہے اور ان کے صدقے اولیاء کو بھی اس میں سے حصہ ملا ہے اور یہی قاضی صاحب نے ثابت کر کے وہابیت کے منہ پر بالعموم اور وہابی ساجد خان کے منہ پر بالخصوص ایسا تھپڑ رسید کیا جس کی شدت و گونج یہ وہابی قیامت تک نہیں بھولے گا، جس عقیدے کو یہ آدھا پاگل اور اس کے جاہل اکابرین شرک شرک اور کفر کفر کہہ رہے تھے اور فتوے لگاتے ہوئے اتنے اندھے ہوجاتے تھے کہ اپنی وہابی قوم کا بھی خیال نہیں کرتے تھے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ اسی عقیدہ کے قائل ہیں اور ببانگ دہل اس کو اہل سنت کا عقیدہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ویسے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے جس طرح پوری وہابی ذریت کو بیچ چوراہے پر ننگا کیا ہے یہ انہی کا خاصہ ہے اب وہابیت اسمعیلیت کی پوری زندگی اس کو چھپاتے چھپاتے ختم ہوجائے گی پر کوئی تاویل کام نہ آئے گی، مزے کی بات یہ ہے کہ اگر قاضی صاحب اپنی طرف سے بیان کرتے تو بھی اس وہابی ساجد خان کے بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی کیونکہ وہابی ساجد خان نے قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ کی تعریف میں لب کشائی ہی اتنی کی تھی لیکن قاضی

صاحب نے اس کو اہل سنت کا عقیدہ قرار دے کر وہابیت کی پوری پوری مٹی ہی پلید کر دی اور وہابیت کو ایسا تباہ کیا کہ اگر اس میں کوئی حیاء کا ذرہ ہوا تو سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں:

(عَلَّمَكَ) العلوم بالاسرار والمغیبات۔۔

اور سکھائے آپ کو اسرار کے اور غیوب کے علوم۔ (تفسیر مظہری، جلد ۲، ص ۲۱۶، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

قاضی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم اسرار و غیوب سے نوازا ہے۔

''الفضل ما شهدت به الاعداء اور وہابی مولوی ساجد کو کھلا چیلنج''

وہابی مولوی سرفراز گکھڑوی قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے بعض علم غیب مراد ہے اور یہی دوسرے دلائل اور براہین کے پیش نظر حق اور متعین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی لینا ہرگز جائز اور صحیح نہیں ہے۔ (ازالۃ الریب، ص ۵۰۱، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اسی طرح علامہ آلوسی، شاہ عبدالعزیز اور علامہ اسمعیل حقی اور کئی مفسرین کے حوالے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات مفسرین کرام آیت کے اس حصہ سے بعض علم غیب ہی مراد لیتے ہیں کل مراد نہیں لیتے حتی کہ وہ حضرات مفسرین کرام بھی مثلاً علامہ ابوسعود شاہ عبدالعزیز اور صاحب روح البیان وغیرہ۔۔۔ دلائل قطعیہ اور حسب تصریح حضرات مفسرین کرام اس مقام پر بعض علم غیب مراد ہے تو بعض علم غیب پر رسول مرتضی کا مسلط ہونا بھی فریق مخالف کو چنداں مفید نہیں۔

(ازالۃ الریب، ص ۴۹۳، ۴۹۴، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

لو جی! اب تو خود وہابی اسمعیلی ساجد کے گرو گھنٹال سرفراز گکھڑوی نے بھی تسلیم کر لیا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ آلوسی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی بعض علم غیب کے قائل ہیں۔ میں وہابی مولوی سے کہتا ہوں کہ اپنی وہابی شریعت کے مولویوں، کتابوں بلکہ اپنی ہی کتابوں کی روشنی میں بتاؤ کہ بعض علم غیب کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ ساتھ ہی ساتھ میں اس وہابی کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ ''جس بعض علم غیب کا اقرار اس کا باپ کر رہا ہے اور دلائل و براہین کے پیش نظر اس کو حق کہہ رہا ہے اور دلائل قطعیہ و حسب تصریح مفسرین اس سے بعض علم غیب مراد لے رہا ہے'' اس کا ثبوت اپنے گھر کی شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء احناف سے دے، اور بتائے کہ وہ کون کون سے فقہاء احناف ہیں جو بعض علم غیب کو دلائل قطعیہ و براہین کی روشنی میں حق کہتے ہیں۔ فقہاء احناف سے ان دلائل قطعیہ و براہین کو مع حوالہ جات بیان کرے، یہ نہ ہو کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہماری اس بات کو ہی ہضم یا گول مول کر جائے اور ہمیں یہی یقین کامل ہے کہ ایسا ہی ہونا ہے۔ بہرحال جب یہ وہابی بتا دے گا تو ہم بتائیں گے کہ یہ دلائل قطعیہ ہمیں مفید ہیں یا نہیں اور اس سے وہابیہ اسمعیلیہ کا کتنا خانہ خراب ہوا ہے، اور جاہل وہابی سرفراز گکھڑوی کے عذاب میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔

(۵) علامہ اسماعیل حقی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً خاصا هو علم الغيوب والاخبار عنها باذنه تعالى على ما ذهب اليه ابن عباس رضی اللہ عنہما۔۔۔

اور ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے پاس سے ایک خاص علم دیا اور وہ غیوب اور ان کے بارے میں خبریں دینے کا علم ہے

اللہ کے اذن سے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔(تفسیر روح البیان، جلد ۵، ص ۳۲۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

وَعَلَّمَكَ بالوحی من الغیب وخفیات الأمور ما لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ذلك الی وقت التعلیم وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً

اور اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا علم عطا فرمایا جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ نہ جاننا تعلیم فرمانے کے وقت تک تھا۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۲، ص ۳۴۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابیت کے عقیدہ ملعونہ کا رد اور اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے علامہ اسمٰعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وکذا صار علمه محیطا بجمیع المعلومات الغیبیة الملكوتية كما جاء فی حديث اختصام الملائكة انه قال فوضع كفه على كتفی فوجدت بردها بين ثدیي فعلمت علم الأولين والآخرين وفی رواية علم ما كان وما سيكون۔

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام مغیبات ملکوتیہ پر محیط ہے جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کے فیض کی سردی میں نے اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی، پس میں نے اولین وآخرین کے علم کو جان لیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے گزشتہ وآئندہ کا تمام علم جان لیا۔(تفسیر روح البیان، جلد ۹، ص ۲۷۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

قد قال علیه السلام لیلة المعراج (قطرت فی حلقی قطرة علمت ما كان وما سيكون) فمن قال ان نبی الله لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما أصاب۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا جس سے میں جان لیا جو ہو چکا اور جو ہو گا پس جس نے کہا کہ اللہ کا نبی علم غیب نہیں جانتا اس نے خطا کی۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمٰعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا بیڑا غرق کر دیا اور اس بات کو بانگ دہل اعلان کر دیا کہ اہلسنت کا عقیدہ کل بھی حق تھا اور آج بھی حق و سچ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی اہلسنت کی تائید دیکھ کر اور زبردست تائید دیکھ کر یہ نہ کہہ دے کہ جی یہ یہ ہیں یہ وہ ہیں وغیرہ وغیرہ تو میں اسی کے گھر کی مصدقہ کتاب سے علامہ صاحب کا مقام و مرتبہ بیان کر دیتا ہوں تا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔

وہابی اسمٰعیلی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

مؤلف روح البیان فی تفسیر القرآن: هو العالم المفسر الاصولی الفقیه المتكلم الصوفی الواعظ الشیخ اسمعیل حقی الجلوتی الطریقة البروساوی البلد الحنفی المذهب...

آپ عالم، مفسر، اصولی، فقیہ، متکلم، صوفی اور واعظ بھی تھے، آپ طریقت کے اعتبار سے جلوتی ہیں اور مسکن کے اعتبار سے بروساوی ہیں اور مذہب کے اعتبار سے حنفی ہیں۔ (مقالات کوثری، ص ۴۸۲، دار شمشی کراچی)

لیجئے! ہم نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے یہ راستہ بھی بند کر دیا ہے۔باقی تقریظ لکھنے والے پر کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو اس پر ایک ہی حوالہ بیان کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

اس کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پر اس کی تقریظ ہے لہٰذا ہم صرف اسی کو پیش کریں گے باپ بیٹا دونوں کی حجامت خود ہی ہو جائے گی۔(دفاع ختم نبوت،ص ۲۰،دارالنعیم لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ابوایوب جو کہ اپنے کرتوتوں سے خاندانی نائی لگتا ہے اور اس کا حجامت کرنے کا بھی دعوی ہے لیکن کس کی،اپنے ہی وہابیوں کی،اس جاہل آدمی کے پاس نہ علم،نہ ادب بس وہابیوں کے لئے حجامت کی دکان کھولی ہے۔بہر حال اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کچھ عوعو کی تو بقول وہابی ابوایوب حجامت یوسف بنوری کی ہوگی۔

(۶)علامہ ابوالسعود الحنفی لکھتے ہیں:

(وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا)خاصاً لا یُکتنه کُنهُه ولا یُقادَرُ قدرُه وهو علمُ الغیوب۔

اور ہم نے خضر علیہ السلام کو اپنے پاس سے خاص علم دیا جس کی حقیقت اور مرتبہ کوئی نہیں جانتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔(تفسیر أبي السعود،جلد ۴،ص ۲۰۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہم ماقبل میں وہابی اسمٰعیلی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کا حوالہ بیان کر چکے ہیں جس میں اس نے واضح اقرار کیا ہے کہ علامہ ابو سعود حنفی علیہ الرحمۃ علم غیب کے قائل تھے۔وہ اقرار اپنی جگہ ہے علامہ صاحب کی یہ عبارت بالکل واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ اہلسنت کا موقف بالکل حق اور سچ ہے اور یہی سادات احناف ومشائخ ہند کا مذہب ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو بھی فتوے لگانے ہیں ان پر لگائے جن کے بارے میں اسی کا رئیس المحرفین اقرار کر چکا ہے ہمیں کچھ کہنے یا ہم پر فتوے لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب بھی وہابیہ اسمعیلیہ بزعم خود اہلسنت پر کوئی فتوی لگانے کی کوشش کریں گے تو صرف اہلسنت پر ہی نہیں لگے گا بلکہ سادات احناف ومشائخ ہند بلکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے وہابی اکابرین بھی اس میں سے حصہ لیں گے اور ان فتوؤں کی زد میں آئیں گے دوسروں کو اصول دکھانے اور سمجھانے والے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کریں۔

(۷)وہابی مولوی ساجد کے معتبر ومستند شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

فاوحی الی عبده ما اوحی الآیة بتمامه علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات، اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احیطهٔ ایں ابهام داخلاست وهمه راشامل وکثرت وعظمت اوست که مبهم آدردو بیان نه کردو اشارات بآنکه جزعلم علام الغیوب ورسول محبوب به آں محیط نتواند شد مگر آں چه آں حضرت بیان کرده۔

معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں وکمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں انکی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کا بیان نہیں فرمایا۔اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوئے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہ احاطہ کر سکتا۔ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔(مدارج النبوۃ،جلد ا،ص ۱۷۰،مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ حدیث مبارکہ "فعلمت مافی السمٰوٰت والارض" کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول علوم جزوی وکلی واحاطہ آں۔

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔ (اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۳۳۳، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

لمعات التنقیح میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض" کنایۃ عن حصول جمیع العلوم، استشھد علی امکانہ و حصولہ بقولہ (و کذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو تمام علوم حاصل ہو گئے، اور اس بات کے ممکن وحصول پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑی۔۔(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۸۷۴، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

لمعات میں ہی اس حدیث پاک "فاخبرنا عن بدء الخلق" کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اخبرنا فی مجلس واحد بجمیع احوال المخلوقات من المبدأ الی المعاد۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مبدا سے معاد تک مخلوقات کے جمیع احوال کے بارے میں ہمیں ایک ہی مجلس میں بتا دیا۔(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۹، ص ۱۷۱، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ صاحب حدیث مبارکہ "فتجلی لی کل شیء وعرفت" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔

پس مجھ پر ہر چیز ظاہر اور روشن ہو گئی میں نے علوم میں سے ہر چیز کو جان لیا۔(اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۳۴۲، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیا ست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منکشف ساختند، تاہم احوال را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد۔

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفخہ اولیٰ کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب منکشف فرما دیا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو گئے اور اپنے صحابہ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں سے بعض احوال کی خبر دی۔ (مدارج النبوۃ، جلد ۱، ص ۱۴۴، مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

مزید فرماتے ہیں:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ و ے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دانا ست بر ہمہ چیز از شیونات ذاتِ الٰہی و احکام صفاتِ حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمود و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد۔۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاننے والے ہیں تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی شانوں سے اور احکام صفات حق واسماء وافعال اور آثار سے اور تمام

علوم ظاہر و باطن، اول و آخر سب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احاطہ کرلیا اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے۔ (مدارج النبوۃ، جلد ۱، ص ۲، ۳، مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

لیجئے! جن کو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے وہی وہابیت اسمٰعیلیت کے دعوی کو پاش پاش کر رہے ہیں اور بانگ دہل وہی اعلان کر رہے ہیں جو اہلسنت ان کی ہی پیروی میں کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان! شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی یہ جملہ عبارات دیکھے اور پھر اپنی وہابیت اسمٰعیلیت میں ڈوب مرے کیونکہ اس کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:

ثم انه ينجذب الى حين الحق فيصير عبد الله فتجلى له كل شيء۔

(حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید العارفین ہیں، کی شانِ اقدس کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے جبکہ) عارف کا یہ حال ہے کہ جب وہ بارگاہِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کھنچ جاتا ہے اور مقرب بارگاہِ ایزدی قرار پاتا ہے تو اس کے لئے ہر شے روشن ہو جاتی ہے۔

(فیوض الحرمین عربی، ص ۵۷، مکتبہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد)

(۹) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس آیت "فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من الرسول" کے تحت لکھتے ہیں:

درآیت حصر علم غیب بر لفظ رسول فرموده اند۔

اس آیت میں علم غیب کا حصر فقط رسول کے لفظ پر ہے۔ (تفسیر عزیزی فارسی، جلد ۲، ص ۲۱۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۳، ص ۳۰۴، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ہم ماقبل میں وہابی اسمٰعیلی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کا حوالہ دے چکے جس میں اس نے خود اقرار کیا ہے کہ شاہ صاحب علم غیب کے قائل تھے اور یہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں کچھ سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے اس رئیس المحرفین کو سمجھائے جو اقرار پہ اقرار کئے جا رہا ہے اور ان کو سادات احناف کا موقف بتائے اور ان کے سارے فتوے ان پر لگائے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف ومشائخ ہند کا نام لے کر جو کچھ عیاریاں، مکاریاں اور دھوکہ بازیوں کا بازار گرم کرنے کی کوشش کی تھی بحمد للہ وہ سب کا سب خود وہابیت اسمٰعیلیت ہی کے گلے کی ہڈی بن چکا ہے جس کو وہابیت نہ نگل سکے گی اور نہ ہی اگل سکے گی اور ان سب فتاوی پر جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بزعم خود نقل کیا ہے ان کی زد میں کوئی اور تو کیا آئے گا خود وہابی اسمٰعیلی کے مُسلَّم بزرگ آ رہے ہیں اور اس کے سارے فتوے انہی پر لگ رہے ہیں۔

(۱۰) وہابی مولوی کے معتبر و مستند امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

چنانچہ بر علم غیب که مخصوص باوست سبحانه خاص رسل را اطلاع می بخشد۔

چنانچہ علم غیب جو اس سبحانہ ہی کے لئے مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اس سے اطلاع بخشتا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی فارسی، جلد ۱، ص ۶۵۶، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۴۸۹، ادارہ مجددیہ کراچی)

امام ربانی علیہ الرحمۃ کا موقف بھی اہلسنت ہی کی تائید کرتا ہے۔

(۱۱) پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کو علم غیب بحسب نصوص قرآنی اور علم ما کان و ما یکون کا از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ علم غیب کلی اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصۂ خدائی ہے۔ عزاسمہ۔ اور علم غیب علی قدر الاعلام و الاعطاء آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وہبی کہا جا سکتا ہے۔ (فتاوی مہریہ، ص ۷، مکتبہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

نوٹ: یہاں وہابیہ اسمٰعیلیہ کذابیہ دھوکہ دیتے ہیں کہ پیر صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ کو عالم الغیب کہا ہے اور سنی علماء اس سے منع کرتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جن قیودات کے ساتھ پیر صاحب نے عالم الغیب کہا ہے کوئی بھی سنی عالم اس سے منع نہیں کرتا یہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا دھوکہ ہی دھوکہ ہے اگر کسی وہابی اسمٰعیلی میں دم خم ہے تو قیودات کے ساتھ سنی علماء سے منع ثابت کرے۔

لو جی! پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے بھی اہلسنت کی تائید کر دی اور وہی کچھ بیان کیا جو علماء اہلسنت بیان کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ وہ سارے فتوے جو اس نے بزعم خود سادات احناف کے نام پر پیش کئے ہیں وہ سب پیر صاحب کو بھی دکھائے اور ان پر بھی لگائے اور ان کو بھی حنفیت سے خارج بلکہ اسلام سے ہی خارج قرار دے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے آباء کی روش پر چلتے ہوئے یہی کام کرے گا کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو جب دل کیا تو پیر صاحب کو اپنا بنا لیا اور اولیاء دیوبند میں شامل کر لیا اور جب دل کیا ان کو سنیوں کا بزرگ کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لی اور جس طرح کا دل کیا فتوی لگا دیا۔ میں یہاں چند باتیں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بیان کر دیتا ہوں کہ جب وہابیہ اسمٰعیلیہ کو ضرورت پڑتی ہے تو وہ پیر مہر علی صاحب کو سنی حنفی بریلوی نہیں مانتے اور ساتھ ساتھ تعریفات کے پل باندھتا ہے لیکن جب بات اپنے وہابی اسمٰعیلی عقائد کی آتی ہے تو پھر پیر صاحب کو سنی حنفی بزرگ بنا دیا جاتا ہے اور وہابی اسمٰعیلی تو دور کی بات خود اسی مسئلہ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہی پیر صاحب کو ہمارا بزرگ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی ہے اور پیر صاحب پر فتوی لگایا ہے اس کے علاوہ بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے فتوے موجود ہیں جو کہ آگے آ رہے ہیں۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

بریلوی علماء کی طرف سے پیر مہر علی شاہ گولڑوی بریلوی نہیں رہتے جو ان کے بقول بریلوی تھے۔ بلکہ بریلویوں نے تو صراحۃً شاہ صاحب کو اپنے سے جدا کر دیا۔ **اور ہے بھی یہی بات کہ شاہ صاحب بریلوی نہ تھے۔** (دست و گریباں، جلد ۱، ص ۶۹، دار النعیم لاہور)

لیجئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاد جی پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کو بریلوی نہیں مانتے تو یہ کس منہ سے انہیں بریلوی کہے گا۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی خبیب لکھتا ہے:

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے زمانے میں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ (عشق رسول اور علمائے حق، ص ۱۱۳، بیت السلام کراچی)

(۳) متین خالد دیوبندی لکھتا ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا شمار نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو احیائے اسلام اور تجدد دین کے باعث محی الدین تھے آپ علم و عرفان اور شریعت و طریقت دونوں میں جامع تھے۔ (تحفظ ختم نبوت اہمیت و فضیلت، ص ۱۴۰، ادارہ تالیفات ختم نبوۃ لاہور)

(۴) وہابی اسمٰعیلی عبد المجید دین پوری کی پسند فرمودہ کتاب میں لکھا ہے:

عالم بے نظیر، فقیہ بے بدل، عارف باللہ حضرت سید مہر علی شاہ صاحب پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کے مہر منیر تھے۔۔۔ (تہمت وہابیت اور علمائے دیوبند، ص ۸۷، مکتبۃ الشیخ کراچی)

وہابی اسمعیلی اکبر شاہ بخاری اپنی کتاب تذکرہ اولیائے دیوبند میں لکھتا ہے:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔

پیر صاحب کی کتب کے حوالے سے لکھتا ہے:

پیر صاحب ۲۹ رصفر ۱۳۶۵ھ/ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے گولڑہ شریف میں دفنائے گئے۔ ان سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں: (۱) تحقیق الحق (۲) شمس الهدایۃ (۳) سیف چشتیائی (۴) اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ (۵) الفتوحات الصمدیہ (۶) تصفیہ مابین سنی وشیعہ (۷ فتاوی مہریہ (۸) مکتوبات مہریہ۔ (تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۳۳۹، ۳۴۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی باقی تعریفات اپنی جگہ وہابی اسمعیلی اکبر شاہ نے تو پیر صاحب کو اولیائے دیوبند میں شمار کیا ہے اور پھر شاہ صاحب کی جس کتاب کا ہم نے حوالہ بیان کیا ہے اس کا بھی اقرار کیا ہے۔ اس بات کا تو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے اس کے ساتھ اس نے اور کیا کہا ہے وہ بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

پیر مہر علی شاہ گولڑوی فتوی دیتے ہیں: آنحضرت اور عالم الغیب: آپ سے استفتاء کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا ہوا اور آپ کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بحسب نصوص قرآنی اور علم ما کان و ما یکون کا از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ علم غیب کلی اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصۂ خدائی ہے۔ عزاسمہ۔ اور علم غیب علی قدر الاعلام و الاعطاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وہبی کہا جا سکتا ہے۔ (فتاوی مہریہ، ص ۶) **یہ آپ کے اکابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب تسلیم کررہے ہیں۔** (تاریخی مناظر علم غیب، ص ۷۴، احناف طلباء دیوبند)

بحمد اللہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے "ان الکذوب قد یصدق" کا مصداق ہو کر یہ سچ تو لکھ ہی دیا کہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ ہمارے بزرگ ہیں اور وہابیت اسمعیلیت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور پیر صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی و ما کان و ما یکون کے قائل تھے۔ بحمد اللہ اہلسنت میں سے کسی نے کبھی بھی پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے سنی حنفی بزرگ ہونے کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کوئی اس کا انکار کرے گا یہ وہابیت اسمعیلیت ہے جس کے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور جہاں ضرورت پڑی وہیں وہی کچھ کر لیا۔

ویسے اس مقام پر وہابیت اسمعیلیت کو تھوڑی زیادہ ہی داد دینی پڑے گی کیونکہ تھوڑا سا اوپر جائیں تو پیر صاحب روحانیت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز اور علم و عرفان، شریعت وطریقت کے جامع، عالم بے نظیر، فقیہ بے بدل عارف باللہ وغیرہ وغیرہ لیکن جیسے وہابی اسمعیلی ساجد خان جیسے آئے تو پیر صاحب عالم، فقیہ، عارف باللہ ہونا تو دور کی بات مسلمان ہی نہ رہے کیوں؟ یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ وہابیت اسمعیلیت کے ایک اجہل مناظر صاحب کہہ رہے ہیں۔

"پیر مہر علی شاہ صاحب کافر، وہابی اسمعیلی فتوی"

بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اس بات کو خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ ہی کی ہے اور اس میں انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کیا ہے۔ اب اس بات کا وہ خود ہی اقراری ہے تو وہ

تمام فتوی جو اس نے اہلسنت کو معاذ اللہ کافر بنانے کے لئے بزعم خود سادات احناف ومشائخ ہند سے نقل کئے ہیں وہ سب کے سب پیر صاحب پر بھی لگیں گے اور پیر صاحب وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک کافر ثابت ہوں گے۔ میں زیادہ نہیں ایک دو فتاوی یہاں نقل کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

کسی مخلوق کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۱۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

مزید لکھتا ہے:

قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے **آپ کے سامنے مسلک حنفیت کا موقف رکھا ہے کہ وہ صراحۃ نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے۔**

(رضا خانیت بمقابلہ حنفیت ،ص ۲۰، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

لیجئے! اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک پیر صاحب مسلمان ہیں یا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر۔ اور پھر وہابیہ اسمعیلیہ نے خود ہی لکھا ہے کہ جو کافر کو مسلمان کہا وہ خود کافر تو جن وہابیہ اسمعیلیہ کے حوالے ہم نے اوپر بیان کئے وہ بھی وہابی اسمعیلی فتوے سے نہ بچ سکے۔ یہ ہوتی ہے خدائی مار جو وہابیہ اسمعیلیہ کو روز اول سے پڑ رہی ہے۔

''پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے خدا کو گالی دی اور مشرک، وہابی اسمعیلی اقرار''

وہابی اسمعیلی مفتی فرید یہ ''پیغمبر کے لئے غیب ثابت کرنا خدا کو گالی دینے کے مترادف ہے'' ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

فرمایا کہ ایک مجلس میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور مولانا حسین علی صاحب کے مابین مسئلہ علم غیب پر بحث چھڑ گئی۔ مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ نے پیر صاحب کو کچھ سخت الفاظ سنائے جس پر تلخی پیدا ہوگئی مولانا کے میزبان نے پوچھا کہ آپ نے کیوں اتنے سخت الفاظ کہہ دیئے **آپ نے جواب میں کہا کہ پیر صاحب نے خدا کو گالی دی ہے اور خدا کے ساتھ شرک کرنا خدا کو گالی دینے کے مترادف ہے میں قرآن پاک سے نفی علم غیب رسول ﷺ ثابت کررہا ہوں۔** اور یہ ایک مجذوب ابن العربی کی کتاب سے حضور ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کررہے ہیں فرمایا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب حضرت گنگوہی کے شاگرد اور پکے موحد تھے۔

(تجلیات فرید، جلد ۲، ص ۲۴۰، الفرید اکیڈمی صوابی)

اسی طرح وہابی اسمعیلی ماسٹر امین صفدر لکھتا ہے:

البتہ جب مولانا غلام اللہ خان نے تشدد کیا اور ان کو (پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو از ناقل) مشرک کہنا شروع کر دیا تو اس وقت انہوں نے تو کوئی بات نہیں کہ البتہ ان کی اولاد و مریدین میں دو باتیں ہوگئیں۔۔ (خطبات صفدر، جلد ۱، ص ۴۵۳، مکتبہ الکتاب)

لیجئے! ایک مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ پڑھیئے وہی لکھا ہے جو آپ کی سمجھ میں آرہا ہے کہ وہابی اسمعیلی کوا کھانی گنگوہی کے شاگرد اور رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی کے پیر حسین علی کے نزدیک پیر مہر علی شاہ صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کر کے معاذ اللہ خدا کو گالی دی۔ یہ کون سی خبیث بلکہ اخبث قوم ہے جو نہ کچھ دیکھتی ہے اور نہ ہی کچھ سمجھتی ہے بلکہ وہ وہ فتوے معاذ اللہ لگاتی ہے کہ الامان والحفیظ اور پھر ان پر جن پر ان کے اپنے وہابی اکابر بھی متفق ہیں۔ ان کو عالم، فقیہ، عارف باللہ ماننے کے ساتھ ساتھ اولیاء دیوبند میں سے بھی مانتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان بتانا پسند کرے گا کہ اس کے تھانوی کے ماموں جیسے بے حیاء و

بے غیرت آدمی نے پیر صاحب کے بارے میں جو کہا ہے وہ واقعی درست ہے یا یہ لعنتی خبیث جہنم کا کتا خود یہ کام کرتا تھا؟ کیا اولیاء دیوبند خدا کو گالی دیتے ہیں؟ ویسے وہ شخص جس کی کتاب کو وہابی تھانوی اپنی لائبریری میں رکھنا تک منظور نہ کرے اور اس کو جلانے کا حکم دے، اسی طرح جس کی کتاب کے بارے میں خود وہابی اسمٰعیلی کہیں کہ اس کو پڑھنا جائز نہیں، وہ خبیث جاہل گنوار شخص پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں بکتا ہے کہ انہوں نے خدا کو گالی دی، میں پوری وہابی اسمٰعیلی قوم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے نزدیک تو معاذ اللہ پیر صاحب نے سرکار دوعالم ﷺ کے لئے علم غیب کو ثابت کر کے خدا کو گالی دی لیکن وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی اور مرتضی دربھنگی نے کیا کیا؟ کیا انہوں نے معاذ اللہ وہی کام کر کے تعریف کی ہے۔ہم آئینہ ہر وہابی اسمٰعیلی کے ہاتھ میں دے رہے ہیں جس میں وہ وہابی اسمٰعیلی حسین علی کی گندی تصویر دیکھ سکتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی مرتضی دربھنگی لکھتا ہے:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر میں علمِ غیب ثابت ہونا کیونکہ اس سے بحث ہی نہیں وہ تو ثابت اور محقق امر ہے۔

مزید لکھتا ہے:

جس غیب کا علم ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر اور واقع میں ثابت ہے، اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں وہ تو مسلم ہے۔

مزید کچھ آگے جا کے لکھتا ہے:

صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

مزید آگے جا کر لکھتا ہے:

بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔

(مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول، ص، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

وہابیو اسمٰعیلیو! لو اور یہ سب کچھ اپنے لعین باپ کو دکھاؤ اور ان کے لئے بھی وہی کچھ کہلواؤ جو اس لعنتی شخص نے پیر صاحب کے بارے میں کہا ہے۔وہابی اسمٰعیلی مرجائے گا تھانوی کی قبر میں گھس کر اسی جیسا ہو جائے گا مگر یہاں کبھی بھی نہیں بکے گا کہ ان خبثائے دیو نے بھی خدا کو گالی دی ہے۔

قارئین! آپ خود ہی فیصلہ کر لیں اور ان کی خباثت دیکھ لیں۔

(۱۲) علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بطریق معجزہ کے اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو آگاہی غیب پر عنایت کی ہے قال اللہ تعالیٰ "عالم الغیب لا یظھر علی غیبیہ احدا الا من ارتضی من رسول" **اور علوم اولین و آخرین ما کان وما یکون آپ کو عنایت کئے،** ابن حجر مکی شرح قصیدہ ہمزیہ میں تحریر فرماتے ہیں وسع علمہ صلی اللہ علیہ وسلم العالمین الانس والجن والملائکۃ لان اللہ تعالی اطلعہ علی العالم فعلم علوم الاولین والآخرین ما کان منہ و ما یکون انتھی۔ (اثبات علم غیب،

ص ۵۲، خانقاہ حضرت شیخ العالم فیض آباد یوپی)

علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ بھی اہلسنت کے ساتھ ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ما کان و ما یکون کا علم مانتے ہیں اور یہ وہابیہ اسمعیلیہ کے فتوے سے کفر ہے جیسا کہ رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی نے لکھا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ادھر بھی نظر کرے اور ان پر بھی ایک دو فتوے لگائے یا کم از کم ان کو بھی حنفیت کا باغی بنا کر حنفیت سے خارج قرار دے دے یہ سب کچھ کرنے سے پہلے وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ صاحب کے بارے میں اپنی فیس بک پر کی گئی پوسٹیں پڑھ لے بلکہ ساتھ ساتھ اپنے دار دیو کا فتوی بھی دیکھ لے جو آگے ہی آرہا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

اور یہی شیخ موصوف لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں۔ پس آپ کا قول **فعلمت ما فی السموات والارض** یہ جمیع علوم کے حصول سے کنایہ ہے اور اس کے امکان وحصول پر شہادت دیتا ہے اللہ تعالی کا یہ ارشاد "**وکذالك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض**"، اور ملکوت بروزن فعلوت ملک سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور ملاعلی قاری کی کتاب مرقات میں ہے: یعنی اللہ تعالی نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ اس میں ہے یعنی ملائکہ، اشجار وغیرھا اور یہ ان تمام علوم کی وسعت سے عبارت ہے جس کو رب تعالی نے آپ پر کھول دیا۔ (اثبات علم غیب، ص ٦٦، خانقاہ حضرت شیخ العالم فیض آباد یوپی)

مزید لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت وعلماء باعمل کے نزدیک نصوص صریحہ سے یہ ثابت ہو چکا ہی کہ حق سبحانہ تعالی نے حضرت سرور کائنات ﷺ کو بعثت کے بعد علم اولین وآخرین یعنی علوم ماضیہ ومستقبلہ بدء خلق سے لے کر قیام قیامت تک جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے **بلکہ تمام علوم جزوی وکلی اور اس کا احاطہ بذریعہ الہام (وحی) عطا فرمادیا**۔ (اثبات علم غیب، ص ۵٦، خانقاہ حضرت شیخ العالم فیض آباد یوپی)

علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کی خط کشیدہ عبارات ملاحظہ کریں علامہ صاحب نے کس طرح واضح اہل سنت کا عقیدہ لکھا کہ ان کے نزدیک سرکار دو عالم ﷺ کو تمام علوم جزوی وکلی حاصل تھے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ اس پر کفر کے فتوے ہی داغتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی شریعت کا مطالعہ کرتے ہوئے علامہ عبدالباری علیہ الرحمۃ کے بارے میں فتوے صادر کرے تا کہ بعد والی ذلت ورسوائی سے بچ جائے۔

اپنی اس تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں:

اور بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرور عالم ﷺ کو اللہ نے بہت کچھ علم غیب عطا فرمایا ہے۔ (اثبات علم غیب، ص ۸۷، خانقاہ حضرت شیخ العالم فیض آباد یوپی)

اس عبارت میں بھی علامہ صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ کے لئے علم غیب کا اقرار کیا ہے۔ ہوسکتا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کچھ تاویل لے کر آجائے جی یہاں یہ مراد ہے وہ مراد ہے ہم پہلے ہی وہابیت اسمعیلیت سے علامہ صاحب کا عقیدہ اس بارے میں ثابت کر دیتے ہیں۔ تا کہ بعد میں وہابی اسمعیلی کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہے اور یہ علامہ عبدالباری علیہ الرحمۃ پر بھی دو چار فتوے صادر کر دے بلکہ یہ فتوے جو اس جاہل نے ہمارے لئے بیان کئے ہی یہی بیان کر دے اور اقرار کر لے کہ وہابی اسمعیلی کے نزدیک علامہ صاحب ایسے کافر تھے معاذ اللہ کے ان کے کفر میں تاویل بھی نہیں ہوسکتی، کیونکہ خود اسی کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے کہ علم غیب

صریح کفر ہے اور یہ بھی وہابی اسمٰعیلی کا اصول ہے کہ صریح میں تاویل نہیں ہوسکتی۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

وہابی اسمٰعیلی حفظ الرحمن اعظمی لکھتا ہے:

مولانا عبدالباری اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں (۱) **نبی کریم ﷺ کو بعطائے الٰہی علم غیب حاصل تھا** (۲) حضور اقدس ﷺ کو دافع البلاء کہنا جائز ہے (۳) ذکر مولود ہرگز بدعت سیئہ نہیں بلکہ امر مندوب ہے، (۴) نام اقدس سن کر دونوں انگوٹھے آنکھوں سے لگانا مستحب ہے (۵) قیام بوقت ذکر ولادت خیر الانام جائز و مستحسن ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں: صاحب سماع تھے، خاندانی عرسوں میں سماع سنتے، گریہ بہ شدت طاری ہوجاتا، اور اس حال میں پگڑی، پیراہن سب قوالوں کو دے دیتے۔

(تذکرہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ۸۳۳، جمعیۃ علماء الہند)

علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ نے اہل سنت، علمائے باعمل اور نصوص صریحہ سے ثابت مانا ہے کہ تمام علوم کلی و جزی سرکار دو عالم ﷺ کو عطا کئے گئے اور اس بات کا اقرار خود علامہ صاحب نے بھی کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو **علم غیب حاصل تھا** اور وہابی اسمٰعیلی حفظ الرحمن اعظمی نے بھی اقرار کیا ہے کہ آپ **علم غیب** کے قائل تھے۔ اب میں وہابیہ اسمٰعیلیہ کا ایک اور فتوی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں جس میں بہت سی چیزوں کا اقرار ہونے کے ساتھ ساتھ اس چیز کا بھی اقرار ہے کہ علامہ صاحب اہلسنت کے عالم اور حق پرست تھے۔ جب یہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ سنی تھے اور حق پرست تھے تو ان کے عقائد بھی درست ہوں گے ورنہ یہ سنی کیسے؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ **علم غیب** کا عقیدہ سنیوں کا اور حق پرستوں کا عقیدہ ہے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ جو کچھ بھی اس بارے میں نانوتوی والا جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے ہیں وہ سب ان کی ایجاد ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ فتوی دیکھ لیجئے!

وہابی اسمٰعیلی مفتی لکھتا ہے:

سوال: لکھنو میں جو مدرسہ فرنگی محل ہے اُن لوگوں کا مسلک کیا ہے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محل کے عقائد کیا تھے کیا اُنہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں کو فرنگی محل میں جلا دیا تھا؟

الجواب: علماء فرنگی محل علماء اہل سنت والجماعت ہیں، ملا قطب الدین سہالوی، ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی، مولانا محمد عبدالحیی فرنگی محلی، مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ **یہ سب علماء اہل سنت والجماعت اور علماء حق پرست ہیں۔** ان کے زمانہ میں دیوبندیت اور بریلویت کا وجود نہیں تھا۔ **مولانا عبدالباری بھی علماء اہل سنت میں سے ہیں،** ان کے زمانہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب موجود تھے، اور ان کے ساتھ تعلقات بھی تھے لیکن اس بنیاد پر ان کو سنی نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ ان کے بعض مسائل میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے بھی اختلافات تھے، **جیسا کہ بعض مسائل میں علماء دیوبند سے اختلاف تھا، مولانا عبدالباری نے حضرت تھانوی کی کتاب حفظ الایمان پر اعتراض کیا تھا** صرف اتنی بات ملتی ہے لیکن یہ بات کہ انہوں نے حضرت تھانوی کی کتابیں فرنگی محل میں جلادی تھیں اس کا تذکرہ مجھے کہیں نہیں ملا۔ (دارالافتاء دارالعلوم وقف دیوبند، فتوی نمبر ۱۷۰۴)

اس فتوی میں وہابی اسمٰعیلی مفتی نے جو انکشافات کئے ہیں ان پر کسی اور وقت کلام ہوگا ابھی یہ بتلانا مقصود ہے کہ علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ وہابیہ کے اقرار کے مطابق سنی اور حنفی بھی تھے اور ان ہی کا عقیدہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو **علم غیب** ما کان و ما یکون اور تمام کلی و جزی علوم حاصل تھے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے کہ اگر علامہ صاحب عقیدہ **علم غیب** کے باوجود بھی سنی و حنفی

تھے تو تم نے جو وہابیت اسمعیلیت کا مزید گمراہ کرنے کے لئے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں ان کی کیا حیثیت رہی اور جو تم کافر کافر کی گردان سنا کر سادات احناف کی طرف بزعم خود منسوب کر رہے تھے وہ اب کہاں ہیں۔

قارئین! یہ ہے سادات احناف و مشائخ ہند کا عقیدہ جو ہم نے بیان کیا ہے، اب ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی اور اس کی بوکھلاہٹ بھی بیان کر دیتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے وہابیت اسمعیلیت کو مزید کتنا ننگا کروایا اور کس کس پر کفر و کافر ہونے کا فتوی لگایا ہے۔

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ''

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے: سادات حنفیوں کے ہاں اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا اور **کسی مخلوق کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔** (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۸، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

قارئین! یہ وہابی اسمعیلی صرف اور صرف بغض و عناد میں مبتلا ہے اور یہ بغض و عناد اس کے پورے شریر میں اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اس نے اس وہابی احمدی کو اندھا کر دیا، جس کی وجہ سے یہ وہابی نہ تو علماء احناف کا موقف صحیح طرح پڑھ سکا اور نہ ہی یہ اپنے گھر کی وہابی شریعت کا مطالعہ کر سکا اور ہمارا الیقین مزید کامل و اکمل ہو گیا کہ وہابی جاہل پیدا ہوتا ہے اور جہالت کی زندگی گزار کر جاہل ہی مرتا ہے اور یہی اس وہابی ساجد خان کے ساتھ ہوا۔ بحمد للہ ہم نے سادات احناف اور مشائخ ہند کا عقیدہ بیان کر دیا ہے، جس سے اس وہابی کا دعوی بالکل باطل ہو جاتا ہے لیکن وہابی کو جب تک اس کے گھر کا گند نہ دکھایا جائے اس کی عقل میں کچھ بھی نہیں آتا اس آدھے پاگل وہابی نے احناف احناف کی رٹ لگا کر فتوے تو نقل کر دیئے لیکن اس کو اپنی گھر کی وہابی شریعت اور اس کے نام نہاد احناف کا علم نہ ہوا کہ اس کی اس رٹ کا اثر کہیں اور نہیں بلکہ اس کے اپنے ہی وہابیوں پر ہونا ہے اس کی پوری تفصیل تو آخر میں بیان کروں گا ابھی فی الحال چند حوالے بیان کر کے اس کے اس دعوے کی اصلیت اس کے گھر سے دیکھا دیتا ہوں۔

(۱) وہابی اسمعیلی مفتی حمید اللہ خان وہابیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے اور وہابی ساجد خان کا دعویٰ خاک میں ملاتے ہوئے لکھتا ہے:

علم غیب در اصل غیر مشاہدات للناس کے جاننے کو کہتے ہیں جو عام آدمیوں کے علم میں نہ ہوں، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی۔ (۱) علم غیب ذاتی کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام اشیاء مغیبات ہوں یا ظاہر ہوں، ان کو بغیر اعلام کے جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ (۲) علم غیب عطائی وہ ہے جو بطور وحی یا کشف و کرامات و الہام کے ذریعہ ہو جن حضرات کو علم غیب بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام ہیں اور جن حضرات کو علم غیب بذریعہ کشف و الہام حاصل ہو وہ حضرات اولیاء کرام ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطاء کیا گیا ہے مگر اللہ کے علم کے مساوی یعنی ہر وقت ہر چیز کا ہر جگہ پر علم نہیں رکھتے۔۔۔ (ارشاد المفتیین، جلد اول، ص ۱۶۱، دار النعیم لاہور)

لو جی! وہابی مولوی ساجد خان کے اس دعوی کی تردید اس کے اپنے ہی ابا نے کر دی یہ تو احناف کا نام لیتے نہیں تھکتا تھا کہ احناف نے کسی مخلوق کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہا ہے جبکہ اس کا اپنا وہابی مولوی صرف سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ہی نہیں بلکہ انبیاء کرام کے لئے علم غیب کو ثابت کرتا ہے اور مزید وہابی مولوی ساجد خان کی قسمت میں ذلت و رسوائی کے تمغے اولیاء کرام کے لئے علم غیب مان کر دیئے، اب وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ ادھر ادھر دیکھنے کے بجائے اور احناف کے فتوے کسی اور کو دکھانے کے بجائے اپنے ہی گھر کی وہابی شریعت کے مفتی حمید اللہ خان کو دکھائے اور یہ سارے فتوے ان پر لگا کر سادات احناف کے فتوؤں کا صحیح

رخ بتائے بحمد اللہ اہل سنت پر نہ کبھی کسی حنفی عالم کا فتوی تھا نہ ہے اور نہ ہوگا پر وہابیت اپنے ہی گھر میں ذلیل و رسوا ہو چکی ہے۔ میں اپنے قارئین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہابی ساجد خان کا دعوی اس کے اپنے ہی وہابی مولوی نے خاک میں نہیں ملا دیا؟ کیا اس کے اپنے ہی مولوی نے علم غیب کا اقرار کر کے سادات احناف کے نزدیک خود کا فر ہونے کا اقرار نہیں کیا؟ کیا وہابی مولوی ساجد خان اپنے ہی مولوی پر سادات احناف کے فتوے لگانے کی ہمت کرے گا اور اس کو ان فتوؤں کی روشنی میں کافر کہے گا؟ کیا اب وہابی مولوی ساجد خان علماء اہلسنت کی دہلیز پر نہیں آئے گا؟ یقیناً اب یہ علماء اہلسنت کی دہلیز پر گڑ گڑائے گا اور اپنے اس وہابی مولوی کو بچانے کے لئے اپنے ہی دعوے کی دھجیاں بکھیرے گا۔

(۲) وہابی دیوبندی مولوی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۲، ص ۱۶۱، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: یہ فتاوی (۱) وہابی مفتی ابو القاسم نعمانی (۲) وہابی نعمت اللہ اعظمی (۳) وہابی ریاست علی بجنوری (۴) وہابی مفتی حبیب الرحمن (۵) وہابی عالم خلیل امینی (۶) وہابی مفتی شبیر احمد قاسمی (۷) وہابی محمد فاروق (۸) وہابی اشہد رشیدی کا مصدقہ ہے۔

لو جی! اب تو اتنے وہابی مولویوں کے مصدقہ بلکہ دار دیو کے مفتوں کے مصدقہ فتاوی میں صاف اور صریح الفاظ میں اقرار ہے کہ "**سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے**" میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کیا یہ سارے وہابی مولوی تمہارے نزدیک بھی حنفی نہیں تھے جو سادات احناف کے فتاوی کو بزعم تمہارے روند کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کا اقرار کر رہے ہیں، ہمارے نزدیک تو یہ اپنے وہابی باپ کی وہابی اولاد تھی لیکن وہابی مولوی نے ان کو بھی لات مار کر ان کے حقیقی باپ کے ساتھ ملا دیا، میں وہابی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے ان آباء کو بھی سادات احناف کے فتاوی دکھاؤ جو ان سے جاہل ہیں اور ان پر بھی کافر کا فر اور صرف کافر کا حکم لگاؤ تا کہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے نقل کردہ فتاوی کا اصلی حق دار کون ہے۔

(۳) اشرف علی تھانوی صاحب اپنی رسوائے زمانہ کتاب "حفظ الایمان" میں مخلوق کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اول میں نے دعوی کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو تو خاص ہے حق تعالی کیساتھ اور جو بواسطہ ہے مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۱۹، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

وہابیوں کے سردار انگریز کے یار تھانوی صاحب بھی لکھ رہے ہیں جو علم غیب بواسطہ ہو مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے، کیا وہابی مولوی ساجد خان نے اپنے تمام اکابرین کو جاہل سمجھ لیا ہے، یا پھر وہابیت میں صرف یہی بزعم خود عالم ہے۔ اب وہابی جس کو مرضی جاہل کہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہابی مولوی ساجد خان کے دعوی اور دلائل کی زد میں اور تو کوئی آیا نہیں پر اس کے اپنے ہی وہابی مولویوں کا جنازہ ضرور نکلا ہے اور ان کی حنفیت کا بھانڈا ضرور پھوٹا ہے اور اس بیچارے نے جو فتاوی زبردستی کسی اور پر فٹ کرنے کی کوشش کی تھی وہ اس کی اپنی وہابی شریعت کے ہی مولویوں پر سو فیصد صادق آئے اور اس کے اپنے گھر کی وہابی شریعت ہی تباہ و برباد ہوئی۔ ایک اور حوالہ فی الحال نقل کرتا ہوں باقی آخر میں بیان کروں گا۔

(۴) دیوبندی مولوی ارسلان بن اختر صاحب لکھتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں اور بریلویوں کا اختلاف ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ: (۱) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم لامحدود ہے۔ (۲) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔ (۳) دونوں فرقے یہ

تسلیم کرتے ہیں کہ جس کو جو علم ہے، اللہ کا عطا کردہ ہے۔ **(۴) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا۔(۵) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو جتنا بھی علم غیب تھا اللہ کا عطا کردہ تھا۔(۶) اختلاف صرف اس میں رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ کو کتنا علم غیب تھا۔دیوبندی کہتے ہیں کہ اتنا تھا جتنا اللہ نے دیا یعنی وہ تعین نہیں کرتے** اور بریلوی تعین کرتے۔۔ہیں۔۔۔

(دلچسپ انوکھے واقعات،ص ۱۵۴،مکتبہ ارسلان کراچی)

خط کشیدہ الفاظ ایک بار نہیں بار بار پڑھیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا حشر نشر دیکھیں، یہ جاہل سادات احناف کا نام لیتا ہے پر اس کو اپنے گھر کے وہابیوں کا علم نہیں اس کا باپ کتنے واضح لفظوں میں اس کی بدبختی ظاہر کر کے علم غیب کا اقرار کر کے اس ہی کے ہاتھوں کفر کے گھاٹ اتر رہا ہے۔میں اس سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے وہابی مولویوں کو توحنفی بنالو، اوران سے تو علمائے احناف کی بات منوا لو، یا پھر ان پر بھی کافر کا فر علم غیب کا اقراری کافر کے فتوے لگا لو، ان کو بھی شرح فقہ اکبر کی کانٹ چھانٹ والی عبارت کی بھینٹ چڑھا لو، ان کو بھی بحر الرائق، عالمگیری، قاضی خان، مجمع الانھر اور مالا بدمنہ کی عبارات سمجھا لو، یا یہ سب کچھ اہل سنت پر ٹھونسنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

”وہابیوں اسمعیلیوں کی تکفیر کی جائے وہابی اسمعیلی ابوایوب کا فتویٰ“

کسی بھی وہابی اسمعیلی کو اپنے ان آباء یا بعد میں جن کے حوالے آرہے ہیں ان میں کسی بھی قسم کی تاویل کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے سارے راستے وہابی اسمعیلی ابوایوب نے بند کر دیئے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

حضرات فقہاء کرام نے باوجود احتیاط اور اعتدال کے تحفظ دین کی خاطر ان کو پوری شرعی رعایت دینے کے باوجود بھی کافر کہا ہے۔

مزید لکھتا ہے:

دوسری بات یہ ہے کہ امام محمد نے ذاتی اور عطائی کا فرق بھی نہیں کیا تو جتنے بھی فقہاء نے تکفیر کی ہے ان میں سے ہوئی بھی ذاتی عطائی کا فرق نہیں کرتا، جب بہت سے فقہاء تکفیر کرتے ہیں اور کسی قسم کی تاویل ان کے لئے نہیں کرتے تو آج بھی تحفظ دین کی خاطر تاویل کے بجائے تکفیر کی جائے۔(دست وگریباں، جلد ۴،ص ۱۵۴، مکتبہ خدام احناف گوجرانوالہ)

بقول وہابی احمدی اسمعیلی ابوایوب فقہائے احناف کی احتیاط واعتدال کے باوجود بھی ان کو علم غیب کے قائل کے لئے کوئی تاویل نہیں ملی جس کی وجہ سے انہوں نے تکفیر کی ہے لہٰذا ان سب وہابیوں اسمعیلیوں کی کسی بھی قسم کی تاویل نہ سنی جائے اور تحفظ دین کی خاطر ان کی تکفیر کی جائے۔ لیجئے! ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان سب وہابیوں اسمعیلیوں کا راستہ بند کرنے والے خود وہابی ہیں۔ اب کسی بھی وہابی اسمعیلی کو یہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جی یہ مراد ہے جی وہ مراد ہے کیونکہ یہ سب کچھ بقول وہابی اسمعیلی ابوایوب فقہاء نے کر کے دیکھ لیا جب کوئی تاویل نکل ہی نہیں سکتی تھی تو تکفیر کی ہے لہٰذا آپ کی ہر تاویل بقول وہابی اسمعیلی ابوایوب باطل ہے۔

قارئین! وہابی اسمعیلی سے انصاف کی امید ناممکن پر آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو سادات احناف کا نام لے کر دعوی پہ دعوی کر رہا تھا اس کے دعوی کا رد بحمد للہ اسی کے گھر کے معتبر ترین افراد بلکہ دار دیو کے مفتوں سے ہو گیا ہے، اب اس کو چاہیے کہ پہلے اپنے ان آباء کے اقراری کفر سے جان چھڑائے اور ان کو فقہاء احناف کے فتاوی اور اپنی وہابی شریعت کے فتوؤں سے مسلمان ثابت کرے، پھر اہلِ سنت کی طرف بھونکتا ہوا آئے لیکن ہم پھر بھی ان شاء اللہ اس کو بھونکنے کی اجازت نہیں دیں گے اور اس کو اس کے گھر ہی کی وہابی شریعت سے کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کا بیڑا غرق کرنے کے لئے اتنے ہی فتاوی کافی ووافی ہیں۔علم غیب کے

اقرار میں بقیہ حوالہ جات آخر میں وہابی اسمعیلی فتاوی کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں تا کہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ وہابیہ اسمعیلیہ نے جو گڑھے ہمارے لئے بنانے کی کوشش کی تھی اس میں خود وہی بدر جہائے اتم گرے ہوئے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو فتاوی سادات احناف کے ذمہ لگا کر ہمیں معاذ اللہ کافر، حنفیت سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے ان سے خود اسی کے وہابی اسمعیلی کافر، اور حنفیت سے خارج ثابت ہوئے ہیں۔ ابھی آپ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل اور ان کا جواب دیکھیے۔

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ''

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی آپ نے پڑھ لیا وہ کہتا ہے کہ سادات احناف نے علم غیب کے قائل کی تکفیر کی ہے اور اس کو کافر کہا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی اپنے وہابی گھر میں اوقات یہ ہے کہ اس کا یہ دعوی خود اسی کے اپنے نہیں مانتے اس کے کئی حوالے ہم نے ماقبل میں بیان کر دیئے دو حوالے یہاں بھی دیکھ لیجئے کہ تقی عثمانی وشبیر احمد قاسمی اس کی بات نہ مان کر حنفیت سے خارج اور سادات احناف کے باغی ہوئے وہابی اسمعیلی بقول ابوایوب پہلے اپنے گھر کا گند صاف کرلے پھر ہم سے بات کرے۔

''وہابی اسمعیلی تقی عثمانی وشبیر احمد قاسمی حنفی نہیں وہابی کا اقرار''

ہم ماقبل میں کئی حوالے بیان کر چکے جس میں خود وہابیہ اسمعیلیہ اقرار کر چکے کہ اہلسنت کا عقیدہ علم غیب کفر نہیں ہے یہاں صرف دو حوالے بیان کرتا ہوں، جس سے آنے والے حوالوں کی حقیقت کھل جائے گی یہ سب بقول وہابی اسمعیلی تقی عثمانی تکفیر نہیں ہوسکتی تو اس کے جاہل شاگرد نے جو حوالے نقل کئے بالکل غلط نقل کئے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاذ اسمعیلی احمدی تقی عثمانی لکھتا ہے:

سوال: اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کلی عطا کیا گیا تو اس کو مشرک کہا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس پر کفر کا فتوی نہیں لگایا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ تاویل کرتے ہیں، اور تاویل بھی فی الجملہ یعنی غلط سہی۔ لیکن وہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ جل جلالہ کا علم ازلی ہے وہ کسی لمحہ بھی اللہ تعالی سے نفی نہیں ہوا۔ اور باری تعالی کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالی کا علم بغیر کسی واسطہ کے ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم ازلی نہیں ہے۔ جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخر عمر میں عطا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ علم عطا کردہ ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقصود اشتراک نہیں ہے، اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کلی عطا ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہنا درست نہیں ہے اور کفر کا فتوی لگا کر کافر نہیں کہا جائے گا لیکن بہر حال یہ عقیدہ غلط اور گمراہی کی بات ہے۔ (انعام الباری، جلد ۱ ص ۵۰۷، مکتبۃ الحراء کراچی)

یہ لکھنے والے کوئی اور نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے شیخ الاسلام ہیں وہ کہتے ہیں کہ تکفیر نہیں جبکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کہتا ہے کہ فقہائے احناف تکفیر کرتے ہیں تو سچا کون ہے اگر تقی عثمانی نے جو بیان کیا ہے وہ سادات احناف کا موقف ہے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان حنفیت کا باغی کہلائے گا اور اگر یہ درست ہے تو اسی کا شیخ الاسلام حنفیت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ یہ ہوتی ہے اللہ کی مار جب انسان صرف بغض عناد ہی میں رہ کر فتوے دھرے گا تو اپنوں پر ہی دھرے گا جیسا کہ ہو چکا ہے۔ ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ ابوایوب نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک کوئی تاویل نہیں تو وہابی اسمعیلی تقی عثمانی کہاں سے لے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے یہ جاہل قسم کے چھوکرے

جو سستی شہرت پانے کے لیے علمائے اہلسنت پر بھونکنے لگے ہیں، انہوں نے وہابیت اسمعیلیت کا مزید خانہ خراب کیا ہے اور پہلے سے جو بچی کچی تاویلات تھیں ان سب پر بھی پانی پھیر دیا اور اپنے ہی وہابی اسمعیلی اکابرین کے گلے میں وہ وہ فتوے اٹکائے جن سے وہابیہ اسمعیلیہ کی جان نہیں چھوٹ سکتی جیسا کہ یہی مسئلہ دیکھ لیں وہابی اسمعیلی ساجد خان آیا تھا ہمیں حنفیت سے خارج کرنے لیکن خود اور اپنے ہی وہابی اکابرین کا خارج کر گیا۔

وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: **کہ سرکردہ جماعت جناب احمد رضا خان صاحب کی جماعت کا عمل علم غیب کا ثابت کرنا، قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں پر اذان دینا، اجتماعی طریقہ سے مائک پر سلام پڑھنا اور سلام میں شرکیہ جملوں کا استعمال کرنا، بزرگوں سے مدد طلب کرنا کیا** ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا غلط ہے اور اگر نماز پڑھ لے تو کیا نماز دوبارہ لوٹانی ہوگی یا نہیں؟ یا مکروہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں لکھے ہوئے عقائد اوران کے اس طرح کے اعمال سارے ناجائز ہیں اوران میں سے بعض عقیدے ایسے ہیں، جو ایمان کیلئے خطرہ بن سکتے ہیں، تاہم ہمارے مسلک دیوبند کے اساطین علماء اور اکابر اہل فتویٰ ان کے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے قائل نہیں ہیں، کراہت تحریمی کے ساتھ نماز درست ہوجاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اسی لئے ہم بھی یہی سمجھتے اور یہی لکھتے ہیں کہ فرقہ بریلوی کے پیچھے پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۶، ص ۵۹۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اس کا یہ باپ سچا ہے یا وہ خود، کیا وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی سادات فقہاء سے زیادہ محتاط تھا اور یہ زیادہ راہ اعتدال پر تھا بقول وہابیہ اسمعیلیہ سادات احناف کو تو کوئی تاویل نظر نہ آئے اور وہ تکفیر کریں مگر وہابیوں کے باپ شبیر احمد قاسمی کو تاویل نظر آجاتی ہے کیوں؟ اور پھر وہابی اسمعیلی سادات احناف کی مخالفت کر رہے ہیں پھر بھی حنفی ہیں اور ان کی حنفیت میں کوئی فرق نہیں آیا؟ وہابی اسمعیلی ہمیں بھی بتائے کہ وہ کون سا آلہ ہے جس سے ہم تو چھوٹی چھوٹی بات سے بھی حنفیت سے خارج ہوجاتے ہیں اور وہابی اسمعیلی کفر و اسلام اور حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتے۔

مزید لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور نماز پڑھاتا ہے، باشرع وضع قطع ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عقیدہ علم غیب مانتا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور ﷺ کے علم غیب میں صرف ذاتی اور عطائی کا فرق ہے، اور کسی طرح کا کوئی فرق نہیں ہے، اور دوسرا عقیدہ وہ آپکے لئے مختار کل کا رکھتا ہے، اور کہتا ہے، کہ اللہ نے آپ ﷺ کو تمام اختیارات دیئے ہیں، آپ ﷺ دنیا میں جس طرح چاہیں اپنی مرضی کے مطابق تصرف فرمائیں مگر بکر کہتا ہے کہ اس طرح کے عقائد رکھنا شرک فی الصفات ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز کسی بھی حال میں درست نہیں جبکہ امام تمام بدعتوں کو عین دین تصور کرتا ہے، اور ہر طرح کی بدعت وہ کرتا ہے، جسکی وجہ سے بکر زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے، اور اپنی نماز الگ بغیر جماعت کے پڑھ لیتا ہے، صحیح کس کا قول ہے زید کا یا بکر کا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟ المستفتی: محمد ادریس، جہانگیر پور، اجین، مدھیہ پردیش۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ الجواب وباللہ التوفیق: حضور ﷺ کے بارے میں زید کی نسبت جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ظاہراً اگر چہ کفر

تک پہونچانیوالے ہیں، لیکن بدعتی لوگ یہ عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تاویلاً رکھتے ہیں، اسلئے کافر تونہیں قرار دیا جائے گا، البتہ فاسق اور بدعتی قرار دیا جائے گا، اور فاسق وبدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا زید کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، بکر کا یہ کہنا کہ ان عقائد کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، ان کے ظاہری عقیدہ کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن یہ لوگ تاویل کر کے اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں، اس لئے ان کو کافر نہیں کہا جائے گا، فاسق کہا جا سکتا ہے، لہٰذا وہاں کے لوگوں کو چاہیے کہ صحیح العقیدہ امام مقرر کرلیں، اور جب تک دوسرا صحیح العقیدہ امام نہ ملے مجبوری کے تحت اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے گی، اور وہ نماز واجب ال اعادہ نہ ہوگی، اور تنہا پڑھنے کے مقابلہ میں فاسق کے پیچھے جماعت میں شریک ہوجانا زیادہ افضل ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی)

(فتاوی قاسمیہ، جلد ۶ ص ۵۹۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے منہ پر وہ طمانچہ جو اس کی ساری زندگی اسی کے ساتھ رہے گا یہ جاہل بلکہ اجہل اپنے وہابی اکابرین کی طرح جہال کا سردار یہ بتائے کہ وہ کہتا ہے سادات احناف علم غیب کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کو کافر کہتے ہیں اسی طرح وہابی احمدی ابوایوب کہتا ہے کہ سادات احناف نے احتیاط کے باوجود تکفیر کی لہٰذا کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی اور تحفظ دین کے لئے تکفیر کی جائے وغیرہ وغیرہ لیکن اس کا وہابی اسمٰعیلی شبیر احمد قاسمی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے علم غیب کے ماننے بلکہ یہ کہنے والے کہ صرف ذاتی وعطائی کا فرق ہے کو بھی کافر نہیں بنا رہا بلکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کہہ رہا ہے۔ کیا یہ سادات احناف کا باغی نہیں؟ کیا یہ سادات احناف کا مخالف نہیں؟ اگر ہے اور وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے ہے تو پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے ان لوگوں کو حنفی بنائے اور سادات احناف کی عبارات ان کو بھی سنائے اور ان سے منوائے۔

قارئین! ہم نے یہ ساری گفتگو وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے کی ہے ورنہ ہمارے نزدیک وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی بات بھی درست نہیں اور اسی طرح ہمارے عقیدے کو سمجھے بغیر اس پر لب کشائی کرنے والے اور اس کو غلط کہنے والے بھی غلط ہیں کیونکہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو سادات احناف ومشائخ ہند کا ہے اور بطور خاص ان کا ہے جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یا تو ثالث بنایا ہے یا پھر ان کے بارے میں تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔

بات بہت لمبی ہوگئی ہے آیئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ہاتھوں کی صفائی دیکھیے کہ کس طرح یہ تقویۃ الایمانی فتوے لگانے پر تلا ہوا ہے جبکہ اس کے اپنے گھر کے افراد گواہیاں دے رہے ہیں کہ یہ کفر وشرک نہیں ہے۔

وہابی اسمٰعیلی کی شرح فقہ اکبر کے حوالے میں کانٹ چھانٹ

وہابی مولوی ساجد خان کے دعوی کا حشر نشر دیکھنے کے بعد اس کے دلائل بھی دیکھ لیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہابیت کل بھی اندھی تھی اور آج بھی اندھی ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سب سے پہلے شرح فقہ اکبر کا حوالہ بیان کیا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے کہ: (۱) ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی علیہ الصلوۃ و السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت و الارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ (شرح فقہ الاکبر ص ۲۲، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت) حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والے کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو، کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی مولوی ساجد خان نے اپنی آبائی میراث جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے اور اپنے امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علامہ علی قاری کی عبارت میں کانٹ چھانٹ کی ہے اور اس سے ماقبل عبارت نقل نہیں کی جو کہ علامہ علی قاری کے عقیدے کو ظاہر کرتی اور وہابیت کو اس کے اصلی گھر میں غرق کرتی ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علامہ علی قاری کی اس عبارت سے کچھ پہلے والی عبارت کے اندر کیا تھا کہ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کو نقل کر دیتا تو وہ وہابیت کا بیڑا غرق کر دیتی اور وہابی کی قلعی کھول دیتی اور وہابی اسمعیلی کی نقلی حنفیت کو پاش پاش کر دیتی۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وبالجملة فالعلم بالغيب امر تفرد به سبحانه ولا سبيل للعباد اليه الا باعلام منه والهام بطريق المعجزة او الكرامة۔۔۔ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ غیب جاننا ایسی بات ہے جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں مگر اللہ تعالی کے بتانے یا الہام فرمانے سے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔۔۔جان لو کہ انبیاء کرام علیہم السلام اسی قدر غیب کی باتیں جانتے ہیں جس قدر اللہ تعالی نے انہیں تعلیم فرمائیں۔۔۔(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص ۴۲۲، دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

اولاً: وہابی مولوی کی علمی اوقات خود علامہ علی قاری نے ہی بتا دی ہے وہ تو اللہ کے تعلیم فرمانے سے علم غیب کے قائل ہیں۔اور یہ جاہل بلکہ اپنے اکابرین کی طرح اجہل کہتا ہے کہ علامہ علی قاری اور فقہاء احناف اللہ کے بتلانے سے بھی علم غیب کے قائلین کی تکفیر کرتے ہیں، واہ! کیا علم پایا ہے ان جہلائے دیونے۔میں بتاتا ہوں کہ علامہ علی قاری نے اس عبارت (جس کو وہابی نے نقل کیا ہے) میں کیا ارشاد فرمایا ہے، علامہ علی قاری نے پہلے اللہ کے بتلانے سے علم غیب کا اقرار کیا جیسا کہ ان کی دوسری عبارات میں بھی موجود ہے جن کو ہم ماقبل بیان کر چکے ہیں، پھر اللہ کے بتلائے بغیر علم غیب ذاتی کے قائلین کی تکفیر کی، اتنی سی بات ہے جو وہابی سور ماؤں کی عقل میں نہیں آرہی اور آئے دن اپنے آپ کو گمراہی کی دلدل میں دھنساتے ہی چلے جارہے ہیں۔

ثانیاً: ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی ہماری بات نہ مانے اور اپنی ضد پر اسی طرح اڑ جائے جس طرح اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین اڑ جاتے تھے تو بھی ہم پر کوئی فتوی نہیں لگتا کیونکہ ہم نے علامہ علی قاری کی عبارات میں تطبیق بیان کر دی ہے جس سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا ہے۔ہاں وہابی مولوی کی ضد کی وجہ سے علامہ علی قاری اور دیگر سادات احناف پر جس طرح فتوے لگیں گے، اسی طرح اس کے اپنے اکابرین بھی نہیں بچ سکیں گے جیسا کہ ہم حوالے نقل کر چکے ہیں، خود گکھڑوی نے اقرار کیا ہے کہ علامہ الوسی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ ابوسعود حنفی علیہم الرحمۃ بعض علم غیب کے قائل ہیں، اور ہم نے یہ بھی ثابت کیا کہ وہابی مولوی حمید اللہ خان، سلیمان اور اس کی تصدیق کرنے والے دار دیو کے مفتے، وہابی ارسلان اور اسمعیلی اشرفعلی تھانوی یہ سارے بھی علم غیب تسلیم کرتے ہیں اور یہ سب اسی فتوے سے کافر ہو جائیں گے جو اس جاہل وہابی ساجد خان نے ہمارے لئے نقل کیا تھا۔اب یہ وہابی ہمیں اپنی جہالت دکھانے کے بجائے سادات احناف کو بالعموم اور اپنے گرو گھنٹالوں کو بالخصوص کافر ہونے سے بچائے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ یہ مر جائے گا پر کسی کو اپنے اس تکفیری کرتب سے نہیں بچا پائے گا، ایک اور بات پہلے سے ہی بتا دوں کلی اور جزی، ذاتی اور عطائی یا کسی بھی طرح کی تاویل اس کو کام نہیں آئے گی کیونکہ اس کے گھر سے ہی بحمد اللہ ہم ثابت کر چکے کہ "تحفظ دین کے لئے تکفیر کی جائے" بالکل

وہابیہ کے اصول کے مطابق ان وہابیوں اور جن کے حوالے آگے آرہے ہیں ان کی تکفیر ہی کی جائے گی اور کسی بھی قسم کی تاویل جب فقہائے احناف نے نہیں سنی تو کوئی اور کیا سنے گا۔

ثالثاً: وہابی مولوی عارف سنبھلی علامہ علی قاری کی یہی شرح فقہ اکبر کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

علامہ علی قاری اور شیخ ابن الھمام نے فقہائے حنفیہ کے جس تکفیری حکم اور فتوے کا حوالہ دیا ہے وہ کتاب النکاح کا مشہور جزئیہ ہے جو فقہ وفتاوی کی اکثر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ (بریلوی فتنہ کا نیا روپ، ص۸۹، کتب خانہ الفرقان لکھنو)

جب بقول وہابی مولوی اس عبارت کا تعلق بھی اسی کتاب النکاح والے جزئیے کے ساتھ ہے تو اس کا جواب خود فقہائے احناف دے چکے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔لہٰذا یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں بلکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے خلاف ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جب جواب دے گا تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا کیا تھا اور کس کے لئے کہا تھا اور کس طرح اسی کے وہابی اکابرین کے گلے میں اٹکا تھا۔

بحر الرائق، عالمگیری، اور مالا بدمنہ کی عبارات کا جواب

وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان مزید لکھتا ہے کہ: (۲) لو تزوج بشهادة الله و رسوله لاینعقده و یکفر لا عتقاده ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب۔ (البحر الرائق، ج ۳، ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیه، بیروت) (۳) رجل تزوج امرأة و لم تحضر الشهود قال (خدائے را و رسول را گواه کردم) او قال۔۔کفر۔ (فتاوی عالمگیری ج ۲، ص ۲۷۹، دارالفکر بیروت) ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا، (۶) اگر کسے بدون شهود نکاح کردو گفت خدا و رسول خدا را گواه کردم یا فرشته را گواه کردم کا فر شود (مالا بدمنہ ص ۱۴۶ میر محمد کتب خانہ کراچی) (۷) بندگان خاص الٰہی را در صفات واجبی شریک۔۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۱۸، ۱۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور علماء احناف ہی اس میں مختلف فیہ ہیں ایسے مسئلہ کو لے کر دار دیو کے بندروں کا ناچ دکھانا درست نہیں ہے، اور کئی اکابرین سادات احناف نے اس کو کفر نہیں کہا اور بعض علم غیب کا اقرار کیا ہے، وہابی اسمٰعیلی پہلے ان کے بارے میں دو چار حرف بیان کردیں بعد میں ہماری طرف آجائیں۔

ثانیاً: جس اعتراض کو لے کر یہ جاہل بلکہ اجہل ڈانس پہ ڈانس کررہا ہے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے پہلے سے ہی اس کا جواب دے دیا ہے۔

(۱) علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قوله: (قیل یکفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغیب۔ قال فی التتارخانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لایکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی الله علیه وآله وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول اه قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جمله کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات و ردوا علی المعتزلة المستدلین بهذه الایة علی نفیها۔۔۔۔

اوران کا قول (کہا گیا ہے کہ کفر ہے) کیونکہ اس نے اعتقاد کیا ہے کہ رسول اللہ علم غیب جانتے ہیں۔تا تارخانیہ اور فتاوی حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہیں ہوگا۔اس لیے کہ اشیاء نبی ﷺ پر عرض کی جاتی ہیں۔اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ اس آیہ کریمہ نے اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرمائی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۴، ص ۱۰۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اسی طرح علامہ شامی یہی اعتراض جامع الفصولین سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذکر فی جامع الفصولین مسألۃبا لفارسیۃ حاصلھا فیما لو تزوج بلا شھود وقال ان اللہ و رسولہ،اوالملك یشھدان انہ یکفر لانہ اعتقد ان الرسول او الملك یعلم الغیب ثم استشکل ذلك بما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من المغیبات و کذا ما اخبر بہ عمر و غیرہ من السلف۔

جامع الفصولین میں ایک مسئلہ فارسی میں ذکر ہے کہ اگر کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول یا فرشتہ گواہ ہیں تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول یا فرشتہ غیب جانتے ہیں۔پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ سرکار ﷺ نے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور سلف نے غیب کی خبریں دی ہیں، (تو تطبیق کیا ہے)

اب اسی اعتراض کا جواب نقل کرتے ہوئے نہیں بلکہ وہابیت کی ساری محنت پر پانی پھیرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ھو المجزوم بہ لا لمظنون ویویدہ قولہ تعالیٰ اتجعل فیھا من یفسد فیھا الایۃ لانہ غیب اخبرہ بہ الملائکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلا لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذلا منافاۃ بینہ و بین الایۃ لما مر من التوفیق۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذات خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ کہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد وخون ریزی کریں گے، ملائکہ غیب کی خبر نہیں بولے مگر ظنا یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بغیر خدا کے بتائے علم غیب کا دعوی کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، جلد ۲، ص ۴۵۶، دارالکتب العلمیہ بیروت والمکتبۃ الحقانیۃ پشاور)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے وہابیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا بالکل واضح فیصلہ فرمادیا اور جامع الفصولین سے مزید نقل کر کے وہابیت کے تابوت میں ایسی کیل ٹھوکی کہ درد ان کے سورماؤں کی قبروں تک پہنچا جنہوں نے وہابیت کی تخم ریزی کر کے ان کو صرف کفر کفر وشرک شرک کی گردانیں یاد کروائیں، وہابیت اپنا رخ ادھر بھی کرے اور ان کے بارے میں بھی کوئی دو چار فتوے صادر کر کے اپنے اصل باپ کی اصل ذریت ہونے کا حق ادا کرے۔

”الفضل ما شھدت بہ الاعداء“

وہابیہ خود یہ اقرار کرتے ہیں کہ اگر کسی نے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنایا تو علامہ ابن عابدین شامی دوسری کتابوں کے حوالے سے دوسرا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص کافر نہیں ہوگا۔

وہابی دیوبندی مولوی عارف سنبھلی لکھتا ہے کہ:

یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی نے درمختار کے حاشیہ ردالمحتار میں فقہ کی بعض دوسری کتابوں کے حوالے سے نکاح والے مسئلہ میں دوسرا قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہا جائے۔لیکن ساتھ ہی اسکی بنیاد بھی یہ ذکر کی ہے کہ امت کے معاملات و احوال کا رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک پر پیش کیا جانا بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو بعض غیوب کی اطلاع دی جاتی ہے تو یہ امکان اور احتمال ہے کہ اس شخص نے اسی بناء پر حضور ﷺ کو نکاح کا گواہ قرار دیا ہو تو اگر چہ یہ نکاح تو صحیح نہ ہوگا لیکن اس تاویل واحتمال کی گنجائش کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔ (بریلوی فتنہ کا نیا روپ، ص۸۹، کتب خانہ الفرقان لکھنو)

اسی طرح وہابی کذاب زمانہ خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے:

اس پر علامہ شامی کا نام میں نے نہیں لیا، علامہ شامی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہوگا، کیوں؟ ہوسکتا ہے کہ اس کو اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو غیبی طور پر معرفت دے دی ہو، خود اللہ تعالی پیغمبروں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے۔تو اگر حضور ﷺ کو اطلاع دے دی ہو، کہ فلاں جگہ نکاح ہورہا ہے۔تو اب یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ حضور کو اطلاع ہے ضروری نہیں، لیکن جو کفر کا فتوی ہے اس کے بارے میں قول ہے کہ اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ (مناظرے اور مباحثے، ص۲۸۵، مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

ان وہابیوں کے اقرار نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی کفر یہ مشین کو ایک اور دھکا دے دیا ہے، میں ابھی ان حوالوں پر مزید کلام نہیں کرتا ہاں بعد کے لئے محفوظ رکھتا ہوں۔

(۲) العلامۃ عالم بن العلاء الانصاری الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تزوج امراۃ بشهادة الله و رسوله و عن الشيخ الامام ابى القاسم الصفار انه قال: يكفر من فعل هذا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبى صلى الله عليه وآله وسلم وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالىٰ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔۔

اگر کسی نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو امام ابوالقاسم نے کہا کہ اس فعل کی وجہ سے اس کو کافر کہا جائے گا کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھا اور حجہ میں ملتقط کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ بعض اشیاء نبی کریم ﷺ کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں اور اللہ کے رسول بعض غیب جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، جلد ۴، ص ۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ وجلد ۲ ص ۴۵۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہابیت کو ادھر بھی رخ کرنا چاہیے اور علامہ عالم بن علاء الحنفی کو بھی حنفیت سے خارج کر کے بدعت، بدعتی، کفر، کافر، شرک، مشرک جیسے الفاظ کے تمغے دینے چاہیے یا صرف اہلسنت ہی ان خبثاء زمانہ کو ملی ہے جس پر یہ آج کل کے کرائے کے ٹٹو بھی طبع آزمائی

کررہے ہیں، یہاں یہ خبثائے زمانہ کیا کہیں گے کہ نکاح میں گواہی غیب کی ایک جزئی ہے جس پر کفر کا حکم ہے اور علامہ صاحب بعض علم غیب کا اقرار کررہے ہیں ان پر بھی کوئی وہابی فتوی ہونا چاہیے، یہاں ایک بات یادرہے کہ کوئی وہابی مظلوم بن کر جیسا کہ ان کی عادت ہے، یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ فتاوی ہم نے نہیں لگائے بلکہ علمائے احناف کے ہیں تو اس وہابی کی یہ چال بھی ناکام ہے اور یہ کفروشرک کے فتاوی علماء احناف کے نہیں بلکہ وہابیت کی اپنی ایجاد ہے جس کا کام ہی مسلمانوں کو کافرومشرک بنانا ہے کیونکہ علمائے احناف کے ان فتاوی (جس کو وہابی مولوی ساجد خان نے نقل کیا ہے) کا محمل خود علمائے احناف نے ہی بیان کردیا ہے کہ:

اولاً: یہ کفر نہیں۔

ثانیاً: ان سے مراد ذاتی علم غیب ہے نہ کہ اللہ تعالی کے بتلانے سے۔

ثالثاً: ان فتاوی سے تو خود وہابی قوم بھی نہیں بچ سکتی جیسا کہ کچھ گزرچکا اور مزید آگے آرہا ہے۔

(۳) المحقق الفقیہ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

في التتارخانية انه لايكفر لان بعض الاشياء تعرض على روحه صلى الله عليه وآله وسلم ويعرف ببعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔۔

تاتارخانیہ میں فرمایا کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی ﷺ پر عرض کی جاتی ہیں۔ اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، جلد ۱، ص ۳۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) علامہ یوسف بن عمر بن یوسف الکادوری الحنفی لکھتے ہیں:

فی ((فتاوی الحجة)): اذا تزوج امرأة بشهادة الله و رسوله لايصح النكاح لحكم الله و رسوله وحكى عن ابى القاسم انه قال: هذا كفر محض لانه يعتقد ان النبى ﷺ يعلم الغيب والصحيح انه لا يكفر لان الانبياء عليهم السلام يعلمون ما كشف لهم من الغيب ويعرض عليهم الاشياء فلايكون كفرا۔

فتاوی حجہ میں ہے: جب عورت نے اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو یہ نکاح اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی وجہ سے درست نہیں ہے اور ابوالقاسم سے حکایت کی گئی ہے کہ یہ کفر ہے کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ نبی غیب جانتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ کفر نہیں ہے کیونکہ انبیا غیب میں سے جو ان پر مکشوف کیا جاتا ہے اس کو جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں تو یہ کفر نہیں ہے۔

(جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر الامام القدوری، جلد ۳، ص ۵۱۱، دارالکتب پشاور)

وہابیت آج رورہی ہے اور کفر کفر کے نعرے بلند کررہی ہے جبکہ آٹھویں ہجری میں ہی علامہ یوسف بن عمر علیہ الرحمۃ اس کا فیصلہ سناچکے ہیں کہ احناف کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ کفر نہیں ہے، کیونکہ انبیاء کے لئے غیب میں سے جو مکشوف ہوتا ہے وہ اس کو جانتے ہیں، اور اشیاء ان پر پیش کی جاتی ہیں تو یہ کفر نہیں ہے، اب وہابیت کا کچھ رخ ادھر بھی ہونا چاہیے اور دو چار فتوے علامہ یوسف بن عمر کو بھی سنانے چاہیے یا صرف زبان علماء اہلسنت اور سادات احناف کے حقیقی ورثاء کے لئے ہی کھلتی ہے اور انہی پر بھونکنے سے جبیں گرم اور پیٹ کی آگ گرم ہوتی ہے۔

(۵) اسی طرح خزانۃ الروایات کتاب النکاح میں ہے:

فی المضمرات من فتاوی الحجة اذا تزوج امرأة بشهادة الله و رسوله لایصح النکاح بحکم الله و رسوله وحکی عن ابی القاسم انه قال کفر محض لانه یعتقد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب و الصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیهم السلام یعلمون الغیب و یعرض علیهم الاشیاء فلایکون کفرا۔

مضمرات میں فتاوی حجہ سے ہے: جب عورت نے اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو یہ نکاح اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی وجہ سے درست نہیں ہے اور ابوالقاسم سے حکایت کی گئی ہے کہ یہ کفر ہے کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ نبی غیب جانتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ کفر نہیں ہے کیونکہ انبیا غیب جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں تو یہ کفر نہیں ہے۔

(خزانۃ الروایات، کتاب النکاح باب ماینعقد بہ النکاح، ص ۲۴۱، بحوالہ الکلمۃ العلیا)

نکاح کی گواہی غیب کی ایک جزئی ہے تو کیا وہابی مولوی اور اس کے جاہل اکابرین علم غیب جزئی کے قائل کی بھی تکفیر کے قائل ہیں، اگر نہیں تو معاملہ خود وہابیت سے ہی حل ہوگیا اور جن سادات احناف کا یہ وہابی نام لے رہا تھا اس کے اپنے نزدیک ان کے فتاوی کی کیا اوقات ہے وہ معلوم ہوگئی، اور اگر وہابی یہ کہے کہ علم غیب جزئی کا قائل بھی کافر ہے تو پھر اس نے علامہ آلوسی، شاہ عبدالعزیز، علامہ ابوسعود حنفی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بھی کافر ہونے کا اقرار کرلیا کیونکہ خود گکھڑوی نے اقرار کیا ہے کہ یہ سب بعض علم غیب کے قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے وہ آباء جن کی واضح اور صریح عبارات ہم پیش کر چکے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ان کے بھی جہنمی ہونے کی رجسٹری کردی اور مزید جن کے نام آگے آرہے ہیں ان کو اس وہابی کی طرف سے پہلے سے ہی جہنم کا ٹکٹ مل چکا ہے۔

قارئین! یہ ہوتا ہے انجام اہل حق کے خلاف بھونکنے کا کہ آدمی کہیں کا بھی نہیں رہتا جیسے یہ وہابی حنفی تو پہلے ہی نہیں تھا اور اب تو مزید مہریں لگ گئی اور وہابی گھر سے اس کو جو جوتے پڑیں گے وہ الگ ہیں۔

''مجمع الانھر کی عبارت کا جواب''

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے: (۵) لو تزوج امراة بشهادة الله ورسوله یجوز النکاح و عن قاسم الصغار وهو کفر محض لانه اعتقد ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعلم الغیب وهذا کفره۔ (مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۴۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: یہ عبارت خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ وہ بھی علم غیب مانتے ہیں جیسا کہ ہم حوالے بیان کر چکے اور کچھ آگے آ رہے ہیں۔

ثانیاً: یہ عبارت سادات احناف کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم نے حوالے بیان کئے اور گکھڑوی نے اقرار کیا ہے کہ سادات احناف۔۔۔علم غیب کے قائل ہیں۔

ثالثاً: وہابی مولوی ساجد خان نے یہاں اپنے نواب باپ قاسم نانوتوی والا جوڑ توڑ کا کھیل کھیلا ہے اور اپنے باپ امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آدھی عبارت نقل کی اور آدھی اپنے کسی بابے کی قبر میں مزید عذاب زیادہ کرنے کے لئے چھوڑ دی، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا تھا جس کو وہابی مولوی ساجد خان نے اپنی عزت بچانے کے لئے نقل نہیں کیا لیکن جن کے اکابرین نے اپنی عزتیں خود دار دیو میں اپنے مریدین کے سامنے دن دہاڑے نیلام کی ہوں تو ان کے پیروا پنی عزتیں کیسے بچا سکتے ہیں۔

المحقق الفقیہ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فی التتارخانیة انه لایکفر لان بعض الاشیاء تعرض علی روحه صلی الله علیه وآله وسلم ویعرف ببعض الغیب قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول اه

تا تارخانیہ میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی ﷺ پر عرض کی جاتی ہیں۔ اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، جلد ا ص ۴۷۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حضرت تو خود بعض علم غیب کے قائل ہیں اور یہ جاہل بلکہ اجہل کہتا ہے کہ انہوں نے صرف نکاح میں گواہ بنانے پر تکفیر کی ہے، یہ ہے وہابیت اور یہ ہے وہابی مولوی ساجد خان کی چالاکی، عیاری و مکاری کہ جس کا بندہ قائل ہی نہیں بلکہ اس کا رد کر رہا ہے یہ جاہل اپنی جہالت دکھاتے ہوئے ان کے ذمہ وہی مسئلہ لگا رہا ہے۔

فتاوی قاضی خان کی عبارت کا جواب

(۴) رجل تزوج امراة بغیر شهود فقال الرجل والمراة (خدائے را وپیغامبر راہ گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانها اعتقد ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیا فکیف بعد الموت؟ (فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۴۲۸ دار الفکر بیروت) ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت نے نکاح کیا اور بوقتِ نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں حضرات (سادات) فقہا کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے ہیں، حالانکہ آپ زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا غیب کیسے جانتے ہیں؟

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: یہ عبارت خود وہابیہ دیوبندیہ کے خلاف ہے کیونکہ وہابیہ خود کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے تھے اللہ نے آپ کو علم غیب عطا کیا تھا اس پر کئی حوالے ہم نے بیان کر دیئے ہیں ابھی صرف ایک وہابی دیوبندی کی عبارات پیش کرتا ہوں تا کہ اس وہابی کا کذاب ہونا ثابت ہو جائے کہ جس بات کو اس کے اپنے اکابرین نہیں مانتے وہ ہم پر تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔

وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی کا خلیفہ مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی لکھتا ہے:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر میں علمِ غیب ثابت ہونا کیونکہ اس سے بحث ہی نہیں وہ تو ثابت اور محقق امر ہے۔

مزید لکھتا ہے:

جس غیب کا علم ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر اور واقع میں ثابت ہے، اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں وہ تو مسلم ہے۔

مزید کچھ آگے جا کے لکھتا ہے:

صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرورِ عالم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

مزید آگے جا کر لکھتا ہے:

بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔

(مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول، ص، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

وہابی مولوی در بھنگی نے ہی ساجد خان کے منہ پر تھوک کر قاضی خان کی عبارت ماننے سے انکار کر دیا ہے، اور نہ صرف خود بلکہ وہابی تھانوی کا اقرار نقل کیا کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب مانتا ہے بلکہ ثابت و متحقق کے الفاظ لکھتا ہے بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کو مسلم مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اس علم غیب میں بحث ہی نہیں۔ لیکن یہ جاہل وہابی ساجد خان قاضی خان کی عبارت کو لے کر بندر بنتا اور چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ "جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی میں علم غیب نہ جانتے تھے تو وفات کے بعد کیسے جانتے ہیں" میں کہتا ہوں ویسے جیسے تیرا باپ تھانوی اور در بھنگی کہہ رہا ہے اور جیسے تیرے اور آباء کہہ رہے ہیں اب لگا اپنے ان آباء پر کفر کا فتوی اور پہنچا ان کو جہنم میں، یا پھر قاضی خان کا انکار کر اور اپنی وہابیت میں مزید اضافہ کر۔ میں اس وہابی سے پوچھتا ہوں کہ تیرے یہ آباء جاہل تھے یا تو، کیا وہ فتاوی قاضی خان پڑھے ہوئے نہ تھے، کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ سادات احناف نے محض ایک غیب کی جزی ماننے پر بھی تکفیر کی ہے اور یہ تو بہت کچھ مان رہے ہیں، اب پہلے اپنے آباء سے قاضی خان کی عبارت منوا پھر ہم سے بات کر۔ بحمد اللہ ہر طرف سے وہابی مولوی پر نزع کا عالم طاری ہے نہ مر سکتا ہے اور نہ ہم نے اس کو جینے کے قابل چھوڑا ہے ہاں اپنے اکابرین کی طرح بے حیاء بن جائے تو کوئی بعید بھی نہیں۔

ثانیا: اگر اس عبارت میں موجود لفظ "قالوا" کو ضعف والے معنی پر محمول نہ کریں تو بھی اس سے مراد وہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ یعنی علم غیب ذاتی، نہ کہ اللہ کے بتلانے سے کیونکہ سادات احناف خود اس کے قائل ہیں، اگر یہ معنی نہ لیں تو جس طرح وہابی مولوی کفر کے گھاٹ اترتے ہیں اسی طرح سادات احناف جن کے بارے میں خود گکھڑوی نے اقرار کیا ہے کہ وہ بعض علم غیب کے قائل ہیں ان پر بھی کفر کا فتوی لگتا ہے۔

ثالثاً: قاضی خان کی اس عبارت میں ضعیف قول کی طرف اشارہ ہے ایک تو ان عبارات کی وجہ سے جن کو ہم نے نقل کیا، دوسرا خود علامہ قاضی خان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ قالوا سے اس قول کو ذکر کرتے ہیں جو خود ان کو پسند نہیں ہوتا۔

(۱) چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی الحنفی لکھتے ہیں:

و کلام قاضی خان یشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال و اذا صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ "قالوا" اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ و الی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلنا۔۔

علامہ قاضی خان کا کلام اس جانب مشیر ہے کہ یہ قول ان کے نزدیک غیر مختار ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ نمازی جب قنوت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ لے تو علماء نے کہا کہ اب دوبارہ قعدہ اخیرہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھے پس علامہ قاضی خان کے قول قالوا میں اشارہ ہے کہ یہ قول ان کے نزدیک مستحسن نہیں ہے، اور ائمہ سے مروی نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص ۳۶۶، مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

مزید تائیداً یہ حوالے بھی دیکھ لیں۔

(۲) علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

لَفْظُ قَالُوا یُسْتَعْمَلُ فِیمَا فِیهِ اخْتِلَافُ الْمَشَایِخِ كَذَا فِي النِّهَایَةِ۔۔أَنَّ فِي لَفْظِ قَالُوا: إِشَارَةً إِلَى ضَعْفِ مَا قَالُوا۔

لفظ قالوا ان مسائل میں ذکر کیا جاتا ہے جن میں مشائخ کا اختلاف ہو۔۔۔بے شک لفظ قالوا ذکر کرنے میں ما قالوا کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ (العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، جلد ۲، ص ۵۷۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

لِأَنَّ لَفْظَةَ قَالُوا تُذْكَرُ فِیمَا فِیهِ خِلَافٌ كَمَا صَرَّحُوا بِهِ

لفظ قالوا ان مسائل میں ذکر کیا جاتا ہے جن میں اختلاف ہو جیسا کہ علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے۔(ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۱۰، ص ۳۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مزید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

إِلَّا أَنْ یُقَالَ إِنَّ لَفْظَ قَالُوا یُشِیرُ إِلَى الضَّعْفِ

مگر یہ کہ کہا جائے کہ لفظ قالوا اشارہ ہے ضعف کی۔(ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۷، ص ۱۷۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اسی طرح علامہ عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں:

لفظ :قالوا، یستعمل فیما فیه اختلاف المشائخ کذا فی النهایة فی کتاب الغصب و فی العنایة و البنایة فی باب ما یفسد الصلاة۔۔۔وان لفظ :قالوا؛ اشارة الی ضعف ما قالوا۔

(عمدۃ الروایۃ علی شرح الوقایۃ، جلد ۱، ۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حوالہ جات نے وہابیت کی جھوٹی حنفیت کو بھی پاش پاش کر دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے علامہ قاضی خان کا طرز بیان کر کے حنفیت کے جھوٹے ٹھکیداروں اور شرک شرک اور کفر کفر کہنے والے علمی یتیموں کو ان کے گھر کا راستہ دیکھا دیا ہے، اب ان کو چاہیے کہ اپنے گھر میں رہیں اور ایسے ہی سادات احناف کا نام لے کر ذلیل نہ ہوں۔ میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کہ وہابیت کو دیکھیں کہ کس طرح مختلف فیہ اقوال کو لے کر مسلمانوں کو کافر بناتے بلکہ خود بھی کفر کے گھاٹ اترتے ہیں۔

''فقہائے احناف کی عبارات کا وہابی گھر سے جواب''

(۱) وہابی اسمعیلی انور شاہ کہتا ہے:

اسی لئے فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے علم غیب کلی و ذاتی کا عقیدہ کرے اس کے لئے ردالمحتار وغیرہ دیکھی جائیں۔(انوار الباری، جلد ۱۷، ص ۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لیجئے! وہابی اسمعیلی انور شاہ نے ساجد خان کی جہالت، حماقت وسفاہت کے ساتھ ساتھ عیاری، مکاری ودھوکہ بازی کو روز روشن سے زیادہ ظاہر کر دیا۔ یہ جاہل سادات احناف کا نام لے کر اہلسنت کو بدنام کرتا ہے اور علم عطائی، ممکن، حادث، جائز الفناء وغیرہ وغیرہ پر سادات احناف کی عبارات پیش کرتا ہے جبکہ اس کا باپ کہتا ہے کہ اس کا تعلق علم ذاتی سے ہے جس کا اہلسنت میں سے کوئی بھی قائل نہیں بلکہ اس کی تکفیر کرتے ہیں جیسا کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ نے اس بات کو مانا ہے۔ اب وہابیہ اسمعیلیہ ہی جواب دیں گے کہ انور شاہ جھوٹ بول رہا ہے یا پھر وہابی ساجد خان جو بھی جواب ہو وہابیہ اسمعیلیہ ہی کی ذلت ورسوائی ہو گی۔

(۲) وہابی اسمعیلی ابوایوب کے مقدمہ سے چھپنے والی تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

علم غیب بالذات خداوند تعالی ہی کے واسطے ہے اوراس کے علم کے برابر کسی کو علم نہیں ہوسکتا جیسا کہ وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اپنی صفت علم میں بھی یکتا ہے اگر کوئی اس طرح کے علم میں اس کا کسی کو شریک بتاوے وہ بے شک مشرک ہے اور یہی مراد فقہائے حنفیہ کی ہے جہاں نفی علم غیب غیر سے کرتے ہیں اور جن احادیث سے غیر کا عالم بالغیب ہونا ثابت ہوتا ہے وہ باطلاع بالعرض مراد ہے فثبت التوفیق بین القولین۔۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۷۳، مکتبہ دار النعیم لاہور)

اس کتاب کے شروع میں وہابی اسمعیلی ابوایوب کا مقدمہ موجود ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہابی اسمعیلی کے نزدیک یہ کتاب معتبر ہی نہیں بلکہ بہت معتبر ہے اس میں ہی لکھا ہے کہ فقہائے حنفیہ جہاں تکفیر کرتے ہیں وہابی علم غیب ذاتی مراد لیتے ہیں باقی رہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم بالغیب بالعرض ہونا تو فقہائے حنفیہ اس کی تکفیر نہیں کرتے کیونکہ وہ تو احادیث سے ثابت ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اب دورے پر دورہ پڑے گا کیونکہ ایک تو ابوایوب کی مقدمہ والی کتاب نے اس کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا کہ جس چیز کو لے کر اس نے صفحات سیاہ کئے تھے ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ دوسرا اس لئے بھی کہ اس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم بالغیب ہونا احادیث سے ثابت مانا ہے۔ وہابی اسمعیلی ابوایوب جس کو یہ استاذ جی استاذ جی کہتا ہے اس نے اس کے لئے دوہری مصیبت کھڑی کردی ہے کہ سادات احناف کی جتنی عبارات اس نے نقل کی تھیں وہ سب کی سب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بالغیب مان کر اپنے گلے میں ڈال لیں اور سادات احناف کی عبارات کا تعلق علم ذاتی سے کر کے اس کے لئے ایک اور مصیبت کھڑی کردی۔

(۳) وہابی مولوی محمد جاوید عثمان لکھتا ہے کہ:

علم غیب (ذاتی کلی) میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔

مزید آگے لکھتا ہے کہ:

اسی لئے حضرات فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالی نے ''علم غیب'' کلی وذاتی کا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کی تکفیر کی ہے۔

(مولانا احمد رضا خان بریلوی حقیقت کے آئینہ میں، ص ۴۰، عثمانی کتب خانہ کے ایریا کورنگی کراچی)

لو جی! یہ مزید ایک اقرار ہے کہ فقہاء احناف علم غیب ذاتی کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، باقی وہابی مولوی یہاں کلی کا لفظ دیکھ کر ناچنے سے پرہیز کرے کیونکہ ہم جس کلی کے قائل ہیں اس کی وضاحت اسی کتاب میں موجود ہے۔

''سراج الامہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ اور وہابی دھوکہ''

وہابی مولوی امام اعظم کا عقیدہ کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے: علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رای المنصور فی منامه صورة ملك الموت و سأله عن مدة عمره فاشار باصبعه الخمس فعبرها المعبرون بخمس سنوات و بخمس اشهر و بخمسة ایام فقال ابو حنیفة هو اشارة الی هذه الآیة فان العلوم الخمسة لا یعلمها الا الله۔ (تفسیر مدارک، ج ۳، ص ۲۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تو تعبیر بتلانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال حیات رہیں گے کسی نے پانچ ماہ، کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی خلیفہ نے یہی خواب امام اعظم علیہ الرحمۃ کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظم

نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ ہے سورۃ لقمان کی پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ (رضا خانیت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۰، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

عیار مکار اور دھوکہ باز بہت دیکھے ہیں پر وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان جیسا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا، اس مقام پر بھی وہابی نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا نام استعمال کر کے دھوکہ دیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم نے کب کہا ہے کہ علوم خمسہ ذاتی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو ذاتی طور پر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، باقی اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ان علوم کی نفی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس قول میں نہیں ہے اور سادات احناف کا مذہب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ان علوم کا علم بالخصوص سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ میں اختصار کے ساتھ چند حوالے بیان کر دیتا ہوں جس سے اس عیار مکار اور دھوکہ باز کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی بالکل واضح ہوجائے گی، اور ایک بار پھر سنیت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا ہوجائے گا۔

''سادات احناف، مشائخ ہند اور علوم خمسہ''

(۱) علامہ بدر الدین العینی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ فَمن ادّعی علم شَیْءٍ مِنهَا غیر مُسْند إِلَی رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم کَانَ کَاذِبًا فِی دَعْوَاه۔۔۔

جس نے ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کی طرف نسبت کر کے کیا تو وہ اپنے دعوی میں کاذب ہوگا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۱، ص ۴۵۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی مغیبات خمس میں سے جو کوئی کسی شے کے علم کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا۔

(۲) اسی طرح علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ فَمن ادّعی علم شَیْءٍ مِنهَا غیر مُسْند إِلَی رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم کَانَ کَاذِبًا فِی دَعْوَاهُ۔

جس نے ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کی طرف نسبت کر کے کیا تو وہ اپنے دعوی میں کاذب ہوگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱، ص ۱۲۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۳۶۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہ عبارات اپنے مدعا میں بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی علوم خمسہ میں سے کسی چیز کا دعوی کرے اور اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ کرے تو وہ کاذب ہوگا، اور اگر رسول اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے دعوی کرے تو کاذب نہیں، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان اشیاء کا علم دیا گیا تھا جبھی وہ شخص نسبت کرنے سے کاذب نہ ہوگا۔

(۳) ملا جیون الحنفی علیہ الرحمۃ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں:

"ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة ان لا يعلمها الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واوليائه بقرينة قوله تعالى ان الله عليم خبير على ان يكون الخبير بمعنى المخبر"

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر چہ یہ ٹھیک ہے کہ ان پانچ امور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ کوئی بات جو امور غیبیہ سے متعلق ہو اس بات سے اپنے کسی محبوب بندے کو آگاہ کر دے اور اگر ان اللہ علیم خبیر میں خبیر کا معنی مخبر کریں تو اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تفسیرات احمدیہ عربی ص ۵۹۲، دار الکتب العلمیہ، مترجم وہابی، ص ۶۸۷، مکتبہ المیزان لاہور)

وہابی مولوی کی جہالتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے علامہ جیون علیہ الرحمۃ کی عبارت سے وہابیت دیوبندیت کی جھوٹی حنفیت کا بیڑا غرق ہوجاتا ہے کہ ان پانچ باتوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جبکہ ملا جیون کے نزدیک اللہ تعالی چاہے تو اپنے محبوب واولیاء کو بتا دے۔

(۴) علامہ اسمٰعیل حقی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقد ذهب بعض المشائخ الى ان النبى عليه السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهولا ينافى الحصر فى الاية كما لا يخفى۔

بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے ہیں اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۳۷۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۵) لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اس حدیث "خمس لا یعلمھن الا اللہ" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد لا يعلم بدون تعليم الله منه۔

مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱، ص ۲۱۷، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

مراد آنست که بے تعلیم الٰهی بحساب عقل ایحکیس اینها راندانده آنها از امور غیب اند که جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکه وے تعالی از نزد خود کسے را بداناند بوحی و الهام۔

مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا، کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے، وحی یا الہام سے۔ (اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۴۴، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ان سادات احناف اور مشائخ ہند کو سمجھائے جو اللہ کی تعلیم سے ان امور خمسہ کا علم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مان رہے ہیں، میں وہابی اسمٰعیلی سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سادات احناف اور مشائخ ہند نہیں جانتے تھے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا کیا موقف تھا اور آپ نے کیا فتوی صادر فرمایا تھا یا ساری حنفیت اس جاہل بلکہ اپنے اکابرین کی طرح اجہل کی سمجھ میں آئی ہے، میں کہتا ہوں کہ سادات احناف اور مشائخ ہند امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب و موقف جانتے تھے اور مانتے بھی تھے اور لوگوں کو بتاتے بھی تھے اور ان کا وہی مذہب و موقف تھا جو آج بحمد اللہ اہلسنت کا ہے اور یہ حنفیت کے لباس میں چھپ کر وہابیت کا پرچار کرنے والے اس سے کوسوں دور ہیں بلکہ سادات احناف اور مشائخ ہند کے عقیدے کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی، اب میں اس وہابی سے کہتا ہوں جو شرک، شرک اور کفر، کفر کی مشینیں ہمارے لئے نصب کی تھی ان کا رخ ذرا ادھر بھی کرو اور دو چار فتوے ادھر بھی لگاؤ، ورنہ اپنی ان گندی حرکتوں سے باز آؤ۔

(۶) شاہ عبدالعزیز صاحب "بستان المحدثین" میں فرماتے ہیں:

نقل مه کند که والد شیخ ابن حجر را فرزند نمی زیست کبیده خاطر بحضور شیخ فرمود که از مشت تو فرزند مے خواهد آمد که بعلم خود دنیا را پر کند۔

نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ملول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمھاری پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھر دے گا۔ (بستان المحدثین ،ص ۱۱۴، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! امام اعظم علیہ الرحمۃ بقول وہابی کے ایک جزئی بھی ان علوم میں سے کسی کے لئے نہ مانیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی باپ کی پشت میں کیا ہے اور کیسا ہے اس بارے میں شیخ صاحب کی بات مانتے اور اس کو اپنی کتاب میں لکھتے اور وہابیت کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں، نہ حنفیت سے خارج اور نہ ہی امام اعظم کے مذہب کا انکار کرنے والے بلکہ وہابیت کے نزدیک پکے حنفی اور مشائخ ہند میں شامل، واہ وہابیت دیوبندیت واہ۔

ہم نے یہ بعض حوالے بیان کر دیئے ہیں جو اپنے مدعی پر ایسے واضح ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی حاجت نہیں ہے اگر وہابیہ دیوبندیہ نے کچھ لب کشائی کی تو پھر وضاحت ہوگی، چند حوالے وہابی شریعت کے بھی بیان کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو یہ کتنے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف پر قائم ہیں۔

''وہابی علماء، موت کا علم اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کے عقیدے کی مخالفت''

قارئین! آپ نے وہابی مولوی کا حوالہ دیکھا جس میں وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ امام اعظم کا عقیدہ ہے کہ موت کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے، لیکن اپنے آپ کو حنفی کہنے والے وہابیت کے چیلے امام اعظم کے اس عقیدے کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، بحمد للہ ہم نے اپنا عقیدہ سادات احناف اور مشائخ ہند سے ثابت کر دیا اور امام اعظم کے نزدیک کیا مراد ہے اس کی بھی وضاحت کر دی لیکن کیونکہ وہابیت اس کو مانتی نہیں، اور امام اعظم کا نام لے کر سنیت کو بدنام کرتی ہے لہٰذا میں حنفیت کے ان جھوٹے دعوے داروں کی اصلیت بتاتا ہوں، اور ان کا دوغلا پن آپ کو دیکھاتا ہوں کہ ایک طرف امام اعظم کا نام لے کر یہ کہتے ہیں کہ موت کا وقت کوئی نہیں جانتا اور دوسری طرف اپنے ہی وہابیوں کے سامنے کیسے کیسے دعوے کئے جاتے ہیں۔

اسمٰعیلی گنگوہی کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے کہ:

حضرت مولانا صادق الیقین صاحب ایک بار سخت علیل ہوئے واقفین احباب بھی یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے اور حضرت (یعنی گنگوہی از ناقل) سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں حضرت خاموش ہو رہے اور بات کو ٹال دیا جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلی دی اور یوں فرمایا ''میاں وہ ابھی نہیں مریں گے اور اگر مریں گے تو میرے بعد'' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی اور حضرت کے وصال کے بعد اسی سال۔۔۔محرم میں واصل بحق ہوئے۔ (تذکرۃ الرشید، جلد ۲، ص ۲۰۹، ناظم کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور)

قارئین! یہ ہیں ہمیں حنفیت کا درس دینے والے اور امام اعظم کا عقیدہ بتانے والے، بقول وہابی احمدی اسمٰعیلی ساجد خان امام اعظم علیہ الرحمۃ تو فرمائیں کہ موت کا وقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا لیکن یہاں گنگوہی صاحب کو کیسا یقین کامل کہ ابھی نہیں مرے گا اگر مرے گا تو میرے بعد یعنی میرے مرنے سے پہلے اس کو موت نہیں آسکتی واہ واہ یہ منہ اور مسور کی دال لیکن مزے کی بات دیکھیں کہ گنگوہی تو جاہل تھا ہی کہ اس کو قرآن پاک کی سورۃ لقمان کی ان آیات کا علم تھا اور نہ ہی امام اعظم کا عقیدہ معلوم تھا، ساتھ ہی ساتھ مریدین بھی اتنے اندھے اور بہرے ہو گئے کہ کسی کو نہ سورۃ لقمان کی آیات یاد آئیں اور نہ ہی امام اعظم کا عقیدہ، کوئی بھی نہ بولا کہ آپ کو کیا معلوم آپ پہلے مریں گے یا وہ اور وہ اس مرض میں ہی مر جائے گا یا بعد میں مرے گا کیونکہ موت کا وقت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور یہی امام اعظم کا عقیدہ ہے، یہاں سب کچھ ہضم اور پھر بھی حنفی اور حنفیت کے ٹھیکیدار اور دوسروں کو حنفیت سے خارج کرنے کا

سرٹیفیکیٹ تقسیم کرنے والے، چلیں وہ تو سارے جاہل ہی نہیں بلکہ اجہل تھے پر اس وہابی ساجد خان کو تو معلوم ہو گیا ہے کہ امام اعظم نے موت کے علم کی ایک جزئی بھی اللہ تعالی کے ساتھ خاص فرمائی تو یہ گنگوہی اپنی موت اور صادق الیقین کی موت کے بارے میں یقینی عقیدہ رکھ کر قرآن کی آیات کے منکر ہو کر امام اعظم کے عقیدے کے ساتھ بغاوت کر کے حنفیت سے خارج ہوا یا نہیں۔؟ قارئین! واقعات بہت ہیں لیکن اختصار مانع ہے پہلے بھی مضمون بہت طویل ہو گیا ہے لیکن وہابیت کی جھوٹی حنفیت کو واضح کرنے کے لئے مزید ایک دو واقعات بیان کر دیتا ہوں۔

ایک نواب کی موت وحیات کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی گنگوہی صاحب کا عقیدہ بیان کرتے اور پھر اس پر ایمان لاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

آپ (گنگوہی صاحب از ناقل) نے حاضرین جلسہ سے فرمایا بھائی دعا کرو چونکہ حضرت نے خود دعا کا وعدہ نہیں فرمایا اس لئے فکر ہوئی اور عرض کیا گیا کہ آپ دعا فرمادیں اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا ''امر مقدر کر دیا گیا ہے اور ان کی زندگی کے چند روز باقی ہیں'' حضرت کے اس ارشاد پر کسی کو عرض و معروض کی گنجائش نہ رہی اور نواب صاحب کی حیات سے سب کو ناامیدی ہو گئی۔

(تذکرۃ الرشید، جلد ۲، ص ۲۰۸، ناظم کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور)

یہ ہیں حنفیت کا دعوی کرنے والے اور امام اعظم کا بزعم خود نام لینے والے اور دوسروں یعنی امام اعظم کے حقیقی غلاموں کو امام اعظم کی غلامی سے نکالنے والے، گنگوہی صاحب کا عقیدہ دیکھیں پھر اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے امام اعظم کا جو عقیدہ بزعم خود بیان کیا ہے وہ بھی دیکھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ گنگوہی صاحب امام اعظم کے کتنے بڑے باغی تھے۔ مجھے حیرانی ہوتی ہے ان وہابیت کا پرچار اور حنفیت کا جھوٹا دعوی کرنے والوں پر کہ یہاں ان وہابیوں کو نہ قرآن یاد آیا اور نہ ہی سورۃ لقمان کی آیات اور نہ ہی امام اعظم کا عقیدہ، گنگوہی کی بات پر اتنا یقین کہ قرآن کو چھوڑ دیا امام اعظم کے عقیدے کو چھوڑ دیا اور سب وہابی اس نواب کی زندگی سے مایوس ہو گئے، وہابیت کو گنگوہی کے قول کے بعد نہ خدا کی یاد آئی نہ اس سے دعا کرنا یاد آئی اور نہ سورۃ لقمان کی آیات کسی نے گنگوہی کو یاد دلا کر کہا کہ جناب آپ کا یہ قول قرآن کے خلاف ہے اور نہ ہی کسی نے امام اعظم کا عقیدہ بیان کر کے بتایا کہ اس کا عقیدہ امام اعظم کے خلاف ہے، یہاں سب وہابی شریعت پر ایمان لے آئے اور آج کے یہ ناہنجار وہابی اپنے آباء کو چھوڑ کر ہمیں حنفیت بتاتے ہیں۔

تھانوی صاحب وہابیت کو لٹکاتے اور اپنی جھوٹی حنفیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مکہ معظمہ میں بیمار ہوئے اور اشتیاق تھا کہ مدینہ منورہ میں وفات ہو حضرت حاجی صاحب سے استفسار کیا کہ میری وفات مدینہ میں ہوگی یا نہیں **حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں کیا جانوں؟ عرض کیا کہ حضرت یہ عذر تو رہنے دیجئے جواب مرحمت فرمائیے۔ حضرت حاجی صاحب نے مراقب ہو کر فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے** مجھ کو ایسا ہی علم ہوا ہے حق تعالی کی طرف سے **پس مولانا کو بڑا اعتماد ہو گیا حتی کہ لوگوں سے کہنا بھی شروع کر دیا۔** (قصص الاکابر، ص ۱۱۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

خط کشیدہ الفاظ ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیئے اور وہابیت کے ہاضمہ کی داد دیجئے اور ان کی حنفیت کی پہچان کیجئے، مرید صاحب کا یقین کامل دیکھیے کہ پیر صاحب کہہ رہے ہیں میں کیا جانوں لیکن مرید ہے کہ کہتا ہے آپ جانتے ہیں جواب دیجئے، پیر صاحب نے جواب دیا اور مرید صاحب نے یقین بھی کر لیا کہ اب مدینہ سے پہلے موت نہیں آئے گی اور اس یقین کا اظہار بھی لوگوں کو بتلا کر شروع

کر دیا لیکن یہاں نہ تو کوئی بدبخت وہابی بولا اور نہ ہی پیر صاحب کے لئے وہابی فیکٹری سے کوئی فتوی آیا کہ آپ حنفیت سے خارج ہو گئے، توبہ کیجئے بلکہ ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے تجدید ایمان کیجئے، اور مرید کے لئے بھی کسی کو نہ تو قرآن کریم کی سورۃ لقمان کی آیات یاد آئیں اور نہ ہی امام اعظم کا عقیدہ، امام اعظم تو صرف منصور کی وفات کے بارے میں کہیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہاں حنفیت کا دعوی کرنے والے جگہ بھی بتا رہے ہیں، اور پھر بھی حنفی ہیں، واہ وہابیت واہ! سلام متارکت ہے تیری منافقت کو، منافقت کی وہ مثال قائم کی کہ تیرے آباء بھی قائم نہ کر سکے۔ میں وہابی مولوی سے کہتا ہوں کہ بتائے حاجی صاحب اور ان کے مصر مرید پر قرآن کریم اور امام اعظم کے عقیدے کی روشنی میں کیا حکم لگتا ہے، جواب دینے سے پہلے کم از کم اپنے گھر کی وہابی شریعت کو پڑھ لینا یہ نہ ہو کہ بعد میں ہمیں ہی سمجھانا پڑے۔ ابھی ایک آخری حوالہ بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں۔

چنانچہ وہابیت کی ناک کا بال وہابی مولوی منظور سنبھلی ابن کثیر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

وہ پانچ غیب جن میں مرنے کی جگہ کا علم بھی شامل ہے ان کو حق تعالی علام الغیوب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتے کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔ (فتوحات نعمانیہ، ص ۶۶۰، دار الکتاب لاہور)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مرنے کی جگہ کا علم اللہ تعالی کا خاصہ ہے، باقی کا تبصرہ ہم نے خود ہی نہیں کیا کیونکہ بعد میں وہابی کی چھترول کرنی ہے۔

نوٹ: اس طرح کے حوالے اتنے ہیں کہ پوری کتاب تیار ہو جائے ہم ابھی اتنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"وہابی اسمعیلی ساجد کی مظلوم بننے کی ناکام کوشش"

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے: قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے **آپ کے سامنے مسلک حنفیت کا موقف رکھا ہے کہ وہ صراحۃ نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے**، (وہابیہ زمانہ از ناقل) دیوبند کا قصور اتنا ہے کہ وہ اس عقیدے کے ناقل ہیں۔۔۔۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ حنفیت کا عقیدہ اپنا کر حقیقی حنفی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بریلوی عقیدہ اپنا کر کفر کا طوق گلے کی زینت بناتے ہیں!!! (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

عورتوں کی طرح رونا وہابیت کی پرانی عادت ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی اسی عادت سے مجبور ہو کر گڑگڑا رہا ہے، بہر حال میں نے اپنا عقیدہ بیان کر دیا ہے اور وہابی مولویوں سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ نہ کفر ہے نہ شرک، سادات احناف کا مذہب و مسلک بھی بیان کر کے خود وہابیت کے گرو گھنٹال سرفراز گکھڑوی سے ثابت کیا ہے کہ سادات احناف اللہ کے بتلانے سے علم غیب کے قائل ہیں اور اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو کچھ بھی اپنے زعم کے مطابق بیان کیا اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں فی الوقت آپ کی توجہ وہابی مولوی ساجد خان کے خط کشیدہ الفاظ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں اس نے دھواں دار تکفیری فیکٹری تو لگا دی پر اپنے ہی گھر کی وہابی شریعت کے گرو گھنٹالوں کو بھول گیا، بحمد للہ سادات احناف کا کوئی بھی فتوی ہم اہلسنت کے لئے نہیں ہے جیسا کہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں، لیکن وہابی مولوی ساجد خان کے اقرار کے مطابق اس کے گھر کے کئی وہابی اسمعیلی ان فتوؤں سے کافر کافر اور صرف کافر ہی ہوئے۔

ساداتِ احناف کا پہلا فتوی وہابی مولوی حمید اللہ خان پر

دیوبندی مفتی حمید اللہ خان صاحب لکھتا ہے:

علم غیب دراصل غیر مشاہدات للناس کے جاننے کو کہتے ہیں جو عام آدمیوں کے علم میں نہ ہوں پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی۔ (۱) علم غیب ذاتی کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام اشیاء مغیبات ہوں یا ظاہر ہوں، ان کو بغیر اعلام کے جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ (۲) علم غیب عطائی وہ ہے جو بطور وحی یا کشف وکرامات والہام کے ذریعہ ہو جن حضرات کو علم غیب بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام ہیں اور جن حضرات کو علم غیب بذریعہ کشف والہام حاصل ہو وہ حضرات اولیاء کرام ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطاء کیا گیا ہے مگر اللہ کے علم کے مساوی یعنی ہر وقت ہر چیز کا ہر جگہ پر علم نہیں رکھتے۔۔۔۔ (ارشاد المفتیین، جلد اول، ص ۱۶۱، دار النعیم لاہور)

اقرار وہابی سے ثابت ہوا کہ انبیاء واولیاء علم غیب جانتے ہیں، لہٰذا وہابی مولوی ساجد خان کا پہلا فتوی اپنے ہی مولوی کے گلے کا پھندا بنا، جاہل وہابی مولوی ساجد خان ہمارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ ''بریلوی عقیدہ اپنا کر کفر کا طوق اپنے گلے کی زینت بناتے ہیں'' بحمد للہ ہمارا عقیدہ تو کفر یہ ہے ہی نہیں کہ اس کو اپنانے سے کفر لازم آئے لیکن وہابی مولوی ساجد خان کے اقرار واصرار سے اس کے اپنے ہی مولوی حمید اللہ خان کے گلے میں کفر کی لعنت کا طوق وہ بھی بہت مضبوط ڈل گیا کہ کوئی بھی مائی کا لعل وہابی اس کو نکال نہیں سکتا۔

سادات احناف کا دوسرا فتوی مولوی سلمان اور دار دیو کے مفتوں پر

وہابی دیوبندی مولوی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۲، ص ۱۶۱، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: یہ فتاوی کئی معتبر وہابیوں کا مصدقہ ہے جن کے نام ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسروں کے بارے میں بک بک کرنے والے وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کے اپنے اتنے مولوی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کا اقرار کر کے کافر ہو کر جہنم کا ایندھن بننے کے لئے تیار ہیں، اب وہابی مولوی ناچے اور خوشیاں منائے کہ جو فتوے اس نے دوسروں کے لئے تیار کئے تھے وہ اس کے اپنے ہی مولویوں کے گلے کا پھندا بنتے چلے جا رہے ہیں۔

سادات احناف کا تیسرا فتوی وہابی مولوی ارسلان پر

دیوبندی مولوی ارسلان بن اختر صاحب لکھتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں اور بریلویوں کا اختلاف ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ: (۱) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم لامحدود ہے۔ (۲) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔ (۳) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس کو جو ہے، اللہ کا عطا کردہ ہے۔ (۴) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا۔ (۵) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو جتنا بھی علم غیب تھا اللہ کا عطا کردہ تھا۔ (۶) اختلاف صرف اس میں رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ کو کتنا علم غیب تھا۔ دیوبندی کہتے ہیں کہ اتنا تھا جتنا اللہ نے دیا یعنی وہ تعین نہیں کرتے اور بریلوی تعین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا لیکن جہاں تک یاد ہوتا ہے بہار شریعت کے مقدمہ میں جو بریلویوں کے نزدیک فتوی کی مستند کتاب ہے، یہ لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم تھا تو کائنات کے ذرات بھی تو محدود ہیں گویا بریلویوں نے

نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ کی طرح لامحدود نہیں۔(دلچسپ انوکھے واقعات،ص ۱۵۴، مکتبہ ارسلان کراچی)

وہابی مولوی نے جس طرح وہابیت کا بیڑا غرق کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے لیکن وہابی مولوی ساجد خان نے جو اس کا بیڑا کافر کافر اور صرف کافر کا فتویٰ وہ بھی سادات احناف سے لگا کر کیا ہے وہ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔

سادات احناف کا چوتھا فتویٰ ۶۱۶ وہابی دیوبندیوں پر

۶۱۶ وہابی مولویوں کی مصدقہ اور بہت ہی معتبر کتاب قہر آسمانی میں لکھا ہے:

غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں **یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا۔** (قہر آسمانی،ص ۶۵، مدینہ برقی پریس بجنور، بار اول)

خط کشیدہ الفاظ کو دیکھ کر فیصلہ کر لیں کہ یہ ۶۱۶ وہابی مولوی اقرار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، اب وہابی مولوی ساجد خان سے بھی پوچھ لیجئے کہ سادات احناف کے نزدیک یہ مسلمان بھی تھے یا نہیں وہابی مولوی ساجد خان کی طرف سے یہی جواب آئے گا کہ کافر کافر علم غیب کا اقراری کافر، تو یہ ۶۱۶ کب مسلمان رہے، یہ ہوتی ہے خدا کی مار جب وہابی مولوی کرتا ہے اپنی جہالت کا اظہار۔

سادات احناف کا پانچواں فتویٰ وہابی اشرفعلی تھانوی پر

اشرف علی تھانوی صاحب اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''حفظ الایمان'' میں مخلوق کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علم غیب جو بلا واسطہ ہو تو خاص ہے حق تعالیٰ کیساتھ اور جو بواسطہ ہے مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے۔

مزید لکھتا ہے کہ:

ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان،ص ۱۹، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

تھانوی صاحب اپنی پہلی عبارت میں اقرار کر رہے ہیں کہ علم غیب بواسطہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے اور اس کی دوسری عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ سب کے لیے علم غیب مانتا تھا اب وہ جتنا بھی ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن یہ ثابت ہو گیا کہ اشرفعلی تھانوی مخلوق کے لئے علم غیب مانتا ہے، اب اس وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتے ہیں کہ سادات احناف علم غیب کے اقراری پر کیا حکم لگاتے ہیں تو جواب دیتا ہے کہ کافر کافر اور بس کافر۔ وہابی مولوی ساجد خان نے اپنی گھر کی وہابی شریعت کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور سب کو الٹا لٹکا دیا ہے اگر اس طرح کا ایک اور وہابی آ گیا تو وہابیت کا مزید خانہ خراب ہو جائے گا۔

سادات احناف کا چھٹا فتویٰ وہابی فردوس شاہ پر

وہابیوں دیوبندیوں کے بہت بڑے کذاب زمانہ خالد محمود کے استاذ وہابی فردوس صاحب لکھتا ہے:

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مولانا (تھانوی از ناقل) علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔

(چراغ سنت،ص ۲۰۸، مکتبہ نذیریہ لاہور)

سادات احناف کا ساتواں فتویٰ وہابی مرتضیٰ حسن در بھنگی پر

دیوبندیوں کے مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی صاحب لکھتا ہے:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر میں علمِ غیب ثابت ہونا کیونکہ اس سے بحث ہی نہیں وہ تو ثابت اور محقق امر ہے۔

مزید لکھتا ہے:

جس غیب کا علم ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر اور واقع میں ثابت ہے، اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں وہ تو مسلم ہے۔

مزید کچھ آگے جا کے لکھتا ہے:

صاحب حفظ الایمان کا مدعی تو یہ ہے کہ سرور عالم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

مزید آگے جا کر لکھتا ہے:

بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔

(مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول ،ص، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

اس وہابی نے تو وہابیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا اوا شگاف الفاظ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اقرار کر کے جہاں ساجد خان کی مٹی پلید کی ہے وہیں ساجد خان کے ہاتھوں ذلیل و رسوا بھی ہوا اور بقول ساجد خان کے سادات احناف کے فتوی سے کافر ہو کر جہنم رسید بھی ہوا۔ بعض وہابی اسمعیلی زاغ کے شوربوں میں غرق وہابی دیوبندی ساجد خان کو دوسرا در بھنگی کہتے پائے گئے ہیں مگر اس نقلی در بھنگی نے اصلی والے کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔

سادات احناف کا آٹھواں فتوی وہابی ابوالاوصاف پر

ابوالاوصاف رومی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

تیسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا جس کو بھی جو کچھ علم غیب حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ (دیوبند سے بریلی تک ،ص، ۹۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

نوٹ: یہ کتاب وہابی مولوی قاری طیب کی مصدقہ ہے وہ بھی گیا۔

سادات احناف کا نواں فتوی وہابی سرفراز گکھڑوی پر

وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔ (تنقید متین ،ص، ۱۶۲، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

مزید لکھتا ہے:

سوم علوم غیبیہ جزئیہ (بعض علم غیب) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس طرح علی حسب المراتب دیگر حضرت انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے اثبات اور نیز ایسے علوم غیبیہ جزئیہ کے کمالات نبوت میں داخل ہونے کا کوئی مسلمان منکر نہیں۔

(اظہار العیب فی اثبات علم الغیب ،ص ۲۳۲، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

نوٹ: بریکٹ کے الفاظ وہابی گکھڑوی کے اپنے ہیں۔
یہ وہی وہابی ہے جو علم غیب کا ایک ذرہ بھی کسی مخلوق کے لئے نہیں مانتا جیسا کہ اس نے اپنے ملفوظات میں کہا ہے لیکن یہاں اقرار کر رہا ہے اور اپنے فتوی سے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو رہا ہے۔ وہابی مولوی ساجد خان سے بھی پوچھ لیتے ہیں کہ تیرا یہ باپ بعض علم غیب کا اقرار کر کے سادات احناف کے نزدیک جہنم کے کس کونے میں گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی کو یہ بتاتے ہوئے شرم آئے، لہٰذا ہم اس سے کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے بعض علم غیب کا جو اقرار کیا ہے کم از کم پانچ سادات احناف سے اس کو ثابت کر دے۔ وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا لیکن ہم صرف پانچ کے حوالے پوچھ رہے ہیں جن میں انہی الفاظ کی تصریح ہو۔ وہابی اسمعیلی مرجائے گا اسی کی قبر میں گھس جائے گا اسی کی طرح مٹی ہونا پسند کرے گا پر ہمارا چیلنج پورا نہیں کرے گا۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھ کر دیکھ لیجئے۔

''وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج''

میں وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ دوسروں پر بک بک کرنے کے بجائے کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہاء احناف جن سے تو نے بزعم خود کفر کے فتوے نقل کئے ان سے اپنے ان تمام وہابی مولویوں کے اس اقراری علم غیب کا ثبوت دے، ورنہ کسی گندی گلی کے گندے گٹر کی تلاش کرتا کہ تیری لاش اسی کے اندر دابی جائے اور یہ احناف احناف کی رٹ چھوڑ دے اور وہابی وہابی کیا کر۔ سادات احناف کے وہ فتاوی جو وہابی مولوی ساجد خان نے ہمارے لئے نقل کئے تھے، بحمد للہ وہ سارے فتوے خود اس وہابی مولوی کے اپنے ہی اکابرین کے گلے کا پھندا بن چکے ہیں، میں چند وہابی دیوبندی فتاوی بھی بیان کر دیتا ہوں جس سے مزید ان وہابی ملاؤں کے کفر پر رجسٹری ہو جائے گی۔

(۱) دجل وفریب میں کمال حاصل کرنے والا دجال اعظم وہابی عبدالاحد قاسمی لکھتا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علمِ غیب تھا صریح شرک ہے۔ (داستان فرار، ص ۴۴، مکتبہ مدینہ دیوبند)

نوٹ! یہ کتاب (۱) وہابی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند (۲) احمدی مفتی ارشد اعظمی (۳) اسمعیلی محمد سلمان ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور (۴) دربھنگوی محمد اسرائیل گھوسی (۵) بدعتی الیاس گھمن (۶) اسمعیلی ابوایوب (۷) وہابی ساجد خان (۸) ملاں عمیر قاسمی (۹) بھینگا نجیب اللہ (۱۰) وہابی طاہر حسین گیاوی کی مصدقہ ہے۔

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ان تمام وہابیوں کے نزدیک سرکار علیہ السلام کے لیے علم غیب ماننا صریح شرک ہے، اور صریح میں کوئی تاویل نہیں ہوتی۔

دیوبندیوں کا انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

ان التاویل فی الصریح لایقبل۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل۔ (اکفار الملحدین، ص ۴۸، ۱۴۰۰، دار البشائر الاسلامیہ)

انور شاہ کشمیری کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ صریح میں تاویل نہیں ہوتی، مذکورہ بالا تمام وہابی کہتے ہیں کہ علمِ غیب سرکار علیہ السلام کے لیے ماننا صریح شرک ہے۔اب حمید اللہ خان، سلمان منصور پوری اور اس کی تصدیق کرنے والے، ارسلان، اشرفعلی تھانوی، فردوس دیوبندی، ابوالاوصاف رومی، مرتضی دربھنگی، سرفراز گکھڑوی سرکار علیہ السلام کے لیے علم غیب مانتے ہیں تو نتیجہ کیا نکلا؟ یہی نہ کہ یہ سب وہابی ایسے مشرک ہیں کہ ان کے کفر وشرک میں تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سب کچھ دیوبندیوں کے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہے۔لہٰذا ہمارے بارے میں بیان کرنے یا پھر ہمیں اصول سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر کے ان وہابیوں کے کفر کا اقرار کرو، ورنہ دوسروں کو اصول بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات یاد رکھنی بلکہ وہابیوں کو اپنے گندے ذہن میں ٹھوسنی چاہیے۔

(۲) وہابی مولوی الیاس گھمن لکھتا ہے:

قرآن کریم نے جب صاف صاف علم غیب کے عنوان ہی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نہیں رکھا اور صاف صاف اس کی نفی کر دی تو پھر اس عنوان (علم غیب از ناقل) کو آپ کے لیے ثابت کرنا انتہائی درجے کی گستاخی ہے۔

(فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۲۹، مکتبہ اہل سنت والجماعت)

گھمن صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سرکار علیہ السلام کے لیے علمِ غیب کا صرف عنوان ثابت کرنا کوئی چھوٹی سی گستاخی نہیں بلکہ انتہائی درجے کی گستاخی ہے جب سرکار علیہ السلام کے لیے علمِ غیب کا صرف عنوان ثابت کرنا گستاخی اور انتہائی درجے کی گستاخی تو وہ تمام وہابی جن کے نام ہم نے ذکر کئے ہیں انتہائی درجے کے گستاخ ہوئے اور گستاخ کون ہوتا ہے، الیاس گھمن صاحب سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔

چنانچہ مولوی الیاس گھمن صاحب لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنی سے ادنی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت وگستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے۔ (فرقہ بریلویت، پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص، ۲۱۱، مکتبہ اہل سنت والجماعت)

جب سرکار علیہ السلام کی ادنیٰ سے ادنی اور معمولی سے معمولی گستاخی کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے تو انتہائی درجے کی گستاخی کرنے والوں کے بارے میں وہابی فتویٰ کیا ہوگا، ان سے بڑا کافر تو اور کوئی نہیں ہوگا، اب نتیجہ بالکل واضح ہے کہ یہ تمام وہابی اکابر سرکار علیہ السلام کے لیے علمِ غیب کے عنوان کو ثابت کر کے سب سے بڑے کافر ہوئے۔

(۳) دیوبندیوں کے نام نہاد امام اہل سنت سرفراز گکھڑوی کے پیر حسین علی کی معتبر ترین کتاب "بلغۃ الحیران" جس کو اس نے نظر ثانی کے بعد طبع کرایا اس کے شروع میں یہ "فتویٰ حضرت پیر صاحب بغداد والہ دربارہ علم غیب معہ تشریح" کی ہیڈنگ دینے کے بعد آخر میں بطور نتیجہ لکھا ہے کہ:

ان عقائد باطلہ (علم غیب وغیرہ از ناقل) پر مطلع ہو کر انہیں کافر مرتد ملعون جہنمی نہ کہنے والا بھی ویسا ہی مرتد وکافر ہے پھر اس کو جو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ویسا ہی ہے کوکب الیمانی علی اولا دالزوانی، کوکب الیمانین علی الجعلان والخراطین، توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد، کالا کافر، ان کتابوں میں ثابت کیا گیا ہے کہ ایسے عقائد والے کالے کافر ہیں ان کا کوئی نکاح نہیں، سب زانی ہیں۔

(بلغۃ الحیران، ص، ۴، حمایت اسلام پریس)

(۴) سرفراز گکھڑوی کا پیر بھائی اور دیوبندیوں کا شیخ القرآن غلام اللہ خان لکھتا ہے:

نوٹ: ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے کوکب الیمانی علی اولاد الزوانی، کوکب الیمانیں علی الجعلان والخراطین، توضیح المرادلمن تخبط فی الاستمداد، کالا کافر، ان سب کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایسے عقائد والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں اور ان کا کوئی نکاح نہیں۔ (تفسیر جواہر القرآن، جلد اول ص، ۴۲، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

یہ کسی دیوبندی کا تفرد نہیں بلکہ یہ ان کے گھر کا اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ یہ تفسیر درج ذیل اکابرین دیوبند کی مصدقہ ہے (۱) سید سلیمان ندوی (۲) نصیر الدین غور غشتی (۳) محمد ولی اللہ (۴) ظفر احمد عثمانی (۵) مولانا رسول خان (۶) شیخ الحدیث عبد الرحمن دیوبندی (۷) عنایت اللہ شاہ بخاری (۸) قاضی شمس الدین (۹) غلام مصطفی دیوبندی (۱۰) سیاح الدین دیوبندی۔

میں یہاں نتیجہ بیان کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ بہت ضروری سمجھتا ہوں مذکورہ بالا وہ تمام وہابی جن کے حوالے ہم نے بیان کئے ہیں کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب مانتے ہیں وہ تمام وہابی اپنے ہی وہابیوں کے اصول کے مطابق: (۱) پکے کافر (۲) مرتد (۳) ملعون (۴) جہنمی (۵) ان کو ایسا نہ سمجھنے والا بھی کافر (۶) پھر اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر (۷) ان کا کوئی نکاح نہیں تھا (۸) زانی تھے (۹) جو ان کو مسلمان کہے اس کا بھی کوئی نکاح نہیں (۱۰) وہ بھی زانی ہے۔ میں وہابیوں سے کہتا ہوں کہ ہم اپنے سنی اصولوں کو جانتے ہیں ہمارے اصول بیان کرنے کے بجائے اپنے وہابیوں کے لئے اپنے ان اصولوں کا اقرار کرو، ورنہ ہمیں کہتے ہوئے کچھ تو شرم کرو۔

(۵) دیوبندی مماتی مولوی میاں محمد الیاس سرفراز گکھڑوی کے پیر حسین علی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نص قرآنی کی مخالفت کے باعث کفر و شرک ہے۔ (مولانا حسین علی، ص ۱۱۴، اشاعت اکیڈمی پشاور)

نوٹ: جب علم غیب کا اطلاق کفر و شرک ہے تو مذکورہ بالا وہ تمام دیوبندی جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علم غیب کا اطلاق کرتے ہیں وہ کافر و مشرک ہوئے۔

قارئین! ہم نے یہ چند حوالہ جات ان لوگوں کے لئے نقل کئے ہیں جو دوسروں کو اصول سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ دوسروں پر ٹھونستے ہیں لہٰذا ایسوں کو چاہیے کہ پہلے اپنے گھر کے اصولوں کو تو مان لو پھر کسی اور سے اصولوں کی بات کرو۔

''چیلنج بمقابلہ چیلنج''

آخر میں وہابی نے اپنے امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کا ایک چیلنج وہ بھی اس جاہل وہابی اور اپنی جہالت کا اظہار کرنے کے لئے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ہمارا چیلنج: ہم یہاں امام اہل السنۃ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۱ھ) کے اس چیلنج و مطالبے کو دہراتے ہیں جو آج سے کئی سال پہلے انہوں نے کیا اور الحمد للہ آج تک اس مطالبے کو کوئی پورا نہیں کر سکا اور ان شاء اللہ تا قیامت کوئی مائی کا لعل اس کو پورا نہیں کر سکتا دیدہ باید۔

''ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف کے اس مسئلہ پر پیش کر دے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے کیا ہے کوئی مرد میدان...... فهل من مبارز؟'' (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۱ جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا باپ سرفراز گکھڑوی جاہل تھا ہی لیکن یہ جہالت میں اس کا بھی باپ ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا باپ سرفراز گکھڑوی جاہل تھا ہی لیکن یہ اس سے بھی بڑا ہے۔ وہابی اسمعیلی سرفراز نے تو تمام اہلسنت کو اس چیلنج میں شامل کیا ہے اور یہ بہتان باندھا ہے کہ اہلسنت اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کلی نہ مانے۔

اولاً: میں تمام وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ تمام اہلسنت سے نہیں بلکہ صرف پانچ سنی حنفی معتبر و مستند علمائے اہلسنت سے یہ بات ثابت کر دیں کہ اہلسنت اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو علم غیب کلی نہ مانتا ہو۔ یہ بات یاد رہے کہ کسی بھی شخص کی ذاتی رائے، یا تفرد کو پوری جماعت کا عقیدہ قرار دینا خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک کسی دجال کا کام ہے۔ لہٰذا اس کو ہمارا اجماعی عقیدہ ثابت کیا جائے پھر چیلنج بازی کا شوق بھی پورا کر لیا جائے اور یہ دعوے بھی ہانک لئے جائیں کہ کوئی مائی کا لال پورا نہیں کر سکتا، یہ نہیں کر سکتا، وہ نہیں کر سکتا۔ ویسے وہابیہ اسمعیلیہ کے چیلنج ہوتے ہی ایسے کھوکھلے ہیں۔ جب یہ ہمارا عقیدہ ہے ہی نہیں تو یہ چیلنج بازی صرف اور صرف سستی شہرت کے لئے ہی ہے۔ جو وہابی اسمعیلی گکھڑوی حاصل کرتے کرتے مٹی میں مل گیا پر حاصل نہ ہوئی اور وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی اسی کا بھوکا اس میں لگا ہوا ہے اور ان شاء اللہ سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ بھی اس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔

ثانیاً: میں تمام زندہ مردہ وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ گنگوہیہ، نانوتویہ، انبیٹھویہ، تھانویہ، دربھنگیہ ٹانڈویہ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ زیادہ نہیں کم از کم دو فقہائے احناف سے یہ ثابت کر دے کہ انہوں نے علم غیب (۱) محدود (۲) ممکن (۳) حادث (۴) مخلوق (۵) مقدور (۶) جائز الفنا (۷) ممکن التبدل (۸) عطائی کو شرک کہا ہو۔ ہے کوئی مرد۔۔۔ **فھل من مبارز۔**

یہ دعویٰ وہابیہ اسمعیلیہ کا اجماعی ہے کہ مخلوق کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔ ہم نے جو چیلنج کیا ہے وہ وہابیوں اسمعیلیوں کا دعوی ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی یہ ثابت کرے کہ اس کے باپ سرفراز گکھڑوی نے جو چیلنج کیا ہے وہ اہلسنت کا اجماعی دعوی بھی ہے۔

اب ہم ابھی اسے کہتے ہیں وہابیہ اسمعیلیہ میں کوئی بھی مائی کا لعل نہیں ہے جو ان الفاظ کے ساتھ صرف دو فقہائے احناف سے ثابت کر دے۔

{......مسئلہ نمبر ۲......}

''حاضر وناظر اور علماء اہلسنت کا موقف''

حاضر و ناظر کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضۂ مبارکہ میں تشریف فرما ہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے جیسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں اگر آن واحد میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں تو ممکن ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ حُضُورِ اکرم، نبیِّ مکرم صَلَّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسَلَّم کا ظاہری جسمِ اَقدس ہر ہر جگہ موجود ہے، البتّہ حُضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسَلَّم بیک وقت ایک سے زائد مقامات پر جلوہ فرما ہو سکتے ہیں۔

حاضِر و ناظِر کے مفہوم کو ایک مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیّت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح (بلاتشبیہ) آفتابِ نبوت، ماہتابِ رسالت صَلَّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسَلَّم اپنے جسمِ اَقدس کے ساتھ مدینہ شریف میں اپنے مزارِ پُرانوار میں موجود ہیں لیکن ساری کائنات کو یوں دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو، نیز اُمّتیوں کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور اللہ کے حکم سے تصرُّف بھی فرماتے ہیں۔

وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ ہمارے عقیدے کو بار بار پڑھیں اور اس کو اپنی عقل میں بٹھالیں پھر کوئی دعوی کر کے اسی کے مطابق دلائل بھی لائیں وہابی ہمارے عقیدے کو نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی سمجھتے ہیں بس فضول قسم کے دعوے کر کے اس پر لایعنی قسم کے دلائل بیان کر کے اپنی آدھی پاگل وہابی قوم کو مزید پاگل بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

(۱) رئیس الفقہاء والمتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اس آیت "انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا" **کی تفسیر میں لکھتے ہیں:**

بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا کہ جو تمہاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو مَعَاذَ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ اَلیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مُناسِب ہوا کہ اُمّت کے تمام افعال واقوال واعمال واحوال اُن کے سامنے ہوں۔ (اور اللہ پاک نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ) طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے: رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: اِنَّ اللہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ بے شک اللہ کریم نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص ۱۶۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

کہ قُدسی (یعنی اللہ کی دی ہوئی) قوت والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالَم کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور دُور وقریب کی آوازیں سُنے یا ایک آن (لمحہ بھر) میں تمام عالَم کی سیر کرے اور سینکڑوں مِیل دُور حاجت مندوں کی حاجت رَوائی کرے۔ یہ رفتار خواہ رُوحانی ہو یا جسمِ مثالی کے ساتھ ہو یا اسی مبارک جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہے۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۳۴۹، مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۳) علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لفظ حاضر وناظر بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے۔ (مقالات کاظمی، جلد ۳، ص ۱۱۷، کاظمی پبلی کیشنز ملتان)

(۴) شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان نظریۃ الحاضر و الناظر لاتتعلق بجسمہ الاقدس الخاص و لا ببشریتہ ﷺ بل تتعلق بنورانیتہ و روحانیتہ ﷺ۔

بیشک حاضر وناظر کے نظریہ کا تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی بشریت کے ساتھ ہے بلکہ اس نظریے کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت اور روحانیت کے ساتھ ہے۔ (من عقائد اھل السنۃ، ص ۳۶۵، الطبعۃ الاولی)

ان حوالہ جات سے ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہوگیا ہے، لہٰذا ہمارے عقیدے کو مدنظر رکھ کر کوئی اعتراض کیا جائے اپنی طرف سے مفروضے بنا کر ان کو ہمارے ذمہ لگا کر یا کسی کے مجمل اقوال پیش کر کے اپنے دل کی بھڑاس نہ نکالی جائے۔

ہمیں اس مسئلہ پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خود وہابیہ دیوبندیہ کے گروگھنٹالوں نے لکھا ہے کہ عقیدہ علم غیب اور حاضر و ناظر مآل کے اعتبار سے ایک ہیں۔

وہابی مولوی سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے کہ:

اگر چہ لفظ حاضر و ناظر اور علم غیب میں لفظ و مفہوم کے لحاظ سے کچھ فرق ہے لیکن مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ (تفریح الخواطر، ص ۲۱، مکتبہ صفدریہ گوجرنوالہ)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

اس ٹھوس بحث کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں کیونکہ علم غیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ درحقیقت ایک ہی ہے اور مآل کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ (حضرت ملا علی قاری اور مسئلہ علم وغیب و حاضر و ناظر، ص ۳۲، مکتبہ صفدریہ گوجرنوالہ)

سرفراز گکھڑوی کی اس ٹھوس بحث کا برتا تو مفتی فرید ہزاروی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''مقامع الحدید علی رأس العنید معروف بہ ملا علی قاری اور سرفراز گکھڑوی'' میں بنا دیا تھا اور یہ مر گیا پر جواب نہ دے سکا، بہرحال اس کے ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ وہابیہ دیوبندیہ کو اکھانیہ کے نزدیک علم غیب اور حاضر و ناظر ایک ہی ہیں اور ہم نے مسئلہ علم غیب پر بحث کر کے ثابت کر دیا ہے کہ سادات احناف علم غیب کے قائل تھے اور یہ عقیدہ کفریہ نہیں ہے اور خود وہابیہ سے بھی ثابت کر دیا کہ عقیدۂ علم غیب کفر نہیں ہے اور فقہاء کی عبارات کا محمل خود وہابیہ سے بیان کر دیا ہے، تو بقول وہابیہ جب حاضر و ناظر بھی وہی ہے تو یہ عقیدہ بھی سادات احناف کا ہوا اور سادات احناف اور خود وہابیہ کے نزدیک کفر نہ ہوا۔ بات یہیں انہی الفاظ میں ختم ہو جاتی ہے لیکن ہم اپنے قارئین! کے علم میں اضافہ کرنے کے لئے اور کہیں وہابی واویلا شروع نہ کر دے کہ اس کا جواب نہیں دیا اس لئے اس مسئلہ پر بھی چند حوالے پیش کر دیتے ہیں تاکہ وہابیت کی مزید مٹی پلید ہو جائے اور حق کا بول بالا ہو جائے۔

''عقیدہ حاضر و ناظر اور سادات احناف، مشائخ ہند کا موقف''

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وہابیت دیوبندیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"با چندیں اختلافات و کثرتِ مذاهب که در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئله خلافے نیست که آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبه مجاز و توهم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجهان آنحضرت را مفیض و مربی ست۔"

ترجمہ: اُمت کے علماء میں اتنے اختلافات اور بہت سے مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں حضور ﷺ کی زندگی میں مجاز کی آمیزش و تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور ﷺ ان سب کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تربیت کرنے والے ہیں۔ (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل علی ہامش اخبار الاخیار، ص ۱۵۵، مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور)

بحمد للہ اہلسنت کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے شیخ عبد الحق کی یہی عبارت کافی ہے، لیکن شیخ صاحب نے تو پوری وہابیت کی چارپائی الٹ دی ہے اور وہابی عقیدے کی بیخ کنی کے لئے ایسے ایسے واضح حوالے دیئے ہیں کہ خود وہابیہ کو بھی اعتراف کرنا پڑا (جیسا کہ آ رہا ہے) کہ شیخ صاحب کی عبارات سے عقیدہ حاضر و ناظر کے علاوہ بھی بہت کچھ وہابیہ ثابت کرتے ہیں، یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ جب وہابیہ سے شیخ صاحب کی اس عبارت کا جواب نہ ہو سکا اور وہابیہ دیوبندیہ نے مکتوبات شیخ کا ترجمہ کیا تو اس میں تحریف کر دی، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

وہابی اسمٰعیلی مولوی فضول سے فاضل کی تحریف

وہابی اسمٰعیلی فاضل شیخ صاحب کے مکتوب میں تحریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اختلاف کے باوجود اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی حقیقی حیات سے جس میں مجاز کا شبہ نہیں قائم اور دائم ہیں اور اپنی امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں اور طالبان حقیقت کے مربی اور فیض پہنچانے والے ہیں۔

(مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۱۱، مدینہ پبلنگ کمپنی کراچی)

اس فضول سے فاضل وہابی نے شیخ صاحب کی عبارت میں حاضر وناظر کے الفاظ کا ترجمہ اپنی آبائی موروثی عادت کی وجہ سے نہیں کیا کہ کہیں عوام شیخ صاحب کا عقیدہ پڑھ کر شیخ صاحب کی طرح سرکار دوعالم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے قائل ہی نہ ہوجائیں اگر ایسا ہوگیا تو وہابی اسمٰعیلی کی دوکان بند ہوجائے گی۔

شیخ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور ﷺ امت کے احوال واعمال پر مطلع ہیں اور خاصان بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر وناظر ہیں۔ (جامع البرکات بحوالہ کلمۂ حق، شمارہ ۲، ص ۱۶، پاسبان اہل سنت وجماعت)

شیخ صاحب کے "حاضر و ناظر است" کے الفاظ وہابیت کی جھوٹی حنفیت کا پول کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

شاھداً) یعنی عالم و حاضر بحال امت و تصدیق و تکذیب و نجات و ھلاکت ایشان۔

شاہد کا معنی ہے اُمّت کے حال، ان کی نجات وہلاکت اور تصدیق وتکذیب پر حاضر اور عالم۔

(مدارج النبوۃ فارسی، ج ۱ ص ۲۶۰، مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

حنفیت کی آڑ میں وہابیت پھیلانے والوں کا انکشاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے و قدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواھد تشریف بخشند خواہ بعینہ، خواہ بمثال، خواہ بر آسمان، خواہ بر زمین، خواہ در قبر یا غیر وے صورتے دارد باوجود نسبت خاص بقر در ھمہ حال۔

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کے جسمِ پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر خواہ قبر میں یا اور کہیں تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ (مدارج النبوت، جلد دوم، ۴۵۰ ص مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور)

وہابیت دیوبندیت کے عقیدے پر چار حرف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر کن او را و درود بفرست بر وے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و می بینی تو او را متادّب با جلال و تعظیم و ھیبت و حیا و بدانکہ وے علیہ السلام می بنید و می شنود کلام تیرا، زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰھیہ و یکیاز صفات الٰھی آں است انا جلیس من ذکرنی۔ مر پیغمبر را ﷺ

نصیب و افر است ازیں صفت۔

حضور ﷺ کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور ﷺ حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اجلال اور تعظیم و ہیبت وحیا سے رہو اور جانو کہ حضور ﷺ تمہیں دیکھتے اور تمہارا کلام سنتے ہیں کیوں کہ حضور ﷺ صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی صفت میں سے یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔ اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔ (مدراج النبوت، جلد دوم، ص ۶۲۱، مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

شیخ صاحب وہابیت دیوبندیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعضے عرفاانند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در زرائر موجودات و افر دو ممکنات۔ پس آں حضرت درذات مصلیان موجودو حاضر ست۔پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاباشدازیں شہود غافل نبودتا انوار قرب و اسرارِ معرفت منور فائز گردو۔

ترجمہ: بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور ﷺ کو السلام علیک ایھا النبی کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس بات سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے بھیدوں سے روشن اور کامیاب ہوجائے۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۴۰۱، مطبوعہ النوریہ الرضویہ سکھر)

قارئین! حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حاضر و ناظر ہیں ذکر کرنے والے کے ہم نشین ہیں زمین و آسمان میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کی حقیقت موجودات کے ہر ہر ذرّے اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ ان عبارات میں **"بر اعمال حاضر و ناظر است"**۔ **"حاضر و ناضر است"**۔ **"درحال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات"**۔ **"پس آں حضرت در ذات مصلیان موجود و حاضر است"** کا ترجمہ اگر اولیٰ کے طالب علم سے بھی کروایا جائے تو وہ بھی اس طرح کا ترجمہ نہ کرے گا جس طرح وہابیہ زمانہ کے ان فضولوں نے کیا ہے۔ بہرحال شیخ صاحب کی عبارات اپنے مطالب میں اتنی واضح ہیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق کوئی تاویل کی گنجائش ہی نہیں لیکن پھر بھی میں وہابیہ اسمعیلیہ کے علماء سے ثابت کر دیتا ہوں کہ شیخ صاحب کی بالخصوص آخری عبارت سے حاضر و ناظر کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء شیخ صاحب حاضر و ناظر کے قائل وہابی اقرار"

قارئین! دیوبندیوں کے اندر کیوں کہ عقل نہیں ہوتی اس وجہ سے ایک طرف حوالہ نقل کر کے اس سے عقیدے کا انکار کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف اسی عبارت سے اسی عقیدے کا اقرار ہو رہا ہوتا ہے۔ ہماری اس بات سے قارئین کو حیرت ہوئی ہوگی لیکن حیران ہونے کی کوئی بات نہیں ہے ہم اس بات کو ثابت کر دیتے ہیں دیوبندیوں کے نام نہاد مناظر ابو عیوب نے شیخ صاحب کی وہ عبارت جس کو ہم نے آخر میں نقل کیا ہے اس عبارت سے حاضر و ناظر عقیدے کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اور یہ صوفیاء کی اصطلاح ہے تو پھر اس سے عقیدہ حاضر و ناظر ثابت کرنا کیسے درست ہوا۔ (راہ سنت، شمارہ ۳، ص ۴۰، انجمن اہل السنۃ والجماعۃ)

ابو ایوب اور دیگر وہابیہ اسمعیلیہ کو اپنے گھر کی کتابوں کا علم نہیں ہے اسی وجہ سے یہ اجہل اس عبارت سے عقیدہ حاضر و ناظر کی نفی

کرتے ہیں، لیکن میں ان تمام وہابیہ کو کہتا ہوں ہم سے یہ سوال کرنے کے بجائے اگر اپنے ہی گھر کی چارپائی کے نیچے ڈنڈا پھیر لیتے تو جواب مل جاتا، چلیں ہم ہی وہابیہ کی جہالت دور کر دیتے ہیں چنانچہ غیر مقلد وہابی صدیق حسن بھوپالی اپنی کتاب "**مسک الختام فی شرح بلوغ المرام**" میں لکھتا ہے کہ:

ازعرفا گفته اند که ایں خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات۔ پس آنحضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجودو حاضر است۔ پس مصلی رابايد كه ازیں معنی آگاه باشد وازیں شهو غافل بنود انوار قرب و اسرار معرفت منورو فائز گردو آدمے۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام)

اس سے پہلے کہ ہم وہابیہ دیوبندیہ سے اس کا ترجمہ لکھیں آپ پہلے ایک مرتبہ پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت دیکھ لیں:

بعضے عرفااند که ایں خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ززائر موجودات و افردو ممکنات۔ پس آں حضرت در ذات مصلیان موجودو حاضر ست۔ پس مصلی رابايد كه ازیں معنی آگاباشدازیں شهود غافل نبود تاانوار قرب و اسرارِ معرفت منور فائز گردو۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۴۰۱، مطبوعہ النوریہ الرضویہ سکھر)

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ وہابیہ کا ابّا ابوبکر غازی پوری مسک الختام کی عبارت کا ترجمہ کیا کرتا ہے چنانچہ وہابی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

نبی ﷺ ہر آن اور ہر حال میں مومنین کے مرکز نگاہ اور عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک رہتے ہیں خصوصاً بحالت عبادت اس لئے کہ نبی کی ذات میں نورانیت اور انکشاف بہت اقوی اور ارفع ہوا کرتا ہے **بعض عارفین کا قول ہے کہ (تشہد میں ایھا النبی کا) یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ ذوات موجودات اور افراد ممکنات میں سرائیت کئے ہوئے ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نمازیوں کی ذوات میں حاضر اور موجود ہیں۔ لہٰذا مصلی کو چاہیے کہ اس معنی کو سمجھے اور اس پر متنبہ رہے اور اس شہود سے غفلت نہ برتے تا کہ قرب و معیت کے انوار اور معرفت کے اسرار پا کر مظفر ہو۔** (آئینہ غیر مقلدیت، ص ۱۹۸، مکتبہ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

قارئین! بالعموم اور وہابیہ بالخصوص صدیق حسن بھوپالی کی فارسی اور غازی ابوبکر کی کتاب کا ترجمہ اور ہم نے جو شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی ہے اس کو اور اس کے ترجمہ کو ملا کر دیکھ لیں کہ یہ دونوں عبارتیں اور ترجمہ ایک ہی ہیں اب اس پر علمائے وہابیہ کی بکواسات بھی دیکھیے کیونکہ معاملہ غیر مقلدین کا تھا لہٰذا وہابیہ اسمعیلیہ نے فتوؤں کی وہ بوچھاڑ کی کہ الامان الحفیظ لیکن ان بے علم وہابیوں کو کیا معلوم تھا کہ یہی عبارت اور فتوی ان کی اپنی جماعت کے گلے کا پھندا بن جائیں گے اور انہوں نے جو فتوے غیر مقلدین کے لئے تیار کئے تھے اب یہی فتوے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ہوتے ہوتے ہمارے گھر کی طرف لوٹیں گے اور آج تک شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارات کا جھوٹا جواب دے کر جو دل کو تسلی دی جاتی تھی وہ سب ختم ہو کر شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کا عقیدۂ حاضر و ناظر ثابت ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ وہابیت اسمعیلیت کا چہرہ بھی عیاں ہو جائے گا جو یہ علماء کی عبارات میں لایعنی تاویلات کر کے دکھاتے ہیں۔

(۱) چنانچہ وہابی ابوبکر غازی صاحب اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بریلویوں (میں کہتا ہوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کیونکہ ہمارا استدلال بھی ان کی عبارات سے ہے از ناقل) کا مشہور عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام ہر جگہ موجود ہیں اور امت کا ہر وقت عینی مشاہدہ کرنے کی وجہ سے ان کے احوال سے باخبر ہیں ان کا یہ عقیدہ نہ صرف یہ کہ جہلاء میں مشہور ہے بلکہ اس جماعت کے اہل علم طبقوں میں

بھی معروف ومقبول ہے اس کے باوجود ہمارے علم کے مطابق ان لوگوں کے یہاں ایسا کوئی عقیدہ نہیں جس کی رو سے نبی علیہ السلام کی ذات بندوں کے نفوس بلکہ کائنات کے ذرے ذرے میں جاری وساری سمجھی جائے یہ تو بعینہ عقیدہ تناسخ ہے جو ہندی کفار ومشرکین کا مذہب اوران کا امتیازی شعار ہے حیرت ہے کہ غیر مقلدین جو خود کو سلفیت اور کتاب وسنت کا علم بردار کہتے نہیں تھکتے۔ بریلویوں سے کہیں زیادہ ضلالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین کا عقیدہ صرف یہی نہیں کہ نبی ﷺ ہر آن ہر مکان میں حاضر وناظر ہیں بلکہ ایک قدم آگے ان کا یہ ایمان ہے کہ نبی ﷺ کی ذات بندوں کی ذات میں منضم ومدغم ہے جی ہاں سنیئے اور اپنی سماعت پر یقین رکھیے۔ (آئینہ غیر مقلدیت، ص۱۹۷،۱۹۸، مکتبہ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

قطع نظر اس کی جہالتوں سے اس عبارت میں جو الفاظ غیر مقلدین کے لئے ثابت کئے گئے ہیں وہ سب شیخ صاحب رحمہ اللہ کے لیے ثابت ہوں گے کیونکہ جس عبارت کی وجہ سے یہ سارے فتوے لگائے گئے ہیں وہ عبارت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی اور بھوپالی کی ایک ہی ہے۔

’’شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر وہابی فتوے‘‘

اس عبارت میں وہابی اسمعیلی ابوبکر غازی پوری نے جانے انجانے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر درج ذیل فتوے دھرے:

(۱) شیخ صاحب رحمہ اللہ کا تناسخ کا عقیدہ ہے۔
(۲) شیخ صاحب رحمہ اللہ کفار اور مشرکین کے مذہب وشعار کو فروغ دے رہے ہیں۔
(۳) شیخ صاحب رحمہ اللہ بریلویوں سے کہیں زیادہ ضلالت کی دلدل میں ہیں۔
(۴) شیخ صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر آن ہر مکان میں حاضر وناظر ہیں۔
(۵) بلکہ ایک قدم آگے ان کا یہ ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات بندوں کی ذات میں منضم ومدغم ہے۔
(۶) شیخ صاحب رحمہ اللہ کا حلول کا عقیدہ ہے۔

یقیناً وہابی اسمعیلی ملا ساجد خان کو ابھی سے چکر آنے لگ گئے ہوں گے کہ جن کو یہ مشائخ ہند میں شمار کر کے اپنا بزرگ ماننے کی کوشش کرتا ہے وہ خود وہابی اسمعیلی ملاؤں کے نزدیک مشائخ تو دور کی بات مسلمان بھی نہیں ہیں، میں اس وہابی ملا سے پوچھتا ہوں کہ:

کیا آپ کے نزدیک حلول کا عقیدہ درست ہے اور اس عقیدے کا قائل مشائخ ہند میں سے ہے؟

کیا آپ کے نزدیک تناسخ کا عقیدہ درست ہے اور اس عقیدے کا قائل اکابرین میں سے ہے؟

کیا آپ کے نزدیک سرکار کو ہر آن ومکان حاضر وناظر ماننا درست ہے تو یہ حنفی فتوے شیخ صاحب کے کفر کا اقرار نہیں ہے؟

کیا آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی ذات کا بندوں کی ذات میں منضم ومدغم ہونا درست ہے نہیں تو شیخ صاحب پر کیا حکم لگے گا؟

ان سب سوالوں کا جواب دیا جائے ان کو گول مول کر کے بھاگنے کی کوشش کی تو معلوم ہو جائے گا کہ وہابیہ کے فتوے شیخ صاحب کے لئے ہی ہیں۔

آخر میں ابوبکر غازی پوری دیوبندی گویا کہ شیخ صاحب کو مشورہ دیتا ہے کہ:

غیر مقلدین اس کفر سے توبہ کریں اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کریں۔ (آئینہ غیر مقلدیت، ص۱۹۸، مکتبہ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

میں برملا کہتا ہوں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ جنت کی نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہونگے وہابیہ کو توبہ کرنی چاہیے اور بزرگوں کے عقیدے کو کفر کہنے سے اور فتوے لگانے سے ڈرنا چاہیے ورنہ اس کا وبال جس طرح دنیا میں دیکھ رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی ضرور دیکھیں گے۔

ایک اور حوالہ بھی اپنے قارئین کی نذر کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوگا کہ خود وہابیہ کے نزدیک شیخ صاحب کی اس عبارت سے حاضر وناظر کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

یہی وہابی ابوبکر غازی پوری اپنی ایک اور کتاب ''کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ'' میں یہی عبارت لکھ کر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علمی حلقوں میں بریلویوں کا یہ عقیدہ مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہیں لیکن ہمیں کوئی بریلوی عالم معلوم نہیں جس نے یہ کہا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کائنات کے ذرات اور بندوں کی جانوں میں سرایت کئے ہوئی ہے یہ درحقیقت ''تناسخ'' کا قائل ہونا ہے جو ہندی کفار اور مشرکین کا مذہب ہے۔

لیکن ہمیں بڑا تعجب ہے کہ غیر مقلدین گمراہیوں میں بریلویوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے کہ غیر مقلدین کا جس طرح یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں لوگوں کے احوال کا علم رکھتے ہیں اسی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بندوں کی جانوں میں سرائیت کرگئی ہے۔ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص ۲۵۳، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

مزید لکھتا ہے:

بخدا اسلام میں یہ شرک وکفر ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہے اس پر توبہ واجب ہے۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص ۲۵۴، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

نوٹ: یہ وہ کتاب ہے: (۱) جس پر سلیم اللہ خان دیوبندی کا ابتدائیہ ہے۔ (۲) مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کے بارے میں لکھا ہے حضرت نے ضعف ونقاہت، کثرت مشاغل اور پیرانہ سالی کے عوارض کے باوجود کتاب اول تا آخر مطالعہ فرمائی، قابل اصلاح مقامات کی نشاندہی اور کتاب کے حصہ اول کے لیے پرمغز جاندار اور مفید تقریظ تحریر فرمائی۔ (۳) یوسف لدھیانوی لکھتا ہے: کتاب اپنے موضوع کی نفیس ترین کوشش ہے۔ (۴) عاشق الٰہی بلند شہری نے بھی تعریف کی ہے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی غازی پوری کی اس کتاب کی اہمیت اور مقبولیت تو آپ کو وہابی علماء کے ان اقوال سے معلوم ہوگئی، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان تمام علمائے وہابیہ کے نزدیک شیخ صاحب اور بھوپالی کی عبارت سے حاضر وناظر کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غازیپوری قسم اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ: یہ عقیدہ کفر وشرک ہے، اور اس سے توبہ واجب ہے۔ میں قارئین! کو دعوتِ انصاف دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ شیخ صاحب کی اس عبارت سے خود وہابیہ کے نزدیک عقیدہ حاضر وناظر ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور وہابیہ غیر مقلدین کی آڑ میں شیخ صاحب پر کیسے کیسے بے باک فتوے لگا رہے ہیں۔ ایک باحیا انسان کے لیے اتنا کافی ہوتا ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی اور حیاء کے درمیان منافات اصلی ہے اس لیے مزید ایک اور حوالہ بھی لے لیں۔

(۲) ابوبکر غازیپوری کی ایک اور کتاب ''مسائل غیر مقلدین'' کا مقدمہ نور الدین نور اللہ دیوبندی نے لکھا ہے، اس مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

بریلویوں اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور تمام مخلوقات میں آپ کی ذات سمائی ہوئی ہے یہی عقیدہ غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے نواب صدیق حسن خان بھوپالی فرماتے ہیں:

''بعض عارفین کا قول ہے کہ تشہد میں ''ایھا النبی'' کا یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوات موجودات اور افراد ممکنات میں سرائیت کیے ہوئے ہے۔''

(مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں، ص ۱۳، ۱۴، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل یوپی انڈیا)

اس وہابی اسمٰعیلی کی کذب بیانی اور جھوٹ سے قطع نظر، کیا یہ وہی عبارت نہیں ہے جس کو بدعتیوں اور غیر مقلدین اور بریلویوں کا عقیدہ کہا گیا۔ کیا اس سے شیخ صاحب بدعتی یا غیر مقلد یا بریلوی نہیں ہونگے کہ جن کی عبارت بعینہ اس طرح ہے۔

مزید گندگی کا چھینٹا بھی دیکھیے، لکھتا ہے:

یہ خالص کفریہ عقیدہ ہے۔ (مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں ص ۱۳، ۱۴، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل یوپی انڈیا)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان صاحب! یہ وہی عقیدہ ہے جو شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے، اور اس کو آپ کے ہی وہابی اسمٰعیلی خالص کفریہ کہہ رہے ہیں اور آپ اس عقیدے کے حامل کو مشائخ ہند میں سے بتا کر اپنی علمیت و انصاف کو چیلنج کر رہے ہو۔

آیئے! ایک اور حوالہ بھی حاضر خدمت ہے۔

(۳) وہابیہ کے وکیل اصناف الیاس گھمن صاحب کی زیر صدارت شائع والا شمارہ قافلۂ حق میں انصر باجوہ صاحب لکھتے ہیں:

عقیدہ نمبر ۱۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: **بعض عارفین کا قول ہے کہ تشہد میں ''ایھا النبی'' کا یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوات موجودات اور افراد ممکنات میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔۔۔۔** (قافلۂ حق، جلد اوّل، شمارہ نمبر ۴، ص ۲۱ مکتبہ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

اب تو وہابی مولوی ساجد خان کے استاد الیاس گھمن نے بھی گویا کہ تصدیق کر دی کہ شیخ صاحب کی عبارت سے حاضر و ناظر کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ شیخ صاحب عقیدہ حاضر و ناظر کے قائل تھے۔ امید ہے کہ وہابی مولوی ساجد خان اپنے اکابرین کے اقوال کے آگے سر تسلیم خم کرے گا ورنہ اس کو ہمارے طرف سے اجازت ہے کہ اپنے وہابیوں کو لات مار کر ان سے دست و گریباں ہو جائے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام اور اللہ تعالی کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(۲) اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے بلکہ وہابیت کو غرق کرتے ہوئے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔

کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک روح مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہے۔ (شرح شفا، جلد ۲ ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

''علامہ علی قاری پر وہابیہ اسمعیلیہ کا کفر کا فتویٰ''

وہابی مولوی خالد محمود مانچسٹروی اس عقیدے پر کفر کا فتویٰ ٹھوکتے ہوئے لکھتا ہے:

جس شخص نے کہا۔۔۔من قال النبی ﷺ حاضر فی کل بیت المسلمین۔۔۔یہ کفر کا عقیدہ ہے، اسلام کا عقیدہ نہیں۔
(مناظر و مباحثے، ص ۱۶۲، مکتبہ عشرہ مبشرہ)

اب تو معاملہ ہی صاف ہو گیا وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ملا علی قاری مسلمان ہی نہیں اور ملا علی قاری کا عقیدہ اسلام کا عقیدہ نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی وہابی اس عبارت کی تاویل کرے کہ یہاں جسم کے ساتھ حاضر ہونا مراد ہے تو بحمد اللہ اس وہابی کو پہلے اسی وہابی خالد محمود سے جوتے لگواؤں گا پھر اس کے وہابی گھر سے اس کی دھلائی کروں گا۔ علامہ علی قاری کی اس عبارت پر وہابیہ کے امام المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی نے تحریفات کے وہ پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ان پہاڑوں کو دار العلوم کراچی کے ہی مفتیوں نے زمین بوس کر دیا۔

علامہ علی قاری مزید لکھتے ہیں:

(وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ) أَيْ: مُطَّلِعٌ عَلَى أَحْوَالِكُمْ إِذْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ۔

(اور میں تم پر گواہ ہوں) یعنی تمہارے احوال پر مطلع ہوں کیونکہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۱، ص ۱۰۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

(وَيَكُونَ الرَّسُولُ) أَيْ: رَسُولُكُمْ وَاللَّامُ لِلْعِوَضِ، أَوِ اللَّامُ لِلْعَهْدِ، وَالْمُرَادُ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) أَيْ: مُطَّلِعًا وَرَقِيبًا عَلَيْكُمْ، وَنَاظِرًا لِأَفْعَالِكُمْ، وَمُزَكِّيًا لِأَقْوَالِكُمْ.

(اور رسول) یعنی تمہارے رسول اور الرسول میں الف لام عوضی ہے یا عہد کا ہے اور مراد اس سے محمد ﷺ ہیں (تم پر گواہ ہیں) یعنی مطلع ہیں، تم پر نگہبان ہیں اور تمہارے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ کرنے والے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

وَفِيهِ تَنْبِيهٌ نَبِيهٌ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاظِرٌ فِي ذَلِكَ الْعَرْضِ الْأَكْبَرِ۔

اور اس میں ایک بہت بڑی تنبیہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اس بڑی پیشی میں حاضر و ناظر ہوں گے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۰، ص ۲۱۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہو سکتا ہے کہ کوئی وہابی اسمٰعیلی یہ کہے کہ اس عبارت سے کیسے عقیدہ ثابت ہو سکتا ہے۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں اسی طرح جس طرح وہابی اسمٰعیلی ابوایوب نے ثابت کیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی حاضر و ناظر کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مشہور یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت رقیہ کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہ تھے۔

(راہ سنت، شمارہ ۱، ص ۴۳، انجمن اہل السنۃ والجماعۃ)

مزید لکھتا ہے:۔۔اس وقت آپ مدینہ شریف میں موجود نہ تھے۔ (راہ سنت، شمارہ ۳، ص ۳۹، انجمن اہل السنۃ والجماعۃ)

اگر وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کی ان عبارات سے حاضر و ناظر کی نفی ہو سکتی ہے تو اسی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول سے اثبات بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال علامہ علی قاری کی ان عبارات سے بھی اہلسنت کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ محبوب خدا ﷺ ہم پر نگہبان ہیں اور ہمارے

افعال دیکھ رہے ہیں اور بالخصوص آخری عبارت تو وہابیہ دیوبندیہ کے منہ پر وہ طمانچہ ہے جس کو یہ ساری زندگی نہیں بھول سکتے کہ علامہ علی قاری نے بیک وقت حاضر ناظر کے الفاظ سرکار دو عالم ﷺ کے لئے لکھے ہیں اب بھی الفاظ کا ہیر پھیر کرنے والوں کی فیکٹریوں میں حرکت آنی چاہیے اور اللہ تعالی کے سوا کسی کو بھی حاضر ناظر ماننے والوں پر کفر کا فتوی دینے والوں کو علامہ علی قاری پر بھی کفر کا فتوی ٹھوکنا چاہیے۔

(۳) ملک المحدثین محمد طاہر الصدیقی الہندی الحنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث پاک "انا فرطکم و انا شہید" کے معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انا فرطکم و انا شہید ای اشہد علیکم باعمالکم فکانی باق معکم۔ ط: انا شہید علی ھو لاء ای اشفع بانھم بذلوا اروا حھم للہ، و فیہ ان تعدیتہ ینافیہ فمعناہ حفیظ علیھم اراقب احوالھم و اصونھم من المکارۃ۔

اور میں شہید ہوں یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا پس گویا کہ میں تمہارے ساتھ باقی ہوں۔ اور طبرانی میں یہ الفاظ ہیں انا شہید علی ھو لاء یعنی میں شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ انہوں نے اپنی روحوں کو اللہ کے لئے خرچ کیا ہے (اور اس پر یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ علی ضرر کے لئے آتا ہے اور اور یہ گواہی نفع کے لئے ہوگی) لہٰذا شہید کا علی کے ساتھ متعدی ہونا اس معنی کے خلاف ہے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ شہید رقیب کے معنی میں ہے اور رقیب علی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے) لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں ان پر نگہبان ہوں اور ان کے حالات کی نگہبانی کرتا ہوں اور ان کو تکلیفوں سے بچاتا ہوں۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۳، ۲۷۱، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ)

علامہ طاہر ہندی علیہ الرحمۃ جو کہ وہابی مولوی ساجد خان کے نزدیک بھی معتبر ہیں ان کی عبارت ہمارے مدعی پر دلالت میں بالکل واضح ہے لیکن میں علامہ صاحب کے آخری الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں جس میں وہابیہ کے ایک نہیں بلکہ دو عقیدوں کی حضرت علیہ الرحمۃ نے قلعی کھولی ہے فرماتے ہیں: اراقب احوالھم و اصونھم من المکارۃ۔ اور ان کے حالات کی نگہبانی کرتا ہوں اور ان کو تکلیفوں سے بچاتا ہوں۔ یعنی سرکار نامدار ﷺ ہمارے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ہمیں تکلیفوں سے بچاتے ہیں۔ سرکار ﷺ کے بارے میں بھونکنے والے کہ کچھ نفع نہیں دے سکتے جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کچھ مختار نہیں، ان کو سوچنا چاہیے کہ علامہ طاہر ہندی علیہ الرحمۃ کیا فرما رہے ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

والشاھد من اسمائہ ﷺ لانہ یشھد یوم القیمۃ للانبیاء علی الامم بالتبلیغ و یشھد علی امتہ و یزکیھم، او ھو بمعنی المشاھد للحال کانہ الناظر الیھا۔

اور شاہد رسول اللہ ﷺ کے اسماء میں سے ہے اس لئے سرکار دو عالم ﷺ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی امتوں کے خلاف یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالی کے احکام ان تک پہنچا دیئے اور اپنی امت پر بھی گواہی دیں گے اور ان کا تزکیہ فرمائیں گے یا سرکار ﷺ کے شاہد ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان کے حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور گویا اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۳، ۲۷۲، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ)

علامہ صاحب کی یہ عبارت بھی بالکل واضح ہے لیکن میں حضرت کے ان الفاظ کی طرف آپ کی توجہ چاہتا ہوں لکھتے ہیں: کانہ

الناظر الیھا۔ گویا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احوال کی طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی گواہی دیں گے وہابیہ دیوبندیہ کے عقیدے کی خوب قلعی کھولی ہے اللہ کریم کی ان پر رحمتیں نازل ہوں۔

(۴)علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولذا أرسله تعالى شاهدا فانه لما كان أول مخلوق خلقه الله كان شاهدا بوحدانية الحق وربوبيته وشاهدا بما اخرج من العدم الى الوجود من الأرواح والنفوس والاجرام والأركان والأجسام والأجساد والمعادن والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والإنسان وغير ذلك لئلا يشذ عنه ما يمكن للمخلوق دركه من اسرار أفعاله وعجائب صنعه وغرائب قدرته بحيث لا يشاركه فيه غيره ولهذا قال عليه السلام علمت ما كان وما سيكون لانه شاهد الكل وما غاب لحضة وشاهد خلق آدم عليه السلام۔

یعنی اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا ہے تو جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہیں ہر اس چیز کے جو عدم سے وجود میں آئی یعنی ارواح،نفوس،اجرام،ارکان،اجسام،اجساد،معادن،نباتات،حیوان،فرشتے،جن،انسان اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے تاکہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں مخلوق کے افعال کے اسرار اور صنعت کے عجائبات اور قدرت کی باریکیاں جن کا ادراک مخلوق کے لئے ممکن ہے اور اس میں آپ کے ساتھ مخلوق میں سے کوئی بھی شریک نہیں اسی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے جان لیا ہر اس چیز کو جو ہوئی اور جو آئندہ ہونے والی تھی اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کے شاہد ہیں کہ آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہوا اور آپ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بھی شاہد ہیں۔۔۔(تفسیر روح البیان،جلد ۹،ص ۲۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ نے وہابیت کی جھوٹی حنفیت کا انکشاف کر کے اس کے عقیدے کو ضرباتِ قاہرہ لگائی ہیں کہ اگر وہابیہ میں حیاء ہوئی تو ایک بار ضرور اپنے عقیدے پر چار حرف کرے گی اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے پر ایمان لے آئے گی،علامہ صاحب کی عبارت میں ہی اتنی وضاحت ہے کہ ہمیں اس کی مزید وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

فشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله عليه الى آخر ما جرى عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليه من امتناع السجود لآدم۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور جو ان کا اکرام کیا گیا پھر لغزش کے سبب جنت سے اخراج ہوا پھر ان کی توبہ قبول کی گئی اور آخر تک تمام واقعات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا ابلیس کی پیدائش اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جو اس پر گزری اس سب پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہیں۔(تفسیر روح البیان،جلد ۹،ص ۲۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید فرماتے ہیں:

قال مجاهد قد جعلت الارض لملك الموت كالطشت يتناول من حيث يشاء۔يقول الفقير:ليس على ملك الموت صعوبة قبض الارواح وان كثرت وكانت فى امكنة متعددة۔۔۔

یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔اور میں کہتا ہوں: ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔۔۔(تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۶۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لو جی! ملک الموت علیہ السلام کے سامنے ساری دنیا ایک تھال کی طرح ہے جہاں سے چاہیں وہیں سے روح قبض کرلیں اگر یہ سرکار دوعالم ﷺ کے لئے کہا جائے کہ پوری دنیا سرکار ﷺ کے سامنے ایسی ہے جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ، تو وہابیہ کی شرک کی فیکٹریوں میں ایسا زلزلہ آتا ہے کہ پھر اس کے شرک شرک کفر کفر کے فتوؤں کو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے وہابیہ کو کچھ تو شرم کرنی چاہیے ہمیں آڑ بنا کر سادات احناف پر ہاتھ صاف نہیں کرنے چاہیے۔

وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک صاحب روح البیان کا مقام

ہوسکتا ہے کہ صاحب روح البیان کے اہلسنت کی تائید میں یہ شاندار اور ایمان افراز حوالے دیکھ کر وہابیہ دیوبندیہ اپنی موروثی عادت کی وجہ سے ان کو غیر معتبر و مستند نہ کہہ دے جیسے کہ دوسروں کو کہتے ہیں میں فی الحال صرف ایک حوالہ آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں اگر اس جاہل وہابی نے یہ ناکام کوشش کی تو اس کو اس کے اپنے ہی گھر سے اتنے جوتے پڑیں گے کہ ان شاءاللہ اس وہابی کے سر پر بال بھی نہیں بچیں گے۔

وہابی مولوی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے کہ:

هو العالم المفسر الاصولى الفقيه المتكلم الصوفى الواعظ الشيخ اسماعيل حقى الجلوتى الطريقة البروساوى البلد الحنفى المذهب۔

علامہ اسمعیل حقی علیہ الرحمۃ عالم، مفسر، اصولی، فقیہ، صوفی، اور واعظ ہیں نسبت کے اعتبار سے جلواتی اور شہر کے اعتبار سے بروساوی اور مذہب کے اعتبار سے حنفی ہیں۔(مقالات الکوثری ص ۴۸۲، دار شمسی للنشر کراچی)

بعض وہابی اسمعیلی علامہ اسمعیل حقی کو صرف صوفی کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے تفسیر جلالین کے حاشیہ ''الصاوی'' کو نیلی پیلی کہہ کر جان چھڑاتے ہیں لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو یہ صاوی ان کا ہتھیار اور یہی روح البیان ان کا بہت کچھ ہوتی ہے، بہر حال یوسف بنوری کی اس مصدقہ کتاب نے ان وہابیہ کا علاج کر دیا کہ یہ فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی، ابھی فی الحال اتنا کافی ہے اگر کسی نے کوئی خباثت اس حوالے سے کی تو ان شاءاللہ اس کا شافی علاج کیا جائے گا۔

علامہ اسمعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

معنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته التى هو عليها من دينه وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم وأعمالهم وحسناتهم وسيآتهم وإخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق۔

یعنی مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر دین دار کے دین کے مرتبوں پر اور اپنے دین میں سے جس حقیقت پر وہ ہے اس پر اور وہ حجاب جس کے سبب دین کے کمال سے محجوب ہو گیا ہے سب پر مطلع اور خبردار ہیں تو وہ امت کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقتوں، ان کے اعمال، ان کی نیکیوں، برائیوں اور ان کے

اخلاص ونفاق سب کونورحق کے ذریعہ جانتے پہچانتے ہیں۔(تفسیرروح البیان،جلد۱،ص۳۱۱،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۵)شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومے شناسد گناہاں شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد و اخلاص و نفاق شمار او لہذا شہادت او در دنیاو آخرت بہ حکم شرع در حقیقت امت مقبول و واجب العمل است۔

یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نورنبوت سے ہر دیندار کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے،اوراس حجاب سے بھی واقف ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے،تو حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کواورتمہارے درجاتِ ایمان کواورتمہارے نیک وبداعمال کواورتمہارے اخلاص ونفاق کوجانتے اور پہچانتے ہیں،اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت دنیاوآخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اورواجب العمل ہے۔(تفسیرعزیزی فارسی،جلد۱،ص۶۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ:وہابی اسمٰعیلی مترجم کوبھی شاہ صاحب کی یہ عبارت پسند نہیں آئی لہٰذاترجمہ میں تحریف کردی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کی ساری جڑیں ہی اکھاڑدی۔شاہ صاحب کا ایک ایک حرف وہابیت اسمٰعیلیت کی نیّا غرق کرنے کے لئے کافی ووافی ہے۔ہم اپنے قارئین سے کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کی عبارت ایک بار نہیں بلکہ کئی بار پڑھ کرخودہی فیصلہ کریں کہ شاہ صاحب کس کے ساتھ ہیں،وہابیہ اسمٰعیلیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں مانتے یہ جوکچھ شاہ صاحب نے بیان کیا ہے کب مانیں گے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دین دار کے مرتبہ ومقام کوجانتے ہیں،درجات ایمان کوبھی جانتے ہیں،نیک وبداعمال کوبھی اوراخلاص ونفاق کوبھی جانتے ہیں۔اگروہابیہ اسمٰعیلیہ اقرار کرتے ہیں تو واضح اور دوٹوک الفاظ میں اقرار کریں کہ ہم بغیر چوں چراں شاہ صاحب کی عبارت کوحق وسچ مانتے ہیں۔آپ یقین کیجئے کہ وہابی اسمٰعیلی مرجائے گا،بلکہ اپنے وہابی اکابرین کی طرح مٹی ہوجائے گالیکن شاہ صاحب کی اس عبارت کومن وعن نہیں مانے گا۔لایعنی تاویلات کی پٹاری کھول لے گااور شروع ہوجائے گا کہ جی یہ مراد ہے،جی وہ مراد ہےاوراگروہ ایساوہابی اسمٰعیلی ہےجس نے اپنے امام المحرفین مکار دیوبند سرفرازگکھڑوی کی کتابیں پڑھی ہیں تواس کے پاس کفرکافتوی تیارہوگااورجب آپ شاہ صاحب کی عبارت پڑھیں گےتوجھٹ سے کفرکفرکافرکافرکی گردان سنادے گا۔ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کسی کویقین نہ آئےتوہم آپ کواس حقیقت سے آگاہ کردیتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیزاوراسمٰعیل حقی حنفی پروہابیہ کاکفرکافتوی

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ کی آخری عبارت اورشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی یہ عبارت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر وناظر اور اہلسنت کےعقیدہ پرایسی گواہی ہے جووہابیہ سے برداشت نہ ہوسکی اوران کی عبارات سے وہابیت میں ایک بھونچال آگیا تواس کی فیکٹری سے کفرکے گولے برسنے لگےاوروہابی کفرکفرکی صدابلند کرنے لگے۔ان دونوں عبارات میں واضح اعلان ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے گناہوں کو،اس کے درجات ایمان کواوراخلاص ونفاق کوجانتے ہیں،بس یہی بات وہابی مولوی سرفرازگکھڑوی کوہضم نہ ہوئی اورجناب کفر کے فتوے لےکرچڑھ دوڑے لکھتے ہیں:

مولوی نعیم الدین مرادآبادی صاحب نے تو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ آپ ہر شخص کی حقیقت ایمان اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں **لیکن یہ نظریہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ وصریحہ کے سراسر خلاف ہے۔** (تنقید متین، ص ۱۰۰، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

البتہ اتنی بات سب میں مشترک ہے کہ وہ بہت سے **نصوص قطعیہ کے منکر یا مؤول ہیں اور یہ دونوں صورتیں بجائے خود ڈبل کفر ہیں۔** (ازالۃ الریب، ص ۶۱، مکتبہ صفدریہ)

نوٹ: جب تاویل ڈبل کفر ہے تو مخالفت کتنا ڈبل کفر ہوگا۔

مزید لکھتا ہے:

مگر خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی قطعا اور سراسر باطل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تا دخول جنت و نار سب واقعات کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا کیونکہ اس عقیدے کی روح سے بے شمار نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے، **اور ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوص قطعیہ کا۔** (ازالۃ الریب، ص ۱۱۷، مکتبہ صفدریہ)

لیجئے! وہابیہ فیکٹری سے شاہ صاحب اور صاحب روح البیان کے بارے میں کیا نکلا ہے، یہ حضرات نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے واہ وہابیو واہ! اہلسنت کے بغض وحسد میں کتنے باؤلے ہوگئے ہو کہ اکابرین امت کو بھی نہیں چھوڑ رہے، کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے پر وہابیت تو سب کچھ بیچ کر مردہ ہو چکی ہے اور ہر طرف کفر اور صرف کفر کا بازار گرم کر رہی ہے۔ قارئین! آپ خود ہی شاہ صاحب کی عبارت اور جس عبارت کو گکھڑوی نے نصوص قطعیہ کے خلاف کہا ہے ان کو ملا کر دیکھ لیں بات بالکل واضح ہو جائے گی اور یہ بات بالکل سمجھ میں آجائے گی کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو روحانی باپ کہنے والا انہی پر نصوص قطعیہ کی مخالفت کا فتوی صادر کر رہا ہے اور خود ہی لکھتا ہے کہ ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ نصوص ہوں۔ شاہ صاحب تو نصوص قطعیہ کے مخالف ہیں شاہ صاحب پر تو ڈبل ڈبل فتوے لگیں گے۔

(۶) وہابی دیوبندی کے کچھ زیادہ ہی ممدوح علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً على من بعثت إليهم تراقب أحوالهم وتشاهد أعمالهم وتتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصديق والتكذيب وسائر ما هم عليه من الهدى والضلال وتؤديها يوم القيامة أداء مقبولا فيما لهم وما عليهم۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۲۲ ص ۳۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

آپ جن کی طرف بھیجے گئے ہیں ان پر شاہد ہیں کہ ان کے احوال کو دیکھتے اور اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور جو بھی ان سے تصدیق وتکذیب صادر ہوتی ہے آپ اس پر گواہ بن رہے ہیں، اور اسی طرح وہ ہدایت وگمراہی جس پر وہ ہیں آپ اس کے بھی گواہ بن رہے ہیں اور آپ یہ گواہی قیامت کے دن ادا فرمائیں گے جو ان کے حق میں یا ان کے خلاف قبول ہوگی۔

علامہ آلوسی کا نام وہابیہ اسمعیلیہ بہت لیتے ہیں، کیوں لیتے ہیں؟ یہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن علامہ آلوسی نے ہی ان کو کہیں کا نہیں چھوڑا وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ علامہ صاحب نے جو لکھا ہے وہ اس کو مانتا ہے۔ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندوں کے احوال دیکھ رہے ہیں ان کے اعمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں ان سے جو تصدیق وتکذیب صادر ہوتی ہے اس کو جانتے ہیں؟ وہابی اسمعیلی مرجائے گا پر بعینہ و بلفظہ اقرار نہیں کرے گا کیونکہ اس کو اسی کے گھر سے جوتے پڑیں گے، وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اقرار کرلے پھر ہم جوتے بھی اس

کے ہاتھ میں دے دیں گے۔

مزید لکھتے ہیں:

وأشار بعض السادة الصوفية إلى أن الله تعالى قد أطلعه صلّى الله عليه وسلم على أعمال العباد فنظر إليها ولذلك أطلق عليه عليه الصلاة والسلام شاهد. قال مولانا جلال الدين الرومي قدس سره العزيز في مثنويه: در نظر بودش مقامات العباد... زان سبب نامش خدا شاهد نهاد فتأمل ولا تغفل۔

بعض صوفیاء کرام نے اس طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بندوں کے اعمال پر مطلع کیا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں اسی لئے آپ پر شاہد کا اطلاق کیا گیا اور مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ: چونکہ آپ کی نظروں میں بندوں کے مقامات اور درجات ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا، اس پر غور کر اور غافل نہ ہو۔

(تفسیر روح المعانی، جلد ۲۲، ص ۳۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمعیلیت کے عقیدے کی قلعی کھول دی، اور اس بات کو بالکل واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ آپ ﷺ بندوں کے مقامات ودرجات جانتے ہیں اسی لئے آپ کا نام شاہد ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

قيل: المراد شاهدا على جميع الأمم يوم القيامة بأن أنبياءهم قد بلغوهم الرسالة

اور کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آپ تمام امتوں کی گواہی دیں گے بایں طور کہ ان کے انبیاء نے ان تک رسالت کو پہنچا دیا تھا۔

(تفسیر روح المعانی، جلد ۲۲، ص ۳۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وعن مجاهد أن المراد بالملكوت الآيات، وقيل: العجائب التي في السماوات والأرض فإنه عليه السلام فرجت له السماوات السبع فنظر إلى ما فيهن حتى انتهى بصره إلى العرش وفرجت له الأرضون السبع فنظر إلى ما فيهن.

اور مجاہد سے روایت ہے کہ ملکوت سے مراد آیات ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عجائبات ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو اس میں تھا یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں تھیں۔

(روح المعانی، جلد ۷، ص ۲۵۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو یاد ہو تو علامہ آلوسی حنفی وہی ہیں جن کی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا، وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے زمین وآسمان کی تمام اشیا کے منکشف ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ جاہل وہابی سرکار دو عالم ﷺ کے لیے پابندی عائد کرتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت "النبی اولی بالمومنین من انفسھم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ أي أحق وأقرب إليهم مِنْ أَنْفُسِهِمْ

نبی علیہ السلام مومنوں کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہے۔ (روح المعانی، جلد ۲۱، ص ۲۰۲، مکتبہ

رشیدیہ کوئٹہ)

اب وہابی اسمٰعیلی کو چاہیے کہ علامہ آلوسی جن کو وہ بہت ہی معتبر مانتا ہے ان کے قول پر عمل کرتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ کو (اگر وہ بزعم خود اپنے آپ کو مومن کہتا ہے تو) اپنی جان سے بھی زیادہ قریب مانے، ورنہ۔۔

(۷) علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن أحمد بن محمود النسفی الحنفی لکھتے ہیں:

(یا أیھا النبی إِنَّآ أرسلناك شَاهِداً) علی من بعثت إلیھم وعلی تکذیبھم و تصدیقھم أی مقبولاً قولك عند اللہ لھم وعلیھم کما یقبل قول الشاھد العدل فی الحکم۔

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا) یعنی ان پر گواہ جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے اور آپ گواہ ہیں ان کی تصدیق و تکذیب کے یعنی آپ کی گواہی ان کے حق میں یا ان کے خلاف مقبول ہے جیسے ایک عادل گواہ کی گواہی کسی حکم کے بارے میں مقبول ہوتی ہے۔ (مدارک التنزیل وحقائق التأویل، جلد ۳، ص ۳۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ نسفی علیہ الرحمۃ بھی وہابیت اسمٰعیلیت کے عقیدے سے بیزار ہیں اور وہ بھی بالکل واضح الفاظ میں اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ بندوں کی تصدیق وتکذیب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور اس کی گواہی دیں گے، میں وہابی سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ میں تیرے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں اور نہ کبھی تجھ سے ملا تو میری گواہی تیرے معاملہ میں کیسے قبول ہو سکتی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی گواہی من بعثت الیھم کے بارے میں مقبول ہے اور یہ صرف علماء احناف کا ہی قول نہیں بلکہ تمام مومنین کا عقیدہ ہے، اور سرکار دو عالم ﷺ کن کی طرف مبعوث ہوئے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ہمارے اس سوال سے لال پیلا ہوا اور اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ کہے کہ جی پھر تو اس کو بھی حاضر و ناظر مانو وغیرہ وغیرہ تو ان شاء اللہ اس کا جواب ہم وہابی اسمٰعیلی کو اسی کے گھر سے دیں گے اور ایسا کہ اس کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال مجاھد فرجت له السموات السبع فنظر إلی ما فیھن حتی انتھی نظرہ إلی العرش وفرجت له الأرضون السبع حتی نظر إلی ما فیھن۔

مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو اس میں تھا یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں تھیں۔

(مدارک التنزیل وحقائق التأویل، جلد ۱، ص ۵۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ نسفی کا وہ قول تو اس وہابی کو یاد آ گیا جس میں ذاتی علوم خمسہ کی نفی تھی لیکن اس وہابی کو علامہ نسفی کا یہ قول نظر نہ آیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان بیان کی گئی ہے کیوں؟ اور اس بات کا اقرار ہے کہ انبیاء کرام اگر سر مبارک اٹھائیں تو عرش سامنے اور اگر سر مبارک جھکائیں تو ساتویں زمین دیکھ لیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا اس کے وہابی آباء اس عقیدے کا اقرار کریں؟ ہرگز نہیں۔

(۸) اسی طرح علامہ ابوالسعود العمادی الحنفی لکھتے ہیں:

(یا أیھا النبی إِنَّآ أرسلناك شَاهِداً) علی مَن بُعثتَ إلیھم تُراقبُ أحوالھم وتُشاھدُ أعمالَھم وتتحمَّلُ منھم الشَّھادۃَ بما صدرَ عنھُم منَ التَّصدیقِ والتَّکذیبِ وسائرِ ما ھُم علیہِ من الھدی

والضَّلالِ وتُؤدِّيها يومَ القيامةِ أداءً مقبولا۔

آپ جن کی طرف بھیجے گئے ہیں ان پر شاہد ہیں کہ ان کے احوال کو دیکھتے اور اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور جو بھی ان سے تصدیق وتکذیب صادر ہوتی ہے آپ اس پر گواہ بن رہے ہیں، اور اسی طرح وہ ہدایت وگمراہی جس پر وہ ہیں آپ اس کے بھی گواہ بن رہے ہیں اور آپ یہ گواہی قیامت کے دن ادا فرمائیں گے جو ان کے حق میں یا ان کے خلاف قبول ہوگی۔

(تفسیر أبی السعود، جلد ۵، ص ۲۳۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ بھی حنفی بزرگ ہیں اور انہی کے لئے وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی نے اقرار کیا ہے کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب مانتے ہیں اور یہ بھی وہابی اسمٰعیلی نے ہی لکھا ہے کہ علم غیب وحاضر وناظر مآل کے اعتبار سے ایک ہیں تو وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے اصول سے ثابت ہوا کہ علامہ صاحب حاضر وناظر ہونے کے قائل تھے۔ہم پہلے بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کہہ چکے ہیں کہ جو عقیدہ سادات احناف کا ہے اس کو بلا چوں چراں مان لے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ کریم کی عطا سے اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندوں کے احوال کو دیکھتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

(۹) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْناكَ شاهِداً على أمتك اخرج ابن المبارك عن سعيد ابن المسيب قال ليس من يوم الا ويعرض على النبى صلى الله عليه وسلم أمته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم ولذلك يشهد عليهم او شاهدا لامتك مصدقا لهم حين يشهدون للرسل على الأمم بالتبليغ۔

اے نبی! ہم نے آپ کو آپ کی امت کا گواہ بنا کر بھیجا ہے۔**ابن مبارک نے سعید بن مسیب کا قول بیان کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ صبح شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو آپ کے سامنے نہ لایا جاتا ہو۔** آپ اپنی امت کو ان کے چہروں سے (یا خصوصی علامات سے) پہچانتے ہیں اسی لئے آپ ان پر شہادت دیں گے یعنی گواہی دیں گے کہ یہ میری امت والے ہیں یا شاہد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب امت اسلامیہ شہادت دے گی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے۔(تفسیر مظہری، جلد ۵، ص ۵۳۸، المکتبۃ الوحیدیۃ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۹ ص ۲۶۴، دارالاشاعت)

مزید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

عن مجاهد قال جعلت الأرض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شاء....قلت وتحقيق المسألة بالنظر الى الأحاديث والآثار ان الله سبحانه جعل ملك الموت بحيث نسبته الى جميع الأرض والأقطار على السواء كالشمس فى المشاهدات وجعل نفسه بحيث لا يغنيه شان عن شان وكذلك يجعل لنفوس بعض أوليائه فانهم يظهرون ان شاء الله تعالى فى آن واحد فى امكنة شتى بأجسادهم المكتسبة..

مجاہد کا یہ بیان آیا ہے کہ ملک الموت کے لئے زمین ایک طشت کی طرح کر دی گئی ہے وہ جہاں سے چاہتا ہے روحوں کو لے لیتا ہے۔۔۔ میں کہتا ہوں احادیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جس طرح محسوسات میں سورج کا تعلق (ایک وقت میں) ہر چیز سے برابر ہے اسی طرح ملک الموت کے لئے تمام زمین اور اطراف زمین ہے۔(ایک ہی وقت اس کا تعلق ہر گوشہ زمین

سے ہے) ایک کام میں مشغولیت اس کو (اسی وقت میں) دوسرے کام میں مشغول ہونے سے نہیں روکتی (اگر ایک وقت میں مشرق کے کسی گوشہ میں وہ کسی روح کو قبض کرنے میں مشغول ہو تو اسی وقت اسی آن مغرب، جنوب، شمال اور حصۂ زمین میں دوسری روحوں کو قبض کر لیتا ہے) اللہ نے بعض اولیاء کو بھی یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ ایک آن میں وہ مختلف مقامات میں اپنے اختیار کردہ اجسام میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، جلد ۲، ص ۴۶۱، المکتبۃ الوحیدیۃ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۴، ص ۱۰۸، دارالاشاعت کراچی)

قاضی صاحب کی عبارت اور وہابی مولوی کے ترجمے اور وضاحتی بریکٹ نے بدعتی لعنتی فرقہ وہابیہ اسمعیلیہ کی چار پائی الٹی کر دی، قاضی صاحب کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ملک الموت کے ہر جگہ ہر آن حاضر ناظر ہونے کے قائل ہیں اور مانتے ہیں اور یہی ان کی تحقیق ہے۔ اور حضرت علیہ الرحمۃ کی آخری عبارت بھی وہابیہ کے لئے کسی تلوار سے کم نہیں ہے جس میں وہ اولیاء کی شان بیان کر رہے ہیں اور ان کو آن واحد میں متعدد جگہوں میں اپنے اختیار کردہ اجسام میں مان رہے ہیں۔ قارئین جب یہ سب کچھ اولیاء و ملک الموت کے لئے ممکن ہے اور قاضی صاحب کے نزدیک شرک و کفر تو دور کی بات بلکہ ان کا عقیدہ و تحقیق ہے اگر کوئی رسول خدا ﷺ کے لئے مان لے تو وہابیہ کی کفر ساز فیکٹری میں بھونچال کیوں آجاتا ہے جبکہ وہ خود مانتے ہیں کہ جو جو صفات کسی کو بھی ملیں وہ سب رسول اللہ ﷺ کے صدقے ملیں، وہابی قوم کیسی بیوقوف ہے کہ سرکار کے صدقے ملک الموت کو بھی ملی اور اولیاء کو بھی ملی لیکن خود رسول خدا کے لئے ماننا شرک و کفر ہے واہ وہابیوں واہ تمہاری یہ کیسی بناوٹی توحید ہے جو سرکار دو عالم کے لئے جاگتی ہے اور پھر مردوں کی طرح سو جاتی ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون۔

بحمد اللہ ہمارے عقیدے کی وضاحت کے لئے وہابی مولوی کے معتبر مفسر علامہ آلوسی اور قاضی ثناءُ اللہ پانی پتی اور ان کے ساتھ ساتھ علامہ ابو سعود حنفی کی اتنی ہی عبارتیں کافی ہیں، جس سے وہابیہ دیوبندیہ فرقہ کی عیاری، مکاری، جعل سازی و دھوکہ بازی سامنے آجاتی ہے۔

وہابی مولوی ساجد خان کی چالاکی اور اس کو کھلا چیلنج

وہابی مولوی ساجد خان نے جب اپنی کتاب میں حاضر و ناظر کی ہیڈنگ لگائی اور دعوی کیا تو ساتھ ہی اس کی آنکھیں باہر آگئی کہ ہیڈنگ تو لگا دی اور دعوی بھی کر دیا پر حوالے کہاں سے لاؤں گا بیچارہ سر زمین پر مارتا رہا اور ذخیرۂ فقہ اور سادات احناف جن کا نام لے کر یہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے ان کو دیکھ کر روتا رہا اور تلاش کرتا رہا کہ کوئی حوالہ مل جائے جس میں سادات احناف نے اللہ تعالی کو ہر جگہ ہر آن ہر مقام پر حاضر و ناظر کہا ہو لیکن تھک ہار گیا پر کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اب اس نے اپنے وہابی اکابرین کی طرح پینترا بدلہ اور ''انوار شریعت'' کتاب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر مدد مانگنے لگا اور بالآخر اس سے ایک حوالہ ڈھونڈ نکالا اس کا جواب تو آگے آ ہی رہا ہے لیکن میں وہابی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ''انوار شریعت'' والے کون ہیں کیا ان کا شمار سادات احناف میں ہوتا ہے، تم نے تو اپنی کتاب میں دعوی کیا تھا کہ سادات احناف کو ثالث بنایا گیا ہے کیا یہ آپ کے نزدیک حنفی ہیں اگر ہیں تو آپ کا دعوی ثابت ورنہ آپ کے اپنے ہی دعوے کی دھجیاں آپ ہی کے قلم سے بکھر گئیں، یہ ہوتی ہے ذلت و رسوائی جو جناب کے اپنے ہی اصولوں سے آپ کی قسمت میں آئی، قارئین! اس وہابی کے پاس کوئی حوالہ نہیں ہے جس میں سادات احناف نے اللہ کو ہر جگہ ہر مقام ہر آن حاضر و ناظر کہا ہو میں اس وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اس نے اپنی کتاب میں جو دعوی کیا ہے سادات احناف کی ثالثی کا اس کے مطابق کم از کم چار معتبر و مستند فقہاء احناف کے اقوال مع حوالہ جات بیان کرے جس میں سادات احناف نے اللہ تعالی کو ہر جگہ ہر مقام ہر آن حاضر و ناظر لکھا ہو

تا کہ ہمارے قارئین کو بھی معلوم ہو کہ وہابی اپنے دعوی میں کتنا سچا ہے۔

وہابی مولوی ساجد خان کا دعوی

اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: حنفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بلا مکان اللہ تعالی کی ذات بابرکات ہے، جسے عام طور پر اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر حاضر ناظر خدا لم یزل کی ذات بابرکات ہے، اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاظر ناظر ماننا کفر ہے۔۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

قارئین! وہابیت عجیب خبط کا شکار ہے جس کو معلوم ہی کچھ نہیں ہے اور یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان تو بالکل ہی اجہل ہے اس کو اپنے گھر کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا نہیں، خواہ مخواہ یہ دوسروں پر چڑھ دوڑتا ہے اور دوسروں کا بھی عقیدہ ایسے خلط پن میں اور خلط ملط کر کے بیان کرتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس جاہل کو چاہیے تھا کہ سادات احناف کا عقیدہ بیان کرتا اور پھر ہمارا عقیدہ بھی ہمارے اکابرین کی کتب سے بحوالہ نقل کرتا اور ثابت کرتا کہ ہمارا یہ عقیدہ سادات احناف کے عقیدہ کے خلاف ہے اس وہابی ملا سے اس طرح کا کچھ بھی نہ ہوسکا لیکن اس نے جو خلط مبحث کی ہے ہم اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے دعوے کی قلعی کھولتے ہیں۔

اولاً: اس وہابی اسمعیلی نے کہا کہ **"حنفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بلا مکان اللہ تعالی کی ذات بابرکات ہے"** میں اس سے پوچھتا ہوں کہ بتائے کہ اس کا انکار کس نے کیا ہے، کیا وہابی مولوی یہ ثابت کرسکتا ہے کہ کوئی بھی سنی حنفی بریلوی اس بات کا انکار کرتا ہے اور اس بات کو نہیں مانتا، ہاں میں یہ بات ثابت کرسکتا ہوں کہ وہابیہ لعنتیہ کے امام اول اسمعیل قتیل بالاکوٹی اس کا انکار کرتا ہے اور ایسے عقیدے کو بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہی آتا ہے کہ یہ سادات احناف جن کا عقیدہ وہابی مولوی ساجد خان بیان کر رہا ہے وہ سب وہابیہ دیوبندیہ اسمعیلیہ کے نزدیک بدعتی ہیں، ہم نہ بات یوں ہی نہیں کہہ رہے اور نہ ہی ہمیں وہابی دیوبندی ساجد خان کی طرح جھوٹے دعاوی کرنے کی عادت ہے۔ لیجئے ملاحظہ کیجئے۔

وہابی مولوی اسمعیل قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے کہ:

اسی طرح واجب الوجود یعنی حق تعالیٰ کو زمان مکان اور جہت و ماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک و منزہ سمجھنا۔۔۔ یہ سب بدعات حقیقیہ کی قسم سے ہے۔ (ایضاح الحق الصریح، ص ۷۷، قدیمی کتب خانہ)

لو جی! یہ وہابیہ کے امام اول قتیل بالاکوٹی صاحب ہیں جو اللہ تعالی کو مکان سے پاک و منزہ سمجھنے کو بدعات حقیقیہ میں داخل کر رہے ہیں قارئین! اب آپ ہی وہابی مولوی سے پوچھئے کہ اس کا باپ تو اس عقیدے کو بدعات حقیقیہ میں شامل کر رہا ہے اور یہ جاہل بلکہ اجہل اپنے گھر کے عقیدے کے خلاف بیان کر رہا ہے، اگر اس کا یہ بیان کردہ عقیدہ درست ہے تو قتیل بالاکوٹی سادات احناف کی مخالف بلکہ ان پر بدعت کا فتوی جڑ کر جہنم کے کس کونے میں گیا اور اگر اس قتیل کا عقیدہ درست ہے تو وہابی مولوی ساجد خان جھوٹ کیوں بول رہا ہے، اور ایسا عقیدہ سادات احناف کی طرف کیوں منسوب کر رہا ہے جو اس کے گھر کی وہابی شریعت میں بدعات حقیقیہ میں شمار ہوتا ہے؟۔

ثانیاً: وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ **"جسے عام طور پر اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر حاضر ناظر خدا لم یزل کی ذات بابرکات ہے"** میں اس وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ جن سادات احناف کے حوالے اس نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں ان میں سے کسی چار سے اس تعبیر کو بیان کردے، آپ یقین جانئے وہابی مولوی مر جائے گا، اپنے گڑھے ہوئے مردے

اکھیڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا، حتی کہ اپنے اکابرین کی قبروں سے بھیک بھی مانگنے کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن ہمارے اس چیلنج کو پورا نہیں کرے گا، یہ جاہل سادات احناف کا نام تو لیتا ہے لیکن ہے یہ وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ کا پجاری اور ان کے عقیدے کا پرچار کرنے والا، ورنہ آپ ہی اس سے پوچھ کے دیکھ لیں کہ اس عقیدے کی یہ تعبیر کس کس حنفی نے بیان کی ہے۔

ثالثاً: وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ **"اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر ناظر ماننا کفر ہے"** میں وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے بعینہٖ انہی الفاظ کو ہمارا عقیدہ اور ہمارے معتبر اکابرین سے ثابت کرے ایک بھی لفظ کم نہیں ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ بھی ثابت کرے کہ سادات احناف نے جس عقیدے پر اس کے زعم کے مطابق کفر کا فتوی دیا ہے بعینہ وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ باقی ادھر ادھر کے غیر متعلقہ حوالے اس کو مفید نہیں ہوں گے، قارئین! یہ تو وہ ہے جو اس وہابی مولوی نے لکھا ہے باقی ہم کیا مانتے ہیں اور کس طرح کا مانتے ہیں اس پر وہابیہ دیوبندیہ کے سارے باپ بھی قبروں سے نکل کر آ جائیں تو ایک فتوی بھی کسی حنفی فقیہ کا نہیں دیکھا سکتے۔ ہمارے عقیدہ حاضر ناظر میں وہی شرائط ہیں جو علم غیب میں ہیں کہ (۱) یہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالی کا عطا کیا ہوا ہے (۲) یہ ممکن (۳) یہ حادث (۴) یہ مخلوق (۵) یہ مقدور و محدود (۶) یہ جائز الفنا (۷) اور یہ ممکن التبدل، اب اس پر وہابی مولوی ساجد خان فتوی لے آئے میں پھر کہوں گا یہ زہر کا پیالہ پی لے گا، اپنے مرے ہوئے سور ماؤں کے ساتھ جانا پسند کرے گا پر کفر کا فتوی تو دور کی بات گمراہی کا فتوی بھی نہیں لا سکتا۔ بس یہ وہابی الفاظ کا کھیل کھیل کر دوسروں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس وہابی اسمعیلی کو تو کچھ زیادہ ہی مرچیں لگی ہے جس کی وجہ سے چیختا ہے شاید اس کو نانوتوی کی طرح زیادہ درد ہوتا ہے ورنہ ہم اس وہابی ساجد خان کے استاذ رفیع عثمانی دیوبندی کا حوالہ نقل کر چکے ہیں جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ ہمارا کوئی بھی عقیدہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے ہمیں کافر یا فاسق کہا جائے لیکن یہ جاہل جہالت کے پہاڑ اپنے اوپر گرائے بیٹھا ہے اور بک بک ہی کرتے چلا جا رہا ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

وہابیہ دیوبندیہ اور مخلوق کے لئے حاضر و ناظر کا اقرار

رابعاً: وہابیہ اسمعیلیہ کے ۶۱۶ وہابیوں کا اجتماعی فتوی یہ ہے کہ:

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

(قہر آسمانی، ص ۷۵، مکتبہ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

ہو سکتا ہے کہ وہابی مولوی اس فتوے کو کسی کا تفرد کہہ دے میں اس کی مصدقہ کتاب سے اس کا اجماعی ہونا ثابت کر دیتا ہوں۔

چنانچہ وہابی مولوی عمیر لکھتا ہے کہ:

چوتھی بات یہ ہے کہ برأة الابرار پر جن علماء کی تصدقات و تائیدات موجود ہیں ان میں رضا خانی علماء بھی تو ہیں تو اگر ہم کو آپ کافر بنانے کے درپے ہیں تو آپ خود بھی مشرک ٹھہرتے ہیں۔ (فضل خداوندی، حصہ اول، ص ۱۰۳، مکتبہ صوت القرآن دیوبند)

نوٹ: یہ کتاب ان وہابیوں کی مصدقہ ہے (۱) وہابی عبد الخالق سنبھلی (۲) وہابی طاہر گیاوی (۳) وہابی مفتی راشد (۴) وہابی فضیل احمد ناصری (۵) وہابی الیاس گھمن (۶) وہابی نجیب اللہ عمر (۷) **وہابی ساجد خان یہ وہی ہے جس کا رد ہو رہا ہے** (۸) غیاث الدین (۹) خادم بدر (۱۰) ابوحنظلہ (۱۱) جنید احمد فلاحی (۱۲) تصور فلاحی (۱۳) ضیاء اللہ قاسمی (۱۴) آفتاب اظہر (۱۵) جہول مجہول ابوایوب (۱۶) کمال الدین انصاری۔ نیز اس وہابی مولوی عمیر قاسمی نے جو جھوٹ بولا ہے کہ یہ کتاب ہمارے علماء کی مصدقہ ہے تو اس

کا جھوٹ ہونا اسی کتاب کے ص ۱۵۷ پر موجود ہے۔

اب وہابی مولوی ساجد کو چاہیے کہ دوسروں پر بھڑکنے کے بجائے اپنے ان ۶۱۶ کے ہی پیچھے نہا دھو کے پڑ جائے ان کو سادات احناف کے فتوے دیکھائے اور کفر اور کافر کا فر کی گردان سنائے اگر یہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں تو کوئی اور ترکیب کر لے، ہم پر برسنے یا ہمیں سادات احناف کے عقیدے سنانے کی کوشش نہ کرے بحمد للہ اہلسنت فقہائے احناف کے فتوے جانتے ہیں۔

(۲) وہابی مولوی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے کہ:

دراصل یہ مسئلہ میر عبد الوحد بلگرامی کی کتاب سبع سنابل کے ص، ۱۷۰ سے منقول ہے اصل کتاب فارسی میں ہے اس میں مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بیک وقت دس جگہوں کی دعوت منظور فرمالی اس پر حاضرین نے پوچھا کہ آپ نے ہر دس جگہ پیشی (ظہر) کی نماز کے بعد جانے کی دعوت منظور فرمالی یہ کیسے ہوگا اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کرشن چندر جو کافر تھا وہ سینکڑوں جگہوں میں بیک وقت حاضر ہوسکتا تھا اگر ابوالفتح نے ایسا کہا تو کونسی تعجب کی بات ہے اصل عبارت یہ ہے۔

کشن کہ کافر بود چندصد جا حاضر می شود اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔۔۔

اس سے معلوم ہوا بیک وقت کئی جگہوں پر حاضر و ناظر ہونا یہ امر حقیقی کمالات سے ہرگز نہیں اگر یہ کوئی حقیقی کمال ہوتا تو رب العزت تو کافروں کو ہرگز یہ مقام عطا نہ فرماتے۔

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

بات دراصل یہ ہے کہ انسانی کمال کو سمجھا نہیں گیا جو بات کافروں میں بھی ہو سکے (جیسے کہ کرشن بیک وقت کئی جگہوں پر حاضر و ناظر ہوا) اسے کبھی کمالات نبوت میں ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ (عبقات جلد اول، ص، ۲۷، مکتبہ دار المعارف لاہور)

ہم کیا مانتے ہیں اور کس طرح کا مانتے ہیں کسی وہابی کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہابی اپنے ہی مولویوں کی مان لے اور بس۔ اس حوالے میں وہابی اسمعیلی خالد محمود کرشن کو بھی حاضر و ناظر مان رہا ہے ادھر اس کو کوئی موت نہیں آئے گی اور نہ ہی سادات احناف کے فتوے سنائے گا جب بھی اس کا بغض نکلے گا اہلسنت پر ہی نکلے گا۔ اب یہاں بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان وہی والا فتوی بیان کرے کہ: اللہ کے علاوہ کسی کو حاضر و ناظر ماننا کفر ہے۔ یہاں گلے میں پھندا کیوں آجاتا ہے اور یہاں وہ سارے فتوی بیان کرنے میں موت کیوں آتی ہے؟ کیا سادات احناف کی پیروی کا دعوی صرف اور صرف اہلسنت کی مخالف میں کیا گیا ہے اور سادات احناف کے جو فتاوی تم بزعم خود اقراری ہو کر بیان کرتے ہو وہ صرف اور صرف تمہارے زعم کے مطابق اہلسنت کے لئے ہیں تمہارے وہابی اسمعیلی آباء جو کچھ مرضی سادات احناف کے مذہب کی دھجیاں بکھیرتے رہیں کوئی فتوی نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کیوں؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے کہ کرشن کو حاضر و ناظر ماننے والے پر سادات احناف کیا کیا فتوے لگاتے ہیں اور خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اس پر کیا کیا فتوے ہیں۔

خدا ہر جگہ موجود ہے فرقہ جہمیہ کی شاخ فرقہ ملتزقہ کا عقیدہ وہابی مولوی کا اقرار

خامساً: میں جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی کتابوں سے جاہل ہے اور اس کو معلوم ہی نہیں کہ اس کی وہابی شریعت میں کیا فیصلہ ہوا ہے، اس جاہل نے اللہ تعالی کے ہر جگہ موجود ہونے کا عقیدہ سادات احناف کی طرف منسوب تو کر دیا لیکن اس کے گھر کے وہابی ہی ماننے کو تیار نہیں ہیں بلکہ وہ اس کو فرقہ جہمیہ کی ایک شاخ فرقہ ملتزقہ کا عقیدہ کہتے ہیں۔

دار العلوم دیوبند کا استاذ وہابی مولوی مفتی محمد یوسف تاؤلوی لکھتا ہے کہ:

تنبیہ:۔حافظ ابن الجوزی تلبیس ابلیس ص ۲۵ پر تحریر کرتے ہیں کہ فرقۂ جہمیہ کی بارہ شاخوں میں سے ایک شاخ فرقۂ ملتزقہ ہے جن کا عقیدہ ہے یہ کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے۔(فائدہ) تعجب ہے کہ اس گمراہ فرقہ کا یہ اعتقاد اکثر عوام اہل سنت میں پھیل گیا ہے اور یہ لوگ بھی کہنے لگے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے شاید اس کا سبب یہ ہوا ہوگا کہ محکمۂ عدالت وقضاء میں قسم لینے کا یہ طریقہ تھا کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاؤ یا گواہی دو تو عوام اپنی بے علمی سے یہ سمجھے کہ خدا حاضر وموجود ہے حالانکہ قاضی کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالی عالم و ناظر ہے اور یہی عربی محاورہ ہے یعنی اللہ تعالی تجھ کو دیکھتا ہے اور علیم وخبیر ہے یہ یاد کر کے سچی قسم کھائے گا عوام نے اپنی سمجھ سے حاضر کے یہ معنی لگائے جیسے آپس میں بولا کرتے ہیں لہٰذا علماء پر فرض ہے کہ وعظ میں اللہ تعالی کی وحدانیت واعتقادِ حق کو اول بیان کیا کریں تا کہ آئندہ نصیحت سچے ایمان والوں کو مفید ہو۔(جواہر الفرائد شرح اردو شرح عقائد، ص ۲۰۵، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو مبارک ہو کہ وہ عقیدہ جس کو یہ سادات احناف کا کہہ رہا تھا اسی عقیدے کو اس کے وہابی مولوی نے فرقہ ملتزقہ کا بتا کر اس کو بھی فرقہ جہمیہ کی ایک شاخ کا فرد بنا دیا اب وہابی مولوی ساجد خان سے ہی پوچھ لیں کہ فرقہ ملتزقہ سے نکل کر حنفی کب بنے گا بیچارہ وہابی تو تھا ہی اب جہمیہ سے بھی اپنا رشتہ کر لیا ہے۔مبارک ہو ٹھیک ہی کہتے ہیں آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

اللہ تعالی کے لیے حاضر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے وہابیوں کا اقرار

وہابی مولوی توحید عالم لکھتا ہے:

البتہ دوسری نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ حاضر استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالی کے اسماء حسنی توقیفی ہیں اور اسماء حسنی میں یہ لفظ نہیں ہے۔(علماء دیوبند کے عقائد ونظریات، ص ۴۹، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

نوٹ: یہ کتاب ان وہابیوں کی مصدقہ ہے (۱) وہابی ارشد مدنی (۲) وہابی ریاست علی (۳) وہابی نعمت اللہ (۴) وہابی قمر الدین (۵) وہابی حبیب الرحمن (۶) وہابی عبد الخالق (۷) وہابی جمیل احمد (۸) وہابی عبد الرحیم (۹) وہابی سلمان (۱۰) وہابی فضل الرحمن (۱۱) وہابی بلال درانی۔

لیجئے! گویا پوری وہابیت متفق ہے کہ اللہ تعالی کے لئے حاضر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے اور یہ جاہل وہابی عقل کا اندھا اس کو سادات احناف کا عقیدہ کہتا ہے۔میں اس سے پوچھتا ہوں کہ جب تیرے اپنے وہابی ہی اس لفظ کو اللہ تعالی کے لئے پسند نہیں کر رہے اور دلیل بھی دے رہے ہیں اس کے باوجود تجھے کو کیا چیز کاٹ رہی ہے اور تجھے کو کہاں درد ہو رہا ہے کہ ایسا عقیدہ سادات احناف کے سر تھونپ رہا ہے پہلے اپنے گھر والوں کو تو حنفیت کی دہلیز پر لے آ پھر کسی اور کے بارے میں کچھ بک۔اپنے تمہاری مانتے نہیں اور تم دوسروں کو حنفی حنفی کہہ کر ڈراتا ہے واہ وہابی واہ۔

اللہ تعالی ناظر نہیں وہابی دیوبندی عقیدہ

(۱) وہابی اسمٰعیلی ادریس کاندھلوی لکھتا ہے:

لایقال للہ ناظر۔

یعنی اللہ تعالی کو ناظر نہیں کہا جائے گا۔(مقامات حریری، ص ۴۶، مکتبہ بشری کراچی)

(۲) ایک اور وہابی اسمٰعیلی عبد الودود لکھتا ہے:

اسی لئے اللہ کو ناظر نہیں کہا جاتا۔(توضیح المقامات اردو شرح مقامات حریری، ص ۶۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

لوجی! دار العلوم دیوبند کے وہابی استاذ نے اللہ کے حاضر ہونے کو فرقہ ملتزقہ کا عقیدہ قرار دیا اور دیگر وہابیہ اللہ کو ناظر نہیں مانتے، اب وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالی کے حاضر و ناظر ہونے کی بات ہی ختم ہوگئی لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہابی ساجد خان کو کونسی چیز کاٹ رہی ہے یا بیٹھنے ہی نہیں دے رہی کہ وہ ایک ایسے عقیدے کو سادات احناف کا عقیدہ قرار دے رہا ہے جس کو اس کے اپنے وہابی علماء ہی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنوں کو تو قائل کر لے بعد میں کسی اور کی طرف آئے، اب وہابی مولوی کی ایک بات اسے یاد دلاتا ہوں۔

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ:

یہ تاویل بالکل باطل اور مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کرلیں تو پھر ناظر تو نہ ہوئے تو عمرا چھروی کی عبارت میں حاضر ناظر بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۶، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اب وہابی مولوی اپنے اسی اصول کو اپنے وہابی اکابرین کی عبارات پر فٹ کرلے اور دوسروں کو اصول سمجھانے کے بجائے اپنے ان اندھوں کو سمجھائے، میں وہابی مولوی سے پوچھتا ہوں کہ تم خود کہہ رہے تھے کہ جب آنکھیں بند کرلیں تو ناظر نہ ہوئے، کیا ناظر ہونے کے لئے آنکھیں ہونا ضروری ہیں اور پھر تیرے آباء تو صراحتاً کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالی کو ناظر نہیں کہا جائے گا تو اب تیرا حاضر ناظر کو اکٹھا استعمال کرنا چہ معنی، اور پھر تیرا ہی دار العلوم دیو کا باپ اللہ تعالی کو ہر جگہ موجود ماننے کو فرقہ ملتزقہ کا عقیدہ کہتا ہے اور دوسرا کہتا ہے لفظ حاضر استعمال نہیں کرنا چاہیے اور تیسرا کہتا ہے کہ اللہ ناظر نہیں ہے۔ تو تیرا اللہ تعالی کے لئے ناظر کے ساتھ حاضر کا لفظ استعمال کرنے کا کیا مقصد ہے، جناب یہ تو آپ کے اپنے ہی اصول ہیں جن میں خود ہی پھنس گئے۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کیونکہ اس مسئلہ میں خلط کا شکار رہا اسی لئے آخر تک اس نے یہی کام کیا ہے اور اس نے سادات احناف کے حوالے دینے کے بجائے انوار شریعت کے حوالے وہ بھی مصنف کی مرضی کے خلاف اور اپنے ہی اصولوں کو تین طلاقیں دیتے ہوئے دیئے ہیں۔

لعنتیوں کا پیرو وہابی اسمٰعیلی دیوبندی ساجد خان لکھتا ہے:

بدعتیوں کے مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی فقہاء احناف کا مسلک نقل کرتے ہیں: (۱) **اگر کسی اعتقاد دارد که ارواح مشائخ حاضر اندو هر چیز میداند او چه حکم است؟ جواب: او کافر است فی البزازیه من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر۔** (انوار شریعت ج ۱ ص ۲۳۹ سنی دار الاشاعت فیصل آباد) اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے: جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۲، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

قارئین! جب اس کو کہیں سے کوئی دلیل نہ ملی تو یہ سنیوں کی دہلیز پر ناک رگڑنے کے لئے آیا اور یہاں سے بھی جوتے ہی اس کو ملے اور وہ بھی اس کے اپنے اصولوں سے۔

اولاً: اس جاہل نے لکھا کہ **''بدعتیوں کے مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی فقہاء احناف کا مسلک نقل کرتے ہیں''** میں اس سے پوچھتا ہوں کہ مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ نے کہاں لکھا ہے کہ یہ فقہائے احناف کا مذہب ہے، تجھے اپنے لعنتی (اگر یہ ہمارے علماء کو اور ہمیں بدعتی کہہ سکتا ہے تو ہم بھی اس کے حقیقی لعنتی آباء کو لعنتی کہہ سکتے ہیں) قاسم نانوتوی کی طرح صریح جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ شرم آئے بھی کیوں جب کہ ساجد خان دیوبندی ہے اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ باری تعالی عزاسمہ جھوٹ پر قادر ہے یعنی جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

وہابی مولوی کا اپنے ہی اصول سے انحراف

ثانیاً: انوار شریعت ملفوظات ہیں اور ملفوظات ہمارے نزدیک معتبر نہیں اور اس کا اعتراف خود اس لعنتی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھی ہے۔ **لکھتا ہے:**

اس لئے کہ جس عبارت پر ان رضا خانیوں کو اعتراض ہوا وہ ملفوظات کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضا خانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔۔۔ پس جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لئے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی کے ملفوظات کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

(دفاع اہل السنۃ، جلد ۱، ص ۲۴۴، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور)

قارئین! جب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو خود اعتراف ہے کہ ہمارے نزدیک ملفوظات معتبر نہیں ہیں تو ملفوظات سے عبارت نقل کر کے اس کو سادات احناف کا عقیدہ اور ایسا عقیدہ کہ جس پر کافر کافر کی گردان پڑھی جائے کیا یہ جہالت، ضد اور اپنے ہی اصولوں سے کھلا انحراف نہیں ہے؟۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ اپنے لعنتیوں کی طرح جاہل بلکہ اجہل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں لیکن للہ انصاف! کہ ایک طرف تو یہ اصول کہ ملفوظات معتبر نہیں اور دوسری طرف انہی ملفوظات کو لے کر کفر کفر کی گردان پڑھی جائے، یہ سب کچھ اس وہابی کے بنائے ہوئے اصول کے مطابق ہے اب دیکھتے ہیں کہ اپنے ہی اصول کا بیڑا غرق کرتا ہے یا پھر اس اعتراض سے باز آتا ہے کیونکہ وہابیت کی گنگا ہی الٹی ہے لہٰذا ہمیں ان میں سے کسی کی بھی امید نہیں ہاں باقی ایک ہی چیز رہ جاتی ہے وہ ہے بکواس اس سے یہ نہ پہلے رکے تھے اور نہ اب رکنے والے ہیں۔

مولانا نظام الدین کے منشا میں خیانت

ثالثاً: اس جاہل وہابی نے جان بوجھ کر یا پھر اپنی جہالت کی وجہ سے مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ کے منشا میں خیانت کی ہے اور ان کا پورا موقف جو کہ آگے ہی عبارت میں موجود ہے بلکہ کچھ تو اسی عبارت میں موجود ہے جس کو اس وہابی مولوی نے بھی نقل کیا ہے کہ وہ اسی حاضر ناظر کو اللہ کی صفت مانتے ہیں جو ذاتی و استقلالی اعتبار سے ہو باقی اللہ کی عطا اور غیر استقلالی طور پر جو کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے وہ بھی اس کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کا بھی وہی عقیدہ ہے، پہلے ہم وہابی کی نقل کی ہوئی عبارت نقل کرتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان خود ہی مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیا اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے۔ (بریلویت بمقابلہ

حنفیت، ص ۲۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

قارئین! یہ مولانا نظام الدین کی وہ عبارت ہے جس کو وہابی نے بھی نقل کیا ہے کہ اللہ کی صفات ذاتیہ میں کسی کو شریک کرنا کفر ہے، اور ہم جس حاضر ناظر کے قائل ہیں وہ خود وہابی کے اصول کے مطابق اللہ کی صفت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ہم مکان کے اعتبار سے اور روحانیت کے اعتبار سے حاضر ناظر مانتے ہیں اور یہ وہابی خود لکھ چکا ہے کہ حنفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجود بلا مکان اللہ کی ذات بابرکات ہے" جب اللہ تعالی موجود بلا مکان ہے تو پھر شرک کیسے لازم آئے گا ہاں اگر عقل وہابی کی ہو تو اس کو سوائے شرک کے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

اب آیئے اور وہابی مولوی کی خیانت و جہالت مزید بھی دیکھیے کہ مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ کیا فرمارہے ہیں اور اللہ کی صفت کس کو کہہ رہے ہیں اور بقول وہابی علماء احناف کا کیا موقف بیان کر رہے ہیں اور یہ وہابی اپنے آبائی پیشہ جوڑ توڑ کا کھیل کھیل کر اپنے لعنتیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کو کیا سے کیا بنا کر پیش کر رہا ہے۔

مولانا نظام الدین ملتانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ایسا ہی فتاوی قاضی خان و عالمگیری و عینی شرح کنز و بحر الرائق و فتاوی خلاصہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ علم غیب استقلالی اور ہر آن و ہر وقت خاصہ خداوند کریم کا ہے چونکہ علم محیط اسی کے لئے ہے۔

پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا۔ حاضر و ناظر ہر وقت و ہر آن وہی ذات لایزال ہے اور اسکی ذات کے سوا دوسروں کو حاضر و ناظر خداوند کریم کی طرح سمجھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا اور آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبی ﷺ کو علم استقلالی مانند خداوند کریم کے سمجھنا صریح کفر اور ڈبل بے ایمانی ہے العیاذ باللہ۔ **<u>ہاں البتہ بایں معنی نبی ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا جائز ہے اور درست ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ہر اقوال و افعال کو بنور نبوت و بفراست ہر جگہ سے بحکم خداوند لایزال ہمیشہ ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں اور آپ کا جسم نورانی بحکم خداوند کریم ہر آن میں ہر عالم میں سیر کر سکتا ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد کرنے سے ہرگز کفر عائد نہیں ہوتا</u>۔۔۔** (انوار شریعت، جلد ۲، ص ۲۴۰، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد)

یہ پورا اقتباس وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور جعل سازی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ وہابی اپنے ہی لعنتی اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہی جیسی حرکتوں میں مصروف عمل ہے۔ میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کہ آپ وہابی مولوی سے پوچھیے کہ مولانا نظام الدین تو علم استقلالی کے اعتبار سے اللہ تعالی کو حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور اللہ تعالی کی عطا سے سرکار دو عالم ﷺ کو بھی حاظر و ناظر مان رہے ہیں تو کیا یہ وہابی مانتا ہے اگر نہیں مانتا تو پھر ان کی عبارت نقل کر کے دھوکہ کیوں دیتا ہے اور پھر یہ تماشہ بھی دیکھیے کہ بقول وہابی یہ علمائے احناف کا موقف ہے تو علمائے احناف اللہ تعالی کو ذاتی اور استقلالی طور پر حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور یہ ہمارے بھی خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سرکار نامدار ﷺ کو استقلالی طور پر حاضر و ناظر نہیں مانتے۔

مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ دو صفحوں پر سرکار دو عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں:

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ذات والا صفات جسم مع روح زندہ ہیں اور اپنی امت کے تمام حالات ظاہری و باطنی کو بنور نبوت خود بواسطہ ملائکہ ہمیشہ مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور آپ کے علوم میں بوجہ نقل مکانی کے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور خداوند کریم کے حکم سے ایک ہی آن میں تمام عالم کی سیر اور مشاہدہ فرما سکتے ہیں اور پکارنے والے کی پکار کو

بھی اپنے کان مقدسہ سے بحکم خداوند کریم سنتے ہیں اور آپ کا تصرف بھی ہر جگہ موجود ہے پس بایں معنی خادم شریعت (مولانا نظام الدین ملتانی علیہ الرحمۃ از ناقل) کے نزدیک آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا کفر نہیں درست ہے اگر زید اسی خیال پر ہے تو کچھ حرج نہیں ۔۔۔ (انوار شریعت، جلد ۲، ص ۲۴۳، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد)

لیجئے! اب تو خود مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ جن کے کندھے پر بندوق رکھ کر یہ وہابی چلانا چاہتا تھا انہوں نے ہی اتنے جاندار الفاظ میں سرکار دو عالم ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا تسلیم کر کے وہابی ملا کو ذلیل و رسوا کر دیا، وہابی مولوی کو چاہیے کہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بجائے اور دوسروں کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کے بجائے سادات احناف کے وہ صریح حوالے پیش کرے جن میں انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ کی عطا اور غیر استقلالی طور پر حاضر و ناظر ماننے کو کفر کہا ہو، آپ یقین جانئے یہ وہابی مر جائے گا پر حوالے ندارد۔ اگر ہم پر یقین نہ ہو تو وہابی مولوی ساجد خان سے ہی پوچھ لیجئے۔

مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارت اور وہابی ملاں کا اپنے گھریلو اصول سے انحراف

اولاً: وہابی مولوی ساجد خان کیونکہ اپنے ہی اکابرین کی کتابوں سے جاہل ہے اسی لئے ہر بار ہمیں ہی اسے پڑھانا پڑتا ہے۔ اس مقام پر بھی اس جاہل نے اپنے اکابرین کے اصول کو روندا ہے۔ اس وہابی کو چاہیے تھا کہ ہمارے اکابرین کا عقیدہ حاضر و ناظر کو نقل کرتا اور پھر جو بھی تبصرہ کرنا تھا وہ کرتا لیکن اس کے پاس ہمارے اکابرین کے عقیدے کے رد میں کوئی دلیل تو تھی ہی نہیں جیسا کہ آپ پڑھ چکے اسی لئے اس مقام پر مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی ایک مجمل سی عبارت پیش کر کے بندروں والے کرتب دکھائے ہیں بہرحال میں اس کو اس ہی کے گھر کا اصول بیان کرتا ہوں۔

وہابی مولوی ابوبکر غازی پوری لکھتا ہے:

اور چونکہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے، چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص ۱۶۱، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

نوٹ! یہ کتاب وہابی سلیم اللہ خان، عاشق الٰہی، یوسف لدھیانوی، عبدالشکور ترمذی کی تائید شدہ ہے۔

اس اصول کی روشنی میں جو کہ اکابرین وہابیہ کا مصدقہ ہے وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ ہمارے اکابرین کی عبارات پیش کرے اب یہ اعتراض مت لے کر بیٹھ جانا کہ مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کو اکابرین سے نکال دیا ہے وغیرہ وغیرہ سیدھا سیدھا جس کا مطالبہ کیا ہے وہ بیان کرنا۔

وہابیوں غیرت دکھاؤ اور ادھر بھی فتویٰ لگاؤ

ثانیاً: مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارت بالکل بے غبار ہے ہم آپ کے سامنے بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ اس عبارت کو نہ سمجھ کر یا جان بوجھ کر وہابی اسمعیلی ساجد خان کی بہت غیرت جاگی اور جس طرح اس نے بکواس کی کہ الامان والحفیظ میں ابھی چند حوالہ وہابیہ کے نزدیک معتبر و مستند علماء کے نقل کر کے وہابی مولوی ساجد خان کو ان پر بھی غیرت دکھانے کا کہتا ہوں اگر یہ سچا ہے تو ان پر بھی کچھ غیرت دکھائے گا اور وہی کچھ لکھے گا جو مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارت پر لکھا ہے، جب اس کا جواب آئے گا تو ان شاء اللہ ہم اس کو وہ عبارت سمجھائیں گے۔

(۱) قاضی ثناؤ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

رفعه بعضهم عن علی رضی الله عنه لما اری ابراهیم ملکوت السموات والأرض ابصر رجلا علی فاحشة فدعا علیه فهلك ثم ابصر اخر فدعا علیه فهلك ثم ابصر اخر فاراد ان یدعوا علیه فقال الرب عز وجل یا ابراهیم انك رجل مستجاب الدعوة فلا تدعون علی عبادی فانما انا من عبادی علی ثلث خصال اما ان یتوب الیّ فاتوب علیه واما ان اخرج عنه نسمة تعبدنی واما ان یبعث الیّ فان شئت عفوت عنه وان شئت عاتبته۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آسمان وزمین میں اللہ کی قدرت وحکومت دکھائی گئی تو دوران مشاہدہ آپ نے دیکھا کہ ایک مرد ایک فاحشہ عورت پر سوار ہے۔آپ نے بددعا کی وہ فوراً ہلاک ہو گیا۔پھر دوسرے کو بھی اس حالت میں دیکھا اور بددعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔پھر تیسرے شخص کی بھی یہی حالت دیکھی۔۔۔

(تفسیر مظہری عربی، جلد ۲، ص ۰ ۷ ۴، المکتبۃ الوحیدیۃ پشاور، وہابی مترجم، جلد ۴، ص ۱۱۷، دارالاشاعت)

قاضی صاحب کی عبارت اور وہابی مولوی کا ترجمہ بالکل واضح ہے اب وہابی مولوی ساجد خان یہاں بھی بکواس کرے کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت ابراہیم علیہ السلام فلم بنا رہے تھے اور اللہ تعالی معاذ اللہ بنوا رہا تھا۔میں اس مقام پر وہابی اسمٰعیلی کو اس کی دس پرانی اور دس نئی نسلیں یاد کرواسکتا ہوں لیکن ہم اس کی طرح بے غیرت نہیں ہیں۔بس یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کو تم معتبر ہی نہیں بہت معتبر بتاتے ہو ان پر بھی وہی بکواس کرو جو مولانا عمر اچھروی صاحب کی ایک سیدھی بات کو لے کر اس کا بتنگڑ بنا کر کی ہے، اب یہاں تمہاری ساری غیرت کا جنازہ نکلے گا جو سب دیکھیں گے اور تمہاری اصلی اوقات سب کے سامنے آئے گی کہ یہ غیرت تھی یا پھر اہلسنت سے بغض وحسد۔ان شاء اللہ اس پر وہابی مولوی ساجد خان کی ٹھکائی اس کا جواب آنے کے بعد ہوگی۔

(۲) وہابی مولوی ساجد خان کے معتبر ومستند علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

عن علی کرم الله تعالی وجهه قال:قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: لما رأی إبراهیم ملکوت السماوات والأرض أشرف علی رجل علی معصیة من معاصی الله تعالی فدعا علیه فهلك ثم أشرف علی آخر علی معصیة من معاصی الله تعالی فدعا علیه فهلك ثم أشرف علی آخر فذهب یدعو علیه فأوحی الله تعالی إلیه أن یا إبراهیم إنك رجل مستجاب الدعوة فلا تدع علی عبادی فإنهم منی علی ثلاث،إما أن یتوب العاصی فأتوب علیه، وإما أن أخرج من صلبه نسمة تملأ الأرض بالتسبیح. وإما أن أقبضه إلیّ فإن شئت عفوت وإن شئت عاقبت۔۔۔

وہابی اسمٰعیلی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین وآسمان کے ملکوت دکھائے گئے تو آپ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو نافرمانی میں مصروف تھا، آپ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا، ایک اور شخص کو معصیت میں مصروف دیکھا اور اس کے لئے بددعا فرمائی تو وہ بھی مر گیا، ایک اور نافرمان پر نظر پڑی تو آپ علیہ السلام اس کے لئے بھی بددعا کرنے والے تھے کہ اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اے ابراہیم! آپ ایسے شخص ہیں جن کی دعا قبول کی جاتی ہے لہٰذا میرے بندوں کے لئے بددعا نہ کریں، کیونکہ ان کے میرے ساتھ تین طرح کے معاملات ہیں، یا تو وہ توبہ کرلیں گے تو میں توبہ قبول کروں گا، یا میں ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کر

دوں گا جوز مین کو میری تسبیح سے بھر دیں گے، یا میں ان کو اپنے دربار میں حاضر کروں گا چاہوں گا تو معاف کر دوں گا اور چاہوں گا تو سزا دوں گا۔ (روح المعانی، جلد ۷، ص ۲۵۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے وہابی صاحب! اپنی کچھ غیرت علامہ آلوسی کو بھی دیکھائے، ان کو بھی وہ فلم کی باتیں بتایئے، ان شاء اللہ آپ کی ساری غیرت کا جنازہ سب دیکھیں گے۔

(۳) علامہ عبدالوھاب شعرانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واما شیخنا سیدی علی الخواص فسمعته یقول لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریده فی انتقاله فی الاصلاب وهو نطفة من الیوم الست بربکم الی استقراره فی الجنه او النار والله تعالیٰ اعلم۔

میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: ہمارے نزدیک اس وقت تک مرد کمال تک نہیں پہنچتا جب تک وہ الست والے دن سے لے کر دخول جنت یا دوزخ تک اپنے مرید کی ہر ہر حرکت اور حالت کو نہ جان لے۔

(الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر، ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مزید ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

لا تستقر نطفة فی فرج انثی الا ینظر ذلك الرجل الیها، ویعلم بها۔

مادہ کی فرج میں مستقر ہونے والا نطفہ بھی مرد کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتا اور وہ اسے جانتا ہے۔

(لطائف المنن والاخلاق، ص ۵۵۵، دار التقوی)

ان دونوں عبارات پر وہابیوں کی جو غیرت جاگی ہے وہ ہم ابھی بیان نہیں کر رہے لیکن وہابی ساجد خان کو دعوت دیتے ہیں کہ اپنی غیرت کو للکارو اور یہاں بھی غیرت دکھاتے ہوئے وہی فلم فلم والی بکواس بازی جاری رکھتے ہوئے علامہ عبدالوھاب شعرانی پر بھی اسی طرح بھونکو جس طرح مولانا عمر صاحب کی عبارت پر بھونکے، باقی ہمارا تبصرہ وہابی مولوی کی بکواس کے بعد ہوگا۔

(۴) وہابی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی خلیفہ انبیٹھوی ''الابریز'' کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''چنانچہ (حضرت علامہ سید احمد سلجماسی علیہ الرحمہ نے از ناقل) فرمایا: ایک مرتبہ میری دونوں بیویاں ایک ہی گھر میں تھیں کہ ایک کو اپنے گھر میں رہنے سے کوئی عذر مانع ہوا تھا مکان میں چار پلنگ تھے دو پر وہ دونوں الگ الگ لیٹ گئیں اور تیسرے پر میں تنہا لیٹ گیا اور چوتھا خالی رہا شب میں ایک بیوی سے ہمبستر ہوا کہ دوسری کو سوتا ہوا سمجھا پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد اٹھا اور پہلی کو سوتا ہوا سمجھ کر دوسری سے ہمبستر ہوا حسبِ معمول جب زیارت کے لیئے حاضر ہوا تو مزاح کے طور پر حضرت نے فرمایا کیا فرماتے ہیں اہل شریعت دو بیویوں کو ایک گھر میں جمع کرنے اور دونوں سے صحبت کرنے کے متعلق **میں سمجھ گیا کے میرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے لہٰذا عرض کیا حضرت آپکو کیسے خبر ہوئی فرمایا چوتھے پلنگ پر کون تھا؟ میں نے عرض کیا حضرت میں نے ہمبستری کی ہر ایک سے اس وقت جبکہ دوسری سو رہی تھی فرمایا نہ پہلی سوئی تھی نہ دوسری۔** (الابریز، مترجم وہابی عاشق الٰہی میرٹھی، ص ۴۰۵، مکتبہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

وہابی مولوی ساجد خان کے گستاخ ملاؤں نے اس عبارت پر جو کلام کیا ہے اور اپنی آبائی غیرت حقیقت میں بے غیرتی کا اظہار کیا ہے وہ ابھی بیان نہیں کر رہا لیکن وہابی ملاں ساجد خان سے اس واقعہ پر تبصرہ کرنے اور اس پر وہ فلم فلم بنانے اور بنوانے کا مطالبہ کرتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ وہابی ان کو ملفوظات کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے گا لیکن اس کتاب کے معتبر و مستند ہونے کے حوالے اسی

کے وہابی ملاؤں سے بیان کروں گا۔

(۴)وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

مولوی صاحب! اولیاء سب کچھ جانتے ہیں، لیکن ان کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔

(تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ،ص۲۸۹،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے علامہ عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارت پر جو بک بک کی ہے وہ آگے آ رہی ہے۔ اگر ہم بھی وہی والا تبصرہ یہاں کریں تو پوری وہابیت اسمٰعیلیت کی لال پیلی ہوجائے اور چیخنے کی آوازیں نجانے کہاں کہاں سے آئیں گی۔

وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا مجموعہ فوائد عثمانی کے ترجمہ میں لکھتا ہے:

ایک روز عشاء کے وقت جناب مولوی حسین علی صاحب ہمارے حضرت قبلہ قلبی وروحی فداہ کی خدمت میں حاضر تھے۔(حضرت قبلہ نے) ارشاد فرمایا کہ اے مولوی صاحب! **تم اپنے گھر جاؤ، پھر جب واپس آ ؤ گے تو جو حالات اور معاملات تمہارے ساتھ پیش آئے ہوں گے، (وہ) مجھ سے پوچھو، ان شاء اللہ تعالی میں سب کو ایک ایک (کر کے) تفصیل کے ساتھ تمہیں بتادوں گا (اور) تم (کسی) ایک واقعہ میں بھی خطا نہ پاؤ گے۔** (تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ،ص۲۸۹،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہیے کہ یہاں بھی کچھ اپنی مادری زبان میں تبصرہ کردے۔ یہاں بھی یہ لکھے کہ اگر حسین علی سرفراز کا پیر گھر جاتا اور اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا اور واپس آکر اپنے پیر صاحب سے پوچھتا تو پیر صاحب بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے فلم بنا رہا ہوتا ہے لہٰذا وہ ساری فلم حسین علی کو دکھا دیتے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کچھ تو سوچنا چاہیے کہ اگر اس جاہل کے پاس قلم ہے تو کسی اور کے پاس بھی ہے اگر وہ بک بک کرنا جانتا ہے تو اس کو جواب دینے والے بھی موجود ہیں اگر ہم یہاں وہابیہ اسمٰعیلیہ کی ماؤں بہنوں کی عزت تار تار کریں تو کیسا رہے گا۔ عقل منداں را اشارہ کافی است۔ لیکن وہابی اسمٰعیلی ہوتا ہی وہ ہے جو اپنی عقل کو تین طلاقیں دے چکا ہو۔

وہابی اسمٰعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

ہمارے حضرت قبلہ قلبی وروحی فداہ کے مریدوں میں سے ایک آدمی ایک بیوہ عورت پر عاشق ہوگیا۔ ہر چند چاہتا تھا کہ وہ (عورت) جلد اس کے نکاح میں آجائے، لیکن وہ عورت قبول نہیں کرتی تھی۔ آخر اس عورت کو دنیاوی ضرورت پیش آئی۔ چونکہ اسے معلوم تھا کہ فلاں آدمی میرا طلبگار ہے، اس نے ایک عورت کو اس (آدمی) کے پاس بھیجا کہ مجھے پچاس یا ساٹھ روپوں کی ضرورت ہے، بطور قرض دے دو۔ وہ مرد چونکہ کافی عرصہ سے اسے چاہتا تھا، (لہٰذا) اس نے اس کام کو اپنے مطلب کے حصول کا وسیلہ سمجھا۔ اس کی مطلوبہ رقم بھیج دی۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت اس شخص کے شہر میں آئی اور اس کو اطلاع کردی۔ وہ شخص بہت زیادہ مسرور ہوگیا اور ایک عورت کو جو اس کی رازدار تھی، مقرر کیا کہ وہ اس عورت کے لیے پرتکلف کھانا پکائے اور عشاء کے بعد فلاں حجرہ، جو لوگوں سے خالی ہے، میں اسے لے آئے۔ جب وہ عورت حجرہ میں آئی تو وہ مرد بری نیت سے ہر چند چاہتا تھا کہ نفس امارہ کا کام حاصل کرے لیکن کر نہیں سکتا تھا، یہاں تک رات ختم ہوگئی۔ وہ اپنے برے فعل سے بہت زیادہ شرمسار تھا اور وہ عورت اس کی قوت سے مایوس ہوکر اپنے گھر واپس چلی گئی۔ وہ آدمی اس رات کی شرمساری کی وجہ سے دوسری مرتبہ وصال کی درخواست کرنا مناسب نہیں سمجھتا تھا اور قرض دی ہوئی رقم کو

چھڑانا بھی مشکل خیال کرتا تھا۔اسے یہ امید بھی نہ تھی کہ عدالت کے ذریعے قرض وصول کرے، کیونکہ اس کے گواہ نہیں تھے۔
اس نے حضرت قبلہ کے حضور عرض کی کہ میں نے ایک عورت کو قرض حسنہ دیا ہے، وہ عورت قرض واپس نہیں چکاتی۔(آپ) دعا فرمائیں۔ **حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہمیں اس رات جبکہ تم فلاں حجرہ میں تھے، کے حالات معلوم ہیں،** تم نے قرض حسنہ نہیں دیا تھا، (بلکہ) تم نے فاسد ارادے سے قرض کو مکر بنایا تھا لیکن الحمدللہ کہ تمہاری وہ مراد حاصل نہ ہوئی۔ اب جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھ رہو، وہ عورت خود بخود تمہارا قرض ادا کردے گی۔ اس شخص کو چونکہ کامل اعتقاد تھا، (لہٰذا اس نے اسی طرح کیا اور صبر سے گھر میں بیٹھ رہا۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ اس عورت نے خود بخود اس (شخص) کی رقم اس کے گھر پہنچادی۔ (مجموعہ فوائد عثمانی،ص ۲۱۳،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

حجرہ میں کیا کیا ہوا وہ پہلے والی خط کشیدہ عبارت میں موجود ہے اور دوسری خط کشیدہ عبارت میں یہ موجود ہے کہ وہاں جو ہوا ہم جانتے ہیں۔ ہم یہاں بہت کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن نہیں۔ ہاں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے ایک سوال ضرور کروں گا کہ وہ بزرگ وہاں کھڑے فلم بنا رہے تھے؟؟

ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش کا غلبہ ہوا تو آپ کی صورت مبارک دونوں کے درمیان حال ہوگئی۔ عورت نے دہشت زدہ ہوکر فریاد کی اور ایک گوشہ میں پناہ لی اور اس مخلص نے توبہ کی۔ وہ مدت دراز تک مارے شرم کے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر نہ ہوسکا۔

(تاریخ و تذکرہ خانقاہ مظہریہ دہلی،ص ۹۹،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

یہاں بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہیں درگزر کررہے ہیں اگر اب کسی وہابی اسمٰعیلی نے بک بک کی تو کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا جائے گا بلکہ ہم ان سب کی عزتوں کو تار تار کریں گے جو بزرگوں کا لحاظ نہیں کرے گا۔

قارئین! ہم نے یہ چند حوالے اس وہابی مولوی ساجد خان کی غیرت کو للکارنے کے لئے دیئے ہیں اور ہمارا مطالبہ ہے کہ ان پر بھی یہ ویسے ہی غیرت دکھائے جیسا کہ اس کو مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارت پر یاد آیا جب یہ ان عبارات پر غیرت دکھائے گا تو ہم بھی اس کی غیرت کا جواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بیت الخلا اور چکلوں میں بھی حاضر ناظر وہابی فتویٰ

ثالثاً: جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کرچکے کہ مولانا عمر اچھری صاحب کی عبارت بالکل بے غبار ہے ہم آپ کے سامنے بیان کریں گے لیکن وہابی دیوبندی کی عقل میں جو فتور ہے اس کو پہلے اسی کے گھر سے کچھ دکھا کر مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواب دے، جب یہ جواب دیدے گا تو ان شاء اللہ اس کی بکواس کا جواب بھی ہوجائے گا۔

(۱) وہابی مولوی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس میں کوئی شک نہیں؛ لیکن کس طرح حاضر و ناظر ہے وہ قرآن کے الفاظ کے ذریعے سے واضح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی صفات عالیہ بیان فرمائی ہیں: ''علیم، سمیع، بصیر، لطیف، خبیر'' تو اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر علیم اور خبیر ہونے کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے؛ البتہ کیفیت کیسی ہے؟ وہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مساجد میں بھی علیم سمیع بصیر لطیف اور خبیر ہے **اسی طرح گھروں راستوں حمام پھاٹکوں حویلیوں اور زمین و آسمان کے ہر گوشہ، ہر جگہ علیم سمیع بصیر لطیف اور خبیر ہے اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے** چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ونحن اقرب اليه من حبل الوريد۔** [سورۃ ق:۱۶] کہ ہم

انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس کی کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہے؛ لہٰذا سوال کر کے شبہ کرنے والوں کو یہی جواب دیا جائے گا کہ **اللہ تعالیٰ سمیع بصیر علیم وخبیر ہونے کے اعتبار سے بیت الخلا میں بھی موجود ہے** اور اس کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں۔(فتاوی قاسمیہ جلد ا ص ۳۸۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲)اسی طرح وہابی اسمعیلی لکھتا ہے:

سوال: ہر جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہے کا کیا مطلب ہے؟ **گندی اور غلیظ جگہوں پر جیسے کہ بیت الخلا، شراب خانہ، جسم فروشی کے بازار** وغیرہ جگہوں پر کیا اللہ موجود ہے؟

الجواب: **کسی بھی جگہ پر کوئی بھی کام ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر جگہ پر حاضر وناظر ہے۔** مثلا: ایک تھالی میں مختلف نوعیت کی کھانے کی اشیاء رکھی ہوئی ہیں تو چیونٹی ہر ایک شی ء کا احاطہ نہیں کر سکتی کچھ اشیاء نزدیک ہوں گی، کچھ دور کسی کو دیکھ سکتی ہے اور کسی کو نہیں دیکھ سکتی۔ اور وہی تھالی جب انسان کے سامنے رکھی جائے تو ہر ایک چیز اس کے سامنے اور قبضہ قدرت میں ہوگی تو جو نسبت چیونٹی اور اور تھالی کی ہے اتنی بھی نسبت ہمارے اور اللہ کی مبارک ذات کے درمیان نہیں ہے۔ صرف سمجھنے کے لئے یہ مثال دی ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔ اس کے باوجود بتقاضائے ادب یہ مناسب نہیں کہ یوں کہا جائے کہ اللہ ایسی جگہوں پر بھی موجود ہے۔

(فتاوی دینیہ، جلد اول، ص ۸۰، ناشر جامعہ حسینہ راندیر انڈیا)

وہابی مولوی جوان دو فتوؤں کی وضاحت کرے گا اس سے ہی مولانا عمر اچھروی کی عبارت کی وضاحت ہو جائے گی باقی دوسرے فتوے میں جو یہ موجود ہے کہ ''اس کے باوجود بتقاضائے ادب یہ مناسب نہیں کہ یوں کہا جائے کہ اللہ ایسی جگہوں پر بھی موجود ہے'' اس کا بھی وہابی مولوی کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہی بے ادبی والا فتوی اوپر والے وہابی مولوی شبیر قاسمی بدعتی ولعنتی پر لگتا ہے کیوں کہ وہ بصراحت کہہ رہا ہے کہ اللہ حمام میں اور بیت الخلاء میں حاضر وناظر ہے۔ وہابی مولوی جب ان فتاوی کی وضاحت کر دے گا تو اس کی لایعنی بکواسات کا بھانڈا خود ہی پھوٹ جائے گا اگر پھر بھی سکون نہ ہوا تو ہمارے پاس اس ہی کے گھر سے علاج موجود ہے۔

نوٹ: ان عبارات پر ہم اتنا لکھ سکتے ہیں کہ وہابیہ کے آباء تھانوی کے باپ کی طرح ہو جائیں گے جس کو حکیم نے ہی۔۔ کہہ دیا تھا اور ان کی مائیں تھانوی کی ماں کی طرح کسی مجذوب کی تلاش کریں گی لیکن ابھی ایسا نہیں کر رہے، ہم نے یہ سب کچھ بامر مجبور اس کتے کے بھونکنے کی وجہ سے لکھا ہے، **لکھتا ہے:**

یہ بدبخت بے حیا کہتا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں، موجود ہوتے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔۔۔ پھر اس بدبخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے۔۔۔ زید اگر الیاس عطار سے پوچھے کہ حضور رات گھر والی سے جماع کیا اور عطار صاحب بولے جی تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا فلم بنا رہا تھا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ارے زنیم! انہوں نے کہاں کہا ہے کہ ''سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں'' بلکہ تو نے خود جو عبارت نقل کی ہے اسی میں لکھا ہے کہ وہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں جاہل کے بچے کچھ تو شرم کر تجھے اپنی نقل کی ہوئی عبارت کا بھی علم نہیں یا تو تھانوی کے ماموں کی طرح بھڑوا ہو گیا ہے۔ اتنی تصریح کے باوجود بھی تو گنگوہی کی طرح اندھا ہو گیا ہے، تیری اس بے غیرتی والی غیرت کو مٹی میں ملانے کے لئے ہم نے اوپر ہی حوالے بیان کئے ہیں جس میں واضح لکھا ہے کہ اولیاء سب کچھ جانتے ہیں کیا ہم بھی اس عبارت پر تبصرہ کریں کہ گنگوہی جب حالت خاص میں اپنی ہی شی کے ساتھ ہوتا تھا تو قاسم نانوتوی سب کچھ جانتا تھا اور فلم بنا رہا تھا کیونکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک وہ ولی ہے اور

ولی سب جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہوگا چلیں ان باتوں کو تو چھوڑ دیں وہ جو دن دھاڑے دارالعلوم دیوبند میں مریدین کے سامنے فلم بنوائی تھی وہ کیا تھی وہابی اسمٰعیلی اس طرح کی بکواسات کو بند کرے ورنہ ہم اس کے کسی بھی باپ کو نہیں چھوڑیں گے ہر ایک کو ایسا ننگا کریں گے کہ وہابی اسمٰعیلی ہاتھ لگا لگا کے روئے گا اور یہ کہے گا کہ جی سنی یہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ سب کچھ وہابیہ اسمٰعیلیہ کی بکواسات کے جواب میں کہتے ہیں۔ یہ تو ایک عبارت ہے اگر اس عبارت **''حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہمیں اس رات جبکہ تم فلاں حجرہ میں تھے، کے حالات معلوم ہیں''** پر تبصرہ کروں (کیونکہ یہ وہابی اسمٰعیلی خان محمد کی مصدقہ ہے) تو کیسا رہے گا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی میم کے ساتھ حالت خاص میں کچھ کر رہا ہوتا ہے اور وہابی اسمٰعیلی اس کے حالات دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ انہی کے باپ کی نقل کی ہوئی عبارت کی وضاحت ہو رہی ہے۔ ہم نہ اس طرح کے تبصروں کے قائل ہیں اور نہ ہی اس طرح کی زبان کے۔ ہم نے جہاں بھی اس طرح کی زبان استعمال کی ہے وہابیہ اسمٰعیلیہ کی زبان کی وجہ سے کی ہے۔ بہر حال ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ سے کہتے ہیں کہ اپنے ان پالتو بھونکنے والے کتوں کو لگام دیں ورنہ ایسوں کو ان کی اوقات یاد دلانا ہمیں اچھی طرح آتا ہے۔

وہابیہ دیوبندیہ اور حاضر و ناظر

سادات احناف کا پہلے فتوی نواب قاسم نانوتوی پر

(۱) وہابیہ لعنتیہ کا وہابی مولوی قاسم نانوتوی لکھتا ہے:

صورت اس کی یہ ہے کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اولی بمعنی اقرب ہے اور اگر بمعنی احب یا اولی بالتصرف ہو تب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ احبیت و اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہوسکتی ہے پر بالعکس نہیں ہوسکتا۔ (تحذیر الناس، ص ۵۹ ادارہ تحقیقات وہابیہ)

وہابیہ لعنتیہ کے وہابی مولوی قاسم نانوتوی کے اقرار کے مطابق جب سرکار دو عالم ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے جو ان کی جانوں کو بھی حاصل نہیں تو کیا سرکار دو عالم ﷺ اپنی امت کے بارے میں جانتے نہیں ہوں گے اگر نہیں تو اس قرب کا کیا فائدہ اور نانوتوی کی اتنی لمبی چوڑی تقریر فضول ہوگی اور اگر جانتے ہیں اور ضرور جانتے ہیں تو حاضر ناظر کے اور کیا معنی ہیں، وہابیہ یہاں خلط مبحث کرتے ہیں ہم نے جو اپنا عقیدہ بیان کیا ہے بجائے یہ کہ اس پر بحث کریں اپنی طرف سے صغری کبری بیان کر کے بچنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں لیکن ہم ان شاء اللہ ان کا بیڑا انہیں کے آباء سے غرق کروائیں گے۔

سادات احناف کا دوسرا فتوی نواب رشید گنگوہی پر

(۲) وہابی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں جب اس مضمون کو پختگی سے جانے رہیگا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا ربط قلب پیدا ہو جائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا اور مرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئے گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبان حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القاء کر دے گی۔

(امداد السلوک، ص ۶۷، ادارہ اسلامیات لاہور، ص ۵۵ دار التحقیق والاشاعت لاہور)

اولاً: جب بقول گنگوہی پیر کی روحانیت دور نہیں ہے تو وہابیہ اسمعیلیہ کی گندی زبان اور گندے تبصرے کے مطابق فلم ہی بنائے گی، سارے وہابی اسمعیلی پیر اپنے مریدوں کی فلم بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا مزے والی بات کی ہے گنگوہی نے جس سے وہابیہ اسمعیلیہ کے پیروں کے مزے لگ گئے۔ ہم یہ تبصرہ کبھی بھی نہ کرتے اگر ہمیں مجبور نہ کیا گیا ہوتا۔

ثانیاً: اب بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان وہی بزازیہ والا فتوی بیان کرے اب اس کے اگلے پچھلے سب مر جائیں گے، لیکن یہ بیان نہیں کرے گا۔ میں آپ کو بیان کر دیتا ہوں جو اس نے خود لکھا ہے اور اس کو فقہائے احناف کی طرف بھی منسوب کیا ہے **لکھتا ہے کہ:**

(۱) اگر کسی اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند وہر چیز میداند او چہ حکم است؟ جواب: او کافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر۔ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے: **جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔** (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

لو جی! اس وہابی کا یہ فتوی اسی کے گنگوہی کے گلے کا پھندا بنا جو یہ کہہ رہا ہے کہ "اگر چہ مرید ذہنی طور پر پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت اس سے دور نہیں" وہابی مولوی ادھر ادھر بھٹکنے کے بجائے اپنے ہی گھر کے ان سور ماؤں کو یہ فتوے دکھائے اور ان کو فقہائے احناف اور ان کے یہ اقوال سنائے ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم جانتے ہیں فقہائے احناف کے ان اقوال کے کیا معنی ہیں۔

اب وہابیہ لعنتیہ اپنی فضول بک بک لے کر آجائیں گے اور لایعنی تاویلات شروع کر دیں گے جی یہ مراد نہیں جی یہ مراد ہے جاہلو! تمہارا باپ کہہ رہا ہے کہ مرید بھلے دور ہے پر پیر کی روحانیت اس کے قریب ہے اور یہی معنی ہے حاضر و ناظر ہونے کا۔ ہم ماقبل میں اپنے معتبر و مستند علماء سے ثابت کر چکے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کو جسم کے ساتھ حاضر و ناظر نہیں سمجھتے بلکہ یہ کہتے کہ اللہ تعالی نے ان کو روحانی طاقت دی ہے جس سے وہ امت کے حالات سے واقف ہیں اور یہی بات گنگوہی پیر کے بارے میں کر رہا ہے۔

سادات احناف کا تیسرا فتوی خلیل احمد انبیٹھوی پر

(۳) دیوبندیوں کے ۶۱۶ علماء کی مصدقہ کتاب میں جگن پوری لکھتا ہے:

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب۔۔ نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں اس بات کو سن کر تمام اہل بدعت مثل نمرود کے حیران رہ گئے اور ان کی عقل جاتی رہی بعد ایک مدت کے جب اہل بدعت کو ہوش آیا تو۔۔۔

(قہر آسمانی، ص ۷۵، مکتبہ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

خط کشیدہ الفاظ کو ایک بار نہیں بار بار پڑھیں اور داد دیں ان خبثاء وہابیہ اسمعیلیہ کو جن کے مذہب میں شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کے محفل میلاد میں آنے کی کوئی دلیل نہیں ہے مجھے ابھی اس بات پر کلام نہیں کرنا بلکہ آپ کو یہ دکھانا ہے کہ وہابیوں کہ اقرار کے مطابق یہ کتاب ۶۱۶ وہابیوں کی مصدقہ ہے اور یہ ۶۱۶ وہابی شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو صرف تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو نص قطعی سے ثابت جانتے و مانتے ہیں میں اس میں تھوڑی سی تفصیل کر دیتا ہوں کہ وہابیہ کے نزدیک نص قطعی قرآن و حدیث اور اجماع کو کہتے ہیں۔ اب میں وہابی مولوی سے ہی کہتا ہوں کہ اپنے ان ۶۱۶ کے اقرار کے

مطابق وہ نصوص قطعیہ بیان کرو کہ جن میں شیطان کا حاضر و ناظر ہونا لکھا ہے لیکن اپنی چالا کی اپنے پاس رکھنا اور کسی اور کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کے بجائے اپنے ان علماء دیو کے گلے پر رکھ کر چلانا اور جو کچھ بھی بیان کرنا وہ نصوص قطعیہ ہوں ادھر ادھر کی گفتگو ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی۔اور آپ کی لایعنی تاویلات بھی آپ کے کسی کام نہیں آئیں گی بس صرف اور صرف قارئین کو وہ نصوص قطعیہ بیان کرنی ہوں گی، باقی آپ کا دعوی بھی خاک میں مل گیا کہ وہابی صرف خدا کو حاضر و ناظر کہتے ہیں جناب آپ اپنے گھر کی کتابوں سے ہی جاہل ہیں اور آپ کو اپنے گھر کی ہی کتابوں کا علم نہیں لہٰذا ادھر ادھر بکواسات کرنے کے بجائے اپنی وہابی شریعت کو پڑھ لو جس میں شیطان کو نص قطعی سے حاضر و ناظر ثابت مانا گیا ہے۔

قارئین! وہابیہ لعنتیہ سے تو انصاف کی امید نہیں ہیں آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ وہابی مولوی کا دعوی تو اس کے اپنے ہی گھر کے ۶۱۶ وہابی علماء نہیں مانتے اور بڑے واضح اور صاف لفظوں میں شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور یہ دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ اللہ کی صفت ہے۔

سادات احناف کا چوتھا فتوی وہابی خالد محمود مانچسٹروی پر

(۴) دیوبندیوں کا کذاب زمانہ خالد محمود لکھتا ہے:

دراصل یہ مسئلہ میر عبدالوحد بلگرامی کی کتاب سبع سنابل کے ص، ۱۷۰ سے منقول ہے اصل کتاب فارسی میں ہے اس میں مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بیک وقت دس جگہوں کی دعوت منظور فرمالی اس پر حاضرین نے پوچھا کہ آپ نے ہر دس جگہ پیشی (ظہر) کی نماز کے بعد جانے کی دعوت منظور فرمالی یہ کیسے ہوگا اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کرشن چندر جو کافر تھا وہ سینکڑوں جگہوں میں بیک وقت حاضر ہوسکتا تھا اگر ابوالفتح نے ایسا کہا تو کونسی تعجب کی بات ہے اصل عبارت یہ ہے۔

کشن که کافر بود چند صد جا حاضر می شود اگر ابو الفتح ده جا حاضر شود چه عجب۔۔

اس سے معلوم ہوا بیک وقت کئی جگہوں پر حاضر و ناظر ہونا یہ امر حقیقی کمالات سے ہرگز نہیں اگر یہ کوئی حقیقی کمال ہوتا تو رب العزت تو کافروں کو ہرگز یہ مقام عطانہ فرماتے۔

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

بات دراصل یہ ہے کہ انسانی کمال کو سمجھا نہیں گیا جو بات کافروں میں بھی ہو سکے (جیسے کہ کرشن بیک وقت کئی جگہوں پر حاضر و ناظر ہوا) اسے کبھی کمالات نبوت میں ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ (عبقات جلد اول ص، ۲۷، مکتبہ دار المعارف لاہور)

وہابی مولوی خالد محمود کے اس حوالے سے بھی وہابی مولوی ساجد خان کے دعوے کی قلعی کھل گئی کہ وہابیہ صرف اللہ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، جناب آپ کے وہابی کرشن کو بھی بقول آپ کے اللہ کی اس صفت میں شریک جانتے ہیں، جناب دوسروں پر ٹھوسنے کے بجائے اپنے گھر کے وہابیوں کو کچھ سبق سکھایئے تاکہ وہ آپ کی بات ہی مان لیں، باقی یہاں بھی ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے خالد محمود کو کچھ سمجھانا جو آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے۔

سادات احناف کا پانچواں فتوی اشرفعلی تھانوی پر

چنانچہ دیوبندیوں کے حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی صاحب ایک بزرگ کو کئی مقامات پر حاضر و ناظر مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

محمد الحضرمی مجذوب۔۔۔آپ ابدال میں سے تھے آپکی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہر میں خطبہ اور نمازِ

جمعہ بیک وقت پڑھایا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔ (جمال الاولیاء، ص، ۲۰۲، ادارہ اسلامیات)

اشرفعلی تھانوی، اللہ کا شریک کرتے ہوئے لکھتا ہے:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیّاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلادِ عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہوآتے اور انکی ضرورتیں پوری فرمادیتے تھے اور ہر شہر والے یہی سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے تھے۔

(جمال الاولیاء، ص، ۲۱۸، ادارہ اسلامیات)

دیوبندیوں کا حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

فرمایا۔۔۔ میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا کہ آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔

(امداد المشتاق، ص، ۹۸ مکتبہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

دیوبندیوں کا حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی شیطان کو حاضر وناظر مانتے ہوئے لکھتا ہے:

دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظے میں قطع کر جاتا ہے۔ (حفظ الایمان، ص ۱۰، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے اس باپ کو بھی یاد کرے اور اپنے گھر کی عبارات دیکھتے ہوئے اس کو بھی فقہاء احناف کے فتوے دیکھائے۔

سادات احناف کا چھٹا فتوی وہابی عبدالرحیم پر

دیوبندیوں کا مفتی عبدالرحیم لاجپوری لکھتا ہے:

خدا پاک نے شیطان مردود کو اس سے بھی زیادہ طاقت دی ہے کہ پل بھر میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، جلد اول، ص، ۵۵، دارالاشاعت کراچی)

اس وہابی پر بھی کچھ لب کشائی ہو جو اپنے باپ شیطان کو اللہ کے ساتھ ملا رہا ہے۔

سادات احناف کا ساتواں فتوی وہابی رضاء الحق پر

آپ کے گھر کے بہت بڑے علامہ ومفتی رضاء الحق صاحب لکھتے ہیں۔

خدا پاک نے شیطان مردود کو اس سے بھی زیادہ طاقت دی ہے پل بھر میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ص ۳۲۵ زمزم پبلیشر)

نوٹ! ہم نے یہ حوالہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں کے مطابق دیئے ہیں کیونکہ وہ ہی اس طرح کے حوالوں سے حاضر وناظر ثابت کرتے ہیں۔

اس پر بھی کچھ منہ کھولو اور ان کو بھی احناف احناف یاد کراؤ یا ساری بکواسات ہمارے لئے ہیں۔ قارئین! آپ نے دیکھ لیا کہ اس وہابی مولوی ساجد خان نے جو کہانی ہمارے لئے بنائی تھی وہ اس ہی کے اپنے اکابرین کے گلے کا پھندا بنی سادات احناف کے وہ سارے فتوے جو اس وہابی نے بزعم خود ہمارے لئے جمع کئے تھے وہ سب کے سب اس ہی اکابرین کے کام آ گئے۔ اب میں کچھ حوالے وہابیہ دیوبندیہ کے معتبر علماء کے بھی بیان کر دیتا ہوں جس سے یہ بات مزید ثابت ہو جائے گی کہ وہابی مولوی ساجد خان کی کفر کفر

کی گردان اس کے اپنے اکابرین کے لئے ہے۔

دیوبندی مولوی اکبر علی خان صاحب لکھتے ہیں:

یہ کہ مخلوق میں سے کسی کو بھی حاضر و ناظر سمجھنا کفر صریح اور شرک جلی ہے جس کا قائل اسلام کے دائرہ سے خارج اور مرتد ہے۔۔ یہ کہ بوجہ کفر و شرک کے ایسے شخص کا نکاح باطل ہے۔۔۔ یہ کہ اگر اسی عقیدے کا مولوی یا پیر کسی کا نکاح پڑھوائے تو وہ منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ نکاح خواں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ (عقیدہ حاضر و ناظر مع فرقہ سیفیہ کا آپریشن، ص ۱۱۵، ناشر جامعہ روضۃ القرآن ترناب)

نوٹ! یہ کتاب دیوبندی شیخ القرآن مولانا محمد طیب، صدر الشہید، عبد الرحمن، مفتی فدا محمد کتوزائی فاضل دار العلوم کراچی کی مصدقہ ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کی ایک کتاب کی تصدیق وہابی مولوی ساجد بھی کر چکا ہے۔

لو جی! یہ سارے وہابی مولوی جن کے ہم نے حوالے دیئے وہ سب کے سب مرتد تھے اور ان کا نکاح باطل تھا ساری زندگی کیا کرتے رہے یہ تو ساجد خان ہی بتا سکتا ہے اور جن کے نکاح ان لوگوں نے پڑھائے ان کے نکاح بھی نہیں ہوئے وہ بھی ساری زندگی حرامکاری کرتے رہے واہ وہابیو واہ! کیسا بہترین تحفہ ملاتم لوگوں کو علمائے اہلسنت پر بھونکنے کا کہ وہ ۶۱۶ جو شیطان کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اور خالد محمود کرشن کو حاضر و ناظر کہتا ہے یہ تو خود بھی مرتد ہوئے اور ان کا نکاح بھی باطل ہوا اور جن کا نکاح انہوں نے پڑھایا وہ بھی گئے دار دیو میں، اور باقی جن کا نام ہم نے لیا ہے وہ بھی وہابی اصولوں سے حاضر و ناظر کے قائل ہو کر مرتد ہوئے اور ان کا نکاح بھی باطل ہوا اور جن کا نکاح انہوں نے پڑھایا وہ بھی باطل، اب اور بھونکو اہلسنت پر جتنا بھی بھونکو گے وہ سب کا سب وہابی ہی پر آئے گا۔

دس سے زائد علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب رضا خانی مذہب میں لکھا ہے:

معتبر و مستند حضرات فقہاء احناف اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور ﷺ کو علم غیب حاصل تھا یا آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو وہ قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے حضرات! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ حضرات فقہاء کے نزدیک (بقول دیابنہ از ناقل) یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ وہ بغیر کسی خوف اور لومۃ لائم کے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو حضور ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب تسلیم کرے تمام ذمہ دار اور محقق علماء احناف سو فیصدی اس پر متفق ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے۔ (رضا خانی مذہب، حصہ اول، ص ۶۹، راشدیہ اکیڈمی کراچی)

لو جی! اب تو دس سے زیادہ وہابیوں کی مصدقہ کتاب نے ہی گواہی دے دی ہے کہ یہ سارے وہابی سادات احناف کے نزدیک کافر ہیں۔اس وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ دوسروں کو سادات احناف کا نام بتانے اور ان کے فتوے دکھانے کے بجائے اپنے ہی وہابی ملاؤں کو یہ فتوے دکھائے اور ان سے اقرار کروائے ورنہ دوسروں پر بھونکنے سے باز آئے۔

{ ...... مسئلہ نمبر ۳ ...... }

''انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر ماننا اور اہلسنت کا موقف''

بحمد للہ اہلسنت کی اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں بلکہ اجماعی مسئلہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بے مثل بشر ہیں، ہم انبیاء کرام کو بے مثل بشر مانتے ہیں، ہاں بلاوجہ انبیاء کرام کے بارے میں بشر بشر کی رٹ لگانا درست نہیں سمجھتے، اسی طرح ان کو اپنی مثل بشر ماننا یا ایسے انداز میں بشر کہنا جس میں توہین ہو، توہین جانتے ہیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ اجماعی مسئلہ بیان کر کے ہر بار کی طرح صفحات ہی سیاہ کیے ہیں اور اپنے نامہ اعمال کو مزید خراب کیا ہے، اہلسنت انبیاء کرام کو بشر مانتے ہیں جس کی گواہیاں خود وہابیہ اسمٰعیلیہ

کے وہابی اکابرین سے موجود ہیں اس کے باوجود بھی وہابی اسمعیلی کا اس مسئلہ میں ہمیں مخالف کہنا اس کے اپنے آبائی اصولوں سے بغاوت ہے اور یہ کوئی پہلی بار نہیں بلکہ ہر بار اس کا کام یہی ہوتا ہے دوسروں پر ٹھونسنا اور اپنوں کی قبروں میں آگ بھڑکانا۔

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جو یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صورت ظاہر بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے یا یہ کہ حضور ﷺ اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے-قال تعالیٰ قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۵، ص ۶۵۳، رضا فاونڈیشن لاہور)

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے وحی آتی ہے۔ (کتاب العقائد، ص ۱۵، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۳) صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالی نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت، جلد ۱، ص ۲۸، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۴) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا، لہذا نبی نہ تو غیر انسان ہوا اور نہ عورت۔

مزید لکھتے ہیں:

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۳۹۱، ۳۹۲، مکتبہ غوثیہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۴۰۳، مکتبہ غوثیہ کراچی)

علمائے اہلسنت کے ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کو بے مثل بشر مانتے ہیں اور اظہار عقیدہ کے لئے انبیاء کرام کو بے مثل بشر کہنے میں کسی بھی قسم کی کوئی توہین و گستاخی نہیں سمجھتے، ہاں بلا وجہ بشر بشر کہنے یا اپنی مثل بشر ماننے سے منع کرتے ہیں وہابی اسمعیلی نے جس دجل وفریب سے یہاں کام لیا ہے وہ ہر سمجھ دار شخص جانتا ہے اس جاہل نے علمائے اہلسنت کا عقیدہ بیان کرنے کے بجائے چند مبہم قسم کی عبارات (جن کا عقیدے کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں) بیان کرکے اپنے وہابی اکابرین سے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی میں سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے، بحمد للہ ہم نے اکابرین اہلسنت کی عبارات بیان کر کے وہابی اسمعیلی کے دجل کو بے نقاب کردیا ہے اور مزید اس کی ذلت ورسوائی کا سامان خود وہابی اکابرین سے کردیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان جس طرح ہمارے عقائد سے جاہل ہے اسی طرح اپنے وہابیوں کی کتابوں اور موقف سے بھی جاہل ہے، یہ جاہل کہتا ہے کہ اہلسنت بشریت کو توہین سمجھتے ہیں جبکہ اسی کے وہابی اسمعیلی آباء کہتے ہیں کہ ہم عقیدے کے حوالے سے انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے اور کہتے ہیں اور اس میں وہابیہ اسمعیلیہ بھی متفق ہیں یعنی اہلسنت اور وہابیہ کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے۔

وہابیہ اسمعیلیہ کا اقرار کہ اہلسنت انبیاء کو بشر مانتے ہیں

(۱) وہابی مولوی فردوس قصوری لکھتا ہے:

البتہ مسئلہ اور درجہ کے عقیدہ میں بریلوی علماء کی کتابیں بھی گواہ ہیں کہ رسول اللہ بشر ہیں، انسان ہیں اور اس بات میں کچھ اختلاف ہی نہیں ہے۔ (چراغ سنت،ص ۲۹۴، مکتبہ نذیریہ لاہور)

لیجئے! یہ وہابیوں کے کذاب زمانہ خالد محمود کے استاذ کا اقرار ہے کہ اہلسنت عقیدے کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کو بشر مانتے ہیں، انسان مانتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن یہ وہابی اسمٰعیلی اپنے آباء کی ماننے کے لئے تیار نہیں ہے اور اس مسئلہ کو جس کو اس کے آباء کہہ رہے ہیں اختلافی نہیں ہے اختلافی ثابت کرتا اور توہین توہین کی رٹ لگا کر توہین کا الزام لگاتا اور حنفیت سے خارج کرتا ہے جن کی اپنی حنفیت مشکوک ہے ان کو دوسروں کو حنفیت سے خارج کرتے ہوئے کچھ تو شرم آنی چاہیے لیکن مشہور ہے کہ وہابی ہوتا ہی بےشرم ہے۔

قارئین! ہمارے عقیدے کی وضاحت کے لئے وہابی فردوس کی گواہی کافی ہے کہ ہم عقیدے کے اعتبار سے انبیاء کرام کو بشر مانتے ہیں لیکن بشر بشر کی رٹ لگانا ہمارے نزدیک درست نہیں اور نہ ہی اپنی مثل کا عقیدہ، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے باپ کی گواہی قبول کرے اور اپنی ان اوچھی حرکتوں سے باز آئے۔

(۲) استاذ کے بعد شاگرد کی بھی سن لیجئے چنانچہ خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے:

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر میں کوئی اختلاف نہیں مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بریلوی مکتب فکر کے مسلم بزرگ اور پیشوا ہیں۔ وہ اپنی کتاب العقائد میں تصریح فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

مزید ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

ورنہ اہل سنت میں بریلوی اکابر بشریت کے ہرگز منکر نہیں تھے مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں: اجماع اہل السنۃ ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم السلام کے سواء کوئی معصوم نہیں۔ پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ (عبقات، جلد ا،ص ۴۰، ۶۱، دارالمعارف لاہور)

یہ اس شخص کی گواہی ہے جس نے اپنی ساری زندگی ہی بغض اہلسنت میں گزاری، جھوٹ بولنے میں اس کا کوئی ثانی ہمیں نہیں ملا اور یہ بدترین آدمی ابھی حال ہی میں اپنی عاقبت و آخرت دونوں خراب کر کے اس دنیا سے مر کر مٹی میں مل گیا ہے، خالد محمود کی ان عبارات میں اس بات کی گواہی ہے کہ ہمیں بدعتی کہنے والے جھوٹے ہیں بلکہ ہم سنی اور اہل سنت ہیں، اسی طرح اس جھوٹے آدمی نے یہ بھی سچ بتا دیا کہ آج تک لوگوں کی جیبیں خالی کرنے اور اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے جو گورکھ دھندا وہابیت اسمٰعیلیت نے چلایا ہوا تھا کہ "اہلِ سنت انبیاء کرام کو بشر نہیں مانتے" یہ غلط ہے اور اس بات کی تصریح اکابرین اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ وہ انبیاء کرام کو بشر مانتے اور کہتے تھے اور ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی یاد کر لیں خالد محمود نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی کتاب "العقائد" کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ "وہ اپنی کتاب میں تصریح فرماتے ہیں" جب بشریت کی تصریح موجود ہے تو ان کی کسی مبہم عبارات سے اس کے خلاف مطلب اخذ کرنا وہابی اصولوں سے درست نہیں ہوگا جیسا کہ آگے ہی آ رہا ہے۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی نورالحسن بخاری لکھتا ہے:

نبی کریم ﷺ کی بشریت کا مسئلہ دیوبندی، بریلوی مکاتب فکر میں مختلف فیہ نہیں ہے بلکہ دونوں مکاتب کے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر سولہ آنے متفق ومتحد ہیں۔۔۔ درحقیقت یہ مسئلہ بعض جہلاء کا پیدا کردہ ہے، کسی فرقے کے علماء کو اس سے کوئی تعلق نہیں، نہ یہ علمی مسئلہ ہے، اسے شکمی مسئلہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا جسے بعض جہلاء نے محض پیٹ کے لئے گھڑ کر لوگوں میں انتشار وافتراق کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔۔۔ (بشریت النبی، ص ۱۰، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

قارئین! یہ عبارت ایک وہابی اسمٰعیلی مولوی کی ہے جس میں اس نے ہم اہل سنت کے حوالے سے جہاں مسئلے کو واضح کیا وہیں اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کی جہالت اور علمی لیاقت کا بھانڈا بھی پھوڑ دیا اور اس بات کا کھل کر اعلان کیا ہے کہ یہ مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے جس میں بقول اس کے کچھ بھی فرق نہیں ہے اگر احمدی ساجد خان یہ کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ بشریت توہین ہے تو پھر اسی توہین کے شکار اس کے اپنے وہابی بھی ہوں گے کیوں کہ بقول وہابی سب سولہ آنے متفق ومتحد ہیں، اب وہابی اسمٰعیلی ہم پر لاف زنی کرنے کے بجائے اپنے ہی وہابیوں پر تبرا کرے جنہوں نے اس مسئلہ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو جاہل، شکم پرست، پیٹ کے لئے انتشار پھیلانے والا جیسے عظیم القاب دے کر اس کی اوقات بیان کردی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے **''الفضل ماشھدت بہ الاعداء''** اب ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے یہی کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کرنے کے بجائے خود ہی دیکھ لو کہ دشمن ہمارے عقیدے کی کیسے گواہی دے رہا ہے۔

(۴) وہابی تبلیغی زکریا کے خلیفہ مولوی مختار الدین دیوبندی لکھتا ہے:

ان تصریحات سے اتنا معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات بھی نبی اکرم ﷺ کی بشریت کے قائل ہیں۔

(مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں راہ محبت، ص ۴۱ دارالایمان راولپنڈی)

مزید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اس طرح بعض بریلوی مکتبہ فکر کے بعض علما نبی اکرم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں یا وہ نبی کریم ﷺ کو خدا کا درجہ دیتے ہیں تو ایسے الزامات لگانا ان کے ساتھ بھی بہت زیادتی اور ظلم ہے کیونکہ جب ان کے جید علماء نبی کریم ﷺ کی بشریت کے منکر نہیں اور وہ نبی کریم ﷺ کے علم کلی وذاتی وغیرہ جیسے عقائد فاسدہ سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر بھی وہی الزام لگایا جائے جس سے وہ برأت کرتے ہیں۔ (مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں راہ محبت، ص ۴۸ دارالایمان راولپنڈی)

نوٹ: یہ کتاب درج ذیل وہابی اکابرین کی مصدقہ ہے:

(۱) خلیفہ تبلیغی زکریا بدعتی عبدالحفیظ مکی (۲) وہابی شیخ الحدیث الطاف الرحمن (۳) اسمٰعیلی شیخ الحدیث حمید اللہ جان (۴) احمدی شیخ الحدیث امان اللہ (۵) وہابی مولانا عبدالمنان () وہابی شیخ الحدیث محمد امین۔

لیجئے یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کے کئی وہابی وبدعتی اکابرین کی گواہی ہے جس میں اس بات کا اقرار ہے کہ اکابرین اہلسنت کی تصریحات موجود ہیں کہ ہم انبیاء کرام کو بشر مانتے ہیں اور اس بات کی گواہی بھی موجود ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جیسے جو ہم پر الزام لگاتے ہیں اور پیسے بٹورنے کے لئے اس مسئلہ کو اچھالتے یا کتابوں میں لکھ کر کمائی کھاتے ہیں وہ ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بدعتی زکریا کے بدعتی خلیفہ کی ہی بات مان لے اور اس طرح کے پروپیگنڈے سے باز آئے لیکن جن کی قسمت میں

ہمیشہ کی طرح ذلت ورسوائی ہی لکھی ہوتی ہے وہ اسے ہر موڑ پر تلاش کرتے ہیں جیسا کہ یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی مفتی احمد ممتاز لکھتا ہے:

اعلیٰ حضرت سب انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو جنس بشر ہی میں سے سمجھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں: اجماع اہل السنۃ ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم السلام کے سواء کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم جانے اہل سنت سے خارج ہے (دوام العیش ۲۷، مطبوعہ بریلی شریف) فائدہ: کیا اس میں تصریح نہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشر ہیں اور ایسے بشر ہیں کہ گناہ ان سے صادر نہیں ہوتا۔

(پانچ مسائل، ص ۴۶، ناشر جامعہ خلفائے راشدین کراچی)

وہابی احمدی مفتی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اہلسنت انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں اور اس عقیدے کا اظہار برملا اپنی کتب میں کرتے ہیں اور وہابیہ اسمٰعیلیہ اس بات کو تسلیم کرتے اور اس عقیدے کو متفق بتاتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود بھی اسمٰعیلی ساجد خان کو خارشی کیڑا کاٹتا ہے اور یہ تمام اہلسنت پر الزام لگا کر ان کو حنفیت سے خارج کرتا ہے وہابی اسمٰعیلی نے ہماری نہیں ماننی کیونکہ یہ اس کا آبائی وطیرہ ہے نہ مانے لیکن اپنے ان وہابیوں کی تو مان لے یا اس نے بھی میں نہ مانو کی گولی کھائی ہے۔

(۶) تین وہابیوں اسمٰعیلیوں کی متفق علیہ کتاب میں لکھا ہے:

مسئلہ بشریت تو اب بریلوی امت نے نزاعی بنالیا ہے ورنہ قدیم بریلویت میں یہ مسئلہ اتفاقی ہے دیکھیے بہار شریعت، جاء الحق اور فتاوی افریقہ وغیرہ ان سب میں لکھا ہے کہ نبی انسان ہوتے ہیں۔ (انصاف، ص ۴۹، فارقیہ پبلشرز ہزارہ روڈ حسن ابدال ضلع اٹک)

ایک نہیں بلکہ تین وہابیوں کی متفق علیہ کتاب میں اقرار موجود ہے اور کتابوں کے نام بھی موجود ہیں کہ اہلسنت انبیاء کرام کو بشر مانتے ہیں، یہاں ایک اور بات کا بھی خیال رہے کہ ان وہابیوں نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ تک اہلسنت کو قدیم کہا ہے اور ان تک اس مسئلہ کو اتفاقی کہا ہے اور مفتی صاحب کی وفات بقول وہابی ۱۳۹۱ میں ہوئی تو ۱۳۹۱ تک یہ مسئلہ اتفاقی تھا اور ۱۳۹۱ میں ہی مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی وفات ہوئی تو وہ بھی وہابی اصول سے قدیم اہلسنت میں داخل اور اس اتفاقی مسئلہ سے متفق ہوں گے لہٰذا ان کے حوالے سے جتنی بھی وہابی اسمٰعیلی نے اپنی آبائی چالیں بیان کی ہیں سب کی سب بیکار ہوگئیں۔

(۷) وہابی اسمٰعیلی سرفراز صفدر لکھتا ہے:

بلاشک اکثر بریلوی صاحبان جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کو وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو جنس اور نوع کے لحاظ سے بشر، آدمی اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں۔ (اتمام البرھان، حصہ سوم، ص ۲، مکتبہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اسے کہتے ہیں۔ع جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

وہابی اسمٰعیلی امام المحرفین سرفراز گکھڑوی نے بغض وحسد میں چور چور ہو کر جھوٹ تو بولا لیکن پورا نہ بول سکا اور اس بات کا اقرار کر کے اہلسنت انبیاء کرام کو جنس اور نوع کے لحاظ سے بشر آدمی اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں وہابی ساجد کے منہ پر وہ کالک مل گیا جو وہ بے چارہ ساری زندگی صاف نہیں کر سکے گا، یہ جاہل ہمیں سادات احناف کے مخالف ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے جبکہ اس کے آباء ہمارے سادات احناف کے موافق اور انہی کا ہم عقیدہ ہونے کے اقراری ہیں۔

(۸) وہابی اسمٰعیلی چمار ابوایوب لکھتا ہے:

''ظاہر ہے بریلوی حضرات عید میلاد النبی بشریت کا مناتے ہیں۔'' (پانچ سو باادب سوالات، ص ۵۳، دار النعیم لاہور)

وہابی اسمٰعیلی بتائے گا جب ہم بشریت کوتو ہین سمجھتے ہیں یا اس کے منکر ہیں تو آپ کے استاذ صاحب یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ ہم بشریت کا میلا دمناتے ہیں وہابی اسمٰعیلی صاحب کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے پر آپ تو سب کچھ بیچ کر اس کے بدلے ذلت و رسوائی خرید چکے ہیں۔

قارئین! اس طرح کے ہزاروں حوالے مل جائیں گے جس میں وہابی اسمٰعیلی علماء نے اقرار کیا ہوگا کہ اہلسنت انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں اور اظہار عقیدہ کے لئے کہتے بھی ہیں، لہٰذا اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا اس مسئلہ کو بیان کرنا اور ہمیں سادات احناف کے خلاف ثابت کرنے کی فضول کوشش کرنا اسی کے گھر کے وہابیوں کی تصریحات سے ایسا جھوٹ ہے جو اس کے آباء ہی بول سکتے ہیں، وہابی ساجد خان کو چاہیے کہ ہمارے بارے میں کچھ کہنے کے بجائے اپنے ان وہابیوں کی خبر لے جو اقرار پر اقرار کر رہے ہیں اور اس کو ظالم اور نجانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات حنفیہ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام افضل البشر ہیں بشریت ان کا کمال ہے ان کے متعلق بشریت کا عقیدہ رکھنا ہرگز توہین نہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی نے دعوی تو کر لیا لیکن جب اہل سنت سے اثبات کی باری آئی تو بغلیں جھانکنے لگ گیا اس جاہل کے پاس کوئی ایک بھی دلیل نہیں تھی جس میں کسی بھی سنی معتبر و مستند عالم نے یہ کہا ہو کہ انبیاء کرام کے بارے میں بشریت کا عقیدہ رکھنا توہین ہے حتی کہ جو مبہم اور من مانی عبارات اس جاہل نے پیش کی ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی نہیں کہ انبیاء کے بارے میں بشریت کا عقیدہ توہین ہے اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بزعم خود حلالی ہونے کا دعویدار ہے تو ان عبارات کو پیش کرے جن میں تصریح ہو کہ انبیاء کرام کے بارے میں بشریت کا عقیدہ توہین ہے۔ قارئین! یہ وہابی اسمٰعیلی مر کر مٹی میں تو مل جائے گا، بیچ سمندر میں غرق ہو جائے گا بلکہ دارد یو کی چارپائی کے نیچے دفن ہونا بھی پسند کرے گا پر کوئی ایک عبارت بھی پیش نہیں کر سکے گا جس میں تصریح ہو کہ بشریت کا عقیدہ توہین ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی عادت کے مطابق اپنے اکابرین والی صفت عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے چند مبہم قسم کی عبارات پیش کر کے یہ لایعنی دعوی کر دیا کہ ہمارے نزدیک انبیاء کرام کے بارے میں بشریت کا عقیدہ توہین ہے لیکن ان مبہم عبارات میں بھی کسی ایک میں بھی تصریح نہیں ہے، یہ جناب وہابیہ اسمٰعیلیہ کے مناظر صاحب اور محقق من الحقہ اور اپنے تئیں نہ جانے کیا کیا ہیں، حالت ان کی دیکھیں اور کام ان کے دیکھیں کہ ابلیس بھی ناز کرے کیسے کیسے میری ذریت میں میری ہی خواہش کے بغیر پیدا ہو گئے جو مجھ سے بھی چار قدم آگے نکل گئے ہیں، وہ بھی کہے گا میں کسی پر الزام لگاتا ہوں تو کسی نہ کسی وجہ سے لگاتا ہوں اور میری یہ ذریت تو بغیر کسی تصریح کے ہی دوسروں کو حنفیت سے خارج کرنے میں لگی ہوئی ہے باوجودیکہ خود ان کی اپنی حنفیت نام کی بھی نہیں ہے۔

ہم پر الزام لگانے والے خود حنفی نہیں

ہم پر الزام لگانے والے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اکابرین خود حنفی کیا بلکہ اپنے ہی گھر کے فتوے سے مسلمان نہیں تھے، آپ بھی محو حیرت میں ہوں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو سادات احناف سادات احناف کی رٹ سنانے والے خود ان کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں تو یہ کوئی حیران ہونے کی بات نہیں کیونکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا دعوی حنفیت ہی جھوٹا ہے جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں اور پھر ہر مسئلہ جو وہابی ساجد خان نے بیان کیا ہے تقریبا اس کے اپنے وہابی اکابرین ہی اس کی مخالفت کر رہے ہوتے ہیں اس مسئلہ

میں بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی اس کے ساتھ نہیں ہیں اس نے دعوی میں لکھا ہے کہ:

''سادات حنفیہ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام افضل البشر ہیں''

سادات احناف کا جو عقیدہ خود وہابی اسمٰعیلی نے لکھا ہے اس میں بالکل واضح ہے کہ سادات احناف انبیاء کرام علیہم السلام کو افضل البشر مانتے ہیں جبکہ وہابی اسمٰعیلی سادات احناف کے اس عقیدے کو ماننے کو تیار نہیں بلکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام ہماری مثل بشر ہیں۔

چنانچہ وہابی مولوی عاشق الٰہی بلند شہری لکھتا ہے:

بندوں میں سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو فرمائیں کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں لیکن بریلوی مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرح کا بشر نہ کہو۔ آخر قرآن کے اعلان سے ایسی کیا ناراضگی ہے اور اپنا عقیدہ قرآنی تصریحات کے خلاف رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

(بریلوی علماء ومشائخ کے لئے لمحہ فکریہ، ص ۵۰، دارالاشاعت کراچی)

لیجئے وہابیت اسمٰعیلیت کا عقیدہ کھل کر سامنے آگیا ہے کہ یہ انبیاء کرام کو اپنی طرح کا بشر مانتے ہیں، اوپر سادات احناف کا عقیدہ خود وہابی نے لکھا ہے کہ سادات احناف افضل البشر مانتے ہیں جبکہ وہابیہ اس کا انکار کرتے ہوئے اپنی طرح کا بشر کہتے اور اسی عقیدے کو قرآن سے ثابت کرتے اور پھر اگر کوئی اپنی طرح کا بشر نہ مانے تو اس کو قرآن کے اعلان سے ناراضگی اور مخالفت کا طعنہ دیتے ہیں، یہ بات تو ہم بعد میں ثابت کریں گے کہ انبیاء کرام کو اپنی طرح کا بشر سمجھنا قرآنی عقیدہ ہے، ایمانی عقیدہ ہے یا کفری وشیطانی عقیدہ ہے لیکن یہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ اپنے آباء کی پیروی کرتے ہیں نہ کہ سادات احناف کی، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اپنے آباء کا یہ عقیدہ کہ ''انبیاء کرام ہماری طرح کے بشر ہیں'' سادات احناف سے ثابت کرے اور بتائے کہ وہ کون کون سے حنفی علماء ہیں جو انبیاء کرام کو اپنی طرح کا بشر سمجھتے ہیں اور پھر اس کو قرآن سے ثابت کرتے اور اس کے مخالف کو قرآن کا مخالف کہتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اول کتاب سے جو اپنے اکابرین والا جوڑ توڑ کا کھیل کھیلا ہے ابھی تک وہ اسی میں مصروف ہے اور ہمیں یقین ہے کہ موصوف آخر کتاب تک یہی کھیل ہی کھیل کر اپنی پاگل عوام کو مزید پاگل بنائے گا، اس جاہل آدمی نے جب دعوی ہی صحیح بیان نہیں کیا تو دلائل اس کے مطابق کیسے ہوں گے بحمد للہ ہم نے اپنے اکابرین سے اور پھر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گرگوں سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم انبیاء کرام کی بشریت کے نہ کل منکر تھے نہ آج ہیں اور نہ ہی کل ہوں گے بلکہ ہمارے اکابرین اہلسنت کے نزدیک انبیائے کرام کی مطلقا بشریت کا منکر کافر ہے، جب ہم اس کے منکر ہی نہیں تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بزعم خود جو دلائل صرف اور صرف صفحات کی تعداد زیادہ کرنے کے لئے دیئے ہیں وہ ہمارے خلاف کیسے ہیں بلکہ وہ ہمارے دلائل ہیں لیکن اسمٰعیلی احمدی ساجد خان اپنی آبائی عادات سے مجبور ہو کر واویلا کرتا ہے، اس جاہل کو ہم پر برسنے اور ادھر واویلا کرنے کے بجائے اپنے ان آباء کے عقیدہ پر واویلا کرنا چاہیے جو انبیاء کرام کو اپنی طرح کا بشر مانتے اور پھر اس کو قرآنی تصریحات سے مطابق جانتے ہیں، وہابی پہلے اپنے گھر کی خبر لے اور ان کا عقیدہ سادات احناف کے مطابق کرلے پھر ہم سے بھی بات کرلے لیکن اس نے ادھر بھونکنے کے بجائے ہمیشہ اہلسنت پر ہی بھونکنا ہے کیونکہ اس کو پیسے اسی کے ملتے ہیں اگر یہ ادھر بھونکا تو جو کچھ ادھر سے ملتا ہے وہ سب کچھ تو بند ہو ہی جائے گا لیکن

ساتھ ہی ساتھ جوتے فری میں ملیں گے۔

علمائے اہلسنت کی عبارات کا جواب
مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

(۱) وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

بدعتیوں کے حکیم الامت۔۔مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں: ''ان کو (یعنی نبی کریم ﷺ) کو بشر ماننا ایمان نہیں۔'' (تفسیر نعیمی، ج ا ص ۱۰۰، مکتبہ اسلامیہ لاہور) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۳۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مقام پر اپنے امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کو تو مات دی ہی ہے لیکن اس کے حقیقی آباء یہودیوں کو بھی مات دے دی بلکہ ان کے باپ شیطان کو ہی چاروں شانے چت کر دیا وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان نے مفتی صاحب کی عبارت میں وہ قطع و برید کی کہ تمام وہابی اسمٰعیلی اکابر جن کا کام یہی تھا وہ بھی اپنے اس لعنتی پیرو پر رشک کرنے اور اپنی جہالتوں اور کتر و بیونت کی داستانوں میں نیابت دینے میں فخر محسوس کرنے لگے قارئین! کاش وہابی اسمٰعیلی اپنے حقیقی باپ کو خوش کرنے کے لئے ہاتھ کی صفائی نہ دیکھاتا اور تحریف بازی کا بازار گرم نہ کرتا تو اس عبارت سے وہ کچھ بھی ثابت نہ کرسکتا تھا بلکہ اس میں انبیائے کرام اور بالخصوص سرکار دو عالم ﷺ کے افضل البشر ہونے کا اقرار ہے اگرچہ ابھی بھی اس عبارت میں اس کے دعوی پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس کا دعوی تھا کہ ''بشر ماننا توہین ہے'' وہابی اسمٰعیلی گنگوہی سے چشمہ لے آئے اور ہمیں اس عبارت سے یہ دکھائے کہ ''بشر ماننا توہین ہے'' اس میں کہاں لکھا ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مر کر اپنے خبیث اکابرین کی طرح مٹی میں ملنا تو پسند کرے گا لیکن کبھی بھی صریحا یہ بات اس عبارت سے ثابت نہیں کر سکے گا کہ بشر ماننا توہین ہے، جب اس عبارت میں اس کے دعوے پر دلیل ہی نہیں تو اس عبارت کا ذکر اس نے اپنے آدھے پاگل اکابرین کے پاگل پن کو بیان کرنے کے لئے کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ کوئی اور وہابی اسمٰعیلی اس عبارت سے کچھ اور ثابت کرنے کی کوشش کرے تو میں پہلے سے ہی احمدی اسمٰعیلی ساجد سمیت سب کا منہ بند کر دیتا ہوں اور بتا دیتا ہوں بلکہ دکھا دیتا ہوں کہ ان کے اس بے شرم بے حیاء نے مفتی صاحب کی عبارت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اسی طرح حضور ﷺ کی ظاہری صفات کو مان لینا ایمان نہیں کہ وہ بشر تھے، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام فرمایا کھاتے پیتے تھے سیدنا عبداللہ کے فرزند تھے، آمنہ خاتون کے لخت جگر نور نظر تھے۔ کیونکہ یہ تو ان کے ظاہری اوصاف ہیں اس کے کفار بھی قائل تھے بلکہ حضور پاک علیہ السلام کے چھپے ہوئے اوصاف کو ماننے کا نام ایمان ہے یعنی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اس کے پیارے ہیں تخت و تاج والے ہیں شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ہیں ﷺ یہ اوصاف ظاہر میں محسوس نہیں اس لئے ان کو ماننا ہی ایمان بالغیب ہوگا وہابیہ اور دیوبندیہ کا حضور ﷺ کی بشریت کے پیچھے پڑ جانا محض بے دینی ہے **ان کو بشر ماننا ایمان نہیں** بلکہ ان کو مصطفی ماننا رحمۃ للعالمین ماننا ایمان ہے اسی لئے کلمہ پڑھا جاتا ہے محمد رسول اللہ نہ کہ محمد بشر بلکہ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو صرف خالق ماننے کا نام بھی ایمان نہیں کیونکہ اس کا خالق اور رزاق وغیرہ ہونا مثل ظاہر کے ہے بلکہ اس کو رب محمد رسول اللہ ماننا ایمان ہے۔۔۔ (تفسیر نعیمی جلد ا، ص ۱۲۷، نعیمی کتب خانہ گجرات)

بدعتی و لعنتی اکابرین کے پیرو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی قطع و برید اور ہاتھ کی صفائی آپ نے دیکھ لی اس جاہل نے اپنے شیطانی

آباء کی پیروی میں شیطان کوخوش کرتے ہوئے مفتی صاحب کی عبارت کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا،توہین انبیاء کرام ثابت کرنے والے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی تو کوئی اوقات نہیں نہ علمی اور نہ ہی کوئی اور میں اس کے اندھے پیروکاروں سے کہتا ہوں کہ بتاؤ مفتی صاحب کی اس عبارت میں کیا توہین ہے اور کس بات کا انکار ہے، یہ سب کچھ بتانے سے پہلے گنگوہی سے چشمہ ضرور لے لینا تاکہ کچھ نظر آئے ورنہ یہ وہابی تو اس سے بھی زیادہ اندھا ہے کہ اس کو گندم کا دانہ تو نظر آیا پر اس وہابی اسمٰعیلی کو" بلکہ ان کو مصطفی ماننا رحمۃ للعالمین ماننا ایمان ہے" نظر نہیں آیا کیوں؟ اس کا جواب خود **وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہی دیا ہے لکھتا ہے: مجھے** حیرت ہورہی ہے کہ مفتی صاحب کس دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہوئے اتنا بھی نہیں شرماتے کہ کل کو کوئی ان حوالہ جات کی جانچ پڑتال بھی کرسکتا ہے مگر جنہیں اللہ کا خوف نہ رہا وہ مخلوق سے کیا شرمائیں؟ (آزر حضرت ابراہیم کے والد تھے بجواب آزر کون تھا،ص ۱۰۲، جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی کہے ہوئے میں اپنی گندی شکل دیکھ لے تاکہ اس کو کچھ سکون ملے۔قارئین! مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں کسی قسم کی کوئی ایسی بات نہیں لیکن الوہابیۃ الاسمعیلیۃ قوم لایعقلون ہے۔

صدرالافاضل بدرالاماثل علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے: (۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز و بدعتی صدرالافاضل جناب مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں۔" مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔اسی لیے قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔" (خزائن العرفان: ص مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے لعنتی اکابرین (اگر یہ خبیث صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کو بدعتی کہہ سکتا ہے تو ہم بھی جواباً اس کے وہابی اکابرین کو لعنتی کہہ سکتے ہیں) کی پیروی کرتے ہوئے انہی والے کاموں عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے یہ جاہل ہر جگہ اپنی جہالت ہی دیکھاتا اور اپنی علمی اوقات بتلاتا ہے یہاں بھی اس نے جہالت دکھانے کے لئے صدرالافاضل بدر لماثل مفتی نعیم الدین علیہ الرحمۃ کی ایک مبہم عبارت پیش کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے، ہم آپ کے سامنے مفتی صاحب کی عبارت کی توضیح بیان کردیتے ہیں جس سے عبارت بالکل واضح ہوجائے گی اور ساتھ ہی ساتھ وہابی اسمٰعیلی کے گھر سے چند اصول بھی بیان کردیں گے جس سے وہابی اسمٰعیلی کی توہین توہین کی یہ رٹ اپنی موت آپ مرجائے گی اور یہ بات ظاہر ہوجائے گی کہ دوسروں کو اصول سمجھانے اور بتا کر ٹھوسنے کی کوشش کرنے والے اپنے ہی گھر کے اصولوں پر عمل نہیں کرتے، ہم سے منوانے یا ہمیں ہمارے اصول دکھانے سے پہلے اپنے اصولوں پر خود عمل کریں پھر ہم سے بات کریں۔

اولاً: صدرالافاضل بدرالاماثل علیہ الرحمۃ کی عبارت وضاحت کے ساتھ پیش ہے:

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی (خواص بشر از ناقل) کو (اپنی مثل از ناقل) بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔اسی لیے قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کو (اپنی مثل از ناقل) بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔

لیجئے! صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی وہ عبارت جو وہابیہ اسمعیلیہ کی سمجھ سے بالاتر تھی وہ اب بالکل واضح ہوگئی، ہوسکتا ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ اپنے جاہل اکابرین کی طرح یہ کہیں کہ جی یہ وضاحت کیوں؟ اور کیسے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی عقل بد میں گھسیڑنے کے لئے اور یہ آپ ہی کے گھر کا اصول ہے کہ قرائن کے موجود ہوتے ہوئے اہل زبان بہت سی عبارات حذف کردیتے ہیں، صدرالافاضل

بدر المماثل علیہ الرحمۃ نے بھی یہ الفاظ حذف کر دیئے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔

چنانچہ ۶۱۶ وہابیوں کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

اگر چہ لفظوں میں معبود کا لفظ نہیں بیان فرمایا مگر قرینہ ایسا واضح موجود ہے کہ اس لفظ کے بغیر ذکر کئے ہوئے مراد سمجھی جاتی ہے اہل زبان قرائن کے موجود ہوتے ہوئے بہت سی عبارات حذف کرتے ہیں اور سب اہل زبان ان کا مطلب سمجھتے ہیں۔

(قہر آسمانی، ص ۳۹۰، تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

یہ وہابیہ اسمعیلیہ کا اپنا اصول ہے وہابی ہمیں اپنے اصولوں پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود اپنے اصولوں پر عمل نہیں کرتے کیوں؟ کیونکہ اگر اس پر عمل کرلیں تو وہابیہ جولن ترانیاں صبح، شام کرتے ہیں سب ختم ہوجائیں، میں وہابیہ اسمعیلیہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں سے کہنے اور ان سے منوانے کے بجائے پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر خود عمل کرلو، صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی عبارت میں اس بات پر واضح قرینہ یہ ہے ''اسی لیے قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا'' قرآن کریم میں کئی مقامات پر انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: فقال الملأ الذین کفر من قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم۔ (سورۃ مومنون آیت ۲۳)

ایک اور مقام پر ہے:

واسروا النجوی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۲)

ایک اور مقام پر ہے:

قالوا انما انت من المسحرین وما انت بشر مثلنا۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۸۴)

ایک اور مقام پر ہے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔ (سورۃ یٰسین، آیت ۱۴)

ہم نے یہ چند آیات ذکر کر دیں ہیں جن میں واضح طور پر وہی بات موجود ہے جو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کہنا چاہتے تھے، اب وہابیہ اسمعیلیہ کو چاہیے کہ اپنے اکابرین کی قبروں پر مراقبہ کر کے نیا کام لیں کیونکہ پرانے پر تو پانی پھر چکا ہے اور وہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں سے ہی تباہ ہو چکا ہے۔

ثانیاً: وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کا اصول ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی واضح عبارات میں بیان کئے گئے مفہوم کے مطابق لیا جاتا ہے۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی عبدالقدوس قارن لکھتا ہے:

حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی واضح عبارات میں بیان کئے گئے مفہوم کے مطابق لیا جاتا ہے۔

(اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور، ص ۳۰، عمر اکادمی)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی دوسری عبارات کے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر ہی متعین کیا جاتا ہے۔ (اظہار الغرور فی

کتاب آئینہ تسکین الصدور، ص ۱۵۸، عمر اکادمی)

ہم ماقبل میں صدر الا فاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ کی واضح عبارت بیان کر چکے ہیں جن میں حضرت علیہ الرحمۃ انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں اور خود وہابیہ اسمعیلیہ نے اقرار کیا ہے کہ صدر الا فاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ انبیاء کرام کو بشر مانتے ہیں۔

دیوبندی وہابی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے:

پھر یہ بھی یادرکھیے کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر میں کوئی اختلاف نہیں مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بریلوی مکتب فکر کے مسلم بزرگ اور پیشوا ہیں۔ وہ اپنی کتاب العقائد میں تصریح فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے وحی آتی ہے۔ (عبقات، جلد ا، ص ۴۰، دار المعارف لاہور)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کوئی گٹر تلاش کرنا چاہیے یہ جاہل اپنے اکابرین والی جہالت دکھا کر توہین توہین کی رٹ لگاتا ہے لیکن اسی کے اپنے ہی اس پر پانی پھیر کر اس کو ڈوب مرنے کا موقع دیتے ہیں۔ ہم وہابیہ اسمعیلیہ کے اسی اصول کے مطابق یہ عبارت سمجھاتے ہیں صدر الا فاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ کی واضح عبارت میں انبیاء کرام کو بشر کہا گیا ہے اور اس کا اقرار خود وہابیہ نے بھی کیا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نقل کی ہوئی عبارت کا مفہوم اس واضح عبارت کے مطابق وہی بنتا ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے، یعنی انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے میں ان کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی مثل بشر کہنے والوں کو قرآن پاک میں کافر کہا گیا ہے، لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان کی توہین توہین کی رٹ اسی کے گھر سے ناکام و نامراد ہوئی۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاذ اور اپنی ہی بیٹیوں پر بری نظر رکھنے والا بدکار الیاس گھمن ایک اصول بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر کسی عالم دین کی بات میں کسی جگہ اختصار ہے اور کسی دوسری جگہ تفصیل تو تفصیلی بات کا اعتبار ہوگا۔ (جی ہاں فقہ حنفی قرآن حدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۲، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

اب اسی اصول کے تناظر میں صدر الا فاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ کی عبارت بھی دیکھ لیتے ہیں، چنانچہ خود صدر الا فاضل بدر الماثل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے خزائن العرفان ہی میں کئی مقام پر وہی بات لکھی ہے اور اسی بات کو گمراہی و کفر قرار دیا ہے جو ہم نے مفتی صاحب کی عبارت کی وضاحت میں بیان کی ہے۔

(ا) صدر الا فاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اس آیت " فقال الملأ الذين كفروا من قومه ما نرك الا بشرا مثلنا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں قرآن میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت بد نصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہتے اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں اللہ تعالی انہیں گمراہی سے بچائے۔ (خزائن العرفان، ص ۴۰۳، پاک کمپنی)

یہ کسی اور کی نہیں بلکہ خود صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے جس میں آپ نے واضح الفاظ میں ان لوگوں کے اسلام سے محروم ہونے اور گمراہ ہونے کا ارشاد فرمایا جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور آج کے دور میں بھی جو اس طرح کا عقیدہ رکھتے

ہیں ان کی گمراہی کو بھی واضح کیا، لہٰذا خود ان ہی کی عبارت سے وہی وضاحت ہو گئی جو ہم نے ماقبل میں کی ہے اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے باپ کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنی بک بک بند کرے اور اگر وہ اپنے باپ کے اصول پر عمل نہیں کرتا تو ہمیں کس منہ سے کہتا ہے یا کہے گا۔

(۲) ایک اور آیت مبارکہ ''واسروا النجوی الذین ظلموا اھل ھذا الا بشر مثلکم'' کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

یہ کفر کا اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہیں لائے گا حضور کے زمانے کے کفار نے یہ بات کہی اور اس کو چھپایا لیکن آج کل کے بعض بیباک یہ کلمہ اعلان کے ساتھ کہتے ہیں اور نہیں شرماتے کفار یہ مقولہ کہتے وقت جانتے تھے کہ ان کی بات کسی کے دل میں جمے گی نہیں کیونکہ لوگ رات دن معجزات دیکھتے ہیں وہ کس طرح باور کر سکیں گے کہ حضور ہماری طرح بشر ہیں اس لئے انہوں نے معجزات کو جادو بتا دیا اور کہا۔ (خزائن العرفان، ص۵۷۹، پاک کمپنی)

اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں صدر الافاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ کی تربت پر ایک طرف تو واضح یہ عقیدہ بیان کیا انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں اور دوسری طرف اپنی اس عبارت کی جو قرائن کے اعتبار سے قابل اشکال ہی نہیں تھی اس کی بھی اپنی دوسری عبارات میں گویا خود ہی وضاحت کر کے وہابیہ اسمعیلیہ کے ان مکاروں اور حیلہ بازوں کا منہ خاک میں ملا دیا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے کو کفر کا اصول فرما کر واضح کر دیا کہ انبیاء کو بشر کہنا کفر نہیں بلکہ اپنی مثل بشر کہنا کفر ہے۔ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بھی اس مبہم عبارت کی وضاحت کے لئے کافی اور مرض وہابیہ کے لئے دوائے شافی ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بیچارہ روئے گا کیونکہ اس نے اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی سے جو کفریہ گن مشین خریدی تھی وہ تباہ و برباد ہو چکی ہے اور وہابی اسمٰعیلی کے پاس اس چیز کے سوا کچھ نہیں؟

(۳) ایک اور آیت ''وما انت الا بشر مثلنا'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبوت کا انکار کرنے والے انبیاء کی نسبت بالعموم یہی کہا کرتے تھے جیسا کہ آج کل کے بعض فاسد العقیدہ کہتے ہیں۔ (خزائن العرفان، ص۶۷۴، پاک کمپنی)

وہابیت اسمٰعیلیت کی توہین ساز مشین میں ایک اور کیل ٹھوک کر بیچاری کو کہیں کا نہیں چھوڑا اور بالکل واضح بیان کر دیا کہ نبوت کا انکار کرنے والے انبیاء کرام کو اپنی مثل کہتے تھے اور آج ان کے بھائیوں کا بھی یہی وطیرہ ہے، یہ عبارت بھی اس مبہم عبارت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ انبیائے کرام کو اپنی مثل بشر کہنا جرم ہے اور اظہار عقیدے کے لئے بشر کہنا درست اور ماننا جزو ایمان ہے۔

''وہابی کفریہ مشین میں آخری کیل''

ایک آخری عبارت بیان کرتا ہوں جس سے خود صدر الافاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ کی اپنی ہی عبارت سے اس مسئلہ کی خوب وضاحت ہو جائے گی اور وہی ہو گی جو ہم نے بیان کی ہے اور یہ عبارت وہابی اسمٰعیلی کی اسمٰعیلی کفریہ مشین کے لیے آخری کیل ثابت ہو گی۔

(۴) چنانچہ صدر الافاضل بدر الماثل علیہ الرحمۃ آیت مبارکہ ''قل انما انا بشر مثلکم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کہ مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں اور صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور حقیقت و روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء اوصاف بشر سے اعلیٰ ہیں جیسا کہ شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام و ظواہر تو حد بشریت پر

چھوڑے گئے اور ان کے ارواح و بواطن بشریت سے بالاتر اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلا نہ رہے اور غلبہ انوار حق آپ پر علی الدوام حاصل ہو بہر حال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی مثل نہیں اس آیت میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تواضع کے لئے فرمایا گیا یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (خازن) **مسئلہ کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنے مثل کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت وعظمت بہ طریقہ تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالی نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے ہوں اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر کہ ومہ میں پایا جائے ان کے کمالات نہ ماننے کا مشعر ہے سوئم یہ کہ قرآن کریم میں جابجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل کہتے تھے اور اسی گمراہی میں مبتلا ہوئے** (خزائن القرآن، ص ۵۴۸، پاک کمپنی)

لیجیے یہ پورا اقتباس اور بالخصوص انڈر لائن عبارت وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اپنے ہی اصول کے مطابق اس کو بیچ سمندر غرق کرنے کے لیے کافی ہے وہابی اسمٰعیلی ادھر ادھر کی ہانکنے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے ورنہ دوسروں سے کچھ کہنے کی ہمت نہ کرے۔

رابعاً: ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی اسمٰعیلی اپنی عقل بد کی وجہ سے صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی عبارات میں تعارض ثابت کرنے کی کوشش کرے تو پہلے سے ہی **وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ الیاس گھمن کا اصول حاضر ہے لکھتا ہے:**

اگر کسی عالم کی بات میں تعارض یا تضاد ہو تو اس کی آخری بات کا اعتبار ہوگا اگر یہ معلوم نہ ہوسکے تو چھوڑ دیں گے۔ (جی ہاں فقہ حنفی قرآن حدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۲، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بہت پہلے کی ہے جبکہ آپ نے اسی تفسیر میں کئی مقامات پر انبیاء کرام کے بشر ہونے کو بیان فرمایا ہے اور اسی طرح انبیائے کرام کو اپنی مثل بشر کہنے کو کفر و گمراہی کہا ہے لہٰذا گھمن کے اصول کے مطابق صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی بعد والی عبارات کا اعتبار ہوگا اور اس عبارت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مزید روئے کیونکہ اس کے گھر کے اصولوں نے ہی اس کو تباہ کر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی ہمیں ہمارے اصول دکھانے سے پہلے اپنے اصولوں پر عمل کرے، ورنہ ہمیں اصول اصول کی رٹ سنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا جواب

(۳) بدعتی جنید زماں ابو عبدالوہاب مولانا عمر اچھروی صاحب (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں۔ ''اللہ تعالی سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کر سکتا سوائے ان تین مذکورہ طریقوں کے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالی بالمشافہ ہم کلام ہوئے۔'' (مقاس حنفیت، ص ۲۴۹) یعنی نبی اللہ تعالی سے تین طریقوں سے ہم کلام ہوسکتا ہے، ایک وحی کے ذریعہ دوسرا پردے کے پیچھے، تیسرا ارسال ملک کے ذریعے اور معراج کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تینوں طریقوں کے علاوہ بالمشافہ (ڈائریکٹ) اللہ تعالی سے ہم کلام ہوئے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ بشر نہیں۔ حالانکہ یہ استدلال مبنی جہالت ہے تفصیل ہماری کتاب ''دروس مناظرہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۴) موصوف مزید لکھتے ہیں۔ ''نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا سنت ملائکہ نہیں ہے بلکہ سنت ابلیسی ہے۔'' (مقیاس النور، ص ۱۹۵، مکتبہ سلطانیہ لاہور) اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے فقہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر بلکہ افضل البشر کہہ رہے ہیں ان کی بشریت یعنی انسانی تک و بیان کر رہے ہیں یہ سب معاذ اللہ سنت ابلیسی پر کار بند ہیں؟ (۵) موصوف مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں: ''ہاں ابلیس کا عقیدہ بشر کہنے کا ہے ابوجہل اور باقی

کفار کا کہنا بھی یہی تھا...... جب ملائکہ نے نہیں کہا ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا یہ سنت ملائکہ نہیں ہے اور بشر کہنا سنت ابلیس ہے۔'' (مقیاس النور،ص ۲۰۱) (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۳۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی جب تک اپنے اکابرین والے کام نہ کرے اس کا گزارہ نہیں ہوتا وہابی اسمعیلی کیونکہ سرتا پا عیاری مکاری اور دھوکہ بازی میں غرق ہے لہٰذا ہر جگہ یہی کام کرتا اور اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بناتا ہے قارئین! اس مقام پر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کانٹ چھانٹ کر کے جو عبارات پیش کی ہیں ان سے ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا جو وہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اولاً: ہم ماقبل میں وہابیہ اسمعیلیہ کا اصول بیان کر چکے کہ'' حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی واضح عبارات میں بیان کئے گئے مفہوم کے مطابق لیا جاتا ہے۔'' لہٰذا اس اصول کے مطابق علامہ اچھروی صاحب کی عبارت کا وہ مفہوم بنتا ہی نہیں جو وہابی اسمعیلی بیان کر رہا ہے کیونکہ علامہ صاحب خود انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں تو آپ کی ان عبارات کا مفہوم جو کہ انہی عبارات میں موجود ہے وہ یہ کہ (۱) جس طرح شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو اپنی تخلیق کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور بشر کو حقیر ثابت کیا اس طرح انبیاء کرام کی بشریت کو بیان کرنا سنت ابلیس ہے نہ کہ سنت ملائکہ، جیسا کہ **آپ خود بیان فرماتے ہیں:**

نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا سنت ملائکہ نہیں ہے بلکہ سنت ابلیسی ہے۔

اب شیطان نے نبی کی حقیقت انسانی کیسے بیان کی تو اس کو بھی علامہ صاحب نے اس عبارت سے کچھ پہلے ہی بیان فرمایا ہے **آپ لکھتے ہیں:**

قال یا ابلیس مالك الا تکون مع الساجدین۔ اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔ تو ابلیس نے جواب دیا: قال لم اکن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون۔ میرے لئے لائق نہیں ہے کہ میں ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے بجنے ہوئے کیچڑ سے بنایا۔

قارئین! یہ ہے حقیقت جو کہ علامہ صاحب نے خود ہی بیان فرمائی ہے، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بیان کرے کہ فرشتوں نے کہیں بھی اس طرح نبی کی حقیقت انسانی کو بیان کیا ہو، اگر نبی کی حقیقت انسانی جس طرح ابلیس نے بیان کی اور فرشتوں نے بیان نہیں کی تو یہ ابلیس ہی کی سنت ہوئی نہ کہ فرشتوں کی۔ یہ تھی علامہ عمر اچھروی صاحب علیہ الرحمۃ کی اپنی عبارت کی اپنی وضاحت جو وہابی اسمعیلی نے سمجھی نہیں اور اپنے اکابرین والے کام پر لگ گیا، میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کہ آپ بتائیں علامہ صاحب کی اس عبارت میں ایسی کون سی بات ہے جس کو لے کر وہابی اسمعیلی نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے اور اپنے اکابرین والی گن مشین چلا چلا کر توہین توہین کی رٹ لگاتا ہے۔ (۲) علامہ صاحب نے بشر بشر کی رٹ لگانے سے منع کیا ہے جیسا کہ آپ اسی عبارت سے پہلے (جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے نقل کیا ہے) **لکھتے ہیں:**

دوسری بات ابلیس نے صرف ایک دفعہ نبی اللہ کو (حقارت میں از ناقل) بشر کہا ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بنا کر دوزخی بنا دیا گیا تو جو لوگ ہمیشہ اس کی سنت کو ادا کرتے ہوئے دن رات اپنے مصطفی نبی الانبیاء ﷺ کو بشر کی رٹ لگانے والے ہیں خدا جانے ان کو کون سے طبقے میں جگہ دے گا۔ (مقیاس النور،ص ۱۹۵، مکتبہ سلطانیہ لاہور)

علامہ صاحب کی یہ عبارت بھی وضاحت کر رہی ہے کہ انبیاء کرام کو حقارت سے بشر کہنا سنت ابلیس ہے اور جو آج اس کی رٹ لگاتے ہیں تو وہ بھی اسی کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور یہ ملائکہ کی سنت نہیں۔ (۳) علامہ صاحب بیان کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام کی تخلیق

بشری کو بیان کرنا اور آگے کے اوصاف چھوڑ دینا یہ سنت ابلیس ہے نہ کہ مطلق بشر کہنا جیسا کہ وہ عبارت (جس کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے نقل کیا ہے اس سے پہلے سوال جواب موجود ہے اور یہ عبارت بھی اسی سوال جواب کے ضمن میں ہے) اس میں **آپ لکھتے ہیں:**

سوال: مولوی صاحب نبیوں کو بشر کہنا یہ سنت اللہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون۔

جواب: تم آگے کیوں نہیں پڑھتے: فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ پھر جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنے روح پھونک دوں تو تم اے فرشتو! اس کے سامنے سجدے میں گر جانا، خالق نے "خالق بشر" فرمایا ہے اور مخلوق کو "فقعوا لہ ساجدین" کا حکم بھی فرمایا ہے تم اگر خالق ہو تو خالق والی بات کہو اور اگر مخلوق ہو تو مخلوق کی سنت ادا کرو آگے فرمایا "فسجدوا الا ابلیس" سب ملائکہ سجدے میں گر کر مقبول ہوگئے اور ابلیس کی نظر بشریت پر پڑ گئی "من روحی" کو چھوڑ دیا مردود ہو گیا "من روحی" کو مدنظر نہ رکھا۔ (مقیاس النور)

لیجیے! یہ علامہ صاحب کی اپنی ہی عبارت ہے اور اسی عبارت سے پہلے ہے جس کو کانٹ چھانٹ کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے پیش کیا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد کو کھلم کھلا کہتا ہوں کہ وہ علامہ عمر اچھروی صاحب علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت نقل کرے اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دے اور پھر دیکھے کہ اس کو کتنے جوتے پڑتے ہیں یہ اپنے اکابرین کی طرح ہر کسی کو جاہل سمجھتا ہے ہر کوئی تو جاہل نہیں پر وہابی احمدی ساجد اپنے اکابرین کی طرح ضرور ہے کہ اتنی سیدھی اور صاف عبارت بھی اس کے پلے نہیں پڑتی اور توہین توہین کی رٹ لگاتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی تابوت میں ایک اور کیل

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کیونکہ اپنے گھر کی کتابوں اور اس کے اصولوں سے بالکل جاہل ہے جس کی وجہ سے غیر متعلقہ عبارات ہی عبارات نقل کرتا جاتا ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ ان عبارات کا مفہوم کیا ہے اور لینا کیا ہے، ہم نے علامہ عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا مفہوم انہی کی عبارات سے بیان کر دیا ہے اگر پھر بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کوئی اعتراض ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ علامہ صاحب کی عبارات کا مفہوم فقط اتنا ہے کہ بشر بشر کی رٹ لگانا یا اپنی مثل بشر کہنا یا اس انداز میں تخلیق انبیاء کو بیان کرنا جس انداز میں شیطان نے کی تھی یہ درست نہیں ہے یہ سنت ابلیس ہے، باقی انبیاء کرام علیہم السلام بشر ہیں یہ وہ بھی مانتے تھے اور اہلسنت بھی مانتے ہیں، یہ وضاحت ہم نے اس لئے بیان کی ہے کیونکہ **وہابی اسمٰعیلی مولوی رشید احمد ایک اصول بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:**

(۱) یہ امر معقول اور مسلم ہے کہ کسی کے کلام یا تحریر کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو متکلم یا محرر نے خود بیان کرے۔ (۲) متکلم یا محرر نے خود کوئی وضاحت نہیں کی تو اس کے کلام یا تحریر کا مفہوم وہ لیا جائے گا جو اس کے خواص و مقربین بیان کریں، کیونکہ اغیار کی بنسبت احباب و اقارب مراد متکلم سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت، ص ۳، دارالافتاء والاشاد ناظم آباد کراچی)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اپنے گھر کے اس امر معقول و مسلم پر عمل کرتے ہوئے اعتراضات سے باز آنا چاہیے ورنہ دوسروں کے مسلمات کا نام نہیں لینا چاہیے، دوسروں کو اصول سکھانا اور خود اپنے اصولوں پر عمل نہ کرنا وہابیت اسمٰعیلیت کی وہ عادت بد ہے جس پر اس کے اکابرین عمل پیرا تھے اور اصاغرین بھی انہی کے کرتوت پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھر کے اصول ماننے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

''وہابی اسمعیلی حلالی ہے تو ادھر بھی فتوی لگائے''

وہابی اسمعیلی کا مقصد چونکہ اپنے اکابرین کی طرح جوڑ توڑ کا کھیل کھیلنا ہے لہٰذا قطع و برید، کتر و بیونت اور ہیرا پھیری سے کام لینا اس کا مشغلہ ہے، ہم نے اکابرین اہلسنت کی عبارات کا مفہوم بیان کر دیا ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے اصولوں سے ان کا بے غبار ہونا ثابت کر دیا ہے ابھی ہم بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کچھ دکھاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دوسروں کی عبارت تو ایسے ہی نقل کر دیتا ہے اب اس عبارت پر بھی فتوی لگا تا کہ معلوم ہو کہ تو کونسی حنفیت پر عمل پیرا ہے۔

چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تا تو می بینی عزیزاں را بشر ... داں کہ میراث بلیس ست آں نظر

جب تک تو معززین (بارگاہ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے۔۔سمجھ لے یہ نگاہ شیطان کی میراث ہے۔

(مثنوی مولوی معنوی مترجم وہابی، جلد ۱ ص ۴۰۵، اسلامی کتب خانہ لاہور)

لو جی! مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیت اسمعیلیت کے سستے فتووں کو داؤ پر لگا دیا، وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان جس کا قلم ابھی تک بہت جوش میں تھا اور ظاہر الفاظ کو لے کر بہت چل رہا تھا اور سادات احناف کی رٹ اور ان پر فتووں کی باتیں کر رہا تھا اب اس کو کچھ سکون ملا ہوگا کیونکہ یہ کہنے والی ہستی کوئی اور ہے اور قلم جہاں چل رہا تھا وہاں بغض کچھ اور ہے۔ اب وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان بتائے گا کہ انبیاء کرام کو بشر سمجھنا ابلیس کی میراث ہے؟ اگر ہے تو پھر تھوڑی دیر پہلے سادات احناف کی جھوٹی محبت میں یہ جو کہہ رہا تھا کہ: ''اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے فقہا جو نبی کریم صلی لالہ علیہ وسلم کو بشر بلکہ افضل البشر کہہ رہے ہیں ان کی بشریت یعنی انسانیت کو بیان کر رہے ہیں یہ سب معاذ اللہ سنت ابلیسی پر کاربند ہیں؟'' وہ یہاں بھی کہے گا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سارے فقہا جو انبیاء کرام کو بشر سمجھ رہے تھے وہ سب شیطان کی میراث لے رہے تھے، اس کے نزدیک تو ہاں اور صرف ہاں میں جواب آئے گا اور ہمارے نزدیک نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ اس عبارت کا مطلب وہ ہے ہی نہیں جو ظاہر عبارت سے مفہوم ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم نے علمائے اہلسنت کی عبارات کا بیان کیا ہے جب اس کے نزدیک وہ مفہوم معتبر نہیں تو یہ کیسے معتبر ہوگا، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کی پینترے والی آبائی مشین آئے گی اور ایسے ایسے پینترے بدلے گی کہ الامان والحفیظ۔ لیکن اتنا ضرور کہہ دوں کہ وہ جو مرضی کرے گی پر اسی کے فتوؤں کو مات دے گی اور اسی کی علمی اوقات بتا کر سب کو سمجھائے گی کہ وہابیت کیا ہے اور اس کی اوقات کیا ہے۔

''پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب''

(۶) بدعتی مناظر مولانا عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابوالبشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔'' (مخلصانہ کاوش، بجواب مخلصانہ کوشش، ص ۱۹۱، مکتبہ مجیدیہ رحیم یار خان) یہ عبارت سعیدی صاحب نے اپنے قمر الاسلام جناب پیر قمر الدین سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۰۱ھ) کے ملفوظات ''انوار قمریہ، ج ۱، ص ۹۴'' سے لی ہے۔ مقصود دونوں کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلے بشر یعنی آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھے تو ان کو بشر ماننا یا کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہ تھے، معاذ اللہ!! (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

نوٹ: کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اقرار کیا ہے کہ یہ عبارت پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی ہے لہٰذا ہم نے انھی کی

طرف اس کو منسوب کر دیا ہے۔ نیز وہابی نے کچھ پی کر کتاب کا نام اور صفحہ تحریر کیا ہے یا ہو سکتا ہے کہ کمپوزر نے ہی غلطی کی ہو۔ وہابی اسمٰعیلی نے عبدالمجید سعیدی صاحب کو بدعتی لکھا ہے اگر ہم جواباً اس کے اکابرین کو لعنتی، خنزیر لکھیں تو اس کو غصہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ابتدا اس نے کی ہے۔ ہمارا ردعمل تو جواب آں غزل کے قبیل سے ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان واقعی عقل کو تین طلاقیں دے کر مغلظہ کر چکا ہے اور اب حلالہ کروانے کو بھی تیار نہیں ہے جس کی وجہ سے بیچارہ نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوشش کر سکتا ہے بس الفاظ کا ہیر پھیر کر کے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنانے کا اس نے ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے، اس جاہل آدمی میں ایک عام سی اردو عبارت سمجھنے کا بھی سلیقہ نہیں لیکن ہے یہ بد قسمتی سے وہابیوں کہ مَناظر اسلام ہے، واہ وہابیو واہ! کیسا مَناظر تیار کیا ہے جس کو ایک اردو کی عبارت بھی سمجھ میں نہیں آتی، جاہلو! پہلے اس کو اردو پڑھنا اور سمجھنا تو سکھاؤ، پھر اس کو کوئی القاب اپنے نام کے ساتھ لکھنا بھی بتاؤ۔

قارئین! پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں بشریت پر کلام ہی نہیں بلکہ وہ تو سرکار دو عالم ﷺ کی حقیقت پر کلام کر رہے ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس حقیقت کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ''اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابو البشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔''یعنی محبوب کریم ﷺ کی حقیقت جو پہلے بشر ابوالبشر علیہ السلام سے بھی پہلے موجود ہے اس کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے، یہ ہے اس عبارت کی وضاحت جس کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی علمی یتیمی یا عقل نہ ہونے کی وجہ سے نہ سمجھ سکا اور اپنے اکابرین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دھوکہ بازی میں پہلے نمبر حاصل کرنے لگا لیکن بے چارہ ناکام ہو گیا۔ ہم نے یہ وضاحت اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ یہ وضاحت خود اس عبارت میں موجود ہے جس میں اس وہابی اسمٰعیلی نے اپنے امام المحرفین کی طرح کانٹ چھانٹ کی ہے لہٰذا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت پیش کر دیتے ہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اہلسنت پر تبرا بازی کرنے کے لئے اپنے لعنتی اکابرین کی طرح کیا کیا گل کھلائے ہیں۔

چنانچہ علامہ عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

۔۔۔حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ نے فرمایا: محمد رسول اللہ ﷺ حقیقۃ آپ ﷺ کی رسالت عامہ پر بین ثبوت ہے جو آپ ﷺ کا خاصا ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی آخر الزمان محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لانے کا جو حکم فرمایا گیا اور ان سے عہد لیا گیا آیت کریمہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین سے ظاہر ہے (انوار قمریہ۔۔) نیز اسی میں (صفحہ ۹۴ پر) لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلا بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حضور ﷺ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا: کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد۔ دوسرا فرمان ہے کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین۔ نیز تیسرا ارشاد اقدس ہے: کنت نبیا و آدم لمنجدل فی الطین۔ اندازہ لگائیں جو ذاتِ اقدس سب سے پہلے بشر (ابوالبشر) سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہے۔ **<u>اس میں شک نہیں آپ ﷺ لباس بشریت میں تشریف لائے تا کہ انسان و بشر کو ذات باری تعالیٰ کی معرفت و تعلیم سے نوازیں (الی) ورنہ حقیقت محمدیہ قطعاً بشری نہیں محبوب کبریا ﷺ کی حقیقت تو وہی ہے جو صحیح روایات سے ثابت ہے</u>**۔۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام حضور سید عالم ﷺ کی حقیقت مقدسہ کو سب سے اول نیز اسے زمانہ قبل تخلیق آدم علیہ السلام سے نبوت سے متصف اور آپ ﷺ کو نبی الانبیاء مانتے تھے جو اس وقت ممکن ہے کہ آپ کی نبوت دائمہ مستمرہ ہو نیز یہ کہ نبوت اصل میں آپ کے نور و روح مبارک کی صفت ہے۔ پس نور و روح مبارک جہاں جہاں ہوں گے آپ نبی ہوں گے جو

دوامِ نبوت کی مکرر دلیل ہے۔(مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش،ص ۱۵۰،۱۵۱،مکتبہ مجیدیہ رحیم یار خان)

پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں واضح طور پر موجود ہے کہ **آپ ﷺ لباس بشریت میں تشریف لے آئے** اور اسی طرح دیگر عبارت میں بھی آپ انبیاء کرام کو بشر مانتے اور کہتے ہیں جس سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح اسی عبارت میں موجود ہے کہ: "**ورنہ حقیقت محمدیہ قطعاً بشری نہیں محبوب کبریا ﷺ کی حقیقت نور ہی ہے جو صحیح روایات سے ثابت ہے**"اتنی واضح عبارت کے ہوتے ہوئے اور پھر اس پر علامہ عبدالمجید سعیدی صاحب کی وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کا وہ نتیجہ نکالنا اس کے آبائی علمی یتیم ہونے کی علامت ہے، حقیقت میں اس عبارت میں اس طرح کا کچھ بھی نہیں جس طرح کا وہابی اسمعیلی ساجد خان ثابت کرنا چاہ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ وضاحت وہابی اسمعیلی ساجد خان کی سمجھ سے بالاتر ہو جائے اور یہ اپنے اکابرین والی لایعنی باتیں کرے اس سے پہلے ہی اس کے گھر کا اصول بیان کر دیتا ہوں اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہوں،

چنانچہ وہابی اسمعیلی "تیسرا اُصول" کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کو رضاخانی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں اس پر فی الحال صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔۔۔ لہٰذا اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں بلکہ رضاخانیوں کے ذمہ بھی بنتا ہے۔(سوط الحق، شمارہ ۲،ص ۲۵،سن اشاعت ۲۰۲۰)

اب اسی اصول کے مطابق ہم بھی کہتے ہیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو بزرگ مانتے ہیں لہٰذا ان کی عبارت کا جواب صرف ہمارے ذمہ نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے ذمہ بھی بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان حوالہ مانگے تو ہم پہلے سے ہی پیش کر دیتے ہیں۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی نفیس الحسینی لکھتا ہے:

حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف قطب العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کے پڑپوتے اور حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین کے فرزند و جانشین ہیں حضرت سیالوی مدظلہ کی ایک سنہری تحریر۔۔۔(حکایت مہر و وفا،ص ۳۹،ناشر دار النفائس لاہور)

ہم نے ابھی صرف ایک ہی حوالہ دیا ہے باقی بعد میں وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب دے کر اپنے ذمہ کی ادائیگی کرے۔

"وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج"

وہابی اسمعیلی نے پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں کانٹ چھانٹ کر کے جو مطلب پیر صاحب کے ذمہ لگایا ہے اس کی حالت تو آپ نے دیکھ لی اب میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کے اگر حلالی ہے تو پیر صاحب کی اس عبارت پر کفر کا فتوی لگائے کہ معاذ اللہ پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نبی کریم ﷺ کو بشر نہیں مانتے تھے اور بشر ماننے اور کہنے کو توہین سمجھتے تھے لہٰذا یہ کافر ہیں، آپ یقین کریں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نانوتوی والی غیرت ہمارے چیلنج کو دیکھ کر مر جائے گی، اگر اس کی گنگوہی والی غیرت باقی رہی اور اس نے ہمارے چیلنج کو پورا کر دیا تو ہم اس کو بتائیں گے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول سے کتنے وہابی اسمعیلی کافر ہوتے ہیں۔

”شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ زرقانی کی عبارات اور وہابی اصول“

وہابی اسمٰعیلی اپنی جھوٹی غیرت کو جگاتے ہوئے لکھتا ہے: ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۲۳ھ) نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چارسو کے قریب مبارک ناموں کو اپنی کتاب مواہب اللدنیہ میں حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ان میں بعد کے ذیل میں چھٹے نمبر پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک نام بشر لکھا۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام بشر اس لیے ہے کہ آپ افضل البشر اور اعظم البشر ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بشر ہونے پر انما انا بشر مثلکم سے استدلال کیا۔ (مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ج ۴۔ص ۱۷۸ دارالکتب العلمیہ بیروت) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان ناموں کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲) نے بھی مواہب کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب مدارج النبوۃ میں جمع کیا اور وہاں بھی اسی ترتیب پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بشر لکھا۔ (مدارج النبوہ ج ۱ص ۳۷۴)

قارئین کرام اب ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کیا ایسے لوگ کسی بھی طرح مسلمان ہو سکتے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں بھی توہین کے پہلو نظر آئیں۔ اور کیا صاحب مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ علیہ اور جن کی حدیث نور عوام کی جیبیں بٹورنے کے لیے میلاد کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہے شارح علامہ زرقانی رحمہ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بشر ذکر کرکے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات و فضائل کا انکار نہیں کیا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۳، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ہر جگہ وہی اپنے وہابی اکابرین کی قے چاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اور ہر جگہ وہی توڑ جوڑ کا کھیل کھیل کر اپنی بیوقوف عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہم ماقبل اپنے اکابرین کا عقیدہ بیان کر چکے اور اس پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گرو گھنٹالوں کی گواہی سے ثابت کر چکے کہ اہلسنّت انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں اور اظہار عقیدہ کے لئے انبیاء کرام کو بشر کہتے بھی ہیں ہاں وہابیہ اسمٰعیلیہ کے عقیدے اپنی طرح کا بشر نہیں مانتے بلکہ افضل البشر اور اعظم البشر مانتے ہیں جو عبارات اس نے اپنے آبائی کرتوت عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے نقل کی ان کے جوابات بھی ہم دے چکے ہیں جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ یا علامہ زرقانی نے جو بیان فرمایا ہے حق حق اور حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشر بلکہ سب سے افضل و اعلیٰ بشر ہیں آپ جیسا نہ ہوا اور نہ ہوگا لیکن بشر بشر کی رٹ لگانا اور وہابیہ کے بزعم خود قرآن سے ثابت عقیدے ہماری طرح کے بشر یا ہماری مثل بشر کے نہ شیخ صاحب قائل ہیں اور نہ ہی علامہ زرقانی بلکہ کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں آنکھیں دکھانے کے بجائے اپنے ان ملاؤں پر غرائے اور ان لعنتیوں پر دو چار لعنتیں نچھاور کرے تا کہ اپنے اور پرائے کا فرق معلوم ہو۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ حوالے نقل تو کر دیئے لیکن اپنے ہی گھر کے اصول بھول گیا وہابی نے یہ تو بیان کر دیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بشر ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ اس کے گھر کے وہابی انبیاء کرام کو بشر کہہ کر پکارنے کو بے ادبی کہتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی نمرود خالد محمود لکھتا ہے:

انبیا کو اعتقاداً بشر ماننا اور اظہار عقیدت میں انہیں بشر کہنا یہ ایک پیرایہ بیان ہے دوسرے انہیں بشر کہہ کر بلانا یہ دوسرا پیرایہ ہے جب کسی کو بلانا ہو تو اس کو اس کی امتیازی شان سے بلایا جاتا ہے ذات کے درجے سے نہیں سو اگر کسی نے پیغمبر کو بشر کہہ کر یا آدمی کہہ کر بلایا تو انہیں اس طرح بشر کہنا واقعی بے ادبی کا ایک پیرایہ ہے۔ (مطالعۂ بریلویت، جلد ۵ ص ۲۴۶، دارالمعارف لاہور)

وہابی اسمعیلی بتائے کہ جب یہ سرکار دو عالم ﷺ کا اسم گرامی ہے تو اس سے آپ ﷺ کو پکارنا بے ادبی کیوں ہے کیا انبیاء کرام کو صفاتی نام سے پکارنا بے ادبی ہے؟، کیا یہ امتیازی شان نہیں ہے؟ کیا صفاتی اعلام کے ساتھ پکارنا بھی بے ادبی ہوتی ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بس بے ڈھنگی عبارات نقل کرنا آتی ہیں باقی ان سے کیا ثابت ہوتا ہے یا اس کے اپنے وہابی اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔

اسی طرح وہابی محمد امین لکھتا ہے:

توہین کی نیت سے یا خطاب کرتے وقت یا بشر کہہ کر پکارنا سب کے نزدیک بالاتفاق درست نہیں، جائز نہیں۔

(اعانۃ الامین لطائفۃ المنصورین یعنی عقائد وخدمات علمائے دیوبند، ص ۱۱۴، ادارہ تالیفات ختم نبوت)

جب بشر صفاتی نام ہے تو "یا بشر" کہنا درست کیوں نہیں، جائز کیوں نہیں، اس گتھی کو تو وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی سلجھائے گا لیکن اس کے پاس عقل تو ہے نہیں تو یہ بیچاری بھی ایسے ہی رہ جائے گی۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا ایک اور وہابی لکھتا ہے:

"بعض لوگ نور و بشر کے جھگڑے میں پڑے رہتے ہیں- یہ نازک مقام ہے کسی وقت بے ادبی سے بشر کہہ دیا تو پیغمبر کی تنقیص لازم آئے گی جس سے ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔ (تذکرۃ ادریس کاندھلوی ص ۱۶۳، مکتبہ عثمانیہ لاہور)

لیجئے! ادریس کاندھلوی نے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نیّا ہی ڈبو دی، اور بیچارے کی جھوٹی غیرت اور حنفیت کو بیچ چوراہے پر لٹکا دیا جب انبیاء کرام بشر ہیں تو بشر کہنے سے تنقیص کیسے لازم آئے گی؟ یہ تو ادریس کاندھلوی ہی بتا سکتا ہے لیکن وہ تو مر کر مٹی میں مل گیا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی بتا دے تاکہ اس کو شیخ صاحب اور علامہ زرقانی کے حوالے دینے پر اسی کے گھر سے دو چار لعنتیں مزید مل جائیں۔ قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی تھا کہ اہلسنت نے نزدیک انبیاء کو بشر کہنا توہین ہے۔ وہابی اسمعیلی اس کو تو ثابت نہ کر سکا لیکن اسی کے باپ ادریس کاندھلوی نے اقرار کر لیا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کی عبارات نقل کر کے ہمیں جو کچھ کہہ رہا تھا وہی کچھ اپنے اس باپ کو بھی کہہ دے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کتنا انصاف پسند ہے۔

اسی طرح وہابی اسمعیلی قادر بخش ملکانی لکھتا ہے:

تو جبکہ انبیاء کو صرف بشر ہی سمجھتا ہے سمجھ لے کہ یہ ابلیس کی میراث ہے، یعنی انبیاء مابہ الاشتراک بشریت پر نظر کرنا اور ان کے مابہ الامتیاز سے انکار کرنا کفر ہے۔ (شہادۃ القرآن والخبر علی بشریۃ خیر البشر عقیدہ بشریت انبیاء، ص ۱۳۱، ناشر طلحہ برادران منصور کتاب گھر ڈیرہ غازی خان)

نوٹ: یہ کتاب درج ذیل وہابیوں کی مصدقہ ہے:

(۱) اسمعیلی شبیر احمد عثمانی (۲) وہابی محمد شفیع دیوبندی (۳) لعنتی دربھنگی (۴) احمدی یوسف بنوری (۵) وہابی اسمعیلی احمدی انور شاہ کشمیری۔

بشر، بشر کی رٹ لگانے والوں کی قسمت میں ابلیس کی میراث تو پہلے سے ہی تھی اب انہی کے گھر سے کفر کا فتوی بھی مل گیا، یہی بات جب اکابرین اہلسنت نے بیان کی تو وہابی اسمعیلی کو جوش آ گیا اور حنفیت کی چادر میں گھس کر وہابیت کی دعوت دینے لگا اور فتوؤں کی بوچھاڑ اسمعیلی فیکٹری کی گن مشین سے داغنے لگا لیکن اب تو اسی کے ایک دو نہیں بلکہ کئی گرگوں نے وہی بات کر کے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے کفری گولے اپنے سر لے لئے، وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جب انبیاء کرام بشر ہیں تو ان کو بشر سمجھنا ابلیس کی

میراث کیوں؟ جو تیرے آباء کو ملی، جب سرکار دو عالم ﷺ کا نام بشر ہے تو آپ کی بشریت پر نظر رکھنا کفر کیوں؟ یقیناً ہمارے قارئین! یہ مکمل تحریر پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ایک پاگل شخص کا نام ہے جس میں جہالت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہے ساتھ ہی ساتھ جناب ذلت مآب کو بس عبارات نقل کر کے صرف اور صرف صفحات ہی اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کرنے آتے ہیں۔

''علامہ قسطلانی وزرقانی علیہما الرحمۃ گستاخ وہابی اسمعیلی فتوی''

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بڑے مزے سے علامہ قسطلانی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی اور اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی سنت پر چلتے ہوئے مظلوم بننے کی کوشش کی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی سے جتنی بھی عبارات نقل کی ہیں ان میں سے کوئی ایک عبارت بھی نہیں ہے جو ان اکابرین اہلسنت کے خلاف ہو۔ باقی جتنی بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے لایعنی و بیہودہ کوشش کی اور عبارتوں کے ساتھ اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین والا جوتوڑ جوڑ کا کھیل کھیلا ہم اس کا جواب دے چکے ہیں لیکن اس مقام پر بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو غیرت دکھانے کی کوشش کی ہے اس کی حالت بھی آپ کو بتا دیتے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان نے علامہ قسطلانی، زرقانی اور شیخ عبد الحق کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے چار سو نام مبارک ذکر کئے ہیں اور وہیں سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی ذکر کیے ہیں۔ میں آپ کو انہی نام میں سے ایک نام بیان کر دیتا ہوں اور پھر وہابیہ اسمعیلیہ کی بالعموم اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کی بالخصوص غیرت کو للکارتا ہوں کہ یہاں بھی وہی کچھ بکے جو تھوڑی دیر پہلے بک رہا تھا۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ سرکار دو عالم ﷺ کے اسماء میں لکھتے ہیں:

''الأحد''

اس پر علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

المنفرد بصفات الكمال عن الخلق أو بالقرب من الحق من الأسماء الحسنى، كما في رواية ابن ماجه، فهو مما سماه الله به منها۔۔

آپ صفات کمال کے سبب مخلوق سے منفرد ہیں یا قرب کے سبب منفرد ہیں، یہ اسم اسمائے حسنی سے ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے احد ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کا نام رکھا ہے۔۔۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، جلد ۴، ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، مترجم، جلد ۲، ص ۴۹، محمد علی کارخانہ کراچی)

نوٹ: اس ترجمہ پر (۱) وہابی اسمعیلی وفادار انگریز احمد مہتمم دار العلوم دیوبند (۲) وہابی حبیب الرحمن اعظمی (۳) وہابی احمدی اعزاز علی وغیرہم کی تقاریظ ہیں۔

جب مواہب اللدنیہ میں یہ نام ہے تو شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی بقول وہابی اسمعیلی ساجد خان مواہب سے نقل کئے ہیں تو اس میں بھی ہوگا۔

یعنی یہ تمام اکابرین اس بات پر متفق ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں ''احد'' بھی ہے۔ اب اس پر وہابیہ اسمعیلیہ کی فتوے بازی بھی دیکھ لیں۔

بدعتی پیر عزیز الرحمن کا خلیفہ وہابی اسمعیلی الیاس گھمن لکھتا ہے:

نقل کفر کفر نہ باشد: مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں: حضور بے شک احد اور احمد ہیں۔
(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۷ ۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی جس عبارت پر وہابی اسمعیلی نے فتوی لگایا ہے وہ بھی دیکھ لیجئے:

حضور ﷺ بے شک احد و احمد ہیں۔ دونوں حضور ﷺ کے اسمائے طیبہ سے ہیں اور معنی یہ کہ حضور مظہر شان احدیت ہیں، تجلی احدیت حضور کی عبدیت میں جلوہ گر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص ۲۹۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کوئی وہابی اسمعیلی ہمیں بھی بتائے گا کہ اس عبارت میں کیا کفر ہے جس پر وہابیہ اسمعیلیہ کے بدعتی پیر کے خلیفہ نقل کفر کفر نہ باشد کی گردان الاپ رہے ہیں۔ اور وہابی اسمعیلی شریعت کے ایک جاہل مفتی اس پر اللہ کی شان میں گستاخی کا فتوی داغ رہے ہیں۔

وہابی اسمعیلی مجاہد "بریلوی حضرات کی اللہ کی شان میں گستاخیاں" کی ہیڈنگ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

(۱۳) نبی کریم ﷺ اُحد بھی ہیں۔

آپ علیہ السلام احد واحمد ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۵، ص ۲۹۸) (ہدیۂ بریلویت، ص ۱۹۵، ادارہ تحقیقات وہابیہ)

نوٹ! یہ کتاب وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کی مصدقہ ہے۔

رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی عبارت میں تو کسی قسم کا کوئی کفر نہیں، کیونکہ احد واحمد سرکار دو عالم ﷺ کے اسمائے مبارک ہیں جیسا کہ علامہ قسطلانی وزرقانی علیہما الرحمۃ نے بھی بیان کیا ہے۔ وہابیہ اسمعیلیہ نے اس کو زبردستی کفر بنایا اور کفر کا فتوی دھرا۔ یہ فتوی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ پر تو نہ لگا وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت تو علم کا وہ چمکتا مہتاب ہیں جن پر دیوبندیت کی جہالت تمام لینڈی ولوسی کتے (یہ لفظ خود وہابیہ نے استعمال کیا ہے) بھونکتے رہتے ہیں لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر و مستند علامہ زرقانی، قسطلانی و شیخ عبد الحق علیہم الرحمۃ پر ضرور لگا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو یہاں بھی غیرت کرنی چاہیے اور اس کے وہابی اسمعیلی الیاس گھمن ومجاہد نے علامہ قسطلانی، زرقانی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ پر اللہ کے گستاخ ہونے اور کفر کا جو فتوی دیا ہے ان پر ہی دو چار حرف کہنے چاہیے لیکن یہاں اس کی غیرت مر جائے گی اور یہ اپنے ان وہابی اکابرین کی طرح ہو جائے گا جنہوں نے دار العلوم کے صحن میں چار پائی مریدین کے سامنے بچھائی تھی، وہابی اسمعیلی کو اگر غیرت نہیں آئے گی تو بھی کوئی بات نہیں کیونکہ میں اس کی وہی عبارت پیش کر دیتا ہوں جس میں اس نے ہم پر بک بک کی ہے۔ اب یہ ساری بک بک اسی کے اپنے وہابی اسمعیلی ملاں کی طرف لوٹ جائے گی۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

قارئین کرام! اب ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ کسی بھی طرح مسلمان ہو سکتے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں بھی توہین کے پہلو نظر آئیں۔ اور کیا صاحب المواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ علیہ اور جن کی حدیث نور عوام کی جیبیں بٹورنے کے لیے میلاد کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہے شارح علامہ زرقانی رحمہ اللہ علیہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بشر ذکر کر کے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۳، ۳۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

لیجئے! یہ کسی اور کی عبارت نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی اپنی ہے۔ اب بھی وہابی اسمعیلی قارئین سے سوال کرتا کہ وہابی

الیاس گھمن اور مجاہد مسلمان ہو سکتے ہیں جن کو سرکار دو عالم ﷺ کے نام میں اللہ کی گستاخی نظر آتی ہے۔ اور کیا ان حضرات نے بھی معاذ اللہ اللہ کی گستاخی کی ہے اور کفر کہا ہے۔ ان اکابرین کا نام استعمال کر کے اپنے گھر کا خرچ چلانے والے جواب دیں۔

''شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر وہابی اسمعیلی فتوے''

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے خود ہی ایک کہانی گھڑی اس کو علمائے اہلسنت کے ذمہ لگایا اور پھر اس نے ناچنا شروع کر دیا آخر میں اس کو جو غیرت آئی ہے آپ نے اس کی ماقبل کی عبارت میں پڑھ لی ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جن کا کوئی ذکر ہی نہیں ان کو بھی لے آیا اور ہم سے یہ سوال کرنے لگا کہ:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بشر ذکر کر کے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

بحمد للہ نہ تو اکابرین اہلسنت نے کوئی فتویٰ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر لگایا اور نہ ہی وہ سرکار دو عالم ﷺ کا نام بشر ذکر کر کے گستاخ ہوئے اور ہم نے ماقبل میں اس کی وضاحت کر دی ہے لیکن میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی کی گھر کی سیر کرواتا ہوں، اور اس کے گھر کا گند اس کو دکھاتا ہوں اور پھر اس سے اسی غیرت کا کہتا ہوں کہ ادھر بھی یہی غیرت دکھائے۔

وہابی اسمعیلی مذہب کی معتبر ترین کتاب ''رضا خانی مذہب'' میں لکھا ہے:

''مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام اولیا وانبیا جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہ تھے اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے، اسی طرح آپ کی تربیت وتائید کے لیے حضور ﷺ بھی تجلی فرماتے، علی ھذا اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی مجلس میں آتے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے۔''

(اخبار الاخیار) (رضا خانی مذہب، حصہ دوم، ص ۲۱۹، راشدیہ اکیڈمی)

نوٹ: اخبار الاخیار کس کی کتاب ہے یہ وہابی ساجد خان جانتا ہوگا۔ نیز یہ رضا خانی مذہب کتاب ان وہابیوں کی مصدقہ ہے۔ (۱) وہابی اسمعیلی محمد شریف کشمیری (۲) وہابی اسمعیلی قاضی شمس الدین (۳) وہابی احمدی محمد مالک (۴) وہابی عبید اللہ انور (۵) اسمعیلی محمد موسیٰ (۶) وہابی مفتی عیسیٰ خان (۷) احمدی محمد دین (۸) وہابی نور الحسن (۹) اسمعیلی اجمل خان (۱۰) احمدی ضیاء القاسمی (۱۱) وہابی اسمعیلی حبیب اللہ رشیدی (۱۲) احمدی اسمعیلی عبد الروف فاروقی وغیرہم۔ ان وہابیہ اسمعیلیہ کے القابات میں نے نہیں لکھے ورنہ کئی صفحات سیاہ ہو جاتے۔

اتنے وہابیوں کی مصدقہ کتاب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب اخبار الاخیار کا حوالہ دے کر ایک عبارت نقل کی گئی ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب میں آپ کے سامنے اتنے وہابیوں کی مصدقہ کتاب ہی کا اس عبارت پر تبصرہ بیان کر دیتا ہوں۔

وہابیہ اسمعیلیہ کی اتنی معتبر کتاب میں شیخ صاحب کی عبارت پر فتویٰ لگاتے ہوئے لکھا ہے:

رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ سننے کے لیے آتے تھے اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینا بہت بڑی حماقت ہے۔ انبیاء کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ایک ولی کی مجلس وعظ میں حاضری دیا کریں؟ اور رضا خانی عقائد گستاخی کی تعلیم دیتے ہیں۔ (رضا خانی مذہب، حصہ دوم، ص ۲۲۰، راشدیہ اکیڈمی)

مزید ایک اور مقام پر فتوے لگاتے ہوئے لکھا ہے:

عبارت مذکور میں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شدید توہین ہے، اہلسنت وجماعت علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ انبیائے کرام، اولیائے کرام وغیرہ تمام کے تمام حضرات پیرانِ پیر کی مجلس وعظ میں تشریف لاتے ہیں وہ مرتد وبے دین گمراہ ہے، اس غلیظ عقیدے کو ذکر کرنے سے رضا خانیوں کا مقصد صرف اتنا ہے کہ لوگ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے شیخ عبدالقادر جیلانی کا مقام ومرتبہ بلند سمجھیں اس عبارت میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ لوگ قرآن وسنت کی تعلیمات کو چھوڑ کر ان کے حضرت مجدد بدعات رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر چلنے لگ جائیں۔

(رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص، ۲۲۳، راشدیہ اکیڈمی)

ایک اور مقام پر انہی وہابیہ اسمعیلیہ کی پسند فرمودہ کتاب میں لکھا ہے:

رضا خانی اہل بدعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیرانِ پیر کا مرتبہ ومقام اس قدر بلند وبالا ہے کہ جب وہ مجلس وعظ قائم کرتے ہیں تو خطیب الانبیاء امام الانبیاء سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس ان کی مجلس وعظ میں تشریف لاتے ہیں، اس واقعہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید توہین ہے مگر کیا کریں کہ رضا خانی اہل بدعت جب ہی منہ کھولتے ہیں، غلاظت ہی منہ سے نکلتی ہے۔ (رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص، ۱۶۰، راشدیہ اکیڈمی)

وہابیہ اسمعیلیہ کی اسی معتبر و مستند کتاب میں مزید لکھا ہے:

ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی بلکہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آئے غوث پاک کی وعظ کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں اس شعر میں تو احمد رضا بریلوی نے حد ہی کر دی تمام دنیا کا مرکز حضرت عبدالقادر جیلانی کو قرار دے رہے ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی دراصل نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا قائل نہ تھے، اس شعر میں اسی اجرائے نبوت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں بندہ خدا کو ذرا بھی شرم وحیا نہ آئی اتنی بڑی دلیری بغیر دلیل کے کیسے کی جا سکتی ہے، مسئلہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کا ہے کسی اور کے بارے میں کہتے تو ہم گرفت نہ کرتے۔۔۔۔ ان کی محفل وعظ کو عظمت دینے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا ذرا برابر خیال نہ کیا۔

(رضا خانی مذہب، حصہ اول، ص، ۶۲، مکتبہ راشدیہ اکیڈمی کراچی)

ہم اس پر مزید کوئی تبصرہ نہیں کرتے ہاں اتنا بتا دیتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ان وہابی علماء نے شیخ صاحب کی کتاب کا نام لے کر جو فتوے بازی کی ہے وہ یہ ہے:

(۱) عبارات مذکورہ میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شدید توہین (۲) غلیظ عقیدہ (۳) یہ لوگ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے شیخ عبدالقادر جیلانی کا مقام ومرتبہ بلند سمجھتے ہیں (۴) ان عبارات میں دنیا کا مرکز غوث پاک کو بنایا گیا (۵) ان عبارات کا قائل ختم نبوت کا قائل نہیں (۶) اجرائے نبوت کے قائل (۷) غوث پاک کی عظمت کی وجہ سے سرکار علیہ السلام کی عظمت کا خیال نہ کیا (۸) بہت بڑی حماقت (۹) گستاخانہ عقائد کی تعلیم دیتے ہیں (۱۰) بے ادبی اور توہین کرنے والے (۱۱) سخت بے ادبی (۱۲) کفر (۱۳) گستاخ وغیرہ وغیرہ۔

اب بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان غیرت دکھائے اور پوچھے کیا ایسے لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟۔ کیا شیخ صاحب کا عقیدہ کفریہ، گستاخانہ ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو بات ہی ختم اور اگر نہیں تو وہابی اسمعیلی اپنے ان وہابیوں کی قبروں اکھیڑے اور ان سے پوچھے یہ کیا ہے۔

ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمٰعیلی کذاب زمانہ خالد محمود مانچسٹروی اپنی رسوائے زمانہ کتاب مطالعہ بریلویت میں لکھتا ہے:

بریلوی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تقدیر بنانے میں غلطی کرے تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اسے باذنِ الٰہی درست فرما دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ اپنے اس عقیدے کو غوث پاک کے ذمہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

میں نے تقدیر خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان احکامات قدریہ کو درست کیا۔ (زبدۃ الاثار، ص ۷۸) خدا سے لڑائی لینے کا کفری عقیدہ کس بے دردی سے حضرت پیرانِ پیر کے ذمہ لگا دیا گیا۔ (مطالعہ بریلویت، جلد ۲، ص ۲۵۸، دار المعارف لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ ''زبدۃ الاثار'' کس کی کتاب ہے، جس پر وہابی اسمٰعیلی خالد نمرود فتوے لگا رہا ہے اور اس کتاب کے اقتباس کو کفری عقیدہ قرار دے رہا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ساری غیرت مر چکی ہوگی اور ابھی جو یہ پوچھ رہا تھا کہ ''کیا ایسے لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں'' اب اس میں پوچھنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ کیوں؟؟

ہمارے پاس اس موضوع پر اتنے حوالے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی زندگی گزر جائے پڑھتے پڑھتے لیکن وہ حوالے ختم نہ ہوں ابھی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمٰعیلی نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ اور بھی پیش کریں گے۔

قارئین! بحمد للہ ہر بار کی طرح اب بھی وہابی اسمٰعیلی کی جو ذلت و رسوائی ہوئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ہر حربے کو ہم نے ناکام بنا دیا ہے اور اس کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سب پر عیاں کر دی ہے۔

{...... مسئلہ نمبر ۴ ......}

''اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا اور علماء اہلسنت کا موقف''

اولیاء اللہ اور انبیاء کرام قریب ہوں یا دور، حیات ظاہری سے متصف ہوں یا وصال فرما چکے ہوں ان سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے اور کوئی بھی مسلمان کسی نبی و ولی کو نہ خدا سمجھتا تھا نہ ہے اور نہ ہوگا اور اگر کوئی کسی نبی و ولی کو خدا سمجھے اہلسنت کا فتوی یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ باقی وہابیہ اختراعیہ کوّا کھانیہ کی وہابی شریعت کے ہم نہ قائل تھے، نہ ہیں اور نہ ہوں گے۔

(۱) رئیس المتکلمین و امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

استعانت حقیقیہ یہ ہے کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے، بلکہ واسطہ وصول وفیض و ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ حق ہے۔

مزید ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

استعانت بالغیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہر عون الٰہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے اور اگر مظہر عون الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے تو شرک و حرمت بالائے طاق، مقام معرفت کے بھی خلاف نہیں۔

(برکات الامداد لاہل الاستمداد، ص ۳۹، ۶۵، رضا فاونڈیشن لاہور)

امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سمندر کو کوزے میں بند کر کے وہابیہ اسمٰعیلیہ کی کفریہ و شرکیہ فیکٹری پر پانی پھیر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی اپنی عادت کے مطابق خیالی پلاؤ بنا کر اس کو ہمارے کھاتے میں ڈال کر اس کا رد کرنے کے بجائے جو ہمارا

عقیدہ ہے اس کا رد کریں، یہ تو وہابیہ اسمعیلیہ سے ہوگا نہیں بس خود ہی کچھ گھڑ کر ہمارے ذمہ لگا کر محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی ندیاں بہائیں گے جیسا اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کی شرک کی فیکٹری کو تالا لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہابیہ بیچارے کم علموں کو اکثر دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے۔ یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں ان سے شرک نہیں، وہ دور ہیں ان سے شرک ہے وعلی ھذا القیاس طرح طرح کے بیہودہ وسواس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ ہے جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے شرک ہی ہوگا اور جو ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہو سکتا، کیا اللہ کے شریک مردے نہیں زندہ ہو سکتے ہیں دور کے نہیں ہو سکتے پاس کے ہو سکتے ہیں، انبیاء نہیں ہو سکتے حکیم ہو سکتے ہیں انسان نہیں ہو سکتے۔ فرشتے ہو سکتے ہیں، حاشا للہ اللہ تبارک وتعالی کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، تو مثلا جو بات ندا خواہ کوئی شیء جس اعتقاد کے ساتھ کسی پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دور والے یا مردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شرک نہیں ہو سکتی اور جو ان میں کسی سے شرک ٹھہرے وہ قطعا یقینا تمام عالم سے شرک ہوگی، اس استعانت ہی کو دیکھیے کہ جس معنی پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا۔ بہ این معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے جو بالیقین تمام وہابی روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے، کراتے رہتے ہیں، مثلا یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے یا پانی پلا دے سب شرک قطعی ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انہیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شبہ رہا، اور جس معنی پر اس سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عون الٰہی و واسطہ وسیلہ وسبب سمجھنا اس معنی پر حضرات انبیاء کرام و اولیاء علیہم افضل الصلوۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی، مگر حکیم، امیر، سارجنٹ، جج، اولاد، نوکر، جورو، ان سب کو مظہر عون وسبب و وسیلہ جاننا جائز ہے۔ اور ان حضرات عالیہ کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب وغایۃ الوسائط ونہایۃ الوسائل ہیں، ایسا سمجھنا شرک ہوگا، ہزار تف بریں عقلی و ناانصافی، غرض پانی وہیں مرتا ہے کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبان خدا کے بارے میں ہے، جورو، یار، بچے مددگار، نوکر، کارگزار مگر انبیاء و اولیاء کا نام آیا اور سر پر شرک کا بھوت سوار یہ کیا دین ہے۔ کیسا ایمان ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسلمین اس نکتے کو خوب محفوظ وملحوظ رکھیں جہاں ان چالاکوں، عیاروں کو فرق کرتے دیکھیں کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں سے شرک ہے فلاں سے نہیں، یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں، جب ایک جگہ شرک نہیں تو اس اعتقاد کے ساتھ کسی جگہ شرک نہیں ہوسکتا۔ (برکات الامداد لاہل الاستمداد، ص ٦٦، رضا فاونڈیشن لاہور)

اگر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا صرف یہی اقتباس ہی وہابیہ اسمعیلیہ اچھی طرح سمجھ لیں تو آج تک جو کفر کفر، شرک شرک کی گردان پڑھتے رہے ہیں اس کو بند کر دیں لیکن جن کو گھٹی میں ہی مسلمانوں کو مشرک بنانے کی گن مشین دے دی جاتی ہو وہ کیا سمجھیں گے اور کیوں باز آئیں گے، بحمد للہ اس وضاحتی بیان سے بھی اہلسنت کا عقیدہ بالکل واضح ہو گیا وہابیہ اسمعیلیہ کو بالعموم اور وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان کو ضرور پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور پھر کچھ اہلسنت کے خلاف لکھنا چاہیے۔

وہابی مردود اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی تائید

جب وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے سر پر پڑی تو وہی سب کچھ یاد آ گیا جو آج سے کئی سال پہلے اہلسنت بیان کرتے ہوئے چلے آرہے

ہوتے ہیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے جو بات بہت پہلے سے ہی بیان فرمادی تھی کہ شرک میں زندہ و مردہ کا کوئی فرق نہیں اس کی تائید کرتے ہوئے **نمرود زمانہ وہابی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے:**

شرک لازم آنے کے لئے اسلام میں کیا کسی زندہ اور مردہ کا فرق کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ کسی زندہ کی زیارت کے لئے سفر تو جائز ہو اور فوت شدہ کی قبر کی زیارت میں شرک کا گمان ہو، اس میں زندہ اور فوت شدہ میں فرق کی کیا کوئی جہ ہوسکتی ہے؟

مزید لکھتا ہے:

شرک ہونے یا نہ ہونے میں اسلام میں کہیں زندہ اور مردہ کا فرق قائم نہیں کیا گیا کہ کسی زندہ کے پاس جانا تو شرک نہ ہو، اور کسی فوت شدہ کی قبر پر جانا یا اسے السلام علیکم یا اهل القبور وغیرہ جیسے الفاظ کہنا شرک سمجھا گیا ہو۔ جو شرک ہے وہ ہمیشہ کے لیے شرک ہے اور ہر حال میں شرک ہے۔ حالات کے فرق سے نہ شرک میں حکم اُٹھتا ہے نہ بنتا ہے۔ اس کی حقیقت ہمیشہ ایک رہی ہے جس طرح کسی قبر پر سجدہ تعظیمی حرام ہے، کسی زندہ انسان کو تعظیماً سجدہ کرنا بھی حرام ہے۔ (عقائد علمائے دیوبند مع اضافہ مقدمہ المہند، ص ۳۹،۲۷، ادارالرشید کراچی)

وہابی اسمٰعیلی انور کشمیری کہتا ہے:

علامہ نے لکھا: اگر طلب شفاعت، استغاثہ یا توسل نبوی شرک و کفر ہوتا جیسا کہ یہ کم تعداد والا فرقہ (وہابیہ اسمعیلیہ از ناقل) دعوی کرتا ہے تو ایسا کرنا کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہ ہوتا نہ دنیا کی زندگی نہ آخرت کی زندگی میں، نہ قیامت کے دن جائز ہوتا نہ اس سے پہلے، اس لئے کہ شرک تو خدا کے نزدیک ہر حال میں مبغوض ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۴۹۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لیجئے اب وہابیہ اسمعیلیہ کو خود بخود موت آجائے گی اور امید ہے کہ ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے آباء کی تحریرات پر ایمان ضرور لے آئیں گے۔

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اس آیت مبارکہ "وایاک نستعین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایاك نستعین میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات و خدام و احباب وغیرہ عون الٰہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہیے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد مانگنا شرک ہے عقیدہ باطلہ ہے۔ (خزائن العرفان فی تفسیر کنز الایمان، ص ۴، پاک کمپنی)

(۳) مناظر اسلام فاتح وہابیت اسمٰعیلیت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اللہ کے محبوب بندوں کو اس کا محبوب بندہ سمجھ کر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے فریاد سننے مدد فرمانے کی طاقت مان کر ان کو پکارنا ان سے مدد مانگنا جائز ہے۔ (العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ، ص۹۶، ناشر تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۴) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہ ہی عقیدہ ہوتا ہے اور کوئی جاہل بھی کسی نبی وولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۴۶۴، مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۵) علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ کارساز حقیقی صرف اللہ تعالی ہے، مخلوق میں سے جو بھی کسی کی مدد کرتا ہے وہ بھی دراصل اللہ تعالی ہی کی امداد ہے بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں ازخود عطائے الٰہی کے بغیر کسی کی مدد کردوں تو یہ ممکن نہیں اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ ازخود امداد کرسکتا ہے اور اسے اللہ تعالی کی امداد وعطا کی ضرورت نہیں ہے۔

(تقدیم برکات الامداد لاہل الاستمداد، ص ۷، رضا فاونڈیشن لاہور)

بحمد للہ علمائے اہلسنت نے اہلسنت کا عقیدہ بالکل واضح کردیا، اب وہابیہ اسمٰعیلیہ کو چاہیے کہ ہمارا عقیدہ پڑھ کر، سمجھ کر عبارات پیش کریں۔ ایسے ہی اِدھر اُدھر کی ہانک کر محقق من الحقہ بننے کی کوشش کریں گے تو اندھوں میں کانا راجہ کی مثل وہابیہ کے محقق کہلانے میں تو کامیاب ہوجائیں گے لیکن اہلسنت کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کرپائیں گے اور یقین سے کہتا ہوں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ جب اس معاملے میں ہمارا عقیدہ سمجھیں گے تو شاید انہیں اپنی کفریہ وشرکیہ فیکٹری کو تالا لگانا پڑے۔ مزید یہ کہ وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو چاہیے کہ ہمارے عقیدے کو شرک ثابت کرے، اِدھر اُدھر کی مار کر اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف تو بنا سکتا ہے، پر ہمارے عقیدے کو شرک ثابت نہیں کرسکتا۔

اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا اور سادات احناف، مشائخ ہند کا موقف

(۱) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ وہابیہ کے نعرے مافوق الاسباب کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من استغاث بی فی کربة کشف عنه ومن نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه۔

یعنی جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لیکر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر، ص ٦٧، موسسۃ الشرف لاہور، نزہۃ مترجم، ص ۹۸، قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ عبارت لکھ کر بلکہ اس کو غوث پاک کا فرمان ثابت کرکے وہابیت اسمٰعیلیت کے مافوق الاسباب نعرے کا بیڑا غرق کردیا ہے اور بتادیا ہے کہ وہابیت سادات احناف کی نہیں بلکہ اپنے جاہل وہابیوں کی پیروی کرتی اور اسی کی بات مانتی ہے ورنہ آج تک یہ کہنے والے کہ مصیبت میں دور والے کو پکارنا اس سے مدد مانگنا کفر وشرک ہے تو یہ جو حضور غوث پاک مسلمانوں کو بتلا رہے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو تمہاری مصیبت دور ہوجائے گی یہ کفر وشرک ہے؟ کیا وہابیت جو آج تک یہ کہتی رہی کہ غائب کو پکارنا ہی مافوق الاسباب ہے وہ غوث پاک کے اس "من نادانی باسمی فی شدة" فرمان پر بھی فتوی دھرے گی اور یہ کہے گی کہ انہوں نے ایک کفریہ وشرکیہ کام کی تعلیم اپنے مریدین کو دی اور پھر وہابی اسمٰعیلی کے معتبر ومستند علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بھی کچھ نظر نہ آیا اور انہوں نے بھی بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ اس کفریہ وشرکیہ عقیدے کو مسلمانوں میں پھیلایا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دی کہ مصیبت میں غوث اعظم کو پکارو تمہاری مصیبت دور ہوجائے گی، کیا علامہ علی قاری سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک کفریہ وشرکیہ عقیدہ مسلمانوں کو بتائیں گے ویسے تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کا یہ اصول ہے جیسا کہ حوالہ آگے آرہا ہے کہ مثلا: اگر یہ کام شرک ہوتا تو یہ بزرگ اس کا ذکر ہی کیوں کرتے اور اگر کردیا تھا تو اس کو رد کرتے ان کا ذکر کرنا اور رد نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جائز ہے، اس لئے ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کو ان کے اپنے اسی اصول پر عمل کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر مصیبت میں پکارنا اور مدد مانگنا کفر وشرک ہوتا تو غوث اعظم کبھی بھی یہ ارشاد نہ فرماتے اور نہ ہی علامہ علی قاری اس کو نقل فرماتے اور اگر اس میں کوئی خرابی ہوتی تو اس کو نقل کرنے کے بعد رد کرتے لیکن ان کا نقل کرنا اور تردید نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام جائز ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی غوث اعظم علیہ الرحمۃ کے اس قول کا انکار کردے کہ یہ ان کا

قول نہیں ہے تو ہم مزید چند حوالے اس پر بیان کر دیتے ہیں کہ یہ غوث اعظم ہی کا فرمان ہے اور اگر وہابی اسمعیلی نے اس قول میں کوئی تاویل کرنے کی کوشش کی کہ یہ مراد ہے وہ مراد ہے تو ان شاء اللہ ہم وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے گھر سے یہ بھی ثابت کریں گے کہ اس سے وہی مراد ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں اور پھر اس پر وہابیہ اسمعیلیہ کی کفر ساز گن مشین کے کفریہ فتوی بھی دکھائیں گے۔

تائیداً کچھ اور علماء کے حوالے

(۱) حضرت علامہ عبداللہ یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قال ابو المعالی: فاتیت الشیخ ابا الحسن الخباز رحمه الله تعالی وحدثته بهذه الحکایه قال سمعت سیدی ابا القاسم عمر البزار یقول سمعت سیدی الشیخ عبد القادر یقول :من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه..

''حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت کو رفع کروں گا، اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارتا ہے میں اس کی سختی کو دور کرتا ہوں'' ملخصا (خلاصۃ المفاخر عربی، ص ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ، مترجم، ۱۲۳، تصوف فاؤنڈیشن لاہور)

(۴) حضرت علامہ مولانا ابوالمعالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت کو رفع کروں گا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارتا ہے میں اس کی سختی کو دور کرتا ہوں'' ملخصا (تحفہ القادریہ مترجم، ص ۵۸، قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

(۵) علامہ محمد بن یحیی تاذفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت کو رفع کروں گا، اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارتا ہے میں اس کی سختی کو دور کرتا ہوں'' ملخصا (قلائد الجواہر مترجم، ص ۶۳، ۱۲۳، شبیر برادرز لاہور)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی کے نزدیک بہت ہی معتبر ہے اور اس کے لکھنے والے اللہ کے ولی ہیں۔

(۶) الشیخ نورالدین ابی الحسن علی بن یوسف علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال ابو المعالی: فاتیت الشیخ ابا الحسن الخباز رحمه الله تعالی وحدثته بهذه الحکایه قال سمعت سیدی ابا القاسم عمر البزار یقول سمعت سیدی الشیخ عبد القادر یقول :من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه--- (بہجۃ الاسرار و معدن الانوار عربی، ص ۱۹۷، موسسۃ الشرف لاہور)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ غوث اعظم علیہ الرحمۃ کا ہی فرمان ہے باقی اس سے وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک کیا مراد ہے تو اس کا جواب وہابی کے جواب آنے تک محفوظ رکھتے ہیں۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

روی عن بعض المشائخ العارفین رضوان الله علیهم اجمعین قال کنا بین یدی سیدنا قطب الاقطاب و فرد الاحباب سلطان الاولیاء و العارفین شیخ الاسلام السید محی الدین عبد القادر الحسنی و الحسینی الجیلانی رضی الله عنه بمدرسته المبارکة فقام و توضأ فی قبقاب له فصلی رکعتین

فلما سلم صرخ صرخة عظیمة و اخذ فروة من قبقابه ذلك ورمی بها فی الهواء فغابت عن ابصارنا ثم صرخ اخری ورمی الفردة الآخرة فغابت فی الهواء عن ابصارنا ثم جلس فلم یتجاسر احد علی سواله ثم بعد ثلاثة و عشرین یوما قدمت قافلة من بلاد العجم وقالوا ان معنا لسیدنا الشیخ عبد القادر نذرا فاعلمناه فقال خذوه منهم فاعطونا من حریر و ثیابا من خز و ذهبا و قبقاب سیدنا الشیخ التی رمی بها فی ذلك الیوم۔ فقال لهم من این لکم هذا القبقاب فقالوا بینما نحن سائرون یوم الاحد ثالث شهر صفر الخیر اذا خرجت علینا عرب لهم مقدمان فانتهبوا اموالنا و قتلوا منا و نزلوا وادیا یقتسمون اموالنا و نزلنا فی شفیر الوادی فقلنا لو ذکرنا غوث الثقلین السید الشیخ عبد القادر الجیلانی فی هذا الوقت فنذرنا له شیئا من اموالنا ان سلمنا فما هو الآن ذکرنا فسمعنا صرختین عظیمتین ملأتا الوادی۔۔۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض مشائخ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں بیٹھے تھے کہ آپ نے اُٹھ کر اپنی کھڑائیں پہن لیں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرنے لگے نماز کے بعد ایک سخت آواز کے ساتھ اپنا ایک کھڑاؤں پکڑ کر ہوا میں پھینکا جو ہماری نظروں سے غائب ہو گیا پھر دوسرا پھینکا جو دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا آپ اپنی جگہ بیٹھ گئے ہم میں سے کسی ایک کو حقیقت حال معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی ایک ماہ گذرنے کے بعد بلاد عجم سے ایک کارواں بغداد پہنچا تو میر کارواں کہنے لگا **ہمارے پاس حضرت غوث الاعظم کے لئے نذر ہے لوگوں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ نذر لے لو قافلہ والوں نے ہمیں ریشمی کپڑے اور اونی کپڑے اور بہت سارا سونا اور وہ کھڑائیں بھی پیش کیں جو آپ نے ہوا میں پھینکی تھیں،** ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم ۳ صفر بروز اتوار ایک جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ یکا یک عرب قزاقوں نے ہم پر حملہ کر دیا ان کے دو سردار تھے وہ لوگ ہمارے مال و اسباب لوٹ کر لے گئے اور بعض مسافروں کو قتل بھی کر دیا قافلہ لٹ چکنے کے بعد پاس ایک وادی میں مال تقسیم کرنے لگے **ہم نے وہاں ہی پکار کر کہا کہ اگر اس وقت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہماری دستگیری کریں تو ہم اتنی نذر آپ کی خدمت میں پیش کریں گے ہمیں اس اثنا میں وادی میں ایسے نعرے سنائی دیئے جس سے ساری وادی گونج اٹھی اور وہ ڈاکو دہشت زدہ ہو گئے۔** (نزہۃ الخاطر الفاتر عربی، ص ۵۳، مکتبہ موسسۃ الشرف لاہور، اردو، ص ۷۷، مکتبہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ لکھ کر وہابیت اسمعیلیت کے اپنے گھڑے ہوئے عقائد کی دھجیاں بکھیر دیں اور اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کر دیا، اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ اولیاء اللہ سے مدد مانگتے رہے ہیں اور اولیاء اللہ مدد کرتے رہے ہیں، نہ اکابرین اولیاء نے منع کیا اور نہ ہی بعد میں آنے والے علماء نے ان پر اس مدد کا انکار کیا، یہ مافوق الاسباب کی کہانی نہ ان کو یاد آئی اور نہ ہی علامہ علی قاری نے اس مافوق الاسباب مدد پر فتویٰ لگایا بلکہ اپنی کتاب کی زینت بنا کر دنیا کو بتا دیا کہ اولیاء اللہ سے مدد نہ کل منع تھی اور نہ آج شرک ہے لیکن وہابی اسمعیلی جاہل قوم ہے اور اپنی جہالت سے باز نہیں آتی، ہر بار منہ کی کھانے کے بعد بھی وہی بے حیائی والا منہ اٹھا کے آجاتی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس ''مافوق الاسباب مدد'' کا جواب اس کتاب کا انکار کر کے دے دے تو میں پہلے سے ہی اس کا ثبوت اس کے کذاب زمانہ خالد محمود سے دے دیتا ہوں تا کہ بعد میں یہ اس حوالے سے منہ نہ کھولے بلکہ پہلے سے ہی اس کے منہ میں اس ہی کے معتبر کی خاک ڈال دیتا ہوں۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی دیوبندی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے:

حضرت امام ملاعلی قاری علیہ رحمۃ الباری جوفقہاءِ حنفیہ میں نہایت ممتاز بزرگ گزرے ہیں اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر مطبوعہ مصر کے ص ۵ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق رقمطراز ہیں:

القطب الربانی و الغوث الاعظم الصمدانی سلطان الاولیاء و العارفین۔

کیا حدیث وفقہ اور علم کلام کے یہ بلند پایہ امام اسلام کے توحید جیسے بنیادی اور نازک مسئلے میں بھی ابھی تک خام ہیں؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اگر ان ائمہ اعلام اور فقہائے کرام پر اعتماد اُٹھ جائے تو باقی ہمارے پلّے میں رہتا ہی کیا ہے۔(عبقات، جلد ا، ص ۹۸، دارالمعارف لاہور)

وہابی دیوبندی مولوی خالد محمود نے اپنے وہابی دیوبندی کو اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ ''غوث اعظم کو غوث الثقلین کیوں لکھا کیا یہ شرک نہیں'' علامہ علی قاری کا حوالہ دے کر اس کو خاموش کروادیا بہر حال میں بھی یہی کہتا ہوں کہ جب علامہ علی قاری نے ''فقلنا لو ذکرنا غوث الثقلین السید الشیخ عبد القادر الجیلانی فی ھذا الوقت ان معنا لسیدنا الشیخ عبد القادر ندا'' جیسے صاف اور صریح الفاظ لکھ کر غوث اعظم کے اس قول کو قبول کیا اور انکار نہ کیا تو کیا علامہ علی قاری توحید جیسے نازک مسئلے کو نہیں جانتے تھے، کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مافوق الاسباب مدد ہے اور یہ کفر وشرک ہے لیکن نہ غوث اعظم کو شرک نظر آیا اور نہ ہی علامہ علی قاری کو۔ مگر یہ وہابیت اسمٰعیلیت کی شرکیہ وکفریہ فیکٹری کے ملازم غوث اعظم اور علامہ علی قاری کو توحید سکھاتے اور گویا ان پر کفرو شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب یہ بات خود وہابیت کے گھر سے ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب معتبر ومستند ہے تو ایک اور اصول بھی وہابیت کا بیان کردیتا ہوں جس سے بات بالکل واضح ہوجائے گی کہ علامہ علی قاری کے نزدیک یہ مدد جائز تھی۔

وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی اپنے ہی وہابی مماتی مولوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

لو کان التوسل المذکور ممنوعا فضلا عن کونہ شرکا لما ذکر صاحب (المدارک) ھذہ فی کتابہ ولو ذکرھا لردھا و لکن لما ذکر و سکت علیھا کان تقریرا و تقریر العلماء حجۃ فھل یظن احد بمثل ھذا العالم ان یذکر فی تفسیرہ فعلا شرکیا عن مجھول او معلوم و یسکت علیہ ھل ھذا الا بھتان عظیم۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ: اگر توسل مذکور محض ممنوع ہوتا چہ جائیکہ شرک تو بھی صاحب مدارک اس کو اپنی کتاب میں ذکر نہ کرتے اور اگر انہوں نے اس کو ذکر کردیا تھا تو اس کا رد کرتے لیکن ان کا اس کو ذکر کرنا اور رد نہ کرنا یہ اس کی تقریر ہے اور علماء کی تقریر حجت ہوتی ہے۔ اس طرح کے عالم سے کیا کوئی یہ گمان کرسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں شرکیہ فعل کسی مجھول یا معلوم سے لکھا ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر، ص ۱۳۶، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۱۴۷، مکتبۃ الحقیقیہ استنبول)

اب یہی اُصول ہماری طرف سے علامہ علی قاری کی عبارت سے متعلق سمجھ لیا جائے تو وہابیت اسمٰعیلیت ویسے ہی غرق ہوجائے گی کہ اگر یہ مدد جو قافلہ والوں نے غوث اعظم سے لی اگر وہ محض حرام ہوتی چہ جائیکہ کفر وشرک، تو علامہ علی قاری اس کو نہ لکھتے اور اگر اس کو لکھ دیا تھا تو اس کا رد کرتے، ان کا رد نہ کرنا اس کی تقریر ہے اور علماء کی تقریر دلیل ہوتی ہے۔ لو جی! وہابیت کا منہ اس کے اپنے ہی اصول سے کالا ہوگیا ہے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

قارئین: ہوسکتا ہے کہ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس مدد کو کوئی اور نام دے کر یا کچھ اور ہی کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے تو پہلے سے ہی بتارہا ہوں وہابی جو مرضی تاویل کرلے اس کو اس کے ہی گھر سے جوتے وہ بھی لاجواب پڑیں گے، اور یہی ثابت ہوگا کہ اس واقعہ سے جو ہم ثابت کررہے ہیں وہی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ پر وہابی اسمٰعیلی فتوے

بحمد اللہ ہم نے جو کچھ بیان کیا علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت سے بالکل واضح ہے۔ پھر بھی ہم وہابیہ اسمعیلیہ کی ہر ممکنہ آنے والی تاویل کا رد خود اسی کے گھر سے کر دیتے ہیں۔ اگر اس واقعہ سے وہ مراد نہ ہوتی جو ہم نے لی ہے تو وہابیہ اسمعیلیہ اس پر فتوی کیوں لگاتے؟۔ وہابیہ اسمعیلیہ اس عبارت سے وہی کچھ سمجھتے ہیں جو ہم نے سمجھا ہے اور وہ اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔

وہابیہ اسمعیلیہ کے دس سے زائد وہابی اکابرین کی مصدقہ کتاب ''رضا خانی مذہب'' میں (یہی واقعہ جو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے لکھنے کے بعد) لکھا ہے:

رضا خانیوں نے واقعہ مذکور کو ذکر کرتے وقت اتنا بھی نہیں سوچا کہ جھوٹ جیسی اخبث مرض سے بچنا کس قدر ضروری ہے، اور جھوٹ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے منافق کی علامت بیان فرمایا ہے، لیکن رضا خانی اہل بدعت نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق یہ من گھڑت قصہ بیان کیا ہے کہ جب جنگل میں ایک تجارتی قافلہ جا رہا تھا تو اس قافلہ والوں کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تو اس وقت قافلہ والوں نے حضرت پیرانِ پیر کی دوہائی دی، تو عین اس وقت حضرت پیر صاحب نے اپنے مدرسہ میں وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی، تو سلام پھیرنے کے بعد فوراً ہی ایک زوردار نعرہ لگا کر اپنی ایک کھڑاؤں کو ہوا میں زور سے پھینکا، پھر دوسرا نعرہ لگایا اور دوسری کھڑاؤں ہوا میں پھینک دی تو کھڑاؤں کا پھینکنا ہی تھا کہ جو ڈاکو تجارتی قافلہ کو لوٹ چکے تھے یہ کھڑائیں ان ڈاکوؤں کے دوسرداروں کے سر پر موسلا دھار بارش کی طرح پڑنے لگیں، جس کے نتیجہ میں دونوں سردار اللہ کو پیارے ہو گئے، اور کھڑاؤں نے ان کے سینہ پر قرار پکڑا، جب ڈاکوؤں نے اپنے سرداروں کی حیرت ناک سزا کو دیکھا تو پکار کر کہا کہ اپنا تمام سامان واپس لے لو اور ہماری جان بخشی کرو، **رضا خانی اہل بدعت اس قسم کی من گھڑت باتیں بیان کر کے عوام کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے غلاموں کی ہر جگہ اور ہر وقت دستگیری مشکل کشائی، حاجت روائی فرماتے ہیں، جب ہی حضرت پیرانِ پیر کو پکارا جائے تو وہ فوراً مدد کو پہنچتے ہیں۔ یہ عقیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے اور جو بات شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔** (رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص ۲۴۸، راشدیہ اکیڈمی کراچی)

جو بکواس ان دس سے زائد وہابیوں اسمعیلیوں احمدیوں نے کی ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کی توجہ صرف خط کشیدہ الفاظ کی طرف کروانا چاہتا ہوں دیکھیے کس طرح وہابیوں نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ پر دل کھول کر ہاتھ صاف کیے اور ان کو کیا کچھ کہا ہے۔ بہر حال ان ہابیوں اسمعیلیوں کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علامہ علی قاری جو بیان کر رہے ہیں اس میں مافوق الاسباب مدد ہی مراد ہے اور اس میں غوث اعظم علیہ الرحمۃ کو مشکل کشا دستگیر اور حاجت روائی کرنے والا کہا جا رہا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ علامہ علی قاری وہی ہیں جن کو تم نے ثالث بنایا ہے اور ان کا عقیدہ خود تمہارے ہی وہابیوں اسمعیلیوں کے بیان کردہ تبصرے سے ظاہر ہو گیا کہ معاذ اللہ وہ تمہارے نزدیک کتنے بڑے مشرک تھے۔

(۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت غوث پاک نے فرمایا ہے جو کسی تکلیف میں مجھ سے امداد چاہے یا مجھے آواز دے اس کی تکلیف دور کی جائے گی۔ (اخبار الاخیار مترجم دیوبندی، ص ۳۹، دار الاشاعت کراچی)

غوث پاک علیہ الرحمۃ کے فرمان کا ترجمہ کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ہے اور واضح الفاظ میں ترجمانی کر رہا ہے کہ

غوث اعظم سے مصیبت میں مدد مانگنے اور آپ کو پکارنے سے مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ اب وہابیت اسمعیلیت مل کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر بھی فتوی لگائے اور ان کو بھی اپنی جھوٹی توحید وحنفیت کی داستان سنائے اور ان کو بھی کچھ کفر کفر، شرک شرک یا مافوق الاسباب کے فتوے دیکھائے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے نام تو لے لیا پر ان کی مانی نہیں جیسا کہ اس کے وہابی اکابرین کا کام تھا۔

ایک اور کتاب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت کو رفع کروں گا، اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارتا ہے میں اس کی سختی کو دور کرتا ہوں'' ملخصا (زبدۃ الاثار تلخیص بھجۃ الاسرار مترجم، ص ۱۱۵، مکتبہ نبویہ لاہور)

نوٹ: یہی حوالہ علامہ علی قاری اور دیگر علماء کا ہم نے ماقبل میں بیان کر دیا ہے۔

علامہ علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر وہابی اسمعیلی فتوے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا یہ حوالہ بھی بالکل واضح ہے اور کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمعیلی آباء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہے کہ جی یہاں یہ مراد ہے وہ مراد ہے تو میں خود اسی کے گھر سے اس کی وضاحت کروا دیتا ہوں کہ یہاں کیا مراد ہے۔

دس سے زائد وہابی اسمعیلی اکابرین کی مصدقہ کتاب میں مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

رضا خانیو! تم پر خالق کائنات کا کس قدر غضب نازل ہے کہ کبھی بھی سچی بات تمہاری زبان سے نہیں نکلی، اس ناعاقبت اندیش فرقہ کو حق گوئی جیسی نعمت کیسے حاصل ہو جب کہ یہ فرقہ ضال ومضل اولیائے کرام کی طرف کذب بیانی منسوب کرنے میں یگانہ ہے، جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ جو کوئی مصیبت اور سختی میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت اور سختی کو دور کرتا ہوں، یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بیٹے عبدالوہاب کو وصیت کی کہ بیٹے جب مصیبت اور سختی پیش آئے حق تعالیٰ کو پکارا کرو اور جب ہی کوئی حاجت پیش آئے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو، توحید کو لازم پکڑو۔ (فتوح الغیب)

اب حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی واضح تعلیمات کے ہوتے ہوئے ہم کیسے مان لیں کہ حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ جب مصیبت وسختی پیش آئے تو مجھے پکارا کرو، رضا خانی اہل بدعت کا یہ عقیدہ کہ اولیائے کرام مصیبت وسختی میں حاجت روائی فرماتے ہیں یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O

ترجمہ: اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے گویا کہ ہمیں کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا ہی نہیں تھا، اسی طرح بیباکوں کو پسند آیا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔'' (پ ۱۱، سورہ یونس آیت ۱۲)

قرآن کریم کی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ جب ہی مصیبت وسختی میں پکارو تو خالق کائنات ہی کو پکارا کرو، وہی ذاتِ لایزل اپنے بندوں کی مصیبتوں اور سختیوں کو دور کرنے والی ہے۔ (رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص ۱۳۱، ۲۳، راشدیہ اکیڈمی)

ان دس وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی مصدقہ کتاب نے علامہ علی قاری وشیخ صاحب علیہما الرحمۃ پر درج ذیل فتوے لگائے:

(۱)خالق کائنات کا ان پر غضب (۲)ان بزرگوں نے سچی بات کبھی نہیں بولی(۳)نا عاقبت اندیش (۴)حق گوئی سے محروم(۵)ضال(۶)مضل(۷)کذب بیانی میں یگانہ(۸)اہل بدعت۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اس عبارت پر یہ فتوے لگانا بتاتا ہے کہ ان کے اصول سے اس سے وہی کچھ ثابت ہوتا ہے جو ہم نے کہا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر مزید فتوی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اگر میرے کسی مرید کی مشرق میں پردہ دری کی جارہی ہو اور میں مغرب میں ہوں تب بھی اس کی پردہ پوشی کروں گا۔۔میں قیامت تک اپنے ہر مرید کی دستگیری کروں گا اگر چہ وہ مرکب سے پھسل کر گر پڑے۔(اخبار الاخیار مترجم دیوبندی، ص۳۹، دارالاشاعت کراچی)

اس واقعہ کا جو مذاق وہابیہ اسمٰعیلیہ نے اڑایا ہے اس کا لاجواب جواب برادر مکرم میثم عباس رضوی نے ''کلمہ حق'' کے شمارے میں دے دیا ہے لیکن میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہابیت اسمٰعیلیت اپنی آبائی سوچ کفر کفر شرک شرک سے کب نکلے گی اور اکابرین اُمت پر یہ کفر وشرک کے فتوے لگانا کب بند کرے گی، کیا وہابی اسمٰعیلی بتا سکتا ہے کہ شیخ صاحب نے غوث اعظم کا یہ فرمان لکھ کر کہ ''میں قیامت تک اپنے ہر مرید کی دستگیری کروں گا'' کتنا بڑا شرک کیا ہے؟ کیا غوث اعظم کا یہ فرمان درست ہے؟ کیا وفات شدہ مدد کر سکتا ہے؟ کیا وفات شدہ کی مدد ماتحت الاسباب ہے؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہمارے ان سوالوں کے جوابات نہیں دینے، لہٰذا ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کی مصدقہ کتاب سے شیخ صاحب کی عبارت پر فتوے نقل کر دیتے ہیں۔

دیوبندیوں کے دس سے زائد اکابرین کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

رضا خانی اہلِ بدعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا ستر کھل جائے یعنی وہ ننگا ہو جائے خواہ وہ مشرق ومغرب ہی میں کیوں نہ ہو، حضرت شیخ صاحب کا اتنا لمبا ہاتھ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بٹھائے ہاتھ لمبا کر کے اپنے مرید کے ستر کو ڈھانک دیتے ہیں اور فرمایا قیامت تک جتنے لوگ بھی ان کے مرید ہوں گے وہ ان کی دستگیری فرماتے رہیں گے اور کوئی مرید بھی بغیر توبہ کے نہیں مرے گا۔

اس کذب بیانی پر ہم رضا خانیوں کو ہدیہ اخلاص پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے، اللہ تعالیٰ ان شرک کے پجاریوں کو کروٹ کروٹ پر عذاب دے، تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ جس طرح ہم نے دنیا میں دینِ اسلام کا نقشہ بگاڑا تھا آج اللہ نے ہمارے چہروں کو بگاڑ دیا ہے اور قیامت کے دن اللہ اس قسم کے بدبخت لوگوں پر نظرِ شفقت ہرگز نہیں فرمائیں گے کہ جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر دین اسلام میں اختراعات پیدا کر دیں۔

رضا خانیوں سے سوال ہے کہ کیا اولیائے کرام اسی قسم کے کام پر معمور ہوتے ہیں اور دنیا میں ان کے آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے ستر ڈھانکتے رہیں، یہ وہ ضال اور مضل رضا خانی فرقہ ہے جو اپنے کو حضرت پیر صاحب کا محبِ صادق بھی کہتے ہیں اور آئے دن نئے نئے نمونے کے جھوٹ تراش کر اس ولی کامل کی طرف منسوب کر کے اپنے کو کامیاب بھی تصور کرتے ہیں کہ ہم ہی اصلی اہل سنت ہیں اور اس ولی کامل کے نام پر اہل بدعت لاکھوں روپے جو گیارہویں کی شکل میں ہضم کرتے ہیں اور پھر حنبلی المسلک ولی کامل کی شان میں شدید توہین بھی کرتے ہیں۔(رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص۳۵۶ راشدیہ اکیڈمی)

وہابیہ اسمعیلیہ نے جو اہلسنت پر زبان درازی کی ہے اس پر ہم ان کو کچھ بھی نہیں کہتے کیونکہ ہم پر بھونکنا ان کو ورثہ میں ملا ہے۔لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر ہماری آڑ میں انہوں نے جو عوعو کی ہے وہ آپ کے سامنے بیان کر دیتے ہیں تا کہ آپ کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ اکابرین امت کی عبارات اہلسنت کی تائید کرتی ہیں یا وہابیہ اسمعیلیہ کی۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کذب بیانی (۲) شیخ صاحب معاذ اللہ شرک کے پجاری (۳) ان کو کروٹ کروٹ عذاب ہو (۴) انہوں نے اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا (۵) بدبخت (۶) ضال (۷) مضل (۸) رضاخانی (۹) جھوٹ تراشنے والے (۱۰) غوث پاک کی شدید توہین کرنے والے۔

یہ سب فتوے وہابیہ اسمعیلیہ نے شیخ صاحب کی عبارت پر لگائے۔وہابیہ اسمعیلیہ کا شیخ صاحب کی عبارت پر فتوے لگانا یہ اعلان کر رہا ہے کہ اس عبارت سے وہی کچھ ثابت ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو اپنے وہابی اسمعیلی علماء سے بچائے پھر ان کا نام لے لیکن یہ کام اس سے ساری زندگی نہیں ہوگا۔قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جن اکابرین کو ثالث بنایا تھا وہی وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف اور اہلسنت کے ساتھ ہیں جس کا ثبوت ہم نے دے دیا ہے۔لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان کو عیاری مکاری اور دھوکہ بازی سے باز آنا چاہیے اور ان اکابرین کا نام نہیں لینا چاہیے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی علیہ السلام او الانبیاء فقد انکرہ کثیر من الفقھاء... واثبتہ المشائخ الصوفیہ وبعض الفقھاء رحمۃ اللہ علیھم وذلک امر مقرر عند اھل الکشف والکمال منھم، لا شک فی ذلک عندھم حتی کثیرا منھم حصل لھم الفیوض من الارواح وتسمی ھذہ الطائفۃ اویسیۃ فی اصطلاحھم۔قال الامام الشافعی قبر موسی الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعاء وقال الامام الغزالی من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ۔وقال احد من المشائخ العظام: رأیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورھم کتصرفھم فی حیاتھم او اکثر،الشیخ معروف الکرخی،و الشیخ عبد القادر الجیلی و ذکر رجلین غیرھما۔

نبی علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے مدد مانگنے کا بہت سے فقہائے نے انکار کیا۔۔۔اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہا نے اس کو ثابت کیا ہے۔اور یہ امر اہل کشف وکمال کے درمیان ثابت شدہ ہے اور ان کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یہاں تک کہ ان میں سے کثیر کو ارواح سے فیوض حاصل ہوتے ہیں اور اس گروہ کا نام ان کی اصطلاح میں اویسیہ ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعاء کیلئے آزمودہ تریاق ہے اور امام محمد غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔اور مشائخ میں سے کسی نے فرمایا کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا کہ وہ اپنی قبور میں بھی ایسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی حیات میں کرتے تھے ایک حضرت معروف کرخی ہیں اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دو ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۲۱۵، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے وہابیت کی جان ہی نکال دی اور اس کا ایسا گلا گھونٹا کہ شاید اب بے حیائی کے پانی میں نہا کر نہیں آئے گی تو بیچاری ایسے ہی لٹکی اور اٹکی رہے گی۔اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام

سے مدد مافوق الاسباب مانگنے میں کسی کا اختلاف نہیں۔اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے اکثر فقہاء نے انکار کیا، یہ انکار کیوں کیا یہ ہم بعد میں بتائیں گے اور خود وہابیہ دیوبندیہ کے گھر سے ہی بتائیں گے۔صوفیاء کرام اور بعض فقہاء نے اس کو بھی جائز فرمایا۔

قارئین! میں جاہل بلکہ اجہل وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جس کو صوفیاء کرام اور بعض فقہاء جائز قرار دے رہے ہیں کیا وہ کفر وشرک ہوسکتا ہے؟ کیا شیخ صاحب ان کا مذہب لکھ کر کفر وشرک کی دعوت دے رہے ہیں، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہابیہ کی کفر کی فیکٹری تو اپنی موت آپ ہی مرجائے گی۔

ہوسکتا ہے کہ جاہل وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ یہاں استمداد ماتحت الاسباب مراد ہے، تو میں اس جاہل وہابی سے پوچھتا ہوں کہ کیا کثیر فقہاء نے ماتحت الاسباب مدد کا انکار کیا ہے، کیا ماتحت الاسباب مدد بھی جائز نہیں اگر یہی ہے تو بھی وہابیہ کا مزید بیڑا اغرق ہوگیا اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہاں وہی مدد مراد ہے جس کو وہابیہ کفر وشرک کہتے ہیں اور شیخ صاحب فرمارہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کا کوئی بھی منکر نہیں ہاں فقہاء نے اولیاء کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ایک بات اور بھی پہلے سے عرض کردیتا ہوں کہ وہابی اس عبارت کی جو بھی تاویل کرے اپنے گھر کی وہابی شریعت کو دیکھ کر کرے، کیوں کہ جوتے تو پھر اسے ہی کھانے ہیں۔ چلیں میں اس کو جوتے کھانے سے بچنے کے لئے کچھ اشارہ دے دیتا ہوں، اس جناب ذلت مآب کے گنگوہی صاب شیخ صاحب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس لیے یہ استثناء درست نہیں (یعنی شیخ صاحب رحمہ اللہ کا انبیا کا استثناء کرنا درست نہیں ہے از ناقل) اور سچ تو یہ ہے کہ فقہا کا انکار عام ہے اس بات سے کہ انبیا کی قبروں سے مدد طلب کریں یا ان کے غیر کی قبروں سے کسی سے بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہا کی کتابوں سے ظاہر ہے۔(فتاوی رشیدیہ، ص ۱۸۱، صدائے دیوبند کراچی)

وہابیت اسمعیلیت کے گروگھنٹال جناب گنگوہی صاحب نے شیخ صاحب کی عبارت کا رد کر کے اس بات کو ثابت کردیا کہ یہاں استمداد مافوق الاسباب ہی مراد ہے اور شیخ صاحب یہی استمداد انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت مانتے ہیں اور اولیاء کا اختلاف نقل کرتے ہیں جبکہ گنگوہی صاحب کو وہابی توحید کا ہیضہ ہوتا ہے اور وہ سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے اپنی وہابی شریعت کے ناجائز فتوے داغ دیتے ہیں، میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جب تمہارے اپنے ہی مشائخ ہند کی بات نہیں مانتے اور ان پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں اور تم ہمیں مشائخ ہند کے نام کیوں دکھاتے ہو؟ اور ان کو ثالث بنا کر اور ان کی بات نہ مان کر عوام کو گمراہ کیوں کرتے ہو؟ جناب وہابی اسمعیلی صاب جن کو ثالث بنایا ہے کم از کم خود تو ان کی مان لو یا اپنے وہابی بابوں سے منوالو، ہمیں یقین کامل ہے کہ نہ آپ شیخ صاحب کی مانیں گے اور نہ ہی اپنے آباء کو جوتے ماریں گے بلکہ آپ کا مشن فقہائے احناف اور مشائخ ہند کا نام استعمال کر کے دھوکہ دینا تھا جس میں آپ کامیاب نہیں ہوسکے، آئندہ ذلت ورسوائی خریدنے کے لئے کوئی دوسری چال دیکھنا کیوں کہ یہ تو تمہارے ہی گھر سے تمہیں برباد کرچکی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

۔۔۔امام غزالی گفتہ هر که استمداد کرده شود بوے در حیات استمداد کرده مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفته دیدم چهار کس را از مشائخ که تصرف می کنند در قبور جود مانند تسر فها ایشان در حیات خود یا بیشتر۔ قومے مے گویند که امداد جی قومی نز است و من مے گویم که امداد میت قوی ر اولیاء را تصرف درا کون

حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است۔

۔۔امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل درآمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں مگر انکی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ،جلد ا ص،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ صاحب علیہ الرحمۃ وہابیت کو اسی گٹر میں دابتے ہوئے جس سے وہ نکلی تھی لکھتے ہیں:

چہارم: اپنے دل کو ہمہ تن شیخ کی طرف متوجہ کرے اور اگر اس وقت شیخ کو ندا کرے اور اس سے مدد چاہے تو بھی جائز ہے اور پنجم: بزرگ و شیخ سے استمداد مانگنے کو حقیقت میں نبی کریم ﷺ سے استمداد تصور کرے اس لیے کہ وہ بزرگ تو نبی علیہ السلام کے جانشین اور نائب ہیں۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجم وہابی، ص ۲۲۴، مدینہ پبلشنگ کراچی)

قارئین! یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت ہے جس میں شیخ صاحب واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اہل سنت کے کئی عقیدے بیان فرما رہے ہیں۔

اولاً: مرید اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہو۔

ثانیاً: شیخ کو ندا کرے اور وہابیہ کے نزدیک غائب کو ندا کرنا ہی مافوق الاسباب ہے جو کہ شرک ہی شرک ہے۔اب شیخ صاحب جن کو وہابی اسمٰعیلی نے ثالث مقرر کیا تھا ان پر ہی وہابیت نے شرک کا فتوی داغ دیا ہے تو کیا ایک مشرک کو ثالث مقرر کرنا درست ہے؟

ثالثاً: اپنے شیخ سے مدد مانگے، اور یہ مدد مانگنا جائز ہے اور آگے مزید فرماتے ہیں کہ اس استمداد کو سرکار دو عالم ﷺ سے مدد تصور کرے۔

کیا وہابی شریعت کا یہ جاہل اسمٰعیلی ملا شیخ صاحب کی یہ بات تسلیم کرے گا کیا یہ نداء غائب کے جواز کا فتوی (جس طرح شیخ صاحب فرما رہے ہیں) دے گا اور شیخ صاحب نے اپنے شیخ سے مدد مانگنے کا جو کہا ہے کیا وہابی اس کو جائز کہے گا یا شیخ صاحب پر ہی اپنے آباء کی طرح فتوے لگائے گا ہمیں تو یہی امید ہے۔

وہابی فضول سے فاضل کی کفریہ توپ

لیکن ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جیسے بے شرم یہاں کچھ شرم کرے جس کی ہمیں کوئی توقع نہیں تو میں اسی کے گھر سے ہی اسے بتا دیتا ہوں کہ اس کی گھر کی شریعت کے وہابی مولوی نے شیخ صاحب کو کیا کچھ سکھانے کی کوشش کی ہے۔

وہابی دیوبندی مولوی فضول سے فاضل لکھتا ہے:

مترجم کہتا ہے کہ یہ بات شاہ صاحب کی نہیں لوگوں نے درج کردی ہے اور اگر شاہ صاحب کی طرف اس کی نسبت کو درست مان لیا جائے تو یہ شاہ صاحب کی بہت بڑی غلطی ہے کہ ایسے محقّق ہوکر ایک کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خیال نہ فرمایا کہ آخر یہ بات کیسی ہے اور عقائد پر اس سے کیا اثرات پڑ سکتے ہیں۔بہرکیف استمداد بغیر اللہ ایک مسئلہ ہے کہ جس کے عدم جواز پر سب علمائے اہلِ سنت (وہابیہ اسمٰعیلیہ از ناقل) کا اتفاق ہے اور اس مسئلہ کے بطلان پر علمائے سلف و خلف کی متعدد کتب موجود ہیں بندہ فاضل۔

(مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم دیوبندی، ص ۲۲۵، مدینہ پبلشنگ کراچی)

یہ بات تو یقینی ہے کہ ایسے عقائد ضرور یہ جن سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے ان میں شیخ صاحب کا مذہب فقہائے احناف کے خلاف نہیں ہو سکتا تو شیخ صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ وہی ہے جو احناف کا مذہب ہے لیکن وہابی اپنی وہابیت سے مجبور ہو کر کہاں تک وار کر سکتا ہے یہ آپ نے وہابی مولوی فضول سے فاضل کے بکواس میں دیکھ لیا ہے، شیخ صاحب جس چیز کو جائز فرما رہے ہیں اسی پر یہ وہابی سلف و خلف کا گویا اجماع ثابت کر کے شیخ صاحب کو اجماع کا مخالف ثابت کر کے شیخ صاحب کے عقیدے کے باطل ہونے کو ثابت کرتا ہے، یہ ہے وہابیت اسمعیلیت کہ ثالث بھی بناتے ہیں اور انہی کے عقیدے کو باطل بھی کہتے ہیں۔

شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

(۳) دیوبندی مولوی اخلاق حسین قاسمی شاہ صاحب کے حوالے سے لکھتا ہے:

مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ دوسرے کسی بزرگ کی روحانیت درست نہیں۔

(شاہ اسمٰعیل اور ان کے ناقدین، ص ۲۰۰، ذوالنورین اکادمی سرگودھا)

شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی جو کہ شاہ ولی اللہ کے والد اور شاہ عبد العزیز کے دادا ہیں ان کا عقیدہ خود وہابی مولوی نے بیان کر دیا کہ مشکلات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت سے مدد مانگنا جائز ہے، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ یہاں کونسی مدد مراد ہے ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب، اگر ماتحت الاسباب مدد مراد ہے تو وہ تمہارے نزدیک سب سے مانگنی درست ہے تو پھر دوسرے بزرگوں کی نفی کیوں؟ اور اگر مافوق الاسباب مراد ہے تو شاہ صاحب پر بھی فتویٰ ٹھوک دو اور شاہ صاحب کو بھی سادات احناف کے یہ فتوے دکھاؤ جن سے وہ معاذ اللہ زندگی میں جاہل تھے، جو بھی کہنا وہ سب کچھ سادات احناف کی معتبر کتب وفتاوی سے باحوالہ کہنا، ادھر ادھر کی ہانکنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمیں بھی تو سادات احناف کا عقیدہ معلوم ہو کہ ان کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت سے مشکلات میں مدد جائز ہے۔ بحمد للہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گلے میں اخلاق حسین قاسمی نے ہی پھندا ڈال دیا ہے جس کا جواب اس کے پاس کیا اس کے وہابی آباء کے پاس بھی نہیں سوائے آئیں بائیں شائیں کرنے کے، اب بھی وہابی مولوی سادات احناف کا نام لے اور ثابت کرے کہ شاہ صاحب جن کو اس کے وہابی اکابر بھی اپنا بزرگ مانتے ہیں ان کا یہ قول جس کو اخلاق حسین قاسمی نے بیان کیا ہے، سادات احناف کے فتاوی کے مطابق ہے، قارئین! آپ یقین کریں وہابی مولوی اسمٰعیلی ساجد خان کو موت آسکتی ہے بلکہ یہ وہابی اپنے آپ کو پھندا لگا سکتا ہے پر ثابت نہیں کر سکتا کہ فقہائے احناف کے نزدیک مشکلات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت سے مدد وہ بھی وصال ظاہری کے بعد اور وہ بھی ایسی کہ کسی اور سے جائز نہ ہو، درست ہے؟

(۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیسرے دن بعد پھر میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کیا۔ اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالی نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا، اس سے مجھے بھی مستفید فرمایئے۔ اور آپ کی ذات رحمت للعالمین ہے میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے اور اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا۔ اور آپ میرے سامنے رونما ہوئے۔ اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا۔ اور نیز خود اپنی ذات اقدس کی حقیقت مجھے بتائی۔ اور اس ضمن میں آپ نے اجمالی طور پر مجھے بہت مدد دی چنانچہ آپ نے مجھے بتایا کہ میں کس طرح اپنی ضرورتوں میں آپ کی ذات سے

استمداد کروں۔ (فیوض الحرمین مترجم دیوبندی، ص ۱۱۷، دارالاشاعت کراچی)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ہاں اس ضمن میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب آپ خلقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ ان سے اتنا قریب ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان اپنی پوری ہمت سے آپ کی طرف توجہ کرے تو آپ اس کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں۔ (فیوض الحرمین مترجم دیوبندی، ص ۱۲۳، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

چنانچہ اس مجلس میں نبی علیہ السلام نے مجھے اپنی اجمالی مدد سے سرفراز فرمایا اور یہ اجمالی مدد عبارت تھی مقام مجددیت، وصابت، اور قطبیت ارشادیہ سے، یعنی آپ نے مجھے ان مناصب سے نوازا اور نیز مجھے شرف قبولیت عطا فرمائی اور امامت بخشی۔

(فیوض الحرمین مترجم دیوبندی، ص ۱۲۷، دارالاشاعت کراچی)

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی ان کے علاوہ بھی بہت عبارات ہیں جن سے انبیاء و اولیاء سے مدد کا جواز بطریق اتم ثابت ہوتا ہے لیکن میں انہی پر اکتفا کرتا ہوں (جس کو تفصیل درکار ہو تو وہ رئیس المتکلمین و امام الفقہاء امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب الامن والعلی کے ابتدائی صفحات کا مطالعہ کر لے) اور وہابی اسمٰعیلی سے فقط ایک چھوٹا سا سوال کرتا ہوں کہ وہ سادات احناف کے فتاوی سے یہ بات ثابت کر دے کہ وفات شدہ بزرگ اجمالی مدد کر سکتے ہیں اور وہ مقام مجددیت، وصابت اور قطبیت ارشادیہ دے سکتے ہیں اور امامت بھی بخش سکتے ہیں اور یہ سب کچھ ماتحت الاسباب ہے اور ان میں سے کچھ بھی مافوق الاسباب نہیں ہے، اور یہ بھی بتائے کہ اگر آج کوئی بزرگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان میں سے کوئی مقام مانگے تو تحت الاسباب ہونے کی وجہ سے جائز ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے سکتے ہیں یا اب وہابیوں کو توحید کا ہیضہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے اور اب یہ سب کچھ مافوق الاسباب میں داخل ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان مناصب کے عطا کرنے پر پابندی ہے اور اب یہ مناصب مانگنے والا مشرک ہے۔

(۵) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اہلِ قبور سے استمداد کے بارے میں فقہاء میں باہم اختلاف ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی سب انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے استمداد کرنے کے بارے میں اکثر فقہاء نے انکار کیا ہے۔۔۔اور بعض فقہاء اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے بھی استمداد کرنا جائز ہے۔۔اہلِ قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ مشائخ صوفیہ جو اہل کشف و کمال سے ہیں۔ان کے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے حتی کہ وہ حضرات کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ارواح سے فیض ملتا ہے چنانچہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ قبر موسی کاظم کی مجرب تریاق ہے دعا قبول ہونے کے لئے اور حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے کہ جس کی حیات کی حالت میں استمداد کیا جاتا ہے اس سے اس کی موت کے بعد بھی استمداد کیا جاتا ہے۔۔

کچھ آگے وہابیت کا خانہ خراب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور اس بارے میں بعض روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ: جب تم متحیر ہو جاؤ امور میں یعنی کوئی کام انجام کرنے میں متحیر ہو جاؤ تو چاہیے کہ مدد چاہو اصحاب قبور۔ (فتاویٰ عزیزی، مترجم دیوبندی، ص ۱۹۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نوٹ: آگے شاہ صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام شرح مشکاۃ سے نقل کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ جس

سے وہابیت کی وہ ذلت ورسوائی ہوئی کہ اب وہ اپنی آخری راہ دیکھ رہی ہے۔ باقی جب یہ وہابی کچھ جواب دے گا تو ہم وہ سب کچھ اس کو دکھائیں گے کہ اس کے وہابی باپوں نے مشائخ ہند کے ساتھ کیا کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ان عبارات میں انبیاء و اولیاء سے مدد وہ بھی وہ جس کو وہابیہ مافوق الاسباب کہتے ہیں بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے جس کی وضاحت کی مزید ضرورت نہیں اور اس پر گویا وہابیہ کے باپ گنگوہی کا حوالہ بھی ہم نقل کر چکے ہیں جس میں اس نے اپنی وہابیت کا اظہار کرتے ہوئے اس قول کو رد کر دیا ہے۔

شاہ صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دریں حالت هم تصرف در دنیا واده واستغراق آنها بجهت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجه بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انهامی نمایندو ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنهامی طلبندو می یابند۔

اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی، جلد ۳، ص ۱۱۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۴، ص ۱۷۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نوٹ: اگرچہ ہم نے وہابی مترجم کا حوالہ دے دیا ہے لیکن یہ ترجمہ دیوبندی کا نہیں کیونکہ اس نے ترجمہ میں خیانت کر کے اس کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے شاہ عبدالعزیز کا نام تو لے لیا لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ شاہ صاحب اکیلے ہی وہابیت کو اس کے اصلی گھر پہنچانے کے لیے کافی ہیں، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ تم تو شاہ صاحب کو مدد اولیاء وانبیاء کا منکر لکھتے ہو جبکہ ان کی یہ واضح عبارات بالکل وہابیت کا رد کر کے اس کے اصلی گھر پہنچاتی ہیں اور اہلسنت کی گج وج کے تائید کرتی ہیں شاہ صاحب واضح الفاظ میں لکھتے ہیں: ''حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں'' وفات شدہ اولیاء سے حاجت مند کا اپنی مشکل کے وقت حاجت طلب کرنا کیا یہ جائز ہے جس کی شاہ صاحب اجازت دے رہے ہیں اگر نہیں اور وہابیت کے نزدیک یقیناً نہیں تو پھر سادات احناف کے فتوے شاہ صاحب کو بھی دکھاؤ اور کچھ شریعت کی باتیں ان کو بھی بتاؤ کیوں کہ وہ تو وہابیت کے طرز عمل کے مطابق اس سے جاہل تھے اور ان کو یہ ہی معلوم نہیں تھا کہ شرک کیا ہے اور شریعت کیا ہے، جناب ہم پر غصہ ہونے اور دانت پیسنے کے بجائے شاہ صاحب کے بارے میں کچھ لب کشائی کر و اور ایک دو فتوے ان پر بھی لگاؤ تا کہ وہابیت اپنے ہی اصولوں سے غرق ہو جائے کہ جن کو وہ معتبر مانتی ہے ان کے عقیدے بھی وہی ہیں جو اہلسنت کے ہیں۔

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

باید فهمید که استعانت از غیر بوجهے که اعتماد باشد او را عوان الهی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است داو را یکے از مظاهر عون الهی دانسته و بکار خانه اسبابی و حکمت او تعالٰی در آں نموده بغیر استعانت ظاهر هر نماید دور از عرفان نخواهد بود دشرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کرده اند در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکه استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

اس جگہ ایک امر جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں ہے بلکہ اس طرح حرام ہے کہ استعانت چاہنے والا اسی شخص پر بھروسہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ حاجت روا خدا تعالی ہے اور یہ شخص سبب ظاہری ہے اور اگر ایسا اعتقاد کر کے استعانت ساتھ غیر کے کرے اور اس غیر کو مظہر عون الٰہی کا سمجھے سوایسی استعانت شرع میں جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے بھی اس طرح کی استعانت ساتھ غیر کے کی ہے اور حقیقت میں ایسی استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت خدا کے ساتھ ہے۔ (تفسیر عزیزی مترجم وہابی، پارہ ا، جلد ا، ص ۲۹، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

بحمد اللہ اہلسنت انبیاء کرام اور اولیاء سے مدد ان کی کوئی ذاتی مدد نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اللہ ہی کی مدد سمجھتے ہیں اور ان حضرات کرام کو اللہ تعالی کی مدد کا مظہر جانتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرات اللہ تعالی ہی کی عطا اور دی ہوئی طاقت وقدرت سے مدد کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

حضرت امیر و ذریۃ طاهره در تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیه را بایشاں وابسته می دانند و فاتحه و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیده چنانچه جمیع اولیاءاللہ همیں معامله است۔

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افراد امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی اُمور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ اور درود و صدقات اور نذر و نیاز انکے نام ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔ (تحفہ اثناء عشریہ، ص ۲۱۴ سہیل اکیڈیمی لاہور)

کیا وہابی مولوی ساجد خان بتائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کے ساتھ امور تکوینیہ کو وابستہ جاننا جائز ہے یا وہابی شریعت میں اس کا حکم کچھ اور ہے اپنے گھر کی وہابی شریعت کا مطالعہ کر کے جواب دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہابی شریعت ہی آپ کے مخالف ہو، اکابرین سے تو وہابیت کا دور کا بھی واسطہ نہیں اور آپ کا واسطہ وہابیت سے ہی الوداع ہو جائے۔

دیوبندی تابوت سے نہ نکلنے والا کیل

قارئین! میرے پاس اور بھی بہت حوالے ہیں لیکن ابھی ایک اور حوالہ بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں لیکن اس سے پہلے وہابی اسمٰعیلی کے رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کا ایک دعوی دیکھ لیجئے تا کہ بات کو سمجھنے اور وہابیت کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہ رہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہابیہ کہتے کیا ہیں اور کرتے کیا ہیں۔

وہابی مولوی سرفراز گکھڑوی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو اپنا روحانی باپ مانتے، ان کے فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں۔

مزید لکھتا ہے:

بلاشک دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ (اتمام البرہان، ص ۱۳۹، مکتبہ صفدریہ)

جب وہابی مولوی سرفراز گکھڑوی کے نزدیک شاہ صاحب اتنے ہی معتبر و مستند ہیں تو انہی سے ہی اولیاء اللہ سے مصیبت کے وقت مدد مانگنے اور ان کو دور سے پکارنے کے حوالے سے مزید فیصلہ کروا لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحب اس حوالے سے کیا کہتے

ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے شاہ صاحب کو اپنا روحانی باپ ماننے والے اور ان کے فیصلہ کو آخری فیصلہ کہنے والے شاہ صاحب کا یہ فیصلہ بھی مانتے ہیں یا نہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مافوق الاسباب مدد کی اجازت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاته — اذا ما سطا جور الزمان بنکبته

میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں — جب زمانہ نکبت و ادبار سے اس پر حملہ آور ہو

و ان کنت فی ضیق و کرب و وحشة — فناد بیا زروق أت بسرعة

اگر تو کسی بے چینی اور وحشت میں ہو تو — یا زروق! کہہ کر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا

(بستان المحدثین مترجم، ص، ۳۲۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! شاہ صاحب نے تو پوری دیوبندیت کا بیڑا ہی غرق کر دیا ہے شاہ صاحب نے ''یا زروق'' کا نعرہ مصیبت میں لگوا کر حق کا بول بالا اور دیوبندیت کا منہ کالا کر دیا ہے اور بتا دیا کہ مصیبت کے وقت کسی کو مدد کے لئے پکارنا نہ شرک ہے نہ ہی کفر بلکہ جائز بھی ایسا کہ مصیبت دور، واہ شاہ صاحب واہ کیا فیصلہ کیا ہے، قارئین! کل تک جو شاہ صاحب کے فیصلے کو آخری فیصلہ کہہ رہے تھے اور ان کو روحانی پدر بھی مان رہے تھے اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ شاہ صاحب کے اس فیصلے کو مانتے ہیں یا نہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اس فیصلے کو کبھی بھی نہیں مانیں گے کیونکہ وہابیت کے آباء اس پر پہلے سے ہی فیصلہ سنا چکے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر وہابیت کا شرک کا فتویٰ

قارئین! یہ وہابیت کے گھر کا اصول ہے کہ جب کوئی کسی کا حوالہ نقل کرے اور اس سے اختلاف نہ کرے تو اس کا بھی وہی مؤقف ہوتا ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب کا اس اقتباس کو نقل کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہابی اصولوں سے یہ شاہ صاحب کے نزدیک شرک نہیں (اور جیسا کہ حمد اللہ ڈاگئی کا اصول بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) کیونکہ اگر یہ شرک ہوتا تو شاہ صاحب اس کو ہرگز نقل نہ کرتے اور اگر نقل کر ہی دیا تھا تو اس کا رد کرتے شاہ صاحب کا نقل کرنا اور رد نہ کرنا وہابیت کے اصولوں سے نہ کفر نہ ہی شرک بلکہ جائز اور شاہ صاحب کا مصدقہ فتوی جس پر عمل کرنے والے کو شاہ صاحب کی تصدیق حاصل ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی کوئی تاویل لے کر آجائے میں پہلے سے ہی اس کی تاویل کا اسی کے گھر سے بیڑا غرق کر دیتا ہوں اس اقتباس میں شاہ صاحب نے مصیبت کے وقت ''یا رزوق'' کہہ کر مدد مانگنے کو جائز کہا ہے اب اس پر وہابیت کی کتابوں اور ان کے بابوں کا فتوی بھی ملاحظہ کر لیں جو یہ کہتے ہیں کہ دور والے کو پکارنا ہی مافوق الاسباب ہے اور مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے لہٰذا شاہ صاحب پر وہابیت کا کیا فتوی لگا آپ ہی فیصلہ کر لیں

وہابی مولوی عبدالقدوس قارن لکھتا ہے:

غائبانہ زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو پکارا جائے یہ مافوق الاسباب ہے۔

مزید لکھتا ہے:

دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے عام اس سے کہ وہ مردہ ہو یا زندہ ہو مگر دور ہو (اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور، ص ۲۲۶، عمر اکادمی گوجرانولہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ غائبانہ طور پر ''یا زروق'' کی صدا وہ بھی مصیبت میں لگانے کو جائز کہہ رہے ہیں اور

وہابیت کہہ رہی ہے کہ غائبانہ پکارنا مافوق الاسباب ہے اور مافوق الاسباب پکارنا شرک ہے تو نتیجہ بالکل واضح ہے۔ **لیجیے شاہ صاحب کے فیصلہ کو بزعم خود آخری فیصلہ ماننے والوں نے تو شاہ صاحب کے ہی خلاف شرک کا فیصلہ سنا دیا ہے اور اپنے روحانی پدر پر ہی شرک کا فتوی دھر دیا ہے۔** اب فیصلہ ہمارے قارئین نے کرنا ہے کہ وہابیت نے شاہ صاحب کا فیصلہ مانا ہے یا ان کا ہی قصہ تمام کیا ہے، اور ان پر شرک کا فتوی سنا کر کہاں پہنچایا ہے۔

(۶) علامہ اسمعیل حقی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فقال الشيخ صلاح الدين ان الله تعالى أعطاني قدرة على قلب السماء الى الأرض فلو أردت أهلكتهم بقدرة الله تعالى لكن الاولى ان ندعو لاصلاحهم۔

شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں: مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۲، ص ۵۰۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابیہ اسمعیلیہ تو کہتے ہیں کہ کوئی کسی کے نفع ونقصان کا مالک نہیں لیکن یہ علامہ اسمعیل حقی حنفی کیا فرما رہے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

الاستعانة بغير الله في كشف الشدائد وان كانت محمودة في الجملة لكنها لا تليق بمنصب الأنبياء الذين هم أفضل الخلق...

مصائب دور کرنے میں اللہ کے علاوہ سے مدد مانگنا اگرچہ فی الجملہ محمود ہے لیکن انبیاء جو مخلوق میں سب سے افضل ہیں ان کے منصب کے لائق نہیں ہے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۴، ص ۳۴۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے! ایک آدھا فتوی اس حنفی پر بھی صادر ہو جائے تا کہ وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک ہو جائے۔

(۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

يعني ان الله تعالى يعطي لارواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاؤن وينصرون أولياء هم ويدمرون أعداء هم ان شاء الله تعالى۔

اللہ تعالی ان کی ارواح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ زمین، آسمان، جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔۔

(تفسیر مظہری، جلد ۱، ص ۱۵۵، المکتبۃ الوحیدیۃ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۱۹۶، ۱۹۷، دارالاشاعت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کو اپنا بنانے کے لئے وہابی اسمعیلی نے جو کام کیا ہے شاید ہی کسی اور نے کیا ہو لیکن بیچارے کی ساری محنت پر پانی خود قاضی صاحب اور تفسیر مظہری کے وہابی مترجم نے پھیر دیا ہے قاضی صاحب اہلسنت کے عقیدے کا بول بالا کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی گھر پہنچا رہے ہیں کیسی پیاری بات اور کیسا پیارا عقیدہ قاضی صاحب نے بیان فرمایا جس نے وہابیت اسمعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے شہداء کی ارواح کو قوت دی ہے کہ زمین میں آسمان میں جنت میں جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں، وہابی اسمعیلی قاضی صاحب کا نام لے کر دھوکہ تو دے رہا تھا اب قاضی صاحب کے اس عقیدے کو بھی اپنائے گا اور یہ اعلان کرے گا کہ ارواح مدد کر سکتی

ہیں فائدہ بھی دے سکتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک بھی کرسکتی ہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا خود ہی غرق ہو گیا اور اگر یہ وہابی انکار کرے جیسا کہ اس کا ایک باپ پہلے بھی انکار کر چکا ہے تو پھر سمجھ جانا کہ وہابی اسمعیلی کو قاضی صاحب سے کوئی کام نہیں اور نہ ہی ان کے اقوال کی کوئی اہمیت اور نہ ہی اس نے ان کے اقوال کو ماننا ہے بلکہ اس نے اپنی وہابی شریعت کے سورماؤں کو ماننا ہے اور بس۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ایک وہابی کو قاضی صاحب کا یہ عقیدہ پسند نہیں آیا تو قاضی صاحب کی اسی عبارت پر اپنا لایعنی حاشیہ چڑھاتے ہوئے اس نے لکھا کہ:

دوستوں کی مدد کرنا اور دشمنوں کو ہلاک کرنا شہداء کے متعلق کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ نہیں معلوم حضرت مؤلف قدس سرہ نے کس حدیث کی بنا پر ایسا لکھ دیا ہے۔ (تفسیر مظہری مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۱۹۶، ۱۹۷، دارالاشاعت کراچی)

اب وہابیت اسمعیلیت قاضی صاحب کو سمجھائے گی اور ان کی بات ماننے کے بجائے ان پر کلام کرے گی۔

قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

وقد تواتر عن كثير من الأولياء انهم ينصرون أولياء هم ويدمرون أعداء هم ويهدون الى الله تعالى من يشاء الله تعالى۔

اور سینکڑوں ہزاروں معتبر حکایتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اپنے دوستوں کی اعانت کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوتا ہے اس کو اللہ کی راہ دکھاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، جلد ۱، ص ۱۵۵، المکتبۃ الوحیدیۃ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۱۹۶، ۱۹۷، دارالاشاعت کراچی)

قاضی صاحب تو ارواح کے اپنے دوستوں کی مدد کرنے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے کا عقیدہ تواتر سے ثابت کر رہے ہیں اور اس بات کو ببانگ دہل فرما رہے ہیں کہ ارواح نفع بھی دے سکتی ہیں اور نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں۔ جب وہابیت اسمعیلیت کو قاضی صاحب کا تواتر والا عقیدہ بھی پسند نہ آیا تو اس نے قاضی صاحب کے اس عقیدے سے بھی جان چھڑا کر اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کو گلے سے لگایا۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی مولوی لکھتا ہے:

مباحث شرعیہ کے ثبوت کے لئے حکایات کافی نہیں پھر شہداء بلکہ صدیقین اور انبیاء کی ارواح سے دنیوی امور میں استعانت باجماع علماء (وہابیہ کا اجماع از ناقل) غیر صحیح ہے۔ سخاوی اور سبکی جیسے لوگ اس کو صحیح قرار دیتے ہوں تو دیتے ہوں اجماع محدثین وفقہاء کے مقابلہ میں ان کا قول ناقابل قبول ہے استعانت بالموتی کا جواز صرف استفاضہ من الارواح کی صورت میں بعض علماء (جیسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ) کے نزدیک ثابت ہے۔ عام محدثین اس کے بھی قائل نہیں۔ (تفسیر مظہری مترجم وہابی دیوبندی، جلد ۱، ص ۱۹۶، ۱۹۷، دارالاشاعت کراچی)

لیجئے! قاضی صاحب کا نام استعمال کر کے لوگوں کی جیبوں سے نوٹ نکلوانے والوں اور ان کے نام پر اپنی جھوٹی حنفیت کا پرچار کرنے والوں نے قاضی صاحب کے عقیدے کو ہی اجماع کے خلاف ثابت کر دیا ہے یعنی قاضی صاحب کے نزدیک جو عقیدہ تواتر (اور تواتر کا منکر وہابیہ کے اصول سے کافر ہے) سے ثابت ہے وہابیہ اسمعیلیہ اسی عقیدے کو اجماع کے خلاف (وہابیہ کے اصول سے اجماع کا منکر دوزخی و کافر ہے) ثابت کر رہے ہیں، میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ قاضی صاحب کا عقیدہ درست ہے یا پھر وہابی کی لن ترانیاں۔ تمہارے نزدیک تو وہابی اسمعیلی ہی سچا ہوگا اور اسی کی بات مانتے ہوئے قاضی صاحب کے عقیدے کو کفر

وشرک کی نظر کردو گے۔

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بهشت هر جا که خواهند و میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را هلاک می سازند۔

ان کی ارواح زمین وآسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ (تذکرۃ الموتی والقبور ص ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی)

قاضی صاحب کی یہ عبارت بھی وہابیت اسمعیلت کے عقیدے کی بیخ کنی کے لئے کافی ووافی اور دوائے شافی ہے۔ بحمد اللہ ہم قاضی صاحب کا عقیدہ انہی کی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ وہابیت اسمعیلیت کا اس کے اپنے اقرار کے مطابق قاضی صاحب کے عقیدے کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے قاضی صاحب کا نام جس طرح کل وہابیت دھوکہ دینے کے لئے استعمال کرتی تھی آج بھی وہابیت وہی کام کر رہی ہے لیکن اس مقام پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قاضی صاحب کا یہ عقیدہ صرف ان کا نہیں بلکہ یہ وہابی اسمعیلی اصول کے مطابق سادات احناف کا مذہب ہے

وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

و (المظهري) حنفي فعلم ان مذهب الاحناف...

اور مظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ از ناقل) حنفی ہیں تو اس سے احناف کا مذہب معلوم ہو گیا۔۔۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر ص ۲۴، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۲۵، مکتبہ الحقیقیہ استنبول)

جب قاضی صاحب کے اقوال سے ہی سادات احناف کا مذہب ثابت ہوتا ہے تو ارواح کے مدد کرنے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے کا متواتر عقیدہ بھی انہوں نے ہی بیان فرمایا ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ صرف قاضی صاحب کا نہیں بلکہ سادات احناف کا مذہب ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہابیت اسمعیلیت سادات احناف کے عقیدے نہیں بلکہ اپنے وہابیوں کے عقیدے پھیلاتی اور مانتی ہے اور اس کا احناف سے دور کا بھی تعلق نہیں، بس پیسہ بٹورنے اور اپنے آباء والی عیاری مکاری ودھوکہ بازی کا بازار گرم کرنے کے لئے یہ سادات احناف کا نام استعمال کرتی ہے۔ کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نام لے کر ہمیں ان کا مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نہ کل وہابیت اسمعیلیت کے ساتھ تھے اور نہ ہی آج ان کے ساتھ ہیں۔ میں انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے کے حوالے سے بھی مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کا عقیدہ بھی بیان کر دیتا ہوں جس سے واضح معلوم ہو جائے گا کہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ وہابیت اسمعیلیت کے عقیدے سے کتنا دور ہیں اور اہلسنت کے عقیدے کی کیسی کیسی تائید فرماتے ہیں۔

(۸) مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ایک روز یہ خوف غالب ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کشوف پر مواخذہ کریں اور ان توہمات کے بارے میں سوال فرمائیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بیقرار اور بے چین کیا اور اللہ جل سلطانہ کی بارگاہ پاک میں التجا اور زاری بڑھا دی اور یہ حالت ایک مدت تک جاری رہی۔ **اتفاق سے اسی وقت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اس معاملہ میں اس بزرگ کو اپنا مددگار ومعاون بنایا۔ اس اثناء میں اللہ جل شانہ کی عنایت شامل حال ہوئی اور اس نے معاملہ کی حقیقت کو کماحقہ ظاہر کر دیا۔** (مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، ص ۳۲۶، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

خط کشیدہ عبارت کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھئے اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ پہچانئے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں اپنی پریشانی کے عالم میں صاحب مزار کو اپنا مددگار و معاون بنانے کا بیان کیا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا مشکل میں صاحب مزار کو اپنا مددگار بنانا جائز ہے؟۔ کیا یہ مافوق الاسباب میں سے نہیں ہے؟۔ کیا صاحب مزار سے مدد مانگنا ماتحت الاسباب میں سے ہے؟۔ وہابی اسمعیلی ہمیں ہمارے سوالوں کے جواب نہیں دے گا بلکہ ان کو ہضم کر جائے گا یا پھر گول مول کر کے بھاگنے کی کوشش ہی نہیں کرے گا بلکہ بھاگے گا کیونکہ اس کو جواب دینے میں موت کے ساتھ ساتھ وہابیت اسمعیلیت کی گرتی دیوار کو ایک دھکا اور دو پر عمل کرنا پڑے گا اور اپنی کتاب و دعوی کا بھی گلا گھونٹنا پڑے گا، وہابی اسمعیلی ساجد خان ان میں سے کس کو اختیار کرتا ہے، اس کے لئے فی الحال اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال اختیار کرنا جو اجسام کے افعال کے لائق ہیں، اس جسد مکتسب کے ذریعے سے ہے اور **اسی قسم کی امدادیں ہیں جو اکابر قدس اللہ تعالی اسرار ہم کی روحانیت سے ہیں، اور اجسام کے افعال کے شایان شان ہیں۔ جیسا کہ مختلف وجوہات اور گوناگوں طریقوں سے دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ ہے۔**

(مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، ص ۳۶۴، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

یہ حوالہ بھی دیکھیں اور وہابیت اسمعیلیت کو اپنی موت آپ مرتے دیکھیں۔ وہابیت اسمعیلیت جس چیز پر فتوے لگاتے نہیں تھکتی تھی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اسی کو اختیار کر کے وہابیت کو اس کے اصلی گھر پہنچا دیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں فتوے لگانے میں شرما جائے لیکن ہم ماقبل میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی اسی طرح کی عبارت بیان کر کے اس پر وہابی اسمعیلی عبدالدائم کی واہیات نقل کر چکے ہیں۔ پھر بھی ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کو غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ بیان کیا ہے بالخصوص ''دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا'' کیا یہ درست ہے؟۔ اگر درست ہے تو کم از کم پانچ ساداتِ احناف سے ثابت کر دے اور اگر درست نہیں ہے۔ تو پھر سادات احناف و مشائخ ہند کے دو چار فتوے ادھر بھی دکھا کر وہی لن ترانیاں کر دو جو اہلسنت پر کی ہیں۔ یعنی ان کو بھی حنفیت سے خارج کرنے کے ساتھ ساتھ حنفیت کا باغی بنا دو۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، لہٰذا اقطاب و ابدال اور اوتاد جو گوشہ نشین اولیاء میں سے ہیں، اور ولایت کے کمالات کا پہلو ان میں غالب ہے، کے مقام کی تربیت ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی امداد اور اعانت کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب جو قطب مدار ہے، کا سر ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے قدم کے نیچے ہے اور قطب مدار ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی حمایت اور رعایت سے اپنی مہم سرانجام دیتا ہے اور مداریت کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔ حضرت (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور امامین بھی اس مقام میں حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شریک ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، جلد ۱، ص ۳۸۱، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

میں اس پر اس کے سوا کوئی کلام نہیں کرتا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی وہابی شریعت کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا اقرار کرے کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ لکھا ہے، سب کچھ لفظ بلفظ درست ہے۔ اور وہابیہ اسمعیلیہ اس کو درست کہتے ہیں

جب وہابی اسمٰعیلی اقرار کرلے گا تو ہم اس کو اس کے گھر کی سیر کروائیں گے۔

مزید لکھتے ہیں:

میرے مخدوم! اویسی کہنے میں ظاہری پیر کا انکار نہیں ہے۔ کیونکہ اویسی وہ آدمی ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کو ایک دخل ہو۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے (اپنے) ظاہری پیر کے باوجود چونکہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے ایک امداد پائی تھی، لہٰذا (خود کو) اویسی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت نقشبند قدس سرہ نے (اپنے) ظاہری پیر کے باوجود چونکہ حضرت خواجہ عبدالخالق (غجدوانی) قدس سرہ کی روحانیت سے امدادیں حاصل کی تھیں، (لہٰذا) اویسی تھے۔ خاص کر کے ایسا شخص جو اویسی ہونے کے باوجود (اپنے) ظاہری پیر کا اقرار بھی رکھتا ہے، اس کے ذمے زبردستی پیر کا انکار کرنا لگا دینا عجیب انصاف ہے؟

(مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، ص ۵۲۶، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

کیا اپنے پیر کی روحانیت سے امداد حاصل کرنا وہابی اسمٰعیلی شریعت میں جائز ہے؟۔ اگر ہاں تو کم از کم پانچ سادات احناف کے حوالہ جات پیش کیے جائیں اور اگر جائز نہیں اور وہابی اصولوں سے یقیناً جائز نہیں، تو پھر ایک دو فتوے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر بھی لگائے جائیں اور ان کو بھی حنفیت کا باغی کہا جائے اور ان کے حنفیت سے خارج ہونے پر مہر لگائی جائے۔

وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

ایک سید صاحب، جو صحیح النسب تھے اور حضرت مجدد قدس سرہ کے قدیم مریدوں میں سے تھے، بیان فرماتے تھے کہ حضرت مجدد قدس سرہ کے ایک حقیقی بھائی سرونج (مالوہ) میں تھے۔ آپ نے ان کو بلانے کے لیے دو کلمے لکھے اور مجھے فرمایا کہ تم خود جاؤ اور ان کو لے آؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں وہاں جانے کا میں نے عزم کیا۔ آپ نے فاتحہ رخصت پڑھ کر فرمایا کہ راستے میں لایلاف قریش خوب پڑھنا، تاکہ خطرات سے محفوظ رہو اور کسی چیز کی حاجت نہ رہے **<u>اور اگر کوئی مشکل در پیش ہو تو مجھے یاد کرنا</u>**۔ میں نے آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھے (قدم بوسی کی) اور روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے ایک جماعت اس سفر میں میرے ساتھ ہو گئی۔ جب سرونج دو تین منزل رہ گیا تو وہاں ایک ہیبت ناک جنگل نظر آیا۔ وہاں گھاس دو قد آدم تھی۔ میں وہاں قضائے حاجت کے لیے گیا اور ساتھی وہاں کھڑے رہے۔ فراغت اور طہارت کے بعد وضو کر کے میں نے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھی۔ **<u>اس اثناء میں گھاس ہلنے لگی اور میں نے دیکھا کہ ایک دہاڑنے والا شیر آ پہنچا اور میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے بے اختیار حضرت مجدد قدس سرہ کو یاد کیا اور کہا: آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مشکل تمہیں در پیش ہو تو مجھے یاد کر لینا، (چنانچہ) اب مدد کا وقت ہے اور مجھے اس دھاڑنے والے اور پھاڑ کھانے والے شیر کے چنگل سے نجات دلوایئے</u>**۔ ابھی میری یہ بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ ظاہر ہوئے اور اس شیر کو اشارے سے فرمایا کہ دور ہو۔ شیر پلٹا اور بھاگ گیا۔ پھر جو میں نے نگاہ اٹھائی تو حضرت مجدد قدس سرہ میری نگاہ سے غائب ہو چکے تھے۔ میرے ساتھیوں نے بھی یہ واقعہ دیکھا اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کون بزرگ تھے جنہوں نے ایسے وقت میں تمہاری امداد فرمائی؟ میں نے آپ کا اسم مبارک بتایا تو وہ سب کے سب جان و دل سے آپ کے معتقد ہو گئے۔ (تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف، ص ۲۲۰، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

اکیلا یہی حوالہ وہابیت اسمٰعیلیت کو غرق کرنے کے لئے کافی ہے، وہابی اسمٰعیلی جو اچھل کود کر رہا تھا اور ہمیں سادات احناف کی گردان سنا رہا تھا اور فتوے پہ فتوی دیئے ہی جا رہا تھا۔ اب اس کو بہت آرام آ گیا ہو گا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں بس اتنا بتا دے کہ پیر کا مرید کو مشکل میں یاد کرنے کا کہنا جائز ہے؟۔ اور پھر مرید کا مشکل بلکہ بہت مشکل میں اپنے پیر کو پکارنا جائز ہے؟۔ اور پیر کا وہاں

مدد کے لیے پہنچا جائز ہے؟ ان سب کا جواب وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کی شریعت دیکھتا ہوا کم از کم پانچ سادات احناف سے دے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مرجائے گا پران سوالوں کا جواب نہیں دے گا کیونکہ ان سے اس کی وہابیت اسمٰعیلیت مرجائے گی اور اس کو بھی جینے کے قابل نہیں چھوڑے گی۔

قارئین! وہابیہ اسمٰعیلیہ تو عقل سے فارغ ہوتے ہیں آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ کتنے واضح الفاظ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مرید کو مشکل میں یاد کرنے کا فرما رہے ہیں اور کوئی بھی فتوی صادر نہیں کر رہے حالانکہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بھی حنفی ہیں، کیا ان کو معلوم نہیں تھا کہ سادات احناف کے نزدیک انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا کفر و شرک ہے؟۔ یا وہابیہ اسمٰعیلیہ فتوے ٹھوکنے میں ماہر ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی جو بھی کرے اس کی نیّا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ڈبو دی ہے، اور اس کے دعوے کے ساتھ ساتھ اس کی کتاب کا بھی بیڑا غرق کر دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی اگر سادات احناف کے حوالے سے دعوی کرنے میں سچا ہے تو پھر ادھر بھی فتوے لگائے اور یہاں بھی وہی جھوٹی حنفیت دکھاتے ہوئے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی حنفیت سے خارج قرار دے اور حنفیت سے بغاوت کا فتوی مزید برآں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولا یمکن حل ھذا الاشکال الّا بکلام المجدد للالف الثانی رضی اللہ عنہ فانہ حین سئل عن حیوۃ الخضر علیہ السلام ووفاتہ توجہ الی اللہ سبحانہ مستعلما من جنابہ عن ھذا الأمر۔ فرای الخضر علیہ السلام حاضرا عندہ فسالہ عن حالہ فقال انا والیاس لسنا من الاحیاء لکن اللہ سبحانہ اعطی لارواحنا قوۃ نتجسد بھا ونفعل بھا افعال الاحیاء من ارشاد الضال واغاثۃ الملھوف إذا شاء اللہ و تعلیم العلم اللدنی وإعطاء النسبۃ لمن شاء اللہ تعالی وجعلنا اللہ تعالی معینا للقطب المدار من اولیاء اللہ تعالی الّذی جعلہ اللہ تعالی مدارا للعالم جعل بقاء العالم ببرکۃ وجودہ وإفاضتہ- وقال الخضر ان القطب فی ھذا الزمان فی دیار الیمن متبع للشافعی فی الفقہ- قال فنحن نصلی مع القطب صلوۃ علی مذھب الشافعی فبھذا الکشف الصحیح اجتمع الأقوال وذھب الاشکال والحمد للہ الکبیر المتعال-

اس مسئلہ کا واحد حل حضرت مجدد کے بیان سے ہوسکتا ہے حضرت مجدد صاحب سے جب حضرت خضر کے زندہ یا مردہ ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اللہ کی طرف توجہ کی اور بارگاہ قدس سے اس کا جواب ملنے کی دعا کی چنانچہ عالم مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ خضر سامنے آگئے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب نے حضرت خضر سے خود ان کی حالت دریافت کی۔ حضرت خضر نے فرمایا میں اور الیاس دونوں زندہ نہیں ہیں **لیکن اللہ نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرمادی ہے کہ ہم جسم کا لباس پہن کر بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاتے اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں اگر اللہ چاہتا ہے (بعض لوگوں کو) علم لدنی بھی تعلیم کرتے اور نسبت بھی عطا کرتے ہیں ہم کو اللہ نے قطب مدار کا مددگار بنایا ہے قطب مدار کو اللہ نے مدار عالم بنایا ہے انہی کی برکت سے یہ عالم قائم ہے ہم ان کی مدد کرتے ہیں۔** اس زمانہ میں ان کا مسکن ملک یمن ہے وہ فقہ شافعی کے پیرو ہیں ہم بھی قطب مدار کے ساتھ شافعی فقہ کے موافق نماز پڑھتے ہیں۔

(تفسیر مظہری، جلد ۴، ص ۵۴-۴۳، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۷، ص ۱۶۳، دارالاشاعت کراچی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ہم ماقبل میں بھی بیان کر چکے ہیں اور ان پر وہابی اسمعیلی عبدالدائم کی لن ترانیاں بھی بیان کر چکے ہیں یہاں پھر سے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کا نام لینے کا مقصد یہ ہے کہ وہی بات جو انہوں نے پہلے بیان کی تھی وہی اب مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے بیان کر کے اس عقیدے پر بھی مہر ثبت کروا رہے ہیں۔ ویسے اس عبارت میں بھی قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے وہابیہ اسمعیلیہ کی کمر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے تڑوائی ہے اور اس بات کو بانگ دہل بیان کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو اللہ طاقت وقدرت بھی عطا فرماتا ہے، وہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ بھی دکھاتے ہیں، مصیبت زدوں کی مصیبت بھی دور کرتے ہیں، علم لدنی و نسبت بھی دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ قطب مدار کے بھی مددگار ہیں۔ اللہ کریم قاضی صاحب علیہ الرحمۃ پر اپنی رحمت خاص کا نزول فرمائے جنہوں نے ان لوگوں کو (جو ان کی مجمل عبارات پیش کر کے ناچتے تھے) واقعی ننگا کر دیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کئی عبارات قاضی صاحب کی پیش کر کے دھوکہ بازی کا بازار گرم کرنے کی کوشش کی لیکن بحمد للہ ہم نے اس کی ساری محنتوں پر پانی ہی پانی پھیر دیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے کہ قاضی صاحب نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟۔ اس سب کا جواب کم از کم اپنی ہی کتابیں پڑھ کر دینا تاکہ بعد میں ذلت رسوائی کم ہو لیکن اس کی ہمیں امید نہیں۔

(۹) وہابی اسمعیلی نذیر رانجھا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بیٹے کے حوالے سے لکھتا ہے:

حضرت حاجی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ، جو آپ کے مخلص تھے اور سخت ریاضات اور مجاہدات والے تھے، بیان کرتے تھے کہ اس زمانے میں جبکہ میں بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سفر پر تھا اور جہاز پر بیٹھا ہوا تھا کہ سخت اور تند لہروں کی وجہ سے جہاز غرق ہونے لگا۔ لوگ سخت پریشانی میں تھے اور ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا، تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے اور غرق ہونے سے بچ جائے۔ اس اثناء میں میں نے مخدوم زادوں کا تصور کیا اور بہت تضرع کے ساتھ ان سے التجا کی کہ مدد فرمایئے۔ بس تصور کرتے ہی دونوں صاحبزادے (محمد سعید اور محمد معصوم) تشریف لے آئے اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو کہ ہم لوگ تمہاری امداد کے لیے پہنچ گئے ہیں اور ان شاء اللہ یہ جہاز غرق نہ ہوگا۔ جب یہ خوشخبری میرے دل کو پہنچی، میں نے اعلان کر کے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ اپنا سامان سمندر میں نہ ڈالیں کہ ان شاء اللہ یہ جہاز غرق نہیں ہوگا۔ میرے بزرگوں نے مجھے ایسی خوشخبری سنائی ہے۔ لیکن لوگوں کے خیال میں جہاز کا بچنا دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ میری بات پر انہوں نے یقین نہیں کیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں لہروں کا اٹھنا بند ہو گیا اور جہاز ٹھہر گیا۔ پھر تو وہ لوگ ہمارے حضرات کے معتقد ہو گئے اور مجھ کمترین سے خلوص فرمانے لگے اور ہم سب لوگ وہاں سے خیر و عافیت کے ساتھ گزر گئے اور حج کے لیے پہنچ گئے۔ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف، ص ۴۲۷، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

وہابی اسمعیلی کو ان حوالوں سے جائے فرار نہیں کیونکہ یہی حوالے اسی کے وہابیہ اسمعیلیہ نے بیان کئے ہیں لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کا موقف اس حوالے سے بیان کرے۔ کیا سادات احناف کے نزدیک جہاز جب غرق ہو رہا ہو تو کسی بھی سوار شخص کا اپنے پیر کی طرف توجہ کرنا اور اس سے مدد چاہنا جائز ہے؟ اگر یہ سب کچھ جائز نہیں تو ان پر بھی فتوے لگائے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بیٹے مشرکین مکہ سے بھی بڑے مشرک وہابی فتوی

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں فتوے لگانے میں شرم کرے تو میں اسی کے وہابی اسمعیلی اکابرین سے ہی بیان کر دیتا ہوں۔

دیوبندیوں کے مؤرخ ضیاء الرحمن فاروقی کی بھی سن لیجئے لکھتا ہے:

مشرکین مکہ اور آج کے مشرک میں فرق: قرآن کہتا ہے کہ

فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۔

مکے کے مشرکین (شرک) کرتے تھے لیکن جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تھے اور کشتی دریا کے درمیان جا کر ڈوبنے لگتی تھی تو وہ کہتے تھے، اے اللہ اس کشتی کو تیرے سوا کوئی بچا نہیں سکتا، حالانکہ قرآن کہتا ہے:

فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ

۔۔۔لیکن آج کے مشرک کو دیکھو یہ شرک میں اتنا سخت ہے کہ جو کشتی ڈوبتی پر بیٹھ کر بھی کہتا ہے، معین الدین چشتی لگا دے پار کشتی، پیر دستگیر کو کہتا ہے کشتی پار لگا دے مکے کا مشرک ڈوبتی ہوئی کشتی کے موقع پر تو خدا کو یاد کرتا ہے لیکن آج کا مشرک ڈوبتے وقت بھی خدا کو یاد نہیں کرتا اس سے بڑا مشرک کائنات میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔ (تقاریر فاروقی، جلد دوم، ص ۱۸۱، عتیق اکیڈمی ملتان)

اسی طرح وہابیہ اسمعیلیہ کے دس سے زائد وہابیہ کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

رضا خانی اہل بدعت شرک کرنے میں مشرکین مکہ سے بھی بڑھ گئے ہیں، حالانکہ جب مشرکین مکہ دریاؤں میں سفر کرتے باد و باراں کے طوفان اٹھتے کشتیوں کو غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا تو اس وقت غیر اللہ کو بھول کر خاص ایک الٰہ واحد کو پکارتے تھے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:

فَاِذَا ارکبوا فی الفلك دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجھم الی البر اذا ھم یشرکون۔ (پ۲۱)

ترجمہ: پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

وَاِذَا غَیشھم مَّوج کالظلل دعوا اللہ مخلصین له الدین۔ (پ۲۱)

ترجمہ: اور جب انہیں سائبانوں کی طرح موج ڈھانک لیتی ہے خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں:

وَجَرَیْنَ بِھِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِھَا جَآءَتْھَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِیْطَ بِھِمْ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔۔ (پ۱۱)

ترجمہ: اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں تیز ہوا چلتی ہے اور ہر طرف سے ان پر لہریں چھانے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ لہروں میں گھر گئے ہیں تو سب خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

اس آیت میں ان مدعیانِ اسلام کے لیے بڑی عبرت ہے جو جہاز یا کشتی کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، فتح مکہ کے بعد ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا، مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا، تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو، یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ آئیں گے، عکرمہ نے کہا کہ یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو بلاتے ہیں، اگر دریا میں رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے، اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا، مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرمائیں گے، چنانچہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوئے، چنانچہ مشرکینِ مکہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے تھے اور اس حقیقت سے بھی تو باخبر رہیں کہ آج لوگوں کو زمین پر یا سمندر میں جب کوئی بہت بڑا مہلک واقعہ اور سخت خطرناک حالات پیش آ جائیں، تو وہ ان کو پکارنے لگتے ہیں جو نہ نفع ونقصان پر قادر ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، بعض تو خضر اور الیاس کو پکارتے ہیں اور رضا خانی مشرکین تو مشرکین مکہ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ جب کشتی کو تیز وتند ہوا آ لیتی ہے یا جہاز کے غرق ہونے کا اندیشہ ہو تو یہ بدنصیب لوگ یا شیخ عبد القادر اغثنی پکارتے ہیں یا کہتے ہیں بہاؤالحق بیڑا دھک یا خواجہ معین الدین کو یوں پکارتے ہیں۔

بہ گرداب بلا اُفتاد کشتی۔۔۔مدد کن یا معین الدین چشتی (العیاذ باللہ)

چنانچہ جس نے صرف اللہ کو مصیبت کے وقت پکارا تو وہ ان خوف ناک مصائب سے نجات پا جائے گا، جو اپنے مصائب میں غیر اللہ کو پکارے گا تو وہ تباہ وبرباد ہو گیا، اور وہ بہت بڑا مشرک ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وماوٰه النار۔ (پ٦)

ترجمہ: بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

رضا خانی اہلِ بدعت کو چاہیے کہ شرک وبدعت سے تائب ہو جائیں اور توحید وسنت پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچائیں۔۔ (رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص ۲۳۹، راشدیہ اکیڈمی کراچی)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابیوں نے ہی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بیٹے پر فتوی اور وہ بھی مشرکین مکہ سے بھی بڑے مشرک ہونے کا لگا دیا ہے، نیز اس کے علاوہ فتوے الگ ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بھی ان سب چیزوں کا اقرار کر کے یہ سب فتوے لگا کر حق وہابیہ اسمٰعیلیہ ادا کرے۔

قارئین! سادات احناف کا موقف آپ نے دیکھ لیا، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی بھی دیکھ لیں جس میں اس نے جھوٹ ہی جھوٹ بولا ہے اور یہ جھوٹ کیوں نہ بولتا کیونکہ ان کی وہابیت اسمٰعیلیت اس کے بغیر چلتی ہی نہیں ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے: سادات حنفیہ ومشائخ ہندوستان کا عقیدہ ہے کہ مافوق الاسباب یعنی وہ اُمور جو مخلوق کی قدرت سے باہر ہوں اور کسی سبب کے نتیجے میں ان کا ظہور نہ ہوتا ہو ان امور میں مخلوق خواہ وہ نبی ہو یا کوئی ولی اللہ، ان کی زندگی میں یا بعد از وفات ان سے مدد طلب کرنا ان امور میں اپنی حاجت برآوری کے لیے ان کو پکارنا اس نیت سے ان کی قبور کی زیارت کو جانا حرام، شرک اور کفر ہے۔ ان مشائخ کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند کا بھی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۴، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی کی اپنے ہی ہاتھوں ذلت ورسوائی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کیا سمجھتا ہے اور کیا لکھتا ہے اس کو خود ہی معلوم نہیں ہوتا اس نے یہاں جس چیز کا دعوی کیا ہے اور جس پر کفر وشرک کے فتوے داغے ہیں آگے جا کر اپنے ہی ہاتھوں اپنی اسی بات کا خون کر دیا ہے یہاں اس نے سادات احناف کے ذمہ یہ بات لگائی کہ وہ مافوق الاسباب مدد کو کفر وشرک کہتے ہیں لیکن آگے ہی جا کر لکھتا ہے:

ہر وہ شخص جو اجمیر شریف یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل و

زنا سے بڑھ کر ہے (کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۳۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)
خط کشیدہ الفاظ یہ کسی اور کے نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے ہیں جس میں وہ اقرار کر رہا ہے کہ اگر کوئی مزار پر اپنی حاجت طلب کرنے کے لئے جائے یعنی اس نیت سے جائے کہ اپنی مشکل میں، مصیبت میں صاحب مزار سے مدد مانگوں گا وغیرہ وغیرہ تو ایسا شخص کافر و مشرک نہیں ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا صاحب مزار سے مدد مانگنا، ان سے طلب حاجات کرنا مافوق الاسباب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو وہابیت اسمعیلیت کا قصہ ہی تمام ہو گیا اور اس کے سستے فتوؤں کی قلعی بھی کھل گئی اور یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ وہابیت اسمعیلیت یہ سب کچھ اپنے پیٹ کا دھندا چلانے کے لئے کر رہی ہے ورنہ حقیقت میں صاحب مزار سے مانگنا جائز ہے۔ اور وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں سے مافوق الاسباب ہے تو پھر مافوق الاسباب مدد مانگنے والے کو کافر و مشرک نہ کہنا اپنے ہی اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اپنے دعوے کو اپنے ہی ہاتھوں رد کرنا ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ کا ہر جگہ یہی کام ہوتا ہے۔ بحمد للہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کی حقیقت خود اسی نے ہی بیان کر دی اور اپنے دعوے سے خود ہی دستبردار ہو گیا ہے۔ اور بزعم خود حنفیت کو چھوڑ کر حنفیت سے بغاوت کا اعلان کر دیا ہے کیونکہ سادات احناف کا موقف تو اس کے زعم کے مطابق وہ جو اس نے اوپر بیان کیا ہے اور پھر خود ہی اس کی مخالفت کرتا ہے اور حنفیت سے خارج ہو کر حنفیت کا باغی بنتا ہے، یہ ہے اس بندے کی اوقات جو دوسروں کو حنفیت سے خارج کرتا ہوا نہیں تھکتا۔ آج اپنے ہی اقرار سے حنفیت سے خارج ہو کر حنفیت کا باغی ہو گیا ہے۔ ہمیں اس پر مزید لکھنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن وہابیت اسمعیلیت کی ساری راہیں بند کرنے کے لئے مزید بھی لکھا جاتا ہے۔

قارئین! آپ نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ تو دیکھ لیا کہ اس نے صرف دعوے میں ہی کیسے کیسے پینترے بدلے ہیں لیکن پھر بھی ناکام ہی رہا اور یہ کفر و شرک کے جو تیر اہلسنت پر چلانا چاہتا تھا وہ اپنے ہی معتبر و مستند علماء اور خود وہابی اسمعیلی سورماؤں پر چلا گیا، اس کی کچھ تفصیل تو آپ نے سادات احناف اور مشائخ ہند کے حوالوں میں پڑھ لی ہے اور کچھ آ رہی ہے، اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنا دعویٰ سیدھا سیدھا لکھ دیتا اور مافوق الاسباب امور اور کسی بھی سبب کے تحت نہ آنے والے امور کی وضاحت کر دیتا تو اس کی یہ ساری ہی محنت پانی پانی ہو جاتی کیونکہ اس وضاحت کے بعد کفر و شرک کے خنجر سے قتل ہونے والے کوئی اور نہیں بلکہ خود اس کے اپنے ہی گرو گھنٹال نظر آتے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد نے اپنے اکابرین والا کام مکاری، عیاری اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے جان چھڑانے کی کوشش کی کہ بعد میں اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ کام تو تمہارے آباء نے بھی کیا ہے تو یہ کہہ سکے جی یہ تو ماتحت الاسباب ہے وغیرہ وغیرہ۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان جواب دے

وہابی اسمعیلی نے بچنے کے لئے دعوے میں جو کرتب استعمال کئے وہ آپ نے جان لئے لیکن وہابی مولوی ساجد خان کو ہم بھاگنے نہیں دیں گے بلکہ جس طرح اس کے اکابرین نے ذلت کے کیپسول ہمیشہ ہمیشہ اپنے لئے پسند کئے اسی طرح وہابی اسمعیلی ساجد کو بھی ہم دینے کے لئے تیار ہیں، وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے آباء کی باتیں و عقیدے کو پڑھے بغیر دعویٰ تو کر لیا لیکن اس کے اس دعوے کو وہابیوں ہی کی باتوں و عقیدوں نے مٹی میں ملا دیا وہابی اسمعیلی ہم سے پوچھنے یا ہمیں بتانے یا سادات احناف کے بارے میں دعویٰ کرنے سے پہلے ان باتوں کا جواب دے۔

اولیاء کی ارواح سے مدد، وہابی عقیدہ اور ساجد خان کے دعوے کی دھجیاں

(۱) وہابی مولوی مناظر احسن گیلانی ساجد خان کے دعویٰ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے لکھتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

بس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ (سوانح قاسمی جلد ا،ص،۳۳۲، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

یہ مکمل حوالہ تو آگے آرہا ہے لیکن یہاں کچھ حصہ نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خائن کا وہابی مولوی اقرار کر رہا ہے کہ وفات شدہ بزرگوں کی ارواح سے مدد مانگنے میں وہابیت کا عقیدہ بھی وہی ہے جو اہلسنت و جماعت کا ہے اور وہابیت کے یہ سور ماؤں بزرگوں کی ارواح سے مدد کے منکر نہیں ہیں واہ سبحان اللہ! کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس وہابی مولوی کے اس عقیدے پر ایمان لائے گا اور یہ بتائے گا کہ بزرگوں کی ارواح سے مدد ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب، اگر ماتحت الاسباب ہے تو کم ازکم کوئی چار معتبر و مستند فقہائے احناف کے نام مع حوالہ جات بیان کرے گا جن کا یہ عقیدہ ہو کہ بزرگوں کی ارواح سے مدد جائز ہے، اور اگر یہ مافوق الاسباب ہے اور یقیناً وہابیت کے اصولوں سے یہ مافوق الاسباب ہے تو پھر وہابی مولوی ساجد خان کو مبارک ہو کہ اس کے اپنے ہی کفر و شرک کی بھینٹ چڑھ گئے۔

اور اس عقیدے کو اہلسنت کا عقیدہ بتا کر فتوی کہاں تک لگوا گئے۔

قبر والے سے روٹیاں مانگنا تھانوی کا عقیدہ اور وہابی دعوے کی دھجیاں

وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی ساجد خان کی ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کہانی کو دریا برد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

آپ نے فرمایا میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا، بعدِ انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا ایک مرتبہ میں زیارتِ مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق،ص،۱۲۳، اسلامی کتب خانہ)

میں یہاں پر لمبی چوڑی بات کرنے کے بجائے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے سیدھا سا سوال کرتا ہوں کہ بتائے ''مرید کا اپنے پیر کی قبر پر جا کر یہ کہنا کہ بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے'' یہ ماتحت الاسباب ہے؟ کیا قبر والے کو اپنی پریشانی بیان کرنا اور روٹیوں کی محتاجگی بیان کر کے مدد طلب کرنا اسباب کے تحت آتا ہے؟ کیا پریشان حال قبر والے کو اپنی پریشانی سنا سکتا اور اپنی محتاجگی بیان کر کے مدد مانگ سکتا ہے؟ یہاں تک بات تو مرید کی ہے اب آئیے اور پیر کے بارے میں بھی سنئے کیا قبر والے کا پریشانی سننا ماتحت الاسباب ہے؟ محتاج لوگوں کو روٹیاں دینا اور ان میں پیسے تقسیم کرنا ماتحت الاسباب ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی یہاں اپنے مجنون حکیم الامۃ کا مجنونانہ جملہ لکھ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے کہ ''یہ من جملہ کرامات سے ہے'' میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کرامت مرید کی ہے یا پیر کی، کتاب کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیر کی کرامت ہے تو مرید کا جا کر پریشانی بیان کرنا اور روٹیاں مانگنا کرامت نہ ہوا بلکہ وہابی اصولوں سے وہی شرک ہی ہوا اور پھر وہابیہ اسمٰعیلیہ تو یہ کہتے ہیں کہ کرامت اللہ کا فعل ہوتا ہے جس کا علم نہ ولی کو ہوتا ہے اور نہ ہی قدرت، تو پیر صاحب کا یہ فرمانا کہ ''تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا'' وہابی عقیدے کی دھجیاں بکھیر رہا ہے اور وہابیت کا منہ کالا کر کے دار دیو میں اس کے چکر لگوا رہا ہے۔ بحمد للہ وہابی مولوی ساجد خان کے دعوے کا باطل ہونا خود اس کے ہی وہابی اصولوں سے ہوگیا اور وہابیت اس مسئلہ میں بھی اپنی موت آپ مر گئی۔ الحمد للہ۔

موت کے خوف سے پیر سے مدد تھانوی عقیدہ اور وہابی دعوے دریا برد

وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی ساجد خان کے دعوی کو غرق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

محمد بن علوی۔۔۔آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا گیا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا ہے کہ راستہ تو یہ راستہ پر پہنچ گیا۔(جمال الاولیا،ص ۱۴۵،ادارہ اسلامیات کراچی)

لیجئے! مافوق الاسباب کی رٹ لگانے والے کا اس کے ہی مجنون وہابی حکیم الامۃ نے بیڑا غرق کردیا بحمداللہ اہلسنت کو نہ کبھی اولیاء کی کرامات میں شک ہوا اور نہ ہوگا لیکن یہ وہابی معتزلی خبثاء میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو پر عمل پیرا ہیں غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی کرامات سن کر ان کو وہابی توحید کا ہیضہ ہوجاتا ہے اور اپنے معتزلی اکابرین کی طرح بک بک کرنا شروع کردیتے ہیں جس کی جیتی جاگتی مثال وہابیہ کی معتبر ترین اور دس سے زائد اکابرین کی مصدقہ کتاب رضا خانی مذہب ہے جس میں اکابرین اہلسنت پر بے شمار فتوے موجود ہیں، بہر حال ہمیں محمد بن علوی علیہ الرحمۃ کی کرامت میں بھی کسی قسم کا کوئی شک نہیں اصل بات تو مرید کی ہے جو مشکل میں پھنسا اور جان جانے کا خوف ہوا اور پیر سے مدد طلب کی، پیر صاحب کی تو کرامت تھی لیکن مرید صاحب نے وہابی شریعت کے مطابق جو شرک کے پہاڑ توڑے اس پر وہابیت ایمان کیوں لے آئی، کیا اس طرح مصیبت میں اور جان جانے کے وقت پیر سے مدد طلب کرنا وہابی شریعت میں جائز ہے؟ کیا دور والے کو پکارنا جائز ہے؟۔وہابی شریعت کا کچومر تو یہیں بن جاتا ہے اور اس کا توحیدی ہیضہ بھی مزید بند ہوجاتا ہے لیکن اس کو مزید ذلت ورسوائی کے کیپسول دینے کے لئے ایک حوالہ اور بھی دیکھ لیں۔

جہاز غرق ہونے کے وقت مدد مانگنے کا وہابی عقیدہ اور ساجد خان کا دعوی

دیوبندی بیماروں کا ناتجربہ کار حکیم اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں، محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہوکر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔(امدادالمشتاق،ص ۱۳۰،کتب خانہ اسلامی)

وہابیت شرک کے تمام پہاڑ توڑ کر بھی اپنی بناوٹی توحید پرست ہے آج تک وہابی یہی بیان کرتے رہے کہ مشرکین مکہ بھی غرق ہونے کی حالت میں خدا کو یاد کرتے تھے لیکن دوسروں پر فتوے ٹھونکنے والوں کو سب کفر وشرک معاف ہے؟ میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ ''مرید کا جہاز غرق ہو رہا ہے اور وہ بجائے اللہ تعالی سے مدد مانگنے کے اپنے پیر سے التجا کر رہا ہے اور پیر صاحب بھی بھاگے بھاگے جارہے ہیں اور جہاز کو نکال رہے ہیں'' یہ سب ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب، اگر ماتحت الاسباب ہے تو فقہائے احناف میں سے کم از کم پانچ کے حوالہ جات سے ثابت کرو اور اگر مافوق الاسباب ہے اور یقینا وہابی اصولوں سے مافوق الاسباب ہے تو پہلے اپنے گھر کی فکر کرو اور ان پر دو چار فتوے شرک کے لگاؤ پھر کسی اور کے بارے میں دعوی کرو۔

اشرفعلی تھانوی دنیا کا سب سے بڑا مشرک وہابی اسمٰعیلی فتوی

قارئین! ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان شرما جائے اور اپنے گھر کا سب کچھ ہضم کر جائے، میں اسی کے وہابی کا وہی حوالہ دوبارہ بیان کردیتا ہوں جو اس نے جوش میں آکر بیان تو کردیا لیکن وہ جاہل کیا جانتا تھا کہ وہ اپنے ہی گھر کے افراد کو شرک کے گھاٹ اتار کر دنیا کا سب سے بڑا مشرک ثابت کر رہا ہے۔

وہابی مولوی ضیاء الرحمن فاروقی لکھتا ہے:

مشرکین مکہ اور آج کے مشرک میں فرق: قرآن کہتا ہے کہ

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

مکے کے مشرکین (شرک) کرتے تھے لیکن جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تھے اور کشتی دریا کے درمیان جا کر ڈوبنے لگتی تھی تو وہ کہتے تھے، اے اللہ اس کشتی کو تیرے سوا کوئی بچا نہیں سکتا، حالانکہ قرآن کہتا ہے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

۔۔۔لیکن آج کے مشرک کو دیکھو یہ شرک میں اتنا سخت ہے کہ جو کشتی ڈوبتی پر بیٹھ کر بھی کہتا ہے، معین الدین چشتی لگا دے پار کشتی، پیر دستگیر کو کہتا ہے کشتی پار لگا دے مکے کا مشرک ڈوبتی ہوئی کشتی کے موقع پر تو خدا کو یاد کرتا ہے لیکن آج کا مشرک ڈوبتے وقت بھی خدا کو یاد نہیں کرتا اس سے بڑا مشرک کائنات میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ (تقاریر فاروقی، جلد دوم، ص، ۱۸۱، عتیق اکیڈمی ملتان)

وہابی مولوی ضیاء الرحمن فاروقی کے اس حوالے سے امداد المشتاق کی عبارت کا نتیجہ نکال لیں بالکل صاف آئے گا کہ وہابی دوسروں پر فتوے ٹھونکنے میں تو آگے آگے ہوتے ہیں پر اپنے گھر کا سب کچھ ہضم کر جاتے ہیں اس وہابی مولوی کو خواجہ معین الدین اور غوث پاک علیہما الرحمۃ کو پکارنے والے پر تو غصہ آیا اور اس کی وہابی توحیدی رگ پھڑکی اور اس کو اپنے روحانی آباء مشرکین مکہ سے بھی بڑا بلکہ کائنات کا سب سے بڑا مشرک ثابت کر دیا لیکن جب ان کے اپنے نے عین اسی حالت یعنی جہاز غرق ہونے کی حالت میں حاجی صاحب کو پکارا، ان سے ملتجی ہوا، ان سے مدد مانگی اور حاجی صاحب بھی مدد کو پہنچ گئے اور جہاز کو غرق ہونے سے نکال دیا یہاں کسی وہابی کو توحیدی ہیضہ نہ ہوا کیوں؟ یہاں کسی کو مشرکین مکہ سے بڑا شرک نظر نہ آیا اور نہ ہی دنیا کا سب سے بڑا مشرک ہونے کا اعزاز اس کو ملا کیوں؟ صرف اس لئے کہ دشمنی اولیاء اللہ سے ہے اگر دشمنی ہے تو خواجہ صاحب سے ہے اگر دشمنی ہے تو غوث پاک سے ہے اگر نفرت دلانی ہے تو ان سے نہ کہ اپنے آباء سے۔ اپنے آباء کا سب کچھ ہضم اور خواجہ صاحب اور غوث پاک کے حقیقی عشاق کو بدنام کرنا ہے اور ان سے نفرت دلانی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی جتنا مرضی زور لگا لے بلکہ گنگوہی سے نانوتوی کو بھی لگوا لے پھر بھی یہ اپنے وہابیوں کو اپنے فتوے سے مشرک ہونے سے نہیں بچا سکتا۔ ایک اور بات بھی یاد رہے ہمیں ہمارے اصولوں پر عمل کرنے کا کہنے والے پہلے اپنے اصولوں پر خود تو عمل تو کر لیں خود اپنے اصولوں پر عمل کرتے نہیں اور دوسروں سے کہتے ہوئے شرماتے بھی نہیں کیوں؟۔

اسی طرح یہی دیوبندیوں کا حکیم اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب...... حاجی امداد اللہ علیہ الرحمہ...... سے بیعت تھے حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جا رہے تھے بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا۔ (کرامات امدادیہ، ص، ۳۵، مدنی کتب خانہ لاہور)

ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی یہاں بھی اپنی وہی پرانی، گندی اور سڑی ہوئی بک مارے کہ جی کرامت ہے کرامت اللہ کا فعل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قارئین! ہم نے کرامت پر اعتراض ہی کب کیا ہے بحمد للہ ہم خود اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل اور ماننے والے ہیں۔ ہاں

وہابی اپنے معتزلی آباء کی طرح کرامات پر اعتراض کرتے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے کرامات ماننے سے انکار کرتے ہیں یہاں اصل بات تو مرید کی ہے جس کا جہاز ڈوب رہا ہے اور وہ مرنے کے قریب ہے اور اب بس موت آنے والی ہے ایسے وقت میں بھی وہ بجائے خدا کو پکارنے اور اس سے مدد مانگنے کے اپنے پیر روشن ضمیر کو پکار رہا ہے ان سے مدد مانگ رہا ہے اور خود کہہ رہا ہے کہ ''اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا'' پر یہاں کسی وہابی کی وہابیت نے جوش نہیں مارا اور کوئی فتوی مصیبت کے وقت اور موت کے منہ میں پہنچ کر اپنے پیر کو پکارنے والے پر نہیں لگایا کیوں؟ یہاں کسی وہابی کو اپنے روحانی پیشوا مشرکین مکہ یاد نہ آئے اور نہ ہی دنیا کا سب سے بڑا مشرک ہونے کا فتوی صادر ہوا کیوں؟ کیوں کہ وہابیت کے سارے فتوی اہلسنت کے لئے ہیں ان کی وہابی توحید اس وقت پھڑکتی اور جوش مارتی ہے جب کوئی کام سنی حنفی کرے اگر ان کا اپنا کوئی کام کرے تو اسمعیلی کفر کفر اور شرک شرک کی گن مشین ٹوٹ جاتی ہے۔

قارئین! وہابیت سے انصاف کی امید نہ تھی، نہ ہے، اور نہ ہوگی، آپ ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی دیکھیں اور اس کے اپنے ہی آباء کے یہ حوالے بھی پڑھیں اور انصاف کریں کہ یہ وہابی اپنے اس دعوی میں کتنا سچا ہے اگر سادات احناف ایسے اشخاص کی تکفیر کرتے ہیں تو یہ خنجر وہابی اسمعیلی ان پر چلائے جن کے حوالے ہم نے دیئے ہیں لیکن آپ یقین جانئے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کراچی کی گندی ندی میں ڈبکیاں کھا کھا کر مر سکتا ہے پر یہاں کچھ بک نہیں سکتا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کے بارے میں سچ بیان کر دیا تو جو ٹکڑے ملتے ہیں سب ختم ہو جائیں گے۔

قبر والے سے روٹی مانگنے کا وہابی عقیدہ اور ساجد خان کا دعویٰ

وہابی مولوی زکریا ساجد خان کے دعوی پر لات مارتے ہوئے لکھتا ہے:

ابو بکر بن المقری کہتے ہیں کہ میں اور امام طبرانی اور ابوالشیخ مدینہ طیبہ میں حاضر تھے کھانے کو کچھ نہیں ملا روزہ پر روزہ رکھا جب رات ہوئی عشاء کے قریب میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھوک یہ عرض کر کے میں لوٹ آیا مجھ سے ابوالقاسم (طبرانی) کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ یا تو کچھ کھانے کو آئے گا یا موت آئے گی۔۔ (فضائل حج ص ۱۴۱ دار الاشاعت کراچی)

میں اس پر بہت کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن ابھی نہیں، بس اسمعیلی احمدی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ قبر والے سے بھوک کی شکایت کرنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب؟ امام طبرانی اور ان کے ساتھیوں کا بھوک میں سرکار دو عالم ﷺ سے مدد طلب کرنا جائز تھا؟ اور قبر سرکار دو عالم ﷺ کا فوراً ہی انتظام کر دینا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب؟ وہابی شریعت کا مطالعہ کر کے جواب دینا تاکہ ذلت و رسوائی کم ہو لیکن جن کی قسمت میں ازل سے ہی لکھی ہو وہ کم کیسے ہو سکتی ہے۔

ایک اور مقام پر تبلیغی زکریا لکھتا ہے:

صوفی ابو عبداللہ محمد بن ابی زرعہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ابو عبداللہ بن خفیف کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوا بڑی سخت تنگی تھی فاقہ بہت سخت ہو گیا تھا اسی حالت میں ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور خالی پیٹ ہی رات گزاردی میں اس وقت تک نابالغ تھا بار بار والد کے پاس جاتا اور جا کر بھوک کی شکایت کرتا میرے والد اٹھ کر قبر شریف کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آج آپ کا مہمان ہوں یہ عرض کر کے وہیں مراقبہ میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور سر اٹھانے کے بعد کبھی رونے لگتے اور کبھی ہنسنے لگتے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے میرے ہاتھ میں

چند درہم رکھ دیئے ہاتھ کھولا تو اس میں درہم رکھے ہوئے تھے۔۔۔(فضائل حج ص ۱۴۲، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتا ہے:

ابوالعباس بن نفیس مقری جو نابینا بھی تھے کہتے ہیں کہ میں تین دن مدینہ طیبہ میں بھوکا رہا تو میں نے قبر شریف پر یہ عرض کر کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھوکا ہوں ضعف کی حالت میں سو گیا ایک لڑکی آئی اور پاؤں کو حرکت دے کر جگایا اور کہا چلو میں ساتھ ہو لیا اپنے گھر لے گئی اور گیہوں کی روٹی اور گھی اور کھجوریں میرے سامنے رکھ کر کہنے لگی کہ ابوالعباس کھاؤ مجھے میرے دادا نے اس کا حکم فرمایا ہے۔۔

(فضائل حج، ص ۱۴۴، دارالاشاعت کراچی)

وہابی تبلیغی مولوی زکریا کے ان دونوں حوالوں سے اہلسنت کے عقیدے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکلات میں مدد فرماتے ہیں کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا ہوا ہے، سخت مشکل اور تنگی میں بھی ان اولیاء نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھوک کی شکایت کر کے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگ کر یہ ثابت کر دیا کہ وہابیت کل بھی جھوٹی تھی اور آج بھی جھوٹی ہے اس کے کفری و شرکی فتوے کل بھی انگریز کے تلوے چاٹنے کے لئے تھے اور آج بھی یہی ہے اور جب ان اولیاء نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشکل میں مدد مانگی تو اللہ کی عطا سے کیسی مدد ہوئی وہ ہمارے قارئین پڑھ چکے ہیں۔ ہمارا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ معاذ اللہ مشکل میں اللہ کو پکارنا یا اس سے مشکل میں مدد طلب کرنا جائز نہیں بلکہ اعلیٰ وارفع یہی ہے کہ مشکل کے وقت اسی کو پکارا جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے، لیکن کوئی اللہ کے نیک بندوں سے اللہ کی عطا سے مدد مانگے تو بھی شرک و کفر نہیں ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ جو بھی مدد کرتا ہے وہ اللہ کی عطا اور دی ہوئی توفیق سے ہی کرتا ہے اگر اس کی عطا نہ ہو تو کوئی بھی ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتا اور اگر وہ طاقت دے دے تو دوستوں کی مدد اور دشمنوں کو ہلاک بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ گزرا۔ کیا وہابی احمدی بتائے گا کہ قبر والے سے بھوک کی شکایت کرنا اور اس سے روٹی مانگنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اور پھر قبر والے کا درہم ہاتھ میں دینا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب، کم از کم چار معتبر و مستند فقہائے احناف سے ثابت کیا جائے۔ ہمارے پاس حوالے بہت ہیں فی الحال ایک اور حوالہ بیان کر کے بات ختم کرتا ہوں اگر وہابیت نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو اس کو دار دیوکا راستہ دکھانا ہمیں آتا ہے۔

ضرورت میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد رسی جائز ہے وہابی فتویٰ

انور شاہ کاشمیری لکھتا ہے:

نیز حضرت نے لکھا ہے کہ بلا عقیدہ غیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرورت میں فریاد رسی جائز ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۷، ص ۱۳۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

میرا وہابی احمدی ساجد خان سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ وہابی مولوی گنگوہی نے جو بیان کیا اور انور شاہ اس پر ایمان لے آیا اور ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کا قائل ہوا اس کو کم از کم چار فقہائے احناف سے باحوالہ ثابت کر دے کہ وہ اس طرح کی فریاد رسی کے قائل تھے۔

اولیاء اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں وہابی اقرار

وہابی اسمعیلی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

فان الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائزة۔۔۔

بے شک مخلوق سے استعانت تکلیف دور کرنے کے لئے جائز ہے۔

مزید لکھتا ہے:

وعلم منه ایضاً ان الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر او جلب النفع جائز...

اوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق سے استعانت تکلیف دور کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔(البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر،ص ۲۰،مکتبہ مظہری کتب خانہ صوابی،ص ۲۱،مکتبہ الحقیقہ استنبول)

وہابی اسمٰعیلی حمد اللہ ڈاگئی مزید لکھتا ہے:

یعنی ان الله یعطی لارواحهم قوة الاجساد فیذهبون من الارض و السماء و الجنة حیث یشاؤن و ینصرون اولیاء هم ویدبرون اعداء هم.

اللہ تعالی ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے۔تو یہ زمین وآسمان اور جنت میں جہاں چاہیں گھومتے رہتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اگر اللہ چاہے۔(البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر،ص ۲۳،مکتبہ الحقیقہ استنبول)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انهم ینصرون اولیاء هم و یدبرون اعداء هم و یهدون الی الله تعالی من یشاء الله تعالی.

اور تواتر کے ساتھ اولیاء کرام سے یہ بات منقول ہے کہ اولیاء کرام اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔۔(البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر،ص ۲۳،مکتبہ الحقیقہ استنبول)

وہابی اسمٰعیلی حمد اللہ ڈاگئی کا ذکر خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔حمد اللہ وہابی نے وہابیت اسمٰعیلیت کی جڑیں ہی اکھیڑ دیں ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کیا مشکل دور کرنے کے لئے مخلوق سے استعانت جائز ہے؟۔کیا اللہ کے نیک بندے اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں؟۔وہابی اسمٰعیلی شریعت دیکھ کر جواب دینا تا کہ ذلت ورسوائی سے بچ سکو لیکن یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کوئی لایعنی تاویل لے کر آئے،میں اس سے پہلے ہی اسے کہتا ہوں کہ تم تو سادات احناف کی گردان ہمیں سنا رہے تھے اب تمہارے وہابی اسمٰعیلی اکابرین نے جس مدد کا بھی اقرار کیا ہے کم از کم پانچ سادات احناف سے وہی مدد ثابت کردو۔ہمیں معلوم ہے کہ وہابی اسمٰعیلی سب کچھ ہضم کر جائے گا کیونکہ اس کا باپ نانوتوی بھی ہضم کر جاتا تھا۔

قارئین!وہابی مولوی کا دعوی تو خود اس کے اپنے وہابی اکابرین نے سمندر کے بیچ دفن کر دیا ہے اب اس کے دلائل بھی دیکھ لیں۔

وہابی مولوی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارات کا جواب

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی علیہ المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:۔۔یعنی یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاء اللہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں یہ شرک و کفر ہے ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یاالٰہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے

ہو وہ تمہاری طرح ہی بندگانِ خدا ہیں ان کو بھلا کیا قدرت ہے کہ وہ کسی کی حاجت روائی کر سکیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ آیت تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ کافر انہیں پکارتے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں من دون اللہ کا لفظ عام ہے (اس میں ہر ایک داخل ہے اور قرآن میں اعتبار) عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص محل کا (یعنی آیت تو کسی خاص موقع پر یا خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ لیکن اس کے حکم میں قیامت تک کے لوگ شامل ہوتے ہیں الا یہ کہ اس کی تخصیص پر کوئی قرینہ ہو) نوٹ: سیفی حضرات نے جو ارشاد الطالبین کا ترجمہ بستان العارفین کے نام سے شائع کیا ہے جس میں سے اس عبارت کا نکال دیا ہے۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

نوٹ: ہمارے پاس فی الحال ارشاد الطالبین نہیں ہے کہ اس کا سیاق وسباق دیکھا جائے وہابی نے جو لکھا ہے اسی کے الفاظ کا جواب حاضر ہے۔

اولاً: وہابی مولوی بالکل پاگل ہے اور ایسے ہی عبارات نقل کر کے اوراق سیاہ کرنے کا ٹھیکہ اس نے اپنے جاہل بلکہ اجہل اکابرین سے لیا ہے۔ ہم نے قاضی صاحب کا عقیدہ انبیاء واولیاء سے مدد کے حوالے سے لکھ دیا ہے اور وہابی محشی کی لن ترانیاں بھی لکھ دی ہیں جس سے قاضی صاحب کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا ہے اور وہابیت کا قاضی صاحب کے عقیدے سے فرار بھی واضح ہو گیا ہے، وہابی اسمعیلی اپنی جہالت دکھانے کے لئے عبارات تو نقل کر دیتا ہے پر اس کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بزعم خود جو فتوی بغض اہلسنت میں سنیوں پر لگا رہا ہے اس کا مصداق اہلسنت تو نہیں ہوتے لیکن وہابی اسمعیلی کے اپنے آباء ضرور ہوتے ہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اگر وہابی اسمعیلی کا یہ پسندیدہ فتوی بغیر کسی تاویل کے مان لیا جائے تو وہ کس پر لگتا ہے۔

وہابی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی مشرک وہابی فتویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے قاضی صاحب کی عبارت سمجھے بغیر فتوی تو ٹھوک دیا، اور بزعم خود اہلسنت کو مشرک وکافر اور سادات احناف کا مخالف ثابت کر دیا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ جہالت والا فتوی اسی کے گھر کام آجائے گا وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

یا سیدی للہ شیاء انه
میرے سردار خدا (کے) واسطے کچھ تو دیجئے
انتم لی المجدی و انی جاری
آپ معطی ہیں میں ہو سوالی اللہ

(میلاد النبی، ص ۲۱۵، مکتبہ ابوبکر لاہور، تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۱۱۴، کتب خانہ اشاعت العلوم)

لیجئے! قاضی صاحب کا جو فتوی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہمارے لئے نقل کیا تھا وہ اس کے اپنے ہی گھر میں کام آگیا اور اس فتوی سے اور کوئی کیا مشرک وکافر بنے گا وہابی اسمعیلی کا اپنے ہی حکیم الامت تھانوی مشرک وکافر ہو گیا۔ کیا وہابی اسمعیلی بتائے گا کہ قاضی صاحب کے نزدیک یا عبد القادر شیئاً للہ اور یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً اللہ جائز نہیں بلکہ شرک وکفر ہے لیکن یا گنگوہی شیئاً للہ جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو قاضی صاحب ہی سے ثبوت دے ورنہ جو فتوی اس نے بزعم خود اپنی جہالت کی بنا پر بغیر سوچے سمجھے نقل کیا ہے اس سے اسی کے وہابی اسمعیلی تھانوی ہی ذبح ہوئے ہیں، یہ ہوتی ہے خدا کی مار کہ جب انسان بغض وحسد میں اس طرح پاگل ہو جائے تو

پھر تباہی ہی تباہی ہوتی ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان میں اگر بزعم خود کچھ غیرت وحیاء ہے تو تھانوی پر بھی قاضی صاحب کا فتوی لگائے اور اس کو بھی اپنے ہاتھوں سے جہنم پہنچائے ورنہ اس طرح اہلسنّت پر بھونکنے سے باز آئے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود ہی قاضی صاحب کے اقوال کو قرآن وحدیث کے ظاہر نصوص کے خلاف سمجھتے ہوئے حجت و دلیل ماننے سے انکار کرتا ہے تو ہم سے منوانے کی کوشش کیوں کرتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

مفتی صاحب قرآن وحدیث کے ظاہر نصوص کے خلاف قاضی صاحب یا سیوطی کے اقوال کب سے دلیل بن گئے؟ ان دونوں علماء سے خود بریلوی حضرات نے بیسیوں مسائل میں اختلاف کیا ہے۔۔۔(آزر حضرت ابراہیم کے والد تھے بجواب آزر کون تھا، ص ۱۰۵، جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی اسمٰعیلی خود اقرار کر رہا ہے کہ قاضی صاحب کے اقوال قرآن وحدیث کے ظاہر نصوص کے خلاف ہیں جب ان کے اقوال ان کے خلاف ہیں تو جاہل آدمی ان کو ہم پر کیوں پیش کر رہے ہو اور پھر جب خود ہی اقرار کر رہے ہو کہ اہلسنت نے قاضی صاحب سے کئی مسائل میں اختلاف کیا ہے تو یہ مسئلہ مسلمہ کیسے بن گیا جو عبارات نقل کر کے صفحات اپنی گور کی طرح سیاہ کرنے میں لگے ہو۔ قارئین! اگر چہ قاضی صاحب کی یہ عبارات ہمارے خلاف نہیں ہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی کے اپنے اصول کے مطابق کیا وہ یہ عبارات ہم پر پیش کر سکتا ہے؟

ثالثاً: قاضی صاحب تو جہلاء کا رد کر رہے ہیں جس کی وجہ سے قاضی صاحب کی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اگر کوئی جاہل (جیسا کہ قاضی صاحب کی عبارت سے واضح ہے کہ وہ جہلا کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں نہ کہ عقیدہ اہل سنت کا رد کر رہے ہیں) اولیاء اللہ کو ذاتی اعتبار سے مددگار مانتے ہوئے یہ وظیفہ کرے تو ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں بلکہ کفر وشرک ہے، باقی اللہ کی عطا اور اس کی دی ہوئی طاقت وقدرت کی وجہ سے اور ان الفاظ میں برکت واثر جان کر پڑھے تو نہ قاضی صاحب کا اس پر فتوی ہے اور نہ ہی وہابی دیوبندی کے جاہل گرو گھنٹال اس کو کفر وشرک کہتے ہیں۔

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھنے پر نہ تکفیر اور نہ تفسیق بلکہ مشائخ قادریہ کا معمول اور ایسے شخص کی امامت جائز گنگوہی فتویٰ

وہابی مولوی رشید گنگوہی لکھتا ہے:

اس کا (یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ کا از ناقل) پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم غیب ومتصرف مستقل جانے، اور جو اس لفظ میں برکت اور اثر جان کر پڑھے، تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے نہ تفسیق، اگر چہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولی بھی نہیں ہے اور کسی مسلمان پر گمان کفر اور شرک وفسق کا کرنا، جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے درست نہیں، اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے تاویل کر کے مسلمان بنادے اور جو تاویل اچھی بیان کرے تو پھر اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔ ان بعض الظن اثم۔۔ ترجمہ: مقرر بعضی تہمت گناہ ہے۔۔ لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور پہلی صلوۃ بھی درست ہے اور باہم اتفاق واجب ہے۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۶۱، دار الکتاب لاہور)

وہابی گنگوہی نے ہی احمدی مولوی ساجد خان کا منہ کالا کر دیا اور یہ فتوی صادر کیا کہ اگر کوئی پیر صاحب کو عالم غیب ومتصرف ذاتی

سمجھ کر یہ وظیفہ کرے تو شرک ہے، اور یہی مفاد ہے قاضی صاحب کی عبارت کا اور اگر یہ نہیں اور اس وظیفہ میں اثر اور برکت سمجھ کر کرتا ہے تو کفر و شرک تو دور کی بات فسق بھی نہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہابی گنگوہی اقرار کر گیا کہ یہ بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے اب وہابی مولوی پہلے ان مشائخ قادریہ کے نام بتائے جن کا یہ وظیفہ و معمول ہے اور پھر ان پر قاضی صاحب کا یہ کفر و شرک والا فتوی بھی صادر کرے، پھر ہم سے بات کرے۔

قارئین! وہابی مولوی کی عیاری و مکاری اس کے قلم سے ثابت ہوگئی جس کی اتباع پر اس کی نجات موقوف ہے اب وہابی مولوی ساجد خان گنگوہی کو لات مار کر نجات سے دور ہو یا پھر اس وظیفہ کو کفر و شرک بلکہ فسق بھی نہ مان کر قاضی صاحب کے عقیدے سے بزعم خود اختلاف کرے۔ حقیقت وہی ہے جس کی وضاحت ہم نے کردی ہے کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کا ہمارے عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں، اگر وہابی مولوی ساجد خان گنگوہی کو لات مار کر اور اپنی نجات کو داؤ پر لگا کر ضدی و ہٹ دھرم بن جائے تو بھی ہمارے پاس اس کا علاج موجود ہے۔

انور شاہ کشمیری وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی کا مزید سامان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

واعلم ان الوظيفة المعهودة "يا شيخ عبد القادر يا جيلاني شيئا لله" ان حملناها على الجواز فلا ريب انه لا اجر فيها اصلا... (فیض الباری علی صحیح البخاری، جلد ۳، ص ۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

انور شاہ کو بھی اس وظیفے میں جواز نظر آ گیا پر بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان قاضی صاحب کو صرف کفر ہی نظر آیا اور انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا فتوی ہی دیا، میرا وہابیہ سے سوال ہے کہ قاضی صاحب کو کچھ علم تھا بھی یا سارا وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پاس تھا کہ بقول وہابی اسمٰعیلی قاضی صاحب تو کفر فرمائیں اور ان کو اسلام کے پہلو نظر آئیں، کیوں؟

اشرفعلی تھانوی سے سوال ہوا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ کو بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں۔ ملخصا

جواب میں اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتا ہے:

صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لیے جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے تاویل مناسب کرکے اور سقیم الفہم کیلئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ وعملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی۔ (امداد الفتاویٰ، جلد ۵، ص ۳۶۷، دار العلوم کراچی)

بحمد للہ اہل سنت کا صحیح العقیدہ سنّی ہونا وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گھر سے ثابت ہے لہٰذا ہمارے لئے اس وظیفہ کا کرنا نہ کفر اور نہ ہی شرک یہ تھانوی صاحب کہہ رہے ہیں، باقی جو عبارت وہابی اسمٰعیلی نے اپنی جہالت کی وجہ سے نقل کی ہے اس کے بارے میں بتائے کہ جس کو قاضی صاحب کفر و شرک کہہ رہے ہیں اور کوئی تخصیص وغیرہ نہیں کر رہے آپ کے تھانوی اس کفر و شرک کی اجازت دے کر قاضی صاحب کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟۔ اب وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے گھر کے لوگوں سے قاضی صاحب کی بات منوالے پھر ہماری طرف آئے لیکن ایسا ہوگا نہیں۔

قاضی صاحب کا فتوی مرجوح ہے وہابی اقرار

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ جی الیاس گھمن کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

بعض لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شیئا للہ اس میں راجح عدم تکفیر ہے (یعنی کفر تو نہیں)۔ (تحقیق میلاد حبیب، ۲۷۳، مکتبہ الھادی)

یہ وہابی اسمعیلی کے استاذ کی مصدقہ کتاب ہے جب وہابیہ خود ہی مانتے ہیں کہ قاضی صاحب کا یہ قول مرجوح ہے تو ہم پر پیش کیوں کرتے ہیں اور جب یہ خود ہی ان کے مخالف ہیں اور ان کی نہیں مانتے تو ہم سے منوانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔

من دون اللہ میں تعمیم ہے یا تخصیص؟

وہابی اسمعیلی ساجد خان اوراق سیاہ کرنے کے لئے حوالے تو نقل کر دیتا لیکن اس کو اپنے ہی گھر کی کتابوں یا اس مسئلہ میں مؤقف کا علم نہیں ہوتا اس جاہل نے قاضی صاحب کی عبارت تو نقل کر دی پر اپنے وہابی اسمعیلی علماء کی کتب دیکھنے یا پڑھنے کی زحمت گوارہ نہ کی، اس نے قاضی صاحب کے حوالے سے لکھا کہ قاضی صاحب من دون اللہ سے تعمیم مراد لیتے ہیں قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب کیا مراد لیتے ہیں اور کیا نہیں میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے آباء سے ہی چند حوالے بیان کر دیتا ہوں جس میں انہوں نے من دون اللہ والی آیات کو بتوں کے ساتھ خاص کیا اور ایسی آیات کو انبیاء کرام علیہم السلام پر چسپاں کرنے والوں کو یہودی اور نجانے کیا کیا کہا ہے اگر وہابی اسمعیلی ایسی آیات میں تعمیم مانتے ہیں تو یہ فتوے کیوں؟ اور اگر ایسی آیات کو بتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں تو خود ہی قاضی صاحب کے مخالف ثابت ہوتے ہیں، میں وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ قاضی صاحب کی مخالفت سے پہلے خود تو باز آجاؤ پھر کسی اور سے خود کہنا۔

(۱) وہابی اسمعیلی محمود عالم صفدر ایک مماتی لڑکی اور امین صفدر اوکاڑوی کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تو میں (ماسٹر امین صفدر از ناقل) نے ان سے کہا کہ آپ جلالین شریف کھول کر سامنے رکھ لیں اور آیت **انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم** نکال لیں پھر جب میں نے کہا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر عبداللہ زبعری آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوزخی ہیں، چونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا، عزیز علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے اور فرشتے سارے دوزخی ہیں کیونکہ عرب کا ایک قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اسی وجہ سے پردے میں رہتی ہیں نظر نہیں آتیں۔ تو جب عزیز، عیسی، اور سارے فرشتے دوزخ میں چلے گے، تو اگر ہمارے سارے پتھر کے معبود دوزخ میں چلیں جائیں تو یہ سودا مہنگا نظر نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے بڑا مذاق اڑایا، تالیاں بھی بجائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے کہ شاید من جانب اللہ کوئی جواب آجائے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لاجواب ہو گئے۔ اس پر وہ شور مچانا شروع ہو گئے تو ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **ان الذین سبقت لھم منا الحسنی** کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبعری نے کیا۔ اگرچہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ یا کیپٹن عثمانی کی حزب اللہ نہیں رکھا۔ لیکن یہ اصول جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور کیپٹن عثمانی کو ہی دے کر گیا ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔ (تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ص ۷۷، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

نوٹ: اتنا لمبا اقتباس نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ بات صحیح سمجھ میں آجائے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ مماتی لوگ نہیں تھے ورنہ وہ فرماتے کہ خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو

کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے اور یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ یہ ان سے بھی آگے نکل گئے۔
(تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ص ۵۷، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

اولاً: تو وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ وہ کون کون سی آیات ہیں جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں اور مماتی دیوبندی ان کو انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں اس کا جواب اپنے آباء کی کتب کو پڑھنے کے بعد دینا تا کہ ذلت ورسوائی سے بچ سکے لیکن ایسا ممکن نہیں۔

ثانیاً: آپ نے قاضی صاحب کی عبارت سے من دون اللہ کی تعمیم ثابت کی ہے جس سے من دون اللہ والی آیات میں انبیاء بھی شامل ہوں گے تو کیا یہ فتوے جو اس وہابی اسمعیلی نے بیان کئے ہیں وہ قاضی صاحب پر بھی لگیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے ہی قاضی صاحب کی نہیں مان رہے (وہ فرماتے ہیں من دون اللہ میں تعمیم ہے اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں تخصیص ہے) پہلے قاضی صاحب کی بات ان سے تو منوالے پھر ہم سے بھی جواب لے لے۔

قارئین! آپ یقین کریں کہ وہابی اسمعیلی ادھر کچھ نہیں کہے گا لیکن اہل سنت پر ٹھوسنے کی پھر بھی کوشش کرے گا کیوں؟

وہابی اسمعیلی مولوی امین صفدر اوکاڑی کا مناظرہ کسی عثمانی سے ہوا جس میں اس نے اس آیت "**والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون**" میں سے "**اموات غیر احیاء**" پڑھی اس پر وہابی اسمعیلی امین نے کیا تبصرہ کیا وہ بھی دیکھ لیں لیکن یہ یاد رہے کہ اس آیت میں من دون اللہ موجود ہے جس کے بارے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان قاضی صاحب کی عبارت لے کر کہتا ہے کہ اس میں تعمیم ہے۔

(۲) وہابی مولوی امین صفدر لکھتا ہے:

اس آیت (**والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون** از ناقل) کا قبر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ اس کو قبروں پر فٹ کر رہے ہیں جو یہودیوں کا کام تھا۔۔ (فتوحات صفدر، جلد ۳، ص ۳۵۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

یہ تو ہم بعد میں بتائیں گے کہ یہ یہودیوں والا کام کس کس وہابی اسمعیلی نے کیا ہے لیکن یہاں یہ ہم وہابی اسمعیلی سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ بتائے اس کا یہ باپ (جس کی وجہ سے اس نے وہابی مولوی طارق جمیل کو بھی لات ماردی) جاہل تھا اس کو معلوم نہیں تھا کہ من دون اللہ میں تعمیم ہے اور یہ تخصیص کر رہا ہے؟ وہابی اسمعیلی ہم سے منوانے کے بجائے اپنے گھر کے وہابی افراد سے منوائے، اور یہ بھی بتائے کہ قاضی صاحب من دون اللہ والی آیات میں تعمیم مان کر یہودیوں والا کام کرنے والے تھے؟

طارق جمیل کا فتوحات صفدر پر تبصرہ اور اسمعیلی ساجد کا اس کو لات مارنا

فتوحات صفدر کا حوالہ ہم نے بیان کیا ہے اس سے متعلق وہابی آپس میں دست وگریباں ہیں وہ بھی سن لیجئے کچھ دن پہلے کی بات ہے وہابی اسمعیلی طارق جمیل نے امین صفدر اوکاڑوی کی اسی کتاب جس کا حوالہ ہم نے دیا ہے یعنی فتوحات صفدر پر اپنے ایک بیان میں تبصرہ کیا کہتا ہے:

۔۔۔میں نے کہا یہ صفدر کون سا فاتح ہے نام فتوحات صفدر تو پھر میں نے اندر دیکھا تو میں نے اپنا سر پیٹ لیا وہ امین صفدر اوکاڑی صاحب نے جو غیر مقلدوں سے مناظرے کئے وہ کتاب بنی ہوئی تھی اور فتوحات صفدر میں کہا سبحان اللہ واہ واہ کیا علم ہے مسلمانوں سے لڑائی کو فتوحات، بھلا مناظرے کرنا بھی کوئی دین کا کام ہے مناظرے کرنا تو نری کی نری تباہی و بربادی کا کام ہے کیونکہ ہمارے

علماء تاریخ نہیں پڑھتے اوران کوواہ واہ کرنے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں۔۔ (طارق جمیل کا ویڈیو بیان)

طارق جمیل کے اس تبصرے سے وہابی مولوی امین صفدر اکاڑوی کی اوقات تومعلوم ہوئی ساتھ ہی ساتھ طارق جمیل کے اسی بیان کی وجہ سے اسمٰعیلی ساجد خان نے اس کولات ماردی اورجس کو یہ پہلے مبلغ اسلام اورنہ جانے کیا کیا کہتا تھا اب وہ یہ کہتا ہے: **طارق جمیل کا نیا دین اوراس کارد۔۔**(ساجد خان کی فیس بک آئی ڈی)

(۳)وہابی اسمٰعیلی عبدالجبار سلفی لکھتا ہے:

معتزلہ کی چوتھی دلیل: ومن اضل ممن یدعو امن دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ھم عن دعائھم غفلون۔۔۔ اہلِ قبور کے سماع یا عدم سماع کے ساتھ اس آیت کا کوئی بھی تعلق نہیں۔ بت مراد ہیں ملاحظہ ہوتفسیر ابن عباس: ’’ھم ‘‘یعنی الاصنام۔۔۔ (وکانوا) یعنی الاصنام۔۔۔ (القول المعتبر فی حیاۃ خیر البشر،ص ۲۲۰،ادارہ مظہر التحقیق)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان قاضی صاحب کی عبارت ہمیں دکھانے کے بجائے اپنے ان جہلاء کو دکھائے اوران سے قاضی صاحب کی بات منوائے ورنہ اپنا یہ مکروہ چہرہ لے کر کہیں دفع ہوجائے۔

وہابی اسمٰعیلی مزید لکھتا ہے: (۲) حضرت قاضی صاحب اولیا اللہ کے بارے میں گمراہ کن خیال رکھنے والوں کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے عقائد لکھتے ہیں: **بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں** اورجانتے ہیں کہ اولیاء جوکچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اورجونہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اوراسی خیال سے اولیا اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اورجووہ زندہ اولیاء اللہ اورمقربانِ خداوندہیں یہ صفت نہ پاتے توان کی ولادت کا انکار کرکے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں۔(بستان السالکین ترجمہ ارشادالطالبین ص ا۔۲ ص ۲۱ طبع ایران) (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۳۵،جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ہر جگہ صرف اوراق ہی سیاہ کرنے میں لگا ہوا ہے قاضی صاحب کی اس عبارت کا اہلسنت سے کیا تعلق،بس اس وہابی نے اپنا بغض پورا کرنے اور بدنام کرنے کے لئے جودل میں آئے لکھنا ہی ہے، میں وہابی اسمٰعیلی سے پوچھتا ہوں کہ:

اولاً: بتائے ہمارے وہ کون سے معتبر ومستند علماء ہیں جواولیاء کومعصوم کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا نام مع حوالہ بیان کر، ہر ایرے غیرے کے اقوال کے ذمہ دارہم نہیں ہیں اورنہ ہی عوام کے افعال کا ہم نے ٹھیکہ اٹھایا ہے معتبر ومستند علماء کے حوالے بیان کر، ہمارا یہ کیا بتائے گا لیکن میں اس کو بتا سکتا ہوں کہ وہابیہ اسمعیلیہ اپنے گروگھنٹال کومعصوم سمجھتے ہیں۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی عزیز الرحمن بجنوری لکھتا ہے:

آخر میں ہم دوبارہ امیر شہید کے متعلق اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ہم امیر شہید کو**ایک معصوم امام** مان سکتے ہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا شہید انھیں اسی طرح منوانا چاہتے تھے۔

مزید لکھتا ہے:

امیر شہید کے ذاتی اوصاف اورکمالات میں ہم انہیں معصوم مان سکتے ہیں ہماری تفتیش میں کئی صدیوں سے ان کی نظیر نظر نہیں آئی۔ (تذکرہ شیخ الہند،ص ۸۷،۸۴ مجلس یادگار شیخ اسلام پاکستان)

ایک اوروہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

۔۔۔مولانا مفتی عزیز الرحمن ’’نقشبندیت‘‘ کا علم اٹھائے ہوئے اتباع سنت کا درس اورجلاء باطن کے سبق دے رہے تھے۔

پیروزہ بختی کہیے یا اس طالب علم کی طلب صادق کہ مفتی صاحب ایسے معصوم ولی اللہ کی معیت ورفاقت کی سعادت دامن میں آپڑی، اسی نے فکر کو مستقیم عقائد کو استوار اور اعمال کی تطہیر اور درست زاویہ نظر کی دولت بخشی۔۔۔

(ملفوظات محدث کشمیری، ۲۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لو جی! وہابی اسمعیلی ساجد خان جو الزام ہم پر لگا رہا تھا اس کا ثبوت تو اسی کے گھر سے نکل آیا ہے۔ وہابی قاضی صاحب کی یہ عبارت جس کا ہم سے تعلق ہی نہیں ہمیں دکھانے کے بجائے اپنے گھر کے وہابیوں کو دکھائے، پڑھائے اور سمجھائے۔

ثانیاً: ہمارے وہ کون کون سے علماء ہیں جو اولیاء کی قبروں سے اسی خیال سے مرادیں طلب کرتے ہیں۔

ثالثاً: ہمارے وہ کون کون سے علماء ہیں جو ان اولیاء کا انکار کرتے ہیں جن میں یہ صفات نہ ہوں ہر ایک کا نام مع حوالہ پیش کر اور ان کا بھی نام بتا جن کا انکار کیا گیا ہے۔

وہابی اسمعیلی لکھتا ہے: (۳) قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں: مسئلہ، اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے اولیا کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اس لیے پیدا کرنے، رزق دینے، بلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی ہے **قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضر الا ماشاء اللہ** یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کہہ دیجئے میں اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین ص ۴۸، ۴۷)

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ۳۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بس عبارات نقل کرنا آتی ہے باقی ان سے کیا ثابت ہوتا ہے، اپنے حق میں کچھ ثابت ہوتا ہے یا اپنے خلاف اس سے اس کو کوئی غرض نہیں ہوتی وہابی صاحب نے عبارت تو نقل کر دی ہے۔

اولاً: تو یہ وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے خلاف ہے کیونکہ اس کی زد میں خود اسی کے اپنے ہی آرہے ہیں۔

شورش کشمیری کافر ساجد اسمعیلی کا فتوی

ساجد خان نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں سب سے پہلے لکھا ہے کہ "اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے" اس سے کون کافر ہو رہا ہے اور یہ فتوی کس کے گلے کا پھندا بن رہا ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی شورش کشمیری لکھتا ہے:

میں اللہ اور اللہ کے رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ (خطبات ختم نبوت، جلد اول، ص، ۲۸۹، عالمی مجلس ختم نبوت)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نقل کی ہوئی عبارت اور فتوی اسی کے فرقہ کے ایک فرد کے گلے میں فٹ ہو گیا ہے اب وہابی اسمعیلی ہمیں قاضی صاحب کی عبارت بتانے کے بجائے خود اس پر عمل کرتے ہوئے شورش کشمیری کے کافر ہونے کا فتوی صادر کرے تا کہ اس کے بزعم خود جو غیرت وحیا ہے وہ ظاہر ہو لیکن قارئین! آپ یقین کریں اب اس وہابی اسمعیلی ساجد خان کا قلم ہی ٹوٹ جائے گا یا ہاتھ ہی کٹ جائے گا پر یہاں قاضی صاحب کا فتوی نہیں لگائے گا کیوں؟ کیوں کہ جو ٹکڑے اس کو اہلسنت پر بھونکنے کے لئے ملتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔

ثانیاً: یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہاں ذاتی قدرت کی نفی ہو رہی ہے اور اسی کو کفر کہا جا رہا ہے باقی ہمارے عقیدے کا

رد اس میں نہیں کیونکہ قاضی صاحب خود اولیاء اللہ سے اللہ کی عطاء سے مدد کے قائل ہیں جیسا کہ ہم ماقبل عبارات نقل کر چکے اور اس پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کا ردعمل بھی بیان کر چکے لہٰذا قاضی صاحب کی اپنی عبارات کے روشنی میں یہاں وہی مراد ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ قاضی صاحب کی اسی عبارت میں بھی واضح دو قرینے موجود ہیں ایک تو یہ کہ قاضی صاحب کی جو عبارت اس وہابی نے نقل کی اسی کے آخر میں لکھا ہے کہ ''اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں'' قاضی صاحب کی یہ عبارت اس بات پر دال ہے کہ ماقبل کی عبارت جس میں کفر کہا گیا ہے وہ کسی اور معنی میں ہے اور ہم جو لیتے ہیں وہ کسی اور معنی میں ہے لہٰذا قاضی صاحب کی باقی عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں بلکہ ہماری تائید میں ہے۔لکن الوھابیة قوم لا یعقلون ولا یفھمون کی مصداق ہے،جس کو یہ ہی معلوم نہیں کہ مخالف کیا مانتا ہے اور کس کی نفی کرتا ہے۔بس وہابی اسمٰعیلی قوم کا مقصد بغیر سوچے سمجھے عبارات نقل کرنی ہیں جیسا کہ اس کے اکابرین کا کام تھا۔

دوسرا یہ کہ قاضی صاحب نے اس میں آیت لکھی ہے کہ: فرمانِ خداوندی ہے "قل لا املك لنفسي نفعا ولا ضرا الا ماشاء الله یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کہہ دیجئے میں اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے۔''

اس آیت میں بھی ذاتی نفع ونقصان کی نفی کر کے الا ماشاء اللہ سے عطائی کو ثابت کیا ہے،اگر وہابی اسمٰعیلی نہیں مانتا تو میرا یہ سوال ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو کسی بھی قسم کا کوئی اختیار نہیں تھا اگر جواب ہاں میں ہے تو جو اختیارات خود وہابیہ اسمٰعیلیہ نے مانے اور جس جس نے مانے وہ سب کافر ہوئے یا نہیں؟ ہوئے اور ضرور ہوئے اور اگر جواب نہ میں ہو تو پھر قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب خود ہی بیان کر دو۔

سرکار دو عالم ﷺ مختار کل ہیں وہابی اسمٰعیلی اقرار

وہابی اسمٰعیلی مولوی لکھتا ہے:

فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما۔ ترجمہ: پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم بااختیار نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھ کو حاکم) تسلیم کر لیں۔

(اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام ومعاملات میں کلی طور پر مختار بنا دیا ہے،اور اسی اختیار کے تحت حضور ﷺ نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے)اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک ومختار ہیں ہی (اسی لئے اس نے اپنے نبی کو امت کے احکام ومعاملات میں مختار بنا دیا ہے۔(اکفار الملحدین مترجم،ص ۲۵۵،مکتبہ لدھیانوی کراچی)

یہ عبارت کسی سنی حنفی بریلوی کی نہیں ہے بلکہ یہ عبارت فرقہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ایک سرغنہ کی ہے جس میں وہ سرکار دو عالم ﷺ کے مختار کل ہونے کو بیان کر رہا ہے اس عبارت پر خود وہابی اسمٰعیلی ساجد کے گھر سے ہی کفر کے بے شمار فتوے مل جائیں گے لیکن وہ ہم ابھی بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ قاضی صاحب کی جس عبارت کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے نقل کیا ہے اسی کی روشنی میں سمجھا رہے ہیں کہ اگر ان کی عبارت کا وہ مطلب نہ لیا جائے جو ہم نے بیان کیا ہے تو وہابیت اسمٰعیلیت کفر کے دلدل میں مزید پھنس جائے گی۔

قارئین! آپ نے سنا ہوگا کہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے لیکن آج دیکھ بھی لیا، آج تک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختار ہونے پر کفر وشرک کے فتوے دینے والے جھوٹے وہابیوں نے کتنا بڑا سچ بولا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی عطا سے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار ہیں'' بحمد للہ اہلسنت کا ایک بار پھر اجالا ہوا اور وہابیت اسمٰعیلیت جو آج تک کفر وشرک کے فتوے جڑ رہی تھی اس کا اسی کے گھر سے منہ کالا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس موضوع پر بہت حوالے ہیں ان شا اللہ کسی اور وقت بیان کروں گا سردست اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ طاہر صدیقی حنفی ہندی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۴) علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ توفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں: منهم من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصل عند قبورهم ويدعو عندها ويسالهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق الله وحده۔ بعض انبیا واولیاء کی قبر کی زیارت کا قصد اس نیت سے کرتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر ان کے پاس دعا کریں اور ان سے اپنے حوائج وطلب کریں یہ طریقہ علمائے مسلمین میں سے کسی کے ہاں بھی جائز نہیں کہ دعا کرنا (یعنی پکارنا) اور حوائج کا طلب کرنا اور مدد چاہنا صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۶، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی نے یہاں اپنے آبائی پینتروں سے کام لیا ہے ایک تو یہ کہ عبارت میں ان یصلی تھا اور اس نے ان یصل کر دیا تاکہ مطلب کچھ بن سکے اور دوسرا یہ کہ عبادت کا ترجمہ دعا (یعنی پکارنا) سے کر دیا، وہابی اسمٰعیلی بتائے گا کہ عبادت کا ترجمہ دعا ہوتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد نے ابتدائے کتاب سے جو قسم کھائی ہے کہ اندھا دھند عبارات ہی نقل کرنی ہیں اس کی زد میں کون کون آتا ہے اس سے اس کو کوئی غرض نہیں ابھی بھی وہ اسی پر عمل پیرا ہے اسمٰعیلی احمدی ساجد خان نہ سوچتا ہے اور نہ ہی سمجھتا ہے بس ایسے ہی اپنے جاہل اکابرین کہ طرح بونگیاں مار کر اپنی پاگل و بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بناتا ہے۔ علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں تو وہابیہ اسمعیلیہ بھی متفق ہیں کہ انبیاء واولیاء کی قبور کی زیارت، ان کے قرب میں نماز اور وہاں جا کر دعا کرنا جائز ہے۔ اگر وہابی اس بات کا بھی انکار کرتا ہے تو حوالے ہمارے پاس موجود ہیں جو عند الطلب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو دیئے جائیں گے۔ باقی صاحب قبر سے اللہ کی عطا اور دی ہوئی قدرت سے مدد مانگنا تو اس کا اس میں کوئی انکار نہیں بلکہ ذاتی اعتبار سے مدد مانگنے کا رد ہے اور اس پر حضرت کی آخری عبارت واضح طور پر دلالت کرتی ہے آپ فرماتے ہیں: فان العبادة و طلب الحوائج و الاستعانة حق الله وحده بے شک عبادت، طلب حاجت اور استعانت یہ صرف اللہ کا حق ہے۔ عبادت تو کسی بھی طرح کی کسی کی بھی جائز نہیں البتہ طلب حاجت واستعانۃ ذاتی اعتبار سے منع ہے اور اللہ کی عطاء اور اس کی دی ہوئی قدرت کے اعتبار سے طلب حاجت اور استعانۃ انبیاء واولیاء سے جائز ہے، اس مقام پر طلب حاجت اور استعانت کو عبادت کے ساتھ ذکر کرنا قرینہ ہے اس کے ذاتی اعتبار سے منع ہونے کا، ورنہ عطائی استعانت کے جواز کے معاملے میں کئی حوالے ہم ماقبل دے چکے ہیں پھر اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ طلب حاجت واستعانت ہر طرح سے اللہ ہی کا حق ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں اللہ کے علاوہ کسی کے لئے ہوسکتی ہیں تو پھر یہ کسی سے بھی جائز نہیں ہونی چاہیے نہ زندہ سے نہ وفات شدہ سے نہ ماتحت الاسباب اور نہ مافوق الاسباب لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ ماتحت الاسباب طلب حاجت و استعانت کے تو قائل و فاعل ہیں

کیوں؟اور کیا وہابیہ کے نزدیک عبادت بھی ماتحت الاسباب جائز ہے؟ ہمارے یہ سوالات وہابی اسمعیلی کو اس کے اصلی مقام تک پہنچانے اور جو اعتراضات اس نے بعد میں ہم پر کرنے تھے ان کے جوابات کے لئے کافی ووافی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ہمارا ذاتی و عطائی کا فرق کرنا پسند نہ آئے اور وہ اپنے جاہل اکابرین والا لایعنی کام کرے ہم پہلے سے ہی اس کا منہ بند کر دیتے ہیں۔

مخلوق سے طلب حاجت اور استعانت پر حوالہ جات

وہابی اسمعیلی صاحب! لیجئے ادھر بھی کوئی ایک دو فتوی لگا ئیے۔ جناب ہی کے اشرفعلی تھانوی قبر والے سے پاس آنے اور اس سے اپنی حاجت طلب کرنے اور پھر پوری ہونے کو جائز کہہ رہے ہیں۔

(۱) وہابیہ اسمعیلیہ کے حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا، بعدِ انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے حکم ہوا کے تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا ایک مرتبہ میں زیارتِ مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۱۲۳، اسلامی کتب خانہ)

جناب من! بتائیے کہ جب قبر والے سے استعانت وطلب حاجت کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں تو یہ قبر والے سے روٹیاں مانگنا کہاں سے جائز ہوا، اور جب طلب حاجت صرف اور صرف اللہ کا حق ہے تو پھر یہ شخص اللہ کا حق ولی کو دے کر مشرک ہوا یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہاں تو پھر وہابیت کے گرو گھنٹال پر بھی ایک فتوی صادر کر دو۔

یہی وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

جو استعانت واستمداد بالمخلوق۔۔۔ باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ (امداد الفتاوی، جلد ۵، ص ۳۶۹، مکتبہ دار العلوم کراچی)

بتائیے جناب وہابی اسمعیلی صاحب! آپ تو کہتے ہیں کہ استعانت صرف اور صرف اللہ کا حق ہے لیکن آپ کے اشرفعلی صاحب تو یہی استعانت زندہ و وفات شدہ کے لئے ثابت کر رہے ہیں اب یا تو تھانوی صاحب پر بھی اس عبارت کی روشنی میں فتوی لگاؤ یا پھر اس عبارت کا مطلب خود ہی بیان کر دو، جو بھی کرو ذلت ورسوائی ہی ملے گی۔

(۲) چنانچہ دیوبندی مناظر احسن صاحب لکھتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کرتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیفِ صلوٰت کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مؤمن کی امداد کا کام قدرت لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے تردید ہوتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو امدادیں پہنچا رہے ہیں۔

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ (سوانح قاسمی جلد ۱، ص ۳۳۲، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

ع: بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان صاحب اپنے گھر کی خبر لیجئے آپ تو کہتے ہیں مدد صرف اور صرف اللہ کا حق ہے اور آپ ہی کے ملاں بزرگوں کی ارواح سے مدد مانگنے کو قرآن وحدیث سے ثابت کر رہے ہیں اور اس کو اہلسنت کا عقیدہ بتا رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ ''پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں''۔ وہابی اسمعیلی صاحب جب مدد صرف اور صرف اللہ کا حق ہے تو اللہ کے علاوہ کے لئے یہ قرآن وحدیث سے ثابت کیسے اور اہلسنت کا عقیدہ کیسے اور آپ کے ملاں اس کے منکر کیوں نہیں؟ بلکہ اس کے قائل کیوں ہیں؟ اب وہابی کے پاس وہی لایعنی تاویلات ہی ہوں گی جن سے آج تک اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین نے کام چلایا ہے اب یہ اپنے اکابرین والی بونگیاں ہی مارے گا پر اس کے پاس کوئی بھی جواب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ یہ ان سب پر بھی کفر وشرک کا فتوی لگائے اور ان سے جان چھڑائے۔

(۳) وہابیوں کے نام نہاد امام اہلسنت سرفراز گکھڑوی کا پیر حسین علی لکھتا ہے:

قاری عبدالحلیم ہروی (کا قول) کہ استمداد اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے کرنی روا ہے۔

(تحفہ ابراہیمیہ ،ص،۱۲۲،ادارہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

وہابی اسمعیلی صاحب! ایک فتوی ادھر بھی دھر دیجئے کیوں کہ آپ کے نزدیک تو مدد صرف اللہ کا حق ہے جبکہ آپ کے گکھڑوی کے پیر صاحب تو اس کو مخلوق کے لئے بھی مان رہے ہیں اور ساری زندگی دوسروں کو مشرک بنانے والے اور دوسروں پر شرک کا فتوی لگا کر اپنے گھر کا خرچہ چلانے والے خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے فتوے سے مشرک ثابت ہو رہے ہیں واہ کیا شان ہے میرے مولا تیری۔

(۴) وہابی اسمعیلی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

فان الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائزة...

بے شک مخلوق سے استعانت تکلیف دور کرنے کے لئے جائز ہے۔

مزید لکھتا ہے:

وعلم منه ایضاً ان الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر او جلب النفع جائز۔اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق سے استعانت تکلیف دور کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔(البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر ص ۲۰،مکتبہ مظہری کتب خانہ صوابی،ص ۲۱،مکتبہ الحقیقہ استنبول)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی رٹ لگائے کہ استعانت صرف اور صرف اللہ کا حق ہے،اور یہاں بھی ایک دو فتوے جڑ دے تا کہ اس کا انصاف پسند ہونا معلوم ہو لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس حوالے کو دیکھ کر اپنے گھر کا راستہ بھی بھول جائے گا فتوی لگانا اس کو کہاں سے یاد رہے گا ہاں لایعنی تاویلات جیسا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے وہابی اکابرین کا کام تھا انہی کو عمل میں لائے گا اور اس کفر وشرک کی دلدل سے ان وہابیہ کو بچانے کی کوشش کرے گا لیکن پھر بھی اپنے چمار سے زیادہ ذلیل اکابرین کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

(۵) ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

والاستعانةُ بالعباد وإن كانت مرخصةً لكن اللائقَ بمناصب الأنبياء عليهم السلام الأخذُ

بالعزائم۔

بندوں سے مدد مانگنے کی اگرچہ رخصت ہے لیکن عزیمت پر عمل کرنے والے انبیاء کے منصب کے لائق نہیں۔(تفسیر ابی السعود، جلد ۳،ص ۳۹۸،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۶)علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

أن الاستعانة بالعباد فی کشف الشدائد مما لا بأس به۔

بے شک بندوں سے استعانت مصائب دور کرنے کے لئے اس میں سے ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔(تفسیر روح المعانی، جلد ۱۲، ص ۵۹۷،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۷)علامہ اسمٰعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

الاستعانة بغیر الله فی کشف الشدائد وان کانت محمودة فی الجملة لکنها لا تلیق بمنصب الأنبیاء الذین هم أفضل الخلق۔۔

اللہ تعالی کے علاوہ سے استعانت مصائب دور کرنے میں اگرچہ فی الجملہ محمود ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام جو مخلوق میں سب سے افضل ہیں ان کے منصب کے لائق نہیں۔(تفسیر روح البیان، جلد ۴،ص ۳۴۱،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۸)علامہ علاوالدین خازن علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فان الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائزة۔۔۔۔

بے شک مخلوق سے استعانت تکلیف دور کرنے کے لئے جائز ہے۔۔۔۔

(الباب التأویل فی معانی التنزیل، جلد ۲،ص ۵۳۰،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۹) أبوعبداللہ محمد فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ الِاسْتِعَانَةَ بِالنَّاسِ فِي دَفْعِ الظُّلْمِ جَائِزَةٌ فِي الشَّرِيعَةِ، إِلَّا أَنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ فَهَذَا وَإِنْ كَانَ جَائِزًا لِعَامَّةِ الْخَلْقِ إِلَّا أَنَّ الْأَوْلَى بِالصِّدِّيقِينَ أَنْ يَقْطَعُوا نَظَرَهُمْ عَنِ الْأَسْبَابِ بِالْكُلِّيَّةِ وَأَنْ لَا يَشْتَغِلُوا إِلَّا بِمُسَبِّبِ الاسباب۔

اور جان لو کہ لوگوں سے ظلم دور کرنے میں استعانت شریعت میں جائز ہے۔(مفاتیح الغیب، جلد ۱۸،ص ۴۶۱،دار احیاء التراث العربی بیروت)

نوٹ: ہم نے بعض حوالے تائیداً دیئے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ایک آدھا فتوی ان مفسرین پر بھی دھر دے جو مصائب، ظلم اور مشکلات دور کرنے میں مخلوق سے استعانت کو جائز کہہ رہے ہیں، اور وہابی اسمٰعیلی کہتا ہے کہ یہ صرف وصرف اللہ کا حق ہے کیا اللہ کا حق کسی بھی حالت میں کسی مخلوق کو دیا جا سکتا ہے اگر نہیں تو پھر ان مفسرین نے اللہ کا حق مخلوق کو دے کر شرک کیا یا نہیں اور مشرک ہوئے یا نہیں؟ اب وہابی اسمٰعیلی وہی اپنی آبائی عادات پر عمل کرے گا جی یہ مراد ہے تو وہ مراد ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ آلوسی کی عبارات کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس سے مشکل کشائی طلب کی جارہی ہے وہ اگر فوت ہوگیا

ہو یا غائب ہو تو کسی ایک عالم دین کو بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں اور یہ کہ یہ عمل بدعت ہے سلف میں سے کسی نے بھی اس کو نہیں کیا، اسی طرح صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں۔ باوجود یہ کہ وہ ہر عمل خیر پر سب سے زیادہ عمل کرنے کے حریص تھے کہ انہوں نے اہل قبور سے اپنی کوئی حاجت طلب کی ہو۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس سب کے بعد کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبور سے استعانت اور طلب حاجات کا حکم فرمایا۔ اللہ کی ذات پاک ہے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت بڑا بہتان ہے۔ بایزید بسطامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کسی قیدی سے مدد طلب کرے۔

(بریلویت بمقابہ حنفیت، ص ۷۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

علامہ آلوسی کی عبارات کا اجمالی جواب

علامہ آلوسی کی ان تمام عبارات کا جواب وہابی اصولوں سے تو محض چند سطروں میں کافی ہے۔

اولاً: تو یہ تفسیر وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک محرف ہے۔

چنانچہ وہابی مولوی عبد الحلیم لکھتا ہے کہ:

انھوں نے (نعمان آلوسی نے از ناقل) تو اپنے والد کی تفسیر کی طباعت میں بھی دیانت داری سے کام نہیں لیا اگر کوئی اس کا اس نسخہ سے جس کو خود مؤلف نے سلطان عبد المجید خان کی خدمت میں پیش کیا جو آج بھی استنبول میں راغب پاشا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے مقابلہ کرے گا تو اس کو اس امر کا اطمینان ہو جائے گا۔ (فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ، ص ۲۵۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

نوٹ: نعمان آلوسی کا تعلق کس سے تھا یہ ہم وہابیہ اسمعیلیہ سے بعد میں بیان کریں گے۔

اسی طرح وہابی اسمعیلی احمد رضا بجنوری لکھتا ہے:

علامہ آلوسی کی تفسیر یں حذف والحاق کی کاروائی کر کے کئی جگہ ان سے علامہ ابن تیمیہ کے تفردات کی تائید ثابت کی جاتی ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۸، ص ۲۳۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

انور شاہ کشمیری تفسیر آلوسی کے محرف ہونے کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

اس پر ناشر کتاب نے نہایت ناروا جسارت کر کے حاشیہ چھاپ دیا کہ علامہ آلوسی کی یہ جواز والی رائے غیر مقبول ہے اور اس سے اصل کتاب میں بھی حذف والحاق کے شبہ کو قوت ملتی ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۴۶۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ علامہ آلوسی کی تفسیر میں تحریف ہوئی ہے تو جو تفسیر خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک ہی محرف ہے اس کے حوالے دے کر کفر و شرک کا بازار کیوں گرم کیا جاتا ہے اور اہلسنت و سادات احناف کے حقیقی ورثاء کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے، وہابی اسمعیلی اپنے آباء کی مانے اور اس تفسیر کے حوالے دینے سے باز آئے ہمیں اصول بتانے والا اپنے گھر کے اصولوں پر تو عمل کر کے دکھائے۔

ثانیاً: وہابیہ اسمعیلیہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تفسیر آلوسی میں غلطیاں ہیں۔

وہابی اسمعیلی انور شاہ کہتا ہے:

علامہ کوثری نے لکھا: علامہ آلوسی اور ان کے صاحبزادے سے بعض غلطیاں تفسیر میں درج ہوگئی ہیں جن کی دلائل سے تردید ہو

چکی اور وہ دونوں اپنے بعض ہمایوں اور شیوخ کے سبب بھی بعض مسائل میں ان کی موافقت پر مجبور و مضطر ہوئے تھے۔

(انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۴۶۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جس تفسیر میں خود وہابیہ کے نزدیک غلطیاں ہیں اور اس کا مصنف گویا کہ ان غلطیوں میں مجبور و مضطر تھا اس کے حوالے اپنے خصم پر ٹھونستے ہوئے وہابیہ کو کچھ ہوتا نہیں۔ وہابیو! پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر تو عمل کر لو پھر اس تفسیر کو ہم پر پیش کرنا۔

ثالثاً: وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک علامہ آلوسی گمراہ ہیں اور ایسے شخص کی عبارات پیش کرنے کے بارے میں کسی اور کا نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا مصدقہ اصول اسی کی کتاب میں لکھا ہے۔

چنانچہ وہابی احمدی حمداللہ ڈاگئی علامہ آلوسی کے بارے میں لکھتا ہے:

هذا الكلام يشير الى ضلالة الآلوسي۔

یہ کلام آلوسی کی گمراہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(البصائر لمنكري التوسل باهل المقابر، ص ۴۴، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۴۷، مكتبة الحقيقة استنبول)

یعنی وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک علامہ آلوسی گمراہ تھے اب اس پر وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کا مصدقہ اصول دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

یہ قرآن پیش نہیں کر سکتے دوسری بات آگے چلئے یہ حدیث پاک بخاری سے پیش کر رہے ہیں وہ بھی پیش نہیں کر سکتے یہ انوار شریعت میں مولوی نظام الدین ملتانی نے بخاری کو گستاخ رسول کہا ہے تو اس کی بات اس وقت پیش کی جائے گی جب اس کو مانتا ہوا ایک شخص کہے فلاں گستاخ ہے تو پھر اس کی بات سے دلیل کیسی؟ (روئیداد مناظرہ کوہاٹ، ۵۰، انجمن دعوۃ وہابیہ)

نوٹ: وہابی اسمعیلی نے اپنے وہابی آباء کی طرح جھوٹ بولا ہے کہ مولانا نظام الدین ملتانی علیہ الرحمۃ نے امام بخاری علیہ الرحمۃ کو گستاخ کہا ہے۔ اس جھوٹ کو ثابت کرنے سے پہلے وہابی اسمعیلی اپنے جاہل ماسٹر باپ کی کتاب پڑھ لے ورنہ مزید ذلت و رسوائی ہوگی۔

یہ کسی اور کا اُصول نہیں بلکہ خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کا مصدقہ اصول ہے اب اس پر عمل کرے اور علامہ آلوسی کے حوالے اپنے گھر سنبھال کر رکھے کیوں کہ وہ تو وہابی کے نزدیک گمراہ ہیں تو ان کی بات سے دلیل کیسی؟

رابعاً: جب خود وہابیہ ہی علامہ آلوسی کی بات نہیں مانتے تو ہم سے مطالبہ کیوں اور کس منہ سے کرتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی انور شاہ لکھتا ہے:

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ علامہ آلوسی حنفی بھی ابن تیمیہ سے کچھ متاثر نظر آتے ہیں، چنانچہ انہوں نے بھی توسل بذات نبوی کا انکار کیا ہے۔ (انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۴۶۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یعنی وہابیہ کے نزدیک علامہ آلوسی ابن تیمیہ سے متاثر تھے اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پاک سے توسل کے منکر تھے، کیا وہابیہ انور شاہ کی علامہ آلوسی کے بارے میں لکھی ہوئی بات کو مانیں گے اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات سے توسل کا انکار کریں گے، اگر نہیں تو ان کی ہر بات ہم سے منوانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔

اسی طرح وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث مفتی فرید لکھتا ہے:

البتہ صاحب روح المعانی کے ساتھ ہمارے مشائخ دو مسائل میں موافقت نہیں کرتے۔

(مقالات اردو، ص ۳۸، ناشر الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے! جب خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی ان سے موافقت نہیں کرتے تو ہمیں کس منہ سے کہتے ہیں وہابیہ اسمعیلیہ پہلے خود اپنے اصولوں پر عمل کر لیں پھر ہم سے بھی عمل کا مطالبہ کریں جب تک خود عمل نہیں کرتے ہم سے مطالبہ لایعنی ہونے کے ساتھ ساتھ پاگل پن وجنون ہوگا۔

نوٹ: علامہ آلوسی کی عبارات جہاں جہاں اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے پیش کیں ہیں وہاں وہاں ان وہابی اصولوں کو مدنظر رکھا جائے اور وہابیت اسمعیلیت سے پوچھا جائے کہ وہ کس منہ سے علامہ آلوسی کی عبارات بطور دلیل پیش کر رہے ہو۔

علامہ آلوسی کی عبارات کا تفصیلی جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہر جگہ وہی اپنے اکابرین والی جہالت ہی دکھاتا ہے اور کہاں کی بات کہاں جا کر مارتا ہے قارئین! وہابی اسمعیلی کی علمی لیاقت تو ہمیں پہلے سے ہی معلوم تھی لیکن ابھی آپ بھی اس کی عیاری مکاری اور اپنے اکابرین والی دھوکہ بازی دیکھ لیں گے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہر بار کی طرح اس بار بھی بلا سوچے سمجھے ہی عبارت نقل کر کے صفحات کو سیاہ کیا ہے یہ جاہل آدمی خود سمجھتا نہیں اور اعتراض اہلسنت پر کرتا ہے اس نے علامہ آلوسی کی یہ عبارت نقل کی پھر اس کا ترجمہ بھی کیا آپ بھی دوبارہ دیکھ لیں:

وأما إذا كان المطلوب منه ميتا أو غائبا فلا يستريب عالم أنه غير جائز وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف، نعم السلام على أهل القبور مشروع ومخاطبتهم جائزة.. جس سے مشکل کشائی طلب کی جارہی ہے وہ اگر فوت ہوگیا ہو یا غائب ہو تو کسی ایک عالم دین کو بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں اور یہ کہ یہ عمل بدعت ہے سلف میں سے کسی نے بھی اس کو نہیں کیا۔

اولاً: اس وہابی اسمعیلی سے کوئی یہ پوچھے کہ "المطلوب منه" کا معنی یہ ہے کہ "جس سے مشکل کشائی کی جارہی ہے" ایسے ایسے جاہل اہلسنت پر اعتراض کرتے اور اس کے رد میں کتابیں لکھ کر مصنف بننے کی کوشش کرتے ہیں جن کو ایک سیدھی عبارت بھی پلے نہیں پڑتی۔ وہابی اسمعیلی صاب علامہ آلوسی اس عبارت میں مشکل کشائی، حاجت روائی یا انبیاء واولیاء سے مدد کا رد نہیں کر رہے بلکہ وہ اس عبارت میں توسل ووسیلہ کو بیان کر رہے ہیں جیسا کہ سیاق وسباق ہے کیونکہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: **وتحقيق الكلام في هذا المقام ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه ان كان المطلوب منه حياً** اور اس مقام میں کلام کی تحقیق یہ ہے کہ بے شک مخلوق سے استغاثہ اور اس کو وسیلہ بمعنی اس سے طلب دعا بنانا تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اگر مطلوب منہ زندہ ہو۔

یہ ماقبل کی عبارت ہے جس میں علامہ آلوسی واضح طور پر وسیلہ کو بیان فرما رہے ہیں اور آگے والی وہ عبارت جس کو وہابی اسمعیلی نے نقل کیا ہے اس کا عطف اسی پر ہے یعنی **لا شك في جوازه ان كان المطلوب منه حياً واما اذا كان المطلوب منه ميتا او غائبا فلا يستريب عالم انه جائز...**

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی دیکھیے کہ معطوف علیہ میں المطلوب منہ سے وسیلہ بمعنی طلب دعا مراد ہے یعنی جس سے وسیلہ بمعنی طلب دعا مطلوب ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کی رگِ وہابیت اسمعیلیت نے جوش مارا اور اہلسنت کے بغض نے اس کو مزید بھڑکایا تو اس نے معطوف یعنی **واما اذا كان المطلوب**

منه میتا او غائب۔ میں المطلوب منه سے مشکل کشائی مراد لے کر اپنے اس جوش وبغض کو ٹھنڈا کیا لیکن اب تو ان کی ساری مکاری ظاہر ہوگئی ہے اب سوائے غیظ وغضب کے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ہی کے ایک ابا جان کا اقرار بھی یہی ہے کہ اس عبارت میں طلب دعا مراد ہے چنانچہ وہابی مفتی فرید ''منکرین توسل کے دلائل'' کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

۔۔۔اور کبھی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے اس قول سے اعتضاد حاصل کرتے ہیں: وأما إذا كان المطلوب منه میتا أو غائبا فلا یستریب عالم أنه غیر جائز۔۔۔ (مقالات اردو، ص ۳۵، ۳۷، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

یعنی منکرین توسل اپنے دلائل میں اس عبارت کو بھی ذکر کرتے ہیں (جس سے ساجد خان نے انبیاء واولیاء سے مدد کے ناجائز ہونے کا استدلال کیا ہے) اب وہابی مفتی فرید کو چاہیے تھا کہ اس عبارت کا جواب یہ کہہ کر دیتا کہ اس میں توسل کا انکار نہیں بلکہ یہ تو انبیاء واولیاء سے مشکل کشائی، مدد مانگنے کے رد میں ہے وسیلہ کا اس میں ذکر نہیں ہے جس کا جواب دیا جائے لیکن وہابی مولوی فرید نے کیا جواب دیا وہ بھی دیکھ لیں۔ **لکھتا ہے:**

اور روح المعانی کی عبارت سے جواب یہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب روح المعانی کے نزدیک توسل انبیاء علیہم السلام اور ان اولیاء رحمۃ اللہ علیہم جن کی ولایت منصوص ہو کے ساتھ جائز ہے اور آپ اسے ناجائز اور شرک کہتے ہیں۔ البتہ صاحب روح المعانی کے ساتھ ہمارے مشائخ دو مسائل میں موافقت نہیں کرتے: (۱) ایک یہ کہ اس کے نزدیک ان اولیاء کے توسل جن کی ولایت منصوص نہ ہو، ناجائز ہے اور اس کا جواب فصل نمبر ۷ میں گزر چکا (وہابی نے جو جواب دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے از ناقل) (۲) دوسرا یہ کہ اس کے نزدیک غائب اور مردہ سے ''طلب دعا'' ناجائز ہے اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ ''طلب دعا'' غائب سے ناجائز ہے اور میت (قبر کے فنا) سے جائز ہے۔۔ (مقالات اردو، ص ۳۸، ناشر الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابی مفتی فرید کہتا ہے کہ علامہ آلوسی کے نزدیک ''غائب اور مردہ سے طلب دعا ناجائز ہے'' یہ طلب دعا علامہ آلوسی کے نزدیک کیا ہے وہ ہم ماقبل میں انہی کی عبارت سے بیان کر چکے ہیں یعنی وسیلہ بمعنی طلب دعا۔ یعنی علامہ آلوسی اس عبارت میں انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے یا ان کے مشکل کشا ہونے کا رد نہیں کر رہے بلکہ یہ وہابی اسمٰعیلی کی ذہنی اختراع ہے کہ عبارت کو سمجھے بغیر یا جان بوجھ کر ہی دھوکہ دیتا ہے۔

ثالثاً: علامہ آلوسی کی اسی عبارت سے کچھ اوپر والی عبارت وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی نے بھی نقل کر کے اس پر جو تبصرہ کیا ہے الامان والحفیظ علامہ آلوسی کی عبارت دیکھ لیں۔ **لکھتے ہیں:**

واستدل بعض الناس بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد والقسم على الله تعالى بهم۔۔۔وكل ذلك بعيد عن الحق۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۶ ص ۲۰۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

تفسیر روح المعانی سے یہ عبارت نقل کر کے حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

هذا الكلام يشير الى ضلالة الآلوسي۔

یہ کلام آلوسی کی گمراہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر، ص ۴۴، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۴۷، مکتبہ الحقیقہ

استنبول)

وہابی اسمٰعیلی یہ بتائے کہ علامہ آلوسی اس عبارت میں کیا بیان کررہے تھے جس کی وجہ سے حمد اللہ ڈاگئی نے ان کو گمراہ کہا وہابی جب بھی اس کا جواب دے گا تو معاملہ خود بخود واضح ہوجائے گا۔

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ حفظ ماتقدم کے تحت دیا ہے کیونکہ وہابیہ ہمارے بعض علماء کے اس طرح کے حوالے بیان کرتے ہیں جس میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے بعض اکابرین کے لئے ایسے کلمات لکھے گئے ہیں جو درست نہیں وہابی جب اس کا جواب دے گا تو معاملہ تو حل ہوہی جائے گا، ساتھ ہی ساتھ ان کا جواب بھی ہوجائے گا۔

وہابی اسمٰعیلی نے مزید یہ عبارت نقل کی ہے: ولم یرد عن أحد من الصحابة رضی الله تعالی عنهم- وهم أحرص الخلق علی کل خیر- أنه طلب من میت شیئا.... وقد نهی النبی صلّی الله علیه وسلّم: عن- اتخاذ القبور مساجد ولعن علی ذلك- فکیف یتصور منه علیه الصلاة والسلام الأمر بالاستغاثة والطلب من أصحابها؟ سبحانك هذا بهتان عظیم۔۔۔۔ اسی طرح صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں۔ باوجود یہ کہ وہ ہر عمل خیر پر سب سے زیادہ عمل کرنے کے حریص تھے کہ انہوں نے اہلِ قبور سے اپنی کوئی حاجت طلب کی ہو۔۔۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس سب کے بعد کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبور سے استعانت اور طلب حاجات کا حکم فرمایا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۳، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: ہم ثابت کرچکے کہ اس عبارت کا تعلق وسیلہ بمعنی طلب الدعاء سے ہے، انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کا اس عبارت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ عبارت خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ امداد المشتاق میں قبر والے سے روٹیاں مانگنے کا ثبوت موجود ہے اور تھانوی نے بھی اس پر مہر لگائی جناب من! جب صحابہ نے وفات شدہ سے کچھ بھی نہیں مانگا اور سرکار دو عالم ﷺ نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا تو اس شخص کا مانگنا کیسا تھا، اور پھر ہم کئی اکابرین کے واقعات وہابی تبلیغی زکریا کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں جس میں وہ سرکار دو عالم ﷺ سے بھوک کی شکایت کرتے یا آپ سے روٹی وغیرہ کا سوال کرتے ہیں، بتایا جائے کہ جب صحابہ نے کچھ نہیں مانگا اور سرکار ﷺ نے حکم نہیں دیا تو یہ سب کیا ہے؟ اور ان پر کیا فتوی لگے گا؟ اور ان کو بیان کرنے والا تبلیغی کہاں جائے گا؟۔ مزید یہ کہ جب صحابہ نے وفات شدہ سے کچھ نہیں مانگا اور سرکار ﷺ نے کوئی حکم نہیں دیا تو تمہارے وہابی اولیاء کی ارواح سے کیوں مانگنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کو اہلسنت کا عقیدہ بتاتے ہیں؟۔

مزید لکھتا ہے: وعن أبی یزید البسطامی قدس سرہ أنه قال: استغاثة المخلوق بالمخلوق کاستغاثة المسجون بالمسجون۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرتا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کسی قیدی سے مدد طلب کرے۔

وہابی اسمٰعیلی یہ بتائے کہ اس عبارت کو نقل کرنے سے اس کا مقصد کیا ہے کیا وہ اس سے استغاثہ بالمخلوق کو ناجائز و شرک ثابت کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہابی اسمٰعیلی کے نزدیک استغاثہ جائز نہیں ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو تیرے آباء اس کے قائل کیوں ہیں؟۔ ہم نے

اس موضوع پر کئی حوالے ماقبل میں بیان کر دیئے ہیں ابھی فی الحال ایک دو ہی وہابیوں اسمٰعیلیوں کے حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی رئیس المحرفین سرفراز صفدر لکھتا ہے:

ویجوز التوسل الی اللہ و الاستغاثۃ بالانبیاء و الصالحین بعد موتھم۔ حضرات انبیاء کرام اور صالحین علیہم السلام کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالی کے ہاں ان کا توسل (اور استغاثۃ از ناقل) جائز ہے۔(تسکین الصدور، ص ۴۳۵، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

مزید لکھتا ہے:

چنانچہ امام تقی الدین سبکی نے ان کے اس وہم اور نظریہ کا اس طرح رد کیا ہے کہ:

فالتوسل و التشفع و التوجہ و الاستغاثۃ بالنبی ﷺ و سائر الانبیاء و الصالحین لیس معنی لھا فی قلوب المسلمین غیر ذلک۔۔۔ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کے وسیلہ، سفارش، جاہ اور طفیل (استغاثۃ از ناقل) وغیرہ سے دعا کرنے کا معنی مسلمانوں کے دلوں میں اس کے سوا اور کچھ نہیں۔۔

(تسکین الصدور، ص ۴۰۴، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

وہابی انور کشمیری کہتا ہے:

علامہ نے لکھا: اگر طلب شفاعت، استغاثہ یا توسل نبوی شرک و کفر ہوتا جیسا کہ یہ کم تعداد والا فرقہ (وہابیہ اسمٰعیلیہ از ناقل) دعوی کرتا ہے تو ایسا کرنا کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہ ہوتا نہ دنیا زندگی نہ آخرت کی زندگی میں، نہ قیامت کے دن جائز ہوتا نہ اس سے پہلے، اس لئے کہ شرک تو خدا کے نزدیک ہر حال میں مبغوض ہے۔(انوار الباری، جلد ۱۳، ص ۴۹۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اب تو وہابی اسمٰعیلی کے انور شاہ اور اسی کے دو نمبری امام وہابیہ گکھڑوی نے ہی استغاثہ کے جائز ہونے پر دلائل دے دیئے ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہابی اسمٰعیلی جاہل ہے یا آدھا پاگل جو عبارات بغیر سوچے سمجھے ہی نقل کر کے خود دعوت دیتا ہے کہ مجھے میرے ہی وہابیوں کے چھتر مارے جائیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۶) علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: تو جانتا ہے کہ آج جب لوگوں کو یہ برو بحر میں کوئی عظیم مشکل و مصیبت پیش آتی ہے تو ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان جو نہ (ان کی مشکل) کو دیکھ سکتے ہیں نہ (ان کی پکار) کو سن سکتے ہیں ان میں سے بعضے تو وہ ہیں جو خضر و الیاس علیہما السلام کو پکارتے ہیں بعض ابوالخمیس وعباس بعضے ائمہ میں سے کسی سے مدد چاہتے ہیں بعض مشائخ امت کے آگے گریہ وزاری کرتے ہیں کسی کو تو ان میں سے نہیں دیکھے گا خالص ایک اللہ کو پکارے اسی سے دعا مانگے اس سے گریہ وزاری کریں اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر خدا متعال کو تنہا پکارے تو وہ اس سخت مصیبت سے نجات دے دے گا پس تجھے اللہ کا واسطہ کہ بتا مجھے کہ ان دو فریقوں میں سے کون سیدھے رستے پر ہے پس ہم اللہ ہی سے اس زمانے کی شکایت کرتے ہیں جس میں جہالت کی ہوائیں چل پڑی ہیں اور گمراہی کی موجوں کا تلاطم ہے شریعت کی کشتی ٹوٹ چکی ہے اور اللہ کے غیر سے مدد طلب کرنے کو ذریعہ نجات سمجھا جا رہا ہے اللہ والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا مشکل ہو چکا ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی اپنی اسی عادت بد سے مجبور ہے بس بغیر سوچے سمجھے عبارات نقل کرتے جاتا ہے۔ کیا وہابی ہمارے معتبر و مستند علماء

سے یہ بات ثابت کرسکتا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں جو علامہ آلوسی بیان فرمارہے ہیں: کسی کو تو ان میں سے نہیں دیکھے گا خالص ایک اللہ کو پکارے اسی سے دعا مانگے اس سے گریہ وزاری کریں اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر خدا امتعال کو تنہا پکارے تو وہ اس سخت مصیبت سے نجات دے دے گا۔۔۔۔اور اللہ کے غیر سے مدد طلب کرنے کو ذریعہ نجات سمجھا جارہا ہے۔

کیا وہابی یہ بات ثابت کرسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی خالص اللہ تعالی کو نہیں پکارتا، صرف اسی سے مدد نہیں مانگتا، صرف اسی کے سامنے گریہ وزاری نہیں کرتا، کیا ہم یہ نہیں مانتے کہ اگر صرف خدا کو پکارا جائے تو مشکل سے نجات دے دے گا؟ اور ہمارے علماء و اکابرین میں سے کس نے غیر اللہ سے مدد طلب کرنے ہی کو ذریعہ نجات کہا ہے یا سمجھا ہے؟ اگر وہابی حلالی ہے تو وہ یہ سب باتیں ہمارے معتبر و مستند علماء سے ثابت کرے ورنہ دار دیو کی اسی گندگی میں ڈوب مرے جس پر وہ بنا ہے۔ قارئین ہم ماقبل اپنے اکابرین کا عقیدہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے جو بھی مدد ہوتی ہے وہ حقیقت میں اللہ سے ہی ہوتی ہے اور اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنے پر کئی اکابرین کے حوالے بھی دے چکے ہیں لیکن یہ آدھا پاگل وہابی اسمعیلی اپنی اسمعیلیت والا ذہن لے کر ہر عبارت ہم پر فٹ کرنا چاہتا ہے اگر چہ وہ ہمارا عقیدہ نہ ہو۔

تو جانتا ہے کہ آج جب لوگوں کو یہ بزویجز میں کوئی عظیم مشکل و مصیبت پیش آتی ہے تو ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان جو نہ (ان کی مشکل) کو دیکھ سکتے ہیں نہ (ان کی پکار) کو سن سکتے ہیں ان میں سے بعضے تو وہ ہیں جو حضرت والیاس علیہ السلام کو پکارتے ہیں بعض ابوالخمیس وعباس بعضے آئمہ میں سے کسی سے مدد چاہتے ہیں بعض مشائخ امت کے آگے گریہ وزاری کرتے ہیں۔

باقی علامہ آلوسی کی یہ عبارت کہ خشکی و تری میں کوئی مشکل پیش آئے تو ایسوں کو پکارتے ہیں، تو میں بیان کر دیتا ہوں کہ وہ پکارنے والے کون ہیں اور وہابی اسمعیلی یہ سارا واویلا کر کے اور ادھر کی عبارت ادھر فٹ کر کے کس کو بچانا چاہتا ہے۔

(۱) وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی رشید احمد گنگوہی کو پکارتے ہوئے لکھتا ہے:

يا مرشدي يا موئلي يا مفزعي
(اے) میرے مرشد مولیٰ میری وحشت کے انیس
يا ملجائي في مبدئي و معادي
مری دنیا کے مری دین کے اے جائے پناہ
ارحم علي يا غياث فليس لي
مرے فریاد رسا مجھ پہ ترس کھاؤ کہ میں
كهفي سوى حبكم من زاد
آپ کی حب کے سواء رکھتا نہیں توشہ راہ
فاز الانام بكم و اني هائم
خلق فائز ہوشہا آپ سے اور میں حیران
فانظر الى برحمته يا هاد

رحم کی ھادی من اب تو ادھر کوبھی نگاہ

یا سیدی للہ شیاء انہ

میرے سردار خدا (کے) واسطے کچھ تو دیجئے

انتم لی المجدی و انی جاری

آپ معطی ہیں میں ہو سوالی اللہ

(میلا دالنبی ،ص ۲۱۵ ،مکتبہ ابوبکر عبداللہ لاہور، تذکرہ الرشید، جلد اول ،ص ۱۱۴، کتب خانہ اشاعت العلوم)

خط کشیدہ الفاظ کو ذرا غور سے دیکھیے یہ وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی کے ہیں جس میں وہ گنگوہی صاحب کو ندا کر رہا ہے اے میرے مرشد! اے میری جائے پناہ! لیکن یہاں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی اس مقام پر علامہ آلوسی یاد آئے اور نہ ہی یہ عبارت ان پر فٹ کی، کیا وہابی اسمٰعیلی بتا سکتا ہے کہ تھانوی نے اللہ کو چھوڑ کر گنگوہی کو کیوں پکارا، شاید اب آپ بھی گنگوہی کی طرح ہو جائیں گے یا جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں، لیکن گنگوہی صاب کیوں جاہل بنے کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کفر وشرک ہے پھر اس کفر وشرک کو کیوں ہضم کر گیا اور کوئی فتویٰ صادر نہ کیا اور ذریت گنگوہی تو گنگوہی سے بھی چار ہاتھ آگے نکل گئی کہ اس کو یہ تو نظر آتا ہے کہ اہلسنت انبیاء واولیاء سے مدد مانگتے ہیں پر تھانوی صاب کا یہ کفر شرک اس کو کیوں نظر نہیں آتا، اس پر خاموش کیوں ہے، یہاں اس پر سکتہ طاری کیوں ہے، یہاں ذریت گنگوہی نے! ''ارحم علیّ'' مجھ پر رحم کیجئے، کو کیوں اپنے عقیدے۔۔۔ کی طرح غائب کر لیا ہے، **یاغوث شیئاً للہ** پر کفر کا فتویٰ دھرنے والا یہ جاہل وہابی اسمٰعیلی یا سیّدی للہ شیئاً کے الفاظ کو کوّے کی بریانی سمجھ کر کیوں ہضم کر گیا **اللہ انصاف، للہ انصاف!** وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے لوگوں کو تو علامہ آلوسی کی عبارت سمجھا لے پھر ہم سے بھی بات کر لے لیکن یہ مر جائے گا بلکہ بیچ سمندر کے غرق ہو جائے گا علامہ آلوسی بلکہ ان جیسے کئی علماء کو سکھائے گا لیکن ادھر کچھ نہیں بھونکے گا کیوں؟ سب سمجھتے ہیں۔

تھانوی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہوئے لکھتا ہے:

یاشفیع العباد خذ بیدی انت فی الاضطرار معتمدی

دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

لیس لی ملجاء سواك اغث مسنی الضر سیدی سندی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی

عشنی الدھر یاابن عبداللہ کن مغیثاً فانت لی مددی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجئے مری

یارسول الالہ بابك من غمام الغموم ملتحدی

میں ہوں بس اور آپکا در یارسول ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

(نشر الطیب ،ص ، ۱۶۴ ،مکتبہ دار الاشاعت کراچی)

ترجمہ جس نے بھی کیا ہے جہالت کی انتہا کردی ہے ابھی ہمیں اس پر کلام نہیں کرنا ہمیں یہ بتانا ہے کہ وہابی اسمعیلی علامہ آلوسی کی عبارت سامنے رکھ کر تھانوی کا ٹھکانہ دیکھ لے بالکل واضح نظر آجائے گا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو دیکھیے گا کہ کیسے پینترا بدلتا اور لایعنی تاویلات کو لے کر آتا ہے اور یہ گردان کیسے پڑھتا ہے. جی یہ مراد ہے. جی یہ مراد ہے. جی تھانوی نے یہ لکھا ہے وغیرہ وغیرہ جناب وہابی صاحب! ہمیں اس سے کیا غرض کہ وہابی تھانوی نے کیا لکھا ہے، ہم تو آپ کو علامہ آلوسی کی عبارت سمجھا رہے ہیں جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مشکل میں ایسوں کو پکارتے ہیں۔۔اور وہابی اشرفعلی تھانوی کے الفاظ ہی دلالت کرر ہے ہیں کہ وہ کس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار رہا ہے۔

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں، محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔(امدادالمشتاق، ص، ۱۳۰، کتب خانہ اسلامی)

یہاں بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو علامہ آلوسی کی عبارت یاد نہیں آئے گی کہ خشکی وتری میں ایسوں کو پکارتے ہیں جناب وہابی صاحب یہ محبوب علی نے کس سے التجاء کی اور کس نے جہاز نکال دیا یہاں بھی کچھ لب کشائی ہوگی یا۔۔۔

(۲) وہابیہ اسمعیلیہ جن کو اپنا پیر مانتے ہیں یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یارسولِ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ، ص، ۹۰، دارالاشاعت کراچی)

دیکھیے! کتنی فراخ دلی سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ محبوب کریم علیہ السلام سے مدد مانگ رہے ہیں، سرکار علیہ السلام سے فریاد کرر ہے ہیں، سرکار علیہ السلام کو مشکل کشا کہہ رہے ہیں، اللہ تعالی کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار رہے ہیں لیکن یہاں سب قلم ٹوٹ گئے، سب زبانیں خشک ہوگئیں، ساری حیاء ختم ہوگئی وہ علامہ آلوسی کی عبارت دکھانے والے توحید کے جھوٹے شیدائی اور مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے والے وہابی اسمعیلی ساجد خان سمیت بل میں گھس گئے، ارے اب وہ علامہ آلوسی کی عبارت کہاں گئی اب وہ فتوے کدھر چلے گئے، اب وہ توحید کی جعلی محبت کہاں گئی، اب وہ علامہ آلوسی کی عبارت کہاں چلی گئی کہ ایسوں کو پکارتے ہیں جو ۔۔۔اب لگاؤ فتوے، اب کہو مشرک، اب کہو کافر، کہاں گیا دار دیو کا پالتو وہابی اسمعیلی ساجد خان جس کا قلم بہت تیز چل رہا تھا، ہوا سے بھی زیادہ تیز، اب وہ تفویۃ الایمانی حکم کہاں گیا، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان خاموش کیوں ہے، کچھ تو لب کشائی کرے، ہاں لب کشائی کرنے سے پہلے علامہ آلوسی کی عبارت اور حاجی صاحب کے الفاظ دیکھ لے۔

دیوبندیوں کے نزدیک حاجی صاحب کے اشعار میں تاویل بھی نہیں ہوسکتی

دیوبندی مولوی طاہر ہاشمی صاحب یہی اشعار لکھنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

یہ ساری نعت ہی اسی نوعیت کی ہے جس کا مضمون کسی تاویل سے بھی صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(سیدنا معاویہ کے ناقدین، ص، ۱۶۳، الہاشمی اکیڈمی ہزارہ)

نوٹ: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اب گڑگڑانا ہے کہ جی یہ شخص وہ ہے، جی یہ وہ ہے وغیرہ وغیرہ، وہابی جتنا بھی روئے گا، اس کا

ازالہ وہابیت اسمعیلیت کے ساتھ ساتھ اس کو کرنا پڑے گا کیونکہ ساری وہابیت اسمعیلیت جب طاہر القادری جیسوں کو اہلسنت کے کھاتے میں ڈالتے ہیں اس وقت اس کی حیاء کہاں چلی جاتی ہے۔

لیجئے وہابی اسمعیلی کی دردوں کا علاج خود اسی کے مولوی نے کر دیا ہے اب ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے حاجی صاحب پر حکم لگائے اور ان کو علامہ آلوسی کی عبارت دیکھا کر ان سے جان چھڑائے۔

مزید اپنے پیر کو پکارتے ہوئے لکھتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائبِ حضرتِ محمد مصطفیٰ
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا

اے شہ نو رمحمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجاء
بلکہ دن محشر کی بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملاء
اے شہ نورمحمد وقت ہے امداد کا

(امداد المشتاق ص ۱۲۱، شمائم امدادیہ حصہ سوئم، ص ۷۳)

وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ حاجی صاحب کس کو پکار رہے ہیں کیا اللہ کو پکار رہے ہیں اس سے مدد مانگ رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن بھی آپ کا دامن پکڑ کر مدد مانگوں گا یا کسی ولی کو پکار رہے ہیں اور ولی سے مدد مانگ رہے ہیں اور یہ سب کچھ ولی سے کہہ رہے ہیں یقینا آپ کو اب سب کچھ بھول جائے گا نہ علامہ آلوسی یاد آئیں گے اور نہ ہی قاضی ثناء اللہ اور نہ علامہ طاہر صدیقی اور نہ ہی شاہ ولی اللہ اور نہ ہی کوئی اور۔ کیوں کہ اگر یہاں ان میں سے کوئی یاد آجاتا ہے تو وہابیت اسمعیلیت کے فتوؤں کا بیڑا ہی غرق ہو جاتا ہے اور اس کی جھوٹی توحید وحنفیت جو دوسروں کے بغض وحسد میں جوش مارتی ہے سب ٹھنڈی ہو جائے گی، جناب پہلے اپنے ہی گھر کو سنبھالئے اور ان کو علامہ آلوسی کی عبارات دکھائے پھر ہم سے بات کیجئے۔

وہابی تھانوی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتا ہے:

فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں گھڑے ہو کر کہا کہ تم تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اور تم سے کسی فقیر کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔۔ (امداد المشتاق، ص ۱۲۷، اسلامی کتب خانہ کراچی)

لیجئے! جناب حاجی صاحب مشکل میں تھے حل بھی نہ ہوتی تھی اور تھے بھی کعبے میں لیکن کیا کیا۔ کیا کعبے میں کھڑے ہو کر حاجی

صاحب نے اللہ کو پکارا، اللہ سے مدد مانگی، اللہ سے اپنی مشکل حل ہونے کی دعا کی نہیں بلکہ اولیاء اللہ کو پکارا، ان سے مدد مانگی اور ان سے مشکل حل کرنے کی درخواست کی، کیا وہابی اسمعیلی بتائے گا کہ حاجی صاحب کو کعبے میں بھی خدا کی یاد نہ آئی اور اس کو پکارنے، اس سے فریاد کرنے اور اس سے مشکل حل کروانے کے بجائے اولیاء سے کیوں مشکل حل کروا رہے ہیں کیا علامہ آلوسی کی عبارت ''ایسوں کو مشکل میں پکارتے ہیں''۔۔۔ان کو دکھانی جائز نہیں اور پھر تھانوی صاحب جو اس عبارت پر ایمان لے آئے اور کوئی فتوی صادر نہیں کا کیا وہ بھی علامہ آلوسی کی عبارت سے مستثنیٰ ہیں کیا علامہ آلوسی نے یہ عبارت صرف سنی حنفی بریلویوں کے لئے ہی مختص کی تھی اور آپ کو وصیت کی تھی کہ کسی اور کو دکھانے کے بجائے صرف اور صرف اہلسنت کو دکھانا، کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے لیکن وہابیت تو سب کچھ بیچ کر کوا بریانی کھا کر نشے میں ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے (۷) علامہ آلوسی نقشبندی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: میں نے ایک ایسے شخص کو کہا جو مشکل وقت میں بعض اہل قبور کو پکارتا اور کہتا کہ اے فلاں میری مدد کر میں نے اس سے کہا کہ یا اللہ کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بارے میں میرے بدلے تجھ سے سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو وہ ایک دم غضبناک ہو گیا اور مجھ تک اس کی یہ بات پہنچی کہ وہ یہ کہتا پھر رہا ہے کہ فلاں (یعنی علامہ آلوسی) اولیا اللہ کا منکر ہے اور انہیں برا بھلا کہتا ہے اور ان جیسے بعض لوگوں سے میں نے سنا کہ ولی اللہ سے جلدی دعا کا قبول کرتا ہے معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے شرکیہ عقائد و گمراہی سے محفوظ رکھے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی کی پھر وہی حرکتیں بس اس نے عبارات ہی نقل کر کے صفحات اپنی قبر کی طرح سیاہ کرنے ہیں اس میں کیا ہے اور کن کے بارے میں ہے اس سے اس کو کوئی غرض نہیں ہے۔

اولاً: تو وہابی یہ بتائے کہ ہمارے کس معتبر و مستند عالم سے یہ کہا گیا اور اس نے یہ جواب دیا۔

ثانیاً: یہ بتائے کہ محض اتنا کہنے پر ہمارے کس معتبر و مستند عالم نے اولیاء کے منکر ہونے کا فتوی صادر کیا ہے یا کسی کو برا بھلا کہا ہے، ہاں کفر کفر اور شرک شرک کی گن مشین چلانے والوں کی بات اور ہے (جہلاء کی بات نہ کبھی حجت ہوئی تھی اور نہ ہوگی اگر وہابی جاہل عوام کی باتیں اور وہ بھی محض اپنے وہابیوں سے سنی سنائی بیان کرے گا تو ہمارے پاس بھی اس طرح کے بہت حوالے ہیں جو اسی وقت پیش کئے جائیں گے)

ثالثاً: یہ بھی ثابت کرے کہ ہمارے کس معتبر و مستند عالم نے یہ لکھا ہے کہ ولی اللہ سے جلدی دعا قبول کرتا ہے۔ قارئین یہ ساری جہلاء کی باتیں ہیں جس کا اہلسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور علامہ آلوسی انہی کا رد کر رہے ہیں اور یہ جاہل بلکہ آدھا پاگل وہابی اسمعیلی بلا وجہ ان کو ہمارے کھاتے میں ڈال کر اپنی وہابیت و اسمعیلیت چمکا رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارات کا جواب

وہابی اسمعیلی لکھتا ہے: (۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہر وہ شخص جو اجمیر شریف یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل و زنا سے بڑھ کر ہے (کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو بتوں لات و عزی کو پوجتا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مجبور ہے اور اسی مجبوری سے مجبور ہو کر وہ جہالت دیکھاتا اور منہ کی کھاتا ہے وہابی صاحب جیسے دیگر اکابرین کی کتابوں سے جاہل اور لاعلم اور اپنی سمجھ کے مطابق اپنی پسندیدہ عبارات نقل کرتا ہے اسی طرح یہ اپنے وہابیوں کی کتابوں سے بھی جاہل ہے۔

اولاً: ہم نے شاہ صاحب کی کئی عبارات پیش کر دی ہیں جن میں خود شاہ صاحب نے مدد مانگی اور آپ کی مدد کی گئی، وہابی اسمٰعیلی شاہ صاحب کی ان عبارات پر فتوی لگا دے پھر ہم سے جواب لے لے۔

ثانیاً: شاہ صاحب کی جس کتاب سے وہابی اسمٰعیلی نے عبارت نقل کی ہے خود اس کے اکابرین کے تاثرات اس کے بارے میں درست نہیں ہے۔

چنانچہ وہابی انور شاہ کشمیری کہتا ہے:

معلوم رہے کہ شاہ صاحب بھی قدم عالم کے قائل ہیں۔تفہیمات الٰہیہ میں بھی سخت مضر چیزیں ہیں۔ (ملفوظات محدث کشمیری، ص ۲۰۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اسی طرح احمد رضا بجنوری انور وہابی کے حوالے سے لکھتا ہے:

علامہ بنوری نے مزید لکھا ہے کہ باوجود جلالت قدر حضرت شاہ ولی اللہ کے ان کی تالیفات میں ایسی آراء وافکار ملتے ہیں جن کے ساتھ موافقت وہمنوائی کرنا مشکل ہے۔ (انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری، جلد ۱۶ ص ۴۰۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جب خود وہابیہ ہی شاہ صاحب کی اس کتاب کو سخت مضر کہتے ہیں تو ہمیں اس سے ڈرانے کی یا عوام کو اس طرح کے اقوال (اگر اس عبارت کا معنی وہی ہو جو وہابی نے کیا ہے) بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جب وہابی ہی ان کی آراء کے ساتھ موافقت وہمنوائی نہیں کرتے تو ہم پر ٹھوسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔

ثالثاً: شاہ صاحب کی یہ عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے خلاف ہے جن کے حوالے ماقبل گزر چکے ہیں وہابی جو جواب ان حوالوں کا دے گا ہمارے طرف سے بھی قبول کر لے۔

وہابیت کے سستے فتوؤں کے دام

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی نے یہ لکھ کر کہ" ہر وہ شخص جو اجمیر شریف یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے۔۔۔(اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا)" اپنے وہابی اکابرین کی ساری زندگی کی کمائی اور فتوؤں پر پانی پھیر دیا ہے کیونکہ آج تک اس کے وہابی باپ یہی کہتے رہے ہیں کہ انبیاء واولیاء سے مافوق الاسباب مدد مانگنے والا کافر ومشرک ہے اور آج یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کو کافر ومشرک نہ مان کر اپنے وہابیوں کے فتوؤں کو جوتی کے نوک پر رکھ کر ان کا باغی ہو گیا۔

وہابی اسمٰعیلی کا اپنی دوسری کتاب میں جوش

خامساً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے شاہ ولی اللہ کی یہی عبارت اپنی کتاب دفاع اہلِ جہنم میں بھی لکھی ہے لیکن وہاں اس نے کیا ثابت کیا ہے وہ بھی دیکھ لیں **لکھتا ہے:**

ہر وہ شخص جو خواجہ اجمیر یا سالار مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لئے جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل وزنا سے بھی بڑا گناہ ہے صاحب مزار کو مشکل کشا مختار کل سمجھتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات وعزی کو

پکارنے والوں کی طرح ہے۔(دفاع اہل سنت، جلد اول، ص ۱۳۵، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اسی طرح ہر جگہ پینترے بدلے ہیں کہیں جوش میں کفر وشرک بنادیا اور کہیں اس کی نفی کر دی، جاہل شخص اس کتاب میں تو کہہ رہا ہے کہ قبر والے سے حاجت مانگنا کفر وشرک نہیں ہے جبکہ دفاع اہل جہنم میں مشکل کشا اور مختار کل جیسے الفاظ اپنی طرف سے گھڑ کر اسی عبارت کو اپنی کفریہ وشرکیہ گن مشین سے اپنے آباء کی ذہنیت کے مطابق کچھ اور ہی بنا دیا، وہابی اسمٰعیلی بتائے گا کہ جب اس عبارت میں مشکل کشا اور مختار کل مراد ہے تو یہ تیرے آباء کے نزدیک تو کفر وشرک ہے تیرے نزدیک کفر وشرک کیوں نہیں ہے؟ اور اگر یہ کفر وشرک نہیں تو تیرے آباء مشکل کشا و مختار کل کو کفر وشرک کیوں کہتے ہیں؟ وہابی صاحب کو ہم ایک مشورہ دیتے ہیں کہ ہر جگہ نوابان دیوبند گنگوہی ونانوتوی کی طرح ہی سوچا کرتا کہ ہر جگہ ایک جیسا ہی نظر آئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی یہ کہے کہ مشکل کشا اور مختار کل ہونے کے اعتبار سے کفر وشرک ہے اور اگر یہ نہ ہو تو کفر وشرک نہیں تو ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر مشکل کشا و مختار کل کی نیت سے نہ جائے تو کس نیت سے جائے تو قتل وزنا سے بڑا گناہ ہوگا، ان شاء اللہ شاہ صاحب کی اصل عبارت پر مزید کلام وہابی کے جواب کے بعد کروں گا۔

مزید لکھتا ہے (۹) جان لے کہ اہل قبور سے حاجات کو طلب کرنا اس نیت سے کہ یہی لوگ حاجات کو پورا کرنے کے واسطے اور سبب ہیں (یعنی ان کے بغیر ہماری حاجات پوری نہیں ہوسکتی ہیں) کفر ہے اس سے بچنا فرض ہے کلمہ شہادت نے اس طریقہ کو حرام کر دیا ہے مگر (جاہل) لوگ آج اس میں منہمک ہیں۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی بھی عجیب خبط کا شکار ہے اس کو خود ہی معلوم نہیں کہ کیا لکھ رہا ہے۔

اولاً: وہابی یہ بتائے کہ ہمارے وہ کون سے معتبر ومستند عالم ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری حاجات اہل قبور کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں، جب کسی نے کہا ہی نہیں اور نہ ہی یہ کسی کا عقیدہ ہے تو اس عبارت کو ہمارے خلاف پیش کرنا سوائے ہذیان کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

ثانیاً: یہ عبارت خود شاہ ولی اللہ کی ماقبل عبارات کے خلاف ہے وہابی اسمٰعیلی جو جواب بھی دے گا وہی ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

ثالثاً: یہ عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے بھی خلاف ہے جو انبیاء و اولیاء سے مدد مانگتے (جیسا کہ ہم حوالے دے چکے) اور یہ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی ارواح سے مدد کے منکر نہیں ہیں لہٰذا جو جواب ان کی عبارات کا ہوگا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی یہاں تو کہہ رہا ہے کہ اہل قبور کو اسباب بنانا کفر ہے جبکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں لکھ چکا ہے کہ ''پیدا کرنے، رزق دینے، بلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت۔۔۔ اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں''۔ اب اس عقل کے اندھے وہابی سے کوئی پوچھے کہ پہلے تو جائز بتا کے آیا ہے اور یہاں آ کر کفر ہو گیا ہے کیوں؟

علامہ علی قاری اور علامہ نابلسی علیہما الرحمۃ کی عبارات کا جواب

(۱۰) ملّا علی قاری حنفی رحمہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴) لکھتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ ہی سے اپنی مشکلوں میں سوال و مدد طلب کر کہ بخشش کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ ہر قسم کی نعمت یا عذاب دنیاوی واخروی بندے کو پہنچتی ہے یا اسے دور ہوتی ہے اسی کی رحمت سے ہے۔ بغیر کسی شائبہ لالچ و ضمیمہ علت کے بلاشبہ وہ ذات مطلق سخی بے نیاز ہے کسی کی محتاج نہیں پس لازم ہے کہ اس کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھی جائے اور اس

کی پکڑ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کیا جائے اور عظیم المرتبت کاموں میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے اپنے تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ رکھا جائے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۳۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی نے یہاں بھی سوائے صفحات سیاہ کرنے کے اور کچھ نہیں کیا۔

اولاً: ہم ماقبل میں ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ علی قاری اولیاء کو دور سے پکارنے ان سے مدد مانگنے اور اولیاء کے پکار سننے اور مدد کرنے کے قائل ہیں۔اب وہابی اسمعیلی علامہ علی قاری کی عبارات میں تطبیق خود ہی کر لے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی بتا سکتا ہے کہ یہ تمام باتیں جو اس نے علامہ علی قاری کے حوالے سے نقل کیں ہیں اس کا منکر کون سا سنی حنفی معتبر ومستند عالم ہے، کیا وہابی اسمعیلی اس عبارت کو جو وہ سب اہلسنت کے خلاف ثابت کر رہا ہے، ہمارے کسی پانچ معتبر ومستند علماء سے ثابت کرے گا کہ انہوں نے اس عبارت کے خلاف کہا ہو یا ان باتوں کا انکار کیا ہو۔وہابی مر تو سکتا ہے پر یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ہمارے معتبر ومستند علماء نے اس کے خلاف کچھ کہا ہو۔

وہابی اسمعیلی لکھتا ہے: اور اس کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا جائے اس لیے کہ غیر اللہ کسی نعمت کی دینے یا کسی سختی کے روکنے پر قادر نہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کو دور کر سکتے ہیں بلاشبہ وہ تو اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں اپنی موت وحیات اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر قادر نہیں، (تو دوسروں کو کیا نفع دیں گے؟؟)

اسی طرح کی ایک عبارت وہابی نے علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی بھی نقل کی ہے اس کو بھی ساتھ ملا لیتے ہیں۔

لکھتا ہے: ساری مخلوق اس اللہ کی غلامی کا دم بھرتی ہے وہ اپنے نفع ونقصان کی مالک نہیں تو دوسروں کے نفع ونقصان کے تو بدرجہ اولی مالک نہ ہوں گے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۴۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہر عبارت کو اپنے آباء والی گندی ذہنیت لے کر پڑھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دنیا جہاں میں اس بزرگ کی صرف یہی ایک ہی عبارت ہے جس سے وہابی عوام کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے لہٰذا نقل کر کے دھوکہ باز بن جاتا ہے۔

اولاً: علامہ علی قاری اور علامہ نابلسی علیہما الرحمۃ کی یہ عبارات ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی بھی ذاتی اعتبار سے نفع ونقصان پر قادر نہیں ہے، ہاں اللہ کی عطاء سے بندوں کو نفع وغیرہ دینا اور ان کو اللہ کی طرف سے طاقت وقدرت کا حاصل ہونا حق ہے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں بلکہ مثبت ہیں، بلکہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے تو بہت کچھ مانا ہے جو اس وہابی اسمعیلی اور اس کے اسمعیلی آباء کو آج تک ہضم نہیں ہوا۔

علامہ علی قاری وہابیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَمْرَ بِالسُّؤَالِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ، وَمِنْ ثَمَّ عَدَّ أَئِمَّتُنَا مِنْ خَصَائِصِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ، كَجَعْلِهِ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ بِشَهَادَتَيْنِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَكَتَرْخِيصِهِ فِي النِّيَاحَةِ لِأُمِّ عَطِيَّةَ فِي آلِ فُلَانٍ خَاصَّةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، قَالَ النَّوَوِيُّ: لِلشَّارِعِ أَنْ يَخُصَّ مِنَ الْعُمُومِ مَا شَاءَ، وَبِالتَّضْحِيَةِ بِالْعِنَاقِ لِأَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ وَغَيْرِهِ وَذَكَرَ ابْنُ سَبُعٍ فِي خَصَائِصِهِ وَغَيْرُهُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَقْطَعَهُ أَرْضَ الْجَنَّةِ يُعْطِي مِنْهَا مَا شَاءَ لِمَنْ يَشَاءُ،..

اور آپ علیہ السلام کے مطلقا سوال کا حکم دینے سے اس مسئلہ پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو تمام خزانوں پر اختیار

دیا ہے جو چاہیں عطا کریں اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے آپ علیہ السلام کی یہ خصوصیت شمار کی ہے کہ آپ ﷺ جس کے ساتھ جو خاص کرنا چاہیں کر سکتے ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے خزیمہ بن ثابت کی گواہی دو کے برابر کر دی (رواہ البخاری) اور جس طرح آپ علیہ السلام نے ام عطیہ کو خصوصی طور پر کسی پر نوحہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (رواہ مسلم) بقول نووی شارع کو عام سے خاص کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جس طرح آپ علیہ السلام نے ابی بردہ بن نیار کو سال سے کم عمر بکری کا بچہ قربانی کرنے کی رخصت دی، اور ابن سبع نے خصائص وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو جنت کی زمین عطا فرما دی تھی آپ علیہ السلام اس میں سے جس کو چاہتے دیتے تھے۔ (مرقاۃ الفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۵۶۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم دیوبندی، جلد ۲، ص ۵۸۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کوئی پوچھے کہ یہ عبارت کس کی ہے اور اس میں وہ کیا کہنا چاہتا ہے تو وہابی کو اپنے اسمٰعیلی آباء سے کم از کم سو بار ضرور پوچھنا پڑے گا کہ جواب کیا دوں جب ان سے جواب نہیں ملے گا تو اپنے بڑے ابا سے ہی مشورہ کرے گا وہ جو کچھ بھی اس کو القاء کرے گا وہ آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ وہابی اسمٰعیلی تو کہہ رہا تھا کہ علامہ علی قاری کے نزدیک کوئی کسی چیز کا مالک نہیں اور یہاں علامہ صاحب سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں لکھ رہے ہیں کہ اللہ نے آپ کو تمام خزانوں پر اختیار عطا فرما دیا ہے اور پھر ائمہ سے ثابت کیا کہ سرکار جس کے لئے جو چاہیں خاص کر دیں اور آخر میں جنت کی ملکیت بھی سرکار ﷺ کے لئے ثابت کر کے وہابیت اسمٰعیلیت کو وہ صدمے دیئے جو آج تک اس کے چاہنے والے لے رہے ہیں جو محسوس زیادہ ہوتے ہیں اور نظر کم آتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ علامہ علی قاری کے اس قتباس پر ایمان لے آئے کیونکہ اس عبارت کا معنی ہم نے بیان کر دیا ہے۔

علامہ علی قاری اس حدیث "جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى ابْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ: فَلَطَمَ مُوسَى عَيْنَ مَلَكَ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ: فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللهِ" کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا لَطَمَهَا مُوسَى لِإِقْدَامِهِ عَلَى قَبْضِ رُوحِهِ قَبْلَ التَّخْيِيرِ، وَالْأَنْبِيَاءُ كَانُوا مُخَيَّرِينَ عِنْدَ اللهِ آخِرَ الْأَمْرِ بَيْنَ الْحَيَاةِ وَالْوَفَاةِ۔۔

اور حضرت موسی علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام کو تھپڑ آپ کی اجازت دینے سے پہلے ہی روح قبض کرنے کی وجہ سے مارا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی جانب سے زندگی اور وفات کا اختیار دیا گیا ہے۔ (مرقاۃ الفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۰، ص ۳۸۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی مترجم مرقاۃ اس عبارت کا ترجمہ اپنے صوابدیدی اختیار کے تحت ہضم کر گیا۔

اسی طرح علامہ عینی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو يدل على ان موسى عليه السلام لما خيره الله تعالى اختار الموت شوقا الى لقاء ربه تعالى كما خير نبينا عليه السلام فقال الرفيق الاعلى۔

اور یہ حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وفات کا اختیار دیا تو آپ نے اپنے رب کی ملاقات کے شوق میں وفات کو اختیار کیا۔ جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا الرفیق الاعلی۔۔۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۸، ص ۱۴۹، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ علی قاری و علامہ عینی پر بھی کچھ فتوے جڑ دے کہ انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے لئے اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا وفات کا اختیار مانا ہے، وہابی اسمعیلی کی چار نسلیں بھی پانی نہیں مانگیں گی کیونکہ علامہ علی قاری اور علامہ عینی نے علاج ہی ایسا کر دیا ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور یہ وہابی ان کی عبارت کو غلط رنگ دے کر کیا ثابت کر رہا ہے۔ان اکابرین کا کلام تو آپ نے پڑھ لیا وہابی اسمعیلی نے جن کو مشائخ ہند میں سے شمار کر کے اہلسنت کے خلاف بزعم خود ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا کلام بھی سن لیجئے تا کہ آپ کو علم ہو کہ وہابی نام تو لیتا ہے پر پیروی اپنے اسمعیلی باپوں کی کرتا ہے۔

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یعنی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جنت کے مالک ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو چاہیں گے جنت میں بلائیں گے اور جسے چاہیں گے روک دیں گے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دین و دنیا دونوں جہاں کے بادشاہ ہیں اور دنیا و آخرت آپ ہی کے اختیار میں ہے اور آپ خود تمام چیزوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نیز آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح علوی، تمام موجودات، اور ان میں باہمی تعلقات پر کامل قبضہ وتصرف اور اختیار و اقتدار حاصل ہے۔(اخبار الاخیار مترجم دیوبندی، ص ۲۹۸، دارالاشاعت کراچی)

اللہ کریم کی کروڑ ہا رحمتیں نازل ہوں شیخ صاحب پر کہ انہوں نے حق کا ایسا بول بالا کیا کہ وہابیت اسمعیلیت کا خود ہی منہ کالا ہو گیا، وہابی اسمعیلی ساجد خان تو دھوکہ دے کر کہہ رہا تھا کہ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں لیکن شیخ صاحب نے تو انہیں اللہ کریم کی سب سے بڑی نعمت کا ہی مالک بتا دیا ہے اور یہاں تک فرما دیا کہ جس کو چاہیں آنے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں، کیا وہابی بتانا پسند کرے گا کہ جس کو جنت میں آنے دیں گے اس کو نفع پہنچایا یا نہیں؟ اور شیخ صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ کامل قبضہ، تصرف، اقتدار و اختیار ثابت کرنے کے بعد دین و دنیا کی بادشاہت اور دنیا و آخرت کے اختیارات بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مان لئے وہابی اسمعیلی اپنے آباء کی پیروی کرے کیونکہ اکابرین کی پیروی نہ اس کے آباء سے ہوئی اور نہ ہی اس سے ہو گی کیونکہ ان کی پیروی میں وہابیت و اسمعیلیت کو لاتیں نہیں بلکہ لاتیں مارنی پڑیں گی اور یہ کام نہ اس کے آباء سے ہوا اور نہ ہی یہ کرے گا، لہٰذا اہلسنت کے بغض میں اکابرین پر بھونکنا بند کر دے۔

ایک اور مقام پر غوث اعظم علیہ الرحمۃ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ نے بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور جسمانی تصرفات کے لوازم و اسباب آپ کے اقتدار و اختیار میں دے دیئے تھے، تمام مخلوق کے دل آپ کے لئے مسخر و فرماں بردار بن گئے تھے۔ (اخبار الاخیار مترجم دیوبندی، ص ۲۹۸، دارالاشاعت کراچی)

شیخ صاحب کی یہ عبارت کسی نبی کے لئے نہیں ہے بلکہ غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے شیخ صاحب نے یہ بیان کر کے وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی مقام پر پہنچانے کے ساتھ ساتھ وہابی اسمعیلی کا بھی بیڑا غرق کیا ہے جو کہہ رہا تھا کہ کچھ نفع نہیں دے سکتے جاہل آدمی شیخ صاحب جن کا نام تم نے استعمال کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے وہ تو خزانوں کی کنجیاں ان کے اختیار میں دے رہے ہیں، جسمانی تصرفات کے لوازم ان کے اقتدار میں مان رہے ہیں اور مخلوق کے دل ان کے لئے مسخر بتا رہے ہیں۔کیا وہابیت یہی نہیں کہ بزرگوں کا نام لے کر دھوکہ دیا جائے؟ کیا اسمعیلیت یہی نہیں کہ ان کی عبارات کو نہ سمجھ کر عیاری و مکاری کی

جائے، یقیناوہابیت واسمعیلیت عیاری مکاری اوردھوکہ بازی کا نام ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی لکھتاہے: اوّل یہ کہ مدد چاہنادوسری چیز ہےاور پرستش دوسری چیز ہےعوام مسلمانوں میں یہ نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور سے اہل قبور مدد چاہتے ہیں مگروہ پرستش نہیں کرتے اور بت پرست لوگ بت سے بھی مدد چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کوسجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یابطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یااس کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یااپنے کوکسی کا بندہ کہےاور جوجاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ ایسا کوئی امر کرے یعنی مثلاًاہل قبورکوسجدہ کرےتو وہ فی الفور کافر ہوجائے گااوراسلام سے خارج ہوجائے گا۔۔۔دوم مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ جوچیز خاص اللہ تعالی کی قدرت میں ہے مثلاًلڑکا دینا۔۔۔یاایسی اور چیزوں کوخالص اللہ تعالی کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کے لئے کسی مخلوق سے کوئی شخص التجاء کرےاوراس شخص کی نیت یہ نہ ہوکہ وہ مخلوق اللہ تعالی کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہوتو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔اوراگرکوئی مسلمان اولیاءاللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے یعنی ان کو قادر مطلق سمجھے خواہ وہ اولیاء زندہ ہوں یا وفات پائے تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جائے گا۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۴۱،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

واقعی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے عقل کوتین طلاقیں اکٹھی دے کر فارغ عن العقل ہو چکا ہے۔اس کا کام صرف اورصرف عبارتیں نقل کر کے صفحات سیاہ کرنا ہے اگر چہ اس سے وہابیت اسمعیلیت ہی کا خانہ خراب کیوں نہ ہوجائے؟ جیسا کہ ماقبل میں بھی گزر چکااورآگے بھی آرہا ہے۔

اولاً: ہم نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہی کی عبارات بیان کردی ہیں جن میں انہوں نے انبیاءواولیاء سے مدد مانگنے کو جائز کہا ہے وہابی پہلے شاہ صاحب پرفتوی لگالے پھرہم سے بات کرے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کو میں کھلی دعوت دیتاہوں کہ وہ یہ ثابت کرے کہ جن جن قیود کے ساتھ شاہ صاحب نے اس مسئلہ کو بیان کیاہے،ہم انہی قیود کے ساتھ مدد مانگتے ہیں یا ہمارے معتبر ومستند علماء نے اسی چیز کو جائز کہا ہےجس پر شاہ صاحب فتوی لگارہے ہیں مثلاً:''اس شخص کی نیت یہ نہ ہوکہ وہ مخلوق اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہوتو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے'' کیا کسی شخص کی نیت یہ ہوکہ وہ مخلوق اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہوتو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے؟ وہابی اسمعیلی مرجائے گا پر یہ ثابت نہیں کرسکے گا۔

ثالثاً: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی آخری عبارت بتارہی ہے کہ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ ہم میں سے کوئی بھی اولیاء وانبیاء کو قادر مطلق نہیں سمجھتا۔اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان میں دم خم ہےتو کم ازکم ہمارے پانچ معتبر ومستند علماء ثابت کردے کہ ہم انبیاءواولیاء کو قادر مطلق مانتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم مصری اور علامہ شامی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی احمدی لکھتا ہے۔۔۔ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالی و اعتقاده

ذلك كفر .البحر الرائق،شامی۔ دوسری وجہ یہ کہ اس کا گمان ہو کہ میت دنیوی امور میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی علیہما الرحمۃ نے نذر کے مسئلے میں یہ عبارت ذکر کی ہے نذر کا مسئلہ آگے ہی آرہا ہے لہٰذا نذر کی بحث وہیں دیکھ لیں لیکن وہابی اسمعیلی نے بغیر سوچے جو کفر کی اسمعیلی گن مشین یہاں چلانے کی کوشش کی ہے کہ ''کسی کا گمان ہو کہ میت دنیوی امور میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے'' اس کا جواب یہیں حاضر ہے۔

اولاً: تو عرض یہ ہے کہ اس عبارت کو ہمارے خلاف پیش کرنا ہی وہابی اسمعیلی کی اپنے وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی ہے کیونکہ اس عبارت کا مطلب بالکل واضح یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کی عطا اور اس کی دی ہوئی قدرت و طاقت کے بغیر میت کے تصرف کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اگر وہابی اسمعیلی ہماری بات نہیں مانتا تو پھر اس کا یہ فتوی صرف ہمارے لئے نہیں جیسا کہ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہے بلکہ بڑے بڑے اکابرین اور پھر خود وہابیہ اسمعیلیہ بھی اسی فتوے سے کفر کے گھاٹ جا اترتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی کا پہلا فتوی علامہ شامی پر

وہابیہ اسمعیلیہ نے علامہ شامی کی عبارت تو نا سمجھی میں نقل کر دی اور اوپر سے ہٹ دھرمی بھی دکھائی لیکن ان جہلائے دیوکو کیا معلوم کہ جن کی عبارت کو غلط معنی دے کر اہلسنت کو کافر ثابت کر رہے ہیں اسی عبارت کی زد میں تو صاحب عبارت بھی آجائیں گے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَمِنْهُمْ خَتْمُ دَائِرَةِ الْوِلَايَةِ قُطْبُ الْوُجُودِ سَيِّدِي مُحَمَّدٌ الشَّاذِلِيُّ الْبَكْرِيُّ الشَّهِيرُ بِالْحَنَفِيِّ. الْفَقِيهُ الْوَاعِظُ أَحَدُ مَنْ صَرَّفَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْكَوْنِ، وَمَكَّنَهُ مِنَ الْأَحْوَالِ، وَنَطَقَ بِالْمُغَيَّبَاتِ، وَخَرَقَ لَهُ الْعَوَائِدَ، وَقَلَبَ لَهُ الْأَعْيَانَ.

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان اولیاء میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالی نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا تھا اور انہیں احوال بدلنے پر قادر کر دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں اور ان کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال اور انقلاب حقائق واقع کئے۔ (ردالمحتار علی درالمختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۱، ص ۱۴۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اشرفعلی تھانوی غالباً انہی کے بارے میں لکھتا ہے:

من جملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالی نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا مغیبات سے گویا کیا۔ خرق عادت اور قلب ماہیات دیا اور ان کے ہاتھوں پر عجائب کو ظاہر کیا۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۶۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ وہی علامہ شامی ہیں جن کی عبارت وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دکھا کر ناچنے کی کوشش کی، لیکن علامہ شامی نے تو اس وہابی کو کہیں کا نہ چھوڑا، وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ عالم تکوین میں تصرف ماننے والا مسلمان ہے، بزرگ ہے، مومن ہے یا پھر کافر۔

وہابی اسمعیلی کا دوسرا فتوی علامی آلوسی پر

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحه وانه یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت...و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیھم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما

قبضوا و اذن لهم فی الخروج من قبورهم و التصرف فی الملکوت العلوی و السفلی...
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں اور ملکوت میں۔۔۔اور باقی انبیاء کے بارے میں بھی وہ اسی طرف گئے ہیں۔اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتیں ہیں بعد قبض ہونے کے اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ وسافل میں تصرف کرنے کی۔۔(تفسیر روح المعانی، جلد ۲۱، ص ۲۳۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ: یہ عبارت حقیقت میں علامہ سیوطی کی ہے تو یہ بھی وہابی اسمٰعیلی فتوے کی نظر ہو گئے۔

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لگائے فتوی علامہ آلوسی وعلامہ سیوطی پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کے تصرف کے قائل ہیں اور تصرف بھی چھوٹا موٹا نہیں مانتے بلکہ ملکوت اعلیٰ واسفل سب میں مانتے ہیں اب پیچھے بچا ہی کیا ہے جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم سے ثابت کروائے گا۔

مزید لکھتے ہیں:

وقال الشیخ الأکبر قدس سره إن آصف تصرف فی عین العرش فأعدمه فی موضعه وأوجده عند سلیمان من حیث لا یشعر أحد بذلك إلا من عرف الخلق الجدید الحاصل فی کل آن وکان زمان وجوده عین زمان عدمه وکل منهما فی آن وکان عین قول آصف عین الفعل فی الزمان فإن القول من الکامل بمنزلة کن من الله تعالی.

شیخ اکبر فرماتے ہیں آصف نے بعینہ عرش میں تصرف کیا اور اس کو اس کی جگہ سے معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیا۔ بایں طور کہ کسی شخص کو اس کا پتہ نہ چل سکا (سوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے) اور اس کے وجود کا زمانہ بعینہ اس کے عدم کا زمانہ تھا اور یہ سب کچھ ایک آن میں ہو گیا اور اس وقت آصف کا کہنا بعینہ ان کا فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالی کے کن کے منزلہ میں ہوتا ہے۔(تفسیر روح المعانی، جلد ۱۹، ص ۲۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ آلوسی کی یہ نقل کردہ عبارت نے جہاں وہابیت کے کئی اعتراضات کا جواب دے دیا بالخصوص قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا، وہیں وہابی اسمٰعیلی کے بزعم خود تصرف کے کفر والے فتوے کو بھی ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا، اب وہابی اسمٰعیلی علامہ آلوسی اور پھر ابن عربی پر بھی کفر کا فتوی دھر کر اپنا حق اسمٰعیلیت ادا کرے کیونکہ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔

وہابی اسمٰعیلی کا تیسرا فتوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر

ہم ماقبل شیخ صاحب کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں شیخ صاحب نے غوث پاک علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''جسمانی تصرفات کے لوازم واسباب آپ کے اقتدار واختیار میں دے دیئے تھے''

اس عبارت کے بعد کسی اور عبارت کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی شیخ صاحب کی ایک اور عبارت پیش کر دیتا ہوں جس میں وہ ایک دو نہیں بلکہ چار وفات شدہ بزرگ ہستیوں کے لئے تصرف مان رہے ہیں۔

شیخ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقال احد من المشائخ العظام :رأیت اربعة من المشائخ یتصرفون فی قبورهم کتصرفهم فی

حیاتهم او اکثر،الشیخ معروف الکرخی،والشیخ عبدالقادر الجیلی وذکر رجلین غیرهما۔
اورمشائخ میں سے کسی نے فرمایا کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا کہ وہ اپنی قبور میں بھی ایسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی حیات میں کرتے تھے ایک حضرت معروف کرخی ہیں اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دوان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔
(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۲۱۵، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

لیجئے! شیخ عبدالحق محدث دہلوی کوئی اورنہیں بلکہ وہابی اسمعیلی کے جانے پہچانے ہیں بلکہ اس کے نزدیک مشائخ ہند میں شامل ہیں اور فرما کیا رہے ہیں وہی جس پر وہابیہ اسمعیلیہ کفر کفر کا کھیل کھیل رہی ہے۔

وہابی اسمعیلی کا چوتھا فتوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر

شاہ صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دریں حالت هم تصرف در دنیا داده واستغراق آنها بجهت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجه بایں سمت نمی گرددو اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انهامی نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انهامی طلبند و می یابند۔

اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کے رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی، جلد ۳، ص ۱۱۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
شاہ صاحب بھی اولیاء کے تصرف کو مانتے ہیں لہٰذا وہابی اسمعیلی کو چاہیے کہ ان پر بھی کوئی کفر کا فتوی ہوجائے۔

وہابی اسمعیلی کا پانچواں فتوی امام رازی علیہ الرحمۃ پر

امام رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وثالثها الانبیآء وهم الذین اعطاهم الله تعالیٰ من العلوم والمعارف مالا جله یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق وارواحهم وایضا اعطاهم من القدرة والمکنة مالا جله یقدرون علی التصرف فی ظواهر الخلق۔

تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت وقوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔
(مفاتیح الغیب، جلد ۱۳، ص ۵۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ رازی علیہ الرحمۃ پر بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ظاہر وباطن پر تصرف ماننے کی وجہ سے کفر کا فتوی داغ دے۔

وہابی اسمعیلی کا چھٹا فتوی اشرفعلی پر

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

تصرف یہ جماعت اولیاء سے بہت ہی منقول ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بارش ایک بزرگ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھی اور متاخرین میں سے ایک بزرگ شیخ ابوالعباس شاعر ہوئے ہیں وہ بارش کو کچھ درہموں کے بدلے فروخت کیا کرتے تھے اور اس باب میں اس قدر واقعات و روایت ہیں کہ عقل کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ (جمال الاولیاء، ص ۲۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

لیجئے! تھانوی صاحب نے تو وہابیت اسمعیلیت کو دیوار کے ساتھ لگا دیا بلکہ زمین بوس کر دیا، وہ تصرف جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان کفر کہہ رہا تھا اس نے اسی کو اولیاء سے ثابت کر دیا اور مزید اسمعیلی ساجد پر ذلت کے وہ پہاڑ توڑے کہ شاید ہی یہ نیچے سے نکل سکے کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان علم غیب والے مسئلے میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حوالے سے کہہ رہا تھا کہ بارش کب نازل ہوتی ہے اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور یہاں تھانوی بارش کبھی تو بزرگ کے پیچھے چلا رہا ہے اور کبھی درہموں کے بدلے فروخت کروا رہا ہے واہ وہابیت اسمعیلیت واہ! واقعی تھانوی نے تیرے عقیدے کی وضاحت بہت ہی خوب کی تھی کہ بڑھے تو بڑھتا جائے اور کم ہو تو بالکل غائب وہابیت ماننے پر آئے تو یہ سب کچھ مان لے اور اگر انکار کرنے پر آئے تو اپنے باپ ہی کا انکار۔۔۔

وہابی اسمعیلی کا ساتواں فتوی امین و محمود عالم صفدر پر

وہابی محمود عالم صفدر لکھتا ہے:

ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت۔۔۔ و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیھم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا و اذن لھم فی الخروج من قبورھم و التصرف فی الملکوت العلوی و السفلی۔۔۔

بے شک نبی ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں اور ملکوت میں۔۔۔اور باقی انبیاء کے بارے میں بھی وہ اسی طرف گئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتیں ہیں بعد قبض ہونے کے اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ و سافل میں تصرف کرنے کی۔۔ (تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ص ۲۷۲ تا ۲۷۶، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

یہاں تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے ہی سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے تصرف اور وہ بھی عالم ملکوت اعلیٰ و اسفل سب میں مان رہے ہیں لہٰذا وہابی کو چاہیے کہ صاحب بحر الرائق اور علامہ شامی کا فتوی ان کو دکھائے، ان کو سمجھائے اور ان پر لگائے، اہلسنت پر وہ فتوی نہ کل تھا، نہ آج ہے اور نہ ہی آگے ہوگا وللہ الحمد۔

قارئین! ہمارے پاس حوالے اور بھی بہت ہیں لیکن ابھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں اگر وہابیت نے اپنی ذلت مٹانے کی کوشش کی تو ایک بار پھر مزید ڈوز دیئے جائیں گے۔

{......مسئلہ نمبر ۵......}

نذر اولیاء اور اہلسنت کا موقف

ہمارے نزدیک نذر کی دو قسمیں ہیں: (۱) نذر شرعی و فقہی (۲) نذر عرفی ولغوی۔

نذر شرعی و فقہی اللہ تعالی کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور جو نذر ہمارے عرف میں اولیاء کے لئے مانی جاتی ہے وہ شرعی و فقہی

نہیں بلکہ عرفی ولغوی یعنی ہدیہ ونذرانہ کے طور پر ہوتی ہے اورفقہاءِ احناف نے جس نذر سے منع کیا ہے وہ نذر شرعی وفقہی ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک بھی یہ نذر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں اور اگر کوئی جاہل نذر شرعی وفقہی اولیاء کے لئے مانتا ہے تو ہمارے علماء کے فتاوی موجود ہیں کہ یہ حرام وناجائز ہے۔

نذر عرفی ولغوی اور علماء اہلسنت کا موقف

(۱) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیائے کرام کیلئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔ (فتاوی افریقہ، ص ۱۷، شبیر برادرز لاہور، فتاوی رضویہ، جلد ۱۳، ص۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) مناظر اسلام شیر بیشہ اہلسنت خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیائے کرام کیلئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔ (العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ، ص ۲۷۴، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۳) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے۔ (جاء الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۱۵، مکتبہ غوثیہ کراچی)

نذرِ شرعی وفقہی اور علماء اہلسنت کا موقف

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت لکھتے ہیں:

غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے۔ (فتاوی افریقہ، ص ۱۷، شبیر برادرز لاہور)

(۲) اسی طرح مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے۔ (العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ، ص ۲۷۴، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۳) مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فقہاء اس (نذر) کو حرام کہتے ہیں جو اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں: ''تقربا الیھم'' نذر شرعی عبادت ہے۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۱۵، مکتبہ غوثیہ کراچی)

نذرِ عرفی ولغوی اور سادات احناف، مشائخ ہند کا موقف

(۱) سیدی عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذٰلک علیٰ حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ۔

یعنی اسی قبیل سے ہے زیارتِ قبور اور مزارات اولیاء وصلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفایا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کیلئے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمانِ قبور پر تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا ہے کہ فقیر کوز کوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنٰی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۳،ص ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد ۲،ص ۱۵۱، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ صاحب اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

وأما نذر الزيت والشمع للأولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم فهو جائز في الجملة۔

قبور اولیاء پر بطور تعظیم ومحبت زیتون کا تیل اور موم بتیاں وغیرہ روشن کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔(کشف النور عن اصحاب القبور عربی،ص ۴۹، دار الآثار الاسلامیہ، مترجم،ص ۱۱۳، ۱۱۵، مکتبۃ المدینہ)

وہابی احمدی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ہم پر برسنے اور لال پیلا ہونے کے بجائے ادھر بھی رخ کرے اور ان کو سمجھائے کہ نذر تو حرام وکفر ہوتی ہے پھر جائز کیسے ہوگئی۔لیکن ہم علامہ عبد الغنی نابلسی کی طرف رخ کرنے سے پہلے ہی وہابی اسمٰعیلی کو بالخصوص اور اس کے جاہل اکابرین کو بالعموم کہیں گے کہ اپنی جہالت اپنے پاس رکھو علماء احناف جانتے تھے کہ کون سی نذر جائز ہے اور کون سی ناجائز اور انہی علماء احناف کے نہج پر چلتے ہوئے علماء اہلسنت کہتے ہیں کہ جاہلو! علماء احناف کو پڑھانے کے بجائے خود کچھ پڑھ لو اور اس طرح کی جہالتیں نہ دکھاؤ کہ بچے تو ہنسیں گے، پر ساتھ ہی ساتھ علماء احناف پر کفر کے فتوے بھی لگیں گے۔بحمد للہ علماء اہلسنت کا وہ موقف ہے جس سے نہ تو ان فقہاء کی تردید ہوتی ہے جنہوں نے نذر کو حرام کہا اور نہ ہی ان فقہاء احناف پر کوئی فتوی لگتا ہے جنہوں نے نذر اولیاء کو جائز کہا ہے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی احمدی کے معتبر ومستند علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

روی عن بعض المشائخ العارفين رضوان الله عليهم اجمعين قال كنا بين يدی سيدنا قطب الاقطاب و فرد الاحباب سلطان الاولياء و العارفين شيخ الاسلام السيد محی الدين عبد القادر الحسنی و الحسينی الجيلانی رضی الله عنه بمدرسته المباركة فقام و توضأ فی قبقاب له فصلی ركعتين فلما سلم صرخ صرخة عظيمة و اخذ فروة من قبقابه ذلك و رمی بها فی الهواء فغابت عن ابصارنا ثم صرخ اخری و رمی الفردة الآخرة فغابت فی الهواء عن ابصارنا ثم جلس فلم يتجاسر احد علی سواله ثم بعد ثلاثة و عشرين يوما قدمت قافلة من بلاد العجم وقالوا ان معنا لسيدنا الشيخ عبد القادر نذرا فاعلمناه فقال خذوه منهم فاعطونا من حرير و ثيابا من خز و ذهبا و قبقاب سيدنا الشيخ التی رمی بها فی ذلك اليوم۔۔۔فقال لهم من اين لكم هذا القبقاب فقالوا بينما نحن سائرون يوم الاحد ثالث شهر صفر الخير اذا خرجت علينا عرب لهم مقدمان فانتهبوا اموالنا و قتلوا منا و نزلوا واديا يقتسمون اموالنا و نزلنا فی شفير الوادی فقلنا لو ذكرنا غوث الثقلين السيد الشيخ عبد القادر الجيلانی فی هذا الوقت فنذرنا له شيئا من اموالنا ان سلمنا فما هو الآن ذكرنا فسمعنا صرختين عظيمتين ملأتا الوادی۔۔۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض مشائخ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا عبدالقادر رحمۃاللہ علیہ کے مدرسہ میں بیٹھے تھے کہ آپ نے اٹھ کر اپنی کھڑائیں پہن لیں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرنے لگے نماز کے بعد ایک سخت آواز کے ساتھ اپنا ایک کھڑاؤں پکڑ کر ہوا میں پھینکا جو ہماری نظروں سے غائب ہو گیا پھر دوسرا پھینکا جو دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا آپ اپنی جگہ بیٹھ گئے ہم میں سے کسی ایک کو حقیقت حال معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی ایک ماہ گذرنے کے بعد بلادعجم سے ایک کارواں بغداد پہنچا تو میر کاروان کہنے لگا **ہمارے پاس حضرت غوث الاعظم کے لئے نذر ہے لوگوں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ نذر لے لو قافلہ والوں نے ہمیں ریشمی کپڑے اور اونی کپڑے اور بہت سارا سونا اور وہ کھڑائیں بھی پیش کیں جو آپ نے ہوا میں پھینکیں تھیں**، ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم ۳ صفر بروز اتوار ایک جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ یکا یک عرب قزاقوں نے ہم پر حملہ کر دیا ان کے دو سردار تھے وہ لوگ ہمارے مال و اسباب لوٹ کر لے گئے اور بعض مسافروں کو قتل بھی کر دیا قافلہ لٹ چکنے کے بعد پاس ایک وادی میں مال تقسیم کرنے لگے **ہم نے وہاں ہی پکار کر کہا کہ اگر اس وقت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہماری دستگیری کریں تو ہم اتنی نذر آپ کی خدمت میں پیش کریں گے ہمیں اس اثنا میں وادی میں ایسے نعرے سنائی دیئے جس سے ساری وادی گونج اٹھی اور وہ ڈاکو دہشت زدہ ہو گئے**۔۔۔(نزہۃ الخاطر الفاتر عربی ص ۵۳، مکتبہ موسسۃ الشرف لاہور، اردو ص ۷۷، مکتبہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ لکھ کر وہابیت اسمعیلیت (اصل میں یہودیت) کے اپنے گھڑے ہوئے عقائد کی دھجیاں بکھیر دیں اور اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کر دیا، اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اکابرین امت کی لوگ نذر عرفی مانتے رہے ہیں اکابرین نے منع کیا اور نہ ہی بعد میں آنے والے علماء نے ان پر اس نذر کی وجہ سے انکار کیا لیکن وہابیت اسمعیلیت اپنی جہالت سے باز نہیں آتی، ہر بار منہ کی کھانے کے بعد بھی وہی بے حیائی والا منہ اٹھا کے آ جاتی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی ساجد خان اس کتاب کا ہی انکار کر دے تو میں پہلے سے ہی اس کا ثبوت اس کے کذاب زمانہ خالد محمود مانچسٹروی سے دے چکا ہوں لہٰذا وہیں دیکھ لیا جائے۔ بہر حال میں کہتا ہوں کہ اکابرین اور بطور خاص علامہ علی قاری وہابیہ اسمعیلیہ سے زیادہ نہیں بلکہ بہت زیادہ توحید کو جاننے والے تھے جب علامہ علی قاری نے ''**ان معنا لسیدنا الشیخ عبد القادر نذرا**'' جیسے صاف اور صریح الفاظ لکھ کر غوث اعظم کی نذر ماننے اور اس نذر کو قبول کرنے اور انکار نہ کرنے کا بھی لکھ رہے ہیں تو کیا علامہ علی قاری توحید جیسے نازک مسئلے کو نہیں جانتے تھے، کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ فقہاء اولیاء کے لئے نذر ماننے کو حرام و کفر کہتے ہیں اور پھر اگر یہ حرام ہوتی تو غوث اعظم اس کو کیوں قبول کرنے کا ارشاد فرماتے؟ انہوں نے ہی منع نہ کیا اور نہ ہی قافلہ والوں کو توبہ کرنے کا ارشاد فرمایا بلکہ ان کے قول کو قبول کر کے گویا تائید کر دی غوث اعظم بھی نہ جانتے تھے کہ توحید کیا ہے اور یہ نذر حرام ہے؟ یا ساری توحید وہابیت اسمعیلیت کو سمجھ میں آئی ہے۔ ہمارے نزدیک تو علامہ علی قاری بھی توحید کو جانتے تھے اور ان سے کئی زیادہ غوث اعظم جانتے تھے ان حضرات کا منع نہ کرنا بلکہ غوث پاک کا اس کو قبول کرنا دلیل ہے کہ یہ وہ نذر رہے ہی نہیں جس کو فقہاء ناجائز کہتے ہیں۔ جب یہ بات خود وہابیت کے گھر سے ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب معتبر و مستند ہے تو ایک اور اصول بھی وہابیت کا بیان کر دیتا ہوں جس سے بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ علامہ علی قاری کے نزدیک نذر اولیاء جائز تھی۔ **وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی اپنے ہی وہابی مماتی مولوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:**

لو كان التوسل المذكور ممنوعا فضلا عن كونه شركا لما ذكر صاحب (المدارك) هذه في كتابه ولو ذكرها لردها ولكن لما ذكر و سكت عليها كان تقريرا و تقرير العلماء حجة فهل يظن احد بمثل هذا

العالم ان یذکر فی تفسیرہ فعلا شرکیا عن مجھول او معلوم و یسکت علیہ ھل ھذا الا بھتان عظیم۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ: اگر توسل مذکور محض ممنوع ہوتا چہ جائیکہ شرک تو بھی صاحب مدارک اس کو اپنی کتاب میں ذکر نہ کرتے اور اگر انہوں نے اس کو ذکر کر دیا تھا تو اس کا رد کرتے لیکن ان کا اس کو ذکر کرنا اور رد نہ کرنا یہ اس کی تقریر ہے اور علماء کی تقریر حجت ہوتی ہے۔ اس عالم کی مثل سے کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں شرکیہ فعل کسی مجہول یا معلوم سے لکھا ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل القابر، ص ۱۳۶، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۱۴۷، مکتبہ الحقیقیہ استنبول)

اب یہی اصول ہماری طرف سے علامہ علی قاری کی عبارت سے متعلق سمجھ لیا جائے تو وہابیت ویسے ہی غرق ہو جائے گی کہ اگر یہ نذر جو قافلہ والوں نے غوث اعظم کے لئے مانی وہ محض حرام ہوتی چہ جائیکہ کفر تو بھی علامہ علی قاری اس کو نہ لکھتے اور اگر اس کو لکھ دیا تھا تو اس کا رد کرتے ان کا رد نہ کرنا اس کی تقریر ہے اور علماء کی تقریر دلیل ہوتی ہے۔ لو جی! وہابیت کا منہ اس کے اپنے ہی اصول سے کالا ہو گیا ہے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) علامہ اسمٰعیل حقی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ فیھم جائز لا ینبغی النھی عنہ.

اولیاء کے لئے تیل اور چراغ کی نذر ماننا تا کہ ان کی عزت کے لئے اور ان کی محبت میں ان کی قبور کے پاس جلایا جائے جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۵۱۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ جس طرح اہل سنت کے بغض میں چور چور ہو کر اہلسنت پر فتوے داغتے ہیں اسی طرح علامہ اسمٰعیل حقی حنفی پر بھی وہ فتوے داغے تا کہ اس کا حق وہابیت اسمٰعیلیت ادا ہو۔

(۴) علامہ عبدالقادر رافعی الحنفی لکھتے ہیں:

نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ فیھم جائز لا ینبغی النھی عنہ.

(تقریرات الرافعی علی رد المحتار، جلد اول، ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ صاحب کا مقام وہابیت میں کیا ہے ابھی نہیں بتا رہے پہلے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی آباء کی پیروی میں ان پر فتوے ٹھوک دے پھر ان شاء اللہ بہت کچھ بیان کیا جائے گا۔

(۵) الشیخ یوسف بن عبد الجلیل الموصلی الحنفی لکھتے ہیں:

وأما نذر الزیت والشمع للأولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ فیھم فھو جائز فی الجملۃ۔

(الانتصار للاولیاء الاخیار، ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ لایعنی باتیں کرنے کے بجائے ان علماء پر بھی کوئی دو چار کفر کے فتوے لگائے یا اس کی وہابی اسمٰعیلی جھوٹی توحید میں جوش اہلسنت پر بھونکنے کے وقت آتا ہے اب وہ جوش کہاں ہے؟

(۶) امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نیازیکہ بدرویشان فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحہ سلامت خواندہ شد۔۔۔ وہ نیاز جو آپ نے درویشوں کے لئے بھیجی تھی وہ بھی موصول ہو گئی اور سلامتی کی فاتحہ پڑھی گئی۔۔ (مکتوبات دفتر اول، ص ۲۴۷، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مترجم وہابی، ص ۱۳۳۱،

ادارۂ مجددیہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

فرزندی اعزی بمصحوب مولانا عبدالرشید و مولانا جان محمد ارسال داشه بودند رسید و مبلغ نذر نیز رسید جزا کم اللہ سبحانہ خیرا۔

گرامی نامہ جو آپ نے فرزندی واعزی مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہوا اور نذر کی رقم بھی موصول ہوئی جزا کم اللہ سبحانہ خیرا۔ (مکتوبات دفتر دوم، ص ۱۶۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مترجم وہابی، دفتر دوم، ص ۸۷، ادارہ مجددیہ کراچی)

وہابی مولوی اپنے فتوؤں کا رخ ادھر بھی کرے اور فقہاءِ احناف کے فتوے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی دکھائے شاید انہوں نے نہ دیکھے ہوں کیونکہ سادات احناف اور فقہ حنفی کا علم تو ان بیہودہ وہابیوں کے زعم کے مطابق کسی اور کے پاس نہیں ہے گویا باقی سب تو معاذ اللہ جاہل ہیں ان کو فقہاء کے ان اقوال کی کیا خبر۔ میں وہابی مولوی سے کہتا ہوں کہ امام ربانی پر بھی فتوے لگا کر اپنے وہابی اکابرین کی بدعت بدعت، شرک شرک، کفر کفر والی فیکٹری کی حفاظت کرے، ورنہ ایسے ہی ذلت ورسوائی کے لئے اپنے آپ کو پیش نہ کرے، ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے امام ربانی کا نام بڑے مزے سے لیا تھا لیکن اب ان کا فتوی دیکھ کر بیچارہ رو رہا ہوگا کہ کیوں ان کا نام تو لے لیا لیکن یہ تو وہابیت اسمٰعیلیت ہی کو غرق کر گئے۔

(۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

۔۔۔۔حضرت ایشاں در قصبه ڈاسنه بزیارت مخدوم اللہ دته رفته بودند شب هنگام بود در اں محل فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند و می گویند چیزے خورده روید توقف کردند تا آنکه اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاه زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر و گفت نذر کرده بودم که اگر زوج من بیاید هماں ساعت ایں طعام پخته نشیندگان درگاه مخدوم اله دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے ان احباب سے جو خود اس واقعے میں عینی شاہد تھے، سنا ہے کہ ایک بار حضرت والد ماجد، مخدوم شیخ اللہ دتہ صاحب کے مزار کی زیارت کے لئے قصبہ ڈاسنہ میں گئے ہوئے تھے یہ رات کا وقت تھا۔ اسی دوران آپ نے فرمایا کہ مخدوم صاحب نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کچھ تناول کر کے جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا، یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمدورفت بھی ختم ہوگئی۔ احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار ہوئی اور اس نے کہا: میں نے منت مانی تھی کہ میرا شوہر گھر واپس آئے، میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم اللہ دتہ رحمہ اللہ کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی۔ اسی وقت میرا شوہر گھر واپس پہنچا ہے، میں نے اپنی منت پوری کی ہے۔ میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہوتا کہ طعام تناول کرے۔ (انفاس العارفین مترجم، ص ۱۲۵، فرید بک سٹال لاہور)

ایک اور مقام پر مزید لکھتے ہیں:

حضرت ایشاں میفرمودند که فرهاد بیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم که بارِ خدایا که اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں هدیه دهم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک هلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفته فرستادم که ایں بیماری اسپ

عدم وفائے نذرست اگر اسپ خود را میخواھی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ھماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل درپیش ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالیٰ! اگر یہ مشکل سر ہوجائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا، وہ مشکل ختم ہوگئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہوکر قریب المرگ ہوگئے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں، تو وہ بہت نادم ہوا، اور نذر خدمت میں ارسال کردی تو گھوڑے فوراً تندرست ہوگئے۔ (انفاس العارفین مترجم، ص ۱۲۷، المعارف گنج بخش روڈ لاہور)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

در ایام وفات حضرت رسالت پناہ ﷺ چھزے فتوح نہ شد کہ نیاز آنحضرت طعامی پختہ شود، قدرے نخود بریاں و قندسیاہ نیاز کردم۔

فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانۂ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی ومسرت سے آپ ﷺ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرماکر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔ (انفاس العارفین فارسی، ص ۴۲ مطبع احمدی دہلی، مترجم، ص ۱۱۸، فرید بک اسٹال، لاہور)

لو جی! شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے وہابیت کو تباہ کرکے دار دیو میں دفن کردیا ہے اب اس بیچاری کے پاس سوائے بکواس کے جو کہ اس کی عادت ہے کچھ بھی نہیں بچا، اگر اس کے پاس کچھ بچا ہے تو وہ بے حیائی ہے جس میں وہابیت اور اس کے اکابرین بہت معروف ومشہور ہے اور اب اس نے یہی بے حیائی دکھانی ہے۔

وہابیت اسمٰعیلیت میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام

دیوبندیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام بہت بڑا ہے کہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی بھی دوسروں کو کہتے ہیں کہ ان کی بات ماننی پڑے گی۔

چنانچہ لکھتا ہے:

مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرتِ شاہ صاحب کی بات تسلیم کرنا پڑے گی۔ (باب جنت، ص ۴۹، مکتبہ صفدریہ)

جب ان کی بات ماننا لازم ہے تو اب وہابیوں اسمٰعیلیوں کو بالعموم اور اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو بالخصوص شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی بات ماننی لازم ہے اور ان کے نزدیک نیاز بزرگانِ دین جائز ہے اور کھانا درست ہے اور یہی بات علمائے اہلسنت نے ارشاد فرمائی تو یہ وہابی اسمٰعیلی چیخنے لگے میں وہابیوں اسمٰعیلیوں سے پوچھتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں کیا کہو گے۔

(۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ھمیں معاملہ است و نام۔۔شیخین رادرین مقدمات کسے بر زبان نمی آردو در۔۔ فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس کسے شریک نمی کند۔

حضرت امیر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے۔۔ کہ ان کے نام پر نذر و نیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۲۱۴، سہیل اکیڈمی لاہور)

نوٹ: وہابیہ اسمعیلیہ کو شاہ صاحب کی یہ عبارت پسند نہ آئی تو اس کا ترجمہ ہضم کر گئے۔

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

طعامکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند و بر آن فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک می شود خوردن بسیار خوب است۔

وہ کھانا کہ جس نیاز کا ثواب امامین کو پہنچاتے ہیں اور اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھتے ہیں، متبرک ہو جاتا ہے جس کا کھانا بہت خوب اور بہتر ہے۔ (فتاوی عزیزی، جلد ۱ ص ۷۱، مکتبہ مجتبائی واقع دہلی)

نوٹ: وہابیہ اسمعیلیہ نے فتاوی عزیزی کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں نیاز کے الفاظ ہضم کر گئے تاکہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

شاہ عبدالعزیز گیارہویں شریف بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

پھر معمولات سابق سے فارغ ہو کر کھانا و شیرینی وغیرہ جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر نیاز کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۱۲۸، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارات اپنے مدعا میں بالکل واضح ہیں اور یہ عبارات بانگ دہل بتا رہی ہیں کہ شاہ صاحب کے نزدیک نذر اولیاء جائز ہے جبھی تو فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی نذر و نیاز رائج و معمول ہے، اگر ناجائز ہوتی تو رائج و معمول نہ ہوتی، تبھی شاہ صاحب اس کے معمول بہ ہونے کو بیان کر رہے ہیں لیکن وہابیت اسمعیلیت نے عقل ہی کا سودہ کر لیا ہے اس کو کون سمجھائے، اور یہ بتائے کہ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی میں ان علماء پر فتوے تو نہ لگاؤ۔ مگر وہابیت اسمعیلیت بغض و حسد اہلسنت میں اس قدر غرق ہو چکی ہے اور دن رات اہلسنت پر فتوے بازی نے اس کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ شاہ صاحب جیسے بھی اس کے فتوی کفر کی زد میں ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی شاہ صاحب کے مقام و مرتبہ کو نہ جانتا ہو میں اس کو اسی کے وہابی اسمعیلی باپ سے بتا دیتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا دیوبندیت میں مقام

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فیصلے کی وہابیت اسمعیلیت میں بزعم کیا حیثیت ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہابی دوسروں پر تو ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں خود بھی مانتے ہیں یا نہیں، آپ یہ دیکھ کر حیران و ششدر ہو جائیں گے کہ شاہ صاحب کے

نام پر روٹیاں توڑنے والے اور ہمارے سامنے ان کو معتبر کہنے والے، ان ہی کی بات نہیں مانتے بلکہ فقہاء احناف کے فتوے لے کر ان کو دکھاتے اور احناف کے خلاف ان کو بتاتے ہیں۔ کیا شاہ صاحب فقہاء احناف کے فتاوی نہ جانتے تھے کیا ان کو فتاوی شامی کا بھی علم نہیں تھا گنگوہی کے بارے میں تو بہت بڑے بڑے دعوے کہ جناب اندھے ہونے کے باوجود بھی فتاوی شامی کے صفحات اور جس صفحہ پر مسئلہ ہوتا اس کو جانتے تھے، اور شاہ صاحب کو معاذ اللہ فتاوی شامی سے بھی جاہل بتاتے ہیں، یہ ہے کفر وشرک کا دھندا کرنے والی وہابیت اسمعیلیت۔ میں اس وہابی مولوی ساجد سے کہتا ہوں کہ ہماری نہ مانو اپنے باپ کی تو مانو اور شاہ صاحب کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے اپنی اس بکواس سے باز آؤ، یا پھر شاہ صاحب پر بھی وہی حکم لگاؤ اور ان کے نام کی روٹیاں توڑنے سے باز آؤ اور کھل کر اپنے عقائد میں متفق بھائیوں کی یاری نبھاؤ۔

وہابیوں کا رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

بلا شبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

بلا شک دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔(اتمام البرہان، ص،۱۳۹، مکتبہ صفدریہ)

قارئین! لوگوں کو دکھانے کے لیے شاہ صاحب کو روحانی باپ کہنے والے اور ان کے فیصلے کو آخری فیصلہ تسلیم کرنے کا دعوی کرنے والے اس فیصلے کو بھی مانتے ہیں یا نہیں کہ اولیاء کی نذر بھی جائز ہے اور علماء ان کے نام کی نذر مانتے آئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہابی دیوبندی جہلاء کبھی بھی شاہ صاحب کا فیصلہ نہیں مانیں گے کیونکہ اگر شاہ صاحب کا فیصلہ مان لیں گے تو اہلسنت پر اعتراض کیسے کریں گے۔

(۹) شاہ رفیع الدین صاحب برادرِ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور بزرگان میں لکھتے ہیں:

آنکه لفظ نذر که آنجا که مستعمل می شود، نه بر معنی شرعی است، که ایجاب غیر واجب است از جنس عبادت مقصوده بطریق تقرب الله بلکه بمعنی عرفی است چه عرف آنست که آنچه پیش بزرگان می برند نذر و نیاز می گویند۔۔۔

یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں۔۔۔ بلکہ عرفی معنی میں استعمال ہے کیونکہ عرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔(مجموعہ رسائل، حصہ اول، ۸۹، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ)

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمعیلیت الٹی کر دی ہے اور اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ بزرگان دین کی بارگاہ میں جو کچھ بطور نذر پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر عرفی کہتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی ایک دو فتوے صادر کر دے اور ان کو بھی حنفیت سے نکال کر حنفیت کا باغی بنا دے۔

(۱۰) شاہ عبدالرؤف مجددی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور یوں ہی تفسیر احمدیہ میں صریح لکھا ہے **ومن ھٰھنا علم ان البقرة المنذورة للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر الله علیها وقت الذبح وان کانوا ینذرونها** یعنی یہ یہاں سے صاف معلوم ہوا جو گاؤ اولیاء کے نام سے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ اس زمانے میں رسم ہے سو حلال طیب ہے کیونکہ ذبح کے وقت اس پر کچھ غیر

خدا کا نام نہیں لیا جاتا اگر چہ ان کے نام سے اس کو نذر کرتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خاص نذر کے واسطے ثابت ہے اور غیر کے واسطے نہیں اس لیے ذبیحہ اپنی اصل حلیت پر قائم رہا پھر جب ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہ کر ذبح کیا تو وہ بے شک حلال ہے انتہی۔

مزید لکھتے ہیں:

بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ایک شہداء، اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (تفسیر روفی، ص ۱۵۷، الحقائق فاؤنڈیشن)

لیجئے شاہ عبدالرؤف مجددی علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کی قلعی کھول دی ہے اور اس بات کا بانگ دہل اعلان کر دیا ہے کہ نذر اولیاء میں علامہ جیون رحمہ اللہ کی عبات صریح ہے جس میں وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق کوئی تاویل نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری عبارت میں تو کمال ہی کر دیا اور گویا وہابیت اسمعیلیت کے عقل سے پیدل ہونے کو بھی بیان کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مشاہدہ جو ہم نے بھی ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ کیا ہے بھی بیان کر دیا کہ دیگ جب تک نہ آئے تو حرام کے فتوے اور جب سامنے آ جائے تو ٹھونس جاؤ۔ ع

یہ کھا کر نیازیں نیازوں سے اُلجھیں　　آقا تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں

ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

سادات حنفیہ ومشائخ ہند کا یہ نظریہ ہے کہ نذر و نیاز عبادت ہے لہٰذا غیر اللہ کے لیے نذر ماننا حرام بلکہ شرک ہے۔ ان کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند احناف کا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی کیونکہ پیدائشی ہی عقل کا اندھا ہوتا ہے لہٰذا اس کی خوراک ہی میں عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی داخل ہوتی ہے اور وہابی اسمعیلی نے بڑے ہو کر یہی کرنا ہوتا ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں، وہابی ساجد خان نے بھی یہی خوراک حاصل کرنے کے بعد کتاب لکھی ہے لہٰذا ہر جگہ وہ اسی سے کام لیتا ہے اور بیچارہ اس سے مجبور کیونکر نہ ہو جبکہ اس کے وہابی اسمعیلی اکابر کا دھندا بھی یہی تھا، وہابی اسمعیلی ساجد خان کیونکہ ہمارا رد کر رہا تھا تو اس کو چاہیے تھا کہ پہلے یہ بیان کرتا کہ جس معنی میں ہم نذر اولیاء کے قائل ہیں اسی معنی کو فقہاء احناف نے اور پھر بزعم خود ان کی پیروی میں ان وہابیوں نے حرام و شرک کہا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں فقہائے احناف نے جس معنی میں نذر اولیاء کو ناجائز کہا ہے ہم بھی کہتے اور مانتے ہیں اور جس معنی کی اجازت سادات احناف اور مشائخ ہند نے دی ہے اسی معنی میں ہم اس کے قائل ہیں جیسا کہ حوالہ جات گزر چکے ہیں، لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے، عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کو اپنا ہتھیار بناتے ہوئے اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ہمارے خلاف وہ دعوی کیا جس کو ہم خود ناجائز کہتے ہیں اور اس کو بیان ہی نہیں کیا جس کے ہم قائل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ ہر طرح کی نذر سادات احناف کے نزدیک کفر و شرک ہے اور اس میں کوئی ایسی قسم نہیں ہے جو جائز ہو لہٰذا ہم نے جو دعوی کیا ہے وہ درست ہے۔ اگر وہابی اسمعیلی کا یہی دعوی ہے تو پھر اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کی خیر منائے کیونکہ وہ کفر و شرک کے گھاٹ اترنے والے ہیں اور ان کو بچانے کے لئے کسی بھی وہابی اسمعیلی کے پاس کسی قسم کی حقیقی تاویل تو

دور کی بات لایعنی تاویل بھی نہیں ہوگی۔

قارئین! ہم نے اکابرین اہلسنت کا نذر اولیاء کے بارے میں موقف ماقبل میں بیان کر دیا ہے اور سادات احناف کے حوالے بھی بیان کر دیئے ہیں لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کیونکہ اس کو مانتے نہیں ہیں اور ہم پر کفر وشرک کی گن مشین چلانے پر بضد ہیں لہٰذا ہم ان کو انہی کے گھر سے دکھاتے ہیں کہ جو وہ ہمارے لئے بیان کر رہے ہیں اور سادات احناف کی جھوٹی پیروی میں جو جو فتوے کفر وشرک کے ہم پر لگا رہے ہیں وہ بحمد للہ نہ کل ہمارے لئے تھے اور نہ آج اور نہ ہی آئندہ ہمارے لئے ہوں گے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے آباء انہی فتووں سے کافر ومشرک ہو جاتے ہیں۔

(۱) وہابیہ کے امام جن میں بصیرت نام کی کوئی چیز نہ تھی اور بصارت بھی جان چھڑا کر چلی گئی گنگوہی لکھتا ہے:

جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے، درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، حصہ اول، ص ۵۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

لیجئے وہابی صاحب! آپ کے گنگوہی صاحب بھی اموات کے لئے نذر کو درست کہہ رہے ہیں اب سادات احناف کے فتوے ان کو دکھاؤ اور وہ کفر کفر اور شرک شرک کی گن مشین چلا کر ان کو جہنم کے جس کونے میں پہنچانا چاہو پہنچاؤ۔ اب یہ مت کہنا کہ یہ مراد ہے وہ مراد ہے بلکہ وہی مراد ہے جو آپ نے اپنے دعوی میں بیان کیا ہے کہ نذر شرک ہے تو گنگوہی صاحب اموات کے لئے اس کو درست کہہ کر مشرک ہوئے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کیونکہ حنفی حنفی کر رہا ہے چلیں ہم بھی اس کی اور اس کے وہابی اکابرین کی حنفیت چیک کرتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی گنگوہی نے اموات کے لئے نذر کو جائز کہا ہے وہ جس معنی میں بھی ہے ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ کم از کم پانچ سادات احناف سے اس کو ثابت کر دے کہ جس معنی میں گنگوہی نذر کو جائز کہہ رہا ہے وہی معنی میں سادات احناف بھی جائز کہتے ہیں۔ وہابی اسمعیلی کو اپنی اور اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کی جھوٹی حنفیت کا یقین ہو گیا ہوگا اور جب وہابی گنگوہی کی بات کو سادات احناف سے ثابت کرنے بیٹھے گا اس کو مزید یقین ہو جائے گا کہ وہ دوسروں کو حنفیت سے نکالنے پر تلے ہوئے تھے لیکن اس کے اپنے وہابیوں کے نظریے سادات احناف سے ثابت نہیں ہیں۔

(۲) وہابی دیوبندی مولوی عزیز الرحمن لکھتا ہے کہ:

مظاہر حق جلد دوم باب النذور میں ہے: فاتحہ بزرگان دین اور نذر ونیاز ان کی درست اور جائز ہے اور کھانا اس کا روا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، جلد ۵، ص ۴۲۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد کے اصول کے مطابق لکھا ہے۔

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی کوئی دو چار فتوے کفر کفر اور شرک شرک کے سنائے یہاں زبان بند ہو جائے گی کیوں؟ کیونکہ اہلسنت پر بھونکنے کے پیسے ملتے ہیں اور اگر یہاں کچھ کہا تو سب دانہ پانی بند ہو جائے گا۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان یا کسی اور وہابی سے تو امید نہیں ہے کہ وہ انصاف کرے کیونکہ انہوں نے تو انصاف کا گلا اسی دن گھونٹ دیا تھا جس دن وہابیت اسمعیلیت نے ان کو اندھا کیا تھا لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جتنے بھی کفر وشرک کے فتاوی ہمارے لئے تیار کئے تھے وہ سب کے سب اسی کے اپنے گھر کام آ گئے ہیں، اب اسمعیلی ہمیں سادات احناف کی رٹ سنانے کے بجائے ان کے فتوے ان کو سنائے۔

(۳) احمد رائے بریلوی کا خاص آدمی جعفر تھانیسری لکھتا ہے کہ:

من جملہ بیعت کرنے والوں کے منڈودصاحب فرنگی کی عورت بھی تھی جس نے بیعت کرنے کے بعد سات روز تک دونوں وقت آپ کی دعوت کی اور **ایک مکان عظیم الشان معہ اسباب ضروری کے آپ کی نذر کیا۔** (سیرت سید احمد شہید، ص ۱۲۶، نفیس اکیڈمی کراچی)

لیجئے! دوسروں پر فتوے دھرنے والوں اور دوسروں کو سادات احناف کے فتاوی دکھانے والوں کا حال دیکھیے خود سب کچھ ہضم اور ڈکار بھی نہیں اور دوسرا اگر حلال ہی کھائے تو کفر کفر اور شرک شرک کی اسمٰعیلی توپ لے کر کافر کافر، مشرک مشرک کی گردان سنائیں، کیوں؟ کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا اس کے باپ وہابی احمد رائے بریلی نے فرنگی کی عورت سے دعوتیں بٹوریں اور اور بالآخر ایک مکان بھی مع اسباب کے نذر میں لے لیا، یہ جاہل تو تھا ہی جیسا کہ لکھا ہوا ہے لیکن اتنا جاہل تھا کہ اس کو اپنی ذریت کے ان فتووں کا ہی علم نہیں تھا، اصل بات جب بھی وہابیوں کے اپنے پیٹ کی آئی ہے تو حرام بھی حلال ہو گیا ہے اور کفر بھی اسلام میں تبدیل ہو گیا ہے اور شرک شرک کی گردان ٹھونسوں ٹھونسوں میں بدل گئی ہے، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے باپ وہابی احمد رائے بریلی پر بھی شرک کا فتوی لگائے اور ایک مشرک سے اپنے آپ کو بچائے۔

مزید لکھتا ہے کہ:

وطن میں پہنچ کر نذرونیاز روزانہ کی آمدنی بھی بند ہوگئی تھی۔ (سیرت سید احمد شہید، ص ۹۲، نفیس اکیڈمی کراچی)

یہ ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیجئے یعنی وہابی احمد رائے بریلی اس سفر کے دوران اپنا پیٹ نذرونیاز سے بھرتا رہا اور جب وطن آیا تو بیچارے کی نذرونیاز والی آمدنی بھی بند ہوگئی۔ یہاں وہ خبیث النفس وہابی اسمٰعیلی اور بالخصوص ساجد خان جس نے اہلسنت پر بھونکنے کا کوئی لمبا ہی ٹھیکہ لیا ہوا ہے وہ دیکھے اور اپنے آباء کی اوقات پہچانے جن کے اپنے آباء نذر سے پیٹ بھرتے تھے آج انہی کی ناجائز اولاد اہلسنت کو اولیاء کی نذر کھانے کا طعنہ دیتی ہے، واقعی وہابیت اسمٰعیلیت وہی ہے جس نے اپنی شرم وحیاء کو چوراہے پر بیچ کر غیرت بھی داؤ پر لگا دی ہے، ہمیں سادات احناف اور فقہائے احناف کے فتوے دکھانے والے اپنے نذریں بٹورنے والوں اور ان ہی نذروں سے اپنا گھر چلانے والوں کو دیکھیں اور وہ فتوے ان کو دکھائیں اور کفر کفر اور شرک شرک کی کہانی ان کو سنائیں، یہاں آوازیں بند کیوں ہو جاتیں ہیں؟ یہاں قلم کیوں خشک ہو جاتا ہے؟ یہاں وہ جوش کیوں نہیں آتا؟ کیوں یہ تمہارے اپنے آباء ہیں اور انہوں نے شرک پروف وہابی اسمٰعیلی جیکٹ پہنی ہوئی ہے کہ جو مرضی کفر وشرک کے پہاڑ توڑ لیں کچھ نہیں ہوگا یا شریعت کو معاذ اللہ اپنے گھر کی لونڈی سمجھا ہوا ہے کہ جب چاہیں جس کی طرف چاہیں پھیر دیں، یا کفر وشرک وہی ہے جو سنی حنفی کرے، باقی احمدی اسمٰعیلی جو بھی کرے سب جائز وروا کیوں؟

(۴) مولوی غلام رسول مہر لکھتا ہے:

ہری رام کشمیری وہاں (غازی آباد میں) تحصیل دار تھا۔۔۔ نیازمندانہ حاضر ہوا اور شیرینی کے علاوہ کچھ نذر بھی بطور نذر پیش کیا۔

(سید احمد شہید، ۱۲۶، شیخ غلام علی اینڈ سنز)

نوٹ: **اولاً:** اگرچہ غلام رسول مہر وہابیت کی اس نسل کا نہیں جس کے یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان وغیرہ ہیں لیکن یہ خود اور اس کے حوالے خود وہابیوں اسمٰعیلیوں کے ہاں معتبر ومستند ہیں بلکہ خود وہابی اسمٰعیلی اس کے حوالے دیتے ہیں لہٰذا اس وجہ سے ہم نے اس کے حوالے دیئے ہیں وہابیہ اسمٰعیلیہ نے اگر اس کے حوالوں کے مستند ہونے کا انکار کیا تو ان شاء اللہ انہی کے گھر سے ٹھکائی کی جائے گی۔

ثانیاً: ہم نے اس کے حوالے محض تائیداً دیئے ہیں ہمارے اصلِ مضمون کے ساتھ اس کا تعلق نہیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ اس کو ہی غیر معتبر کہہ کر پورے مضمون کا جواب دے دیں جیسے کہ ان کی عبادت ہے۔ کہ کسی ایک حوالے کو غیر معتبر کہہ کر پورا مضمون ہی ہضم کر جاتے ہیں۔ نیز کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہی واقعہ سیرت سید احمد شہید، جلد ا ص ۱۶۱ مجلس نشریات اسلام پر بھی موجود ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی آپ نے پڑھا جس میں وہ جوش میں آ کر نذر کو حرام و شرک کہہ رہا ہے اور اس کو سادات احناف کی جانب منسوب بھی کر رہا ہے اور اوپر سے سادات احناف کی پیروی کی کہانی بھی سنا رہا ہے لیکن یہ کیا ہے یہاں اس کا اپنا باپ وہابی احمد رائے بریلی ہری رام سے نذریں کھانے میں لگا ہوا ہے مگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو نہ شرم آئی اور نہ حیا اور نہ ہی سادات احناف کی پیروی کا کچھ خیال، جس میں وہ تھوڑی دیر پہلے بہت جلدی کر رہا ہے، اب بھی وہابی اسمٰعیلی نذر کو حرام کہے اور وہابی احمد رائے بریلی کو حرام خور اور نذر کو سادات احناف کی پیروی میں شرک کہے اور احمد رائے بریلی کو مشرک، اب خاموش کیوں ہو گیا ہے اور اب سادات احناف کی پیروی کیوں بھول گیا ہے اور اب وہ سارے فتوے دار دیو کی اس چارپائی کے نیچے کیوں دفن کر دیئے ہیں جس پر گنگوہی صاحب نانوتوی سے عشق لڑا رہے تھے، اب ہے کوئی جواب وہابی اسمٰعیلی کے پاس سوائے اس کے کہ یہ اہلسنت پر بھونکے۔

یہی وہابی مزید لکھتا ہے:

محمد تقی قصاب جو انگریزی فوجوں میں گوشت کا بڑا ٹھیکیدار تھا بعض شیرینی پارچات اور نقد کے کئی کئی خوان نذر پیش کئے۔ (سید احمد شہید، ص ۱۲۶، غلام علی سنز)

لو کر لو گلاں! اولیاء اللہ کی شیرینی کھانے والوں پر اعتراض کرنے والوں کے اپنے آباء کا گزارہ ہی شیرینی پر ہوتا تھا اور وہ بھی نذر کی، جس پر اسمٰعیلی ساجد خان کے زعم فاسد کے مطابق سادات احناف نے حرام ہونے کا فتوی دیا ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ سادات احناف کے نزدیک تو یہ بزعم وہابی شرک ہے، جب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی اکابرین سادات احناف کی پیروی میں نذر کو حرام کہتے ہیں تو وہابی احمد رائے بریلی حرام خور ہوگا اور اسی طرح نذر کو سادات احناف کی پیروی میں شرک کہتے ہیں تو احمد رائے بریلی مشرک ہوگا، وہابی جو بھی کہے یہ سارے فتوے اس کے اپنے ہی باپ کے گلے کا ایسا پھندا بن چکے ہیں کہ اگر مرکر مٹی میں ملنے والے سارے وہابی ہی آ جائیں یا وہ سارے جو آئندہ مرکر مٹی ہوں گے وہ بھی آ جائیں تو بھی یہ فتوے اس کے گلے سے نہیں نکلیں گے، بلکہ یہ اپنے بڑے ابا کو بھی بلا لیں پھر بھی کچھ ہونے والا نہیں۔

(۵) وہابی مولوی ابوالحسن بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہ سکا اور اس نے بھی وہابی احمد رائے بریلی کی نذریں بٹورنے کی کہانی بہت اچھے انداز میں بیان کی ہے **چنانچہ لکھتا ہے:**

وہ زمیندار چار گھڑے گنے کے رس کے اور چار گھڑے پکے ہوئے دودھ کے لایا اور دونوں کو ملا کر آپ کو اور تمام اہل قافلہ کو شربت پلایا اور دو روپے دعوت کے نذر کئے اور دوسرے موضع تک ساتھ آیا۔ (سیرت سید احمد شہید، جلد ا ص ۱۶۸ مجلس نشریات اسلام)

مزید لکھتا ہے:

۔۔انہوں نے کپڑے بدلے اور سید محمد یسین کی بھیجی ہوئی چند اشرفیاں اور کچھ روپے اپنی طرف سے خدمت میں نذر کئے آپ نے ان اشرفیوں سے کھانے کا انتظام کیا۔ (سیرت سید احمد شہید، جلد ا ص ۱۷۸ مجلس نشریات اسلام)

یہی واقعہ وہابی مولوی غلام رسول مہر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

معلوم ہوا کہ سید صاحب کے ایک مرید سید یٰسین نے جو توپ خانہ میں داروغہ تھا کچھ روپیہ بطور **نذر** بھیجا ہے۔۔ (سید احمد شہید،

ص ۵ ۱۳، غلام علی سنز)

یہی وہابی مزید لکھتا ہے:

عصر کے وقت محمد حسن خان اور خلیل اللہ خان (عبدالرحمن خان قندھاری کے بیٹے) اور مصطفی خان محمد حسن خان کے بیٹے اور عبد الرحیم اور عبدالمعبود یہ سب حضرات ملنے کو آئے اور ہر ایک نے کچھ کچھ اشرفیاں نذر دیں اور کھانا عبدالباقی کے یہاں سے آیا۔

(سیرت سید احمد شہید، جلد ا، ص ۲۰۳ مجلس نشریات اسلام)

لیجئے! جن کے اپنے آباء کا خرچہ اور گھروں کا گزارہ نذر پر چلتا تھا آج وہ ہی اولیاء اللہ کی نذر پر بک بک کرتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے ان حرام خوروں (کیونکہ اس نے خود لکھا ہے کہ نذر حرام ہے) اور مشرکوں (کیونکہ اس نے خود لکھا ہے کہ نذر شرک ہے) کی خبر لے اور ان کو بھی سادات احناف کے فتوے دکھائے اور سادات احناف کی بزعم خود پیروی کرتے ہوئے ان کو بھی ان کے حقیقی ٹھکانے تک پہنچائے پھر ہم سے بات کرے، میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو نہ کرے اگر اس میں بزعم خود کوئی حیاء، شرم یا غیرت کا کوئی قطرہ موجود ہے یا اس کو اپنے حلالی ہونے کا گمان بھی ہے تو سادات احناف کے وہ سارے فتوے اپنے ان وہابیوں پر بھی لگائے اور ان کو بھی حرام خور اور مشرک کہے تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ یہ سادات احناف کی جو رٹ لگا رہا ہے اور ان کے جو فتوے ہمیں دکھا رہا ہے ان میں وہ کتنا سچا ہے۔

وہابی مولوی غلام رسول مہر لکھتا ہے کہ:

سید عبدالقیوم نے بڑے اہتمام سے دعوت کی۔ **اور دوسرے ہدایا کے علاوہ ایک بھینسا سید صاحب کی نذر کیا** جو اتنی غیر معمولی ڈیل ڈول کا تھا اور اس درجہ موٹا تازہ تھا کہ ہاتھی کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔

مزید ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

کادر میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے۔ سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسن (والد ماجد نواب صدیق حسن خان) نے ان سے ملاقات کی وہ سید صاحب سے ملاقات کے لئے آئے اور ایک بڑا بھینسا بطور نذر پیش کیا۔ (سید احمد شہید، ص ۹۵ ۳، ۲۸۴، غلام علی سنز)

دن رات اولیاء اللہ کی نذر کے جانور کو حرام حرام اور حرام کہہ کر اپنے گھر کا خرچ چلانے والوں کے اپنے آباء نذر کا بھینسا کھایا کرتے تھے، مگر مزے کی بات یہ ہے کہ نہ یہاں کسی بھی اسمٰعیلی وہابی کو توحید کا ہیضہ ہوا اور نہ ہی سادات احناف کی یاد آئی اور نہ ہی کسی نے وہ سارے کفر کفر اور شرک شرک کے فتوے سادات احناف کی پیروی میں ان کو دکھائے لیکن جیسے ہی وہابی اسمٰعیلی غوث اعظم علیہ الرحمۃ، خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ، حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے نذر کے بکرے کا نام سنتے ہیں تو ان کے جسم میں وہابیت اسمٰعیلیت کی آگ لگ جاتی ہے اور فوراً ہی فتوے اگلنا شروع ہو جاتے ہیں کبھی سادات احناف کی وہ عبارات پیش کر کے اپنی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا اور کبھی سادات احناف کی پیروی کی کہانی سنا کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان تمام وہابیوں اسمٰعیلیوں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ اب بھی وہ سادات احناف کی عبارات دکھاؤ اور ان پر بھی کوئی فتویٰ لگاؤ جو وہابی احمد رائے بریلی کی نذر کا بھینسا دے رہے ہیں یہاں خاموشی کیوں چھا گئی اور یہاں وہ پیروی پیروی کے نعرے کیوں دب گئے اور اب کوئی حنفی بزرگ کیوں یاد نہ آئے، اسی لئے کہ سادات احناف کی ماننی تھوڑی ہے ان کے فتوؤں پر خود عمل تھوڑی کرنا ہے وہ

توصرف اہلسنت کو اپنی سوچ کے مطابق بدنام کرنے کے لئے ہیں وہ صرف اسی وقت بیان ہوتے ہیں جب غوث اعظم کا نام آئے وہ صرف اسی وقت یاد آتے ہیں جب خواجہ صاحب کا کوئی دیوانہ سامنے آئے اور وہ پیروی کا ڈھونگ اسی وقت رچایا جاتا ہے جب رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا کوئی چاہنے والا یہ کہہ رہا ہو کہ یہ جانور فلاں بزرگ کی نذر ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ کسی اور سے بات کرنے کی تمہاری اوقات ہی نہیں کسی اور کو سادات احناف کے فتوے دکھانے اور جھوٹی پیروی کی کہانی سنانے کی اوقات ہی نہیں بلکہ اپنے ان ملاؤں کو سمجھاؤ، ان کو سادات احناف کے فتوے دیکھا کر حرام خور و مشرک ثابت کرواور ان کو سادات احناف کی پیروی کی باتیں سناؤ، ہم پر اس طرح کی فتوی بازی کرنے سے پہلے اپنے ان نذر کے بھینسے قبول کرنے والوں پر سادات احناف کے فتوے لگاؤ۔

یہی وہابی مزید لکھتا ہے کہ:

گوالیار میں مہاراجہ کی طرف سے مہمانداری کا پورا انتظام تھا کئی مرتبہ ہندوراؤ نے دعوتیں کیں ایک دعوت کی تفصیل راویوں نے یوں بیان کی ہے کہ مرہٹی کھانا بھی پکوایا، شیرمال، پراٹھے، پلاؤ، متنجن، قلبہ فیرینی، یاقوتی، کباب، پسندے، مرغ بریاں وغیرہ بھی تیار کروائے سید صاحب اور بعض بلند پایہ ساتھیوں کے ہاتھ ہندوراؤ نے خود دھلوائے۔ کھانے کے بعد جو پان پیش کئے وہ سب عوق طلاً میں ملفوف تھے۔ **<u>بہت سے تحائف خوانوں میں لگا کر نذر کے لئے لائے گئے ان میں موتیوں کا ایک بیش بہا ہار اور دو چغے بھی تھے۔</u>** (سید احمد شہید، ص ۲۷۴، غلام علی سنز)

جن سے اولیاء کی نذر کی بریانی دیکھی نہیں جاتی وہ خود کیا کیا نذر کے نام سے بناڈ کار لئے ہی ہضم کر جاتے تھے یہ اس حوالے سے بخوبی معلوم ہو گیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ نذر کی یہ چیزیں لینے کے بعد اور کھانے کے بعد بھی کسی کے پیٹ میں فتوؤں کا درد نہیں ہوتا اور نہ ہی سادات احناف کی پیروی کی کہانی یاد آتی ہے کیوں؟ یہاں بھی نذر کے حرام و شرک ہونے کا اقرار کر کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہونی چاہیے لیکن جب غیرت ہی مر گئی ہے اور حیاء کا گلا چارپائی والوں نے گھونٹ دیا تو ان سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔

ہمارے قارئین! اس بات کو بھی دیکھیں کہ یہ نذر مسلمان کی نہیں بلکہ ایک ہندو کی تھی۔ ان وہابیوں کو مسلمان کی نذر پر یقین نہیں مگر ہندو کی ہضم کر گئے اور کسی کو کچھ یاد نہیں آیا؟ یہاں یہ بات بھی ممکن ہے کہ ہندو کی یہ نذر شیولنگ کا چڑھاوا ہو۔ واہ وہابیوں واہ! تیرے بڑوں قسمت کے کیا کہنے۔

(۶) وہابی اسمٰعیلی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

جب مثنوی شریف ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جاوے گی گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں بلکہ ناجائز و شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کون سی خرابی ہے۔ (امداد المشتاق، ص ۹۱، مکتبہ اسلامی کتب خانہ)

تھانوی مزید لکھتا ہے:

فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب تبرکا ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکا دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کیے گئے۔ طریق نذر و نیاز قدیم سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں۔ (امداد المشتاق، ص ۹۶، ایضاً)

مولانا روم علیہ الرحمۃ کی نیاز کا دودھ پینے، پلانے والوں پر کوئی فتویٰ نہیں کیوں؟ چلیں وہابی اسمعیلی سے نذر و نیاز کو قدیم سے جاری کہنے والے کا نام ہی پوچھ لیں، وہ فوراً سے بیان کرے گا کہ پیر تھا لیکن معاذ اللہ شریعت سے جاہل تھا، بڑے بڑے القابات تو دے گا لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دے گا کہ فقہ کے مسائل ہم سے پوچھ کر بیان کرے، مشائخ ہند میں سے مانے گا لیکن ان کا نام لینا گوارہ نہیں کرے گا کیوں؟ کیونکہ ان کے نزدیک نذر اولیاء قدیم سے جاری ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ اس کا انکار کرتے بلکہ بزعم خود اس پر سادات احناف کے فتوے دکھاتے اور ان کو حرام وشرک کا مرتکب بناتے ہیں مگر ہمت دیکھیے ہیں یہ پھر بھی پیر۔ بہر حال میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ دو چار فتوے سادات احناف کے ان پر بھی لگا دو، ورنہ اپنی جھوٹی پیروی کی کہانی کہیں اور سناؤ۔

وہابی غلام رسول مہر لکھتا ہے:

شیخ صاحب نے اس طریق پر جو نذریں پیش کیں وہ بہ حیثیت مجموعی بیس ہزار سے کم نہ ہونگی۔ (سید احمد شہید، ص ۱۹۱، غلام علی سنز)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

قیمتی پارچے بطور نذر سید صاحب کی خدمت میں گذارے۔ (سید احمد شہید، ص ۱۵۸، غلام علی سنز)

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جن کے اپنے آباء کے پیٹ نذروں اور اتنی مہنگی نذروں سے بھرتے تھے وہ آج اولیاء اللہ کی نذروں پر اعتراض کس منہ سے کرتے ہیں خود حرام کھانے والے اور شرک کا ارتکاب کرنے والے دوسروں سے کس منہ سے کہتے ہیں خود سادات احناف کے فتووں کو پس پشت ڈالنے والے آج سادات احناف کے فتوؤں کی بات کس طرح کرتے ہیں اور اپنے آباء کو کھلی چھٹی دینے والے کس منہ سے سادات احناف کی پیروی کی بات کرتے ہیں۔ قارئین حوالے تو ہمارے پاس بہت ہیں اب صرف دو چار اور بیان کر کے وہابی اسمعیلی کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۷) قتیل بالاکوٹ اسمعیل دہلوی لکھتا ہے:

پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحہ اور عرس اور نذر و نیاز میں اتنی بات کی خوبی میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ (صراط مستقیم مترجم دیوبندی، ص ۹۴، کلام کمپنی کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان سے چھوٹا سا سوال ہے کیا حرام کام میں خوبی ہوسکتی ہے کیا شرک والے کام کی کسی بھی صورت میں اجازت ہوسکتی ہے جبکہ وہ شرک ہی ہو۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دے کہ نذر و نیاز کی جس خوبی کی بات قتیل بالاکوٹی نے کی ہے وہ کون کون سے سادات احناف نے بیان کی ہے کم از کم پانچ کے نام تو ضرور تحریر کئے جائیں۔

(۸) وہابی اسمعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں محمد نذیر رانجھا لکھتا ہے:

پھر اپنے پیران عظام خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوا تیار کروا کر فقراء میں تقسیم فرماتے اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز بھی دیتے۔ (مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، ص ۳۹، درالمعاف، ص ۴۴، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کے شجرے کے بزرگ ہیں جو نیاز کو جائز ہی نہیں کہہ رہے بلکہ بہت زیادہ جائز کہہ رہے ہیں اور پھر اس کے لئے حلوا بھی بنوا رہے ہیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ یہاں بھی کچھ بکواس ہوجائے اور ان کو بھی سادات احناف کے فتوے دکھائے جائیں۔

وہابی اسمعیلی خلیل احمد کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

جوفتوح (نذر و نیاز) آتی تھی آپ اسے فقراء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

مزید لکھا ہے:

میں (حضرت عالی کے) پرفیض حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ آج نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت (سیدہ فاطمہ) زہرا بتول رضی اللہ عنہا کا عرس ہے۔ اس کے بعد آپ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کی نیاز کے لئے کھیر پکانے کا حکم فرمایا۔

(درالمعاف، ص ۴۵، ۳۸۲، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

وہابی اسمعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

میں نے جناب مولوی محمود شیرازی صاحب کی خدمت میں اپنی حالت بیان کی اور چند روپے جو اس وقت احقر کے گھر میں موجود تھے، **حضرت قبلہ کی نذر کی نیت سے لے کر شیرازی صاحب کے حوالے کئے کہ یہ رقم حضرت قبلہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کریں اور بندہ کی تجدید بیعت کے لیے عرض کریں۔ پس جناب مولوی صاحب ممدوح نے بندہ کی طرف سے مذکور رقم حضرت قبلہ کی خدمت میں نذر پیش کی** اور اس حقیر کی تجدید بیعت کے لیے عرض کیا۔ نماز عصر کے بعد حضرت قبلہ نے تجدید بیعت سے مشرف فرمایا۔

(تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، ص ۲۸۶، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

نوٹ: یہ حوالہ ہم نے یہاں وہابیہ کے مصدقہ ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ نیز بریکٹ کے الفاظ بھی کتاب کے ہیں۔

لیجئے! وہابی اسمعیلی یہاں بھی دو چار فتوے لگا دے اور کفر اور شرک شرک کی گن مشین بھی چلا دے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں اس کو شرم آئے لیکن اس کی ہمیں امید نہیں۔ یہاں کچھ اور ہوگا لہٰذا ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کا لکھا ہوا اقراری فتوی آپ کو دکھاتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی کا وہابیوں پر فتوی

وہابی اسمعیلی ساجد خان مذکورہ بالا تمام وہابیوں پر فتوی ٹھوکتے ہوئے لکھتا ہے:

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ کتنی صراحت کے ساتھ ان سادات احناف علماء نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کی نذر عبادت ہے اس لیے وہ حرام ہے اور عوام جو نذر مانتی ہے اس میں غیر اللہ سے استعانت کا نظریہ اور ان کا تقرب مقصود ہوتا ہے لہٰذا یہ بالا جماع باطل ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

جناب من! ہم نے آپ ہی کے گھر کے حوالے دے دیئے ہیں اب ان کو جو مرضی دکھائیں اور ان سے جو مرضی منوائیں، اور جس طرح مرضی ان پر یہ فتوے لگائیں، باقی فقہائے احناف نے جس معنی میں نذر کو عبادت اور حرام و شرک کہا ہے وہ ہمارے نزدیک بھی ویسی ہے لیکن جس نذر کو ہم اولیاء کے لئے مانتے ہیں نہ تو سادات احناف کے نزدیک ناجائز ہے اور نہ ہی اس پر کوئی فتوی ہے اگر وہابی اس پر کوئی فتوی لگانے کی کوشش کرے گا تو اس کے اپنے تباہ و برباد ہوں گے جیسا کہ سب نے دیکھ لیا ہے۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کا حال آپ نے دیکھ لیا ہے کہ اس کا دعوی اسی کے گھر کے افراد نے ہی رد کر دیا ہے اور اس نے جو فتوے ہمارے لئے بیان کئے تھے وہ سب کے سب انہوں نے اپنے گلے میں ڈال لئے ہیں اب اس کے دلائل بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جواب

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۱) امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو

کہ عورتیں بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہیں اوران کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کراپنے روزوں کوان کے نام کی نیت کرتی ہیں۔اور ہر روز کے روزہ افطار کے وقت ایک خاص طعام مخصوص طریقہ سے مقرر کرتی ہیں اور روزوں کے لیے دونوں کی تعین بھی کرتی ہیں اوراپنے مطالب ومقاصد کوان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اوران روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجت چاہتی ہیں اوراپنی حاجتوں کے پورا ہونے کوان کی طرف سے جانتی ہیں یہ عبادت شرک ہے اورغیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے اس کام کے برائی کواچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۴۳،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی واقعی بغض وحسد کے آخری اسٹیج پرپہنچ چکا ہے اس جاہل آدمی نے بس مخالف کے ذمہ عبارات ہی لگانی ہیں بھلے وہ اس کا قائل ہو یانہیں،اس جاہل سے کوئی یہ پوچھے کہ اس نے یہ عبارات کیوں بیان کی ہے تو شاید ہی وہ بتا سکے،یہ جاہل آدمی رد اہلسنت کا کر رہا ہے تو ایسی عبارات لے کرآئے جس کے ہم قائل بھی ہیں ورنہ ایسے ہی صفحات سیاہ کرنا اس کا ہی کام نہیں بلکہ اس کے جمیع وہابی اکابرین کا بھی محبوب مشغلہ یہی تھا عبارات پرعبارات نقل کردیتے لیکن جب پوچھا جاتا کہ اس کا قائل کون ہے تو جواب ندارد آج انہی کی بدعت پرعمل یہ بدعتی کر رہا ہے۔

اولاً: اس عبارت میں اس نذر کا بیان ہے ہی نہیں جس کے ہم قائل ہیں کیونکہ امام ربانی کی عبارت میں ہی اس کوعبادت اورشرک کہا گیا ہے۔

ثانیاً: اگراس واقعہ سے ہرطرح کی نذر کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے تو یہ عبارات خود امام ربانی کے ہی خلاف ہے کیونکہ ہم نے ماقبل میں حوالے دے دیئے ہیں جن سے ان کا نذر قبول کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ثالثاً: یہ عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ خود اس کے اپنے آباء نذریں بٹورتے اور کھاتے تھے،ہم نے کئی حوالے دے دیئے ایک اور بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمعیلی جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

اس کے بعد کھانا آیا اور بعد تناول طعام نواب معتمد الدولہ نے **پانچ ہزار روپے نقد آپ کی خدمت میں نذر کر کے آپ کو رخصت کیا۔**(سیرت سید احمد شہید،ص ۱۰۶،نفیس اکیڈمی کراچی)

اب وہابی جو جواب ان نذر بٹورنے والوں اور کھانے والوں کا دے گا ہماری طرف سے بھی لے لے۔

رابعاً: میں اس وہابی اسمعیلی سے پوچھتا ہوں کہ بتائے کہ جو عبارت اس نے نقل کی ہے اس کا قائل ہمارے معتبر ومستند علماء میں سے کون کون ہے ان میں سے ہرایک کا نام مع حوالہ بیان کرے۔

علامہ ابن نجیم،علامہ شامی،علامہ حصکفی اورفتاوی عالمگیری کی عبارات کا جواب

ابن نجیم مصری وعلامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کے لیے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لیے کہ یہ عبادت ہے اورغیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اگراس کا گمان ہو تو میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔۔۔علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں اور جو رقوم چراغ اورتیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پرتقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں وہ بالاجماع باطل اورحرام ہیں۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پرآ کر یوں

فریاد کرتے ہیں۔اے میرے فلاں پیر اگر تو میری یہ ضرورت پوری کردے تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر اجماعی طور پر حرام ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۴۴،۴۷،۴۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ضد وہٹ دھرمی کا شکار ہے یا پھر اہلسنت کے بغض کا مارا ہے اس جاہل نے یہ عبارات نقل کرنے کے بعد مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت بھی نقل کی ہے جس میں اہلسنت کا موقف بالکل واضح موجود تھا۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنی ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے۔اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔اس لیے فرماتے ہیں **تقربا الیھم** نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقینا کفر ہے۔''(جاء الحق،ص ۳۰۷) (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۴۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ عبارت خود وہابی اسمعیلی نے نقل کی ہے اور یہ عبارت نہ تو چینی میں ہے اور نہ ہی کسی ایسی زبان میں جو سمجھ میں نہ آئے ہاں جو علمی یتیم ہو اور پیدائشی اندھا ہو وہ نہ سمجھ سکے تو اس میں اہلسنت کا کیا قصور ہے۔

قارئین! مفتی صاحب کی عبارت میں موجود ہے کہ ہم اولیاء کے لئے نذر لغوی کے قائل ہیں اور فقہاء کی ان عبارات میں نذر شرعی پر کلام ہے اور اسی کو حرام وشرک کہا جارہا ہے اور مفتی صاحب بھی یہی بات ارشاد فرمارہے ہیں اتنی آسان بات ہونے کے باوجود بھی اس گنگوہی کی طرح کو سمجھ میں نہ آنا یا سمجھ کر بھی اپنا آبائی کام کرنا یہ اسی جیسے وہابی اسمعیلی کا ہی کام ہوسکتا ہے، ہم پھر عرض کردیں۔

اولاً: تو ہمارے نزدیک فقہاء احناف کی ان سب عبارات میں نذر شرعی مراد ہے اور اسی پر فتوی ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ نذر شرعی ناجائز وحرام وکفر ہے اور ہم جس کے جواز کے قائل ہیں وہ نذر شرعی نہیں بلکہ لغوی وعرفی ہے۔

ثانیاً: اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان پھر بھی بضد ہے تو پھر اپنے ان آباء کی عبارات کا جواب دے جن کے نام وحوالے ہم ماقبل میں بیان کرچکے ہیں اور ایک مزید یہاں بھی دیکھ لے۔

وہابی اسمعیلی جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

شیخ غلام علی نے تیرہ عدد خیمے اور ہر ایک حاجی کے واسطے ایک ایک جوڑا پارچہ احرام اور ہر ایک اہل قافلہ کے واسطے ایک ایک روپیہ نقد اور حضرت کے قرابت داروں کو دس دس روپے نقد **اور خود حضرت کی خدمت میں چار ہزار پانچ سو روپے نقد نذر کئے۔**

(سیرت سید احمد شہید،ص ۱۳۲، نفیس اکیڈمی کراچی)

جب وہابی اسمعیلی ساجد خان مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی وضاحت کے باوجود بھی فتوے ٹھوکنے سے باز نہیں آیا، تو ہم ان کی کون سی وضاحت قبول کریں گے اور پھر یہ کس منہ سے وضاحت کریں گے۔جب ان کے نزدیک نذر حرام، شرک اور کفر ہی ہے۔تو اپنے ان آباء کو جہنم میں پہنچانے کا سامان انہوں نے خوب کیا ہے۔دوسرا کوئی کیا ان کے بارے میں فتوی دے گا۔خود وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کافی ہے، ان کو جہنم پہنچانے کے لئے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ جب وہابی احمد رائے بریلی کو نذریں دی جارہی تھی اور وہ ٹھونس رہا تھا اس وقت تو وہ زندہ تھا، تو میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ بتایا جائے کون کون سے حنفی فقیہ نے نذر زندہ کے لئے جائز اور وفات شدہ کے لئے شرک کہا ہے کم از کم پانچ کے نام مع حوالہ جات بیان کئے جائیں اور یہ بھی بیان کیا جائے

کہ وہ کون کون سے حنفی اکابرین ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ زندہ سے شرک نہیں اور وفات شدہ سے شرک ہے۔ جاہل آدمی! شرک ہر صورت شرک ہی ہوتا ہے (جیسا کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ نے بیان کیا ہے اور ہم عبارات بھی نقل کر چکے ہیں) چاہے زندہ سے ہو یا وفات شدہ سے آج تک وہابیہ کی سمجھ میں یہ ہی نہیں آسکا یہ دوسروں کی عبارات کیا خاک سمجھیں گے بلکہ اپنے اکابرین کی طرح ذلیل ورسواہی ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وقاضی ثناء اللہ علیہما الرحمۃ کی عبارت کا جواب

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مشرکین اپنی حاجات مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوش حالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ **ایاك نعبدو ایاك نستعین** (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) نیز فرمایا **فلا تدعو مع اللہ احد** (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو) اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے بلکہ یہاں استعانت مراد ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے **بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون** بلکہ تم (سخت مصیبت کے وقت) اسی (اللہ) کو پکارتے ہو چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دور فرماتا ہے) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: غیر اللہ کی عبادت اور اس سے دعا مانگنا جائز نہیں اللہ فرماتا ہے ایاک نعبدو وایاک نستعین یعنی اللہ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ کہیں کہ خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں عبادت اور ہر چیز پر۔ ایاک برائے حصر ہے پس اولیا اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر بھی عبادت ہے اور اگر کسی نے نذر مان بھی لے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسی نذر مصیبت ہے اور معصیت سے بچنا بقدر طاقت واجب ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۴، ۴۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: ہم استعانت والے مسئلہ پر کلام کر چکے ہیں اور شاہ صاحب وقاضی صاحب علیہما الرحمۃ کی عبارات کا جواب دے چکے ہیں اور اس پر شاہ صاحب وقاضی صاحب ہی کی عبارات پیش کر چکے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہے کہ استعانت سے ذاتی بے عطاء الٰہی مراد ہے اگر وہابیہ اسمعیلیہ نہیں مانتے تو پھر اس کا جواب دیں کہ شاہ صاحب تو فرما رہے ہیں ''فقیری میں خوشحالی کے لئے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں'' اور یہی کام وہابیہ اسمعیلیہ کے ہاں ہوتا ہے جیسا کہ **تھانوی ایک فقیر کا حال لکھتا ہے جو روٹیاں قبر والے سے مانگ رہا ہوتا ہے:**

آپ نے فرمایا میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا، بعدِ انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے۔۔۔ (امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق ص، ۱۲۳، اسلامی کتب خانہ)

اور اسی طرح نذر سے مراد بھی نذر شرعی ہے کیونکہ ہم شاہ صاحب ہی کے حوالے بیان کر چکے ہیں جس میں وہ خود اولیاء اللہ کی نذر میں شریک ہیں۔

ثانیاً: اگر وہابیہ اسمعیلیہ بضد ہیں تو پھر شاہ صاحب وقاضی صاحب کی عبارات جس طرح غیر اللہ سے مدد مانگنے میں ان کے خلاف ہے اسی طرح نذر کے حوالے سے بھی ان کے خلاف ہے ہم کئی حوالہ ماقبل میں بیان کر چکے ہیں جس میں وہابی اسمعیلی اکابرین کو اس کے مریدین نے نذریں دیں اور انہوں نے لے کر ہضم کیں، یہاں بھی ایک حوالہ دیکھ لیں۔

وہابی جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

شیخ عبد اللطیف صاحب سوداگر نے ایک ہفتہ تک سارے قافلہ کی مہمانی بڑی دھوم دھام سے کی چار ہزار روپے نقد حضرت کو نذر

کیے۔(سیرت سید احمد شہید،ص ۱۳۲، نفیس اکیڈمی کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان نذر دینے والوں اور کھانے والوں کو شاہ صاحب کی عبارت سے بچائے پھر ہم سے بات کرے۔

علامہ آلوسی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں فرمانِ باری تعالیٰ ہے **ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا** (بلاشبہ جن کو (اے مشرکو) تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتا) اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اولیا اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۴۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں بھی اتنا لمبا چوڑا اقتباس نقل کر کے وہی اپنے وہابی اکابرین کی طرح دھوکہ بازی ہی کی ہے۔

اولاً: تو خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک تفسیر روح المعانی میں تحریف ہے جیسا کہ ہم ماقبل بھی بیان کر چکے اور ابھی بھی انہی میں سے ایک حوالہ دیکھ لیں۔

چنانچہ وہابی مولوی عبدالحلیم لکھتا ہے کہ:

انھوں نے (نعمان آلوسی نے از ناقل) تو اپنے والد کی تفسیر کی طباعت میں بھی دیانت داری سے کام نہیں لیا اگر کوئی اس کا اس نسخہ سے جس کو خود مولف نے سلطان عبدالمجید خان کی خدمت میں پیش کیا جو آج بھی استنبول میں راغب پاشا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے مقابلہ کرے گا تو اس کو اس امر کا اطمینان ہو جائے گا۔(فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ،ص ۲۵۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

جب خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک تفسیر روح المعانی کی طباعت میں دیانت داری سے کام نہیں لیا گیا، تو اس کی اس طرح کی عبارات کو ہم پر ٹھوس کر وہابی اسمعیلی سوائے عوام کو گمراہ کرنے کے اور کیا کرتے ہیں؟۔

ثانیاً: جب وہابی اسمعیلی خود ہی علامہ آلوسی کی باتیں نہیں مانتے جیسا کہ ہم حوالہ دے چکے ہیں تو ان کی ہر بات ہم پر پیش کیوں کرتے ہیں؟

ثالثاً: ہم استعانت والے مسئلہ میں اس طرح کی عبارات کے جوابات دے چکے ہیں کہ ان سے مراد ذاتی استعانت ہے اور یہاں نذر سے مراد شرعی نذر ہے کیونکہ اگر یہ نہیں مانتے تو پھر بڑے بڑے اکابرین اس طرح کی عبارات کی زد میں آتے ہیں جن کا حوالہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

رابعاً: اگر اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو غیر اللہ سے مدد مانگتے اور نذر و نیاز دیتے ہیں۔تو پھر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اپنے وہابی اکابرین کی خیر منانی چاہیے جو یہ دونوں کام کرتے تھے کبھی اولیاء کی ارواح سے مدد کے قائل، تو کبھی قبر والے سے روٹیاں مانگنا اور کبھی جب جہاز غرق ہو رہا ہوتا تو اس مصیبت میں اپنے پیر کو پکارنا جیسا کہ ہم حوالے دے چکے ہیں۔وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ دوسروں پر بکواس کرنے یا اس طرح کی عبارات دوسروں پر ٹھونسنے کے بجائے اپنے ان وہابیوں کو عبارات دکھائے اور ان پر یہ فتوے لگائے لیکن یہ مر جائے گا پر اس کو قبر سے مانگنے والا نظر نہیں آئے گا۔یہ زندہ مٹی میں ملنا پسند کرے گا پر اس کو یہ الفاظ ''طریق نذر و نیاز قدیم سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں'' نظر نہیں آئیں گے، کیونکہ اس میں ان عبارات کی دھجیاں بکھیری ہوئی ہیں جو وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر ٹھونسنا چاہتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ان میں سے دانشور لوگ یہ کہتے ہیں کہ **یہ اولیا تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ بھی ہیں اور یہ نذر و نیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔** رہا دوسرا دعویٰ تو اس دین میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفا اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بس غیر متعلقہ عبارات ہی نقل کرنے میں ماہر ہے باقی اس سے کیا ثابت ہوتا ہے اپنے موافق یا خلاف اس سے اس کو کچھ غرض نہیں ہوتی کیوں کہ اس کا مقصد فقط اہلسنت کو بدنام کرنا اور عبارات نقل کر کے اپنی نام نہاد علمیت کی دھاک بیٹھانا ہے جیسا کہ اس کا وہابی اسمٰعیلی باپ رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کیا کرتا تھا۔ اب یہی عبارات دیکھ لیجئے جس میں علامہ آلوسی بقول وہابی کے فرما رہے ہیں:

''ولی کو وسیلہ بنائے اور نذر مانے اللہ کی اور ثواب ولی کے لئے تو یہ بھی بت پرست کی طرح ہے۔''

یہ عبارات تو خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ اولیاء کے وسیلہ کے بھی بظاہر قائل ہیں اور اللہ کی نذر اور ثواب ولی کو اس کے بھی، اس کا اقرار گنگوہی کر چکا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے:

جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے، درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، حصہ اوّل، ص ۵۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

لیجئے یہ بت پرستوں والے فتوے کا مصداق کوئی اور نہیں بلکہ وہابیہ ہی کے باپ ہیں، وہابی اسمٰعیلی ایک عبارت سے بت پرستی جیسا عمل ثابت کرتا ہے لیکن اسی کا باپ اسی کو درست ثابت کر کے وہابی اسمٰعیلی کے منہ پر کالک مل دیتا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے ہی گنگوہی کو علامہ آلوسی کی عبارات دکھائے اور ان پر فتوی لگائے تا کہ دنیا بھی دیکھے کہ وہابیت اسمعیلیت کتنی سچی ہے۔ باقی بزرگوں سے مدد مانگنا تو اس کے جوابات ہم دے چکے ہیں۔ اور آگے وہابی اسمٰعیلی نے علامہ آلوسی کا یا اپنا واقعہ بیان کیا ہے اس سے ہمارا کیا تعلق کیا جہلاء کی باتیں یا کام وہابیہ کے نزدیک معتبر ہوتے ہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر ہم بھی وہابیہ اسمعیلیہ کو اسی کے گھر کا گند اور وہ بھی بہت زیادہ دکھانے کے لئے تیار ہیں اگر جواب نہ میں ہے تو ہم پر تھوپنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے: میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیا کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیا کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ العلماء منھم یحصرون التصرف فی القبور فی اربعۃ او خمسۃ۔۔۔ **ان مشرکین کے اہل علم قبروں میں اولیا کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں۔** لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں جب کہ ان کے اہل علم کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں

چاہتی ہیں جاتی ہیں ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر۔ ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں کتاب وسنت اور اسلاف امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ان مشرکین نے سادہ لوح لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے ایسے لوگ یہود ونصاریٰ دیگر ادیان باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے (دین ودنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

نوٹ: وہابی اسمعیلی نے ترجمہ میں جو جہالت دکھائی ہے اس کے بارے میں ہم بعد میں بیان کریں۔

اولاً: اولیاء اللہ کی قبور پر سجدہ کرنے کے حوالے سے اہلسنت کے فتاوی موجود ہیں اگر کوئی سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو حرام اور اگر عبادت کی نیت سے کرتا ہے تو کفر۔ تو اس طرح کی عبارات ہمارے خلاف پیش کرنا ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کی حماقت ہے کیونکہ ہمارے علماء کے فتاوی اس حوالے سے موجود ہیں۔

ثانیاً: جہاں تک اولیاء اللہ کے تصرف کی بات ہے تو کئی اکابرین اس کے قائل ہیں جیسا کہ ہم ماقبل میں حوالے دے چکے اور پھر خود وہابی اسمعیلی بھی وفات شدہ کے تصرف کو مانتے ہیں۔

وہابی محمود عالم صفدر لکھتا ہے:

ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت۔۔۔و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیھم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا و اذن لھم فی الخروج من قبورھم و التصرف فی الملکوت العلوی و السفلی۔۔۔

بے شک نبی ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں اور ملکوت میں۔۔۔اور باقی انبیاء کے بارے میں بھی وہ اسی طرف گئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتیں ہیں بعد قبض ہونے کے اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ و سافل میں تصرف کرنے کی۔۔ (تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، ص ۲۷۲ تا ۲۷۶، اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی اسمعیلی پہلے محمود عالم اور امین صفدر کے مشرک ہونے کا اقرار کرلے جو سرکار دو عالم ﷺ کے لئے تصرف مانتے ہیں پھر ہم سے بات کرلے۔

ثالثاً: ہم یہاں یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ ان مشرکین سے کون مراد ہے جو چار یا پانچ اولیاء میں تصرف کا حصر کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقال احد من المشائخ العظام :رأیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورھم کتصرفھم فی حیاتھم او اکثر،الشیخ معروف الکرخی،و الشیخ عبد القادر الجیلی و ذکر رجلین غیر ھما۔۔

اور مشائخ میں سے کسی نے فرمایا کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا کہ وہ اپنی قبور میں بھی ایسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی حیات میں کرتے تھے ایک حضرت معروف کرخی ہیں اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دو ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۲۱۵، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

اب وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ علامہ آلوسی کی اس عبارت کی وجہ سے شیخ صاحب پر بھی مشرک مشرک ہونے کی گردان

پڑھے تا کہ اس کا حق وہابیت ادا ہو۔

رابعاً: اولیاء اور انبیاء کا اپنی قبور سے نکلنا تو اس کا حوالہ ہم ابھی محمود عالم صفدر سے بیان کر چکے جس میں وہ لکھتا ہے:

یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت۔۔ سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں اور ملکوت میں۔۔

اب وہابی اسمٰعیلی پہلے اس پر فتوی ٹھوکے پھر ہم سے بات کرے اور پھر یہ عبارت تو علامہ آلوسی ہی کے خلاف ہے کیونکہ وہ خود تفسیر روح المعانی میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت۔۔ سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں اور ملکوت میں۔(تفسیر روح المعانی، جلد ۲۱، ص ۲۳۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اب وہابی اسمٰعیلی علامہ صاحب پر ہی فتوی لگا دے یا خود ہی ان کی عبارات میں تطبیق بیان کر دے۔

بحمد اللہ ہم نے ثابت کر دیا کہ علامہ آلوسی کی عبارات میں وہ مراد نہیں ہے جس کے ہم قائل ہیں اگر وہابی بضد ہو تو ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ اس عبارت کی زد میں نہ صرف اکابرین امت بلکہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ بھی آ رہے ہیں لہٰذا جو جواب وہابی اسمٰعیلی دے گا وہی ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد لکھتا ہے: مفتی صاحب نے کار حرام کے لئے جو تاویل پیش کی ہے اس کا بطلان ہم انہی کے گھر کے ایک فرد سے دکھا دیتے ہیں بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: آج کل جس طرح ان پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سند جواز پیش کرتے ہیں اس کا قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے کتب فتاوی میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے اور یہ خالص فقہی مسئلہ ہے۔۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: ہم ماقبل میں اکابرین اہلسنت اور سادات احناف و مشائخ ہند کی عبارات بیان کر چکے ہیں جن میں ان حضرات نے نذر لغوی و عرفی کو جائز قرار دیا ہے، اگر ہم مان لیں کہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ نذر لغوی کو جائز نہیں سمجھتے تھے تو بھی ان کا کلام ان اکابرین کے خلاف پیش کرنا خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ ان کا **وہابی مولوی ابوبکر غازی پوری لکھتا ہے:**

''اور چونکہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے، چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا۔''

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص ۱۶۱، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

نوٹ: یہ کتاب وہابی سلیم اللہ خان، عاشق الٰہی، یوسف لدھیانوی، عبد الشکور ترمذی کی تائید شدہ ہے۔

جب وہابیوں کا ہی اصول ہے کہ چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے تو سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کے اس قول سے نذر لغوی ناجائز کیسے ہو جائے گی جبکہ رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، آپ کے خلفاء اس کو جائز فرما رہے ہیں اور پھر فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں لہٰذا ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ سے کہتے ہیں کہ علامہ سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کا کلام ہم پر پیش کرنا تمہارے اپنے ہی اصول سے درست نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر مان لیا جائے کہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کا آخری موقف نذر لغوی کے ناجائز ہونے کا تھا (کیونکہ

حضرت نے اپنی کتاب توضیح البیان میں اس کو ثابت کیا ہے اور نذر اولیاء کے جواز پر دلائل دیئے ہیں) تو یہ حضرت علیہ الرحمۃ کا تفرد ہے جو کہ وہابی اصولوں سے ہمارے خلاف پیش کرنا درست نہیں ہے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اپنے گرگوں کی امثلہ ملاحظہ ہوں۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی عبدالحق خان بشیر لکھتا ہے:

حضرت نانوتوی کی دوسری بات۔۔۔ سے بندیالوی صاحب کو بھی اختلاف ہے اور ہم بھی اسے حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیتے ہوئے اتفاق نہیں کرتے۔ ہم بھی جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق انبیاء کرام کی وفات انقطاع روح عن الجسد سے ہی مانتے ہیں۔ (علمائے دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطامحمد بندیالوی، ص ۹۲، ناشر حق چار یار اکیڈمی گجرات)

جب وہابیہ اسمٰعیلیہ بزعم خود تفرد کو نہیں مانتے اور جمہور کے مسلک کو مانتے ہیں تو ہم پر سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کا وہ موقف جس میں وہ متفرد ہے کس منہ سے اور کیوں پیش کر رہے ہیں۔ کیا وہابیہ اسمٰعیلیہ صرف دوسروں پر ہی اصول تھوپ سکتے ہیں خود اپنے گھر کے اصولوں پر عمل نہیں کر سکتے کیوں؟

وہابی اسمٰعیلی انور شاہ لکھتا ہے:

اور بندہ کے خیال میں ان کے تفردات کو چھوڑ کر باقی چیزیں معتبر ہیں۔

مزید ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اکابر امت محمدیہ نے کسی بڑے سے بڑے عالم کے بھی تفردات کو قبول نہیں کیا ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۸، ص ۲۵۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جب خود وہابیہ اسمٰعیلیہ تفردات کو معتبر نہیں مانتے اور ان کو قبول نہیں کرتے تو ہم پر تھوپنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔

وہابی مولوی لکھتا ہے:

اور اگر کسی سے لغزش ہو گئی ہو تو جمہور کا قول معتبر ہوگا اور تفرد کے قول کو مأول کہیں گے یا باطل کہیں گے۔ (حکیم الامت، ص ۳۳۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کے قول کو بھی اپنے گھر کے اسی اصول کے مطابق لے لے، اور ہم سے منوانے کے بجائے پہلے خود اپنے گھر کی مان لے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی کا استاذ الیاس گھمن لکھتا ہے:

اگر کسی عالم نے اپنے علم کے مطابق ایک بات لکھی یا فتویٰ دیا ہے اور اسی مسلک کے کسی دوسرے عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق دوسرا فتویٰ دیا ہے تو جو بات مفتیٰ بہ اور معمول بہ ہوگی اس کو مذہب قرار دیا جائے گا دوسرے کو شاذ یا غلط یا منسوخ سمجھا جائے گا۔

(جی ہاں فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

ہمارے نزدیک مفتیٰ بہ اور معمول بہ اولیاء کی نذر لغوی کا جائز ہونا ہے لہٰذا وہابی اسمٰعیلی علامہ سعیدی صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کو اپنے استاذ کے اس اصول کے مطابق سمجھ لے۔

مزار پر لونڈی ہبہ کرنے پر اعتراض

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کیونکہ اپنے وہابی باپ ٹانڈوی کی طرح بکواسات میں پی ایچ ڈی کئے ہوئے ہے لہٰذا اس نے یہاں بھی

وہی کام کیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ملفوظات سے ایک عبارت پیش کر کے ہم سے کچھ سوالات کئے ہیں بحمد للہ ان تمام کے جوابات ہمارے پاس سود کے ساتھ موجود ہیں اور ان شاء اللہ وہ دیں گے بھی لیکن اس سے پہلے ہمارا وہابی اسمعیلی ساجد خان سے ایک ہی سوال ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جہاں سے یہ حوالہ نقل کیا ہے اس کے معتبر ہونے کو ثابت کر دے، وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمارے اس چھوٹے سے سوال کا جواب دے ان شاء اللہ ہم اس کے سارے سوالات کے جواب دیں گے۔

{ ......مسئلہ نمبر ٦ ...... }

''علماء اہلسنّت اور بزرگان دین کا عرس''

اہلِ سنت کے نزدیک بزرگان دین کے وصال کے دن ان کے ایصال ثواب کی محافل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہیں اور یہ ہم ہی نہیں کہتے بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے نزدیک جو علماء معتبر ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں، میں پہلے اپنے علماء کا موقف بیان کر دیتا ہوں تا کہ وہابی دیوبندی مولوی کے دلائل کا علم ہو سکے کہ اس نے تیر مارا ہے یا اپنے ہی گلے میں پھندا ڈال کر رسی ہمارے ہاتھ میں دے دی ہے۔

(١) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں:

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے، جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر جانا ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اسے امام نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۵۳۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(٢) صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت وایصال ثواب وحصول برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں اس کو عرس کہتے ہیں۔ (فتاوی صدر الافاضل، ص ۵۲۶، شبیر برادر لاہور)

(٣) خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

عرس متعارف مذکور فی السوال کہ ہجوم زنان وتماشائے مردمان آثار شرکیہ وارتکاب معاصی نظارہ اجنبیہ ولہولعب وطوائفان و آلات مزامیر سے خالی ہو بلاشبہہ جائز و درست ہے۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ غرض انعقاد اس محفل سے ایصال ثواب فاتحہ وقرآن خوانی ہے، تحصیل خیر وبرکات ہے اور یہ دونوں بلاشبہہ جائز ہے۔۔۔ (فتاوی ملک العلماء، ص ۴۲۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

(۴) مناظر اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ کسی مقبول بارگاہ الہ کی یادگار میں مسلمان جمع ہوں، قرآن عظیم درود شریف پڑھیں خدا عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے حلقے ہوں، مواعظ حسنہ اور میلاد شریف کے جلسے ہوں۔ کچھ کھانا پکا کر یا شیرینی منگا کر ان سب چیزوں یعنی خیرات وحسنات کا ثواب ان بزرگ کی روح کو پہنچا کر ان کی روحانیت سے فیوض و برکات حاصل کئے جائیں۔ اور شک نہیں کہ عرس کی یہ حقیقت حقہ یقینا بلاشبہ جائز و مستحسن وصواب اور در حقیقت ذکر ملک عزیز وہاب ہے۔ (العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ، ص ۲۸۴، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۵) مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا۔(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۲۷، مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۶) علامہ ابوکلیم صدیق فانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعاء قرآن خوانی، صدقہ اور ایصال ثواب کریں اور صاحب قبر کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوں۔(انوار احناف بجواب انصاف، ص ۲۹۳، مکتبہ قادریہ عالمیہ)

اہلِ سنت کے نزدیک عرس کی فقط اتنی ہی حقیقت ہے اس کے جواز میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے باقی یہ تماشے اور میلے ٹھیلے کی نہ کسی سنی معتبر ومستند عالم نے اجازت دی ہے اور نہ اس کی اجازت ہے، بلکہ آپ اوپر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور آپ کے خلفاء علیہم الرحمۃ کے حوالہ جات پڑھ چکے اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

جس عرس میں مرد وعورت کا اختلاط ہو یا طواف، سجدہ قبر وغیرہ جیسے افعال ہوں یا اس میں کوئی اور لہو ولعب کا سامان ہو وہ عرس جائز نہیں اور ایسے اعراس کو لے کر ہم اہل سنت پر اعتراض کرنا سوائے وہابیہ گلابیہ غرابیہ اسمعیلیہ واحمدیہ کے اور کس کا کام ہوسکتا ہے؟ وہابی گلابی غرابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس کوئی ایک بھی ایسا حوالہ نہ تھا جس سے وہ یہ ثابت کرسکتا کہ اہل سنت جس عرس کو جائز کہتے ہیں وہ ناجائز ہے، جتنے بھی حوالے دیئے سب کے سب جہالت کے سمندر میں اپنے اکابرین کی طرح غوطہ زن ہو کر، بے شرمی کا تاج اپنے اکابرین کے سر سے اتار کر اپنے سر سجانے کے لئے دیئے ہیں، یا اپنی کم علمی کا اظہار اس نے قارئین کو دھوکہ دینے کے لئے کیا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سادات احناف، مشائخ ہند اور عرس کا جواز

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہم الرحمۃ کو نامور مشائخ ہندوستان میں شمار کیا ہے، آیئے دیکھیے یہ مشائخ جو اس دیوبندی کے نزدیک معتبر ہی نہیں بلکہ بہت معتبر ہیں وہ بزرگان دین واولیاء امت کے اعراس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

(۱) مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دھلی رسید بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ برسد دریں اثناء خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔۔

حضرت خواجہ جیو علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے ایام میں میں دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہو، آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔(مکتوبات امام ربانی فارسی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۳۳، ص ۳۸۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، اردو، ص ۵۳۸، مدینہ پبلیسنگ کراچی)

کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہہ سکتا ہے کہ عرس سادات حنفیہ ومشائخ ہند بلکہ خود مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ناجائز و بدعت تھا لیکن حضرت مجدد صاحب اس میں جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

(۲) حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی علیہ الرحمہ اپنے پیر ومرشد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت کے حوالے سے بیان

کرتے ہیں:

چند روز است کہ ایں مسکین رادردرد تخفیف است چنانچہ در مجلس عرس پیر دستگیر در ڈولی نشستہ چندساعت حاضر شدہ بود۔۔

اس مسکین کو درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے عرس کی مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر تھا۔ (مکتوبات معصومیہ مترجم وہابی، دفتر ۳، مکتوب ۶۸، ص ۱۲۹، ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی)

اسی طرح عرس کے سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کے نزدیک ناجائز ہونے کے باوجود حضرت کے صاحبزادے وجانشین اپنے والد کے عرس میں شرکت کرتے تھے، میں اس جاہل بلکہ اجہل آدھے پاگل سے پوچھتا ہوں کہ کون سے مشائخ کی بات تم کررہے ہو اور کن پر فتوے ٹھوک رہے ہو۔

(۳) شیخ عبدالقدوس گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:

اور مشائخ کے عرس سنت مشائخ کے مطابق سماع وصفا کے ساتھ جاری رکھیں۔ جمیع احباب کی طرف سے دعا۔ (مکتوبات قدوسیہ مترجم، ص ۷۹۵، الفیصل لاہور)

وہابی مولوی ساجد خان اپنی وہابی سوچ کے مطابق وہ فتوی جو اس نے بزعم خود عرس کے ناجائز و بدعت ہونے کے لئے نقل کئے ہیں وہی شیخ عبدالقدوس گنگوہی پر بھی دھر دے جو عرس کو جاری رکھنے کی تعلیم دے رہے ہیں بلکہ وہابی سوچ کے مطابق ایک ناجائز و بدعت کام کو جاری رکھنے کا حکم دے رہے ہیں، یہاں وہابیہ بدعتیہ گن مشین کو زنگ کیوں لگ جاتا ہے، اور وہ بدعت بدعت کے فتوے صادر کیوں نہیں ہوتے۔

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

مستند روایات معلومہ کے پیش نظر غوث اعظم کا عرس ۹ ربیع الآخر کو ہونا چاہیے اور اسی تاریخ کو پیر و مرشد کامل و عارف شیخ عبدالوہاب المتقی مکی آپ کا عرس قرار دیتے تھے۔ یہ وہ تاریخ عرس ہے جو قابل اعتبار اس سبب سے بھی ہے کہ یہی تاریخ عرس ہمارے پیر و مرشد شیخ اعظم علی متقی اور دیگر شیوخ کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ان دنوں ۱۱ ربیع الثانی ہی زیادہ مشہور معروف ہے اور غوث اعظم کی اولاد و مشائخ عظام مقیم ہند و پاک گیارہویں تاریخ کو عرس کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

اگر یہ دریافت کیا جائے کہ ہمارے ملک میں مشائخ عظام کی وفات کی تاریخ پر جو عرس کیا جاتا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ میں نے بھی یہی سوال اپنے پیر و مرشد عبدالوہاب متقی مکی سے کیا تھا جس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہمارے مشائخ کے طور طریقے عادات اور رواج اور نیات ہی گیارہویں کی ہے اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ دوسری تواریخ کو ترک کرتے ہوئے گیارہویں ہی کو کیوں خاص کرلیا ہے؟ جواب سرفراز فرمایا مہمان نوازی مطلق سنت ہے اس لئے تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے غرباء کو دعوت دو اور کھانا کھلاؤ۔ نیز شریعت اسلامیہ میں اس کے نظائر بھی موجود ہیں یہ عام طور پر مطلق حیثیت سے سنت ہے اور کسی خاص وجہ سے خصوصیت کی بنا پر ان کا بروئے کار لانا بدعت ہے۔۔۔ فرمایا زمانہ ماضی میں یہ سب کچھ نہ تھا، یہ مستحسنات المتأخرین میں سے ہے۔ (مومن کے ماہ وسال، ص، ۱۶۰، اردو، ص ۳۱۲، عربی، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: کتاب کے شروع میں وہابی دیوبندی مولوی شفیع عثمانی کا مقدمہ موجود ہے اور ترجمہ بھی خود وہابی دیوبندی مولوی نے کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب اخبارالاخیار میں لکھتے ہیں:

شیخ امان اللہ پانی پتی۔۔۔گیارہ ربیع الثانی کو آپ نے حضرت غوث پاک کا عرس کیا اور کہا کہ غوث پاک سے پہلے قدم اٹھانا درست نہیں چنانچہ اسی دن آپ نے عرس کا جو کھانا پکوایا تھا سب تقسیم کر دیا۔۔۔(اخبارالاخیار، مترجم دیوبندی، ص ۳۲۸، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

خواجہ حسین ناگوری نے اپنے دادا کا عرس کیا۔اور کھانا پکوا کر لوگوں میں تقسیم کیا اپنے حصہ کا کھانا اپنے افطار کے لئے اٹھار کھانا گور والے بھی اس عرس میں چاول ساگ پکواتے اور دہی کے ساتھ تقسیم کرتے۔۔۔(اخبارالاخیار، مترجم دیوبندی، ص ۲۵۸، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: اس کتاب کے شروع میں بھی وہابی دیوبندی مولوی شفیع عثمانی کا مقدمہ موجود ہے۔

جی جناب ذلت مآب وہابی اسمعیلی ساجد خان صاحب! یہ وہی شیخ صاحب ہیں جن کی تعریفوں کے پل آپ نے باندھے جن کو ثالث بنایا، اب وہی فرما رہے ہیں کہ عرس جائز ہے اور مزے کی بات ہے جن کتابوں کے حوالے میں نے بیان کئے ہیں وہ تمہارے دادا استاذ کی مصدقہ ہیں اور آپ ہی کے وہابی نے ان کا ترجمہ کیا ہے۔

(۵) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فنا فی المشائخ کی نسبت کے سلسلہ میں مشائخ کے عرسوں کا قیام ان کی قبروں کی پابندی سے زیارت کرنا۔وہاں جا کر فاتحہ پڑھنا۔ان کی ارواح کے نام سے صدقہ دینا ان کے آثار وتبرکات، ان کی اولاد اور ان کے متعلقین کی تعظیم وتکریم میں پورا پورا اہتمام کرنا یہ سب امور داخل ہیں۔(ہمعات فارسی، ۵۸، مکتبہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، مترجم وہابی، ۱۲۲، سندھ ساگر اکادمی لاہور)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلیفہ مولانا محمد عاشق پھلتی لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہ (شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کے عرس کی محفل تھی حضرت اقدس مزار پر اسرار پر تشریف فرما تھے۔۔۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی مترجم، ۱۴۶؛ مسلم کتابوی لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ (آپ کے چچا) کے عرس کے موقعہ پر رات کے وقت جب ان کے مقبرہ میں ہنگامہ وسرور جاری تھا اور حاضرین پر ذوق ووجد طاری تھا میں بعد العشاء اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا اور یہ کہا گیا کہ جو کچھ اس محفل میں ذوق وشوق اور روح مبارک کی توجہ کی برکات ہیں سب نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے جو عطائے الٰہی ہے۔۔۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی مترجم، ۲۰۶؛ مسلم کتابوی لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

حضرت والا نے فرمایا ایک بار عرس کی مجلس تھی۔اور ہم شیخ ابوالفتح اور شیخ ابوالفضل کے روضہ کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل برق دونوں قبروں سے نکلا اور بہ شدت تمام مجھ میں سرایت کر گیا ایسا کہ میں سخت مضطرب ہوا اور قریب تھا کہ اچھل کر رقص کرنے لگوں اور نعرے ماروں۔۔۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی مترجم، ۵۱۸؛ مسلم کتابوی لاہور)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ دیتے تو آپ کو شرم نہ آئی شاید یہ حوالے دیکھ کر کچھ آئے لیکن اس کی امید نہیں کیونکہ وہابی ہوتا ہی

وہی ہے جو شرم بیچ کر پیسے کھا گیا ہو۔

(۶) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک دن شاہ صاحب اپنے بھائی مولوی عبدالقادر مرحوم کے عرس کی تقریب میں اپنے والد ماجد اور جد امجد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور باوجود مسافت بعیدہ کے پاپیادہ تشریف لے گئے اور واپسی پر سواری میں تشریف لائے۔۔۔(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۹۷، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

مزید ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

بڑے عرس اس ماہ مبارک میں تین ہوتے ہیں اول تیسری تاریخ کو حضرت فاطمہ کا عرس ہوتا ہے دوسرے سولہویں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عرس ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ انیسویں تاریخ کو زخمی ہوئے تھے اور اکیسویں تاریخ کی رات کو رحلت فرمائی اور حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کا عرس اسی دن ہوتا ہے جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۹۷، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

لو جی! شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے وہابیت دیوبندیت کو اس کی جائے پیدائش گٹر میں پہنچا دیا، باقی آنے والے حوالے مزید ڈبکیاں دلوانے کے کام آئیں گے۔

اپنی ایک اور کتاب میں مزید لکھتے ہیں:

سوال: سال میں کوئی ایک دن مقرر کر لینا اس غرض سے کہ خاص اس دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جائے جائز ہے یا ناجائز ہے۔

جواب: اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع ہوں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا فاتحہ کریں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا معمول زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخلفاء راشدین میں نہ تھا لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں۔ اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ احیاء واموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۷۷، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نوٹ: اس مسئلہ کی تیسری صورت وہابی اسمعیلی نے لکھی ہے جس کا جواب آگے آتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

سوال: ان بزرگوں کی زیارت کے لئے کوئی دن مقرر کرنا یا ان بزرگوں کے عرس کا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔

جواب: **زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے۔ اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی، یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے۔** صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے۔ کہ ملک توران وغیرہ میں مروج ہے۔ عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہے اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ **لیکن دعا کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔** (یعنی جائز ہے از ناقل) (فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۷۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اور تعیین روز عرس کی طرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دن یادگار رہتا ہے کہ اس دن انہوں نے دارالعمل سے دارالثواب میں

انتقال فرمایا ورنہ جس دن یہ عمل کیا جائے باعث فلاح وسبب نجات ہے اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طریقہ سے نیکی و احسان کریں۔ (فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۵۳۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

دیوبندی وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لے جاتے، آپ کے متعلقین بھی آپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے، فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا کچھ اور تقسیم فرما دیتے مگر شاہ اسحاق صاحب بھی آپ کے ہمراہ جاتے لیکن جس وقت فاتحہ پڑھ لیتے تھے شاہ صاحب شاہ اسحاق صاحب سے فرماتے کہ میاں اسحاق بیٹھو گے یا جاؤ گے اس پر شاہ فرماتے کہ حضور جاؤں گا اور یہ کہہ کر واپس تشریف لے آتے۔ یہ کبھی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ شاہ صاحب نے ان کے عدم شرکت پر ان سے کبھی کچھ تعرض فرمایا۔ (حکایات اولیاء، ص ۳۹، دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالوں میں خیانت کے پہاڑ توڑتے ہوئے ان کو بھی وہابی سوچ میں اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے بحمدللہ ان کا جواب تو ہم آگے دیں گے لیکن اس جاہل کی جہالت دیکھیے کہ شاہ صاحب کتنے واضح اور صاف لفظوں میں عرس کو جائز فرمارہے ہیں اور یہ گندی سوچ والا اسمٰعیلی ہم اہل سنت کو بدنام کرنے کے لئے ان کی عبارات میں کانٹ چھانٹ کر کے عرس کو ناجائز و بدعت کہتا ہے۔

(۷) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن وطعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرار خفیہ ہیں ان کا اظہار ضرور نہیں چونکہ بعض طریقوں میں سماع کی عادت ہے اس لئے تجدید حال اور ازدیاد ذوق وشوق کے لئے کچھ سماع بھی ہونے لگا پس اصل عرس کی اس قدر ہے اور اس میں حرج معلوم نہیں ہوتا بعض علماء نے بعض حدیثوں سے بھی اس کا استنباط کیا ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتے ہیں:

مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر ومرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ (کلیات امدادیہ، ص ۸۲، دارالاشاعت کراچی)

ہمیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی کتاب کے ابتدائی صفحات پڑھتے ہوئے تعجب ہوا کہ اس نے مشائخ ہند میں کئی نام لکھے لیکن حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نام نہیں لکھا کیوں؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے لیکن ہمیں جو معلوم ہے وہ یہ کہ حضرت سے اس کو بھی شاید وہی بغض و عناد ہے جو گنگوہی کو ان کی کتاب ہفت مسئلہ سے تھا جس کو گنگوہی نے جلوا دیا (ماہنامہ حق چار یار، ص ۲۷) یا پھر حمام میں پھینکنے کا کہا تھا (تجلیات صفدر جلد ۱، ۵۰۹) وغیرہ وغیرہ، میرا یہ فی الحال موضوع نہیں ہے ورنہ اس پر بہت کچھ لکھتا۔ بہر حال حاجی صاحب بھی عرس کے قائل وفاعل تھے اور وہابی گلابی اسمٰعیلی لوگوں کو دکھانے کے لئے انہیں اپنا پیر ومرشد مانتے ہیں، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان کو بھی کوئی ایک آدھا فتوی سادات احناف کا دکھائے اور ان کو بھی بدعتی بدعتی کی رٹ سنائے۔

وہابی گلابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز وبدعت ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۱، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی دیوبندی مولوی کا دعویٰ تو آپ نے پڑھ لیا لیکن جب دلائل میں جائیں گے تو ایک بھی دلیل آپ کو اس کے دعوی کے مطابق نہیں ملے گی پس یہ اپنے اندھے اکابرین کی اندھی محبت میں کچھ ایسا گم ہے کہ اس کو خود معلوم نہیں کہ کیا لکھ رہا ہے۔

وہابی گلابی غرابی اسمٰعیلی کو کھلا چیلنج

گنگوہی کی طرح وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان کو میرا کھلا چیلنج ہے کہ وہ اپنے دعوی کے مطابق اپنی کتاب میں تین چار نہیں بلکہ صرف ایک ہی دلیل کی نشاندہی کردے جس میں یہ لکھا ہو کہ: **چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز و بدعت ہے۔** یہ دیوبندی دار العلوم کی اس چارپائی کے نیچے مرنا تو گوارہ کرے گا لیکن اپنی کتاب میں سے کسی ایک بھی دلیل کی نشاندہی نہیں کرے گا۔

وہابی مولوی کا دعوی اور اس کے گھر کی شہادت

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف کا نام استعمال کر کے ہمیں جو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، اس میں تو یہ بری طرح ناکام رہا لیکن سادات احناف کا نام استعمال کر کے اپنے وہابی بابوں کی حنفیت پر چار حرف ضرور کر گیا، وہابی اسمٰعیلی ہر بار کی طرح اس بار بھی اور اس مسئلہ میں بھی، مشائخ ہند کے موقف سے تو جاہل تھا ہی تھا پر اپنے گھر کی کتابوں اور اپنے جاہل آباء کے افعال سے بھی جاہل رہا، ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہابی مولوی کے دعوے کی دھجیاں خود اس کے اپنے آباء نے کیسے بکھیریں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے بزعم سادات احناف کے موقف کی مخالفت کر کے ابن عبدالوھاب اور اس کی ذریت کو کیسے خوش کیا۔

(۱) وہابی گلابی مولوی ساجد خان کا بڑے ابا اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحہ اور عرس اور نذر و نیاز میں اتنی بات کی خوبی میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ (صراط مستقیم مترجم دیوبندی، ص ۹۴، کلام کمپنی کراچی)

قتیل بالاکوٹی کو تو عرس میں خوبی نظر آتی ہے جبکہ وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان سادات احناف کے بارے میں کہتا ہے کہ ان کے نزدیک عرس قرآن وحدیث اور سلف سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز و بدعت ہے، میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ جب سادات احناف کے نزدیک عرس میں کوئی خوبی نہیں بلکہ وہ ناجائز وبدعت ہے۔ تو قتیل بالاکوٹی کو خوبی کہاں سے نظر آ گئی کیا اس کے پاس بھی پوپلزئی والی دوربین تھی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں سادات احناف کا مخالف ثابت کرنے کے بجائے اپنے قتیل بالاکوٹی کی قبر پر مراقبہ کرے اور اس سے پوچھ کر وہ خوبی سادات احناف کو بھی بیان کرے تاکہ وہ بزعم وہابی ناجائز وبدعت کے فتوے سے رجوع کریں۔

(۲) وہابیت کے مفتیٔ اول عزیز الرحمن کے بارے میں وہابی قاری طیب لکھتا ہے:

ہمارے دار العلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال

سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا، اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں، یا تلاوت ہے یا تبلیغ یا مواعظ ہیں، غرض اصل میں عرس کو نہیں روکا جاتا بلکہ خرافات کو روکا جاتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۷۰۴، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

لیجئے! وہابیہ اسمعیلیہ کے سب سے بڑے مفتی نے ہی وہابیت کی جھوٹی حنفیت کی قلعی کھول دی اور مزید وہابیت اسمعیلیت اور وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان کے دعوی کا خانہ خراب قاری طیب نے یہ کہہ کر کردیا کہ ''عرس سے نہیں روکا جاتا'' میں پوچھتا ہوں کہ جب عرس بزعم وہابی ساجد خان سادات احناف کے نزدیک ناجائز و بدعت ہے تو اس سے کیوں نہیں روکا جاتا؟ اور وہابی مفتی اس ناجائز اور بدعتی کام کو ہر سال کرتا ہے پر نہ بدعتی اور نہ ہی حنفیت کی مخالفت کا کوئی فتوی، کیوں؟ اور سرہند شریف والے بھی اس بدعت کو قائم کرکے پھر بھی مشائخ ہی رہے، نہ بدعت کا فتوی ان پر لگا اور نہ ہی وہ سادات احناف کی مخالفت کرکے حنفیت سے خارج ہوئے واہ وہابیو واہ! اہل سنت کریں تو حنفیت کے مخالف بلکہ حنفیت سے ہی خارج اور وہابی کریں تو نہ حنفیت کے مخالف اور نہ ہی خارج؟ وہابیت نے حنفیت کو کیسے ایلفی سے پکا کیا ہوا ہے جو کچھ مرضی کریں بلکہ وہ کام جس کے بارے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان بزعم خود کہتا ہے کہ ''چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز و بدعت ہے'' خود ان کا سب سے بڑا مفتی کر رہا ہے لیکن کوئی فتوی نہیں کیوں؟؟؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان میں اگر حیاء کا کوئی ذرہ ہوا تو وہ اپنے اس مفتی اور قاری طیب پر بھی ہاتھ صاف کرے گا اور ان کی حنفیت پر بھی چار حرف ضرور کرے گا لیکن ہمیں امید نہیں وہابی ڈوب کر مرنا پسند کرے گا ہماری باتوں کا جواب ہضم کرنا بھی پسند کرے گا پر اپنے ان گروگھنٹالوں کو کچھ نہیں کہے گا۔ کیوں؟؟ کیوں کہ جو ٹکڑے اس کو ملتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔

(۳) وہابی مولوی شیر علی شاہ لکھتا ہے:

عطاء اللہ شاہ بخاری کے چہرہ کے دیدار کی پہلی مرتبہ سعادت عمدۃ العارفین سید مہربان شاہ بخاری کے سالانہ اجتماع میں نصیب ہوئی جو سالانہ عرس کے نام سے خانقاہ قادریہ مہربانیہ اکوڑہ خٹک میں منعقد کرتے تھے۔ (سید عطاء اللہ سوانح وافکار، ص ۲۳، ادارہ تالیفات ختم نبوۃ لاہور)

جب سادات احناف کے نزدیک عرس جائز ہی نہیں بلکہ بدعت ہے تو عطاء اللہ شاہ اس ناجائز و بدعتی کام میں کیا کرنے جاتا تھا، کیا یہ سادات احناف کے فتوی کی دھجیاں بکھیرنا نہیں؟ کہ وہ تو فرمائیں ناجائز ہے بدعت ہے اور عطاء اللہ کہے میں نے اس میں جانا ہے اور تین گھنٹے سے بھی زیادہ اس بدعتی کام کو کرنا ہے واہ وہابیو واہ! تمہاری غیرت کہاں چلی گئی ہے دوسروں پر تو فتوے داغو اور تمہارے اپنے کریں تو ہر طرف سناٹا چھا جائے کیوں؟ کیا سارے فتوے اہل سنت کے لئے ہیں وہابی مولوی سب سے آزاد کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ حنفی ہیں ہی نہیں بلکہ یہ اپنے باپ قتیل بالاکوٹی کی ناجائز اولاد ہیں ان کے لئے سب کچھ روا ہے۔

(۴) وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس عرس جو رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ (امداد المشتاق، ص ۹۲، اسلامی کتب خانہ لاہور)

مزید ایک مقام پر حاجی صاحب کا واقعہ لکھتا ہے:

ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا۔ وہاں عبد اللہ مسند نشین درگاہ صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھے بلوایا اور اپنے کسی مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا۔۔۔ (امداد المشتاق، ص ۱۱۹، اسلامی کتب خانہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے ان مقامات پر اپنی وہابی اسمٰعیلی سوچ کے مطابق حاشیہ چڑھایا ہے لیکن اس کا کیا فائدہ وہابی مولوی ساجد خان نے بزعم خود جو فتاوی سادات احناف کی طرف منسوب کئے ہیں وہ تو حاجی صاحب پر وہابی سوچ کے مطابق لگیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی اشرفعلی تھانوی اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

عرس کے معنی لغت میں شادی کے ہیں اور حاصل شادی کا یہ ہے کہ محب کا محبوب سے وصل ہو۔ پس چونکہ موت ان حضرات کے لئے وصل محبوب ہے اس لئے ان کے (بزرگوں کے) یوم وصال کو یوم العرس کہا جاتا ہے۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ جب کسی مقبول بندہ کی وفات ہوتی ہے اور فرشتے اس کی قبر میں آکر سوال کرتے ہیں تو سوال جواب کے بعد کہتے ہیں نم کنومۃ العروس سوجا جیسے کہ دلہن آرام اور عزت کے ساتھ سوجاتی ہے تو سو وہ دن ان حضرات کے لئے یوم العرس ہوا۔

(شرح احادیث خیر الانام یعنی اشرف الکلام، ص ۶۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جوش تعصب میں اور بغیر موقع محل کے فتوے تو نقل کر دیئے جن کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں لیکن اس کے اپنے ہی ابا تھانوی عرس کو حدیث سے ثابت کر رہا ہے، اب اپنے باپ کو بھی ایک دو فتوی سادات احناف کے دکھائے بلکہ اس کی قبر پر جا کر سنائے تا کہ اس کی سادات احناف کے موقف سے بزعم وہابیہ جہالت دور ہو۔

ابا کے کام اور تھانوی کے کرتوت

تھانوی اپنے باپ کے حوالے سے لکھتا ہے:

یہاں تھانہ بھون میں ایک شاہ ولایت صاحب کا مزار ہے یہ حضرت خواجہ بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں اور اہل وجدان سے معلوم ہوا کہ بہت بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں ان کے مزار پر عرس بھی ہوتا ہے، عرس کے موقع پر والد صاحب بڑے اہتمام سے التزاما کھانا پکوا کر وہاں بھجوایا کرتے تھے۔ (اشرف السوانح، جلد ۳، ۴، ص ۵۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے باپ تھانوی کے باپ کے عرس کے یہ التزامی امور فقہائے احناف سے ثابت کر دے۔

(۵) وہابیوں کا استاذ العلماء مولوی یعقوب نانوتوی لکھتا ہے:

۔۔یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاوے گی کہ بہت سی چیزوں کے اختلاف زمانہ سے حقیقت مختلف ہوجاتی ہے تو بے شک اس کا حکم بھی مختلف ہوجائے گا۔ مثلاً ملفوظات میں اکثر بزرگوں کے تاکید ہے کہ عرسوں کا قائم رکھنا چاہیے تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں عرسوں کی کیا صورت ہوتی تھی یہی صورت جواب ہے یا کچھ اور۔ اور یہ خرابیاں جواب بروئے کار ہیں ان کا کہیں نام ونشان بھی نہ ہوتا تھا۔ (مکتوبات وبیاض یعقوبی، ص ۲۷، دارالاشاعت کراچی)

میں یہاں لمبی چوڑی تقریر کرنے کے بجائے وہابی اسمٰعیلی ساجد سے یہ پوچھتا ہوں کہ وہ کون سا عرس ہے جس کی تاکید اکثر بزرگوں نے کی ہے؟ کیا قرآن وحدیث، صحابہ وسلف سے ثابت نہ ہونے اور سادات احناف کے ناجائز و بدعت کہنے کے باوجود بھی کوئی عرس جائز ہے؟ جو جائز ہے وہی کم از کم پانچ فقہائے احناف سے بحوالہ بیان کیا جائے یا پھر ان تمام بزرگوں پر بھی ناجائز و بدعت کام کے مرتکب ہونے کا فتوی صادر کر کے اپنی وہابی ہوس کو پورا کیا جائے۔

(۶) وہابی مولوی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

(شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ شاہ شیخ سعد اللہ از ناقل) حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا عرس

بڑے تکلف سے کرتے تھے۔(مکاتیب شریفہ حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مقدمہ، ص ۱۰۱، خانقاہ شراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی)

نوٹ: شاہ غلام علی دہلوی کا مقام وہابیت اسمعیلیت میں کیا ہے اس کے لئے وہابی مولوی خان محمد کا شجرہ طریقت دیکھ لیں۔

(۷) وہابی مولوی عبدالجبار سلفی "مولانا دبیر محفل سماع میں" کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

مولانا کرم دین دبیر اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ: ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر دربار گولڑہ شریف جانے کا اتفاق ہوا وہاں کی قوالی میں ایک خاص لطف یہ تھا۔۔۔(احوال دبیر، ص ۱۶۰، ناشر گوشۂ علم لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر اپنی اسی کتاب (جس کی تعریف کے پل وہابی مولوی عبدالجبار سلفی نے باندھے ہیں) میں لکھتے ہیں:

مجھے اب بھی بارہا اعراس بزرگان پر جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔۔۔

مزید لکھتے ہیں:

اس تمام تحقیق اور مدلل بحث جو اوپر کی گئی ہے نتیجہ یہ ہے کہ قوالی اور نعت خوانی جو اعراس بزرگان پر ہوتی ہے بلاشبہ جائز ہے۔(ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۲۲، ۲۴، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان مولانا کرم الدین دبیر کے بارے میں یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے کہ یہ بریلوی تھے۔

اولاً: تو میں اس پر یہ کہوں گا کہ وہابی مولوی اس بات کا اقرار کرے کہ وہ بریلوی تھے پھر دیکھیے گا کہ اس کو اسی کے گھر سے لاتعداد و بے شمار جوتے پڑیں گے کہ اس کی چیخیں دار دیوتک پہنچیں گی۔

ثانیاً: جب خود مولانا دبیر اقرار کر رہے ہیں کہ وہ بارہا عرس میں گئے اور وہاں قوالی میں بھی شریک ہوئے تو سادات احناف کے یہ فتوے جو اس وہابی نے بزعم خود بیان کئے ہیں ان پر بھی لگا دے اور اپنے دعوی کے مطابق ان پر بھی بدعتی اور حنفیت سے خارج ہونے کا فتوی دھر دے۔ وہابی مولوی مر جائے گا اس کی نیّا بیچ سمندر میں غرق ہو جائے گی پر پیر صاحب پر فتوی نہیں لگائے گا۔ نیز وہابی مولوی عبدالجبار سلفی نے بھی یہ حوالہ بیان کر کے کوئی اختلاف نہیں کیا تو وہابیہ کے اصول کے مطابق اس کا بھی یہی موقف ہوا اب دوسروں کو اصول اصول بیان کرنے والے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کریں پھر کسی اور سے کہیں۔

حوالے تو ہمارے پاس بہت ہیں، یہاں ایک، دو اور حوالے بیان کر کے وہابی مولوی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں اگر وہابی مولوی ساجد خان نے ہمارے بیان کردہ حوالوں پر فتوی صادر کر دیا تو اور بھی حوالے بیان کر دوں گا تاکہ وہابیوں میں مزید بدعتیوں کا اضافہ ہو جائے۔

(۸) وہابی مولوی حمید اللہ خان لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل بدعت جو ربیع الاول میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے ہیں یا مزاروں پر عرس کرتے ہیں اگر بدعات اور منکرات سے خالی ہوں تو اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ایسی مجالس بدعات و منکرات سے خالی ہوں تو ایسی مجالس میں شرکت کرنا جائز ہے۔

(ارشاد المفتیین، جلد ۱، ص ۳۹۸، دار النعیم لاہور)

جب نفس عرس ہی جائز نہیں بلکہ بزعم وہابی بدعت ہے تو وہابی مولوی اس میں شرکت کی اجازت دے کر وہابی فتوے سے بدعتی ہوا۔

(۹) وہابی اسمعیلی خلیل احمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

عرس موسی زئی شریف: ایک مرتبہ خواجہ خان محمد نے ارشاد فرمایا: حضرت مولانا حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں میں جب تک قوت تھی، اس وقت تک حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوتے رہے۔ قبلہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن اصحاب الرائے سے عرس کے بارے میں مشورہ لیا، ان میں حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: خواجہ قندھاری نور اللہ مرقدہ المجید اور خواجہ دامانی (قدس سرہ) کا عرس اکٹھا کیا جائے یا الگ الگ کیا جائے؟ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر پانچ نمازیں بیک وقت جمع ہوسکتی ہیں تو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا عرس بھی اکٹھا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا (حسین علی) چونکہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، ان کی بات کو ترجیح دیتے ہوئے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: چونکہ پانچ نمازیں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لیے وہ عرس الگ الگ کیا جائے فلہٰذا خانقاہ احمد یہ سعید یہ، موسی زئی شریف میں اس وقت سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔ (مقامات خواجہ خواجگاں خواجہ خان محمد، ص ۲۳۸، الفتح پبلی کیشنز راولپنڈی)

لیجئے اس اقتباس کو ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار دیکھیے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے اور فتوؤں کو بھی دیکھیے ایک طرف تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہتا ہے کہ "عرس چونکہ قرآن و حدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز و بدعت ہے، سادات احناف بھی یہی کہتے ہیں اور وہابیہ بھی یہی کہتے ہیں" لیکن دوسری طرف بھی دیکھیے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے سستے فتوؤں کا بھاؤ بھی معلوم کیجئے کہ وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی کے پیر حسین علی میں جب تک قوت رہی یہ عرس، اسی عرس میں آجاتا رہا جس پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ناجائز و بدعت ہونے کے فتوے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی حسین علی بدعتی جس طرح اپنے ہی مرید سرفراز گکھڑوی کی فتوے کی زد میں آیا ویسے ہی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو حال اس بیچارے کے ساتھ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس کے مرکر مٹی ہوجانے کے بعد بھی اس سے حنفیت کا جھوٹا لیبل بھی چھین لیا اور اس پر حنفیت کے باغی ہونے کا فتوی بھی دھر کر اس کو حنفیت سے خارج کر دیا۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال آپ خود اسی کے وہابی اسمٰعیلی علماء سے دیکھ چکے۔ کئی ایک وہابی اسمٰعیلی عرس میں باقاعدہ شرکت کرتے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ان سے آنکھیں چرالیں۔ ہم نے بحمد للہ تعالیٰ حوالوں سے ثابت کر دیا ہے لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ان سب پر بھی وہی فتوے لگائے تا کہ اس کا اپنا حنفی ہونا تو معلوم ہو۔

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی تو اس کے منہ کی کالک بن کر اس کے منہ کو سیاہ کر چکا ہے، خود وہابی اسمٰعیلی اور وہی مشائخ ہند جن کو یہ وہابی معتبر و مستند مانتا ہے انہیں سے ہم نے ثابت کر دیا کہ وہ مشائخ عرس اولیاء کے قائل و فاعل تھے، اور انہوں نے ہی اپنی کتابوں میں عرس کا ایسا روشن بیان کیا کہ دار دیو بھی کانپ اٹھا ہے۔ اب آیئے یہ بھی دیکھیے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دلائل میں کیا کیا ہے، وہابی مولوی ساجد خان کے پاس کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں تھی جس سے اس عرس کا رد ہوتا جس کے قائل اہلسنت و جماعت ہیں بلکہ وہ تو خود مشائخ ہند اور وہابیہ سے ثابت ہے، بس ایسے ہی وہابی نے اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی ہے لیکن اندھوں کی طرح بھی ہاتھ پاؤں نہ مار سکا اور جو ذلت اس کے ماتھے لکھی تھی وہ اس کو مل کر ہی رہی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کے حوالوں کا جواب

(۱)اولیا اور شہدا کے مزارات پر سجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا ان پر مسجدیں قائم کرنا عید کی طرح مزرات پر عرس کے نام سے میلے لگانا، **جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں جائز نہیں**۔۔۔(۲) مزید لکھتے ہیں: اولیا اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۱، جمیعۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

قاضی صاحب کا حوالہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی بے بسی پر ایک ایسی دلیل ہے جو سورج سے بھی زیادہ روشن ہے۔

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے تھا کہ اپنے دعوے کے مطابق دلیل دیتا لیکن وہ اس میں بری طرح ناکام رہا وہابی اسمٰعیلی کا دعویٰ یہ ہے کہ **"چونکہ عرس قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں، اس لیے ناجائز وبدعت ہے"**۔قاضی صاحب نے کہیں بھی یہ بات ارشاد نہیں فرمائی وہابی اسمٰعیلی میں اگر غیرت کا کوئی ذرہ ہو تو قاضی صاحب کے حوالے سے ہمیں وہ الفاظ دیکھائے۔

دیوبندی وہابی مولوی کو کھلا چیلنج

ثانیاً: میں وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بعینہ وبلفظہ یہ ثابت کردے کہ جس عرس کو قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ ناجائز فرمارہے ہیں اسی کے جواز کے قائل ہمارے معتبر ومستند علماء ہیں۔حالانکہ میں ماقبل میں ہی اپنے علماء کے اقوال بیان کرچکا ہوں کہ ہمارے نزدیک کون سا عرس جائز ہے اور کون سا ناجائز، اب جس عرس کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور آپ کے خلیفہ ناجائز فرمائیں اسی کو لے کر یہ وہابی دیوبندی عقل کو تین طلاقین دینے والا، جاہل آدمی ہم پر اعتراض کرے، یہ ہے ان کی عقل اور یہ ہے وہابیوں کا انصاف۔

ثالثاً: قاضی صاحب تو جہلاء کے ناجائز کاموں سے مرکب عرس کو ناجائز کہہ رہے ہیں نہ کہ علماء اہل سنت کے بیان کردہ عرس کو۔اگر اس جاہل ونیم پاگل کے نزدیک جہلاء کا عمل اتنا ہی پسندیدہ ہے تو ہمیں بتائے ہمارے پاس بھی بہت حوالے موجود ہیں، ابھی صرف ایک ہی حوالہ بیان کرتا ہوں جس سے وہابی مولوی کی چیخیں دارالعلوم دیوبند تک پہنچیں گی پر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وہابی اسمٰعیلی علماء، تبلیغیوں کی نظر میں

وہابی دیوبندی مولوی فاروق صاحب لکھتے ہیں:

جماعت کے جاہل مقررین اور حامی اپنی اجتماعی تقریروں اور نجی مجلسوں میں اور عام گفتگوؤں میں کہنے لگے کہ علماء ذہنی عیاشی میں مبتلا ہیں۔ یا اللہ ان مدرسوں اور خانقاہوں کو تباہ کردے جیسے انہوں نے دین کو تباہ کیا ہے خدا برا کرے ان لوگوں کا جنہوں نے دین کو مدرسوں اور خانقاہوں میں محدود کردیا ہے۔ہمیں کہنے دیجئے کہ علماء قصور کررہے ہیں یہ دین کے کام کے لئے نہیں نکلتے ملازمتوں کا بہانہ بناتے ہیں۔ان کو خدا پر بھروسہ نہیں۔جب علماء کو باہر نکلنے کی دعوت دیجاتی ہے تو انکو حقوق یاد آنے لگتے ہیں۔یہ علماء مشائخ لوگوں کو رہبانیت کی تعلیم دے رہے ہیں۔ان علماء سے مدرسہ میں بچے پڑھوالو۔فتوے حاصل کرلو۔تقریریں رات بھر کرالو انبیاء علیھم السلام کا جو کام ہے گھر چھوڑ کر چلے لگانا تو یہ ان کے بس کا روگ ہی نہیں۔کام ہم کررہے ہیں۔ہم امیر ہوتے ہیں۔علماء ہمارے بستر ڈھونڈتے ہیں۔علماء تبلیغی جماعت کی ترقی دیکھ کر حسد میں مرے جارہے ہیں۔علماء درحقیقت اپنی پوجا کرانا چاہتے ہیں علما بس پیٹ پال رہے ہیں انڈے اور پراٹھے میں مست ہیں ان کا کام یہ ہے صدقہ، خیرات، زکوۃ چندہ مانگ مانگ کر مدرسوں میں بیٹھ کر حرام

کھائیں۔علماء سوچتے ہیں کہ اگر جماعت کامیاب ہوگئی اور عوام لوگ اس میں شریک ہو گئے تو ہماری خدمت کرنے والے کم ہو جائیں گے،علماء سے تو تبلیغی جماعت ہزار درجہ بہتر ہے اپنا کھاتے ہیں۔اپنے کرایہ سے آتے ہیں۔علماء کو سواری چاہیے کرایہ چاہیے عمدہ عمدہ کھانا چاہیے۔ان کی ناز برداری کیجیے۔تبلیغی جماعت درحقیقت علماء ومبلغین کے منہ پر طمانچہ ہے جو تبلیغ دین کے لئے فرسٹ کلاس سے کم پر سفر نہیں کرتے (یہ تعریض مولانا سید ارشاد احمد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند پر ہے) خانقاہوں میں کچھ نہیں رہ گیا ہے۔خانقاہیں ویران ہیں۔ان میں کتنے لوٹ رہے ہیں،ان میں باہم اختلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔(الکلام المفید فی احکام التبلیغ،حصہ دوم،ص ۵۴۶، ۵۴۷، مکتبہ فاروقیہ اتراؤں الہ آباد)

وہابی تبلیغی مقرر نے وہابی دیوبندی علماء کی جو شان بیان کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے،میں وہابی دیوبندی مولوی ساجد سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے ہی مولوی کا ذکر کردہ اقتباس اپنے علماء کے بارے میں قبول کر پھر ہم پر جہلاء کے عمل کو پیش کر۔

رابعاً: اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان پھر بھی نہیں مانتا تو اس کو مبارک ہو کیوں کہ اس کے کئی آباء بدعتی و ناجائز کام کے مرتکب ٹھہریں گے جیسا کہ ہم حوالے بیان کر چکے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے کا جواب

وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان لکھتا ہے:(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:میں کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو حج کی طرح عید و میلہ بنا دیا تھا۔۔آج بھی مزارات پر عرس کے نام پر یہی میلہ ٹھیلہ ہوتا ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۲،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: ہم نے حوالے بیان کر دیئے ہیں جن میں صراحتاً شاہ ولی للہ محدث دہلوی نے عرس کا بھی بیان فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ عرس کی محافل میں شرکت بھی کی اور عرس کی برکات کا بھی اعتراف کیا۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کتنا بڑا جاہل ہے جس کو یہ ہی معلوم نہیں کہ دلیل دعوے کے مطابق ہوتی ہے،جناب ذلت مآب اندھوں میں کانا راجہ کا مصداق اپنی اس دلیل کا اپنے دعوے کے مطابق ہونا تو ثابت کرے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ عرس ناجائز و بدعت ہے،باقی جو حدیث شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے اس کا مفہوم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فتاوی عزیزی میں اسی جگہ بیان فرمایا ہے جہاں سے اس نے حوالوں کی کانٹ چھانٹ کی ہے۔

ثالثاً: شاہ ولی اللہ کا یہ حوالہ خود اس کے وہابی اسمعیلی آباء کے خلاف ہے وہابی جو بھی جواب دے گا ان کو بچانے کے لئے وہی ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے حوالے کا جواب

وہابی دیوبندی لکھتا ہے:(۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:عرس کے لیے دن کا التزام کرنا جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ صاحب قبر کی وفات کے دن کو عرس کا نام دے کر ہر سال منایا جاتا ہے) بدعت ہے،(ماخوذ فتاویٰ عزیزی فارسی۔ص ۹۸)ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:عرس اگر اس طرح منایا جائے کہ اس دن نئے زرق برق لباس پہن کر مزارات پر قوالیاں کی جائیں،اس دن طواف کیا جائے،رقص وسرور کی محفل منعقد کی جائے تو ایسا عرس اور اس کے یہ سب اُمور حرام وممنوع ہیں۔(ماخوذ فتاوی عزیزی فارسی ص ۳۸) (بریلویت

بمقابلہ حنفیت، ص ۵۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کئی حوالے ہم نے بیان کر دیئے ہیں جن میں شاہ صاحب نے صراحتا عرس کے جواز کو بیان کیا ہے۔

ثانیاً: شاہ صاحب نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ **چونکہ عرس قرآن و حدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز و بدعت ہے۔** اگر کہیں کہا ہے تو دیوبندی حوالہ دے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　یہ وہابی میرے آزمائے ہوئے ہیں

ثالثاً: وہابی دیوبندی ساجد خان اپنے وہابی اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہی والے کام یعنی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کئے ہیں اور اپنے امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے حقیقی آباء یہود کو بھی مات دے دی ہے۔

قارئین! وہابی مولوی نے شاہ صاحب کے حوالے سے لکھا کہ **عرس کے لئے دن کا التزام بدعت ہے۔** لیکن یہ دیکھ کر آپ کو حیرت ہوگی کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کیا مراد لے رہے ہیں اور یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کیا ثابت کر کے دھوکہ دے رہا ہے، چنانچہ وہابی اسمعیلی فتاوی عزیزی کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے۔اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی، یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے۔صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے۔ کہ ملک توران وغیرہ میں مروج ہے۔ **عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہے اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مضایقہ نہیں۔لیکن دعا کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔** (یعنی جائز ہے از ناقل) (فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۷۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

خط کشیدہ الفاظ کو دیکھیں اور وہابی اسمعیلی کا بزعم خود ایمان بھی دیکھیں کہ شاہ صاحب جس چیز کو جائز فرما رہے ہیں یہ جاہل وہابی، عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ناجائز بتلاتا ہے۔ باقی وہابی اسمعیلی نے شاہ صاحب کے حوالے سے جس عرس کے ناجائز ہونے کو بیان کیا ہے اس کو پہلے ثابت تو کرے کہ ہمارے معتبر و مستند اکابرین بعینہ وبلفظہ اس کے قائل ہیں۔

{......مسئلہ نمبر ۷......}

اولیاء ومشائخ کرام کی قبروں پر گنبد اور اہلسنت کا موقف

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک عام مسلمان اور دوسرے علماء، اولیاء ومشائخ کرام جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے، عام مسلمان کی قبر پختہ کرنا یا اس پر کوئی عمارت، قبہ وگنبد بنانے کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا منع ہے۔لیکن علماء اولیاء ومشائخ کی قبر پر لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی، فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، لوگوں کی آسانی اور صاحب قبر کی عظمت کا اظہار کرنے کے لئے قبہ، گنبد وعمارت بنانا جائز ہے۔اس حوالے سے میں پہلے اکابرین اہل سنت کے اقوال بیان کر دیتا ہوں تاکہ ہمارا موقف سامنے آجائے اور پھر وہابی دیوبندی ساجد خان کے دلائل کا بھی علم ہو جائے کہ وہ اپنے اکابرین کی طرح ہوا میں ہی باتیں کرتا رہا ہے یا پھر ہمارے موقف کے خلاف بھی کچھ لکھا ہے، ویسے ہمارا یہ تجربہ ہے کہ ہمارے موقف کا نہیں بلکہ اپنے خیالی واختراعی پلاؤ کا رد کرتا ہے۔

(۱) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ائمہ دین نے مزاراتِ حضرات علماء ومشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین و مستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا، اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۴۱۳، ضافاؤنڈیشن لاہور)

سمجھ دار اور عقل والے کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی یہ دو، تین سطریں ہی کافی ہیں کہ آپ نے سمندر کو کوزے میں بند کر کے مہر لگا دی لیکن وہابی ایسی قوم ہے جس میں عقل نہیں ہوتی جس کی وجہ سے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

(۲) مناظر اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مزارات طیبہ اولیاء کرام پر بنائے قبہ سلف سے ان تک معمول ہے۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے: **وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورهم الناس ویستریحون فیه۔** بے شک سلف نے بزرگوں یعنی علماء و اولیاء کی قبور پر عمارت بنانے کو جائز رکھا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں۔

(العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ، ص ۴۷۷، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۳) مفتی ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مزارات طیبہ اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے قبہ سلف سے اب تک معمول ہیں۔(مزارات پر گنبد، ص ۳۷، مسلم کتابوی لاہور)

(۴، ۵) ابوکلیم محمد صدیق فانی صاحب و مفتی احمد یار خان نعیمی علیہما الرحمۃ لکھتے ہیں:

علماء اور مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے۔۔۔ اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعا جائز ہے۔ (انوار احناف بجواب انصاف، ۲۷۷، مکتبہ قادریہ عالیہ، سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۵۹۶، مکتبہ غوثیہ کراچی)

مذکورہ بالا تمام حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ اہل سنت کے نزدیک اولیاء وعلماء کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔

اولیاء ومشائخ کرام کی قبروں پر گنبد اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) پہلا حوالہ میں آپ کے سامنے اس ہستی کا بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے بارے میں خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے لکھا ہے کہ آپ مشہور ومعروف محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجہ مجددیت پر فائز ہوئے۔ ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظّمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی امام احمد بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبداللہ سندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ قطب الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ تعریف کے پل باندھنے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہی وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی ہے، میں اپنے قارئین سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایک آدمی **"محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول، درجہ مجددیت پر فائز بھی ہو"** اس کی بات کتنی معتبر ہوگی اور جو یہ سب کچھ لکھ رہا ہے وہ ان کی بات کو کتنا مانتا ہوگا، لیکن مقام افسوس ہے کہ وہابی اسمعیلی دوسروں پر تو تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں پر خود ان کی بات نہیں مانتے۔ اور ابھی بھی اس وہابی اسمعیلی سے یہی امید ہے کہ یہ وہابی اس شخصیت کی بات نہیں مانے گا۔ چلیں آپ کو بتا ہی دیتا ہوں اس شخصیت کا نام حضرت علامہ علی قاری الحنفی علیہ الرحمۃ ہے جن کے القابات آپ نے وہابی کے قلم سے دیکھے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا

بالجلوس فیہ۔

سلف نے جائز قرار دیا ہے کہ مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنا دی جائے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس کے نیچے بیٹھ کر آرام حاصل کریں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۱۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۴، ص ۲۶۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

میں اس وہابی اسمٰعیلی سے نہیں کہوں گا کہ ''ہماری نہ مانو علامہ علی قاری کی تو مانو'' کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ اس وہابی مولوی نے کبھی بھی علامہ علی قاری کی نہیں ماننی اور اس کا علامہ علی قاری کی تعریف کے پل باندھنا سوائے دھوکہ کے اور کچھ بھی نہیں، ورنہ میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کے وہ اس وہابی اسمٰعیلی سے کہیں کہ اہل سنت کی نہیں بلکہ جن کی تعریفیں تم نے کیں ہیں ان کی مان لو اور دن رات بدعت بدعت کا جو دھندا شروع کیا ہوا ہے اس کو بند کر دو۔

(۲) دوسرے نمبر پر بھی میں ان کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جن کی تعریف کے پل یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان باندھ چکا ہے، چنانچہ وہابی خود لکھتا ہے کہ:

آپ کا شمار جید محدثین میں ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بوہرہ قوم میں مروج بدعتوں کی اصلاح کی اور اس قوم کے اہلِ سنت و بدعت میں تفریق و امتیاز پیدا کر دیا، انہوں نے ازالہ بدعات اور اس علاقہ کے اہلِ بدعت کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، بالآخر انہی مبتدعین کے ہاتھوں ان کی شہادت واقع ہوئی۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۵، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

یقیناً اللہ کریم کے یہ نیک بندے ان بدعات کا قلع قمع کرنے والے تھے جن کو سرکار دوعالم ﷺ کی شریعت بدعت کہتی ہے، باقی وہابیوں کی اختراعی شریعت اور اس کی مصنوعی بدعات جن سے یہ اللہ والے بھی نہ بچ سکے وہ مراد نہیں ہیں، کتنے بلند ہمت اور ثابت قدم تھے یہ اللہ والے۔ وہابی مولوی ساجد خان نے ان کا نام تو لے لیا ان کی تعریف کے پل تو باندھ دیئے اب اصل امتحان شروع ہوا چاہتا ہے کہ یہ وہابی ان کی بات بھی مانتا ہے یا پھر اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی طرح یہ نعرہ لگاتا ہے ''میں نہ مانوں جو مرضی کر لو''، مجھے یقین کامل ہے یہ وہابی اسمٰعیلی یہی نعرہ لگائے گا اور ایسے بھاگے گا جیسے اس کا بڑا ابا آذان کی آواز سن کر بھاگتا ہے، بہر حال میں آپ کو اس شخصیت کا نام بھی بتا دیتا ہوں اور عقیدہ بھی بتا دیتا ہوں۔ وہ **الشیخ العلامہ ملک المحدثین طاہر صدیقی ہندی حنفی علیہ الرحمۃ ہیں، وہ وہابیت دیوبندیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ۔

سلف نے جائز قرار دیا ہے کہ مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنا دی جائے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس کے نیچے بیٹھ کر آرام حاصل کریں۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۵، ۶۲۸، مکتبہ دار الایمان)

ایک اور مقام پر مزید لکھتے ہیں:

والبناء علیہ بالحجارۃ وما یجری مجراھا او یضرب علیہ بخباء ونحوہ، وکلہ منھی عنہ لعدم الفائدۃ، وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر لیزارھم الناس ویستریحون بالجلوس فیہ۔

اور قبر پر پتھروں یا جو ان کے قائم مقام ہیں ان سے گنبد بنانا یا خیمہ وغیرہ لگانا فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے منع ہے اور سلف نے

مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے کو مباح فرمایا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت حاصل کریں۔

(مجمع بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۱۰، مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ)

قارئین! بحمد للہ اہل سنت کی حقانیت اور ان کے موقف کی تائید ہم نے ان علماء سے بیان کر دی ہے جن کی تعریف اور معتبر ہونے کا اعلان خود وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کر چکا ہے۔ اب دیکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ وہابی احمدی ساجد خان بزعم خود اپنے معتبر علماء کی مانتا ہے یا پھر بھی اپنے اسمٰعیلی اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''میں نہ مانوں جو مرضی کرلو'' کا نعرہ لگاتا ہے۔

(۳) تیسرا حوالہ میں اس شخصیت کا دینا چاہوں گا جس کو وہابی مولوی نے مشائخ ہند میں سے شمار کیا ہے اور ہمارے اور پوری وہابیت کے درمیان ان کو ثالث بنایا ہے۔ میری مراد **شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہیں، آپ بھی وہابیت دیوبندیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

در مطالب المومنین گفته که مباح داشته اندسلف که بنا کرده شود بر قبر مشائخ و علماء مشهور تا زیارتکه زایشا نرامردم و استراحت یابندو نبینند در سایه آن نقل کرده است آنرا از مفاتیح شرح مصابیح و گفته است که دیدم ببجار اقبور که عمارت کرده شده است بخشتها می ترشیده و تجویز کردی آنرا اسمعیل زاهد که از مشاهیر فقهاست۔

مطالب المومنین میں کہا گیا ہے کہ سلف مباح جانتے ہیں کہ مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر قبے تعمیر کئے جائیں تا کہ لوگ زیارت کریں اور ان میں استراحت کریں اور اس کے سایہ میں بیٹھیں اسے مفاتیح شرح مصابیح سے نقل کیا گیا ہے اور کہا کہ میں نے بخارا میں ایسی قبروں کو دیکھا ہے جن کو تراشی ہوئی اینٹوں سے بنایا گیا ہے اور **اسے اسمٰعیل زاہد نے جو مشاہیر فقہاء میں سے ہیں جائز رکھا ہے۔**

(مدارج النبوۃ فارسی، جلد اول، ص ۴۲۰، نوریہ رضویہ لاہور، اردو، جلد ۵۹۰، ضیاء القرآن)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا موقف بھی آپ نے پڑھ لیا اب ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیجئے جس میں شیخ صاحب ہی نے دیوبندیت کو کہیں کا نہیں چھوڑ چنانچہ **شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں:**

"در آخر زمان بجهت اقصار نظر عوام بر ظاهر مصلحت در تعمیر ترویج مشاهد و مقابر مشائخ و عظماء زیده چیزها افزوندتا آنجابیت و شوکت اسلام و اهل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار هند که اعدائے دین از هنود و کفار بسیار امذ۔ و ترویج اعلاء شان این مقامات باعث رعب و انقیاداایشان است و بسیار اعمال و افعال و ادضاع که در زمان سلف از مکروهات بوده اند در آخر زمان از مستحسنات گشته۔"

''آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہٰذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تا کہ مسلمان اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔''

(شرح سفر السعادت، ص۔۔، نوریہ رضویہ لاہور)

یہاں سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا لیکن میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ وہابیت اسمٰعیلیت ایسی قوم ہے جس کو عقل نے ہی تین طلاقیں دے دیں ہیں۔ میں اپنے قارئین سے ضرور کہوں گا کہ اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے ضرور پوچھیں کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی بھی مانو

گے یا اپنے جاہل وہابی اسمٰعیلی اکابرین کے قدموں پر چلتے ہوئے شیخ صاحب سے ہی بھاگ جاؤ گے، اور میرے نزدیک وہابی قوم کے لئے یہی بہتر ہے، ایک اور اقراری حوالہ بھی دیکھ لیں کیونکہ وہابی دیوبندی ''یہ مراد ہے وہ مراد ہے'' کی گردان پڑھنے کا ماہر ہوتا ہے لہٰذا یہ دروازہ بھی بند کر دیتا ہوں۔

''الفضل ما شهدت به الاعداء''

تھانوی کا اقرار شیخ صاحب گنبد بنانے کے قائل

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی کے گرو گھنٹال وہابی اسمٰعیلی مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب اس کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں (یعنی ممدوح کے زمانہ میں) قبور کا پختہ کرنا اوران پر چراغ جلانا کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ پہلے زمانے میں منع تھا۔ کیونکہ وہ حضرات اہل بصیرت تھے اوران کی نظروں میں اولیاء کی قدرومنزلت تھی اور اس زمانہ میں ایسے حضرات بہت کم ہیں اور عوام الناس زیادہ ہیں اور یہ لوگ بغیر ایسی چیزوں کے بزرگوں کی وقعت نہیں کرتے اوران کے فیوض وبرکات سے محروم رہتے ہیں۔ (تقریر ترمذی، ص۹۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کی شہادت ہے اس کے پیارے ابا جان اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ شاہ صاحب کے نزدیک قبر پر قبہ وعمارت بنانا جائز ہے، اب اس وہابی کو چاہیے کہ یا تو توبہ کرے اور فقہاء کے جو حوالے اس نے دیئے ہیں ان کا محمل بیان کرے یا پھر شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ پر بھی وہی بکواس کرے جو یہ اہل سنت پر اپنے آباء کی پیروی کرتے ہوئے کرتا ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی وہابیت اسمعیلیت دکھانے کے لئے یہی کرنا ہے کیونکہ اس کے وہابی اسمٰعیلی آباء پہلے سے ہی بہت کچھ کر چکے ہیں اور جن کو آج یہ ثالث بنا رہا ہے اور پھر خود ہی ان کی نہیں مان رہا اس کے وہابی اسمٰعیلی آباء پہلے سے ہی ان کی ماننے کے بجائے ان کو آنکھیں دیکھا چکے ہیں۔

گنگوہی کا شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر غصّہ

وہابی اسمٰعیلی گنگوہی کو کچھ آتا جاتا تو تھا نہیں بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتا تھا اور اکابرین امت پر بداعتمادی کی وہ فضا برپا کرتا تھا کہ الامان والحفیظ ایک طرف تو وہابیہ اسمعیلیہ کے وہ دعوے اور دوسری طرف احمدی اسمٰعیلی گنگوہی کی یہ لن ترانیاں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام لے کر سوال کیا گیا جناب نے کیا جواب دیا پیش خدمت ہے۔

چنانچہ سوال ہوتا ہے کہ: شیخ عبدالحق نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض مکروہ، حکم مستحب کا رکھتے ہیں چنانچہ مزار اولیاء کا پختہ بنانا جائز ہے، واسطے شوکت اسلام کے۔

وہابی اسمٰعیلی گنگوہی جواب دیتے ہوئے نہیں بلکہ دانت پیستے ہوئے اور اپنے اندر کی بھڑاس نکالتے ہوئے لکھتا ہے:

ایک شیخ عبدالحق کا قول خلاف حدیث وقول فقہاء کے اس بارے میں معتبر نہیں ہوسکتا۔ اگر سو عالم بھی خلاف نص صحیح کے کچھ لکھیں ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص۱۱۰، دارالکتاب لاہور)

اولاً: تو میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے گھر کے وہابیوں سے تو مشائخ ہند کی بات تسلیم کرواؤ پھر ان کو ثالث بنا کر ہم سے بات کرو خود تمہارا اسمٰعیلی گنگوہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر دانت پیس رہا ہے، ان کو حدیث کا مخالف اور فقہاء کا

مخالف ثابت کرر ہا ہے اور تم یہ کہتے ہوئے ان کو ثالث بنا رہے ہو کہ تم ان کی بات مانتے ہو، تم ان کی کیا بات مانتے ہو وہ ان حوالوں نے بتا دیا ہے پہلے خود تو ان کی مان لو پھر ہم سے بھی بات کرلو لیکن تم نے کبھی بھی ان کی نہیں مانی بلکہ اپنے گھر کی وہابی اسمٰعیلی شریعت پر ہی عمل کرنا ہے اور سادات احناف ومشائخ ہند پر فتوے ہی دھرنے ہیں۔

ثانیاً: جناب گنگوہی صاحب کو جھوٹ بولتے کچھ بھی شرم نہیں آتی، آئے بھی کیوں ان کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ۔ جناب یہاں تو کہہ رہے ہیں کہ اگر حدیث صحیح کے مقابل سو علماء بھی آجائیں تو معتبر نہیں جبکہ خود اسی حدیث میں جس میں بناء علی القبر کے بارے میں ہے اسی میں یہ بھی ہے کہ ان یکتب علیہ یعنی سرکار علیہ السلام نے قبر پر لکھنے سے منع فرمایا جبکہ وہابی اسمٰعیلی قوم اس کی اجازت دیتی ہے بلکہ گنگوہی کے دلبر جانی قاسم کو اکھانی کی قبر پر کتبہ لگا ہوا ہے جس میں شیخ الاسلام لکھا ہے، جناب گنگوہی صاحب کو شیخ صاحب تو یاد آ گئے پر اپنے دلبر جانی کی قبر نظر نہ آئی کیونکہ تھے جو اندھے (عقل سے بھی) اور ادھر کے سارے فتوے پانی میں بہا دیئے کیوں؟ ہوسکتا ہے کہ وہابی دیو کچھ تاویل کرنے کی کوشش کرے تو میں کہتا ہوں کہ دیو کو تاویل کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا چاہیے کیونکہ اب جو جوتے پڑیں گے ان سے سر کے بال بھی نہیں رہیں گے۔

(۴) ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیجئے جن کا حوالہ خود وہابی مولوی ساجد خان نے بھی اپنی اسی مزعومہ کتاب میں دیا ہے اور دار العلوم دیو کے مفتی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

بارہویں صدی کے بڑے عالم وزاہد، فقیہ وشاعر صاحب کرامات اور باکمال بزرگ اور مصنف تھے انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، تفسیر، حدیث، فقہ، شعر وادب، تجوید وقراءت وغیرہ مختلف علوم وفنون پر ان کی گرانقدر تالیفات ہیں جن سے ان کے علمی مقام کی بلندی ظاہر ہے ان کی تصانیف قابل اعتبار ہیں موسوعہ فقہیہ میں ہے: **کان فقیھا متبحرا۔** (دار الافتاء دیو بند جواب نمبر ۱۵۰۱۰۱)

اتنے باکمال اور قابل اعتبار کون ہیں جناب وہ علامہ عبد الغنی نابلسی الحنفی علیہ الرحمۃ ہیں جب وہ اتنے معتبر ومستند اور ان کی کتابیں بھی قابل اعتبار ہیں تو ان کا یہ حوالہ وہابیت اسمٰعیلیت اور اس کی جھوٹی حنفیت میں ایسی کیل ٹھونکے گا کہ اس کی تکلیف سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے قبر والے بھی کانپ جائیں گے اور وہیں عذاب شدید میں کہیں گے ہائے ہماری جھوٹی حنفیت اور بدعت بدعت کے فتوے ہمارے تو کام نہ آئے بلکہ ہماری ذریت کے لئے بھی ذلت کا سبب بنے۔ بہرحال **علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:**

ومنه تعظیمهم بناء القباب علی قبورهم وعمل التوابیت لهم ومن الخشب حتی لا تحتقرهم العامة من الناس وإن کان ذلك بدعة فهی بدعة حسنة۔

اولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی قبروں پر گنبد بنانا اور ان کے لئے اعلیٰ قسم کی لکڑی کے تابوت بنانا تاکہ عوام الناس ان کو بے ادبی کی نگاہ سے نہ دیکھیں یہ بھی ان کی تعظیم ہی ہے اگرچہ یہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ یعنی اچھی بدعت ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

فی جامع الفتاوی فی البناء علی القبر و قیل لایکره اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔۔

جامع الفتاوی میں قبر پر قبہ (یعنی گنبد وغیرہ) بنانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ میت مشائخ، علماء اور سادات کرام رحمہم اللہ السلام کی ہو تو ان کی تعظیم کے لیے قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ (کشف النور عن اصحاب القبور عربی، ص ۴۴، دار الآثار الاسلامیہ، مترجم،

ص ۸۵، مکتبہ المدینہ)

اس حوالے نے وہابیت کی سسکتی ہوئی روحِ بد کو اس کے انجام تک پہنچا دیا ہے، جواب اپنے پرانے فن پر اترے گی، لیکن مانے گی نہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جن کے بارے میں دار العلوم دیو کے مفتی اقرار کر رہے ہیں کہ یہ فقیہ ہیں تو کیا ان کی بھی بات کا اعتبار نہیں ہوگا اور وہابیت اسمعیلیت جس طرح پہلے ایک ٹانگ پر کھڑی تھی اب بھی اسی پر کھڑی رہے گی۔ ہمارے نزدیک تو یہی ہے کہ وہابیت اسمعیلیت نے نہیں ماننا کیونکہ اگر وہ بزرگوں کی بات مان لے گی تو اس کی وہابیت نہیں بچے گی اور اس کو وہابیت اسمعیلیت ہی پیاری اگر سب اکابرین امت کو داؤ پر لگانا پڑے یہ لگا دے گی اور وہابیت اسمعیلیت نہیں چھوڑے گی۔

(۵) ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیں یہ وہ شخصیت ہیں جن کے حوالے اس جاہل وخان وہابی ملاں نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں اور پوری وہابی قوم تقریباً ان کی تعریفوں کے پل باندھتی ہے اور ایک دیوخانی ملا انور شاہ کشمیری (جو کہتا تھا میں نے حنفیت میں زندگی ضائع کر دی مکمل حوالہ گزر چکا ہے) نے ان کو فتاوی عالمگیری پر ترجیح دی اور لکھا کہ:

اعتماد اسی پر ہے جو عینی نے فرمایا کیونکہ ان کا مرتبہ عالمگیری سے زیادہ ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حالانکہ وہابیت کہتی ہے کہ فتاوی عالمگیری پر ۵۰۰ علمائے احناف کا اجماع ہے، اتنی بڑی شخصیت کہ جو ۵۰۰ علماء پر بھاری ہو اس کا حوالہ کتنا معتبر ہوگا لیکن وہابیت کی قسمت میں "ماننا" کہاں ہے؟ وہابیت دیوبندیت کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جو پہلے خربوزوں پر موتتا گیا اور جب بھوک لگی تو کھانے لگ گیا۔ بہر حال اس شخصیت سے مراد **علامہ بدر الدین عینی ہیں، آپ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:**

وھی الاشارۃ الی ان ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت فقط جاز فلانہ یقول: اذا کان علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباھاۃ جاز۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قبر پر خیمہ وغیرہ لگانا اگر کسی صحیح غرض کے لئے ہو اور فخر یہ ارادے سے نہ ہو تو جائز ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۸، ص ۲۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہوسکتا ہے کہ اس حوالے پر وہابی دیوبندی ملا کچھ اپنے اکابرین والی گندی حرکتیں کرے، میں پہلے سے ہی اس کا منہ بند کر دیتا ہوں اور وہ بھی اس کے حوالے سے جن کا مقام وہابیت میں ناقابل بیان ہے یعنی وہابی مولوی انور شاہ لکھتا ہے کہ:

علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر پر خیمہ لگانا اگر کسی صحیح غرض سے ہو مثلاً لوگوں کے لئے سایہ کے واسطے ہو تو جائز ہے، اور صرف میت کے لئے سایہ کی نیت ہو تو جائز نہیں۔ (انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۶) ایک اور حوالہ بھی قبول کیجئے اور یہ وہ شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی نے کئی ایک مسائل میں ان سے تائید حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اور دیگر وہابی بھی ان کو مانتے ہیں جس طرح کا بھی مانتے ہیں وہ ہیں **علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمۃ وہ لکھتے ہیں:**

وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لکن ھذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفی۔۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب میت مشائخ وعلماء اور سادات میں سے ہو تو ان کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ موقوفہ قبرستان میں نہ ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۳، ص ۱۷۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

خط کشیدہ الفاظ کو یاد کرلیں کیونکہ یہ وہابیت کی تاویلاتی قبروں کو مزید گہرا کرنے والا ہے باقی یہ حوالہ معتبر ہے جس کا حوالہ آگے ہی وہابی گلابی مولوی عزیز الرحمن کے فتاوی سے آرہا ہے اور مزید اس پر وہابی بھینگے ملا نجیب کے اعتراضات کے لئے ہماری آنے والی کتاب ''جاء الحق پر وہابی اسمٰعیلی اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی علامہ شامی کے حوالے سے لکھتا ہے:

ذكر العلامة الشامي في المجلد الخامس في كتاب اللقطة ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع كبناء القباب على قبور الاولياء تعظيما لهم في اعين الزائرين۔

علامہ شامی نے فتاوی شامی کی پانچویں جلد میں کتاب اللقطۃ میں ذکر کیا ہے کہ وہ اچھی بدعت جو مقصود شرع کے موافق ہو جیسا کہ اولیاء کی قبور پر گنبد بنانا لوگوں کی آنکھوں میں ان کی تعظیم کی وجہ سے۔ (البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر، ص ۱۴۴، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۱۵۶، مکتبہ الحقیقہ استنبول)

لیجئے! اب تو مسئلہ بالکل صاف ہو گیا خود وہابی اسمٰعیلی نے ہی تسلیم کر لیا کہ علامہ شامی کے نزدیک بھی قبور اولیاء پر گنبد وغیرہ بنانا درست ہے۔

(۷) العلامہ عبد القادر الرافعی الحنفی لکھتے ہیں:

قال الشيخ عبد الغني النابلسي في كشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته: ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة. فبناء القباب على قبور العلماء و الاولياء و الصلحاء و وضع الستور و العمائم و الثياب على قبورهم امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم في اعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر۔

شیخ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اچھی بدعت جو مقصود شرع کے موافق ہو اس کو سنت کہا جاتا ہے تو علماء، اولیاء اور مشائخ کی قبور پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر چادر وغیرہ رکھنا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ہو تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

(تقریرات الرافعی علی ردالمحتار، جلد اول، ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۸) المحدث الفقیہ ابن الملک الرومی الحنفی المتوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

وقد اباح السلف البناء على قبور العلماء المشهورين و المشائخ المعظمين ليزورها الناس و يستريحوا اليها بالجلوس۔

سلف نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے کو مباح فرمایا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت حاصل کریں۔ (شرح مصابیح السنۃ، جلد ۲، ص ۳۶۵، ادارۃ الثقافۃ الاسلامیۃ)

(۹)علامہ اسمعیل حقی حنفی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

فبناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء و وضع الستور و العمائم و الثیاب علی قبورهم امر جائز۔

اولیاءاللہ کی قبور پر گنبد بنانا چادریں اور عمامے وغیرہ رکھنا جائز ہے۔(تفسیر روح البیان، جلد ۳،ص ۵۱۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱۰)الشیخ یوسف بن عبدالجلیل الموصلی الحنفی لکھتے ہیں:

ومن تعظیمهم بناء القباب علی قبورهم....و ان کان بدعة فهی بدعة حسنة....قال فی جامع الفتاوی فی البناء علی القبر و قیل :لا یکره اذا کان المیت من المشائخ و العلماء و السادات۔و فی تنویر الابصار : ولا یرفع بناء علی القبر،وقیل: لاباس به وهو المختار۔

اوراولیاءاللہ کی تعظیم میں سے ان کی قبور پر گنبد بنانا بھی ہے اگرچہ یہ بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے اور جامع الفتاوی میں قبروں پر گنبد بنانے کے بارے میں فرمایا: اور ایک قول یہ ہے کہ جب میت مشائخ،علماء اور سادات میں سے ہو تو گنبد بنانا مکروہ نہیں ہے اور تنویرالابصار میں ہے قبر پر گنبد وغیرہ نہ بنایا جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے۔

(الانتصار للاولیاء الاخیار،ص ۶۳ ۴،دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱)مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی صاحب قمر الاقمار لکھتے ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلاف نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر قبہ بنانا جائز قرار دیا ہے اس سے زائرین کو آرام ملے گا اور اس کے سائے میں وہ بیٹھیں گے،مفاتیح شرح مصابیح اس کو اسمعیل زاہد نے بھی مشہور فقہاء میں ہیں جائز قرار دیا ہے۔(نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن مترجم ص ۵۰،مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(۱۲)شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ۔۔۔نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے لئے قبر اور عاقبت خانہ حضرت شیخ ابو اسحاق شیرازی کے مزار کے جوار میں بنالیا تھا اور اس کے اوپر ایک قبہ بھی تعمیر کرالیا تھا،چنانچہ اسی جگہ دفن کیے گئے۔(بستان المحدثین،ص ۳۰۱،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۱۳) کشف الغطاء میں لکھا ہے:

اگر غرضے صحیح داشته باشد' در اں باک نیست بآں چنانکه در بنائے قبر به نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راه و نحو آں گفته اند، کذایفهم من شرح الشیخ۔

اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اراس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے۔۔شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔

مزید لکھا ہے:

درمطالب المومنین گفته که مباح کرده اند سلف بناء رابر قبر مشائخ علمائے مشهور تامردم زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و درمدینه مطهره بنائے قبها بر قبور

اصحاب در زمان پیش کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشدو بر مرقدِ منور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔

مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔ (کشف الغطاء، باب دفن میّت، ص ۵۵، مطبع احمدی دہلی، بحوالہ فتاوی رضویہ)

نوٹ: ساجد خان نے اپنی مزعومہ کتاب میں کشف الغطاء کے حوالے دیئے ہیں اور گنگوہی تو ان کو شیخ الاسلام مانتا ہے۔

(۱۴) ممدوح وہابیہ علامہ عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میں نے باتباع اخی المعظم عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ مکروہ تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے ورنہ عام علماء واکابر نے قبور صلحاء پر قبہ بنانا مستحسن لکھا ہے۔ فقہاء کی عبارت میں یا مجتہدین کے ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہے اور تخصیص کسی کی نہیں ہے حالانکہ نصوص فقہی اکثر مطلق بولے جاتے ہیں۔ مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اس کی تخصیص اور قید ظاہر کر دی جاتی ہے چنانچہ احکامات مطلقہ کی قید بھی فقہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوفہ یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان کے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ ان پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جو لوگ آتے ہیں ان کو راحت ہو لوگوں کی نظروں میں عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو وغیرہ ذالک۔

(زیارات قبور اور مزارات پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت، ص، ۱۰۰، سیالوی پبلی کیشنز لاہور)

نوٹ: علامہ صاحب کا مقام وہابیہ کے نزدیک کیا ہے وہ ہم ماقبل بیان کر چکے ہیں۔

(۱۵) علامہ مظہر الدین الحسین بن محمود الکوفی الحنفی (المتوفی ۷۲۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقد اباح السلف ان يبنى على قبر المشايخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريح الناس بالجلوس فى البناء.....

سلف نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے کو مباح فرمایا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت حاصل کریں۔۔۔ (المفاتیح فی شرح المصابیح، جلد ۲، ص ۴۴۷، دار النوادر قطر)

قبر پر عمارت بنانے کے حوالے سے سادات احناف کا مختار مذہب:

وہابیہ اسمعیلیہ اولیاء ومشائخ کی قبور پر گنبد بنانے پر فتوے لگا رہے ہیں اور ایسے چیخ رہے ہیں جیسے ان کا بڑا ابا ان سے جدا ہو گیا، وہابیہ اسمعیلیہ تسلی رکھیں ان کا بڑا ابا ان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا لیکن سادات احناف کس کس چیز کی اجازت دیتے ہیں میں وہ بھی مزید بیان کر دیتا ہوں اور وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ ادھر بھی ایک دو فتوے دھر دو اور ان کو بھی سادات احناف ومشائخ ہند کی گردان سناؤ۔

(۱) اسی طرح علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ولا يرفع عليه بناء. وقيل: لا بأس به. وهو المختار...

قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳،

ص ۱۷۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں:

ولا یرفع علیہ بناء. وقیل: لا بأس بہ. وھو المختار...

قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔

(کشف النور عن اصحاب القبور عربی، ص ۴۵، دار الآثار الاسلامیہ)

(۳) علامہ طحطاوی حنفی حاشیہ الطحطاوی میں لکھتے ہیں:

وقد اعتاد اھل المصر وضع الاحجار حفظ للقبور عن الاندراس ا النبش و لا باس بہ و فی الدر ولا یجصص و لا یطین ولا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس بہ ھو المختار۔

مصر کے لوگ قبر پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں، تا کہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو کچ نہ کی جاوے نہ کھگل کی جائے اور نہ اس پر عمارت بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی، ص ۶۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ صاحب اپنے ایک اور حاشیہ میں مزید فرماتے ہیں:

قولہ (وقیل لا باس بہ) ینبغی تقیید الجواز علی ھذا القول بما اذا کان من مال حلال، ولم یقصد بہ الزینۃ والتفاخر۔

اور ان کا قول (اور کہا گیا ہے کہ قبر پر عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں) اس قول پر جواز کو مقید کرنا مناسب ہے اس کے ساتھ جب عمارت مال حلال سے بنائی جائے اور اس سے مقصود زینت و تفاخر نہ ہو۔ (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳، ص ۱۲۱، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

الحمدللہ علامہ طحطاوی نے اپنے اس قول میں اہلسنت کی ایسی تائید کی کہ دیوبندیت مرکر مٹی میں مل گئی مزید وضاحت بعد میں کی جاتی ہے۔

(۴) علامہ عبدالغنی دمشقی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یجصص و لا یطین ولا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس بہ ھو المختار

(اللباب فی شرح الکتاب، جلد اول، ص ۱۳۲، المکتبۃ العلمیہ بیروت)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سادات احناف کے نزدیک مختار قول کے مطابق قبور اولیاء پر عمارت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ باقی رہا درمختار کی عبارت پر بھینگے ملا نجیب اللہ کا اعتراض تو اس کا جواب ہماری آنے والی کتاب ''جاء الحق پر وہابی اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کا دعویٰ

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کہتے ہیں کہ قبروں پر مزارات بنانا، قبروں کو پختہ کرنا ان پر گنبد بنانا جائز نہیں، ان کی پیروی میں اہل سنت احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۳، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بھنگ پی جب نشہ چڑھا تو یہ دعوی کر دیا کہ سادات احناف کے نزدیک اولیاء کی قبور پر گنبد بنانا جائز نہیں، اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ دعوی سادات احناف کی پیروی میں نہیں بلکہ اپنے عیار، مکار اور دھوکہ باز اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے کیا ہے اور اس نے یہاں بھی انہی کی طرح عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے، ہم ہر قبر پر گنبد وغیرہ بنانے کے قائل نہیں جیسا کہ ہم نے اپنے علماء کے اقوال بیان کر دیئے ہیں۔ ہاں ہم اولیاء و علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانے کے قائل ہیں اس جاہل نے یہاں دھوکہ دینے کے لئے مطلق قبر کا لکھا، کیونکہ اگر یہ دعوی اسی طرح لکھتا جس کے ہم قائل ہیں۔ تو جب دلائل کی باری آتی تو یہ بھی قاسم نانوتوی کی طرح کوئی چارپائی تلاش کرنے کے بعد گنگوہی جیسے کو بلاتا پر دلیل پھر بھی نہ ملتی، لہٰذا دعوے میں ہی دھوکہ دہی سے کام لیا۔ بحمد اللہ ہم نے اولیاء اللہ کی قبور پر گنبد بنانے کے حوالے سے ماقبل میں سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف بیان کر دیا ہے اور ان علماء کے حوالے دیئے ہیں جن کا نام اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے استعمال کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، یہ جاہل بلکہ اجہل وہابی سادات احناف اور مشائخ ہند کا نام تو لے رہا ہے لیکن فتوے اپنے وہابی آباء کے ٹھوک رہا ہے۔ سادات احناف کے حوالے آپ پڑھ چکے ہیں اور آپ کو علم ہو گیا ہو گا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس دعوی میں کتنا سچا ہے۔

قارئین! مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی کو سکھایا ہی یہی جاتا ہے کہ اپنی کتابوں اور اپنے وہابی اسمٰعیلی علماء کے اقوال کو کبھی بھی نہیں پڑھنا، کیونکہ اگر وہ اپنے ہی وہابیوں کے اقوال دیکھ لے گا تو کبھی بھی اس طرح کی گندی حرکتیں نہیں کرے گا، جیسی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کیں ہیں، میرے علم کے مطابق وہابی احمدی اسمٰعیلی ساجد خان بہت بڑا جاہل ہی نہیں بلکہ اجہلوں کا پیروکار اور جاہلوں کا استاذ ہے، یہ بھی اپنے رئیس المحرفین گکھڑوی کی طرح بڑے بڑے دعوے ہانکتا ہے لیکن اپنے ہی علماء کی کتابوں سے جاہل ہے، اس جاہل نے علماء احناف کے حوالے سے جو دعوی کیا اس کا حال آپ دیکھ چکے کہ اس میں کتنی صداقت ہے، ہم نے کئی علماء احناف کے حوالے پیش کر کے اس پیدائشی علمی یتیمی اور حالیہ اجہل کی جہالت کو دور کیا ہے لیکن اپنے بارے میں اس نے کتنی ہٹ دھرمی کے ساتھ کہا کہ **"ہم علماء احناف کی پیروی میں یہ کہتے ہیں"** اس بے حیاء آدمی کو کچھ حیاء کرنی چاہیے تھی لیکن جس کے اکابر ہی ایسے ہوں وہ خود کیسا ہو گا، بہرحال اب آیئے ہم اس وہابی مولوی کے اس دعوے کی حقیقت خود اس کے گھر کی وہابی شریعت سے بھی دکھا دیتے ہیں۔

(۱) وہابیوں اسمٰعیلیوں کا سب سے معتبر و مستند فتاوی "فتاوی دار العلوم دیوبند" میں وہابی مولوی عزیز الرحمن لکھتا ہے کہ:

اور علامہ شامی نے نقل کیا ہے **وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ و العلماء و السادات** الخ لیکن قبور کے انہدام کا حکم فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں نہیں کیا اور بعض آثار سے ثبوت قبہ کا معلوم ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کی قبر پر پہنچے اور وہاں دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قبہ کا حکم نہیں فرمایا لہٰذا یہ فعل انہدام قبات کا جس نے کیا اچھا نہ کیا اور قبر پر کوئی علامت رکھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ **کما ورد فی الصحاح**۔ اور اثر حضرت عمر سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں بھی وجود قبہ تھا۔ والتفصیل فی کتب السیر۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، جلد ۵ ص ۳۹۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

اب وہابی دیوبندی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ادھر بھی کچھ برسے اور اپنوں پر بھی کچھ بھنوریں ٹیڑھی کرے اور ان کو بھی کچھ علماء احناف کا موقف بتائے، اور ادھر بھی دو چار فتوے بدعت بدعت اور عزیز الرحمن بدعتی بدعتی کے لگائے، ہاں حضرت عمر فاروق اعظم پر بھونکنے کی ہم اجازت نہ دیں گے، جن کے فعل و اثر سے اس وہابی عزیز الرحمن نے استدلال کیا ہے، بس ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ یہ اجہل آدمی اپنے اس مفتی پر بھی سارے فتوے لگائے لیکن آپ یقین کریں کہ اب کی چار نسلیں آگے والی بھی مر جائیں گی پر لب پر بدعت و

بدعتی کے الفاظ نہیں آئیں گے، اور نہ ہی احناف احناف کا دعویٰ ہوگا، اور نہ ہی احناف کی پیروی میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کا نعرہ ہوگا، کیونکہ وہ سب کچھ تو علماء اہل سنت اور احناف کے حقیقی ورثاء کے لئے ہے اور جن کی ہڈیاں بیچ کر یہ اپنے گھر کا خرچہ چلاتا ہے ان پر ایک لفظ بھی ممکن ہی نہیں۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی مولوی رشید احمد کوا کھانی اور محمود الحسن کا خلیفہ وہابی سہول بھاگلپوری وہابیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ثانی باب دفن المیت الفصل الاول ص ۳۷۲ میں ہے: **وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه۔**

اس سے معلوم ہوا کہ زائرین کی راحت کے لئے اگر مقدسین اسلام کی قبر پر قبہ بنا دیا جائے تو مباح ہے۔ (فتاوی سہولیہ، ص ۵۹۶، ناشر دار السہول نارتھ ناظم آباد کراچی)

قارئین! اس حوالے کو دیکھ کر وہابی مولوی ساجد خان کو کچھ بھی شرم نہیں آئے گی کیونکہ وہ اپنی شرم دار العلوم دیوبند کی چارپائی کے نیچے دفن کر چکا ہے۔ لیکن دیگر وہابی شاید کچھ شرم کریں اور بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے نعرے میں اپنے اس مولوی سمیت علامہ علی قاری کو بھی شامل کریں گے ورنہ چلو بھر پانی میں ضرور ڈوب مریں گے۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی مولوی انور شاہ لکھتا ہے:

علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر پر خیمہ لگانا اگر کسی صحیح غرض سے ہو مثلاً لوگوں کے لئے سایہ کے واسطے ہو تو جائز ہے، اور صرف میت کے لئے سایہ کی نیت ہو تو جائز نہیں۔ (انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ حوالہ وہابی دیوبندی علماء کے اس اصول کے مطابق ہے جو وہ دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسمٰعیلیوں کا رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

جب کوئی مصنف کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔
(تفریح الخواطر، ص ۲۹، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

وہابی گکھڑوی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اُصولِ تصنیف کے پیش نظر جب کوئی شخص اپنے کسی بیان کی تائید میں کسی دوسرے کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کے کسی جز سے اختلاف نہیں کرتا تو لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ کامل اتفاق رکھتا ہے۔ (راہ ہدایت، ص ۱۳۸، مکتبہ صفدریہ)

وہابی مولوی عالم صفدر لکھتا ہے:

جب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس تعریف کو نقل کر کے اس کی تردید نہیں کی تو گویا انہوں نے بھی تسلیم کیا کہ تقلید کی یہی تعریف ہے۔ (فتوحات صفدر، جلد ۲، ص ۸۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی انور شاہ نے علامہ عینی کا حوالہ نقل کیا ہے اور اس کی تردید نہیں کی تو وہابی عالم صفدر کے اصول کے مطابق اس کا بھی یہی نظریہ ہے۔ بہرحال وہابی اسمٰعیلی مولوی عزیز الرحمن نے فتاوی شامی کا حوالہ دے کر کئی وہابیوں اسمٰعیلیوں کا منہ کالا کیا اور باقی وہابی سہول نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی کتاب مرقاۃ کا نام، جلد، باب اور فصل تک لکھ کر بالعموم تمام وہابیوں کا اور بالخصوص وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد کا ایسا منہ کالا کیا کہ بیچارہ باقی زندگی ایسا ہی منہ لے کر پھرے گا، مزید اس میں پختگی کا کام انور شاہ نے کیا، اب وہابیت کی

کمر کے ساتھ ساتھ اس کے دعوے کی کمر بھی ٹوٹ چکی ہے۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی محمد رفیق لکھتا ہے:

بعض علماء کے نزدیک مشائخ وعلماء وسادات کی قبروں پر قبہ یا مکان بنانا بلا کراہت جائز ہے۔لیکن صحیح یہ ہے کہ۔۔(شفاء الارواح شرح نور الایضاح ،ص ۳۳۵، ناشر مدرسہ رحمانیہ سورت)

(۵) اسی طرح وہابی اسمٰعیلی مولوی وسیم احمد لکھتا ہے:

قبر پر تعمیر وغیرہ بنانا بغرض زینت شرعاً جائز نہیں۔۔۔نوٹ جن فقہی عبارتوں سے اس سلسلہ میں کچھ نرم باتیں لکھی گئی ہیں۔۔۔

(انوار الایضاح شرح نور الایضاح ،ص ۵۵۲، دار الاشاعت کراچی)

یہ حوالے دینے کا مقصد فقط اتنا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ان تمام علماء کے نام بتائے جو قبروں پر بلا کراہت قبہ بنانے کو جائز کہتے ہیں یا جن فقہی عبارات میں نرم باتیں ہیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتائے کہ وہ نرم باتیں کیا ہیں؟ تا کہ قارئین بھی دیکھیں کہ وہابیت اسمٰعیلیت جو احناف احناف کی رٹ لگا رہی ہے اس میں وہ کتنی سچی ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہابیت اسمٰعیلیت کل بھی جھوٹی تھی اور آج بھی جھوٹی ہے اور میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ وہابی مولوی ساجد خان زہر کا پیالہ تو پی سکتا ہے پر ان علماء احناف کے نام یا ان کی فقہی عبارات بتا نہیں سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر طرف سے ٹھکائی وہابیت اسمٰعیلیت ہی کی ہوگی۔

وہابی اسمٰعیلی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب میں علامہ شیخ زاہد الکوثری لکھتے ہیں:

ولو كان بناء القباب على القبور بدعة منكرة ما اقرت الامة ذلك من صدر الاسلام الى اليوم، ومن انكر انما انكر ذلك في المقابر المسبلة...

اگر قبور پر گنبد بنانا بدعت سیئہ ہوتی تو اول اسلام سے آج تک امت اس کو برقرار نہ رکھتی اور جس نے انکار کیا تو اس نے اس گنبد کا انکار کیا جو وقف قبرستان میں بنایا جائے۔ (مقالات الکوثری، ۳۲۵، المکتبۃ المعروفہ کوئٹہ)

نوٹ: یہ حوالہ یہاں دینے کی وجہ وہابی اسمٰعیلی یوسف بنوری کا اس کتاب کی تصدیق کرنا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب نے وہابی دیوبندی ساجد خان کی ساری عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کھول کر رکھ دی اور اس بات کا ببانگ دہل اعلان کیا کہ مزارات پر گنبد بنانا جائز ہیں اور سلفاً خلفاً امت محمدیہ نے ان کو باقی رکھا اور جن فقہاء نے منع کیا ہے وہ وہاں ہیں جہاں وقف کے قبرستان میں گنبد بنایا جائے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی کی مصدقہ کتاب میں ہی اپنا منہ دیکھ لے تا کہ اس کو اپنی کتاب اور اس میں موجود عیاری ومکاری صاف صاف نظر آئے اور جو دلائل اس نے بزعم خود دیئے ہیں ان کا جواب بھی مل جائے۔

وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

کبیری، بحر الرائق اور بدائع الصنائع کی عبارات کا جواب

علامہ حلبی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔**علامہ ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:** اور قبروں پر یہ عمارت نہ بنائی جائے۔فقہا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند عمارت ہے جو ہمارے یہاں شہروں میں قبروں پر بنائی جاتی ہے؟ **علامہ علاء الدین ابوبکر ابن مسعود الکاسانی**

الحنفی رحمہ اللہ علیہ المتوفی ۷۸۵ھ لکھتے ہیں: امام صاحب رحمہ اللہ علیہ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ فرمایا اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں گچ کرو نہ اس پر عمارت بناؤ اور نہ اس پر بیٹھو نہ ہی کچھ لکھو۔ اس لیے کہ یہ سب زینت میں سے ہے۔ اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس میں مال کا بلا فائدہ ضیاع بھی ہے اس لیے بھی مکروہ ہے اور قبر پر اس سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالنا بھی عمارت بنانے کے مترادف ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۴، جمعیۃ وہابیہ)

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جیسا دعوی میں دھوکہ دہی سے کام لیا تھا اور اسی لئے لیا تھا کہ چند اوراق سیاہ کرنے میں وہ کامیاب ہو جائے اب دلائل میں بھی وہی کیا کہ جاہل وہابی اسمعیلی ساجد خان اوراق تو سیاہ کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن ہمارے دعوے کا رد نہ اس کے آباء سے ہو سکا اور نہ ہی وہ کر سکا، ان میں سے کسی ایک عبارت میں بھی یہ نہیں ہے کہ اولیاء کرام کی قبور پر گنبد یا عمارت بنانا ناجائز ہے، منع ہے بلکہ ان عبارات کا مفہوم فقط اتنا ہے کہ جہاں فائدہ نہ ہو وہاں گنبد بنانا درست نہیں اور یہی ہم کہتے ہیں، یعنی جو ہمارے دلائل ہیں یہ جاہل وہابی انہی کو ہمارے خلاف پیش کر رہا ہے یہ ہے وہابیت اور اس کی عقل۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت کا جواب

قبر پر (کسی بھی قسم کی عمارت کی) بناء کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد پتھر سے بنانا اس جیسی اور بنانا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خیمہ بنانا یا اس میں اور کچھ اور یہ بھی مکرہ اور شریعت میں اس سے روکا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج۱ص ۶۹۲) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی نے شیخ صاحب کی اس عبارت سے بھی اپنا آبائی کام دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ شیخ صاحب نے اس عبارت میں کہیں بھی نہیں کہا کہ اولیاء کرام کی قبور پر گنبد بنانا منع ہے اگر کہیں کہا ہے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان چشمہ لگا کر دیکھ کر نشاندھی کرے لیکن یہ اس سے نہیں ہوگا کیونکہ ہم ماقبل میں شیخ صاحب کی عبارات نقل کر چکے ہیں جن میں شیخ صاحب نے اولیاء کرام کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دیتے ہیں، اور خود وہابیہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ شیخ صاحب اولیاء کرام کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں (یعنی ممدوح کے زمانہ میں) قبور کا پختہ کرنا اور ان پر چراغ جلانا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (تقریر ترمذی، ص ۹۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نوٹ: یہ حوالہ ہم ماقبل میں مکمل بیان کر چکے ہیں۔

اب وہابی مولوی ساجد خان کو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اپنی ان حرکتوں سے باز آنا چاہیے لیکن بے حیاء کو شرم کہاں آئے گی اور وہابی پیدائشی ایسا ہی ہوتا ہے۔

علامہ علی قاری کی عبارت اور وہابی ساجد کی خیانت

علامہ توریشتی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر پتھر سے یا اس کی مثل کسی اور چیز سے بنا کر لیا اور دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ بنائے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں اس لیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے اندھے باپ گنگوہی کی طرح مکمل حوالہ دیکھنے سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو دیکھتا ہے اور نقل کرتا ہے وہ

بھی اپنے اجہل باپوں کی طرح جہالت دکھانے کے لئے۔

قارئین! اس وہابی نے علامہ علی قاری کی جتنی عبارت نقل کی ہے وہ بھی ہمارے خلاف نہیں۔

اولاً: اس میں اولیاء کرام کی قبور کا کوئی ذکر نہیں بلکہ عام قبور کی بات ہے جہاں عمارت بنانا ہمارے نزدیک بھی درست نہیں۔

ثانیاً: اس میں واضح لکھا ہے "**کلاهما منهی لعدم الفائدة فیه**" یہ منع ہے فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے، اسی عبارت سے ثابت ہوا کہ جہاں فائدہ ہو وہاں منع نہیں اور اولیاء کرام کی قبور میں فائدہ ہی فائدہ ہے جیسا کے ہم ماقبل سادات احناف کے حوالے بیان کر چکے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ علی قاری کی اس عبارت کے ساتھ متصل عبارت بھی لکھ دیتا تو اپنے یہودی آباء کی یہودیت پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا جناب ذلت مآب نے آگے کی عبارت کو ہضم کر کے اس پیروی کا حق ادا کر دیا ہے لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ علامہ علی قاری نے آگے کیا لکھا ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قلت: فیستفاد منه انه کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها، فلا یکون منهیة۔

میں کہتا ہوں کہ خیمہ فائدے کے لئے ہو مثلاً قاری حضرات اس کے نیچے بیٹھ کر تلاوت کریں تو یہ منع نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۱۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے! یہ کوئی اور نہیں بلکہ علامہ علی قاری ہی بیان کر رہے ہیں اور کسی اور مقام پر نہیں بلکہ اسی عبارت میں بیان کر رہے ہیں جہاں سے وہابی مولوی نے نقل کی ہے، علامہ صاحب کی یہ عبارت اہلسنت کے موقف کو واضح کر رہی ہے کہ اگر خیمہ یا گنبد سے فائدہ ہو تو یہ منع نہیں ہے لیکن وہابی قوم بے عقل پیدا ہوتی ہے لہٰذا وہابی مولوی ساجد خان کے ان کرتوتوں پر کوئی تعجب نہیں ہے۔ قارئین آپ ہی بتائیں کہ علامہ علی قاری کیا بیان کر رہے ہیں اور وہابی اسمٰعیلی اپنے آبائی کام عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کو کیسے چار چاند لگا کر کیا ثابت کر رہا ہے۔

رابعاً: اگر وہابی مولوی ساجد خان علامہ علی قاری کی اسی صفحہ کی آگے والی عبارت بھی نقل کر دیتا تو کہیں بھی منہ دکھانے کے لائق نہ رہتا وہابی نے اپنا وہابیانہ چہرہ نہ دکھانے اور اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے آگے کی عبارت نقل نہیں کی ہم آپ کو وہ بھی بتا دیتے ہیں چنانچہ **علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ وہابیت کا منہ کالا اور سنیت کا بول بالا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس فیه۔

سلف نے جائز قرار دیا ہے کہ مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنا دی جائے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس کے نیچے بیٹھ کر آرام حاصل کریں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۱۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۴، ص ۲۶۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اب آپ اپنی ہی آنکھوں سے وہابی مولوی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی دیکھ لیجئے! علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ جس چیز کو جائز اور سلف سے ثابت مان رہے ہیں وہابی مولوی اپنے یہودی آباء کی پیروی میں کتر و بیونت کرتے ہوئے علامہ علی قاری کو اسی کے خلاف ثابت کر رہا ہے، یہ ہے وہابیت اور اس کی خالی عقل۔

علامہ عینی کی عبارت اور وہابی کی دھوکہ دہی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی رحمہ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: امام بخاری یہ حدیث (ابن عمر) قبر پر گنبد کے مکروہ ہونے کے لیے لائے ہیں اور امام احمد نے قبر پر قبہ بنانے کو مکروہ کہا ہے۔ اور علامہ ابراہیم نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر پر گنبد نہ بنایا جائے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی مولوی ساجد خان نے یہاں بھی میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو والا کام کیا ہے، وہابی اسمعیلی علامہ عینی کا مکمل مدعی بیان کر دیتا تو بیچارہ خود ہی ننگا ہو جاتا لہٰذا اس نے نانوتوی کی طرح جوڑ توڑ کا کھیل کھیلا اور اپنے اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے یہودیوں والا کام کیا، میں علامہ عینی کی عبارت ماقبل نقل کر چکا ہوں یہاں بجائے یہ کہ وہ بیان کروں میں وہابی مولوی ساجد خان کے باپ وہابی اسمعیلی احمدی انور شاہ کشمیری کا حوالہ بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ **وہابی انور شاہ لکھتا ہے:**

علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر پر خیمہ لگانا اگر کسی صحیح غرض سے ہو مثلاً لوگوں کے لئے سایہ کے واسطے ہو تو جائز ہے، اور صرف میت کے لئے سایہ کی نیت ہو تو جائز نہیں۔ (انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس حوالے سے علامہ عینی کا مسلک خود ہی واضح ہو گیا ہے اور وہابی مولوی کا منہ بھی ایسا بند ہوا کہ اب اگر اس میں حیاء کا کوئی قطرہ ہوا تو نہیں کھلے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت کا جواب

قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **مسئلہ آنچہ بر قبور اولیاء عمارت تہائے رفیع بنا میکنند و چراغان روشن میکنند و ازین قبیل ہر چہ میکنند حرام یا مکروہ۔** (مالا بدمنہ) اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہما) سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

قارئین: یہ پہلا حوالہ ہے جو ظاہری اعتبار سے وہابی مولوی ساجد خان کا مؤید ہو سکتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اس حوالے کا بھی وہابی مولوی ساجد خان کو کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ اگر اس حوالے میں تاویل نہ کی جائے تو خود وہابیہ ہی حرام کے مرتکب ٹھہریں گے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور ساتھ ہی ساتھ کئی سادات احناف پر بھی یہ فتویٰ لگے گا لہٰذا ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ خاص صورت ہو گی جس میں فخر کے لئے یا کسی اور نیت فاسدہ کے لئے گنبد وغیرہ بنایا گیا ہو گا۔

تفسیر روح المعانی کی عبارت کا جواب

وہابی مولوی روح المعانی کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: اور جو استدلال کیا گیا ہے اس آیت سے صلحاء (ولیوں) کی قبروں پر بناء (گنبدوں) کے اور ان پر مساجد بنانے پر اور ان میں نماز پڑھنے پر اور جو علامہ شہاب خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں اس کے جواز کو ذکر کیا ہے وہ قول باطل بے کار اور گھٹیا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی جہالتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ دوسرا حوالہ ہے جو ظاہری اعتبار سے وہابی مولوی ساجد خان کا مؤید ہے لیکن اس کا بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ اس کے ہی گھر کے اصولوں کے خلاف ہے۔

اولاً: وہابیہ کے نزدیک تفسیر روح المعانی میں تحریفات ہیں اور خود وہابیہ کے نزدیک اس تفسیر کی طباعت میں دیانت سے کام نہیں لیا گیا تو اس کا حوالہ پیش کر کے دھوکہ کیوں دیتے ہیں۔

ثانیاً: اس حوالے کو مان لیا جائے تو کئی سادات احناف اور خود وہابیہ اس کی زد میں آتے ہیں وہابی اسمٰعیلی جو اس کا جواب دے گا اس کی روشنی میں ہم بھی جواب دے دیں گے۔

ثالثاً: خود وہابیہ ہی علامہ آلوسی کی باتوں کو نہیں مانتے تو ہم پر ان کی ہر بات ٹھونسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں بالخصوص وہ اختلافی بات جس کی زد میں کئی سادات احناف آ رہے ہیں۔

رابعاً: اس حوالے کو ہی وہابیہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں وہابی مولوی علامہ آلوسی کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

۔۔پھر یہ بات اجماعی ہے کہ حرام افعال میں سب سے بڑا حرام اور شرک کے اسباب میں سے یہ ہے کہ قبر کے نزدیک نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ بنانا اور اس پر عمارت بنانا اور واجب ہے ان اونچی قبروں کو گرانا اور ان پر جو گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرانا کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔۔۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۵۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ وہابی اسمٰعیلی علامہ آلوسی کی عبارت سے متفق تھا جبھی تو اس نے اتنے اوراق سیاہ کئے ہیں، میں وہابی مولوی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے نزدیک اولیاء کرام کی قبور پر بنائے گئے گنبد کو گرانا اجماعی طور پر واجب ہے؟ اگر جواب نہ میں ہے تو اتنے اوراق سیاہ کرنے کا کیا فائدہ ہوا اور اگر جواب ہاں میں ہے تو آپ کے اپنے ہی اس اجماعی عقیدے کا انکار کر کے وہابی اصولوں سے دوزخی بن گئے ہیں۔

وہابی مولوی عزیز الرحمن لکھتا ہے:

لیکن قبور کے انہدام کا حکم فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں نہیں کیا اور بعض آثار سے ثبوت قبہ کا معلوم ہوتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، جلد ۵، ص ۳۹۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

لیجئے! وہابی جاہل بلکہ اجہل گنبد کو گرانے کے واجب ہونے کو اجماعی مسئلہ مان رہا ہے اور اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ فقہاء نے گنبد گرانے کا حکم نہیں دیا بلکہ آثار سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اب وہابیہ ساجد خان کی مانتے ہیں یا عزیز الرحمن کی جس کی بھی مانتے ہیں وہابی دھرم کا ہی خانہ خراب ہوگا۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی مزید لکھتا ہے:

و كذا الكتابة عليه للنهي الصحيح عن الثلاثة سواء كتابة اسمه و غيره في لوح عند راسه او في غيره۔۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۷۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

علامہ آلوسی کی یہ عبارت بھی کیوں کہ وہابی مولوی کے بابوں کے خلاف تھی اسی لئے وہابی مولوی نے اس کا ترجمہ نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی تاکہ بھانڈا پھوٹ نہ جائے علامہ آلوسی کی یہ عبارت جس کو وہابی مولوی نے نقل کیا ہے اس میں وہ قبر پر میت کا نام یا کچھ اور لکھنے سے منع کر رہے ہیں، اور ساتھ ساتھ اس سے بھی منع کر رہے ہیں کہ کتبہ میں میت کے سر کے پاس لکھا جائے یا اس کے علاوہ کہیں اور قبر پر لکھا جائے۔

وہابی مولوی ساجد خان پہلے خود تو علامہ آلوسی کی بات مان لے اور اپنے گھر کے افراد سے منوالے پھر ہم سے بات کرے، خود

مانتے نہیں اور دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خامسا: وہابی مولوی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

هذا الكلام يشير الى ضلالة آلوسي۔

(البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر ص ۴۴، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۷۴، مکتبہ الحقیقہ استنبول)

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ مستقبل میں وہابیہ کے کئی اعتراضات کے جواب کے لئے نقل کیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اگر وہابی نے اس حوالے کا جواب ہضم نہ کیا تو یہ اپنے ہی گھر کا بیڑا غرق کرے گا۔

بحمد للہ! ڈاگئی کا مقام وہابیہ اسمعیلیہ میں کیا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ سب جانتے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان نے خود اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا۔ میں وہابی مولوی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ دوسروں کو اصول سکھانے اور دوسروں سے منوانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں اور اپنے ہی علماء کی تو مان لو اور اس پر عمل کر لو اور ہمیں اس شخص کا نام لے کر نہ ڈراؤ جو تمہارے ہی آباء کے نزدیک گمراہ ہے۔

قارئین! ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

وہابیہ کے سادات احناف پر فتوے

ہم نے ماقبل میں کئی سادات احناف سے ثابت کیا ہے کہ قبور اولیاء پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے اور سلف سے ثابت ہے اب اس پر وہابیہ کے چند فتاوی بھی دیکھ لیں

وہابی مولوی عبد السلام لکھتا ہے:

صورت مسئولہ میں قبروں پر مکانات تعمیر کرنا گنبد بنانا یہ سب امور ناجائز اور ممنوع ہیں اور یہودی کام ہے۔۔۔لہٰذا جو لوگ قبروں پر گھر بناتے ہیں گنبد بناتے ہیں وہ حدیث پاک ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں یہ شریعت اور سنت کے خلاف عمل ہے یہودیت کی پیروی ہے موجب لعنت وغضب الہی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۴، ص ۸۲، اسلامی کتب خانہ کراچی)

وہابی مولوی نے علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ کے حوالوں سے لایعنی مطلب اخذ کر کے بہت شور مچایا ان سب کا جواب ہمارے پاس موجود ہے پہلے وہابی مولوی ساجد خان اپنے گھر میں جھاڑو لگائے اور سادات احناف اور مشائخ ہند جو اولیاء کرام کی قبور پر گنبد بنانے کے قائل ہیں ان پر یہودیت، موجب لعنت وغضب الہی، ناجائز وممنوع کام کے ارتکاب کا فتوی صادر کرے پھر ہم سے جواب طلب کرے، ابھی ہم نے صرف ایک ہی فتوی نقل کیا ہے اگر وہابی مولوی نے جواب کی ناکام کوشش کی تو اس کے گھر کی مزید سیر بھی کروائی جائے گی۔

{......مسئلہ نمبر ۸......}

قبر پر چراغ اور علماء اہل سنت کا موقف

قبر کے بعینہ اوپر یا بغیر کسی فائدے کے یا کسی اعتقاد فاسد کی وجہ سے قبر پر (یعنی اس کے پاس) چراغ جلانا منع ہے۔ ہاں قبر کے اردگرد ضرورت کی وجہ سے یا اولیاء کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے چراغ جلانا جائز ہے۔

(۱) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقا ممنوع ہے اور اولیائے کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور حق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔۔۔اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے لئے بیٹھا نہ وہ قبر سرراہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقا فائدے سے خالی ہوا اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔۔۔اور اگر وہاں مسجد ہے یا تالیان قرآن یا ذاکران رحمن کے لئے روشن کریں یا قبر سرراہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں ادب و جلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔(احکام شریعت،ص۸۹،۹۰ضیاء القرآن کراچی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے اس اقتباس کو دیکھ کر ہر انصاف پسند یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شریعت،ادب و تعظیم دیکھنی ہو تو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے پاس آجاؤ اور وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان نے جو لکھا ہے اس کو دیکھ کر ہر انصاف پسند یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر جہالت اور وہ بھی سرتا پا جہالت میں غرق دیکھنا ہو تو دار دیو اور اس سے فارغ عن العقل کے پاس چلے جاؤ،یہاں یعنی دار دیو میں آپ کو سفاہت،جہالت،حماقت ہی ملے گی،ادب سے دوری،تعظیم نام کی کوئی چیز نہیں اور عقل کو تین طلاقیں دے کر شیطان سے حلالے کرانے والے یہی ملیں گے۔اسی اندھے جاہل آدھے پاگل وہابی اسمٰعیلی کو ہی دیکھ لیں جس کو جہالت پر اتنا ناز ہے کہ اس کے اکابرین بھی رشک کرتے ہوں گے،اس جاہل نے نہ ہمارا مسلک پڑھا اور نہ ہی اس کو سمجھنے کی کوشش کی بس ایسے ہی شیطان کی یاری اور وہ بھی اپنی باری نبھائی ہے اور لایعنی اور فضول میں اتنے صفحات سیاہ کئے ہیں۔

(۲)مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عام مُسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کے مزارات پر اظہار عظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔(سعید الحق فی تخریج جاء الحق،ص ۶۱۰،مکتبہ غوثیہ کراچی)

مفتی صاحب کی وضاحت نے تو وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کو کہیں کا نہیں چھوڑا،یہ بات بدیہی ہے کہ جہاں ضرورت ہو گی وہاں اسراف نہیں ہو گا اور نہ ہی تضییع مال ہو گا جس کا سہارا لے کر وہابی دیوبندی مولوی اچھل کود کرتا رہا۔

قبر پر چراغ اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

(۱)عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اخراج الشموع الی راس القبور بدعة و اتلاف مال كذا فی البزازية و هذا كله اذا خلا عن فائدة واما اذا كان موضع القبور مسجدا او على طريق او كان هناك احد جالسا او كان قبر ولی من الاولياء او عالم من المحقيقين تعظيما لروحه المشرفة على تراب جسده لاشراق الشمس على الارض اعلاما للناس انه ولی ليتبركوا به و يدعوا الله عنده فيستجاب لهم فهو جائز لا منع منه۔

قبروں پر چراغ لے جانا بدعت ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے اور یہ سب اس وقت ہے جب فائدے سے خالی ہو اور بہر حال جب کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستے پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا محقق عالم کی قبر ہو تو اسکی روح کی تعظیم کے لیے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ ان سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ سے دعا کریں کہ قبول کی

جائے تو یہ جائز ہے اور منع نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

...الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ کما ذکرنا۔

ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں پر بے فائدہ چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۲، ۶۳۰، مکتبہ فاروقیہ، جلد ۵، ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیۃ)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

وبقی علی هذا إیقاد القنادیل والشمع عند قبور الأولیاء والصالحین وهو أیضا من باب التعظیم والاجلال للأولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن لا سیما إن كان لذلك الولی فقراء یخدمونه یحتاجون إلی إیقاد المصباح لیلا لقراءة قرآن أو تسبیح أو تهجد۔

اولیاء وصالحین کرام رحمہم اللہ السلام کے مزارات کے پاس لالٹین اور موم بتیاں وغیرہ روشن کرنے کو اسی پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ یہ بھی اولیاء کرام رحمہم اللہ السلام کی تعظیم وتوقیر میں سے ہے، اور اس کا اچھا ہی مقصد ہے خاص طور پر اگر فقراء ولی کی خدمت کرتے ہوں تو انہیں رات کے وقت قرآن پاک، تسبیح، تہجد وغیرہ عبادات کے لئے چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

وأما نذر الزیت والشمع للأولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم فهو جائز فی الجملة۔

قبور اولیاء پر بطور تعظیم ومحبت زیتون کا تیل اور موم بتیاں وغیرہ روشن کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔

(کشف النور عن اصحاب القبور عربی ص ۴۸، دار الآثار الاسلامیہ، مترجم ص ۱۱۳، ۱۱۵، مکتبہ المدینہ)

بحمدللہ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ کے یہ اقتباس وہابیہ اسمعیلیہ کی ذلت ورسوائی کے لئے کافی، وافی اور ان کی دلی بیماری میں دوائے شافی ہیں، علامہ صاحب نے سنیت کا بول بالا اور وہابیت واسمعیلیت کا منہ کالا کر دیا ہے اور حق کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہلسنت نے جو کچھ بیان کیا ہے حق اور سچ ہے۔ قبر پر چراغ جلانا جبکہ ان شرائط کے ساتھ ہو جو علمائے اہلسنت نے بیان کی ہیں بالکل درست ہے۔ اور علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ جن کو خود وہابیہ اسمعیلیہ نے فقیہ لکھا ہے وہ بھی اسی بات کے قائل اور اس کے جواز کا فتوی دینے والے ہیں، وہابی اسمعیلی ہمیں یہ بتائے کہ علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کون تھے؟ کیا یہ حنفی نہیں تھے؟ کیا ان کو حنفیت کا علم نہیں تھا؟ یا جو فتوی انہوں نے دیا ہے اس کی وجہ سے یہ حنفیت سے خارج ہونے کے ساتھ ساتھ حنفیت کے باغی بھی ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی عادت بد کی وجہ سے ان کو بھی حنفیت کے مقابل کھڑا کرے گا اور ان کے بارے میں بھی لکھے گا نابلسیت بمقابلہ حنفیت یا کچھ شرم کرے گا۔ جس کی ہمیں امید نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے لیکن وہابیت اسمعیلیت اور اس کے فتوؤں کی حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حنفیت کا لیبل ان کا جھوٹا ہے اور یہ وہابیت اسمعیلیت اور اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی پیروی میں یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

(۲) وہابی اسمعیلی مولوی کے معتبر علامہ ملک المحدثین محمد طاہر ہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان كان ثم مسجد وغیره ینتفع فیه للتلاوة والذكر فلا باس بالسراج فیه۔

اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر کے لئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۴، ص ۱۹۶، مکتبہ دار الایمان)

لیجئے! یہ گواہی بھی ان کی ہے جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور ان کے بارے میں تو بطور خاص لکھا ہے کہ یہ بدعت سے کوسوں دور تھے لیکن اس کے باوجود بھی فتوی وہ دیتے تھے جو اہلسنت کے موقف اور وہابیت اسمٰعیلیت کے خلاف تھا اور جس پر وہابیت اسمٰعیلیت بدعت کا بدعت کا فتوی لگاتی ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہاری وہابی اسمٰعیلی شریعت مان لی جائے تو علامہ طاہر ہندی حنفی جو کہ بقول تمہارے بدعات سے دور تھے وہ بھی بدعتی بن جائیں گے اب یا تو علامہ صاحب بدعتی یا پھر تمہاری وہابی شریعت جھوٹی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کرے گا ان شاء اللہ تلوار وہابیت اسمٰعیلیت پر ہی چلے گی اور جان وہابیت اسمٰعیلیت ہی کی نکلے گی۔

(۳) علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و کذا ایقاذ القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء و الاجلال للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن و نذر الزیت و الشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ فیھم جائز لاینبغی النھی عنہ۔

اسی طرح اولیاء وصالحین کی قبروں پر قندیل اور چراغ جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس میں مقصد صحیح ہے لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور چراغ کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے لئے اور ان کی محبت میں ان کی قبور کے پاس جلایا جائے جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۵۱۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) علامہ عبدالقادر رافعی حنفی لکھتے ہیں:

و کذا ایقاذ القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء و الاجلال للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن و نذر الزیت و الشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ فیھم جائز لاینبغی النھی عنہ۔

اسی طرح اولیاء وصالحین کی قبروں پر قندیل اور چراغ جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس میں مقصد صحیح ہے لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور چراغ کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے لئے اور ان کی محبت میں ان کی قبور کے پاس جلایا جائے جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔ (تقریرات الرافعی علی رد المحتار، جلد اول، ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ پر فتوے لگا کر ان کو غیر معتبر قرار دے اگرچہ ہم ماقبل میں ان کے معتبر ہونے کا حوالہ دے چکے ہیں۔ لیکن علامہ عبدالقادر رافعی حنفی کے بارے میں کیا کہے گا، ان کو بھی غیر معتبر قرار دے کر جان چھڑائے گا اگر وہابی اسمٰعیلی کچھ ایسا کرے گا تو ہم پہلے سے ہی اسی کے گھر کی معتبر ترین گواہیوں سے ان کا معتبر ہونا ثابت کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

''تقریرات رافعی'' امام عبدالقادر بن مصطفی بن عبدالقادر البیساری الطرابلسی الشامی کا فتاوی شامی پر تحریر فرمودہ ایک قیمتی حاشیہ ہے، جو الگ سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہے اور ہندوستان میں رائج شامی زکریا کی ہر جلد کے ساتھ رافعی کا متعلقہ حصہ لگا دیا

گیا ہے۔(فتاوی قاسمیہ،جلد ا،ص ۲۹۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بظاہر تو یہ ایک گواہی ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ کئی گواہیاں ہیں کیونکہ اس فتاوی پر کئی وہابیہ اسمعیلیہ کی تقریظات موجود ہیں جو کہ وہابی اسمعیلی ابوایوب کے اصول سے ایک مستقل گواہی ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ ہم ایک اور حوالہ بھی دے دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی سلیمان لکھتا ہے:

واضح ہو کہ فتاویٰ شامی پر ایک قیمتی حاشیہ علامہ عبدالقادر الرافعی کا تحریر فرمودہ ہے جو تقریرات الرافعی کے نام سے مشہور ہے، یہ الگ سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہے۔شامی کا جو نسخہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی سے شائع ہوا ہے،اس میں ہر جلد کے ساتھ رافعی کا متعلقہ حصہ لگا دیا گیا ہے۔اسی طرح زکریا بک ڈپو دیوبند نے جب شامی کا نیا نسخہ شائع کرنے کا ارادہ کیا،تو حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مفتی مدرسہ شاہی کے مشورہ پر اور موصوف ہی کی محنت سے ہر جلد کے ساتھ تقریرات رافعی کا لاحقہ حصہ لگا دیا گیا ہے،جس کی وجہ سے نسخہ کی اہمیت مزید بڑھ گئی۔۔۔ (کتاب النوازل،جلد ا،ص ۲۱۸،دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: یہ فتاوی بھی کئی وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ ہے۔

ان وہابیہ اسمعیلیہ کے اقرار سے علامہ عبدالقادر رافعی حنفی علیہ الرحمۃ کا معتبر و مستند ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ اولیاء اللہ کی قبور پر چراغ جلانا بالکل جائز ہے اور اس میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو وہابیہ اسمعیلیہ اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی پیروی میں کہتے ہیں۔ویسے وہابی اسمعیلی ساجد خان جس کام کی وجہ سے ہمیں حنفیت سے خارج کر رہا تھا اب علامہ رافعی کو بھی خارج کر دے اور اس پر بھی ایک دو فتوے حنفیت سے بغاوت کے لگا دے۔

(۵) الشیخ یوسف بن عبدالجلیل الموصلی الحنفی لکھتے ہیں:

وأما نذر الزيت والشمع للأولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم ومحبة فيهم فهو جائز في الجملة۔

قبور اولیاء پر بطور تعظیم و محبت زیتون کا تیل اور موم بتیاں وغیرہ روشن کرنے کی نذر ماننا جائز ہے۔(الانتصار للاولیاء الاخیار،ص ۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ در سایۂ آن کاری کنند یا نزدیک آن راہی رود۔

قبروں پر چراغ جلانا بھی ممنوع ہے مگر یہ کہ اس کی روشنی میں کام کیا جائے یا اس کے قریب چلنے والے آتے جاتے ہوں (تو جائز ہے از ناقل) (مدارج النبوۃ فارسی،جلد اول،ص ۴۲۱،مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور،اردو،جلد اول،ص ۵۹۱،مکتبہ ضیاء القرآن کراچی)

شیخ صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

واما السرج فالنهي عن اتخاذها قيل: للاسراف وتضييع المال,وعلى هذا لو كانت اليها حاجة لم يكره۔۔۔

اور اگر چراغ کی ضرورت ہو تو قبر پر چراغ جلانا مکروہ نہیں ہے۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح،جلد ۲،ص ۴۹۱،مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر بھی وہابیت اسمعیلیت کی ذلت و رسوائی میں اضافہ کر کے اہلسنت کا بول بالا

کیا ہے اور اس بات کو بہانگ دہل بیان کیا ہے کہ اہلسنت کل بھی حق پر تھے اور آج بھی حق پر ہیں اور وہابیہ اسمعیلیہ جو بھی فتوے اہلسنت پر لگا رہے ہیں وہ سادات احناف و مشائخ ہند کی پیروی میں نہیں بلکہ اپنے ہی وہابیہ اسمعیلیہ کی پیروی میں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی اپنے وہابی آباء والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی شروع کردے اور لایعنی تاویلات لاکر اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنائے ہم اسی کے گھر سے اس کی تمام لایعنی تاویلات کا رد پیش کردیتے ہیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک قبر پر چراغ جلانا جائز ہے، **وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گرو گھنٹال وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی اس کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:**

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں (یعنی ممدوح کے زمانہ میں) قبور کا پختہ کرنا اور ان پر چراغ جلانا کچھ مضایقہ نہیں ہے البتہ پہلے زمانے میں منع تھا۔ کیونکہ وہ حضرات اہل بصیرت تھے اور ان کی نظروں میں اولیاء کی قدر و منزلت تھی اور اس زمانہ میں ایسے حضرات بہت کم ہیں اور عوام الناس زیادہ ہیں اور یہ لوگ بغیر ایسی چیزوں کے بزرگوں کی وقعت نہیں کرتے اور ان کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔ (تقریر ترمذی، ص ۹۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کی شہادت ہے اس کے پیارے ابا جان اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ شاہ صاحب کے نزدیک قبر پر چراغ جلانا جائز تھا، اب اس وہابی کو چاہیے کہ یا تو توبہ کرے اور فقہاء کے جو حوالے اس نے دیئے ہیں ان کا محمل بیان کرے یا پھر شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ پر بھی وہی بکواس کرے جو یہ اہل سنت پر اپنے آباء کی پیروی کرتے ہوئے کرتا ہے۔

(۷) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

روشنی بجز راستہ دکھانے کی غرض کے قبر پر نہ کرنا چاہیے۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۲۰۰، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمٹیڈ)

اس حوالے کو دیکھ کر شاید وہابی دیوبندی ساجد خان اپنے آدھے پاگل پن کا اظہار اپنے لڑکھڑاتے قلم سے کرے لیکن میں نے یہ حوالہ دیوبندی وہابی کا کلیہ توڑنے کے لئے دیا ہے یعنی شاہ صاحب کے نزدیک بھی قبر پر ضرورتا چراغ جلانا جائز ہے۔

(۸) مولانا عبدالحی لکھنوی کے والد محترم مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی صاحب قمر الاقمار لکھتے ہیں:

قبروں پر چراغ جلانا کسی ضرورت یا کسی اور نفع کے مقصد ہی سے درست ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(نور الایمان بزیادۃ آثار حبیب الرحمن مترجم، ص ۴۸، مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

بحمد للہ سادات احناف و مشائخ ہند کے حوالوں سے ہم نے ثابت کردیا کہ قبر پر چراغ بشرائط جائز ہے۔

وہابی مولوی ساجد خان کا دعویٰ

ساداتِ حنفیہ اور مشائخ ہند کے ہاں قبروں پر چراغاں (چراغ جلانا از ناقل) کرنا جائز نہیں بلکہ مال کا ضیاع ہے ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہر بار دعوی بیان کرتے ہوئے اپنا آبائی کھیل کھیلتا ہے یہاں بھی اس نے یہی کام لیا ہے وہابی اسمٰعیلی سیدھا سیدھا بیان کرتا کہ قبر پر چراغ جلانا احناف کے نزدیک ناجائز و بدعت ہے لیکن وہابی مولوی نے دھوکہ دینے کے لئے پہلے چراغاں کا لفظ استعمال کیا پھر قبر پر چراغ جلانے کو ضروری سمجھنے کو بدعت کہا، کیا وہابی اسمٰعیلی کے نزدیک اگر کوئی چراغ جلانے کو ضروری

نہ سمجھے تو سادات احناف کے نزدیک جائز ہے اگر ہاں تو اس کا ثبوت دیا جائے اور اگر نہیں تو پھر یہ دھوکہ بازی کیوں کی گئی صرف اس لئے کہ بعد میں بھی دھوکہ بازی کا بازار گرم کیا جاسکے۔ بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دعویٰ تو کر دیا پر اپنے آباء کی کتابوں سے جاہل ہی رہا، نہ اس کو پڑھنے کی توفیق ہوئی اور نہ ہی ان کا موقف سمجھنے کی، بس لایعنی دعوے پہ دعوے اور ہر بار ذلت ہی ذلت۔

قارئین! آپ نے ہمارے اکابرین کا موقف پڑھ لیا۔

اولاً: تو ہمارے نزدیک قبر کے بعینہ اوپر چراغ جلانا منع ہے۔

ثانیاً: بلاضرورت بھی چراغ جلانا منع ہے۔

ثالثاً: اولیاء کی قبور پر چراغ ان کی لوگوں کی دلوں میں عظمت بڑھانے کے لئے ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ آئیں اور ان کا فیض پائیں اور اپنی آخرت اچھی بنائیں۔

رابعاً: ہمارے نزدیک بھی وہی چراغ جلانا جائز ہے جس کہ سادات احناف اور مشائخ ہند اجازت دیتے ہیں جیسا کہ میں کئی حوالے بیان کر چکا ہوں، اب میں آپ کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے آباء کا کچھ حال سنا دیتا ہوں جو خود سادات احناف کی اس وہابی کے زعم کے مطابق ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

(۱) وہابی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

اگر آمد و رفت زائرین کی ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو راستہ میں قبروں پر چراغ رکھنا درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۲۶۰، مکتبہ صدائے دیوبند)

لیجئے! قبر پر چراغ جلانے کی اجازت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گروگھنٹال گنگوہی صاحب نے دے دی ہے اب وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو چاہیے کہ ہمیں آنکھیں دکھانے اور ہم پر سادات احناف کے فتوے بزعم خود ٹھوکنے کے بجائے گنگوہی کو بھی دکھائے اگر وہ اندھا تھا تو پڑھ کر ہی سنا دے اور اس کو بھی بدعت اور بدعتی کی گردان پڑھائے، لیکن یہاں اس کی زبان ہی گدی سے نکل جائے گی اور لکھنے کے لئے ہاتھ تھر تھرائیں گے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اگر ان پر کوئی ایک فتویٰ بھی ٹھوکا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور وہ سارے ٹکڑے ہی بند ہو جائیں گے جن کو کھا کر اہلسنت پر وہ غراتا ہے۔ میں پھر بھی دعوت دیتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کو سادات احناف کا فتویٰ نہیں دکھا سکتے تو کم از کم اپنے اصولوں سے اس کو حنفیت سے خارج ہونے سے تو بچا لو لیکن آپ سے یہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ یہ کام کرنے سے وہابی اسمٰعیلی کی اپنی حقیقت اور اس کے دعویٰ کی صداقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

(۲) وہابی دیوبندی مولوی کا بڑا ابا اسمٰعیلی انور شاہ کہتا ہے:

"قبر کے پاس روشنی کرنا بقصد تقرب الی المیت شرک ہے۔ **البتہ زائرین کی سہولت یا کچھ پڑھنے کے لئے ہو تو مباح ہے۔**

(انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۱۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

قارئین! خط کشیدہ الفاظ کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیں تاکہ آپ کو وہابیت کی اصلیت معلوم ہو اور وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کے دعویٰ کی حقیقت اور اس کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح معلوم ہو، وہابی مولوی انور شاہ صراحتاً لکھ رہا ہے کہ زائرین کی سہولت یا کچھ پڑھنے کے لئے قبر پر چراغ جلانا مباح ہے یعنی اگر اچھی نیت ہوگی تو ثواب بھی ملے گا واہ وہابیت واہ! کیسی تیری بے حیائی اور دنیا میں ذلت و رسوائی ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہم پر غرانے اور ہمیں سادات احناف کے فتوے بزعم خود دکھانے کے

بجائے انورشاہ پرغرائے اوران کووہ فتوے دکھائے اورتوکوئی کیابدعتی ہوگا وہابی اسمٰعیلی ساجدخان نے کتاب لکھ کرا پنے گھر میں جھاڑ وضرور دی ہے اورکئی وہابیوں پر سادات احناف کےفتوے بزعم خود بیان کر کےان کا بدعتی ہونا ثابت کر دیا۔

(۳) دیوبندیوں کے ممدوح نواب قطب الدین دہلوی لکھتے ہیں:

قبر پر چراغ جلانا اس لئے حرام ہے کہ اس سے بے جا اسراف اور مال کا ضیاع ہوتا ہے۔ البتہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر قبر کے پاس کوئی گزرگاہ ہوتو راہ گیروں کی آسانی کے لئے چراغ جلانا یا وہاں روشنی میں کوئی کام کرنے کے لئے چراغ جلانا جائز ہے۔۔۔

(مظاہرحق جدید، جلد اول، ص ۵۰۱، دارالاشاعت کراچی)

اس حوالے سے بھی وہابی اسمٰعیلی کے دعوے کی قلعی کھل گئی ہے میں وہابی اسمٰعیلی ساجدخان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے وہ کون کون سے علماء ہیں جن کے نزدیک قبر پر چراغ جلانا جائز ہے۔

یہاں تک تو خود وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجدخان کے اکابرین سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضرورتاً قبر پر چراغ جلانا جائز ہے ایک بات رہ گئی وہ بھی دیکھ لیجئے وہابی اسمٰعیلی ساجدخان لکھتا ہے:

آلِ بدعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں: ''عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورتاً اولیاءاللہ کی مزارات پر اظہارِ عظمت کی لیے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔'' (جاءالحق ص ۳۰۰) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے مزارات اولیاء پر اظہار عظمت کے لئے بھی چراغ جلانے کی اجازت دی ہے، اس کا جواب ویسے تو علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے حوالے میں گزر چکا ہےلیکن یہاں میں آپ کو وہابیہ اسمعیلیہ کا منہ بند کرنے کے لئے انہی کے باپ یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب کا حوالہ دے دیتا ہوں تاکہ کسی قسم کی بھی لایعنی تاویل وہابیہ کے پاس نہ بچے۔

(۴) وہابی مولوی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب میں شیخ زاہدالکوثری لکھتے ہیں:

قال عبد الغنی النابلسی فی کتابه المذ کور (۶۳۴) فی بحث ایقاذ الشموع علی القبور: هذا کله اذا خلا عن فائدة واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان هناك احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحقیقین تعظیما لروحه المشرفة علی تراب جسده لاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به ویدعوا الله عنده فیستجاب لهم فهو جائز لا منع منه۔

شیخ عبدالغنی نابلسی اپنی مذکوہ کتاب (الحدیقۃ الندیۃ) میں قبروں پر چراغ جلانے کی بحث میں فرماتے ہیں کہ: اور یہ سب اس وقت ہے جب فائدے سے خالی ہو اور بہرحال جب کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستے پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا محقق عالم کی قبر ہو تو اسکی روح کی تعظیم کے لئے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ ان سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ سے دعا کریں کہ قبول کی جائے تو یہ جائز ہے اور منع نہیں ہے۔ (مقالات الکوثری، ص ۱۵۷، دارشمسی للنشر کراچی)

وہابی مولوی یوسف بنوری کی مصدقہ کتاب نے تو وہابیت اور وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجدخان کی علمی قابلیت کھول کھول کر بیان کر دی جو چیز خود وہابیہ اسمعیلیہ کی مصدقہ کتاب میں موجود ہے اور وہابیت اس پر ایمان لے آئی ہے اسی کو وہابی اسمٰعیلی ساجدخان سادات احناف کے خلاف ثابت کر رہا ہے اور اس پر بزعم خود ناجائز و بدعت اور لعنتی ہونے کے فتوے صادر کر رہا ہے، یہ ہیں وہابیت کے وہ نرالے اصول جو وہ دوسروں کو تو سکھاتے بلکہ سمجھاتے ہیں پر خود اس سے جاہل بلکہ اجہل بلکہ گنگوہی کی طرح ہیں یعنی ابا تصدیق کرتا ہے

اور بیٹا اسی پر بدعتی ہونے کا فتوی سنا دیتا ہے۔

گنگوہی، انور شاہ اور یوسف بنوری بدعتی و لعنتی ساجد خان کا فتویٰ

ماقبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسمعیلی گنگوہی، احمدی انور شاہ اور وہابی یوسف بنوری قبر پر چراغ جلانے کو جائز کہتے ہیں جبکہ وہابی مولوی ساجد خان ان کے لئے سادات احناف کا فتوی بزعم خود بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سادات احناف ومشائخ ہند تو اسے (قبر پر چراغ جلانے کو از ناقل) بدعت اور ایسا کام کرنے والوں کو بر بنائے حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لعنتی گردان رہے ہیں اور موصوف اسے جائز قرار دے رہے ہیں۔

مزید لکھتا ہے:

معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغ بھی قبیح ترین بدعت ہے اور اس فعل کا مرتکب حنفیہ کے ہاں بدعتی ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۲، ۶۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہماری چھوڑ دیں اور اپنوں کی فکر کریں آپ کے اپنے گنگوہی، کشمیری اور بنوری اسی فتوے سے بدعتی و لعنتی ثابت ہو چکے جو آپ نے بزعم خود ہمارے لئے تیار کرنے کی ناکام کوشش کی۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال تو آپ دیکھ چکے اب اس کے دلائل کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وہابی دیوبندی مولوی کے دلائل کا جائزہ

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

(۱) ملّا علی قاری حنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی اور ان پر مسجد بنانے والے اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، کی تشریح میں فرماتے ہیں: النھی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضییع المال لانہ لا نفع لاحد من السراج ولانھا من اثار جھنم (مرقاۃ)

مذکورہ حدیث میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور مال کا ضیاع ہے اور اس لیے کہ آگ جہنم کا اثر ہے، قارئین کرام ملا علی قاری رضی اللہ عنہ نے قبروں پر چراغ جلانے کے ناجائز ہونے پر تین دلائل پیش فرمائے ہیں: (۱) قبروں پر چراغ جلانے سے مال کا ضیاع ہے یعنی ضائع کرنا ہے (۲) یہ ناجائز ہے اس لیے کہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے (۳) اور اس لیے کہ آگ جہنم کا اثر ہے اور چراغ میں بھی آگ ہے اس لیے ناجائز ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان عقل کو تین طلاقیں دے کر فارغ عن العقل ہو چکا ہے، وہابی اسمعیلی نے دعوے میں جو دھوکہ بازی کی تھی دلائل میں مزید سبقت لے گیا، جس جاہل کو نہ دعوے کا علم، نہ دلیل کا اور نہ ہی اس بات کا کہ خصم کس چیز کا قائل ہے وہ وہابیہ کے نزدیک مناظر ہے، میں وہابی اسمعیلی سے پوچھتا ہوں کہ بتائے علامہ علی قاری کی اس عبارت میں ہمارے مدعی کے خلاف کیا ہے، آپ یقین جانئے اس جاہل کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، میں ہی آپ کو بتاتا ہوں کہ علامہ علی قاری کیا بیان کر رہے ہیں اور علامہ صاحب کی یہ عبارت جو اسمعیلی ساجد نے ہمارے خلاف پیش کی ہے وہ بالکل ہمارے مدعی کے خلاف نہیں ہے، بقول وہابی ساجد خان علامہ علی قاری نے اس میں تین باتیں بیان کی ہیں:

(۱) اس میں فائدہ نہیں۔(۲) تضیع مال ہے۔(۳)اس میں آگ ہے اور آگ آثار جہنم سے ہے۔
میں یہ کہتا ہوں کہ علامہ علی قاری اس چراغ کی ممانعت ثابت کررہے ہیں جو بلا فائدہ ہو جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے اور تضییع مال بھی اس وقت ہوگا جب بلا فائدہ ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بلاضرورت چراغ جلانا جائز نہیں جیسا کہ حوالے ماقبل گزر چکے ہیں اور جب ضرورت کے تحت چراغ جلایا جائے گا جیسا کہ ہم کہتے ہیں تو تضییع مال نہیں ہوگا، اب آپ ہی بتائیں کہ علامہ علی قاری کا حوالہ نقل کر کے وہابی اسمٰعیلی نے کیا تیر مارا ہے ہاں اپنی علمی اوقات ضرور بتائی ہے کہ جو چیز خصم کے مخالف ہے ہی نہیں اس کو جان بوجھ کر اپنے آبائی پینتروں سے مخالف ثابت کرنا ہے۔ باقی آثار جہنم والی صورت بھی اس وقت ہوگی جب بعینہ قبر کے اوپر جلایا جائے اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب چراغ کی ضروت ہو تو قبر کے اردگرد کہیں جلایا جائے بعینہ اوپر نہ جلایا جائے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے پہلے کچھ پڑھ لے ایسے ہی بلاوجہ ذلیل نہ ہو لیکن جن کی قسمت میں ازل سے ذلت لکھی ہو وہ کیسے ٹل سکتی ہے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی عبارت کا جواب

حضرت قاضی ثنا اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: جائز نہیں جو جاہل لوگ اولیاء، شہدا کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں سجدہ اور اس کے اردگرد طواف اور قبر پر چراغ کرنے سے۔ حضرت قاضی ثنا اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔ بعض ان میں حرام و بعض مکروہ تحریمی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کے پاس چراغاں کرنے اور ان کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۲، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: اگر اس حوالے کو اسی طرح مان لیا جائے جس طرح وہابی مولوی نے لکھا ہے تو اس کی زد میں صرف ہم ہی نہیں آئیں گے بلکہ کئی سادات احناف اور مشائخ ہند بھی آئیں گے وہابی اسمٰعیلی پہلے ان پر بدعتی و لعنتی ہونے کے فتوے لگا لے پھر ادھر بھی آ جائے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی کے کئی اکابرین مثلاً گنگوہی، انور شاہ اور یوسف بنوری وغیرہم اس کی زد میں آ کر لعنتی ہو چکے ہیں وہابی مولوی جو جواب ان کو بچانے کے لئے دے گا ہماری طرف سے بھی وہی قبول کر لے۔

ثالثاً: ہمارے نزدیک قاضی صاحب کی عبارات ان خاص صورتوں پر محمول ہیں جو جائز نہیں مثلاً بلا فائدہ چراغ جلانا یا قبر کے بعینہ اوپر جلانا یا کسی اور غرض فاسد کی وجہ سے چراغ جلانا باقی جس کے ہم قائل ہیں اس کی ممانعت ان عبارات سے ثابت نہیں ہوتی، اگر وہابی اسمٰعیلی ضد کرے تو پہلے اپنے مولویوں کو بچا کر دکھائے۔

رابعاً: قاضی صاحب نے جو حدیث بیان فرمائی ہے جس میں قبر پر چراغ جلانے والے پر لعنت ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اور اس کا مصداق بیان کرتے ہوئے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولعن المتخذین من الرجال و کذالك النساء علیها ای القبور یعنی فوقها...

یعنی اللہ کی لعنت ان مردوں اور اسی طرح ان عورتوں پر ہے جو ان پر یعنی قبروں کے اوپر (چراغ جلاتے ہیں)

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۲، ۶۳۰، مکتبہ فاروقیہ پشاور، جلد ۵، ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیۃ)

مزید لکھتے ہیں:

۔۔۔الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدة کما ذکرنا

ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں پر بے فائدہ چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۲، ۶۳۰، مکتبہ فاروقیہ، جلد ۵، ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیۃ)

اب تو وہابی اسمعیلی کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی والی نیاّ بیچ سمندر ڈوب گئی ہے اور اسنے جو دلیل دی تھی اس کی قلعی بھی کھل گئی ہے۔ سادات احناف اور مشائخ ہند نے جہاں بھی قبر پر چراغ جلانے والے کو لعنتی یا بدعتی لکھا ہے، تو وہاں وہی صورتیں مراد ہیں جو ہم نے بیان کردی ہیں جیسا کہ حدیث میں قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت کی وضاحت علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے کردی ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو قبروں کے بعینہ اوپر یا عبث اور بلا فائدہ چراغ جلاتے ہیں باقی رہا ضرورت تو اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے بلکہ وہ سادات احناف اور مشائخ ہند کے نزدیک جائز تو ہے ہی وہابیہ اسمعیلیہ کے گرو بھی اس کو جائز کہتے ہیں۔

فتاوی بزازیہ اور شرح طریقہ محمدیہ کی عبارات کا جواب

(۳) علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفی فرماتے ہیں: قبیح ترین بدعتیں دس ہیں ان میں سے میت کے گھر کا کھانا اور قبروں پر چراغ جلانا اور قبروں پر عمارت بنانا اور اس کو مزین کرنا اور مکان بنانا اور گانے اور سماع اور کھانا پکانا رقص کے لیے اور عورتوں کا مجتمع ہونا قبروں کی زیارت کے لیے۔۔۔ معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغ بھی قبیح ترین بدعت ہے **اور اس فعل کا مرتکب حنفیہ کے ہاں بدعتی ہے**۔۔۔ اور علامہ ابن البزاز الکردری حنفی فرماتے ہیں: قبروں پر چراغ کا رکھنا بدعت ہے اور مال کا ضیاع ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: جس بریقہ محمودیہ کا وہابی اسمعیلی ساجد خان نے حوالہ دیا ہے اس کے بارے میں اسی کا وہابی اسمعیلی لکھتا ہے:

''البریقہ شرح الطریقہ'' کتاب کیسی ہے؟ احقر نے استفسار کیا کہ البریقہ شرح الطریقہ ابو سعید الخادمی القونوی کی کتاب کیسی ہے؟ فرمایا: اصل کتاب الطریقۃ المحمدیۃ ہے، اس کی شرح کی ابو سعید نے کی ہے، ان کا نام فقہاء میں آتا ہے، بس کچھ مائل ہیں (یعنی بدعت کی طرف واللہ اعلم) (محمد یونس کے علمی و اصلاحی ارشادات، ص ۸۳، جابر بن عمر گجرات)

لیجئے! جس کتاب کا حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دیا ہے اسی کتاب کا مصنف وہابی اسمعیلی یونس کے نزدیک بدعت کی طرف مائل ہے۔ قارئین! ان وہابیہ اسمعیلیہ کو بدعت کا ہیضہ ہو گیا ہے جن کتابوں کے حوالے دیتے ہیں ان میں بھی ان کو بدعت ہی نظر آتی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ایسی کتابوں کا حوالہ کیوں پیش کرتا ہے جن کی مصنف اس کے اپنے وہابیہ کے نزدیک ایسے ہیں۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جتنی بھی عبارات بزعم خود حنفیہ کی نقل کیں ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی چراغ جلانے والے کو بدعتی نہیں کہا اگر کہیں کہا ہے تو وہابی اس کی نشاندہی کرے ورنہ حنفیہ پر بہتان باندھنے سے باز آئے، باقی کسی فعل کے بدعت ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کا مرتکب بدعتی ہو، یہ بات وہابیہ کے گھر کے اصولوں سے ثابت ہوتی ہے۔ ثانیاً: اگر ان عبارات کا وہ مفہوم لیا جائے جو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بیان کیا ہے تو کئی سادات احناف اس کی زد میں آئیں گے وہابی پہلے ان پر فتوی دھرلے پھر ہم سے بات کرے۔

ثالثاً: خود وہابیہ اسمعیلیہ ان عبارات کی زد میں ہیں وہابی جو جواب اپنے دیگر وہابیوں کو بچانے کے لئے دے گا وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لے۔

رابعاً: ہمارے نزدیک ان عبارات کا مدعی بھی وہی ہے جو قاضی صاحب کی عبارات کا ہے یعنی ان صورتوں پر محمول ہیں جو نا جائز ہیں۔
خامساً: ہماری اس بات کی تصدیق کہ ''یہ عبارات ان صورتوں پر محمول ہیں جو جائز نہیں'' علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی ہوتی ہے **چنانچہ علامہ صاحب فتاوی بزازیہ کی عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:**

اخراج الشموع الی راس القبور بدعۃ و اتلاف مال کذا فی البزازیۃ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ۔۔

قبروں پر چراغ لے جانا بدعت ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے اور یہ سب اس وقت ہے جب فائدے سے خالی ہو۔۔۔(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۲، ص ۶۳۰، مکتبہ فاروقیہ پشاور، جلد ۵، ص ۳۲۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اب وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کو کچھ شرم کرنی چاہیے اور ایسے ہی اپنے جاہل اکابرین کی طرح صفحات سیاہ نہیں کرنے چاہئیں، وہابی اسمٰعیلی ہمارے بارے میں دعویٰ وہ کرے جس کے ہم قائل ہیں اور دلیل وہ دے جو ہمارے خلاف ہو لیکن یہ کام وہابی سے نہیں ہوگا کیونکہ اس کا مقصد اظہار حق نہیں بلکہ اپنے اکابرین کی پیروی میں عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۹......}

قبر پر اذان اور علماء اہلسنت کا موقف

قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحسن ہے، کیونکہ یہ تلقین میت کی بہترین صورت ہے اور تلقین میت فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہی نہیں بلکہ بعض کے نزدیک سنت بھی ہے، اور وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب اس کی ذہنی آوارگی اور ہذیان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ہم پہلے علمائے اہلسنت کا موقف بیان کر دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ جو دلائل اس وہابی جاہل نے دیئے ہیں ان کا ہمارے مسئلے سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

(۱) رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے۔ ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی۔ جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔
(فتاوی رضویہ، جلد ۵، ص ۶۵۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ماشاء اللہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور یہ بات سمجھا دی کہ سمجھدار کے لئے اتنا ہی کافی ووافی اور ذہنی مریض کے لئے دوائے شافی ہے، لیکن وہابیت وہ لاعلاج بیماری ہے جس کی دوا سوائے جوتوں کے اور کچھ نہیں اور جوتے بھی ان کے اپنے اکابرین کے ہوں تو مزہ اور زیادہ آتا ہے۔

(۲) مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے جس کے بہت دلائل ہیں۔(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۱۸، مکتبہ غوثیہ کراچی)

قبر پر اذان اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

دوسرے عمل مشائخ کے نزدیک ہیں۔ کہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں۔۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، پاکستان ایجوکیشنل

پبلشرز کراچی)

لیجئے! شاہ صاحب نے وہابیت واسمعیلیت کا بیڑا ہی غرق کر دیا ہے اور قبر پر دفن کے بعد اذان کو عمل مشائخ سے ثابت فرما کر اس کے جواز پر مہر لگا دی۔ اور وہابیہ کے ہی گھر کا اصول ہے کہ مشائخ کا نقل کرنا جواز کو ثابت کرتا ہے۔

وہابی مولوی انعام الحق لکھتا ہے:

البتہ بعض مشائخ نے اس کو نقل فرمایا ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (میت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ص ۴۳۱، بیت العمار کراچی)

اور وہابی اسمعیلی بھی مشائخ کے عمل کو حجت مانتا۔ **چنانچہ لکھتا ہے:**

آخر میں ہم اس بات کی وضاحت کر دیں کہ ہم شیخ صاحب کو نہ تو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے اپنے ان مشائخ واکابر میں سے سمجھتے ہیں جن کا قول و فعل ہم پر حجت ہو۔ (شیخ عبدالوھاب نجدی، ص ۱۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اسمعیلی کے اس اقتباس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ مشائخ کا عمل بھی حجت ہوتا ہے باقی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کیا مقام ہے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے آپ کے فیصلے کو وہابیت کیا کہتی ہے وہ بھی دیکھ لیجئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا دیوبندیت میں مقام

دیوبندیوں کے نام نہاد امام اہلسنت سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

بلاشک دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ (اتمام البرھان، ص ۱۳۹، مکتبہ صفدریہ)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر غرانے کے بجائے شاہ صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہوئے ان کے اس فیصلے کہ قبر پر اذان جائز ہے کو حکم آخر مانے اور سادات احناف کی رٹ ہمیں سنانے کے بجائے ان کو سنائے اور جو فتوے بھی لگانے ہیں ان پر لگائے۔

وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ: سادات احناف کے نزدیک قبر پر اذان دینا خلاف سنت ہے۔ ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی یہی کہتے ہیں کہ قبور پر اذان دینا اور اسے ضروری سمجھنا خلاف سنت و بدعت ہے۔۔۔ احناف تو فرماتے ہیں کہ قبروں پر اذان کا ثبوت موجود نہیں جو اسے ضروری سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج

یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان بس ہوائی دعوی کر کے اپنے اکابرین کی قبروں سے مدد مانگنے چلا جاتا ہے لیکن وہ تو قتیل بالاکوٹی کے دیئے ہوئے عقیدے کے مطابق مر کر مٹی میں مل گئے، جب اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تو یہ ان کی قبریں کھود کر چھپنا چاہتا ہے لیکن اس کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوتی۔ قارئین! آپ نے وہابی مولوی کا دعوی دیکھ لیا کہ (۱) احناف کے نزدیک قبر پر اذان خلاف سنت ہے (۲) قبر پر اذان بدعت ہے (۳) قبروں پر اذان کا ثبوت موجود نہیں جو اسے ضروری سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے، میں وہابی اسمعیلی مولوی

ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے دعوے کے اجزاء کو کم از کم پانچ فقہاء احناف سے ثابت کرے۔ آپ یقین جانئے کہ یہ وہابی مر جائے گا پر اپنے دعوے کے اجزاء کو فقہاء احناف سے ثابت نہیں کر سکے گا۔ یہ دار دیو کا بھنگی کہتا ہے: **''سادات احناف فرماتے ہیں''** میں اس سے کہتا ہوں کہ کوئی دس بیس نہیں بلکہ کوئی پانچ حنفی علماء کے نام مع حوالہ جات بتائے جنہوں نے قبر پر اذان کو خلاف سنت کہا ہو۔ اسی طرح وہابی اسمعیلی کہتا ہے: **''احناف تو فرماتے ہیں کہ قبروں پر اذان کا ثبوت موجود نہیں جو اسے ضروری سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے۔''** میں اس وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ تم تو تمام احناف کی بات کر رہے ہو میں صرف پانچ کے بارے میں کہتا ہوں کہ ان سے اپنی اس بات کا ثبوت دے دو۔ تم مر جاؤ گے، قبر میں اتر جاؤ گے، بلکہ اپنے وہابیوں کی طرح مٹی ہو جاؤ گے، مگر ہمارے اس مطالبہ کا جواب نہیں دو گے۔ ہمت کرو اور ٹانڈوی والا کام کئے بغیر ان کا جواب دو۔ باقی علامہ شامی کے ''لا یسن'' کہنے کا جواب آگے آ رہا ہے۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کا ستیاناس تو انہی الفاظ سے ہو جاتا ہے لیکن ہم اس کو اسی کے گھر کی تھوڑی سیر کروا دیتے ہیں جس سے اس کی معلومات میں اضافہ بھی ہو گا اور اس کے دعوے کی حقیقت کا انکشاف بھی ہو گا۔

وہابی اسمعیلی اپنے گھر کی خبر لے

وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابیہ اسمعیلیہ بغض و تعصب میں چور چور اور اہلسنت سے ذلت و رسوائی لینے والی عادت سے مجبور ہو کر ہر مسئلہ پر اپنے وہابی اسمعیلی آباء والی عیاری، مکاری اور فتوے بازی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ہر بار اپنے ہی گھر کو بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے منہ کی کھاتے ہیں اور پھر بھی اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی طرح بے شرمی والا منہ لے کر آ جاتے ہیں۔ ویسے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی سے کوئی خاص تکلیف ہے۔ جس کا درد اس کو اتنا ہوتا ہے کہ اس کی چیخیں رکتی ہی نہیں بلکہ سیدھی دار دیو میں جا گھستی ہیں۔ اور یہ ان چیخوں سے اس قدر تڑپ رہا ہوتا ہے کہ اس کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ یہ اہلسنت پر فتوے تو داغ دیتا ہے لیکن اس کو اپنے ہی وہابیوں کے مؤقف کا علم نہیں ہوتا اور یہ بیچارہ اس قدر بدمست ہو جاتا ہے کہ ہر بار اپنے وہابیوں ہی کے گلے میں پھندا ڈال کر خوش ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ اس جاہل وہابی اسمعیلی کو اپنے وہابی علماء اور ان کی کتابوں کا ہی علم نہیں ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کیا لکھا اور اس کی تائید کی ہے۔ میں آپ کو وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر لے چلتا ہوں جہاں سے بحمد للہ اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمعیلیت کا منہ کالا ہو گا اور وہابیت اسمعیلیت ہی کے گرگوں کے مصدقہ فتوے سے اذان علی القبر کے جواز کا ثبوت مل جائے گا۔

وہابیہ اسمعیلیہ کے مصدقہ فتوے سے اذان علی القبر کا جواز وہابی اسمعیلی اقرار

وہابی اسمعیلی ضیاء اللہ جدون اذان علی القبر کے جواز ی فتوی پر اپنے وہابی اسمعیلی علماء کی تصدیق کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسئلہ اذان علی القبر: حضرت صاحب حق صاحب اذان علی القبر بعد التدفین کے استحباب کے قائل تھے **اور اس مسئلے کو جب آپ نے بیان اور عملاً نافذ کرنا شروع کیا تو بعض اہل علم حضرات اس پر برانگیختہ ہوئے اور اس کو ممنوع، بدعت یا مکروہ تحریمی کہا تو** جواب میں آپ موصوف نے مولانا عبد الخالق الحنفی گڑھی کپورہ سے مل کر ایک فتوی مرتب کیا جس میں ''استحباب اذان علی القبر بعد التدفین'' پر بحث و تمحیص کی گئی اور اس کو ایک کتابچے کی شکل میں بنام ''منافع التاذین علی قبر التدفین'' چھاپ کر مختلف علماء کرام سے تصدیق کروایا۔ ان علماء کی کل تعداد جنہوں نے اپنے دستخط ثبت کئے ہیں، ۹۰ سے زائد ہیں **جن میں اکابر علماء دیوبند بھی موجود ہیں مثلاً علامہ عبد الجبار گوٹھا مدرس اول مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل (ہند)، قاضی عصمت اللہ مانیری، مولانا محمد اسرائیل**

اتمانزئی، حاجی محمد امین صاحب چارسدہ خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی، مولانا محمد اعظم خان مانیری، مولانا محمد زین اللہ ترلاندی، مولانا عبدالشکور بام خیلی، مولانا الشیخ فضل حسین مانیری، مولانا علامہ عبدالرؤف کڈی، قاضی عبدالخالق اسماعیلہ، علامہ عبدالرازق شاہ منصور، مولانا سیف الرحمان فاضل دیوبندسکنہ درہ صوابی، مولانا فضل خالق شاہ منصور، مولانا حمداللہ جان ڈاگئی، قاضی امان اللہ ڈاگئی اور مولانا فضل قدیم استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک۔

اس فتویٰ کو من وعن نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین کو بھی آ گاہی ہو سکے چونکہ یہ فتوی پشتو میں لکھا گیا تھا لہٰذا ان الفاظ کو راقم اردو میں منتقل کئے دیتا ہے باقی فارسی وعربی کے الفاظ من وعن نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ علمی مسئلہ علماء تک ہی محدود رہے فقط اسے عوامی مسئلہ بنانا ہرگز سمجھداری کی بات نہیں البتہ فارسی وعربی کی عبارات آسان ہیں۔

(حیات صاحب حق، ۲۷، مدرسہ کنزالایمان شہباز گڑھی مردان)

لیجئے! اور وہابیت اسمٰعیلیت کی ذلت ورسوائی پر مزید چار حرف کیجئے، بالخصوص وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پر تو کوئی ۲۵، ۲۶ حرف ہو ہی جائیں تو اچھا ہے یہ جاہل آدمی اپنے ہی وہابیوں اسمٰعیلیوں کو چھوڑ کر ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف کا موقف بزعم خود یہ لکھا کہ ان کے نزدیک اذان علی القبر خلاف سنت، بدعت اور نہ جانے کیا کیا ہے۔ بحمد للہ میں نے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے کئی علماء سے اس کے جواز کا فیصلہ کروا دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان سب کو ایک ہی لائن میں کھڑا کر کے بدعت اور بدعتی کا فتوی لگا دے اور بدعتی کے بارے میں جو اس کے اکابرین نے بیان کیا ہے وہ سب کچھ بھی ان کو سنا دے بلکہ پڑھا دے بالخصوص بدعتی کا کوئی عمل قابل قبول نہیں، بدعتی یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ کا دین ناقص ہے، بدعتی جہنم کا کتا ہے وغیرہ وغیرہ (مفہوما از ناقل) پھر ہم سے بات کرلے لیکن یہ وہابی اسمٰعیلی احمری بحمد للہ اہلسنت کی دہلیز پر ناک رگڑ رگڑ کر مر جائے گا پر اس کے آباء سے یہ سب فتوے ختم نہیں ہوں گے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جواب دے کہ اس کے وہابی اسمٰعیلی آباء نے خود اس کو کہاں لا کھڑا کیا، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی اور اپنے وہابیوں کی عادت بد سے مجبور ہو کر کتاب کا ہی انکار کر دے یا اس کے مصنف کا ہی انکار کر دے میں پہلے سے ہی اس کی تائید خود وہابیہ اسمٰعیلیہ سے دے دیتا ہوں۔

اولاً: اس کتاب پر وہابی اسمٰعیلی حمداللہ ڈاگئی کی تقریظ موجود ہے اور خود وہابیہ اسمٰعیلیہ نے اس کو معتبر مانا ہے لہٰذا اب ہم وہابی ساجد خان کی مصدقہ کتاب کا اصول پیش کر دیتے ہیں جس سے وہابیت اسمٰعیلیت میں لگی آگ بجھ جائے گی اور یہ بیچاری اپنے ہی ہاتھوں ذلیل ورسوا ہو جائے گی۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

مفتی صاحب! کتاب کے معتبر وغیر معتبر ہونے کا دارومدار یا تو اس کے مصنف پر ہوتا ہے کہ مصنف معتبر ہے تو ظاہر ہے اس کی تصنیف بھی معتبر ہوگی، یا اس بات پر ہوتا ہے کہ اگرچہ مصنف تو اتنا زیادہ معتبر نہیں، لیکن جماعت کی معتبر ومعروف شخصیات اس کی کسی تحریری تصنیف کی تائید وتوثیق کر دیں تو بھی اس کی تحریر وتصنیف معتبر تسلیم کی جائے گی۔ (داستان فرار، ص ۱۰۳، مکتبہ مدنیہ دیوبند)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے مصدقہ اصول سے ہی کتاب کا معتبر ومستند ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ان تمام وہابیوں اسمٰعیلیوں کے گلے میں بدعت وبدعتی کا پھندا ڈالے اور ان کو جہنم میں جہاں چاہے گھسیٹے لیکن اہلسنت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے کیونکہ اہلسنت ہی حنفی ہیں اور یہی سادات احناف ومشائخ ہند کے حقیقی پیروکار ہیں۔

ثانیاً: اسی وہابی اسمعیلی ضیاء اللہ خان جدون نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''تذکرہ علماء صوابی'' اس پر کئی ایک وہابیوں کی تقاریظ ہیں ان میں سے ایک وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث شیر علی شاہ بھی ہے۔

وہابی اسمعیلی شیر علی شاہ لکھتا ہے:

محترم مولانا ضیاء اللہ جدون حقانی کی زریں گرانقدر کتاب ''تذکرہ علماء صوابی'' کے جستہ جستہ مقامات کی دید سے حد درجہ سرور و انبساط نصیب ہوا۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف نے پوری محنت اور جانفشانی، مکمل تتبع واستقراء کے ساتھ صوابی کے نابغہ روزگار اصحاب فراست وبصیرت عبقری علماء کرام ومشائخ عظام کے علمی، تبلیغی، دینی اور اصلاحی کارہائے نمایاں کو کتابی شکل میں مدون فرما کر فرزندان اسلام پر عموما اور مسلمانان صوابی پر خصوصا ایک دائمی ابدی احسان فرمادیا ہے۔ (تذکرہ علماء صوابی، بیک ٹائٹل، جدون پرنٹنگ پریس پشاور)

بحمد للہ ہم نے ثابت کر دیا کہ حیات صاحب حق کا مصنف وہابی اسمعیلی ہے اور ان کا بہت ہی معتبر ومستند ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ باتیں ثابت ہو چکی تو یہ بات بدرجہائے اتم ثابت ہو جائے گی کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک معتبر ومستند ہے۔ لہٰذا وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے گھر سے اذان علی القبر کے جواز کا فتوی مل گیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ادھر بھی دو چار حرف کرے اور اپنی قسمت پر روئے۔

۹۰ سے زائد علماء کا فتوی اذان علی القبر جائز ہے وہابی اسمعیلی اقرار

قارئین! آپ نے یہ تو دیکھ لیا کہ کئی وہابیہ اسمعیلیہ نے اذان علی القبر کے جواز والے فتوے کی تصدیق کی اور اس کو درست مانا۔ اب وہ فتوی بھی دیکھ لیجئے، جس کو خود وہابی اسمعیلی ضیاء اللہ نے ۹۰ علماء (وہ جو بھی ہوں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں) کا مصدقہ کہا ہے۔

وہابی اسمعیلی ضیاء اللہ جدون لکھتا ہے:

استفتاء: سوال اوّل: اذان عند القبر بعد از تدفین میت برنیت رفع وحشت ووہم میت اور سماع اذان للمیت اور میت کی راحت و آرام اور نزول رحمت اس پر اور امن میت عن العذاب اور دعا میت کے لئے احسن، افضل اور مفید ہے اور آیا یہ فوائد بالا مذکور ہے کہ نہیں؟

سوال دوم: اذان معتاد عند الناس الیوم اور متوارث زمانہ اسلاف ہے کہ نہیں؟

سوال سوئم: یہ مذہب امام اعظم کا ہے کہ نہیں؟

سوال چہارم: منکر سماع میت اور دیگر اذکار وغیرہ معتزلی ہے کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا

جواب: مختصر تصریح اولین تین سوالوں کا یہ ہے کہ یہ مسئلہ جزیہ ہے۔ **سوال گفتن بعد تدفین میت بر قبرش بر مذهب حنفی جائز است یا ممنوع جواب جائز بلکه میت از شنیدنش ثواب مے باید بموجب ایں روایت۔ یجوز الاذان علی القبر لمیت بعد دفنه لان الملائکة یشتغلون فی ثواب الاذان الی یوم القیامة ولا یعذبونه عذابا شدیدا کذا فی الملتقطا من وعن وحدیث شریف امام حلبی در کبیری شرح منیة المصلی دلیل روشن است۔**

عن الحسن عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال المیت یسمع الاذان ما لم یطین قبرہ فی المغنی مفتاح الصلوۃ آخر الجنائز۔ ص۱۱۸۔

اب تفصیل اور جوابات یہ ہیں۔ سوال اول کے جواب میں کہ قبر وحشت کا گھر مرقاۃ شرح مشکوۃ کی یہ عبارت ہے۔ لان القبر

مقام الھول والوحشۃ ص ۲۳، بہامش مشکوۃ عذاب القبر اور مقام وحشت میں اذان مشروع ہے۔لدفع الوحشۃ طحطاوی باب الاذان ص ۱۱ کی یہ عبارت ہے: ویروی ان آدم لما نزل الی الارض استوحش فنادی جبریل بالاذان انتھی اور کشف النعمہ جلد اول، باب الاذان ص ۶۳ کی یہ عبارت ہے: وکان کعب احبار یقول قال رسول اللہ ﷺ لما نزل آدم بارض الھند استوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان فزالت عنہ الوحشۃ انتھی اور لفظ لما نزل آدم الی قولہ استوحش فنزل جبریل میں صریح دلیل موجود ہے اس بات کی کہ اذان مستوحش کے قریب ہو اور اذان متصل ہو استیحاش کے ساتھ اور فوت شدگان مہوم ہیں۔مرقاۃ شرح مشکوۃ کی عبارت، ولان ملاقات الملکین مما یھیب المؤمن انتھی ص ۲۴ بہامش مشکوۃ عذاب القبر اور مہموم کو اذان دینا ماثور ہے شامی جلد اول باب الاذان ص ۲۶۹۔وفی حاشیتہ البحر للخیر الرملی رأیت فی کتب الشافعیۃ انہ قد لیس الاذان لغیر الصلاۃ کما فی اذان المولود والھموم الی قولہ لخبر صحیح فیہ اقول ولا بعد فیہ عندنا انتھی۔ اور اسی طرح میت اذان سنتا ہے۔کبیری باب الجنائز ص ۵۵۵ کی یہ عبارت عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال لمیت یسمع الاذان مالم یطین قبرہ انتھی۔ اور اذان ذکر ہے بدائع جلد اول باب الاذان ص ۱۵۱۔لان الاذان ذکر معظم انتھی۔اور ھدایہ جلد اول باب الاذان ص ۷۴ اور طحطاوی جلد اوّل باب الاذان ص ۱۱۵۔اور ذکر کے ساتھ میت کو آرام وراحت میسر ہوتی ہے۔شامی جلد اول باب الجنائز ص ۵۹۶، المیت یستانس بالذکر علی ما ورود فی الآثار انتھی کبیری باب الجنائز ص ۵۳۳۔اور خاص اذان کے ساتھ مسلمانوں کو استیناس حاصل ہوتا ہے البتہ ہنود اور انعام اس سے کتراتے ہیں اور گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں جیسا کہ اوجز المسالک ص ۱۸۳ پر درج ہے۔فاذا اذن فی مواضع قرب الھنود وعبدۃ الاوثان فانعامھم ودوابھم یترددون وینفرون فضلا عن رجالھم کانھم سقط علیھم الجبل بخلاف الانعام التی عند المسلمین فانھم یکونون مستانسین لذالك انتھی اور اذان کے سننے پر نزول رحمت ہوتی ہے میت پر۔بحوالہ مراقی الفلاح اور طحطاوی باب الجنائز ص ۳۶۳۔وکرہ قلع الحشیش والشجر من المقبرۃ لانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالی فیونس لمیت وتنزل بذکر اللہ تعالی الرحمۃ انتھی۔اور اذان کے سننے سے میت امن میں رہتا ہے عذاب سے بحوالہ کشف الغمہ جلد اول باب الاذان ص ۶۲۔ وکان ﷺ یقول اذا اذن فی قربتہ امنھا اللہ تعالی من عذاب ذلك الیوم انتھی۔اور اذان ثنا ہے بحوالہ نووی شرح مسلم جلد اول ص ۱۶۷ باب الاذان۔الاذان توحید وثناء انتھی۔اور ثناء دعا ہے۔الدعا قد یکون صریحا کما یقول اللھم اعطنی و قد یکون تعریضا کما اذا اثنی علی اللہ تعالی انتھی حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۱۸۱ و شامی ج ۲ کتاب الحج ص ۱۸۰۔جلد اوّل طہارت ص ۱۲۱ و قسطلانی بہامش بخاری جلد دوم کتاب الدعوات ص ۹۳۔حاصل یہ کہ فوائد اذان غیر منحصر ہیں کیونکہ کلمہ اذان جامعہ ہے کما فی النووی شرح مسلم ص ۱۶۷۔اعلم ان الاذان کلمہ جامعۃ لعقیدۃ الایمان۔ جواب سوال دوئم۔اذان مذکور متوارث اور معتاد ہے اسلاف کے زمانے سے لے کر آج تک۔جیسا کہ صراحت کے ساتھ پیچھے گزر گیا۔اور معتاد عند الناس الیوم یا فی زماننا یا الآن الفاظ فتوی ہے۔بحوالہ شامی جلد اول باب الجنائز ص ۲۲۶۔

جواب سوال سوئم۔یہ مذہب صرف امام اعظم ہی کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ کا ہے کیونکہ جواب اول کے دلائل میں نقل خیر الرملی کا ہے اور وہ مجتھد فی المذہب ہیں اور انہوں نے لفظ عندنا سے یہ ذکر کیا ہے۔لہٰذا مذہب ہوا۔

جواب سوال چہارم۔ منکر سماع اذان میت اور دیگراور ادمعتزلی ہے۔شامی جلد اول ص ۸ ۶۳ شرح عقائد ص ۷۷۔

کتبہ صاحب حق عبدالخالق الحنفی مذھب گڑھی کپورہ خاص اسمٰعیل زئی وذالک کذالک وانی مصدق بذالک عبدالمنان الشھباز گڑھی بقلم خود۔

اس کے بعد علماء کرام کے مختصر ترین تاثرات اور دستخط ثبت ہیں۔

مثلاً المجیب مصیب۔ قاضی سید روح الامین گوجر گڑھی۔

المجیب مصیب۔ قاضی پیر مکمل شاہ مردان۔

من قال بالجواز فقد اصاب و ھدی و من ابتغی وراء ذلك فقد ضل عن سبیل الھدی۔ عبدالوھاب کوٹ ہشتنگر بقلم خود۔

المجیب مصیب۔ خلیل الرحمٰن مدرس مدرسہ دارالعلوم اتمانزئی بقلم خود

من فعل فعلا حسنا یرجوا إلیہ خیرا و من لم یرہ نسبة مؤکدة فلا علیہ۔ علی اکبر جان مدرس مدرسہ عربیہ اتمانزئی چارسدہ۔

عبارتہائے مذکور بالا درست وصحیح است خادم الشرع شریف قاضی عصمت اللہ مانیری بقلم خود۔

الجواب الصحیح فقیر فضل حسین بقلم خود۔ مولوی صاحب کڈی تحصیل صوابی بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ اور ابن حجر سے اذان کی استحبابی صورت وارد ہے بعد از تدفین۔ میت شامی ۸۳ ۳۔ص ۶۶۰۔ جلد اول بندہ فضل قدیم بقلم خود مقام کڈی۔ حافظ مولوی عبدالودود، مولوی عبدالرازق شاہ منصور صوابی بقلم خود۔

ذالك كذالك۔ بندہ عبدالحلیم عفی عنہ بقلم خود سکنہ بام خیل۔ حافظ صفی اللہ بقلم خود۔ مولوی گل دین مدرس مدرسہ رجڑ ہشتنگر بقلم خود۔ محمد ثمر بقلم خود سکنہ گرھی دولت زئی۔ المجیب مصیب وخلافہ غیر صحیح شائستہ گل متہ

اصاب من اجاب کوٹھوی تحصیل صوابی خادم الطلباء عبدالجبار عفی عنہ بقلم خود۔ محمد امین عفی عنہ المجاہد آباد ھشتنگر بقلم خود۔ مولوی محمد اسرائیل اتمانزئی بقلم خود۔

من سمع الاذان یضر الشیطان عبدالشکور عفی عنہ سکنہ بام خیل بقلم خود ۱۳ فروری ۱۹۵۰ء۔

الجواب المجیب مصیب۔ خلیل الرحمان مدرس مدرسہ دارالعلوم اتمانزئی بقلم خود۔

المجیب فیما قال مصیب۔ مطلع الانوار غفر الہ کوٹ ھشتنگر بقلم خود۔

وھذا الجواب صحیح فصیح الدین رجڑ۔ عبدالجلیل اتمانزئی بقلم خود۔

ھذا الجواب حق و الحق احق ان یتبع۔ محمد آثار الحق رجڑ بقلم خود۔

خویدم الشرع محمد گل رحیم الاسماری (فاضل دیوبند) حالا دریار حسین بقلم خود۔

قاضی عبدالخالق اسماعیلہ بقلم خود۔ محمد عبدالعلی گمبت بقلم خود۔

(حیات صاحب حق، ۲۷، مدرسہ کنزالایمان شہباز گڑھی مردان)

بحمد للہ خود وہابی اسمٰعیلی ضیاء اللہ خان جدون کی تحریر سے اہلسنت کا موقف ثابت ہوگیا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سادات

احناف کی گردان اپنے ان وہابیوں اسمعیلیوں کو سنائے جنہوں نے اذان علی القبر کے جواز کی تصدیق کر کے اس کو جائز قرار دیا اوران پر بھی وہ سارے فتوے لگائے جو اس نے اپنی جھوٹی حنفیت دکھانے کے لئے سادات احناف کے حقیقی پیرو پر لگائے اوران کو بھی حنفیت سے خارج اوراس کا باغی کہے۔اگر یہ نہیں کرسکتا تو پھران کے مصدقہ فتوے پر ایمان لے آئے اوراپنی ہی بیوقوف عوام کومزید بیوقوفی کےلولی پاپ نہ دے۔

قارئین! ابھی تو آپ نے ایک فتوی دیکھا ہے جوکئی ایک وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ ہے۔میں آپ کوایک رسالہ بھی دکھاتا ہوں جو وہابیہ اسمعیلیہ کےمفتی پوپلزئی جس کوایک دن پہلے ہی چاندنظر آجاتا ہےاس کے باپ کا مصدقہ ہے۔

رسالہ اصح الخبر فی اثبات اذان علی القبر

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ بعد دفن میت کے قبرستان میں ایک شخص استادہ ہوکراذان دیتا ہے بعد فاتحہ دعا پڑھ کرلوگ گاؤں میں چلے آتے ہیں۔ابھی ایک شخص مسافر یہاں آیا ہےاوراس رسم کو بدعت مذموم کہتا ہے۔کہ مشروعیۃ اذان کی سوانماز کے اورکہیں جائزنہیں۔تاکہ لوگ اسے سنکرمسجد میں نماز کیلئے جمع ہوں۔قبرستان میں اذان دینا حافظوں کوقرآت قرآن کے واسطےقبر کے پاس بٹھانا خوشبوجلانا پھول سبزہ ڈالنا قبر پر یہ رسم بدعت تمھارےلوگوں کا ہے۔اس باب میں جوصحیح روایت ہو،مرقوم فرمایئے۔اگرآپ کہے توقبرستان میں بعددفن میّت خوشبوسبزہ اذان دینا ہم چھوڑ دیویں۔جیسا کہوویسا کریں۔جزاک اللہُ تعالےٰ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۵۱ء۔

الجواب: تسبیح وتہلیل ذکرودعا قبرستان میں اموات ثواب پہچانے کے واسطے پڑھتے ہیں۔سوجائز ہے،تصحیح المسائل میں فتح القدیر کی روایت منقول ہے۔اورمکروہ ہے قبر کے پاس سونا۔یاقضائے حاجت کرنا۔یاخلاف سنت معہودہ کوئی عمل بجالانا مستحب زیارت اور دعا کرنا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بقیع میں جاتے ایسا کہتے عبارت عربی: یعنی سلام ہووے تم پرقوم مومنین کا گھر ہےاورہم بھی خدا چاہے توتم سے ملنے والے ہیں۔مانگتا ہوں میں اللہ سے عافیت میرے اورتمھارے واسطےاورقرآن پڑھنے والے قبر کے پاس بٹھانا بعضوں نے مکروہ کہا ہے۔اورمختار یہ ہے کہ اس میں کچھ کراہت نہیں۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے جنازے کی نماز پڑھی۔جب قبرمیں رکھے گئے سبحان اللہ چندبارکہتے رہے،ہم نے بھی کہے بعد اللہ اکبر چند بارکہتے رہیے،ہم نے بھی کہے بعد حضرت کو پوچھا کہ تسبیح وتکبیر کہنے کا کیا سبب تھا۔آنحضرت نے فرمایا کہ جب تاریکی وتنگی سے قبرمیں مردہ گھبراتا ہے۔توتسبیح وذکر کاآواز سننے سے خداتعالیٰ اسکوخوشی بخشتا ہے۔ملاعلیٰ قاری نے حصن حصین کی شرح میں لکھا ہے: یعنی سب طرح کی دعاذکرخدا ہے،اورسب طرح کاذکردعا کوشامل ہے۔کہ اسمیں حق تعالےٰ کی ثنااوربخشش ظاہرہوتی ہے۔اورتلقین پڑھنا سنت ہے ابوامامتہ الباہلی سے روایت ہے کہ فرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی تمھارا بھائی مسلمان گزرگیا۔تواسکو دفن کرنے کے بعدایک تم میں سے کھڑارہے۔قبر کے سرہانے تلقین پڑھنے کواور یافلان بن فلانہ کہے اگرماں کا نام معلوم نہیں ہوتوحوا کا نام لیوے۔وہ مردہ سنتا ہے پھر دوبارہ کہے۔وہ مردہ اٹھ کربیٹھتا ہے پھرتیسرے وقت کہے تب وہ مردہ کہتا ہے "**ارشدنا رحمتک اللہ**"یعنی ارشاد کروکیا کہتے ہو خداتم کورحمت کرے لیکن تم اس سے مردے کا کہنا نہیں سنتے ہو بعد تلقین پڑھنے والا ایسا کہنے:

یعنی یاد کرائے بندے کوکہ تودنیا سے باہر نکلا ہے۔اس کلمہ شہادت پر تحقیق نہیں کوئی معبود برحق مگراللہ اورتحقیق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے ہیں اوررسول ہیں۔اورتوراضی ہوا ہے کہ اللہ تیرارب ہے اوراسلام تیرادین ہے اورمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرانبی ہے اورقرآن تیراامام ہے اورکعبہ تیراقبلہ ہے اورنمازفرض ہے اورسب مومن تیرے بھائی ہیں جب مردہ یہ تلقین سنتا ہے اللہ اسکے دل میں ہمت کہنے کی دیتا

ہے منکر نکیر سوال کرنے والے فرشتے آپس میں کہتے ہیں چلو ہم کو سوال کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اللہ نے اسکو جواب تلقین کرا دیا اور یہ بھی کہنا: یعنی اللہ اس کو قول ثابت پر یعنی کلمہ شہادت پر ثابت رکھے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی زیادہ تلقین میں کے ہیں: یعنی تحقیق جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے اور بعث برحق ہے۔ اور تحقیق قیامت کا دن آنیوالا ہے بے شک اور خدائے تعالی ملا دیگا۔ زندہ کر کے سبھوں کو جو قبروں میں ہیں۔ بلکہ ڈوبے ہوئے جلے ہوئے شیر نے کھایا ہو۔ سب کے سب جی اٹھیں گے۔ بعضی روایتوں میں تخفیف عذاب اور تکثیر ثواب کے واسطے سورۃ تبارک، سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص سات مرتبہ، سورۃ تکاثر پڑھنا قبر کے گرد بیٹھ کر بعد پیچھے جاتا۔ تو مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور کون لوگ دفن کرنے آئے انکو پہچانتا ہے۔ اور پھول سبزہ خوشبو قبر پر رکھنے سے تخفیف عذاب اور زیادتی ثواب ہے، جب تک برگ وگل تازہ ہے تسبیح خدا کی کرتا ہے۔ وہ ثواب اس میت کو ملتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت نے قبرستان میں ایک شخص کی قبر میں مردے کو عذاب ہوتے ہوئے دیکھا وہاں کھڑے رہے اور کھجور کے درخت کی سبز ڈالی منگوائی اور قبر پر رکھدی اور فرمایا جب تک شاخ درخت تازہ اور سبز ہے، مردے کو اس کی ذکر و تسبیح سے ثواب حاصل ہوتا ہے ایک مسئلہ فقہ کا یا فرائض کا قبر کے نزدیک بیان کیا جاوے۔ تو عذاب تخفیف ہوویگا اس ہی طرح قرأت قرآن، وعظ حکایات صالحین کے بیان کرنے سے خدا رحمت بھیجتا ہے۔ خوشبوئی، صندل وغیرہ رکھنے سے قبر کے پاس فرشتے خوش ہوتے ہیں۔ آگ قبر کے پاس رکھنا منع ہے اور ایک حدیث شریف ہے **اذا رئیتم الحریق فکبروا** یعنی جب تم دیکھو کہ کہیں آگ لگی ہے اور تمھارا ہاتھ نہیں پہنچتا ہے تو تکبیر کہو۔ یعنی اذان دو کہ اسکی برکت آگ بجھ کر ٹھنڈی ہوگی۔ اور عذاب قبر بھی آتش کا شعلہ ہے۔ اور اذان عام ہے۔ ذکر تکبیر دعا وتہلیل کو شامل ہے۔ سوائے نماز کے اور کہیں اذان نہ دینا کسی سے منقول نہیں۔ خطبہ پڑھنے کے واسطے بھی خطیب کے سامنے ممبر کے پاس اذان نہ دینا کسی سے منقول نہیں، خطبہ پڑھنے کے واسطے بھی خطیب کے سامنے ممبر کے پاس آذان کہتے ہیں۔ لیلۃ القدر کو رمضان میں سات بار اذان ہر مسجد میں کہتے ہیں۔ بچہ پیدا ہوا تو سیدھے کان میں آذان کہنا اور بایں کان میں اقامت کہنا سنت ہے۔ اسی قیاس پر قبر کی آتش بجھانے کو ہاتھ نہیں پہنچتا ہے۔ تکبیر کہنا چاہیے تاکہ قبرستان کے مردے آتش دوزخ سے خلاصی پاویں۔ اگر قبر کے سرہانے سورۃ البقر کا ابتدا رکوع اور پائنتی میں خاتمہ سورۃ البقر کا پڑھیں عذاب قبر موقوف ہوجاویگا معلوم ہوا کہ جیسی مشروع اذان نماز کے واسطے ہے اسی طرح اور مقام پر بھی برکت کے واسطے جائز ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ ایک روز علی مرتضی غمگین دل سے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں گئے۔ آپ نے فرمایا: تم آج غمگین نظر آتے ہو۔ جاؤ اپنے دوستوں میں کہو۔ اور کہو کہ تمھارے کان میں آذان کہ دویں غمگینی دل کی رفع ہوجائے گی۔ اگر کوئی جنگل میں راستہ بھولا یا خوف پیدا ہوا آذان پکار کر کہے اور ایسا بھی کہے **اعینونی یا رجال الغیب** یعنی یا رجال الغیب میری مدد کرو ضرور کوئی شخص پیدا ہوگا تم کو راستہ بتا دیگا۔ اب مشروعیۃ اذان کی مسلمانوں کے فائدے کے واسطے بیان کرتے ہیں۔

اذان کے معنی آگاہ خبردار کرنا ہے۔ مدینہ شریف میں جب حضرت ہجرت کر کے تشریف لائے وہاں جبرائیل نے وحی کے طور سے الفاظ آذان آپ کو سنائے اور اسی شب کو عمر ابن الخطاب نے خواب میں ہاتف کی زبانی آذان سنی اور آنحضرت کو فجر میں آکر سنائے، آپ نے فرمایا: تمھارا خواب سچا موافق وحی کے ہے۔ ایسے الفاظ مخصوص ابھی مجھ کو جبرائیل نے سنائے تھے الغرض جو کچھ نیک کام ذکر دعا، قرآت، تسبیح اس زمانے میں جاری ہیں سب حسنات ہیں اذان دینا میّت کو دفن کے بعد قبرستان میں بدعت حسنہ ہے۔ نیت ثواب اور بخشائش کی ہے واللہ اعلم بالصواب

بتاریخ ار ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۵۱ء یوم ہفتہ۔ کمترین دعا گو حافظ عبدالصمد خطیب و امام محلہ خویشگی بقلم خود۔

الجواب صحیح قاضی حبیب اللہ بڈنی بقلم خود

وجوابہ تحت الخط: جائز ہے لیکن یہ مسئلہ خلافیہ ہے: وفی الشامی باب لاذان فی کتب الشافعی سنت ھے آذان واسطے مولود و مھموم و مصروع وغضبان وبد خوی ومزو حم الحجیش و حریق و عند انزل المیت القبر الکن ردہ ابن حجر و تمر والجن لخبر صحیح فیہ ولا بعد فیہ عندنا۔ ص ۳۵۷ وکذا فی حاشہ بحر ص ۲۵۶ قاضی حبیب اللہ

الجواب: صحیح المولوی غلام رسول قندہاری:

حامدا و مصلیا اذان کی مسنونیت اور جواز فراض خمسہ کے علاوہ متعدد مقامات پر ہمارے مذہب میں آیا ہے جن سے انکار کرنا، بدعت قرار دینا جہالت کی علامت ہے چنانچہ اسی سلسلے کے جن میں شامی نے تصریح فرمائی ہے: وعند انزال المیت قبر قیاساعلیٰ اول خروجہ الدینا الخ (فتاوی الشامی، جلد اول، ص ۳۹۹)

فقیر سید حبیب شاہ سکنہ بالا ماڑی تعلم خود خطیب اعظم سرحد پشاور: احقر سلمیان غفرلہ فارغ مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

خطیب اعظم سرحد پشاور: محمد الیاس قاضی صاحب بڈنی کے فتوی تائیدا ہمارا بیان کہ اذان قبر پر جائز ہے اور منکر اس کا جاہل ہے۔

الجواب قاضی حسیب اللہ صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل صحیح ہے۔

عبدالقیوم پوپلزی خطیب مسجد قاسم علی خان پشاور

بحمداللہ اس رسالہ نے بھی وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیا ہے اور اہلسنت کے سادات احناف کے حقیقی غلام ہونے پر مہر لگادی ہے۔ ان شاء اللہ اس رسالے کے حوالے سے تفصیلات بھی عرض کی جائیں گی لیکن آپ آخری نام کو غور سے دیکھیں اور وہابیت اسمعیلیت کی اس مسجد کا تصور کریں جہاں سے پہلے سے ہی چاند کے نظر آنے کی اطلاع آجاتی ہے۔

قارئین! ہم نے خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر و مستند لوگوں سے ثابت کر دیا ہے کہ اذان علی القبر جائز ہے اس میں کوئی مضایقہ نہیں بلکہ میت کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ وہابی اسمعیلی ان حوالوں کو دیکھ کر اپنے دعوے کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی پہچان لے۔

دیوبندی مولوی کے دلائل کا جائزہ

علامہ شامی کی عبارت کا جواب

دیوبندی مولوی ساجد خان لکھتا ہے: أَنَّهُ لَا يُسَنُّ الْأَذَانُ عِنْدَ إِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاوِيهِ بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ. وَقَالَ: وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلَى نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُودِ إِلْحَاقًا لِخَاتِمَةِ الْأَمْرِ بِابْتِدَائِهِ فَلَمْ يُصِبْ۔۔۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی مولوی ساجد خان نے شروع سے جو اپنے اکابرین کی سنت پر عمل کرنا شروع کیا ہے ابھی تک اسی پر لگا ہوا ہے اس نے اپنے

اکابرین سے دھوکہ بازی، حیلہ سازی اور دجالی پن کے سوا کچھ نہیں سیکھا، یہاں بھی اس نے یہی کیا ہے اور عوام کو اپنے دجالی کرتب سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اولاً: وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق یہ علامہ شامی کی اپنی رائے ہے جو دیگر اکابرین حنفیہ سے منقول نہیں ہے اور علامہ شامی کی رائے وہابی علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

بقول سرفراز گکھڑوی برطانیہ کا وفادار وہابی اسمعیلی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے:

فتوی لکھنے میں حضرت اکثر شامی ملاحظہ فرمایا کرتے مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور جو صاحب شامی کی ذاتی رائے ہوتی اس کو حجت قرار نہ دیتے بلکہ تنقید و تحقیق کرتے اور فرمایا کرتے کہ یہ معاصر ہیں ھم رجال ونحن رجال ان کی رائے ہم پر حجت نہیں جب تک کہ اسلاف کے قول سے مؤید نہ ہو۔ (تذکرہ الخلیل، ص ۲۹۴، مکتبۃ الشیخ کراچی)

اب ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ فقہائے احناف سے علامہ شامی کی رائے کو مؤید کردے اور کم از کم پانچ فقہائے احناف سے ثابت کرے کہ اذان قبر بدعت ہے، اگر فقہاء احناف سے ثابت نہیں کرسکتا تو اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کچھ شرم کرے، مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہابی اسمعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے نہیں اور جان چھڑانے کے لئے اپنی مرضی کے اصول نکال کر ہمیں ان پر عمل کا کہتے ہیں جاہلو! پہلے خود تو عمل کرلو اگر خود اپنے اصولوں پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کس منہ سے کہتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہابی یہ کہے کہ علامہ شامی نے ابن حجر کے حوالے سے بیان کیا ہے تو جناب پھر ہمیں بھی شوافع سے نقل کرنے کی اجازت دی جائے یا پھر علامہ شامی نے جو مسائل شوافع سے نقل کئے ہیں ہمیں بھی بیان کرنے کی اجازت دی جائے گی یقین جانئے وہابیت تباہ و برباد ہو جائے گی اور کہیں بھی منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے گی۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ بدعات مخترعہ کی تائید کرنے والے وہابی اسمعیلی فتویٰ

ثانیاً: جب وہابیہ اسمعیلیہ علامہ شامی کی خود نہیں مانتے اور ان کو بدعتی اور بدعت کی تائید کرنے والا کہتے ہیں تو ہمیں ان کے حوالے کس منہ سے دیتے ہیں۔

وہابی احمدی اسمعیلی انورشاہ کشمیری لکھتا ہے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ شامی کہ میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہیں ہوسکا اور اسی لئے ان کے یہاں بہت سے مسائل میں بدعات مخترعہ کی تائید ہوگئی ہے۔ ۔۔لہٰذا حافظ ابن حجر، شامی اور شیخ محدث دہلوی کے اقوال پر نظر کر کے اس بارے میں توسع کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور قبروں پر ٹہنیاں گاڑنا امر منکر و بدعت ہی ہے۔

(انوار الباری، جلد ۸، ص ۴۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جب وہابیہ اسمعیلیہ کے علامہ شامی کے بارے میں یہ تاثرات ہیں کہ بدعت کا مسئلہ ان پر منقح نہ ہوسکا اور حضرت نے ایسے ہی بدعات مخترعہ کی تائید کردی تو ہم پر علامہ شامی کو پیش کیوں کرتے ہیں؟ کیا وہابیہ اسمعیلیہ شرم وحیاء بیچ کر اس کے عوض کو ابریانی خرید کر بنا ڈکار لئے اس کو ہضم کر کے بے ہوش ہو گئے ہیں؟ جس کی خود نہیں مانتے بلکہ ایک عام مسئلہ میں ان کی توہین کرتے ہیں لیکن ان کے حوالے دوسروں پر ٹھوستے ہیں واہ وہابیہ واہ۔

قارئین! بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ ایک ناہنجار نے تو علامہ شامی پر شرک کا فتوی دھر دیا۔ وہابی اسمعیلی انورشاہ کشمیری نے تو

اس مسئلہ یعنی قبر پر پھول رکھنے کو صرف بدعت کہہ کر وہابی اسمعیلی اصولوں سے علامہ شامی علیہ الرحمۃ پر بدعتی ہونے کا فتوی لگایا لیکن ایک اور وہابی اسمعیلی نے وہابی اصولوں سے شرک کا فتوی دھر دیا۔

علامہ شامی پر شرک کا فتوی وہابی اسمعیلی اقرار

وہابی اسمعیلی محمد یونس کہتا ہے:

علامہ شامی نے مزارات میں پھول چڑھانے کو جائز کہہ دیا۔۔۔

(محمد یونس کے علمی واصلاحی ارشادات، ص ۸۷، جابر بن عمر گجرات)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک قبر پر پھول چڑھانا جائز تھا۔

جبکہ ایک اور وہابی اسمعیلی سعید احمد پالن پوری لکھتا ہے:

قبر پر پھول چڑھانا حرام ہے۔ کیونکہ چڑھانا بندگی ہے اور غیر اللہ کی کسی بھی درجہ میں بندگی شرک ہے۔ (تحفۃ الالمعی، جلد ۱، ص ۳۱۳، زمزم پبلشرز کراچی)

جب چڑھانا بندگی ہے تو علامہ شامی معاذ اللہ غیر اللہ کی بندگی کو جائز کہہ رہے ہیں اور غیر اللہ کی بندگی کو جائز کہنے والا کیا ہوتا ہے۔؟ ہم نے حوالے محض الزاما دیئے ہیں اور مزید آگے بھی کچھ بیان کریں گے۔

ثالثاً: یہ جاہل اسمعیلی بتائے کہ لا یسن کا معنی خلاف سنت ہے اور اگر ہم فقہاء احناف سے کئی مقامات پر ''لا یسن'' کے الفاظ دکھا دیں تو یہ ان افعال کو خلاف سنت کہے گا۔

رابعاً: ''لا یسن'' کہنے کے باوجود بھی علامہ شامی نے کئی مقامات پر اذان کہنے کو مندوب کہا ہے، یہ نیم پاگل آدمی اگر باب الاذان سے وہ عبارت بھی نقل کر دیتا تو اس کی ساری دھوکہ بازی سامنے آجاتی یہ کتاب الجنائز کی طرف تو بھاگا پر باب الاذان سے نقل نہ کر سکا، میں آپ کو نقل کر کے بتا دیتا ہوں: (قَوْلُهُ: لَا يُسَنُّ لِغَيْرِهَا) أَيْ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَإِلَّا فَيُنْدَبُ لِلْمَوْلُودِ وَفِي حَاشِيَةِ الْبَحْرِ الرَّمْلِيِّ: رَأَيْت فِي كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ أَنَّهُ قَدْ يُسَنُّ الْأَذَانُ لِغَيْرِ الصَّلَاةِ، كَمَا فِي أَذَانِ الْمَوْلُودِ، وَالْمَهْمُومِ، وَالْمَصْرُوعِ، وَالْغَضْبَانِ، وَمَنْ سَاءَ خُلُقُهُ مِنْ إنْسَانٍ أَوْ بَهِيمَةٍ، وَعِنْدَ مُزْدَحَمِ الْجَيْشِ، وَعِنْدَ الْحَرِيقِ، قِيلَ وَعِنْدَ إنْزَالِ الْمَيِّتِ الْقَبْرَ قِيَاسًا عَلَى أَوَّلِ خُرُوجِهِ لِلدُّنْيَا. لَكِنْ رَدَّهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ الْعُبَابِ، وَعِنْدَ تَغَوُّلِ الْغِيلَانِ: أَيْ عِنْدَ تَمَرُّدِ الْجِنِّ لِخَبَرٍ صَحِيحٍ فِيهِ.

(قولہ: لا یسن لغیر ہا) یعنی نمازوں کے علاوہ۔ ورنہ بچے کے لیے اذان دینا مستحب ہے۔ اور الخیر الرملی کے حاشیہ البحر میں ہے: میں نے کتب شافعیہ میں دیکھا نماز کے علاوہ اذان سنت ہے جیسا کہ بچے کے کان میں اذان دینا اور پریشان، مرگی والے، غصے والے کے لیے اذان اور انسان یا چوپایہ جس کے اخلاق اچھے نہ ہوں اس کے لیے اذان لشکر کی بھیڑ کے وقت اذان، جلنے کے وقت اذان، بعض علماء نے فرمایا: میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان، اس پر قیاس کرتے ہوئے کہ دنیا میں آیا تھا تو اذان دی گئی ہے۔ لیکن ''ابن حجر نے شرح العباب''میں اس کا رد کیا ہے۔ اور جنوں کی سرکشی کے وقت کیونکہ اس میں خبر صحیح وارد ہے۔ میں کہتا ہوں: اس میں ہمارے نزدیک کوئی بعید نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، جلد ۲ ص ۶۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اب یہاں بھی وہابی اسمعیلی ''لا یسن لغیرھا'' کا ترجمہ ''نماز کے علاوہ اذان کہنا خلاف سنت ہے'' کرے گا، اگر یہی کرے گا

توعلامہ شامی کا آگے یہ "وَإِلَّا فَيُنْدَبُ لِلْمَوْلُودِ" استثناء کرنا کیسے درست ہوگا۔ یعنی خلاف سنت سے مندوب کا استثناء ہوگا واہ وہابی واہ کیا عقل پائی ہے۔ سیدھا سیدھا ترجمہ ہے کہ نماز کے علاوہ اذان دینا سنت نہیں اور سنت کی نفی سے مستحب، مندوب، اور مباح کی نفی نہیں ہوتی، کیا وہابی کہے گا کہ خلاف سنت مستحب یا مندوب یا مباح ہوتا ہے۔

قارئین! مسئلہ یہیں حل ہو جاتا ہے کہ نماز کے علاوہ اذان کہنا سنت نہیں ہے ہاں بعض مواقع پر اذان کہنا مستحب یا مندوب ہے جس کی تصریح خود علامہ شامی نے کردی ہے اور مزے کی بات یہاں شافعیہ کے حوالے سے (جس کو لے کر یہ وہابی ناچ رہا تھا) قبر پر اذان دینے کو بھی سنت کہا ہے اور علامہ ابن حجر نے اسے سنت کہنے کا رد کیا ہے اور کتاب الجنائز میں بھی یہی کچھ ہے۔

خامسا: اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ اس کی دلیل نہیں بلکہ ہماری دلیل ہے کہ قبر پر اذان کہنا سنت نہیں ہے، ہمارے نزدیک بھی اذان قبر سنت نہیں ہے باقی یہاں مستحب و مندوب و جواز کی نفی نہیں ہوتی۔

سادسا: ہم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالے سے بیان کر چکے کہ وہ اس اذان کو جائز کہتے ہیں اب وہابی پہلے ان پر فتوے دھرے پھر ہماری طرف دیکھے۔

سابعا: اگر وہابی پھر بھی اذان قبر کو خلاف سنت و بدعت کہنے پر مصر ہے تو ہمیں بھی بتائے کہ اس کے آباء نے جن اذانوں کی اجازت دی ہے ان کو کون کون سے حنفی فقہاء نے سنت، مستحب، مباح و جائز کہا ہے، یہاں ادھر ادھر کی ہانکنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی کسی اور کے دامن میں چھپنے کی اجازت ہے جو پوچھا گیا ہے اسی کا جواب دیا جائے ورنہ سمجھا جائے گا کہ یہ وہابی پہلے بھی جاہل تھا اور اب مزید ہو گیا ہے۔

چنانچہ فتاوی دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ:

ایک شہر میں بہت طاعون ہو گیا اہل شہر نے مل کر کچھ روپیہ جمع کیا کہ اس کو صدقہ کیا جائے اور علماء سے پوچھا کہ اس روپیہ کو کس پر خرچ کریں ایک عالم نے کہا کہ یتیم و بیوہ عورتوں پر صرف کیا جائے اور نیز کہا کہ شہر کے اردگرد سورہ یسین پڑھی جائے اور جس وقت لفظ مبین آوے اس وقت کھڑے ہو کر اذان دی جائے اور دوسرے عالم نے کہا کہ یہ فعل بدعت سیئہ ہے اور شرک ہے اور جس نے یہ فعل کیا اس کو تجدید نکاح اور توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے ورنہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

وہابی دیوبندی مفتی عزیز الرحمن اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

صدقہ کرنے میں تو ظاہر ہے کہ کچھ حرج ہی نہیں بلکہ صدقہ کرنے سے بلا دفع ہوتی ہے اور عمل مذکور اگر چہ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے لیکن بطریق اعمال مشائخ اس میں کچھ حرج نہیں۔۔۔ (عزیز الفتاوی، جلد ا، ص ۱۷۰، دارالاشاعت کراچی)

قارئین! لیجئے نہ حدیث سے ثابت اور نہ ہی فقہ سے لیکن پھر بھی حرج نہیں کیونکہ وہابی مولوی کی گھر کی شریعت ہے جس کو چاہے جائز کر دے جس کو چاہے ناجائز کر دے، باوجودیکہ وہابی مولوی اقرار کر چکا کہ فقہ سے ثابت نہیں، میں وہابی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اپنے مولوی کے اس فتوے کو فقہاء احناف سے بعینہ ثابت کرے ورنہ خود ہی کوئی نالی ڈھونڈ لے تاکہ بے شرمی سے اسی میں ہی مر جائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی کہے کہ یہ عمل مشائخ کی وجہ سے جائز ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بتایا جائے کہ عمل مشائخ حجت ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو یہ حجت کیوں اور اگر ہاں تو پھر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے اعمال کو وہابی قبول کیوں نہیں کرتے اور پھر شاہ صاحب (اگر چہ اس وہابی کے آباء کے نزدیک اتنے معتبر ہیں کہ صرف ان کا کہہ دینا ہی کافی ہے) نے اذان قبر کو بھی عمل مشائخ کہا ہے تو وہ قبول کیوں نہیں ہے،

صرف اس لئے کہ وہابی شریعت کے جاہل مولوی اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

وہابی مولوی کفایت اللہ لکھتا ہے کہ:

دفع وباء کے لئے اذانیں دینا تنہا یا جمع ہو کر بطور علاج اور عمل کے مباح ہے۔ (کفایت المفتی، جلد ۳، ص ۵۱، دارالاشاعت کراچی)

وہابی ملّا بتائے کہ کون کون سے حنفی فقیہ نے دفع وباء کے وقت اذان کو بطور عمل وعلاج جائز کہا ہے نام مع حوالہ لکھا جائے، مجھے لگتا ہے کہ معاذ اللہ وہابیت نے شریعت کو اپنے گھر کی لونڈی بنایا ہوا ہے کہ جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں اور جو چاہیں کریں۔

کئی وہابی دیوبندی مولویوں کے مصدقہ فتاوی میں عبدالحق وہابی لکھتا ہے کہ:

اسی طرح وبائی امراض کے پھیلاؤ کے وقت اذان دینا بھی منقول ہے اس لئے ان مواقع میں فی ذاتہ اذان دینا مباح ہے۔

اسی کے حاشیہ میں وہابیوں کے گرو گھنٹال اشرفعلی تھانوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

اور بعض بزرگوں کا عمل وقت عموم امراض وخوف وغرق کے بھی دیکھا ہے۔

(فتاوی حقانیہ، جلد ۳، ص ۶۳، ناشر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

وہابی دیوبندی ادھر ادھر کے حوالوں میں وقت ضائع کئے بغیر فقہاء احناف سے ان اذانوں کے حوالہ جات بیان کرے اور یہ بھی یاد رہے خود وہابی اکابرین کا اصول ہے کہ عموم سے استدلال قابل قبول نہیں ہے لہٰذا ایسے حوالہ جات قابل قبول نہیں ہوں گے۔

وہابی مولوی محمود حسن گنگوہی لکھتا ہے کہ:

بلا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت ہے بلکہ مستحب ہے۔ (فتاوی محمودیہ، جلد ۵، ص ۴۰۷، جامعہ فاروقیہ کراچی)

محمود حسن دیوبندی نے وہابیت کا بیڑا غرق کر دیا، بتایا جائے کہ فقہائے احناف نے کہاں لکھا ہے اس کا ثبوت بعینہ دیا جائے اور مستحب کے الفاظ دکھائے جائیں۔

اسی طرح وہابی مولوی نجم الدین لکھتا ہے کہ:

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مسنون ہے۔ (نجم الفتاوی، جلد ۱، ص ۱۵۲، ناشر دارالعلوم یاسین القرآن کراچی)

وہابیت کہاں سے چلی تھی اور کہاں آ کے اس نے دم لیا عمل مشائخ، مباح، مستحب، مسنون، وہابی دیوبندی مولوی کو چاہیے کہ معتبر و مستند فقہاء احناف سے ثابت کرے (اور ہمارا مشورہ ہے کہ ثابت کرنے سے پہلے وہابی شریعت کو بھی اچھی طرح پڑھ لے تاکہ بعد میں ذلت ورسوائی کم ہو) کہ مصیبت کے وقت اذان دینا عمل مشائخ، مباح، مستحب اور سنت ہے باقی کسی شافعی کا حوالہ اگرچہ حنفی نے نقل کیا ہو وہابی اصولوں سے معتبر نہیں ہوگا، اور ادھر ادھر کے حوالے قابل قبول نہیں ہوں گے۔

بحر الرائق وغیرہ کی عبارت کا جواب

وہابی ساجد خان لکھتا ہے کہ: ۲۔فقہاء احناف فرماتے ہیں: **وفی فتح القدیر ویکرہ عند القبر کلما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیه وآله سلم فی الخروج الی البقیع۔** (البحر الرائق ج ۲، ص ۲۱۰۔ درالحکام شرح غرر الاحکام۔ ج ۲۔ ص ۲۸۶۔ فتح اقدیر ج ۳۔ ص ۴۳۱) قبر کے پاس وہ سب افعال مکروہ ہیں جن کا ثبوت سنتِ رسول سے نہیں **اور سنت صرف قبور کی زیارت اور ان کے لیے دعا ہے کھڑے ہو کر** جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے جب وہ بقیع تشریف لے جاتے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اس عبارت کا جواب ہمارے علماء کئی مرتبہ دے چکے ہیں میں اسی کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، صاحب بحر الرائق وغیرہ کا یہ فرمانا کہ قبر پر جا کر بجز زیارت و دعا اور کچھ نہ کرے۔

اولاً: اس عبارت کا تعلق (جیسا کہ بحر الرائق کی عبارت سے ثابت ہے) زیارت قبر کے ساتھ ہے دفن میت کے ساتھ نہیں اگر اس عبارت کا تعلق دفن میت کے ساتھ بھی مانیں تو پھر میت کو قبر میں اتارنا، تختہ دینا، مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا سب ناجائز و بدعت و منع ہو جائے گا حالانکہ سب وہابیہ اسمعیلیہ اپنے مردوں کو گاڑنے کے لئے تختے وغیرہ دیتے ہیں اور بعض وہابیہ تو بعد دفن تلقین کے بھی قائل ہیں۔

ثانیاً: اس عبارت کا تعلق ناجائز کاموں کے ساتھ ہے کہ وہاں جا کر ناجائز کام نہ کرے۔

ثالثاً: اس حدیث مبارکہ جس کو ابو داؤد و حاکم وبیہقی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: **کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علیہ قال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ بالتثبت فانہ الان یسئال** یعنی حضور اقدس ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کے لیے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔ **کے تحت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:**

قد سمعت عن بعض العلماء انہ یستحب ذکر مسئلۃ من المسائل الفقھیۃ۔

یعنی بتحقیق میں نے بعض علماء سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱ ص ۷۴۳، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

اب وہابی کو چاہیے کہ شیخ صاحب کو حنفیت سے خارج کریں جنہوں نے کئی فقہاء احناف کے خلاف لکھا ہے فقہاء احناف تو فرماتے ہیں جیسا کہ یہ وہابی لکھتا ہے کہ صرف کھڑے ہو کر دعا کرنی ہے جبکہ شیخ صاحب قبر پر مسائل فقہیہ کے بیان کرنے کو مستحب فرمارہے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں شیخ صاحب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں:

باعث نزول رحمت است۔

یعنی یہ نزول رحمت کا باعث ہے۔

واہ واہ! شیخ صاحب نے تو وہابیت کی جھوٹی حنفیت کی دھجیاں بکھیر دیں، میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کہ توجہ فرمائیں جب قبر پر فقہی مسئلہ بیان کرنے سے رحمت کا نزول ہوتا ہے تو کیا اذان جو کہ ذکر اللہ پر مشتمل ہے اس سے رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں:

مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض است۔

یعنی ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

اگر ختم قرآن کنند اولیٰ و افضل باشد۔

اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ (اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۲۰۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اب میں وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جن کو تو نے مشائخ ہند میں شمار کیا ہے ان کی ان عبارات کو سادات احناف کے خلاف مان اور ان پر بھی اپنے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے فتوؤں کی گن مشین چلا یا پھر بحر الرائق وغیرہ کی عبارات کا محمل خود ہی بیان کر دے، وہابی اسمٰعیلی جو بھی کرے گا اس کی عیاری ومکاری ضرور ظاہر ہو جائے گی۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ممدوح لکھتے ہیں:

بعض علماء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر وہاں کسی بھی مسئلہ کا ذکر کیا جائے تو یہ بھی فضیلت کا باعث اور رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہوگا۔ (مظاہر حق، جلد ۱، ص ۱۸۷، دارالاشاعت کراچی)

قارئین للہ انصاف! اگر مسئلہ بیان کرنا باعث فضیلت ہو سکتا ہے اس سے رحمت نازل ہو سکتی ہے تو اذان سے نفرت کیوں؟ کیا اذان باعث فضیلت نہیں ہے اور کیا اس سے رحمت کا نزول نہیں ہوگا؟ میں ایک بار پھر وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ اس بات کو بعینہ فقہاء احناف سے ثابت کرو ورنہ ان پر بھی ''بدعتی بدعتی'' کا حکم لگاؤ۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا تبصرہ

رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اسی طرح کی عبارات نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

جب علماء کرام نے حکایت اہل خیر و تذکرہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکرِ فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں امید نزول رحمت تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیونکر جائز بلکہ مستحب نہ ہوگی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۷۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج

وہابی جیسے جاہل پیدا ہوتا ہے ویسے ہی جاہل زندگی گزار کر مرجاتا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد اگرچہ اپنی وہابی قوم میں مناظر اور نجانے کیا کیا سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہے پکا جاہل اور تو اور اپنے وہابی آقاؤں کی کتابوں سے بھی ناواقف ہے، اگر یہ اپنی وہابی قوم کی ہی کتابیں پڑھا ہوا ہوتا تو کبھی بھی اس موقع پر یہ عبارت پیش نہ کرتا کیونکہ اس عبارت کی زد میں تو خود اس کے بڑے بڑے سورماں آتے ہیں، میں اس کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ فقہائے احناف کے اس فتوے کی روشنی میں اپنے درج ذیل وہابیوں کا حکم بیان کرے جو قبر پر جا کر کیا کیا کرتے تھے۔

(۱) وہابی قوم کے ۲۴ علماء کی مصدقہ کتاب تلبیسات میں خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے کہ:

اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض کا پہنچنا سو بے شک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اہل اور خواص کو معلوم ہے۔

اس کے حاشیہ میں وہابی محمود عالم صفدر لکھتا ہے کہ

دیوبندی حد اعتدال پر ہیں مشائخ ہر دور میں اصحاب قبور سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں اور اپنے صاحب استعداد مریدین کو بھی اس کی تلقین فرما دیتے تھے۔ (عقائد علماء دیوبند، ص ۵۸، مکتبہ محمودیہ صفدریہ کراچی)

اللہ اللہ! قبروں سے فیض یاب ہونے کو کوئی ایک دو وہابی نہیں بلکہ ان وہابیوں کا پورا ٹولہ ہی مانتا ہے، اب وہابی مولوی ساجد خان

بحرالرائق کی عبارت اور دیگر فقہاء احناف کا فیصلہ مانتے ہوئے ان سب وہابیوں کو لائن میں کھڑا کر کے وہی کچھ بکے گا یا پھر یہاں فقہاء احناف پر ہی ہاتھ صاف کرے گا کیوں کہ یہ خود اقرار کرتا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک فقط کھڑے ہو کر دعا کرنا جائز ہے، تو یہ قبروں سے فیض فقہاء احناف کے خلاف ہوا۔ ہم کل بھی کہتے تھے اور آج بھی کہتے ہیں اور اب خود وہابیہ بھی ہماری تائید کر رہے ہیں کہ وہابی اسمعیلی کل بھی فقہاء احناف کی مخالفت کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں بس عوام کو دھوکہ جو کہ ان کا آبائی وطیرہ ہے دینے کے لئے احناف احناف کی رٹ لگاتے ہیں۔

(۲) وہابی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

سوال: بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ملتا ہے اس کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟

گنگوہی صاحب کو چاہیے تو یہ تھا کہ بحرالرائق کی عبارت لکھ دیتے لیکن جناب اس سے جاہل تھے ان کو فقہاء کی اس عبارت کا علم نہیں تھا لہٰذا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۱، صدائے دیوبند)

میں وہابی مولوی سے پوچھتا ہوں کہ آپ تو کہہ رہے ہیں کہ ''صرف قبور کی زیارت اور ان کے لئے دعا کھڑے ہو کر'' جبکہ آپ کے گنگوہی صاحب تو قبر پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے فیض لینے کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی اصل ہے۔

اولاً: جناب اگر قبر کے پاس بیٹھ کر الم نشرح پڑھنے اور سینہ کھلوانے اور فیض لینے کی اصل ہے تو فقہاء احناف سے بعینہ باحوالہ بتایا جائے کیونکہ گنگوہی صاحب تو مر کر مٹی میں مل گئے ورنہ ہم انہی سے پوچھ لیتے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان گنگوہی صاحب کی قبر پر جا کر بحرالرائق وغیرہ کتب کی یہ عبارت بیان کر کے ان کو بھی بتائیں کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ صرف زیارت و دعا ہے اور آپ یہ کیا لکھ کر چلے گئے، آپ جاہل تھے یا حنفی نہیں تھے کہ فقہاء احناف کی بات نہیں مانی۔

(۳) اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا، ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔

(امداد المشتاق، ص ۱۲۳، اسلامی کتب خانہ کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان تو بحرالرائق اور دیگر کتابوں کے حوالے بیان کر کے ہم پر رعب جمار ہا تھا لیکن اس بیچارے کو اپنے گھر کی خبر نہیں، سادات احناف اور مشائخ ہند کے سب سے بڑے مخالف تو اس کے گھر میں چھپے ہوئے ہیں اور یہ باہر تلاش میں لگا ہوا ہے۔ میں اس وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ بحرالرائق کی عبارات ہمیں دکھانے کے بجائے انہیں دکھا اور فقہائے احناف کے فتوے ان پر لگا، جناب وہابی اسمعیلی آپ تو کہہ رہے تھے کہ قبروں کی صرف زیارت اور ان کے لئے دعا جائز ہے لیکن یہاں تو قبر والے سے مدد مانگی جارہی ہے اور آپ سمیت تمام وہابیت خاموش تماشائی ہیں کیوں؟ یہاں صاحب بحرالرائق اور دیگر فقہا کے فتاوی یاد کیوں نہیں آئے۔

احمدی اشرفعلی تھانوی مزید لکھتا ہے:

حضرت نے تشفی دی اور فرمایا فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی

فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا،" فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا، جو حالت حیات میں اُٹھایا تھا۔ (امداد المشتاق،ص ۱۱۸، اسلامی کتب خانہ کراچی)

نوٹ: یہ حوالہ تذکرہ مشائخ چشت،ص ۲۳۴، پر بھی موجود ہے۔

وہابی اسمعیلی صاحب بتائیں گے کہ حاجی صاحب نے قبر والے سے کیا کیا فائدہ اٹھایا اور کیا یہ فائدہ اٹھانا جائز تھا؟ سادات احناف سے ثابت کیا جائے یا پھر بحر الرائق کی عبارت ہی ان کو سنا دی جائے۔

بحمدللہ ہمارے پاس وہابیوں کے قبروں پر جا کر زیارت و دعا کے علاوہ کام کرنے پر بہت حوالے ہیں ابھی انہی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابیت نے کچھ لب کشائی کی تو۔۔۔۔

علامہ شامی اور وہابی اسمعیلی دیوبندی بدعتی علماء

وہابیہ اسمعیلیہ ہم پر تو سب کی ذمہ داری ڈالتے ہیں لیکن خود ان کو عمل کرتے ہوئے موت آتی ہے۔ میں اوروں کی بات تو فی الحال نہیں کرتا، علامہ شامی جن کا حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دیا ہے ان کے بارے میں کچھ پہلے بیان کر چکا ہوں اور کچھ ابھی بیان کر دیتا ہوں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گھر سے علامہ شامی کی ان باتوں کو منوالو پھر ہم سے بھی کہنا۔ جب تمہارے اپنے علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی مانتے نہیں بلکہ علامہ شامی کا نام لے کر فتوے لگاتے ہیں اور تم ہمیں ان کی بات ماننے کو کہتے ہو، مگر کس منہ سے، وہ بھی تو بتاؤ۔

(۱) وہابی اسمعیلی محمد یونس کہتا ہے:

لیکن ہمارے اکابر علماء نے علامہ شامی کے اس قیاس کو قبول نہیں کیا۔

(محمد یونس کے علمی واصلاحی ارشادات،ص ۹۷، جابر بن عمر گجرات)

لیجئے! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے وہابی اسمعیلی ملاں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا اپنا قیاس نہیں مانتے تو جو ان کا اپنا قول بھی نہیں بلکہ انہوں نے شافعیہ سے نقل کیا ہے وہ ہم پر کیوں تھوپ رہے ہیں اور اس کی وجہ سے پوری امت کو بدعتی بنا رہے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ہمت کرے اور علامہ شامی کا یہ قیاس اپنے وہابیوں سے منوائے بلکہ خود مانے کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی قبروں پر پھول ڈالنے کو ناجائز و بدعت کہتا ہے اور علامہ شامی کا یہ قیاس اسی حوالے سے ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کچھ تو شرم کرنی چاہیے ایک تو اس کے وہابی علامہ شامی کی نہیں مانتے بلکہ وہ خود بھی نہیں مانتا اور ہم سے منوانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ علامہ شامی کا یہ قول ہمارے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲) علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

كره بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ۔

بعض فقہاء نے صالحین و اولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے، فتاویٰ الحجۃ میں کہا: قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ جب عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم و تکریم مقصود ہوتا کہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین

کے دل میں ادب وخشوع پیدا ہوتو یہ امور جائز ہیں۔(ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹،ص ۵۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اپنے ایک اور فتاوی میں لکھتے ہیں:

ولکن نحن الآن نقول إن کان القصد بذلك التعظیم فی أعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر... فهو أمر جائز لا ینبغی النهی عنه۔

لیکن اب ہم کہتے ہیں اگر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تاکہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں۔۔۔لہٰذا چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

(العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، جلد ۲،ص ۵۶۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ: ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل آگے لکھی ہے وہیں دیکھی جائے۔

()وہابی اسمٰعیلی نظام الدین لکھتا ہے:

جواب: مزاروں پر چادر چڑھانا بدعت اور حرام ہے کما فی الشامی، ج۵،ص کرہ بعض الفقهاء وضع الستور والعوائم والثیاب علی قبور الصالحین و الاولیاء قال فی الفتاوی الحجة وتکرہ الستور علی القبور اور بدعتی حضرات کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر چادر چڑھتی ہے بالکل غلط ہے اور خلاف واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار مبارک چند دیواروں کے اندر واقع ہے توجس اندرونی دیوار کے اندر واقع ہے اس دیوار پر غلاف وغیرہ نہیں چڑھتا ہے چہ جائے کہ قبر مبارک پر آپ کی قبر بدعت سے پاک اور بری ہے نیز مزاروں پر چراغ جلانا یہ بھی جائز نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ۔الجواب صحیح کتبہ الاحقر محمد نظام الدین غفرلہ۔(نظام الفتاوی، جلد ۱، حصہ دوم،ص ۱۴۱، یونیکوڈ غیر موافق للمطبوع)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر چادر چڑھنے کے حوالے سے جھوٹ بولا ہے۔کیونکہ ایک دیوبندی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کا غلاف اپنے کفن میں رکھنے کی تلقین کی تھی۔

وہابی اسمٰعیلی نظام الدین نے علامہ شامی پر جو فتوے لگائے ہیں وہ تو ہیں ہی لیکن اس وہابی اسمٰعیلی نظام الدین کی ہٹ دھرمی دیکھیے کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں تحریف کر کے کیا بیان کر رہا ہے اور ان کے ذمہ وہ چیز لگا رہا ہے جس کے وہ قائل ہیں ہی نہیں بلکہ ان کا فتوی اسی عبارت سے متصل موجود ہے جو وہابی اسمٰعیلی نے نقل کی ہے۔آپ بھی بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اسی کے باپ کی یہودیانہ حرکت بھی دیکھ لیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

کرہ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ۔

بعض فقہاء نے صالحین واولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے، فتاویٰ الحجۃ میں کہا: قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ جب عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم وتکریم مقصود ہوتا کہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے دل میں ادب وخشوع پیدا ہوتو یہ اُمور جائز ہیں۔(ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹،ص ۵۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لیجئے! اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ وہابی اسمعیلی نے اپنے آبائی فتوے لگانے کے لئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو مکمل نقل ہی نہیں کیا اگر کر دیتا تو اس کی وہابی اسمعیلی رگ نہ پھڑکتی لیکن اس نے کرنا ہی یہی تھا لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان کے بقول اپنے یہودی آباء والی حرکت میں ان کو بھی مات دے گیا۔

(۲) وہابی اسمعیلی مفتی شبیر احمد قاسمی اپنی جہالت در جہالت کا اظہار کچھ یوں کرتا ہے:

قبر پر چادر چڑھانا، عرس، قوالی، باجہ اور مرد و عورت کا جمع ہو کر میلہ لگانا سب ناجائز اور حرام ہے۔

مزید لکھتا ہے:

چادر چڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ فی الاحکام عن الحجۃ تکرہ الستور علی القبور۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۳، ص ۱۲۸، ۱۴۰، ۱۴۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری بھی اپنی جہالت دکھاتے ہوئے لکھتا ہے:

مزار پر چادر وغیرہ چڑھانا کھلی ہوئی بدعت ہے، جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۶۶۹، دار الاشاعت کراچی)

(۴) وہابی اسمعیلی نجم الحسن لکھتا ہے:

اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں۔ (نجم الفتاوی، جلد ۱، ۱۹۶، دار العلوم یسین القرآن کراچی)

(۵) وہابی مفتی شفیع لکھتا ہے:

قبروں پر چادر وغیرہ چڑھانا بدعت ہے۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر ڈالنا بدعت ہے۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور اس کی نذر کرنا دوسرا گناہ ہے۔

(امداد المفتین جامع، جلد ۱، ص ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ادارۃ المعارف کراچی)

(۶) وہابی اسمعیلی رشید احمد لکھتا ہے:

لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک و تعظیم غیر اللہ کی وجہ سے بطریق اولی ناجائز ہے۔

(احسن الفتاوی، جلد ۱، ص ۳۷۶، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! وہابیہ اسمعیلیہ نے علامہ شامی پر کھلے بدعتی، قطعا حرام، مکروہ تحریمی، ایہام شرک، تعظیم غیر اللہ و گناہ کے مرتکب ہونے کے فتوے لگا دیئے ہیں۔

(۳) علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

پہلی شہادت کو سننے کے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری شہادت کے وقت قرت عینی بک یا رسول اللہ

کہنا مستحب ہے۔ اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ کہے: **اللھم متعنی بالسمع والبصر**۔ تو اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی طرف قائد ہوں گے۔ اسی طرح ''کنز العباد'' میں ہے ''قہستانی''۔ اور اسی طرح الفتاوی الصوفیہ میں ہے۔ اور کتاب الفردوس میں ہے: جس نے اذان میں **اشھد ان محمدا رسول اللہ** سننے کے وقت اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما تو میں اس کا قائد ہوں گا اور جنت کی صفوں میں اسے داخل کرنے والا ہوں گا۔ اس کی مکمل بحث الرملی کی البحر کے حواشی میں السخاوی کی المقاصد الحسنہ کے حوالہ سے ہے۔ اور الجراحی'' نے یہ ذکر کیا ہے اور طویل گفتگو کی ہے۔ پھر فرمایا: اس میں مرفوع میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۲، ص، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے اس حوالے کو وہابی شریعت کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے موافق ثابت کر دے۔ اس کے بعد ہم بتائیں گے کہ اس کے وہابی اسمٰعیلی آباء نے علامہ شامی علیہ الرحمۃ پر کیا کیا فتوے لگائے ہیں۔

قارئین! مزید حوالے ہماری اسی کتاب میں موجود ہیں جس کا اندازہ اس کے مطالعہ سے آپ کو ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

{.....مسئلہ نمبر ۱۰......}

نمازِ جنازہ کے بعد دعا اور اہلسنت کا موقف

ہمارے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے بالخصوص صفیں توڑنے کے بعد یا بیٹھ کر دعا کرنا اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت وممانعت نہیں ہے اور یہ ہم ہی نہیں کہتے بلکہ کئی سادات احناف اور تو اور وہابی اسمٰعیلی باپ بھی یہی کہتے ہیں ان کا موقف بھی یہی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مسئلہ کو بیان کر کے اپنے ہی کئی وہابی اکابرین کے سر پر جوتے مارے ہیں اور ان کے لئے ذلت ورسوائی کا سامان کیا ہے۔ میں پہلے علمائے اہلسنت کے حوالے بیان کر دیتا ہوں جس سے ان کا موقف ہمارے قارئین کے سامنے ہوگا اور اس کے بعد پھر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے حوالے بھی بیان کروں گا تاکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سب کو معلوم ہو سکے۔

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

میت کے لئے دعا قبل نماز جنازہ و بعد نماز جنازہ ہمیشہ سے مطلقاً مستحب ومندوب ہے اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۲۵۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

بالجملہ عبارات فقہاء صرف دو صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۲۵۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید، بے غبار وفساد ہیں اور عقل سلیم کے نزدیک نفس عبارتِ دلیل سے بالیقین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا

کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہ تقیید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشیستہ دعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہے) بلا کراہت، فی الواقع بیٹھ جانا بھی نماز جنازہ میں فاصل بین ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہ زیادت نہیں، مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لا یخفی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۲۵۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے اپنے ان حوالوں میں جہاں اہلسنت کا نماز جنازہ کے بعد دعا کے حوالے سے مسلک بیان کیا ہے، وہیں فقہائے احناف کی ان عبارتوں کا جواب بھی دے دیا ہے جن کو بیان کر کے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ناچنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین! مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی جلد نمبر ۹ کا مطالعہ کریں جس میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے بہت ہی تحقیقی انداز میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے جائز ہونے کو ثابت کیا ہے۔

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نمازِ جنازہ کے بعد اگر میت کے لئے دعا کی گئی یا اس کو ایصال ثواب کیا گیا تو کچھ حرج نہیں۔ مگر اسی ہیئت پر رہتے ہوئے جس پر نماز پڑھی تھی ایسا نہ کریں بلکہ صف وغیرہ توڑنے کے بعد اگر دعا وغیرہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (فتاوی امجدیہ، جلد ۱، ص ۳۱۹، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

(۳) مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بعض فقہاء نے کراہت کا قول کیا ہے مگر ان کا مقصد یہ ہے کہ صفیں اسی طرح باقی رکھتے ہوئے، جس طرح نماز پڑھی تھی دعا مکروہ ہے صفیں توڑ دینے کے بعد کراہت کا قول کسی نے نہیں کیا۔ لہٰذا سوال میں جو صورت مذکور ہے اس طرح دعا کرنا جائز ہے۔

(وقار الفتاوی، جلد ۲، ۳۵۸، بزم وقار الدین)

(۴) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسلمان کی تین حالتیں ہیں۔ نماز جنازہ کے بعد، دفن سے پہلے، دفن کے بعد۔ ان تینوں حالتوں میں میت کے لئے دعا ایصال ثواب کرنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

۔۔۔ اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۵۸۱، ۵۹۳ مکتبہ غوثیہ کراچی)

قارئین! علمائے اہلسنت کی عبارات آپ کے سامنے ہیں جس سے اہلسنت کے موقف کو سمجھنا آپ کے لئے آسان ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے جو عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کی ہے وہ سب روز روشن کی طرح آپ کے سامنے آجائے گی۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

(۱) صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصری (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضیلی: لا باس بہ۔

اور سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور امام فضیلی سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی حرج

نہیں۔(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۳۲۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے! فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب اور امام نے ہی اپنی کتاب میں یہ لکھ کر کہ "نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی حرج نہیں" وہابیہ اسمٰعیلیہ کے لئے بالعموم اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے بالخصوص ذلت ورسوائی کا سامان کیا ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ادھر ادھر کی ہانکنے کے بجائے علامہ ابن نجیم کے اس قول کو مانے ورنہ ان پر بھی فتوی صادر کرے جو کہہ رہے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

ای صلاۃ یکرہ الدعاء بعدھا۔

اقول: ھی صلاۃ الجنازۃ علی روایۃ۔ قال الزاھدی فی القنیۃ عن ابی بکر بن حامد: الدعاء بعد الجنازۃ مکروہ۔ ثم قال: وقال: محمد بن الفضل لاباس بہ، و نقل عن المحیط: لایقوم الرجل للدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ انتھی۔۔۔۔

سوال: وہ کون سی نماز ہے جس کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے۔

جواب: ایک روایت کے مطابق وہ جنازے کی نماز ہے جس کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے۔الزاہدی نے ابوبکر بن حامد کے حوالہ سے القنیہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے (انتھی) **پھر کہا ہے کہ محمد بن فضل نے یہ کہا ہے کہ اگر جنازہ کی نماز کے بعد دعا کر لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔** نیز المحیط سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے لوگ نہ ٹھہریں (انتھی)۔

(فتاوی اللکھنوی المسماۃ نفع المفتی والسائل، ص ۵۰۵، دار ابن حزم، مترجم وہابی، ص ۴۱۰، ایچ ایم سعید کراچی)

اس عبارت کا مفہوم ویسے تو ترجمہ سے ہی بالکل واضح ہے لیکن اتمام حجت کے لئے ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے معتبر ومستند وہابی سے ہی بیان کر دیتے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک ایک روایت میں جس کے جوابات موجود ہیں نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور دوسری روایت کے مطابق نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وہابی احمدی اسمٰعیلی حسین احمد ٹانڈوی کا شاگرد عبدالکریم کلاچی اپنے ہی وہابی مولوی کی کارستانیاں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ہمارے محترم مجیب الرحمن مدرس عیدگاہ کلاں ڈیرہ اسمٰعیل خان نے "نفع المفتی" کے حوالے سے کہا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ دعا مکروہ ہے۔انہوں نے یا تو "نفع المفتی" کو خود دیکھا نہیں اور یا کسی اردو کے رسالہ سے "نفع المفتی" کا حوالہ دیکھ کر سمجھا کہ ان کے نزدیک یہ دعا بالاتفاق مکروہ ہے۔اور مکروہ بھی وہی جس کو ناجائز اور بدعت (لائق لعنت وملامت) کہا جا سکے حالانکہ "نفع المفتی" کی پوری عبارت یہ ہے کہ کرہ فی روایۃ یعنی مکروہ ہے ایک روایت کے مطابق اور پھر یہ بھی بتلا دیا وقال الامام الفضلی لا باس بہ اب اس ساری عبارت کا اختصار شرعا کیا کہلائے گا۔(نجم الفتاوی، جلد ۲، ص ۳۵۹، شعبہ تصنیف وتالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان)

عبارت کے اختصار کے حوالے سے وہابی کے سوال کا جواب تو احمدی ساجد خان ہی دے گا، ہم نے یہ حوالہ صرف اس لئے دیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے حوالے سے فقہائے احناف کے دو قول ہیں اور ہماری اس بات کی تائید ماقبل کی عبارت کے ساتھ ساتھ کئی اور وہابیوں سے ہوتی ہے یہاں صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں باقی آگے آ رہے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی کفایت اللہ دہلوی لکھتا ہے:

رہی اباحت تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ فقہائے کرام سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے میں دو قول منقول ہیں ایک تو یہ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔(اسی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے از ناقل) **وعن الفضلی لا باس به**۔ (کفایۃ المفتی، جلد ۴، ص ۵۷، دارالاشاعت کراچی)

اس عبارت میں وہابی کفایت اللہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے بارے میں فقہاء کرام کے دو قول ہیں ان میں سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا ایک کو بیان کرنا اور دوسرے کو ہضم کر جانا بقول کلاچی شرعا کیا کہلائے گا؟۔ جب فقہائے احناف کے دو قول ہیں تو وہابی اسمٰعیلی نے جتنے بھی فتوی بزعم خود ہم پر لگانے کی کوشش کی ہے وہ ہم پر نہیں لگیں گے لیکن دوسرے قول کے قائلین فقہائے کرام پر ضرور لگیں گے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو گڑھا ہمارے لئے کھودنے کی کوشش کی تھی اب خود ہی اسی میں گر گیا۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی کفایت اللہ دہلوی لکھتا ہے:

عن ابی بکر بن حامد: ان الدعا بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ، و قال محمد بن فضل: لا باس به کذا فی القنیه۔ اور امام ابوبکر بن حامد سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور امام محمد بن فضل نے فرمایا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، ص ۱۴، مکتبہ البشری کراچی)

نوٹ: یہ حوالہ کفایت اللہ دہلوی نے کتب فقہ سے نقل کیا ہے اور ہم نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اصول وطرز کے مطابق اس کو یہاں بیان کیا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''**الفضل ما شهدت به الاعداء**'' ہم اسی فضیلت کو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گھر سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوبکر محمد بن فضل کا قول جس میں نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں کا اقرار ہے وہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ہاں بہت معتبر و مستند و مفتی بہ ہے۔ اس وہابی اسمٰعیلی فضیلت کے اقرار سے جہاں مسئلہ واضح ہو گیا وہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا بھی بیڑا غرق ہو گیا۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی مفتی عبدالحق افغانی لکھتا ہے:

لیکن امام ابوبکر الفضیلی جو کبار مشائخ بخارا میں سے ہیں، اس نے دعا بعد [صلاۃ] الجنازہ کے متعلق ''**لا باس به**'' لکھا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے تطبیق یوں دی کہ: دعا قبل کسر الصفوف منع ہے اور بعد کثر الصفوف جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (فیصلہ مع تکملہ، ص ۹۱، ناشر فقہی مجلس بازارگی صوابی)

وہابی عبدالحق افغانی نے اسمٰعیلی ساجد خان کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔

اولاً: تو امام فضیلی کو امام اور مشائخ بخارا میں شمار کر کے ان پر جرح کا دروازہ بند کر دیا۔

ثانیاً: ان کے قول کی تصدیق کر کے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے منہ پر نہ بھونکنے کی مہر لگا دی۔

ثالثاً: نمازِ جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کرنے کو جائز کہہ کر وہابی اسمٰعیلی کے لئے مزید ذلت و رسوائی کا سامان کر دیا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس کوئی بھی راستہ نہیں ہے سوائے ماننے کے۔ ہاں وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پاس ایک راستہ ہوتا ہے جو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں بند نہیں کر سکتا وہ ہے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کے ساتھ ساتھ لایعنی تاویلات کا، وہابی اکابرین بھی یہی

کرتے رہے ہیں اور اب وہابی اسمٰعیلی ساجد نے بھی یہی راستہ کھولنا ہے اور اپنے وہابی اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہی کام کرنا ہے۔

(۲)اسمٰعیلی مولوی قاضی عبدالکریم کلاچوی لکھتا ہے:

اب اس کے نفس جواز کا فتوی جیسا کہ افغانی نے دیا اسی طرح حضرت مولانا مفتی فرید صاحب نے دیا جس کا ذکر نجم الفتاوی کی جلد اول میں گزر چکا ہے اور متقدمین میں شیخ اکبر و شیخ جلیل حسب تصریح قاضی خان، امام فضیلی رحمۃاللہ علیہ نے دیا۔

(نجم الفتاوی، جلد ۲، ص ۳۶۲، شعبہ تصنیف وتالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان)

اسمٰعیلی ساجد خان کے ایک اور باپ نے بھی جہاں یہ انکشاف کیا کہ وہابی افغانی اور وہابی مفتی فرید نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے جائز ہونے کا فتوی دیا وہیں یہ بھی اقرار کیا ہے کہ متقدمین احناف میں سے شیخ اکبر و شیخ جلیل امام ابوبکر محمد بن فضل نے بھی اس کے جواز کا فتوی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی پیدائش سے بھی کئی سو سال پہلے دے دیا تھا، ساتھ ہی ساتھ کلاچوی وہابی نے امام ابوبکر کی تعریف و مقام بیان کر کے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی راہ میں مزید روڑے اٹکاتے ہوئے اس نانہجار وہابی کے قلم کی جنبش کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اسمٰعیلیت نہ کل حنفی تھی، نہ آج ہے اور نہ ہی کل ہوگی، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کہیں ڈوب کے مرجانا چاہیے جو ہم پر فتوے لگاتا ہے اور سادات احناف کے حقیقی وارثوں کو حنفیت سے خارج کرتا ہے۔ حالانکہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ سادات احناف میں سے امام ابوبکر محمد بن فضل علیہ الرحمۃ اس کے جواز کا فتوی دے چکے ہیں، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان امام ابوبکر محمد بن فضل پر بھی دو چار فتوے لگائے اور ان کو بھی حنفیت سے خارج کرے یا اپنی جہالت سے باز آئے اور اپنی وہابیت و اسمٰعیلیت اپنے ہی گھر میں چھپا کر رکھے کیوں کہ باہر وہ مزید ننگی ہوگی۔

(۳)وہابی اسمٰعیلی مفتی حمید اللہ جان لکھتا ہے:

دعا بعد صلوۃ الجنازہ میں فقہاء کرام کی عبارات چار قسم کی ہیں۔۔۔(۴) وہ عبارات جن سے مطلق دعا کی اجازت معلوم ہوتی ہے "وعن الفضلی لا باس بہ" (ارشاد المفتین، جلد ۵، ص ۱۲۲، مکتبۃ الحسن لاہور)

لیجئے! اب تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دھرم کے مفتی و شیخ الحدیث نے بھی اقراراً بیان دے دیا ہے کہ فقہائے احناف کی نماز جنازہ کے بعد دعا کے حوالے سے چار قسم کی عبارات ہیں اور چوتھے نمبر پر امام ابوبکر کے قول کو بیان کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کی کہ فقہائے احناف میں سے وہ اس دعا کو جائز کہتے ہیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو تو کوئی شرم وحیا نہیں ہے۔ کیا سارے وہابی اسمٰعیلی ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ اپنے اکابرین کے مصدقہ فتاوی کا ہی انکار کر دیں گے؟ میں وہابیہ اسمٰعیلیہ سے پوچھتا ہوں کہ کیا امام ابوبکر بن فضل بدعت کی اجازت دیتے تھے؟ اور کیا ان پر بھی بدعتی ہونے کا فتوی یہ جاہل قوم داغے گی؟ اگر ہاں تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کو مبارک ہو کہ وہ اپنے قتیل بالاکوٹی باپ کی سنت پر ابھی تک عمل پیرا ہیں اور اگر نہیں تو پھر جو دھندا انہوں نے اہلسنت کے لئے شروع کیا ہوا ہے اس سے باز آئیں لیکن ہمیں اس کی امید نہیں کیونکہ یہ ساری قوم ہی ایسی ہے۔

(۴)وہابی اسمٰعیلی مفتی غلام الرحمن لکھتا ہے:

۔۔۔عن الفضلی لا باس بہ۔۔۔ اور فضلی سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی عثمانیہ، جلد ۳، ص ۲۵۲، العصر اکیڈمی پشاور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس باپ کی شہادت بھی قبول کرے جو یہ کہہ رہا ہے کہ امام ابوبکر محمد بن فضل حنفی کے نزدیک نماز

جنازہ کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں، ہم کہتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ہماری نہ مانیں لیکن اپنے ان آباء کی تو مانیں جن کے نام کے ٹکڑے کھا کھا کر دوسروں کو بدنام کرنے کی انہوں نے قسم کھائی ہوئی ہے۔

(۵) وہابی اسمعیلی مولوی کفایت اللہ دہلوی لکھتا ہے:

رہی اباحت تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ فقہائے کرام سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے میں دو قول منقول ہیں ایک تو یہ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ (اسی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے از ناقل) وعن الفضلی لا باس به۔ (کفایۃ المفتی، جلد ۴، ص ۵۷، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتا ہے:

وقال محمد بن فضل لا باس به کذا فی القنیۃ۔ (برجندی شرح مختصر وقایہ) اور امام محمد بن فضل نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔۔۔منقولہ بالا عبارتوں سے یہ تین باتیں صراحۃ ثابت ہوتی ہیں۔۔نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (قنیہ و بحر عن الامام محمد بن الفضل) (کفایۃ المفتی، جلد ۴، ص ۱۶۹، دارالاشاعت کراچی)

لیجئے! وہابیہ اسمعیلیہ کے مفتی اعظم کی گواہی بھی آ گئی ان کی پہلی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے متعلق فقہائے احناف کے دو قول ہیں ان میں سے ایک امام محمد بن فضل کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دعا میں کچھ مضائقہ نہیں اور اور دوسری عبارت سے اس کی تصریح کے مطابق فقہاء کی عبارات میں تین باتوں کی صراحت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام محمد بن فضل کے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی مضائقہ نہیں، وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی قسمت پر روئے یا اپنی جہالت کو داد دے جس نے اس کو اہلسنت کے بغض میں یہاں تک پہنچایا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ویسے تو اپنے باپ امام المحرفین سرفراز گکھڑوی کی طرح بڑے بڑے دعوے ہانکتا ہے۔ لیکن بیچارے کو فقہ کی کتابوں اور پھر اپنے گھر کی کتابوں کا بھی علم نہیں یہ جاہل شخص جس کام کو ناجائز، مکروہ و بدعت ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اسی کام کے بارے میں اس کے آباء اقرار کے مطابق فقہائے احناف کے دو قول ہیں جس میں جواز کا بھی ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان امام ابوبکر پر بھی حکم لگائے اور ان تمام فقہاء پر بھی حکم لگائے جنہوں نے یہ قول بیان کر کے جواز کا موقع فراہم کیا باقی اس کے اپنے آباء تو وہ کسی بھی طرح وہابی اسمعیلی فتوؤں سے نہیں بچ سکتے۔

(۶) وہابی شیخ الحدیث عبدالحق "فقہاء کرام کی آراء" کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

اکثر فقہاء کرام کی عبارات سے دعا بعد الجنازہ کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے البتہ امام فضلی بخاری سے جواز مروی ہے کما فی البحر (ج ۲ ص ۱۸۳ کتاب الجنائز) وعن الفضلی لا باس به۔ (فتاوی حقانیہ، جلد ۲، ص ۵۶، ناشر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

نوٹ: یہ فتاوی تقریبا ۲۰ وہابی اسمعیلی مولویوں کا مصدقہ و پسند فرمودہ ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے یہ اتنے وہابی اسمعیلی اکابرین گواہی دے رہے ہیں کہ فقہائے احناف میں سے امام فضلی نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز کے قائل ہیں، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ان پر بھی کوئی ایک دو فتوے لگانے چاہیے ورنہ اپنا منہ دار دیو کی طرف کر کے امام فضلی حنفی کے لئے دعا کرنی چاہیے جنہوں نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز کا فتوی دے کر وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا جنازہ نکال دیا ہے اور وہابیت اسمعیلیت کے بابوں کے فتوؤں کی حقیقت بتا دی ہے اور ایک دو فتوے ان وہابیوں پر بھی لگائے جنہوں نے امام فضلی حنفی کے قول پر فتوی دیا۔

امام فضلی کا قول معتمد و مستند اور اس پر فتوی وہابی اسمعیلی اقرار

وہابیہ اسمعیلیہ کے سر پر جب پڑتی ہے تو بہت کچھ ان کے نزدیک جائز ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی باتیں ان کو اچھی لگنے لگتی ہیں جن پر ان کا فتوی صرف اور صرف بدعت اور بس بدعت کا ہی ہوتا ہے اور اس کے قائل کو بدعتی اور صرف بدعتی ہی کہتے ہیں، وہابیہ اسمعیلیہ میں جب آپس میں ہی نماز جنازہ کے بعد دعا میں اختلاف ہوا تو ان کو امام ابوبکر بن فضل حنفی کا قول یاد آیا اور اسی کو معتمد و مستند کہہ کر اسی پر فتوی دے کر اپنی جاہل و بیوقوف قوم کو مزید بیوقوف بنایا۔

اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے وہابی اسمعیلی عبدالکریم کلاچی لکھتا ہے:

مفتی صاحب نے بار بار اپنے قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام فضلی رحمہ اللہ کے الفاظ سے استدلال صاحب نجم الفتاوی کی ایجاد ہے۔اور بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ صاحب نجم الفتاوی کی یہ دلیل اس لئے کمزور ہے اس لئے صحیح نہیں۔اور اس لئے ضعیف ہے۔الی غیر ذالک حالانکہ امام فضلی کا قول اپنے مطلب میں واضح ہے۔اور حضرت افغانی نے بھی ان کے قول کو معتبر اور معتمد تسلیم کرتے ہوئے فقہاء کرام کے دونوں قولوں کو اس طرح تطبیق دی ہے۔۔۔

(نجم الفتاوی، جلد ۲، ص ۳۶۷، ناشر شعبہ تصنیف و تالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمعیل خان)

لیجئے! یہ عبارت کسی سنی حنفی بریلوی کی نہیں ہے بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے ایک نامور و معتمد مفتی کی ہے، اس نے کس طرح سر توڑ کوشش کر کے نماز جنازہ کے بعد دعا کو جائز قرار دیا ہے اور اس وہابی مفتی نے امام فضلی حنفی کے قول کی کیسی تائید و توثیق بیان کی ہے کہ وہابیت اسمعیلیت مرتے دم تک یاد رکھے گی، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان بجائے اس کے کہ اپنے ان آباء کے اس معتمد و مستند قول کا ضعیف اور کمزور ہونا ثابت کرے بلکہ اس کا اقرار کرے اور اس طرح کی لایعنی اور فضول بکواس سے باز آئے۔قارئین! ابھی تک تو آپ نے امام فضلی حنفی کے قول کی تائید و توثیق پڑھی اب اس کے مفتی بہ ہونے کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ یہی وہابی اسمعیلی مفتی عبدالکریم کلاچی لکھتا ہے:

اصل شکوہ یہ ہے کہ حضرت افغانی جیسی شخصیت نے اگر امام فضلی رحمہ اللہ تعالی کے مسلک پر فتوی دیا ہے۔۔۔تو اس پر کیا اعتراض ہے۔اور اب حضرت کے اس مسلک یا فتوی اور فیصلہ پر لاپرواہی سے سہو یا تفرد وغیرہ کہہ کر بحث کرنا ہم جیسے نااہل اور ناخلف برائے نام مولویوں کے لئے کب جائز ہو سکتا ہے۔(نجم الفتاوی، جلد ۲، ص ۳۶۷، شعبہ تصنیف و تالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمعیل خان)

دوسروں پر تھوک کے حساب سے فتوے لگانے والے اور کوئی بھی بات نہ سننے والے وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی فکر کرے، اور دوسروں پر فتوے داغنے کے بجائے اپنے گھر کے ان مفتوں کو دو چار فتوے دکھائے، ورنہ امام فضلی حنفی کے قول پر بھی ایمان لا کر اور اس کو مفتٰی بہ جان کر بکواس کرنے سے باز آئے، وہابی اسمعیلی جتنے زیادہ فتوے ہم پر لگائے گا اتنا ہی زیادہ اس کے اپنے اکابرین ان کی زد میں آ کر ان کے مصداق بنیں گے، وہابی حقیقت میں ہم پر نہیں بلکہ اپنے ہی وہابی اکابرین پر فتوے لگائے گا، جس کا اندازہ آپ کر چکے ہیں۔

(۴) صاحب کشف الغطاء قنیہ کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است و ھمیں است روایت معمولہ، کذافی الخلاصۃ الفقہ۔

میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔(کشف الغطاء، فصل

ششم نماز جنازہ،ص۴۰،مطبع احمدی دہلی،بحوالہ فتاوی رضویہ)
نوٹ: کشف الغطاء کے حوالے خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دیئے ہیں اور اس کا باپ گنگوہی تو ان کو شیخ الاسلام لکھتا ہے۔
اس حوالے سے بھی ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے بلکہ معمول بہا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جتنے بھی فتوے لگانے ہیں ان پر لگائے۔ ان تمام حوالوں اور وہابی اسمٰعیلی کے بابوں کی تصدیقات سے ثابت ہو گیا کہ سادات احناف اور مشائخ ہند کے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا جائز ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

سادات احناف اور مشائخ ہند جنازہ کے بعد مروجہ دعا کو بدعت ومکروہ کہتے ہیں، کیونکہ جنازہ خود میت کے حق میں دعا ہے، جنازہ کے بعد اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں۔۔۔احناف ومشائخ ہند تو اسے مکروہ ناجائز و بدعت کہتے ہیں اور اہل بدعت اسے سنت، اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ احناف کے فتوے پر چلنا ہے یا اہل بدعت کا ساتھ دینا ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص۶۵،۶۷،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہر بار کی طرح اس بار بھی پاگلوں کی طرح دعوی تو کر لیا لیکن اپنے گھر کی کتابوں اور اپنے وہابی علماء کے موقف کو بیان کرنا بھول گیا اور بزعم خود جو فتوے اس نے نقل کئے ہیں یہ جن پر حقیقی طور پر لگتے ہیں ان کے نام بتانے کو دیوالی کی پوریاں سمجھ کر ہضم کر گیا، ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ اس چمار سے بھی زیادہ ذلیل وہابی اسمٰعیلی نے یہ سارے فتاوی ہمارے لئے نہیں بلکہ اپنے ہی وہابیوں کے لئے بیان کئے ہیں کیونکہ ہم نے سادات احناف ہی کے حوالے سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت دے دیا ہے اور اس پر اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی اکابرین کی واضح شہادتیں بھی بیان کر دی ہیں جن کو ماننے کے سوا اس وہابی اسمٰعیلی کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے جو ہم نے ماقبل میں بتایا ہے، میں یہاں ان تمام وہابیوں کے حوالے بیان کر دیتا ہوں جن پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے آنکھیں کھلی رکھ کر فتوے لگائے ہیں اور ان کو سادات احناف کا مخالف اور فقہ حنفی کا باغی قرار دے کر بدعتی واہل بدعت جیسے تمغے دئے ہیں۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی عبدالحق افغانی لکھتا ہے:

مفتی صاحب نے تطبیق یوں دی ہے کہ: دعا قبل کسر الصفوف منع ہے، اور بعد کسر الصفوف جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔

مزید لکھتا ہے:

لیکن بعد کسر الصفوف کا وقت عام اوقات کی طرح شبہ سے خالی ہے؛ لہٰذا ممانعت نہیں۔

اسی کتاب کا محشی لکھتا ہے:

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں پر ممانعت جنازہ کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ہے۔ اور مؤلف نے جواز بعد کسر الصفوف کی تصریح کی ہے۔(فیصلہ مع تکملہ،ص۹۰،۹۱،۹۲،فقہی مجلس بازارگی صوابی)

اسمٰعیلی ساجد خان نے چند من مانے حوالے بیان کر کے چوڑھے چماروں کی طرح بہت زور لگایا نماز جنازہ کے بعد دعا کو ناجائز، مکروہ و بدعت ثابت کرنے پر، لیکن بیچارہ اس دعا کو ناجائز ثابت نہ کر سکا جس کے ہم قائل ہیں، مگر اپنے وہابی گروگھنٹالوں پر

تھوک کے حساب سے فتوے ضرور لگا گیا ہے، ہم نے وہابی اسمعیلی عبدالحق افغانی کا حوالہ بیان کر دیا ہے جس میں اس نے واضح الفاظ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں کو توڑ کر دعا مانگنا جائز ہے اس کی ممانعت نہیں ہے لہٰذا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے سارے فتوے اس کے اپنے ہی باپ کے گلے کا پھندا بنے جس کو نکالتے نکالتے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی زندگی ختم ہو جائے گی پر وہ نکلیں گے نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہے کہ یہ دعا جس کا اقرار افغانی نے کیا ہے وہ جائز ہے، تو میں اس سے یہ کہتا ہوں کہ جس دعا کا اقرار افغانی نے کیا ہے اسی کا ثبوت کم از کم پانچ معتبر و مستند سادات احناف سے دیدے اور اگر اس کو ناجائز کہتا ہے تو پھر اپنے ان گرگوں کی قبریں جہنم میں بنائے، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کوئی لایعنی تاویل کر کے ان کو بچانے کی کوشش کرے تو میں پہلے سے ہی کہتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی جو بھی تاویل کرے اس کا بھی کم از کم پانچ معتبر و مستند سادات احناف سے ثبوت دے ورنہ اس کی وہ تاویل اس کے چوڑے چماروں کی طرح گٹر میں پھینک دی جائے گی اور پھر اس گٹر کی حفاظت کی ڈیوٹی بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو مفت میں دی جائے گی۔ ایک اور مشورہ بھی ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ان عبارت کا جواب دینے سے پہلے اپنے ہی وہابی اسمعیلی ابوایوب کی مصدقہ کتابیں بھی پڑھ لے شاید تاویل کرتے ہوئے اس کو حیاء آئے، جس کی ہمیں چنداں امید نہیں ہے۔

(۲) وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث مفتی فرید لکھتا ہے:

بعد از نماز جنازہ بہ ہیئت اجتماع دعا کردن؟

الجواب: بعد از کسر الصفوف جائز است۔

مفہوم اس کا یہ ہے کہ صفوں کو توڑنے کے بعد اجتماعی دعا جائز ہے۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ا، ۲۹۸، ۲۹۹، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان جس کام کو ناجائز، بدعت، مکروہ اور غیر ثابت کہہ رہا تھا اور احناف احناف کی رٹ لگا رہا تھا اور اس پر بدعت اور اہل بدعت کی صدا لگا رہا تھا اسی کام کو اس کے ایک اور باپ نے بھی جائز کہہ کر اس کے سارے دعوؤں کو خاک میں ملا دیا ہے اور اس کے منحوس منہ پر ایسا تھپڑ رسید کیا ہے کہ اب سوائے لعنتیں لینے کے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، جب وہی کام جس پر وہابی فتوؤں پر فتوے سنا رہا تھا اس کے گھر ہی کے معتبر و مستند مفتی سے ثابت ہو گیا تو اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو اپنے اس مفتی و شیخ الحدیث کے منہ پر بھی طمانچے مارے، اس کو بھی سادات احناف کے فتوے دکھائے اور پڑھائے اور اس کو بھی بدعتی اور اہل بدعت کا تمغہ دے کر پیچ چورا ہے حنفیت سے خارج قرار دے ورنہ دوسروں پر بکواس کر کے مزید لعنتوں کے طوق اپنے گلے میں نہ ڈالے۔

وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث و مفتی فرید لکھتا ہے:

بہر حال دعا بذات خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے لیکن یہ خاص دعا، نہ مطلوب ہے نہ ممنوع بلکہ مباح ہے۔ (مقالات اردو، ص ۲۰، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

واہ جی واہ! وہابی مفتی فرید نے تو ساجد خان کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا ہے، وہابی ساجد خان کہتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ناجائز ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے، ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہابی مفتی کہتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مباح ہے، مباح کیا ہوتا ہے یہ سب جانتے ہیں کہ مباح اچھی نیت سے باعث ثواب ہوتا ہے یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے، لیکن یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس پر فتوے سناتا اور اپنے ہی مفتی کی قبر کہاں بناتا ہے، میں یہاں مزید بحث کرنے کے بجائے وہابی ساجد خان سے

پوچھتا ہوں کہ کم از کم پانچ سادات احناف کے نام بتائے جو نماز جنازہ کے بعد دعا کے مباح ہونے کے قائل ہیں ورنہ ہمارے قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ وہابیہ اسمعیلیہ سادات احناف اور فقہائے احناف کا نام لینے میں کتنے سچے ہیں، اور یہ بھی فیصلہ کرلیں گے کہ وہابی اسمعیلی کے فتوے کس پر لگتے ہیں۔

وہابی مفتی مزید لکھتا ہے:

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے بدعت نہیں ہے۔ جبکہ کسر الصفوف کے بعد ہو۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ا، ص ۳۴۳، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

ایک بار پھر وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی مفتی وشیخ الحدیث کے ہاتھوں چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہوگیا اور ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے فتوؤں سے اپنے وہابی مفتی کو ذلیل در ذلیل کر دیا۔

وہابی مزید لکھتا ہے:

صفوف میں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع ہے اور صفوف شکستہ کرنے کے بعد مشروع ہے۔۔۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ا، ص ۵۸۴، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابی مفتی فرید اپنے مقالات میں لکھتا ہے:

نماز جنازہ کے بعد صفوں کو توڑنے سے پہلے دعا مانگنا مکروہ ہے اور صفوں کو توڑنے کے بعد دعا مانگنا جائز ہے البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا تعامل سلف کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ (مقالات اردو، ص ۲۰، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لو جی! ہمارا موقف تو خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر سے ثابت ہوگیا اگر ہم پر وہ فتوے لگتے ہیں جو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بزعم خود بیان کیے ہیں تو اس کے یہ آباء جو جنازہ کے دعا کے جائز ہونے کی گواہیاں دے رہے ہیں وہ بھی کسی طرح بچ نہیں سکتے اور جو جو فتوے اس وہابی اسمعیلی نے بزعم خود ہمارے گلے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے وہ سب کے سب ہمارے بجائے اسی کے آباء کے گلے کا پھندا بنے ہیں، وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ ناجائز، مکروہ، بدعت وغیرہ کے فتوے ہمیں دکھانے اور سادات احناف سادات احناف کی رٹ ہمیں بتانے کے بجائے اپنے ان آباء کو دکھائے اور بتائے اور ہمیں بدعتی یا اہل بدعت ثابت کرنے کے بجائے اپنے ان آباء کے گلے میں یہ سب کچھ ڈالے، اگر نہیں تو کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہائے احناف سے اپنے ان آباء کے ان اقوال کو بعینہ ثابت کر کے دکھائے۔

(۳) وہابی شیخ الحدیث عبد الحق لکھتا ہے:

لہٰذا دعا بعد الجنازہ جو کہ بذات خود بڑی عبادت ہے مباح اور جائز ہوگی۔

(فتاوی حقانیہ، جلد ۲، ص ۵۵، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

وہابی اسمعیلی ساجد خان جس کام کو مکروہ، ناجائز اور بدعت ثابت کر رہا تھا اس کے کئی وہابیوں کے مصدقہ و پسند فرمودہ فتاوی نے اس کا بڑی عبادت جائز و مباح یعنی اچھی نیت سے باعث ثواب ہونا بیان کر کے اس کے منہ پر نہ کھلنے والا تالا لگا دیا، وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کیا بڑی عبادت بھی بدعت ہوتی ہے؟ کیا مباح اور جائز کام تمہاری لغت میں مکروہ و ناجائز ہوتا ہے، جاہلو کے پیرو! کم از کم اپنی لغت تو درست کر لے یا پھر اپنے وہابیوں کو ہی دو چار سبق پڑھا دے، اگر تجھ سے یہ نہ ہو تو ہمیں ہی بتا دے تا کہ ہم کسی اور ناہنجار وہابی کے ذریعے سے ہی ان تمام کو سادات احناف کے وہ فتاوی جو تم نے بزعم خود ہمارے لئے بیان کئے تھے بتا کر تمہاری علمی لیاقت

بتادیں کہ جس کام کو تم بڑی عبادت، مباح وجائز کہہ رہے ہو تمہارا یہ اسمٰعیلی بدزبان وہذیان باز مکروہ، ناجائز اور بدعت کہتا ہے، یا کم ازکم بزعم تمہارے ان کے جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ بدعتی اور اہل بدعت کا تمغہ ہی دے دیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کرلے اس نے اپنے گلے میں یا اپنے وہابیوں کے گلے میں جو پھندا ڈالا ہے وہ کبھی بھی نہیں نکال سکتا، آپ اس کو آزما کے دیکھ لیں یا تو یہ اپنے دعوے کا گلا اپنے ہی ہاتھوں گھونٹے گا یا پھر اپنے وہابیوں کے گلے پر بدعتی واہل بدعت کے خنجر چلائے گا، بہرحال میں ابھی فی الحال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کے تمہارے کئی وہابیوں کے مصدقہ فتاوی میں نماز جنازہ کے بعد دعا کو بڑی عبادت، مباح اور جائز کہا گیا ہے کم ازکم پانچ فقہائے احناف سے اس کو اسی طرح بعینہ ثابت کردو یا پھر کوئی گٹر ہی تلاش کرلو۔۔۔

وہابی اسمٰعیلی کے گھر کی مزید گواہی

ہم نے وہابی اسمٰعیلی مولوی فرید اور عبدالحق کے حوالوں سے ثابت کردیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ، ناجائز وبدعت نہیں بلکہ بڑی عبادت، جائز اور مباح وغیرہ ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ یہ فتاوی ان کے نہیں بلکہ کسی اور کے ہیں وغیرہ وغیرہ تو میں اسی کے ہی وہابی مفتی سے اس ان دونوں کا موقف بیان کردیتا ہوں تاکہ اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس کوئی بھی حیلہ باقی نہ رہے۔

وہابی مفتی غلام الرحمن لکھتا ہے:

ہمارے شیخ عبدالحق اور ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب بعد کسر الصفوف (صفیں توڑنے کے بعد) دعا کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں فرماتے۔ (فتاوی عثمانیہ، جلد ۳، ص ۲۷۳، العصر اکیڈمی پشاور)

نوٹ: یہ فتاویٰ (۱) وہابی ابوالقاسم نعمانی (۲) وہابی سلیم اللہ خان (۳) وہابی اسمٰعیلی تقی عثمانی (۴) خالد سیف اللہ (۵) وہابی اسمٰعیلی عبدالرزاق اسکندر (۶) وہابی سمیع الحق (۷) طلحہ کاندھلوی (۸) شاہد سہارنپوری کا مصدقہ ہے۔

لیجئے! کئی وہابیوں کے مصدقہ فتاوی سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یہ دونوں وہابی مفتی فرید اور عبدالحق نماز جنازہ کے بعد دعا کے قائل تھے اس کو جائز کہتے اور اس کے کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے گھر کے اصول سے پہلے اپنے گھر کا گند دھوئے پھر کسی اور کو آنکھیں دکھائے۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی دربھنگوی ابوایوب لکھتا ہے:

پہلے اپنے گھر کو صاف کیجئے! بعد میں کسی دوسرے کی طرف انگلی اٹھائیے۔ (سفید وسیاہ پر ایک نظر، ص ۲۷، عالمی مجلس تحفظ اکابر دیوبند)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ دوسروں کو اصول پڑھانے اور سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے اصول پڑھ کر اور سمجھ کر ان پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر کو صاف کرے، اپنے وہابیوں پر وہ تمام فتوے لگائے جو اس نے بزعم خود نقل کئے یا اس کے آباء نے بیان کئے پھر ادھر انگلی اٹھائے۔

(۴) وہابی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

فتح الباری ۷۶/۳ میں بھی یہاں نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ذکر ہے جس کا ہمارے سلفی بھائی اور نجدی بھائی (ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی دیوبندی بھی ازناقل) انکار کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری، جلد ۱۹، ص ۳۰۸، ادارہ

تالیفات اشرفیہ ملتان)

واہ جی واہ! وہابی مولوی انورشاہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز کا ذکر کر کے ساجد خان کا مزید جو منہ کالا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھی اپنا منہ کالا ہونے کا خوب بدلہ لیا اور اپنے باپ انورشاہ کو بدعتی اور اہل بدعت کا تمغہ دے کر اس کے حنفیت سے خارج ہونے پر مہر لگا دی، وہابی مولوی انورشاہ نے اسمعیلی ساجد خان کی اس محنت پر پانی نہیں پھیرا بلکہ اس نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اس کے عقائد میں متفق بھائیوں نجدیوں اور سلفیوں کے ساتھ ملا کر اس کو یہ بتا دیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کو بدعت علمائے احناف نہیں بلکہ اس کے نجدی وعقائد میں متفق بھائی غیر مقلد کہتے ہیں، اب وہابی اسمعیلی یا تو اپنی جان چھڑائے جو کہ چھوٹ نہیں سکتی یا پھر اپنے باپ انورشاہ کی گردن سے وہ فتوے نکالے اور ہمارا دعوی ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ یہ جو کچھ بھی کرے گا اسی کے گلے کا پھندا بنے گا۔

(۵) دار دیو سے تصدیق شدہ کتاب میں وہابی عبدالحمید حقانی لکھتا ہے:

نماز جنازہ کے بعد کسر الصفوف کے بعد (یعنی بیٹھ کر) دعا جائز ہے۔ بلا التزام البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا اوفق بالسنۃ ہے۔

(تبلیغی جماعت کا عالمی مشن اور پنج پیری مماتیوں کا جارحانہ رویہ، ص ۱۱۵، کتب خانہ مدنی اسلامی نوشہرہ)

نوٹ: یہ مسئلہ وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کے دار العلوم حقانیہ، دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان اور دار الافتاء دار العلوم بنوری ٹاؤن کراچی کا مصدقہ ہے اور یہ کتاب وہابی مفتی اعظم ہند حبیب اللہ، وہابی شیخ الحدیث مفتی فرید اور وہابی شیخ الحدیث عبدالقیوم حقانی کی مصدقہ ہے۔

یہ کسی ایک وہابی اسمعیلی کی رائے نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے پاکستان کے معتبر و مستند دار الافتاء کی مصدقہ رائے ہے اور جس کتاب کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ بھی کئی وہابیہ اسمعیلیہ کے ساتھ ساتھ دار دیو کی بھی مصدقہ کتاب ہے کیونکہ اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ لکھا ہے کہ:

''دار العلوم دیوبند سے تصدیق شدہ۔''

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ڈوب مرجانا چاہیے، یہ نکلا تو تھا دوسروں کے بارے میں فیصلہ کروانے لیکن خود اس ہی کے وہابیوں کے خلاف فیصلہ ہوگیا، اتنے وہابی اسمعیلی دار الافتاء اور اس کے کئی وہابی اکابرین نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو جائز کہہ دیا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے عیار، مکار اور دھوکہ باز اکابرین کی طرح یہاں عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کرے کہ جی اس دعا سے یہ دعا مراد ہے وہ دعا مراد ہے وغیرہ وغیرہ، میں اس جاہل وہابی سے کہتا ہوں کہ نماز جنازہ کے بعد جس دعا کو تیرے وہابیوں نے جائز کہا ہے اور جس دعا کے جائز ہونے کی تصدیق کی ہے اسی کو کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہائے احناف سے ثابت کر دے۔ قارئین! آپ یقین کریں وہابی اسمعیلی ساجد خان ادھر ادھر کی لایعنی باتیں کر کے صفحات کے صفحات سیاہ کرتے کرتے مر کر اپنے وہابیوں کی طرح مٹی ہو جائے گا پر ہمارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرے گا کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اپنے ہی وہابیوں کے گلے پر حنفیت سے خارج ہونے کی چھری چلانا پڑے گی یا اپنے ہی دعوے کا گلا دبانا پڑے گا۔

یہی وہابی اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

نماز جنازہ کے بعد کسر الصفوف کے بعد دعا جائز ہے۔۔۔ جنازہ کے بعد کسر الصفوف سے پہلے دعا کرنا مکروہ ہے اور بعد کسر

الصفوف دعا کرنا جائز ہے۔۔ (اکابر کن کے ساتھ؟ص ۲۲، جامعہ احیاء العلوم صوابی)

یہ کتاب بھی کوئی ذاتی رائے پر مشتمل نہیں بلکہ اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ لکھا ہے کہ:

''دارالعلوم دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ قاسم العلوم ملتان واکابر علماء سے تصدیق شدہ۔''

جب یہ کتاب وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ کے اتنے اکابرین کی مصدقہ ہے تو نماز جنازہ کے بعد دعا کا جواز بھی انہی وہابیہ اسمعیلیہ کی متفق رائے سے ثابت ہوگا، اب وہابی ساجد خان ان وہابیوں کو بھی احناف احناف کی رٹ سنا کر ان پر بھی بدعتی واہل بدعت کے فتوے لگا کر ان کو بھی حنفیت سے خارج قرار دے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں لیکن ہمیں یقین کامل ہے کہ وہابی اسمعیلی اپنے ان وہابیوں پر کوئی بھی فتوی نہیں لگائے گا کیونکہ دشمنی اہلسنت سے ہے، بغض اعلیٰ حضرت اور آپ کے غلاموں سے ہے، تکلیف حقیقی ورثائے علمائے احناف سے ہے۔

(۶) وہابی اسمعیلی عبدالجبار سلفی طارق جمیل کے حوالے سے لکھتا ہے:

ایک عام محلے کا امام مسجد اگر بعد از نماز جنازہ دعا کروا دیتا ہے تو وہ مرتکب بدعت کہلاتا ہے اور اگر مولانا طارق جمیل بیگم کلثوم نواز کی نماز جنازہ کے بعد دعا کروا دیں تو وہ ایک عالمی مبلغ کا ''حکیمانہ فعل'' بن جاتا ہے۔ اللہ جانے یہ معماران فطرت دن دیہاڑے تضادات کے پہاڑوں کے پہاڑ کس طرح اپنے سر پہ اٹھا لیتے ہیں۔

(مجلہ صفدر، ص ۵۰، شمارہ ۱۰۷/۱۰۸، جنوری فروری ۲۰۲۰، مظہریہ دارالمطالعہ سندھ)

وہابی عبدالجبار سلفی نے وہابیت اسمعیلیت کی منافقت و دوغلا پن کا جو پردہ چاک کیا ہے اور وہابیت کے تضادات کی کہانی کے ساتھ ساتھ عام محلے کے وہابی امام پر بدعتی کے فتوؤں کا جو اقرار اس نے کیا ہے اس پر کلام کئے بغیر میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ دوسروں کو تو کہتے ہو کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ناجائز ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے لیکن اپنے ہی مبلغ وہابی طارق جمیل کے بارے میں بھی کچھ کہو گے، کیا یہ سادات احناف کے فتوؤں سے بری ہے؟ کیا اس کو سادات احناف کے فتوے دکھانا منع ہے؟ کیا وہابی ہونے کی وجہ سے یہ ناجائز و مکروہ کام کر سکتا ہے؟ اور کیا بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی رٹ دوسروں کے لئے ہے؟ ذرا اپنے مبلغ پر بھی بدعتی ہونے کا فتوی لگاؤ ورنہ اپنے اس دعوی اور نام کی غیرت کا کچھ کرو جو دوسروں کا دکھا رہے ہو۔

(۷) وہابی اسمعیلی مفتی ممتاز لکھتا ہے:

تنبیہ! مخلصین اور خصوصا وہ عوام وخواص (جو اپنے آپ کو مسلک دیوبند سے وابستہ سمجھتے ہیں) کے لئے یہی چند حوالے بھی کافی ہیں، امید ہے کہ یہ سب حضرات ان حوالوں اور تحریرات کو دیکھنے کے بعد مسلک (وہابی اسمعیلی از ناقل)۔۔ کی لاج رکھتے ہوئے رب کریم کی رضا کو مدنظر رکھ کر مروجہ حیلۂ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ جیسی بدعات کو یکدم ترک کر دیں گے۔

(حیلۂ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ کا حکم، ص ۳۵، جامعہ خلفائے راشدین کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ان وہابیوں کے نام بتائے جنہوں نے نماز جنازہ کے بعد دعا کر کے وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کیا اور وہابی اسمعیلی ممتاز کو کتاب لکھنا پڑی، کیا وہابی اسمعیلی ان وہابی بدعتیوں کی تو بہ دکھا سکتا ہے اگر نہیں اور یقینا نہیں تو جو زندہ ہیں ان کے گلے میں بدعتی کا طوق ڈالے گا اور ان کو حنفیت سے خارج کرے گا؟ اور جو مر کر مٹی میں مل گئے ان کی قبر پر بھی لکھ آئے گا؟ کیونکہ ہم بہت کچھ جانتے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے جواب آنے کے بعد بتائیں گے۔

(۸) وہابی اسمعیلی مفتی غلام الرحمن لکھتا ہے:

تاہم اگر صفیں توڑنے کے بعد بغیر التزام کے دعا کی جائے تو یہ ممنوع نہیں۔۔۔(فتاوی عثمانیہ، جلد ۳، ص ۲۵۲، العصر اکیڈمی پشاور)

لیجئے! ایک وہابیہ زمانہ کے مصدقہ فتاوی نے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کے جائز ہونے کی تصدیق کر دی، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ادھر کا رخ کرے اور سادات احناف کی رٹ ان کو سنائے جو سادات احناف کے مذہب سے بزعم وہابی جاہل ہیں کیونکہ بحمد للہ ہم اور ہمارے اکابرین اہلسنت سادات احناف کا مذہب جانتے اور انہی کے اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی اکابرین والی عادت بد سے مجبور ہو کر کوئی لایعنی تاویل کھینچ کرلاتے ہوئے کہے کہ یہاں بغیر التزام کے دعا کو جائز کہا ہے، تو ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ زیادہ نہیں سادات احناف کے اتنے بڑے طبقے سے کوئی بھی پانچ معتبر و مستند فقہائے احناف سے بغیر التزام کے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت دے دے ورنہ اس دعا کو جائز کہنے والوں کی قبر دار دیو میں بنا دے۔

وہابی "التزام" کی رٹ کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی اکابرین کی طرح یہاں التزام کی قید میں چھپنے کی کوشش کرے گا اور فضول قسم کی گفتگو کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرے گا لیکن ہم یہاں بھی اس کو اس کے اصلی مقام دار دیو کی عشقیہ چار پائی کے نیچے پہنچا دیتے ہیں تا کہ گنگوہی و نانوتوی کی عشقیہ داستان میں گم ہو کر اس ذلت و رسوائی کو بھولنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ یہی وہابی اسمعیلی مفتی غلام الرحمن لکھتا ہے:

تاہم اگر ایسی صورت میں بھی لوگ دعا کو ایک لازمی چیز قرار دیں اور اس کے بغیر جنازہ ایک ناقص دعا تصور کریں تو پھر دعا چھوڑنا بہتر ہے۔(فتاوی عثمانیہ، جلد ۳، ص ۲۷۳، العصر اکیڈمی پشاور)

وہابی مولوی مفتی غلام الرحمن اور اس کی تصدیق کرنے والے وہابیوں نے وہابیہ اسمعیلیہ کی لایعنی و باطل رٹ کا قلع قمع کر دیا اور یہ بتا دیا کہ اگر لوگ اس دعا کو ضروری سمجھیں بلکہ اس کے بغیر جنازہ کو ناقص سمجھیں تو بھی یہ دعا مکروہ، ناجائز، بدعت نہیں بس اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ "چھوڑ دینا بہتر ہے" سے حرام ثابت ہوگا یا پھر مکروہ یا ناجائز و بدعت جو بھی ثابت ہو اس پر فقہائے احناف کے حوالے پیش کرے ورنہ ابوایوب والی شکل کسی گٹر کی نذر کرے۔ بحمد للہ اہلسنت نے کبھی بھی اس طرح کے کاموں میں وہابیہ اسمعیلیہ والا "التزام" نہیں کیا، دوام ایک الگ چیز ہے کئی سنی حضرات ہوتے ہیں جو دعا مانگے بغیر ہی قبرستان چلے جاتے ہیں اور کچھ اپنے کام کاج پر چلے جاتے ہیں کبھی بھی کسی سنی معتبر و مستند عالم نے ان پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگایا اگر لگایا ہے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان پیش کرے، ہاں سلام پھیرتے ہی اپنی مردہ ماں، باپ اور عزیز و اقارب کی چار پائی اٹھا کر بھاگنے والوں کو سمجھاتے ہیں اور اس جائز کام پر کبھی بدعت، کبھی ناجائز، کبھی مکروہ اور کبھی بدعتی و اہل بدعت جیسے فتوے داغنے والوں پر فتوے ضرور لگاتے ہیں اس وجہ سے نہیں کہ وہ دعا نہیں مانگتے بلکہ اس وجہ سے کہ ایک جائز کام کو ناجائز، مکروہ و بدعت اور اس کے کرنے والے کو بدعتی و اہل بدعت کہتے ہیں، دوسروں پر فتوے لگا لگا کر التزام خود وہابیہ اسمعیلیہ کرتے ہیں اور بدنام ہم اہلسنت کو کرتے ہیں، یہ ان کی وہ چال ہے جس کو دیکھ کر ان کا بڑا ابا شیطان بھی شرماتا ہے کہ کریں خود اور بدنام دوسروں کو کریں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوی کی حالت آپ دیکھ چکے، اس کے دعوے کی دھجیاں اس کے اپنے ہی وہابیوں نے بکھیر دی ہیں اور اس کا دعوی اس کے منہ پر مار کر ذلت ورسوائی کے طوق اس کے گلے میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کے فتاوی کے طوق اپنے گلے میں ڈال لئے ہیں۔اب وہابی ساجد خان کے دلائل بھی دیکھ لیں کہ اس نے جہالت میں سرتا پاڈوب کر کیا کیا گل کھلائے ہیں۔

فتاوی سراجیہ، بزازیہ وغیرہما کی عبارات کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ علی بن عثمان تمیمی لکھتے ہیں: **اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء**۔ (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۳۳) جب نماز جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعا کے لیے نہ کھڑا رہے۔حافظ الدین ابن البزاز الکردری الحنفی لکھتے ہیں: **لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ انہ دعا مرۃ**۔ (فتاویٰ بزازیہ، ج ا۔ص ۵۳) جنازہ کے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ جنازہ کی صورت میں ایک دفعہ دعا تو کر چکا۔ذخیرو کبری اور محیط میں ہے: **لا یقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنازہ**۔ کشف الغطا میں ہے: **قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا** (نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہو)۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۶۵،۶۶،جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان وہ جاہل آدمی ہے جو پہلے دعوی کرتا ہے اور اس کے بعد جب دلائل دینے کی باری آتی ہے تو دعوی ہی بھول جاتا ہے۔اس جاہل آدمی سے کوئی پوچھے کہ ان عبارات میں تمہارے دعوے کے مطابق دلیل کیا ہے تمہارا دعوی تو یہ تھا کہ ''نمازِ جنازہ کے بعد دعا ناجائز ہے،مکروہ ہے، بدعت ہے'' ان میں سے کون سی عبارت ہے جس میں یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ناجائز،مکروہ و بدعت ہے،اگر اس جاہل وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو وہ الفاظ جن کا اس نے دعوی کیا ہے ان عبارات میں نظر آجائیں تو ہمیں بھی دکھانے کا قصد کرے گا یا نہیں،اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کو اپنے دعوی کے اثبات میں پیش کرنا اس کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیاً: ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ "**لا یقوم بالدعاء**" کے الفاظ موجود ہیں۔تو میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ کیا "**لا یقوم بالدعاء**" کا معنی ومطلب ناجائز،مکروہ و بدعت ہونا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کم از کم پانچ فقہائے احناف سے یہ ثابت کرے ورنہ اپنے دعوے کے مطابق دلیل تلاش کرے۔

ثالثاً: اگر "**لا یقوم بالدعاء**" سے مطلقا نماز جنازہ کے بعد دعا کا ناجائز،مکروہ و بدعت ثابت ہوتا ہے تو یہ عبارات خود تمہارے وہابیوں کے خلاف ہیں جو جواب تم دو گے ہماری طرف سے بھی وہی قبول کرلو۔

رابعاً: سادات احناف کی ان عبارات کی روشنی میں پہلے اپنے تمام ان وہابیوں پر فتوے لگاؤ (کچھ حوالے آگے آرہے ہیں) جو کسی بھی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا کے قائل ہیں پھر ہم سے بات کرو۔

(۱) دار دیو سے تصدیق شدہ کتاب میں وہابی عبدالحمید حقانی لکھتا ہے:

نماز جنازہ کے بعد کسر الصفوف کے بعد (یعنی بیٹھ کر) دعا جائز ہے۔

(تبلیغی جماعت کا عالمی مشن اور پنج پیری مماتیوں کا جارحانہ رویہ، ص ۱۱۵، کتب خانہ مدنی اسلامی نوشہرہ)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں فتوے دکھانے اور ہم پر فتوے لگانے کے بجائے ان پر لگائے، جب میں وہابی علماء کی عبارات نقل کر رہا تھا تو میرے ذہن میں یہ آرہا تھا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان عبارات کی یہی تاویل کرے گا کہ فقہاء کی عبارات میں

کھڑے ہوکر دعا کرنے کے حوالے سے لکھا ہے اوران وہابیوں نے بیٹھ کر دعا کو جائز کہا ہے لیکن یہاں تو اس کی یہ تاویل بھی اسی کے کرتوتوں سے باطل ہوگئی اور وہابی اسمٰعیلی ہرطرح سے اپنے ہی جال میں پھنس گیا اور اپنے جاہل اکابرین کو بھی پھنسوا گیا، اب گنگوہی کی طرح جتنا مرضی زور لگا لے پر کسی کی بھی جان چھوٹنے والی نہیں اور کوئی بھی وہابی ان فتوؤں سے بچنے والا نہیں ہے۔

خامسا: فتاوی بزازیہ کی عبارت کا جواب دیتے ہوئے وہابی شیخ الحدیث مفتی فرید لکھتا ہے:

صاحب بزازیہ کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ سلام سے پہلے ایک دفعہ دعا مانگی گئی ہے اب اگر سلام کے بعد دوبارہ دعا مانگی جائے گی تو دعا کا تکرار لازم آئے گا۔ اگر اس عبارت کا یہی مطلب ہوتا تو پھر ہر نماز کے بعد دعا نہیں ہونی چاہیے تھی کیونکہ سلام سے پہلے ایک بار دعا مسنون ہے۔۔ (مقالات اردو،ص ۲۱، الفرید اکیڈمی دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے! فتاوی بزازیہ کی عبارت کا مطلب خود وہابی مفتی نے بیان کرکے ساجد خان کا منہ لال پیلا کر دیا ہے۔ اگر فتاوی بزازیہ کی عبارت سے واقعی وہ کچھ ثابت ہوتا ہے، جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی جہالت کی وجہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو اس وہابی اسمٰعیلی کو کیا ضرورت پڑی تھی فتاوی بزازیہ کی عبارت کا مطلب بیان کرنے کی، سیدھا سیدھا لکھتا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ناجائز، مکروہ وبدعت ہے جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کیا ہے، وہابی مفتی کا وہ نہ کہنا جو ساجد وہابی نے کہا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ فتاوی بزازیہ کی عبارت سے وہ کچھ ان وہابیہ کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہوتا جو وہابی ساجد خان اپنی جہالت سے کر رہا ہے۔

وہابی مفتی مزید لکھتا ہے:

نماز جنازہ کا تکرار اور اس پر زیادتی تب لازم ہوگی جبکہ صفیں بندھی ہوئی ہوں اور دعا مانگی جائے اور جب صفیں توڑی جائیں تو پھر یہ توہمات لازم نہیں آتے اور اسی نکتے کی طرف ان فقہاء کرام نے اشارہ کیا ہے جو لا یقوم بالدعاء کے طویل تعبیر کرتے ہیں اور لا یدعو کے ساتھ مختصر تعبیر نہیں کرتے۔ (مقالات اردو،ص ۲۱، الفرید اکیڈمی دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

اس عبارت میں تو وہابی مفتی نے ساجد خان کی نیّا بیچ سمندر میں غرق کر دی اور فقہائے احناف کی ان عبارات کا جن میں "**لا یقوم بالدعاء**" کے الفاظ ہیں کا منشا یہ بیان کیا ہے کہ یہاں مراد صفوں میں اسی جگہ کھڑے کھڑے جس جگہ نماز جنازہ پڑھی ہے دعا نہ کی جائے بلکہ صفوں کو توڑ کر دعا کی جائے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہماری نہ مانے لیکن اپنے ان گروگھنٹالوں کی تو مانے جن کے نام کی روٹیاں کھاتا ہے۔

(۲) وہابی مفتی غلام الرحمن لکھتا ہے:

اس لئے جنازہ کے فورا بعد باقاعدہ دعا کرنے کا اہتمام کرنا "زیادت علی الشرع" کے مترادف ہے۔ فقہائے کرام لکھتے ہیں: **و لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثر ھا دعاء**۔ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کریں گے کیونکہ ایک بار دعا ہوگئی، اس لئے کہ اس کا اکثر حصہ دعا ہے۔

لیکن تشابہہ کا احتمال صفوف کی کیفیت باقی رہنے تک ہے اس لئے ہمارے شیخ عبدالحق اور ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب بعد کسر الصفوف (صفیں توڑنے کے بعد) دعا کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں فرماتے۔ (فتاوی عثمانیہ، جلد ۳، ص ۲۷۳، العصر اکیڈمی پشاور)

اس وہابی مفتی نے بھی "**لا یقوم بالدعاء**" کو اسی صورت پر محمول کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ کھڑے ہوکر دعا نہ کرے اگر

صفوں کو توڑ دیا تو اب ''لایقوم بالدعاء'' کے زمرے میں نہیں آتا۔

(۳) وہابی اسمعیلی عبدالحق لکھتا ہے:

اور یہ تشبیہ اس وقت لازم ہوتی ہے جب صفوف میں کھڑے ہو کر دعا کی جائے اور چونکہ کسر الصفوف کے بعد یہ تشبیہ موجود نہیں رہتی لہٰذا کراہت بھی نہ ہوگی۔ ویشیر الیہ تعبیر ھم بلا یقوم بالدعاء مع کون التعبیر بلا یدعو اخصر۔

(فتاوی حقانیہ، جلد ۲، ص ۷۵، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

کئی وہابیوں کے مصدقہ و پسند فرمودہ فتاوی نے بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کی علمیت کا بھانڈا پھوڑ دیا اور یہ واشگاف اعلان کر دیا کہ وہ عبارات جن کو وہابی اسمعیلی نے بطور دلیل بیان کیا ہے ان کا تعلق کسر الصفوف سے پہلے کے ساتھ ہے اور کسر الصفوف کے بعد نماز جنازہ میں دعا کی کراہیت یا ناجائز و بدعت ہونا ان سے ثابت نہیں ہوتا۔

قارئین! یہ سب کچھ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے آباء کے حوالے اور جوابات ہیں وہابی ان کو مانے یا ان کے منہ پر مارے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہاں آپ حقیقت حال جان چکے ہیں کہ وہابی اسمعیلی کل بھی چمار سے زیادہ ذلیل تھا اور آج بھی اسی طرح ہے اور آئندہ کل بھی ایسا ہی ہوگا۔

وہابی اسمعیلی تابوت میں آخری کیل

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ''لایقوم بالدعاء'' والی جتنی بھی عبارات نقل کی ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے **(۴) عبدالحق افغانی لکھتا ہے:**

نیز فقہاء کی یہ عبارت کہ ''ولا یقوم بالدعاء'' میں لفظ قیام کی تصریح بتلاتی ہے کہ صورت ممنوعہ بحالت قیام دعا کرنا ہے، کیونکہ نماز جنازہ بھی قیاما ادا کی جاتی ہے، لہٰذا اس سے زیادت علی صلاۃ الجنازہ تحریف کا شبہ پیدا ہو سکتا ہے، لیکن بعد کسر الصفوف کا وقت عام اوقات کی طرح اس شبہ سے خالی ہے، لہٰذا ممانعت بھی نہیں۔ (فیصلہ مع تکملہ، ص ۹۲، فقہی مجلس بازار گی صوابی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی بچی کچی عزت افغانی نے نیلام کر دی اور اس کا وہ بھاندا پھوڑا کہ اب اس کو نہ دن میں سکون ملے گا اور نہ ہی رات کو کیونکہ جن عبارات کو لے کر یہ ناچ رہا تھا اور اہلسنت سے اپنے بغض کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی دھوکہ دے رہا تھا ان سب پر پانی پھر گیا اور یہ ایک بار پھر ذلیل و رسوا ہو گیا۔ میرے خیال میں اس تفصیل اور معتبر و مستند حوالوں کے بعد اب کسی بھی انصاف پسند انسان کے لئے فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہا کہ فقہائے احناف کی عبارات کا تعلق کس کے ساتھ ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے ان کا تعلق کس کے ساتھ کر دیا ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **ولا یدعو اللمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ** (مرقات المفاتیح) اور دعا نہ مانگے میت کے لیے جنازے کے بعد اس لیے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی آباء کے پاس علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت نماز جنازہ کے بعد دعا کے بزعم خود ناجائز ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اور وہابی اسمعیلی جاہل قوم یہ سمجھتی ہے کہ اس عبارت کے ذریعے ہمارا تیر نشانے پر لگا ہے، لیکن

حقیقت میں یہ دلیل بھی دوسری دلیلوں کی طرح وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کے مطابق نہیں کیونکہ اس نے دعوی کیا تھا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ، بدعت و ناجائز ہے لیکن اس عبارت میں اس طرح کی کوئی بھی بات نہیں، آپ عربی عبارت نہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان کا ترجمہ ہی دیکھ لیں اس میں بھی اس کے دعوی کے مطابق کوئی چیز نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ اس میں ''لا یدعو للمیت'' کے الفاظ موجود ہیں تو میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہ کہتا ہوں کہ اس کا معنی مکروہ ہونا ہے یا ناجائز و بدعت ہونا ہے۔ جو بھی ہو کم از کم پانچ فقہائے احناف سے اپنے دعوی والا معنی ثابت کردے ورنہ پھر اسی جگہ جائے۔

قارئین! علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت ایک عام فہم عبارت ہے جس کو درس نظامی کے ابتدائی درجے کا طالب العلم بھی سمجھ لے گا لیکن جن کے ذہنوں میں وہابیت اسمعیلیت اور آنکھوں پر تعصب کی پٹی چڑھی ہوئی ہو اور جو بغض اہلسنت میں صبح وشام چور چور ہوں ان کو یہ عبارت کیا سمجھ میں آئے گی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب کیا ہے، علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ اس صورت میں میت کے لئے دعا نہ کرے جس میں نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ لازم آئے اور یہ صورت اس وقت ہوگی جب صفوں میں اسی طرح کھڑے ہو کر دعا کرے جس طرح نماز جنازہ پڑھی ہے اگر صفیں توڑنے کے بعد دعا مانگی جائے تو اس عبارت سے اس کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اب نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہ رہا اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ہمارے اس بیان کردہ مفہوم سے تکلیف ہے تو ہم اسی کے گھر سے ثابت کر دیتے ہیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی مفتی فرید لکھتا ہے:

کیونکہ جن فقہاء اور مفسرین نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے تو اکثر نے دلیل ترک کیا ہے اور بعض نے دلیل ذکر کیا ہے کہ اس دعا میں زیادت علی الجنازہ اور تکرار جنازہ کی تشبیہ ہے اور بلاشک وشبہ کسر الصفوف کے بعد یہ تشبیہ نہیں ہے لہٰذا کراہیت بھی نہ ہوگی۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۳۳۳، جامعہ دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر و مستند وہابی مفتی نے ہی بیان کر دیا کہ زیادت و تکرار کی تشبیہ اس وقت تک ہے، جب تک صفیں نہیں توڑیں جب صفیں ٹوٹ گئیں تو اب نہ زیادت رہی اور نہ ہی تکرار لہٰذا اب نماز جنازہ کے بعد دعا جائز ہے۔

یہی وہابی اسمعیلی مفتی ایک اور جگہ لکھتا ہے:

صاحب مرقاۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ۔ نماز جنازہ کا تکرار اور اس پر زیادتی تب لازم ہوگی جبکہ صفیں بندھی ہوئی ہوں اور دعا مانگی جائے اور جب صفیں توڑی جائیں تو پھر یہ توہمات لازم نہیں آتے۔

(مقالات اردو، ص ۲۱، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

اس عبارت کو پڑھ کر وہابی اسمعیلی ساجد خان کے جسم کے تمام جوڑوں کی تکلیف دور ہوگئی ہوگی کیونکہ خود وہابی مفتی نے ہی علامہ علی قاری کی عبارت کا وہی جواب دیا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی قسمت پر روئے اور زور لگا کر روئے کیونکہ دنیا میں ہی اس کو اتنی ذلت ورسوائی مل گئی ہے اور آخرت کی ان شاء اللہ باقی ہے۔

(۲) وہابی اسمعیلی عبد الحق افغانی لکھتا ہے:

دعا بعد صلوۃ الجنازہ میں زیادت کی وجہ سے شبہ تحریف ہے کہ کہیں عوام نماز جنازہ کے ساتھ دعا کو بھی جزء ضروری نہ سمجھ لیں، یہ شبہ تحریف قبل کسر الصفوف ہوسکتا ہے، نہ بعد کسر الصفوف میں۔ اسی پر دلیل علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول ہے: ولا یدعوا للمیت

بعد صلوة الجنازة لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة... (فیصلہ مع تکملہ، ص۹۲، فقہی مجلس بازار گی صوابی)

اب تو ایک اور وہابی نے ساجد خان کے منہ پر طمانچہ مار کر ہماری ہی بات کی تائید کی ہے، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنا حقیقی کام یعنی چنے بیچنا شروع کرے کیونکہ یہ پڑھنا پڑھانا اور سمجھنا سمجھانا اور یہ لکھنا لکھانا اس کے بس کی بات نہیں، یہ اپنی جہالت کی وجہ سے ہمیشہ منہ کی ہی کھائے گا لہٰذا ہر بار نہیں ہزار بار ذلیل ہونے سے بہتر ہے کہ وہی کام کرلے۔

قنیہ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ابن حامد سے مروی ہے: ان الدعا بعد صلوة الجنازة مکروہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۶۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ عبارت وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جاء الحق سے نقل کی ہے اور جاء الحق میں تصریح ہے کہ یہ قنیہ کی عبارت ہے، اس کا جواب مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے دے دیا ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان اسے کوابر یانی وہ بھی ثواب سمجھ کر ہضم کر کے ایک اصول بنا گیا جس سے وہابیت بہت ہی ذلیل ہوگی۔

ہمارے قارئین مفتی صاحب کا جواب جاء الحق میں ہی دیکھ لیں، میں یہاں وہابی اسمعیلی کو انہی کے اصولوں کے مطابق جواب دیتا ہوں۔

اولاً: قنیہ کی اس عبارت میں ایک قول کا ذکر ہے جبکہ دوسرا قول بھی موجود ہے جو کہ خود وہابی افغانی اور کلاچی کے نزدیک مفتی بہ ہے۔

وہابی اسمعیلی کفایت اللہ دہلوی لکھتا ہے:

عن ابی بکر بن حامد: ان الدعا بعد صلوة الجنازة مکروه، و قال محمد بن فضل: لاباس به کذا فی القنیه۔ اور امام ابوبکر بن حامد سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور امام محمد بن فضل نے فرمایا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، ص۱۴، مکتبہ البشری کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں آنکھیں دکھانے کے بجائے اپنے افغانی و کلاچی کو دکھائے جنہوں نے امام محمد بن فضل کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

ثانیاً: قنیہ کی یہ عبارت خود وہابی اسمعیلی کے ان تمام جاہل آباء کے خلاف ہے جو نماز جنازہ کے بعد دعا کے قائل ہیں، وہابی ان کی طرف سے جو جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

ثالثاً: ہمارے نزدیک اس عبارت کا جواب وہی ہے کہ کسر الصفوف سے پہلے دعا مکروہ ہے جبکہ کسر الصفوف کے بعد مکروہ نہیں ہے۔

رابعاً: اگر یہ تاویل نہ بھی کی جائے تو بھی کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ اس مکروہ سے مراد خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے۔

وہابی اسمعیلی عبدالکریم کلاچی لکھتا ہے:

فقہائے کرام کا مکروہ کہنا زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہیہ خلاف اولیٰ اور بدعت سے مراد بدعت لغویہ ہے۔ (نجم الفتاوی، جلد ۲، ص۳۶۱، شعبہ تصنیف و تالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمعیل خان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی حالت دیکھیے کہ بقول وہابی ایک خلاف اولی کام پر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے اور اس پر ناجائز و بدعت وغیرہ جیسے فتوے دے کر ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑ رہا لیکن اپنے اکابرین کی جہنم میں جانے کی تیاری کروا رہا ہے۔

بحر الرائق کی عبارت کا جواب

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **ولا یدعوا بعد التسلیم۔** (البحر الرائق) اور سلام کے بعد دعا نہ کریں۔
(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: تو یہ عبارت خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ان آباء کے خلاف ہے جو کسی بھی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا کو جائز کہتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ہماری فکر چھوڑ دے اپنے جہنمی بابوں کی فکر کرے اور ان کو یہ عبارت دیکھا کر ان پر یہ سارے فتوے لگا کر ان کو حنفیت سے خارج کرے کیونکہ وہ ہیں ہی اسی لائق کہ ان کو حنفیت سے خارج کیا جائے اور یہ صلہ ہے اس کا کہ انہوں نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس جیسے چمچوں کو دانہ ڈال کر بڑا کیا تھا لہٰذا وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے ان گرگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اس نے اپنی آبائی عادت کے مطابق ہمارے ساتھ کرنے کی کوشش کی ہے پھر ہم سے بھی بات کر لے۔

ثانیاً: بحر الرائق کی عبارت میں کاتب کی غلطی ہے کیونکہ خلاصہ میں یہ عبارت نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی آبائی حرکت کرتے ہوئے بحر الرائق سے صرف ایک ہی قول نقل کیا ہے جبکہ اسی عبارت سے متصل دوسرا قول بھی موجود ہے جس کو وہابی صاحب کوے کی یخنی سمجھ کر ہضم کر گیا۔

صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصری (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضیلی: لا باس بہ۔

اور سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور امام فضیلی سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا میں کوئی حرج نہیں۔
(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۳۲۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے! بحر الرائق ہی کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا امام ابوبکر بن فضل کے نزدیک جائز ہے اور جیسا کے ہم باحوالہ ذکر کر آئے ہیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے افغانی وغیرہ کے نزدیک یہ قول معتبر و مستند و مفتی بہ ہے، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنوں کو کہے پھر ادھر آئے لیکن ہم پھر بھی اس کی ضیافت اسی کے وہابیوں کے جوتوں کے ساتھ کریں گے۔

رابعاً: اگر مان لیا جائے کہ بحر الرائق کی عبارت اسی طرح ہے تو بھی ہمارے نزدیک بحر الرائق کے پہلے قول سے تطبیقاً وہی مراد ہے جو ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ کسر الصفوف سے پہلے دعا نہ کرے بعد میں حرج نہیں۔

وہابیہ اسمعیلیہ کی بری عادت وہابی کا اقرار

کئی وہابی اسمٰعیلی ہیں جنہوں نے بحر الرائق کا پہلا قول "ولا یدعوا بعد التسلیم" تو نقل کیا ہے لیکن دوسرا قول ہضم کر گئے جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا حوالہ ہم نے اوپر ہی دیا ہے اس پر ایک دل جلے وہابی اسمٰعیلی نے کیا کہا وہ بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی مولوی عبد الکریم کلاچی لکھتا ہے:

کسی اور رسالہ میں بھی اس کی کراہت پر زور دیتے ہوئے بھی یہی دیکھا گیا کہ بحر کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے **وقال الامام الفضلی رحمہ اللہ تعالی لا باس بہ** کا ذکر چھوڑ دیا گیا۔ بہر حال **تخفون کثیرا** کی یہ بری عادت اکابرین دیوبند کے نام

لیواؤں کے لئے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔(نجم الفتاوی، جلد ۲، ص ۳۶۱، شعبہ تصنیف وتالیف نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس عبارت کی روشنی میں اپنا منہ دیکھ لے اور اپنے وہابی مولوی کے بقول "تخفون کثیرا" کی بری عادت چھوڑ کر جب بھی بحر الرائق کی عبارت بیان کرے تو مکمل کرے تاکہ وہابی اسمٰعیلی کا دجل وفریب سب پر ظاہر ہو۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء وہابی شیخ الحدیث کا اقرار

(۱) وہابی اسمٰعیلی مفتی رشید احمد لکھتا ہے:

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں۔

(احسن الفتاوی، جلد ۱، ص ۳۳۶، ایچ ایم کمپنی کراچی)

اس وہابی نے اقرار کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی محمد اظہر لکھتا ہے:

اس دعا کا ثبوت قرآن کریم احادیث مبارکہ اقوال صحابہ اور فقہ کی معتبر کتابوں میں کہیں نہیں ملتا۔

مزید لکھتا ہے:

دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں بے شمار جنازے پڑھائے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جنازے پر دفن سے پہلے دعا مانگی ہو۔ (نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم، ص ۱۸، مکتبہ علوم ربانی ٹوبہ ٹیک سنگھ)

نوٹ: یہ کتاب ان وہابیوں کی مصدقہ ہے: (۱) وہابی شیر محمد (۲) وہابی الیاس گھمن (۳) وہابی اسمٰعیلی ابوایوب (۴) وہابی محمد شفیق۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی مفتی ممتاز لکھتا ہے:

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں۔

(حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ کا حکم، ص ۳۵، جامعہ خلفائے راشدین کراچی)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ وہابی رشید احمد، اظہر، گھمن، ابوایوب، ممتاز وغیرہم یہ تمام وہابی مانتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اب ان ہی کے وہابی اسمٰعیلی مفتی کے فتوے بھی سن لیجئے۔

وہابی شیخ الحدیث ومفتی فرید لکھتا ہے:

اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے یہ دعا نہیں کی ہے تو یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء ہے۔

(مقالات اردو، ص ۲۱، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

یہی وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

یہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد ہیئت اجتماعی سے دعا نہیں کی ہے تو ان کا یہ دعوی واضح طور پر غلط ہے بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء ہے۔ (تجلیات فریدی، جلد ۲، ص ۲۱۰، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

مزید لکھتا ہے:

یہ فرقہ یہ دعوی کرتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد یا سنن یا جنازہ کے بعد ہیئت اجتماعی سے دعا نہیں کی ہے تو ان کا یہ دعوی غلط ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا ہے۔ (تجلیات فریدی، جلد ۲، ص ۲۵۷، الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ اوپر والے تمام وہابی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء باندھنے والے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء باندھنے والا کون ہوتا ہے یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بیان کر کے ان سب وہابیوں کو جہنم میں پہنچائے گا۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

بحمد للہ ہم نے کئی وہابی اسمٰعیلی معتبر و مستند اکابرین کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دعا کو مباح یا جائز کہتے ہیں۔ ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ وہابی اسمٰعیلی جن کے ہم نے حوالے دیئے ہیں وہ جس نوعیت کی نماز جنازہ کے بعد دعا کے قائل ہیں اسی نوعیت کی نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت کم از کم پانچ فقہائے احناف سے دیدے کیونکہ اس کا اور اس کے جاہل اکابرین کا بزعم خود حنفی ہونے کا دعوی ہے لہٰذا یہ وہابی جس طرح کی بھی دعا کے قائل ہیں وہی سادات احناف سے ثابت کر دے، اگر ثابت نہ کر سکے تو ان پر بھی وہی فتوے لگائے جو اس نے ہم پر بزعم خود لگانے کی کوشش کی ہے ورنہ ہم پر بہتان باندھنے اور ہم سے اس طرح کا مطالبہ کرنے سے باز آئے۔ ہمارے قارئین دیکھ لیں گے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو سانپ سونگھ جائے گا لیکن ہمارے اس چیلنج کا جواب نہیں دے گا۔

{......مسئلہ نمبر ۱۱......}

نماز جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر اور اہلسنت کا موقف

(۱) رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ہاں کتبِ حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکرِ جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفسِ ذکرِ جہر کو بکثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاعات قرآن عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین صلی تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارضِ خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوٰی میں اُسے منقح کیا، **یہاں بھی اُس کا منشأ عوارض ہی ہیں قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا دِموت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جبکہ ہمراہیانِ جنازہ تصوّرِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میّت ان میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لئے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے، ولہٰذا علماء نے سکوتِ محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو، اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے،** ورنہ حاش للہ ذکرِ خدا اور رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يذكر الله تعالى على كل احيانه. رواه مسلم وابو داؤد والترمذی وابن ماجة وعَلَّقَهُ البخاری۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت خدا کا ذکر کیا کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ نہ کوئی چیز اس سے بہتر، قال اللہ عزوجل وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ (اللہ عزوجل نے فرمایا اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ت) **اب کہ زمانہ منقلب ہُوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انہیں ذکرِ خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکارِ ثواب ہے۔** معہذا جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید ومجتبی وحاوی و

بحر الرائق وغیر ہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک ادنی اصلاً گناہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۱۴۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کے اس ارشاد فیض بنیاد سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوگئی کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ بعض نے مکروہ کہا ہے۔ بعض نے بلا کراہت جائز۔ اور اسی کو ان امام جلیل نے خود طرح طرح سے ثابت فرمایا، اور عارف بالاختصاص بحر معرفت کے غواص سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ مادام العام والخاص، نیز امام ربانی عارف باللہ شعرانی قدس سرہ النورانی کے ارشادات سے مؤید کیا۔ (فتاوی مفتی اعظم، جلد ۳، ص ۲۵۱، اکبر بک سیلرز لاہور)

(۳) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جنازہ کے ساتھ نعت شریف پڑھنا جائز ہے۔ (فتاوی امجدیہ، جلد ۱، ص ۳۰۹، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

(۴) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح وتہلیل یا درود شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے اور میت وحاضرین کو مفید ہے۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۲۵۷، مکتبہ غوثیہ کراچی)

بحمدللہ ان تمام حوالوں سے اہلسنت کا جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کے بارے میں موقف بالکل واضح ہوگیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور آپ کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان علیہما الرحمۃ کی وضاحت نے مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اہلسنت کا موقف آپ پڑھ چکے اب سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف بھی دیکھ لیں۔

جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ویکرہ لهم رفع الصوت بالذکر و قراءۃ القرآن کما فی (شرح الطحاوی)... وعن قیس بن عبادۃ کان اصحاب رسول الله ﷺ یکرهون رفع الصوت عند ثلاثۃ :القتال،والجنازۃ،والذکر کذا فی (الایضاح) کراهیۃ تحریم وقیل تنزیه کمافی (المبتغی)و کراهۃ تنزیه وقیل تحریم کما فی (القنیۃ) وهویکره علی معنی انه تارك الاولی کماعزاه فی التتمۃ الی والده... وفی (شرح الشرعۃ) المسمی (بجامع الشروح)وان یستکثرمن التسبیح والتهلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃوان لایتکلم بشیءمن امرالدنیا وان لا یضحك... لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجهری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلاله قدام الجنازۃ وخلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صداء القلوب وقساوتها یجب الدنیا وریاستها...

مفہوم اس کا یہ ہے کہ: لوگوں کا بلند آواز سے ذکر اور قرأت قرآن کرمکروہ ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے۔۔۔ اور قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ تین اوقات میں آواز بلند کرنے کو مکروہ خیال کرتے: قتال کے وقت، جنازہ کے وقت اور اللہ کے ذکر کے وقت اسی طرح الایضاح میں ہے، مکروہ تحریمی اور کہا گیا کہ تنزیہی جیسا کہ المبتغی میں ہے۔ کراہت تنزیہی اور کہا گیا کہ کراہت تحریم جیسا کہ القنیہ میں ہے۔ آواز بلند کرنا مکروہ ہے یعنی ترک اولی ہے جیسا کہ التتمہ میں اسے اپنے والد کے

حوالے سے ذکر کیا۔۔۔اور شرعۃ الاسلام کی جامع الشروح نامی شرح میں یہ ہے کہ: جنازہ کے پیچھے سرّی طور پر زیادہ سے زیادہ تسبیح وتہلیل کرے، کوئی دنیاوی بات نہ بولے اور نہ ہی ہنسے۔۔۔**لیکن بعض مشائخ نے جہری ذکر کو بھی جائز کہا ہے اس طرح کہ درمیان میں کوئی بات ڈالے بغیر جنازہ کے آگے اور پیچھے تعظیم کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر کریں تا کہ میت اور دوسرے زنداں کو تلقین ہو، غافلوں ظالموں کو تنبیہ ہو، دنیا کی محبت وریاست سے دلوں میں جو زنگ اور درشتی ہے وہ دور ہو۔**

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۳، ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ کے ساتھ ذکر کے حوالے سے اختلاف کو ذکر کیا اور یہ فرمایا کہ بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ بعض مشائخ نے نماز جنازہ کے بعد ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور پھر اسی پر ہی دلائل دیئے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک معتبر ہی نہیں بلکہ بہت معتبر ہیں لہٰذا وہابیہ اسمعیلیہ کو چاہیے کہ یہ بھی حنفی ہیں، فقیہ ہیں، اکابر ہیں، معتبر ہیں ان کی ہی بات مان لیں اگر نہیں تو پھر ان پر بھی وہ سارے فتوے لگائیں، جو آج جنازہ کے ساتھ ذکر کرنے والوں پر لگاتے ہیں۔کوئی وہابی یہ بتائے گا کہ جنہوں نے جواز کا فتوی دیا ان پر تو کوئی فتوی نہیں اور جو ان کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ذکر کو جائز کہتے ہیں ان کے خلاف یہ محاذ آرائی کیوں؟؟ بہر حال علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ وہابیہ کے نزدیک معتبر ہیں۔

اولاً: تو ان کا حوالہ خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی کتاب میں دیا ہے اگر یہ معتبر نہ ہوتے تو حوالہ ہی کیوں دیتا۔؟

ثانیاً: دار دیو کا مفتی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتا ہے:

بارہویں صدی کے بڑے عالم وزاہد، فقیہ وشاعر صاحب کرامات اور باکمال بزرگ اور مصنف تھے انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، تفسیر، حدیث، فقہ، شعر وادب، تجوید وقراءت وغیرہ مختلف علوم وفنون پر ان کی گرانقدر تالیفات ہیں جن سے ان کے علمی مقام کی بلندی ظاہر ہے ان کی تصانیف قابل اعتبار ہیں موسوعہ فقہیہ میں ہے: **کان فقیھا متبحرا**۔۔

(دارالافتاء دیوبند جواب نمبر ۵۰۱۰۱)

علامہ عبدالغنی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک کوئی ایسے ہی بزرگ نہ تھے کہ ان کی بات کو رد کر دیا جائے بلکہ فقیہِ متبحر تھے یعنی تمام کمالات کے ساتھ ساتھ حنفی فقیہ بھی تھے لہٰذا ان کا قول صرف قول نہیں بلکہ معتبر ومستند فتوی ہوگا۔ یہاں تک تو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی بات تھی، اب ہم آپ کو ان کی یہی کتاب جس کا حوالہ ہم نے دیا ہے، اس کے معتبر ومستند ہونے کا ثبوت بھی وہابیہ اسمعیلیہ سے دے دیتے ہیں جس سے جہاں وہابیت اسمعیلیت کا منہ بند ہوگا وہیں اہلسنت کے اس موقف کی مزید تائید ہوگی کہ اہلسنت مسائل اپنی طرف سے گھڑتے نہیں بلکہ ان کے پاس سادات احناف ہی کے معتبر ومستند فتاوی ہوتے ہیں لیکن کسی نے سچ ہی کہا تھا **الوھابیۃ قوم لا یعقلون ولا یفھمون** یہ اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے اپنی ساری قوت صرف کر دیتی ہے لیکن پھر بھی منہ کی کھا کر کچھ دن سکون سے گزارتی ہے، کچھ دن بعد پھر اس کی وہی پرانی حالت ہو جاتی ہے۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی معتبر ومستند کتاب کی فہرست بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

شرح الطریقۃ المحمدیۃ مؤلفہ سیدی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی ۱۱۴۳ھ۔۔۔غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں **جنکی نقل بھروسہ کی نقل ہے** اور پھر ان کے **مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں** کہ آفاق عالم میں انکے مقبول ہونے

پر اتفاق ہو چکا ہے۔(جمال الاولیاء،ص ۱۰،ادارہ اسلامیات کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے تھانوی نے ہی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی کتاب کے مستند ہونے کو بیان کر کے اس میں جو کچھ ہے،اس پر بھی اعتماد کا اقرار کرلیا ہے اور پھر علامہ صاحب کو اکابر اولیاء میں شامل کر کے آفاق عالم میں ان کے مقبول ہونے کی مہر بھی ثبت کردی۔ایسے مصنف اور ایسی کتاب میں ہی لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے ساتھ ذکر کرنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور بعض مکروہ تنزیہی کہتے ہیں لیکن اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کر کے اہلسنت کا بول بالا اور وہابیہ اسمٰعیلی ساجد خان کا منہ کالا کر دیا کہ:لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت۔۔۔لیکن بعض مشائخ نے نماز جنازہ کے ساتھ جہری اور بلند آواز سے ذکر کو جائز کہا ہے۔۔۔(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ،جلد ۳،ص ۳۹۷،دار الکتب العلمیہ بیروت)

اب جو بھی فتوے وہابیہ اسمٰعیلیہ نے لگانے ہیں وہ علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ پر لگا دیں اور فقہائے احناف کے جتنے بھی فتوے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے نقل کئے ہیں ان سب کا مصداق علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کو بنا دیں،اگر ہم پر فتوے لگتے ہیں تو جو جواز کا کہہ رہے ہیں وہ کیسے وہابیہ کے اصول سے فتوے سے بچیں گے۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

یہ اشکال کرنے والا اکابر و اسلاف کی کتب سے نابلد و ناواقف معلوم ہوتا ہے اگر شیخ الہند نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہے تو پھر تو کلام کی گنجائش ہے اور اگر اکابر کی کتب کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے تو پھر پہلے آپ کو منہ ان اکابر کی طرف کرنا چاہیے پھر بعد میں ہمارا نمبر ہے۔مگر بریلوی حضرات کی سوچ عجیب ہے جو بات اسلاف و اکابر نے لکھی ہے ٹھیک ہے اگر وہی بات ہم لکھ دیں تو قابل اعتراض؟(اللہ عجز سے پاک ہے،۳۱۴،ادارہ مطبوعات وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کے اس اصول سے منہ آلودہ کرلے اور اپنا یہ منہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی طرف کرے یہ بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے فتوؤں میں ہمارا نمبر تو بعد میں آتا ہے۔باقی کیونکہ فقہاء کا خود ہی اختلاف ہے اور جہاں خود حنفی علماء ہی مختلف ہوں تو اس میں تخفیف ہوتی ہے یہ خود وہابیہ ہی کا اصول ہے وقت آنے پر ہم بتائیں گے،لیکن جب جواز کا فتوی صراحتاً موجود ہو اور دیگر فقہاء کی عبارات کا محمل بھی موجود ہو تو پھر بھی فتوے لگانا یہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا ہی کام ہے۔

علامہ عبدالغنی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وفی کتاب (العھود المحمدیۃ) للشیخ الشعرانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ قال: ینبغی لعالم الحارۃ او شیخ الفقراء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی آداب المشی معھا مع الجنازۃ من عدم اللغو فیھا وذکر من تولی وعزل عن الولاۃ اوسافر ورجع من التجار ونحوذلک۔۔۔کان السلف الصالح لایتکلمون فی الجنازۃ الابما ورد و کان الغریب لایعرف من ھو القریب للمیت حتی یعرف لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلھم و کان سیدی (علی الخواص) رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول اذاعلم من الماشین مع الجنازۃ انھم لا یترکون اللغو فی الجنازۃ و یشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان ذلک افضل من ترکۃ ولاینبغی لفقیہ ان ینکر ذٰلک الابنص او اجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء وا و

یا للعجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا و ربما عزم عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی طریق الجنازة وهو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطره ان یقول للحشاش حرم علیك بل رأیت فقیها منهم یأخذ معلوم امامته من فلوس بائع الحشیش والبرش فنسأل الله العافیة.....

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ: علامہ شعرانی قدس سرہ اپنی کتاب ''العہود المحمدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ: عالمِ محلہ کو چاہیے کہ جولوگ جنازہ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں انہیں تعلیم دے کر لغو سے پرہیز کریں اس طرح کی باتوں میں نہ پڑیں کہ فلاں حکمران بنا، فلاں والی معزول ہوا، فلاں تاجر سفر میں گیا، فلاں واپس آیا۔۔۔سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے مگر وُہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین پر حزن وغم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ میّت کا قریبی کون ہے۔ **سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہیے کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔** اور کسی فقیہ کو بغیر نص، اجماع کے اس سے انکار مناسب نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے شارع کی جانب سے وُہ جب بھی چاہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کی عام اجازت ہے۔ تعجب ہے اس شخص کی قلبی نابینائی سے جو ایسے امر پر نکیر تو کرتا ہو اور جنازہ کے راستے میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھنے کو باطل کہہ کے حکام کے یہاں مال حاصل کرنا چاہتا ہو، دُوسری طرف یہ حال ہو کہ بھنگ بکتی دیکھے تو بھنگ فروش سے یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ ہو یہ تجھ پر حرام ہے۔ بلکہ اس طبقے کے فقیہ کو میں نے دیکھا کہ وہ بھنگ فروش کے مال سے اپنی امامت کی تنخواہ وصول کرتا۔ تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۳، ص ۳۹۷، ۳۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا یہ اقتباس سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے، بالخصوص علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس میں حضرت علی خواص علیہ الرحمۃ کا جو قول بیان فرمایا وہ تو اپنی مثال آپ ہے اور وہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کرنے کے لئے کافی ہے، سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ کا قول کب کا ہے اور پھر اس کو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے کب اپنی کتاب میں بیان کیا؟ لیکن اب کی جو حالت ہے وہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے، ایک وہ وقت تھا کہ جب سارے حاضرینِ جنازہ پر غم کی کیفیت ہوتی تھی اور وہ اس کیفیت میں برابر ہوتے تھے اجنبی پہچان نہ سکتا کہ میت کے اولیاء کون ہیں اور دیگر کون، لیکن ایک آج ہمارا زمانہ ہے کہ ایک گلی میں میت ہوتی ہے اور دوسری میں ہی گانے چل رہے ہوتے ہیں اور جنازہ کے ساتھ جانے والے بھی کتنے سنجیدہ ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں وہ لوگ بجائے یہ کہ آخرت کی یاد کرتے اور اپنی موت کی فکر کرتے، دنیا کی باتوں ہی میں مصروف ہوتے ہیں ایسے وقت میں اگر ان کو اللہ کے ذکر کا کہہ دیا جائے اور ان سے ذکر اللہ کروا لیا جائے تا کہ کچھ نہ کچھ آخرت کی یاد باقی رہے اور موت کا کچھ نہ کچھ تصور باقی رہے، تو وہابیت اسمٰعیلیت کو فتوے یاد آ جاتے ہیں اور آتے بھی وہ ہیں جو ان کی اپنی طبیعت کے مطابق ہوتے ہیں ورنہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا یہ فتوی بھی تو ہے اس پر عمل کرتے ہوئے موت کیوں آتی ہے؟ بہر حال اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ہم پر کوئی فتوی لگانے کے بجائے سیدی علی خواص، علامہ عبدالوہاب شعرانی اور علامہ نابلسی علیہم الرحمۃ پر لگانا چاہیے (جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ابو ایوب نے کہا ہے) جو نماز جنازہ کے ساتھ ذکر کو افضل کہہ رہے ہیں اور اسی طرح سادات احناف کے وہ اقوال جو اس نے ہمیں دکھائے ہیں

وہ سیدی علی خواص کے ساتھ ساتھ علامہ عبدالوھاب شعرانی اور علامہ نابلسی علیہم الرحمۃ کو بھی دکھائے اور ہم سے منوانے کے بجائے ان سے منوائے اور سادات احناف کے ان اقوال کا جواب ہم سے لینے کے بجائے ان سے لے کیونکہ ہم تو خود ان کے فتوے پر عمل کرنے والے ہیں۔

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وذکر الشعرانی ایضارحمۃ اللہ تعالیٰ فی کتابہ عھودالمشائخ قال: لا نمکن احدامن اخواننا ینکرشیئا ابتدعہ المسلمون علیٰ جھۃ القربۃ الی اللہ تعالیٰ وراؤہ حسنا۔۔۔لا سیما ما کان متعلقا باللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اوقراءۃ القراٰن امامھا ونحوذٰلک فمن حرم ذلک فھوقاصرعن فھم الشریعۃ لانہ ما کل مالم یکن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللہ ان الکلام خلاف الاولی فقط واعلم ولوفتح ھذاالباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوامن المحاسن ولاقائل بہ قدفتح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شیء استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ من یعمل بھا وکلمۃ لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایت الدنیالم یعتبروابالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ماوقع لہ بل رأیت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذٰلک وکون ذٰلک لم یکن فی عھدرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل۔۔۔لوصاح کل من فی الجنازۃ لاالہ الااللہ فلااعتراض ولم یاتنا فی ذلک شیء من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ تعالیٰ فی الجنازۃ منھیا عنہ لبلغنا ولوفی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القراٰن فی الرکوع وشیء سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰہ وسلم اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخرالزمان۔۔۔۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ: علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب عھودالمشائخ میں فرمایا کہ: اپنے ہم دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصًا ایسا کام جس کا تعلق خدا تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جیسے جنازہ کے آگے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام۔ جو اسے حرام کہے وُہ فہمِ شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر وہ کام جو عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ رہا ہو بُرا نہیں، اور امام نووی نے ترجیح دی کہ کلام صرف خلاف اولیٰ میں ہے۔ جان لے اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے ہیں۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی شریعت میں شامل کریں یہ اجازت رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر آئندہ سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائیگا؟۔ اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے۔ ذکر نہ کریں تو یہ حالت اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے۔۔۔ **اب اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لا الہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔** اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔ اگر جنازے میں ذکر الٰہی ممنوع ہوتا تو کسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہو سکتی۔۔۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ۳، ص ۳۹۸، ۳۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے اس اقتباس میں سمجھنے والے کے لئے بہت کچھ ہے لیکن وہابی "**الوھابیۃ قوم لا یعقلون و لا یفھمون**" کی مصداق ہے۔ علامہ صاحب نے واضح ارشاد فرمایا کہ ہم جنازہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والے کو منع نہیں کریں گے بلکہ اس کو روکنے کی بھی کسی کو اجازت نہیں دیں گے اس کے علاوہ جو باتیں حضرت علیہ الرحمۃ نے بیان کی ہیں وہ وہی بیان کر سکتے ہیں۔ ہماری وہ اوقات نہیں ہے ہاں آخر میں حضرت نے جو یہ ارشاد فرمایا: **لو صاح کل من فی الجنازۃ لا الہ الا اللہ فلا اعتراض۔ اب اگر سارے شرکائے جنازہ پکار کر لا الہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔** یہ وہابیت کو اس کے اصلی مقام تک پہنچانے کے لئے کافی ہے، بجائے یہ کہ ہم اس مقام پر مزید گفتگو کریں ہم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا کلام ہی نقل کر دیتے ہیں جو آپ نے علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی عبارات نقل کرنے کے بعد بطور افادات بیان کیا ہے، لیکن اس سے پہلے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے علامہ نابلسی کی ان صاف اور صریح عبارات پر ایمان لے آ، ورنہ ان پر فتویٰ لگانے سے باز آ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کے فتوے پر عمل کرتے ہیں نماز جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کو جائز کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(۱) سلف صالح کی حالت نماز جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میت کون ہے اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم و محزون نظر آتے ہیں، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میّت پر کیا گزری، فرماتے ہیں:

بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا اور رسول جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(۲) نیز اُس میّت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مسلمانوں کو ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟

(۴) نیز انہی امام عارف نے فرمایا:

الٰہی جو اس سے منع کرے اس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے، جنازے کے ساتھ ذکر خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے، فرماتے ہیں:

بلکہ میں نے انہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(۵) امام عارف باللہ سیّدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُسے منع نہ کریں گے خصوصًا جب وُہ اللہ ورسول عز جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۶) نیز امامِ ممدوح فرماتے ہیں:

جو اُسے ناجائز کہے اسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(۷) نیز فرماتے ہیں:

ہر وہ بات کہ زمانِ برکت توامان حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کُھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اُن کے وُہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(۸) فرماتے ہیں:

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اُس ارشاد سے کہ (جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجا لائیں سب کا ثواب اُس کی ایجاد کنندہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امّت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کریں اور انہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے جو نیک نئی بات نئی پیدا ہو گئی وہ نئی نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذنِ عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۹) فرماتے ہیں کہ:

شرع مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی، جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبّہ وغیرہا ذکرِ خدا اور رسول عز وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔

نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

لا ینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ

کلهم علی تحریمه۔۔
یہ نہ چاہئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمہ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہونا چاہیے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔

درمختار میں ہے:

تحریما صلوة مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من الترك كما فی القنیة وغیرها اه. قلت ونقله سیّدی عبدالغنی فی الحدیقة عن شرح الدرر لابیه عن المصفی شرح النسفیة عن الشیخ الامام الاستاذ حمیدالدین عن شیخه الامام الاجل جمال الدین المحبوبی و ایضاعن شمس الائمة الحلوانی وعن القنیة عن النسفی والحلوانی وایضافی ردالمحتار البحرعن المجتبی عن الامام الفقیه ابی جعفر فی مسئلة التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر، الذی عندی انه لاینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتهم فی الخیر وبه ناخذاه. هوفی الحدیقة الندیة، ومن هذا القبیل نهی الناس عن صلوة الرغائب بالجماعة وصلوة لیلة القدر و نحو ذلك وان صرح العلماء بالکراهة بالجماعة فیها فلا یفتی بذلك العوام لئلا تقل رغبتهم فی الخیرات. والله تعالی اعلم.

سورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائیگا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کر دیں گے-- جبکہ ترک سے وہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمید الدین سے نقل ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ امامِ اجل جمال الدین محبوبی سے نقل کیا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اُس میں نسفی وحلوانی سے بھی نقل کیا ہے-- اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبٰی سے، اس میں امام فقیہ ابوجعفر سے عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں اھ-- حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلٰوۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگرچہ علماء نے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتوٰی نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو جائے--- اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۱۴۵ تا ۱۴۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

میرے خیال میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کا یہ کلام (جو علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے افادات ہیں) وہابیہ اسمعیلیہ کے تمام امراض نفسانیہ کے لئے وافی، شافی اور کافی ہے۔ اب بھی وہابیہ اسمعیلیہ باز نہ آئے تو پہلے ان تمام حوالوں کے مکمل جوابات دیں جو ہم نے بیان کئے ہیں، اگر وہابیہ اسمعیلیہ نے میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے تو پھر وہ جواب نہیں خواب ہی سمجھا جائے گا۔

(۲) شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی (المتوفی ۹۶۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

الاکتفا مشعربانه لاباس لمشیع الجنازة بالجهربالقرآن و الذکر، وقیل: انه مکروه کراهة التحریم.

اورصرف اسی پر اکتفا کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے کا بلند آواز سے تلاوت اور ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (جامع الرموز، جلد ا، ص ۲۸۷، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! علامہ قہستانی علیہ الرحمۃ نے بھی جنازہ کے ساتھ ذکر وغیرہ کے بارے میں بیان کر دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ آگے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، اگر میں اس کو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے طرز پر جواب دوں تو یہی کہوں گا کہ یہ "قیل" کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لہٰذا یہ قول ضعیف ہے لیکن میں ایسا نہیں کہوں گا کیونکہ ہم نے اس اختلاف کا انکار ہی کب کیا ہے؟ ہم تو خود کہتے ہیں کہ فقہاء احناف نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس کے ساتھ ایک اور قول بھی ہے جس کو وہابیہ اسمٰعیلیہ نہیں مانتے وہابی اسمٰعیلی سادات احناف کے اس قول پر بھی ایمان لے آئیں اور جو احناف کے اس قول پر عمل کرنے والا ہو اس کے بارے میں زبان درازی سے بچیں لیکن اس کی ہمیں وہابیہ اسمٰعیلیہ سے امید نہیں ہے۔

(۳) شیخ عبدالرحمن بن محمد سلیمان رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

الاکتفا مشعربانه لاباس لمشیع الجنازة بالجهربالقرآن و الذکر،وقیل :انه مکروه کراهة التحریم۔

صرف اسی پر اکتفا کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے کا بلند آواز سے تلاوت اور ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (مجمع الانھر شرح ملتقی الابھر، جلد ا، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبدالرحمن بن سلیمان علیہ الرحمۃ کا حوالہ تو خود وہابی نے دے کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انہوں نے بھی علامہ قہستانی علیہ الرحمۃ کے قول کو نقل کر کے برقرار رکھا یعنی ان کے نزدیک بھی اگر جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور ایک قول کے مطابق مکروہ ہے۔

(۴) علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی (المتوفی ۷۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

و فی الیتیمة:سالت والدی عمن یقرأالقرآن قدام الجنازة و هو یمشی؟ فقال:یکره، علی معنی انه تارك للاولی۔۔۔۔

یتیمہ میں ہے: میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو جنازہ کے آگے چلتے ہوئے قرآن پڑھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مکروہ ہے اس معنی میں کہ وہ اولی کو ترک کرنے والا ہے۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، جلد ۲، ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی، جلد ۳، ص ۷۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عالم بن علاء دہلوی حنفی علیہ الرحمۃ نے جہاں وہ اقوال نقل کئے ہیں جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بیان کیا ہے۔ وہیں اس قول کو بھی نقل کیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے قرآن کی قراءت خلاف اولی ہے لیکن یہ قول وہابی اسمٰعیلی نقل نہیں کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ قول بیان کرنے سے اس کے وہابی فتوؤں کا بیڑا غرق ہوتا ہے، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی اس موقف کو اختیار کرتا ہے تو اس پر کیا حکم لگے گا۔؟

(۵) علامہ ابن نجیم حنفی (المتوفی ۹۷۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال علاء الدین الناصری: ترك الاولی۔۔

اور علاء الدین الناصری کہتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر خلاف اولی ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۳۳۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بحر الرائق سے وہ قول تو نقل کر لیا جو اس کی پسند کا تھا لیکن اسی کے ساتھ یہ قول بھی موجود تھا وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کو کوے کی یخنی سمجھ کر ہضم کر گیا اور اگر یہ ہضم نہ کرتا تو اس کا مقصد کیسے پورا ہوتا۔ میں اس بات کا ثبوت بھی دے دیتا ہوں۔

(۶) علامہ ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(کما کرہ فیھا رفع صوت بذکر او قراءۃ) قیل تحریما، وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ۔۔۔

(جیسا کہ جنازہ میں بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کرنا مکروہ ہے) کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ بحر الرائق میں غایۃ سے ہے۔۔۔ (ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۳، ص ۱۳۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لیجئے! علامہ شامی نے بھی تصریح کر دی کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا ایک قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان اس شخص پر بھی حکم لگائے جو جنازہ میں بلند آواز سے ذکر کو خلاف اولی و مکروہ تنزیہی سمجھتا ہے، کیا وہ وہابی کے نزدیک بدعتی ہوگا؟ گناہ گار ہوگا؟ ناجائز کا مرتکب ہوگا؟ یا کچھ اور۔۔

(۷) علامہ عبد القادر الرافعی الحنفی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں:

ونقل عن السید الطاھر الاھدل انه قال: السنة و ان کانت ھنا السکوت لکن قد اعتاد الناس کثرۃ الصلوۃ علی النبی ﷺ و رفع اصواتھم بذالك، و ھم ان منعوا ابت نفوسھم عن السکوت و التفکر فی امر الموت فیقعون فی کلام دنیوی ربما وقعوا فی غیبة و انکار المنکر اذا اقضی الی ما ھو اعظم منکرا کان ترکه احب ارتکابا بالاخف المفسدین، کما ھو القاعدۃ الشرعیة۔

اور حضرت سید طاہر ابدال رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس مقام پر سنت اگرچہ خاموشی ہے لیکن لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر باآواز بلند کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھنے کے عادی ہیں اور اگر ان کو منع کیا جائے تو ان کے دل موت کے بارے میں سوچنے اور خاموشی سے انکار کریں گے، پس وہ دنیوی گفتگو میں مشغول ہو جائیں گے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیبت کرنے لگتے ہیں اور برائی کا انکار جب کبھی اس سے بڑی برائی تک پہنچا دے تو دو خرابیوں میں ہلکی خرابی کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کا ترک کر دینا زیادہ پسندیدہ ہے جیسا کہ قاعدہ شرعیہ ہے۔ (حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۳، ۱۳۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ عبد القادر رافعی الحنفی نے بھی وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر دیا اور اس بات کو واضح کر دیا کہ جنازہ کے بعد ذکر و درود وغیرہ جائز ہے یہی حوالہ شیخ المشائخ شاہ سعید احمد فاروقی علیہ الرحمۃ نے دے کر جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کو جائز ثابت کیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ رافعی حنفی علیہ الرحمۃ پر ہی کوئی کلام نہ کر دے جیسا کہ ان وہابڑوں کی عادت ہے میں پہلے سے ہی اسی کے گھر سے اس کا علاج کر دیتا ہوں۔

(۱) وہابی اسمعیلی محبوب قاسمی لکھتا ہے:

علامہ رافعی (فقیہ اکبر عبد القادر رافعی فاروقی مفتی دیار مصریہ متوفی ۱۳۲۳ھ) اپنی مایہ ناز تعلیق میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

تقریرات رافعی۔۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جلد ۹۹، شمارہ ۲، فروری ۲۰۱۵، ص ۱۴، دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند یوپی)

وہابیہ اسمعیلیہ کے معتبر و مستند ماہنامے کے لکھاری نے اقرار کیا کہ علامہ رافعی فقیہ اکبر ہیں، دیار مصر کے مفتی ہیں، اور یہ کتاب جس کا حوالہ میں نے دیا ہے وہ ایک مایہ ناز کتاب ہے وغیرہ وغیرہ، اس سب کچھ کا اقرار تو وہابی نے کیا لیکن وہابیت اسمعیلیت کب تک اس پر برقرار رہتی ہے اس کا معلوم نہیں کیونکہ ہم نے ان کے کئی حوالے بیان کئے ہیں جن میں انہوں نے وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کیا ہے نہ جانے اب بھی یہ فقیہ اکبر رہے ہیں یا نہیں اور ان کی یہ کتاب مایہ ناز شمار کی جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

''تقریرات رافعی''، امام عبد القادر بن مصطفی بن عبد القادر البیساری الطرابلسی الشامی المتوفی ۱۳۲۳ھ کا فتاوی شامی پر تحریر فرمودہ ایک قیمتی حاشیہ ہے، جو الگ سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہے اور ہندوستان میں رائج شامی زکریا کے ہر جلد کے ساتھ رافعی کا متعلقہ حصہ لگا دیا گیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ا، ص ۲۹۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبد القادر الرافعی الحنفی کی تقریرات رافعی کا قیمتی ہونا وہابی ہی کے گھر سے ثابت ہو گیا، اب اسی قیمتی حاشیہ میں جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر وغیرہ کا قیمتی قول بھی وہابی اسمعیلی قبول کر کے اس کے قیمتی ہونے کی لاج رکھیں ورنہ اور تو کچھ نہیں ہو گا پر وہابیت اسمعیلیت کی اصلیت اسی کے آباء سے واضح ہو جائے گی۔

(۳) وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

واضح ہو کہ فتاوی شامی پر ایک قیمتی حاشیہ علامہ عبد القادر الرافعی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کا تحریر فرمودہ ہے جو ''تقریرات الرافعی'' کے نام سے مشہور ہے، یہ الگ سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہے۔ شامی کا جو نسخہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی سے شائع ہوا ہے، اس کی ہر جلد کے ساتھ رافعی کا متعلقہ حصہ لگا دیا گیا ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ا، ص ۲۱۸، المرکز العلمی لال باغ مراد آباد، دارالاشاعت کراچی)

میرے خیال میں اب وہابیت اسمعیلیت کو بجائے انکار کرنے کے فتوی ٹھوکنے چاہیے ورنہ دوسروں کے خلاف بک بک سے باز رہنا چاہیے۔

(۸) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فرمایا کہ فی الواقع خسرو نہایت محبت اور درجہ فنا اپنے شیخ کے ساتھ رکھتے تھے اور شیخ کو بھی محبت اور عنایت ان کے حال پر بہت تھی، فرمایا کہ شیخ کی رحلت کے وقت یہ سماع میں مشغول تھے اور ان کے جنازہ کے سامنے شیخ شیرازی کا یہ شعر ''سرو سیمینا بصحرا می روی۔۔لیک بدعهدی کہ بے مامی روی'' پڑھتے تھے کہ جنازہ حرکت کرنے لگا اور ہاتھ بھی کھنچا، مگر لے جانا متعذر تھا۔ شیخ رکن عالم نے جو مخدوم جہانیاں کے پیر اور شیخ بہاء الدین زکریا کے نواسے تھے، قوالوں کو موقوف کیا اور شیخ کو دفن کیا یہ ذکر شاہ صاحب فرما رہے تھے کہ ایک مرید کو وجد آ گیا۔ (ملفوظات شاہ عبد العزیز، ص ۳۹، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

مزید شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

پھر فرمایا کہ حضرات چشتیہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے جنازہ کے ساتھ ساتھ قوال گاتے جاتے تھی

سرو سیمینا بصحرا می روی۔۔۔ سخت بے مهری نے مامی روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو۔۔۔۔۔۔۔تو کجا بهر تماشا می روی

سلطان المشائخ کے جنازہ میں حرکت پیدا ہوئی ہاتھ بلند ہوئے حضرت رکن عالم نے قوالوں کو گانے سے روک دیا اور ہاتھوں کو تابوت کے اندر کر دیا پھر خود آپ نے ہی جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۲۰۷، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اینڈ کمپنی تو جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ اور نعت شریف پڑھنے پر فتوے داغ رہی تھی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو اس سے بھی بڑا کام کر دیا اور قوال وگانے تک کا جواز جنازہ کے ساتھ ثابت کر دیا، کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جنازہ کے ساتھ قوالوں کا گانا جائز ہے اگر نہیں تو شاہ صاحب پر کیا حکم لگے گا اور اگر ہاں تو کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کر دے۔ یہ حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل اکابرین کے گلے میں وہ ہڈی بنے گا جو وہ نہ اگل سکیں گے اور نہ ہی نگل سکیں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس حوالے کا جواب یہ دے گا کہ جی سنیوں بریلویوں کے نزدیک ملفوظات معتبر نہیں۔ اس کے جواب میں ہم اس سے پوچھیں گے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک بھی معتبر ہیں یا نہیں؟ اگر کہے گا کہ معتبر ہیں تو ہمارا مدعی ثابت اور وہابیہ اسمعیلیہ جو فتوے ہم اہلسنت پر نماز جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کی وجہ سے لگا رہا تھا اس سے بھی بڑے فتوے یہاں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ پر لگیں گے کیونکہ وہ تو جنازہ کے ساتھ قوال اور گانے کو ثابت کر رہے ہیں اور انکار بھی نہیں کر رہے اور کسی قسم کا کوئی فتویٰ بھی نہیں لگا رہے تو یہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق شاہ صاحب کا اپنا موقف ہوگا۔ اور اگر کہتا ہے کہ ملفوظات معتبر نہیں تو آج تک اس نے اور اس کے جاہل اکابرین نے ملفوظات کو لے کر جتنے بھی گستاخی کے فتوے دھرے تھے وہ سب کے سب اسی کے قلم سے سمندر میں غرق ہو جائیں گے اور یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہابیہ ملفوظات پر جتنی بھی بکواس کرتے تھے سب کی سب بے بنیاد تھی، ہے اور ہوگی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اور اس کے جاہل اکابرین کے گلے کی ہڈی کیسے بنے گا، یہاں وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لے گا یا تو اس کا جواب ہی گول کر جائے گا یا پھر اپنے گھر کے اصولوں کو چھوڑ کر دوسروں کے یہاں چکر لگائے گا لیکن ہوگا کچھ بھی نہیں کیونکہ وہابی اسمعیلی ہمیں ہمارے اصول بتانے سے پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے گا ورنہ اس کی ساری لایعنی تاویلاتی عمارت غرق ہو جائے گی۔

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس واقعہ کا ہی انکار کر دے اور یہ کہے کہ جنازہ کے ساتھ کسی نے اشعار نہیں پڑھے تھے، تو میں پہلے سے ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کا منہ بند کر دیتا ہوں اور اس پر اسی کے مردود الشہادت باپ تھانوی کی شہادت پیش کر دیتا ہوں۔

اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصحرا می روی۔۔۔ سخت بے مہری نے مامی روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو۔۔۔۔۔۔ تو کجا بھر تماشامی روی

اے محبوب تو بڑا ہی بے وفا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر و جا رہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جا رہا ہے۔ ۱۲۔) حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سمان (لطف) دکھاوئے۔ (ملفوظات حکیم الامۃ، جلد ۳، ص ۲۷۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اب وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو کم از کم پانچ سادات احناف سے جنازہ کے ساتھ

اشعار پڑھنے کا ثبوت دے یا پھر وہ سارے فتوے جو اس نے ہمارے لئے تیار کئے تھے شاہ صاحب اور پھر تھانوی کے گلے میں بھی ڈالے۔

(۹) وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

ایک بزرگ نے وصیت کی تھی۔ کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے۔

مفلسانیم آمدیم بکوئے تو۔۔۔۔شیئاللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما۔۔آفرین بر دست و بر بازوئے تو

(ہم مفلس ہیں تیرے در پر آئے ہیں۔ اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے۔ ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ ۱۲۔) (ملفوظات حکیم الامۃ، جلد ۳،ص ۲۷۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اصول کے مطابق دیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے جنازہ کے ساتھ اشعار پڑھوانے والے کو بزرگ لکھا ہے اور ساتھ ساتھ یہ تسلیم کیا ہے کہ اس بزرگ نے وصیت کی تھی لیکن وہابی اسمٰعیلی تھانوی نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اس بزرگ کا نام ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نام لکھ دوں گا تو وہابیت اسمٰعیلیت والے سارے فتوے زمین میں غرق ہو جائیں گے، میں اس بزرگ کا نام بیان کر دیتا ہوں اور پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے سوال بھی کرتا ہوں کہ اس بزرگ کا یہ وصیت کرنا درست تھا اگر درست تھا تو کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کر دے اور اگر نہیں اور وہابی اصول سے یقیناً نہیں تو پھر ان پر، ان کی وصیت پر عمل کرنے والوں پر اور ان کو بزرگ ماننے والوں پر کیا حکم لگے گا؟ کیا یہ سارے بھی حرام کے مرتکب اور بدعتی ہوں گے؟ یا یہ سارے فتوے اہلسنت کے لئے ہیں؟۔

وہابی اسمٰعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کے آگے فاتحہ یا کوئی آیت شریف یا کلمہ طیبہ نہ پڑھنا کہ بے ادبی ہے یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مفلسانیم آمدیم بکوئے تو۔۔۔۔شیئاللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما۔۔آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی کم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رخ انور کی زیارت کرائیے۔ ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر آفرین۔ (مقدمہ مکاتیب شریفہ حضرت غلام علی دہلوی، ص ۴۸، ۴۹، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

اسی طرح وہابی منظور احمد لکھتا ہے:

فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کے آگے فاتحہ یا کوئی آیت شریف یا کلمہ طیبہ نہ پڑھنا کہ بے ادبی ہے بلکہ یہ دو بیت پڑھنا:

مفلسانیم آمدیم بکوئے تو۔۔۔۔شیئاللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما۔۔آفرین بر دست و بر بازوئے تو

ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں اللہ کے لئے اپنے رخ انور کی جھلک دکھایئے ہمارے زنبیل کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ

کھولیے۔آپ کے ہاتھ اور بازو پر صد آفرین۔ (ایضاح الطریقہ،ص ۱۲،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

نوٹ: یہ کتاب وہابی مولوی خان محمد کے حکم سے طبع ہوئی۔

وہابی تھانوی نے اپنے لایعنی مقصد کے لئے بزرگ کے نام کو چھپایا لیکن اس کے ہی وہابیوں نے اس کو بیچ چوراہے ننگا کردیا اور بتادیا کہ وہ وصیت کرنے والے واقعی بزرگ تھے،اب وہابی اسمعیلی جو چاہے ان پر حکم لگائے اگر حکم نہیں لگاتا تو پھر کم از کم پانچ سادات احناف سے اس کا ثبوت ہی دے دے یا پھر اپنی وہابی سوچ سے باز آئے کیونکہ یہ لکھنے لکھانے کا کام اس کے بس کا نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی گندی سوچ کے مطابق یہ کہے کہ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فاتحہ،آیت شریف اور کلمہ طیبہ کو جنازہ کے ساتھ پڑھنے کو بے ادبی کہا ہے تو جواباً عرض ہے کہ:

اولاً: ہمارے علم کے مطابق یہ بات خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ سے ثابت نہیں یہ وہابی اسمعیلی نے اپنی سوچ کے مطابق بڑھا دیا ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ضرور ارشاد فرماتے۔

ثانیاً: اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو بھی اس سے وہ گستاخی والی بے ادبی مراد نہیں کیونکہ اگر یہ مراد لیتے ہیں تو کئی اکابرین کا بے ادب ہونا لازم آئے گا اور خود وہابیہ بھی اس سے نہیں بچ سکیں گے جیسا کہ حوالہ آگے آرہا ہے،اور پھر خود ان اشعار میں کیا اللہ کا ذکر نہیں ہے؟

ثالثاً: انہی اشعار میں اللہ کا نام موجود ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے منع کیا ہوگا۔ جو کہ اب نہیں پائی جاتی لہٰذا کوئی بے ادبی والی بات نہیں۔

رابعاً: وہابی اسمعیلی پہلے یہ فتوے علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ لرحمۃ پر اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین پر لگالے بقول وہابی اسمعیلی ابوایوب ہمارا نمبر تو بعد میں آئے گا۔

خامساً: یہ فتوی حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ اور ان کی وصیت لکھنے اور اس کو کرامت کہنے والوں پر بھی لگے گا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔حاجی صاحب نے اپنے جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کی وصیت کی تھی اور تھانوی نے حاجی صاحب کے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو آپ کی کرامت کہا ہے۔کیا بے ادبی والی چیز میں بھی کرامت ہوسکتی ہے۔؟ کیا اس کی وصیت کرنا بے ادبی نہیں ہوگا؟ اور اس کو کرامت کہنے والے بے ادب نہیں ہوں گے۔؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کی کتابوں سے جواب دے۔

(۱۰) وہابی اسمعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

(آپ (شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ از ناقل) نے فرمایا) میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں،نیز یہ دو عربی اشعار بھی پڑھیں:

وفدت علی الکریم بغیر زاد۔۔۔من الحسنات و القلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شیء۔۔۔۔۔اذا کان الوفود علی الکریم

یعنی: میں اپنے (رب) کریم کی طرف نیکیوں اور قلب سلیم جیسے زادراہ کے بغیر جارہا ہوں کیونکہ زادراہ کا اس وقت اٹھانا بہت برا کام ہے جب کسی کریم کے پاس جانا ہو۔ (مقدمہ مکاتیب شریفہ حضرت غلام علی دہلوی،ص ۴۸،۴۹،خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

نوٹ: یہ حوالہ بھی وہابی ساجد خان کے اصول کے مطابق ہے۔

حضرت غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ کی شہادت بھی آ گئی گویا انہوں نے بھی وصیت کی کہ ان کے جنازہ میں ذکر اللہ پر مشتمل اشعار پڑھے جائیں، وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کے وہ سارے فتوے شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ کو دکھائے اور پھر جن وہابیہ اسمعیلیہ نے اس کی تصدیق کی ہے ان پر فتوے لگائے، ہمارے نزدیک سادات احناف کے فتاوی کا جو مطلب ہے وہ آگے آ رہا ہے لیکن وہابی اسمعیلی کے نزدیک جو ہے وہ یہاں بیان کر دے۔ شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کے شجرہ طریقت کے بھی بزرگ ہیں اور ویسے بھی وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک بہت معتبر ہیں۔

وہابی ابوالحسن علی ندوی لکھتا ہے:

اس سلسلے میں عارف باللہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور شیخ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، اور تیرہویں صدی ہجری کے ترتیبِ روحانی اور دعوت وارشاد کے آئمہ میں سے ہیں اور ان کی ولایت وجلالت شان متفق علیہ ہے۔

(تقویۃ الایمان، مقدمہ، تعارف مصنف رحواشی، ص ۱۲۲، مکتبہ خلیل لاہور)

اسی طرح وہابی اسمعیلی حمار اینڈ کمپنی کا مفتی حماد لکھتا ہے:

سلسلہ مجددیہ کے مشہور شیخ مرزا مظہر علی جان جاناں کے خلیفہ مجاز شاہ غلام علی دہلوی۔۔۔

(صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ، ص ۴۱، وہابی اسمعیلی اکیڈمی)

اتنے معتبر ومستند بزرگ جو ارشاد فرما رہے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کو فقہائے احناف سے ثابت کر دے ورنہ اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر ان پر بھی وہ فتوے لگائے جو اس نے بزعم خود اپنی کتاب میں ہمارے لئے نقل کئے ہیں۔

(۱۱) شیخ المشائخ شاہ سعید احمد فاروقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

صاحب مسائل اربعین نے لکھا ہے جنازہ کے ساتھ ساتھ بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ (جنازہ کے ساتھ بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا) بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حدیث پاک سے ثابت ہے۔

قال رسول صلی اللہ علیہ و سلم اکثروا فی الجنازۃ قول لاالہ الااللہ روی عن انس جامع صغیر۔

جامع صغیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جنازہ میں کلمہ طیبہ کی کثرت کرو۔

چنانچہ اگر کوئی اس مسئلہ میں اختلاف کی بنا پر کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔ جس طرح صاحب طوالع الانوار شرح اذکار سے نقل کیا ہے:

ونقل عن السید الطاھر الابدال انہ قال السنۃ و ان کانت ھٰھنا السکوت لکن قد اعتاد الناس کثرۃ الصلوۃ علی النبی ﷺ و رفع اصواتھم و ھم ان منعوا ابت نفوسھم عن السکوت و التفکر فی امر الموت فیقعون فی کلام دنیوی ربما وقعوا فی غیبۃ۔۔۔

اور حضرت سید طاہر ابدال رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس مقام پر سنت اگرچہ خاموشی ہے لیکن لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بآواز بلند کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھنے کے عادی ہیں اور اگر ان کو منع کیا جائے تو ان کے دل موت کے بارے میں سوچنے اور خاموشی سے انکار کریں گے پس وہ دنیوی گفتگو میں مشغول ہو جائیں گے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیبت کرنے لگتے ہیں۔۔۔

(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین مترجم، ص ۷۶، ۷۷، خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان)

شاہ سعید احمد علیہ الرحمۃ نے تو بات ہی ختم کر دی ہے، حدیث سے استدلال کر کے جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کے جواز کا ارشاد فرما دیا اور بعض فقہاء کا اختلاف بیان کرنے کے باوجود بھی اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ اگر کوئی جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کرتا ہے تو اس کو منع نہیں کرنا چاہیے، وہابیہ اسمعیلیہ جو دوسروں کو کہتے ہیں مرغے کی ایک ٹانگ پر کھڑے ہیں لیکن وہ خود کہاں کھڑے ہیں یہ سب جان گئے ہیں وہابیہ اسمعیلیہ ہماری نہ مانیں لیکن اپنے مانے ہوئے پیر کی ہی مان لیں۔ جی ہاں شیخ المشائخ شاہ سعید احمد فاروقی علیہ الرحمۃ کو وہابیہ اپنا پیر مانتے اور اپنے شجرہ میں لکھتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی رئیس المحرفین گکھڑوی کی مصدقہ کتاب میں وہابی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

(۳۱) الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید دہلوی۔۔۔ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ، ص ۸۷، جمعیۃ پبلشرز لاہور)

وہابیہ اسمعیلیہ ان کی مانیں گے یا نہیں وہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن جو فتوے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بزعم خود ہمارے لئے تیار کئے تھے وہ ضرور ان پر لگیں گے اور ہم بھی انہیں کی صف میں ان کے پیچھے کھڑے ہوں گے، وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بنا دیکھے اور سمجھے تیر مارنے کی کوشش کی لیکن ہر بار کی طرح اس بار بھی اس کا تیر اسی کے گلے میں اٹکا اور یہ انہی فتوؤں میں لٹکا۔

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کتاب کا ہی انکار کر دے تو میں پہلے سے ہی انہی کے گھر کا حوالہ دے دیتا ہوں جس میں یہ کتاب حضرت کی ہی مانی ہے۔

وہابی اسمعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

آپ (شیخ المشائخ شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ از ناقل) کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو، مطبوعہ)

(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

(۳) اثبات المولد والقیام (عربی، مطبوعہ)

(۴) تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی، مطبوعہ)

(مقدمہ مکاتیب شریفہ حضرت غلام علی دہلوی، ص ۸۹، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

نوٹ: یہی اقرار وہابی خان محمد کی مصدقہ دوسری کتاب ''تاریخ تذکرہ خانقاہ مظہریہ'' کے ص ۱۴۳ پر بھی موجود ہے۔ اسی طرح وہابی خلیل احمد کی مصدقہ کتاب ''در المعارف مترجم'' کے ص ۹۳ پر بھی موجود ہے۔ اسی طرح ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ'' کے ص ۸۹ پر بھی موجود ہے۔

وہابی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں وہابی کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب حضرت ہی کی ہے، اور حضرت نے جنازہ میں ذکر اللہ کرنے کی اجازت دی ہے اور منع کرنے سے منع فرمایا ہے، وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس ماننے کے سوا ایک راستہ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور وہ راستہ ہے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کا اور انہوں نے یہی کرنا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اب جو بھی کرنا ہے ان کے بارے میں کرو اور اہلسنت پر بھونکنے سے باز آؤ کیونکہ اہلسنت سادات احناف اور مشائخ ہند ہی کے فتاوی پر عمل کرتے ہیں ان پر فتوی لگانا آسان نہیں اس لئے کہ جب ان پر فتوی لگے گا تو سادات احناف اور مشائخ ہند پر بھی لگے گا اگر کوئی صورت ہے تو وہی تطبیق کی جو علمائے اہلسنت نے بیان فرمائی ہے۔ بحمد للہ ہم نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کرنا صرف

اہلسنت ہی کا موقف نہیں بلکہ بڑے بڑے سادات احناف اور مشائخ ہند کا بھی یہی موقف ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: احناف کے ہاں نماز جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کرنا یا نعرے وغیرہ لگانا مکروہ یعنی بدعت ہے۔انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔۔۔مزید لکھتا ہے: آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے اصحاب اوران کی پیروی میں فقہاء احناف جنازہ کے وقت بآواز بلند ذکر کرنے کو یا کسی قسم کے نعرے لگانے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ کلمہ شہادت اس کو مکروہ جانتے اور بدعت جانتے ،مگر اہل بدعت آج نہ صرف نعرے لگاتے ہیں بلکہ باقاعدہ بعض جنازوں میں مائیک کے ساتھ بآواز بلند نعت خوانیاں کرتے ہیں یہ سب گناہ و بدعت ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۶۷،۶۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا ایک طرف کو بیان کر کے فتوے لگانا وہابی اسمعیلی اصولوں سے اسی کا یا اس کے جاہل وہابی اکابرین کا کام ہے۔ہم ماقبل میں سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف بیان کر چکے ہیں جس میں خود فقہائے احناف و مشائخ ہند نے جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ و اشعار پڑھنے کی اجازت دی بلکہ وصیت تک کی اور علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ: **لو صاح کل من فی الجنازۃ لا الہ الا اللہ فلا اعتراض۔ اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔**

اگر ہم یہ بات کرتے تو وہابی اسمعیلی مفت میں ہم پر دانت پیستا لیکن یہ کہنے والے کون ہیں ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں اور کس کتاب میں کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں تھانوی کیا کہتا ہے وہ بھی بیان کر چکے ہیں، پر وہابیہ اسمعیلیہ نے ماننا کب ہے ان کو تو صرف اہلسنت سے بغض کا ایسا ہیضہ ہو گیا ہے اور یہ بغض اہلسنت میں ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ بس ایک ہی طرف ان کو نظر آتی ہے اور دوسری طرف دیکھنے سے یہ آنکھوں سے معذور ہو چکے ہیں، وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر کیا فتوی لگے گا اور اگر کوئی ان کے اس فتوے پر عمل کرے تو یہ جھوٹی حنفیت والے اس پر کیا فتوی لگائیں گے، کیا علامہ صاحب کے ساتھ ساتھ ان کو بھی حنفیت سے نکال دیں گے اور یہ کہیں گے کہ یہ اور ان کی پیروی کرنے والے بدعتی ہیں اور علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ گناہ کی اجازت دے رہے ہیں اور ان کی پیروی کرنے والے گناہ کر رہے ہیں۔چلیں علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف کریں، وہابیہ اسمعیلیہ کے شجرۂ طریقت کے بھی بزرگ شیخ المشائخ سعید احمد فاروقی کے بارے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان یا اس کے جاہل وہابی اکابرین کیا کہیں گے جنہوں نے یہ بیان کیا کہ: **چنانچہ اگر کوئی اس مسئلہ میں اختلاف کی بنا پر کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔** حالانکہ شیخ المشائخ یہ جانتے تھے اور لکھا بھی ہے کہ فقہاء جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کو مکروہ کہتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی یہ لکھا کہ اگر کوئی کرتا ہے تو منع نہیں کرنا چاہیے، کیا حضرت علیہ الرحمۃ گناہ کی اجازت دے رہے ہیں، کیا حضرت علیہ الرحمۃ بدعت کو کرنے کی اجازت دے رہے ہیں اور وہابی جیسوں کو کہہ رہے ہیں کہ منع نہیں کرنا، کیا ان سے یہ متصور ہو سکتا ہے کہ وہ گناہ کی اجازت دیں گے، کیا ان کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ بدعت کے ارتکاب کا کہیں گے اور منع نہیں کریں گے، ہم یہ کہتے ہیں یہ متصور ہی نہیں کہ وہ گناہ کی دعوت دیں یا لوگوں کو بدعت کے کرنے پر منع نہ کریں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جس کی اجازت دے رہے ہیں اور جس کام کے کرنے سے منع کرنے سے روک رہے ہیں وہ کام نہ گناہ اور نہ ہی بدعت بلکہ جائز۔باقی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ فقہاء کا منع کرنا کس بنیاد پر تھا اور اب اجازت کیوں دی جا رہی ہے یہی بات تو وہابیہ اسمعیلیہ کو آج تک سمجھ نہیں آئی اور ایسے ہی بغض و حسد میں جل کر کوئلہ ہوئے جا رہے ہیں اور وہ باتیں بیان کر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں جن کے جوابات کئی سالوں پہلے سادات احناف دے چکے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی کے گھر سے جوتے

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان فتوے ٹھوک دیتا ہے لیکن اپنے گھر کی کتابیں نہیں پڑھتا جس کی وجہ سے بیچارے کے اپنے ہی وہابی اکابرین ان فتوؤں کی زد میں آتے ہیں، اس مقام پر اس کے وہابی تو فتوؤں کی زد میں آئے ہی ہیں لیکن وہ شخصیت بھی آئیں ہیں جن کا نام یہ استعمال کرتے ہیں، پر ان کی بات نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ان کو ہماری پیروی کرنی چاہیے اور ہم سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیے میں جن کا نام لینے والا ہوں آپ پہلے ہی جان چکے ہوں گے اگر نہیں تو میں بتا دیتا ہوں وہ شخصیت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ ہیں جن کو وہابی اپنا پیر مانتے ہیں لیکن ان کی بات نہیں مانتے، بہرحال اشرفعلی تھانوی نے ان کے انتقال کے وقت کی ایک وصیت لکھی ہے جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق کرنے کے لئے کافی ہے۔

اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ از ناقل) نے مرض وفات میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بن ملا نواب صاحب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے ان کو بہت انس تھا یہ **وصیت** فرمائی کہ میں یہ چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہو۔ انہوں نے کہا کہ مناسب نہیں۔ آپ نے حسب عادت فرمایا اچھا جیسی مرضی ہو۔ غرض جب جنازہ لے چلے تو ایک اعرابی بولا اذکروا اللہ سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔۔

اس وصیت کو لکھنے کے بعد تھانوی اس پر فائدہ لکھتا ہے:

ف:۔ اس کے علاوہ ایک کرامت کہ حضرت صاحب کا غایت حبِ ذکر اللہ صاف ثابت ہے اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میت اس کو ادراک کر کے متلذذ ہو سکتا ہے۔ (امداد المشتاق ص ۲۵۵، ۲۵۶، بک کارنر مین بازار جہلم)

وہابی اسمٰعیلی جن کو اپنا پیر سمجھتے ہیں انہوں نے ہی جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر اللہ کرنے کی وصیت فرمائی، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے حاجی صاحب کا ایسی وصیت کرنا درست تھا؟ فقہائے احناف جن کی تم رٹ لگا رہے ہو ان کی عبارات کے مطابق تھا؟ کیا ان پر بھی حرام، ناجائز، بدعت کام کی وصیت کرنے کا فتوی سادات احناف کے ان اقوال کی روشنی میں جو تم نے بزعم خود نقل کیے، لگے گا؟ یا یہ سارے فتوے اہلسنت کے لئے ہیں، جب حاجی صاحب نے وصیت فرمائی تو مولوی اسمٰعیل بن ملا نواب نے آگے سے وہ فتوے نہیں لگائے جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے نقل کئے بس یہی کہا کہ مناسب نہیں کیوں؟ اس کا جواب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دے گا، ان سب کو چھوڑ یئے وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے جو کہا اس کو دیکھیے اس نے تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے سارے دعوؤں اور دلیلوں کو بیچ سمندر غرق کر دیا اور فائدے میں اہلسنت کے فائدے کی بات کر گیا وہابی اسمٰعیلی تھانوی نے حاجی صاحب کی اس وصیت سے ان کی کرامت اور ذکر اللہ سے محبت کا اثبات کیا ہے۔ کیا ایک ناجائز، مکروہ، بدعتی کام سے بھی کرامت ثابت ہو سکتی ہے اور اس سے بھی اللہ کے ذکر کا اثبات ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو وہابی سادات احناف سے ثابت کرے اور اگر نہیں تو پھر تھانوی پر بھی کوئی حکم لگائے جو بزعم وہابی ایک ناجائز کام سے کرامت اور محبت ذکر اللہ کو ثابت کر رہا ہے اور پھر کرامت تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک محض اللہ تعالی کا فعل ہوتا ہے تو کیا یہ سب ناجائز، مکروہ و بدعتی کام خود اللہ تعالی نے کروائے؟ کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس وہابی تھانوی کے حوالوں کا وہابی اصولوں سے کوئی جواب ہے اور پھر آخر میں تھانوی نے جو لکھا بزعم خود کمال ہی کر دیا، کہتا ہے: "**میت اس کو ادراک کر کے متلذذ ہو سکتا ہے**"۔ یعنی میت جنازہ کے ساتھ جو ذکر اللہ ہوتا ہے اس کا ادراک کرتی ہے اور اس سے لطف

اندوز ہوتی ہے، میں وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے مردہ باپ تھانوی سے پوچھتا ہوں کہ کیا ذکر اللہ کا ادراک اور اس سے لذت حاصل کرنا صرف ان کے ساتھ خاص ہے جن کو وہابی اسمعیلی اپنا پیر سمجھتے ہیں یا کوئی اور میت بھی اس کا ادرک کر سکتی ہے، اگر کوئی اور میت ادراک نہیں کر سکتی تو سادات احناف سے فرق بیان کیا جائے اور اگر اور میت بھی ادراک کر سکتی تو پھر ہر میت کے ساتھ ذکر اللہ کرنا درست ہوا تو تمہارا یہ سارا بنا بنایا گمراہی کا حربہ ناکام ہوا۔ وللہ الحمد۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی یہی بات بیان کی ہے اور اس میں بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کو غرق کیا ہے۔

وہابی اسمعیلی تھانوی یہ عنوان ''ایک بزرگ کی تمنا اور اس کی تکمیل'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

۔۔۔بعد میں مولوی اسمعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے تھے کہ ہم نے حضرت کو تو منوا دیا مگر اللہ تعالی کو کیونکر منوائیں۔ اللہ تعالی نے حضرت کی تمنا پوری کر دی۔ سچ ہے:

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں۔۔۔ میدھد یزداں مراد متقین۔

اللہ تعالی متقین کی مراد پوری کرتا ہے۔ انہیں اللہ کا نام سننے سے زندگی میں بھی لذت آتی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ (قصص الاکابر، ص ۱۲۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمعیلی تھانوی کے کہنے کا مطلب بالکل واضح ہے کہ حاجی صاحب نے اپنے جنازہ کے ساتھ بزعم وہابیہ ایک ناجائز مکروہ و بدعتی کام کی تمنا کی اور اللہ تعالی نے آپ کی یہ تمنا پوری کر دی اور یہ بھی کہ اللہ تعالی جس کام کو اپنے نیک بندے کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کرواتا ہے بزعم وہابیہ فقہائے کرام اسی کام کو مکروہ، ناجائز و بدعت لکھتے ہیں، مزید یہ کہ نیک بندوں کو جس طرح زندگی میں اللہ کا ذکر سننے سے مزہ آتا ہے اسی طرح وفات کے بعد بھی ذکر اللہ سننے سے مزہ آتا ہے، ہماری ان ساری باتوں کا جواب تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ذمہ ہے پر وہابی یہ بتائے کہ یہ نیک بندے صرف وہی ہوتے ہیں جن کو وہابی اسمعیلی اپنا پیر سمجھیں یا کوئی اور بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کے جنازہ کے ساتھ بھی ذکر اللہ کر کے ان کو وفات کے بعد بھی ذکر اللہ سے لطف اندوز کیا جائے۔

ہمارے قارئین وہابی اسمعیلی کی اپنے اکابرین والی عیاری اور مکاری اور دھوکہ بازی سمجھ گئے ہوں گے لیکن ان کی معلومات میں مزید اضافہ کرنے کے لئے تھانوی نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی اس بات کو ذکر کیا ہے وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

۔۔۔تب مولوی اسمعیل صاحب نے کہا کہ حضرت یہی چاہتے تھے میں نے حضرت کو تو منع کر دیا، اب اس کو کون منع کرے۔ ایک بزرگ نے وصیت کی تھی۔ کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے۔

مفلسانیم آمدیم بکوئے تو۔۔۔ شیئاللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما۔ آفرین بر دست و بر بازوئے تو

حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے مریدنے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصحرا می روی۔۔۔ سخت بے مہری نے مامی روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو۔۔۔۔۔ تو کجا بھر تماشا می روی

(ہم مفلس ہیں تیرے در پر آئے ہیں۔اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے۔ ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ ۱۲۔اے محبوب تو بڑا ہی بے وفا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر و کار رہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جارہا ہے۔ ۱۲۔) حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سمان (لطف) دکھاویئے۔ (ملفوظات حکیم الامۃ، جلد ۳،ص ۲۷۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

وہابی اسمٰعیلی تھانوی نے یہاں بھی اس بات کا اقرار کیا کہ حاجی صاحب نے اپنے جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر اللہ کی خواہش کی، ہمارا سوال یہ ہے کہ حاجی صاحب کو یہ علم نہیں تھا کہ فقہاء نے جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ کو مکروہ کہا ہے یا نہیں؟ اگر وہابی جواب دے کہ یہ روزانہ پیش آنے والا مسئلہ بھی حاجی صاحب کو معلوم نہیں تھا تو کیا ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کی طرز پر کہہ سکتے ہیں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ نے ایک جاہل کو اپنا پیر بنایا ہوا تھا اور اگر جواب یہ ہو کہ حاجی صاحب جانتے تھے اور ہمارے نزدیک یقینا جانتے تھے تو پھر ایک مکروہ، ناجائز اور بدعتی کام کی خواہش کرنا کیسا ہے؟ اور پھر ایسی خواہشات کرنے والے کو پیر بنانا کیسا ہے؟ یہاں تک تو حاجی صاحب کی بات تھی جن کی وہابی نہیں مانتے۔اب ذرا وہابی تھانوی کی بھی دیکھ لیجئے تھانوی صاحب نے امداد المشتاق میں یہ بات بیان کی تو حاجی صاحب کی کرامت کہہ کر اس کو ثابت کیا اور کوئی بھی فتوی نہیں لگایا اور نہ ہی کوئی فقہاء کی عبارت پیش کی کیوں؟ اس کے بعد تھانوی نے یہی بات قصص الاکابر میں بیان کی تو وہاں بھی حاجی صاحب کی خواہش جو بزعم وہابیہ ایک ناجائز، مکروہ و بدعتی کام ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہونا لکھ دیا، کیا اللہ تعالیٰ ناجائز، مکروہ اور بدعتی کام کو پورا کرواتا ہے؟ اور پھر اب اپنے ملفوظات میں یہی بات بیان کی تو بجائے یہ کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی طرح فقہائے احناف کی عبارات پیش کرتا اور سادات احناف کی رٹ لگا کر کوئی حکم لگاتا نہیں تھانوی نے ایسا یہاں بھی نہیں کیا کیوں؟ بلکہ یہاں حاجی صاحب کے علاوہ دو بزرگوں کے شہادات بیان کر کے مزید حاجی صاحب ہی کی تائید کی کیوں؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے تو حاجی صاحب پر سادات احناف کے یہ سارے فتوے فٹ کرے پھر ان دو بزرگوں پر بھی فتوے لگائے جن کے حوالے تھانوی نے بیان کئے ہیں اس کے بعد تھانوی جس نے بجائے حاجی صاحب پر فتوے بیان کرنے کے، جو کام سادات احناف کے نزدیک بزعم وہابیہ ناجائز، مکروہ، بدعت وغیرہ تھا اس کو کبھی کرامت کہہ کر، کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا کروا کر جو جسارت کی ہے اس پر بھی حکم لگائے پھر ہم سے بات کرے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کی حالت آپ نے اسی کے گھر کے معتبر و مستند افراد سے دیکھ لیا اب اس کے دلائل کا جواب بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی کے دلائل کا جائزہ

مجمع الانھر کی عبارات کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۱) شیخ عبدالرحمن لکھتے ہیں: (وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَرِهَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْجِنَازَةِ)وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَيَذْكُرُ عِنْدَ الْجِنَازَةِ فِي نَفْسِهِ، (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابھر) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرات قرآن و جنازہ کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ جنازے کے وقت بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

نوٹ: وہابی اسمعیلی ساجد خان بجائے یہ کہ کتاب الجنائز سے عبارت نقل کرتا اس نے شاملہ میں رفع الصوت سرچ کیا اور جہاں اس کو یہ لفظ جنازہ کے ساتھ نظر آیا وہیں سے کاپی پیسٹ کر دیا اور حوالہ بھی شاملہ ہی کا دیا۔

اس جاہل بلکہ اپنے وہابی اکابرین کی طرح اجہل شخص نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس حوالہ کے ساتھ اور کیا کیا ہے اور خود اس کے جاہل اکابرین کس کس کے قائل ہیں کیونکہ اس کے اندر بغض صرف اہلسنت کے لئے بھرا ہوا تھا لہٰذا اہلسنت کو نیچا دکھانے اور بزعم خود سادات احناف کے مخالف ثابت کرنے کے لئے اس نے اپنی ساری قوتیں لگا دیں پر کچھ بھی نہ کر سکا اور ہر بار کی طرح منہ کی کھا کر خاموش ہوا۔

قارئین! **اولاً**: یہ حوالہ تو خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کا جو فرمان اس نے نقل کیا ہے اس میں جنازے کا ذکر بعد میں ہے اور قرأت قرآن کے وقت آواز بلند کرنے کا ذکر پہلے ہے۔ کیا وہابی اسمعیلی بتائے گا کہ باآواز بلند قرآن کی قرأت کو یہ مکروہ، ناجائز و گناہ کہتا ہے۔ اگر ہاں تو اپنے وہابی اکابرین سے ثبوت دے اور اگر نہیں تو پھر جو تاویل قرأتِ قرآن کے مکروہ نہ ہونے کی کرے گا وہی ہماری طرف سے جنازہ میں بلند آواز سے ذکر کی بھی کر لے۔

ثانیاً: اس عبارت سے وہ مراد لینا جو وہابی اسمعیلی ساجد خان لے رہا ہے خود شیخ عبد الرحمن بن محمد سلیمان رحمہ اللہ کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ وہ جنازہ کے ساتھ ذکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

الاكتفا مشعر لاباس لمشيع الجنازة بالجهر بالقرآن والذكر، وقيل: انه مكروه كراهة التحريم۔

اور اسی پر اکتفا کرنا اشارہ کر رہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے کا بلند آواز سے تلاوت اور ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، جلد ۱، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے! خود شیخ عبد الرحمن بن محمد سلیمان علیہ الرحمۃ جنازہ کے ساتھ ذکر کی اجازت دے رہے ہیں اور آگے جو انہوں نے ''قیل'' کے ساتھ ذکر کیا ہے زیادہ سے زیادہ اس کو ایک قول کہہ سکتے ہیں جبکہ دوسرا قول وہی جواز کا ہوگا جس کا ہم کہہ رہے ہیں اور علامہ صاحب اسی پر مہر لگا رہے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان ان کی عبارات گڈمڈ کر کے اپنے مطلب کی نکال رہا ہے، اب فیصلہ ہمارے قارئین نے کرنا ہے کہ علامہ عبد الرحمن علیہ الرحمۃ کیا بیان کر رہے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کہاں کی کہاں مار رہا ہے۔

ثالثاً: یہ عبارت خود سادات احناف اور مشائخ ہند کے خلاف ہے وہابی جو ان کا جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

رابعاً: یہ عبارت وہابیہ اسمعیلیہ نے جن کو اپنا پیر سمجھا ہے یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ ان کی اس خواہش کے خلاف ہے جس کی انہوں نے وصیت فرمائی اور اللہ نے ان کی یہ خواہش بقول وہابیہ پوری فرمائی، وہابی اس کا جو بھی جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے، ہاں تھانوی جو اس پر ایمان لے آیا اور کوئی اعتراض نہ کیا تو اس کا جواب وہابی پر اضافی ہے جس کا انتظار رہے گا۔

خامساً: جنازہ کے ساتھ رفع صوت سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت خود سادات احناف نے کی ہے، میں وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔

(۱) أبو المعالی برہان الدین محمود البخاری الحنفی (المتوفی ۶۱۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ذكر محمد رحمه الله في السير الكبير عن الحسن رضي الله عنه: أن رسول الله ﷺ كان يكره رفع الصوت عند قراءة القرآن وعند الجنائز، وعن قيس بن عباد. ويروى عبادة أن أصحاب رسول الله ﷺ كانوا يكرهون رفع الصوت عند الجنائز والذكر.... فأما رفع الصوت عند الجنائز فيحمل: أن المراد

منه النوح وتمزيق الثياب، وخشن الوجوه، وذلك مكروه، ويحتمل أن المراد منه: أن يقوم رجل، بعدما اجتمع القوم للصلاة، ويدعو للميت، ويرفع صوته، وذلك مكروه؛ لأن السنة في الأدعية الخفية، و يحتمل: أن المراد منه ما كان عليه أهل الجاهلية من الإفراط في مدح الميت عند جنازته حتى كانوا يذكرون ما هو سببه المحال.

مفہوم اس کا یہ ہے کہ: امام محمد علیہ الرحمۃ سیر کبیر میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآواز بلند قرآن کی تلاوت اور جنازہ کے پاس ذکر کو ناپسند فرماتے۔اور حضرت قیس بن عبادہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے جنازہ کے پاس اور ذکر کے وقت۔۔۔بہر حال جنازوں کے پاس آواز بلند کرنا تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا، کپڑے پھاڑنا اور چہرے کو پیٹنا ہو اور یہ مکروہ ہے یا یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد کوئی شخص اس وقت دعا کرے اور آواز کو بلند کرے جب لوگوں نماز کے لئے جمع ہو چکے ہوں اور یہ بھی مکروہ ہے، یا یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد میت کی تعریف میں مبالغہ کرنا جیسا کہ اہل جاہلیت کرتے تھے۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، جلد ۵، ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ الْجَنَائِزِ فَيُحْتَمَلُ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ النَّوْحُ أَوِ الدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَمَا افْتَتَحَ النَّاسُ الصَّلَاةَ أَوِ الْإِفْرَاطُ فِي مَدْحِهِ كَعَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ مِمَّا هُوَ شَبِيهُ الْمُحَالِ، وَأَمَّا أَصْلُ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ فَغَيْرُ مَكْرُوهٍ۔

مفہوم اس کا یہ کہ: جنازوں کے پاس آواز بلند کرنا تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا یا میت کے لئے نماز شروع ہو جانے کے بعد دعا کرنا یا اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی لیکن میت کی تعریف کرنا یہ مکروہ نہیں۔

(رد المحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹، ص ۲۵۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اب فقہ حنفی کی معتبر کتب سے ثابت ہو گیا کہ وہ روایات جن میں جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنے کو ناپسند کہا گیا ہے ان کا مطلب کیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی بات اہلسنت میں نہیں پائی جاتی لہٰذا فقہائے احناف کی کوئی بھی عبارات ہمارے لئے نہیں ہے، جب فقہا کی عبارات کا تعلق ہمارے ساتھ نہیں ہے۔تو ان عبارات کو ہم پر فٹ کرنا سوائے دیوانگی کے اور کچھ بھی نہیں جو وہابی ساجد خان میں تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ساتھ ہی ساتھ اس کے وہابی اکابر بھی ایسے ہی تھے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ہم پر زبان درازی کرنے کے بجائے اور سادات احناف کی عبارات ہمیں دکھانے کے بجائے خود سادات احناف کی یہ تشریح قبول کرنا چاہیے تاکہ جو اعتراضات خود وہابیہ اسمٰعیلیہ پر ہو رہے ہیں ان سے بچ سکے۔

بدائع الصنائع کی عبارات کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۲) علامہ کاسانی رحمہ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں، جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموشی اختیار کرے اور اس وقت باآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت قیس بن عبادہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین موقعوں پر آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ جنگ کے وقت، جنازہ کے وقت اور ذکر کے وقت اور یہ اہل کتاب سے مشابہت ہے، اس وجہ سے مکروہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: تو اس عبارت میں بھی جنازہ کے ساتھ آواز بلند کرنے کا وہی مطلب ہے جو ہم "المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی" اور "فتاویٰ شامی" سے بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی بات اہلسنت میں نہیں پائی جاتی لہٰذا اس عبارت کا تعلق بھی ہمارے ساتھ نہیں۔

ثانیاً: یہ عبارت خود سادات احناف اور مشائخ ہند کے خلاف ہے وہابی اسمعیلی جو جواب ان کا دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

ثالثاً: یہ عبارت وہابیہ اسمعیلیہ جن کو اپنا پیر مانتے ہیں ان کی اس خواہش کے خلاف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا لہٰذا وہابی اپنے پیر کی اس خواہش کو اس عبارت کے مطابق ثابت کریں ورنہ جو جواب اس خواہش کا دیں گے وہی ہماری طرف سے بھی قبول کر لیں۔

رابعاً: علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں ذکر بالجہر کو بھی مکروہ کہا گیا ہے کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان ذکر بالجہر کے مکروہ و ناجائز و گناہ ہونے کا قائل ہے؟ اگر ہے تو لکھے پھر ہم بتائیں گے کہ اس کے کتنے باپ ان فتوؤں کی زد میں آتے ہیں اور اگر نہیں تو جو جواب وہابی ساجد ذکر بالجہر کا دے گا، وہی ہماری طرف سے جنازہ کے ساتھ ذکر کا قبول کر لے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان تو نہ جانے کب بتائے گا، میں آپ کو وہابی اسمعیلی کے وہابی شیخ الحدیث و مفتی فرید سے فی الحال ایک حوالہ بیان کر دیتا ہوں وہ لکھتا ہے:

نیز قرآن مجید میں ذکر بالجہر سے منع نہیں ہوا اور جن روایات حدیثیہ میں منع وارد ہے تو وہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ ترحمی اور ارشادی ہے۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۴۰، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابی اسمعیلی مفتی فرید نے وہابی ساجد خان کا کام آسان کر دیا ہے اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی یہی کہتا ہے تو پھر ہماری طرف سے بھی یہی قبول کرے کہ: "نیز قرآن مجید میں جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر سے منع نہیں ہوا اور جن روایات حدیثیہ وفقہیہ میں منع وارد ہے تو وہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ ترحمی اور ارشادی ہے"۔ اور اگر انکار کرتا ہے تو پہلے اقرار کرے پھر جواب لے۔

جوہرہ، درر الحکام، بحر الرائق، بزازیہ، قاضی خان اور سراجیہ کی عبارات کا جواب

(۳) امام ابوبکر بن علی الزبیدی الیمنی الحنفی لکھتے ہیں: **وعلی متبعی الجنازة الصمت و یکره لهم رفع الصوت بالذکر والقراۃ۔** (الجوهرة النیرة ج ۱، ص ۱۸۰ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۲۳) جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموشی اختیار کریں اس وقت ان کے لیے آواز بلند کرنا مکروہ ہے (۴) شیخ ملا خسرو لکھتے ہیں: **ویکره رفع الصوت بالذکر ویذکر فی نفسه۔** (درر الحکام شرح غرر الاحکام ج ۱، ص ۱۶۷) جنازہ کے ساتھ با آواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے۔ (۵) ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: جو جنازہ کے ساتھ چلے اس پر ہے کہ خاموشی اختیار کرے اس وقت با آواز بلند ذکر کرنا اور تلاوت قرآن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت کراہت تحریمی ہے۔ (۶) فتاویٰ بزازیہ میں ہے: **ویکره رفع الصوت بالذکر خلف الجنازة ویذکر فی نفسه۔** (فتاویٰ بزازیہ ج ۱، ص ۴۵) جنازہ کے پیچھے چلتے وقت بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مکروہ ہے اور ایسے موقع پر دل میں ذکر کرے۔ (۷) قاضی خان میں ہے: **یکره رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر الله یذکره فی نفسه وعن ابراهیم رحمه الله تعالیٰ کانوا یکرهون ان یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم۔** (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۹) جنازہ کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے حضرت امام ابراہیم سے منقول ہے کہ وہ لوگ اس

بات کومکروہ جانتے ہیں کہ جنازے کے ساتھ چلتے وقت یہ نعرہ لگایا جائے جنازہ کے لیے اللہ سے بخشش کا سوال کرو اللہ تمہاری بخشش کرے۔(۸) فتاویٰ سراجیہ میں ہے: رفع الصوت بالذکر و قرآة القرآن و قولهم کل حی یموت ونحو ذالك خلف الجنازة بدعة۔ (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۳۰) جنازہ کے وقت بآواز بلند ذکر و تلاوت کرنا مکروہ ہے اور لوگوں کا اس وقت یہ نعرہ لگانا کہ ہر جی نے مرنا ہے یا اس جیسے نعرے وغیرہ جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل نعرہ لگتا ہے کلمۂ شہادت بدعت ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۸، ۶۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعلیہ)

اولاً: یہ ساری عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے جو جواب وہابی دیں گے ہماری طرف سے بھی قبول کرلیں۔

ثانیاً: اگر ان عبارات سے وہی مراد ہے جو وہابی اسمعیلی لے رہا ہے تو یہ عبارات خود سادات احناف اور مشائخ ہند کے خلاف ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے یعنی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ، علامہ قہستانی، علامہ عبدالرحمن، شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ، شیخ المشائخ سعید احمد فاروقی وغیرہم وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان پر حکم لگائے پھر ہم سے بات کرے۔

ثالثاً: ان عبارات کا تعلق اس وقت کے ساتھ ہے جب لوگوں کی یہ حالت ہوتی کہ سب غمگین ہوتے اور اجنبی کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ ولی میت کون ہے لیکن اب کے زمانہ میں یہ حکم نہیں اور یہ ہم اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے بلکہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ: کان السلف الصالح لایتکلمون فی الجنازة الا بماورد و کان الغریب لایعرف من هو القریب للمیت حتی یعرف لغلبة الحزن علی الحاضرین کلهم۔ و کان سیدی (علی الخواص) رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول اذاعلم من الماشین مع الجنازة انهم لایترکون اللغوفی الجنازة و یشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرهم بقول لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فان ذلك افضل من ترکة۔ سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے مگر وہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین پر حزن و غم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ میّت کا قریبی کون ہے۔ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہیے کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت بھی یہی فرماتے ہیں: انصاف کیجئے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جبکہ ہمراہیانِ جنازہ تصوّرِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میّت ان میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے، ولہٰذا علماء نے سکوتِ محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہوا گرچہ آہستہ ہو، اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھودینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔۔۔ اب کہ زمانہ منقلب ہُوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انہیں ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۱۴۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وہابیہ زمانہ سمجھنے کے بجائے فتوے ٹھوکنے میں لگے ہیں کیوں؟

رابعاً: جب نماز جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر میں فقہائے احناف کا ہی اختلاف ہے ایک دو ہی مکروہ تحریمی کہتے ہیں جبکہ بعض مطلقاً مکروہ اور بعض مکروہ تنزیہی اور بعض خلاف اولی جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی نے لکھا ہے اور ہم نقل کر آئے ہیں تو اس کو حرام، مکروہ تحریمی وبدعت سیئہ پر محمول کرنا کیوں ضروری ہے؟ کیا ان عبارات سے زیادہ سے زیادہ خلاف اولی مراد لینا حرام ومکروہ تحریمی ہے؟

خامساً: وہابی اسمعیلی نے بحر الرائق کی عبارت میں ڈنڈی ماری ہے کیونکہ بحر الرائق کی عبارت میں آگے ہی لکھا ہے:

وقال علاء الدين الناصري: ترك الاولى۔۔

اور علاء الدین الناصری کہتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر خلاف اولی ہے۔

(البحر الرائق، جلد ۲، ص ۳۳۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی بتائے کہ اس کو کیا کہا جائے اور پھر اگر انہی اقوال کی وجہ سے کوئی خلاف اولی کا قائل ہو اور منع نہ کرے تو اس پر فتوی کیوں؟۔

سادساً: علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کیونکہ آپ نے لکھا ہے: **لو صاح كل من في الجنازة لا اله الا الله فلا اعتراض۔ اب اگر سارے شرکائے جنازہ پکار کر لا الہ الا اللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔** اب تو خود احناف کی تصریح سے خلاف اولی بھی نہ رہا لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کو عقل کہاں۔

سابعاً: وہابیہ کا یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ جی پہلے مکروہ تھا اب جائز کیسے تو اس کا جواب بھی ہم اسی کے گھر سے دے دیتے ہیں۔

پہلے ناجائز تھا اب جائز ہے وہابیہ اسمعیلیہ کا اقرار

ہم ماقبل میں علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی گفتگو نقل کر آئے ہیں جو اس سوال کے جواب میں کافی ووافی ہے لیکن **الوهابية قوم لا يعقلون ولا يفهمون** کے تحت اس کو اسی کے گھر کی سیر کرواتے ہیں کیونکہ سادات احناف کے اس بارے میں حوالے بہت ہیں مثلاً (۱) دینی کاموں پر اُجرت کا مسئلہ۔ (۲) تثویب کا مسئلہ خود وہابیہ نے لکھا ہے کہ متاخرین نے اس کو جائز کہا ہے (۳) اسی طرح میت کو کفن میں عمامہ دینا وغیرہم۔ یہ حوالے سادات احناف کے تھے جن کو میں نے مجملا بیان کیا ہے اگر کسی وہابی اسمعیلی کو تکلیف ہوئی تو تفصیل بھی بیان کی جائے گی، ابھی میں وہابیہ اسمعیلیہ کے چند حوالے بیان کر دیتا ہوں۔

(۱) فتاویٰ سراجیہ سے جہاں سے وہابی ساجد خان نے عبارت نقل کی وہیں یہ لکھا ہے:

يكره النداء في الاسواق ان فلانا قد مات۔

بازاروں میں یہ اعلان کرنا کہ فلاں مر گیا ہے مکروہ ہے۔

لیکن اسی عبارت کے حاشیہ میں وہابی اسمعیلی محمد عثمان لکھتا ہے:

الاصح انه لا باس به، استحسنه المتأخرون؛ لان المقصود بالاعلام الحث على الطاعة و فيه تكثير المصلين والمستغفرين له والنداء الخاص لا يكره فكذا النداء العام۔

اور اصح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور علمائے متاخرین نے اس کو مستحسن کہا ہے کیونکہ اعلان سے مقصود نیکی پر ابھارنا ہے اور

اس میں نمازیوں اور میت کے لئے استغفار کرنے والوں کی زیادتی ہے اور جب ندائے خاص مکروہ نہیں تو ندائے عام بھی اسی طرح ہے۔ (الفتاوی السراجیۃ، ص ۱۳۱، زمزم پبلشرز کراچی)

اگر فتاوی سراجیہ میں کسی چیز کو بدعت کہا گیا ہے تو کوئی اور اس کو جائز نہیں کہہ سکتا لیکن اسی فتاوی میں ایک چیز کو مکروہ کہا گیا ہے تو وہابیہ اس کو جائز کہہ سکتے ہیں کیوں؟ کیونکہ سب کچھ ان کے اپنے گھر کا ہے جو چاہیں جس طرح چاہیں کریں کوئی اور کر کے دکھائے فتوے ہی فتوے آئیں گے؟

(۲) وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

سوال: نعلین چوبی کو مولوی عبد الحی لکھنوی نے بدعت لکھا ہے: اتخاذ النعل من الخشب بدعۃ کما فی القنیۃ و الحمادیۃ۔ اس کا وہی مطلب ہے جو حضور نے فرمایا ہے یا یہ کتب غیر معتبر ہیں یا اس عبارت کی اور کوئی تاویل ہو سکتی ہے۔

جواب: کسی وقت میں ناجائز تھی اب درست ہو گئی کہ عام استعمال اس کا ہو گیا۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۵۷۷، ادارہ صدائے دیوبند)

لیجئے! فرقۂ وہابیہ کے سرخیل گنگوہی نے تو وہابی اعتراض کا قصہ ہی تمام کر دیا ہے اور اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ ایک چیز جو پہلے بدعت ہو، ناجائز ہو، اب جائز ہو سکتی ہے بلکہ بدعت سے جائز ہو گئی، اور مزے کی بات دیکھیں کہ علامہ عبد الحی لکھنوی کا حوالہ بھی موجود اور اس میں وہابیہ اسمٰعیلیہ کی پسندیدہ کتاب القنیۃ کے نام کے ساتھ ساتھ فتاوی حمادیہ کا نام بھی موجود ہے اور اس بات کی تصریح بھی موجود ہے کہ یہ بدعت ہے بلکہ صرف اسی میں نہیں، ان کے علاوہ بھی کئی سادات احناف اس کے بدعت ہونے کے قائل ہیں۔

(۱) بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ پانچ سو علماء احناف کا مصدقہ فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:

اِتِّخَاذُ النَّعْلِ مِنَ الْخَشَبِ بِدْعَۃٌ۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۵، ص ۴۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اِتِّخَاذُ النَّعْلِ مِنَ الْخَشَبِ بِدْعَۃٌ۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۱۱، ص ۷۷، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

اتنے معتبر و مستند سادات احناف نے لکڑی کی جوتی پہننے کو بدعت کہا ہے اسکے باوجود بھی گنگوہی صاحب نے کیا کہا کہ ''کسی وقت ناجائز تھی، اب درست ہو گئی''، لیکن گنگوہی پر کسی وہابی کو نہ غصہ آیا اور نہ ہی کوئی اعتراض ہوا کیوں؟ کیونکہ وہ وہابی اسمٰعیلی تھا اور اگر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے یہ فرمادیا کہ پہلے جنازہ کے ساتھ ذکر مکروہ تھا اب جائز ہے حالانکہ آپ کے ساتھ سادات احناف اور مشائخ ہند بھی ہیں اس کے باوجود بھی پوری وہابیت بالعموم اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بالخصوص اپنے اندر کا گند نکالتا اور آپ پر بکواس کرتا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ادھر گنگوہی پر بھی کوئی فتوی ہو جائے جو سادات احناف کے بدعت کہنے کے باجود بھی جائز کہہ رہا ہے اور اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ ایک چیز پہلے بدعت و ناجائز ہو سکتی ہے اور بعد میں جائز بھی ہو سکتی ہے۔ تو ہمارے نزدیک جنازہ کے ساتھ ذکر کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کہ فقہائے احناف نے مکروہ کہا ہے لیکن اب اس دور کی وجہ سے اور لوگوں کی غفلت کی وجہ سے مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے جیسا کہ خود سادات احناف نے فرمایا۔ اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کوئی تکلیف ہے تو پہلے گنگوہی کے اس فتوے کو کم از کم پانچ فقہائے احناف سے ثابت کرے پھر ہم سے بات کرے، لیکن میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ یہ کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ میرے پاس حوالے اور بھی ہیں مگر انہی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی کو تکلیف ہوئی اور اس نے ثابت

کر دیا تو مزید حوالے بھی دیئے جائیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ پر لایعنی بکواس کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: بانی فرقہ بریلویت جناب مولانا احمد خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اپنی وصیت میں لکھتے ہیں: ''جنازہ کے آگے پڑھیں ''تم پر کروڑوں درود'' (وصایا، ص ۱۵، انجمن انوار القادریہ کراچی) جب فقہا نے اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کو بھی اس موقع پر مکروہ لکھا تو خان صاحب کو یہ اجازت کس نے دی کہ وہ اپنے لکھی ہوئی نعتیں اپنے جنازے پر پڑھوائیں؟

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۰، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے دجال باپوں کی پیروی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کو فرقہ کا بانی کہا، یہ وہ دجل ہے جو اس کے جاہل آباء بھی کرتے آئے ہیں اور یہ خبیث الصفت انسان اپنے آباء کی قے چاٹ رہا ہے۔ بریلوی نہ کوئی نیا فرقہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کسی نئے فرقے کے بانی بلکہ یہ وہی آواز ہے جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ''علیکم بالجماعۃ اور الا واحدۃ فی الجنۃ۔۔ ما انا علیہ و اصحابی'' جس کو اہلسنت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ ہم تو کہتے ہی ہیں اور مرتے دم تک کہتے رہیں گے بلکہ:

میں ہوں سنّی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوۃ و السلام

لیکن اس دجال کے دجال باپ بھی کبھی کبھی دجالیت کو چھوڑ کر حق بول دیتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے کئی آباء نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم اہلسنت ہیں جب بریلوی اہلسنت ہیں تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرقے کے بانی کیسے ہوئے؟ یہ تو یہ دجال ہی بتائے گا۔ بہر حال میں چند حوالے بیان کر دیتا ہوں۔

(۱) دیوبندیوں کے ۶۱۶ علماء کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

اہلِ دیوبند یا جماعت رضوی یہ سب اہل سنت و جماعت احناف سے ہیں۔ (قہر آسمانی، ص ۱۱۹، مدینہ برقی پریس بجنور، باراول)

(۲) دیوبندی مولوی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اس سیاہ کار کے علم میں نہیں کہ اکابر میں سے کسی نے اس پورے گروہ طائفہ بریلویہ کا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونا فرمایا ہو، البتہ حضرات اکابر کے عمل سے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ان کو اہل السنۃ والجماعت میں سے ہی سمجھتے ہیں۔

پھر اس نے اپنے اکابر میں سے کچھ کے نام لکھے ہیں۔

(۱) قاری طیب (۲) رفیع عثمانی (۳) یوسف لدھیانوی۔

(تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۵۹۴ تا ۵۹۶، جامعہ حنفیہ)

(۳) دیوبندیوں کا قاضی مظہر صاحب لکھتا ہے:

دیوبندی اور بریلوی کی نسبتیں دیوبند اور بریلی کے دینی مدارس کی بناء پر ہیں جو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے دو مختلف مکتب فکر ہیں۔ (اتحادی فتنہ، ص ۱۱، ۱۲، مکتبہ عثمانیہ)

(۴) الیاس گھمن کو خلافت سے نوازنے والا دیوبندی بدعتی عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

اہلِ سنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقہ فکر کے لحاظ سے دیو بندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔
(تحفظ عقائد اہلِ سنت، ص ۱۴۰، ناشر جامعۃ حنفیہ، فیصل آباد)

نوٹ! اس پر ہم نے مزید حوالے ماقبل میں بیان کر دیئے ہیں۔
وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے اس کے جاہل آباء ہمیں اہلسنت کہتے ہیں اور یہ دجال نیا فرقہ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمۃ کو اس کا بانی۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا اہلسنت نیا فرقہ ہے اور اس کے بانی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہیں؟ جو بھی جواب دے اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھ کر دے ورنہ وہی ذلت ہی ملے گی جو اس کے آباء کو ملی۔
ثانیاً: ہم ماقبل میں کئی حوالے بیان کر چکے ہیں جن میں سادات احناف اور مشائخ ہند نے جنازہ کے ساتھ ذکر کو جائز کہا ہے وہابی پہلے ان پر بکواس کر لے پھر ادھر آئے، اس جاہل کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت عظیم البرکتہ کی نعتیں پڑھوانے پر تو اعتراض ہے لیکن اس کے جاہل باپ تھانوی نے جن کی جنازہ کے ساتھ اشعار پڑھوانے کی وصیتیں لکھی ہیں ان پر کیا فتوے لگیں گے۔ پہلے ان پر فتوے لگا لے پھر ادھر بکواس کرے میں ایک بار پھر وہ لکھ دیتا ہوں اور وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کے ادھر بھی کچھ کہو

وہابی اسمعیلی تھانوی لکھتا ہے:

ایک بزرگ نے وصیت کی تھی۔ کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے۔

مفلسا نیم آمد یم بکوئے تو-------- شیئا للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما----------آفرین بردست و برباز وئے تو

حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصحرا می روی۔۔۔ سخت بے مہری نے مامی روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو۔۔۔۔۔ تو کجا بہر تماشا می روی

(ہم مفلس ہیں تیرے در پر آئے ہیں۔ اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے۔ ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ ۱۲۔ اے محبوب تو بڑا ہی بے وفا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر و جا رہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جا رہا ہے۔ ۱۲۔) حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سماں (لطف) دکھاوئے۔ (ملفوظات حکیم الامۃ، جلد ۳، ص ۲۷۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)
وہابی ان پر فتوی لگالے پھر ادھر آئے لیکن اتنا موقع اس کو نہیں ملے گا۔
وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: خود خان صاحب بریلوی سے یہ سوال ہوا کہ ''جنازہ کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا مولود شریف پڑھنا، جائز ہے یا مکروہ بعض کتب فقہ میں اسے مکروہ تحریمی اور تنزیہی لکھا ہے۔'' (اذان القبر، ص ۴۵، ناشر دار الکتب حنفیہ کراچی باہتمام سید شاہ تراب الحق قادری) بجائے یہ کہ خان صاحب اپنی حنفیت کا دم بھرتے اور اس فتوے کو برقرار رکھتے ان کے اندر کے بدعتی اور فقہ حنفی کی دشمنی نے انگڑائی لی اور نام نہاد صغرے کبرے ملا کر یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ اگر چہ فقہ نے مکروہ لکھا ہے مگر اب اس دور میں یہ سب جائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ خان صاحب کی حیثیت و اوقات کیا ہے کہ وہ فقہاء کرام کے فتوے کو کالعدم قرار دیں؟ کیا یہ شریعت کے مقابل اپنی دین و مذہب گھڑنا نہیں؟ آج جو لوگ فقہ حنفی کے منکر ہیں انہیں کس منہ سے خان صاحب الزام دیتے ہیں؟ (بریلویت

بمقابلہ حنفیت،ص ۷۰،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

میں یہاں لمبی چوڑی بات کرنے کے بجائے وہابی اسمعیلی گنگوہی کا وہی فتوی نقل کر دیتا ہوں جو میں ماقبل بیان کر چکا ہوں اور اس کے بعد وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو بکواس کی ہے وہ بجائے یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت پر آئے بلکہ اسی کے گنگوہی باپ پر پڑے گی اور جواب اسی کے ذمہ ہوگا۔

وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

سوال: نعلین چوبی کو مولوی عبد الحی لکھنوی نے بدعت لکھا ہے: اتخاذ النعل من الخشب بدعة کما فی القنیة و الحمادیة۔ اس کا وہی مطلب ہے جو حضور نے فرمایا ہے یا یہ کتب غیر معتبر ہیں یا اس عبارت کی اور کوئی تاویل ہوسکتی ہے۔

جواب: کسی وقت میں ناجائز تھی اب درست ہوگئی کہ عام استعمال اس کا ہوگیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ،ص ۵۷۷،ادارہ صدائے دیوبند)

جس چیز کے بارے میں وہابی اسمعیلی گنگوہی نے کہا ہے کہ ''کسی وقت ناجائز تھی اب درست ہوگئی'' اس کے بارے میں قنیہ اور حمادیہ کا حوالہ علامہ عبد الحی کے حوالے سے سوال میں موجود ہے لیکن اس کے علاوہ بھی فقہاء احناف نے اس کو بدعت لکھا ہے ہم کچھ حوالے بیان کر دیتے ہیں۔

(۱) بقول وہابیہ اسمعیلیہ پانچ سو علماء احناف کا مصدقہ فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:

اِتِّخَاذُ النَّعْلِ مِنَ الْخَشَبِ بِدْعَةٌ۔ (فتاوی عالمگیری،جلد ۵،ص ۴۱۲،دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اِتِّخَاذُ النَّعْلِ مِنَ الْخَشَبِ بِدْعَةٌ۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار،جلد ۱۱،ص ۷۷،المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

سادات احناف کے حوالے آپ نے دیکھ لئے اب وہابی ساجد کی عبارت گنگوہی کے گلے میں کیسے آتی ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

''بجائے یہ کہ وہابی گنگوہی اپنی حنفیت کا دم بھرتا اور اس فتوے کو برقرار رکھتا ان کے اندر کے بدعتی اور فقہ حنفی کی دشمنی نے انگڑائی لی اور نام نہاد صغرے کبرے ملا کر یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ اگر چہ فقہ نے بدعت لکھا ہے مگر اب اس دور میں یہ سب جائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ گنگوہی کی حیثیت واوقات کیا ہے کہ وہ فقہاء کرام کے فتوے کو کالعدم قرار دیں؟ کیا یہ شریعت کے مقابل اپنا دین و مذہب گھڑنا نہیں؟ آج جو لوگ فقہ حنفی کے منکر ہیں انہیں کس منہ سے گنگوہی الزام دیتا ہے؟''

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ساری بکواس اسی کے گھر لوٹ گئی اب اپنی تمام باتوں کا جواب دے کر گنگوہی کی جان چھڑائے ورنہ اسی کے ساتھ۔۔۔میں جائے۔ ہمارے پاس ایسے کئی حوالے ہیں جن میں وہابیہ اسمعیلیہ نے سادات احناف کا خلاف کیا ہے ہم ابھی بیان نہیں کر رہے وہابی گنگوہی کے گلے سے اپنا پھندا نکالے پھر مزید بھی بیان کروں گا۔

ہمارے قارئین اس ساری تفصیل سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی جان گئے ہوں گے۔ اور ہر بار کی طرح اس بار بھی اس کی جو ذلت ورسوائی ہوئی اس کو پہچان گئے ہوں گے۔

{......مسئلہ نمبر ۱۲......}

مخصوص راتوں میں چراغاں اور اہلسنّت کا موقف

اہلسنت کے نزدیک مخصوص راتوں میں چراغاں کرنا جائز ہے۔ اور اس پر ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جیسا کہ آگے علامہ ابو

البرکات احمد قادری اور علامہ اجمل سنبھلی علیہما الرحمۃ کے حوالے آرہے ہیں۔

مخصوص راتوں میں چراغاں اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

(۱) محمد جاراللہ ابن ظہیرہ حنفی (المتوفی ۹۸۶ھ) اہلِ مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثاني عشر من ربيع الأول في كل عام أن قاضي مكة الشافعي يتهيّأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب في جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وأكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوي البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بإزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعي لمن ذكر آنفًا بحضور القضاة وأكثر الفقهاء. ثم يصلون العشاء وينصرفون، ولم أقف على أول من سن ذالك، سألت مؤرخي العصر فلم أجد عندهم علما بذالك. (الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واہلہا وبناء البیت الشریف، ص۲۰۱، ۲۰۲، الطبعۃ الخامسۃ)

''ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جمِ غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہلِ شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ دینے کے بعد بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے نمازِ عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں اور صاحبانِ فراش کے قبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہاء اور قضاۃ کی موجودگی میں دعا کا کہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔''

(۲) علامہ قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) نے کتاب ''الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکۃ المشرفۃ'' میں اہلِ مکہ کی محافلِ میلاد کی بابت لکھتے ہیں:

يزار مولد النبي صلى الله عليه وآله وسلم المكاني في الليلة الثانية عشر من شهر ربيع الأول في كل عام، فيجتمع الفقهاء والأعيان على نظام المسجد الحرام والقضاة الأربعة بمكة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الكثيرة والمفرغات والفوانيس والمشاغل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالأعلام الكثيرة ويخرجون من المسجد إلى سوق الليل ويمشون فيه إلى محل المولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة، ثم يعودون إلى المسجد الحرام ويجلسون صفوفا في وسط المسجد من جهة الباب الشريف خلف مقام الشافعية ويقف رئيس زمزم بين يدي ناظر الحرم الشريف والقضاة ويدعو للسلطان ويلبسه الناظر خلعة ويلبس شيخ الفراشين خلعة. ثم يؤذن للعشاء و يصلي الناس على عادتهم، ثم يمشي الفقهاء مع ناظر الحرم إلى الباب الذي يخرج منه من المسجد، ثم

يتفرقون. وهذه من أعظم مواكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفة ويأتي الناس من البدو والحضر و أهل جدة، وسكان الأودية في تلك الليلة ويفرحون بها..

''ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔(تمام علاقوں سے) فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور **ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں**۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنتِ شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رُخ کر کے مقامِ شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زَم زَم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعدازاں قاضی بادشاہِ وقت کو بلاتے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صاحبانِ فراش کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔''

(الإعلام بأعلام بيت الله الحرام في تاريخ مكة المشرفة، ص٣٥٥، ٣٥٦)

میرے خیال میں جتنا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس موضوع پر لکھا ہے اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ مزید کسی اور حوالے کی ضرورت نہیں ہے لیکن علمائے اہلسنت نے اس موضوع پر وہابیہ اسمعیلیہ اور وہابیہ نجدیہ کے اعتراضات کا قلعہ قمع کیا ہوا ہے اور ان کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کے کامل ومکمل جوابات دے دیئے ہیں لہذا میں ان کو مزید معلومات کے لیے نقل کر دیتا ہوں.

چنانچہ برادر محترم میثم عباس رضوی زید شرفہ نے اپنے باطل شکن مجلہ اور وہابیہ اسمعیلیہ کو ان کے اصلی گھر پہنچانے والے رسالہ ''کلمۂ حق'' میں اکابرین اہلسنت کے مضامین کو جمع کیا ہے میں ان کے شکریہ کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

مبارک راتوں میں روشنی مساجد ومجالس کے متعلق ضروری فتویٰ

(از حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ)

روشنی وزینت کا ثبوت قرآن پاک سے:

حضرت عزت جل وعلا تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ.

اے کتاب والو اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ اپنے منہ سے نہ نکالو۔

یعنی اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ امور دینیہ میں افراط وتفریط نہ کرو، جو امر کلام علماءِ حقانی سے جس حد تک ثابت ہو اس میں اپنی طرف سے افراط وتفریط نہ کرو بلکہ بے کم وکاست احکام الٰہی بندگان خدا تک پہنچا دو اس کے بعد روشنی کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اوّل! یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قنادیل وشموع کی روشنی میں مساجد ومحافل میں موجب زینت ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ۔

ہم نے آسمان دنیا کو روشنی سے مزین فرمایا۔

اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چراغوں کا روشن کرنا موجب زینت ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اس زینت (روشنی) کی ممانعت وحرمت میں بندوں کیلئے کوئی نص شرعی وارد ہے یا نہیں۔ظاہر یہ ہے کہ زینت روشنی کی نہی بنصوص شرعیہ ثابت نہیں ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم ہرگز ایسا نہ کرتے اور عندالمفسرین یہ بات بطور اصول مقرر ہو چکی ہے کہ جس زینت کی نہی شرع سے ثابت نہیں وہ خالص مباح ہے۔

اور تحت آیۂ کریمہ داخل ہے۔

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ۔

آپ فرما دیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

القول الثانی انه یتناول جمیع انواعه الزینة فیدخل تحت الزینة جمیع انواع التزیین و یدخل تحتها تنظیف البدن من جمیع الوجوه ویدخل تحتها المرکوب و یدخل تحتها ایضا انواع الحلیّ لان کل ذالك زینة ولو لاالنص الوارد فی تحریم الذهب والفضة والابریشم علی الرجال لکان ذالك داخلا تحت هذا العموم۔

یعنی آیۂ کریمہ میں مفسرین کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو قول ہیں۔

”قول ثانی یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں زینت سے مراد یہ ہے کہ انواع واقسام کی زینت مراد ہے پس جس قدر اقسام انواعِ زینت کے ہیں وہ سب آیت کریمہ میں داخل ہیں۔بدن کی صفائی بھی اس میں داخل ہے تمام وجوہ سے (خواہ صابن کے ساتھ ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ) سواریاں بھی اس میں داخل ہیں (خواہ موٹر ہو یا سائیکل ٹمٹم ہو یا یکہ وغیرہ) اور زیورات کے کل اقسام بھی آیہ میں داخل ہیں۔کیونکہ یہ سب چیزیں زینت ہیں، حتیٰ کہ اگر چاندی، سونا، ریشم مردوں پر شرعاً حرام نہ ہوتا اور ان کی حرمت میں کوئی نص وارد نہ ہوتی تو وہ بھی مردوں پر حلال ہوتے۔لیکن چونکہ سونا چاندی، ریشم مردوں پر حرام ہے اس لیے وہ آیہ کریمہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے، اس بیان سے معلوم ہوا کہ آیہ کریمہ میں جملہ اقسام کی زینت مراد ہے اور جب تک شارع کی جانب سے کسی خاص قسم زینت کی نہی وارد نہ ہو اس وقت تک وہ خالص مباح ہے اور اس کو حرام و بدعت کہنا شریعت میں تصرف و دست اندازی کرنا ہے۔

پھر یہی امام ہمام ایک طویل حدیث نقل فرما کر ارقام فرماتے ہیں:

واعلم ان هذا الحدیث یدل علی ان هذه الشریعة الکاملة تدل علی انّ جمیع انواع الزینة مباح ماذون فیه الا ما خصّه الدلیل فلهذا السبب ادخلنا الکل تحت قوله قل من حرّم زینة الله۔

یعنی جان لو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کاملہ میں تمام انواع زینت مباح خالص ہیں۔ان کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن وہی قسم زینت ممنوع وناجائز ہے جو کسی دلیل شرعی کے ساتھ خاص ہوگئی ہے۔پس اسی وجہ سے تمام اقسام زینت (ہر قسم کی سواریاں ہر قسم کے اسباب صفائی بدن کے ہر قسم کی کھائے جانے کی چیزیں جو منجانب شریعت ممنوع نہیں ہیں) ما

تحت آیۂ کریمہ داخل ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَ جَ لِعِبَادِهٖ۔

آپ فرمادیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جواللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی۔

پس تقریر بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ کل انواع واقسام زینت مباح و جائز ہیں، لیکن جس قسم زینت کو شارع نے حرام کر دیا وہ حرام و ناجائز ہے اور جن کو شارع نے حرام نہیں کیا وہ بیشک آیۂ کریمہ میں داخل اور بندوں کو اس کے اختیار کرنے کی اجازت ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روشنی کرنا اقسام زینت ہے۔ پس روشنی کرنا آیۂ کریمہ مذکورہ میں داخل ہوکر مسلمانوں کے لیے مباح قرار دی گئی اور نہ صرف مباح بلکہ مستحسن ومندوب ہے، جبکہ غرض صحیح کے لئے کی جائے۔

چنانچہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔

سیرۃ حلبی جلد دو امام علی بن برہان حلبی تحریر فرماتے ہیں:

صدر اوّل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ ان المسجد کان اذا جاءت العتمۃ یوقد فیه سعف النخل فلما قدم تمیم الداریّ المدینة صحب معه قنادیل و حبالا و زیتا و علّق تلك القنادیل بسواری المسجد و اوقدت فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم نوّرت مسجدنا نوّر الله علیك اما والله لو کان لی ابنة لانکحتکها۔

یعنی جب عشا کا وقت ہوتا کھجور کی شاخیں جلا کر اجالا کر لیا کرتے تھے۔ جب تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، تو اپنے ساتھ قنادیل اور رسیاں اور روغن زیتون لائے اور مسجد نبوی کے ستون شریف سے وہ قنادیل لٹکائیں اور روشن کیں۔ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم داری کو دعا دی، کہ تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھے روشنی بخشے۔ خدا کی قسم! اگر میری کوئی صاحبزادی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیتا۔

غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

جس میں حضور انور علیہ الصلاۃ والسلام روشنی کی طرف رغبت دلاتے ہیں: روی عند النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من علّق فی بیت من بیوت الله تعالیٰ قندیلا نزل الملائکة تستغفر له و نصلی علیه و هم سبعون ملکا حتیٰ یطفأ ذالك القندیل۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول سے مروی ہے کہ جس نے اللہ کے گھروں سے کسی گھر میں قندیل روشن کی جب تک وہ قندیل روشن رہے گی ستر ہزار فرشتے قندیل روشن کرنے والے پر مغفرت ورحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ روشنی جو زینت کی قسم سے ہے، شرعاً ممنوع نہیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں خود حضور کے سامنے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے قنادیل روشن کیں اور اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم داری کو دعا دی اور اظہار خوشنودی کیا اور فرمایا اگر میری لڑکی ہوتی تو تجھ سے نکاح کر دیتا اور غنیۃ کی روایت سے یہ معلوم ہوا یہ فعل پسندیدہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آپ مساجد میں روشنی کرنے کی ترغیب فرماتے ہیں۔

اب آثارِ صحابہ سے ثبوت لیجئے!

سیرۃ حلبی جلد دوم میں ہے:

والمستحب من بدع الافعال تعلیق القنادیل فیھا ای المساجد واول من فعل ذالك عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فانه لما جمع الناس علی ابی بن کعب فی صلوٰۃ التراویح علق القنادیل فلما راٰھا علیؓ۔۔ قال نورت مساجدنا نور اللہ قبرك یا ابن الخطاب۔

مساجد میں قنادیل لٹکانا مستحب ہے۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا، جب لوگوں کو نماز تراویح کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر کے جمع کیا اس وقت مسجد میں بہت سی قندیلیں لٹکا دیں۔ جس وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرف سے گزر ہوا تو دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے۔۔۔ تو یہ دعا فرمائی کے تو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے اللہ تعالی تیری قبر کو روشن کرے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ!

اور غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بروایت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس طرح نقل فرماتے ہیں:

ان علیا رضی اللہ عنه اجتاز بالمساجد وھی تذھر بالقنادیل والناس یصلون التراویح فقال نور اللہ عزوجل علی عمر کما نور مساجدنا۔

یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مساجد میں تشریف لائے جب کہ مساجد روشنی میں جگمگا رہی تھیں۔ اور لوگ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل عمر کی قبر منور فرمائے۔ جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا ہے۔

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تنبیہ میں اور حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے غنیّہ میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی نے دعا دی اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دعا دی۔

پس خلفاء راشدین یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل اور خوش ہونا اور دعا دینا مساجد میں روشنی کرنے کی کس قدر محبوبیت ظاہر کر رہا ہے۔ اور یہ مذکور ہو چکا ہے کہ اول تمیم داری نے قنادیل روشن کیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا، لیکن یہاں یہ شبہ گزرتا ہے کہ روایت سابقہ میں سب سے اول قندیل روشن کرنا تمیم داری سے ثابت ہوتا ہے اور پچھلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول قنادیل روشن فرمائیں۔ اس کی تطبیق علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ جلد دوم میں اس طرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی، بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جو اول قرار دیا اولیت اضافی ہے یعنی کثرت قنادیل روشن کرنا، اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قنادیل جو شام سے لائے تھے۔ اگرچہ متعدد تھیں مگر کثیر نہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قنادیل کثیرہ روشن کیں۔

حیث قال ولعل المراد التعلیق ذالك بکثرۃ فلا یخالف ما تقدم من تمیم الداری۔

نیز تفسیر روح البیان جلد اول میں تحت آیہ کریمہ:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ۔

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ (کنز الایمان سورۃ توبہ آیت ۱۸)

شیخ کامل علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ در بارہ تزیین مساجد تحریر فرماتے ہیں:

ان سلیمان بن داؤد علیہ الصلاۃ والسلام بنی مسجد بیت المقدس و بالغ فی تزیینہ حتیٰ نصب الکبریت الاحمر علی راس القبۃ و کان ذالک اعز ما یوجد فی ذالک الوقت و کان یضیء من میل و کانت الغزالات یغزلن فی ضوئہ من مسافاتہ اثنی عشر میلا و کان علی حالۃ حتیٰ خربہ بخت نصر۔

یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے مسجد بیت المقدس تعمیر فرمائی اوراس کے خوبصورت بنانے میں مبالغہ کیا۔ یہاں تک کے مسجد کے قبہ کے سرے پر کبریت احمر نصب فرمایا۔ حالانکہ اس وقت کی عمارات میں سے یہ نہایت عزیز الوجود تھا اوراس کی روشنی زمین سے منتہائے نظر تک معلوم ہوتی تھی اور چرخہ کاتنے والی عورتیں اس کی روشنی میں بارہ میل کی مسافت سے کاتا کرتی تھیں اوراسی طرح بخت نصر کے عہد تک رہا، پھراس نے اس کوخراب کر دیا۔ اوراسی میں ہے کہ منجملہ اسباب تزیین قنادیل روشن کرنا ہے۔ **چنانچہ فرماتے ہیں:**

ومنہا تعلیق القنادیل فی المساجد والسرج والمصابیح والشموع۔

یعنی اسباب زینت سے ہے قنادیل کا مساجد میں لٹکانا اور مساجد میں چراغ روشن کرنا اورموم بتی جلانا۔

ان روایات معتبرہ سے واضح ہوگیا کہ مساجد میں بہ نیت ثواب روشنی اور قندیل کے ساتھ مسجد کو زینت دینا پسندیدۂ محبوب خدا ﷺ ہے۔ اسی بنا پر علمائے کرام نے استحباب واستحسان کا قول کیا۔ اب غور کرو کہ جس فعل کوحضور پسند فرمائیں اورخلفائے راشدین بنفس نفیس اس کا ارتکاب کریں وہ کیوں کر ممنوع و بدعت ہوسکتا ہے اور مانعین ذرا سوچ کر بتائیں کہ تزیین مساجد کیوں کر بدعت و حرام ہوا۔ علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں بعد نقل کرنے ان روایات کے جن کو ہم سیرت حلبی سے نقل کر آئے ہیں۔ **تحریر فرماتے ہیں:**

قال بعضہم لکن زیادۃ الوقود کالواقع لیلۃ النصف من شعبان و یقال لہا لیلۃ الوقود ینبغی ان یکون ذالک کتزیین المساجد و نقشہا۔

یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ زیادہ روشنی کرنا جس طرح نصف شعبان یعنی ۱۵ رات شعبان کو کرتے ہیں اوراس شب کولیلۃ الوقود کہتے ہیں اس کا حکم بھی ایسا ہونا چاہیے جیسا تزیین مسجد کا اور نقش ونگار کا۔

قد کرہہ بعضہم۔

اور بعض علماء نے پندرہویں رات شعبان کوروشنی مکروہ مانی ہے۔ ایسا ہی سیرت حلبی میں ہے۔

اس عبارت سے یہ شبہ نہ ہو کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مکروہ، کیونکہ ان دونوں قولوں میں باآسانی تطبیق ہوسکتی ہے اور وہ اس طرح کہ جو علماء استحباب روشنی کے قائل ہیں ان کی غرض روشنی سے یہ ہے کہ مساجد میں بنیت ثواب قنادیل وغیرہ روشن کرنا مستحب ہے اور صحابہ کرام نے مساجد میں ہی روشن کی۔

اور جو علماء کراہیت کے قائل ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ علاوہ مساجد کے بلاغرض صحیح مثلا بازاروں وغیرہ مقامات پر روشنی نہ کرنا چاہیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، محض مال کا ضائع کرنا ہے، جس طرح ہمارے زمانے میں لیڈران قوم کے جلوس میں بازار سجائے جاتے اور چراغاں کیا جاتا ہے، اور وہ بھی نہ صرف مسلمانوں کے جلوس میں بلکہ گاندھی اور دیگر کفار و مرتدین کے جلوس کی روشنی میں مبالغہ کرتے بازار سجاتے ہیں۔ یہ بیشک اسراف ہے جو بحکم قرآن عظیم حرام ہے۔ مگر افسوس ان نام نہاد علماء جو گاندھی وغیرہ کے جلوس

میں شرکت کریں اور بازاروں میں روشنی کرائیں اور کرتے دیکھیں اور حرام و بدعت ہونے کا حکم نہ سنائیں کہ کہیں لیڈران قوم ناراض نہ ہوجائیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام نے مساجد میں روشنی کی تو وہ گمراہ بدعتی ہوگیا اور فتوی بھی فوراً لگا دیا کہ روشنی کرنا حرام و بدعت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حالانکہ تفسیر روح البیان میں علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کی کتاب کشف النورعن اصحاب القبور سے تحریر فرماتے ہیں:

ان البدعة الحسنه الموافقه لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والاولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز اذا كان المقصد بذالك التعظيم فى اعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر و كذا ايقاد القناديل والشمع عند قبور الاولياء والصلحاء من باب التتظيم والاولياء والاحلال ايضا للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن و نذر الذيت والشمع للاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما لهم و محبة فيهم جائز ايضا لا ينبغى النهى عنه الخ۔

یعنی جو بدعت حسنہ موافق ہو مقاصد شرع کے وہ سنت ہے۔اس بدعت کو سنت کہا جائے گا پس علمائے کرام و اولیاء ذوالاحترام و صلحاء عظام کی قبور پر قبہ بنانا اور قبر پوشی یعنی غلاف وغیرہ ڈالنا امر جائز ہے جبکہ مقصود اس سے نظر عوام میں صاحب قبر کی توقیر و تعظیم پیدا کرنا ہو۔ وہ صاحب قبر کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس قنادیل روشن کرنا باب تعظیم و تکریم سے ہے۔ پس اس میں بھی نیک مقصد ہے اور اولیاء کی محبت و تعظیم کی وجہ سے تیل وغیرہ کی نظر ماننا بھی جائز ہے اس سے لوگوں کو روکنا نامناسب ہے۔(از تفسیر روح البیان جلد اول ص ۸۷۹)

ان تصریحات علماء سے ارباب بصیرت پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر کام میں نیت کا اعتبار ہے جیسا کے حدیث صحیح میں مذکور ہے:

انما الاعمال بالنيات: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

پس جو روشنی بہ نیت تزیین مسجد کی جائی گی وہ ضرور محبوب و پسندیدہ نظر سے دیکھی جائے گی اور جو روشنی محض لہو ولعب اور بے دینوں کی عظمت و تعظیم کے لیے ہوگی ضرور بدعت قبیحہ اور حرام ہوگی جیسے جلوس کفار و مشرکین و مرتدین و فسقاء و مبتدعین پر روشنی کرنا، بازار سجانا، دوکانات آراستہ کرنا، دروازے بنانا، جھنڈیاں لگانا یہ سب ناجائز و ممنوع اور خالص اسراف و تبذیر ہے۔

اب عہد خلفاء عباسیہ سے سند لیجیے یہی علامہ حلبی اپنی سیرت حلبیہ میں ایک جلیل الشان عالم سے نقل فرماتے ہیں:

اس عالم نے فرمایا: کہ مجھ کو خلیفہ مامون الرشید نے حکم دیا کہ تم یہ حکم نامہ لکھ دو کہ ہماری سلطنت و مملکت میں مسجدوں میں بکثرت روشنی کی جائے ،لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھ دوں، چنانچہ اسی روز مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ روشنی کثیر کے واسطے لکھ دے اس لئے کہ اس میں تہجد گذاروں کا دل لگتا ہے اور مساجد خانہ خدا ہیں، پس خانہ خدا سے وحشت و ظلمت دفع ہوگی۔ یہ بشارت دیکھتے ہی میں ہوشیار ہوا اور روشنی کا حکم لکھ دیا۔

سیرۃ کی عبارت یہ ہے:

وعن بعضهم قال امرنى المامون ان اكتب بالاستكثار من المصابيح فى المسجد فلم ادرما اكتب لانه شىء لم اسبق اليه فاريت فى المنام اكتب فان فيها انس للمتهجدين ونضا لبيوت الله وعن وحشة الظلم فانتبهت و كتبت بذالك۔

یہ دستور العمل تو خلفاء عباسیہ کا مذکور ہوا۔ اب بعض صلحائے امت واولیائے طریقت کا بھی حال سنئے!

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مؤلف تذکرۃ الاولیاء سیدی احمد خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں تحریر فرماتے ہیں:

جو خراسان کے معتبر مشائخ اور مشہوران فتوت سلطانان ولایت اور مقبولان قربت میں سے تھے اور ریاضات وکلمات عالی میں مشہور اور صاحب تصانیف تھے، اور آپ کے ایک ہزار مرید ایسے تھے جو ہواؤں میں اڑتے اور پانی میں بے تکلف چلتے تھے کہ ایک بار ایک درویش آپ کے یہاں مہمان آیا تو آپ نے ستر شمعیں روشن کیں۔ درویش نے کہا: مجھے یہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تکلف تصوف سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کہا جاؤ اور جو چراغ میں نے خدا کے لئے نہیں جلایا، اسے بجھا دو اس درویش نے رات سے صبح تک پانی اور مٹی ان چراغوں پر ڈالی، مگر ایک بھی بجھ نہ سکی دوسرے دن ستر نصاری ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اس کا حال اس طرح لکھا ہے کہ احمد خضرویہ نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالی نے فرمایا:

تو نے ہمارے واسطے ستر شمعیں روشن کیں۔ تو ہم نے تمہارے لیے ستر دل نور ایمان سے منور کر دیے۔ (تذکرۃ اولیاء ص ۲۷۷)

اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے تا کہ موافقین کے دل منور ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جلیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں:

حکی ابو علی الروذباری رحمۃ اللہ تعالی علیه عن رجل اتخذ ضیافة فاوقد فیها الف سراج فقال الرجل قد اسرفت فقال له ادخل فکلما اوقد منه لغیر اللہ فاطفئه فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منها فانقطع۔

یعنی امام اجل عارف اکمل سند الاولیاء حضرت امام ابو علی روز باری رضی اللہ عنہ (کہ اجل اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ہیں) ۳۲۲ھ میں آپ کا وصال شریف ہے۔

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا: اظرف المشائخ اعلمھم بالطریقة۔ حکایت فرماتے ہیں:

ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی، اس میں ہزار چراغ روشن کئے کسی نے کہا اسراف کیا: صاحب خانہ نے فرمایا اندر آیئے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کے لئے روشن کیا ہو اسے گل کر دیجئے۔ معترض صاحب اندر گئے ہر چند کوشش کی۔ ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے نام ونمود اور فخر مد نظر نہ ہو تو پھر وہ کام ہرگز ممنوع نہیں اور جو کام لوگوں کے دکھلانے اور تفاخر کرنے کے لئے ہو وہ بیشک ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ روشنی کے تین درجے ہیں، ایک بقدر حاجت ضروری لابدی، وہ اس قدر میں حاصل ہے کہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم شروع امر میں کھجور کی شاخیں جلا کر اپنی حاجت پوری کر لیا کرتے تھے۔ اس میں مسجد کا فرش اور جائے سجدہ اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آ جاتے تھے۔

دوم! زینت کے لئے وہ فعل حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تمام مساجد کثرت قنادیل سے چمک اٹھی۔ جیسا کہ غنیۃ کی عبارت سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ جیسا کہ تنبیہ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

رای القنادیل تزهر فی المساجد۔ اسی طرح حلبی وغیرہ میں ہے۔

غرض یہ کہ روایتوں میں لفظ تنزھر صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے زہور سے اور معنی اس کے صراح میں لکھے ہیں۔ زہور روشن شدن آتش و بلا گرفتن آں۔ بنابریں ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بلا شبہ قدر حاجت ضروری سے زیادہ تھا لیکن یہ بھی ہے کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا۔

سوم! یہ کہ زینت مکان تو متعدد قنادیل سے حاصل ہوسکتی تھی، مگر بلا غرض صحیح خواہ مخواہ ونمود ونمائش کیلیے روشنی میں مبالغہ کیا تو بیشک یہ اسراف ہے اور جس کسی نے منع کیا ہے از قسم ثالث کیا ہے نہ کہ قسم اول ودوم سے۔ **ولا یخفی ذالك علی الفقیه**۔

پس جو لوگ قسم اول ودوم سے بلا لحاظ نیت حرام و بدعت کہہ دیتے ہیں وہ بہت بڑی کج فہمی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو چاہیے کہ حضرت تمیم داری اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما وغیرہم کے معمول بہ کا ادب کریں، کہ پہلے پہل بغرض زینت مساجد یہ فعل انہوں نے کیا جو قدر حاجت ضروریہ سے یقیناً زیادہ تھی۔

حیرت ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور روضہ نورانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد جھاڑ اور فانوس اور ہزار ہا قنادیل دیکھتے ہوں گے تو ان کی جگمگاتی ہوئی روشنی سے آنکھیں بند کر لیتے ہونگے یا کیا اور بوجہ غیظ وغضب روضہ اطہر کی کماینبغی زیارت بھی کرتے ہوں گے یا نہیں۔ (حررہ العبدالراجی رحمۃ ربہ القوی ابوالبرکات سید احمد عفی عنہ)

(رسائل ومناظرے ابوالبرکات، ص ۴۳ تا ۵۶، فیضان مدینہ پبلی کیشنز)

نوٹ: اگرچہ برادمکرم میثم بھائی نے یہ مضمون بھی اپنے رسالہ ''کلمہ حق'' میں دیا ہے لیکن ہم نے اصل کتاب سے اس کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ نے دلائل سے وہابیہ اسمعیلیہ کا منہ بند کر دیا ہے آیئے وہابیہ کو دیا گیا ایک اور جواب بھی دیکھ لیجئے!

''شبِ معراج شریف، شبِ برأت اور شبِ قدر میں مساجد میں چراغاں کرنے کا ثبوت اور اعتراضاتِ وہابیہ کا ردبجواب اشتہار وہابیہ چراغاں کے متعلق''

(از اجمل العلماء سلطان المناظرین حضرت علامہ محمد اجمل سنبھلی)

مساجد میں چراغاں کرنا سنت ہے؛ اہل اسلام میں اختلاف کی بنیاد قائم کرنا۔ جنگ وجدال کا بیج بونا۔ فتنہ وفساد کی نئی نئی راہیں ایجاد کرنا وہابیہ کی ایسی عادت ہے جس پر ان کے باطل مذہب کا دارومدار ہے۔ مسلمانوں کو ان کے بعض افعال کی بنا پر بلا ان کی نیت اور قصد کے دریافت کیے ہوئے محض اپنے زعم سے کافر ومشرک، بدعتی و گنہگار بنا دینا وہابیت کی اصل بنیاد ہے جس پر دین وہابیہ کی ساری تعمیر ہے، دنیائے اسلام ان کے شرکی فتوے سے مشرک، عامۃ المسلمین ان کے مذہبی حکم سے بدعتی و گمراہ، ائمہ ثقات کے اعتقادیات ان کے مذہبی رد سے شرکیات وکفریات قرار پائے، سنن ومستحبات ان کے اصول سے بدعات ومحرمات بن گئے، ظالموں نے امور خیر میں ہزار ہا نقص پیدا کر دیئے، بے دینوں نے مشروعات میں صد ہا احتمالات گڑھ دیئے، پھر اس پر اہل سنت و جماعت وحنفی المذہب ہونے کا دعوی باقی ہے۔

ہر فعل پر قرآن وحدیث کا مطالبہ کرنے والے وہابیہ کے پاس قرآن وحدیث سے چراغاں کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں:

اب بھی مسجد میں ۱۲/ربیع الاول، ۲۷/رجب المرجب، ۲۶/رمضان المبارک، ۱۴/شعبان المعظم، ۱۱/ربیع الاخر کی شبوں میں چراغاں کرنا معمول ہے۔ ان کو وہابیہ نے بدعت وحرام قرار دیا اور اس کی حرمت پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل خاص قائم نہ کر سکے،

باوجود یکہ حرمت کے قائل کو دلیل خاص پیش کرنا ضروری ہے کہ شرعی قاعدہ یہی ہے۔

چنانچہ تفسیر خازن ص ۱۸۴ میں ہے۔ یہ عبارت اسی آیت کی تفسیر میں ہے، جسے اس نے پیش کیا: الاصل فی جمیع الاشیاء الاباحة الا ما حظره الشارع ثبت تحریمه بدلیل منفصل اور جب کوئی بدلیل صریح خاص سے ان کی حرمت ثابت نہ ہوسکی تو یہ خاص راتوں میں چراغاں کرنا مباح ثابت ہوا۔

اب وہابیہ کا اس چراغاں کو محض اپنی رائے سے حرام و بدعت کہنا بقول خود شریعت کا مقابلہ اور دین میں ترمیم و تبدیل نہیں تو اور کیا ہے، بلکہ اصل بدعت یہی ہے کہ کسی شرعی مباح چیز کو محض اپنی عقل سے حرام کر دیا جائے۔ لہٰذا وہابی چراغاں کو حرام کہہ کر موجب بدعت ہوا اور شریعت کا مقابلہ کرنے والا ٹھہرا اور اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑا الزام لگانے والا قرار پایا کہ اللہ و رسول ان خاص راتوں میں چراغاں کے متعلق بدعت و حرمت کی تصریح کرنا بھول گئے اور تیرہ سو برس کے بعد وہابی ملعون نے اس کمی کو پورا کیا، العیاذ باللہ۔

بالجملہ اس چراغاں کی حرمت پر وہابیہ نے قرآن و حدیث سے نہ کوئی صریح دلیل پیش کی، نہ اب پیش کر سکتے ہیں، نہ کبھی آئندہ جرأت کر سکتے ہیں، لیکن عوام کی فریب کاری کے لیے جو اشتہار میں چند بے ربط باتیں ہیں ان کا انکشاف کر دیا جائے اور وہابیہ کے فریب کا راز افشا کر دیا جائے چنانچہ یہ اشتہار وہابی کہتا ہے:

''یہ چراغاں ایک ایسا عام مسئلہ ہے کہ اس میں عوام و خواص سب مبتلا ہیں۔''

تو ظاہر ہے کہ اس عبارت میں خواص علمائے دین و مفتیان شرع مراد ہیں تو گویا چراغاں کرنا اس کے نزدیک بھی علمائے دین و مفتیان شرع کا عمل ہے، پہلے تو بے سوچے سمجھے لکھ گیا، اب جو دیکھا کہ لوگ فعل علماء کو سند بتالیں گے تو بے حواس ہو کر یہ خوبصورت تاویل کی:

''علماء میں سے کسی نے آج تک کسی کمزوری یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس صریح اسراف و ناجائز فعل سے منع نہیں کیا۔''

تو اس نے علماء کو شیطان بنایا کہ حدیث میں ایسوں کو شیطان فرمایا گیا ہے لہٰذا علماء کو تو پایہ اعتبار سے یوں گرایا، اب مسلمان اہل حرمین کے فعل کو حجت جانتے ہیں، چنانچہ فقہ کی معتمد کتاب ہدایہ میں بکثرت اہل حرمین کے عمل کو حجت بنایا گیا، اس کو یہ مدعی حقیقت آنکھ بند کر کے صاف طور پر انکار کرتا ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے لوگوں کا کوئی قول و فعل حجت شرعیہ نہیں۔ لیجئے دعویٰ تو یہ کرتا ہے۔ حجت شرعیہ صرف یہ ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی اور عمل یہ کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب یہ کہتی ہے کہ اہل حرمین کا فعل حجت ہے، آپ کہتے ہیں کہ حجت نہیں تو اس اشتہار وہابی کے نزدیک نہ فعل علماء سند، نہ قول و فعل حرمین حجت، نہ فقہ حنفی کا حکم واجب القبول پھر دعویٰ یہ کہ: ''میں حنفی المذہب اور فقہ کا ماننے والا ہوں۔''

وہابیہ کی جہالت انہیں اسراف کے صحیح معنی بھی معلوم نہیں:

اب آگے دیکھیے قرآن ماننے کا حال۔ آپ چراغاں ثابت کرنے کے لیے قرآن سے یہ آیات پیش کرتے ہیں:

(۱) ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔

(۲) ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔

تو یہ اشتہاری صاحب آیات سے استدلال تو فرمانے لگے لیکن جناب کو اسراف و تبذیر کے معنی تک معلوم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تفسیر معالم میں اسی آیت دوم کے تحت میں ہے: سئل ابن مسعود عن

التبذیر فقال انفاق المال فی غیر حقه۔ (معالم، جلد ۴، صفحہ ۱۲۸) حضرت مجاہد کا اس میں قول منقول ہے:

لو انفق الانسان ماله کله فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا فی باطل کان تبذیرا۔ (جلد ۴ صفحہ ۱۲۸)

تفسیر صاوی میں اسی آیت کے تحت میں ہے:

وردمن فعل السلف الذین خرجوا عن اموالهم فی محبة الله ورسوله وصاروا فقراء۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

تفسیر مدارک میں پہلی آیت کے تحت میں ہے:

"قد انفق بعضهم نفقة فی خیر کثیر فقال صاحبه لا خیر فی السرف فقال لا سرف فی الخیر۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

اور تفسیر خازن میں ہے پہلی آیت کے تحت میں پہلے قاعدۂ شرعی والی عبارت لکھی۔ بالجملہ ان ہر دو آیات کی تفاسیر سے یہ چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) تبذیر و اسراف کے معنی مال کا غیر حق میں خرچ کرنا۔

(۲) حق میں اگر کل مال بھی خرچ کر دیا جائے تو اسراف نہیں۔

(۳) اللہ و رسول کی محبت میں اگر سب مال خرچ کر کے فقیر ہو جائے تو اس میں اسراف نہیں۔

(۴) اُمورِ خیر میں جس قدر زائد خرچ کریں اسراف نہیں۔

(۵) اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے۔

(۶) ناجائز وہ ہے جس کی شارع سے ممانعت وارد ہوا اور اس کی حرمت دلیل صریح خاص مستقل سے ثابت ہو۔

وہابیہ ان باتوں کا جواب دیں:

اب اشتہاری صاحب نے نہ تو اسراف کے معنی بیان کیے، نہ محل صرف کی تعین کی۔ پھر دو الفاظ تو لکھ دیئے۔ ضرورت سے زائد اور زاید از حاجت لیکن ضرورت و حاجت کا کوئی معیار نہیں بتایا۔ ضرورت و حاجت ایک سدرمق کے لیے ایک پیسہ کے چنے چبا لینے اور ستر عورت کے لیے زیر ناف سے گھٹنے تک ٹاٹ لپیٹ لینے اور دھوپ و بارش سے بچنے کے لیے چھپر کے نیچے سکونت کر لینے سے کیا حاجت پوری نہیں ہو جاتی تو پھر انواع و اقسام کے لذیذ و نفیس کھانے اور سوتی و اونی و ریشمی طرح طرح نئی وضع کے لباس اور اینٹ اور پتھر، چونے اور سیمنٹ کے پختہ اور عالیشان متعدد مکان کیا ضرورت و حاجت سے زائد ہیں یا نہیں۔ تو ضرورت و حاجت کا معیار کیا ہے اور اگر ہیں تو ساری دنیائے اسلام کے فرزند کیا آپ کے نزدیک شیاطین کے بھائی ہیں۔ جب صحابۂ کرام و تبع تابعین کے قول و فعل سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نیک کاموں اور اللہ و رسول کی محبت میں کل مال کا خرچ کر دینا بھی اسراف میں داخل نہیں اور یہ اشتہاری صاحب ان سب کو اسراف میں داخل کرتے ہیں تو گویا اس کے نزدیک ان سب حضرات نے اسراف کے معنی کو ہی نہیں سمجھا۔ ظالم نے ان کے فرمان لا اسراف فی الخیر (۱) کا صاف انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور

(۱) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کا ایک ملفوظ مولوی خیر محمد جالندھری دیوبندی صاحب نے نقل کیا ہے جس میں تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ "حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی پر ایک صاحب نے اعتراض کیا "لا خیر فی الاسراف" (فضول خرچی میں خیر نہیں) پر جستہ فرمایا لا اسراف فی الخیر (خیر میں اسراف نہیں)" (خیر الافادات صفحہ ۱۱۶ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی

لاہور)(میثم قادری)

ان جیسے ان صحابہ کرام کو جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں سارا مال خرچ کر دیا اور فقر کو اختیار کیا اور وہ صلحائے امت جنہوں نے نیک کاموں میں کل مال صرف کیا سب کو مسرف اور فضول خرچ قرار دے کر معاذ اللہ شیاطین کا بھائی بنا دیا تو کیا اس کے نزدیک محبت خدا اور رسول اور تعظیم شعائر اللہ اور اظہار شکر و نعمت کی نیت سے تجمل و تلذذ فضول کام ہے۔ یہ شخص کون کون سی حاجت اور ضرورت اور کس کس نفع و فائدہ میں خرچ کرنے کو اسراف نہیں جانتا اور کون کونسی ضرورت و حاجت ہے جس سے زائد کو اسراف کہتا ہے۔ دیوبند سے نجد تک کے تمام اکابر و اصاغر سے مشورہ لے کر اس کا صحیح معیار بتائے۔

چراغاں کرنا مباح الاصل ہے:

اب یہی مسئلہ چراغاں کو لیجئے۔ یہ بھی اسی آیت "لا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین" کی اس تفسیر سے جسے تفسیر خازن نے نقل کیا مباح الاصل ہے کہ چراغاں کی حرمت پر شارع سے کوئی دلیل صریح خاص مستقل وارد نہیں ہوئی تو جب یہ مباح ہوا تو امر خیر ہوا اور جب امر خیر ہوا تو لا سرف فی الخیر کے قاعدہ سے اس کو کون خارج کرے گا اور کس دلیل سے اس کو اسراف قرار دیا جائے گا۔ اگر وہابیہ میں جرأت ہے تو اس کی حرمت پر کوئی دلیل مستقل خاص صریح پیش کرے اور انشاء اللہ ایسی کوئی دلیل وہابی سے تو ممکن نہیں کہ وہ محض اپنی رائے اور گمان فاسد سے اس کو حرام کہتا ہے لہٰذا ان تفاسیر نے یہ ثابت کر دیا کہ ان مبارک شبوں میں بہ نیت تعظیم شعائر اللہ چراغاں کرنا نہ حرام ہے اور نہ اسراف میں داخل۔ تو وہابی اس آیت کی مخالفت کرتا ہے کہ اس نے اس چیز کو حرام کیا جسے اللہ نے حرام نہیں کیا اسی کی ممانعت "لا تسرفوا" میں تھی بلکہ اسی آیت "لا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین" کے بعد یہ آیت ہے: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔ (الآیہ) تفسیر مدارک میں ہے: قل من حرم زینۃ اللہ (من الثیاب و کل ما یتحمل بہ) التی اخرج لعبادہ۔ (صفحہ ۳۹، جلد ۲)

تفسیر جمل میں ہے:

ان جمیع انواع الزینۃ فیدخل فیہ جمیع انواع الملبوس و یدخل فیہ تنظیف البدن من جمیع الوجوہ و ھذا ناظر الی عموم اللفظ لا الی خصوص السبب۔ (ص ۱۳۶ جلد ۴)

تفسیر خازن میں ہے:

ذکر الامام فخر الدین الرازی انہ یتناول جمیع انواع الزینۃ فیدخل تحتہ جمیع انواع الملبوس و الحلی و لولا ان النص ورد تحریم استعمال الذھب و الحریر علی الرجال لدخل فی ھذا العموم۔ (صفحہ ۱۸۵، جلد ۲)

اس آیت اور اس کی تفاسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ سارے لباس اور سب کھانے کی چیزیں اور تمام اقسام زینت جائز اور اس آیت کے عموم میں داخل جب تک اس کی حرمت پر کوئی دلیل مستقل خاص وارد نہ ہو لہٰذا چراغاں کرنا بھی اقسام زینت میں بلاشبہ داخل، تو یہ اس آیت سے جائز۔ اب وہابی اسے ممنوع کہتا ہے تو وہ اس آیت کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی رائے کو دین میں داخل کرتا ہے اور اسی کا نام بدعت ضلالہ ہے لہٰذا وہابی بدعتی گمراہ ہوا اور اپنی پیش کردہ آیت کے مخالف ہو کر اللہ کی حد بندی سے آگے بڑھ گیا کہ مباح کو حرام بتانے لگا تو بہ فرمان آیت ظالم ہوا۔

ایک حدیث سے غلط استدلال اور اس کا رد:

اب باقی رہا اس کا حدیث سعد میں وضو کے اسراف سے استدلال، یہ اس کی جہالت ہے، اگر اس کی شرح بھی دیکھ لیتا تو یہ غلط نتیجہ نہ نکالتا۔

''اشعۃ اللمعات'' میں اسی حدیث کی شرح فرماتے ہیں:

''مراد باسراف دریں حدیث اثم سست یعنی اگرچہ در کنار آب در نہر جاری اسراف و تضیع آب نیست و لیکن در تجاوز از تقدیر شرعی اثمے ہست۔ (صفحہ ۲۲۸، جلد۱)

اسی طرح مسئلہ زکوٰۃ سے استدلال وہ اس کی انتہائی جہل کی دلیل ہے کہ اس میں اسراف علت کراہیت نہیں۔ بالجملہ چراغاں کو مطلقاً اسراف میں داخل کرنا اس کی جہالت ہے۔ پھر برائے فریب کاری یہ لکھتا ہے:

''اب خاص راتوں کی چراغاں کی حرمت حدیث سے سنو۔''

دعویٰ تو اس قدر بلند اور اس میں کوئی ایک ایسی حدیث پیش نہیں کی جس میں بصراحت چراغاں کی حرمت وارد ہو اور جو احادیث اس نے پیش کیں ان سے مراد وہ بدعتی ثابت ہوا کہ اس نے محض اپنی رائے سے دین میں چراغاں کی حرمت کی نئی بات نکالی پھر اس کے آگے اپنی شان استدلال کی اور شان ظاہر کرتا ہے۔

''یہ خاص راتیں، حضور، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام خاصان خدا کے زمانہ میں بھی آئیں مگر ہرگز ہرگز کہیں یہ ثابت نہیں کہ ان میں مساجد میں چراغاں ضرورت سے زائد اور اسراف کے درجہ میں کی گئی ہو۔''

کسی کام کا کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے لیکن نہ کرنا عدم جواز کی دلیل نہیں:

بصورت تسلیم یہ راتیں آئیں اور انہوں نے نہیں کیا لیکن یہ نہ کرنا اس کو حرام جان کر تھا، اس پر کیا دلیل ہے اور نہ کرنے میں دلیل حرمت قرار دینا آپ کی تینوں پیش کردہ حجت شرعیہ میں سے کس چیز سے ثابت ہے؟ اگر سچے ہو تو پیش کرو ورنہ اپنی غلطی کا اقرار کرو، باوجودیکہ قاعدہ یہ ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع۔ (۱۶۶)

وہابیہ کا چراغاں کی اصل کا صحابی سے اقرار:

پھر لطف یہ ہے کہ چراغاں کرنے کی اصل کا خود ہی فعل صحابی سے اقرار ہے کہ حضرت تمیم داری نے روشنی کی اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں تراویح میں روشنی بہ نسبت حضرت تمیم داری کے کچھ زیادہ کی، اگرچہ اس کی تاویل میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر بات نہ بنی۔

وہابیہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بدعتی ہونے کا فتویٰ:

اس لیے کہ ہم آپ کی خاطر سے اگر تسلیم بھی کرلیں کہ حضرت تمیم داری کی روشنی بقدر ضرورت تھی، تو بقول آپ ہی کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ نسبت اس کے کچھ روشنی زیادہ کی۔ لہٰذا آپ کے اعتبار سے یہی تو اسراف ہوا کہ حضرت عمر والی روشنی ضرورت سے زائد اور زائد از حاجت ہی تو ہوئی تو آپ کے حکم سے حضرت عمر نے قرآن کی آیات کی مخالفت کی احادیث کی مخالفت کی، آپ کے قول کے

مطابق وہ مسرف ہوئے ، فضول خرچ ہوئے ، بدعتی و گمراہ ہوئے ، معاذ اللہ شیاطین کے بھائی ہوئے ، پھر آپ کا یہ جرنیلی حکم صرف انہیں پر نہیں لگا بلکہ ان کی اس روشنی کرنے پر نہ اور صحابہ نے اعتراض کیا، نہ تابعین نے انکار کیا، نہ تبع تابعین نے اس کی مخالفت کی، نہ تمام امت نے ان کے اس فعل کو بری نظر سے دیکھا، تو اب صحابہ سے لے کر تیرہ سو برس کی تمام امت بدعتی و گمراہ اور قرآن و حدیث کے مخالف اور برادران شیطان ہوئے۔ العیاذ باللہ۔

مسلمانو! یہ ہے ان چند ملایانِ دیوبند کے اہلسنت و جماعت و حنفی المذہب ہونے کی حقیقت کہ اپنے سوا ساری امت کو گمراہ و بدعتی کہتے ہیں، انہیں مخالفت قرآن و احادیث جانتے ہیں۔

بالجملہ کسی خاص شب میں کسی سرور دینی کی بنا پر مساجد میں روشنی کرنے کی اصل بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، تو یہ فعل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین۔

لہٰذا جب تراویح میں ختم قرآن کی خوشی میں مساجد میں چراغاں کرنا سنت ہے، تو ۱۲؍ربیع الاول کی شب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں اور ۲۷؍رجب کے شب میں فضل معراج کی خوشی میں اور رمضان کی شب میں لیلۃ القدر کی خوشی میں، اور ۱۵؍شعبان کی شب فضل شب برات کی خوشی میں اور ۱۱؍ربیع الاخر کی شب میں گیارہویں کی خوشی میں مساجد میں چراغاں کرنا اسی اصل کے تحت میں داخل ہوا، اور جب اس کی اصل صحابہ سے ثابت ہوئی تو اس کو بدعت کون کہہ سکتا ہے اور ضرورت اور حاجت سے زائد قرار دے کر کون ناجائز و حرام کہہ سکتا ہے اور اگر وہابیہ سچے ہیں تو کسی فقہ کی کتاب میں ان مبارک شبوں میں بہ نیت اظہار فرحت و سرور اور بقصد تعظیم و اجلال چراغاں کرنے کی بدعت و حرام ہونے کی تصریح دکھائیں۔

''حموی'' اور ''ماثبت بالسنة'' سے پیش کردہ عبارات کا جواب:

اب باقی رہیں ''حموی'' اور ''ماثبت بالسنة'' کی عبارتیں جو اشتہاری صاحب نے کیں ہیں ان میں ان چراغاں کی ممانعت نہیں بلکہ شبِ برات کی اس روشنی کی ممانعت ہے جس میں کوئی نیت خیر نہ ہو اور بغرض تفاخر وغیرہ مفاسد کے اس زمانہ میں رائج ہو اور اپنے مکانات اور دیواروں پر اس کی رسم ہو۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق اسی ماثبت بالسنة میں فرماتے ہیں:

ومن البدع الشنیعة ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من ایقاد السراج ووضعھا علی البیوت والجدران وتفاخرھم بذلك واجتماعھم للھو واللعب بالنار واحراق الکبریت۔

تو ایسی روشنی جس میں ایسے مفاسد ہوں اور نیت خیر نہ ہو ضرور ناجائز و حرام ہے۔ اسی طرح مال وصیت یا وقف سے مسجد کی ضروری روشنی سے زائد چراغ جلانے واقعی ممنوع ہیں تو ان سے تراویح کے ختم میں چراغان نہیں کر سکتے تو وہابیہ کی یہ جہالت ہے کہ انہوں نے اس سے یہ غلط نتیجہ اخذ کر لیا کہ تراویح کے ختم میں چراغاں ہی ناجائز ثابت ہوا، بلکہ ان مسائل کی حقیقت یہ ہے کہ وصیت و وقف میں مال دینے والے کی نیت کا لحاظ ضروری ہوتا ہے اور انہوں نے چراغاں کی نیت سے نہیں دیا، لہٰذا ان کا مال اس مصرف میں خرچ نہیں ہوسکتا، مسلمانو! دیکھو کہ وہابیہ نے ہمارے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے یہ عبارتیں پیش کر دی ہیں، ورنہ ان عبارت میں

اس چراغاں کی بحث ہی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب ان مبارک شبوں میں چراغاں کرنے کی ممانعت نہ قرآن کریم سے ثابت، نہ حدیث شریف سے ثابت، نہ فقہ حنفی سے ثابت، تواس کومحض اپنی ناقص رائے سے حرام کہہ دینا دین میں دخل دینا ہے، اسی کا نام بدعت ہے۔لہٰذا وہابی بدعتی گمراہ ہوئے، تو اب اس اشتہار میں جس قدر بدعت اور بدعتی کے متعلق احادیث لکھی ہیں ان سب کا محمل وہابی اور یہ اراکین ''انجمن اصلاح المسلمین'' ہوئے۔

لہٰذا یہ لوگ بہت جلد تائب ہوں ورنہ ان کا روزہ مقبول نہ نماز، نہ کوئی عمل صالح۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں ہدایت کی توفیق دے آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہٗ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل۔

علمائے اہلسنت کے ان مضامین سے جہاں دلائل سے مخصوص راتوں میں چراغاں کرنے کا ثبوت ملتا ہے وہیں وہابیہ اسمٰعیلیہ اور وہابیہ نجدیہ کے شکوک وشبہات کا بھی مکمل طریقہ سے جواب ہوجاتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجدخان اور کچھ نہ کرے ان مضامین میں جو سادات احناف کے حوالے اور ان کے نزدیک معتبر ومستند کتابوں کے حوالے موجود ہیں ان ہی پر ایمان لے آئے اور اپنی اس لایعنی اور فضول گفتگو سے باز آئے۔ ورنہ ان پر بھی وہی فتوے داغے جو بغض اہلسنت میں اہلسنت پر داغتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجدخان لکھتا ہے: سادات حنفیہ کہتے ہیں کہ مقدس وبابرکت راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے ان راتوں میں چراغاں کرنا یہ مال کا ضیاع ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، اسے فائدہ کی چیز سمجھنا گناہ وبدعت ہے۔ان کی پیروی میں یہی نظریہ احناف دیوبند کا بھی ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۷۰ جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجدخان دیوبندی ایسے ہی دعوے پہ دعوی کئے جاتا ہے اور اس کوخود ہی معلوم نہیں ہوتا کہ سادات احناف نے کیا کہا ہے اور کیا فتوی دیا ہے۔

اولاً: توہم ماقبل میں سادات احناف ہی کے حوالے دے چکے، اسی طرح خود وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ کے نزدیک جو معتبر کتابیں ہیں ان کے حوالہ جات بھی بیان ہوچکے ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجدخان کو چاہیے کہ ان حوالوں کی روشنی میں اپنے دعوے کو دیکھ لے۔ یہ سارے فتوی سادات احناف اور وہابیہ کے نزدیک معتبر علماء پر لگ رہے ہیں پہلے ان کو ان سے نکالے ہماری باری تو بعد میں آتی ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی کا معتبر ومستند مولوی جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

اس کے بعد رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا بمجرد رویت ہلال رمضان المبارک کے، خادمان مسجد بیت الحرام نے اس قدر قندیلیں، چراغ اور جھاڑ وفانوس روشن کئے کہ جن کی روشنی افق آسمان تک پہنچ گئی اور بجائے شب تاریک کے روزِ روشن ہوگیا۔

(حیات سید احمد شہید،ص ۱۵۱،نفیس اکیڈمی کراچی)

لیجئے! خود وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ ہی کے معتبر ومستند وہابی سے ثابت ہوگیا کہ مسجد حرام میں رمضان المبارک کی راتوں میں خوب خوب روشنی کی جاتی، قندیلیں بھی لگائی جاتی اور چراغ بھی روشن کئے جاتے اور کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوتی حتی کہ خود احمد رائے بریلی قتیل

بالاکوٹی کو بھی کوئی تکلیف نہ ہوتی اور بقول وہابیہ اسمعیلیہ بدعتوں کا تعاقب کرنے والا اور بدعات کا قلعہ قمع کرنے والا یہ بدعات دیکھ کر خاموش رہا اور کچھ بھی نہ کہا جو وہابی اسمعیلی اصول سے تائید ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی پہلے ان کے گلے سے فتوی نکالے پھر ہم سے بات کرے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی نے جو دعوی کیا خود انہی کے اصولوں سے اسی کے وہابی اس کی زد میں آرہے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی دیوبندی ساجد خان لکھتا ہے: آدمی نے تہائی مال میں سے وصیت کی کہ اسے نیک کاموں میں خرچ کیا جائے تو کیا اس سے یہ جائز ہے کہ مسجد کے چراغ روشن کئے جائیں (یعنی مسجد میں بقدر ضرورت لائٹس وغیرہ کا بندوست اس سے کیا جا سکتا ہے؟) تو فقیہ ابوبکر نے کہا کہ جائز ہے لیکن مسجد کے لائٹس کے علاوہ کوئی اور زائد کام کیا جائے یہ جائز نہیں (جیسا کہ ہمارے ہاں چراغاں وغیرہ کیا جاتا) کیونکہ مال کا اسراف ہے خواہ رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان اس وصیت کی بنا پر مسجد کو مزین نہیں کیا جائے گا (چراغاں وغیرہ بھی تو تزئین ہی کے لیے ہوتا ہے) اسی طرح قنیہ میں ہے کہ لیلۃ القدر کو جوگلیوں کوچوں میں بکثرت چراغاں کیا جاتا ہے یہ سب بدعت ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۷۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی نے ابتداء سے جو قسم کھائی تھی ابھی تک وہ توڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی آباء والی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کو پورا کرنے کی قسم کھائی تھی اور وہ اس وقت بھی اسی پر قائم ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کا کام ہے بس حوالہ نقل کرنا اس کو آگے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس کے حق میں ہے یا اس کے خلاف اور اس کی زد میں کون کون آتا ہے اس کی بھی اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اولاً: اگر مان بھی لیا جائے کہ اس عبارت کا وہی مطلب ہے جو وہابی دیوبندی ساجد خان نے بزعم خود سمجھا ہے تو بھی یہ سادات احناف کے مخالف ہے لہٰذا وہابی ساجد خان جو بھی جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان یہ بتائے کہ وصیت والے مال سے مسجد کا کلر کرنا جائز نہیں ہے۔؟ اگر نہیں تو دلیل لاؤ اور اگر جائز ہے تو یہ بھی تو مسجد کی تزیین ہی ہے یہ کیسے جائز ہوئی جبکہ تمہاری دلیل سے تو یہ بھی ناجائز ہی ثابت ہورہا ہے کیونکہ تم نے خود لکھا ہے کہ: اس وصیت کی بنا پر مسجد کو مزین نہیں کیا جائے گا (چراغاں وغیرہ بھی تو تزئین ہی کے لیے ہوتا ہے) جب چراغاں تزیین ہے تو کلر بھی تو تزیین کے لئے ہوتا ہے۔ جب وہ ناجائز تو وہابی اسمعیلی کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہوگا۔ بس وہابی اسمعیلی اقرار کرے کہ یہ بھی ناجائز ہے یا پھر وجہ فرق بیان کرے۔ ہمارے اور بھی کئی ایک سوالات ہیں وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان جب اس کا جواب دے گا تو اس کی اسی کے گھر سے تواضع کرنے کے بعد وہ سوال بھی کئے جائیں گے۔

قارئین! سادات احناف اور وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ کی معتبر ترین کتابوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اچھی نیت کے ساتھ مساجد کو مزین کرنا جائز ہے۔ اور اسی سے ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کی عیاری مکاری ودھوکہ بازی بھی واضح ہوگئی ہوگی۔

{......مسئلہ نمبر ۱۳......}

تیجہ، دسواں، چالیسواں اور اہلسنت کا موقف

(۱) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کر کے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اموات کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم) **اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔** (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۰۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیر پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا، جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب کا منتظر ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے **اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔** اس میں بھی حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۹۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

سوال: تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور روحیں ان ایام میں آتی ہے یا نہیں؟

جواب: تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے اور مساکین کو دیں، اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچّوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۹۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں، یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی وطعام دونوں کا ثواب پہنچتا ہے، **تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔**

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۴۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ذکر وتلاوت صدقہ امور خیر ہیں اور یہی تیجہ میں ہوتا ہے اور یہی اس کی حقیقت ہے اور اموات کو ثواب پہنچانا اور اس سے ان کا نفع پانا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔۔ تیسرے دن کا تعین محض آسانی کے لئے ہے کہ وہ تعزیت کا سب سے پچھلا دن ہے جس کے بعد مقامی لوگوں کا تعزیت مکروہ ہو جائے گی اس دن سب لوگ تعزیت کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ (فتاوی صدر الافاضل، ص ۲۳۲، شبیر برادرز لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوۃ مراد ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا "یُقِیمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ" یا مطلق انفاق خواہ فرض و واجب ہو جیسے زکٰوۃ، نذر، اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ، خواہ مستحب جیسے صدقاتِ نافلہ، اموات کا ایصالِ ثواب۔ مسئلہ: گیارھویں، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور قرآنِ پاک وکلمہ شریف کا پڑھنا، نیکی کے ساتھ اور نیکی ملا کر اجر وثواب بڑھاتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹ ۱۰۳، پاک کمپنی لاہور)

(۳) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔۔۔ فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہیں کیا بلکہ

حکم دیا ہے جیسا کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔جس کو فقہاء منع کرتے ہیں وہ چیز ہی اور ہے وہ ہے میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق،ص ۱۷۵،۶۷۵،مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۴) بنیادی عقائد و معمولات اہلسنت میں لکھا ہے:

سوال: تیجہ، دسواں، چالیسواں کیا ہیں؟

جواب: فوت شُدہ مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے لئے عموماً قرآن خوانی اور محفلِ ذکر و نعت کا اہتمام کیا جاتا ہے نیز کھانا وغیرہ بھی پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے، اگر اس طرح کا اہتمام فوت ہونے کے دوسرے روز ہو تو اسے دوجہ، تیسرے روز ہو تو تیجہ، دسویں روز ہو تو دسواں، چالیسویں روز ہو تو چالیسواں یا چہلم اور سال کے بعد ہو تو برسی کہتے ہیں ایک دو دن آگے پیچھے بھی ہو جائیں تو دسواں بیسواں یا چالیسواں ہی کہلاتا ہے۔(بنیادی عقائد و معمولات اہلسنت،ص ۹۷،مکتبہ المدینہ کراچی)

ان تمام حوالہ جات سے اہلسنت کا موقف روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ اہلسنت میت کے ایصال ثواب کے لئے جمع ہو کر قرآن خوانی، ذکر و اذکار، درود پاک اور نیک کام کر کے جو دعا کرتے ہیں اس کو تیجہ، دسواں بیسواں، چالیسواں وغیرہ کہتے ہیں باقی میت کی دعوت جس میں محض کھانا وغیرہ ہو اور جس طرح خوشیوں کے موقع پر ہوتا اس طرح کا ہو تو وہ ہمارے نزدیک درست نہیں ہے اور فقہاء بھی اسی سے منع کرتے ہیں نہ کہ ایصال ثواب سے۔اور ہم ایصال ثواب کے قائل ہیں نہ کہ اس کے جس سے سادات احناف نے منع کیا ہے۔

تیجہ، دسواں، چالیسواں اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

(۱) أبوالحسن برہان الدین علی بن أبی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی،(المتوفی ۵۹۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

الأصل فی هذا الباب أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوما أو صدقة أو غیرها عند أهل السنة والجماعة۔

اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لئے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ، خیرات ہو یا کچھ اور اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ (الهدایة فی شرح بدایة المبتدی،جلد ۱،ص ۱۷۸،دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) بدرالدین أبو محمد محمود بن أحمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ صَلَّى أَوْ صَامَ أَوْ تَصَدَّقَ فَجَعَلَ ثَوَابَ ذَلِكَ لِغَيْرِهِ جَازَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

اور جان لے بے شک جس نے نماز پڑھی یا روزہ رکھا یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب کسی دوسرے کے لئے بنانا چاہے تو اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے۔ (البنایة شرح الهدایة،جلد ۳،۱۴۲،دار الکتب العلمیة بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

یعنی سواء کان جعل ثواب عمله لغیره صلاة۔م :(أو صوما أو صدقة أو غیرها) ش: کالحج وقراءة القرآن والأذکار، وزیارة قبور الأنبیاء والشهداء والأولیاء والصالحین، وتکفین الموتی، وجمیع أنواع البر والعبادة، مالیة کالزکاة والصدقة والعشور والکفارات ونحوها، أو بدنیة کالصوم والصلاة والاعتکاف وقراءة القرآن والذکر والدعاء، أو مرکبة منهما کالحج والجهاد.

یعنی برابر ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لئے کر دے نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور۔ جیسا کہ حج، قرآن کی تلاوت، ذکرواذکار، انبیاء شہداء اولیاء وصالحین کے مزارات کی زیارت، تکفین میت اور تمام عبادت اور نیکی کے کاموں کا ثواب۔ عبادت مالیہ ہوں جیسے زکاۃ صدقہ عشر اور کفارات وغیرہ۔ یا عبادات بدنیہ ہوں جیسے روزہ نماز اعتکاف قرأۃ قرآن ذکر و دعا یا ان دونوں کا مجموعہ جیسے حج و جہاد وغیرہ۔ ان سب عبادات کا ثواب دوسرے کو ایصال کر سکتے ہیں۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد ۴، ص ۴۲۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) علامہ ابن نجیم المصری الحنفی (المتوفی ۹۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ قِرَاءَةَ قُرْآنٍ أَوْ ذِكْرًا أَوْ طَوَافًا أَوْ حَجًّا أَوْ عُمْرَةً أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ عِنْدَ أَصْحَابِنَا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

اور اصل اس میں یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لئے کر دے نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا صدقہ، قراءۃ قرآن ہو یا ذکر واذکار یا اس کے علاوہ کوئی اور نیکی کے کام کا ثواب اور یہ ہمارے علماء کے نزدیک قرآن وحدیث کی وجہ سے جائز ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۳، ص ۱۰۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری الحنفی (المتوفی ۱۰۶۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فللإنسان أن يجعل ثواب عمله بغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه۔۔

عقیدۂ اہل سنت کے مطابق انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لیے کر دے نماز، روزہ، حج، صدقہ، قراءۃ قرآن، ذکر واذکار یا اس کے علاوہ کوئی اور نیکی کے کام کا ثواب اور یہ میت کو پہنچتا ہے اور میت کو نفع دیتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۶۲۱، قدیمی کتب خانہ)

(۵) علامہ ابن عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

صَرَّحَ عُلَمَاؤُنَا فِي بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ بِأَنَّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا كَذَا فِي الْهِدَايَةِ، بَلْ فِي زَكَاةِ التَّتَارْخَانِيَّة عَنِ الْمُحِيطِ: الْأَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا أَنْ يَنْوِيَ لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِأَنَّهَا تَصِلُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ اھ هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.

باب الحج عن الغیر میں ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لئے کر دے نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور نیکی اسی طرح ہدایہ میں ہے بلکہ تاتارخانیہ کی کتاب الزکاۃ میں محیط سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ جمیع مومنین اور مومنات کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے کیونکہ یہ سب کو پہنچتا ہے اور اس کے اجر میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳، ص ۱۸۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۶) فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی (المتوفی ۷۴۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ) الْأَصْلُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ عِنْدَ أَهْلِ

السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صَلَاةً كَانَ أَوْ صَوْمًا أَوْ حَجًّا أَوْ صَدَقَةً أَوْ قِرَاءَةَ قُرْآنٍ أَوِ الْأَذْكَارَ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ جَمِيعِ أَنْوَاعِ الْبِرِّ، وَيَصِلُ ذَلِكَ إِلَى الْمَيِّتِ وَيَنْفَعُهُ۔

اس باب میں اصل یہ ہے کہ عقیدہ اہل سنت کے مطابق انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لئے کر دے نماز، روزہ، حج، صدقہ، قراءۃ قرآن، ذکرواذکار یا اس کے علاوہ کوئی اور نیکی کے کام کا ثواب اور یہ میت کو پہنچتا ہے اور میت کو نفع دیتا ہے۔(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۴۱۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان تمام حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق ایک شخص اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے، اس میں کسی دن کی قید نہیں ہے بلکہ جس دن بھی ایصال ثواب کرے جائز ہے۔ پہلا دن ہو یا دوسرا دن تیسرا دن ہو یا دسویں دن بیسواں دن ہو یا چالیسواں دن یا اس کے علاوہ کوئی اور دن، یعنی جس دن میں بھی ایصال ثواب کرے جائز ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے، لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ کذابیہ غرابیہ کو سادات احناف کی یہ بات ہضم نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ جی دوسرے دن ایصال ثواب نہ کرے، تیسرے دن نہ کرے یا چالیسویں دن نہ کرے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جی ان دنوں میں ایصال ثواب کیوں نہ کرے، کیا دلیل ہے؟ تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کی طرف سے جواب ملتا کہ جی کوئی دلیل نہیں (باقی جو دلیلیں وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان نے بزعم خود بیان کی ہیں ان کا جواب آگے آرہا ہے کہ ان دلیلوں کا تعلق اہل سنت کی دوسرے دن، تیسرے دن یا اس کے علاوہ کسی اور دن ایصال ثواب کی محافل کے ساتھ کچھ بھی نہیں اور خود سادات احناف نے ہی ان عبارات کا جواب دیا ہے اور اس سے بھی زیادہ کی اجازت دی ہے) بس ان دنوں میں ایصال ثواب کی محفل جائز نہیں ہم نے جو کہہ دیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ تیری کیا تیرے وہابی آباء کی بھی کوئی اوقات نہیں تھی ہم تیرے آباء کی نہیں مانتے تو تیری کیسے مان لیں، بحمد للہ اہل سنت کل بھی سادات احناف کی پیروی کرتے تھے اور آج بھی انہی کی پیروی کرتے ہیں اور کل بھی انہی کی پیروی کریں گے لہٰذا اپنی یہ من گھڑت اور لایعنی بکواسات اپنے وہابیہ اسمٰعیلیہ کی قبروں میں دفن کرو ہمارے سامنے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جب سادات احناف نے ایصال ثواب کو جائز قرار دیا ہے تو کیا دوسرا دن، تیسرا، دسواں، بیسواں یا چالیسواں دن ان میں نہیں ہے۔ جب ہے تو پھر اپنے ان ڈھکوسلوں کو اپنے پاس رکھو اور سادات احناف کے ذمہ لگا کر عوام کو دھوکہ مت دو اور اس مقام پر بھی وہی اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین وہابی والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام مت لو۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ جی سادات احناف نے تو مطلق کہا ہے تم اس کو مقید کرتے ہو اور اس سے استدلال کر کے دوسرے دن یا تیسرے دن یا دسواں دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب ثابت کرتے ہو۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اس اعتراض کا جواب خود دینے کے بجائے اس کو اسی کے گھر کی سیر کرواتا ہوں اور اس کو بتاتا بلکہ دکھاتا ہوں کہ اس کے اپنے آباء نے یہ کیا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف سے خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ اور عموم سے استدلال

(۱) وہابی اسمٰعیلی تبلیغی زکریا کا خلیفہ مختار الدین اپنی کتاب میں یہ ہیڈنگ ''جب کوئی چیز مطلقاً ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت وغیرہ کو ناجائز یا بدعت کہنے والا برہان و دلیل پیش کرے گا'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

آج کل ذکر کی مروجہ صورتوں کے بارے میں عجیب بات یہ کہی جاتی ہے کہ فلاں صورت کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے مجالس ذکر ثابت نہیں وغیرہ۔ لیکن جب ذکر بالجہر ثابت ہو چکا ہے پھر بھی اس کے بعد بلا کسی خاص وجہ کے یہ اعتراض اٹھانا کہ جہر تو جائز ہے مگر

فلاں ہیئت وصورت کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے یقیناً حماقت وسخافت کی دلیل ہے اور اس کے بعد یہ مطالبہ کرنا کہ یہی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے کیونکہ جب جہر بھی ثابت ہے اور مجلس ذکر کی فضلیت بھی ثابت ہے تو پھر اس کے بعد کو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں صورت مجلس ذکر کی جائز نہیں دلیل وبرھان پیش کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۲۰۷، دارالایمان راولپنڈی)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی احمدی استاذ تقی عثمانی کی مصدقہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی تبلیغی زکریا کے خلیفہ مختار الدین کا یہ پورا اقتباس وہابیت اسمٰعیلیت کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی مکروہ شکل بھی اسی میں دیکھ لے اور اس وہابی اسمٰعیلی اور اپنے استاذ کی تصدیق کی تصدیق کرتے ہوئے اپنی حماقت اور سخافت پر جشن منائے، اور اپنے منہ پر ضد وہٹ دھرمی کی پٹی لگائے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے اسی اقتباس کی صورت میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ایصال ثواب کی فضلیت ثابت ہو چکی بلکہ یہ تو مسلم ہے تو دوسرے دن، تیسرے دن، دسویں یا چالیسویں ایصال ثواب کے ناجائز ہونے کی دلیل وبرھان وہ بھی قابل سماعت پیش کرو ورنہ اسی اقتباس میں ڈوب مرو۔ مجھے معلوم ہے کہ وہابی اسمٰعیلی اپنے آپ کو بچانے کے لئے الٹے الٹے ہاتھ مارے گا لیکن جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے اس کی ذلت کا مکمل سامان تیار کیا ہوا ہے، مزید دیکھیے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پکا بدعتی وہابی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی مختار الدین مزید لکھتا ہے:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جس چیز کا جواز واستحباب یا حلال ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت یا کسی فرد و جزو کو بغیر کسی مضبوط دلیل وبرھان کے ناجائز یا حرام یا بدعت کہنا خود قرآن اور شریعت مطہرہ کی رو سے ناجائز اور ایک اعتقادی بدعت ہے۔

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۰۵، دارالایمان راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ کی مصدقہ کتاب نے ہی اس کو الٹا لٹکا دیا اور جو جاہل بلکہ اجہل آدمی دن رات ہمیں بدعتی ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے خود اسی کے وہابی اسمٰعیلی اکابرین نے اس کے بدعتی ہونے پر مہر ثبت کر دی، وہابی تبلیغی زکریا کا خلیفہ کہتا ہے کہ ''جو چیز جائز ہو اس کی کسی بھی صورت یا فرد کو بغیر مضبوط دلیل کے ناجائز یا بدعت کہنا قرآن وشریعت کے فتوی سے اعتقادی بدعت ہے'' میں چیلنج سے کہتا ہوں اور پوری وہابیت اسمٰعیلیت کو کہتا ہوں کہ تیجہ، دسواں، چالیسواں یا برسی وغیرہ بھی مطلق ایصال ثواب کی صورت وفرد ہے اور مطلق ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اس کے ناجائز وبدعت ہونے پر کوئی اسی جیسی مضبوط دلیل لے کر آؤ اور اگر نہ لا سکے اور یقیناً نہیں لا سکو گے تو پھر اپنے بدعتی ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا۔ میں یہ بات پہلے سے ہی عرض کر دیتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی مضبوط دلیل لے کر آئے گا میں اللہ کے فضل وکرم اور اس کے پیارے حبیب کی نگاہ کرم سے اسی دلیل سے اس کے وہابی آباء کو ہی بدعتی ثابت کروں گا۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی رشید گنگوہی لکھتا ہے:

مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں۔

(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ۱۵۲، ۱۲۶، زمزم پبلشرز)

لو جی ! وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی جو خود کہتا تھا کہ اللہ میری زبان سے حق کے سوا نہیں نکلوائے گا اس نے ہی وہی بات بیان کر دی جو ہم اہلسنت و جماعت حنفی وہابیہ اسمٰعیلیہ کو سمجھاتے آئے ہیں وہابی اسمٰعیلی کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مطلق کا جو بھی فرد ہے اس کو کرنا جائز ہے۔اب میں وہابیہ اسمٰعیلیہ سے پوچھتا ہوں کہ تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب قرآن پاک و احادیث کا فرد ہے یا نہیں، اگر ہے اور یقینا ہے تو پھر یہ بھی مامور ہے، اس پر بھی عمل کرنا جائز ہے، اس کو بھی کرنا درست ہے۔ یہ کیا جب اپنی باری آئی تو جائز اور اگر کوئی اور کرے تو سب ناجائز کیوں؟ جب ان دنوں ایصال ثواب خود وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے گھر کے اصولوں سے ثابت ہے تو یہ ساری بکواسات کیوں؟ اور اس فتوے بازی کا کیا مقصد ہے؟ یا یہ سب چالیں ہیں بھولے بھالے لوگوں کو پھنسانے کی؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی کی بات مانے کیونکہ اسی کی اتباع پر اس کی نجات موقوف ہے اور اس طرح کی لن ترانیاں چھوڑ دے اور ان اوچھے ہتھکنڈوں سے باز آئے اور اپنے ہی گھر کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائے ورنہ دوسروں کو کہتے ہوئے کچھ شرم کرے ہمیں معلوم ہے کہ شرم نام کی کوئی چیز جب وہابی اکابرین میں نہیں تھی تو ان چھوٹوں میں کہاں سے آئے گی۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی عبدالمعبود لکھتا ہے:

کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی بالتعیین وارد ہوا ہو بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں۔اگر عمومات سے حکم ثابت نہ ہو سکے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو سکے گا۔مثلاً مدارس کا قائم کرنا تعلیم دین کے لئے مستحب ہے۔حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے۔ریل میں سفر کرنا جائز ہے۔حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے علی ھذا پس بعد عیدین کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا گو صراحۃ احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر بعض احادیث سے ہر نماز کے بعد دعا کا مستحب ہونا ثابت ہے۔۔۔(فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا، ص ۱۲۱، مکتبۃ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی عبدالمعبود نے وہابیت اسمٰعیلیت کا جنازہ وہ بھی بھرے بازار میں نکال دیا اور اس کے وہ تمام صغرے کبرے پیچ سمندر میں غرق کر دیئے ہیں جن کے ذریعے وہابیت کے بابے اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔اس وہابی اسمٰعیلی نے وہابیت کے منہ پر وہ طمانچے مارے ہیں کہ اب بیچاری منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہی، وہابیت اسمٰعیلیت آج تک ہم اہلسنت سے خاص دلیل کا مطالبہ کرتی رہی ہے (مثلاً میلاد شریف، گیارہویں شریف اسی طرح ایصال ثواب کے دیگر طریقوں کے لئے دلیل خاص کا مطالبہ) اور جب اپنی باری آئی اور وہابیوں کے بابے بدعت کے مرتکب ہو کر بدعتی بنے تو وہابیت کو یاد آیا کہ عمومات سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں، اتنا کچھ لکھنے اور ماننے کے باوجود وہابیت اسمٰعیلیت کی یہ گندی عادت ہے کہ یہ اپنے بابوں کو بچانے لئے اصول بناتی ہے اور اگر کوئی اور وہی اصول دس بار بھی بیان کر چکا ہو پر وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔بحمد للہ علماء اہلسنت آج تک وہابیت کو یہی بات سمجھاتے آئے ہیں پر اس کی عقل میں کچھ گھستا ہی نہیں، لیکن جب اپنے وہابی اکابرین کی باری آئی تو اب وہی یاد آیا جو علمائے اہلسنت نے کہا تھا۔ جب بقول وہابی عبدالمعبود عمومات سے احکام ثابت ہوتے ہیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ دوسرے، تیسرے، دسویں، بیسویں، چالیسویں اور برسی پر ایصال ثواب کرنا انہی عمومات سے ثابت ہے جن کا وہابی اسمٰعیلی عبدالمعبود اقرار کر رہا ہے اور یہاں تک کہہ رہا ہے کہ اگر اس کو نہ مانیں تو بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو گا اور سب سے مزے کی بات یہ کہ مثالوں کے لئے بھی وہابی اسمٰعیلی کو اہلسنت کی دہلیز پر جھکنا پڑا اور وہی مثالیں اس نے بیان کی جو علمائے اہلسنت بیان کرتے رہے ہیں اور وہابی اسمٰعیلی اپنے آبائی کرتوتوں سے عیاری اور مکاری کرتے رہے ہیں۔اللہ کریم نے آج ان کو اسی مقام پر لا کھڑا کیا ہے جس سے

یہ بھاگتے تھے اور جس پر یہ فتوے ٹھوکتے تھے۔اب وہابی اسمٰعیلی یا تو اپنے فتوؤں سے رجوع کریں گے یا اپنے اس وہابی کی عزت پیچ چورا ہے اتاریں گے جس نے اپنے تمام وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی عزت بیچ بازار نیلام کی ہے۔وہابی اسمٰعیلی جو بھی کریں ان کے اس وہابی کے اصول سے ہمارا مدعا ثابت ہوجائے گا کہ جب عمومات سے ایصال ثواب ثابت ہے تو کسی خاص صورت کے لئے الگ سے دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خاص صورت بھی اسی عموم سے ثابت ہوجائے گی وللہ الحمد۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق اسی کے وہابیوں کے بنائے ہوئے اصول سے ہوگیا ہے وہابی اسمٰعیلی دوسروں کو کہنے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرکے دکھائے پھر ہم سے بات کرے۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا، گو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اسلئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔(بہشتی زیور، حصہ یاز دہم،ص ۸۰۰، دار الاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے اپنی اس چھوٹی سی عبارت میں سارے وہابی دھرم کا بیڑا غرق کردیا ہے اور اس کے اس دعوے ''دعوی خاص تو دلیل بھی خاص'' کو بیچ سمندر بھنور میں چھوڑ دیا ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم سے کچھ بھی مطالبہ کرنے کے بجائے اور بے شرموں کی طرح اہل سنت سے سوال کرنے کے بجائے کہ جی مطلق سے مقید کیسے ثابت ہوگیا؟ جی مطلق ایصال ثواب سے دوسرے تیسرے دسویں چالیسویں دن کا ایصال ثواب کیسے ثابت ہوگیا؟ اپنے ہی تھانوی کی قبر پر مراقبہ کرے اور اس سے پوچھے کہ جب نماز عید کے بعد دعا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ تابعین تبع تابعین سے منقول نہیں تو یہ جائز کیسے ہوگئی؟ اور اس کے یہ کہنے ''چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اسلئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا'' کی وجہ سے کوئی سنی حنفی بریلوی یہ کہے کہ چونکہ ایصال ثواب کرنا مسنون ہے اس لئے دوسرے، تیسرے، دسویں دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب بھی جائز ہوگا'' تو اس سے وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ کو تکلیف کیوں ہوتی ہے۔یہ تو ان کے اپنے باپ کے بنائے ہوئے اصول کے مطابق استدلال ہے۔وہابی اسمٰعیلی اگر اس استدلال کو غلط کہتا ہے تو اس کے اپنے باپ کا استدلال بھی غلط ہوتا ہے اور اگر اس استدلال کو مانتا ہے تو اس کا دعوی خود اسی کے ہاتھوں غرق ہوتا ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ کم ازکم پانچ سادات احناف سے اپنے باپ کے استدلال کو ثابت کرے اور سنی کے استدلال کو باطل کرے اور وجہ فرق بیان کرے کہ ہر نماز کے بعد دعا سے خاص نماز کے بعد دعا کو مسنون کہنا جائز اور مطلق ایصال ثواب کے مسنون ہونے سے دوسرے، تیسرے دسویں اور چالیسویں دن کے ایصال ثواب کو جائز کہنا ناجائز کیوں۔؟

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا مزید ہے:

پس بعد ثبوت مشروعیتِ جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر ہو ہر طور سے جائز ہے۔(ذکر اللہ کے فضائل و مسائل،ص ۳۰۵، دار الایمان راولپنڈی)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے بھی وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کردیا ہے ہم بھی اسی کی زبان میں کہتے ہیں کہ بعد ثبوت مشروعیتِ ایصال ثواب کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر ہو پہلے دن ہو یا تیسرے دن، دسوایں دن ہو یا چالیسویں دن ہو یا بعد میں ہر طور

سے جائز ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ہمیں کو سنے کے بجائے اپنے گھر کی خبر لے اور ان کو سمجھائے۔

اشرفعلی تھانوی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جاوے جیسے مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات تو سن لیتے ہیں تو اچھا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔ (انفاس عیسی، حصہ اول، ص ۴۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اولاً: تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سادات احناف سے یہ ثابت کرے کہ کالج وغیرہ میں میلا د واجب ہے۔

ثانیاً: اگر یہی دلیل ہم بیان کریں تو قابل قبول کیوں نہیں کہ ویسے تو کوئی میت کو ایصال ثواب کرے یا نہ کرے معلوم نہیں لیکن جب دوسرے دن یا تیسرے دن یا چالیسویں دن یا کسی بھی دن جمع ہوں گے تو ایصال ثواب کریں گے قرآن کی تلاوت کریں گے ذکر و اذکار کریں گے اور درود پاک پڑھیں گے جس سے میت کو فائدہ ہی فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ لہٰذا یہ جائز ہے۔ اب یہاں دیکھیے گا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کیسے کیسے رنگ بدلتے اور آنکھیں دکھاتے ہوئے نظر آئیں گے کیونکہ یہ بات وہابی اسمٰعیلی نے نہیں کی بلکہ سادات احناف کی حقیقی پیروی کرنے والی سنی حنفی نے کی ہے۔ لہٰذا سب کچھ رد اور اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کیوں؟ چلیں ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ اپنے باپ تھانوی کے ان اصولوں کو سادات احناف سے صراحۃً ثابت کرے ورنہ اس کا ٹھکانہ اپنے ہی اصولوں سے وہیں بنائے جہاں اس نے اپنے دیگر وہابیوں کو پہنچایا ہے۔ آپ یقین کریں کہ وہابی کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا جس سے وہ اپنے وہابی تھانوی کو بچا پائے لیکن ایک بار پھر اپنے اکابرین کی طرح وہی لایعنی تاویلات لے کر آئے گا جی یہ اس سے ثابت ہوتا ہے اور جی یہ اس سے ثابت ہوتا ہے یعنی اپنے باپ کو بچانے کے لئے وہی عمومی دلائل جو خود وہابیہ اسمعیلیہ قبول ہی نہیں کرتے۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی عزیز الرحمن لکھتا ہے:

ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور دیگر حضراتِ اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس سابق مدرسہ ہذا اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ **بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے** اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ **لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے** اور مولانا عبد الحئی صاحبؒ کا فتوے بندہ نے بھی دیکھا تھا کہ **محض اس وجہ سے کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا کا ذکر نہیں ہے**، دعا کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوتا اور دیگر احادیث سے سب نمازوں کے بعد دعا ہونا ثابت ہے بس اس کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کلیۃ استحباب، دعا بعد صلوت کے ثابت ہو گیا **تو اب یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو۔** (فتاوی دار العلوم دیوبند، جلد ۵، ص ۱۹۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

واہ رے وہابی واہ! جب اپنے وہابی اکابرین کی نیّا دوسروں کے لئے بنائے ہوئے اصولوں سے بدعت میں غرق ہوئی تو بہت کچھ جائز بھی ہو گیا اور بہت سارے اصول بھی یاد آ گئے کیوں؟ وہابی اسمٰعیلی عزیز الرحمن نے بھی اپنے وہابی اکابرین کو بچانے کے لئے وہابی دھرم کا قتل عام کر کے اس کو بیچ چوراہے پر لٹکا دیا۔ وہابیہ اسمعیلیہ نے دوسروں کے لئے تو یہ اصول وضع کیا تھا کہ خاص کام کے لئے دلیل بھی خاص لیکن جب اس کے اپنے ہی وہابی اکابرین اس کی زد میں آئے اور کسی نے یہ کہا کہ جناب عیدین کے بعد دعا وہابی تھانوی کے

نزدیک ثابت نہیں تو آپ کے وہ سارے وہابی اکابرین جو یہ دعا مانگا کرتے تھے وہابی اصول سے بدعتی ہوئے، تو بجائے یہ کہ وہابیت اسمعیلیت اپنے اصول پر عمل کرتی اور ان کے بدعتی ہونے کا اقرار کرتی، اس نے اصول ہی تبدیل کر دیا کہ ''مطلق نمازوں کے بعد دعا ثابت ہے تو اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے'' اب اگر وہابیہ اسمعیلیہ کے اسی اصول کو لے کر کوئی سنی یہ کہے کہ ''مطلق ایصال ثواب جائز ہے تو دوسرے، تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن ایصال ثواب بھی تو اسی میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز ہے'' تو وہابیہ اسمعیلیہ کی غیرت وہابیت اسمعیلیت میں غرق کیوں ہوتی ہے اور بدعت اور صرف بدعت کے فتوے کیوں اگلنے لگتی ہے اور اس وقت یہ اصول کیوں بھول جاتی ہے اسی طرح اگر کوئی سنی یہ کہے کہ ''نمازوں کے بعد دعا ثابت ہے اور نماز جنازہ بھی ایک نماز ہے تو وہ بھی اس میں داخل ہے اس کے بعد دعا مانگنا جائز ہے'' تو اس استدلال سے ساری وہابیت اسمعیلیت لال پیلی کیوں ہو جاتی ہے اور خاص خاص کا مطالبہ کیوں کرتی ہے اور اس عمومی استدلال (جو کہ خود اسی کا اپنا مانا ہوا ہے) کو کیوں نہیں مانتی؟ وہابیت اسمعیلیت کی غیرت کا جنازہ تو اس کے وہابی مفتی نے یہاں تک نکال دیا لیکن ابھی تو اور بھی بہت کچھ باقی ہے جو وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی مقام تک پہنچانے کے لئے کافی وافی اور دوائے شافی ہے۔

وہابی اسمعیلی عزیز الرحمن اپنے وہابیوں کو بچاتے ہوئے اور وہابی دھرم کا مزید بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے''

لو جی! وہابی دھرم میں عیدین کی دعا سرکار دوعالم ﷺ سے ثابت نہ ہونے اسی طرح صحابہ، تابعین و تبع تابعین سے ثابت نہ ہونے کے باوجود بھی مستحب ہوگئی کیوں؟ اگر اس مقام پر کوئی سنی حنفی بریلوی یہ کہہ دے کہ اگرچہ خاص دوسرے، تیسرے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں دن ایصال ثواب سرکار دوعالم ﷺ صحابہ، تابعین و تبع تابعین سے ثابت نہیں پھر بھی ہمارے نزدیک مستحب ہے تو دیکھیے گا کہ وہابیت اسمعیلیت کی چیخیں کہاں تک جاتی ہیں اور وہابیت کی چیخوں کی آوازیں کہاں کہاں سے نکلتی ہیں اور وہابیت اسمعیلیت کیا کیا فتوے لگاتی ہے لیکن جب اس کا وہابی مفتی یہی بات کہہ رہا ہے تو کوئی چیخ نہیں، کوئی آواز نہیں سب طرف خاموشی ہی خاموشی ہے ابھی سنی حنفی کی آواز آئی تو وہابیت کی ساری توپیں کھڑی ہوگئیں اور فتوے ہی فتوے جاری کیوں؟؟

مزید وہابی کا یہ اصول بھی توجہ سے دیکھ لیجئے لکھتا ہے:

احادیث سے سب نمازوں کے بعد دعا ہونا ثابت ہے بس اس کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا **کیونکہ جب کلیۃ استحباب، دعا بعد صلوت کے ثابت ہو گیا تو اب یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو۔۔**

وہابی دھرم کے مفتی کی خط کشیدہ عبارت کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیے جس میں اس نے ایک بار پھر وہابی دھرم کو مات دے کر دفن کر دیا اور اس بات کا صاف اقرار کر لیا کہ اگر کسی چیز کا استحباب کلیۃ ثابت ہو جائے تو اس کی ہر ہر جزئی میں تصریح کا ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا ہم بھی وہابی ملا کے اس اصول کے مطابق یہی کہتے ہیں کہ جب ایصال ثواب کا استحباب کلیۃ ثابت ہو گیا تو دوسرے، تیسرے، چالیسویں دن کی تصریح ضروری نہیں اور ان کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔ وہابی اسمعیلی مفتی نے ساجد خان کے گلے میں ایسی ہڈی اٹکائی ہے کہ نہ یہ نگل سکتا ہے اور نہ ہی اگل سکتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے گا اپنے ہی دھرم کا رد کرے گا یا پھر وہی اپنے وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی جس سے ان کا دھرم چلتا ہے۔

(۶) وہابی اسمعیلی کذاب زمانہ خالد محمود مانچسٹروی اپنے وہابی شفیع کے حوالے سے لکھتا ہے:

احادیث قولیہ میں نبی کریم ﷺ سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نماز عید بھی داخل ہے، دعا مانگنے کی فضلیت اور ثواب منقول ہے، اگرچہ احادیث فعلیہ میں عمل کی تصریح نہیں، مگر نفی بھی منقول نہیں۔اس لئے احادیثِ قولیہ پر عمل کرنا اور ہر نماز کے بعد اور عیدین کے بعد دعا مانگنا جائز و مستحب ہوگا۔(عبقات، جلد۱،ص ۱۱۳، دارالمعارف لاہور)

وہابی دھرم کے ایک اور وہابی مفتی نے وہابیت اسمعیلیت کی خاص خاص کی کہانی کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور اس بات کا کھل کر اعلان کر دیا ہے کہ عموم سے استدلال جائز ہے اور اس نے عموم سے استدلال کر کے وہابیت اسمعیلیت کے بابوں کو تو بچا لیا لیکن وہابی دھرم کی عزت کو بیچ سمندر غرق کر دیا۔ہم سے دلیل خاص کا مطالبہ کرنے والے یہاں کچھ شرم کریں اور کچھ لب کشائی کریں لیکن یہاں ان کو سانپ سونگھ جائے گا بلکہ ابھی حمل والا ابھی مر جائے گا پر کوئی بھی وہابی مائی کا لعل بولے گا نہیں، کسی کی کوئی آواز نہیں آئے گی کہ خاص کام کے لئے خاص دلیل چاہیے ہوتی ہے پر جیسے ہی سنی حنفی بریلوی نے کہا کہ سرکار دوعالم ﷺ سے ایصال ثواب کرنا مروی ہے لہٰذا دوسرے، تیسرے، بیسویں یا چالیسویں دن ایصال ثواب کرنے میں کوئی حرج نہیں تو وہابیت اسمعیلیت میں ایک بھونچال آ جائے گا اور وہابی اسمعیلی فیکٹری سے بدعت بدعت اور صرف بدعت کے فتوے ہی نکلیں گے مگر اپنے بابوں کو بچانے کے لئے یہی دلیل کافی کہ "ہر نماز کے بعد جس میں عید بھی داخل ہے دعا مانگنے کی فضیلت ہے احادیث فعلیہ میں اگرچہ نہیں مگر نفی بھی نہیں لہٰذا جائز بلکہ مستحب ہے" واہ وہابیت واہ! شاباش شاباش! کیا ہر کسی کو اپنے وہابی اکابرین کی طرح اندھا اور بہرا سمجھا ہوا ہے کہ نہ کچھ دیکھیں گے اور نہ ہی کچھ سنیں گے، بحمدللہ دیکھنے والے اور سننے والے موجود ہیں اور وہابیت اسمعیلیت کو ننگا کر کے چوراہے پر لٹکانے والے بھی موجود ہیں۔ وہابیت نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ وہ جس طرح کی بھی عیاری، مکاری اور اپنے وہابی اکابرین والی دھوکہ بازی کریں گے لوگ اس کو مان لیں گے، یہ وہابیہ اسمعیلیہ کی خام خیالی یا خوش فہمی ہے۔میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے کیا عموم سے استدلال کر کے خاص ثابت کیا جا سکتا ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو تمہارا دعوی غرق اور اگر جواب نفی میں ہے تو تیرے ہی بابے بدعتی ہوئے، اب کسی اور کو کہنے یا کسی اور کے بارے میں ثالث بنانے کے بجائے ان کا ثالث انہی کے اصولوں کو بنا پھر دیکھ کوئی بھی نہیں بچے گا ہر ایک وہابیت کے اصولوں سے ہی جہنم میں جائے گا۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں کوئی عیاری کرے میں ویسے پہلے اسی کے تھانوی سے بیان کر چکا ہوں جس نے اس کی ساری عیاریاں گٹر میں ڈال دیں لیکن یہاں اسی کے ایک مفتی کا فتوی بیان کر دیتا ہوں جس سے اس کی ساری لایعنی تاویلات سمندر میں غرق ہو جائیں گی۔

(۶) وہابی مفتی فرید لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز عید کرنی چاہیے یا از خطبہ عید؟ بینواتوجروا

الجواب: حضور ﷺ سے نماز عید کے بعد یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی روایت ہمیں معلوم نہیں، البتہ بظاہر نہ کرنا راجح معلوم ہوتا ہے۔ (فتاوی فریدیہ جلد ۳،ص ۲۰۲ دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

اس وہابی کی تصریح کے مطابق عیدین کے بعد دعا نہ کرنا راجح ہے۔لیکن اس وہابی اسمعیلی نے یہ سب ماننے کے باوجود یہ بھی اقرار کیا ہے کہ:

نیز پیغمبر علیہ السلام سے اس کے منع کے متعلق بھی کوئی روایت مروی نہیں، پس قواعد کی رو سے یہ دعا عفو اور مباح ہے۔۔۔(فتاوی فریدیہ، جلد ۳،ص ۲۰۲ دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے! وہابی دھرم کو ایک اور صدمہ اس نے بھی دے دیا اور یہ اصول وضع کر دیا کہ منع سے متعلق کوئی روایت نہیں لہٰذا مباح و جائز ہے میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے دوسرے اور تیسرے یا چالیسویں دن ایصال ثواب کے منع ہونے کی کون سے روایت ہے اور یہ قواعد کی رو سے جائز کیوں نہیں ہے، جو بھی جواب دینا اپنی وہابی شریعت کو دیکھ کر دینا تا کہ بعد میں ذلت و رسوائی کم ہو۔

(۷) وہابی اسمٰعیلی عبدالحق لکھتا ہے:

دلائل الخیرات کا اکثر حصہ چونکہ درود شریف پر مشتمل ہے اس لیے اسے بطور وظیفہ پڑھنا جائز ہے بلکہ ثواب کا کام اور رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد ۲، ص ۲۵۲، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

میں اپنے قارئین کی توجہ چاہتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی وہابی اسمٰعیلی عبدالحق کے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی یہ کہے کہ دوسرے دن یا تیسرے دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب میں تلاوت قرآن، نعت شریف، درود پاک اور ذکر واذکار ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز بلکہ ثواب ہے اور رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور ان کو اس کے بھی جواز کا فتویٰ دینا چاہیے بلکہ خود بھی کر کے ثواب کمانا چاہیے لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس مقام پر وہابی بغض و حسد سے بھر جائے گا اور اپنے گھر کے سارے اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایک ہی فتویٰ دے گا ہم نہیں کرتے لہٰذا ناجائز ہے بدعت ہے مکروہ ہے اگر ہم کرتے ہوتے یا سنی حنفی بریلوی نہ کرتے تو بھی ہم جواز کا فتوے دے دیتے۔ یہ ہے وہابی شریعت اور وہابی اسمٰعیلی اصول اور ان کی اوقات، اب فیصلہ ہمارے قارئین نے خود ہی کرنا ہے کہ وہابیت اسمٰعیلیت کی بنیاد کس پر ہے اور یہ کس طرح کے اصول بیان کر کے اپنوں اور غیروں میں فرق کرتی ہے۔

(۸) وہابی اسمٰعیلی محمود الحسن گنگوہی لکھتا ہے:

سوال: مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس (وہابی اسمٰعیلی از ناقل) صاحب ہیں لوگوں کو چلہ یعنی چالیس دنوں کا انتظام کرنے کی تربیت دیتی ہے۔ آیا یہ چلہ رسم بدعت ہے یا مستحسن؟

الجواب: حامداً و مصلیاً! جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کام سے خاص قلبی لگاؤ پیدا ہوتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اور بہت سے اکابرین و مشائخ کا تجربہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ، جلد ۴، ص ۲۲۲، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی)

وہابی تبلیغی چلے میں کتنا لزوم و التزام ہوتا ہے اس کو خود وہابی اسمٰعیلی علماء نے ہی بیان کر دیا ہے۔ جب وقت آئے گا تو ہم بیان کریں گے، ابھی فی الحال میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ دوسروں سے تو خاص دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں مگر اپنی باری وہی عموم سے استدلال کرتے اور مسائل کو ثابت کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی مولوی محمود الحسن سے تبلیغی جماعت کے مروجہ چلوں کے بارے میں سوال ہوا اور اس نے جو جواب دیا اپنے ہی وہابی دھرم کا خون کر کے دیا، اب وہ سارے وہابی اسمٰعیلی کہاں ہیں جو دوسروں سے دلیل خاص کی رٹ لگاتے ہیں اور یہاں خاموش ہیں، یہاں بھی دلیل خاص کا مطالبہ کریں اور دلیل خاص لے آئیں ورنہ دو چار فتوے یہاں بھی دھر دیں۔ یہاں تو چالیس روز کی پابندی پھر اس سے اچھے ثمرات و نتائج کی کہانی سنائی جارہی ہے اور ایک خاص چیز کو عمومی دلیل سے ثابت کیا جارہا ہے اور کسی بھی وہابی کے پیٹ میں کوئی درد نہیں ہو رہا اور نہ ہی خاص

خاص کی رٹ کسی کو یاد آ رہی ہے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا ہے۔ اگر اسی طرح کا کام کوئی سنی حنفی کرے تو وہابیہ اسمعیلیہ آسمان سر پر کیوں اٹھا لیتے ہیں اور خاص خاص کی رٹ کیوں لگاتے ہیں۔؟ اگر عمومی دلائل سے وہابیہ اسمعیلیہ تبلیغیہ کے چلّے ثابت ہو سکتے ہیں۔ تو عمومی دلائل سے دوسرے تیسرے دسویں بیسویں اور چالیسویں دن ایصال ثواب کیوں ثابت نہیں ہوسکتا؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل آباء کے پاس سوائے لایعنی گپ شپ کے اور کچھ بھی جواب نہیں ہوگا۔

(۹) وہابی اسمعیلی علی شیر حیدری لکھتا ہے:

حضرت (وہابی اسمعیلی خالد محمود) نے باقاعدہ اہتمام سے تقریب ختم بخاری کا جلسہ کیا ہے، اخباروں میں اشتہارات آئے ہیں، جماعت کے لئے لنگر کا بندوبست ہوا ہے اور مجمعے میں باقاعدہ تقریب منعقد کر کے ختم بخاری شریف کی۔ (خطبات حیدری، جلد ۲، ص ۵۹۴، البرھان پبلشرز)

ہم سے دلیل مانگنے والے اور کوئی بھی وضاحت قبول نہ کرنے والے اپنے وہابیوں کا اس تقریب بخاری کا اہتمام اخباروں میں اس کے اشتہارات اور پھر لنگر کے بندوبست کا ثبوت اسی طرح کی دلیل سے دیں، جس طرح کی دلیل کا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں۔ ورنہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو کی پالیسی پر عمل کا دوٹوک اقرار کریں۔

(۱۰) شکست خوردہ مناظرہ جھنگ وہابی اسمعیلی حق نواز جھنگوی لکھتا ہے:

ہم یوم صدیق اکبر پر جلوس نکال چکے ہیں میں نے سنی زعما اور سنی علماء کرام سے کہا ہے ذرا چند سال اپنے فتوے کی توپ کا منہ بند رکھو، میں تم سے زیادہ بدعت کے موضوع کو پڑھ چکا ہوں......ہم صدیق اکبر کے یوم کے جلوس نکالیں گے۔ جب یہ پختہ ہوگا، تو فاروق اعظم کا یوم آئے گا۔ ۱۸ ذوالحجہ کو عثمان غنی کا آئے گا، جب وہ پختہ ہوگا ہم دس محرم کا بھی جلوس نکالیں گے اور وہ جلوس حسین کی مدح جرأت، بہادری، شجاعت کا جلوس ہوگا اور ان کے خلاف ماتم کرنے والے جوان کی بزدلی یا ان کی بہادری پر ہنس گیری کرتے ہیں۔ یہ ان کے خلاف ہوگا۔ یہ جلوس جب ملک میں عام ہوں گے تو ایک اسٹیج آئے گی خود شیعہ کہیں گے کہ نہ ہم جلوس نکالتے ہیں نہ تم نکالو...... ہم دس محرم کا جلوس بند کرا کر دم لیں گے چلو نہ بند ہو بالفرض لیکن جس شوق سے اصحاب رسول ﷺ کو گالی دی جائے گی ہم اسی جوش کے ساتھ اصحاب رسول ﷺ کی مدح سرائی کر کے دکھائیں گے۔ (حق نواز جھنگوی کی ۱۵ تاریخ ساز تقریریں، ص ۱۱۴، ۱۱۵، ادارہ نشریات اسلام لاہور)

وہابیت اسمعیلیت کے فتووں کو خود وہابی اسمعیلی جھنگوی نے ہی جوتی کی نوک پر رکھ کر ان کی حقیقت بیان کر دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہابیت کو ایک مشورہ بھی دیا ہے کہ ''اپنے فتوے کی توپ کا منہ بند رکھیں''، ہم بھی وہابیت اسمعیلیت سے یہی کہتے ہیں کہ اپنے فتوے اپنے پاس رکھو ہم بدعت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر وہابیت اپنے بابے کی نہ مانے اور فتوے لگائے، تو میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے اس بابے کی تمام کی تمام باتیں کم از کم پانچ فقہائے احناف سے ثابت کر دے کہ انہوں نے اس طرح کے جلوس نکالنے کا فتوی دیا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھے کہ عموم سے استدلال کی اجازت نہیں کیونکہ وہ تو تمہارے نزدیک درست نہیں بلکہ دلیل خاص ضروری ہے۔ لہٰذا صریح فتوی دکھاؤ، ورنہ مر کر مٹی میں ملے ہوئے، مناظرہ جھنگ میں ذلت ورسوائی اٹھانے والے جھنگوی کی قبر پر بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کا نعرہ لکھ آؤ کیونکہ وہ تو وہابی اسمعیلی اصولوں سے سادات احناف کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور ایسے کام کو کرنے بلکہ اس کی ترغیب دلانے والا ہے جو وہابی اصولوں کے مطابق نہ صحابہ نے کیا، نہ تابعین نے، اور نہ ہی

سادات احناف نے اس کے جواز کا فتوی دیا۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اپنے وہابیوں کو تو بچالے اور ان کو سادات احناف اور مشائخ ہند کی ثالثی میں حنفی ثابت کرلے ورنہ دوسروں پر بکواس کرنے اور اس طرح کی ڈرامہ بازی کرنے سے باز آئے۔

(۱۱) وہابی اسمعیلی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے:

آخری دن ان (حافظ ابراہیم) کی صحت کے لئے مدرسہ میں بخاری شریف کا ختم کروایا گیا تھا۔

(تذکرۃ الخلیل حاشیہ، ص ۶۲، مکتبہ الشیخ کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ کون سے حنفی بزرگ نے کسی کی صحت کے لئے بالخصوص بخاری شریف کا ختم کروایا۔ اگر جواب نہ میں ہے تو کم از کم تمہارا یہ بابا بھی حنفیت سے خارج ہوا۔

(۱۲) وہابی اسمعیلی لکھتا ہے:

حضرت کے یہاں ماہ مبارک میں اس کا اہتمام رہتا ہے اور اس کے بعد کوئی صاحب دعا کراتے ہیں جس میں خصوصیت کے ساتھ امت کے لئے دعا مانگی جاتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام شرکاءِ ختم دس دس مرتبہ درود شریف پڑھیں اس کے بعد مجموعی طور پر تین سو ساٹھ مرتبہ "لا ملجاء و لا منجا من الله الا اليه" پھر تین سو ساٹھ بار مع بسم اللہ سورۃ الم نشرح، پھر تین سو ساٹھ مرتبہ "لا ملجاء و لا منجا من الله الا اليه" پھر دس دس مرتبہ سب لوگ درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔ (صحبتے با اولیاء: ص 214، مرتبہ تقی الدین ندوی مظاہری)

وہابی اسمعیلی ساجد خان میں اگر دم خم ہے تو اپنے وہابی کا ماہ مبارک میں یہ اہتمام اور یہ طریقہ سادات احناف سے ثابت کرے ورنہ ان کو بھی سادات احناف کا مخالف لکھے اور اس بات کا خیال رکھے کہ عمومی دلائل سے ثبوت دینے سے پہلے اپنے گھر کی کتابوں کا مطالعہ ضرور کرلے تا کہ ذلت و رسوائی سے بچ جائے لیکن ایسا ہوگا نہیں یا تو وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کا جواب ہضم کر جائے گا یا پھر اپنے ہی گھر کو سادات احناف کا مخالف ثابت کرے گا۔

(۱۳) احتشام الحق تھانوی لکھتا ہے:

ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ یہ سیرت کے جلسے اور محفلیں منعقد کر کے اپنے پیغمبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں سکینہ نازل ہوتی ہے اور وہ شہر اور بستی عام آفتوں اور مصیبتوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرما دیتے ہیں جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ بیان کیا جا رہا ہو اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس جگہ آپ کا ذکرِ مبارک کیا جاتا ہے وہاں اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اسی طرح مزید لکھتا ہے:

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ان (احتشام الحق) کا دل پسند موضوع اور ایک لحاظ سے ان کی زندگی کا عشق تھا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں میں ان (احتشام الحق) کا بیان خاص طور پر دلکش اور نرالا ہوتا تھا۔ (عشق رسول اور علمائے دیو بند ص ۲۴۴، ۲۴۵، مکتبۃ الحسن لاہور)

اسی طرح وہابی اسمعیلی عبد الستار تونسوی صاحب کہتا ہے:

"سیرت کے جلسے بھی مناؤ۔ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا پرچم بھی اٹھاؤ"

(خطبات ربیع الاول، ص ۱۵۲، مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

لو جی! ان وہابیوں نے بھی وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر دیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے کہ مروجہ سیرت النبی کے جلسے کون سے صحابی، تابعی یا حنفی بزرگ نے کئے ہیں، عموم سے استدلال خود وہابیہ کے اصول سے جائز نہیں لہٰذا دلیل خاص دے کر وہابی اسمعیلی اپنے ان وہابیوں کو بدعتی ہونے سے بچا سکتا ہے لیکن ہے یہ بہت مشکل کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو پوری وہابیت کا خون کرنا پڑے گا ورنہ اپنی ہی کتاب کو آگ لگانی پڑے گی۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان تو جب بیان کرے گا کرے گا میں بھی اسی کے ایک وہابی سے اس کے بارے میں بیان کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی یوسف لدھیانوی لکھتا ہے:

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلسے نہیں کئے اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں۔

مزید لکھتا ہے:

چھ صدیوں میں جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں، مسلمانوں نے کبھی سیرت النبی کے نام سے کوئی جلسہ یا میلاد کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۸۸، ۸۹، مکتبہ لدھیانوی کراچی)

وہابیوں کے اپنے ہی بابے نے وہابیت کے ان تمام سور ماؤں کو بدعتی کا تمغہ دے دیا جو سیرت النبی کے نام سے جلسے کرتے تھے یا ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے اصولوں سے اپنے گھر کا گند صاف کرے جیسا کہ وہابی دوسروں کو کہتے ہیں پھر ہم سے بات کرے۔ جس چیز کو وہابی جائز قرار دے رہے ہیں وہی ان کے اپنے وہابی کے نزدیک بدعت ہے۔

(۱۴) وہابی اسمعیلی مفتی سعید خان وہابیت اسمعیلیت کی مٹی پلید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تیسری خرابی یہ ہے کہ جن بدعات کے رد پر ہمارے اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھونک کر جہاد کیا، اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہیں۔ مثلاً اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے باقاعدہ دن منائے جاتے ہیں اور اس بات کی ترغیب وسعی نامبارک بھی کی جاتی ہے۔ محرم ۲ ۱۴۳۳ھ یہ پہلا سال ہے کہ اپنے آپ کو سنی اور دیوبندی کہنے والے علماء کرام نے اسلام آباد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر ایک باقاعدہ جلوس نکالا ہے۔ شیعہ حضرات دس محرم مناتے ہیں اور انہوں نے یکم محرم منایا ہے۔

(دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے، ص ۱۴، ۱۵، الندوۃ ایجوکیشنل ٹرسٹ اسلام باد)

ہمارے اوپر کے دلائل پڑھ کر وہابی مفتی سعید کا یہ اقتباس پڑھنے والے پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے ہی بنائے ہوئے اصول ہیں جن کا تعلق نہ تو شریعت سے ہے اور نہ ہی حنفیت سے ہے، یہ کل بھی اپنے وہابی باپوں کی پیروی کرتے تھے اور آج بھی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے مفتی کے مذکورہ بیان کی دونوں طرفیں سادات احناف سے ثابت کر دے لیکن یہ مر جائے گا پر ثابت نہیں کر پائے گا، اسی لئے جواب ہی ہضم کر جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس اقتباس کو سادات احناف سے ثابت کرنا موت کے منہ میں ہاتھ دینے کے مترادف ہے۔

قارئین! ہمارے پاس اور بھی بہت دلائل ہیں جن کو ہم بیان کر سکتے ہیں لیکن ابھی اتنا ہی کافی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو ان سب حوالوں کا جواب ہضم کر جائے گا یا پھر اپنی وہابیت اسمعیلیت کا وہ بیڑا غرق کرے گا کہ رہتی دنیا یاد رکھے گی۔ بحمد للہ ہم نے خود وہابی اسمعیلی اصولوں اور وہابی علماء کے اقوال و کتب سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ عموم سے استدلال جائز ہی نہیں

بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ اپنے آباء کو بچانے کے لئے عموم سے ہی استدلال کرتے ہیں لہٰذا سادات احناف کے ماقبل حوالوں سے جب مطلقا ایصال ثواب کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے تو انہی حوالوں سے دوسرے، تیسرے، دسویں، بیسویں، چالیسویں اور سال بعد وغیرہ وغیرہ سب طرح کا ایصال ثواب جائز ہوگا۔ باقی وہابیہ اسمعیلیہ کا اعتراض کرنا اور طرح طرح کی لغویات بکنا خود انہی کے اکابرین کے حوالوں سے بیچ سمندر غرق ہو جائیں گی، وہابیہ اسمعیلیہ یا تو اپنے آباء کے ان اصولوں کو آگ لگائیں گے اور جس جس نے یہ اصول بیان کر کے جس وہابی کو بچانے کی کوشش کی ہے ان تمام پر حکم لگائیں گے یا پھر ایصال ثواب کی ان صورتوں پر بک بک کرنے سے باز آئیں گے۔

خاص ایام میں ایصال ثواب اور سادات احناف ومشائخ ہند

بحمد للہ ماقبل کے حوالوں سے وہابیت اسمعیلیت اپنے ہی اصولوں سے دم توڑ چکی ہے اور مزید کسی حوالے کی حاجت وضرورت نہیں ہے۔ ہم نے خود وہابی اصولوں سے سادات احناف کی عبارات کی تشریح کر دی ہے اور اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ایصال ثواب جب بھی ہو جائز ہے چاہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن یا دسویں یا چالیسویں دن سب جائز ہے کیونکہ یہ بھی مطلق کے افراد ہیں اور وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی کا حوالہ بھی آپ پڑھ چکے کہ جو مطلق کا فرد ہے وہ مامور ہے۔ لہٰذا یہ سب مطلق کے افراد ہونے کی وجہ سے مامور ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کی کہ ماقبل ہی کے حوالے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کافی، وافی ودوائے شافی ہیں لیکن ہم مزید سادات احناف کے حوالے بھی پیش کر دیتے ہیں جس میں خود سادات احناف ومشائخ ہند نے ایصال ثواب کو مقید کیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے میرے خیال میں یہ وہابیت اسمعیلیت کے تابوت میں ایک اور کیل ہوگی جو رہی سہی کسر بھی نکال دے گی اور وہابیت اسمعیلیت اپنے اصلی مقام پر پہنچ جائے گی۔

(۱) أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي الحنفي (المتوفى ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفي شرعة الإسلام والسنة أن يتصدق ولي الميت له قبل مضي الليلة الأولى بشيء مما تيسر له فإن لم يجد شيئا فليصل ركعتين ثم يهد ثوابهما له قال ويستحب أن يتصدق على الميت بعد الدفن إلى سبعة أيام كل يوم بشيء مما تيسر...

شرعۃ الاسلام میں ہے: اور سنت یہ ہے کہ ولی میت پہلی رات کے گزرنے سے پہلے جس چیز میں آسانی ہو صدقہ کرے اور اگر کچھ نہ پائے تو دو رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب اس کو پہنچائے۔ فرمایا اور مستحب یہ ہے کہ میت پر سات دن تک ہر دن جس چیز میں آسانی ہو اس کا صدقہ کیا جائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص ۶۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت میں علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے اولاً: تو پہلی رات گزرنے سے پہلے پہلے ایصال ثواب کرنے کا ارشاد فرمایا اور پھر آگے پورے سات دن تک ایصال ثواب کی تصریح فرمائی میں وہابیہ اسمعیلیہ سے پوچھتا ہوں کہ پہلی رات گزرنے سے پہلے کی تعیین درست ہے اگر درست ہے تو دوسری اور تیسری یا دسویں اور چالیسویں ناجائز کیوں ہے؟ وہابی اسمعیلی جو بھی جواب دے گا ان شاء اللہ اسی کا ہی بیڑا غرق ہوگا۔ ثانیاً: سات دن تک ایصال ثواب کیا یہ تعیین نہیں ہے؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر وہابیہ اسمعیلیہ پہلے سادات احناف پر ہی فتوی دھر دیں پھر ہم سے بات کریں۔ ویسے مزے کی بات یہ ہے کہ سادات احناف سات دن کی تعیین کے ساتھ ایصال ثواب کا فرما رہے ہیں اور ہم دوسرے یا تیسرے دن بھی کرتے ہیں جس سے وہابیہ اسمعیلیہ عوعو کرتے ہیں میں یہ پوچھتا ہوں کہ دوسرا اور تیسرا یہ اسی سات میں نہیں ہے جس کی سادات احناف نے اجازت دی ہے جب یہ اسی میں سے ہے۔ تو یہاں بھی عوعو کیوں ہے؟

اصل بات تو وہی ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کا سادات احناف ومشائخ ہند کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں انہوں نے صرف اور صرف اپنے وہابی آباء کا دین پھیلانا ہے اور اس کے لئے ان کو جو بھی کرنا پڑے یہ کرتے ہیں چاہے سادات احناف ہی پر فتوے لگانے پڑیں لگاتے ہیں۔مطلق ایصالِ ثواب کے تو وہابیہ اسمعیلیہ بھی بزعم خود قائل ہیں باقی رہی تخصیص وتعیین تو وہ ہم نے سادات احناف ہی سے ثابت کر دی ہے کہ جب پہلی رات کے آنے سے پہلے کی تعیین ہوسکتی ہے سات دن کی تعیین ہوسکتی ہے تو پھر دوسرے یا تیسرے دن یا دسویں یا چالیسوں یا سال کی تعیین کیوں نہیں ہوسکتی جبکہ یہ تعیین شرعی نہیں بلکہ عرفی ہے جو کہ لوگوں کی سہولت کے لئے کی جاتی ہے اور لوگوں کی سہولت کے لئے تو خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک جائز ہے۔

وہابی اسمعیلی خیر محمد لکھتا ہے:

یہ ایک مدرسہ کا صد سالہ جلسہ تھا۔ تاریخوں کا تعین حاضرین کی سہولت کے لئے تھا۔

(خیر الفتاوی، جلد ۱، ص ۴۷۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

جب لوگوں کی سہولت کے لئے تاریخوں کی تعیین درست ہے۔ تو یہاں وہابیہ اسمعیلیہ کو موت کیوں آتی ہے؟ اور یہاں کیوں لایعنی اعتراضات لے کر آجاتے ہیں یا پھر وہابیہ اسمعیلیہ اپنے وہابی اصول میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو پر عمل پیرا ہیں کہ وہابیہ جو بھی کریں جائز ہے اور سنی حنفی جو بھی کریں ناجائز ہے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و مستحب است که تصدق کرده شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا هفت روز و تصدق از میت نفع میکند او را بے خلاف میاں اهل علم و وارد شده است در اں حدیث صحیحه خصوصا و بعضے از علما گفته اند که نمی رسد به میت مگر صدقه و دعا و در بعض روایات آمد است که روح میت می آید خانه خود را شب جمعه پس نظر میکند که تصدق میکند از وے یا نه..

اور مستحب ہے کہ میت کے اس دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا اسے فائدہ دیتا ہے اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں خصوصاً احادیث صحیحہ وارد ہیں بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔۔(اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۷۱۶، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی سات دن کی تعیین کا فتوی دے دیا ہے اور اس بات کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ سات دن تک مسلسل میت کو ایصال ثواب مستحب ہے۔ میں یہاں وہابیہ اسمعیلیہ سے یہ سوال نہیں کروں گا کہ ان کے گھر کی وہابی شریعت میں مستحب کی کیا تعریف لکھی ہے؟ لیکن یہ سوال ضرور کروں گا کہ کیا سات دن کی تعیین کے ساتھ ایصال ثواب درست ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی وہابی شریعت دیکھ کر بلکہ اس کا اچھی طرح مطالعہ کر کے بلکہ اپنے کسی بڑے سے بھی مشورہ کر کے جواب دے کیونکہ اس کے بعد جو جوتے ہم نے اس کے لئے اسی کے گھر سے تیار کر رکھے ہیں ان سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا، وہابی اگر اقرار کرتا ہے تو بھی اسی کا بیڑا غرق ہوتا ہے اور اگر انکار کرتا ہے تو بھی اسی کا بیڑا غرق ہوتا ہے لہٰذا ہمیں اس کے جواب کا انتظار رہے گا۔

قارئین! شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی میت کے لئے تعیین کے ساتھ ایصال ثواب کی اجازت عطا فرمائی ہے اور سات دن تک مسلسل ایصال ثواب کا لکھ کر اس بات کو بھی بیان کر دیا کہ سوائے وہابیہ اسمعیلیہ کے اس میں کسی اور کا اختلاف نہیں ہے۔

کیا روحیں شب جمعہ کو گھر آتی ہیں؟

شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کی جو عبارت ہم نے نقل کی ہے اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ''بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔'' اب میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ نام تو تم مشائخ ہند کا لیتے ہو اور خود ہی ان کو ثالث بناتے ہو اور ان کی عبارات کو قطع و برید کر کے ہم سے سوالات کرتے ہو، ہم بھی تم سے سوال کرتے ہیں کہ شیخ صاحب کا یہ ارشاد درست ہے یا نہیں؟ جواب دینے سے پہلے اپنے گھر کی شریعت کو ضرور پڑھ لینا تا کہ مزید ذلت و رسوائی نہ ہو، ہمارے نزدیک تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کا جواب ہاں میں آنا چاہیے جیسے اس نے اپنی اسی مذعومہ کتاب میں ان کے بارے میں لکھا ہے، ہم انتظار کریں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کیا جواب دیتا ہے لیکن جو بھی جواب دے گا وہ اس کی ذلت و رسوائی کے لئے کافی ہوگا۔

بہر حال ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ جی یہاں تو سات دن کا ہے دوسرے تیسرے دن کی تعیین تو نہیں ہے اگر چہ ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جب سات دن تک کی تعیین درست ہے تو پھر دوسرے تیسرے یا اس سے زائد کی تعیین ناجائز کیوں ہے؟ لیکن ہم نے وہابیہ اسمعیلیہ کو ہر بار کی طرح اس بار بھی ان کے اصلی گھر پہنچانے کی نیت کی ہوئی ہے لہٰذا اس سوال کا جواب بھی ہم وہابی اسمعیلی کو دے دیتے ہیں اور ان سے دیتے ہیں جن کا فیصلہ بزعم اس کے آخری فیصلہ ہوتا ہے۔

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تیسرے دن حاضرین کی تعداد بے حساب تھی تقریباً ۸۱ قرآن ختم ہوئے ممکن ہے اس سے زیادہ پڑھے گئے ہوں اور کلمہ شریف کے ختم کا تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۱۵۴، پاکستان ایجوکیشنل لمیٹڈ کراچی)

لیجئے! یہ تیسرے دن کی تعیین و تخصیص شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے ثابت ہوگئی جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا وصال ہوا تو تیسرے دن کے ایصال ثواب (جس کو ہم عرفی اعتبار سے تیجہ کہتے ہیں) کے لئے لوگ جمع ہوئے اور اتنا زیادہ ایصال ثواب ہوا ہمارے یہاں بھی یہی کچھ ہوتا ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں درود پاک پڑھتے ہیں ذکر و اذکار کرتے ہیں اور آخر میں میت کے لئے دعا کرتے ہیں، اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد تیسرے دن شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی موجودگی میں یہ سب کچھ ہوسکتا ہے تو آج کیوں نہیں ہوسکتا؟ وہابی اسمعیلی ہمیں کوسنے کے بجائے ان کو کوسے جن کو اس نے خود ہی ثالث بنایا ہے اور ان کا نام لے کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، وہ خود ایک چیز کو کریں اس کی اجازت دیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کو ناجائز اور نہ جانے کیا کیا کہے کیوں؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان پر فتوے لگائے پھر ہم سے بات کرے۔ اور یہ اس سے ہوگا نہیں کیونکہ پھر بزعم اس کے بنا بنایا کام ختم ہو جائے گا۔

ہوسکتا ہے کہ اب وہابی یہ کہے کہ جی صرف سات دن ہی کا تو کہا ہے اس سے زیادہ تو نہیں کہا اور تم لوگ اس سے زیادہ کے بھی قائل ہو اس سوال کا جواب بھی ضروری نہیں کیونکہ جب تعیین ثابت ہوگئی تو اب وہ ایک دن کی ہو یا سو دن کی جائز ہی ہوگی لیکن ہم وہابی اسمعیلی کے اس اعتراض کا جواب بھی دے دیتے ہیں تا کہ وہابیہ اسمعیلیہ پھر سے شور شروع نہ کر دیں اور اس سے زیادہ کی تعیین بھی

ثابت کر دیتے ہیں۔

شاہ صاحب محدث دہلوی مزید لکھتے ہیں:

اور یہ بھی وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں غریق کے مانند ہے کہ انتظار فریاد پہنچنے والے کا رکھتا ہے اور صدقے اور دعائیں اور فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتی ہے اور **اسی واسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کے کاموں میں کوشش اور سعی کرتے ہیں** اور مردے کی روح بھی موت کے قریب کے دنوں خواب میں اور عالم مثال میں زندوں سے ملاقات کرتی ہے اور اپنا حال بیان کرتی ہے۔ (تفسیر عزیزی مترجم دیوبندی، جلد ۴، ص ۷۷۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے وہابی تابوت میں ایک اور کیل ٹھوک دی اور چالیس دن تک اور پھر سال بھر ایصال ثواب کے جواز کا فتویٰ دے دیا، اب بھی اگر کسی وہابی اسمٰعیلی کو تکلیف ہے تو وہ بھی بیان کرے لیکن اس سے پہلے یہ لازمی وضروری بیان کرے کہ یہ جو کچھ سادات احناف نے بیان کیا، کیا اس کے گھر کے فتوؤں سے سب کچھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو واضح طور پر پہلے اس کے جواز کے فتویٰ لے آئے اور اگر ناجائز ہے اور ان کے اصولوں سے ناجائز ہی ہے تو پھر کھل کر سادات احناف ومشائخ ہند پر فتوے لگائے اور ان کا حکم بیان کرے پھر ہم سے بات کرے۔

بحمدللہ ہم نے ماقبل میں بزرگان دین کے عرس پر سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف بیان کر کے مہر لگا دی ہے اور اس بات کو سادات احناف ومشائخ ہند سے ہی ثابت کیا ہے کیونکہ عرس میں بھی ایصال ثواب ہوتا ہے اور تعیین کے ساتھ ہوتا ہے اور یہی کچھ دوسرے، تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن میں ہوتا ہے کیونکہ عرس کا تعلق اکابرین وبزرگان دین کے ساتھ ہوتا ہے اور سال میں ہوتا ہے اور دوسری چیز کا تعلق عام ہے لیکن تعیین کے اعتبار سے ایک ہیں لہٰذا یہاں چند حوالے ماقبل والے بیان کر رہا ہوں تاکہ تعیین کے ساتھ ایصال ثواب پر مزید سادات احناف ومشائخ ہند کی تصدیق ہو جائے۔

(۴) مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دھلی رسید بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ برسد دریں اثناء خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔

حضرت خواجہ جیو علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے ایام میں میں دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہو، آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ (مکتوبات امام ربانی فارسی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۳۳، ص ۸۰، ۳، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، اردو، ص ۵۳۸، مدینہ پبلیسنگ کراچی)

(۵) حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی علیہ الرحمہ اپنے پیرومرشد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

چند روز است کہ ایں مسکین رادردرد تخفیف است چنانچہ در مجلس عرس پیر دستگیر در ڈولی نشستہ چند ساعت حاضر شدہ بود۔

اس مسکین کو درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے عرس کی مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر تھا۔ (مکتوبات معصومیہ مترجم دیوبندی، دفتر ۳، مکتوب ۶۸، ص ۱۲۹، ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الاخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

شیخ امان اللہ پانی پتی۔۔۔گیارہ ربیع الثانی کو آپ نے حضرت غوث پاک کا عرس کیا اور کہا کہ غوث پاک سے پہلے قدم اٹھانا درست نہیں، چنانچہ اسی دن آپ نے عرس کا جو کھانا پکوایا تھا سب تقسیم کر دیا۔(اخبار الاخیار، مترجم دیوبندی، ص ۳۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلیفہ مولانا محمد عاشق پھلتی لکھتے ہیں:

ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہ (شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کے عرس کی محفل تھی حضرت اقدس مزار پر اسرار پر تشریف فرما تھے۔۔۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی مترجم، ۱۴۶؛ مسلم کتابوی لاہور)

(۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک دن شاہ صاحب اپنے بھائی مولوی عبدالقادر مرحوم کے عرس کی تقریب میں اپنے والد ماجد اور جد امجد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور باوجود مسافت بعیدہ کے پا پیادہ تشریف لے گئے اور واپسی پر سواری میں تشریف لائے۔۔۔(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۹۷، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی)

قارئین! ہم نے پہلے دن سے لے کر سال تک ہی نہیں بلکہ ہر سال ایصال ثواب کی تعیین سادات احناف و مشائخ ہند سے بیان کر دی ہے اور اس بات کو وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں کے ساتھ ساتھ سادات احناف و مشائخ ہند کے اقوال و تائیدات سے ثابت کر دیا ہے۔اب وہابیت اسمعیلیت جو بھی کرے یہ اپنے ہی اصولوں کا بیڑا غرق کرے گی یا سادات احناف و مشائخ ہند پر بھی وہی فتوے لگائے گی جو اس نا ہنجار قوم نے اہلسنت پر لگائے ہیں۔

وہابی تابوت میں آخری کیل تیجہ وغیرہ جائز شیخ المشائخ کا فتویٰ

وہابیہ اسمعیلیہ کے شجرۂ طریقت کے پیر شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی (التوفی ۱۲۷۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

صاحب مسائل اربعین نے سوال نمبر ۳۴ کے جواب میں لکھا ہے کہ تیجہ کے دن اجتماع کرنا، صالحین اور قاری حضرات کے اس مجمع میں قرآن مجید یا ایک پارہ یا ایک سورت کے ختم کے لئے کچھ پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہے ان ختم القرآن جهر او يسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه۔ یعنی جماعت کے ساتھ باآواز بلند قرآن کا ختم جس کو سیپارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مجیب کا دعوی دلیل کے مطابق نہیں ہے۔اس لئے کہ نصاب الاحتساب میں تیسرے دن ختم کا ذکر ہی نہیں اور مجیب کے دعوے کا جزو اعظم یہی ہے۔مزید یہ کہ صاحب نصاب الاحتساب نے قرآن مجید کو باآواز بلند جماعت کے ساتھ پڑھنے کو مکروہ فرمایا ہے۔اس لئے کہ اس طرح سے قرآن مجید کے پڑھنے سے اس کا سننا فوت ہوگا۔۔۔ **تیجے کے دن اجتماع کا مکروہ ہونا اس روایت سے کسی طرح سے بھی سمجھ میں نہیں آتا۔اب مجیب کی خدمت میں میں عرض کرتا ہوں کہ تیجے کے دن لوگ دو مقاصد کے لئے جمع ہوتے ہیں۔**

(۱) میت کے گھر والوں سے اظہار افسوس۔

(۲) قرآن کریم اور کلمہ طیبہ پڑھنا نیز میت کو ان کا ثواب پہنچانا۔

تعزیت کرنا خود مسنون ہے اور آپ نے بھی اس کے جواز کا حکم دیا ہے۔قرآن کریم اور کلمہ طیبہ پڑھنا اور میت کو اس کا ثواب پہنچانا بھی حدیث پاک سے ثابت ہے لہٰذا ان دو نیک کاموں سے کون سا مکروہ ہوا وضاحت کیجئے تا کہ اس کا جواب دیا جائے۔

تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کی تعیین کی غرض مالی اور بدنی ثواب پہنچانا ہوتا ہے اور اس کے جواز پر اہل سنت و جماعت کے درمیان اتفاق ہے۔ معتزلہ کا اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے:

و مما يدل على هذا ان المسلمين يجتمعون فى كل عصر و زمان و يقرء ون القرآن و يهدون ثوابه لموتاهم وعلى هذا اهل الصلاح و الديانة من كل مذهب من المالكية و الشافعية و غيرهم ولا ينكر ذلك منكر فكان اجماعا عند اهل السنة و الجماعة خلافا للمعتزلة۔

ترجمہ: اور جو چیز اس اتفاق پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر دور کے مسلمان جمع ہوتے رہے ہیں قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے ہیں اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اس کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرتے رہے ہیں۔ مالکی، شافعی اور ان کے علاوہ ہر مذہب سے اہل صلاح و دیانت اسی طریقہ پر کاربند رہے۔ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔ معتزلہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

لہٰذا جبکہ کسی چھوٹے بڑے کے انکار کے بغیر اہل سنت و جماعت کا کسی معاملے پر اجماع ہو گیا تو اس کا انکار کرنا اور جمہور امت کے خلاف باتیں لکھنا انسان کو کہاں تک پہنچا دے گا۔ اور عقلمندوں میں سے کون شخص اس کو قبول کرے گا۔۔۔

مزید لکھتے ہیں:

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ تیجے، دسویں وغیرہ دنوں کا مقرر کرنا ان میں کھانا پکانا اور دعوت کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں ہرگز ہرگز ایسی دعوت مکروہ نہیں ہے بلکہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔ سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو مشکوۃ شریف میں حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام میں سے ایک کے دفن کے لئے تشریف فرما تھے جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو انتقال فرمانے والے صحابی کی اہلیہ نے آدمی بھیجا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتھیوں سمیت دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمایا اور صحابہ کرام سمیت اس عورت کے گھر رونق افروز ہوئے۔ وہ میت کے انتقال کا پہلا دن تھا اگر یہ دعوت مکروہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول نہ فرماتے۔

مجیب کی عادت ہے کہ سنت پہ کراہت کا اطلاق کرتا ہے اور کراہت کے بارے میں جتنی فقہی روایات اس نے تحریر کی ہیں وہ خاص اقسام کی دعوت پر محمول ہیں اور اس کی درج ذیل صورتیں ہیں،

(۱) لوگ خود بخود میت کے گھر جمع ہو جائیں۔ اہل میت شرم کے باعث کچھ نہ کہہ سکیں ان کا کھانا کھلائیں لیکن دل سے راضی نہ ہوں۔

(۲) میت کے ورثاء میں سے بعض نابالغ ہوں یا موجود نہ ہوں۔

(۳) کھانا معین شخص کی ملکیت سے نہ ہو۔

(۴) میت کا مال ابھی ورثاء میں تقسیم نہ ہوا ہو (اور مشترکہ مال سے دعوت کی جائے)۔

ان تمام صورتوں میں کھانا کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مشکوۃ شریف کی شرح میں اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر زیادہ وضاحت درکار ہو تو مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیجئے قاضی خان علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے فتوی میں فرمایا:

ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

اگر فقراء کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو مستحسن ہے۔

مجیب نے بھی اس روایت کو فتاوی بزازیہ میں سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے اس کے تناقضات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین مترجم، ص ۵۷ تا ۶۲، خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان)

شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ احمدیہ کے بزعم خود اقراری شجرۂ طریقت کے بزرگ ہیں، اور انہوں نے جو کچھ بھی اس میں تحریر کیا وہ سب آپ کے سامنے ہے ہم کیا کہتے ہیں کیا کیا کرتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ہمیں چھوڑ دیں لیکن جن کو بزعم خود اپنا پیر ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ مانتے ہیں ان ہی کی مان لیں، اور اس طرح کے ہتھکنڈوں سے باز آئیں۔

شیخ المشائخ احمد سعید علیہ الرحمۃ **اولاً:** فرما رہے ہیں کہ: تیجے کے دن لوگ دو مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں جائز ہیں۔

ثانیاً: بیان کر رہے ہیں کہ: تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کی تعین کی غرض مالی اور بدنی ثواب پہنچانا ہوتا ہے اور اس کے جواز پر اہل سنت و جماعت کے درمیان اتفاق ہے۔ معتزلہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ اور ہم بھی یہی تو کہتے ہیں لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ احمدیہ کی الٹی عقل میں نہیں آتا اب خود ان کے بزعم خود مانے ہوئے بزرگ نے فرما دیا ہے اور انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ تیجے، دسویں چالیسویں پر گویا کہ اجماع ہے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ اس اجماع کے منکر ہیں۔ میں وہابیہ اسمٰعیلیہ سے کہتا ہوں کہ جن کا نام لے لے کر تم اپنے پیٹ کا دھندا چلاتے ہو اور اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے ہو انہی کی مان لو اور انہی کی مانتے ہوئے اس طرح کی شرانگیزی سے باز آؤ اور عوام کو ایک جائز کام اور میت کے فائدے والے کام سے نہ روکو۔

ثالثاً: وہابیہ اسمٰعیلیہ سادات احناف کی جتنی بھی عبارات پیش کرتے ہیں ان سب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا تعلق خاص دعوت کے ساتھ ہے دوسرے، تیسرے یا اس کے علاوہ کسی اور دن ایصال ثواب کے لئے جمع ہونے کے ساتھ نہیں ہے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پاس اب کوئی بھی سوال نہیں ہاں ہٹ دھرمی اور ضد جو کہ ان کے وہابی اسمٰعیلی اکابرین میں بھی کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ ہم نے قارئین! کو حق اور سچ بتلانا تھا وہ صرف بتلایا ہی نہیں بلکہ دلائل اور ٹھوس دلائل سے اس کو ثابت بھی کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ وہابیت اسمٰعیلیت کل بھی جھوٹی تھی اور آج بھی جھوٹی ہے نہ کل کوئی قابل سماعت دلیل اس کے پاس تھی اور نہ آج ہے کل بھی یہ دلائل کے میدان میں ذلیل و رسوا تھی اور آج بھی ہو رہی ہے۔

وہابیت اسمٰعیلیت کی گرتی آخری دیوار کو آخری دھکا

ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر وہابی اسمٰعیلی اپنی ذلت و رسوائی وہ بھی شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ سے دیکھ کر جھٹ سے یہ نہ کہہ دے جی یہ تو کتاب ہی ان کی نہیں اور یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو گا خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا طریقہ بھی یہ رہا ہے جب کچھ نہ بن سکا تو کہہ دیا کہ یہ کتاب ہی وہ ہے اور یہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو میں وہابیت اسمٰعیلیت کے اس اعتراض کو بھی دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں اور خود اسی کے گھر سے ثابت کر دیتا ہوں کہ یہ کتاب حضرت ہی کی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی خان محمد کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

آپ (شیخ المشائخ شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ از ناقل) کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو، مطبوعہ)

(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

(۳) اثبات المولد والقیام (عربی، مطبوعہ)

(۴) تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی، مطبوعہ)

(مقدمہ مکاتیب شریفہ حضرت غلام علی دہلوی، ص۸۹، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

نوٹ: یہی اقرار وہابی خان محمد کی مصدقہ دوسری کتاب ''تاریخ تذکرہ خانقاہ مظہریہ'' کے ص ۳۱۳ پر بھی موجود ہے۔اسی طرح وہابی خلیل احمد کی مصدقہ کتاب ''درالمعارف'' مترجم کے ص ۹۳ پر بھی موجود ہے۔اسی طرح ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ'' کے ص ۸۹ پر بھی موجود ہے۔

لیجئے! وہابیہ اسمٰعیلیہ کی آخری چال بھی ناکام ہوئی اور خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے شجرۂ طریقت کے پیر صاحب نے ہی تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کو ثابت کر دیا اور وہابیہ اسمٰعیلیہ جو اعتراض کرتے ہیں ان کا بھی جواب دے دیا۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا اس کی کسی کمپنی کو ہم پر فتوی لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب بھی فتوی لگے گا تو بزعم خود انہی کے پیر صاحب پر لگے گا اور پیر صاحب بدعتی، ناجائز ومکروہ تحریمی کے مرتکب قرار پائیں گے اس کے باوجود بھی وہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پیر ہی رہیں گے یا وہابیہ ان سے اعلان براءت کرے گی یہ تو جواب آنے کے بعد ہی معلوم ہوگا لیکن یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہابی اسمٰعیلی اصول سے بزعم خود ان کے پیر صاحب بدعتی تو ہیں۔

ایام موت میں کھانے کی دعوت کے جواز کے قائل سادات احناف

وہابیت اسمٰعیلیت تو اپنی جہالت کی وجہ سے اتنا کہنے پر ہی فتوے لگا رہی تھی لیکن جن کا نام لے کر یہ گمراہ کر رہی تھی، وہ تو اور بھی بہت کچھ مانتے ہیں۔میں یہاں اس کو بھی بیان کر دیتا ہوں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے اس کے جواب کا مطالبہ کرتا ہوں کہ جن کو تم خود ہی معتبر ومستند مانتے ہو اور ان کو ثالث یا ان کی کتاب کا حوالہ بھی دیتے ہو وہ ہی کیا کچھ مانتے ہیں لہٰذا ہم سے کچھ منوانے کے بجائے انہی کی مان لو ان شاءاللہ تمہارے ساتھ ساتھ وہابیت اسمٰعیلیت کے بھی چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

قارئین! شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی علیہ الرحمۃ نے اپنے حوالے میں ایک حدیث بھی بیان کی ہے اور پھر اس میں علامہ علی قاری کا نام بھی ذکر کیا ہے میں اس حوالے سے علامہ علی قاری اور دیگر سادات احناف کا موقف بھی بیان کر دیتا ہوں اور پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے ان سب پر فتوی لگاؤ ہم تو صرف دوسرے، تیسرے، دسویں یا چالیسویں دن ایصال ثواب کی محفل وغیرہ کے قائل ہیں جس کی اصل قرآن خوانی، درود پاک ذکر واذکار یا دیگر نیک اعمال ہیں مگر یہ سادات احناف ومشائخ ہند تو پہلے دن دفن کے بعد میت کی دعوت کے قائل ہیں اور اس کی اصل حدیث کو مانتے ہیں لہٰذا پہلے ادھر ہاتھ صاف کر لو تا کہ تمہاری یہ جھوٹی حنفیت سب کے سامنے آجائے پھر ہم سے بات کر لینا لیکن ہم یہ بات پہلے سے ہی کہہ دیتے ہیں کہ تم ہم سے بات کرنے کے قابل ہی نہیں کیونکہ ہم نے تمہاری ذلت ورسوائی کا سامان ہی اتنا کر دیا ہے اگر کچھ شرم وحیاء ہوگی تو آئندہ اس طرح کے لایعنی اعتراضات سے توبہ کرو گے اور سادات احناف ومشائخ ہند کی بات مانتے ہوئے اور اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے عوام کو گمراہ نہیں کرو گے۔اور وہ ہٹ دھرمی وضد جو تمہارا آبائی وطیرہ ہے اس سے باز رہو گے۔

(۱) علامہ علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ بِظَاهِرِهِ يَرُدُّ عَلَى مَا قَرَّرَهُ أَصْحَابُ مَذْهَبِنَا مِنْ أَنَّهُ يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ أَوِ

الثَّالِثِ، أَوْبَعْدَ الْأُسْبُوعِ كَمَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ، وَذَكَرَ فِي الْخُلَاصَةِ: أَنَّهُ لَا يُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ: وَلَا بَأْسَ بِالْجُلُوسِ لِلْمُصِيبَةِ إِلَى ثَلَاثٍ مِنْ غَيْرِ ارْتِكَابِ مَحْظُورٍ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ وَالْأَطْعِمَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ. وَقَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ، وَالْكُلُّ عَلَّلُوهُ بِأَنَّهُ شَرْعٌ فِي السُّرُورِ، لَا فِي الشُّرُورِ. قَالَ: وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ. رَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ انْتَهَى. فَيَنْبَغِي أَنْ يُقَيَّدَ كَلَامُهُمْ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنِ اجْتِمَاعٍ يُوجِبُ اسْتِحْيَاءَ أَهْلِ بَيْتِ الْمَيِّتِ، فَيُطْعِمُونَهُمْ كُرْهًا. أَوْ يُحْمَلُ عَلَى كَوْنِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ صَغِيرًا أَوْ غَائِبًا. أَوْ لَمْ يَعْرِفْ رِضَاهُ. أَوْ لَمْ يَكُنِ الطَّعَامُ مِنْ عِنْدِ أَحَدٍ مُعَيَّنٍ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ لَا مِنْ مَالِ الْمَيِّتِ قَبْلَ قِسْمَتِهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ. وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ قَوْلُ قَاضِي خَانْ: يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي أَيَّامِ الْمُصِيبَةِ؛ لِأَنَّهَا أَيَّامُ تَأَسُّفٍ، فَلَا يَلِيقُ بِهَا مَا يَكُونُ لِلسُّرُورِ، وَإِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا، وَأَمَّا الْوَصِيَّةُ بِاتِّخَاذِ الطَّعَامِ بَعْدَ مَوْتِهِ لِيُطْعِمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَبَاطِلَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ، وَقِيلَ: يَجُوزُ ذَلِكَ مِنْ ثُلُثٍ وَهُوَ الْأَظْهَرُ...

میت کے کھانے کے سلسلہ میں ہمارے فقہاء کے جو اقوال ہیں، بظاہر یہ حدیث ان کے خلاف ہے، ہمارا (وہابی اسمعیلی کسی مقصد کے تحت اصحاب کا ترجمہ ہضم کر گیا از ناقل) مذہب یہ ہے کہ میت کے گھر پہلے اور تیسرے یا ہفتہ بعد کھانا پکانا مکروہ ہے۔ جیسا کہ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ''خلاصہ'' میں مذکور ہے کہ تیسرے دن ضیافت کرنا مباح نہیں ہے۔ زیلعی نے کہا ہے: کہ تین دن تک (غم منانے کے لئے) بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ ممنوع چیزوں کا ارتکاب نہ ہو، جیسے بچھونے بچھانا اور دعوت وضیافت کا اہتمام کرنا۔ ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے بھی لکھا ہے: کہ اہل میت کا ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ ان تمام فقہاء نے علت یہ بیان کی کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہوتی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے یہ بھی کہا ہے کہ اہل میت کی ضیافت (جو غمی میں دی جاتی ہے) بدعت مستقبحہ (بری بدعت) ہے۔ اور امام احمد علیہ الرحمۃ اور ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت نقل کی ہے کہ: كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ کہ (تدفین کے بعد) میت کے گھر میں لوگوں کے جمع ہونے اور اہل میت کی طرف سے کھانا دیئے جانے کو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے۔۔۔

پس عاصم بن کلیب کی روایت کردہ مذکورہ حدیث چونکہ فقہاء کے اقوال کے خلاف جاتی ہے، اس لئے اس حدیث اور فقہی روایات کے درمیان تطبیق کی خاطر ضروری ہے کہ فقہاء کے اقوال کو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فقہی روایتوں کے مطابق میت کے گھر لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جو ممانعت ہے، وہ اس صورت میں ہے، جب کہ لوگ محض رسمی طور پر یا دکھلاوے کے لیے میت کے گھر اکٹھے ہوں، اور اہل میت کو شرماشرمی میں ان کے کھانے کا انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے، یا ان فقہی روایتوں کو اس صورت پر محمول کیا جائے، جس میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ میں سے ہو، اور ورثاء میں کچھ نابالغ ہوں، یا موجود نہ ہوں، اور ان کی اجازت ورضا معلوم نہ ہو، یا یہ کہ کھانے کا انتظام کسی شخص نے ذاتی مال سے نہ کیا ہو، بلکہ میت کے اس مال سے کیا ہو جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو، ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں بھی ہیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بنا پر مکروہ ہے۔ قاضی خان کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایام رنج والم کے اظہار کے ہیں،

اور جو چیز خوشی اور مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے، اس کو غمی کے موقع پر اختیار کرنا نہایت غیر موزوں ہے۔ ہاں اگر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے فقراء کو کھانے کے لئے اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہوگا۔ جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کھانے کا اہتمام کر کے لوگوں کو تین دن تک کھلایا جائے تو زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت سرے سے باطل قرار پائے گی، گو بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ وصیت تہائی مال میں جائز ہوگی، اور یہی قول زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۱، ص ۸۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱۱، ص ۱۶۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ہم نے یہ حوالہ صرف اور صرف وہابیہ اسمعیلیہ کو بالعموم اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بالخصوص آئینہ دکھانے کے لئے دیا ہے ویسے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مذعومہ کتاب میں کئی جگہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا نام لے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور بعض جگہ تو حوالہ بھی صرف علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا دیا ہے اب یہاں بھی کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی بات مانے گا اور پہلے دن میت کی دعوت کا قائل بنے گا؟ اگر ہاں اور یقیناً اس کی طرف سے ہاں ہی ہوگی جس طرح اس نے علامہ علی قاری کو اپنی کتاب میں ثالث بنایا ہے تو پھر ہم پر یہ بکواس کیوں؟ ہم تو صرف ایصال ثواب کے قائل ہیں اگر اس میں تعیین ہے تو یہاں بھی تعیین ہے اور پھر جو علت سادات احناف نے بیان کی ہے اس کے اعتبار سے تو یہ کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے لیکن علامہ علی قاری اس کے قائل ہیں اور سادات احناف کی ان عبارات کا محمل بیان کرتے ہیں جیسا کہ شیخ المشائخ علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے۔ اب وہابیہ اسمعیلیہ اپنی بدقسمتی پر بالعموم اور وہابی احمدی ساجد خان بالخصوص روئے کیونکہ وہ تو دوسرے تیسرے دن ایصال ثواب کو ناجائز کہہ رہے تھے اور نہ جانے کیا کیا فتوے لگا رہے تھے لیکن اسی کے بنائے ہوئے ثالث تو اس سے بھی کہیں آگے کی چیز کو جائز کہہ رہے ہیں اور صرف وہی نہیں بلکہ دیگر سادات احناف بھی اس کے قائل ہیں لہٰذا پہلے وہابی ادھر فتوے بازی کا شوق پورا کر لے پھر ہمارے پاس آئے لیکن اس کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ وہابیت اسمعیلیت کا جنازہ اس سے بھی بہت پہلے نکل جائے گا۔

(۲) علامہ ابراہیم حلبی الحنفی (المتوفی ۹۵۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفی فتاوی البزازی یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی المقبرۃ فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءۃ سورۃ الأنعام أو الإخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ و فیہا فی کتاب الاستحسان و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا انتہی ولا یخلو عن نظر لأنہ لا دلیل علی الکراھۃ إلا حدیث جریر المتقدم وھو ما رواہ الإمام أحمد وابن ماجہ بإسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ کنا نعد الاجتماع إلی أھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ اھ یعنی وھو فعل الجاھلیۃ إنما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی أنہ قد عارضہ ما رواہ الإمام أحمد أیضا بسند صحیح وأبو داود عن عاصم بن کلیب عن أبیہ عن رجل من الأنصار قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیء بالطعام فوضع یدہ ووضع القوم فأکلوا ورسول اللہ ﷺ یلوک اللقمۃ فی فیہ الحدیث فھذا یدل علی إباحۃ صنع أھل المیت الطعام والدعوۃ إلیہ...

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ پہلے، دوسرے دن اور ہفتے کے بعد کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے یوں ہی کھانے مواسم میں قبرستان کی

طرف لے جانا، قرآن کی تلاوت کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا، صلحاء اور قراء کو ختم کے لئے جمع کرنا یا سورۃ انعام وسورۃ اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے۔ اور خلاصہ بحث یہ ہے کہ محض کھانے کے لئے قرآن پاک پڑھنے کے لئے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے اور فتاوی بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لئے کھانا بنایا تو جائز ہے۔ **مذکورہ بالا حکم میں نظر ہے یعنی یہ اعتراض سے خالی نہیں ہے** کیونکہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں سوائے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ حدیث یہ ہے جسے امام احمد وابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کا کھانا کھانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ یعنی یہ جاہلیت کا فعل ہے۔ یہ حدیث فقط موت کے وقت کھانے وغیرہ بنانے کی کراہیت پر دلالت کرتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث کے معارض وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت امام احمد نے بھی سند صحیح کے ساتھ اور ابوداؤد نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے حضرت عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ انصار کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لانے لگے تو میت کی بیوہ کے قاصد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی حضور تشریف لائے اور کھانا لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک طعام میں رکھا تو قوم نے بھی اپنے ہاتھوں کو طعام میں رکھا کھانا تناول فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منہ مبارک میں لقمہ چباتے رہے تھے یعنی حلق سے نیچے نہیں اتار رہے تھے۔ **یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے اور اس کی دعوت دینے کی اباحت پر دلیل ہے۔**

(غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی ،ص ۵۲۵ ،مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

اسی طرح اور ایک اور شرح میں لکھتے ہیں:

وذكر البزازي: انه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى المقبرة في المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره و فيها في كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا انتهى <u>ولا يخلو عن نظر</u>۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ پہلے، دوسرے دن اور ہفتے کے بعد کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے یوں ہی کھانے مواسم میں قبرستان کی طرف لے جانا، قرآن کی تلاوت کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا، صلحاء اور قراء کو ختم کے لئے جمع کرنا یا سورۃ انعام وسورۃ اخلاص پڑھنے کے لیے جمع کرنا مکروہ ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ کھانا بنانا قراءت قرآن کے وقت محض کھانے کی وجہ سے مکروہ ہے اور فتاوی بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لئے کھانا بنایا تو جائز ہے۔ **مذکورہ بالا حکم میں نظر ہے یعنی یہ اعتراض سے خالی نہیں ہے۔** (غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی ،ص ۳۵۰ ،زمزم پبلشرز کراچی)

نوٹ: وہابی مکتبہ زمزم کی مطبوعہ غنیۃ المستملی کے حاشیہ میں دلیل کے طور پر غنیۃ المستملی کی پوری عبارت موجود ہے "لانه لا دليل على الكراهة..." جو وہابی اصولوں سے تائید کی دلیل ہے۔

اولاً: تو علامہ ابراہیم حلبی حنفی علیہ الرحمۃ کی خط کشیدہ عبارت پڑھیے۔

ثانیاً: انہوں نے سادات احناف کے ان حوالوں کا جو جواب دے دیا ہے وہ بھی پڑھیے اور وہابیت اسمعیلیت سے پوچھیے کہ اس کے وہ سارے فتوے کہاں لگ رہے ہیں۔

(۳) أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوی الحنفی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قوله" :وتكره الضيافة من أهل الميت " قال فى البزازية يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى المقبرة فى المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص اه قال البرهان الحلبى ولا يخلو عن نظر لأنه لا دليل على الكراهة إلا حديث جرير المتقدم وهو ما رواه الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اه يعنى وهو فعل الجاهلية إنما يدل على كراهة ذلك عند الموت فقط على أنه قد عارضه ما رواه الإمام أحمد أيضا بسند صحيح وأبو داود عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فى جنازة فلما رجع استقبله داعى امرأته فجاء وجىء بالطعام فوضع يده ووضع القوم فأكلوا ورسول الله ﷺ يلوك اللقمة فى فيه الحديث فهذا يدل على إباحة صنع أهل الميت الطعام والدعوة إليه بل ذكر فى البزازية أيضا من كتاب الاستحسان وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اه وفى استحسان الخانية وإن اتخذ ولى الميت طعاما للفقراء كان حسنا إلا أن يكون فى الورثة صغير فلا يتخذ ذلك من التركة...

اوران کا قول ''اور اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے'' فتاوی بزازیہ میں فرمایا کہ پہلے، دوسرے دن اور ہفتے کے بعد کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے یوں ہی کھانے مواسم میں قبرستان کی طرف لے جانا، قرآن کی تلاوت کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا، صلحاء اور قراء کو ختم کے لئے جمع کرنا یا سورۃ انعام وسورۃ اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے۔ برہان حلبی فرماتے ہیں مذکورہ بالا حکم نظر یعنی اعتراض سے خالی نہیں ہے کیونکہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں سوائے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ حدیث یہ ہے جسے امام احمد وابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کا کھانا کھانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ یعنی یہ جاہلیت کا فعل ہے۔ یہ حدیث فقط موت کے وقت کھانے وغیرہ بنانے کی کراہیت پر دلالت کرتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث کے معارض وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت امام احمد نے بھی سند صحیح کے ساتھ اور ابو داؤد نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے حضرت عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ انصار کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لانے لگے تو میت کی بیوہ کے قاصد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی حضور تشریف لائے اور کھانا لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک طعام میں رکھا تو قوم نے بھی اپنے ہاتھوں کو طعام میں رکھا کھانا تناول فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منہ مبارک میں لقمہ چباتے رہے تھے یعنی حلق سے نیچے نہیں اتار رہے تھے۔ **یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے اور اس کی دعوت دینے کی اباحت پر دلیل ہے** بلکہ فتاوی بزازیہ میں بھی کتاب الاستحسان سے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کھانا فقراء کے لئے تیار کیا جائے تو اچھا ہے البتہ ورثاء میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے کھانا تیار نہ کیا جائے اور خانیہ کے کتاب الاستحسان میں ہے اگر میت کا ولی فقراء کے لئے کھانا بنائے تو اچھا ہے مگر یہ کہ ورثاء میں کوئی بچہ ہو تو کھانا ترکہ سے نہ بنائے۔۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص ۶۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی انہی باتوں کی تائید کی ہے جو علامہ علی قاری یا پھر علامہ ابراہیم حلبی نے لکھی ہیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ سب سادات احناف نہیں ہیں؟ یہ تو پہلے دن دعوت کی اجازت دے رہے ہیں لیکن تمہارے فتوے آ کے اہلسنت پر ہی کیوں؟ صرف اس لئے کہ اہلسنت سے بغض وحسد ہے۔ وہابی اسمٰعیلی پہلے ادھر فتوے دھر لے پھر ہم سے بات کر لے۔ میں یہاں اس بات کو واضح کر دوں کہ پہلے دن دعوت میت اور اس کے علاوہ کسی اور دن دعوت میت میں سادات احناف کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے لیکن ایصال ثواب میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے چاہے ایصال ثواب پہلے دن ہو یا تیسرے دن یا اس کے علاوہ کسی اور دن اور اہلسنت محض اسی کے قائل ہیں کہ ایصال ثواب جائز ہے اس کے لئے اکٹھا ہونا جائز ہے اور بس، باقی کی تفریعات تو وہ سب سادات احناف کے سپرد ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی کسی بھی قسم کا کھیل یہاں نہیں کھیل سکتا کیوں کہ ہم نے اس کے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔

ایام موت میں فقراء کے لئے کھانے کا اہتمام اور سادات احناف کا فتویٰ

(۱) علامہ قاضی خان (المتوفی ۵۹۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانہا ایام تاسف فلایلیق بہا ما یکون للسرور و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالغین۔ فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذالک من الترکة۔

وہابی اسمٰعیلی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایام رنج والم کے اظہار کے ہیں، اور جو چیز خوشی اور مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے، اس کو غمی کے موقع پر اختیار کرنا نہایت غیر موزوں ہے۔ ہاں اگر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے فقراء کو کھانے کے لئے اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہوگا۔ (فتاوی قاضی خان، جلد ۳، ص ۳۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) علامہ عالم بن العلاء الحنفی (المتوفی ۷۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ویکرہ اتخاذ الضیافة فی یوم المصیبة، وَإِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا إِذَا كَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِينَ، فَإِنْ كَانَ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيرٌ لَمْ يَتَّخِذُوا ذَلِكَ مِنَ التَّرِكَةِ...

مصیبت کے دن ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے اور اگر ولی میت فقراء کے لئے کھانا بنائے تو اچھا ہے جب کہ ورثاء میں سب بالغ ہوں اور اگر کوئی نابالغ ہو تو کھانا ترکہ سے نہ بنائیں۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ، جلد ۱۷، ص ۱۷۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ پانچ سو علماء کے مصدقہ فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں لکھا ہے:

وَإِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا إِذَا كَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِينَ، فَإِنْ كَانَ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيرٌ لَمْ يَتَّخِذُوا ذَلِكَ مِنَ التَّرِكَةِ...

اور اگر ولی میت فقراء کے لئے کھانا بنائے تو اچھا ہے جب کہ ورثاء میں سب بالغ ہوں اور اگر کوئی نابالغ ہو تو کھانا ترکہ سے نہ بنائیں۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۵ ص ۳۴۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

سادات احناف کے ان سب حوالوں سے معلوم ہوا کہ اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا بنایا جائے، اس کا اہتمام کیا جائے اور فقراء کو کھلایا جائے تاکہ میت کو ثواب پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، باقی محض کھانے کی دعوت کرنا درست نہیں ہے۔

مزید لکھا ہے:

وَلَا یُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ فِی أَیَّامِ الْمُصِیبَةِ وَإِذَا اتُّخِذَ لَا بَأْسَ بِالْأَکْلِ مِنْهُ، کَذَا فِی خِزَانَةِ الْمُفْتِینَ.

ایام مصیبت میں تین دن ضیافت تیار کرنا مباح نہیں اور جب تیار کر لی جائے تو کھانے میں کوئی حرج نہیں خزانہ المفتین میں اسی طرح ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۵ ص ۴۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حوالہ ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے لئے دیا ہے کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے فتاوی عالمگیری کو بھی ثالث بنایا ہے اور اس کے حوالے بھی گمراہ کرنے کے لئے دیئے ہیں لہٰذا ہم نے اسی سے بیان کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایام مصیبت میں ضیافت جائز نہیں لیکن اگر کھانا بن جائے تو اس میں سے کھانا منع نہیں ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی وہابی شریعت کا مطالعہ کر کے بتائے کہ فتاوی عالمگیری کا یہ فتوی درست ہے یا اس کے وہابی آباء اس پر بھی فتوی لگاتے ہیں، ورنہ ہم تو بیان کریں گے ہی اور سب کو دکھائیں گے کہ وہابی اسمعیلی جو خود نہیں مانتے وہ ہم پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں یہاں تائیداً وہابی اسمعیلی مفتی فرید کا حوالہ بھی بیان کر دیتا ہوں جو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میت کی ضیافت منع ہے کھانا منع نہیں۔

وہابی مفتی لکھتا ہے:

اور اہلِ میت کی جانب سے ضیافت اور دعوت تین دن تک ممنوع ہے یعنی یہ کام منع ہے کھانا منع نہیں ہے، کما فی الهندية: ولا يباح اتخاذ الضيافة ثلاثة ايام فی ايام المصيبة و اذا اتخذ لا باس بالاكل منه، كذا فی خزانة المفتين۔ البتہ خواص کھانے سے اپنے آپ کو بچائیں گے اگر خواص کھانے سے منع نہ ہو جائیں تو عوام پکانے سے منع نہیں ہوں گے۔۔۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۴۱، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

بقول وہابیہ اسمعیلیہ پانچ سو علماء کے مصدقہ فتوے سے تو ثابت ہو گیا تھا لیکن وہابی اسمعیلی مفتی نے بھی تصدیق کر دی اب وہابی اسمعیلی اپنے منہ میں لگام ڈالے اور اس کو باہر نہیں آنے دے کیونکہ اب یہ کسی اور کو نہیں بلکہ اپنے ہی اصولوں سے معتبر اور گھر کے افراد کو کاٹے گی۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: احناف سادات کے نزدیک مردے کے گھر تیجے، چالیسویں، جمعراتیوں کے نام پر دعوتیں اڑانا ناجائز، مکروہ تحریمی وبدعت ہے۔ انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۲۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

کیونکہ وہابیت اسمعیلیت کا کام عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی ہے جو اس کو ورثہ میں ملی ہے لہٰذا اس کی ہر مقام پر کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس آبائی وطیرے میں کامیاب ہو جائے لیکن وہابیت اسمعیلیت کی بدقسمتی کہ ہر بار ذلیل وخوار ہی ہوتی ہے مگر اس کی استقامت دیکھیے کہ جتنا مرضی ذلیل ہو جائے پھر منہ اٹھا کے آجاتی ہے۔ بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں بھی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے اس وہابی اسمعیلی نے دھوکہ دینے کے لئے اصل دعوی پر کلام نہیں کیا بلکہ تیسرے دن دعوت وغیرہ کو لے کر آ گیا جو کہ اصل دعوی ہی نہیں بلکہ اصل دعوی تو تیسرے، دسویں یا چالیسویں دن ایصال ثواب کے لئے جمع ہونا ہے کیونکہ اس کے ناجائز ہونے کی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی لہٰذا عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے دعوی ہی تبدیل کر دیا اور یہ لکھ مارا''

مردے کے گھر تیجے، چالیسویں، جمعراتیوں کے نام پر دعوتیں اڑانا'' میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے کون سے معتبر و مستند عالم نے تیسرے دن دعوت میت کو جائز قرار دیا ہے تم تو سب اہلسنت کا موقف لکھ رہے ہو میں یہ کہتا ہوں کہ صرف پانچ معتبر و مستند علمائے اہلسنت کا نام مع حوالہ بیان کر دو ورنہ ڈوب مرو کہ خصم جس چیز کا قائل ہی نہیں اس کے ذمہ وہ لگا کر محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی گندی ندیاں بہانا وہابیہ اسمعیلیہ ہی کا کام ہے۔قارئین! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ خود اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے تیسرے دن دعوت کے ناجائز ہونے پر حوالے نقل کئے ہیں اور پھر وہی بات ہمارے ذمہ لگا کر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں، یہ ہے وہابیت اسمٰعیلیت اور اس کی عقل ایک طرف ناجائز کے حوالے بھی نقل کرتی ہے اور دوسری طرف وہی دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں: یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

میت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لئے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں۔اور خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

فتاویٰ امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلا یلیق بھا مایکون للسرور۔۔ غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ لکھنے والا کوئی اور نہیں بلکہ یہی عقل سے پیدل وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہے ایک طرف خود رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان سے نقل کر رہا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک تیسرے دن میت کی دعوت جائز نہیں لیکن اوپر دعویٰ میں خود ہی یہی بات ہمارے ذمہ لگا رہا ہے۔یہ ہے وہابیت اسمٰعیلیت اور اس کی گندی چال کہ دعویٰ کیا کرنا تھا اور کیا کیا اور ثابت کس چیز کو کرنا تھا اور کیا کیا۔اور جو دعویٰ اس نے ہمارے بارے میں کیا بحمد للہ اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارات سے ذلیل و رسوا ہوا، یہ ہوتی ہے خدا کی مار جو وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ پر دن رات پڑ رہی ہے۔

قارئین! ہمارے نزدیک میت کی دعوت جائز نہیں ہے کہ لوگوں کو محض کھانے کے لئے بلایا جائے اور یہ ہمارے ہاں ہوتا ہی نہیں بلکہ میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچانے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اس میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، ذکر و اذکار و درود پاک پڑھا جاتا ہے، تسبیحات کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ جائز ہے اگرچہ اس کے بعد کھانا بھی ہو جو کہ ہماری معلومات میں ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ آج کل چنے وغیرہ تقسیم کئے جاتے ہیں کیونکہ یہ کھانا ایصال ثواب کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ میت کی دعوت کے لئے، اور اصل اس میں کھانا نہیں ہے بلکہ ایصال ثواب ہے۔یہ تھی اصل بات اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس کو کیا سے کیا بنا دیا اور محقق من الحقہ

بن کر وہابیت اسمعیلیت کو کش لگوانے لگا۔ میں آپ کو یہاں یہ بھی بیان کر دوں کہ جس چیز کو وہابی اسمعیلی نے بیان کیا ہے وہ بھی بعض فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ ہم نے ماقبل حوالے بیان کئے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کو غیرت دلائی ہے۔لیکن ہم میت کی دعوت کے قائل نہیں بلکہ محض ایصال ثواب کے قائل ہیں وہ چاہے پہلے دن ہو یا تیسرے و دسویں دن ہو یا چالیسویں یا اس کے علاوہ کسی اور دن اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کرے اس طرح خلط مبحث کر کے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف نہ بنائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ جی جو دعوت میں ہوتا ہے وہی تیسرے دن ایصال ثواب میں ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اولاً: تو یہ ایک لایعنی اعتراض ہے کیونکہ دعوت میں کوئی بھی قرآن اٹھا کر نہیں بیٹھا ہوتا اور نہ ہی ہاتھ میں تسبیح لئے ذکر واذکار کر رہا ہوتا ہے اور نہ ہی دعا میں اس گھر کے مردہ کا ذکر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔جبکہ تیسرے دن ایصال ثواب کی محفل کا مقصد ہی قرآن پاک کی تلاوت، ذکر واذکار اور درود پاک وغیرہ ہے اور اس کے بعد میت کے لئے بالخصوص دعا کا اہتمام کرنا ہے۔

ثانیاً: وہابیہ اسمعیلیہ کی یادداشت کمزور ہوتی ہے ان وہابیوں کو یہاں تو یہ یاد آجاتا ہے لیکن محفل میلاد اور سیرت النبی کانفرنس میں یہ یاد نہیں آتا کیوں؟ سیرت النبی میں کیا ہوتا ہے ایک لمبا سا اشتہار چھپتا ہے اس میں باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے سال، مہینہ، ہفتہ، دن اور وقت متعین ہوتا ہے۔قاری کا نام بھی لکھا ہوتا ہے نعت خوان بھی متعین ہوتے ہیں بیان کرنے والے کا نام بھی بہت بڑا لکھا ہوتا ہے اور عموماً اشتہار کے نیچے چھپوانے والے کے والدین کے ایصال ثواب کا لکھا ہوتا ہے یعنی معین دن ایصال ثواب مزید یہ کہ سالانہ سیرت النبی کانفرنس ہو تو ہر سال کی تعیین بھی ہوتی ہے

بہت بڑے اسٹیج کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے اور آخر میں کھانا بھی ہوتا ہے جب وہابیہ اسمعیلیہ سے پوچھا جائے تو جواب فٹ سے آتا ہے کہ جی یہ جائز ہے اور اگر یہی کام میلاد النبی کے نام سے کیا جائے تو ساری وہابیت اسمعیلیت جل بھن جاتی ہے اور بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے فتوؤں کے سوا کچھ آواز نہیں آتی کیوں؟ وہابیہ اسمعیلیہ جب اس سوال کا جواب دیں گے اور یہاں فرق بیان کریں گے تو تیسرے دن ایصال ثواب اور میت کی دعوت کا فرق بھی واضح ہو جائے گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی خبر لے

(۱) وہابی اسمعیلی عبد المجید لدھیانوی لکھتا ہے:

اگر کوئی سوال کرے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں میں جوہری فرق کیا ہے، جوہری کا مطلب حقیقی فرق، تو میں نے کہا طفیل یہ سوال کبھی سامنے نہیں آیا اس لئے کبھی اس پر غور نہیں کیا **یہ تو سیدھی سی بات ہے کہ بریلوی تیجا اور چالیسواں کرتے ہیں تو سارے دیوبندی بھی تیجا اور چالیسواں کرتے ہیں یہ بات بالا امتیاز تو نہ ہوئی۔** ۔۔(مجالس حکیم العصر ص ۱۵۶، مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑ پکا لودھراں)

وہابی اسمعیلی عبد المجید لدھیانوی نے وہابیت اسمعیلیت کا پورا کنبہ تباہ کر دیا اور اس بات کا اقرار کر لیا کہ تمام دیوبندی تیجا و چالیسواں کرتے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کے بارے میں لکھنے کے بجائے اپنے ان اندھوں میں کانا راجہ کے بارے میں لکھے اور جتنے بھی فتوے لگانے ہیں وہ سب کے سب تمام وہابیوں اسمعیلیوں پر لگائے اور سادات احناف و مشائخ ہند کی جتنی بھی عبارات اس نے بزعم خود تیجا اور چالیسواں کے مکروہ تحریمی، ناجائز و بدعت ثابت کرنے کے لئے پیش کیں ہیں ان سب کا مصداق تمام

وہابیت اسمٰعیلیت کو لکھے۔ بحمد للہ سادات احناف ومشائخ ہند کی عبارات کا تعلق نہ ہم سے تھا اور نہ ہے اور نہ ہی ہو گا بس ایسے ہی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے صفحات سیاہ کئے ہیں لیکن وہابیت اسمٰعیلیت کے اقرار کے مطابق وہ سب کی سب عبارات انہی کے سر پر آئیں اور وہابیت اسمٰعیلیت کا ہی بیڑا غرق کر گئیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اندھا نہ بنے اور یہاں بھی وہی حکم بیان کرے جو تھوڑی دیر پہلے بیان کر رہا تھا اب وہابی اسمٰعیلی کے پاس سوائے لایعنی تاویلات کے اور کچھ بھی نہیں جی یہ معتبر نہیں جی وہ معتبر نہیں لیکن یہ تو ہم اس جاہل بلکہ اپنے آباء کی طرح اجہل کو بتائیں گے کہ کیا معتبر ہے اور کیا نہیں جس کو تم نے ہی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہمارے خلاف سب معتبر اور اپنے باری یہ دھندہ کہ یہ معتبر نہیں وہ معتبر نہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کرے وہ ساری عبارات جو اس نے ہمارے خلاف نقل کی تھیں وہ اسی ہی کے گلے کی ہڈی نہیں بلکہ ساری وہابیت اسمٰعیلیت کے گلے کی ہڈی بن چکی ہیں جس کو اب وہابی نہ اگل سکتے ہیں اور نہ ہی نگل سکتے ہیں سوائے بربادی کے اور کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آیا اور یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ وہابیت اسمٰعیلیت کی تاریخ ہی یہی ہے کہ ایسے ایسے جہلاء کو چھوڑتی ہے جو اسی کی مٹی پلید کرواتے ہیں اور اسی کی ذلت و رسوائی میں مزید چار چاند لگواتے ہیں جیسا کہ یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان میرے خیال میں جتنا اس نے وہابیت کو ذلیل کروایا ہے شاید کوئی اور ہو؟

(۲) وہابی اسمٰعیلی مفتی سعید خان وہابیت اسمٰعیلیت کی مٹی پلید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تیسری خرابی یہ ہے کہ جن بدعات کے رد پر ہمارے اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھونک کر جہاد کیا، اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہیں۔ مثلاً اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے باقاعدہ دن منائے جاتے ہیں۔۔۔ **تیجہ اور چالیسواں جو ہمیشہ بدعت قرار دیئے جاتے رہے اب دیوبندی اور اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے علماء ان رسومات میں شریک ہونے لگے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے سوئم ہوتے ہیں اگر یہ سب کچھ جائز ہے تو اکابر آخر کس بات پر ان اعمال کو بدعت قرار دے کر طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے رہے۔۔۔** (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے، ص ۱۴، ۱۵، الندوۃ ایجوکیشنل ٹرسٹ اسلام باد)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جس بات کو لے کر ہم پر اعتراض کر رہا ہے اور ہمیں ایک لمبی گردان سنا رہا ہے وہی چیز خود اسی کے مفتی کے اقرار سے اسی کے گھر سے ثابت ہو گئی ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے گھر کے ان افراد پر فتوے لگائے اور ان کو سادات احناف کی عبارات دیکھائے اور حنفیت کا باغی ثابت کرے پھر ہم سے بات کرے۔ ہماری تو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہابی اسمٰعیلی ہم پر فتوے لگاتا ہے اور ہمیں حنفیت سے خارج کرتا ہے یا یہ اپنے ہی وہابیوں اسمٰعیلیوں کی اوقات بتاتا ہے اور ان پر فتوے لگاتا ہے یہ کام وہ سیدھا سیدھا تو کر نہیں سکتا بس ہماری آڑ لے لی اور شروع ہو گیا ہے۔ بحمد للہ ہم نے ہر مقام پر وہابی اسمٰعیلی کو اسی کے گھر کے افراد دکھائے ہیں جو اسی چیز کے فتوے دے رہے ہوتے ہیں جس پر وہابی اسمٰعیلی فتوی لگا رہا ہوتا ہے اس بیچارے کی قسمت میں سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ بھی نہیں آیا اگر اپنوں پر بھی فتوی لگاتا ہے تو ادھر سے جوتے کھاتا ہے اور اگر نہیں لگاتا اور اپنا ہی جوتا اپنے سر آتا ہے۔ فیصلہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کرنا ہے کہ وہ کس کا جوتا پسند کرتا ہے۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی احمدی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

تمہیں درس سنتے ہوئے پچپن سال ہو گئے مگر بدعات کو چھوڑنے کے لئے تم بھی تیار نہیں ہو بدعات کو چھوڑنا بہت بڑا مجاہدہ ہے۔

بزعم خود ان بدعات کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

یہ تیجا، ساتواں، دسواں وغیرہ تو ہر قوم میں ہے۔ مجھے یہاں محنت کرتے ہوئے اکیاون (۵۱) سال ہو گئے اور بدعات کی جتنی تردید میں نے کی ہے دنیا کی ساری زمین میں کسی بھی مسجد کے اندر اتنی تردید نہیں ہوئی۔۔۔صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی کا درس میں نے تمہیں سنایا ہے۔ **جنازے کے لئے میری منت کرتے ہو کہ جنازہ تم نے پڑھانا ہے اور جنازے کے بعد زور لگا کر کہتے ہو قل (یعنی تیجا از ناقل) کل ہو گا پرسوں ہو گا اور زور لگا کر کہتے ہو**۔۔۔کچھ لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ فلاں جگہ قرآن خوانی ہو گی، یہ قرآن خوانی کے لئے اجتماع دوسرے تیسرے روز جو کرتے ہیں بدعت ہے۔۔

(ملفوظات امام اہلسنت، ص ۴۹، ۴۱۵، اسلامی کتب خانہ کراچی)

یہ وہابیہ اسمعیلیہ کی ایک اور تاریخی داستان ہے اور سنانے والا بھی کوئی اور نہیں بلکہ وہابیت میں ایک نام رکھتا ہے اور سنا بھی کن کے بارے میں رہا ہے جن پر اس نے اکیاون سال محنت کی، جن کو قرآن سنایا، صحاح ستہ یعنی احادیث کا معتدبہ حصہ لیکن اس کی ماننے کو اسی کے اپنے تیار نہیں تھے۔ جنازہ بھی اسی سے پڑھواتے اور ساتھ ہی ساتھ تیجے کا اعلان بھی کرتے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جو تیجا کروا سکتا ہے وہ دسویں اور جمعراتوں سے پیچھے کیسے ہٹ سکتا ہے لہٰذا یہ سب کچھ بھی ہوتا ہو گا اور یہ وہی ہے جس پر وہابی اسمعیلی ساجد خان فتوے ٹھوک رہا ہمارا تو اس سے کچھ بھی نہ بگڑا کیونکہ سادات احناف و مشائخ ہند کی عبارات ہمارے خلاف نہیں ہیں ہاں وہابیت اسمعیلیت کو غرق کرنے اور وہابیت اسمعیلیت کے اپنوں کو ہی بدعتی اور صرف بدعتی بنانے کے لئے کافی و وافی ہیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ مزید ایک فتوی صراحتاً دے دو اور اس بات کا اقرار کر لو کہ وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کی مسجد میں نماز پڑھنے والے، اس کا درس سننے والے، سارے کے سارے بدعتی تھے۔ آپ یقین کریں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان روئے گا لیکن اس کو چپ کروانے والا کوئی بھی نہیں ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ یہ بے شرم بن کر فتوے لگا بھی دے لیکن بیڑا غرق کس کا ہو گا وہابیت اسمعیلیت کا ہی ہو گا کیونکہ یہ تیجا کرنے والے وہی تھے۔

قارئین! سرفراز گکھڑوی کی یہ کہانی تو آپ نے سن لی کہ جن کو اس نے ساری زندگی درس دیا وہی اس کی نہیں مانتے تھے اور جن باتوں کو یہ بدعت کہتا تھا وہی وہ کرتے تھے مزید یہ بھی بتا دوں کہ یہ وہ بدبخت انسان ہے جس نے اپنی ساری زندگی اہلسنت حنفی بریلوی کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کو بھی بدعتی اور صرف بدعتی ہی بنایا ہے اور اس کے پاس سوائے کفر و شرک و بدعت کے اور فتوے ہوتے ہی نہیں تھے اور یہ اپنے ان فتوؤں میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ اپنوں پر (تو لگا تا ہی تھا جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا) بلکہ اپنے گھر کے لوگوں پر بھی فتوے لگانے سے باز نہیں آتا تھا جس کی کئی مثالیں ہیں میں یہاں صرف ایک ہی پیش کرتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی زاہد الراشدی لکھتا ہے:

حضرت صوفی صاحب کا شیخ الاسلام حضرت مدنی کے ساتھ شاگردی کے ساتھ ساتھ بیعت کا تعلق بھی تھا وہ تو قبر کو دیکھ کر سیدھے وہاں پہنچے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے اب منظر یہ تھا کہ حضرت صوفی صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں، حضرت والد صاحب تھوڑا فاصلے پر کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں اور میں درمیان میں کھڑا ہوں۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ چچا جان کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ جاؤں مگر پیچھے کھڑے والد صاحب سے ڈر بھی رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تو حضرت والد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ **"اٹھا ایس بدعتی نو، جھنڈ مار کے بہہ گیا اے" (اس بدعتی کو اٹھاؤ یہ کیا چادر میں سر دے کر بیٹھ گیا ہے۔**

(الشریعہ خصوصی اشاعت بیاد امام اہل سنت، ص ۳۶۰، جولائی اکتوبر ۲۰۰۹ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ)

لیجئے! اور دیکھیے وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کو کس حد تک جنون تھا بدعتی بنانے کا اور اس کا یہ جنون کہاں آ کر ختم ہوا یہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ ہم نے یہ ساری گفتگو وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں کے مطابق کی ہے۔

(۴) وہابی اسمعیلی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

نماز جنازہ جماعت کثیر کے ساتھ مولوی محمد عبد اللہ کی اقتداء میں ادا کی جائے۔ کوئی رسم دنیا مثل دہم، چہلم وغیرہ اختیار نہ کی جائے۔ رونا چلانا، نوحہ کرنا حرام ہیں۔ اس سے قطعی پرہیز رہے۔ ورنہ فقیر بری الذمہ اور اس قسم کی رسوم کے مرتکب مواخذ ہوں گے **اور ایک ہفتہ تک فقیر کی قبر پر کلمہ طیبہ، درود شریف، استغفار اور ختم قرآن کے ساتھ ثواب بخشا جائے۔**۔

(تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ، ص ۱۴۲، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی جو اوپر فتوے بازی کر رہا تھا اسی کی مصدقہ کتاب سے سات دن تک مسلسل ایصال ثواب ثابت ہو گیا ہے اور اوپر وہ قرآن خوانی کو بدعت کہہ رہا ہے اور یہاں اسی کے جواز کی تصدیق کر رہا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی وہابی اسمعیلی شریعت پڑھ کر بتائے کہ کیا سات دن کی تعیین کے ساتھ ایصال ثواب جائز ہے اور وہ بھی قبر پر۔ اور اس کے لئے جمع ہو کر ختم کرنا جائز ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان یا کوئی اور اس جیسا بلا وجہ ہی اہلسنت کے پیچھے پڑے ہیں جس چیز کو یہ یا اس کے وہابی اسمعیلی آباء ناجائز کہتے ہیں وہی خود انہی کے گھر میں موجود ہوتی ہے۔ آج تک ہمیں برا کہتے رہے کہ ایصال ثواب میں تعین نہیں لیکن اب اپنے ہی گھر کی مصدقہ کتابوں میں لکھ کر لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ یہ جائز ہے۔ وہابی اسمعیلی ہمارے بارے میں لکھنے کے بجائے اپنے لوگوں کے بارے میں لکھے اور ہم پر فتوے لگانے کے بجائے ان پر لگائے۔

(۵) وہابی اسمعیلی امیر شریعت منت اللہ رحمانی لکھتا ہے:

فاتحہ میں آپ نہ آ سکے، اس کا افسوس رہا، اللہ آئندہ آپ کو موقعہ دے، فاتحہ بحسن وخوبی انجام پایا، اور یہ بھی طے پایا کہ **اب فاتحہ ۱۱/ نومبر کو ہوا کرے گا۔** (مکتوبات رحمانی، جلد ۲، ص ۴۳، خانقاہ رحمانی مونگیر بہار)

ہم اگر تاریخ معین کریں تو ساری وہابیت اسمعیلیت ننگے پاؤں چڑھ دوڑتی ہے لیکن جب یہی کام خود وہابی اسمعیلی کریں تو پھر وہ بدعت شریعت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ فاتحہ کے لئے تاریخ معین کرنا جائز ہے۔؟ جواب دینے سے پہلے وہابی اسمعیلی شریعت کا مطالعہ ضرور کر لینا تاکہ مزید ذلت ورسوائی تمہارے حصہ میں نہ آئے۔ اگر جواب نہ میں ہے تو مبارک ہو کہ آج تک ہمیں بدعتی بدعتی کی گردان سناتے آئے ہو لیکن اب گنتی الٹی شروع ہو چکی ہے کہ اب اپنے ہی گھر کے لوگوں پر بدعتی بدعتی کی گردان شروع کر دی ہے اور اگر جواب ہاں میں ہے تو بھی مبارک ہو کہ تم نے وہابیت اسمعیلیت کا ہی بیڑا غرق کر دیا ہے اور اس کی ساری محنت کو بیچ چوراہے لٹکا دیا ہے۔

(۶) وہابی اسمعیلی احمد علی لاہوری لکھتا ہے:

ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو ذکر جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر محبوب سبحانی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا ہے یہی ہماری گیارہویں ہے اور یہی اصلی قادریت ہے۔

(مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، ص ۳۲۹، مکتبہ نعمان بن ثابت لاہور)

وہابیت اسمعیلیت ان شاء اللہ بہت کچھ مانیں گی آج تک گیارہویں ناجائز تھی اور اب جائز ہو گئی ہم مہینہ میں ایک بار کرتے ہیں

تو وہابیت اسمعیلیت کو تکلیف ہوتی ہے لیکن خود مہینے میں چار مرتبہ ہو کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ وہابی شریعت ہر وہابی اسمعیلی اپنی جیب میں رکھتا ہے جہاں چاہے جو چاہے کہہ کر جائز کر دے یا ناجائز کا فتوی دے دے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جمعرات کی تعیین کے ساتھ یہ ایصال ثواب جائز ہے؟ اگر ہاں تو کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کر دو ہم سے تو بہت کچھ مطالبات لیکن اپنی باری بھیگی بلی وہ بھی درخت کے ساتھ الٹی لٹک رہی ہے کیوں؟

(۷) وہابی عبدالحی یہ ہیڈنگ ''حضرت مولانا کا اپنا ختم'' دیتے ہوئے لکھتا ہے:

اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے اور اپنے بعض مخلصین کے اصرار پر حضرت نے خود اپنا ختم بھی تجویز کیا جس کو پڑھ کر انہیں ایصال ثواب اور ان کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا جاسکتا ہے۔

(حیات وخدمات محمد عبدالشکور لکھنوی، ص ۱۸۵، ادارہ تحقیقات اہل سنت)

وہابیہ اسمعیلیہ خود جو بھی کریں وہ جائز ہوتا ہے اور اگر کوئی اور کچھ بھی کرے تو بدعت بدعت کے فتوے اور یہ دھندا شروع ہو جاتا ہے کہ اس کا ثبوت نہیں، یہ اس نے نہیں کیا، یہ اس نے نہیں کیا لہذا بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ یہ اپنے نام کے ختم کی کن کن حنفی فقہاء نے اجازت دی ہے اور اس سے روحانیت کے اکتساب کا کہا ہے۔

وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کی مصدقہ کتاب میں نذیر رانجھا لکھتا ہے:

قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعید قدس سرہ کے وصال مبارک کے ایک سال بعد باثر اصحاب نے سالانہ ختم کرانے کا اصرار کیا۔ حضرت اقدس مولانا عبداللہ قدس سرہ نے اس خوف سے کہ آئندہ یہ سالانہ عرس کی شکل اختیار کر جائے گا انکار فرمایا لیکن جب اصرار حد سے بڑھا تو تین شرائط کے ساتھ اس کی اجازت عنایت فرمائی (۱) کسی اخبار یا اشتہار سے اعلان نہ کیا جائے۔ (۲) صرف مرد شریک ہوں عورتیں اور بچے ہرگز نہ آئیں۔ (۳) ختم قرآن دعا اور فاتحہ پر اکتفا کیا جائے۔ مذکورہ بالا شرائط کے ماننے پر سالانہ ختم کی اجازت عنایت فرمائی گئی تھی لیکن عملاً پہلی اور تیسری شرط کا لحاظ رکھا گیا اور دوسری شرط پر عمل نہ ہو سکا۔ لہذا عورتیں اور بچے بھی آئے جس سے لنگر کے انتظام میں بے انتظامی ہونے کے علاوہ کھیتوں کا بھی نقصان ہوا۔۔۔ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ، ص ۱۳۳، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

میرا وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہ سوال ہے کہ کیا ان شرائط کے ساتھ سالانہ ختم جائز ہے اگر جائز ہے تو کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کیا جائے ورنہ اپنے اصلی مقام کی تیاری کی جائے کیونکہ وہابیت اسمعیلیت یہاں رہنے کے قابل نہیں ہے، اور اگر ناجائز ہے اور وہابی اسمعیلی اصولوں سے یقیناً ناجائز ہے تو پھر ان لکھنے والوں اور تصدیق کرنے والوں پر بھی بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی گردان پڑھی جائے اور دوسروں کے بارے میں بکواسات بند کی جائیں۔ اور دوسروں کو سادات احناف سادات احناف کی رٹ سنا کر ڈرانے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ وہ ہی تو حقیقی سادات احناف کے پیروکار ہیں۔

مزید لکھتا ہے:

سورج کے طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے (دونوں اوقات میں) ایک دفعہ سورۃ فاتحہ بسم اللہ شریف کے ساتھ اور تین بار سورۃ اخلاص بسم اللہ شریف کے ساتھ پڑھ کر سلسلہ عالیہ کے پیران کرام کی روح مبارک کو اس کا ثواب ایصال کریں اور پھر شجرہ پڑھیں۔۔۔ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ، ص ۸۶، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی تعیین کے ساتھ کن کن سادات احناف نے

ایصال ثواب کی اجازت دی ہے ان سب کے نام بیان کئے جائیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے میں عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا پردہ بالکل فاش ہو گیا ہے اور جو کچھ اس نے بیان کیا ہے، اس کا جواب خود اسی کے گھر سے ہو گیا ہے۔ وہابی اسمعیلی نے بزعم خود جو دعوی کیا اور اس پر مکروہ تحریمی، ناجائز و بدعت کے فتوے لگائے وہ ہم پر تو نہ لگے لیکن وہابیت اسمعیلیت ضرور تباہ ہوئی اور جو وہابی یہ کہتے تھے کہ سب وہابی بھی تیجا چالیسواں کرتے ہیں وہ مکروہ تحریمی، ناجائز و بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہ سارے فتوے انہی کے حصہ میں آئے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل بھی دیکھ لیجئے تا کہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس نے دلائل کے نام پر صرف صفحات ہی سیاہ کئے ورنہ ان حوالوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

صاحب فتح القدیر اور علامہ شامی کی عبارات کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۱) صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں: **ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی الشرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔** (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۴۲) اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے، (۲) علامہ شامی لکھتے ہیں: ترجمہ: اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ ممنوع ہے۔
(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۴۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: تو یہ سب عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہیں کیونکہ وہ خود کہتے ہیں: **سارے دیوبندی بھی تیجا اور چالیسواں کرتے ہیں۔** وہابی اسمعیلی ساجد خان جو جواب ان کی طرف سے دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی مفتی فرید لکھتا ہے:

مسئلہ اطعام من اہل المیت: **اہل میت کی جانب سے تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے جبکہ ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہو** کما فی الھندیۃ: وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ کذا فی التتارخانیۃ۔ اور اہل میت کی جانب سے پابندی رسم ورواج ہر وقت ناجائز ہے، کما فی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد وفی جنائز رد المحتار عن المعراج قال ھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۱۴۱، ۳، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

جب اہل میت کھانا بنا کر فقراء کو ہر وقت کھلا سکتے ہیں اور یہ جائز ہے تو تیسرا، دسواں اور چالیسوان دن بھی اسی ہر وقت میں آتا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی اصولوں سے یہ بھی جائز ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی قسمت پر روئے کہ خود اس کے اپنے وہابی اسمعیلی اصول اس کے ساتھ نہیں ہیں۔

وہابی مفتی مزید لکھتا ہے:

اور اہل میت کی جانب سے ضیافت اور دعوت تین دن تک ممنوع ہے یعنی یہ کام منع ہے کھانا منع نہیں ہے، کما فی الھندیۃ:

ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام فی ایام المصیبة واذا اتخذ لا باس بالاکل منه، کذا فی خزانة المفتین۔ البتہ خواص کھانے سے اپنے آپ کو بچائیں گے اگر خواص کھانے سے منع نہ ہو جائیں تو عوام پکانے سے منع نہیں ہوں گے۔۔۔(فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۴۱، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لو جی یہاں صراحتا وہابی مفتی نے اقرار کر لیا کہ ضیافت و دعوت منع ہے لیکن کھانا منع نہیں ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ خواص کے لئے بھی جائز ہے حرام یا مکروہ تحریمی یا بدعت نہیں جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گردان سنا رہا تھا۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گھر کے فتوے تو پڑھ لو، پھر کسی اور پر فتوے لگانا، تمہارے اپنے تمہاری بات مانتے نہیں اور تم ہم پر فتوے لگاتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ یہ دعوتیں ناجائز ہیں مکروہ تحریمی و بدعت ہیں جبکہ تیرا مفتی کہتا ہے کہ کھانا کھانا جائز ہے منع نہیں بلکہ خواص کو بھی صرف بچنے کا کہا ہے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اب پہلے اپنے اس مفتی پر بھی فتوی لگاؤ جو میت کی ضیافت کے کھانے کو جائز کہہ رہا ہے اور ان کو بھی سادات احناف کی وہ عبارات دیکھاؤ اور حنفیت سے بغاوت کا تمغہ ان کو بھی پہناؤ یا تم لوگوں کا نشانہ صرف اور صرف اہلسنت ہے اور اہلسنت کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے اور اسی کے ذریعے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔

مزید وہابی اسمٰعیلی مفتی لکھتا ہے:

<u>بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل میت کی جانب سے دعوت وضیافت جائز ہے</u> اور اس کیلئے دلیل حدیث ابوداؤد شریف لاتے ہیں،

فلما رجع استقبله داعی امرء ته فجاء، فجیی بالطعام فوضع یده الی اخر الحدیث کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل میت کی جانب سے دعوت قبول کی اور کھانے کا ارادہ کیا، لیکن معلوم ہوا کہ یہ بھیڑ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح ہوا ہے تو اس سے نہیں کھایا۔

(رواہ ابو داؤد فی باب اجتناب الشبہات من کتاب البیوع)۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۴۱، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی مفتی نے یہاں مزید اقرار کر کے وہابیت اسمٰعیلیت کی منجی ٹھوک دی ہے اور اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ بعض فقہاء میت کی دعوت وضیافت کو جائز کہتے ہیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے ان فقہاء کے نام ہمیں بتاؤ اور پھر اپنی اس ساری بکواس کا مصداق ان فقہاء کو بھی ٹھہراؤ، جو صراحتا میت کی دعوت وضیافت کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ اگر پھر کچھ ذلت و رسوائی مزید چاہیے ہو تو ہمارے پاس آؤ کیونکہ یہاں وہابیوں اسمٰعیلیوں کی ضیافت کا اہتمام بڑے خوب طریقے سے ہوتا ہے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی بے شرمی وہٹ دھرمی دیکھیے کہ اس کے اپنے گھر کے لوگ کیا کیا اقرار کر رہے ہیں اور کس کس چیز کو جائز کہہ رہے ہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو یہاں کچھ نظر نہیں آتا یہاں یہ گنگوہی کی طرح اندھا ہے اور جیسے ہی ہم نے کچھ کہہ دیا تو پاگل کتوں (یہ الفاظ خود وہابیہ نے لکھے ہیں) کی طرح کاٹنا شروع ہو جاتا ہے کیوں؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ جتنے بھی دانت مارنے ہیں ادھر مارے تاکہ اس کو کچھ گوشت ملے جو اس کے لئے حلال بھی ہو اور اہلسنت پر اپنی آبائی عادات سے باز آئے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی خلیل احمد انبیٹھوی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

یمکن ان یحمل علی بیان الجواز فانها من اهل المیت لیست بمحرمة بل مکروهة فلعله فعله رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لبیان الجواز۔

اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو دعوت میت کے جواز کے بیان پر محمول کیا جائے کیونکہ میت کی طرف سے دعوت حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے تو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان جواز کے لئے دعوت قبول کی ہو۔ (بذل المجہود فی حل ابی داود، جلد ۱۴، ص ۱۹۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

میرا ایک ہی سوال ہے کہ جس چیز کو سرکار دو عالم ﷺ نے جواز بیان کرنے کے لئے کیا وہ مکروہ تحریمی، ناجائز، بدعت ہو سکتی ہے؟

رابعاً: مظاہر حق جدید میں وہابی عبداللہ جاوید لکھتا ہے:

پس بظاہر یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ حدیث میں جس کھانے کا ذکر ہے وہ دراصل میت کی بیوی نے ایصال ثواب کی نیت سے فقراء اور مساکین کو بطور صدقہ کھلانے کے لیے تیار کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وہ کھانا بطور ہدیہ پیش کیا گیا، اسی بنا پر آنحضرت ﷺ اپنے ان صحابہ کرام کے ساتھ کہ جو ضرورت مند اور مفلس تھے میت کے گھر اس کھانے پر تشریف لے گئے، علاوہ ازیں بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک ہوں ان کے لیے اہل میت کی طرف سے پیش کیے جانے والے طعام کو کھانا درست ہے یہی نہیں بلکہ جو فقہاء طعام مصیبت (میت وغیرہ کے موقع پر تیار کیے گئے کھانے) کو مکروہ لکھتے ہیں انہوں نے بھی اس صورت کو مستثنیٰ رکھا ہے۔۔ (مظاہر حق جدید، جلد ۵، ص ۴۳۵، دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی مکروہ شکل اس اقتباس میں دیکھ لے یہاں واضح اقرار ہے کہ میت کی بیوی نے ایصال ثواب کے لیے کھانا تیار کیا اور سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کی وہابی اسمٰعیلی شریعت کا مطالعہ کر کے ہمیں جواب دے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور یہ بھی اقرار ہے کہ دعوت میت میں بھی استثنائی صورتیں ہیں جو جائز ہیں۔

خامساً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ میت کی طرف سے ضیافت کا اہلسنت میں سے کون کون قائل ہے؟ تم نے تو تمام اہلسنت کی طرف اس کو منسوب کیا ہے میں کم از کم پانچ کا مطالبہ کرتا ہوں کہ کوئی پانچ معتبر و مستند علمائے اہلسنت کا نام مع حوالہ بیان کر جو میت کی طرف سے ضیافت کے قائل ہیں اور اس کے جواز کا فتوی دیتے ہیں وہ فتوے نقل کر، ادھر ادھر کی ہانکنے کی ضرورت نہیں جو پوچھا گیا ہے من وعن اسی کو بیان کر۔

سادساً: میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ ان حوالوں میں سے کس میں لکھا ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے تیسرے دن جمع ہونا اور قرآن خوانی یا درود پاک وذکر و اذکار کے ذریعے اس کو ایصال ثواب کرنا منع ہے ناجائز ہے، مکروہ تحریمی و بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب ان حوالوں میں یہ بات ہے ہی نہیں تو ان کو ہمارے خلاف پیش کرنا سوائے جنون و پاگل پن کے اور کچھ بھی نہیں۔

سابعاً: اگر چہ ان عبارات میں اس چیز کا بیان نہیں ہے جس کے ہم قائل ہیں پھر بھی ان عبارات کے جو جوابات خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک جو سادات احناف معتبر و مستند ہیں ان سے نقل کر دیتا ہوں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پھر بھی اپنی بدقسمتی پر روئے کہ یہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے ہم پر جو اعتراض کرتا ہے سادات احناف ہی اس کا جواب دے دیتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم سے کچھ کہنے کے بجائے ان سادات احناف ومشائخ ہند سے کہے اگر فتوے دکھانے ہیں تو ان کو دکھائے اور فتوے لگانے ہیں تو ان پر لگائے۔

شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے شجرۂ طریقت کے بزرگ شیخ المشائخ احمد سعید مجددی فاروقی لکھتے ہیں:

مجیب کی عادت ہے کہ سنت پہ کراہت کا اطلاق کرتا ہے اور کراہت کے بارے میں جتنی فقہی روایات اس نے تحریر کی ہیں وہ خاص اقسام کی دعوت پر محمول ہیں اور اس کی درج ذیل صورتیں ہیں،

(۱) لوگ خود بخود میت کے گھر جمع ہو جائیں۔ اہل میت شرم کے باعث کچھ نہ کہہ سکیں ان کا کھانا کھلائیں لیکن دل سے راضی

نہ ہوں۔

(۲) میت کے ورثاء میں سے بعض نابالغ ہوں یا موجود نہ ہوں۔

(۳) کھانا معین شخص کی ملکیت سے نہ ہو۔

(۴) میت کا مال ابھی ورثاء میں تقسیم نہ ہوا ہو (اور مشترکہ مال سے دعوت کی جائے)۔ان تمام صورتوں میں کھانا کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین مترجم،ص ۵۷ تا ۶۲،خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان)

خود وہابیہ اسمعیلیہ کے شجرۂ طریقت کے بزرگ علامہ احمد سعید فاروقی علیہ الرحمۃ نے ہی وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر دیا ہے اور جو حوالے اس وہابی اسمعیلی نے اپنے آپ کو بہت بڑا تیس مار خان سمجھتے ہوئے نقل کئے ان سب کا جواب دے دیا ہے۔ وہابی اسمعیلی پہلے ادھر فائر کرے اور ان پر فتوے دھرے پھر ہم سے بات کرے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی طرف سے جواب

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فَیَنْبَغِی أَنْ یُقَیَّدَ کَلَامُهُمْ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنِ اجْتِمَاعٍ یُوجِبُ اسْتِحْیَاءَ أَهْلِ بَیْتِ الْمَیِّتِ، فَیُطْعِمُونَهُمْ کُرْهًا. أَوْ یُحْمَلُ عَلَی کَوْنِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ صَغِیرًا أَوْ غَائِبًا. أَوْ لَمْ یَعْرِفْ رِضَاهُ. أَوْ لَمْ یَکُنِ الطَّعَامُ مِنْ عِنْدِ أَحَدٍ مُعَیَّنٍ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ لَا مِنْ مَالِ الْمَیِّتِ قَبْلَ قِسْمَتِهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ. وَعَلَیْهِ یُحْمَلُ قَوْلُ قَاضِی خَانْ: یُکْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ فِی أَیَّامِ الْمُصِیبَةِ لِأَنَّهَا أَیَّامُ تَأَسُّفٍ، فَلَا یَلِیقُ بِهَا مَا یَکُونُ لِلسُّرُورِ، وَإِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ کَانَ حَسَنًا۔۔

پس عاصم بن کلیب کی روایت کردہ مذکورہ حدیث چونکہ فقہاء کے اقوال کے خلاف جاتی ہے، اس لئے اس حدیث اور فقہی روایات کے درمیان تطبیق کی خاطر ضروری ہے کہ فقہاء کے اقوال کو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ فقہی روایتوں کے مطابق میت کے گھر لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جو ممانعت ہے، وہ اس صورت میں ہے، جب کہ لوگ محض رسمی طور پر یا دکھلاوے کے لئے میت کے گھر اکٹھے ہوں، اور اہل میت کو شرماشرمی میں ان کے کھانے کا انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے، یا ان فقہی روایتوں کو اس صورت پر محمول کیا جائے، جس میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ میں سے ہو، اور ورثاء میں کچھ نابالغ ہوں، یا موجود نہ ہوں، اور ان کی اجازت ورضا معلوم نہ ہو، یا یہ کہ کھانے کا انتظام کسی شخص نے ذاتی مال سے نہ کیا ہو، بلکہ میت کے اس مال سے کیا ہو جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو، ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں بھی ہیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بنا پر مکروہ ہے۔ قاضی خان کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایام رنج والم کے اظہار کے ہیں، اور جو چیز خوشی اور مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے، اس کو غمی کے موقع پر اختیار کرنا نہایت غیر موزوں ہے۔ ہاں اگر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے فقراء کو کھانے کے لئے اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہوگا۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۱۱،ص ۸۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم دیوبندی، جلد ۱۱، ص ۱۶۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے بھی وہی کچھ بیان کیا جس کا خلاصہ ہم شیخ المشائخ علیہ الرحمۃ سے بیان کر چکے ہیں لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی بات مانتے ہوئے فقہائے احناف کی ان عبارات کو جو خود اس نے بیان کی خاص موقع پر

محمول کرے ورنہ ہم سے بات کیوں؟ کیا وہابیہ اسمعیلیہ نے ہر عبارت اہلسنت پر ہی تھوپنے کی قسم کھائی ہے جن کو وہابی ساجد خان نے خود ثالث بنایا ہے کیا وہ خود ان کی نہیں مانے گا۔ مانے اور ضرور مانے اور ان جوابات کو اپنے گلے سے لگائے۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بزعم خود جو عبارت ہمارے خلاف نقل کی تھی وہ خود اسی کے گلے کی ہڈی بن چکی ہیں جن کو نہ نگلنا آسان ہے اور نہ ہی اگلنا آسان ہے وہابی جو بھی کرے گا خود ہی وہابیت اسمعیلیت کے ساتھ ساتھ اپنا بیڑا غرق کرے گا اور ہم وقت آنے پر بتائیں گے بھی اور سمجھائیں گے بھی۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی کی طرف سے جواب

علامہ ابراہیم حلبی حنفی علیہ الرحمۃ وہی عبارات جو وہابی ساجد خان نے لکھی ہیں ان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولا يخلو عن نظر لأنه لا دليل على الكراهة إلا حديث جرير المتقدم وهو ما رواه الإمام أحمد و ابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة اهـ يعني وهو فعل الجاهلية إنما يدل على كراهة ذلك عند الموت فقط على أنه قد عارضه ما رواه الإمام أحمد أيضا بسند صحيح وأبو داود عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ في جنازة فلما رجع استقبله داعي امرأته فجاء وجيء بالطعام فوضع يده ووضع القوم فأكلوا ورسول الله ﷺ يلوك اللقمة في فيه الحديث فهذا يدل على إباحة صنع أهل الميت الطعام والدعوة إليه...

مذکورہ بالا حکم میں نظر ہے یعنی یہ اعتراض سے خالی نہیں ہے کیونکہ کراہت پر کوئی دلیل نہیں سوائے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ حدیث یہ ہے جسے امام احمد و ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کا کھانا کھانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ یعنی یہ جاہلیت کا فعل ہے۔ یہ حدیث فقط موت کے وقت کھانے وغیرہ بنانے کی کراہیت پر دلالت کرتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث کے معارض وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت امام احمد نے بھی سند صحیح کے ساتھ اور ابوداؤد نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے حضرت عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ انصار کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے جب آپ ﷺ واپس تشریف لانے لگے تو میت کی بیوہ کے قاصد نے حضور ﷺ کو کھانے کی دعوت دی حضور تشریف لائے اور کھانا لایا گیا آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک طعام میں رکھا تو قوم نے بھی اپنے ہاتھوں کو طعام میں رکھا کھانا تناول فرمانے لگے رسول اللہ ﷺ اپنے منہ مبارک میں لقمہ چباتے رہے تھے یعنی حلق سے نیچے نہیں اتار رہے تھے۔ **یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے اور اس کی دعوت دینے کی اباحت پر دلیل ہے۔** (غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی، ص ۵۲۵، مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی علیہ الرحمۃ کا حوالہ بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں دیا ہے لہٰذا ان کی یہ بات بھی مانے اور سادات احناف کی جو عبارات اس نے نقل کی ہیں ان کو خاص محمل پر محمول کرے ورنہ دوسروں سے اپنی نقل کی ہوئی ہر بات منوانے کی کوشش نہ کرے۔

امید ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پیٹ کے درد کی تکلیف دور ہوگئی ہوگی اگر نہیں ہوئی تو مزید بتائے ان شاء اللہ ہمارے

پاس اور بھی کئی طرح کے علاج ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم ششماہی وبرسی ہیچ نکنند (مالا بدمنہ ص ۱۶۱) میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ص ۴۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل نہیں کی پہلے وہ عبارت خود پیش کرے تا کہ لوگ اس کی علمی اوقات دیکھیں کہ وہ کس چیز سے منع کررہے ہیں اور یہ کیا کہہ رہا ہے اس کے بعد ان کی عبارت کا جواب دیا جائے گا۔

اولاً: تو یہ عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ سب وہابی اسمٰعیلی تیجا اور چالیسواں کرتے ہیں اور وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی کی مسجد میں تو باقاعدہ اعلان ہوتا تھا کہ تیجا کل ہوگا یا پرسوں ہوگا۔ حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ثانیاً: قاضی صاحب کی عبارت بلاوجہ ہمارے کھاتے میں ڈالی جارہی ہے حالانکہ اس میں اس چیز کا ذکر نہیں جس چیز کے ہم قائل ہیں، قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے کہاں فرمایا ہے کہ میری وفات کے بعد ایصال ثواب کے لئے جمع نہ ہونا۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا شروع سے ہی یہی کام ہے الفاظ کا ہیر پھیر کرنا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو تیجا وغیرہ کے الفاظ نظر آ گئے جھٹ سے عبارت نقل کردی بھلے وہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے خلاف ہو۔

ثالثاً: قاضی صاحب دنیاوی رسوم سے منع کررہے ہیں نہ کہ شرعی فریضہ ایصال ثواب سے، دنیاوی رسوم میں نوحہ کرنا، گریبان چاک کرنا، رونا، پیٹنا وغیرہ سے منع کررہے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد یہ کام نہیں کرنے اور اس کی تائید خود وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا کی ایک عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کی مصدقہ کتاب میں وہابی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

نماز جنازہ جماعت کثیر کے ساتھ مولوی محمد عبداللہ کی اقتداء میں ادا کی جائے۔ **کوئی رسم دنیا مثل دہم، چہلم وغیرہ اختیار نہ کی جائے۔ رونا چلانا، نوحہ کرنا حرام ہیں۔ اس سے قطعی پرہیز رہے۔** ورنہ فقیر بری الذمہ اور اس قسم کی رسوم کے مرتکب مواخذ ہوں گے **اور ایک ہفتہ تک فقیر کی قبر پر کلمہ طیبہ، درود شریف، استغفار اور ختم قرآن کے ساتھ ثواب بخشا جائے۔۔۔۔**

(تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ، ص ۱۴۲، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

خط کشیدہ دونوں عبارتیں توجہ سے پڑھ لیں اوپر والی عبارت میں رسم دنیا دہم چہلم سے منع کیا اور اس میں نوحہ کرنا رونا چلانا بیان کیا اور آخر میں ایک ہفتہ تک ایصال ثواب کرنے کا کہا جس میں تیسرا دن بھی شامل ہے۔

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ترجمہ سے واضح ہے کہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ عرس سے بھی منع کرتے تھے حالانکہ عرس تو خود ان کے پیر گھرانے میں ہوتا تھا جیسا کہ خود مکتوبات میں موجود ہے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دھلی رسید بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ برسد دریں اثناء خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔

حضرت خواجہ جیو علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے ایام میں میں دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوں، آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ (مکتوبات امام ربانی فارسی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۳۳، ص ۳۸۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، اردو، ص ۵۳۸، مدینہ پبلیسنگ کراچی)

اسی طرح مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے بھی اپنے والد محترم کے عرس میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی علیہ الرحمہ اپنے پیر و مرشد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

چند روز است کہ ایں مسکین رادردرد تخفیف است چنانچہ در مجلس عرس پیر دستگیر در ڈولی نشستہ چند ساعت حاضر شدہ بود

اس مسکین کو درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے عرس کی مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر تھا۔ (مکتوبات معصومیہ مترجم دیوبندی، دفتر ۳، مکتوب ۶۸، ص ۱۲۹، ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی ان عبارات کا جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول فرمالے۔ یہاں ایک اور حوالہ بھی بیان کر دیتا ہوں کہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کا مفتی اعظم عزیز الرحمن سرہند شریف میں عرس میں شرکت کے لئے جاتا تھا۔

وہابیت اسمٰعیلت کے مفتی اول عزیز الرحمن کے بارے میں وہابی قاری طیب لکھتا ہے:

ہمارے دار العلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۴۰۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

لیجئے! قاضی صاحب علیہ الرحمۃ بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان عرس سے منع کریں اور وہابی اسمٰعیلی مفتی عزیز الرحمن ہر سال اس میں جائے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی مفتی کو بچانے کے لئے قاضی صاحب کی عبارت کا جو بھی جواب دے گا وہی ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

رئیس المتکلمین وامام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت پر بہتان کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: آپ نے دیکھا کہ احناف سمیت بانی فرقہ بریلویت خان صاحب بریلوی بھی اس تیجہ چالیسویں وقل خوانیوں کی مجالس کو مکروہ و ناجائز سمجھتے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۵، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے جب کچھ نہیں بنا تو اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین والی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بہتان بازی والزام تراشی پر اتر آیا اور کل تک تو اس کے جاہل وہابی اسمٰعیلی آباء رئیس المتکلمین امام الفقہاء کے ذمہ یہی باتیں لگاتے تھے اب یہ کھڑا ہوگیا ہے کہ وہ ناجائز کہتے ہیں۔ عقل خود کے پلے نہیں، آتا جاتا خود کو کچھ نہیں، عبارات کا کیا مطلب ہے سمجھ میں خود کے نہیں آتا کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا کا مصداق جاہل آدمی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان، رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کیا فرمارہے ہیں اور یہ جاہل کیا بیان کر رہا ہے۔ رئیس المتکلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی جتنی بھی عبارات وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی اس مزعومہ کتاب میں نقل کیں ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے تیجا، دسواں چالیسواں یا کسی بھی ایصال ثواب کی مجلس سے منع نہیں کیا ان سب عبارات کا تعلق میت کی طرف سے پہلے، دوسرے یا تیسرے دن ضیافت کے ساتھ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے ضیافت سے منع کیا ہے نہ کہ ایصال ثواب سے یا جس کو وہابی اسمٰعیلی تیجا یا

چالیسواں کہتے ہیں وہابی اسمٰعیلی نے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ اعلیٰ حضرت تیجا، دسواں چالیسواں وغیرہ سے منع کرتے ہیں حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں بلکہ آپ نے اپنے فتاوی میں اس کو جائز کہا ہے بلکہ جہاں سے اس جاہل وہابی اسمٰعیلی نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی عبارات نقل کیں ہیں اسی سے پہلے اور بعد میں واضح طور پر فتاوی موجود ہیں جس میں صراحتاً تیجا و دسواں چالیسواں وغیرہ ایصال ثواب کی مجالس کو جائز کہا گیا ہے اور جواز کا فتوی دیا گیا ہے۔ میں چند مقامات سے کچھ عبارات آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں جس سے وہابی اسمٰعیلی کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا پردہ چاک ہو جائے گا اور یہ بات بالکل روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت میت کی طرف سے ضیافت کو منع کرتے ہیں، باقی ایصال ثواب کے لئے تیسرے دن یا کسی اور دن جمع ہونے کو منع نہیں کرتے بلکہ اس کے جائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں۔

رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کر کے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کر کے کرنا اور میلاد مروجہ بہتر نہیں۔** الفاظ اس کے بعینہٖ مجھے یاد نہیں۔

الجواب: اموات کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (صحیح مسلم) اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صوم یوم السبت لالك ولا علیك (روز شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر۔ (مسند احمد بن حنبل)

میرے فتاوٰی و رسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالامال ہیں، حامیِ سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا۔ وہابیہ کا کوئی افتراء آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۰۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لیجئے! اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ تیجہ، دسواں، چالیسواں اصل میں ایصال ثواب ہیں اور یہ دوسرے، تیسرے، دسویں دن کی تعیین، تعیین عرفی ہے اور یہ بھی جائز ہے۔ یہاں میں آپ کی توجہ خط کشید الفاظ کی طرف کروانا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا کہ وہابیہ اسمعیلیہ جب ہر طرف سے عاجز آ جاتے ہیں تو اسی طرح کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جیسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کرنے میں مصروف ہے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی زندگی میں بھی وہابیہ اسمعیلیہ اسی طرح کے افتراءات کرتے تھے جیسا کہ سوال اور جواب میں موجود ہے اور آج بھی وہابی اپنی اسی عادت اولی پر قائم ہیں۔ اعلیٰ حضرت جائز ارشاد فرمائیں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہے کہ اعلیٰ حضرت نے ناجائز و بدعت کہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے ذمہ جو لگایا اس کی تردید خود اعلیٰ حضرت سے ہی ہم نے دکھا دی ہے وہابی اسمٰعیلی کو چاہیے کہ اب کوئی نیا ڈرامہ کرے کیونکہ یہ تو سب فلاپ ہو گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مزید لکھتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا، جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب کا منتظر ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے **اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔** اس میں بھی حرج نہیں، حدیث میں ہے: **صوم یوم السبت لالك ولا عليك** (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ ہے نہ کوئی نقصان۔ (مسند احمد بن حنبل) اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۹۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

سوال: تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور روحیں ان ایام میں آتی ہے یا نہیں؟

جواب: تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے اور مساکین کو دیں، اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۹۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب اس سے زیادہ تصریح ہم کیا دکھائیں۔ اصل میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عقل خراب ہے اور اس کو عبارات اور اصل مسئلہ کا ہی علم نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت میت کی طرف سے ضیافت کو ناجائز کہیں جیسا کہ فقہاء نے ارشاد فرمایا۔ وہابی اسمعیلی یہ سمجھے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جمع ہو کر جو قرآن خوانی کی جاتی ذکر واذکار کیا جاتا ہے اور اس کے ایصال ثواب کے لئے جو درود پاک پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد اس کے لئے دعا کی جاتی یہ ناجائز ہے واہ وہابی واہ! اگر تیرے جیسا ایک اور وہابی پیدا ہو گیا تو مزید وہابیت اسمٰعیلیت کا بیڑا غرق ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں:

دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں، یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی وطعام دونوں کا ثواب پہنچتا ہے، تیجے وچالیسویں وغیر کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۴۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہاں بھی واضح طور پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے اپنے موقف کو بیان فرمایا ہے۔

ایصالِ ثواب کے کھانے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عرف پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میّت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں، ولہٰذا اسے فاتحہ کا کھانا چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں: **وارد ست که مرده دریں حالت مانند غریقے است که انتظار فریادرسی مے بر دو صدقات وادعیه وفاتحه درین وقت بسیار بکار او می آید ازیں ست که طوائف بنی آدم تایک سال وعلی الخصوص تایک چله بعدموت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔** وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصاً چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی، زیر آیۃ والقمر اذا تسق الخ مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی) اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے

مستحسن ہے اور عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۶۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگان دین سے ہوں یا عام مسلمان، پکوایا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتے ہیں؟

الجواب: اغنیا بھی کھا سکتے ہیں سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۶۱۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان دونوں حوالوں میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے ایصال ثواب کے کھانے کا بھی حکم ارشاد فرما دیا کہ اصل یہی ہے کہ اس کو فقراء پر صرف کیا جائے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی پورے اس مضمون کی آخری کڑی مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے جس کو لکھنے کے بعد اس نے منہ ہفوات بکنا شروع کر دیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہمیں تمہاری اوقات معلوم ہے لہٰذا اسی میں رہا کرو پہلے اپنے گھر کی وہابی شریعت پڑھ لیا کرو پھر ہم سے بات کیا کرو۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: خود اس فرقہ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے: ''ان تیجہ چالیسواں اور برسی کی رسموں نے کتنے مسلمانوں کے گھر تباہ کر دیئے۔'' اس سب کے بعد بھی اہلِ بدعت علماء کو حیاء نہیں آتی کہ وہ اب بھی اس رسم بد کے جواز کے لیے حیلے بہانے تراشتے ہیں؟ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ہو اور اپنے آبائی کاموں سے باز آجائے یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہابیہ اسمعیلیہ کی گھٹی میں ہی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی دی جاتی ہے لہٰذا یہ ہر جگہ یہی کام کرتے ہیں وہابی اسمٰعیلی نے بھی یہاں یہی کام کیا اور اس نے یہ کام اس لئے کیا ہے تاکہ اپنے وہابی اکابرین کی طرح تبرا کر سکے ورنہ اس کو بھی معلوم تھا کہ مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمۃ اس مقام پر اس تیجہ اور چالیسواں کی بات کر ہی نہیں رہے جس کے اہلسنت قائل ہیں بلکہ وہی میت کی طرف دعوتوں والے تیجوں اور چالیسووں کا رَد کر رہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا بس اندھے شکاری کی طرح ہاتھ پاؤں مارے اور یہ ایک عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کر کے چیخنے لگا میں آپ کے سامنے مفتی صاحب کی مکمل عبارت پیش کر دیتا ہوں جس سے آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ مفتی صاحب کس تیجہ چالیسواں کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں لیکن اس سے پہلے میں آپ کے سامنے مفتی صاحب کی اسی کتاب سے ایک اور عبارت بھی پیش کر دیتا ہوں جس سے مفتی صاحب کا موقف مزید نکھر کر سامنے آجائے گا اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری و دھوکہ بازی کا بھی پردہ فاش ہو جائے گا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور دسواں اور چالیسواں اور برسی وغیرہ ضرور کرنا چاہیے مگر اس میں دو باتوں کا خیال ضرور رہے۔ ایک تو یہ کہ جہاں تک ہو سکے میت کے مال سے نہ کریں۔ اگر کوئی وارث بچہ ہے۔ تب اس کے حق سے یہ خیرات کرنا حرام ہے۔ لہٰذا کوئی قرابت دار کھانا پینا وغیرہ اپنے مال سے کرے اور دوسرے یہ کہ کھانا صرف فقراء اور غرباء کو کھلایا جائے۔ علم برادری کی روٹی ہرگز ہرگز نہ کی جائے۔ اور فقراء

پر اس قدر خرچ کیا جائے جتنی حیثیت ہو۔۔۔ ہماری اس گزارش کا مقصد یہ نہیں کہ تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ نہ کرو۔ یہ تو دیوبندی یا وہابی کہے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس کو اولیاء کے نام ونمود کے لئے نہ کرو بلکہ ناجائز اور فضول رسموں کو اس سے نکال دو۔ حق تعالیٰ توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔ (اسلامی زندگی، ص ۱۲۴، مکتبہ المدینہ کراچی)

یہ کسی اور کی عبارت نہیں ہے بلکہ مفتی صاحب کی اپنی ہے اور آپ کی بھی کسی اور کتاب کی نہیں بلکہ اسی کتاب کے تھوڑا سا آگے کی ہے جہاں سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے عبارت میں ڈنڈی ماری ہے۔ اب ہمارے قارئین! اسی سے ہی اندازہ کرلیں کہ مفتی صاحب اس تیجہ، چالیسواں کا رد کررہے ہیں یا اس کا جس میں خرابیاں ہوں۔ ہم مزید مفتی صاحب کی عبارت بھی پیش کردیتے ہیں جو ہے تو تھوڑی لمبی لیکن اپنے مطلب میں واضح ہے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی کے ساتھ ساتھ اس کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ووافی ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

موت کے بعد کی مروجہ رسمیں: موت کے بعد ہر علاقہ میں علیٰحدہ علیٰحدہ رسمیں ہوتی ہیں۔ مگر کچھ رسمیں ایسی ہیں۔ جو تھوڑے فرق سے ہر جگہ ادا کی جاتی ہیں۔ ان ہی کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ دلہن کا کفن اس کے میکے سے آتا ہے یعنی یا تو اس کے ماں باپ کفن خرید کرلاتے ہیں یا بعد کو اس کی قیمت دیتے ہیں۔ اسی طرح دفن اور تقریباً موت کا تین دن تک کا سارا خرچہ میکے والے کرتے ہیں۔ دلہن کی اولاد کا کفن بھی میکے والوں کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔ تین دن میت والوں کے گھر قرابت داروں اور خاص کر سمدھیانہ سے کھانا آنا ضروری ہے۔ اور کھانا بھی اتنا زیادہ لانا پڑتا ہے کہ سارے کنبے بلکہ ساری برادری کو کافی ہو۔ چھ وقت کھانا بھیجنا پڑتا ہے۔ اگر پچیس پچیس آدمیوں کا ہر وقت کھانا پکایا گیا تو اس قحط سالی کے زمانہ میں کم ازکم پچاس روپیہ خرچ ہوا۔ پھر جب خیر سے یہ تین دن گزر گئے تو اب میت والوں کے ذمہ لازم ہے کہ تیسرے دن تیجہ (سوئم) کرے جس میں ساری برادری بلکہ ساری بستی کی روٹی کرے جس میں امیر وغریب دولت مند لوگ ضرور شریک ہوں اور غضب یہ کہ بہت جگہ یہ برادری کی دعوت خود میت کے مال سے ہوتی ہے حالانکہ میت کے چھوٹے یتیم بچے، بیوہ اور غریب بوڑھے ماں باپ بھی ہوتے ہیں مگر ان سب کے منہ سے یہ پیسہ نکال کر اس میلہ کو کھلایا جاتا ہے۔ موت کے بعد تین دن تک میت کے گھر والے تعزیت کے لئے بیٹھتے ہیں۔ جہاں بجائے دعا اور تعزیت کے حقے کے دور چلتے ہیں کچھ قرآن کریم پڑھ کر بخشتے بھی ہیں تو اس طرح کہ حقہ منہ میں ہے اور ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں۔ پھر چالیس روز تک برابر دو روٹیاں ہر روز خیرات کی جاتی ہیں اور اس کے درمیان دسواں، بیسواں اور چالیسواں بڑی دھوم دھام سے ہوتا رہتا ہے۔ جس میں برادری کی عام دعوتیں ہوتی ہیں اور فاتحہ کے لئے ہر قسم کی مٹھائیاں اور فروٹ (میوے) اور کم ازکم ایک عمدہ کپڑوں کا جوڑا رکھا جاتا ہے۔ فاتحہ کے بعد وہ مٹھائیاں اور فروٹ تو گھر کے بچوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور کپڑوں کا جوڑا خیرات ہوتا ہے۔ پھر چھ ماہ کے بعد چھ ماہی اور سال بعد میت کی برسی ہوتی ہے۔ اس برسی میں بھی برادری اور بستی کی روٹی کی جاتی ہے۔ لو، صاحب! آج ان رسموں سے پیچھا چھوٹا۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ کفن پر ایک نہایت خوبصورت ریشمی یا اونی چادر ڈالی جاتی ہے جو بعد دفن خیرات ہوتی ہے مگر دوستو! یہ بھی خیال رہے کہ ننانوے فی صدی یہ رسمیں اپنے نام اور شہرت کے لئے ہوتی ہیں۔ اگر یہ کام نہ ہوں گے تو ناک کٹ جائے گی۔۔۔ میت والوں کے گھر تیجہ اور چالیسواں کی روٹی کرانا اور اس سے برادری کی روٹی لینا حرام ومکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا یہ مروجہ تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی کی برادری کی دعوتیں کھلانے والے اور کھانے والے دونوں گنہگار ہیں یہ کھانا صرف غریبوں فقیروں کا

حق ہے کیونکہ یہ صدقہ وخیرات ہے اور اگر میت کا کوئی وارث بچہ ہے یا سفر میں ہے تو بغیر تقسیم کیے ہوئے اس کا مال خیرات کرنا بھی حرام ہے کہ نہ یہ فقیروں کو جائز اور نہ مالداروں کو، لہٰذا یا تو کوئی وارث خاص اپنے مال سے یہ خیرات کرے یا پہلے میت کا مال تقسیم کرلیں۔ پھر نابالغ اور غائب کا حصہ نکال کر حاضر بالغ وارث اپنے حصہ سے کریں۔ ان دعوتوں کا یہ شرعی حکم تھا۔ اب دنیاوی حالت پر نظر کرو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان تیجہ چالیسواں اور برسی کی رسموں نے کتنے مسلمانوں کے گھر تباہ کر دیئے میرے سامنے بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ مسلمانوں کی دکانیں جائیدادیں اور مکانات چالیسواں اور تیجہ کھا گیا۔ آج وہ ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ ایک صاحب نے باپ کے چالیسویں کے لیے ایک بنیے (کراڑ) سے چار سو روپے قرض لیے تھے۔ ستائیس سو روپیہ ادا کر چکے مگر قرض ختم نہیں ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس تیجے اور چالیسویں کی رسموں سے صرف ایک ہی گھر تباہ نہیں ہوتا بلکہ دلہن کے میکے والے بھی ساتھ تباہ ہوتے ہیں۔ یعنی ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے کیونکہ قاعدہ یہ ہوتا ہے اگر تیجہ میت والا کرے تو چالیسویں کی روٹی اس کے سمدھیانے والے کریں، میرے اس کلام کا تجربہ ان کو خوب ہوا ہوگا کہ جن کو کبھی ان رسموں سے واسطہ پڑا ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ میت کا دم نکلا اور محلہ والی عورتوں مردوں نے گھر گھیر لیا اور اول تو پان دان کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اب سب لوگ جمع ہیں۔ کھانا آنے کا انتظار ہے۔ بیچارہ میت والا مصیبت کا مارا اپنا غم بھول جاتا ہے یہ فکر پڑ جاتی ہے کہ اس میلے کا پیٹ کس طرح بھروں۔ پھر جب تک اس بیچارے کا دیوالیہ نہیں نکل جاتا یہ میلہ نہیں ہٹتا۔ لہٰذا اے مسلمانو! ان ناجائز اور خراب رسموں کو بالکل بند کر دو۔ (اسلامی زندگی، ص ۱۲۰ تا ۱۲۳، مکتبہ المدینہ کراچی)

میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ ہمارے کسی معتبر ومستند عالم سے یہ ثابت کر دے کہ تیجہ، چالیسواں کی جن جن صورتوں کو مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ناجائز کہہ رہے ہیں وہ جائز ہیں۔

قارئین! بحمد للہ ہر بار کی طرح اس بار بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری و مکاری خوب واضح ہوئی اور اس کے حق میں وہی ذلت ورسوائی ہی آئی جو اس کے وہابی اکابرین کے حصہ میں آئی تھی اور بحمد للہ اہلسنت کا بول بالا ہوا۔

OOOOO

{......مسئلہ نمبر ۱۴......}

قبروں پر پھول اور علمائے اہلسنت کا موقف

قبروں پر پھول ڈالنا جائز و بہتر عمل ہے۔ اگر کوئی کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر کوئی نہیں کرتا (جیسا کہ ہزارہا سنی ہیں جو اولیاء وعلماء یا پھر عام قبور پر جاتے ہیں لیکن پھول نہیں ڈالتے) تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے، اور نہ ہی ہمارے معتبر ومستند علماء کی طرف سے کسی قسم کا کوئی فتوی ہے۔ ہاں وہابی اسمٰعیلی احمدی سوچ بری ہے جو بات بات پر بدعت بدعت کی رٹ لگاتی اور ایک جائز کام سے منع کرتی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قبر پر سبز پھول ڈالنا اچھا ہے۔

مزید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ہاں قبروں پر پھول ڈالنا حسن ہے۔ ملخصا (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۲۴، ۵۳۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

پھول قسم نباتات سے تر چیز ہے ان میں جب تک تری ہے زندہ ہیں اور اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتی ہے اور اس کی تسبیح سے صاحب قبر کو انس ہوتا ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شاخ تر لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر قبر پر جما دی علماء نے اسی حدیث سے قبروں پر سبزہ و پھول ڈالنے کا استدلال کیا ہے۔ (فتاویٰ صدر الافاضل، ص ۲۲۰)

(۳) صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے۔ (بہار شریعت، جلد ۱، ص ۸۵۱، مکتبۃ المدینہ)

(۴) حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان کی قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے۔۔۔ لہٰذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۰۷، فاروقیہ بکڈپو، دہلی)

ان عبارات سے اہلسنت کا موقف روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔

قبروں پر پھول اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

بحمد للہ اہلِ سنت علمی اعتبار سے یتیم نہیں ہیں، بلکہ اپنے پاس اپنے ہر موقف کی دلیل رکھتے ہیں اور دلیل بھی ایسی جو وہابیت اسمٰعیلیت کو اس کے حقیقی مقام پر پہنچانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قبر پر پھول ڈالنے کے حوالے سے ہمارے پاس پہلی دلیل ان علماء کی ہے جن کے بارے میں خود وہابی **اسمٰعیلی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ:**

فتاوی عالمگیری: ملا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۱ھ) مرتب درس نظامی کی سربراہی میں حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے دور میں ۵۰۰ حنفی علماء نے اس فتاوی کو تیار کیا، احناف کے ہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اب ہم بھی اسی فتاوی سے اپنے موقف کو ثابت کرتے ہیں جس کی تعریف اس وہابی سے تو آپ دیکھ چکے، اس کے علاوہ بھی وہابی دیوبندی مولوی گھمن کے گھمنی رسالے میں لکھا ہے کہ:

یہ عبارت فتاوی عالمگیری کی ہے اس کی عبارت پر پانچ صد (۵۰۰) جید علماء کا اجماع ہے۔

(قافلہ حق، جلد ۴، شمارہ ۱، ص ۲۹، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

بقول وہابیہ اسمعیلیہ پانچ سو علماء کا اجماع قبروں پر پھول ڈالنا جائز

(۱) انہی پانچ سو علماء ہند کا اجماعی فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں لکھا ہے کہ:

وَضْعُ الْوُرُوْدِ وَالرِّيَاحِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ وَإِنْ تَصَدَّقَ بِقِيْمَةِ الْوَرْدِ كَانَ أَحْسَنَ.

گلاب کے یا دوسرے پھول قبروں پر رکھنا اچھا ہے اور ان پھولوں کی قیمت صدقہ کرنا زیادہ اچھا ہے۔

(فتاوی عالمگیری، جلد ۹، ص ۱۶۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، جلد ۵، ص ۴۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہوسکتا ہے کہ وہابی دیوبندی مولوی ساجد اپنے آباء کی جہالتوں کی داستاں لے کر بولے یہ مراد ہے وہ مراد ہے میں اس کے گھر

سے ہی ثابت کر دیتا ہوں کہ اس سے وہی مراد ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

دیوخانی مولوی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے کہ:

وَفِيْ (الْعَالَمْكِيْرِيَةِ) انَّ اِلقاءِ الرِيَاحِيْنَ ايضًا مُفِيْد.

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قبر پر پھول ڈالنا بھی مفید ہے۔ (فیض الباری شرح صحیح بخاری، جلد ۳، ص ۷۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مزید لکھتا ہے کہ:

عالمگیری میں ہے کہ پھول ڈالنا بھی مفید ہے۔ اعتماد اسی پر ہے جو عینی نے فرمایا کیونکہ ان کا مرتبہ عالمگیری سے زیادہ ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

قارئین! للہ انصاف! آپ نے دیکھا کہ وہابیت نے یہاں مانا کہ فتاوی عالمگیری میں قبروں پر پھول ڈالنے کو جائز لکھا ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ نے ہی لکھا ہے کہ فتاوی عالمگیری کی عبارت پر پانچ سو علماء کا اجماع ہے۔ اب اس پر عمل کرنے کے بجائے وہابیہ اسمعیلیہ نے علامہ عینی علیہ الرحمۃ کو ان پانچ سو علماء کی اجماعی عبارت پر ترجیح دے دی لیکن جب قبر پر خیمہ لگانے کی باری آئی اور علامہ عینی نے اس کو جائز کہا تو وہابیت اسمعیلیت علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ جن کو اس نے پانچ سو علماء کی اجماعی عبارت پر ترجیح دی تھی ان سے بھی ایسے بھاگی جیسے وہابیت اسمعیلیت کا باپ آذان سن کر بھاگتا ہے۔

بحمد للہ اہل سنت کا موقف بقول وہابیہ اسمعیلیہ ان ۵۰۰ علماء کی اجماعی عبارت سے ثابت ہو گیا اور یہ وہ علماء ہیں جن کی تعریف خود وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی کر چکا ہے اور گھمن کے رسالہ سے بھی ان کی اہمیت و مقام معلوم ہو رہا ہے۔ جب یہ ۵۰۰ سو سادات احناف ان وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک معتبر و مستند ہیں اور وہی قبر پر پھول ڈالنے کو جائز کہہ رہے ہیں تو وہ وہابیت اسمعیلیت جو ہمیں آنکھیں دکھا رہی تھی اور سادات احناف سادات احناف کی گردان سنا رہی تھی اب کہاں گئی۔ کیا اب بھی وہابیت اسمعیلیت زندہ ہے یا اس کی جان نکل گئی؟۔ اگر کچھ حیا ہوئی تو ضرور مر جائے گی لیکن وہابیت اسمعیلیت اور حیاء ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اس نے پھر کوئی نہ کوئی ڈرامہ کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

قارئین! اتنے معتبر و مستند حوالے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہیں لیکن وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی گھر تک پہنچانا ہمارا کام ہے لہٰذا مزید حوالے بھی اتمام حجت کے لئے عرض کر دیتا ہوں۔

(۲) علامہ علی قاری وہابیت کی ناک خاک آلود کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد افتى بعض الائمة من متاخرى اصحابنا بان ما اعتيد من وضع الريحان و الجريد سنة لهذا الحديث.

ہمارے بعض مُتاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتوی دیا کہ قبر پر پھول اور کھجور کی ٹہنی رکھنے کی جو عادت ہے وہ سنّت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۵۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیجئے اور وہابیت اسمعیلیت سے کہیے کہ پہچانیں یہ کون ہیں اور ان کا سادات احناف میں کیا مقام ہے نہیں نہیں آپ کسی اور سے پوچھنے کے بجائے اسی وہابی اسمعیلی ساجد خان سے ہی پوچھ لیجئے بلکہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اسی کی یہی مزعومہ کتاب کے صرف

ابتدائی صفحات ہی دیکھ لیجئے سب کچھ آپ کے سامنے آجائے گا جس میں گویا وہابیت اسمعیلیت چیخ چیخ کر یہ اعلان کررہی ہوگی کہ ہم سادات احناف کی صرف وہی مانیں گے جن کو ہمارے وہابی اسمعیلی علماء نے مانا ہے باقی ہم سادات احناف کو جانتے بھی نہیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے علامہ علی قاری کو معتبر و مستند سمجھ کر ان کو ثالث نہیں بنایا؟۔ اگر بنایا ہے اور ضرور بنایا ہے تو اب وہی علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ قبروں پر پھول ڈالنے کا فتوی ہمارے علماء نے دیا ہے۔ اور ایسے ہی نہیں دیا بلکہ حدیث کی وجہ سے دیا ہے۔ قارئین! یہ ہے وہابیت اسمعیلیت جو دوسروں سے تو منوانے کی کوشش کرتی ہے لیکن خود کسی کی نہیں مانتی بلکہ وہی نانہجار آدمی جس نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو ثالث بنایا ہے وہی ان کی بات نہیں مان رہا باقی تو پھر باقی ہیں۔

(۳) علامہ احمد بن محمد طحطاوی الحنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان و الجرید سنۃ لھذا الحدیث۔

ہمارے بعض مُتاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ قبر پر پھول اور کھجور کی ٹہنی رکھنے کی جو عادت ہے وہ سنّت ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح، ص ۶۲۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمعیلیت کی گرتی دیوار کو ایک دھکا دے دیا ہے اور اس بات کو بانگ دہل بیان کیا ہے کہ سادات احناف تو قبروں پر پھول ڈالنے کے جواز کا فتوے دے چکے ہیں، اب آپ نے کس کی ماننی ہے سادات احناف کی یا وہابیت اسمعیلیت کی کہ جو ہمیشہ اپنے آباء کی پیروی میں سب کچھ کرتی آئی ہے کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اس کا سادات احناف سے کیا تعلق کہ جب اس نے گھٹی ہی وہابیت اسمعیلیت کی پی ہوئی ہے۔ بہر حال ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی کچھ عوعو کرنے کی کوشش کرے اور یہ کہے کہ جی یہ مراد ہے جی وہ مراد ہے۔ ہم اسی کے گھر سے اسی حوالے کا ثبوت سے دیتے ہیں۔

الفضل ما شھدت بہ الاعداء

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں "الفضل ما شھدت بہ الاعداء" کا بھی رٹا لگایا ہے۔ ہم اس سے اسی کے اصول کے مطابق علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کے قبروں پر پھول ڈالنے والے فتوی کی تصدیق اسی کے وہابی اسمعیلی سے کروا دیتے ہیں اور پھر اس سے یہی کہتے ہیں کچھ تو شرم کرو بغض اہلسنت میں اس قدر تو آپے سے باہر نہ ہو کہ اکابرین امت بھی نہ بچ سکیں۔ **چنانچہ وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی علامہ احمد بن محمد طحطاوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتا ہے:**

ثم قال فی شرح المشکوۃ وقد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث۔۔۔

اور پھر امام طحطاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا شرح مشکاۃ میں ہے کہ: ہمارے بعض مُتاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ قبر پر پھول اور کھجور کی ٹہنی رکھنے کی جو عادت ہے وہ سنّت ہے۔ (لامع الدراری جامع البخاری، جلد ۲، ص ۱۳۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو بھی فتوے لگانے ہیں لگائے کیونکہ ہم نے خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے اقرار سے ثابت کر دیا ہے کہ اکابرین امت کے نزدیک قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے۔

(۴) وہابی مولوی مفتی رضوان لکھتا ہے کہ:

قبر پر سبز یا تازہ ہرے خوشبودار پھول، مثلاً گلاب وغیرہ کے تازہ پھول یا گلاب وغیرہ کی تازہ پتیاں ڈالنا حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مکروہ ہے۔ **لیکن بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ نہیں، جن میں بعض مشائخ حنفیہ بھی داخل ہیں۔** (ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی، جلد ۱۷، شمارہ ۲، اکتوبر ۲۰۱۹)

وہابی ہو اور اپنی آبائی عادت جھوٹ سے مجبور نہ ہو، وہابی مولویوں کو جھوٹ بولتے ہوئے کوئی شرم نہیں آتی اور آئے بھی کیسے کہ ان کی تربیت ہی ایسے ہوتی ہے، وہابی اسمٰعیلی مولوی نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ: **"حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مکروہ ہے۔"** میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتایا جائے کس فقیہ نے یہ لکھا ہے کہ: **"حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق مکروہ ہے۔"** کیا وہابیت نے جھوٹ بولنے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔ یا وہابیت اسمٰعیلیت اپنے باپ گنگوہی کی طرح ہر کسی کو اندھا سمجھتی ہے اور جس طرح کا بھی چاہے لکھ دیتی ہے صرف اس وجہ سے کہ کسی کو نظر تھوڑی آنا ہے۔ بہر حال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے وہ کون کون سے حنفی فقہاء اور مشائخ حنفیہ ہیں جن کے نزدیک قبر پر پھول ڈالنا مکروہ نہیں، ان سب کے نام و حوالہ جات بتائے، اور اپنی بکواس کا کچھ رخ ادھر بھی کرے تاکہ اس کا انصاف پسند ہونا معلوم ہو۔

(۵) وہابی مفتی رضوان "الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی" کے حوالے سے لکھتا ہے::

قالوا ایضا مع الحنابلة والحنفیة: ویندب ان یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ من الشیء الرطب حفظا لترابہ من الاندارس ولا یجوز للغیر اخذہ من علی القبر قبل یبسه؛ لان صاحبه لم یعرض منه الا عند یبسه لزوال نفعه الذی وقت رطوبته، وھو الاستغفار۔

نیز حنفیہ اور حنابلہ کی طرح ان کے ہاں بھی قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے نیز سبز ٹہنی پھول یا کوئی بھی تر چیز قبر پر رکھنا (سنت ہے از ناقل) تاکہ اس کی مٹی ختم نہ ہو جائے اور اس کے خشک ہونے سے پہلے اس کو اٹھانا صحیح نہیں کیونکہ جب تک وہ خشک ہوگی اس کا نفع ختم ہوگا جو تر ہونے کی حالت میں تھا یعنی استغفار۔ (ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی، جلد ۱۷، شمارہ ۲، ص ۷۷، اکتوبر ۲۰۱۹، الفقہ الاسلامی وادلتہ عربی، جلد ۲، ص ۵۳۰، دارالفکر دمشق، مترجم دیوبندی، جلد دوم، ص ۹۱۰، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی ملاں نے اپنی آبائی عادت کی وجہ سے اس عبارت "یسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ" میں موجود "یسن" کا ترجمہ نہیں کیا، کیونکہ اگر اس کا ترجمہ کر دیتا تو وہابیت کی جان ہی نکل جانا تھی۔ اور وہابیت اسمٰعیلیت نے رونا ہی رونا تھا لہٰذا اس نے کام ہی ایسا کیا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

مزید الفقہ الاسلامی میں لکھا ہے:

و کذالك قال الحنفیة یکرہ قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس لانه مادام رطبا یسبح اللہ تعالی فیونس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة ویندب وضع الجرید والآس ونحوھما علی القبور۔ والدلیل: ما ورد فی الحدیث الصحیح من وضعه علیه الصلاة والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی القبرین اللذین یعذبان و تعلیله بالتخفیف عنهما ما لم ییبسا ای یخفف عنهما ببرکة تسبیحهما؛ اذھو اکمل من تسبیح الیابس، لما فی الاخضر من نوع حیاة۔

حنفیہ کے ہاں قبر سے تر گھاس وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے البتہ خشک کاٹ لینا مکروہ نہیں کیونکہ جب تک وہ تر رہے گی تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح

کرتی رہے گی تو میت مانوس ہوگی اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت کا نزول ہوگا، (کھجور کی ٹہنی، آس اور ان دونوں کی مثل از ناقل) آس وغیرہ کی ٹہنی کا قبر پر رکھنا مندوب ہے دلیل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبز ٹہنی رکھنے کے بارے میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شاخ کو دو حصے کرے دو قبروں پر رکھی جن میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا اور آپ نے کہا جب تک یہ خشک نہ ہو تو عذاب ہلکا ہوگا یعنی اس کی تسبیح کی برکت سے کیونکہ تر شاخ وغیرہ میں ایک قسم کی زندگی ہوتی ہے اور اس کی تسبیح خشک کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ عربی، جلد ۲، ص ۱۵۳۱، دار الفکر دمشق، مترجم دیوبندی، جلد دوم، ص ۹۱۰، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: وہابی اسمعیلی مترجم نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں مفتی بہ اقوال کو اختیار کیا ہے اور اگر کہیں اور اقوال ذکر کئے ہیں تو مفتیٰ بہ قول کی وضاحت کر دی ہے۔

(۶) علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی صاحب قمر الاقمار لکھتے ہیں:

گلاب اور دوسرے پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔۔۔

(نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن مترجم، ص ۴۱، مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

(۷) علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

يُكْرَهُ أَيْضًا قَطْعُ النَّبَاتِ الرَّطْبِ وَالْحَشِيشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ دُونَ الْيَابِسِ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالدُّرَرِ وَشَرْحِ الْمُنْيَةِ وَعَلَّلَهُ فِي الْإِمْدَادِ بِأَنَّهُ مَا دَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ اللهَ - تَعَالَى - فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ وَتَنْزِلُ بِذِكْرِهِ الرَّحْمَةُ اهـ وَنَحْوُهُ فِي الْخَانِيَّةِ. أَقُولُ: وَدَلِيلُهُ مَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ وَضْعِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - الْجَرِيدَةَ الْخَضْرَاءَ بَعْدَ شَقِّهَا نِصْفَيْنِ عَلَى الْقَبْرَيْنِ اللَّذَيْنِ يُعَذَّبَانِ. وَتَعْلِيلُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا: أَيْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا بِبَرَكَةِ تَسْبِيحِهِمَا، إذْ هُوَ أَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيحِ الْيَابِسِ لِمَا فِي الْأَخْضَرِ مِنْ نَوْعِ حَيَاةٍ، وَعَلَيْهِ فَكَرَاهَةُ قَطْعِ ذَلِكَ، وَإِنْ نَبَتَ بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَمْلِكْ لِأَنَّ فِيهِ تَفْوِيتَ حَقِّ الْمَيِّتِ. وَيُؤْخَذُ مِنْ ذَلِكَ وَمِنَ الْحَدِيثِ نَدْبُ وَضْعِ ذَلِكَ لِلِاتِّبَاعِ وَيُقَاسُ عَلَيْهِ مَا اُعْتِيدَ فِي زَمَانِنَا مِنْ وَضْعِ أَغْصَانِ الْآسِ وَنَحْوِهِ، وَصَرَّحَ بِذَلِكَ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ، وَهَذَا أَوْلَى مِمَّا قَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ مِنْ أَنَّ التَّخْفِيفَ عَنِ الْقَبْرَيْنِ إنَّمَا حَصَلَ بِبَرَكَةِ يَدِهِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ دُعَائِهِ لَهُمَا فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ. وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ أَنَّ بُرَيْدَةَ بْنَ الْحُصَيْبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَوْصَى بِأَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ، وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

قبروں سے ہری جڑی بوٹیاں اور گھاس کاٹنا مکروہ ہے جبکہ خشک کاٹنا جائز ہے۔ جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے اور امداد میں اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب تک گھاس وغیرہ سرسبز رہے گی، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہے گی جس سے میت مانوس ہوتی رہے گی اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی رہے گی اور اسی کی مثل خانیہ میں بھی ہے، میں کہتا ہوں کہ: اور اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرسبز ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے جن دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا، ایک ایک ٹہنی ان پر رکھ دی اور اس کی یہ وجہ بیان کی کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی جب تک یہ خشک نہ ہو جائیں، یعنی ان ٹہنیوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی کیونکہ یہ خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے اس لئے کہ سرسبز ہونے میں ایک قسم کی حیات ہے اسی بنا پر اس کو کاٹنا مکروہ ہے اگر وہ خود بخود اگی ہو اور کسی کی ملک نہ ہو کیونکہ اس میں حق میت کو ضائع کرنا ہے، ماقبل والے مسئلے اور اس حدیث پاک سے

یہ اخذ کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے قبروں پر سرسبز ٹہنیاں رکھنا مستحب ہے۔اسی پر قیاس کیا گیا ہے یہ جو ہمارے زمانہ میں قبروں پر آس درخت کی ٹہنیاں اور اس کی مثل رکھنے کا عرف ہے۔شوافع کی ایک جماعت نے صراحت بھی کی ہے اور یہ اس سے اولی ہے جو مالکیہ نے کہا کہ قبروں سے عذاب میں تخفیف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کی برکت سے ہوئی تھی یا آپ کی دعا سے ہوئی تھی لہٰذا اس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔اور تحقیق امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳، ص ۱۸۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نوٹ: علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت گنگوہی نے ''لامع الدراری جامع البخاری، جلد ۲، ص ۱۳۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی'' میں بیان کر کے اس پر مہر تصدیق لگا کر وہابیت اسمٰعیلیت کو برباد کروانے کا حق ادا کر دیا ہے۔اب بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بولے گا ''الفضل ماشھدت بہ الاعداء'' یا چپ کا روزہ رکھ کر وہابیت اسمٰعیلیت کو ننگا ہوتے دیکھے گا۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کا وہ بیڑا غرق کیا ہے کہ بیچاری رو رہی ہے اور علامہ شامی پر طرح طرح کے فتوے داغ رہی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے یہ وہابیت اسمٰعیلیت کی عادت ہے کہ یہ اپنے ہر فرد کو فتوے لگانے میں ماہر بنا دیتی ہے۔

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تمسک کنند این جماعة باین حدیث در انداختن سبزہ و گل و ریحان بر قبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے کہ قبروں پر سبزہ اور گُل وَریحان ڈالنا جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۲۰۰، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

مزید لکھتے ہیں:

قیل: الرطب یسبح فیتخفف ببرکتہ فیطرد فی کل الریاحین و البقول۔

ایک قول یہ ہے کہ تر چیز تسبیح کرتی ہے تو اس کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو یہ عام ہے ہر طرح کے پھولوں اور سبزہ کو۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۶۹، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

علامہ شامی اور شیخ عبدالحق بدعات مخترعہ کے مؤید وہابی فتویٰ

جب وہابیہ اسمٰعیلیہ کا پیٹ اہلسنت پر فتوے لگانے سے بھر جاتا ہے تو اب یہ اکابرین امت کا رخ کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں۔علامہ شامی علیہ الرحمۃ پر شرک کا فتوی آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں ہم یہاں اس کا اعادہ نہیں کرتے لیکن علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ نے ہاتھ صاف کئے ہیں اور ان پر بھی فتوے لگائے ہیں۔علامہ شامی علیہ الرحمۃ تو معتبر ہوں نہ ہوں لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو تو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور ان کو اکابرین میں شامل کر کے ان کی بات ماننے کا ہمیں کہا ہے لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے شیخ صاحب کی نہیں مانتے اور یہ ہمارے پیچھے پڑا ہے۔خود اس کے وہابی شیخ صاحب علیہ الرحمۃ پر فتوے لگاتے ہیں اور یہ ان کو ثالث بناتا ہے۔بہر حال ہم نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو انہی کے اصولوں سے آئینہ دکھایا ہے۔دیکھتے ہیں یہ آئینہ دیکھنے کے بعد کیا کچھ اگلتا ہے۔

وہابی انور شاہ کشمیری اکابرین امت پر فتوے ٹھوکتے ہوئے لکھتا ہے:

بہ کثرت علماء سلف وخلف نے قبروں پر ٹہنیاں لگانے وغیرہ کو بدعت وخلاف شریعت کہا ہے اور ان ہی میں محقق امت حافظ ابن

عبد البر مالکی وغیرہ بھی ہیں اور حافظ ابن حجر کا اختیار جواز درست نہیں، اسی طرح متاخرین حنفیہ میں سے جس کسی نے اس کو جائز کہا ہے، غلطی کی ہے۔ مثلاً **شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ شامی کہ میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہیں ہوسکا اور اسی لئے ان کے یہاں بہت سے مسائل میں بدعات مخترعہ کی تائید ہوگئی ہے۔**۔۔ لہٰذا حافظ ابن حجر، شامی اور شیخ محدث دہلوی کے اقوال پر نظر کر کے اس بارے میں توسع کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور قبروں پر ٹہنیاں گاڑنا امر منکر و بدعت ہی ہے۔

(انوار الباری، جلد ۸، ص ۴۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے باپ انور شاہ بدعتی کا کلام ہے جس کی اپنی کوئی اوقات نہیں اور جو خود بدعتی اسمٰعیلی ٹولے میں سے ہے وہ شیخ صاحب جن کو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور علامہ شامی کو بدعت کا سبق دے رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ انہوں نے بدعات مخترعہ کی تائید کی، ایسے ایسے جاہل لوگ جنہوں نے اکابرین امت کو بھی نہیں چھوڑا اگر وہ اہلسنت پر بدعت کا الزام عائد کریں اور ان کو بدعتی کہیں تو کیا تعجب ہے یہ تو اکابرین امت کو بھی ان القابات سے نواز چکے ہیں۔ باقی میں آخر میں بتاؤں گا کہ اس بدعت کا ارتکاب کس کس وہابی اسمٰعیلی نے کر کے بدعتی ہونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، جو خود بدعتی ہوں، جن کے اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابر بدعتی ہوں، وہ دوسروں کو بدعتی کہتے ہیں بس صرف شرم ان کے پاس نہیں ہے اور حیاء کو بیچ کر کوا بریانی کھا چکے ہیں اب ان سے یہی امید ہے کہ یہ اکابرین امت پر بدعت اور بدعتی کے فتوی ہی لگائیں گے۔

(۹) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اور پھول اور خوشبو کی چیز قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ خوشبو کی چیزیں لگانا شرعاً ثابت ہے۔ اور بعد دفن کے تو میت قبر کے اندر رہتی ہے۔ البتہ یہ چیزیں قبر پر رکھنے سے اس میت کی مشابہت جدید میت کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو احتمال ہے کہ خوشبو کی چیز قبر پر رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے۔۔۔

مزید لکھتے ہیں:

اسی وجہ سے بعض علماء نے بہتر جانا کہ پھول قبر پر رکھیں جائیں۔ (فتاوی عزیزی ص ۱۷۳، ۱۹۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

بحمد اللہ ہم نے سادات احناف اور مشائخ ہند سے ثابت کر دیا ہے کہ قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا جائز و مستحسن کام ہے باقی وہابیہ اسمٰعیلیہ تو اپنے آباء کو نہیں چھوڑتے اکابرین امت کو کیا چھوڑیں گے یعنی فتوے ہی داغتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: احناف کہتے ہیں کہ قبروں پر گلاب کی پتیاں پھول وغیرہ ڈالنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ان کی پیروی میں یہی بات احناف دیوبند بھی کہتے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۶، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

قارئین! سادات احناف اور مشائخ ہند کیا کہتے ہیں وہ آپ نے پڑھ لیا ہے جس سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کی صداقت آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی، یہ جاہل آدمی ہے اس کو صرف اور صرف اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کی پیروی کرنی ہے اور یہ اسمٰعیلی حق کو زبان پر لانے کو جائز نہیں سمجھتا، آپ نے وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کا دعوی پڑھ لیا ہے جو کہ اس کی علمی یتیمی اور سادات احناف کی کتب سے دوری پر دلالت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ آنے والے حوالے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی مولوی اپنے اکابرین کی کتب سے بھی دور ہے، سادات احناف کے حوالے تو آپ پڑھ چکے، اب وہابی اسمٰعیلی کے اکابرین کے حوالے بھی دیکھ لیں

تا کہ ہر طرف سے ذلت ورسوائی اس کے مقدر میں ثابت ہوجائے۔

(۱) کئی وہابی دیوبندی اکابرین کا مصدقہ فتاوی میں عبدالحق وہابی لکھتا ہے کہ:

تازہ پھول اور سبز پتے یا شاخ وغیرہ اس نیت کے ساتھ قبروں پر رکھنا کہ اس سے عذاب قبر میں تخفیف ہو اور اس کی حمد وثنا سے میت کو نفع ہوگا اگرچہ شرعا جائز ہے۔۔۔ (فتاوی حقانیہ، جلد ۲، ص ۷۷، ناشر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

وہابی اسمعیلی مولویوں نے یہ عادت بنا رکھی ہے کہ دوسرا کرے تو شرک و بدعت اپنا کرے تو اسلام وایمان، یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ اس فرقے کا وجود ہی اسی لئے ہوا بحمد للہ ہم نے قبر پر پھول ڈالنے کے اتنے حوالے دے دیئے آخر میں ہم نے وہابی مولوی عبدالحق کا فتوی نقل کیا ہے، جو قبروں پر پھول ڈالنے کو شرعا جائز کہتا ہے۔ ہم وہابی مولوی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ جو اس کے باپ نے لکھا ہے اور کہا ہے کہ ''یہ شرعا جائز ہے'' اس کا ثبوت کم از کم پانچ فقہاء احناف سے مع حوالہ دے تا کہ اس کے مولوی کی صداقت معلوم ہو، ورنہ بیچارہ حنفیت سے ہی خارج ہوجائے گا۔ اب اگر یہ ثبوت دے دیتا ہے تو اس کا باپ تو سچا ہوجائے گا لیکن اس کے دعوے کا جھوٹا ہونا اسی سے ہی ثابت ہوجائے گا اور اگر یہ اپنے دعوے کو بچاتا ہے تو اس کا باپ حنفیت سے خارج ہوتا ہے۔

(۲) وہابی مولوی مفتی رضوان لکھتا ہے کہ:

پس اگر کوئی قبر پر تازہ پھول یا پھول تازہ پتیاں ڈالے تو اس پر نکیر مناسب معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ اجتہادی واختلافی مسئلہ ہے، جس پر نکیر مناسب نہیں ہوا کرتی۔ (ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی، جلد ۱۷، شمارہ ۲، اکتوبر ۲۰۱۹)

اب وہابی مولوی کی دردوں والی تمام جگہوں کو آرام مل گیا ہوگا اگر نہیں ملا تو ہمارے پاس بحمد للہ اور بھی کئی طرح کا علاج ہے، وہابی اسمعیلی مولوی کسی اور کو حنفیت سکھانے کے بجائے اپنے وہابیوں کو تو سکھائے وہ اس کی مانتے نہیں ہیں اور یہ اپنی اوقات ہمیں دکھاتا ہے، میں وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ ہماری نہ مانو سادات احناف کے فتاوی بھی نہ مانو لیکن اپنے وہابی ملاں کی ہی مان لو اور فتوے لگانے سے باز آجاؤ لیکن تمہاری قسمت میں تمہارے اکابرین کی طرح ماننا کہاں ہے؟

(۳) وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی کے مصدقہ فتاوی میں لکھا ہے:

قبر پر پھول ڈالنے کا استحباب واستحسان متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ بعض اکابر علماء نے اس سے منع کیا ہے۔ (امداد الاحکام، جلد ۱، ص ۱۸۵، ۱۸۶، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

جب قبر پر پھول ڈالنا مختلف فیہ ہے اور بقول وہابی اسمعیلی بعض علماء نے منع کیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ بعض نے اجازت بھی دی ہے وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان پہلے ان اکابر کا نام مع حوالہ بیان کر کے ان پر فتوے صادر کرلے پھر ہماری طرف بھی آجائے۔

تھانوی لکھتا ہے:

جن کتب فقہیہ میں ورد وریحان کے ڈالنے کی اجازت دی ہے وہ مشروط ہے خلوعن المفاسد کے ساتھ۔ (امداد الاحکام، جلد ۱، ص ۱۸۵، ۱۸۶، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

تھانوی نے تو یہ عبارت لکھ کر وہابیت کا قصہ ہی تمام کر دیا، اور یہ بتا دیا کہ کتب فقہیہ میں قبر پر پھول ڈالنے کی اجازت موجود ہے۔ باقی وہابی مولوی اشرفعلی تھانوی کا قید لگانا تو وہ اس کی اپنی اختراع ہے۔ اہلسنت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے میں وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے باپ کو سچا ثابت کرتے ہوئے کتب فقہیہ سے باحوالہ وہ عبارات نقل کرے جن میں قبر پر پھول ڈالنے

کی اجازت ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان تمام سادات احناف کے نام بھی بتائے جنہوں نے اسمٰعیلی تھانوی کی اس قید اختراعی کو بیان کیا ہے۔ ہمارے قارئین یقین کریں کہ اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کی ساری نسلیں غرق ہوجائیں گی پر اپنے باپ کو سچا ثابت نہیں کرسکتا کیوں کہ اگر وہ سچا ثابت ہوگیا تو اس کے دعوے کی موت یقینی ہے اور اس نے سادات احناف کی جو رٹ لگائی ہے اس کی بھی صداقت سامنے آجائے گی کیونکہ اس صورت میں سادات احناف پر ہی بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے وہابی فتوے ٹھوکنے پڑیں گے۔

(۴) وہابیہ کا محدث کبیر مفتی فرید لکھتا ہے:

دیوبندیت صحیح حنفیت ہے اور قواعد حنفیہ پر فاتحہ جائز ہے اور پھول رکھنا جائز اور گلپاشی اہل دنیا کی رسم ہے اور ممنوع ہے۔۔۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ا، ص ۳۳۱، دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی)

اب تو وہابیت اسمٰعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک خود وہابیہ کے محدث کبیر نے کردیا ہے۔ وہابی مولوی فرید کہتا ہے کہ قواعد حنفیت پر قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور جب یہی بات ہم کرتے ہیں تو یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد ہمیں آنکھیں دکھاتا اور سادات احناف کی رٹ سناتا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہمیں یہ رٹ سنانے کے بجائے اپنے ان اسمٰعیلی مولویوں کو سناؤ جو قواعد حنفیہ کے مطابق قبروں پر پھول ڈالنے کو جائز کہتے ہیں۔

(۵) وہابی مولوی سعید احمد پالن پوری لکھتا ہے:

ہاں قبر پر پھول وغیرہ رکھنا جائز ہے۔۔۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، جلد اول، ص ۳۱۳، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اب اپنے وہابی سعید پالن پوری کو بھی سادات احناف کے فتوے دیکھائے اور اس کو بھی بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی رٹ سنائے، میں وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ اپنے باپ کا یہ قول ''ہاں قبر پر پھول وغیرہ رکھنا جائز ہے''۔ سادات احناف میں سے کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہاء سے مع حوالہ جات ثابت کرے ورنہ چلو بھر پانی تلاش کرے۔

(٦) وہابی اسمٰعیلی پالن حقانی لکھتا ہے:

قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔ اور اگر ان کی قیمت صدقہ کا دے دے تو بہت اچھا ہے۔۔۔ میرے عزیز دوست! پھولوں کا قبروں پر ڈالنا اچھا ہے، یہ عام قبروں کا حکم ہے۔ صرف اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی قبروں کے لئے خاص نہیں اور ان میں دوسری قسم کی نیت نہ ہو۔ (وہابی شریعت یا جہالت، ص ٦١٣، مکتبہ خلیل لاہور)

ہمیں سادات احناف کی گردان سنانے والے کے گھر میں بھی وہی ہے جس کو یہ حنفیت سے خروج کا سبب اور بغاوت کہتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو مبارک ہو کہ اس کے وہ سارے فتوے جو اس نے بغض اہلسنت میں سادات احناف کی طرف منسوب کرکے ہمیں سادات احناف کا باغی ثابت کرنے کے لئے بیان کئے تھے وہ سب کے سب اسی کے وہابی اسمٰعیلی آباء کے گلے میں اٹک گئے ہیں اور وہابیت اسمٰعیلیت خود اپنے انہی فتوؤں سے سادات احناف کے باغی و طاغی ثابت ہوگئے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اگر وہ سادات احناف کا موقف ہے تو یہ کیا ہے۔؟ کیا یہ حنفیت سے بغاوت ہے جو ''میرے عزیز دوست'' کہہ کر اور اس بات کا اقرار کرکے کہ ''قبروں پر پھول ڈالنا اچھا ہے'' کی جارہی ہے۔؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کہے ذلت و رسوائی اسی کی ہونی ہے۔ یا تو اپنے دعوے کا بیڑا غرق کرے گا یا پھر اپنے ہی وہابیوں کے گلے پر سادات احناف کی بغاوت کا خنجر چلائے گا۔

(۷) وہابیہ اسمٰعیلیہ کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔ اور اگر ان کی قیمت کا صدقہ دیا جائے تو بہت بہتر ہے۔

(عین الھدایہ جدید، جلد ۷، ص ۷۷۰، دارالاشاعت کراچی)

مذکورہ بالا کتاب درج ذیل وہابیوں کی مصدقہ ہے:

(۱) سلیم اللہ خان (۲) نظام الدین شامزئی (۳) احسان اللہ شائق (۴) عبداللہ شوکت (۵) انوار الحق قاسمی۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی وہی غصہ دکھائے اور ان سب کو بھی حنفیت کا باغی کہہ کر ایک کتاب وہابیت اسمٰعیلیت بمقابلہ حنفیت لکھے، لیکن اس نے یہ کام نہیں کرنا کیونکہ اس کا مقصد سادات احناف کی پیروی کروانا نہیں ہے بلکہ اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کی پیروی کروانا مقصود ہے۔ ورنہ سادات احناف کے فتوے تو ہم بیان کر چکے اور جو حوالے اس نے بزعم خود نقل کئے ہیں ان کا جواب بھی آگے ہی آ رہا ہے۔ اور خود اسی کے کئی آباء سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا اچھا ہے۔ اب بھی وہابی اسمٰعیلی وہی فتوے لگائے تو اس کا مقصد کیا ہے وہی اپنے وہابی آباء کے وہابی اسمٰعیلی شریعت کی پیروی کروانا اور کیا۔؟

(۸) ایک اور کتاب میں لکھا ہے:

پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے۔ اور اگر پھولوں کی قیمت خیرات کر دے تو بہتر ہے۔

(غایۃ الاوطار، جلد ۴، ص ۷۰۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! یہ ایک حوالہ اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے ایک نئی مصیبت ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ہماری طرف سے اور ہمارے قارئین کی طرف سے بھی اجازت ہے کہ اپنے ان سب آباء پر جتنے بھی فتوے لگانے ہیں لگا لے۔ یعنی یہ حنفیت کے باغی تھے۔ حنفیت سے خارج تھے۔ ان کا حنفیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کی شریعت پر عمل کروانے والے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے یہ سب کچھ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصولوں کے مطابق لکھا ہے۔ اب وہابیہ اسمٰعیلیہ کو چاہیے کہ دوسروں کو اصول سکھانے یا بتانے سے پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں۔

قارئین! آپ نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال دیکھ لیا کہ اس کے دعوے سے خود اسی کے گھر آگ لگی ہے اور اسی کے ہی وہابی آباء سادات احناف سے خارج ہو کر باغی و طاغی بنے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

علامہ عینی الحنفی فرماتے ہیں: وکذالک ما یفعله اکثر الناس من وضع ما فیه رطوبة من الریاحین و البقول و نحوهما علی القبور لیس بشئی، و انما السنة الغرز۔ جو فعل کہ اکثر کرتے ہیں یعنی پھول اور سبز وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا یہ کوئی چیز نہیں (لیس شئی) سنت اگر ہے تو شاخ گاڑھنا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو پر عمل پیرا ہے اگر وہابی اسمٰعیلی مولوی کے نزدیک علامہ عینی اتنے ہی معتبر ہیں تو پہلے قبر پر خیمہ لگانے کو علامہ عینی کے اتباع میں جائز کہے ورنہ ہم سے منوانے کی کوشش کیوں؟

ثانیاً: علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے فقط "لیس بشیء" کہا ہے تو وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد یہ بتائے کہ "لیس بشیء" سے کفر، شرک، حرام، مکروہ تحریمی یا بدعت کیا ثابت ہوتا ہے؟ اگر انہی میں سے کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو پھر ہمیں بھی بتائے کہ فتاوی سراجیہ میں تلقین میت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

تلقین المیت عند اکثر مشایخنا رحمھم اللہ تعالی لیس بشئی...

تلقین میت اکثر مشائخ کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔۔(فتاوی سراجیہ، ص ۱۳۴، ایچ ایم کمپنی کراچی)

اس عبارت کا مطلب کیا ہے کیا وہی ہے جو اس نے علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا لیا ہے یا کچھ اور۔

جب وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان تلقین میت کے بارے میں بھی لب کشائی کرے گا اور "لیس بشیء" سے یہاں بھی وہی ثابت کرے گا جو اس نے علامہ عینی کی عبارت میں ثابت کیا تھا تو پھر ہم اس کو بتائیں گے کہ اس کے کتنے باپ اسی کے مرتکب ہو کر وہابی فتوی سے دو چار ہو چکے ہیں۔ بحمد للہ! وہابیت اسمٰعیلیت پہلے بھی ذلیل و رسوا تھی اب مزید بھی ہو جائے گی پہلے تو صرف ایک ہی فتوی تھا اب دو ہو جائیں گے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے خود ہی علامہ عینی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"انما السنۃ الغرز سنت اگر ہے تو شاخ گاڑھنا ہے"۔ یعنی علامہ عینی کے نزدیک شاخ گاڑھنا سنت ہے، لیکن وہابی اسمٰعیلی کے اسمٰعیلی آباء ہی علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں بلکہ زور شور سے اس پر بدعت کے فتوے ٹھوکتے ہیں۔

وہابی انور شاہ جس کے نزدیک علامہ عینی کا مرتبہ ۵۰۰ علماء احناف سے بھی زیادہ ہے وہ لکھتا ہے:

بہ کثرت علماء سلف و خلف نے قبروں پر ٹہنیاں لگانے وغیرہ کو بدعت و خلاف شریعت کہا ہے۔۔۔ اور قبروں پر ٹہنیاں گاڑنا امر منکر و بدعت ہی ہے۔ (انوار الباری، جلد ۸، ص ۴۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی انور شاہ نے قبر پر پھول ڈالنے کے ناجائز ہونے پر زور دیتے ہوئے فتاوی عالمگیری (جس پر بقول وہابیہ پانچ سو علماء کا اجماع ہے) پر علامہ عینی کو ترجیح دی لیکن اسمٰعیلی ساجد کے نزدیک علامہ عینی کے نزدیک قبر پر شاخ گاڑھنا سنت جبکہ وہابی انور شاہ اس کو ماننے کو تیار نہیں بلکہ اس کو خلاف شریعت و بدعت کہتا ہے۔ اب وہابی مولوی ساجد خان ہم سے منوانے کے بجائے پہلے اپنے گھر کے لوگوں سے علامہ عینی کی بات منوائے اگر یہ کام اس سے نہیں ہوتا تو علامہ عینی پر بھی انور شاہ والا فتوی ٹھوک کر ان سے برأت کا اظہار کرے۔ اور یہی اس کے لئے بہتر ہے۔

اسمٰعیلی انور شاہ یا ساجد خان لعنتی، وہابی فتوی

وہابی اسمٰعیلی ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی لکھتا ہے:

بعض غیر مقلدین سجدہ کی رفع یدین کو سنت کہتے ہیں ابو حفص وغیرہ اور عام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ **اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے،** اس لئے بتایا جائے دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق کتاب و سنت کے مخالف ہے۔ (تجلیات صفدر، جلد ۲، ص ۳۷۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی مان چکا کہ قبروں پر شاخ گاڑھنا سنت ہے اور اس کا وہابی ابا انور شاہ اس کے سنت ہونے کا منکر بلکہ بدعت ہونے کا قائل ہے اور ہم نے ماسٹر امین صفدر اکاڑوی کا حوالہ بھی دے دیا ہے کہ سنت کا منکر یا غیر سنت کو سنت کہنے والا لعنتی ہے۔ اب اگر قبر پر

شاخ گاڑھنا سنت ہے جیسا کہ اسمٰعیلی ساجد خان نے کہا تو اس کا باپ اس سنت کا منکر بلکہ اس کو بدعت کہہ کر لعنتی ہوا اور اگر یہ غیر سنت بلکہ بدعت ہے جیسا کہ انور شاہ کہتا ہے تو وہابی اسمٰعیلی ساجد اس پر سنت کی مہر لگا کر لعنتی ہوا وہابیہ جس کو بھی لعنتی مانیں ان کو اختیار ہے لیکن وہابی اصولوں سے تو سارے ہی ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔

قارئین! ہمارے پاس اور بھی حوالے ہیں جس سے وہابی اسمٰعیلی ساجد کے کئی وہابی مولوی لعنتی ثابت ہوتے ہیں ابھی فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: امام خطابی نے جو آئمہ علم اور قدوہ شراح حدیث میں سے ہیں اس اقوال کو (پھول وغیرہ قبروں پر ڈالنے کو) رد کیا اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے، اور فرمایا یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی اور صدر اول میں تھی۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۲۰۰) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی ہو اور اپنے اکابرین کے نقش قدم (عیاری مکاری اور دھوکہ بازی) پر عمل پیرا نہ ہو، ہو ہی نہیں سکتا ہم ماقبل میں شیخ صاحب کی اسی کتاب اشعۃ اللمعات سے ہی نقل کر چکے کہ:

تمسک کنند این جماعۃ باین حدیث در انداختن سبزہ و گل و ریحان بر قبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے کہ قبروں پر سبزہ اور گُل ورَیحان ڈالنا جائز ہے۔ (اشعۃ اللمعات، جلد ا، ص ۲۰۰، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ صاحب نے خود ہی اشعہ اللمعات میں ایک جماعت کے حوالے سے قبروں پر پھول ڈالنے کے جواز کو بیان کیا ہے، وہابی مولوی میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو نہ کرے اور شیخ صاحب کی اس عبارت کا جواب دے جس سے اس کی عبارت کا جواب خود ہی ہو جائے گا۔

ثانیاً: علامہ خطابی کے اس قول کا رد خود احناف کر چکے ہیں چنانچہ وہابی مولوی ساجد خان ہی کے نزدیک معتبر و مستند علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واما انکار الخطابی و قولہ "لا اصل لہ" ففیہ بحث واضح، اذ ھذا الحدیث یصلح ان یکن اصلا لہ، ثم رأیت ابن حجر صرح بہ و قال قولہ "لا اصل لہ" ممنوع بل ھذا الحدیث اصل اصیل لہ، و من ثم قد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان و الجرید سنۃ لھذا الحدیث۔۔

اور باقی علامہ خطابی کا اس کا انکار کرنا اور یوں کہنا کہ: لا اصل لہ اس میں واضح کلام ہے اس لئے کہ یہ حدیث اس بات کی اصل بننے کے قابل ہے پھر میں نے ابن حجر کو یہاں دیکھا ہے کہ انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ خطابی کا یہ کہنا کہ لا اصل لہ یہ ٹھیک نہیں ہے بلکہ یہی حدیث اس مسئلہ کے لئے مضبوط دلیل ہے اور اسی وجہ سے بعض متاخرین ائمہ حنفیہ نے فتوی دیا ہے کہ جو لوگ کے ہاں نیاز بو اور ٹہنی وغیرہ قبور پر رکھنے کی عادت ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۵۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم دیوبندی، جلد ۲، ص ۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اب ہم سے جواب طلب کرنے کے بجائے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کے جواب کو تسلیم کرلے۔

وہابی دیوبندی ساجد لکھتا ہے: شیخ عبدالحق محدث دہلوی احناف کے امام حافظ فضل اللہ تورپشتی سے نقل کرتے ہیں، (قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ) بے مقصد قول ہے اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (لمعات التنقیح ج ص ۴۴) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اس عبارت میں بھی اپنے اکابرین کی طرح جہالتوں کے طوق اپنے گلے میں ڈالے ہیں، اگر وہابی اسمعیلی اصل عبارت نقل کر دیتا تو اس کی جہالت، خیانت و دھوکہ سب پر واضح ہو جاتا لیکن وہابی کے لئے اپنے اکابرین کی پیروی میں سب کچھ جائز ہے۔ بہرحال جواب کی طرف آتے ہیں۔

اولاً: تو وہابی اسمعیلی نے علامہ تورپشتی کو احناف کا امام لکھا ہے لیکن یہ احناف کے وہ امام ہیں جن کی خود وہابیہ ہی ماننے کو تیار نہیں ہے چنانچہ علامہ علی قاری علامہ تورپشتی کے سے نقل کرتے ہیں:

وقال التوربشتی :یحتمل وجهین احدهما البناء علی القبر بالحجارة، وما یجری مجراها و الآخر ان یضرب علیها خباء و نحوه و کلاهما منهی لعدم الفائدہ فیه قلت:فیستفاد منه انه کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها،فلا یکون منهیة۔

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر پتھر سے یا اس کی مثل کسی اور چیز سے بنائے اور دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ بنائے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں اس لیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خیمہ فائدے کے لئے ہو مثلاً قاری حضرات اس کے نیچے بیٹھ کر تلاوت کریں تو یہ منع نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۱۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اب وہابی اسمعیلی پہلے علامہ تورپشتی کی اس بات کو مانتے ہوئے قبروں پر خیمہ لگانے کے جواز کا قائل ہو جائے ورنہ ان کا نام لے کر ہمیں نہ ڈرائے۔

ثانیاً: ہم وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ شیخ صاحب کی عبارت پیش کرے جس میں قبر پر پھول ڈالنے کے حوالے سے یہ ہو جو وہابی نے ان کے حوالے سے علامہ تورپشتی کے ذمہ لگایا ہے شیخ صاحب نے لمعات میں جس قول کو بقول وہابی ''بے فائدہ اور اہل علم کے نزدیک جس کا ثبوت نہیں'' کہا ہے وہ کیا ہے آپ بھی دیکھیے اور وہابی کی علمی حیثیت پر چار حرف کیجئے۔ **چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:**

وقال التوربشتی...وقول من قال :وجه ذلك ان الغصن الرطب یسبح لله مادام فیه النداوة فیکون مجیرا عن عذاب القبر،قول لاطائل تحته ولا عبرة به عند اهل العلم..

اس شخص کا قول جس نے کہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تر ٹہنی جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کی تسبیح عذاب قبر سے بچانے والی ہے اور یہ ایسا قول ہے جس کا اہل علم کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۶۹، دار النوادر)

علامہ صاحب کی اس عبارت میں یہ کہیں بھی نہیں کہ ''قبروں پر پھول ڈالنا بے مقصد قول ہے اور اس کا اہل علم کے نزدیک کوئی ثبوت نہیں''، اگر وہابی سچا ہے تو اس کا لفظی ترجمہ کر دے تاکہ اس کی حقیقت اس کے اکابرین کی طرح معلوم ہو۔

ثالثاً: علامہ تورپشتی جس قول (قبر پر ٹہنی رکھنے کی یہ وجہ بتانا کہ جب تک تر رہے گی تسبیح کرے گی اور عذاب میں تخفیف ہوگی) کا

ردکررہے ہیں کئی سادات احناف اس کے قائل ہیں۔ہم ابھی صرف ایک حوالہ دے رہے ہیں، اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی وہابیت اسمٰعیلیت میں ابال آیا تو ان شاء اللہ باقی بھی عرض کروں گا۔

(۱) علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَتَعْلِيلُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا: أَيْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا بِبَرَكَةِ تَسْبِيحِهِمَا، إِذْ هُوَ أَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيحِ الْيَابِسِ لِمَا فِي الْأَخْضَرِ مِنْ نَوْعِ حَيَاةٍ؛

اور اس کی یہ وجہ بیان کی کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی جب تک یہ خشک نہ ہوجائیں، یعنی ان ٹہنیوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی کیونکہ یہ خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے اس لئے کہ سرسبز ہونے میں ایک قسم کی حیات ہے۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان اس طرح کی عبارات کا جو جواب دے گا وہی ہماری طرف سے سمجھ لے۔

قارئین: ہماری اس ساری گفتگو سے آپ جان گئے ہوں گے کہ وہابی نے سادات احناف کا نام استعمال کر کے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور اپنے وہابی اکابرین کی پیروی میں کس طرح عیاری، مکاری اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۱۵......}

بزرگوں کے نام کا جانور اور اہلسنت کا موقف

اللہ کے کسی بھی نیک بندے کی طرف اپنی ملکیت والے جانور کو منسوب کرنا اور یہ کہنا کہ یہ غوث پاک کا بکرا یا جانور ہے یا خواجہ صاحب کا بکرا ہے اور پھر ان بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے اس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا یہ اہلسنت کے نزدیک جائز ہے، اور اس جانور کا گوشت کھانا، تقسیم کرنا سب جائز ہے، محض اپنے جانور کو بزرگوں کی طرف منسوب کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتا جیسا کہ اپنی ذات کی طرف ''یہ میرا جانور ہے'' منسوب کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتا وہابیہ اسمٰعیلیہ کو غوث اعظم کے نام کے بکرے سے تکلیف ہے اور اپنے نام کا بکرا ان کے نزدیک جائز ہے یہ الٹی عقل وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کی ہوسکتی ہے کوئی بھی عقل مند آدمی یہ نہیں کہہ سکتا۔ اس حوالے سے اہلسنت کا کیا موقف ہے میں پہلے وہ بیان کردیتا ہوں اس کے بعد سادات احناف کا موقف بیان کروں گا اور پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ہاتھ میں اسی کے آباء کا آئینہ دوں گا جس میں وہ اپنی مکروہ شکل دیکھے گا۔

(۱) رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلی حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلت وحرمت ذبیحہ میں حال وقول ونیت ذابح کا اعتبار نہ کہ مالک کا، مثلاً مسلمان کا جانور کوئی مجوسی ذبح کرے تو حرام ہوگیا اگر چہ مالک مسلم تھا، اور مجوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگر چہ مالک مشرک تھا، یا زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہوگیا، اگر چہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال، اگر چہ مالک ایک بار بھی نہ کہے، ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت وتعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہوگیا اگر چہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کی تھی۔ یونہی ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا تو حلال اگر چہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی تمام صورتوں میں حال ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں انکار کرجانا محض تحکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں۔۔۔۔ پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے اس سے قبل وبعد کا اعتبار نہیں ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت تھی، ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیحہ حرام ہوگیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر

ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مولی تبارک وتعالی کے لئے اراقت دم کی تو حلال ہو گیا یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔۔۔ پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی نخواہی مدار کے مرغ یا چہل تن کی گائے کے معنی ٹھہرا لیے جائیں کہ وہ مرغ و گاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائے گی، اضافت کو ادنی علاقہ کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار کی نماز، پیر کا روزہ۔ اونٹوں کی زکوٰۃ، کعبہ کا حج، **جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر وحرمت درکنار نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد کبیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے حلال کیے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار اور سور ہو گئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہو سکتے؟** یہ شرع مطہر پر سخت جرأت ہے۔۔۔ کیا ذبح نماز روزے سے بڑھ کر عبادت خدا ہے یا اس میں شرکت حرام، ان میں روا ہے۔۔۔ مطلقاً نیت غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث وعقل کا مخالف ہے۔۔۔ دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت ونسبت غیر کو موجب حرمت جاننا اور ما اُہل بہ لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع وعقل دونوں سے بیگانگی ہے، جب نفع دنیا کی نیت مخل نہ ہوئی تو فاتحہ اور ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا اور اکرام مہمان عین اکرام خدا ٹھہرا تو اکرام اولیاء بدرجہ اولیٰ، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل یہ نسبت واضافت بقصد عبادت غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ پھر اگر ذابح اس نیت سے بَری ہے تو جانور حلال ہو جائے گا کہ نیت غیر اس پر اثر نہیں ڈالتی کما حققنا لا نفا، مگر جب کہ حدیثاً وفقہاً دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ اضافت معنی عبادت ہی میں منحصر نہیں، تو صرف اس بناء پر حکم کفر محض جہالت وجرأت وحرام قطعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے، تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے ہیں اور انھیں اپنا معبود وخدا بنانا چاہتے ہیں؟ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۶۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نوٹ! مزید وضاحت اور دلائل کے لئے اعلی حضرت امام اہلسنت کا رسالہ **"سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء"** کا لازمی مطالعہ کریں۔

اعلی حضرت امام اہلسنت عظیم البرکۃ علیہ الرحمۃ نے ہر بار کی طرح اس بار بھی سمندر کو کوزے میں بند فرمایا ہے اور دلائل کے ساتھ ایسا کلام فرمایا ہے کہ وہابیت اسمعیلیت اپنے اصلی گھر میں جا گھسی، ہم نے دلائل حذف کر دیئے ہیں جس کو تفصیل درکار ہے اور مکمل تشفی چاہتا ہے تو وہ اعلی حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی وہ سطور ضرور پڑھے، ہم نے اعلی حضرت کا اتنا کلام نقل کر دیا ہے جس سے ایک انصاف پسند آدمی وہابیت کی چال بازی سمجھ جائے گا اور اس بات کا فیصلہ کرلے گا کہ وہابیت اسمعیلیت نے اس مسئلہ میں بھی اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین والے ہتھیار استعمال کئے ہیں اور لوگوں کو حق بیان کرنے کے بجائے وہی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان تمام تفاسیر معتبرہ سے ثابت ہوا کہ وقت ذبح جس جانور پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے جیسا کہ مشرکین عرب بتوں کی قربانی کے جانوروں کو ان کے ناموں پر ذبح کرتے تھے جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا اگرچہ عمر بھر اس کو غیر کے نام سے پکارا ہو، مثلاً یہ کہا ہو زید کی گائے، عبد الرحمن کا دنبہ، عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کی بھیڑ، مگر وقتِ ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا گیا ہو، اللہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حلال طیب ہے۔ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں۔ (فتاوی صدر الافاضل ۲۱۷، شبیر برادرز لاہور)

(۳) بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اس آیت اوراس کی تفاسیر سے نہایت صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ جس ذبیحہ کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے وہ بلا شک حلال ہے اللہ تعالیٰ اس کے کھانے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی اباحت کی تاکید فرماتا ہے اور اس کے نہ کھانے والوں کو تنبیہ فرماتا ہے لہٰذا جو جانور کسی ولی اور بزرگ کی نذر کا ہو اور اسے بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے وہ اس آیۃ کے حکم سے حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔(فتاوی اجملیہ، جلد ۳،ص ۳۳۰،شبیر برادرز لاہور)

(۴)مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بعض لوگ جو کہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے مرغے وغیرہ پالتے ہیں۔اوران کو فربہ کرتے ہیں۔تاریخ فاتحہ پران کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔چونکہ وہ جانور اس نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔جیسے ولیمہ کا جانور مگر مخالفین اس کام کو حرام۔اس گوشت کو مردار۔اور فاعل کو مرتد و مشرک کہتے ہیں۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق،ص ۶۵۹،مکتبہ غوثیہ کراچی)

(۵)مفتی محمد ہاشم صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

زید کی بات درست ہے، جبکہ بکر کی بات سراسر جہالت اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے، کیونکہ کسی بزرگ کے نام پر جانور رکھنا، ان کی طرف منسوب کر کے پکارنا اور ان کے ایصال ثواب کے لیے ذبح کرنا شرعاً بھی جائز ہے اور عقلاً بھی درست ہے۔

اس کو سمجھنے کے لیے چند باتیں پیش نظر رہیں:

(۱)مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر جس جانور کو ذبح کرے وہ حلال ہے۔البتہ اگر ذبح کرنے والا جانور کو ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے کسی اور کا نام لے، تو وہ جانور حرام ہو جائے گا، اور عام طور پر کسی مسلمان سے ایسا ہونا بہت بعید ہے۔

(۲)اگر بوقت ذبح جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، لیکن اس کو ذبح کرنے سے مقصود کچھ اور ہو، تو اس سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔جیسے قصاب کا جانور ذبح کرنے سے مقصود مال کمانا ہوتا ہے اور شادی بیاہ کرنے والے کا مقصود لوگوں کو کھانا کھلانا ہوتا ہے۔بلکہ یہ تو بعض صورتوں میں باعث ثواب ہوتا ہے۔جیسے حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ جس نے مہمان کے لیے جانور ذبح کیا، تو یہ جانور اس کی طرف سے جہنم کا فدیہ ہو جائے گا۔اسی طرح کسی بزرگ کو ایصال ثواب کے لیے جانور ذبح کرنا بھی مستحب و مستحسن عمل ہے۔

(۳)رہی یہ بات کہ اس جانور کو بزرگوں کی طرف نسبت کر کے اس طرح پکارنا کہ غوث پاک کا بکرا، داتا صاحب کی گائے وغیرہ۔تو یہ بھی درست ہے اور اس سے مراد ہوتا ہے وہ جانور جو فلاں بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے ہے، کیونکہ ایک چیز کو دوسری کی طرف منسوب کرنے کے لیے ان کے درمیان ادنی سا تعلق بھی کافی ہوتا ہے اور اضافت سے ہر جگہ عبادت مراد نہیں ہوتی۔جیسے احادیث میں صوم داؤد (حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے) اور صلوۃ داؤد (حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز) کا تذکرہ ہے اور جیسے کہتے ہیں مسافر کی نماز، اونٹوں کی زکوۃ وغیرہ۔اس سے کوئی بھی یہ مراد نہیں لیتا کہ معاذ اللہ! یہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کے لیے ہیں یا یہ نماز مسافر کی عبادت کے لیے ہے بلکہ ایک تعلق کی بنا پر اضافت کی گئی ہے اسی طرح یہاں بھی ایک تعلق (یعنی ان بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے ہونے) کی وجہ سے نسبت کی جاتی ہے، لہٰذا اوپر مذکور حکم بالکل واضح ہو گیا۔(غوث پاک کے نام کا بکرا ذبح کرنا کیسا؟ص ۱،دار الافتاء اہلسنت)

بحمد للہ ہم نے علمائے اہلسنت کے کلام سے اہلسنت کے موقف کی وضاحت کر دی ہے۔وہابیہ اسمعیلیہ کو چاہیے کہ وہ اس کو سمجھے

اور ایسے ہی اعتراض کر کے ذلت ورسوائی کو دعوت نہ دے۔

بزرگوں کے نام کا جانور اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) صاحب نورالانوار علامہ احمد جیون حنفی (التوفی ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا، حَلَالٌ طَيِّبٌ، لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ، وَاِنْ كَانُوْا يَنْذِرُوْنَهَا لَهٗ۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جسے اولیاء کے لیے نذر مانا گیا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، وہ حلال اور پاکیزہ ہے، کیونکہ بوقتِ ذبح اس پر غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اگرچہ وہ ان کے لئے نذر کرتے ہوں۔ (التفسیرات الاحمدیہ، ص ۴۵، مکتبہ حقانیہ پشاور)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں سے تو کہتا ہے کہ اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا وغیرہ وغیرہ اس جاہل کو اپنے گھر کی بھی خبر رکھنی چاہیے کہ اس کے اپنے آباء نے کیا کیا گل کھلائے ہیں جیسا کہ التفسیرات الاحمدیہ کا ترجمہ دو وہابیوں نے مل کر کیا اور مکتبہ رحمانیہ نے اس کو چھاپا لیکن آپ دوربین لگا کر بھی علامہ احمد بن ابی سعید صاحب نورالانوار علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کا ترجمہ تلاش کریں گے تو نہیں ملے گا، کیونکہ انہوں نے کسی مصلحت کے تحت اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا کیوں؟ اس کا جواب وہابی اسمٰعیلی دے گا جو دوسروں پر چیخ رہا تھا۔

بحمد للہ اہلسنت کا مسلک صاحب نورالانوار علامہ جیون حنفی علیہ الرحمۃ نے بیان کر دیا ہے اور اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ اولیاء اللہ کی نذر کا جانور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاتا ہے وہ حلال ہے طیب ہے۔ لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ اس کو حرام، مردار اور سور سے زیادہ نجس اور ایسا کام کرنے والے کو مرتد کہتے ہیں اور اس پر دھوکہ دینے کے لئے سادات احناف اور مشائخ ہند کا نام لیتے ہیں سادات احناف اور مشائخ ہند کے حوالوں کا جواب آگے آ رہا ہے مگر وہابیہ اسمٰعیلیہ کو علامہ احمد جیون حنفی کا قول نظر کیوں نہیں آتا؟ اور اگر کوئی ان کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے اس جانور کو جائز، حلال وطیب کہتا ہے تو اس پر یہ کیوں برستے ہیں اور طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں، کیا وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک علامہ جیون علیہ الرحمۃ حنفی نہیں ہیں؟ اگر ہیں اور ضرور ہیں تو پھر ان کا قول معتبر کیوں نہیں؟ اور ان کے قول پر عمل کرنے والوں کے خلاف یہ فتوؤں کی بوچھاڑ کیوں ہے؟ اگر یہ فتوے ان کے قول پر عمل کرنے والوں پر لگتے ہیں تو وہابیہ اسمٰعیلیہ علامہ صاحب کو کیسے ان فتوؤں سے بچائیں گے یا پھر ان پر بھی وہی فتوے لگائیں گے جو اہلسنت کے بغض سے چور چور ہو کر اہلسنت پر لگاتے ہیں۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ جیون حنفی علیہ الرحمۃ کے اس قول کا انکار کرے یا پھر اپنے آبائی وطیرے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے اس میں کسی بھی قسم کی ہیرا پھیری کرے یا یہ بکے کہ اہلسنت حنفی بریلوی ان کے قول پر عمل نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ تو میں پہلے سے ہی اس کے سارے اعتراضات کا جواب اسی کے ماسٹر باپ سے دے دیتا ہوں تا کہ بعد میں اس کا یہ کام بھی ختم ہو جائے۔

وہابی اسمٰعیلی امین صفدر اوکاڑی لکھتا ہے:

ما اهل به لغير الله کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک صاحب در مختار کا ہے **ایک صاحب نورالانوار کا ہے، بریلوی وہ قول**

لیتے ہیں جونورالانوار والے کا ہے کہ مااھل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اگر پہلے وہ غیر اللہ کے نام نامزد تھا لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا گیا تو اب یہ جانور حلال ہے۔ (خطبات صفدر، جلد ا، ص ۴۵۲، مکتبہ الکتاب لاہور)

لیجئے! وہابی اسمعیلی ماسٹر صفدر امین اوکاڑی کی گواہی نے بہت کچھ ثابت کر دیا ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کے جملہ پیدا ہونے والے اعتراضات کا جواب یہ کہہ کر دے دیا کہ علامہ احمد جیون علیہ الرحمۃ کے نزدیک اولیاء کے نامزد کیے ہوئے جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حلال وطیب ہے اور اہلسنت حنفی بریلوی انہی کے قول پر عمل کرتے ہیں اور اولیاء کے نام کے جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے پر جائز، حلال وطیب کہتے ہیں، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے باپ کے قول کو مانتے ہوئے اہلسنت کے بارے میں بولنے کے بجائے علامہ جیون حنفی علیہ الرحمۃ پر کچھ لب کشائی کرے اور ان کو بھی سادات احناف کے فتوے دیکھا کر حنفیت سے خارج کر کے معاذ اللہ مرتد قرار دے لیکن آپ یقین کریں وہابی اسمعیلی مر کر مٹی میں ملنا پسند کرے گا پر کوئی جواب سوائے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کے کچھ بھی نہیں دے گا۔

(۲) پیر مہر علی شاہ (المتوفی ۱۳۵۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

محض بزرگوں کے ناموں سے مشہور کر دینے سے یہ چیزیں (سیدی عبد القادر یا خواجہ اجمیری کا بکرا یا حضرت قبلہ عالم کی گائے یا حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کا دنبہ یا حضرت خواجہ احمد عبد الحق کا توشہ وغیرہ از ناقل) حرام نہیں ہوسکتیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان مااھل بہ لغیر اللہ، ص ۵، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنی اس عبارت میں یہ بیان کر کے کہ ''محض اولیاء کے نام سے مشہور کر دینے سے یہ جانور حرام نہیں ہوتے'' پورا کا پورا فیصلہ اہلسنت کے حق میں دے کر وہابیت کو اس کے اصلی گھر پہنچا دیا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پیر صاحب پر بھی کوئی ایک دو فتوے دھر دو اور ان کو بھی وہی گردان سنا دو جو اہلسنت کو سناتے ہو یا تمہارا یہ سب بغض وحسد صرف اور صرف اولیاء اللہ کے چاہنے والوں کے لئے ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں ''اولیاء اللہ کے نام کا جانور خنزیز سے زیادہ نجس ہے اور یہ کام کرنے والا مرتد ہے وغیرہ وغیرہ۔'' والے سارے فتوے بھول جائے گا کیونکہ ہم نے اس کے گلے میں وہ ہڈی ڈالی ہے جو اس کے آباء بھی نہ اگل سکے اور نہ ہی نگل سکے۔ ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر وہابی اسمعیلی ساجد خان پیر صاحب کو سنی حنفی بریلوی کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے گا بحمد للہ ہم پیر صاحب علیہ الرحمۃ کو سنی حنفی بریلوی ہی مانتے ہیں لیکن وہابی اسمعیلی اکابرین کیا کہتے ہیں وہ بھی دیکھ لے تا کہ اس کا منہ پہلے سے ہی دار دیو کے گٹر سے بھر جائے۔

(۱) وہابی اسمعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

بریلوی علماء کی طرف سے پیر مہر علی شاہ گولڑوی بریلوی نہیں رہتے جو ان کے بقول بریلوی تھے۔ بلکہ بریلویوں نے تو صراحۃ شاہ صاحب کو اپنے سے جدا کر دیا۔ **اور ہے بھی یہی بات کہ شاہ صاحب بریلوی نہ تھے۔** (دست وگریباں، جلد ا، ۶۹، دار النعیم لاہور)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاد جی پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کو بریلوی نہیں مانتا تو یہ کس منہ سے انہیں بریلوی کہے گا۔

(۲) وہابی اسمعیلی خبیب لکھتا ہے:

گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے زمانے میں روحانیت کے اعلی مقام پر فائز ہیں۔ (عشق رسول اور علمائے حق، ص ۱۱۳، بیت السلام کراچی)

(۳) وہابی اسمٰعیلی متین خالد لکھتا ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا شمار نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو احیائے اسلام اور تجدد دین کے باعث محی الدین تھے آپ علم وعرفان اور شریعت وطریقت دونوں میں جامع تھے۔ (تحفظ ختم نبوت اہمیت وفضیلت، ص ۱۴۰، ادارہ تالیفات ختم نبوۃ لاہور)

(۴) وہابی اسمٰعیلی عبدالمجید دین پوری کی پسند فرمودہ کتاب میں لکھا ہے:

عالم بے نظیر، فقیہ بے بدل، عارف باللہ حضرت سید مہر علی شاہ صاحب پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کے مہر منیر تھے۔۔ (تہمت وہابیت اور علمائے دیوبند، ص ۸۷، مکتبۃ الشیخ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی اکبر شاہ بخاری اپنی کتاب تذکرہ اولیائے دیوبند میں لکھتا ہے:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔

پیر صاحب کی کتب کے حوالے سے لکھتا ہے:

پیر صاحب ۲۹ رصفر ۱۳۶۵ھ / ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے گولڑہ شریف میں دفنائے گئے۔ ان سے حسب ذیل کتب یادگار ہیں:

(۱) تحقیق الحق۔ (۲) شمس الہدایۃ۔ (۳) سیف چشتیائی۔ (۴) اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ۔ (۵) الفتوحات الصمدیہ۔ (۶) تصفیہ مابین سنی وشیعہ۔ (۷) فتاوی مہریہ۔ (۸) مکتوبات مہریہ۔ (تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۳۳۹، ۳۴۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی باقی تعریفات اپنی جگہ وہابی اسمٰعیلی اکبر شاہ نے تو پیر صاحب کو اولیائے دیوبند میں شمار کیا ہے اور پھر شاہ صاحب کی جس کتاب کا ہم نے حوالہ بیان کیا ہے اس کا بھی اقرار کر کے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے منہ وہ تھپڑ مارا ہے کہ اس کی سات نسلیں بھی یاد کریں گی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے نام کا جانور حرام ہے، مردار ہے، خنزیر سے زیادہ نجس ہے اور یہ کام کرنے والا مرتد ہے کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ انہی کے ولی اللہ اس کو جائز اور درست کہہ کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے فتوے کے مطابق کیا ہوئے یہ تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی کتاب بتا رہی ہے اور بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ:

پیر صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ غیر اللہ کی طرف کسی جانور کو منسوب کرنا ذبح سے پہلے حرام ہونے کا سبب نہیں ارشاد الٰہی **کلوا مما رزقکم اللہ** اس پر دلیل ہے جس طرح کہ پہلے ہم فتح البیان سے نقل کر چکے ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ، ص ۱۰، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کی جہالت کا پردہ فاش کر دیا ہے یہ جہلاء نہ جانے کیا کیا بکتے ہیں اور پیر مہر علی علیہ الرحمۃ کیا فرما رہے ہیں کہ ''کسی جانور کو غیر اللہ کی طرف ذبح سے پہلے منسوب کرنا حرام ہونے کا سبب نہیں ہے'' اور یہی بات آج تک علمائے اہلسنت وہابیہ اسمٰعیلیہ کو سمجھاتے آرہے ہیں لیکن ان کے دماغ میں کچھ گھستا ہی نہیں اور گھسے بھی کیسے کیونکہ اس کے لئے عقل کا ہونا ضروری ہے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ تو عقل کو تین طلاقیں دے کر مغلظہ کر کے اس سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب کچھ بھی ان کی عقل میں نہیں آتا۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہماری نہیں مانی نہ مانو لیکن جن کو تمہارے وہابی ملاؤں نے اولیاء دیوبند میں شمار کیا ہے ان کی ہی مان لو مگر نہیں کیونکہ ان کی ماننے سے وہ ساری کمائی ختم ہوجائے گی جو اس طرح کے اکابرین کا نام لے کر ملتی ہے۔

پیر صاحب علیہ الرحمۃ فتاوی عالمگیری کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لہٰذا اگر کوئی مشرک بھوانی کے لئے سانڈ چھوڑے یا کوئی مسلمان کسی بزرگ کے نام پر جانور رہا کردے تو اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس تشہیر اور نسبت سے اس کی حلت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔

مزید لکھتے ہیں:

مندرجہ بالا کلام سے سائبہ اور منذورۃ اولیاء کے درمیان فرق واضح ہو گیا کیونکہ سائبہ کے والگذار کرنے میں تقرب الی الغیر مقصود ہے اور یہاں ذبح کے ساتھ تقرب الی اللہ مقصود لیکن تقرب فقط اس معنی کے لحاظ سے کہ اس مذبوح کا گوشت کھانے اور فاتحہ کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچے عام نذر ماننے والے یہی معنی مراد لیتے ہیں کما صرح بہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قصد کے ساتھ ذبح مذکورہ کا گوشت یقیناً حلال ہے۔ (اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ، ص ۱۲، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

وہابیہ اسمعیلیہ کی رسوائی کا سامان خود انہی کے اقراری ولی سے ہو گیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ تو یہاں تک فرمائیں کہ "کوئی مسلمان کسی بزرگ کے نام پر جانور رہا کردے تو اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس تشہیر اور نسبت سے اس کی حلت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا"۔ لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کی خراب عقل سے اس جانور کو مردار، حرام اور ایسا کام کرنے والے کو مرتد و کافر کہا جائے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہمارا نمبر بعد میں آئے گا (جیسا کہ وہابی اسمعیلی ابوایوب کا اصول ہم ماقبل میں بیان کر چکے) پہلے اپنے وہابیوں کے مانے ہوئے اس ولی پر بھی دو چار فتوے لگاؤ اور ان کو بھی سادات احناف کے نام پر وہ ساری غیرت دیکھاؤ جو اہلسنت کو دیکھاتے ہو یا تمہارا سب کچھ بغض اہلسنت میں ہی نکلتا ہے اگر ایسا ہی ہے بلکہ یقیناً ایسا ہی ہے تو کیوں؟ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے بزرگوں کے نام کے جانور کو جائز و حلال فرما کر وہابیت اسمعیلیت کے سارے فتوے پانی میں ملا دئے اور اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کر دیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی اتنے ثبوتوں کے باوجود بھی اور اتنے واضح موقف کے باوجود بھی وہی اپنے وہابی اکابرین والی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی دیکھائے تو میں اس کی ان تمام حرکتوں کا جواب اسی کے گھر سے پہلے سے ہی دے دیتا ہوں کہ ہم نے جو کچھ پیر صاحب علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ حق حق اور صرف حق ہے اور پیر صاحب اولیاء کے نام کے جانور کو حلال وطیب ہی کہتے تھے اور اسی بات کا اقرار وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ماسٹر امین اوکاڑوی نے کر کے اس کی ساری لایعنی تاویلات کا جواب دے دیا ہے۔

"الفضل ما شھدت بہ الاعداء"

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں وہابی امین صفدر اوکاڑی لکھتا ہے:

پیر مہر علی شاہ کا مسلک ما اھل بہ لغیر اللہ میں عام علماء دیوبند کے خلاف تھا۔۔۔ ما اھل بہ لغیر اللہ کے بارے میں دو قول ہیں ایک صاحب درمختار کا ہے ایک صاحب نورالانوار کا ہے بریلوی وہ قول لیتے ہیں جو نورالانوار والے کا ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اگر پہلے وہ غیر اللہ کے نام نامزد تھا لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اکبر پڑھا گیا تو اب یہ جانور حلال ہے۔۔۔ **پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ما اھل بہ لغیر اللہ کا وہی مطلب لیتے تھے جو تفسیرات احمدیہ میں ہے جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری لیتے ہیں اس پر ان کا (پیر صاحب) مناظرہ طے ہوا تھا مولانا حسین علی صاحب واں بچھراں والوں سے کیونکہ وہ اس کا وہ مطلب لیتے تھے جو صاحب درمختار اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لیتے ہیں اس پر ان کا مناظرہ طے ہوا لیکن پھر ہوا نہیں تھا پھر مولانا نے تو اپنی تفسیر میں اس مسئلہ کو تھوڑا سا لکھا لیکن مہر علی شاہ صاحب نے پوری کتاب**

لکھی الکلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ **اس میں انہوں نے اسی موقف کی تائید کی ہے جو صاحب تفسیرات احمدیہ صاحب نور الانوار والے کا ہے پیر جی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے تھے۔۔۔**(خطبات صفدر، جلد ۱، ص ۴۵۲، مکتبہ الکتاب لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی کے اس اقرار نے وہابیت اسمٰعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا، وہابی اسمٰعیلی امین اوکاڑوی نے وہابیت اسمٰعیلیت کی ساری عزت صرف اسی ایک اقتباس میں ہی نیلام کردی اور اس بات کا اقرار تو کیا ہی جیسا کہ ہم پہلے بھی اسی کے حوالے سے بیان کر چکے کہ اہلسنت اس مسئلہ میں صاحب نور الانوار کے قول پر عمل کرتے ہیں اگر وہ حنفی ہیں تو ہم بھی حنفی ہی ہیں اگر ان کے قول پر عمل کرنے والے ہم حنفی نہیں تو وہ کیسے حنفی ہو سکتے ہیں، ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اقرار کر گیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی اس مسئلہ میں صاحب نور الانوار علامہ جیون علیہ الرحمۃ کے قول پر عمل کرتے ہیں یا ان کا بھی وہی نظریہ ہے جو ان کا ہے اور اس پر وہابی اسمٰعیلی گنگوہی کے شاگرد احمدی حسین علی سے مناظرہ بھی طے ہوا لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ بھاگ گیا ہوگا اور پیر صاحب کا سامنا کرنے کی اس میں جرأت نہ ہوگی، اور پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اسی موضوع پر پوری ایک کتاب لکھ کر اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمٰعیلیت کا مزید منہ کالا کیا۔ اس مقام پر وہابی اسمٰعیلی امین صفدر اوکاڑی نے ایک اور بھی اقرار کیا ہے کہ ان کے باپ انور شاہ کا بھی وہی موقف تھا اب اور تو کوئی کیا مرتد و کافر ہوگا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے فتوے سے اسی کا باپ انور شاہ ہی مرتد و کافر ہوگا، وہابیوں ایسے نومولود لوگوں کے ہاتھ میں قلم دینے اور ان کو مناظر بنانے کا مزہ آیا؟۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کو کچھ نظر نہیں آتا؟

اگر وہابیہ اسمٰعیلیہ، اہل سنت حنفی بریلوی کے بغض و حسد کی پٹی اپنی آنکھوں سے اتار دیں تو ان کو سادات احناف اور مشائخ ہند کے ایسے بھی مزید اقوال نظر آئیں گے جن سے مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا لیکن جب مسئلہ سمجھنے میں بغض و حسد ہو تو پھر مسئلہ کیسے سمجھ آئے گا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کو تو اولیاء اللہ کے نام کے جانور سے دشمنی ہے اور اس کو نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں اور اہلسنت پر کیا کیا فتوے لگاتے ہیں پر سادات احناف اس سے بھی بڑی بڑی چیزوں کو جائز و حلال کہتے ہیں وہابی اسمٰعیلی بغض و حسد کی پٹی اتار کر پہلے ان مسئلوں کو پڑھیں اور پھر بات کریں۔

(۳) علامہ فرید الدین عالم بن العلاء الدہلوی الحنفی (المتوفی ۷۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفی جامع الفتاوی: مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوسِيِ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِالْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤكَلُ لِاَنَّه سَمَّى اللهَ تَعَالٰى وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ ذلك۔

اور جامع الفتاوی میں ہے: مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری، جو ان کے آتش کدہ کے لیے تھی، یا کافر کی، ان کے معبودوں کے لیے تھی، ذبح کی، وہ حلال ہے، کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے، مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، جلد ۱۷، ۳۹۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ و مکتبہ زکریا دیوبند ہند)

لو جی! وہابیہ اسمٰعیلیہ کو اولیاء کے نام کے جانور سے بغض تھا لیکن علامہ عالم بن العلاء دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو مجوسی کی آتش کدہ کی بکری اور کافر کی اپنے ناپاک معبودوں کے لئے بکری کو بھی جائز و حلال کہہ کر کھانے کا کہا ہے اب وہابیہ اسمٰعیلیہ ایسی ہی بکریاں کھایا کریں کیونکہ اولیاء اللہ کے نام سے ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اپنے نام کے جانور کو کھاتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ سادات احناف کے فتاوی جو اس نے بزعم خود بیان کئے ہیں وہ سب علامہ عالم بن العلاء حنفی علیہ الرحمۃ کو بھی دکھائے اور ان پر بھی

کوئی دو چار فتوے لگائے جو کفار کے معبودوں اور آتش کدہ کے نامزد جانوروں کو جائز وحلال کہہ رہے ہیں وہابی اسمٰعیلی ادھر کچھ بھی نہیں کہے گا کیونکہ بغض وحسد اہلسنت سے ہے یا پھران کی وجہ سے اولیاء اللہ سے ہے کہ معاذ اللہ ان کا نام لیا اور جانور کتے اور خنزیز کی طرح ناپاک ہوگیا اور ایسا کرنے والا مرتد و کافر؟ علامہ عالم بن علاء کفار کے معبودوں کے نام کے جانور کو حلال، جائز اور کھانا درست کہیں اور اس کے ذبح کرنے والے کو مسلمان اور وہابیہ اسمٰعیلیہ اولیاء اللہ کے نام کے جانور کو ناجائز، حرام، مردار بلکہ کتے وخنزیر کی طرح اور اس کے ذبح کرنے والے کو مرتد و کافر کیوں۔؟ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی اس کو علامہ عالم بن العلاء کی ذاتی رائے کہہ کر اپنے اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کرے میں اس بات کو بھی ثابت کر دیتا ہوں کہ علامہ عالم بن العلاء دہلوی علیہ الرحمۃ کی یہ بات صرف ان کی نہیں بلکہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ ہندوستان کے پانچ سو سادات احناف کی مصدقہ ہے۔

(۴) بقول وہابیہ پانچ سو سادات احناف کا مصدقہ فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں لکھا ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوسِ لِبَيْتِ نَارِهِمْ أَوِ الْكَافِرِ لِآلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِأَنَّهُ سَمَّى اللهَ تَعَالَى وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ۔

مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری، جو ان کے آتش کدہ کے لیے تھی، یا کافر کی، ان کے معبودوں کے لیے تھی، ذبح کی، وہ حلال ہے، کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے، مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۹، ص ۲۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ پانچ سو سادات احناف کا مصدقہ فتوی ہے اور میں ماقبل حوالہ بیان کر چکا ہوں کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ اس کی ہر ہر بات کو پانچ سو علمائے احناف کی مصدقہ کہتے ہیں اور اسی میں یہ بات بھی واضح طور پر لکھی ہے کہ مجوسی کی وہ بکری جو اس نے آتش کدہ کے لئے نامزد کی تھی وہ صرف حلال ہی نہیں بلکہ اس کے کھانے کا بھی فتوی موجود ہے اور اسی طرح کافر کی وہ بکری جو اس نے اپنے ناپاک معبودوں کے لئے نامزد کی تھی اس کے بارے میں بھی واضح اور دوٹوک الفاظ میں حلال ہونے کا فتوی دے کر اس کے کھانے کا کہا ہے، کیا یہ سب حنفی علماء نہیں یا یہ جانتے نہیں تھے، یہ سب تو اس جانور کو بھی جائز وحلال ارشاد فرمائیں جو کفار کے معبودوں کے نام کا ہو اور وہابیہ اسمٰعیلیہ کو اولیاء کے نام کے جانور سے نفرت ہو بھلے اپنے نام کا جانور کھاتے ہی نہیں بلکہ ٹھونستے ہوں؟ اگر کلیسے کے نام کا جانور جائز ہے کفار کے ناپاک معبودوں کے نام کا جانور حلال ہے اور پھر خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نام کا جانور جائز ہے تو اولیاء اللہ کے نام کے ساتھ چڑ کیوں ہے کہ ان کا نام آتے ہی جانور کتے اور خنزیز کی طرح ہوگیا؟ ان کے نام نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کے نام کا جانور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حرام، ناجائز کتے اور خنزیز کی طرح اور ایسا کرنے والا کافر و مرتد کیوں۔؟ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی یہاں بھی اپنے آبائی پینترے کے مطابق کہے کہ ہم نے تھوڑی کہا ہے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے کہا ہے شاہ صاحب کے حوالے کا جواب تو آگے آرہا ہے جس سے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے کچھ طبق روشن ہوجائیں گے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جن وہابیہ اسمٰعیلیہ نے ان کا نام لئے بغیر کہا ہے ان پر کیا حکم لگے گا کہ انہوں نے ایک جائز وحلال چیز کو کتے اور خنزیز کی طرح نجس کہا ہے جب وہابی اسمٰعیلی اقرار کرے گا تو میں حوالے دوں گا۔ بات صرف انہی حوالوں پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ علامہ سرخسی علیہ الرحمۃ تو اس کو سراج الامۃ کشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا موقف بتاتے اور ان جھوٹوں کی جھوٹی حنفیت کی قلعی کھولتے ہوئے اہلسنت کی تائید امام اعظم علیہ الرحمۃ سے کرواتے ہیں۔

(۵) شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (المتوفی ۴۸۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَإِنْ أَوْصَى الذِّمِّيُّ لِلْبِيعَةِ أَوْ لِلْكَنِيسَةِ أَنْ يُنْفَقَ عَلَيْهَا فِي إِصْلَاحِهَا أَوْ أَوْصَى أَنْ يُبْنَى بِمَالِهِ بِيعَةٌ أَوْ كَنِيسَةٌ أَوْ بَيْتُ نَارٍ أَوْ أَوْصَى بِأَنْ يُذْبَحَ لِعِيدِهِم أَوْ لِلْبِيعَةِ أَوْ لِبَيْتِ نَارِهِمْ ذَبِيحَةٌ جَازَ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَمْ يَجُزْ شَيْءٌ مِّنْهُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ

اگر ذمی شخص یہ وصیت کرے کہ کلیسے یا گرجے کی مرمت کے لیے مال خرچ کیا جائے، یا وہ وصیت کر دے کہ اس کے مال سے کلیسہ، گرجہ یا آتش کدہ بنایا جائے، یا وہ وصیت کرے کہ ذمیوں کی عید کے موقع پر یا ان کے کلیسہ کے لیے یا ان کے آتش کدے کے لیے جانور ذبح کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق یہ کام جائز ہے، جبکہ امام قاضی ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ نے اس میں سے کسی کام کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔ (المبسوط للسرخسی، جلد ۲۸، ص ۹۴، دار المعرفہ بیروت)

لیجئے! سادات احناف کا نام لے کر ہمیں ڈرانے اور دھمکانے والے اور ہمیں اپنی جھوٹی حنفیت کی وجہ سے سادات احناف کی غلامی سے نکالنے والے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب دیکھیں اور کچھ شرم کریں یا ہر بار کی طرح بے شرمی کے پانی میں ڈوب مریں، سراج الامۃ کشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ تو فرمائیں کہ اگر ذمی آتش کدہ کے نامزد جانور کو ذبح کروائے تو جائز ہے لیکن یہ حنفیت کے ٹھیکیدار خود امام اعظم کے اقوال پر عمل نہ کریں اور دوسروں کو حنفیت سے نکالیں؟ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے کفار کے ناپاک معبودوں کے نام کا جانور جائز اسی طرح کلیسے کے نام کا جانور جائز ہے اور یہی قول امام اعظم علیہ الرحمۃ کا ہے، تو اولیاء کے نام کا جانور حرام کیوں ہے؟ جبکہ اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جا رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی عیاری مکاری کرے کہ جی امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ اس کو ناجائز کہہ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ تو میں پہلے سے ہی اس کو اس کے گھر کی سیر کروا دیتا ہوں اور اس بات کو ثابت کر دیتا ہوں کہ اس کے گھر کے افراد امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول کے ہوتے ہوئے کیا کہتے ہیں۔

فتویٰ صرف امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر وہابی اسمعیلی اقرار

وہابی اسمعیلی مفتی زرولی لکھتا ہے:

(۱)......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں گے اور امام کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔

(۲)......فتویٰ اور عمل صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا۔

(۳)......امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں۔

(۴) اگرچہ مشائخ حنفیہ، صاحبین کے قول پر فتویٰ بھی دے چکے ہوں تب بھی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا نام اجتہاد ہے۔

(۵)......جب امام کے قول کے سامنے سب کے اقوال مرجوح ہیں اور ان پر فتویٰ اور عمل منع ہے تو مشائخ حنفیہ کے قول پر امام صاحب کا مذہب چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(۶)......فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔

(۷)......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی اس لیے محقق ابن ہمام نے بعض ان مشائخ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقابلے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (مجموعہ احسن الرسائل، جلد اول،

ص،۱۴۸، احسنی کتب خانہ)

ان حوالوں پر میں زیادہ کوئی کلام نہیں کرتا اگر وہابی اسمعیلی کو کوئی تکلیف ہوئی تو اس کی تکلیف ضرور دور کروں گا بہرحال ان حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے اور اسی پر فتوی ہے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس قول کو مانتے ہوئے اقرار کرے کہ کلیسہ کے نام کا جانور جائز ہے، اس کا کھانا درست ہے اور ان حوالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ثابت کرے کہ اولیاء اللہ کے نام کا وہ جانور جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو مردار، حرام اور نجس ہے۔

اسی سے ملتا جلتا مہمان کے لئے جانور ذبح کرنے والا مسئلہ بھی ہے، مہمان کے لئے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں مہمان کا اکرام ہوتا ہے اس لئے بعض لوگوں نے اس کو بھی "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کر دیا تو فقہاء احناف اس جانور کے جائز و حلال ہونے کی تصریح کی اور ان بعض کی خوب خبر لی، میں یہ کہتا ہوں کہ جب مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا یعنی ذبح للضیف اکرام اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز ہے تو اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کے لئے اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کرنا یعنی ما ذبح لا یصال ثواب الاولیاء بھی اکرام اللہ میں داخل ہو کر جائز اور حلال ہی ہوگا۔

(۶) علامہ علاء الدین حصکفی الحنفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) علیہ الرحمۃ درمختار میں لکھتے ہیں:

لو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل و اکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ۔

اگر کسی نے مہمان کے لئے جانور ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے، اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۹، ص ۵۱۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ اور اسی طرح کئی سادات احناف نے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ مہمان کے لئے جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے حرام نہیں ہوتا کیونکہ مہمان نوازی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام اللہ کا اکرام ہے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ "ما ذبح للضیف" کو سادات احناف حلال ارشاد فرما رہے ہیں تو "ما ذبح لا یصال ثواب الاولیاء" حرام کیوں ہے جبکہ اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر وہابیہ اسمعیلیہ سمجھنے کی کوشش کریں تو مسئلہ یہیں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جب مہمان کے لئے جانور ذبح کیا جائے تو جائز ہے کیونکہ اس میں مہمان کا اکرام ہے اور مہمان کا اکرام اللہ کا اکرام ہے تو جو جانور اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کے لئے ذبح کیا جاتا ہے کیا اس میں اولیاء کا اکرام نہیں ہے اور اولیاء کا اکرام اللہ کا اکرام نہیں ہے؟ وہابیہ اسمعیلیہ کو اللہ کے اولیاء کے ناموں سے ہی نفرت کیوں ہے اور ان کے ساتھ بغض کیوں ہے؟ جب بقول سادات احناف کفار کے معبودوں کے نام کا جانور جائز، کلیسہ کے نام کا جانور جائز، مہمان کے نام کا جائز ہے تو اولیاء اللہ نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کے ایصال ثواب کا جانور کتے اور خنزیز کی طرح ہے۔؟ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اوپر والے تین ذبیحے جائز ہیں یا وہ بھی ناجائز ہیں اگر کہتے ہو کہ ناجائز ہیں تو تمہاری جھوٹی حنفیت یہیں دم توڑ جائے گی اور اگر ان کو جائز کہتے ہو تو اولیاء اللہ کے نام کے ساتھ بغض کیوں ہے؟

جس طرح وہابی اسمعیلی اولیاء اللہ کے نام کے جانور کو "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کر کے ناجائز و حرام کہتے ہیں اسی طرح کچھ لوگوں نے مہمان کے لئے جانور ذبح کرنے کو بھی "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کر کے ناجائز و حرام کہا تھا لیکن سادات احناف نے اسی وقت ان لوگوں کا رد کیا اور حق اور سچ بات کو ثابت کیا کہ جو شخص ایسا کہتا ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف تو بات کرتا ہی ہے لیکن

عقل سے بھی فارغ ہو چکا ہے اور سادات احناف نے ہی اس کو جاہل کہا اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ شخص اس جانور کو ناجائز وحرام کہے تو پھر قصائی جس جانور کو نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اور اسی طرح وہ جانور جو ولیمہ، عقیقہ اور شادی کے لئے ذبح کیا جاتا ہے وہ کیوں کھاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ سادات احناف کے اس کلام میں وہابیہ اسمعیلیہ کے لئے بہت عبرت ہے جو آج اولیاء اللہ کے نام کے جانوروں کو ناجائز وحرام کہتے ہیں۔ بہرحال سادات احناف کا موقف پڑھئے اور وہابیہ اسمعیلیہ کی عقل کہاں ہوتی ہے اس کا اندازہ کیجئے۔

(۷) درمختار کی اسی عبارت پر علامہ احمد طحطاوی (التوفی ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(ولو ذبح للضيف لايحرم) قال في "المنح": ومن ظن انه لايحل لعلة انه ذبح لاكرام ابن اٰدم، فيكون كانه اهل لغير الله تعالىٰ فقد خالف القراٰن والحديث و العقل فانه لاشك ان القصاب يذبح للربح ولو علم انه يخسر لايذبح فيلزم هذا الجاهل الا يأكل ماذبحه القصاب ولاما ذبح للولائم و الاعراس والعقيقة۔

(اور اگر مہمان کے لئے ذبح کیا تو حرام نہیں ہے) اور منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے: جس نے گمان کیا کہ وہ جانور اس وجہ سے حلال نہیں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ گویا کہ غیر اللہ کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن وحدیث اور عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ اس میں خسارہ ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کو چاہیے کہ وہ قصاب کے ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولیمہ اور شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ بھی نہ کھائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، جلد ۱۰، ص ۶۱۴، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا اس کا اکرام تھا اسی کو لے کر بعض نے اعتراض کیا اور اس کو بھی وہابیہ اسمعیلیہ کی طرح "ما اهل به لغير الله" میں داخل کیا لیکن سادات احناف نے کیسی خبر لی آپ نے ملاحظہ کرلیا ایسے شخص کو قرآن وحدیث کا مخالف تو کہا ہی لیکن عقل سے بھی فارغ قرار دیا، جب مہمان کے اکرام کے لئے ذبح کئے گئے جانور کو سادات احناف "ما اهل به لغير الله" میں داخل نہیں کرتے اور جو لوگ کرتے ہیں ان کا رد کرتے ہیں تو اولیاء کے ایصال ثواب کے لئے اللہ کا نام لے کر ذبح کئے گئے جانور کو کیسے "ما اهل به لغير الله" میں داخل کر کے ناجائز وحرام اور کتے وخنزیز کی طرح کہہ سکتے ہیں؟۔ اس کا جواب تو وہابی اسمعیلی ساجد خان یا اس کا کوئی مرکز مٹی میں ملا ہوا بابا ہی دے سکتا ہے۔

(۸) اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی درمختار کی اسی عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

قال البزازي: ومن ظن انه لايحل؛ لانه ذبح لاكرام ابن اٰدم فيكون اهل به لغير الله تعالىٰ فقد خالف القراٰن والحديث و العقل فانه لاريب ان القصاب يذبح للربح ولو علم انه نجس لايذبح فيلزم هذا الجاهل ان لاياكل ماذبحه القصاب وما ذبح للولائم و الاعراس والعقيقة۔

بزازی نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ مہمان کے لئے ذبح کرنا حلال نہیں اس لئے کہ یہ تکریم ابن آدم کے لئے ہے تو یہ اهل به لغير الله ہو گیا۔ پس اس نے قرآن وحدیث اور عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کو چاہیے کہ وہ قصاب ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولیمہ اور شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ بھی نہ کھائے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹، ص ۵۱۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ شامی کی یہی عبارت نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ وہابیت اسمٰعیلیت کو جھنجھوڑتے ہوئے لکھتے ہیں:

دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت ونسبت غیر کو موجب حرمت جاننا اور ما اُھل بہ لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع وعقل دونوں سے بیگانگی ہے، جب نفع دنیا کی نیت مخل نہ ہوئی تو فاتحہ اور ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا، اور اکرام مہمان عین اکرام خدا ٹھہرا تو اکرام اولیاء بدرجہ اولیٰ۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۰ ص ۲۷۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے بات ہی ختم کردی ہے لکن الوھابیة قوم لا یعقلون ولا یفھمون میں اس پر زیادہ بات کرنے کے بجائے مزید ایک دو حوالے دے دیتا ہوں۔

(۹) علامہ ابن نجیم مصری (المتوفی ۹۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَفِي التَّتِمَّةِ رَجُلٌ ذَبَحَ لِلضَّيْفِ شَاةً فَذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا فَقَال: يَحِلُّ أَكْلُهُ

اور تتمہ میں ہے کہ کسی نے مہمان کے لئے بکری ذبح کی اور اس پر اللہ کا نام لیا تو فرمایا کہ اس کا کھانا حلال ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۸، ص ۳۰۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱۰) عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان (المتوفی ۱۰۷۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ذَبَحَ لِقُدُومِ الْأَمِيرِ أَوْ غَيْرِهِ مِنَ الْعُظَمَاءِ لَا يَحِلُّ لِأَنَّهُ ذَبَحَ تَعْظِيمًا لَهُ لَا لِلّٰهِ تَعَالَى بِخِلَافِ مَا إِذَا ذَبَحَ لِلضَّيْفِ فَإِنَّهُ لِلّٰهِ تَعَالَى۔۔

کسی نے جانور ذبح کیا امیر یا کسی اور معظم شخص کے آنے کی وجہ سے تو یہ حلال نہیں ہے کیونکہ اس نے اس کی تعظیم کے لئے ذبح کیا ہے نہ کہ اللہ کے لئے بخلاف اس کے کہ جب کسی نے مہمان کے لئے ذبح کیا تو وہ بے شک اللہ کے لئے ہے۔ (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد ۴، ص ۱۵۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قارئین! وہابیہ اسمعیلیہ کو اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے کہ ان کے نزدیک "ماذبح لاکرام الضیف" تو حلال ہے اور "ماذبح لایصال ثواب الاولیاء" حرام ہے کیوں؟۔ باقی امیر کے آنے پر جانور ذبح کرنے میں کونسی تعظیم ہے کہ جانور حرام ہوگا تو وہ خلیل احمد انبیٹھوی نے بذل المجہود میں بیان کی ہے اور اس کے علاوہ سادات احناف نے بھی بیان کی ہے ہم وقت آنے پر بتائیں گے بھی اور سمجھائیں گے بھی۔

ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام اور ذبیحہ کا حلال ہونا سادات احناف کا موقف

وہابیہ اسمعیلیہ تو ذبح سے پہلے اولیاء اللہ کے نام کے جانور کو ناجائز اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں لیکن سادات احناف تو عین ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کے نام لینے کو تو مطلقاً حرام نہیں کہتے بلکہ تفصیل کرتے ہوئے اس کی تین صورتیں بناتے ہیں اور ان تین صورتوں میں سے ایک میں جیسے ذبح کرتے وقت ذابح نے "بسم اللہ محمد رسول اللہ" کہا تو اس فعل کو مکروہ کہتے ہیں مگر ذبیحہ کو حرام نہیں کہتے بلکہ حلال کہتے ہیں اور دوسری صورت جبکہ ذابح اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کو بھی ذبح میں شریک بنائے اور اس غیر اللہ کے نام پر بھی ذبح کرے تو یہ صورت سادات احناف کے نزدیک جانور کے حرام ہونے کی ہے مگر وہابیہ اسمعیلیہ کی عقل دیکھیے کہ جیسے ہی زندہ جانور پر ولی اللہ کا نام لیا ویسے ہی حرام حرام، مردار اور کتے وخنزیز کی طرح کہنے والوں کی فیکٹری میں بھونچال آ گیا

اور فتوی بازی اور کفر سازی شروع کر دی لیکن میں ان وہابیوں اسمعیلیوں اور سادات احناف کے نام پر اپنے گھر کا خرچ چلانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ تم ذبح سے پہلے ولی اللہ کے نام کرنے پر جانور کو حرام کہتے ہو اور سادات احناف تو عین ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام لینے کو مطلقاً حرام نہیں کہتے بلکہ جب ذابح شرکت کا ارادہ کرے تب جا کر حکم لگاتے ہیں، مگر تم تو مسلمان کا کسی قسم کی شرکت کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہوتا ہے یہ بکرا غوث اعظم کے ایصال ثواب کے لئے ہے پھر بھی حرام حرام کی ہی رٹ لگاتے ہیں کیوں؟ ہمارے قارئین کو سمجھنا چاہیے کہ سادات احناف کیا کہتے ہیں اور یہ وہابڑے کیا بکتے ہیں ان کو سادات احناف سے کیا کام انہوں نے تو اپنی وہابیت اسمعیلیت کی چادر کو اونچا کرنا ہے باقی ان کو سادات احناف سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ آیئے اور سادات احناف کا عین ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینے کے حوالے سے موقف پڑھئے اور وہابیت اسمعیلیت کی عقل پر چار حرف کیجئے۔

(۱) علامہ أبو بکر بن علی بن محمد الزَّبِیدِیّ الیمنی الحنفی (المتوفی ۸۰۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَذْكُرَ مَعَ اسْمِ اللهِ تَعَالَى شَيْئًا غَيْرَهُ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، وَالْكَلَامُ فِيهِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ أَحَدُهَا أَنْ يَذْكُرَهُ مَوْصُولًا لَهُ لَا مَعْطُوفًا مِثْلُ أَنْ يَقُولَ: مَا ذَكَرْنَا فَهَذَا يُكْرَهُ وَلَا تَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ، وَالثَّانِي أَنْ يَذْكُرَهُ مَعْطُوفًا مِثْلُ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ وَمُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ بِكَسْرِ الدَّالِ فَتَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ لِأَنَّهُ أَهَلَّ بِهَا لِغَيْرِ اللهِ تَعَالَى. وَالثَّالِثُ: أَنْ يَقُولَ مَفْصُولًا عَنْهُ صُورَةً وَمَعْنًى بِأَنْ يَقُولَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ أَوْ بَعْدَهَا وَقَبْلَ أَنْ يُضْجِعَ الذَّبِيحَةَ لِأَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ..

ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا ذکر کرنا اور یہ کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ موصولا ذکر کرے نہ کہ معطوفا مثلا وہ یہ کہے کہ بسم اللہ محمد رسول اللہ تو یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حرام نہیں ہے اور (۲) دوسری یہ کہ معطوفا ذکر کرے اور کہے بسم اللہ ومحمد رسول اللہ کسرہ کے ساتھ تو ذبیحہ حرام ہے کیونکہ اس نے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا (۳) تیسری یہ کہ وہ صورۃ اور معنی دونوں طرح مفصولا ذکر کرے اور تسمیہ سے قبل یا بعد اور جانور کو گرانے سے قبل کہے کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ، جلد ۲، ص ۱۸۱، المطبعۃ الخیریۃ)

صاحب جوہرہ نیرہ وہ ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھی ان کا حوالہ دیا ہے انہوں نے مسئلہ کو بالکل واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے تو مکروہ ہے لیکن ذبیحہ حرام نہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ان سے پوچھنا چاہیے کہ ہم وہابی اسمعیلی تو ذبح سے پہلے اولیاء کا نام آنے پر حرام کہہ دیتے ہیں اور آپ ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام آنے سے جانور کو حرام نہیں کہتے کیوں؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اسی سوال سے ہی اس کا وہابی اسمعیلی دھرم تباہ و برباد ہو جائے گا، مزید کسی اور چیز کی حاجت نہیں ہوگی۔

(۲) أبو الحسن برہان الدین علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی (المتوفی ۵۹۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال: "ويكره أن يذكر مع اسم الله تعالى شيئا غيره. وأن يقول عند الذبح: اللهم تقبل من فلان" وهذه ثلاث مسائل:

إحداها: أن يذكر موصولا لا معطوفا فيكره ولا تحرم الذبيحة. وهو المراد بما قال. ونظيره أن يقول: باسم الله محمد رسول الله. لأن الشركة لم توجد فلم يكن الذبح واقعا له. إلا أنه يكره لوجود

القرآن صورة....

امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اور مکروہ ہے کہ اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اس کے علاوہ کسی شیء کا ذکر کرے اور مکروہ ہے یہ کہ وہ ذبح کے وقت کہے اے اللہ فلاں کی جانب سے قبول فرمالے اور تین مسائل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ موصولا ذکر کرے نہ کہ معطوف بنا کر پس یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حرام نہیں ہے امام محمد نے جو فرمایا ہے (متن میں) اس سے یہی مراد ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ (یعنی مکروہ ہے حرام نہیں ہے) اس لئے کہ شرکت نہیں پائی گئی تو ذبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہ ہوگا مگر یہ مکروہ ہے صورۃ قران (ملاپ) کے پائے جانے کی وجہ سے۔۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہابی اسمٰعیلی جمیل احمد لکھتا ہے:

امام محمد نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ دوسرے کو ذکر کرنا مکروہ ہے اور بوقت ذبح یوں کہنا مکروہ ہے **اللھم تقبل من فلان**۔ اس پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں یہاں تین مسائل ہیں۔ دوسرے کا ذکر کیا جائے لیکن عطف کے طریقہ پر نہیں بلکہ وصل اور ملاپ کے طریقہ پر بغیر عطف کے تو یہ مکروہ ہے لیکن ذبیحہ حلال رہے گا اور امام محمد کی اپنے **فرمان الٰہی** سے یہی مذکور ہے۔ اس پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ذابح کہے **بسم اللہ محمد رسول اللہ** تو یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حلال ہے۔ حلال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک نہیں کیا گیا اور اگر شریک بنانا مقصود ہوتا تو پھر محمد مجرور ہوتا۔ بہر حال جب اس میں شرکت نہیں پائی گئی تو ذبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہ ہوا۔۔

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ وہابی کے ہیں۔

صاحب ہدایہ مزید لکھتے ہیں:

والثانية: أن يذكر موصولا على وجه العطف والشركة بأن يقول: باسم الله واسم فلان، أو يقول: باسم الله وفلان. أو باسم الله ومحمد رسول الله بكسر الدال فتحرم الذبيحة لأنه أهل به لغير الله.

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ موصولا عطف اور شرکت کے طریقہ پر غیر کا ذکر کرے اس طریقہ پر کہے کہ **بسم اللہ و اسم فلان** یا کہے **بسم اللہ و فلاں** یا **بسم اللہ محمد رسول اللہ** دال کے کسرہ کے ساتھ، پس ذبیحہ حرام ہے اس لیے کہ اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے۔

اس پر وہابی اسمٰعیلی جمیل احمد لکھتا ہے:

یہ مسائل ثلثہ میں سے دوسرے مسئلہ کا ذکر ہے جس میں غیر کا ذکر اللہ کے نام کے ساتھ کیا جائے اور عطف کے ساتھ کیا جائے جس کی امثلہ ظاہر ہیں اس تمام مثالوں میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا گیا ہے تو اس صورت میں ذبیحہ حرام ہے۔ (ھدایۃ، جلد ۴، ص ۳۴۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، اشرف الھدایہ شرح اردو ہدایہ، جلد ۱۳، ص ۲۴۰، دارالاشاعت کراچی)

یہاں صاحب ہدایہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی جمیل احمد کی وضاحت نے وہابی اسمٰعیلی دھرم کی ذلت و رسوائی میں چار چاند لگادیئے، وہابی اسمٰعیلی جمیل احمد نے بھی اس بات کا اقرار کیا کہ بوقت ذبح **بسم اللہ محمد رسول اللہ** کہنے سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا بلکہ حلال ہی رہے گا کیونکہ ذابح نے ان الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک نہیں کیا اور جب شرکت نہیں پائی گئی تو جانور بھی حرام نہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے ساداتِ احناف کو اچھی طرح پڑھ تو لے۔ چلیں سادات احناف تو دور کی بات اپنے گھر

ہی کی کتابیں پڑھ لے وہ ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام لینے پر ذبیحہ کو حرام نہ کہیں اور تم ذبح سے پہلے اولیاء اللہ کے نام کا جانور کہنے پر فتوے دھر دو کیوں؟؟؟

(۳) اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الرومی الحنفی (المتوفی ۷۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اَلْمَسَائِلُ الْمَذْكُورَةُ ظَاهِرَةٌ وَقَوْلُهُ (وَمُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ بِكَسْرِ الدَّالِ) يُشِيرُ إِلَى أَنَّهُ لَوْ قَالَ غَيْرَ مَكْسُورٍ لَا يَحْرُمُ، قِيلَ هَذَا إِذَا كَانَ يَعْرِفُ النَّحْوَ. وَقَالَ التُّمُرْتَاشِيُّ: إِنْ خَفَضَهُ لَا يَحِلُّ لِأَنَّهُ يَصِيرُ ذَابِحًا بِهِمَا، وَإِنْ رَفَعَهُ حَلَّ لِأَنَّهُ كَلَامٌ مُبْتَدَأٌ، وَإِنْ نَصَبَهُ اخْتَلَفُوا فِيهِ۔

مسائل مذکورہ ظاہر ہیں اور ان کا قول (محمد رسول اللہ دال کے کسرہ کے ساتھ) اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اگر وہ مکسور کے علاوہ کہے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ نحو جانتا ہو اور تمرتاشی نے فرمایا اگر وہ اس کو کسرہ دیتا ہے تو حلال نہیں کیونکہ وہ ان دونوں کے نام کے ساتھ ذبح کرنے والا ہے اور اگر وہ اس کو رفع دیتا ہے تو حلال ہے کیونکہ یہ مبتدا ہے اور اگر نصب دیتا ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ (العنایۃ شرح الھدایۃ، جلد ۹، ص ۴۹۲، دار الفکر بیروت)

دیگر سادات احناف نے تو یہ فرمایا کہ اگر موصولاً غیر اللہ کا ذکر ذبح کے وقت کرتا ہے تو جانور حرام نہیں ہوگا بلکہ حلال ہی ہوگا لیکن صاحب عنایہ علیہ الرحمۃ نے تو عطف والی صورت میں اگر لفظ محمد پر رفع پڑھے تو بھی ذبیحہ حرام ہونے کے قائل نہیں بلکہ اس کو حلال ہی کہہ رہے ہیں۔ لکن الوهابية قوم لا يعقلون و يفهمون۔

(۴) زین الدین بن ابراہیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری (المتوفی ۹۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَكُرِهَ أَنْ يَذْكُرَ مَعَ اسْمِ اللهِ تَعَالَى غَيْرَهُ وَأَنْ يَقُولَ عِنْدَ الذَّبْحِ: اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ، وَإِنْ قَالَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ وَالْإِضْجَاعِ جَازَ) وَهَذَا النَّوْعُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: أَحَدُهُمَا أَنْ يَذْكُرَهُ مَوْصُولًا مِنْ غَيْرِ عَطْفٍ فَيُكْرَهُ وَلَا تَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ بِالرَّفْعِ لِأَنَّ اسْمَ الرَّسُولِ غَيْرُ مَذْكُورٍ عَلَى سَبِيلِ الْعَطْفِ فَيَكُونُ مُبْتَدَأً لَكِنْ يُكْرَهُ لِوُجُودِ الْوَصْلِ صُورَةً.... وَمِنْ هَذَا النَّوْعِ أَنْ يَقُولَ: اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمْ تُوجَدْ وَلَمْ يَكُنْ الذَّبْحُ وَاقِعًا عَلَيْهِ وَلَكِنْ يُكْرَهُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالثَّانِي أَنْ يَكُونَ مَوْصُولًا عَلَى سَبِيلِ الْعَطْفِ وَالشَّرِكَةِ نَحْوُ أَنْ يَقُولَ بِاسْمِ اللهِ وَاسْمِ فُلَانٍ أَوْ بِاسْمِ اللهِ وَمُحَمَّدٍ بِالْجَرِّ تَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ، لِأَنَّهُ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ).....

ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا ذکر کرنا، اس کی تین صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ موصولا بغیر عطف کے ذکر کرے تو یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حرام نہیں ہوگا مثلاً یہ کہے کہ بسم اللہ محمد رسول اللہ رفع کے ساتھ کیونکہ اسم رسول عطف کے طور پر مذکور نہیں تو یہ مبتدا ہے لیکن یہ مکروہ ہے وصل کے صورۃ پائے جانے کی وجہ سے۔۔۔ اور اسی نوع سے یہ بھی ہے کہ اس طرح کہے اے اللہ فلاں کی طرف سے قبول فرما۔ کیونکہ شرکت نہیں پائی گئی اور ذبح شرکت کے ساتھ نہیں ہوا (تو ذبیحہ حرام نہیں ہے بلکہ حلال ہے از ناقل) لیکن یہ مکروہ ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی۔ اور اس میں سے دوسری یہ کہ موصولا عطف اور شرکت کے طور پر ذکر کرے مثلاً یہ کہے کہ بسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ و محمد کسرہ کے ساتھ تو ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ اس نے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا ہے اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے اور وہ جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۸، ص ۳۰۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کئی مقام پر علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ کا حوالہ دے کر رعب جھاڑنے کی کوشش کی ہے لیکن ہر بار منہ کی کھائی ہیں، اس مسئلہ میں بھی ہم نے ان کا حوالہ دے دیا ہے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ واضح طور پر یہ لکھ کر کہ اگر خاص ذبح میں بھی غیر اللہ کا نام آجائے تو جب تک شرکت کا ارادہ نہ کرے جانور حرام نہیں ہوگا مگر وہابیہ اسمعیلیہ کیوں مانیں گے اور ان کا سادات احناف کے ساتھ کیا علاقہ ان کو صرف وہابیت اسمعیلیت سے پیار ہے اور اسی کا پرچار ان پر لازم ہے ورنہ سادات احناف کیا بیان کر رہے ہیں اور وہابی کیا کہہ رہے ہیں وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک اولیاء کا نام آجائے جانور حرام اور سادات احناف خاص ذبح میں بھی غیر اللہ کا نام آنے سے جانور کو مطلقاً حرام نہیں کہتے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں۔

(۵) فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی (المتوفی ۷۴۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا النَّوْعُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: أَحَدُهَا أَنْ يَذْكُرَهُ مَوْصُولًا مِنْ غَيْرِ عَطْفٍ فَيُكْرَهُ وَلَا تَحْرُمُ الذَّبِيحَةُ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ بِاسْمِ اللّٰهِ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ بِالرَّفْعِ، لِأَنَّ اسْمَ الرَّسُولِ غَيْرُ مَذْكُورٍ عَلٰى سَبِيلِ الْعَطْفِ فَيَكُونُ مُبْتَدَأً لٰكِنْ يُكْرَهُ لِوُجُودِ الْوَصْلِ صُورَةً......

اور یہ نوع تین صورتوں پر ہے ان میں سے ایک یہ کہ وہ موصولا بغیر عطف کے ذکر کرے تو یہ مکروہ ہے اور ذبیحہ حرام نہیں ہوگا مثلا یہ کہے کہ بسم اللہ محمد رسول اللہ رفع کے ساتھ کیونکہ اسم رسول عطف کے طور پر مذکور نہیں تو یہ مبتدا ہوگا لیکن یہ مکروہ ہے وصل کے صورۃ پائے جانے کی وجہ سے۔۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد ۶ ص ۴۵۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ زیلعی حنفی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی بات کردی جو صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ نے کی ہے۔ اور انہوں نے بھی وہابیت کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے کہ خاص ذبح میں اگر غیر اللہ کا نام آجائے تو بھی جانور مطلقاً حرام نہیں چہ جائیکہ ذبح سے پہلے جانور پر کسی ولی کا نام لیا جائے۔

(۶) عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخی زادہ (المتوفی ۱۰۷۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَكُرِهَ) الْمَذْبُوحُ (أَنْ يَذْكُرَ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَهُ وَصْلًا دُونَ عَطْفٍ) مِثْلُ أَنْ يَقُولَ بِاسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ بِالرَّفْعِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَذْكُورٍ عَلٰى سَبِيلِ الْعَطْفِ فَيَكُونُ مُبْتَدَأً لٰكِنْ يُكْرَهُ لِوُجُودِ الْقُرْآنِ وَالْوَصْلُ صُورَةً وَإِنْ قَالَ بِالْخَفْضِ لَا يَحِلُّ قِيلَ هٰذَا إِذَا كَانَ يَعْرِفُ النَّحْوَ أَكَلَ ذَبِيحَتَهُ (وَ) كُرِهَ (أَنْ يَقُولَ بِاسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ) فَإِنَّهُ لَا يَحْرُمُ، لِأَنَّ الشَّرِكَةَ لَمْ تُوجَدْ وَلَمْ يَكُنِ الذَّبْحُ وَاقِعًا عَلَيْهِ وَلٰكِنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا ذَكَرْنَا قُبَيْلَهُ.

اور ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام لینا وصل کے طور پر نہ کہ عطف کے طور پر مکروہ ہے مثلا یہ کہے کہ بسم اللہ محمد رسول اللہ رفع کے ساتھ کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کا نام عطف کے طور پر مذکور نہیں ہے تو یہ مبتدا ہے لیکن صورۃ وصل کے پائے جانے کی وجہ سے مکروہ ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ کہے تو ذبیحہ حلال نہیں۔۔۔ اور مکروہ ہے کہ ذبح کے وقت یہ کہے **بسم اللہ اللھم تقبل من فلان** اس سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا کیونکہ شرکت نہیں پائی گئی اور ذبح شرکت پر واقع نہیں ہوا لیکن یہ مکروہ ہے۔ (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد ۴، ص ۱۵۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(مسئلة:) یکرہ ان یذکر مع اسم الله عند الذبح شیئا غیرہ موصولا لا معطوفا مثل ان یقول عند الذبح بسم الله اللھم تقبل من فلان لکن لا یحرم ونظیرہ بسم الله محمد رسول الله بالرفع وان ذکر موصولا علی وجہ العطف والشرکۃ نحو ان یقول بسم الله واسم فلان او بسم الله ومحمد رسول الله بالجرّ یحرم الذبیحۃ لانہ اھل بھا لغیر الله۔۔

مسئلہ:۔ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ ملا کر بغیر عطف کے کسی دوسری چیز کا ذکر کرنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہے جیسے ذبح کے وقت بسم اللہ کے بعد فورا ساتھ ساتھ اللھم تقبل من فلان کہنا یا بسم الله کے بعد متصلا بغیر فصل کے محمد رسول الله کہنا مکروہ ہے لیکن اگر بالکل ملا کر عطف کے ساتھ کسی اور کا ذکر کیا مثلا بسم الله واسم فلان یا بسم الله ومحمد رسول الله کہہ دیا تو ذبیحہ حرام ہوجائے گا ذبح کے وقت غیر اللہ کی شرکت ہوجائے گی۔ (تفسیر مظہری، جلد ۲ ص ۲۶۸، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم دیوبندی، جلد ۳، ص ۲۳۵، دارالاشاعت کراچی)

صاحب مجمع الانھر اور اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہما الرحمۃ کے حوالے خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دیئے ہیں مگر وہ اس مسئلہ میں کیا کہہ رہے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا اس کے جاہل اکابرین کو نظر نہیں آئے گا کیونکہ ان حوالوں سے وہابیہ اسمٰعیلیہ کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک ہوتا ہے اسی لئے لایعنی بکواس کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتانا پسند کرے گا کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ ذبح سے پہلے اولیاء اللہ کے نام کا جانور کہنے سے اس کے حرام ہونے کا فتوی دیتے ہیں جبکہ سادات احناف خاص ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام لینے کو مطلقاً حرام نہیں کہتے کیوں؟؟؟

خاص ذبح کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بطور تعظیم لینے سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا علامہ قاضی خان کا عقیدہ

وہابیہ اسمٰعیلیہ تو ذبح سے پہلے اولیاء اللہ کے نام کے جانور پر طرح طرح کے فتوے لگا رہے تھے لیکن علامہ قاضی خان تو عین ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام وہ بھی تعظیم وتکریم کے ساتھ لینے کو جائز فرما رہے ہیں اور فتوی صادر کر رہے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام فخر الدین الحسن بن منصور الحنفی (المتوفی ۵۹۳ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

رجل ضحی وذبح وقال:(بسم الله بنام خدائے وبنام محمد علیہ السلام)، قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ الله تعالی ان اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم بتبجیلہ وتعظیمہ جاز ولا باس وان اراد بہ الشرکۃ مع الله لا تحل الذبیحۃ۔

کسی نے بنام خدا ومحمد علیہ السلام قربانی کی یا ذبح کیا۔ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: اگر اس شخص نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نام سے صرف تعظیم وتبجیل مراد لی تو جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اللہ تعالی کے ساتھ شریک بنایا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ (فتاوی قاضی خان، جلد ۳، ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ قاضی خان نے وہابیت اسمٰعیلیت کا بیڑا غرق کردیا اور اس کی جھوٹی حنفیت پر پانی پھیر دیا۔ علامہ صاحب تو فرمائیں کہ خاص ذبح میں اللہ کے نام کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارکہ تعظیم وتکریم کی نیت سے لینے میں بھی کوئی حرج نہیں جانور حلال

ہے اس کو کھایا جائے گا اور وہابیہ اسمٰعیلیہ یہ کہیں کہ اگر ذبح سے پہلے اگر یہ کہہ دیا کہ یہ بکرا یا یہ گائے یا یہ جانور غوث پاک کا ہے یا خواجہ صاحب علیہا الرحمۃ کا ہے تو حرام حرام حرام ہے۔ مردار ہے۔ کتے اور خنزیز کی طرح ہے، بلکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے خود اقرار کیا ہے کہ خنزیز کی طرح نجس ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے جاہل وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لے اور علامہ قاضی خان پر ہی دو چار حرف نہ لکھ دے یا اپنے بھونڈے اکابرین سے کوئی بھونڈی تاویل ہی نہ لے آئے میں اس سے پہلے ہی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا لکھا ہوا اس کو یاد دلاتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

فتاویٰ قاضی خان: اسے فتاویٰ خانیہ بھی کہتے ہیں، یہ امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۲ھ) کی تصنیف ہے، مصنف قاضی خان کے نام سے مشہور ہیں۔ فتاویٰ خانیہ ایک مشہور مقبول کتاب ہے، علماء فقہ حنفیہ کے بیشتر فتاویٰ کا مرجع یہی ہے۔ یہ ان تمام مسائل کا مجموعہ ہے جن کی اکثر ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں تقریباً ہر فقہی مسئلے کا ماخذ (اصل حوالہ) بتایا گیا ہے۔ اور جس مسئلے میں متاخرین فقہاء کرام کے اقوال زیادہ ہیں ان میں ایک یا دو قول ذکر کر کے زیادہ واضح قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۹ھ) تصحیح القدروی میں فرماتے ہیں: قاضی خان جس بات کی تصحیح کر دیں اسے دوسروں کی تصحیح پر مقدم سمجھا جائے گا۔ (بحوالہ، الفوائد البہیۃ ص ۶۵) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۳، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

یہ کسی اور کا اقتباس نہیں بلکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی اسی مزعومہ کتاب کا اقتباس ہے جو اس نے اہلسنت پر بہتان بازی اور الزام تراشی میں لکھی ہے اس میں اس نے جہاں علامہ قاضی خان کی عظمت کا اقرار کیا ہے وہیں ان کا سادات احناف میں مقام اور ان کی تصحیح کا بھی ذکر کر کے اس پر مہر لگائی ہے لیکن بے چارہ جانتا نہیں تھا کہ اس کو اس سے کتنی ذلت اٹھانی پڑے گی۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

بہر حال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کے اپنے آباء کی کتب واصول کو سامنے رکھتے ہوئے خاص ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک وہ بھی تعظیم وتکریم سے لینے سے جانور کے جائز وحلال ہونے کو ثابت کرے، ورنہ علامہ قاضی خان پر بھی ایک دو فتوے کا فر ومرتد ہونے کے صادر کرے اور ان کی تعریف کرنے پر اپنا منہ دار دیو کی اصلی جگہ کی طرف کرے تا کہ اس کے لئے ڈوبنا آسان ہو۔

قارئین! ہمارے پاس کئی سادات احناف کے فتاوی اس حوالے سے موجود ہیں ابھی فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمٰعیلی نے مزید کی دعوت دی تو ان شاء اللہ ضرور پیش کروں گا۔

”ما اھل بہ لغیر اللہ“ کی تفسیر اور سادات احناف

وہابی اسمٰعیلیہ اولیاء اللہ کے نام کے جانور کو حرام، مردار اور خنزیر کی طرح نجس کہنے میں سب سے بڑا دھوکہ اس آیت ”**ما اھل بہ لغیر اللہ**“ سے دیتے ہیں، میں ان کے اس دھوکہ سے بھی پردہ چاک کر دیتا ہوں اور سادات احناف ہی کے اقوال وتفاسیر سے اس آیت کا معنی بیان کر دیتا ہوں جس سے اہلسنت کا بول بالا اور مزید رنگ اجالا تو ہوگا ہی وہابیت اسمٰعیلیت کا منہ ایک بار پھر کالا ضرور ہوگا۔

(۱) امام ابوبکر احمد بن علی الحنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذبیحة اذا اهل بها لغیر الله عند الذبح۔

مسلمانوں میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آیت میں مراد وہ جانور ہے جس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو۔ (احکام القرآن للجصاص، جلد ا، ص ۱۵۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کذابیہ غرابیہ اولیاء اللہ کے نام کے جانور کے حوالے سے سب سے زیادہ دھوکہ جن آیات مبارکہ سے دینے کی ناکام کوشش کرتے تھے ان آیات کا مطلب کیا ہے خود سادات احناف نے ہی بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر الجصاص علیہ الرحمۃ نے تو مسئلہ ہی حل فرما دیا لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کیونکہ قوم لا یعقلون ہے، اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ علامہ ابوبکر جصاص علیہ الرحمۃ نے تو مسلمانوں کا اجماع اس بات پر بیان کر دیا کہ ما اهل به لغیر الله سے مراد وہ جانور ہے جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور ہم بھی اس کے قائل ہیں اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے گا تو جانور حرام ہوگا۔ وہابیہ اسمعیلیہ کو چاہیے کہ امام ابوبکر الجصاص علیہ الرحمۃ کے نقل کردہ مسلمانوں کے اس اجماع کو مانیں ورنہ اپنا ٹھکانا وہیں بنائیں جہاں ان کے وہابی آباء مر کر مٹی میں ملے ہیں۔

(۲) علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَمَا أهل لغیر الله بِهِ) أَی: مَا ذبح علی اسْم غیر الله من صنم أَو وثن أَو طاغوت، أَو غیر ذَلِك من سَائِر الْمَخْلُوقَات فَإِنَّهُ حرَام بِالْإِجْمَاع.

ما اهل لغیر الله سے مراد وہ جانور ہے جسے غیر اللہ یعنی بت، طاغوت یا ان کے علاوہ دیگر مخلوق میں کسی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بالا جماع حرام ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۲۱، ص ۱۳۵، ۱۶۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

قَالَ ابْن زید: (مَا ذبح) علی النصب وَمَا أهل بِهِ لغیر الله وَاحِد وَمعنی: مَا أهل بِهِ لغیر الله ذکر عَلَيْهِ غیر اسْم الله من أَسمَاء الْأَوْثَان الَّتِی كَانُوا یعبدونها وَ كَذَا الْمَسِیح وكل اسْم سوی الله عز وَجل۔۔

ابن زید نے کہا کہ: ماذبح علی النصب اور ما اھل بہ لغیر اللہ دونوں ایک ہیں اور ما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ کے نام کے بغیر ان بتوں کا نام لے کر ذبح کیا جائے جن کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جو بھی اللہ کے علاوہ ہے اس کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۲۱، ص ۱۳۵، ۱۶۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بہت ہی معتبر و مستند مانا ہے انہوں نے بھی بحمد للہ اہلسنت حنفی بریلوی کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے اور اس بات کا واضح اقرار کیا ہے کہ "ما اھل لغیر اللہ بہ" سے مراد وہ جانور جسے بتوں، طاغوتوں یا ان کے علاوہ کسی اور مخلوق کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بالا جماع حرام ہے باقی جس کو وہابیہ اسمعیلیہ اس میں زبردستی گھسیڑتے ہیں اس کا اس کے ساتھ تعلق نہیں ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ہماری نہ مانے لیکن جن کو وہ خود معتبر و مستند کہتا اور ان کی کتابوں کا حوالہ اپنی اسی مزعومہ کتاب میں دیتا ہے ان کی تو مان لے۔

(۳) شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الآلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ أی رفع الصوت لغیر الله تعالی عند ذبحه، والمراد بالإهلال هنا ذکر ما یذبح له

کاللات والعزی۔

ما اهل به لغیر الله یعنی ذبح کرنے کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا۔ اهلال سے یہاں مراد ذبح کے وقت اس چیز کا ذکر کرنا جس کے لئے وہ ذبح کیا گیا ہے جیسے لات اور عزی۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۶، ۳۱۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ صفة له موضحة۔ وأصل الإهلال رفع الصوت۔ والمراد الذبح على اسم الأصنام۔۔

''اهل لغیر اللہ بہ'' یہ اس کی صفت موضحہ ہے اور اصل اهلال آواز بلند کرنا ہے اور یہاں مراد بتوں کے نام پر ذبح کرنا ہے۔۔

(تفسیر روح المعانی، جلد ۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ أي۔۔ بذبحه الصوت لغير الله تعالى۔

ما اهل بہ لغیر اللہ یعنی ذبح کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۲، ۲۰۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمٰعیلی کے پسندیدہ مفسر علامہ آلوسی حنفی نے بھی وہابیہ اسمعیلیہ کی عیاری ومکاری کا پردہ چاک کردیا ہے اور ''ما اهل به لغير الله'' کی وہی تفسیر بیان کی جو آج اہلسنت بھی بیان کرتے ہیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ان کے حوالے سے کئی مسائل ہم پر تھوپنے کی کوشش کی ہے بحمد اللہ ہم نے ان کے جوابات دے دیئے ہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود ان کی بات نہیں مانے گا اور وہی اپنے جاہل اکابرین والا راگ الاپے گا اور ایک بار پھر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۴) أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفی (المتوفی ۷۱۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ الله) أي ذبح للأصنام فذكر عليه غير اسم الله وأصل الإهلال رفع الصوت أي رفع به الصوت للصنم وذلك قول أهل الجاهلية باسم اللات والعزى۔

ما اهل به لغیر الله یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو اس پر غیر خدا کا نام لیا گیا ہو اور اصل میں اهلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں یعنی اس کے ساتھ بت کے لئے آواز بلند کی گئی ہو اور یہ اہل جاہلیت کی بات ہے کہ ذبح کے وقت کہتے لات کے نام سے اور عزی کے نام سے۔ (تفسیر مدارک، جلد ۱، ص ۱۵۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

(أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ) منصوب المحل صفة لفسقاً أي رفع الصوت على ذبحه باسم غير الله وسمي بالفسق لتوغله في باب الفسق۔۔

''اهل لغير الله'' محلاً منصوب ہے فسقا کی صفت ہونے کی وجہ سے یعنی ذبح کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا اور اس کو فسق کا نام دیا گیا ہے اس کے فسق میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ (تفسیر مدارک، جلد ۱، ص ۵۴۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

(وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ) أي رفع الصوت به لغير الله وهو قولهم باسم اللات والعزة عند ذبحه۔۔

ما اهل لغير الله یعنی غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا اور وہ کفار کا ذبح کے وقت لات عزی کا نام لے کر ذبح کرنا ہے۔ (تفسیر

مدارک، جلد ا ص ۴۵۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ نسفی علیہ الرحمۃ کا نام استعمال کر کے بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دھوکہ دینے کی کوشش اپنی اسی مزعومہ کتاب میں کی ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مرتو جائے گا بلکہ اپنے اکابرین کی طرح مر کر مٹی میں مل جائے گا لیکن علامہ نسفی کی اس تفسیر کو نہیں مانے گا کیونکہ اس کو ماننے سے وہابی دھرم کی نیّا ہی ڈوب جائے گی اور اس کو باہر نکالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

(۵) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ قال الربيع بن انس يعني ما ذكر عند ذبحه اسم غير الله والإهلال أصله روية الهلال يقال اهل الهلال ثم لما جرت العادة برفع الصوت بالتكبير عند روية الهلال سهى لرفع الصوت مطلقا الإهلال-وكان الكفار إذا ذبحوا لالهتهم يرفعون أصواتهم بذكرها فجرى ذلك من أمرهم حتى قيل لكل ذابح وان لم يجهر مهلّ-

ما اهل به لغير الله ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ جانور ہے کہ جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو۔اھلال اصل میں ھلال (پہلی رات کا چاند) دیکھنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں اھل الھلال یعنی دیکھا چاند۔ چونکہ چاند دیکھنے کے وقت لوگ آواز سے تکبیر کہا کرتے ہیں۔ اس لئے مطلق آواز بلند کرنے کو اہلال کہنے لگے۔ اور کفار کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرتے تو اس معبودوں کا بآواز بلند ذکر کرتے تھے پھر اس فعل نے اس قدر شہرت پائی کہ ہر ذبح کرنے والے کو مہل (آواز بلند کرنے والا) کہنے لگے۔ (تفسیر مظہری، جلد ا ص ۱۳۷، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ا ص ۲۱۶، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ والإهلال رفع الصوت وهو قولهم عند الذبح باسم اللّات والعزّى۔۔

مااھل لغیر اللہ وہ جانور جس پر (یعنی جس کو ذبح کرنے کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ اہلال آواز بلند کرنا اس سے مراد وہ آواز ہے جو کسی جانور کو ذبح کرنے کے وقت مشرکین چیخ کر باسم اللات والعزی کہا کرتے تھے۔

(تفسیر مظہری، جلد ۲ ص ۲۶۸، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۳، ص ۲۳۵، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ الجملة صفة لفسقا وهو معطوف على لحم خنزير وقوله فانه رجس معترض بين المعطوف والمعطوف عليه سمى الله سبحانه ما ذبح على اسم الصنم فسقا لتوغله في الفسق۔

فسقا کا عطف خنزیر پر ہے اور اھل لغیر اللہ بہ۔ فسقا کی صفت ہے اور فانہ رجس جملہ معترضہ ہے بتوں کے نام بھینٹ کئے ہوئے جانور کو اللہ نے فسق اس لئے فرمایا کہ اس عمل میں انتہائی توغل ہے۔ (تفسیر مظہری، جلد ۲ ص ۵۰۵، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۴، ص ۱۵۹، دارالاشاعت کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

لو ذبح يهودي على اسم عزير ونصراني على اسم عيسى لا يحل أكله عندنا قال في الكفاية انما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير او اسم المسيح واما إذا ذكر فلا يحل كما لا يحل ذبيحة

المسلم إذا ذکر وقت الذبح اسم غیر اللہ تعالی لقولہ تعالی وما اھل بہ لغیر اللہ۔

اگر کوئی یہودی حضرت عزیز کے نام پر یا عیسائی حضرت عیسی کے نام پر ذبح کرے تو ذبیحہ حلال نہیں۔ کفایہ میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جب عزیز مسیح وغیرہ کے نام پر اس نے ذبح نہ کیا ہو ورنہ حلال نہیں جیسے مسلمان کا وہ ذبیحہ حلال نہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اللہ نے فرمایا وما اھل بہ لغیر اللہ۔

(تفسیر مظہری، جلد ۲ ص ۲۸۷، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، مترجم وہابی، جلد ۳، ص ۲۵۳، دارالاشاعت کراچی)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا نام بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے استعمال کیا ہے اور ان کا نام لے کر بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے لیکن ہر بار ناکام و نامراد ہی رہا اور ہر بار اہلسنت کا منہ اجالا ہی ہوا ہے۔ قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ نے وہابیہ اسمٰعیلیہ کی کشتی کو غرق کرنے کے لئے بہت بڑا دھکا مارا ہے اور امید ہے کہ اب باہر کا نام نہیں لے گی۔ قاضی صاحب نے آخری مسئلہ جو بیان کیا ہے یہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے لئے ایک اور موت ہے کیونکہ قاضی صاحب صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ اگر غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو حرام ہے ورنہ حرام نہیں اور دلیل بھی کیا دی "ما اھل بہ لغیر اللہ" یعنی وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، یہاں وہابیہ اسمٰعیلیہ کی عیاری مکاری بھی نہیں چلے گی کہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" کا معنی جسے غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو کیونکہ پھر یہاں اس کو دلیل بنانا بھی درست نہیں ہوگا۔

(۶) علامہ اسمٰعیل حقی الحنفی (المتوفی ۱۱۲۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ ای رفع الصوت لغیر اللہ عند ذبحہ کقولھم باسم اللات والعزی۔

ما اھل بہ لغیر اللہ یعنی ذبح کرنے کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا۔ جیسا کہ کفار کا ذبح کے وقت کہنا لات وعزی کے نام سے۔

مزید لکھتے ہیں:

وما اھل لغیر اللہ بہ وذلک ھو الذبح علی اسم الأوثان۔

ما اھل لغیر اللہ سے مراد بتوں کے نام پر ذبح کرنا ہے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۲ ص ۴۱۳، ۴۱۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ صفۃ موضحۃ ای ذبح علی اسم الأصنام وانما سمی ذلک فسقا لتوغلہ فی الفسق۔

"اھل لغیر اللہ بہ" یہ اس کی صفت موضحہ ہے یعنی وہ جانور جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس کا نام فسق رکھا گیا ہے اس کے فسق میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳ ص ۱۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

وَما أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ای وحرم ما رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم واصل الإھلال رفع الصوت وکانوا إذا ذبحوا لآلھتھم یرفعون أصواتھم بذکرھا ویقولون باسم اللات والعزی۔

ما اھل بہ لغیر اللہ یعنی وہ حرام ہے جس پر ذبح کرتے وقت بت کی آواز بلند کی جائے اور کفار جب اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرتے تو وہ اپنی آوازوں کو ان کے ذکر کے ساتھ بلند کرتے تھے اور کہتے تھے لات اور عزی کے نام کے ساتھ۔ (تفسیر روح البیان،

جلد ۱،ص ۳۴۵،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۷)علامہ أبوالسعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفی (المتوفی ۹۸۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ)أي رفعُ الصوت لغير الله عند ذبحه كقولهم باسم اللات والعزى۔

ما اهل به لغير الله یعنی وہ جس چیز کو بت کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کی گئی ہو۔جیسا کہ کفار کا ذبح کے وقت کہنا لات عزی کے نام سے۔ (تفسیر أبی السعود،جلد ۳،ص ۶،دار إحیاء التراث العربی بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

(أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ)...أي ذُبح على اسم الأصنامِ....

ما اهل به لغير الله یعنی جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے۔(تفسیر أبی السعود،جلد ۳،ص ۱۹۴،دار إحیاء التراث العربی بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ)أي رافع به الصوتُ عند ذبحه للصنم۔

ما اهل به لغير الله یعنی بتوں کے لئے ذبح کے وقت آواز بلند کرنا(تفسیر أبی السعود،جلد ۱،ص ۱۹۱،دار إحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ اسمٰعیلی حقی حنفی اور علامہ ابوسعود حنفی علیہما الرحمۃ نے بھی وہی تفصیل بیان فرمائی ہے جو اہلسنت کرتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی سادات احناف کی رٹ کا جنازہ نکل گیا ہوگا کیونکہ یہ سارے سادات احناف ہی ہیں جو "ما اهل به لغير الله" کا وہی مطلب بیان فرمارہے ہیں جو اہلسنت آج بیان کرتے ہیں۔

(۸)علامہ مظہر الدین الحسین بن محمود بن الحسن الکوفی الحنفی (المتوفی ۷۲۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قوله: (وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ)، يعني: وما ذبح باسم غير الله، كقول الكفار عند الذبح: باسم الصنم، ومعنى الإهلال: رفعُ الصَّوتِ.

ما اهل لغير الله یعنی وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ ذبح کے وقت کفار کا کہنا بت کے نام کے ساتھ اور اھلال کا معنی آواز بلند کرنا ہے۔(المفاتیح فی شرح المصابیح،جلد ۱،ص ۲۹۱،دار النوادر قطر)

ابھی فی الحال یہ آخری حوالہ بیان کررہا ہوں یہ بھی حنفی بزرگ ہیں اور انہوں نے کیا بیان کیا ہے وہ آپ پڑھ چکے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ کی جھوٹی حنفیت کو تباہ وبرباد ہوتا دیکھ چکے۔

قارئین! ہم نے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے سب سے بڑے دھوکے کا جواب خود سادات احناف سے ہی دے دیا ہے جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اس آیت کا اولیاء اللہ کے نام کے جانور کے ساتھ تعلق نہیں ہے بلکہ اس سے مراد غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: احناف ومشائخ ہند کے نزدیک غیر اللہ کے تقرب کے لیے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا یا جیسے لوگ مرادیں پوری ہونے پر صاحب مزار کی خوشنودی کے لیے اس کے مزار پر جانور ذبح کرتے ہیں حرام ہے اور ایسا جانور خنزیر سے بھی زیادہ نجس ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔احناف کی پیروی میں یہی نظریہ مشائخ احناف دیوبند کا ہے۔۔(بریلویت

بمقابلہ حنفیت،ص ۷۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنے جاہل اکابرین والی عیاری، مکاری سے کام لیا ہے اور دعوی میں ہی ایسے ہچکولے کھائے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا پہلا جز اور اس کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

احناف ومشائخ ہند کے نزدیک غیر اللہ کے تقرب کے لیے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۷۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ ماقبل کی تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے کم از کم ہمارے پانچ اکابرین سے ثابت کرے کہ ہم ''غیر اللہ کے تقرب کے لیے اس کے نام پر جانور ذبح کرنے'' کو جائز کہتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا دوسرا جز اور اس کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

صاحب مزار کی خوشنودی کے لیے اس کے مزار پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۷۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو یہاں بھی کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ ہمارے کم از کم پانچ اکابرین سے ثابت کرے کہ ہم صاحب مزار کی خوشنودی کے لئے جانور کو ذبح کرنا جائز کہتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک اور چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: اس کے مقابلے میں اہل بدعت بزرگوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور ان کی نذر و نیاز کرنے کے لے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، اپنی مرادیں پوری ہونے پر ان کے مزارات پر جانور لے جا کر ذبح کرتے ہیں یہ سب حرام ہے اور ایسا جانور مردار ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کو اس حرام کاری وکفر میں مبتلا کرنے کے لیے اہل بدعت علماء کو اپنی کتب میں دلائل لکھتے ہوئے حیاء بھی نہیں آتی۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۷۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ یہاں تقرب سے کیا مراد ہے۔ مطلقاً تقرب مراد ہے یا تقرب علی وجہ العبادۃ؟۔ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کہتا ہے کہ ہر طرح کا تقرب مراد ہے تو سادات احناف سے ثابت کرے اور فتاوی قاضی خان کا جو حوالہ ہم نے بیان کیا ہے اس کا بھی جواب دے اور اگر تقرب علی وجہ العبادہ مراد ہے تو وہابی اسمعیلی کم از کم ہمارے پانچ اکابرین اہلسنت سے ثابت کرے کہ ہم غیر اللہ کے تقرب علی وجہ العبادۃ کو جائز کہتے ہیں۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان بیان کرے کہ ''غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے'' سے کیا مراد ہے۔؟ کیا اس سے مراد ذبح کے وقت غیر اللہ کو شریک کرنا ہے یا اولیاء اللہ کے نام کا (یہ غوث پاک کا بکرا یا جانور ہے وغیرہ) کہہ کر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے اگر پہلی صورت مراد ہے تو کم از کم پانچ علمائے اہلسنت سے ثابت کرے کہ ہم ایسے جانور کو حلال کہتے ہیں اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو پہلے صاحب نور الانوار، پیر مہر علی شاہ علیہما الرحمۃ اور وہابی اسمعیلی انور شاہ و شفیع عثمانی وغیرہما کو احناف سے خارج قرار دے پھر ہم سے بات

کرے کیونکہ وہ اس جانور کو حلال وطیب کہتے ہیں۔

ہمارا مسلک، وہابی ماسٹر کی گواہی اور اسمعیلی ساجد کی ذلت ورسوائی

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمارے بارے میں نہ جانے کیا کیا بک گیا مگر اپنے گھر کی وہابی شریعت کے مطالعہ سے محروم رہا کہ اس میں ہمارے بارے میں کیا لکھا ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے گھر کی کتابیں پڑھ لے پھر ادھر آئے میں وہابی ماسٹر امین صفدر اوکاڑی سے ثابت کر دیتا ہوں کہ وہ ہمارا مسلک کیا لکھتا ہے اور اس میں ہمیں کس کا پیروکار کہتا ہے۔ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے آپ میں ذرہ برابر بھی حیاء محسوس کرتا ہے تو اپنے وہابی کی مانے اور ان بکواسات سے باز آئے ورنہ ان پر بھی فتوے لگائے جن کے بارے میں وہابی ماسٹر نے اقرار کیا ہے کہ ہم ان کی پیروی یا ان کا قول لیتے ہیں۔

(۱) وہابی ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی ہمارے بارے میں اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

ما اھل بہ لغیر اللہ کے بارے میں دو قول ہیں ایک صاحب در مختار کا ہے ایک صاحب نور الانوار کا ہے **بریلوی وہ قول لیتے ہیں جو نور الانوار والے کا ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اگر پہلے وہ غیر اللہ کے نام نامزد تھا لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا گیا تو اب یہ جانور حلال ہے۔** (خطبات صفدر، جلد ا، ص ۲۵۴، مکتبہ الکتاب لاہور)

لیجئے! وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی کا سامان اسی کے گھر سے ہو گیا، اور اس کے اپنے ہی وہابی ماسٹر نے اقرار کر لیا کہ ہم اہلسنت اس بارے میں وہی موقف رکھتے ہیں جو صاحب نور الانوار اور پیر مہر علی شاہ صاحب کا ہے اور اس کا ایک باپ انور شاہ بھی اسی کا قائل ہے جیسا کہ آگے حوالہ آ رہا ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں اصول بتانے یا سمجھانے کے بجائے اپنے باپ کے اس اصول پر عمل کر لے اور الزامات لگانے سے باز آئے اور وہ بیان کرے جس کے ہم قائل ہیں اور وہ سب کچھ اپنے گھر میں سنبھال کر رکھے جو ہمارے معتبر ومستند اکابرین کا مسلک نہیں ہے۔

وہابی ماسٹر امین صفدر اوکاڑی کے اس اقرار نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کی بھی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور سادات احناف کے اصل قول کو ذکر کر کے اس پر مہر لگا دی ہے باقی سادات احناف کے جو حوالہ وہابی دیتے ہیں اس میں سوائے عیاری ومکاری کے اور کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ سادات احناف جس پر فتوی دیتے ہیں ہم اس کے قائل نہیں اور جس کے ہم قائل ہیں سادات احناف کا اس پر فتوی نہیں ہے۔

(۲) وہابی اسمعیلی انور شاہ کشمیری وہابی ساجد کے دعوے اور اس کی بزعم خود احناف کی پیروی کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْإِهْلَالَ لِغَيْرِ اللهِ تَعَالٰى، وَإِنْ كَانَ فِعْلًا حَرَامًا، لٰكِنَّ الْحَيَوَانَ الْمُهَلَّ حَلَالٌ، إِنْ ذَكَّاهُ بِشَرَائِطِهٖ۔۔

جان لو کہ اھلال لغیر اللہ اگرچہ حرام کام ہے، لیکن اگر اس جانور کو شرائط کے مطابق ذبح کیا جائے تو وہ حلال ہوتا ہے۔۔۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، جلد ۵، ص ۷۲۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ کوئی اور نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے محدث اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ اس نے ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کے ساتھ تو جو کیا کیا لیکن اس کی سادات احناف کی پیروی کا بھی بھانڈا پھوڑ دیا، وہابی اسمعیلی کہتا ہے کہ سادات احناف کی پیروی میں وہابی

اس جانور کو خنزیز کی طرح نجس کہتے ہیں تو میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ انور شاہ کشمیری کس کی پیروی میں اس جانور کو حلال کہہ رہا ہے کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کردے ورنہ ہمارا یہ کیا بگاڑے گا اپنے باپ پر ہی مرتد و کافر کے فتوے لگا گیا، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کو سادات احناف کی پیروی کروانے کے بجائے انور شاہ کو سادات احناف کا پیرو کار بنائے جو اس مسئلہ میں بھی بقول وہابی ساجد کے سادات احناف کا باغی ہے ویسے وہ تو خود کہتا تھا کہ حنفیت میں زندگی ضائع کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس مقام پر بھی اپنے جاہل اکابرین والی دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے کہے کہ انور شاہ ایسا نہیں کہتا تھا تو میں پہلے سے ہی اس کے منہ میں وہابیت اسمعیلیت کی راکھ ڈالتے ہوئے اسی کے ماسٹر امین اوکاڑوی کی گواہی پیش کر دیتا ہوں جس میں وہ یہ تو اقرار کر ہی رہا ہے کہ انور شاہ اولیاء اللہ کے نامزد جانور کو حلال مانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اور بھی بہت چیزوں کا اقرار کر رہا ہے۔

وہابی ماسٹر امین اوکاڑوی کی گواہی

وہابی اسمعیلی ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی لکھتا ہے:

عام علماء دیوبند اس بارے میں اسی قول کو لیتے ہیں جو صاحب درمختار کا ہے **لیکن علماء دیوبند سے علامہ انور شاہ کشمیری اس قول کو لیتے ہیں جو صاحب تفسیرات احمدیہ کا ہے۔** (صاحب نور الانوار)۔ (خطبات صفدر، جلد ا، ص ۴۵۲، مکتبہ الکتاب لاہور)

لو جی: وہابی مولوی کی گواہی نے وہابی ساجد کی نیّا غرق کر دی اور اس کی ساری آنے والی بے بنیاد تاویلات کا پہلے سے ہی جواب دے کر اس کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو منہ کھولتے ہوئے اپنے باپ کا گلا کاٹنا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی ذلت و رسوائی کا بدلہ یہ کہہ کر لینے کی کوشش کرے کہ جی یہ مرجوح قول ہے تو میں اس کا بھی جواب پہلے سے ہی اسی کے ماسٹر امین صفدر سے دے دیتا ہوں۔

قول صحیح صاحب نور الانوار کا ہے وہابی انور شاہ کا اقرار

وہابی اسمعیلی ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی لکھتا ہے:

علامہ نے پورا زور لگایا ہے فیض الباری میں اس بات پر کہ وہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (خطبات صفدر، جلد ا، ص ۴۵۲، مکتبہ الکتاب لاہور)

وہابی امین صفدر کے اس اقرار نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ساری پہلے والی محنت پر تو پانی پھیرا ہی ہے لیکن بعد میں اس نے جو محنت کرنی تھی اس پر بھی ابھی سے پانی پھیر دیا ہے، اور اس کی کئی تاویلات باطلہ کا ایک ہی عبارت میں جواب دے دیا ہے۔

بُت کے تقرب والی مٹھائی جائز لیکن وہابیہ کے نزدیک اولیاء کے نام کا جانور نجس

وہابی احمدی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

وَكَذَا الْحُلْوَانُ الَّتِي يُتَقَرَّبُ بِهَا لِلْأَوْثَانِ أَيْضًا، جَائِزَةٌ عَلَى الْأَصْلِ۔

اسی طرح وہ مٹھائی جو بتوں کے تقرب کے لیے رکھی جاتی ہے، وہ بھی اصل کی بنا پر جائز ہے۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری، جلد ۵، ص ۲۵۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی انور شاہ نے تو وہابیت اسمعیلیت کے گورکھ دھندے کو بے نقاب کر کے اس سے اس کی حنفیت کی جھوٹی چادر بھی چھین لی اور

اس کو پیچ چوراہے ننگا کر دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ابھی بزعم خود تھوڑی ہی دیر پہلے اولیاء کے تقرب کے جانور کو ناجائز، مردار، خنزیر سے زیادہ نجس کہنے کے ساتھ ساتھ کافر و مرتد کی گردان سنا رہا تھا لیکن اس کے اپنے ہی باپ نے بتوں کے تقرب کی مٹھائی کو جائز کہہ کر کتنے بڑے کفر و ارتداد کا اقرار کیا ہے۔ یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی بتائے گا اور یہ بھی بتائے گا کہ بقول اس کے اولیاء کے تقرب کا جانور حرام ہے تو بتوں کے تقرب کی مٹھائی کیونکر جائز ہوگی۔؟ اور اس مٹھائی کو جائز کہنے والا انور شاہ بقول اس کے حنفی تو کیا رہے گا ایمان سے ہی ہاتھ دھو کر کافر و مرتد ہوگا۔ میں ابھی بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو مشورہ دے رہا ہوں کہ اپنے گھر کی وہابی شریعت پڑھ کر جواب دینا تاکہ ذلت و رسوائی کے مزید طوق تمہارے گلے میں نہ آئیں۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دادا استاذ وہابی مفتی شفیع لکھتا ہے:

سوال: بکرا سید احمد کبیر یا غازی مسعود یا شیخ سدو کے نام سے چھوڑ دیتے ہیں اگر ایسے جانور کو اللہ کا نام لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں تو کھانا اس کا حلال ہے یا حرام۔

وہابی مفتی شفیع پہلے اپنا وہابی عقیدہ بیان کرتا ہے:

جب شیخ سدو وغیرہ کے نام پر نذر کر دیا گیا تو یہ صرف بوقت ذبح اللہ کا نام لینے سے حلال نہیں ہوگا۔

پھر اپنے اس وہابی عقیدے سے رجوع کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس مسئلہ میں روایات متشابہ اور علماء کے فتاوی مختلف ہیں وقت تحریر اس فتوی کے احقر کو یہی راجح معلوم ہوا تھا لیکن بعد میں **کافی تحقیق کے بعد یہ راجح ثابت ہوا کہ اس جانور کو اگر مالک خود ان کے نام پر ذبح کرے** یا کوئی دوسرا مالک کی اجازت سے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔ (امداد المفتین، جلد ۲، ص ۱۷۷، دار الاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دادا استاذ وہابی شفیع عثمانی نے تو کمال کر دیا اور اپنے ہی بیٹوں کے شاگرد کے ہاتھوں کفر و ارتداد کے فتوؤں کو قبول کر لیا۔ وہابی شفیع عثمانی بے چارے نے کافی تحقیق کے بعد اس بات کو ثابت کیا کہ **اگر غیر اللہ کے نام کے جانور کو مالک خود ان کے نام پر ذبح کرے تو جائز ہے۔** اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اسی پر حکم لگا دیا، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس تاویل کا تو کوئی راستہ نہیں کیونکہ جو الفاظ اس نے بزعم خود ہمارے ذمہ لگا کر کفر و ارتداد کی گن مشین چلائی ہے وہی الفاظ اسی کے دادا استاذ نے لکھ کر اس کو جائز و حلال کہا ہے اب وہابی ساجد خان کفر و ارتداد کی پوری پوری توپ اس پر چلا دے اور اس کو حنفیت سے خارج کرنے اور سادات احناف کے باغی ہونے کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو بھی کافر و مرتد ہونے کی نوید سنائے اور ہمیں یہ کہنے کے بجائے کہ:

افسوس کہ مسلمانوں کو اس حرام کاری و کفر میں مبتلا کرنے کے لیے اہل بدعت علماء کو اپنی کتب میں دلائل لکھتے ہوئے حیا بھی نہیں آتی۔

(کیونکہ ہم نے نہ تو کسی مسلمان کو حرام کاری و کفر میں مبتلا کیا ہے اور نہ ہی اس پر دلائل دیئے ہیں) اپنے اس جاہل وہابی دادا استاذ کو کہے جس نے اس پر کافی تحقیق کر کے بقول تمہارے مسلمانوں کو حرام کاری و کفر میں مبتلا کیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی زبان بند ہو جائے گی اور اس کے قلم کو سکون ملا ہوگا کیونکہ اس نے جو کھیل ہمارے لئے رچایا تھا وہ اسی کے دادا استاذ کے گلے کا پھندا بنا اور اس کے سارے فتوے اسی کے دادا استاذ کے گلے کا طوق بنے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ کو چاہیے کہ اس جیسے ایک دو اور مناظر تیار کریں جو مزید وہابیت اسمٰعیلیت کو ذلیل و رسوا کروائیں۔

(۴) وہابی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ، كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا، حَلَالٌ طَيِّبٌ۔۔۔۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جسے اولیاء کے لیے نذر مانا گیا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، وہ حلال اور پاکیزہ ہے۔۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر، ۲۳۹، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۲۵۹، مکتبۃ الحقیقیہ)

وہابی اسمٰعیلی حمد اللہ نے تو وہابیت اسمٰعیلیت کی ساری عزت داؤ پر لگادی اور اس بات کا اقرار کر کے کہ ''اولیاء کے نام کا وہ جانور جوان کی نذر ہوتا ہے حلال بھی ہے طیب بھی ہے'' وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے سارے فتوؤں کو سینے سے لگانے کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی کے دعوے کو بیچ سمندر غرق کر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ دوسروں کو بتانے یا دوسروں پر ٹھوسنے کے بجائے اپنے ان ملاؤں کو بتائے بلکہ ان پر ٹھوسنے اور ان سے منوائے اور ان کو حنفیت کیا اسلام سے خارج کرے اور اگر حلالی ہے تو کفر و ارتداد کے وہ فتوے ان پر فٹ کرے وہابی مرتا مر جائے گا بلکہ اپنے وہابی اکابرین کی طرح مٹی میں مل جائے گا لیکن کسی کو بچا نہیں پائے گا، اگر کوشش کرے گا تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی دعوے کی دھجیاں بکھیرے گا۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

(سوال): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بزرگوں کے نام بکرے، مرغ چھوڑنا کیسا ہے اور ان کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق:۔۔۔ وہ بکرا مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا ہے، اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے میں اگر مالک سے دوبارہ اجازت لی جائے تو کھانا جائز ہے، ورنہ بحکم غصب ناجائز ہے۔ (فتاوی قاسمیہ جلد، ۲۲، ص ۱۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لو جی! یہاں آ کر ایک بار پھر بزرگوں کے نام کا بکرا جائز بھی ہو گیا اور اس کو کھانا حلال بھی ہو گیا، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ایسے ہی دوسروں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور دوسروں کو سادات احناف کے فتوے دکھانے کی کوشش کر رہا ہے اس کے اپنے گھر میں اسی کے اپنے اُصولوں سے سادات احناف کے باغی موجود ہیں بلکہ بقول اس کے حرام کاری اور کفر میں مبتلا کرنے کی جسارت کرنے والے موجود ہیں بلکہ خود کافر و مرتد موجود ہیں لہٰذا دوسروں پر تیر برسانے کے بجائے اور دوسروں کو حنفیت سکھانے کے بجائے اپنے ہی گھر کے افراد کو سکھائے اور ان پر یہ تیر برسائے۔

وہابی شبیر احمد قاسمی مزید لکھتا ہے:

(سوال): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو گائیں، بھینسیں یا کوئی بھی جانور، دیوی شوالہ، دیوتا کے نام پر چھوڑتے ہیں پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے، اس کو مندر کے پجاری فروخت کرتے ہیں تو کیا اس کو یعنی اسی بکرے کو جس کو مندر کے نام پر چڑھایا گیا تھا کوئی مسلمان خرید کر قربانی کر سکتا ہے؟ اس کا کھانا مسلمان کے لیے جائز ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ جانور ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں ہے بلکہ بحیرہ اور سائبہ میں داخل ہے **کہ محض بتوں اور مزارات کے نام پر چھوڑ دینے سے اس طرح کے جانوروں میں حلت وحرمت سرایت نہیں کرتی ہے اور نہ ہی وہ ملکِ مالک سے خارج ہوتے ہیں، لہٰذا جب مالک سے خرید کر قربانی کی جائے یا مالک کے موہوب لہ سے خرید کر قربانی کی جائے تو شرعاً ان جانوروں کی قربانی جائز اور صحیح ہو جائے گی،** اور اگر عرف میں مندر کے پجاریوں اور مزارات کے مجاوروں کے لیے ہبہ نہیں ہوتے ہیں تو مالک غیر کے تعلق ہونے کی وجہ سے پجاریوں اور مجاوروں سے خرید کر قربانی جائز نہیں ہوگی۔ (فتاوی قاسمیہ جلد، ۲۲، ص ۱۵۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اب تو مزارات کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کے بھی حلال وطیب ہونے کا فتویٰ وہابی مفتی سے آ گیا ہے اور اس کا یہ اقرار ہے کہ "**مزارات کے نام پر چھوڑنے سے جانور میں حلت وحرمت سرایت نہیں کرتی**" میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ مزارات غیر اللہ نہیں ہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ان کے نام کے جانور کو تمہارا مفتی جائز کہہ رہا ہے جبکہ تم اس کو خنزیز سے زیادہ نجس اور ایسا کام کرنے والے کو کافر ومرتد اور مسلمانوں کو حرام کاری وکفر میں مبتلا کرنے والا بدعتی کہتے ہو۔ جناب من! دوسروں کو چھوڑ یئے اور اپنے گھر کی فکر کیجئے جہاں سادات احناف کے باغی ہی باغی ہیں اور ساتھ ساتھ کافر ومرتد مزید براں۔

یہاں اس بات کی طرف بھی توجہ فرمائیں کہ وہابی اسمٰعیلی مفتی نے صرف مزارات کے نام کے جانور کو ہی جائز نہیں کہا بلکہ ایسے جانوروں سے قربانی جیسا فریضہ ادا ہونا بھی لکھا ہے۔ ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتے ہیں اگر یہ جانور سور کی طرح ناپاک ہے تو اس سے وہابیہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ کی قربانی ہوجائے گی؟

مزید لکھتا ہے:

(سوال): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: **غیر اللہ کے نام پر بہت سے کھانے پکاتے ہیں مثال کے طور پر جیسے نیاز ان سب کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے بہت سے مدارس کے طلباء کو دیکھا ہے کہ بچے دعوت میں جاتے ہیں اور علماء کرام بھی ان بچوں کو بھیجتے ہیں، کیا ان کے لیے غیر اللہ کا کھانا حلال ہے؟**

الجواب وباللہ التوفیق: اگر غیر اللہ کے نام سے ذبح کر کے کھانا کھلاتے ہیں تو ایسا کھانا شرعاً حرام اور ناپاک ہے اس کا کھانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔۔۔ **اور اگر اللہ کے نام سے ذبح کرے اور اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخش دے تو یہ جائز ہے۔** (فتاوی قاسمیہ جلد ۲۲، ص ۱۶۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ایک بار پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی گھر سے ذلیل ہو گیا ہے اگر وہ غیر اللہ کے نام کا تھا تو اللہ کا نام لینے سے حلال کیسے ہو گیا کیونکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کی منطق آج تک یہی رہی ہے کہ بھلے پچاس مرتبہ اللہ کا نام لے لیں پھر بھی حلال نہیں ہو گا لیکن اس وہابی مفتی نے تو کمال کر دیا اور وہابی دھرم کو ایک منٹ میں چکنا چور کر دیا اور اس بات کا اقرار کر لیا کہ اگر جانور غیر اللہ کے نام کا ہے اور اس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور بزرگ کو ایصال ثواب کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے اس مفتی کا یہ فتویٰ اپنے گھر کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سادات احناف سے ثابت کر دے ورنہ اپنے جاہل اکابرین کی طرح کسی۔ میں پناہ لے۔

مندر پر چڑھاوے کا جانور کھانا جائز اور اولیاء کے نام کا جانور ناجائز وہابی شریعت

وہابی اسمٰعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مندروں پر چڑھائے گئے جانور اگر نیلام کر دئے جائیں اور مسلمان قصائی اُسے خرید لیں اور پھر اللہ کے نام پر ذبح کر دیں تو اُن جانوروں کا گوشت حلال ہو گا یا نہیں؟

مسئولہ صورت میں مسلمان قصائی کا مندروں پر چڑھائے گئے جانور کو خرید کر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا جائز اور درست ہے، اور اُس سے جانور حلال ہو جائے گا۔ (کتاب النوازل، جلد ۱۷، ص ۴۱۴، دارالاشاعت کراچی)

یہ کتاب کئی وہابی اکابرین کی مصدقہ ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مندروں پر ہندو کس ارادے سے جانور چڑھاتے ہیں یہ سب کو معلوم ہے اگر وہابی اسمٰعیلی کو معلوم نہ ہو تو ہم سے پوچھ لے ان

شاء اللہ خوب تواضع کے ساتھ بتائیں گے اور اگر معلوم ہے تو پھر بتائے کہ اس کا وہابی اسمٰعیلی مفتی جس چیز کو جائز کہہ رہا ہے کیا وہ وہابی اصولوں سے اور سادات احناف کے نزدیک جائز ہے۔؟ اور اگر مندروں کے چڑھاوے کا جانور جائز ہے تو اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کا وہ جانور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو وہ ناجائز کیوں ہے۔؟

قارئین! آپ نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کی دھجیاں بکھرتے تو دیکھ لیں اور اس بات کو دیکھ لیا کہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی وہابی اسمٰعیلی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں تو اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کو بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۱) حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں مشائخ کے نام حیوانات کو کرنا اور ان کی قبروں پر لے جانا کر ذبح کرنے کا بھی فقہ کی روایات کے مطابق داخل شرک کیا گیا ہے اور اس میں فقہاء نے مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو ''جن'' کے نام پر ذبح کرنے کے مترادف ٹھہرایا ہے کہ یہ ممنوع ہے اور شرک کے دائرے میں داخل ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۷۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: کیا وہابیہ اسمٰعیلیہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ہر بات مانتے ہیں اگر جواب نہ میں ہے تو پھر ان کی ہر بات ہم سے منوانے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور اگر ہاں تو پھر امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل بات پر گستاخی کے فتوے دے کر وہابی اسمٰعیلی گستاخ ہوئے۔

امام ربانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ تعالی سرہ منقول است کہ روزے بر منبر بیان علوم و معارف منیمودند دریں اثنا گذر حضرت خضر واقع شد چیخ فرمودا اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو۔

حضرت شیخ عبد القادر قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ برسر منبر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے اسی اثنا میں حضرت خضر کا وہاں گذر ہوا تو شیخ نے فرمایا: اے اسرائیلی! ادھر آ اور کلام محمدی سن۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۵۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مترجم وہابی، ص ۲۰۴، ادارہ مجددیہ کراچی)

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے دس سے زائد اکابرین کی مصدقہ کتاب ''رضا خانی مذہب'' میں لکھا ہے:

رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیر ایک مرتبہ مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ یکا یک ہوا میں پرواز کیا اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ آپ اسرائیلی ہیں اور میں محمدی ہوں، بعد ازاں حضرت پیرانِ پیر نے حضرت خضر علیہ السلام کو گھیر کر اپنی مجلسِ وعظ میں آنے کا حکم دیا اور حضرت خضر علیہ السلام پیرانِ پیر کا وعظ و نصیحت سن کر واپس چلے گئے۔ یہ من گھڑت واقعہ بیان کرتے وقت رضا خانیوں نے عالمِ آخرت کو فراموش کر دیا اور یہ بھی نہیں سوچا کہ ایک ولی کی عظمت بیان کرتے ہوئے ایک نبی کی توہین کا ارتکاب کر رہے ہیں، حالانکہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی انبیائے کرام کی توہین کرے اسے قتل کیا جائے واقعہ مذکور سے حضرت خضر علیہ السلام کی شان میں شدید توہین ہے۔ (رضا خانی مذہب، حصہ سوم، ص ۲۵۰، راشدیہ اکیڈمی)

لیجئے! امام ربانی علیہ الرحمۃ پر وہابیوں نے کیا کیا فتوے لگا دیئے ہیں، جب وہابی اس کلام میں اللہ کے نبی علیہ السلام کی توہین سمجھتے

ہیں تو امام ربانی کے اس کلام کو نہیں مانیں گے کیونکہ اگر مانیں گے تو خود اپنے ہی فتوؤں سے گستاخ ثابت ہو جائیں گے، جب وہابیہ خود امام ربانی کے ہر کلام کو نہیں مانتے تو ہم پر کس منہ سے پیش کرتے ہیں، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گھر کے اصولوں کو مان لے پھر ہم سے کلام کرے۔

نوٹ: ہم نے یہ سارا کلام وہابی اصولوں کے مطابق کیا ہے اس کو ہمارے ذمہ نہ لگایا جائے۔

ثانیاً: امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں فقہاء کا حوالہ موجود ہے اور فقہاء اس ذبیحہ کو شرک میں داخل کرتے ہیں جو غیر اللہ کے تقرب علی وجہ العبادۃ ہو یا جس میں غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہرا کر ذبح کیا گیا ہو۔ اور اس کا حکم ہمارے نزدیک بھی وہی ہے جو امام ربانی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے لہٰذا یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جس کو وہابیہ اسمعیلیہ بزعم خود شرک کہتے ہیں وہ امام ربانی کی عبارت میں داخل نہیں ہے۔

ثالثاً: اگر وہابیہ اسمعیلیہ نہیں مانتے تو مجدد علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت خود سادات احناف کے خلاف ہے جیسا کہ صاحب نور الانوار اور پیر مہر علی شاہ علیہما الرحمۃ تو وہابیہ اسمعیلیہ جو جواب ان کی عبارات کا دیں گے وہی ہماری طرف سے قبول کر لیں۔

رابعاً: مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے آباء کے خلاف ہے تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے آباء کو بچانے کے لئے اس عبارت کا جو جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۲) حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: علمائے کرام کا یہ قول ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ غیر اللہ کے قرب کے لیے کیا تو وہ مردہ ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں: بیضاوی وغیرہ کتب میں مذکور ہے کہ مفسرین نے وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور حرام ہے جس پر آواز بلند کریں جب اس جانور کو بت کے واسطے ذبح کریں۔ تو مفسرین کا یہ قول صرف اس بنا پر ہے جو مشرکین کی عادت سابق زمانہ میں تھی اور اسی وجہ سے تفاسیر قدیمہ میں کچھ فرق نہیں کیا اس جانور میں جو غیر اللہ کے نام سے پکارا جائے اور اس جانور میں جو غیر اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے۔ اس واسطے کے اس زمانہ میں مشرکین کا کفر خالص تھا جب ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ کوئی جانور ذبح کریں کہ اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو تو مشرکین وہ جانور غیر اللہ کے نام لے کر ذبح کر لیتے اور یہ صریح کفر ہے اور پھر ایسے لوگ ہوئے کہ اپنے کو مسلمان جانتے تھے اور فی الواقع شرک کرتے تھے وہ لوگ کفر و اسلام میں خلط کرتے تھے کبھی ایسا کرتے تھے کہ جانور ذبح کرتے کہ اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے تھے تو اللہ کا نام لینے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی طریقہ پر ذبح ہوا۔ حالانکہ فی الواقع یہ بھی کفر ہے ان لوگوں کا خیال تھا کہ ذبح کا یہی طریقہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے خواہ یہ منظور ہو کہ اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے یا یہ غرض ہو کہ غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کریں۔ بعض لوگوں میں یہ عادت اس زمانہ میں بھی جاری ہے ایسے لوگ مثلاً مشہور کرتے ہیں کہ فلاں شخص سید احمد کبیر کے واسطے گائے ذبح کرنا اور اس میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا کہ جب وہ گائے ذبح کی جائے تو بوقت ذبح اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا اس وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ (فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۳۲)

مزید لکھتے ہیں: غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا خواہ پیغمبر، ولی، شہید کے نام پر ہو تو وہ ذبیحہ حرام اور اگر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے

یہ کیا تو ذبح بھی حرام و مردار ہو جائے گا اور ایسا کام کرنے والا بھی مرتد ہو جائے گا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

کیا فتاوی عزیزی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا ہے وہابی اکابرین کی گواہی

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں جتنے بھی تیر آزمانے کی کوشش کی ہے وہ سب کے سب فتاوی عزیزی کے ہیں اور فتاوی عزیزی کے بارے میں خود اس کے اپنے اکابرین کیا کہتے ہیں وہ بھی دیکھ لیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

اسی طرح حضرت مولانا عبد العزیز محدث دہلوی کی طرف منسوب ''فتاوی عزیزیہ'' یہ بھی معتبر کتاب نہیں ایسی کتابوں پر بھی فتوی دینا درست نہیں۔ (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۱۸۹، دارالاشاعت کراچی والمرکز العلمی لال باغ مراد آباد ہند)

نوٹ: یہ فتاوی ان وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ ہے: (۱) وہابی ابو القاسم نعمانی (۲) وہابی نعمت اللہ اعظمی (۳) وہابی ریاست علی بجنوری (۴) وہابی حبیب الرحمن (۵) وہابی نور عالم خلیل الامینی (۶) وہابی شبیر احمد قاسمی (۷) وہابی محمد فاروق (۸) وہابی اشہد رشیدی وہابی (۹) دعائیہ کلمات وہابی ارشد مدنی (۱۰) تقدیم وہابی عثمان منصور پوری۔

لو جی! جو کتاب ساجد خان ہی کے وہابی ابوں کے نزدیک معتبر نہیں اس سے اہلسنت کو ڈرا رہا ہے اور جس کتاب پر فتوی دینے سے وہابی بابے منع کر رہے ہیں اسی سے وہابی ساجد خان اہلسنت پر فتوی لگا رہا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی کو ایک بار پھر کہتا ہوں کہ دوسروں کو اصول سمجھانے کے بجائے خود اپنے اصولوں پر عمل کرو ورنہ دوسروں کو کہنے میں کچھ تو شرم کرو لیکن یہ تمہارے پاس نہیں لہٰذا اب بھی ماننے کے بجائے ادھر ادھر کی مار کر فرار ہی اختیار کرو گے۔

(۲) وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

اوّل تو یہی امر محتاج سند ہے کہ یہ جواب حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ہے۔

مزید لکھتا ہیں:

اوّل تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاوی شاہ عبد العزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔

(امداد الفتاوی، جلد ۵، ص ۳۱۰، ۳۱۲، مکتبہ دور المعارف کراچی)

جو'' فتاوی'' وہابی تھانوی کے نزدیک محتاج سند ہے اور اس میں وہابی تھانوی کو کلام ہے اور اس کے شاہ صاحب کے ہونے میں اس کو قوی شک ہے۔ اسی کے حوالے دے کر احمدی اسمعیلی ساجد خان ہم اہلسنت پر فتوے لگا تا ہے واہ وہابی واہ۔

(۳) وہابی احمدی مفتی شفیع لکھتا ہے:

فتاویٰ عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود ان کو جمع فرمایا ہے، نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے وفات کے معلوم نہیں کتنے عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو ان کے خطوط و فتاوی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا۔ (مقام صحابہ، ص ۶۰، ادارۃ المعارف کراچی)

لیجئے! کسی اور نے نہیں بلکہ ساجد خان کے دادا استاذ نے ہی اس فتاوی کے متعلق بہت سے انکشافات کر دیئے جس کے حوالے دے کر وہابی اسمعیلی ساجد خان اہلسنت پر اپنے آبائی فتوے ٹھوک رہا تھا۔

(۴) وہابی اسمعیلی نافع کا موقف بھی یہی ہے وہ تھانوی کے حوالے سے لکھتا ہے:

امداد الفتاوی میں مولانا اشرفعلی تھانوی نے فتاوی شاہ عبدالعزیز کی ایک عبارت کا جواب دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ: اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاوی شاہ عبدالعزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔ (سیرت حضرت امیر معاویہ، ص ۶۷۴، دار الکتاب)

ہم نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گرو گھنٹالوں سے ہی ثابت کر دیا ہے فتاوی عزیزی ان کے نزدیک معتبر نہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کچھ تو شرم کرے کہ کفر و شرک اور کافر و مشرک جیسے مسئلے ایسی کتاب سے ثابت کرتا ہے جو اسی کے آباء نے قبول نہیں کی۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے ان وہابی اکابرین کو سمجھائے اور ان سے اقرار کروائے پھر ہم سے بات کرے میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو نہ کرے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے شاہ صاحب کی پہلی جو عبارت نقل کی ہے اس میں واضح موجود ہے کہ اگر کوئی تقرب (علی وجہ العبادۃ از ناقل) کے طور پر یہ کام کرے گا تو وہ مرتد ہو گا اور ہم بھی اس مسئلہ میں شاہ صاحب کے ساتھ ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس حوالے سے ایسی عبارات لے آئے جس میں ہم ان کے خلاف ہوں۔

ثالثاً: شاہ صاحب نے **ما اھل بہ لغیر اللہ** کا جو مفہوم بیان کیا ہے پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

ما اھل بہ لغیر اللہ کا جو معنی اوپر ذکر کیا گیا ہے اور **ذبح باسم غیر اللہ** کی تردید میں جو کچھ فرمایا گیا ہے قابل تامل اور مخدوش ہے۔ **اولاً:** اس لئے کہ قرآن کریم میں بحیرہ وسائبہ وصیلہ اور حوامی کا ذکر ہے یہ سب جانور بتوں کے نام پر شہرت دیئے جاتے تھے اور ان کی طرف قطعاً منسوب ہوتے تھے مع ھذا اس شہرت اور نسبت نے ان میں بالکل خبث پیدا نہیں کیا تا کہ وہ اللہ کا نام لینے سے بھی حلال نہ ہو سکیں۔۔۔ **وجہ دویم** یہ ہے کہ لفظ اھل کا ذبح کے معنی پر حمل کرنا فقہ اور عرف کے خلاف نہیں۔۔۔ وجہ سوم: شاہ صاحب (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ از ناقل) کی کلام کے مخدوش فیہ ہونے کی **تیسری وجہ** یہ ہے کہ اگر **اھل بہ لغیر اللہ** کا معنی **ذبح باسم غیر اللہ** کر لیا جائے تو اس کلام الٰہی کی کوئی تحریف نہیں۔ نووی نے **مسلم** کی شرح میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے **قال** ﷺ (**من ذبح لغیر اللہ و اما الذبح لغیر اللہ ان یذبح باسم غیر اللہ**۔۔۔ از ناقل) تو گویا **اھل** کا معنی خود حدیث کے الفاظ میں ذبح کے ساتھ کیا گیا ہے اور نووی نے تصریح کر دی کہ ذبح لغیر اللہ مراد یہی ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے مثلاً بتوں کا صلیب کا موسی علیہ السلام کا یا عیسی علیہ السلام کا بلکہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، مجاہد اور ابو عالیہ وغیرھم نے بھی یہی معنی مراد لیا ہے۔۔۔ **وجہ چہارم** یہ ہے کہ خود شاہ صاحب قبلہ کے لئے بھی عند الذبح کی قید لازمی ہے۔۔۔

(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ، ص ۷، ۱۳، ۱۸، ۱۹، کتب خانہ درگاہ غوثیہ گولڑہ شریف)

پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے دلائل سے یہ ثابت کر دیا کہ شاہ صاحب نے جو معنی "**ما اھل بہ لغیر اللہ**" کے کئے ہیں وہ مخدوش ہیں اب وہابیہ اسمٰعیلیہ کو اس پر زیادہ ناچنا نہیں چاہیے۔

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے خود ہی شاہ صاحب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

بعض لوگوں میں یہ عادت اس زمانہ میں بھی جاری ہے ایسے لوگ مثلاً مشہور کرتے ہیں کہ فلاں شخص سید احمد کبیر کے واسطے گائے ذبح کرنا اور اس میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا کہ جب وہ گائے ذبح کی جائے تو بوقت ذبح اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا اس وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ثابت کرے کہ ہمارے کس معتبر و مستند عالم نے یہ اجازت دی ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا

جائے ، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر بوقت ذبح اللہ کا نام جان بوجھ کر نہ لیا تو جانور حرام ہے اور اگر کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو بھی یہی حکم ہے۔لکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون و لا یفھمون۔۔۔

خامسا: شاہ صاحب کی جملہ عبارات جن کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بزعم خود اپنا مستدل بنایا ہے وہ سب سادات احناف کے مخالف ہیں وہابی جو جواب ان کی طرف سے دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

سادساً: شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ کے آباء کے خلاف ہیں پہلے ان پر فتوی لگائیں پھر ہمارے پاس ایمان کی بھیک لینے آئیں۔

سابعاً: بقول پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے رجوع کرلیا تھا۔

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنی پہلی تفسیر سے رجوع فرما کر یہ استفتاء تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہاں حرمت کی مدار غیر اللہ کے لئے تشہیر اور آواز بلند کرنے پر تھی اور یہاں حرمت کی مدار تقرب الی الغیر کی قصد پر، اس رجوع اور تغییر کا منشاء جناب کا تقوی و دیانت ہی ہوسکتے ہیں۔(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ،ص ۴۴، کتب خانہ درگاہ غوثیہ گولڑہ شریف)

لیجئے! وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ساری محنت پر پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے پانی پھیر کر اس کو سمندر میں غرق کردیا وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ مرجوع قول بیان کرکے اپنے ہی اصولوں کی دھجیاں نہ اڑائے کیونکہ یہ خود لکھ چکا ہے کہ:

مرجوع قول منسوخ کے حکم میں ہے۔۔تو گوہ کھاؤ کہ صحابہ کرام کے دسترخوان پر گوہ موجود تھی مگر بعد میں اس کا حکم منسوخ ہوگیا۔(روئیداد مناظرہ کوہاٹ،ص ۱۰۱، انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو شرم کرنی چاہیے اور منسوخ اقوال کو بیان نہیں کرنا چاہیے ورنہ اپنے ہی اصول سے گوہ کھائے۔وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک گوہ کھانا ویسے ہی جائز ہے اور ان کے اصول سے بھی ثابت ہوگیا۔

ثامنا: شاہ عبدالروف مجددی علیہ الرحمۃ جو کہ شاہ صاحب کے شاگرد ہیں وہ لکھتے ہیں:

تفسیر احمدیہ میں لکھا ہے **قوله تعالى و ما أهل به لغير الله معناه ذبح به لاسم غير الله مثل اللات والعزى واسماء الأنبياء وغير ذلك** یعنی جو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا جاوے جیسا کہ **باسم اللات والعزى باسم المسيح** وغیرہ۔ اور اس کی تین صورتیں ہیں۔پہلی یہ ہے کہ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا یا یوں کہا کہ **باسم الله و محمد رسول الله** عطف کرکے تب کھانا اسکا حرام ہے دوسری یہ کہ ذبح کرتے وقت یوں کہا: **باسم الله محمد رسول الله** بغیر عطف کے تو کھانا اس کا جائز ہے کراہت سے۔تیسری یہ ہے کہ ذبح کرنے کے اوّل پیغمبر یا اولیاء کا نام لیا یا ذبیحہ کو گرانے اور باندھنے کے اوّل یا اس کے بعد تو وہ حلال طیب ہے اور یوں ہی تفسیر احمدیہ میں صریح لکھا ہے: **ومن ههنا علم ان البقرة المندورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلاله طيب لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وان كانوا ينذرونها** یعنی یہ یہاں سے صاف معلوم ہوا جو گاۓ اولیاء کے نام سے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ اس زمانے میں رسم ہے سو حلال طیب ہے کیونکہ ذبح کے وقت اس پر کچھ غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا اگرچہ ان کے نام سے اس کو نذر کرتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خاص نذر کے واسطے ثابت ہے اور غیر کے واسطے نہیں اس لیے ذبیحہ اپنی اصل حلیت پر قائم رہا پھر جب ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا یعنی **بسم الله الله اكبر** کہہ کر ذبح کیا تو وہ

بے شک حلال ہے انتہی ۔اگر کسی نے ذبح کرتے وقت عمداً خدا کا نام نہ کہا تو حنفی صاحب کے یہاں وہ ذبیحہ ناجائز ہے اور شافعی صاحب کے یہاں حلال ہے اور اگر سہواً ذبح کرتے وقت خدا کا نام بھول گیا تو بالاتفاق حلال ہے۔ جاننا چاہیے کہ تفسیر فتح العزیز میں کسی عدو نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہوگئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا تو یہ بات کسی نے ملا دیا ہے خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے اور ان کے مرشد و استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں ما اھل کے معنی ما ذبح لکھا ہے۔ یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لے وے سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا سو کیوں کر حرام ہوتا ہے بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیرانِ پیر کی نیاز اور ایک شہدا اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے واہ واہ کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (تفسیر روفی، ص ۱۵۷، الحقائق فاؤنڈیشن)

شاہ عبدالرؤف مجددی علیہ الرحمۃ کی تعریف وہابیہ اسمعیلیہ نے خود کی ہے اور ان کو بھی اپنا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن انہوں نے جس طرح وہابیت اسمعیلیت کو بیچ چورا ہے الٹا لٹکایا ہے وہ انہی کا گویا خاصہ ہے۔

اولاً: تفسیرات احمدیہ کے حوالے و موقف پر مہر ثبت کی ہے اور اس کو درست قرار دے کر وہابیت اسمعیلیت کو غرق کیا ہے۔

ثانیاً: اس بات کا اظہار کیا ہے کہ تفسیر عزیزی میں کسی نے الحاق کیا ہے اور جو مسئلہ اس میں لکھا ہے وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نہیں ہے بلکہ کسی کے ہاتھ کی صفائی ہے۔

ثالثاً: نیاز وغیرہ جائز ہے۔ اور جو اس کو حرام کہتے ہیں وہ کھاتے بھی ہیں۔

نوٹ: یہ تو ہم نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جب تک دیگ نہیں آتی فتوے ہی فتوے اور جیسے ہی کھانا شروع ہوا وہابیہ اسمعیلیہ کود پڑتے ہیں۔

قارئین! ہر بار کی طرح اس بار بھی مذکورہ بالا حوالوں سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی ظاہر ہوگئی ہے اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اور کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ یہ پھر وہی کام کرے جو اس کے جاہل اکابرین نے کئے ہیں۔

{......مسئلہ نمبر ۱۶......}

قوالی اور اکابرین اہلسنت کا موقف

وہابی اسمعیلی احمدی کی پیدائش ہی اپنے اکابرین کے مشن جعل سازی، حیلے بازی اور دھوکہ دہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ویسے تو اپنوں میں مناظر بنا پھرتا ہے لیکن یہ ایک نمبر کا جاہل ہے۔ یہاں بھی اس نے اپنی جہالت ہی دکھانے کی کوشش کی ہے، پر وہابی کی جہالت ہم قارئین پر آشکار کرتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی نے یہاں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ سب اہلسنت ہی قوالی سنتے یا اس کے جواز کے قائل ہیں اور ہماری کوئی بھی محفل یا عرس اس سے خالی نہیں ہوتا حالانکہ یہ جھوٹے وہابی احمدی اکابرین کے جھوٹ بولنے والے پیروکاروں کا جھوٹ ہے اور معاملہ ایسا نہیں ہے، ہمارے جمہور اکابرین جن میں رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، آپ کے صاحبزادگان، آپ

کے خلفاء علیہم الرحمۃ قوالی مع مزامیر کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں لہٰذا ہم قارئین کے لئے اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اصل میں قوالی کے لئے سماع کا لفظ استعمال ہوتا ہے لہٰذا میں اسی لفظ کا استعمال کروں گا۔

''سماع کی اقسام''

سماع کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ سماع جس کے ساتھ مزامیر نہ ہوں (۲) سماع بالمزامیر۔

وہ سماع جس میں مزامیر نہ ہوں رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور ہمارے جمہور علماء اہلسنت رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو چند شرائط کے ساتھ جائز کہتے ہیں اور وہابیہ اسمٰعیلیہ میں سے بھی کئی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ باقی وہ سماع جو مزامیر کے ساتھ ہو رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اور ہمارے جمہور علماء نے اس کے ناجائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ ہمارے بعض علماء سماع بالمزامیر کے جواز کے قائل ہیں ان کے پاس اپنے دلائل ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں اور یہ اختلافی مسئلہ ہے کئی اکابرین کے اقوال اس پر موجود ہیں اور اس اختلافی مسئلہ کے بارے میں **شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:**

مدعی یہ ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ معاملہ میں ایک دوسرے پر عیب جوئی اور نکتہ چینی نہیں ہونی چاہیے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے حال میں رہنا چاہیے۔ (مدارج النبوۃ مترجم، ص ۶۲۷، ضیاء القرآن کراچی)

اگر وہابیہ اسمٰعیلیہ کو پھر بھی خارش ہے تو پہلے ادھر فتوے لگا کر حق وہابیت اسمٰعیلیت ادا کریں پھر اہلسنت پر بکواس کریں۔ کیونکہ مسئلہ اختلافی ہے لہٰذا ہمارے نزدیک ان علماء پر بھی کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں ہے جو اس کے قائل ہیں اور وہ علماء ہمارے مخالف ہونے کے باوجود بھی قابل احترام ہیں اور یہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی کا اصول ہے۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان لکھتا ہے:

بہر حال دونوں فریقین کے اخلاص پر کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا دونوں طرف جلیل القدر علماء وا ساطین علم ہیں **وللناس فیما یعشقون مذاھب** کے مصداق جس کو جس کی تحقیق پر اطمینان واعتماد ہو عمل کرے۔ (آزر حضرت ابراہیم کے والد تھے، ص۹، جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ)

یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی کا اصول ہے اور ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ دوسری طرف بھی علماء ہیں جن کے اخلاص پر کوئی شک وشبہ نہیں لہٰذا ان پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں لگتا۔ ہاں اس مسئلہ میں جمہور ہی کے اقوال پر عمل کیا جائے اور جانب مخالف کی طرف نہ جایا جائے۔ یہاں تک تو بات علماء کی تھی باقی رہے جہلاء تو ان کے حوالے سے ہمارے علماء کے فتاویٰ موجود ہیں۔

سماع کی پہلی قسم اور اکابرین اہلسنت

وہ سماع جس کے ساتھ مزامیر نہ ہوں اس کے بارے میں **رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:**

چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں، کچھ سننے والے میں، کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں، یعنی سنانے والا کامل مرد ہو چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو، اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ، چاہیے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو، اس طرح کا سماع حلال ہے۔ (احکام شریعت، ص ۸۳، ضیاء القرآن کراچی)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

خالی قوالی جائز ہے (یعنی جس میں مزامیر نہ ہوں اور باقی شرائط بھی موجود ہوں از ناقل)

(احکام شریعت، ص ۸۳، ضیاء القرآن کراچی)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نااہل کے لئے حرام۔۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۱۳۱، مکتبہ غوثیہ کراچی)

سماع کی دوسری قسم اور اکابرین اہلسنت

وہ قوالی جس میں مزامیر ہوں اس کے بارے میں **رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:**

مزامیر جائز نہیں۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

قوالی کی طرح پڑھنے سے اگر یہ مراد ہے کہ ڈھول ستار کے ساتھ ہو جب تو حرام اور سخت حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۶۰۳، ۶۶۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

متصوفۂ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور کبھی اُچھلتے کودتے اور ناچنے لگتے ہیں۔ اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے، ایسی محفل میں آنا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے، مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بہار شریعت، جلد ۳، ص ۵۱۴، مکتبۃ المدینہ کراچی)

بحمد للہ علمائے اہلِ سنت کی اس وضاحت سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا لہٰذا مزید لکھنے کی حاجت وضرورت نہیں ہے۔ اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے پھر سے بکواس کی تو ان شاء اللہ اس کو اس کے حقیقی گھر تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

مزامیر کے ساتھ قوالی اور سادات احناف، مشائخ ہند کا موقف

یہ ہنڈ نگ ہمیں بہت عجیب لگ رہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم خود اس کے قائل نہیں کیونکہ ہمارا موقف بغیر کسی تاویل کے وہی ہے جو رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ اور جمہور علماء اہلسنت نے بیان کیا ہے، لیکن اس وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مسئلہ میں صرف ان ہی علماء پر بکواس نہیں کی بلکہ جمیع علمائے اہلسنت اور مشائخ اہلسنت کو مطعون کیا ہے اور یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے کہ تمام اہلسنت ہی اس کے قائل ہیں۔ لہٰذا وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو اس کے اصلی گھر تک پہنچانے کے لئے ہم اس موضوع پر لکھ رہے ہیں ورنہ ہمیں اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ویسے بھی وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو اس پر بک بک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود بھی ایسے اقوال بیان کر کے الزام دیتا ہے جو جمہور کے خلاف ہوتے ہیں اور وہ خود اس کا قائل نہیں ہوتا۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی لکھتا ہے:

یاد رہے کہ امام غزالی کا یہ موقف جمہور کے خلاف ہے اور ہم بھی اس سے متفق نہیں ہے۔

(کردار یزید، ص ۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اسی اصول کے مطابق کہتے ہیں کہ قوالی مع مزامیر کے قائل علماء کا موقف جمہور کے خلاف ہے اور ہم بھی اس سے متفق نہیں ہیں۔لیکن جب وہابی اسمٰعیلی احمدی بلاوجہ سب ہی اہلسنت کو مطعون کریں گے اور الزام لگائیں گے تو جواب دیناہی پڑے گا۔

قارئین! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور بعض اکابرین اس کے قائل تھے اور اس پر بعض رسائل بھی لکھے گئے، اب حوالے بھی دیکھ لیجئے۔

(۱) علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ پر رسالہ تصنیف کیا جس کا نام **''ایضاح الدلالات فی سماع الآلات''** رکھا۔ میں اسی میں سے کچھ بیان کردیتا ہوں تاکہ اس وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کا منہ بند ہی نہیں بہت زیادہ بند ہوجائے۔علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کا مقام وہابیت اسمٰعیلیت کے نزدیک کیا ہے وہ ہم جلداول میں بیان کرچکے وہیں دیکھ لیا جائے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یوید هذا التفصیل الذی ذکرناه السوال و الجواب الصادر من العلامة المرحوم شیخ الاسلام عبد الرحمن افندی العمادی مفتی السادة الحنفیة بدمشق المحمیة سابقا رحمه الله فانه سئل عن حکم السماع بالآلات فاجاب بما صورته (الحمد لله قد حرمه من لا یعترض علیه لصدق مقاله و اباحة من لا ینکر علیه لقوة حاله فمن وجد فی قلبه شیئا من نور المعرفة فلیتقدم و الا فالوقوف عند ما حده الشرع الشریف اسلم والله اعلم) و کذالك اجاب بهذا الجواب ایضا العلامة شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی الحنفی رحمه الله کما هو مذکور فی کتابه الفتاوی الخیریة وفقه الحنفیه....

ہمارے بیان کردہ کلام کی تائید شیخ الاسلام عبدالرحمن افندی عمادی دمشق میں مذہب حنفی کے مفتی اعظم کے اس جواب سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سے آلات نغمات کے سماع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔جن علماء نے آلات کے ساتھ سماع کے سننے کو حرام قرار دیا ان کی سچائی کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، اور جن لوگوں نے اسے مباح قرار دیا ان کے قوت حال کی وجہ سے ان پر انکار نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا جو شخص اپنے دل میں نور معرفت کے آثار پائے تو اسے چاہیے کہ سماع کی جانب توجہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ دائرہ شریعت کے مطابق ٹھہر جائے سلامتی اسی میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔اسی طرح کا ایک جواب شیخ الاسلام خیرالدین رملی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتاوی خیریہ وفقہ الحنفیہ میں ارشاد فرمایا۔ (ایضاح الدلالات فی سماع الآلات عربی،ص ۳۲، ۳۳،مترجم، ۹۷، دارالبیان)

علامہ عبدالغنی نابلسی پر اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے وہابیت اسمٰعیلیت احمدیت کا ایسا بیڑا اغرق کیا کہ اس کی ہڈیاں بھی مٹی میں مل گئیں، ایسا جامع اور مانع کلام ان بعض علماء اہلسنت کی تائید میں جو قوالی کے قائل ہیں اور وہ بھی فقہاء احناف سے، وہابی اسمٰعیلی احمدی کا منہ کالا ہوتے دیکھ کر مزہ آ گیا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا علامہ عبدالغنی نابلسی بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک سنی حنفی بریلوی تھے؟ کیا یہ اعلیٰ حضرت کے مرید تھے؟ کیا علامہ صاحب اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے چاہنے والے تھے؟ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ علامہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے چاہنے والے تھے اور ان کو عارف باللہ کہتے اور مانتے تھے، کیا اب ان کو بھی سنی حنفی بریلوی کہہ کر فتوے سنائے جائیں گے؟ یا ان کی کچھ عزت کی جائی گی اور وہی کچھ کہا جائے گا جو ہم کہہ رہے ہیں۔

قارئین! ہمیں یقین تھا کہ وہابی اسمٰعیلی اپنی عزت بچانے کے لئے ہمارے ان جمہور علماء کا کلام نقل کر دیتا جنھوں نے مزامیر کے ساتھ سماع کے حرام ہونے کا فتوی دیا، اس طرح وہ بچنے کی ناکام کوشش کرتا لیکن علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس وہابی کو کہیں کا نہیں چھوڑا پہلے ہی ارشاد فرمایا دیا کہ:

جن علماء (جو کہ جمہور ہیں) نے اس سماع کو حرام کہا ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں ان کے اخلاص کی وجہ ہے اور جن علماء (جو کہ بعض ہیں) نے اسے مباح قرار دیا ان پر بھی کوئی فتوی نہیں ان کی قوت حال کی وجہ سے۔ اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ جس کا دل نور معرفت سے مزین ہے تو وہ سماع سنے اور جو اس طرح کا نہیں تو حد میں رہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

واذا تقیدت هذه المسئلة بقید اللهو کان الافتاء بحرمة هذه الآلات المطربات یشترط فیه التقیید بالتلهی بها و ان لم تکن لاجل التلهی بها فلیست بحرام بل هی مباحة۔

لہٰذا جب آلات نغمات سے متعلقہ مسئلہ لہو کی قید کے ساتھ ہو گیا تو اب جس وقت لہو کی صورت پائی جائے گی تب ہی اس پر حرام ہونے کا فتوی صادر کیا جائے گا اور جب لہو کی صورت حال موجود نہ ہو تو یہ حرام نہیں بلکہ مباح کے درجہ میں ہوگا۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات عربی، ص ۲۶، مترجم، ۸۶، دار البیان)

ہوسکتا ہے کہ وہابی مولوی ساجد خان لفظ ''لہو'' کو بہانہ بنا کر اپنے آدھے پاگل پن کا مظاہرہ کرے میں لہو کی مراد بھی علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ سے کر دیتا ہوں۔

چنانچہ علامہ صاحب لکھتے ہیں:

و المراد باللهو الاعراض بسبب ذلك عن الطاعات و نسیان الفروض و الواجبات و الاشتغال بالمحرمات المکروهات کسماعها علی الخمر و الزنا و نحو ذلك من المنهیات او خطور شیء لذلك بباله و استقراره فی وقت سماعها۔

اور لہو سے مراد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے طاعات سے روگردانی فرائض سے غفلت اور ممنوعات و مکروہات میں مشغول ہونا پایا جائے اور ممنوعات مثلاً شراب و زنا کے لئے اس کا سماع کرنا یا سماع کرتے وقت دل میں گندے خیالات کا وارد ہونا اور قرار پکڑ لینا۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات عربی، ص ۲۶، مترجم، ۸۶، دار البیان)

علماء تو بات کو سمجھ گئے ہوں گے پر عوام کے لئے میں کچھ وضاحت کر دیتا ہوں علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ مزامیر اگر اللہ تعالی کی اطاعت سے دور کر دیں اور منہیات یعنی اللہ تعالی کی منع کردہ چیزوں میں مشغول کر دیں تو یہ حرام ہیں اور اگر یہ نہیں تو یہ مباح ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ جن علماء اہلسنت نے اس کے جواز کی اجازت دی یا اس کو سنا یا سنتے ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالی اطاعت میں مصروف اور منہیات سے کوسوں دور ہیں لہٰذا علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے ان فتاوی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں کیونکہ ان کے حق میں یہ مباح کے درجے میں ہیں۔ اور جس کی یہ حالت نہ ہو اگرچہ اپنے نام کے ساتھ آگے اور پیچھے دس دس القابات لگائے، شیخ الحدیث کہلوائے اپنے آپ کو مفتی کہے یا کچھ اور ہی کہے یا اپنی نسبت اکابرین کی طرف کرے تو اس کے حق میں یہ حرام حرام اور حرام ہی ہیں اس کے لئے کوئی جواز و اباحت کا قول نہیں ہے اور نہ ہی وہ علماء کی صف میں شمار ہوگا کہ اس کے لئے

یہ جائز ہو وہ عوام کالانعام سے بھی بدتر ہے۔حیاء والے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے پر وہابی اسمعیلی احمدی پیدائشی ہی ایسا ہوتا ہے جیسے ابھی نظر آرہے ہیں لہذا میں مزید بھی کچھ حوالے بیان کر دیتا ہوں۔

(۲) اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو مشائخ ہند میں شمار کر کے معتبر و مستند مانا ہے، ہم چند حوالے ان کے بھی بیان کر دیتے ہیں تاکہ بات کچھ مزید واضح ہو جائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اذا ثبت اباحة ضرب الدفوف فكيف لا يباح سماع الغناء و قد ثبت اباحة ذلك فى الاعياد و الاعراس كما يجيء من الاحاديث.

جب دف بجانے کا مباح ہونا ثابت ہو گیا تو غنا یعنی قوالیوں کا سماع کیسے مباح نہیں ہوگا۔اور تحقیق اس کی اباحت عیدوں اور عرسوں میں ثابت ہو چکی جیسا کہ احادیث آرہی ہیں۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۶، ص ۱۵۱، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

نوٹ: یہاں ہم نے سماع غناء کا یہ ترجمہ ''قوالیوں کا سماع'' اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان نے علامہ شامی کی اس عبارت ''وان كان سماع غناء'' کا ترجمہ اسی طرح ''اگر غنا یعنی قوالیوں کا سماع'' کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس عبارت نے وہابی مولوی کی آنے والی عبارات کا جواب دے دیا اور اس کے سارے آبائی کرتب کو خاک میں ملا دیا۔

شیخ صاحب اپنی ایک اور کتاب میں وہابیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

واضح رہنا چاہیے کہ اس مسئلہ میں قدیم وجدید اور قول و فعل میں بہت اختلاف ہے۔بعض اباحت پر قائم ہیں اور بعض شک وتردد میں ہیں اور کہتے ہیں نہ ہم اسے سنتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

کاتب الحروف کا اباحت کے قائلین کے اقوال کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ایک جانب جزم کرنا اور اس کو ترجیح دینا اور اس میں تعصب دکھانا طریقۂ اختلاف کے مناسب نہیں ہے۔اگر کسی کو اس میں وقت کی اصلاح نظر آتی ہے تو توقف کرے اور احتیاط و ملاحظہ کی روش اختیار کرے اور خلاف ونزاع کے بھنور میں نہ پڑے۔اور اس میں اپنے حال کی سلامتی دیکھے اور اس میں احتیاط و تقوی نظر آئے تو مبارک ہے لیکن چاہیے کہ قال و حال کی زبان کو بزرگان دین پر طعن و تشنیع اور تضلیل و تفسیق سے آلودہ نہ کرے اور ان حالات میں پڑے بھی نہیں باوجودیکہ دلائل متعارض ہیں اور طریقے متبائن ہیں **دوسری جانب بھی علماء فقہاء اور عرفاء موجود ہیں تو کسی ایک جانب کو ترجیح دینے اور دوسرے کو مرجوح کرنے سے باز رہے اور انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔**

مزید لکھتے ہیں:

اس ضعیف نے اس مسئلہ میں متعدد جگہوں میں بحث کی ہے اور ہر جگہ تفصیل وتردید اور توسط کو ملحوظ رکھا ہے یا قدرے حرمت و کراہت کی جانب میلان کیا ہے لیکن اس کتاب میں اقوال کے نقل میں اباحت کی جانب غلبہ ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا رخ ذہنوں میں مشہور و مقرر ہو چکا ہے اس کے نقل کی حاجت نہ تھی۔

مزید لکھتے ہیں:

مدعی یہ ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ معاملہ میں ایک دوسرے پر عیب جوئی اور نکتہ چینی نہیں ہونی چاہیے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے حال میں رہنا چاہیے۔ (مدارج النبوۃ مترجم، ص ۶۱۷، ۶۲۳، ۶۲۵، ۶۲۷، ضیاء القرآن کراچی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوۃ میں کافی تفصیلی اس پر کلام کیا ہے اور ہم نے وہابیت کا بیڑا غرق کرنے کے لئے چند جگہوں سے ان کا کلام نقل کیا ہے جو اس اختلافی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

(۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا نام نامی اسم گرامی تعریف کا محتاج نہیں ہے اور خود وہابی بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے لہٰذا ہمیں مزید حوالہ جات کی ضرورت نہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے بھی ایک رسالہ ''رسالہ سماع ومزامیر'' کے نام سے تصنیف کیا جس کا ترجمہ ہمیں مل سکا اسی میں سے کچھ عرض کر دیتا ہوں۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اب ہم ان حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جن سے بعض قسم کا گانا اور بجانا مباح اور جائز ثابت ہوتا ہے۔ (حقوق اسلام معہ رسالہ سماع و مزامیر مترجم، ص ۱۱۰، پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

نوٹ: قاضی صاحب کے یہ الفاظ ''گانا بجانا'' کو ذہن میں رکھیے گا تاکہ وہابی نے آگے جو بکواس کی ہے اس کا جواب سمجھ میں آسکے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف میں فرماتے ہیں کہ گانا سننے سے خدا کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ گانا ایسے اشعار کو خوش الحانی سے ادا کرنے کا نام ہے جن میں محبوب کا ذکر ہو اس سے سننے والے کے دل میں محبوب کے دیکھنے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کی ناراضی سے ڈرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ پس عوام الناس جن کے دلوں میں عورتوں یا مردوں سے ملنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ شوق ان کو شہوت نفسانی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اسی وجہ سے گانا سننا ایسے لوگوں کے لئے حرام ہے مگر جن لوگوں نے اپنے دلوں کو ماسوی اللہ کی خواہش اور محبت سے بالکل پاک کر لیا ہے اور ذات باری جل شانہ کے سوا اور کوئی مقصد ان کا نہیں ہے گانا سننے سے ان کے دلوں میں خدا ہی کے دیدار کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسی کی رضامندی حاصل کرنے اور ناراضی سے بچنے کا خیال جوش میں آتا ہے اس لئے گانا سننا ان کے حق میں عین رحمت اور برکت ہے بلکہ بمنزلہ عبادت کے ہے اور لہو الحدیث جس کی حرمت پر قرآن وحدیث متفق ہیں اس گانے کو ہرگز نہیں۔۔ سکتے۔۔ پس جو شخص درویشوں کو گانا سننے میں مشغول دیکھے اس کو لازم ہے کہ اس کی نسبت نیک گمان کرے کیونکہ خدا نے بدگمانی کرنے سے منع کیا ہے اور نیک گمان رکھنے کا حکم دیا ہے قرآن مجید کی طرح احادیث شریف سے بھی یہی ہدایت ہوتی ہے جو آدمی گانا سننا چاہے اس کو لازم ہے کہ پہلے اپنے نفس کا امتحان کرے۔۔ اگر معلوم ہو کہ اس کا نفس قابو میں ہے اور گانا سننے سے اس کے جذبات حرکت میں نہیں آئیں گے تو گانا سننا اس کے لئے جائز ہے ورنہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ (حقوق اسلام معہ رسالہ سماع ومزامیر مترجم، ص ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

قاضی صاحب کا یہ اقتباس وہابیت اسمعیلیت احمدیت جو کہ بعض اکابرین اہلسنت پر اس مسئلہ کو لے کر چیخم چاخی اور زبان درازی کر رہی تھی اس کو لگام دینے کے لئے کافی ہے یہاں کسی وہابی کو بھونکنا یاد نہیں آئے گا کیونکہ ادھر بھونکنے سے کچھ پیسوں میں کمی آجائے گی لہٰذا اہلسنت پر بھونک کر پیسوں میں زیادتی مقصود ومطلوب ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ قاضی صاحب کا نام تو

بڑے مزے سے لے رہے تھے اب ان کی بات مانتے ہوئے موت کیوں نظر آ رہی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

گانا سننے کے لئے چند شرائط ہیں جن میں سے بعض ضروری اور بعض استحبابی ہیں اور اس موقع پر سات امور کی بحث کرنی لازم ہیں (اول) گانا کا مضمون کیسا ہونا چاہیے (دوم) گانے والا کیسا ہو (سوم) سننے والا کیسا ہونا چاہیے (چہارم) گانا سننے کا وقت کونسا اختیار کرنا چاہیے (پنجم) گانا سننے کے لئے کونسی جگہ مناسب ہے (ششم) حاضرین مجلس کیسے ہوں (ہفتم) مزامیر۔۔

پھر آخر میں آخری شرط کی وضاحت میں وہابیت کا بیڑا غرق کر کے اس کو اس کے اصلی مقام تک پہنچاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ساتویں بات یعنی مزامیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔اس کی نسبت علماء فرماتے ہیں کہ اگر مزامیر سے خدا کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق حرکت میں آتا ہو تو ان کو (کے) استعمال (کرنے کو) حرام نہیں کہہ سکتے۔خیال کرنا چاہیے کہ جب نکاح کا اعلان کرنے۔ قافلہ کو خبردار کرنے۔غازیوں کو مستعد اور ہوشیار کرنے کے لئے دف اور نقارہ کا استعمال جائز ہے بلکہ عین عبادت ہے تو مزامیر کا استعمال اس غرض سے کہ ان سے دیدار الٰہی کا شوق اور ولولہ پیدا ہو اور بھی بہتر ہوگا۔

(حقوق اسلام معہ رسالہ سماع ومزامیر مترجم،ص ۱۲۳، ۱۲۷، پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

لو جی قاضی صاحب نے وہابیت پر ایسا بم گرایا جس سے وہ تباہ و برباد ہوگئی اب اگر کچھ بچا ہے تو وہ اس کی بے حیائی و بے شرمی ہے کوئی اور چیز نہ اس کے پاس ہے اور نہ ہی ہمیں کسی اور چیز کی اس سے توقع ہے۔قاضی صاحب کے فیصلہ نے یہ بتا دیا کہ اگر اس سے دیدار الٰہی کا شوق پیدا ہو تو بہتر ہے۔وہابیت کو جاگ کر قاضی صاحب پر بھی کوئی دو چار فتوے لگانے چاہییں اور اپنے مقاصد کے لئے ان کا نام استعمال نہیں کرنا چاہیے، وہابی ساجد خان کو چاہیے کہ قاضی صاحب کی بات مانے اور علماء اہلسنت پر بکواس کرنے سے باز آ جائے ورنہ قاضی صاحب کے لئے بھی وہی کچھ لکھے جس طرح اہلسنت کے لئے اس نے لکھا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا آخری فیصلہ

قاضی صاحب اپنی تفسیر میں اس حوالے سے آخری فیصلہ ارشاد فرماتے ہیں:

فظهر ان المحرم من الغناء ما يدعو الى الفسق و يشغل عن ذكر الله و ما ليس كذلك فليس بحرام غير انه لم يثبت عن النبى ﷺ و لا عن الصحابة رضى الله عنهم استماع الغناء تقربا الى الله تعالى و لاجل ذلك ما اختار الكرام من النقشبندية و غيرهم ارتكابه و ان لم يرتكبوا الانكار عليه و الله اعلم۔

تقریر مذکورہ بالا سے ظاہر ہوگیا کہ گانا سننا اور گانا وہ حرام ہے جو گناہ کی دعوت دے رہا ہو اور اللہ کی یاد سے غافل بنا رہا ہو اگر ایسا نہ ہو تو حلال ہے حرام نہیں ہے۔ہاں یہ بات الگ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کا گانا سننا اور قربت الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دینا ثابت نہیں اسی لئے اکابر نقشبندیہ گانا نہیں سنتے لیکن اس کی تردید بھی نہیں کرتے۔(تفسیر مظہری عربی، جلد ۵،ص ۲۵۴، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور، وہابی مترجم، جلد ۹ ص ۱۶۸، دارالاشاعت کراچی)

قارئین! قاضی ثناء اللہ پانی پتی وہ شخصیت ہیں جس کو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے۔اب اسی ثالث نے ہی فیصلہ سنا دیا ہے کہ اگر قوالی میں گناہ کی دعوت ہو یا وہ ذکر اللہ سے غافل کر دے تو حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے۔اور ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہمارے جو علماء اس کے قائل ہیں ان میں کوئی بھی ایسی بات نہیں پائی جاتی لہٰذا قاضی صاحب کے اس فتوے کی رو سے وہ جائز ہی

ہوگی، کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان قاضی صاحب کے اس فیصلے کو نہیں مانے گا، اور ہرگز نہیں کیوں کہ اگر وہ قاضی صاحب کا یہ فیصلہ مان لیتا ہے تو اس کا دعوی خاک میں مل جائے گا اور اس کی ساری وہابی اسمٰعیلی محنت پر پانی پھر جائے گا۔

اُمید ہے کہ وہابی مولوی کی اصلیت وانصاف پسندی سب کو معلوم ہوگئی ہوگی، اگر ابھی بھی کچھ کسر رہتی ہے تو وہ بھی پوری کر دیتا ہوں۔

(۴) وہابی مولوی ساجد خان نے اپنی کتاب میں کئی جگہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا نام بھی لیا ہے ان کے بھی چند حوالے پیش کر دیتا ہوں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

میرے والد (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ از ناقل) کا ایک خلیفہ تھا مزامیر سنا کرتا تھا اس نے ایک روز عین مجلس سرور و مزامیر کے وقت مجھ کو بھی بلایا میں گیا دیکھ کر متحیر ہوا، ناچار بیٹھ گیا، اس مجلس میں کسی قدر وجد بھی اس وقت تھا۔ (ملفوظات شاہ عبد العزیز، ص ۴۰، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی)

اس حوالہ پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے پر میں وہابی، مولوی ساجد خان سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا وہاں بیٹھنا جائز تھا؟ اگر جائز تھا تو بعض علماء اہلسنت پر اعتراض کیوں اور ناجائز تھا تو شاہ صاحب پر کیا فتوی لگے گا، اور کیا یہاں شاہ صاحب پر نہی عن المنکر کا حکم واجب نہیں تھا (جبکہ مزامیر سننے والا انہی کے والد ماجد کا مرید و خلیفہ تھا اور قوی امید تھی کہ وہ مان جاتا) اگر نہیں تو کیوں اور واجب تھا تو شاہ صاحب نے منع کیوں نہیں کیا اور اس حوالے سے شاہ صاحب پر کیا حکم لگے گا۔ مزید یہ کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کو معلوم ہو گیا جیسا کہ آگے ملفوظ میں ہی موجود ہے تو شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کو منع کیوں نہیں کیا اور اپنی خلافت سلب کیوں نہیں کی بلکہ ایک طرح سے اسی کا جملہ کہہ کر اس کی تائید کیوں کی، شاہ ولی اللہ کے لئے آپ کی گن مشین میں جتنے بھی فتوے ہیں سب کے سب نکال پھینکو، اور ادھر بھی کچھ بکواسات کرو جیسا کہ تمہاری عادت ہے یا صرف اہلسنت پر بھونکنے کے ہی پیسے ملتے ہیں۔

وہابیت کو مزید رسوا کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ایک دن ایک مجلس میں مزامیر کے ساتھ گانا ہو رہا تھا علماء وفضلا بھی موجود تھے اور قوال یہ شعر گا رہا تھا در کنیز وقدوری نہ تواں یافت خدارا۔۔۔ دل نسخۂ عشق ست کتابے بہ ازیں نیست

اسی اثناء میں ایک عورت حاضر ہوئی اور سلام وآداب عرض کیا، حضرت نے اس کو علیکم السلام کے ساتھ جواب دیا ایک مرید نے عرض کیا عورت کو بھی اس لفظ سے جواب دینا جائز ہے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ (ملفوظات شاہ عبد العزیز، ص ۱۸۷، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ایک دن عبد العزیز شکر بار کا عرس تھا اور شاہ غلام سادات جو دہلی کے اہل ذوق وجد مشہور تھے اور مریدوں اور صاحبزادوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے قوالوں کی فرمائش کی، میں نے چشتیت کی روایت سے قوالوں کو طلب کیا۔۔۔

(ملفوظات شاہ عبد العزیز، ص ۱۳۴، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ایک قوال اپنے نومولود کا نام معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا حضرت نے سلام یا سلامت اللہ نام فرمایا پھر اس قوال سے آپ نے

فرمایا کہ: کچھ دہناسری میں سناؤ مدرسہ شریف میں قوال نے کچھ گایا اور پھر دوسرا کلام شروع کیا فرمایا کہ پھر وہی سابق گانا گاؤ کافی دیر بعد پھر قوال نے کوئی اور چیز شروع کی فرمایا کہ وہی خوب تھی اس میں مجاز بہت غالب ہے۔۔۔تھوڑی دیر بعد ایک مرید کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ پہلے میرے سر میں جو درد ہو رہا تھا، گانا سننے سے جاتا رہا اور سر میں جو کپڑا درد کی وجہ سے بندھا ہوا تھا اس کی گرہ کھول دی۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۱۳۳، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی)

حوالے تو بہت ہیں ایک حوالہ دے کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابیت نے اپنی انانیت دکھانے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ ایسی مار پڑے گی کے دارد یو کا راستہ بھی بھول جائے گی۔

شاہ عبدالقدوس گنگوہی اور مزامیر کے ساتھ سماع

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

ہاں شاہ عبدالقدوس گنگوہی نے مزامیر کے جواز میں کئی رسالے لکھے ہیں اور آپ نے مزامیر سے سماع بہت سنا ہے۔(ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ص ۹۲، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ کراچی)

اب وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے فتوؤں کا رخ ادھر بھی کرے اور کچھ صفحات ادھر بھی سیاہ کرے یا اس کو پیسے صرف علماء اہلسنت پر بھونکنے کے ملتے ہیں اور یہ اپنے گھر کا خرچہ چلانے کے لئے علماء اہلسنت پر بھونکنا شروع ہو جاتا ہے۔ہم اس وہابی سے کہتے ہیں کہ ان علماء پر بھی اسی طرح کی گفتگو کرو تا کہ تمہارا انصاف پسند ہونا معلوم ہو لیکن ہم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہابیہ سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ میں راقم الحروف ابو حامد رضوی بھی سماع یا سماع مع مزامیر کا قائل ہے، تو اس سلسلہ میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ میرا موقف وہی ہے جو رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا وامامنا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا ہے۔ باقی یہ اباحت کے اقوال تو میں ان کا صرف اور صرف ناقل ہوں وہابیت دیوبندیت کا بیڑا غرق کرنے کے لئے۔ میں نے یہ اقوال بامر مجبوری نقل کئے ہیں اور ان اکابرین کے نقل کئے ہیں جن کو وہابیت بھی اپنا مسلم امام مانتی ہے اور اس وجہ سے نقل کیے ہیں تا کہ وہابیت کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے جو آئے دن اہلسنت پر اس وجہ سے بھونکتی ہی رہتی ہے۔یعنی یہاں ایک خاص پیرائے میں گفتگو ہو رہی ہے اور اس گفتگو کا مخاطب بھی خاص ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔

میری قارئین سے التجاء ہے کہ وہ اپنے آپ کو سماع مع مزامیر بلکہ مزامیر کے علاوہ سماع سے بھی بچائیں لیکن اگر اکابرین اہلسنت میں سے کوئی دلائل کی وجہ سے سنتا ہے تو ان پر بھی زبان طعن دراز نہ کریں۔

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی دیوبندی احمدی ساجد خان لکھتا ہے: سادات احناف کے ہاں مروجہ قوالیاں کئی حرام چیزوں پر مشتمل ہیں جن کی وجہ سے ان کا سننا اور ان محافل میں شرکت کرنا حرام ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کو چاہیے تھا کہ ان حرام چیزوں کو بیان کرتا تا کہ ان سب کا جائزہ لیا جاتا کہ وہ سادات احناف

اور علماء اہلسنت کے نزدیک متفق علیہ طور پر ناجائز بھی ہیں یا نہیں۔ وہابی اسمعیلی نے اپنی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے مجمل لکھ کر بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی ہے۔

ثانیاً: ہم نے سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف بیان کر دیا ہے وہابی اسمعیلی پہلے ان پر فتوے صادر کرے اور ان کو حرام حرام کی رٹ سنائے پھر ہم سے بات کرے۔ میں یہاں لمبی چوڑی بات بیان کرنے کے بجائے وہابیہ جن کو اپنا مانتے ہیں اور عبدالجبار سلفی نے جس کی کتاب کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے انہی کے حوالے نقل کر دیتا ہوں جس سے وہابیت کے ساتھ ساتھ اس وہابی کے دعوے کا بھی بیڑا غرق ہو جائے گا۔

(۱) قاضی مظہر چکوالی کے باپ مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں:

البتہ جو قوالی اور نعت خوانی مجلس اولیاء واصفیاء میں ہوتی ہے جسمیں خدا اور رسول کی تعریف اور اولیاء وصلحاء کے محاسن اور عشق الہی کے جذبات بڑھانے کے لئے اشعار پڑھے جاتے ہیں یہ ہرگز ممنوع نہیں۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۸، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

مولانا پیر کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ سنی بزرگ ہیں انہوں نے الصوارم الہندیہ کی تصدیق کر کے ان چار وہابیوں اسمعیلیوں کو نام بنام کافر کہا جن کو رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حسام الحرمین میں کافر کہا تھا۔ لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رجوع کر لیا تھا، یہ وہابی اسمعیلی ہو گئے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے اسی وجہ سے ان کے حوالے پیش کئے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو ان کو بریلوی کہہ کر اپنے ان چاروں کے گلے میں کفر کا پھندا مضبوط کرے گا یا پھر اپنی ہی کتاب کا بیڑا غرق کرے گا۔

وہابی اسمعیلی کچھ نہ بھی بکے پھر بھی اس کی کتاب کا بیڑا غرق ہے کیونکہ یہ رسالہ گویا عبدالجبار سلفی کا مصدقہ ہونے کے ساتھ ساتھ بقول اس کے پیر خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ اور صاحبزدہ شاہ محمد غوث (جن کو وہابی عبدالجبار سلفی نے بزرگ تسلیم کیا ہے) کا مصدقہ ہونے کے علاوہ تیس علماء کا مصدقہ ہے۔

وہابی اسمعیلی عبدالجبار سلفی لکھتا ہے:

اس کے علاوہ تیس علماء کرام کے دستخط بھی ہیں جنہوں نے اس رسالہ کی حرف بحرف تصدیق کی، وہ فہرست ''ہدیۃ الاصفیاء'' کے آخری صفحہ پر موجود ہے، یہاں اس کو نقل کرنا باعث طوالت ہے۔ (احوال دبیر، ص ۱۷۳، گوشہ علم لاہور)

وہابی اسمعیلی عبدالجبار سلفی کے اس اقرار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسالہ کسی ایک فرد کا موقف نہیں بلکہ ایک جماعت کا موقف ہے اور خود وہابی اسمعیلی احمدی ابوایوب کے اصول سے ہر ایک تصدیق کرنے والے پر ذمہ داری آتی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو بھی فتوے لگانے ہیں ان تیس+ پر لگائے اور ناموں کی فہرست بھی کیونکہ اسی رسالہ کے آخر میں موجود ہے اس میں سے ہر ایک کا نام دیکھ دیکھ کر الگ الگ فتوے لگائے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اب وہابی اسمعیلی ادھر ادھر منہ مارنے اور ان پر فتوے لگانے کے بجائے پیر کرم الدین صاحب اور ان کے مصدقین پر ہی ایک دو فتوے جھاڑ دے پھر دیکھنا وہابیت اسمعیلیت میں ہی اس کی کیسی رسوائی ہوتی ہے۔

چکوالی کے باپ مولانا کرم الدین صاحب مزید لکھتے ہیں:

سو واضح ہو کہ کتب فقہ اور اقوال وافعال صحابہ و تابعین وغیرہم سے ثابت ہے کہ خاص حالات میں خاص اغراض سے مجالس صلحاء میں بعض مزامیر استعمال کئے جاتے رہے ہیں دف کا بجانا حضور علیہ السلام کے روبرو نذر ماننے والی عورت سے جس نے نذر مانی تھی کہ

میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سر پر دف بجاؤں گی اور حضور نے اجازت فرمائی تھی۔ حدیث سے ثابت ہے ایسا ہی اعلنوا بالدف والی حدیث سے بھی اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانا جائز ہے۔ (کما سیاتی) ایسا ہی دیگر بعض مزامیر کا سننا بھی بعض صحابہ کبار اور علماء نامدار سے ثابت ہے پھر اس عبارت سے سوائے اس کے کیا مراد ہو سکتی ہے کہ یہ سب چیزیں جب بطور لہولعب ہوں (جیسا کہ الذی یلعب بها الترك) میں صریح اشارہ ہے) یا مجلس فساق میں فحش گیتوں کے وقت استعمال کئے جائیں حرام ہیں اس کے ہم بھی قائل ہیں اور فقہاء نے بھی اس کی ممانعت بیان کی ہے۔ (هدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۲، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

وہابی اسمٰعیلی کی غیرت کے ساتھ ساتھ اس کے دعوی کو بھی مٹی میں ملانے کے لئے یہی اقتباس کافی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ہمیں بھانڈ بھانڈ سنانے کے بجائے ادھر بھی کچھ لب کشائی کرے اور بقول اپنے ہمارا رد کرنے یا بھانڈوں کا رد کرنے کے بجائے قاضی مظہر کے والد کا رد کرے تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ اس کو اپنے ہی گھر سے کتنے جوتے پڑتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ عبدالجبار سلفی پر بھی چار حرف کہے جو اس رسالے کی دب کر تائید کرتا اور علماء کے لئے اس کو ایک قیمتی تحفہ قرار دیتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

بطور دلالۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ولیمہ، عقیقہ، ختنہ، عرس بزرگان دین، تلاوت وختم قرآن پر اور تولد فرزند کی خوشی میں بھی گانا بجانا مباح ہے۔ (هدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۵، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

وہابی اسمٰعیلی یہاں بھی گانے کا وہی معنی لے جو اس نے ہمارے علماء کی عبارات میں لے کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور ایسے ہی گانے کے مباح ہونے کا فتوی بھی صادر کرے۔

مزید لکھتے ہیں:

اس بارہ میں قول فیصل یہ ہے کہ بحکم الاصل فی الاشیاء الاباحۃ غناء اور مزامیر میں ذاتی طور پر کوئی حرمت نہیں بلکہ اباحت ہے ہاں عوارض ذمیمہ کی وجہ سے حرام ہو سکتے ہیں اگر ایسے عوارض نہ ہوں تو مباح ہے۔ روایات حرمت وحلت میں تطبیق اس طور پر ہو سکتی ہے کہ جن روایات مں حرمت کا فتوی دیا گیا ہے، وہ عوارض ذمیمہ کی وجہ سے ہے، اور ایسے عوارض سے معری ہو اس کی اباحت میں کلام نہیں ہے۔ عوارض ذمیمہ یہ ہیں گندے اشعار مجلس فساق میں گائے جائیں یا یہ گانا بجانا بطور لہولعب ہو اور اس سے سامعین ذکر اللہ یا قرأۃ قرآن یا نفل ونماز سے غافل ہو جائیں، اور اگر یہ باتیں نہ ہوں بلکہ اشعار حمد الہی اور نعت رسول اور اقوال وافعال اولیاء سے متعلق ہوں اور سامعین صلحاء عشق الہی سے مخمور ہوں اور ہر ایک کا خیال نیک ہو یا وعظ وتذکیر کے طور پر اشعار عبرت انگیز خوش آوازی اور غناء سے پڑھے جائیں تو یہ جائز اور مستحسن ہے۔ (هدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۵، ۱۶، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

قاضی مظہر چکوالی کے والد نے بات ہی ختم کر کے اس پر مہر لگا دی اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کو بھی غرق کر دیا چکوالی کے والد مولانا کرم الدین صاحب تو کہتے ہیں کہ مزامیر اور غنا میں ذاتی طور پر حرمت نہیں بلکہ اصل حکم کے اعتبار سے غنا ومزامیر مباح یعنی اچھی نیت کے ساتھ باعث ثواب ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی اپنے تمام اساتذہ کو لے کر ان کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ آلات مزامیر میں سے دے کر اچھی اچھی نیت کر کے ثواب کمائیں، لیکن دوسروں پر ایسے اختلافی مسئلہ کو لے کر بکواس کرنے سے باز آئیں۔

مزید لکھتے ہیں:

عباراتِ بالا سے ثابت ہوا کہ مزامیر کی حرمت بھی بذاتہ نہیں بلکہ عارضی ہے جو برے عوارض سے لاحق ہوتی ہے ورنہ دف ڈھول

وغیرہ سب ایسے عوارض کے نہ ہونے پر مباح ہو جاتے ہیں۔محدث دہلوی نے اس مسئلہ کی تشریح مدارج النبوۃ میں کی ہے کہ اباحت سماع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء، صلحاء محدثین اور فضلائے دین متقی اہل زہد سے منقول ہے جو بطور حکایات روایات کتابوں میں مذکور ہے۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۷، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

اب ہم پیر ظہور صاحب سے پوچھتے ہیں کہ یہ سب بزرگان دین جن میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، اولیاء، اصفیاء وغیرہم داخل ہیں اباحت غناء کے قائل ہیں تو پھر آپ ان کی نسبت بھی وہی الفاظ استعمال کریں گے۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۹، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

اب ہم بھی وہابی سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس نے وہابی غیرت میں آ کر اہلسنت پر جو فتوے داغے ہیں وہ ان سب اکابرین پر بھی داغے گا اور یہاں بھی وہ غیرت دیکھائے گا، اگر نہیں تو کیوں؟

مزید لکھتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ دف اور طبل بجانے کی اباحت کے خاص مواقع پر اجازت ہے باقی مزامیر، سارنگی، ہارمونیم کے سننے کی دلیل نہیں ہو سکتی تو ہم کہیں گے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان، عمر بن عاص حسان بن ثابت، رضی اللہ عنھم سے منقول ہے یہ لوگ بربط سنا کرتے تھے۔ ایسا ہی عبدالرحمن بن حسان، خارجہ بن زید جو مشہور فقہائے مدینہ سے ہیں ان سے بھی سماع منقول ہے اور استاذ منصور نے زہری، سعید بن مسیب، عطا بن ابی رباح اور شعبی، اور عبد اللہ بن عتیق اور اکثر فقہاء سے بربط کا سماع نقل کیا ہے۔ حنبلی نے عبدالعزیز بن ماحشون سے نقل کیا ہے کہ وہ عود (سارنگی یا طنبور) کے سننے کی اجازت دیتے تھے۔ ابراہیم بن سعد ایک دن رشید کے پاس وارد ہوئے اور عود طلب کی رشید نے پوچھا کہ عود مزمر (سارنگی) یا عود مجمر (خوشبو ناک لکڑی) ابراہیم نے کہا کہ عود مزمر (سارنگی) رشید نے عود حاضر کر دی جو خوب بجائی گئی اور غناء و عود کے جواز کا فتوی بھی دیا گیا، تو جب بربط اور عود کی اباحت ثابت ہوگئی تو ہارمونیم وغیرہ سرور کے سازوں کا جواز بھی ثابت ہو گیا مگر یہ یاد رہے کہ ان مزامیر اور غناء کے سماع کی ہر کس و ناکس کو اجازت نہیں ہے بلکہ عوام کو خاص مواقع پر اور خواص کو خاص مجلس میں ان کے سننے کی اجازت ہے جب کہ اشعار توحید الہی اور مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوں۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۹، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

قاضی مظہر چکوالی کے والد پیر کرم الدین دبیر نے ہارمونیم کے جواز کا بھی فتوے دے دیا ہے اب پیچھے بچا ہی کیا جس کا جواب وہابی اسمعیلی ہم سے لینا چاہتا ہے۔ اب بس اسی انتظار میں ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان پیر کرم الدین دبیر صاحب پر کب فتوے لگاتا ہے یا پھر ان کو بریلوی کہہ کر یہاں سے جان چھڑانے کے بعد اپنے اکابرین کے گلے میں کفر کے پھندے ڈال کر ان کو مزید لٹکاتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

صرف ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر دربار گولڑہ شریف جانے کا اتفاق ہوا وہاں کی قوالی میں ایک خاص لطف یہ دیکھا کہ ایک قوال جس کا نام مجھے یاد نہیں اور جس کو واعظ قوال کہا جاتا ہے مست سریلی آواز سے مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کے اشعار اور از یں قبیل دیگر علمی غزلیات وغیرہ نہایت صحت الفاظی سے پڑھ کر مجلس کو محو حیرت کر دیتا ہے۔ جس کی داد حاضرین مجلس نقود اور دراہم کے ذریعے دیتے ہیں گویا روپوں کا مینہ برس رہا ہے۔۔۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۲۲، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

(۷) وہابی عبدالجبار سلفی ''مولانا دبیر محفل سماع میں'' کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

مولانا کرم دین دبیر اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ: ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر دربار گولڑہ شریف جانے کا اتفاق ہوا وہاں کی قوالی میں ایک خاص لطف یہ تھا۔۔۔ (احوال دبیر، ص ۱۶۹، ناشر گوشہ علم لاہور)

مزید مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں:

اس تمام تحقیق اور مدلل بحث جو اوپر کی گئی ہے نتیجہ یہ ہے کہ قوالی اور نعت خوانی جو اعراس بزرگان پر ہوتی ہے بلاشبہ جائز ہے۔ بڑے بڑے اولیاء کرام نے جو اسلام کا روح رواں ہو گذرے ہیں اور موجودہ ہیں۔ سماع کو جائز ہی نہیں بلکہ روحانی غذا تصور فرما کر اس کو اپنا معمول بنایا اور قرآن وحدیث اور کتب فقہ وتصوف اس کے جواز پر شاہد ہیں۔

(ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۲۴، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

واہ واہ! حرام حرام اور صرف حرام کا فتوی دینے والوں کو چاہیے کہ پیر صاحب پر بھی فتوی صادر کریں جو قوالی کا قرآن وحدیث اور کتب فقہ وتصوف سے جواز فراہم کر رہے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان کی علمی اوقات

پیر کرم الدین دبیر وہابی اسمٰعیلی کی علمی اوقات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسالۂ ھذا میں ایک باریک بحث ہے جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ صوفیہ کرام اہل ذوق وحال خاص حالات اور خاص مجالس میں سماع، قوالی ونعت خانی کے سننے کے مجاز ہیں کہ ان میں تعریف خدا، مدح رسول اور بزرگان دین کے مناقب ومحاسن کا بیان ہو یا ایسی پاکیزہ غزلیات ہوں جن میں عشق حقیقی کی جھلک پائی جائے۔ **ایسے سماع کو حرام کہنے والا مسائل شرع سے قطع ناواقف اور لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے والا عالم نما جاہل ہو سکتا ہے اور بس۔** (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۲۵، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

قارئین! ہم ماقبل کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ مسئلہ اختلافی ہے اور ہر طرح کے فتوے موجود ہیں اور ان فتوؤں کے درمیان تطبیق بھی موجود ہے اور ہر دو فریق مخلص ہیں لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ کا زاغ معروفہ حلال اور کھانا ثواب ہے لہٰذا ان کی ٹوکری سے حرام حرام صرف حرام کے ہی فتوے صادر ہوتے ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان قاضی مظہر چکوالی کے والد مولانا کرم الدین دبیر کے اس فتوی سے اپنی ہی اوقات دیکھ لے اور ہماری نہیں ان ہی کی مان لے۔

(۲) وہابی عطاء اللہ شاہ بخاری اپنی قوالی کی داستان سناتے ہوئے کہتا ہے:

کبھی کبھی قوالی بھی ہوتی جس میں اختر علی خان گھڑا بجاتے، صوفی اقبال تالی بجا کر تان دیتے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری غزل گاتے مولانا سعید احمد شیخ مجلس بن کر بیٹھتے اور مولانا داؤد غزنوی اور عبدالعزیز انصاری حال کھیلتے۔۔۔ لیکن بعض اوقات قوالی میں اتنا غلغلہ اور ولولہ ہوتا کہ دوسرے دن ہمارے ہمسائے یعنی پھانسی کی کوٹھڑیوں والے قیدی سپریڈنٹ جیل سے شکایت کرتے کہ ''حضور ہمیں یہاں سے کہیں اور بھیج دیجئے یہ مولبی لوگ ہمیں ساری رات سونے نہیں دیتے۔

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار، ص ۸۲، مطبوعات چٹان لاہور)

ہم یہاں حقوق العباد اور دوسرے قیدیوں کو قوالی کی وجہ سے ساری رات سونے نہ دینے پر کلام نہیں کرتے کیونکہ یہ وہابی ہیں اور ان کو ۱۴ خون معاف ہیں اگر کوئی سنی حنفی ایسا کرتا تو وہابی کیسے آسمان سر پر اٹھاتے یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ ہاں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان

سے یہ ضرور پوچھتے ہیں کہ گھڑا بجانا پھر تالی کی تان دینا کیا جائز ہے؟ مجھے معلوم ہے کہ تم لایعنی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں کرو گے چلو اپنے آباء کی یہی قوالی جس میں وہ دوسروں کو سونے نہیں دیتے تھے کم از کم پانچ معتبر و مستند حنفی فقہاء سے ہی ثابت کر دو تا کہ تمہارے ان جاہل اکابرین کا یہ عمل سادات احناف کے فتوؤں کے مطابق ہو جائے۔ اب دیکھیے گا کہ دوسروں کو سادات احناف کی رٹ سنانے والا کیسے اپنے آباء کی ان حرکتوں کو سادات احناف سے ثابت کرتا ہے اگر ثابت نہ کر سکا تو سمجھ جایئے گا کہ یہ کتنا سادات احناف اور مشائخ ہند کو ثالث مانتا ہے اور ان کے فتوے سے اپنے کس کس باپ کو حنفیت سے خارج کرتا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کی حقیقت تو آپ دیکھ چکے کہ کیسے وہ اپنے دعوے میں ہی مات کھا چکا ہے۔ اب اس کے دلائل بھی دیکھ لیجئے تا کہ آپ کو بھی معلوم ہو کہ اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دلائل کے نام پر کیا کیا گل کھلائے ہیں اس نے ہمیں حنفیت سے خارج کیا ہے یا پھر اس کے فتوؤں سے اس کے آباء کے ساتھ ساتھ وہی حنفیت سے خارج ہوئے جن کو اس نے ثالث بنایا تھا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت اور وہابی اسمعیلی کی جہالت

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے علامہ شامی کے اتنی لمبی عبارت جہالت، چالاکی اور دھوکہ دہی کے لئے نقل کی ہے۔ ویسے وہابی اسمعیلی عجیب خبط کا شکار ہے جس کو یہ ہی معلوم نہیں کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کس کی اور کون سی دینی ہے۔ وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان نے علامہ شامی کی جو عبارت بیان کی ہے اسی میں ہی جواز سماع اور اس کی شرائط موجود ہیں بجائے یہ کہ ہم فتاوی شامی سے نقل کریں وہابی کی کتاب سے ہی آپ کو بتا دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: اور اگر غنا یعنی قوالیوں کا سماع ہو تو بالا جماع حرام ہے اور صوفیا میں سے جنہوں نے اس کو مباح قرار دیا ہے تو وہ سماع ہے جو لہو سے خالی ہو تقویٰ کے ساتھ مزین ہو۔ اور اس کو اس کی ایسی ضرورت ہو جیسے مریض کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی چھ شرائط ہیں۔ (۱) کوئی خوبصورت لونڈا نہ ہو، (۲) سارے ایک نظریہ کے ہوں یعنی صوفی ہوں، (۳) ان کی نیت خالص اللہ کی رضا ہو، (۴) کھانے پینے اور پیسے بٹورنے کی نیت نہ ہو، (۵) اپنے وجد کا اظہار نہ کرے مگر صدق کے ساتھ یعنی سچا وجد کر رہے ہوں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ کسی اور کی عبارت نہیں بلکہ علامہ شامی کی عبارت ہے اور نقل بھی وہابی اسمعیلی نے کی ہے۔ اس میں واضح طور پر سماع کے جواز کا لکھا ہے لیکن وہابی اسمعیلی اندھا ہو کر یا جہل ہو کر عبارات نقل کرتا ہے کہ اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس عبارت میں دلیل اس کے دعوے کی ہے یا مخالف کے دعوے کی ہے۔ باقی علامہ شامی کا یہ کہنا **"حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سماع کی رخصت نہیں"** تو یہ بھی سماع ناجائز پر ہی محمول ہے۔ اگر وہابی اسمعیلی نہیں مانتا تو ان علماء پر بھی فتویٰ صادر کرے جنہوں نے سماع کی اجازت دی ہے بالخصوص وہابی اسمعیلی قاضی مظہر چکوالی کے والد پیر کرم الدین دبیر پر کہ انہوں نے پورا رسالہ ہی اس کے جواز اور مخالفت کے جواب میں لکھا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کو تو مشورے دیتا ہے لیکن اپنے گھر کے مشوروں سے جاہل ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ جن کو وہابی اسمعیلی بدعتی، اور بدعات مخترعہ کی تائید کرنے والا بھی کہتے ہیں ان ہی کے حوالے سے **وہابی حکیم الامت اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:**

غرض مزامیر کے ساتھ سماع کو قریب قریب سب صوفیہ نے حرام کہا ہے۔ البتہ بعض نے اس کی اجازت دی ہے اور علامہ شامی نے ان پر سے اعتراض کو اس طرح رفع کیا ہے کہ فقہاء نے تین وقتوں میں طبل بجانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ امرا کے یہاں تین مختلف اوقات میں نوبت بجتی ہے۔ اور حکمت بیان کی گئی ہے کہ اس نفحات ثلثہ کی تذکیر ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ جب تذکیر نفحات کے لئے طبل کی اجازت ہے تو جو حضرات صوفیہ اس قسم کے مصالح سے آلات کی اجازت دیتے ہیں ان پر بھی اعتراض نہ کرنا چاہئے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کسی صاحب سماع کی نظر سے یہ عبارت گزر جائے تو وہ آسمان سر پر اٹھالے۔ اور اس کو قوالی کی سند بنالے مگر یہ علامہ شامی کی رائے ہے اور وہ بھی عمل کے لئے نہیں۔ صرف دفع اعتراض کے لئے۔ اسی وجہ سے مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی علامہ شامی کے معتقد نہ تھے وہ ان کو بدعتی کہتے تھے۔۔۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۲۹، ص ۳۰۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اولاً: تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان تمام صوفیہ کے نام بیان کرے جو مزامیر کے ساتھ قوالی کے جواز کے قائل ہیں تا کہ ان کے ساتھ بھی وہابی اسمٰعیلی انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی قسمت پر روئے کہ یہ علامہ شامی کے حوالے سے قوالی مع مزامیر کو ناجائز ثابت کر رہا ہے اور اس کا تھانوی علامہ شامی کی عبارت کو ان کے لئے بطور سند پیش کرنے اور آسمان سر پر اٹھانے کا کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ علامہ شامی کی اس بات کو علامہ شامی کی رائے کہہ رہا ہے اور یہ بھی اقرار کر رہا ہے کہ جب صوفیہ پر اعتراض ہوگا تو جواب اس طرح دیا جائے گا اور آگے جو بات کی ہے وہ وہابیہ ہی کا خاصہ ہے کہ ہر کسی کو بدعتی بدعتی کہتے ہیں پہلے اس کے باپ انور شاہ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کو بدعات مخترعہ کی تائید کرنے والا ثابت کیا ہے اور یہاں تھانوی نے اپنے پیٹ کی آگ علامہ شامی کو بدعتی لکھ کر ٹھنڈی کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ علامہ شامی کو تو قاری عبدالرحمن نے بدعتی کہا ہے تو اس کا جواب اسی کے گھر میں وہ بھی بہترین موجود ہے۔ پہلے وہ اس کا اقرار کرے اور ثبوت بھی دے کہ قاری عبدالرحمن نے یہ بات کہاں لکھی ہے پھر اس کی ذلت ورسوائی کا سامان ہم اسی کے گھر سے اور اسی کے اکابرین سے ایسا کریں گے کہ مرتے دم تک نہیں بھولے گا۔

ثالثاً: اگر علامہ شامی کی یہ رائے دفع اعتراض کے لئے ہے عمل کے لئے نہیں تو علامہ شامی بدعتی کیوں؟ تھانوی کا علامہ شامی کا یہ موقف ذکر کرنا اور اس پر قاری عبدالرحمن کا قول بطور دلیل بیان کرنا تو یہ ثابت کر رہا ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک یہی مذہب مختار ہے ورنہ محض اعتراض کا جواب دینے کے لئے کسی قول کو بیان کرنے سے بدعتی کا فتویٰ کیسے لگ سکتا ہے؟ کیا وہابی اسمٰعیلی قوم کی عقل نہیں ہے؟ ہمارے نزدیک تو یہی ہے کہ یہ ایک بے عقل قوم ہے جس کو کچھ آتا جاتا نہیں ہے ایک ادھر کی مارتا ہے تو ایک ادھر کی اور اسی سے ہی ان کا مذہب چل رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تلاوت قرآن وذکر کرتے وقت آواز بلند کرنے کی کراہت مذکور ہے پس اس سے واضح ہوا ہمارے زمانے کے جہال صوفیا جو وجد ومحبت الٰہی میں غرق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بنیاد پر جو حرکتیں کرتے ہیں مکروہ وناجائز ہیں اور اس زمانے کے احمق صوفیوں کو منع کیا جائے گا سماع کے وقت آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے جو وہ وجد کے نام پر کرتے ہیں اس لیے کہ یہ سب کچھ تو دین میں تلاوت قرآن کے وقت بھی مکروہ ہے تو اس سماع کے وقت کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۱، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی بھی عجیب احمق ہے بس عبارات پہ عبارات نقل کئے جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ صفحات سیاہ ہوں، اس سے اس کو کوئی غرض نہیں کہ مدمقابل اس کا قائل ہے بھی یا نہیں۔

اولاً: ہم نے یہ کب کہا ہے کہ تمام ہی علماء احناف وسادات حنفیہ سماع کے قائل ہیں، اور یہ ہم کہہ ہی کس طرح سکتے ہیں جبکہ آج کے علماء بھی اس میں مختلف فیہ ہیں اور ہم ماقبل میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں لہٰذا اگر یہ عبارت بالفرض ناجائز والوں کی دلیل ہے تو اس سے جواز والوں کو کیا نقصان؟

ثانیاً: علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ جہال اور احمق لوگوں کو تنبیہ کر رہے ہیں اور ان کا حال بیان کر رہے ہیں اور یہ جاہل بلکہ احمق ان عبارات کو لے کر ہمارے ان بعض علماء کو بدنام کر رہا ہے جو سماع کے قائل ہیں۔ ہم برملا کہتے ہیں کہ جہلاء کی قوالیوں سے ہمارا یا ہمارے ان بعض علماء کا جو جواز کے قائل ہیں کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ وہ قوالی جس میں علماء موجود ہوں اللہ کی حمد اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں نعت شریف پڑھی جائے ہمارے یہ بعض علماء بھی ایسی قوالی کے قائل ہیں لہٰذا علامہ ابن نجیم کی عبارت کا تعلق اس قوالی سے ہے ہی نہیں اگر وہابی اپنے قول میں سچا ہے کہ اس میں وہی قوالی مراد ہے جس کے ہمارے بعض علماء قائل ہیں تو بعینہ یہی الفاظ ہمارے ان بعض علماء کی کتب سے دیکھا دے جو قوالی کے جواز کے قائل ہیں۔ ورنہ ڈوبنے کے لئے کوئی تو۔۔۔ تلاش کرے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ۳، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان شرائط میں سے اکثر آج کے سماع سننے والوں میں مفقود ہیں بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو اس وقت عام ہے اور اس قسم کا اجتماع جو آج کل مروج ہے کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضر اور تربیت باطنی کے بالکل منافی ہے ایسے سماع سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے۔ (مکتوبات ج ۲۔ص ۶۲۷، دفتر حصہ پنجم مکتوب ۲۸۵) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۲، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان نے ابتدائے کتاب سے اپنے اکابرین سے جوڑ توڑ والا کھیل سیکھ کر اس پر عمل کرنا شروع کیا ہے اور ابھی تک اسی میں لگا ہوا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو پر عمل کرنا ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا یہ مکتوب مکمل بیان کر دے تاکہ قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مطلق سماع کو جائز کہہ رہے ہیں یا کچھ لوگوں کو اس کی اجازت بھی دے رہے ہیں۔ میں اسی مکتوب سے اسی مقام سے ایک عبارت نقل کر دیتا ہوں جو کہ وہابی اسمٰعیلی کی وہابیت و اسمٰعیلیت کو ظاہر کر دے گی۔

چنانچہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ سماع متوسطین کے سالکوں کے لئے مفید ہے اور ایک قسم کے منتہیوں کے لئے بھی نافع ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔۔۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی مترجم وہابی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۸۵، ص ۳۵۵، ادارہ مجددیہ کراچی)

مکتوبات کی یہ عبارت کس طرف رہنمائی کر رہی ہے سب جان گئے ہوں گے بہرحال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مکمل مکتوب نقل کر دے تاکہ قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں۔

ثانیاً: اگر بالفرض مکتوبات کی اس عبارت سے سماع کے ناجائز ہونے کو مان بھی لیا جائے تو بھی یہ ان علماء پر حجت کیسے ہو سکتی ہے جو جواز کے قائل ہیں کیونکہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ان کے پاس بھی سادات احناف ہی کے دلائل ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا صریح جھوٹ

وہابی اسمعیلی صریح جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:

مگر آج اہل بدعت کی شاید ہی کوئی محفل ہو کسی مزار کا کوئی عرس ہو جو ان خرافات سے خالی ہو۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۸۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان اپنے جاہل باپ گنگوہی کی طرح ہو چکا ہے اسی لئے سب کو اپنی طرح سمجھ کر کچھ بھی لکھ دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ کسی کو نظر تھوڑی آنا ہے۔ یہ جاہل آخرت کو تو بھلا چکا دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کو بھول گیا ہے دنیا جانتی ہے کہ اہلسنت کے ہاں ہزار ہا محافل ہوتی ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی قوالی نہیں ہوتی اور کئی عرس ہوتے ہیں جہاں قوالی کا نام بھی نہیں ہوتا لیکن یہ جاہل اندھا اسمعیلی کہتا ہے کہ ''اہل سنت کی کوئی بھی محفل قوالی سے خالی نہیں ہوتی'' کیا یہ سچ ہوسکتا ہے یا کوئی بھی اکھیاراااس کو سچ کہہ سکتا ہے، ہاں بعض اعراس میں قوالی ہوتی ہے اور بعض دیگر محافل میں جو اقل قلیل ہیں ان میں بھی قوالی ہوتی ہے اس کو کل کہنا یہ وہابی کا وہ جھوٹ ہے جس پر ہر آنکھ والا گواہ ہے۔

وہابی اسمعیلی کا ایک اور جھوٹ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہم تو قوالی کے قائل نہیں یہ تو جہلاء کرتے ہیں تو جناب ملاحظہ فرمائیں اپنے گھر کے حوالے کیا یہ بھی جہلاء ہیں؟ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اہل سنت کو اہل بدعت کہنا یہ وہابیہ گلابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کی پرانی عادت ہے جس کے ہاتھوں یہ اسمعیلی احمدی بھی مجبور ہے باقی بعض نہیں بلکہ اکثر اہل سنت یہی کہتے ہیں کہ ہم قوالی کے قائل نہیں لیکن اسکے باوجود کوئی بھی سنی علماء کی قوالی کی محافل کو جہالت نہیں کہتا بلکہ جو جہلاء کرتے ہیں اس کو جہالت کہتے ہیں، یہ وہابی کا صریح جھوٹ ہے کہ علماء کی قوالی کے بارے میں کوئی بھی سنی یہ کہے کہ یہ جہلاء کرتے ہیں، اگر وہابی اسمعیلی میں کوئی قطرہ حیاء کا ہے تو ثبوت پیش کرے۔

علمائے اہلسنت پر وہابی کی بکواسات کا جواب

قارئین: ہماری ماقبل کی بحث سے جان گئے ہوں گے کہ قوالی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور سادات احناف ہی میں یہ اختلافی مسئلہ ہے کئی فقہائے احناف منع کرتے ہیں اور بعض اس کی اجازت بھی دیتے ہیں جیسا کہ حوالے ہم ماقبل بیان کر چکے، ہمارے وہ علماء جو قوالی کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے بھی احادیث اور دیگر اکابرین کے حوالے سے ہی اس کے جواز کو ثابت کیا ہے لیکن وہابی اسمعیلی بات کا بتنگڑ بنانے کا اپنے اکابرین کی طرح عادی ہے اور کانٹ چھانٹ میں تو اس کے اکابرین بھی اس پر رشک کرتے ہوں گے لہٰذا یہی کرتب کر کے اس نے عوام کو جو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

مولانا ولی صاحب کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ایک بریلوی ولی صاحب فرماتے ہیں: سماع کے متعلق فرمایا میاں میں تو چشتی ہوں میرے کان

میں تو ہر وقت ڈھولک کی آواز آتی ہے، (فتح محمد ۱۲۲) اس کتاب کا مقدمہ مفتی منیب الرحمن کے مدرسے دار العلوم نعیمہ کے ناظم تعلیمات مولوی جمیل احمد نعیمی نے لکھا اور اس کتاب کی مکمل تائید وتوثیق کی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: ہمارے پاس یہ کتاب نہیں کہ وہابی اسمعیلی نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا سیاق وسباق دیکھ کر کچھ کہا جائے۔

ثانیاً: اگر سیاق وسباق وہی ہو جو وہابی اسمعیلی نے بیان کیا ہے تو بھی اس میں کیا بات ہے جب ان کے نزدیک قوالی جائز ہے، باقی ڈھولک کی آواز سننا تو یہ وہابی اسمعیلی کے باپ قاضی مظہر چکوالی کے والد مولانا کرم الدین دبیر لکھ گئے ہیں کہ جائز ہے۔

چکوالی کے باپ پیر صاحب لکھتے ہیں:

توجب بربط اور عود کی اباحت ثابت ہوگئی تو ہار مونیم وغیرہ سرور کے سازوں کا جواز بھی ثابت ہو گیا مگر یہ یادر ہے کہ ان مزامیر اور غناء کے سماع کی ہر کس وناکس کو اجازت نہیں ہے بلکہ عوام کو خاص مواقع پر اور خواص کو خاص مجلس میں ان کے سننے کی اجازت ہے جب کہ اشعار توحید الہی اور مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوں۔ (ھدیۃ الاصفیاء)

اب وہابی اسمعیلی کسی اور پر اعتراض کرنے کے بجائے پیر کرم الدین پر فتوی لگا دے، پھر ہم اس کو بتائیں گے کہ ہوا کیا ہے اور کس کے ساتھ ہے۔

استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: بریلوی استاذ العلما جو موجودہ دور کے بڑے بڑے بریلوی مولویوں کے استاد ہیں یعنی عطا محمد بندیالوی اس نے خرافاتی قوالی کے جواز پر پورا ایک رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت کے نام سے لکھا ہے اس میں موصوف مروجہ ڈھول ڈھمکا ساز وباجے والی قوالی کے متعلق لکھتے ہیں: یہی مروجہ قوالی ہے جس سے مانعین کو انکار ہے حالانکہ یہ قوالی شعار دین ہے، (قوالی کی شرعی حیثیت ص ۲۸) معاذ اللہ ایک حرام کو ''شعار دین'' کہنا صریح کفر ہے۔ مروجہ قوالیوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا کس کو معلوم نہیں اسے شعار دین سے تعبیر کرنا اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوگی؟ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان جیسے بے غیرت آدمی کو بھی اپنے اکابرین والی غیرت آتی ہے لیکن آتی ادھر ہی ہے باقی کسی اور پر اس کی ساری غیرت بیچ سمندر میں غرق ہو جاتی ہے۔ قارئین: اس وہابی اسمعیلی نے اپنے اکابرین والی جس غیرت کا اظہار کیا ہے اس کو بے غیرتی میں تبدیل ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیں۔

اولاً: مزامیر کے ساتھ قوالی کے جائز ہونے کے قائل صرف استاذ العلماء ہی نہیں بلکہ کئی اکابرین ہیں جن میں سے بعض کے نام ہم نے ذکر کر دیئے ہیں پہلے ان پر فتوی صادر کیا جائے پھر ادھر لب کشائی کی جائے۔

ثانیاً: استاذ العلماء کا یہ استدلال ہمارے نزدیک حضرت کا تفرد ہے۔ اور تفردات وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے اصولوں سے حجت نہیں ہوتے۔

وہابی اسمعیلی عبدالحق خان بشیر لکھتا ہے:

حضرت نانوتوی کی دوسری بات۔۔۔ سے بندیالوی صاحب کو بھی اختلاف ہے اور ہم بھی اسے حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیتے ہوئے اتفاق نہیں کرتے۔ ہم بھی جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق انبیاء کرام کی وفات انقطاع روح عن الجسد سے ہی مانتے ہیں۔ (علمائے دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطا محمد بندیالوی، ص ۹۲، ناشر حق چار یار اکیڈمی گجرات)

جب وہابیہ اسمعیلیہ بزعم خود تفرد کو نہیں مانتے اور جمہور کے مسلک کو مانتے ہیں تو ہم پر استاذ العلماء علیہ الرحمۃ کا وہ موقف جس میں وہ متفرد ہے کس منہ سے اور کیوں پیش کر رہے ہیں۔

وہابی اسمعیلی انور شاہ لکھتا ہے:

اور بندہ کے خیال میں ان کے تفردات کو چھوڑ کر باقی چیزیں معتبر ہیں۔

مزید ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اکابر امت محمدیہ نے کسی بڑے سے بڑے عالم کے بھی تفردات کو قبول نہیں کیا ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۸، ص ۲۵۲، ۲۲۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جب خود وہابیہ اسمعیلیہ تفردات کو معتبر نہیں مانتے اور ان کو قبول نہیں کرتے تو ہم پر تھوپنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔

وہابی مولوی لکھتا ہے:

اور اگر کسی سے لغزش ہوگئی ہو تو جمہور کا قول معتبر ہوگا اور تفرد کے قول کو مأول کہیں گے یا باطل کہیں گے۔ (حکیم الامت، ص ۳۳۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کے قول کو بھی اپنے گھر کے اسی اصول کے مطابق لے لے، اور ہم سے منوانے کے بجائے پہلے خود اپنے گھر کی مان لے۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کی غیرت اب بھی دیکھیے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف میں فرماتے ہیں کہ گانا سننے سے خدا کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔۔۔ (حقوق اسلام معہ رسالہ سماع ومزامیر مترجم، ص ۱۲۱، پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

لیجئے! قاضی صاحب نے یہ عبارت لکھ کر وہابی اسمعیلی کی غیرت کو للکارہ ہے کہ" گانا سننے سے خدا کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے" گانے سننے کو خدا کی رحمت اور برکت کہنا، کیا جائز ہے؟ شعار دین کہنے کو تو اسمعیلی نے صریح کفر کہا، یہاں گانا سننے کو خدا کی رحمت و برکت کہنا کیا صریح کفر نہیں ہے؟ یہاں بھی اپنی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے قاضی صاحب پر کوئی فتویٰ صادر کرے گا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

قاضی صاحب کی ایک اور عبارت بھی دیکھ لیجئے اور وہابی اسمعیلی کی غیرت چیک کیجئے۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں:

مگر جن لوگوں نے اپنے دلوں کو ماسوی اللہ کی خواہش اور محبت سے بالکل پاک کر لیا ہے اور ذات باری جل شانہ کے سوا اور کوئی مقصد ان کا نہیں ہے گانا سننے سے ان کے دلوں میں خدا ہی کے دیدار کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسی کی رضامندی حاصل کرنے اور ناراضی سے بچنے کا خیال جوش میں آتا ہے اس لئے گانا سننا ان کے حق میں عین رحمت اور برکت ہے بلکہ بمنزلہ عبادت کے ہے۔۔

(حقوق اسلام معہ رسالہ سماع ومزامیر مترجم، ص ۱۲۱، پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

قاضی صاحب نے اپنی اس عبارت میں وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی غیرت وحنفیت کی پول کھول دی ہے اور یہاں تک کہہ دیا کہ

’’گانا سننا ان کے حق میں عین رحمت اور برکت ہے بلکہ بمنزلہ عبادت کے ہے‘‘ اب بھی وہابی کی غیرت جوش میں آئے گی اور یہاں بھی گانے سننے کو عبادت کہنے کو صریح کفر کہے گا؟ یا اس کی بے غیرتی والی غیرت ادھر ہی جوش مارتی ہے وہابی اسمعیلی کو کچھ تو شرم کرنی چاہیے اور ایک دو فتوے ادھر بھی داغنے چاہیے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: مزید لکھتے ہیں: صحابہ تابعین تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین نے قوالی مع مزامیر سنی ہے، (قوالی کی شرعی حیثیت ص ۲۷) اس کے علاوہ اس پورے رسالے کا موضوع ہی ساز وآلات کے ساتھ قوالی کے جواز پر ہے اور موصوف کا دعویٰ ہے کہ ایسی سازوں والی قوالی صحابہ تابعین تبع تابعین سے لے کر آئمہ مجتہدین تک نے سنی ہے العیاذ باللہ۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۳، جمیعۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان عقل کو تین طلاقین دے کر فارغ عن العقل تو پہلے ہی ہو چکا تھا پر یہاں اپنا علمی یتیم ہونا بھی تسلیم کر لیا یہ جاہل بلکہ اپنے اکابرین کی طرح اجہل صاحب پڑھتا ہے نہیں اور اپنی جہالت کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہراتا ہے اگر یہ وہابی اسمعیلی جہالت کی پیداوار ساجد خان شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی وہی کتاب پڑھ لیتا جس کے بارے میں **لکھتا ہے:**

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان ناموں کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ (التوفی ۱۰۵۲) نے بھی اسی مواہب کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب مدارج النبوۃ میں جمع کیا اور وہاں بھی اسی ترتیب پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بشر لکھا۔ (مدارج النبوہ ج ۱۔ص ۴۷۳) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۳۳، جمیعۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

تو کبھی بھی اس طرح کی بکواسات نہ کرتا لیکن یہ وہابی جاہل ہی پیدا ہوا جاہل ہی رہا اور ابھی بھی اسی جہالت میں بدمست ہو کر مَناظر کا لقب حاصل کر لیا ہے، کیا معلوم جانتے ہوئے ہی اس نے یہ سب کچھ کہا ہو بہر حال بجائے یہ کہ میں شیخ صاحب کی کتاب سے نقل کروں میں وہابی کے والد سے ہی نقل کر دیتا ہوں۔

قاضی مظہر چکوالی کے والد پیر کرم الدین دبیر صاحب شیخ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

محدث دہلوی نے اس مسئلہ کی تشریح مدارج النبوۃ میں کی ہے کہ اباحت سماع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء، صلحاء محدثین اور فضلائے دین متقی اہل زہد سے منقول ہے جو بطور حکایات روایات کتابوں میں مذکور ہے۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۷، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی وہابی غیرت کا کچھ اظہار ادھر بھی کرے۔

چکوالی کے والد صاحب مزید لکھتے ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان، عمر بن عاص حسان بن ثابت، رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہ لوگ بربط سنا کرتے تھے۔ ایسا ہی عبدالرحمن بن حسان، خارجہ بن زید جو مشہور فقہائے مدینہ سے ہیں ان سے بھی سماع منقول ہے اور استاذ منصور نے زہری، سعید بن مسیب، عطا بن ابی رباح اور شعبی، اور عبداللہ بن عتیق اور اکثر فقہاء سے بربط کا سماع نقل کیا ہے۔ حنبلی نے عبدالعزیز بن ماحشون سے نقل کیا ہے کہ وہ عود (سارنگی یا طنبور) کے سننے کی اجازت دیتے تھے۔ ابراہیم بن سعد ایک دن رشید کے پاس وارد ہوئے اور عود طلب کی رشید نے پوچھا کہ عود مزمر (سارنگی) یا عود مجمر (خوشبوناک لکڑی) ابراہیم نے کہا کہ عود مزمر (سارنگی) رشید نے عود حاضر کر دی جو خوب بجائی گئی اور غناء وعود کے جواز کا فتویٰ بھی دیا گیا، تو جب

بربط اور عود کی اباحت ثابت ہوگئی تو ہارمونیم وغیرہ سرور کے سازوں کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۹، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

اب وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان شیخ صاحب اور مولانا کرم الدین صاحب پر بھی دو چار باتیں کرے اور یہاں بھی العیاذ باللہ کی صدائیں بلند کرے جو صحابہ و تابعین وغیرہم کے نام لکھ کر بتا رہے ہیں کہ وہ بربط سنا کرتے تھے اور اسی سے استدلال کرتے ہوئے وہابی اسمٰعیلی کے باپ کا والد ہارمونیم وغیرہ کو بھی جائز بتلا رہے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی کی زبان یہاں نہیں کھلے گی کیوں؟ ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و قد روی الغناء و سماعه عن جماعة من الصحابة و من التابعين رضی الله عنهم اجمعين فنذ كر ذلك مجملا ثم نفصله فنقول روی ذلك عن عمر ابن الخطاب و عثمان ابن عفان و ابی عبيدة ابن الجراح و سعد ابن ابی وقاص و ابی سعيد عقبة ابن عمرو الانصاری و بلال و عبد الله بن الارقم و اسامة ابن زيد و عبد الرحمن بن عوف و حمزه بن عبد المطلب و عبد الله بن عمر و البراء بن مالك و قرطة بن كعب و معاوية بن ابی سفيان وخوات ابن جبير و المغيرة بن شعبة رضی الله عنهم اجمعين و من التابعين سعيد بن المسيب و عبد الرحمن بن حسان و شريح القاضی و عامر الشعبی وعبد الله بن محمد بن ابی عتيق و عطاء ابن ابی رباح و عمر ابن عبد العزيز و من غير التابعين عبد الملك بن جريج و محمد بن علی و ابراهيم بن سعد بن ابراهيم الزهری و نقلوه عن ابی حنيفة و مالك و الشافعی و احمد و سفيان بن عيينة و ابی بكر احمد ابن موسى بن مجاهد شيخ القرافی و الحاكم ابی عبد الله بن الربيع.....

اور تحقیق غنا (قوالیاں بقول ساجد خان از ناقل) وسماع صحابہ و تابعین کی جماعت سے مروی ہے تو ہم اس کو پہلے مجملا پھر تفصیلا بیان کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ غناء وسماع حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت عثمان ابن عفان، حضرت ابی عبیدہ ابن الجراح، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت ابی سعید عقبۃ ابن عمرو الانصاری، حضرت بلال، حضرت عبداللہ بن الارقم، حضرت اسامۃ ابن زید، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت البراء بن مالک، حضرت قرطۃ بن کعب، حضرت معاویۃ بن ابی سفیان، حضرت خوات ابن جبیر، حضرت المغیر ۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب، حضرت عبدالرحمن بن حسان، حضرت شریح القاضی، حضرت عامر الشعبی، حضرت عبداللہ بن محمد بن ابی عتیق، حضرت عطاء ابن ابی رباح، حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمھم اللہ تعالیٰ اور تابعین کے علاوہ حضرت عبدالملک بن جریج، حضرت محمد بن علی، حضرت ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزھری سے مروی ہے واسی طرح امام اعظم ابی حنیفۃ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد، حضرت سفیان بن عیینۃ، حضرت ابی بکر احمد ابن موسیٰ بن مجاہد شیخ القرافی، حضرت امام الحاکم ابی عبداللہ بن الربیع رضی اللہ عنھم سے بھی مروی ہے۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات عربی، ص ۴۶، ۴۷، اردو، ص ۱۲۴، دار البیان)

نوٹ: غناء کا ترجمہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے قوالیوں سے کیا ہے اسی لئے ہم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

پیر کرم الدین صاحب کا اپنا موقف بھی دیکھ لیجئے چنانچہ لکھتے ہیں:

اب ہم پیر ظہور صاحب سے پوچھتے ہیں کہ یہ سب بزرگان دین جن میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، اولیاء،

اصفیاء وغیرہم داخل ہیں اباحت غناء (قوالیاں بقول اسمعیلی ساجد از ناقل) کے قائل ہیں تو پھر آپ ان کی نسبت بھی وہی الفاظ استعمال کریں گے۔۔۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۹، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

قارئین! علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کی بات کا ثبوت ہم نے علامہ عبدالغنی نابلسی اور دیگر اکابرین امت اور خود وہابی اسمعیلی کے باپ قاضی مظہر کے والد پیر کرم الدین دبیر صاحب سے پیش کر دیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنی بے غیرتی والی غیرت کا کچھ رخ ادھر بھی کرے اور سادات احناف اور ان کے فتوی کا کچھ ادھر بھی سنائے، یاد رہے علامہ نابلسی کا مقام وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک کیا ہے وہ ہم ماقبل دار دیو کے مفتی وتھانوی سے بیان کر چکے ہیں۔ اور پیر کرم الدین دبیر کا مقام ہم اس وقت بتائیں گے جب یہ ان پر فتوے صادر کرے گا۔

قارئین! اب وہابی اسمعیلی کے پاس سوائے لایعنی اور بیہودہ تاویلات کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ نے اس کو جہالت میں پی ایچ ڈی کروا کر اہلسنت پر اسی لئے مسلط کیا ہے کہ ان باتوں میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: بریلوی عبدالحکیم شرف قادری اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: آخر الذکر رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت کو اس مقصد کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے کہ حضرت استاز مکرم کی یہ تحریر محفوظ ہو جائے اور اہل علم آپ کے علوم ومعارف سے استفادہ کرسکیں۔ (قوالی کی شرعی حیثیت ص ۱۶) یعنی بقول قادری صاحب آل رضا خانیہ کو چاہیے کہ بجائے بھانڈوں کا رد کرنے کے اپنے ان مولویوں کی ان خرافات سے استفادہ کرتے ہوئے ان مجالس کا منعقد کریں، حیرت ہے اہل بدعت آج کس منہ سے اس کا انکار رہے ہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۶۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ہر جگہ جب تک اپنی علمی یتیمی نہ دیکھائے اس کو نانوتوی کی طرح سکون نہیں آتا جناب ذلت مآب نے ایسے ہی لایعنی وفضول قسم کا اعتراض کرنے کے بعد اپنی وہابی غیرت کو للکارہ ہے۔ جناب وہابی صاحب کو اگر اپنی وہابی غیرت کے اظہار کا زیادہ ہی شوق ہے تو پہلے ادھر بھی کچھ لب کشائی کرے۔

اولاً: علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر پورا رسالہ لکھا ہے جو کہ **''ایضاح الدلالات فی سماع الآلات''** کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر بھی کچھ اپنی وہابی غیرت کا اظہار کرنا چاہیے جنہوں نے اپنی اس کتاب میں جس کے بارے میں وہابی اسمعیلی خود کہتا ہے: '' شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲) نے بھی اسی مواہب کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب مدارج النبوۃ میں جمع کیا۔'' یعنی مدارج النبوۃ میں اسی موضوع پر پورا ایک باب باندھا کئی صفحات اس پر لکھے ہیں، کیا وہابی اسمعیلی عوام کو اس باب یا ان صفحات کو پڑھنے سے منع کرے گا اگر جواب ہاں میں ہے تو ٹھیک ورنہ اپنی یہ کی ہوئی قے کا کچھ کرے نہیں بلکہ چاٹ لے۔

ثالثاً: قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے بھی سماع کے موضوع پر پورا ایک رسالہ لکھا ہے کیا وہابی اسمعیلی اس کو پڑھنے سے بھی منع کرے گا اگر ہاں تو قاضی صاحب کا نام استعمال کر کے عوام کو کیوں گمراہ کرتا ہے اور اگر نہیں تو ادھر اعتراض کیوں؟

رابعاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھانڈ کا لفظ کچھ زیادہ ہی پسند ہے یہ فتوی یا اس لفظ کا اطلاق ان علماء پر کیا ہوگا لیکن وہابی اسمعیلی

جن کو معتبر سمجھتا ہے اور جن سادات احناف کے حوالے ہم ماقبل دے چکے ہیں ان پر ضرور صادق آئے گا بہر حال وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کے باپ قاضی مظہر کے والد نے بھی پورا ایک رسالہ **"ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء"** لکھ کر پوری وہابیت کی غیرت کو بالعموم اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی غیرت کو بالخصوص للکارہ ہے۔ اب وہابی مولوی ساجد خان کو چاہیے کہ دوسروں کو بھانڈ کہنے کے بجائے اور دوسروں سے ان کے رد کا کہنے کے بجائے اپنے قاضی مظہر کے والد کے بارے میں بھی کچھ غیرت دکھائے اور ان کو بھی بھانڈ بھانڈ کی گردان سنائے ورنہ اپنی اوقات ہم کو نہ دیکھائے کیوں کہ وہ ہم جانتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے ڈوب مرنے کا مقام:

وہابی اسمٰعیلی مولوی ساجد خان کی غیرت صرف اور صرف دوسروں کے لئے جاگتی ہے۔ رہے اپنے تو وہ جو کچھ مرضی بکتے رہیں مجال ہے کہ کچھ غیرت آئے بلکہ وہ ساری غیرت بیچ میں غرق ہوجاتی ہے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نے اہل علم کے لئے عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کا رسالہ "قوالی کی شرعی حیثیت" پڑھنے کا کہا یا ان کے لئے چھپوانے اور استفادہ کرنے کا کہا تو وہابی اسمٰعیلی بولتا ہی گیا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہی کچھ اس کے اپنے ہی گھر سے برآمد ہوجائے گا وہابی قاضی مظہر کے والد پیر کرم الدین دبیر صاحب نے ایک رسالہ مروجہ قوالی کے جواز میں "ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء" کے نام سے لکھا اور اس میں کئی دلائل سے مروجہ قوالی کے جواز کو ثابت کیا اور یہاں تک لکھ دیا کہ "اس تمام تحقیق اور مدلل بحث جو اوپر کی گئی ہے نتیجہ یہ ہے کہ قوالی اور نعت خوانی جو اعراس بزرگان پر ہوتی ہے بلاشبہ جائز ہے۔ بڑے بڑے اولیاء کرام نے جو اسلام کا روح رواں ہو گذرے ہیں اور موجودہ ہیں۔ سماع کو جائز ہی نہیں بلکہ روحانی غذا تصور فرما کر اس کو اپنا معمول بنایا **اور قرآن وحدیث اور کتب فقہ وتصوف اس کے جواز پر شاہد ہیں۔"**

یعنی مروجہ قوالی کا جواز قرآن وحدیث کتب فقہ وتصوف سے ثابت ہے وہ ثبوت تو وہابی اسمٰعیلی ہمیں بھی دکھائے گا لیکن اسی رسالہ کے بارے میں **وہابی اسمٰعیلی عبدالجبار سلفی لکھتا ہے کہ:**

یہ عجیب وغریب رسالہ باذوق اہل علم کے لئے قیمتی تحفے سے کم نہیں ہے۔ (احوال دبیر، ص ۱۶۷، ناشر گوشہ علم لاہور)

اب وہابیت کی اور وہابی اسمٰعیلی کی تمام دردوں کو آرام مل گیا ہوگا اور اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان انہی دردوں کا اظہار مولانا کرم الدین دبیر اور عبدالجبار سلفی کے بارے میں بھی انہی الفاظ سے کرے گا جن سے اس نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے۔

قارئین! ہماری معلومات کے مطابق علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نہ تو قوالی کے قائل تھے اور نہ ہی اس کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے ہاں ایک اختلافی مسئلہ میں فریق مخالف کے دلائل پڑھنے کا اہل علم کو مشورہ دینا یا اہل علم کے لئے اس کی اشاعت کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں، لیکن وہابیہ کو تکلیف ہے اور کیوں ہے لیکن جو بھی ہے ہم نے اس کا علاج کر دیا ہے۔

مفتی منیب الرحمن کی عبارت اور وہابی تکلیف

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: مفتی منیب الرحمن کی پوری کیبنٹ نے یہ لکھا کہ کچھوچھہ شریف کے علما یعنی شیخ المشائخ علامہ شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں آلات موسیقی کے ساتھ قوالی سنتے تھے۔ (اصلاح عقائد واعمال ص ۵۴) عرض بریلویوں کو قوالوں اور بھانڈوں پر ردوقدح کرنے سے پہلے اپنے گھر کے ان بھانڈوں کی خبر لینی چاہیے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اگر کچھوچھہ شریف کے علماء ومشائخ مروجہ قوالی کے قائل ہیں تو ان کے پاس دلائل ہوں گے جس کی وجہ سے وہ جواز کے قائل ہیں

ہم پہلے بھی کئی مرتبہ عرض کر چکے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے باقی وہابی اسمعیلی کا ہمیں مشورہ دینا کہ ''اپنے بھانڈوں کی خبر لیں'' تو پہلے وہ خود اس پر عمل کر لے پیر کرم الدین دبیر اور عبد الجبار سلفی جو اس کے نزدیک بھانڈ ہیں ان کا رد کر لے اور ان کو سنا لے، قارئین آپ یقین کریں کہ وہابی اسمعیلی کی زبان کیا قلم کو بھی تالا لگ جائے گا اور اس کی ساری غیرت پیچ سمندر غرق ہو جائے گی۔

مولانا منظور احمد فیضی کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے لعنتی اکابرین کی طرح بکواس کرتے ہوئے لکھتا ہے: اسی طرح مولوی منظور فیضی نے بھی اس کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں وہ بدبخت لکھتا ہے: ''صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ گانا باجا ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا۔'' (حلت سماع اور احادیث، ص ۲) العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

نوٹ: اگر وہابی دوسروں کے بارے میں بکواس کر سکتا ہے تو سننے کا حوصلہ بھی رکھے۔

اولاً: بہت تلاش کے باوجود بھی یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکا کہ اس کا سیاق و سباق دیکھا جاتا۔

ثانیاً: یہاں گانا گانے سے معروف گانا مراد نہیں بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جو اشعار پڑھے گئے وہ مراد ہیں۔ اسی طرح باجا سے مراد بھی یہ معروف باجا نہیں بلکہ دف مراد ہے اتنی آسان سی عبارت بھی وہابی اسمعیلی مناظر کی سمجھ سے بالاتر ہے، گانے اور باجے کے الفاظ استعمال کرنے پر اپنے آبائی کام عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کرنے کی کوشش کرنا بھی اس کے کسی کام نہ آیا اور اس کا سب کارنامہ خاک میں مل گیا اگر وہابی کے ہاتھ میں کچھ آیا تو وہ اس کے اکابرین کی طرح ذلت و رسوائی ہی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی کوئی اپنا آبائی کرتب دکھا کر پھر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے میں اسی کے وہابی باپ قاضی مظہر چکوالی کے والد پیر کرم الدین دبیر کا حوالہ دے دیتا ہوں۔ **پیر صاحب لکھتے ہیں:**

بطور دلالۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ولیمہ، عقیقہ، ختنہ، عرس بزرگان دین، تلاوت و ختم قرآن پر اور تولد فرزند کی خوشی میں بھی گانا بجانا مباح ہے۔ (ھدیۃ الاصفیاء فی مسئلۃ سماع الصلحاء، ص ۱۵، مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

اب وہابی اسمعیلی بتائے کہ تلاوت و ختم قرآن نیز عرس بزرگان دین میں کون سا گانا بجانا مباح ہے۔ وہابی اسمعیلی جس گانے کے بجانے کو مباح قرار دے گا علامہ منظور احمد فیضی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں بھی وہی مراد لے لے، اور جو بدبختی کے فتوے اس نے اپنی وہابی غیرت کی وجہ سے علامہ صاحب پر لگائے ہیں وہ پیر صاحب پر بھی صادر کرے اور آخر میں پیر صاحب کو ''العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد'' سنانا نہ بھولے۔

مزید قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اب ہم ان حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جن سے بعض قسم کا گانا اور بجانا مباح اور جائز ثابت ہوتا ہے۔ (حقوق اسلام معہ رسالہ سماع و مزامیر مترجم، ص ۱۱۰، پاک اکیڈمی گولی مار کراچی)

قاضی صاحب نے بات ہی ختم کر دی اور وہی بات کر دی جو مولانا منظور احمد فیضی علیہ الرحمۃ نے بیان کی اب وہابی اسمعیلی کو چاہیے کہ یہاں بھی غیرت دیکھائے اور احادیث سے گانے، باجے کو مباح و جائز کہنے والے پر بھی کوئی ایک دو فتوے لگائے یا ان کو بھی اپنی مزعومہ کتاب کے الفاظ پڑھ کر سنا دے، آپ یقین کریں وہابی اسمعیلی کی ساری نسلیں اب غرق ہو جائیں گی پر کچھ بھی غیرت نہیں

جاۓ گی، کیوں؟۔۔۔

ثالثاً: اس بدبخت وہابی اسمٰعیلی نے محض لفظوں کے ہیر پھیر کی وجہ دے مولانا منظور احمد فیضی علیہ الرحمۃ کو بدبخت کہا میں اس کو بتا تا ہوں کہ بدبخت تو اشرفعلی تھانوی تھا اگر تو حلالی ہے تو اس پر بھی اسی طرح بھونک کیوں کہ **وہ لکھتا ہے:**

نواب جمشید علی خان صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ مزامیز کی اجازت کے واسطے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لڑکیوں نے دف بجا کر گایا ہے۔فرمایا وہ کوئی باقاعدہ گانا نہ تھا۔نہ وہ لڑکیاں گانے والی تھیں۔یونہی بے قاعدہ گانا بجانا تھا۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۲۹، ص ۳۰۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

جس پر وہابی اسمٰعیلی چیخ رہا تھا اور فتوے سنا رہا تھا وہی کچھ اسی کے اپنے گھر سے برآمد ہو گیا ہے۔اب یہ بدبخت وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس بدبخت باپ تھانوی پر بھی دو چار فتوے لگائے اور اس پر بھی اپنی جھوٹی غیرت کا اظہار کرے لیکن یہ مرجائے گا پر یہاں نہیں بھونکے گا کیونکہ اس کو اہلسنت پر بھونکنے کے لئے بطور ملازم رکھا گیا ہے، اور اس نے ادھر ہی بھونکنا ہے مگر اس کی ہم پر بکواس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ فتوے ہمارے لئے ثابت ہوں یا نہ ہوں لیکن تھانوی کے گلے کا پھندا ضرور ثابت ہوں گے اب یہ تھانوی کی جان چھڑائے اور اس کے گلے سے یہ پھندا نکالے، یہ مرجائے گا پر کچھ بھی نہیں کر پائے گا اور تھانوی بیچارہ پھندے میں لٹکا اور اٹکا رہے گا اور یہ وہابی اسمٰعیلی بھی مر کر مٹی میں مل کر اسی کے ساتھ جا ٹکے گا۔

مقابیس المجالس کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: مزید ملاحظہ ہو: ''ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبوی میں گا رہے تھے دف بجا رہے تھے ناچ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اوپر اٹھا کر یہ تماشہ دکھایا۔اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گانا، باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا۔(مقابیس المجالس، ص ۱۴۱) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

قارئین! کوئی بھی ایسا مقام نہیں جہاں اس وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان نے اپنی جہالت کا رونا نہ رویا ہو ہر جگہ اس نے اپنے جاہل اکابرین کی طرح جہالت دیکھا کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے یہاں بھی کوئی نرالا کام نہیں کیا بلکہ وہی اپنے اکابرین والا کام عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کی ہے۔

اولاً: مقابیس المجالس ملفوظات ہیں اور وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان نے خود اقرار کیا ہے کہ ہمارے نزدیک **ملفوظات معتبر نہیں چنانچہ وہابی اسمٰعیلی ساجد لکھتا ہے:**

اس لئے کہ جس عبارت پر ان رضاخانیوں کو اعتراض ہوا وہ ملفوظات کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضاخانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔۔۔پس جب خود رضاخانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لئے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتی اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی کے ملفوظات کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

(دفاع اہل السنۃ، جلد ۱، ص ۲۴۴، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور)

یہ اسی بے شرم و بے حیاء اسمٰعیلی احمدی مولوی کا اپنا اقرار ہے وہ خود کہہ رہا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک ملفوظات معتبر نہیں لیکن اس

کے باجود بھی ملفوظات کی عبارات پیش کر کے الزام تراشی کرتا ہے اور یہ اس کے اپنے ہی اصول سے کھلی جہالت، ضد اور اپنے اصول سے کھلا انحراف ہے، وہابی اپنے اقرار پر عمل کرے اور ایسی عبارات پیش کر کے ہمیں نہ ڈرائے جو اس کے اپنے اقرار سے ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔

ثانیاً: اس عبارت میں نہ تو گانے سے معروف گانا مراد ہے اور نہ ہی باجا بجانے سے معروف باجا اور نہ ہی ناچنے سے مراد وہابی اسمعیلی طارق جمیل وجنید جمشید کی آپی نرگس کا ناچنا مراد ہے بلکہ گانے سے مراد اللہ و رسول ﷺ کی مدح میں اشعار پڑھنا مراد ہے اور باجا بجانے سے مراد دف یا فقہاء نے جس کی اجازت دی ہے وہ بجانا مراد ہے اور ناچنے سے مراد صوفیا کا دھمال ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان بس لفظوں کے ہیر پھیر سے دھوکہ دیتا ہے اور اپنا آبائی کام جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتا ہے۔

ثالثاً: ہمارے نزدیک تو یہ کتاب معتبر نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور اس پر مزید بھی دلائل موجود ہیں لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک یہ کتاب بہت ہی معتبر ہے **چنانچہ وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کی مصدقہ کتاب میں مفتی مجاہد لکھتا ہے:**

مقابیس المجالس نامی مستند کتاب میں شاہ صاحب کا تذکرہ ایسے ہے۔۔۔(ہدیہ بریلویت، ص ۴۴۳، ادارہ تحقیقات اہل سنت لاہور)

خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک وہ کتاب مستند ہے اور اس کے صاحب وہابیہ کے نزدیک بزرگ اب ہم پر بکواس کرنے کے بجائے اپنے گھر کی چارپائی کے نیچے ڈانڈا ماریں اور ان پر حکم لگائیں جو معاذ اللہ بقول وہابیہ اسمعیلیہ کفریہ کتاب کو مستند و معتبر سمجھتے ہیں۔

خامساً: وہابی اسمعیلی احمدی اتنا جاہل ہے کہ اس کو اپنے ہی گھر کی کتابوں کا علم نہیں یہ جاہل آدمی عبارات نقل کر کے فتوے لگاتا ہے اور انہی عبارات کے قائل اس کے اپنے وہابی اسمعیلی ملاؤں کے نزدیک اللہ کے ولی، مشائخ میں شامل اور بہت ہی معتبر ہوتے ہیں، مقابیس المجالس کی یہ عبارت بقول وہابی خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کی ہے اور خواجہ صاحب کا مقام وہابیت اسمعیلیت میں کیا ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی قاضی مظہر چکوالی لکھتا ہے:

۔۔اس کتاب پر بڑے بڑے علماء بلکہ ولی اللہ مثل سجادہ نشین چاچڑاں ملک پنجاب وغیرہ کی تقریظیں چڑھی ہیں۔ (تقدیم مطرقۃ الکرامۃ علی مرأۃ الامامۃ، ص ۱۹، مرحبا اکیڈمی)

نوٹ: یہ حوالہ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق ہے۔

لیجئے! چکوالی صاحب تو خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کو ولی اللہ سمجھتے ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان انہیں گستاخ کہتا ہے اب فیصلہ خود وہابی اسمعیلی ہی کر لیں کہ چکوالی صاحب گستاخ کو مسلمان کہہ کر کافر ہوئے یا پھر ساجد خان اللہ کے ایک ولی کو گستاخ کہہ کر کافر ہوا یہ سب کچھ وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں کے مطابق ہے دوسروں کو اصول سمجھانے اور سکھانے والے خود اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کریں ورنہ کچھ تو شرم کریں۔

(۲) وہابی اسمعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

تصدیق از قدسی آیات فیض انتساب قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین عارج معارج اسرار ولایت ناہج مناہج انوار ہدایت آموزگار تلقین و تعلیم مرشد صراط مستقیم پیشوائے اصحاب طریقت مقتدائے ارباب حقیقت گرم رفتار منازل ملت و دین قافلہ سالار مراحل حق الیقین مجاز شناس دان خلوت پسند جلوت بیان جرعہ نوش وحدت الوجود والتجرید شیخنا غلام فرید صاحب سلمہ اللہ اللطیف سجادہ نشین

چاچڑیاں شریف دامت برکاتہ۔۔(ہدایات الشیعہ ،ص ۸۵۳،المکتبۃ المدنیہ لاہور)

وہابی احمدی اسمٰعیلی خلیل احمد انبیٹھوی کے ان القابات نے یہ بات واضح کردی کہ خواجہ غلام فرید کسی عام ہستی کا نام نہیں بلکہ وہ تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے بھی شیخ ہیں ان پر اعتراض کرنا گویا اپنے اوپر اعتراض کرنا ہے لیکن اس جاہل وہابی اسمٰعیلی کو عقل کہاں؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ان پر اعتراض کر کے خود اپنا ہی بیڑا اغرق کیا ہے۔اب وہابیت اسمٰعیلیت کے یہ مَناظر صاحب بتائیں کہ جو مسجد میں گانے ، بجانے اور ناچنے کو جائز کہے بلکہ حدیث سے اس کو ثابت کرے وہ بزرگ ہوسکتا ہے وہ مشائخ میں شمار ہوسکتا ہے کیا وہ ایسا معتبر و مستند ہوسکتا ہے جس کے قول سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا جاسکے؟ اگر نہیں تو اپنے گرگوں پر چار حرف کرے ورنہ ہمیں آنکھیں دکھانے کی کوشش نہ کرے۔ ہمارے پاس اور بھی بہت حوالے ہیں لیکن ابھی انہی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمٰعیلی نے کچھ لب کشائی کی تو تمام حوالہ جات پیش کیئے جائیں گے۔

سادسا: یہ وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے گھر کا اصول ہے:

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کو رضاخانی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں اس پر فی الحال صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔۔۔لہٰذا اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں بلکہ رضاخانیوں کے ذمہ بھی بنتا ہے۔(سوط الحق ،شمارہ ۲،ص ۲۵،سن اشاعت ۲۰۲۰)

جب وہابیہ اسمٰعیلیہ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ کو اپنا بزرگ مانتے ہیں تو اس کا جواب انہی کے اصول کے مطابق ان کے ذمہ بھی ہے اور جو جواب وہابیہ اسمٰعیلیہ دیں گے ہماری طرف سے بھی قبول کرلیں۔

قارئین! یہ ہے وہابیت اسمٰعیلیت کا اصلی چہرہ جسے چھپانے کے لئے یہ سادات احناف کا نام استعمال کرتی ہے اور ہر بار منہ کی کھانے کے بعد بھی باز نہیں آتی۔

{......مسئلہ نمبر ۱۷......}

بدعت حسنہ اور اہلسنت کا موقف

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: **ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعۃ حسنۃ وان کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعۃ مستقبحۃ** انتھی۔اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ اُمور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی ،اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی انتہی ۔(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان بیروت)ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر جاننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا ،اور یہ شروع میں تحریر ہوچکا ہے کہ ذکر ولادت شریف ''**واَمّا بنعمۃ ربک فحدّث**''(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب ومشروع ہوا۔علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے: **والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعلی المولد واجتماع الناس کذلك**۔یعنی بدعتِ حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔(فتاوی رضویہ ،جلد ۲۳،ص ۷۶۲،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲)صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ضروری تنبیہ: وہابیوں کے یہاں بدعت کا بہت خرچ ہے، جس چیز کو دیکھیے بدعت ہے، لہٰذا بدعت کسے کہتے ہیں اِسے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بدعتِ مذمومہ وقبیحہ وہ ہے جو کسی سنّت کے مخالف ومزاحم ہو، اور یہ مکروہ یا حرام ہے۔ اور مطلق بدعت تو مستحب، بلکہ سنّت، بلکہ واجب تک ہوتی ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی نسبت فرماتے ہیں: (نِعۡمَتِ الۡبِدۡعَۃُ هٰذِہٖ: یہ اچھی بدعت ہے۔ حالانکہ تراویح سنّتِ موکدہ ہے) جس امر کی اصل شرع شریف سے ثابت ہو وہ ہرگز بدعتِ قبیحہ نہیں ہوسکتا، ورنہ خود وہابیہ کے مدارس اور اُن کے وعظ کے جلسے، اس ہیاتِ خاصہ کے ساتھ ضرور بدعت ہوں گے۔ پھر انھیں کیوں نہیں موقوف کرتے۔۔۔؟ مگر ان کے یہاں تو یہ ٹھہری ہے کہ محبوبانِ خدا کی عظمت کے جتنے اُمور ہیں، سب بدعت اور جس میں اِن کا مطلب ہو، وہ حلال وسنت۔ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ (بہارِ شریعت، جلد ا، ص ۲۳۸، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۳)صدر الافاضل بدر الاماثل علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جو نیک طریقے اُمّتی نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے اور جو بُرے طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ سیّئہ کہتے ہیں اس طریقے کے نکالنے والے اور عمل کرنے والوں دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کے بھی گناہ بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدہا امورِ خیر مثلِ فاتحہ گیارہویں وتیجہ و چالیسواں وعرس و توشہ وختم ومحافلِ ذکرِ میلاد وشہادت جن کو بدمذہب لوگ بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نیکیوں سے روکتے ہیں یہ سب درست اور باعثِ اجر وثواب ہیں اور ان کو بدعتِ سیّئہ بتانا غلط و باطل ہے۔ یہ طاعات اور اعمالِ صالحہ جو ذکر وتلاوت اور صدقہ و خیرات پر مشتمل ہیں بدعتِ سیّئہ نہیں۔ بدعتِ سیّئہ وہ بُرے طریقے ہیں جن سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اور جو سنّت کے مخالف ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جو قوم بدعت نکالتی ہے اس سے ایک سنّت اٹھ جاتی ہے تو بدعت سیّئہ وہی ہے جس سے سنّت اُٹھتی ہو جیسے کہ رفض، خروج، وہابیّت یہ سب انتہا درجہ کی خراب سیّئہ بدعتیں ہیں۔ (خزائن العرفان، ص ۷۹۴، پاک کمپنی لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دِین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے، اس پر ثواب ملتا ہے، اور اس کو جاری رکھنا چاہیے ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں البتہ دِین میں بُری بات نکالنا بدعتِ سیّئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سیّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنّت ہو اس کے نکالنے سے کوئی سنّت اٹھ جائے اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہوجاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دِین کی تقویّت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ (خزائن العرفان، ص ۹۷۴، پاک کمپنی لاہور)

(۴)مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی برائیاں آئیں۔صاف معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ بری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے۔یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہیں، بدعت حسنہ اور سیئہ، اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کر کے ہر بدعت کو برا کہتے ہیں حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں۔بدعت کی تحقیق اور اس کی تقسیم پچھلے باب میں گزر چکی۔ (مرآۃ المناجیح جلد ۲، ص ۱۸۳، مکتبہ حسن پبلشرز)

مزید لکھتے ہیں:

یہاں بدعت موصوف ہے اور ضلالت صفت اور جب نکرہ نکرے کی صفت ہو تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔یہاں ضلالت کی قید بدعت حسنہ کو نکالنے کے لیئے ہے۔(مرقاۃ) یعنی بری بدعتوں کا موجد مجرم ہے جیسے اردو میں نماز و اذان یا اور تمام خلاف سنت کام۔ اور اچھی بدعتوں کا موجد ثواب کا مستحق ہے جیسے علم صرف ونحو کے موجد، اسلامی مدرسے، عرس بزرگان، میلاد شریف اور گیارہویں شریف اور گیارہویں شریف کی مجالس کے موجد۔۔۔ (مرآۃ المناجیح جلد ۲، ص ۱۵۷، مکتبہ حسن پبلشرز)

بحمد للہ اہلسنت کا موقف ان حوالوں سے واضح ہو گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہم کس چیز کے قائل ہیں اور کس کے نہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے دلائل سے ان کا رد کرے اور یہ بات آپ جان چکے کہ دلائل نہ تو اس کے وہابی اسمٰعیلی آباء کے پاس تھے اور نہ اس کے پاس ہیں جس کی وجہ سے ان کی مجبوری ہے کہ ادھر ادھر کی مار کر کام چلائیں بلکہ اپنے مذہبِ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اثبات کریں۔

بدعتِ حسنہ اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

وہابیہ اسمٰعیلیہ کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی ہر آنے والے دن بڑھتی ہی جارہی ہے اور بجائے یہ کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے اور دوسروں کو کہتے ہوئے کچھ شرم کرتے تو یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑتا بلکہ انہی کے گھر سے ہو جاتا لیکن ہوئے جو وہابی اسمٰعیلی تو کام بھی وہابیوں اسمٰعیلیوں والے ہی کرنے ہیں۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مقام پر بھی محض عیاری سے کام لیا ہے اور یہ کہہ کر کہ **"مشائخ احناف و مشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے انہی کی پیروی میں وہابی اسمٰعیلی احمدی بھی کسی بدعت حسنہ کے قائل نہیں۔"** مزید عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا بازار گرم کیا ہے اور وہ جھوٹ بولا ہے جو اس کے آباء کا وطیرہ ہے اور وہ ہمیشہ سے اسی کے پیچھے ہی چھپتے آئے ہیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے مشائخ احناف کے ذمہ جو بات لگائی ہے اس کا ثبوت تو یہ نہ دے سکا اور ہمیں یقین ہے کہ اس کے وہ سارے آباء جو مر کر مٹی ہو چکے ہیں وہ بھی آجائیں اور یہ اپنے تمام زندہ کو بھی جمع کر لے تو بھی اس کا ثبوت کم از کم سادات احناف سے نہیں دے سکتا ہے کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے باقی وہابی اسمٰعیلی نے جن کا نام لیا ہے اور ان کے حوالوں میں کتر و بیونت کی ہے اس کا جواب آگے ہی آرہا ہے اور یہ بات بھی آرہی ہے کہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ ان کی بات نہیں مانتے اور جس کو وہ بدعت کہتے ہیں وہابی اسمٰعیلی اسی کے قائل ہیں۔بہر حال وہابی اسمٰعیلی نے سادات احناف کے ذمہ جو بات لگائی ہے اس کے رد کے لئے ہم آپ کو سادات احناف ہی کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں اور سادات احناف اور مشائخ ہند سے ہی فیصلہ کروا دیتے ہیں کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے یا نہیں اور سادات احناف بدعت حسنہ کے قائل ہیں یا نہیں؟

(۱) اذان کے بعد سلام بدعت حسنہ سادات احناف کا فتویٰ

(۱) علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(فَائِدَةٌ) اَلتَّسْلِيمُ بَعْدَ الْأَذَانِ حَدَثَ فِي رَبِيعِ الْآخِرِ سَنَةَ سَبْعِمِائَةٍ وَإِحْدَى وَثَمَانِينَ فِي عِشَاءِ لَيْلَةِ الِاثْنَيْنِ، ثُمَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ بَعْدَ عَشْرِ سِنِينَ حَدَثَ فِي الْكُلِّ إِلَّا الْمَغْرِبَ، ثُمَّ فِيهَا مَرَّتَيْنِ، وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ...

اذان کے بعد سلام پیش کرنا سات سو اکیاسی ہجری ربیع الاول میں سوموار کی رات عشاء کے وقت شروع ہوا پھر جمعہ کے دن پڑھا جانے لگا۔ پھر دس سال بعد نماز کی اذانوں کے بعد پڑھا جانے لگا سوائے مغرب کے۔ پھر مغرب کی اذان کے بعد دومرتبہ پڑھا جانے لگا۔ یہ بدعت حسنہ ہے۔ (الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۲، ص ۷۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا ہی غرق ہو گیا فقہ حنفی کی بہت ہی معتبر ترین کتاب اور بہت ہی معتبر و مستند بزرگ سے ہی ثابت ہو گیا کہ اذان کے بعد سلام بدعت حسنہ ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے اس کو بیان کیا اور رد نہیں کیا بلکہ فائدہ کے طور پر بیان کر کے اس کے جواز پر مہر لگا دی اور ساتھ ہی ساتھ بدعت حسنہ کا بھی اقرار کیا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی بزرگ ہیں یا نہیں اور درمختار فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہے یا نہیں؟ پھر یہ بھی بتائے کہ اس کے گھر کے اصولوں سے اذان کے بعد سلام جس کو علامہ علاء الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمۃ بدعت حسنہ فرما رہے ہیں وہ واقعی بدعت حسنہ ہے اگر بدعت حسنہ ہے تو بدعت لغویہ ہے یا شرعیہ اگر بدعت لغویہ ہے تو اس کی اصل موجود ہو گی کیونکہ تمہارے اصولوں سے یہی ظاہر ہے تو اس کی اصل کیا ہے اور اگر شرعیہ ہے تو کیا بدعت حسنہ تمہارے نزدیک بدعت شرعیہ کی قسم ہے؟ یا یہ پھر بدعت سیئہ ہے اگر بدعت سیئہ ہے تو علامہ علاء الدین حصکفی اور ان کے علاوہ جن جن سادات احناف نے اس کو بدعت حسنہ کہا ہے ان پر کیا حکم لگے گا کیا وہ بھی بدعتی ہوں گے؟ کیا وہ بھی بقول تمہارے اپنی بدعات کو حسنہ کے پردے میں جاری کئے ہوئے ہیں۔

قارئین! ہم نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے سارے راستے صرف اسی ایک حوالے سے بند کر دیئے ہیں اور وہابی اسمٰعیلی سادات احناف کا نام لے کر جو جھوٹ بول رہا تھا کہ ''مشائخ احناف نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے'' اس کی نقاب کشائی کر دی ہے اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف کا نام لے کر عیاری مکاری اور دھوکہ بازی کی ہے یا نہیں؟

(۲) اس پر علامہ ابن عابدین الشامی الدمشقی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ: وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ) قَالَ فِي النَّهْرِ عَنِ الْقَوْلِ الْبَدِيعِ: وَالصَّوَابُ مِنَ الْأَقْوَالِ أَنَّهَا بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ...

النہر میں القول البدیع کے حوالے سے فرمایا: اقوال میں سے درست قول یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۲، ص ۷۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی بات کی ہے کہ اذان کے بعد سلام کے حوالے سے درست قول یہی ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ علامہ شامی حنفی ہیں یا نہیں؟ اور ان کی کتاب فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے یا نہیں؟ اور ان کا بدعت حسنہ کہنا یہ تائید ہے یا تردید۔ اگر یہ تردید ہے جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف کے ذمہ لگایا ہے تو پھر تائید کیا ہوتی ہے اور اگر یہ تائید ہے اور یقیناً تائید ہے تو پھر ایک دو فتوے علامہ شامی پر بھی دھر دے کہ انہوں نے بھی اپنی بدعات پر ''بدعت حسنہ'' کا پردہ ڈالا ہوا ہے۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے علامہ شامی پر فتوے لگانا کوئی مشکل بات نہیں ہے کیونکہ وہابی اسمٰعیلی انور شاہ کشمیری پہلے ہی علامہ شامی پر فتوی دھر چکا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ

الرحمۃ پر بدعت کا مسئلہ واضح نہ ہوسکا اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بدعات کی تائید کردی میں حوالہ ایک بار پھر بیان کردیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی انورشاہ کشمیری لکھتا ہے:

مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ شامی کہ میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہیں ہوسکا اور اسی لئے ان کے یہاں بہت سے مسائل میں بدعات مخترعہ کی تائید ہوگئی ہے۔۔(انوار الباری، جلد ۸، ص ۴۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی انورشاہ نے بات ہی ختم کردی اور اس بات کا کھل کر اقرار کرلیا کہ علامہ ابن عابدین شامی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ثالث بنا کر دھوکہ بازی کا بازار گرم کررہا ہے ان پر بدعت کا مسئلہ منقح و واضح نہ ہوسکا اور انہوں نے بدعات مخترعہ کی تائید کردی۔ یہاں سارے سوالات میں قارئین کے ذمہ لگاتا ہوں کہ وہ وہابیہ اسمٰعیلیہ سے کریں لیکن ایک چھوٹا سا سوال میں بھی کرلیتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی انورشاہ تو مرکرمٹی ہوگیا ساجد خان بتائے علامہ شامی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ نے کون سی بدعات مخترعہ کی تائید کی ہے ہمیں ان کی لسٹ دی جائے تاکہ ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ وہابی انورشاہ نے سچ کہا یا یہ بھی اپنے آبائی وطیرے کے مطابق جھوٹ بول کر مرگیا۔

(۳) أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي الحنفي (المتوفى ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ اذان کے بعد سلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

..والصواب من الأقوال أنها بدعة حسنة...

اذان کے بعد سلام کے بارے میں اقوال میں سے درست قول یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح، ص ۱۹۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ: علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے درمختار کے حاشیہ میں اس کو نقل کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا جو کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول کے مطابق تسلیم کرنا اور اس کو درست ماننا ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی فرمادیا کہ اس طرح اذان کے بعد سلام اگرچہ بعد میں ایجاد ہوا لیکن ناجائز وحرام نہیں ہے بلکہ ایک اچھا کام ہے جس کو انہوں نے بدعت حسنہ کا نام دیا ہے۔ کیا ہمیں بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھنے کی اجازت ہے کہ علامہ طحطاوی حنفی تھے یا نہیں اور ان کا یہ حاشیہ جو مراقی پر ہے یا وہ جو درمختار پر ہے وہ قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ اور علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ اذان کے بعد سلام کو بدعت حسنہ کہہ کر اس کا رد کررہے ہیں جیسا کہ تم کہہ رہے تھے کہ مشائخ احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے یا اس کی تائید کررہے ہیں اور اس کو جائز کہہ رہے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی کی آنکھیں سلامت ہوں اور وہ گنگوہی کی طرح نہ ہوا ہو تو دیکھ لے اور جواب دے لیکن جواب دینے سے پہلے اپنے گھر کی کتابوں کو ضرور پڑھ لے کہ جس کام کو سادات احناف بدعت حسنہ کہہ رہے ہیں وہ تمہارے اپنے آباء کے نزدیک بھی بدعت حسنہ ہیں یا پھر یہ سادات احناف کی پیروی کرنے کے بجائے وہابیت اسمٰعیلیت کی ٹانگ پر کھڑے ہوکر ناچ رہے ہیں۔

(۴) سراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفي (المتوفى ۱۰۰۵ھ) علیہ الرحمۃ اذان کے بعد سلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

..والصواب من الأقوال أنها بدعة حسنة...

اذان کے بعد سلام کے بارے میں اقوال میں سے درست قول یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق، جلد ۱، ص ۱۷۲، دار الکتب العلمیۃ ومکتبہ امدادیہ ملتان)

وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ عمر بن ابراہیم علیہ الرحمۃ صاحب نہر الفائق کے بارے میں بھی کچھ لکھے جو اذان کے بعد سلام کو جائز کہنے کے ساتھ ساتھ بدعت حسنہ کے بھی قائل ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہتا ہے کہ ''مشائخ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں'' جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے لیکن وہابی اسمعیلی تو شاید اپنے آباء کو بھی مات دے چکا ہے وہ بھی جھوٹ بولتے تھے لیکن اس نے تو سب حدیں کراس کردی ہیں سادات احناف کیا فرمائیں اور یہ وہابی اسمعیلی کیا کہے۔ ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے ایک بار پھر پوچھتے ہیں کہ

اولاً: اپنے گھر کی کتب دیکھ کر بتائے کہ اذان کے بعد جس سلام کی بات سادات ومشائخ احناف کررہے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟

ثانیاً: بقول تمہارے اگر سادات احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے تھے تو کیا یہ معاذ اللہ خلائی مخلوق ہے جو بدعت حسنہ کہتے کہتے تھک نہیں رہی اور وہابیت اسمعیلیت کو نظر نہیں آتی۔ یقیناً یہ سب اسی زمینی مخلوق کے اللہ کے نیک بندے ہیں اوران کی کتابیں بھی یہیں کی ہیں بلکہ خود وہابی اسمعیلی بھی اپنے مطلب کی حد تک دیکھتے ہیں لیکن ایسی باتوں سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیتے ہیں، اگر دیکھ لیں تو شاید کچھ شرم آئے۔

(۵) علامہ وہبہ بن مصطفیٰ لکھتے ہیں:

وقد استحدث الصلاة على النبي بعد الأذان في أيام صلاح الدين الأيوبي سنة ٥٨١ھ في عشاء ليلة الاثنين، ثم يوم الجمعة، ثم بعد عشر سنين حدث في الكل إلا المغرب، ثم فيها مرتين، قال الفقهاء :وهو بدعة حسنة...

اور اذان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر درود بھیجنے کی رسم سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں سن ۵۸۱ ھ میں پیر کی عشاء کی اذان میں پڑی۔ اس کے بعد جمعے کے دن پڑی پھر دس سال بعد تمام نمازوں میں ماسوا مغرب کے یہ رسم رائج ہوگئی پھر مغرب میں دو مرتبہ ایسا ہونے لگا یہ بدعت حسنہ ہے۔

(الفقہ الاسلامی وأدلتہ، جلد ا، ص ۶۱۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ا، ص ۲۷۴، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: یہ حوالہ محض وہابیہ اسمعیلیہ کے اس کتاب میں مفتی بہ اقوال ماننے کی وجہ سے دیا گیا ہے جیسا کہ وہابی اسمعیلی نے اس کتاب کے ترجمہ کے مقدمہ میں اقرار کیا ہے۔

(۲) طاعون دور کرنے کے لئے دعا بدعت حسنہ سادات احناف کا موقف

(۱) علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَمِنْهُ الدُّعَاءُ بِرَفْعِ الطَّاعُونِ وَقَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ :بِدْعَةٌ أَيْ حَسَنَةٌ...

اور ان میں سے طاعون کے اٹھا لینے کی دعا کرنا۔ ابن حجر کا قول کہ یہ بدعت ہے سے مراد بدعت حسنہ ہے۔۔۔

(۲) اس کی تائید کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وقوله اى حسنة) كذا فى النهر. قُلْت:وَالْبِدْعَةُ تَعْتَرِيهَا الْأَحْكَامُ الْخَمْسَةُ كَمَا أَوْضَحْنَاهُ فِي بَابِ الْإِمَامَةِ...

قولہ ای حسنۃ) النہر میں اسی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں: بدعت کو پانچوں احکام لاحق ہوتے ہیں جس طرح ہم نے اسے باب الامامۃ میں واضح کیا ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۳، ص ۸۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

وَعَلَى هَذَا فَمَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرٍ مِنْ أَنَّ الِاجْتِمَاعَ لِلدُّعَاءِ بِرَفْعِهِ بِدْعَةٌ يَعْنِي حَسَنَةً....

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ طاعون دور کرنے کے لئے دعا کے لئے جمع ہونا بدعت ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔ (منحۃ الخالق علی البحر الرائق، جلد ۲، ص ۲۳۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ایک بار پھر علامہ حصکفی وعلامہ ابن عابدین شامی علیہما الرحمۃ کا نام آ گیا ہے ہوسکتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی پر وہابیہ اسمعیلیہ کو غصہ ہو کہ انہوں نے ابن عبدالوہاب کا رد کیا، اس کے متبعین کو خارجی کہا اور اس کے کرتوت عوام کے سامنے لے آئے جبکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان جیسے اسی کی گودی میں کھیلنا چاہتے ہیں یا پھر کوئی اور غصہ ہے جیسا کہ وہابی اسمعیلی انور شاہ کو تھا کہ اس نے تو سیدھا سیدھا لکھ دیا لیکن علامہ علاالدین حصکفی صاحب درمختار علیہ الرحمۃ پر کیا غصہ ہے؟ کیا انہوں نے بھی بدعات مخترعہ کی تائید کی ہے؟ کیونکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تو انہی کی کتاب کی شرح کی اور وہابی اسمعیلی انور شاہ کہتا ہے کہ بدعات مخترعہ کی تائید کی ہے (اگر چہ ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے سوال کر چکے ہیں کہ وہ علامہ ابن عابدین شامی کی وہ بدعات مخترعہ ہمیں بھی بتائے تاکہ معلوم تو ہو کہ ان بدعات میں کس کس نے ہاتھ رنگے ہیں اور کن کن پر حکم لگتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ خود ہی پھنس جائیں بلکہ ہمیں تو اس کا پورا پورا یقین ہے) تو کیا علامہ حصکفی صاحب درمختار علیہ الرحمۃ بھی ان کے ساتھ ہیں؟ وہابیہ اسمعیلیہ اگر چہ نہ بتائیں لیکن ان کے اصول بتاتے ہیں کہ علامہ حصکفی صاحب درمختار علیہ الرحمۃ بھی ان کے ساتھ ہیں جیسا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے لکھا کہ مشائخ احناف نے بدعات حسنہ کی تردید کی ہے جبکہ علامہ حصکفی صاحب درمختار علیہ الرحمۃ تو بدعت حسنہ کے قائل ہیں (اور علامہ شامی بھی ان کی تائید میں کسی بھی طرح پیچھے نہیں ہیں بلکہ وہ بھی ان بدعات حسنہ پر حوالے دیئے جاتے ہیں اور بتاتے جاتے ہیں کہ کس کس عالم نے اس کو نقل کیا یا کسی بھی طرح اس کی تائید کی ہے وغیرہ وغیرہ) تو کیا یہ بھی حنفی ہیں یا نہیں؟ اور مشائخ احناف میں سے ہیں یا نہیں؟

(۳) أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوی الحنفی علیہ الرحمۃ درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قوله: (حسنة) كذا في النهر عن العيني، وقال الحموي: ينظر ما المراد بكونها حسنة و الظاهر ان المراد: ان لا يبدع فاعلها لاستحسان المسلمين ذلك وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔

اور ان کا قول (حسنہ) اسی طرح نہر الفائق میں علامہ عینی سے منقول ہے۔ اور علامہ حموی نے فرمایا: دیکھا جائے کہ اس کے بدعت حسنہ ہونے سے کیا مراد ہے اور ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کو بدعت کی طرف منسوب نہ کیا جائے مسلمانوں کے استحسان کی وجہ سے اور جس کو مسلمان اچھا شمار کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳، ص ۳۰۲، مکتبہ الوحیدیہ پشاور)

اسی طرح علامہ صاحب اپنے ایک اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وعلى هذا فما قاله ابن حجر من أن الإجتماع للدعاء برفعه بدعة أي حسنة..

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ طاعون دور کرنے کے لئے دعا کے لئے جمع ہونا بدعت ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۷۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

لیجئے! علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہابیت اسمعیلیت کی گرتی دیوار کو ایک دھکا مزید دے دیا ہے۔ علامہ صاحب نے درمختار

کے حاشیہ میں جو لکھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔اس میں تو صراحتا ارشاد فرمایا کہ ایسا کام کرنے والے کو بدعتی نہیں کہا جائے اس کی طرف اس کو منسوب نہ کیا جائے کیونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ پر بھی کہیں فتوی نہ لگادے کہ مشائخ احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں اور آپ دلائل دے کر اس کو ثابت کر رہے ہیں۔میں وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ یہاں بھی اپنی اس ناجائز غیرت کو دکھاؤ جو ہمیں دیکھ کر بدعتی بدعتی کہتے اور پھر سادات احناف کے ذمہ لگاتے ہوئے آتی ہے۔

(۴) سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وعلی ھذا فما قالہ ابن حجر من أن الاجتماع للدعاء برفعہ بدعۃ یعنی حسنۃ...

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ طاعون دور کرنے کے لئے دعا کے لئے جمع ہونا بدعت ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔(النہر الفائق شرح کنز الدقائق،جلد ۱،ص ۳۷۶،دار الکتب العلمیۃ ومکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی نہر الفائق کا ذکر کیا لہٰذا ہم نے بھی علامہ عمر بن ابراہیم حنفی صاحب نہر الفائق کا حوالہ بیان کر دیا ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ کو بدعت حسنہ میں شمار کر کے اس کے کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔وہابی اسمعیلی ساجد خان کچھ بتائے گا کہ کیا صاحب نہر الفائق حنفی تھے یا نہیں؟اور وہ جو بانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور سادات احناف اس کی تردید نہیں بلکہ تائید کرتے ہیں یہ کیا ہے؟وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ وہ ہم سے شروع ہونے کے بجائے اوپر سے شروع ہو اور سب پر فتوے لگاتا ہوا ہمارے قدموں میں گرے پھر بھی ہم پر فتوی نہیں لگے گا بلکہ ہر بار سادات احناف ہی ہمارے سامنے کھڑے ہوں گے جن کی حقیقتا ہم ہی نے پیروی کی اور ہمارے اکابرین اہلسنت ہی سادات احنادف کے حقیقی وارث تھے اور انہوں نے ہی فقہ حنفی کو صحیح معنی میں سمجھا ہے اور اس کے تقاضے پورے کئے ہیں۔

(۳) مشکلات میں بلند آواز سے سورۃ فاتحہ بدعت حسنہ ہے سادات احناف کا مذہب

(۱) علامہ بدر الدین أبو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقراءۃ الفاتحۃ لغیر الصلاۃ للمھمات بدعۃ،لکنھا مستحسنۃ للعادۃ،ولا یجوز المنع منھا...

مشکلات میں نماز کے علاوہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے عادت کی وجہ سے اور اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔(البنایۃ شرح الہدایۃ،جلد ۱۲،ص ۲۳۷،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ (جن کی بات کو وہابی اسمعیلی انور شاہ نے فتاوی عالمگیری پر ترجیح دی ہے حالانکہ بقول وہابیہ فتاوی عالمگیری کی عبارات پر ۵۰۰ سادات احناف کا اجماع ہے) یہاں بھی اس بات کے اقراری ہیں اور اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا علامہ عینی علیہ الرحمۃ حنفی نہیں ہیں؟اور وہ جس چیز کی اجازت دے رہے ہیں اور جس کے کرنے سے منع کرنے کو ناجائز کہہ رہے ہیں کیا وہ بدعت نہیں ہے؟کیا علامہ عینی اس بدعت کو حسنہ فرما کر مشائخ احناف کی مخالفت کر رہے ہیں؟اور کیا ان پر بھی فتوے لگیں گے جو ہم پر لگ رہے ہیں؟ان سوالات کے جوابات تو وہابی اسمعیلی دے گا ہی لیکن یہاں ہم اس وہابی اسمعیلی سے ایک اور سوال بھی کر لیتے ہیں کہ جس طرح انور شاہ نے علامہ عینی علیہ الرحمۃ کو ۵۰۰ سادات احناف پر ترجیح دی اور ان کی بات کو مانا تو اس مقام پر جن اکابرین کا نام لے کر وہابی اسمعیلی نے گمراہ کرنے کی ناکام

کوشش کی ہے اگر ان کی عبارات کے وہی معنی ہوں اور وہ عبارات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف بھی نہ ہوں تو بھی کیا ان پر علامہ عینی کو ترجیح حاصل نہیں ہو گی؟ کیا علامہ عینی کی بات کو مانتے ہوئے اور ترجیح دیتے ہوئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے اور سادات احناف اس کے قائل ہیں اگر نہیں تو کیوں؟ وجہ فرق کیا ہے کہ ایک مقام پر تو ۵۰۰ سادات احناف پر مقدم اور دوسری جگہ صرف دو حوالوں پر بھی مقدم نہیں کیوں؟ ویسے وہابی اسمعیلی اس کا جو بھی جواب دے گا کئی ایک مسائل کا حل پیش کرے گا بلکہ کئی ایک سوالات کا جواب ہماری طرف سے اپنے ہی گھر کے افراد کو دے گا لہٰذا اس کو ہضم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ جَهْرًا لِلْمُهِمَّاتِ بِدْعَةٌ قَالَ أُسْتَاذُنَا: لٰكِنَّهَا مُسْتَحْسَنَةٌ لِلْعَادَةِ وَالْآثَارِ...

نماز کے بعد مشکلات کے لئے بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنا بدعت ہے ہمارے استاذ نے کہا: لیکن یہ معمول اور آثار کی وجہ سے مستحسن ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۹ ص ۶۹۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لیجئے! علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نے بھی علامہ عینی علیہ الرحمۃ کی تائید کر دی ہے اور اس بات کو بیان کیا ہے کہ نماز کے بعد مشکلات کے حل کے لئے سورۃ فاتحہ ہے تو بدعت لیکن اچھی بدعت ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو جو حوالے یا فتوے ہمیں دکھا رہا ہے وہ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کو بھی دکھائے اور ان پر بھی لگائے یا ان کو بھی سادات احناف کا مخالف ثابت کر کے بتائے کہ مشائخ احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں اور آپ اس کی اجازت دے رہے ہیں۔

(۴) سورتوں کے نام وغیرہ لکھنا بدعت حسنہ سادات احناف کا موقف

(۱) فتاوی عالمگیری وہ فتاوی ہے کہ جس کو خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ثالثی کے لئے پیش کیا ہے اور اس کے معتبر و مستند ہونے کا اقرار کیا ہے۔ **چنانچہ خود ہی لکھتا ہے:**

فتاوی عالمگیری: ملا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۱ھ) مرتب درس نظامی کی سربراہی میں حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے دور میں ۵۰۰ حنفی علماء نے اس فتاوی کو تیار کیا، احناف کے ہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ اقرار تو خود وہابی ملاں ساجد خان نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاد جی الیاس گھمن کے مصدقہ رسالے میں اسی فتاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

یہ عبارت فتاوی عالمگیری کی ہے اس کی عبارت پر پانچ صد (۵۰۰) جید علماء کا اجماع ہے۔

(قافلہ حق، جلد ۴، شمارہ ۱، ص ۲۹، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

جب یہ فتاوی خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے نزدیک معتبر بھی ہے اور اس کے وہابیوں کے نزدیک اس کی عبارات پر پانچ سو سادات احناف کا اجماع بھی ہے تو ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اس **"مشائخ احناف و مشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے"** جھوٹے دعوے کا انکشاف انہی سادات احناف سے کر دیتے ہیں۔ یعنی یہ وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان کہتا ہے کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے جبکہ دیگر سادات احناف بالعموم اور یہ ۵۰۰ سادات احناف بالخصوص بدعت حسنہ کے قائل تھے اور اس کی اجازت دیتے تھے اور نئی پیدا ہونے والی چیزوں کو بدعت حسنہ سے تعبیر کرتے تھے۔

بقول وہابی اسمعیلیہ ۵۰۰ سادات احناف کے مصدقہ فتاوی ’’فتاوی عالمگیری‘‘ میں لکھا ہے:

لَا بَأْسَ بِكِتَابَةِ أَسَامِي السُّوَرِ وَعَدَدِ الْآيِ وَهُوَ وَإِنْ كَانَ إِحْدَاثًا فَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ، وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ كَانَ إِحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ، وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ...

اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگر چہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان وزمان کے مختلف ہوتی ہیں۔

(فتاوی عالمگیری، جلد ۵، ص ۳۹۹، قدیمی کتب خانہ، مترجم وہابی، جلد ۹، ص ۳۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمعیلی ساجد خان جو جھوٹ پر جھوٹ لکھے جا رہا تھا ہم نے اس کے سامنے بند باندھنے کے لئے ان ہی سادات احناف کو پیش کر دیا ہے جن کو اس نے خود بطور ثالث پیش کیا ہے اور اہلسنت و وہابیہ اسمعیلیہ کے درمیان اختلافی مسائل میں ان کو بھی ثالث بنایا ہے۔

قارئین! بقول وہابیہ اسمعیلیہ فتاوی عالمگیری ۵۰۰ سادات احناف کا اجماعی فتاوی ہے اور ساجد خان کے نزدیک بھی بہت ہی معتبر ومستند ہے، بحمد للہ ہم نے اسی سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو بات **’’مشائخ احناف ومشائخ ھند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے انہی کی پیروی میں وہابی اسمعیلی احمدی بھی کسی بدعت حسنہ کے قائل نہیں۔‘‘** سادات احناف کے ذمہ لگا کر اچھل کود کی ہے وہ تو خود سادات احناف کے فتاوی سے ہی درست نہیں ہے کیونکہ سادات احناف بدعت حسنہ کی تردید نہیں کرتے بلکہ اس کے قائل ہیں لیکن وہابی اسمعیلی کی وہی ایک ٹانگ وہ کہتا ہے کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے جبکہ اسی کے بنائے ہوئے ثالثی فتاوی میں ہی بدعت حسنہ کو اچھا کہنے کے ساتھ ساتھ یہ اصول بھی بیان کر کے کہ ’’وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ كَانَ إِحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔ **اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں**‘‘ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا منہ کالا کر دیا اور اس بات کا بانگ دہل اعلان کر دیا کہ بہت سے چیزیں ہوتی نئی ہیں لیکن ہوتی جائز بلکہ بدعت حسنہ ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں یہ بتائے کہ یہ سچا ہے اپنے اس قول میں **’’مشائخ احناف ومشائخ ھند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے‘‘** یا پھر سادات احناف اپنے اس قول میں سچے ہیں ’’ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ كَانَ إِحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔ **اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں**‘‘ جس پر بقول وہابیہ ۵۰۰ سادات احناف کا اجماع ہے، اور وہابی اسمعیلی نے خود اس کو پیش کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی جو بھی کرے اسی کے دعوے کا بیڑا غرق ہوگا، اسی کی کتاب کی قلعی کھلے گی، اگر بزعم خود اس میں دیانت ہے تو لوگ اس کی دیانت پر چار حرف کریں گے اور اسی کی ذلت ورسوائی کا مزید سامان ہوگا۔ قارئین! ہمارا کام تھا بتانا ہم نے بتا دیا ہے آگے اہل انصاف فیصلہ خود ہی کر لیں گے کہ وہابی اسمعیلی سچا ہے یا جھوٹا اور جو فتوے اس نے ہمارے لئے تیار کئے تھے وہ ان ۵۰۰ سادات احناف پر فتوے لگتے ہیں یا نہیں؟

(۲) علامہ بدر الدین أبو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وعلى هذا أكتب أسماء السور وعدد الآي فهي وإن كن إحداثا فهو بدعة حسنة، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان، كذا ذكره التمرتاشي.

اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگر چہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف زمان کے مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح امام تمرتاشی نے بیان کیا ہے۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد ۱۲، ص ۲۳۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ سادات احناف میں کسی بھی طرح کوئی کم شخصیت نہیں ہیں بلکہ وہابی اسمٰعیلی انورشاہ نے تو جو کچھ بیان کیا ہے اس کے بعد علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کے قول کے سامنے کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کو دم نہیں مارنا چاہیے اور ان کی بات کو بلا چوں چراں کے مان لینا چاہیے۔

وہابی اسمٰعیلی انورشاہ کشمیری لکھتا ہے:

اعتماد اسی پر ہے جو عینی نے فرمایا کیونکہ ان کا مرتبہ عالمگیری سے زیادہ ہے۔

(انوار الباری، جلد ۱۹، ص ۳۶۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

لیجئے! اور دیکھیے علامہ عینی کے بارے میں خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے انورشاہ نے کیا لکھا ہے۔ اور علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس حوالے میں کیا ارشاد فرمایا ہے علامہ صاحب فرمارہے ہیں کہ کئی چیزیں ہوتی نئی ہیں، محدث ہوتی ہیں لیکن ہوتی بدعت حسنہ ہیں۔ بحمد للہ ہم نے ۵۰۰ سادات احناف کے حوالے سے تو ثابت کر ہی دیا تھا کہ سادات احناف بدعت حسنہ کے قائل ہی قائل ہیں لیکن یہاں ان سے بھی بقول وہابی انورشاہ مرتبہ میں زیادہ علامہ عینی سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی بدعت حسنہ کے قائل ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو جو کچھ کہنا یا لکھنا ہے ان سادات احناف کے بارے میں لکھے اور جو جو فتوے لگانے ہیں یا دکھانے ہیں وہ ان سادات احناف کو دکھائے یا پھر جن عبارات کا جواب لینا ہے تو وہ اپنے ہی بنائے ہوئے ثالثوں سے لے کیونکہ وہ تو سب کے سب بحمد للہ اہلسنت کے ساتھ تھے، ہیں اور رہیں گے۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ جتنا مرضی زور لگالیں پھر بھی ان کو اپنا ثابت نہیں کر سکتے۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں بھی بتادے کہ وہ سچا ہے یا پھر علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ جن کا مقام ومرتبہ ۵۰۰ سادات احناف سے بھی زیادہ ہے۔ میں یہاں ایک بات مزید کہوں گا کہ: وہابیہ اسمٰعیلیہ جو دوسروں کو کہتے پھرتے ہیں کہ تمہارے اصول تمہارے اصول وغیرہ وغیرہ خود ان کے گھر کے اصول یہ ہیں وہ دوسروں کو کہنے کے بجائے غیرت کی گولی کھاتے ہوئے خود اپنے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں تاکہ پھر دوسروں کو کہتے ہوئے اچھے بھی لگیں، لیکن ان کی گندی شکلیں کبھی بھی اچھی نہیں ہو سکتیں۔

(۳) علامہ عالم بن العلاء دہلوی ہندی (المتوفی ۷۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وعلى هذا كتابة أسامي السور وعدد الآي فهو وإن كان إحداثا فهو بدعة حسنة، وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان.

اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف زمان ومکان کے مختلف ہوتی ہیں۔ (الفتاوی التاتارخانیہ، جلد ۱۸، ص ۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عالم بن العلاء علیہ الرحمۃ نے بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق کر دیا ہے اور اس نے جو بات سادات احناف کے ذمہ میں اپنی جہالت یا اپنے وہابی اکابرین کی جہالت کی وجہ سے لگائی تھی سادات احناف کو اس سے بالکل بری کر دیا ہے۔ اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ سادات احناف بدعت حسنہ کے قائل ہیں۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو کچھ بیان کیا وہ خود اسی کے پیٹ کا کیا کرایا ہے ورنہ جن کا نام اس نے لیا ہے خود وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی ان کی نہیں مانتے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ علامہ عالم بن العلاء بھی حنفی تھے یا نہیں اگر تھے اور یقیناً تھے تو پھر یہ کیا ہے تم کہتے ہو کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے جبکہ یہاں تو وہ خود بیان کر رہے ہیں کہ اگرچہ یہ محدث ہے نئی چیز ہے مگر ہے بدعت حسنہ۔ یہاں

کیا کہو گے، ان پر بھی وہی زبان درازی کرو گے اور ان کو بھی بدعتی بدعتی کے تمغے دو گے؟ یا پھر اپنے دعوے اور کتاب کی نیّا خود ہی بیچ سمندر میں غرق کرو گے۔

(۴) علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَعَلَى هَذَا لَا بَأْسَ بِكِتَابَةِ أَسَامِي السُّوَرِ وَعَدِّ الْآيِ وَعَلَامَاتِ الْوَقْفِ وَنَحْوِهَا فَهِيَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔۔

اور اس تعبیر کی بنا پر سورتوں کے نام لکھنے، آیات کو شمار کرنے اور وقف کی علامات وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں یہ تو بدعت حسنہ ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۹، ص ۶۳۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نوٹ: علامہ شامی اور علامہ طحطاوی علیہما الرحمہ نے اس عبارت کو ثابت رکھا اور کوئی اعتراض نہیں کیا جو کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کذابیہ غرابیہ کے نزدیک اتفاق کی دلیل ہے۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی طرف سے یہ ایک اور تائید ہے علامہ صاحب نے اور بھی کئی مقامات پر بدعت حسنہ کی زور وشور سے تائید کی ہے اور یہ مقام بھی گویا کہ مزید ہے اس میں علامہ حصکفی اور وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول کے مطابق علامہ شامی وطحطاوی بھی انہی کی صف میں ہیں اور گویا کہ یہ سب سادات احناف مل کر بیک زبان ہو کر فرما رہے ہیں کہ بدعت حسنہ جائز ہوتی ہے اور سادات احناف اس کی اجازت دیتے ہیں اور بات اس طرح نہیں جس طرح وہابیہ اسمٰعیلیہ بیان کر رہے ہیں بلکہ اس طرح ہے جس طرح اہلسنت بیان کر رہے ہیں۔

(۵) علامہ عبدالغنی الدمشقی المیدانی الحنفی (المتوفی ۱۲۹۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآي، وعلامات الوقف ونحوها؛ فهي بدعة حسنة۔۔

اور اسی وجہ سے سورتوں کے نام، آیات کی تعداد، علامات وقف اور اس کی مثل لکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(اللباب فی شرح الکتاب، ص ۶۳۶ صدیقی پبلشرز کراچی)

علامہ عبدالغنی حنفی علیہ الرحمۃ کی یہ گواہی بھی اہلسنت کے حق میں ہے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی تردید میں ہے وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان سادات احناف کے ذمہ لگاتا ہے کہ وہ بدعات حسنہ کی تردید کرتے ہیں لیکن سادات احناف کی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ وہ بدعت حسنہ کی تردید کرنے والے نہیں تھے بلکہ تائید کرنے والے تھے اور انہوں نے کئی ایک چیزیں اپنی کتابوں میں بیان فرما کر ان پر بدعت حسنہ کا حکم لگایا۔ اب وہابی اسمٰعیلی علامہ عبدالغنی حنفی علیہ الرحمۃ پر بھی دو چار فتوے لگائے اور ان کو بھی بتائے کہ سادات احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں یا تائید کرتے ہیں۔ قارئین! یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ وہابی اسمٰعیلی اپنی اس بات میں "وہابی اسمٰعیلی احمدی سادات احناف کی پیروی کرتے ہیں" کتنے سچے ہیں۔

(۶) علامہ عبدالرحمن بن محمد المدعو بشیخی زادہ (المتوفی ۱۰۷۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَعَلَى هَذَا لَا بَأْسَ بِكَتْبِ أَسَامِي السُّوَرِ وَعَدِّ الْآيِ فَهُوَ وَإِنْ مُحْدَثًا فَمُسْتَحْسَنٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ۔۔

اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر مستحسن ہے اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان وزمان کے مختلف ہوتی ہیں۔ (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد ۴، ص ۲۲۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبدالرحمن علیہ الرحمۃ بھی وہ شخصیت ہیں جن کے حوالے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں اوران کو بھی اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن علامہ صاحب ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی سادات احناف کے حقیقی ورثاء کے ساتھ ہیں اوراس بات کے قائل ہیں کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے اور جائز ہوتی ہے اورسادات احناف نے کئی مقامات میں اس کا اظہار کیا ہے، باقی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جیسوں نے جو کچھ کیا ہے اس کی اوقات خود سادات احناف نے ہی بیان کردی ہے۔

(۷)علامہ عبدالحیی لکھنوی ھدایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وعلی هذا کتابة أسامي السور وعدد الآی فهو وإن کان إحداثا فهو بدعة حسنة، و کم من شیء یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

اورسورتوں کے نام اورآیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈرنہیں ہے اور یہ اگر چہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف زمان ومکان کے مختلف ہوتی ہیں۔ (الھدایہ، جلد ۴، ص ۴۷۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ عبدالحیی لکھنوی کے بارے میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو کہا ہے اس کو ہم نے اسی کتاب میں بیان کیا ہے وہابی اسمٰعیلی دوسروں سے منوانے اور دوسروں کو اصول بتانے کے بجائے خود توعمل کر کے دکھائے جس جس کا نام وہابی اسمٰعیلی نے لیا ہے یا حوالہ دیا ہے وہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کی تردید کرتے ہیں۔

(۸)الموسوعة الفقهية میں ہے:

وَعَلَى هَذَا لَا بَأْسَ بِكِتَابَةِ أَسْمَاءِ السُّوَرِ، وَعَدِّ الآيِ، وَعَلَامَاتُ الْوَقْفِ وَنَحْوِهَا، فَهِيَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد ۱۲، ص ۲۹۱، دارالسلاسل الکویت)

نوٹ !الموسوعہ الفقہیہ کا حوالہ دینے کا ایک مقصد ہے، جب وہابی اسمٰعیلی جواب دے گا تو وہ بھی بتادیا جائے گا۔

(۵)طواف وداع کے بعد الٹے پاوں لوٹنا بدعت حسنہ سادات احناف کا فتوی

(۱)علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْقَهْقَرَى وَإِنْ كَانَتْ بِدْعَةً إِلَّا أَنَّهَا لَا تُزَاحِمُ سُنَّةً، وَلَا تَدْفَعُهَا مَرَّةً فَهِيَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ. وَقَدْ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بَلْ رَفَعَهُ أَنَّ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ۔۔۔

اُلٹے پاؤں لوٹنا اگر چہ بدعت ہے لیکن سنت سے مزاحم نہیں، یہ بدعت حسنہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلکہ مرفوعا بیان کرتے ہیں: ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۵، ص ۶۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۵، ص ۸۴۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ بھی وہ شخصیت ہیں جن کا نام لے کر وہابی اسمٰعیلی نے گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اورعلامہ صاحب کو ہمارے اوراپنے درمیان ثالث بنایا ہے لیکن آپ کو ہماری کتاب پڑھ کر اندازہ ہوگیا ہوگا کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے ہر بار فتوی ہمارے ہی حق میں دیا ہے اورآپ کیوں نہ دیں کیونکہ سادات احناف کے حقیقی وارث اہلسنت ہی ہیں۔اس مقام پر بھی علامہ علی قاری نے جو کہ خود وہابی اسمٰعیلی کے بنائے ہوئے ثالث ہیں انہوں نے ہمارے ہی حق میں فیصلہ سنایا اوراس بات کا ببانگ دہل اعلان فرمایا کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے اوراس پر عمل کیا جاتا ہے، اس کی مثال علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے جو دی ہے وہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ

طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں لوٹنا یہ بدعت حسنہ ہے اور دلیل بھی کیسی بیان کی کہ یہ سنت سے نہیں ٹکراتی لہٰذا جائز بدعت ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ مسلمان جس کو اچھا کہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان معلوم نہیں کہ کونسے باڑے سے فارغ عن العقل ہے جو اکابرین احناف کا نام تو لیتا ہے لیکن ان کے کلام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو کہہ رہا تھا کہ مشائخ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مشائخ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں تو یہ کون ہیں جن کے ہم حوالے دے رہے ہیں کیا علامہ علی قاری کی بھی حنفیت میں شک ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو علامہ علی قاری بدعت حسنہ کی اجازت دے کر اس پر عمل کا ارشاد فرما رہے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو بھی فتوے لگانے ہیں اور جس جس کو بھی حنفیت سے خارج کرنا ہے کر دے کیونکہ کچھ نام ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ نام آگے آ رہے ہیں جو اس کے فتوؤں کی زد میں آئیں گے۔

(۲) علامہ عبدالغنی نابلسی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واما وَضْعُ السُّتُورِ، وَالْعَمَائِمِ، وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ والْأَوْلِيَاءِ كَرِهَهُ الْفُقَهَاءُ حَتَّى قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ: وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ الخ. وَلَكِنْ نَحْنُ الْآنَ نَقُولُ إِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذَلِكَ التَّعْظِيمَ فِي أَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ الَّذِي وُضِعَتْ عَلَيْهِ الثِّيَابُ، وَالْعَمَائِمُ وَجَلْبِ الْخُشُوعِ، وَالْأَدَبِ لِقُلُوبِ الْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ لِأَنَّ قُلُوبَهُمْ نَافِرَةٌ عِنْدَ الْحُضُورِ فِي التَّأَدُّبِ بَيْنَ يَدَيْ أَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالَى الْمَدْفُونِينَ فِي تِلْكَ الْقُبُورِ كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ حُضُورِ رُوحَانِيَّتِهِمْ الْمُبَارَكَةِ عِنْدَ قُبُورِهِمْ فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَلَكِنْ هُوَ مِنْ قَبِيلِ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ فِي كِتَابِ الْحَجِّ أَنَّهُ بَعْدَ طَوَافِ الْوَدَاعِ يَرْجِعُ الْقَهْقَرَى حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لِأَنَّ فِي ذَلِكَ إِجْلَالَ الْبَيْتِ وتعظيمه حَتَّى قَالَ فِي مِنْهَجِ السَّالِكِ: " وَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ مِنَ الرُّجُوعِ الْقَهْقَرَى بَعْدَ الْوَدَاعِ فَلَيْسَ فِيهِ سُنَّةٌ مَرْوِيَّةٌ وَلَا أَثَرٌ مَحْكِيٌّ وَقَدْ فَعَلَهُ أَصْحَابُنَا ....

اور بہر حال اولیاء اور صالحین کی قبور پر چادریں وغیرہ رکھنا تو فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے یہاں تک کہ فتاوی حجۃ میں کہا کہ قبور پر چادریں رکھنا مکروہ ہے، لیکن اب ہم کہتے ہیں اگر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تاکہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں، اور غافل زائرین کے دلوں میں ان کا ادب واحترام پیدا ہو، کیونکہ ان کے دل مزارات میں موجود اولیاء کرام (کا مقام نہ جاننے کے سبب ان) کی بارگاہ میں حاضری دینے اور ان کا ادب واحترام کرنے سے خالی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی مقدس ارواح ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں لہٰذا چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے ہر ایک کے لئے اسی کا بدلہ ہے جو اس نے نیت کی، **اگر چہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اسلاف کا عمل نہ تھا لیکن یہ بات ویسے ہی جائز ہے جیسے فقہاء کرام کتاب الحج میں فرماتے ہیں: حج کرنے والا طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں چلتا ہوا مسجد حرام سے نکلے کیونکہ یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم وتکریم ہے اور منہج السالک میں ہے طواف وداع کے بعد لوگوں کا الٹے پاؤں واپس لوٹنا نہ تو سنت ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی واضح حدیث ہے۔ اس کے باوجود بزرگانِ دین ایسا کیا کرتے تھے۔** (کشف النور عن اصحاب القبور، ص ۴۵، دار الاثار الاسلامیہ)

لیجئے! علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی بات ارشاد فرما دی جو علامہ علی قاری نے فرمائی، علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر کلام کیا جبکہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے اولیاء اللہ کی قبور پر چادر ڈالنے کو ثابت کرنے کے لئے اس بات کو بیان کیا۔ اور یہ اقرار کیا کہ طواف وداع میں الٹے پاؤں واپس جانے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور نہ ہی اسلاف کا اس پر عمل تھا لیکن یہ بدعت حسنہ ہے، جائز ہے اور ہمارے اصحاب کا اس پر عمل ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم سے کوئی سوال کرنے کے بجائے ان سادات احناف سے سوال کرے اور ان کو بتائے کہ ''مشائخ احناف و مشائخ ہند تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں'' پھر آپ اجازت کیوں دیتے ہیں اور اسی طرح جن جن چیزوں کو ان سادات احناف نے جائز قرار دیا ہے ان پر بھی بدعت سیئہ یا ناجائز کا حکم لگا کر خود بھی ان سے بری الذمہ ہو جائے اور اپنے وہابیوں کو بھی کرے لیکن آپ یقین کریں کہ خود بدعتوں پر عمل کریں گے مگر برا دوسروں کو کہیں گے، اور فتوے سادات احناف پر لگائیں گے کیوں؟

(۳) اسی کی تائید میں علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً فَهُوَ كَقَوْلِهِمْ بَعْدَ طَوَافِ الْوَدَاعِ يَرْجِعُ الْقَهْقَرَى، حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ إِجْلَالًا لِلْبَيْتِ حَتَّى قَالَ فِي مِنْهَاجِ السَّالِكِينَ إِنَّهُ لَيْسَ فِيهِ سُنَّةٌ مَرْوِيَّةٌ، وَلَا أَثَرٌ مَحْكِيٌّ وَقَدْ فَعَلَهُ أَصْحَابُنَا اهـ كَذَا فِي كَشْفِ النُّورِ عَنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ لِلْأُسْتَاذِ عَبْدِ الْغَنِيِّ النَّابُلُسِيِّ قُدِّسَ سِرُّهُ۔۔۔

(اولیاء و صالحین کی قبور پر چادر ڈالنا از ناقل) اگرچہ یہ ایسا عمل ہے جو بدعت ہے (جو پہلے معمول نہیں رہا) پس یہ علماء کے اس قول کی طرح ہے کہ وہ طواف وداع کے بعد پچھلے پاؤں پلٹے یہاں تک کہ مسجد سے نکل جائے یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لئے ہو یہاں تک کہ منہاج السالکین میں کہا: اس میں کوئی مروی سنت اور محکی اثر نہیں یہ وہ عمل ہے جسے ہمارے اصحاب نے کیا ہے اسی طرح کا قول کشف النور عن اصحاب القبور میں ہے یہ استاذ عبدالغنی قدس سرہ کی تالیف ہے۔۔۔ (کشف النور کا حوالہ ہم اوپر ہی بیان کر چکے)

(ردالمحتار علی الدرالمختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹، ص ۵۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ ابن عابدین شامی بھی وہ شخصیت ہیں جن کے حوالے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی اسی کتاب میں دے کر ان کو بھی ثالث بنایا ہے لیکن ان کی ثالثی صرف وہابی اسمٰعیلی کے کہنے پر ہے یعنی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جن جن مسئلوں کو علامہ شامی کے حوالے سے بیان کیا ہے ان میں تو یہ ثالث ہیں، اس کے علاوہ وہابیہ اسمٰعیلیہ نے علامہ شامی کی بات نہیں مانتی بلکہ ان پر ہی فتوے لگانے ہیں جیسا کہ ہم کئی جگہوں پر بیان کر چکے ہیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا علامہ شامی معتبر و مستند ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ان کے حوالے کس خوشی میں دیئے ہیں اور ان کا نام لے کر ہمیں کیوں ڈرانے کی کوشش کی ہے اور اگر معتبر ہیں تو پھر علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے قبور پر چادر ڈالنے کو جائز کہا ہے کیا یہ بات بھی ان کی درست ہے؟ اور اسی طرح علامہ شامی علیہ الرحمۃ بدعت حسنہ کے بھی قائل ہیں کیا یہ بات بھی ان کی معتبر ہے یا نہیں؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان شاید بھنگ کے نشے میں ہے یا اس نے نسوار اتنی ٹھونس لی ہے کہ اس کی آنکھیں ہی نہیں کھل رہیں وہابی اسمٰعیلی کو اگر ہوش آئے یا اس کی آنکھیں کھلیں تو دیکھے علامہ شامی کو خود اسی نے ثالث بنایا ہے ان کے حوالے اس نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں اب انہی کی مان لے۔ وہابی اسمٰعیلی جو بھی کرے گا بحمد للہ بیڑا غرق اسی کا ہی ہوگا اور اسی کی اوقات سب کے سامنے آئے گی یا تو اپنے دعوے کو دیوار پر مارے گا یا پھر ان سادات احناف سے جان چھڑائے گا جس کو اس نے خود ہی ثالث بنایا ہے۔

علامہ شامی اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَلَكِنْ هُوَ مِنْ قَبِيلِ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ فِي كِتَابِ الْحَجِّ أَنَّهُ بَعْدَ طَوَافِ الْوَدَاعِ يَرْجِعُ الْقَهْقَرَى حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لِأَنَّ فِي ذَلِكَ إِجْلَالَ الْبَيْتِ وتعظيمه حَتَّى قَالَ فِي مِنْهَجِ السَّالِكِ: "وَمَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ مِنَ الرُّجُوعِ الْقَهْقَرَى بَعْدَ الْوَدَاعِ فَلَيْسَ فِيهِ سُنَّةٌ مَرْوِيَّةٌ وَلَا أَثَرٌ مَحْكِيٌّ وَقَدْ فَعَلَهُ أَصْحَابُنَا ۔۔

اولیاء وصالحین کی قبور پر چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے ہر ایک کے لئے اسی کا بدلہ ہے جو اس نے نیت کی، **اگرچہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اسلاف کا عمل نہ تھا لیکن یہ بات ویسے ہی جائز ہے جیسے فقہاء کرام کتاب الحج میں فرماتے ہیں: حج کرنے والا طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں چلتا ہوا مسجد حرام سے نکلے کیونکہ یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم وتکریم ہے اور منہج السالک میں ہے طواف وداع کے بعد لوگوں کا الٹے پاؤں واپس لوٹنا نہ تو سنت ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی واضح حدیث ہے۔ اس کے باوجود بزرگان دین ایسا کیا کرتے تھے۔**

(العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، جلد ۲، ص ۵۶۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس فتاوی میں بھی وہی بات اپنے استاذ محترم علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے رسالے ''کشف النور عن اصحاب القبور'' کے حوالے سے بیان کی ہے۔ وہابی اسمعیلی ادھر بھی دیکھ لے اور کچھ فتوے اگلی بار ان کے لئے بھی تیار رکھے، ویسے ضمناً تو بہت فتوے لگ چکے ہیں لیکن ہم وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی مقام پر لے آئیں گے جہاں یہ روئے گی بھی اور عوعو بھی کرے گی بس تھوڑا انتظار کریں۔

(۶) نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت حسنہ سادات احناف کا اقرار

(۱) العلامۃ الشیخ ملک المحدثین محمد طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ھی سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادوہ بعد صلوۃ الصبح و العصر لا اصل لہ فی الشرع و لکن لا باس بہ۔۔۔وھی من البدع المباحۃ۔۔۔

مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے اور لوگوں میں نماز صبح اور عصر کے بعد جس مصافحہ کی عادت ہوگئی ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لیکن یہ مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔**اور یہ مصافحہ بدعات مباحہ میں سے ہے۔**

(مجمع بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۲۸، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ)

علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ بھی وہ شخصیت ہیں جن کا نام لے کر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے بحمد للہ وہابی اپنے اس مشن میں تو کامیاب نہ ہوسکا لیکن ان کا نام لکھ کر اور ان کو ثالث مان کر اپنے دعوؤں کا بیڑا غرق کر دیا اور اپنی کتاب کی قبر وہیں بنا دی جہاں اس کے وہابی اکابرین مٹی ہو چکے ہیں۔ علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ کے بارے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان نے خود کیا لکھا ہے آپ بھی دیکھ لیجئے تاکہ فیصلہ کرنا آپ کے لئے آسان ہوجائے کہ وہابی اسمعیلی نے ان کا نام لکھ کر کیا کیا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

مجمع بحار الانوار: شیخ محمد بن طاہر بن علی بن الیاس رحمۃ اللہ، آپ کا شمار جید محدثین میں ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''بوہرہ قوم مین مروج بدعتوں کی اصلاح کی اور اس قوم کے اہل سنت و بدعت میں تفریق و

امتیاز پیدا کر دیا، انہوں نے ازالہ بدعات اور اس علاقہ کے اہل بدعت کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، بال آخر انہی مبتدعین کے ہاتھوں ان کی شہادت واقع ہوئی۔'' (اخبار الاخبار، ص ۲۶۴) ٦ شوال ۹۸٦ھ میں سارنگ پور میں شہید ہوئے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۵، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ اور آپ کی وہی کتاب جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے **مجمع بحار الانوار** کی تعریف کرنے والا اور تعریف کر کے اپنا ہمنوا بنانے والا کوئی اور نہیں ہے بلکہ یہی پکا وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان ہے۔

اولاً: ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے یہ پوچھتے ہیں کہ علامہ صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت مباحہ ہے تو کیا حضرت کی یہ بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو کم از کم اپنے پانچ وہابی اسمٰعیلی اکابرین سے یہی بات بیان کر دو کہ نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت ہے لیکن ایسی بدعت جس کو کرنا جائز ہے۔ اور اگر حضرت کی یہ بات درست نہیں ہے اور یقینا دوسرے وہابی کیا خود تمہارے نزدیک ہی درست نہیں ہے جیسا کہ تم نے اسی کتاب میں لکھا ہے تو ان پر کیا کیا فتوے لگیں گے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی لکھے اور جو بھی کرے اس کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا پردہ فاش ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اوقات ہی معلوم ہونی ہے اور اس کی کتاب و دعوے ہی بیچ سمندر میں غرق ہونے ہیں۔

ثانیاً: یہ بتائے کہ کیا کوئی بدعت مباحہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے بیان کیا اگر ہوتی ہے تو جو دعوی تم نے کیا ہے کہ مشائخ احناف و مشائخ ہند بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے اور اگر یہ درست ہے تو پھر علامہ طاہر صدیقی ہندی کے فرمان کا کیا ہوگا۔

(۲) علامہ علاء الدین حصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(كَالْمُصَافَحَةِ) أَيْ كَمَا تَجُوزُ الْمُصَافَحَةُ لِأَنَّهَا سُنَّةٌ قَدِيمَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَافَحَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ وَحَرَّكَ يَدَهُ تَنَاثَرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِطْلَاقُ الْمُصَنِّفِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَالْوِقَايَةِ وَالنُّقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ وَالْمُلْتَقَى وَغَيْرِهِ يُفِيدُ جَوَازَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَوْلُهُمْ إِنَّهُ بِدْعَةٌ أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ فِي أَذْكَارِهِ وَغَيْرُهُ فِي غَيْرِهِ۔

درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقا جائز ہے **خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے**، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۹، ص ۶۲۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ایک بار پھر علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کا حوالہ حاضر ہے آپ نے پہلے بھی کئی چیزوں کے بدعت حسنہ ہونے کا بانگ دہل اعلان کیا ہے جس کے حوالے ہم دے چکے ہیں اور اس مقام پر بھی وہابیت اسمٰعیلیت کو غرق کرتے ہوئے نمازوں کے بعد مصافحہ کو بدعت حسنہ قرار دے کر وہابی اسمٰعیلی کے دعوے کی اوقات بیان کر دی ہے۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے دو مسئلہ حل ہوئے ایک تو یہ کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو حضرت جائز کہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ حضرت کے نزدیک بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی یہاں کوئی حیل وحجت کرے اور کہے کہ جی یہ ہے اور جی وہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم پہلے سے ہی اس کے سارے حیلوں کا جواب خود اسی کے گھر سے دے دیتے ہیں۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

الفضل ما شهدت به الاعداء کا اصول وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں لکھا ہے اب ہم اسی اصول سے علامہ حصکفی حنفی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نمازوں کے بعد مصافحہ کے جائز اور بدعت مباحہ حسنہ ہونے کو بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی تبریز عالم لکھتا ہے:

فقہاء احناف میں سے علامہ حصکفی کی رائے بھی اباحت وجواز کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَإِطْلَاقُ الْمُصَنِّفِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَالْوِقَايَةِ وَالنُّقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ وَالْمُلْتَقَى وَغَيْرِهِ يُفِيدُ جَوَازَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَوْلُهُمْ إِنَّهُ بِدْعَةٌ أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ۔ (اسلام کا نظام سلام ومصافحہ ص ۴۰۵، مکتبہ رحمۃ للعالمین پشاور)

نوٹ! اس کتاب پر درج ذیل وہابیوں کی تقاریظ وتصادیق ہے:

(۱) وہابی سعادت علی قاسمی (۲) وہابی مفتی حبیب الرحمن (۳) وہابی ریاست علی بجنوری (۴) وہابی مولوی رحیم الدین انصاری۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گھر کی گواہی آ گئی ہے اور اس میں یہ اقرار ہے کہ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ومباح ہے، یہ تو وہابی احمدی تبریز عالم کا اقرار ہے مگر علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی جس عبارت سے وہابی اسمعیلی نے نمازوں کے بعد مصافحہ کی اباحت وجواز نکالا ہے اس میں علامہ صاحب نے نمازوں کے بعد مصافحہ کو بدعت مباحۃ حسنہ لکھا ہے۔ اب ہمارا پھر وہابی اسمعیلی ساجد خان سے وہی سوال ہے کہ کیا نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے؟ اور کیا سادات احناف بدعت حسنہ کی اجازت دیتے ہیں اگر تمہارا جواب نہ ہو تو علامہ حصکفی کے بارے میں تمہارے گھر کے افراد جس کا اقرار کر رہے ہیں وہ بدعت حسنہ ہی ہے، اب علامہ حصکفی کو حنفیت سے نکالو گے یا پھر اس بدعت حسنہ کو جائز کہو گے جو بھی کرو جھوٹ کا بیڑا تو غرق ہونا ہی ہے۔

(۳) علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بعض المتاخرين من الحنفية صرّح بالكراهة فی ذلك ادعاء بانه بدعة مع انه داخل فی عموم سنة المصافحة مطلقا.....و صرح النووی فی كتابه (الاذكار) و غيره من الشافعية بانها فی هذين الوقتين بدعة مباحة فلا ينبغی للواعظ او المدرس ان ينهی العوام عما افتی بجوازه بعض ائمة الاسلام..

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے باوجود یکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔۔۔۔ اور امام نووی نے اپنی کتاب الاذکار میں اور ان کے علاوہ دیگر شافعیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان دو وقتوں میں مصافحہ **بدعت مباحہ ہے اور واعظ ومدرس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ عوام کو اس سے منع کرے جس کے جواز کا فتوی بعض ائمہ اسلام نے دیا ہے۔** (الحدیقۃ الندیہ، جلد ۳، ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا حوالہ بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں دیا ہے، اب ہم نے بھی انہی کا حوالہ دے دیا ہے اور دیکھتے ہیں کہ جو ہمارے خلاف بزعم وہابی اسمعیلی معتبر ومستند تھے کیا اب بھی وہ معتبر ومستند ہیں اور ان کی بات کی اہمیت ابھی بھی وہی ہے یا وہ اب غیر معتبر یا ان کی بات کی وہ اہمیت نہیں؟ کیونکہ پہلے حوالہ وہابی نے دیا تھا اور اب حوالہ ہم دے رہے ہیں۔ بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جب علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کو خود ہی پیش کیا ہے تو اب ان کی یہ بات بھی مانے اور جو فتوے نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والوں پر لگائے ہیں یا تو وہ سب علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ پر بھی لگائے یا پھر ان کو کالعدم قرار دیتے

ہوئے ان کے بدعت مباحہ ہونے کا اقرار کرے اور دوسروں کو بھی وصیت کرے کہ جس کے جائز ہونے کا فتوی علماء دے چکے اس سے منع مناسب نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی فرماتے ہیں:

ھی بعد الصّلوٰۃ بدعۃ عندنا والاصحّ انھا مباحۃ لما فیھا من الاشارۃ الی انہ کانّ قدم من غیبۃ لانہ کان عند ربہ یناجیہ فافھم۔

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غَیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رب کے حضور مصروفِ مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔

(نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض، جلد ۲، ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ خفاجی حنفی علیہ الرحمۃ نے بھی نمازوں کے بعد مصافحہ کو بدعت مباحہ کہہ دیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کے فتوے دیکھے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ بدعت مباح ہے یا پھر۔۔۔

(۵) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے۔ اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی، **یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے۔ صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے۔ کہ ملک توران وغیرہ میں مروج ہے۔** (فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۷۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی نماز عصر کے بعد مصافحہ کو ایسی بدعت ارشاد فرمایا جو کہ جائز ہے، اور یہ بھی انہی شخصیات میں سے ہیں جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے انہوں نے بھی ہر بار کی طرح اس بار بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے پر پانی پھیر دیا ہے اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جائز بدعت بھی ہوتی ہے۔

قارئین! ہم صرف اسی مسئلہ نمازوں کے بعد مصافحہ میں کئی سادات احناف کے حوالے دے چکے جو بدعت مباحہ حسنہ کے قائل ہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ہٹ دھرمی دیکھیے کہ سادات احناف کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ بدعت حسنہ کی تردید کرتے تھے اگر سادات احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے تھے تو پھر یہ سب علماء کون ہیں۔؟

(۶) اس پر علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی علیہ الرحمۃ اذان الجوق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فَفِیهِ دَلِیلٌ عَلَی أَنَّهُ غَیْرُ مَکْرُوهٍ، لِأَنَّ الْمُتَوَارَثَ لَا یَکُونُ مَکْرُوهًا، وَ کَذٰلِكَ نَقُولُ فِی الْأَذَانِ بَیْنَ یَدَیِ الْخَطِیبِ فَیَکُونُ بِدْعَةً حَسَنَةً إِذْ مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ حَسَنٌ۔۔۔

اس میں دلیل ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ متوارث عمل مکروہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان کے بارے میں کہیں گے۔ پس یہ بدعت حسنہ ہوگی کیونکہ جس کام کو مومنین اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۲، ص ۷۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۷) نماز میں زبان سے نیت بدعت حسنہ سادات احناف کا فتویٰ

(۱) علامہ ابن نجیم مصری الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فَالْحَاصِلُ أَنَّ التَّلَفُّظَ بِاللِّسَانِ بِالنِّيَّةِ بِدْعَةٌ مُطْلَقًا فِي جَمِيعِ الْعِبَادَاتِ۔۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے نیت کرنا مطلقا بدعت ہے تمام عبادات میں۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۵۶۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ کو بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے میں وہابی اسمعیلی احمدی سے پوچھتا ہوں کہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ کی یہ بات درست ہے کہ تمام عبادات میں زبان سے نیت کرنا بدعت ہے؟ اگر درست ہے تو مبارک ہو کہ تمہارے دعوے کی ایسی کی تیسی تمہارے ہی بنائے ہوئے ثالث علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمۃ نے کردی اور تمہارے یہ کہنے کہ ''مشائخ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے تھے'' کے جھوٹے ہونے کا انکشاف کر دیا۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ حنفی تھے یا نہیں؟ کیونکہ تم کہتے ہو کہ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں جبکہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ تو زبان سے نیت کرنے کو بدعت حسنہ مانتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ کیا جواب ہے وہابی اسمعیلی کا یہ خود اپنے دعوے میں جھوٹا ہے یا پھر یہ اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ کے حنفی ہونے سے دستبردار ہوتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے بیڑا اسی کا غرق ہونا ہے۔

(۲) اسی بات کو علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ فِي الْبَحْرِ: فَالْحَاصِلُ أَنَّ التَّلَفُّظَ بِاللِّسَانِ بِالنِّيَّةِ بِدْعَةٌ مُطْلَقًا فِي جَمِيعِ الْعِبَادَاتِ۔

البحر میں کہا ہے: حاصل یہ ہے کہ زبان سے نیت کرنا مطلقا تمام عبادت میں بدعت ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۳، ص ۵۶۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ بھی صاحب بحر الرائق کے ساتھ ہیں۔ قارئین! یہاں تک تو ہم نے زبان سے نیت کے جمیع عبادات میں بدعت ہونے کو بیان کیا ہے، اب ہم ایک خاص عبادت کی طرف جارہے ہیں کہ اس میں زبان سے نیت کرنا کیسا ہے. جی ہاں نماز کی نیت زبان سے کرنے کو سادات احناف اور مشائخ ہند کیا کہتے ہیں وہ بھی دیکھ لیجئے۔

(۱) علامہ ابن نجیم المصری الحنفی (المتوفی ۹۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَزَادَ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ أَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَيْضًا فَتَحَرَّرَ مِنْ هَذَا أَنَّهُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ عِنْدَ قَصْدِ جَمْعِ الْعَزِيمَةِ، وَقَدِ اسْتَفَاضَ ظُهُورُ الْعَمَلِ بِذَلِكَ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَعْصَارِ فِي عَامَّةِ الْأَمْصَارِ فَلَعَلَّ الْقَائِلَ بِالسُّنِّيَّةِ أَرَادَ بِهَا الطَّرِيقَةَ الْحَسَنَةَ لَا طَرِيقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور انہوں نے شرح منیہ میں یہ بات زیادہ کی کہ زبان سے نیت کرنا ائمہ اربعہ سے بھی منقول نہیں ہے پھر اس کے بارے میں بیان کیا کہ **یہ بدعت حسنہ ہے عزیمت کو جمع کرنے کے ارادے کے وقت**۔ نیز اس پر عمل اکثر زمانہ اور اکثر شہروں میں ہوتا ہے۔ جو سنت کا قائل ہے شاید اس نے اس سے مراد اچھا طریقہ لیا ہو نہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ۔۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۴۸۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے کافی طویل بحث کی ہے کئی اقوال نقل کئے وہ سارے آپ بحر الرائق سے مطالعہ کر لیں، ہم نے صرف آخر سے کچھ عبارت نقل کی ہے جو اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے۔ اولاً: یہ کہ زبان سے نیت کرنا نہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت اور نہ ہی صحابہ و تابعین سے ثابت اور ائمہ اربعہ سے بھی منقول نہیں ہے، اس سب کے باوجود علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ نے

بدعتِ حسنہ کے الفاظ نقل کئے ہیں اور اس کا رد نہیں کیا۔ ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب دے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت کیوں نہیں؟ اور اگر ہے اور یقینا ہے تو پھر ان تمام سادات احناف پر بھی دو چار فتوے لگا دے جو اس کو بدعت حسنہ کہہ رہے ہیں۔ ثالثاً: وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ اگر سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے تو یہ سب حضرات کون ہیں۔ امید ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان صاف صاف جواب دے گا اور اپنے آبائی وطیرے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفي الفتح عن بعض الحفاظ لم يثبت عنه عليه الصلاة والسلام من طريق صحيح ولا ضعيف أنه كان يقول عند الافتتاح أصلي كذا ولا عن أحد من الصحابة والتابعين زاد الحلبي ولا عن الأئمة الأربعة بل المنقول أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا قام إلى الصلاة كبر وهذه بدعة انتهى أي: حسنة۔۔۔ فتح القدیر میں بعض حفاظ کے حوالے سے ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح اور نہ ضعیف سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے آغاز میں یہ کہتے تھے کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے اور امام حلبی نے یہ بات زیادہ بیان کی کہ اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے ثابت ہے بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ **اور یہ بدعت ہے یعنی بدعت حسنہ۔۔۔** (النہر الفائق شرح کنز الدقائق، جلد ا، ص ۱۸۸، دار الکتب العلمیۃ و مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ سراج الدین عمر علیہ الرحمۃ نے بھی وہی بات ارشاد فرمادی ہے جو دیگر سادات احناف نے بیان کی ہے کہ نماز کی زبان سے نیت کرنا سرکار دو عالم ﷺ صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ کسی سے بھی منقول نہیں ہے اس کے باوجود یہ جائز ہے بدعت حسنہ ہے۔ یہ سب حوالے اور آنے والے حوالے اپنے پیش نظر رکھیں کیونکہ وہابیت اسمعیلیت کی حقیقت مزید کھلنے والی ہے، یہ جہلاء اپنی جہالت دکھانے کے لئے اہلسنت پر طعن کا بازار گرم کرتے ہیں لیکن بقول ابوعیوب اپنے گھر کا گند صاف نہیں کرتے۔ کتنے سادات احناف نے بیان کیا ہے کہ زبان سے نماز کی نیت ثابت نہیں یہاں کسی بھی وہابی کو یاد نہیں آیا کہ جب ثابت نہیں ہے تو بدعت سیئہ کا فتوی لگا کر اس کے ناجائز ہونے کا فتوی دیں نہیں ایسا کسی وہابی اسمعیلی نے نہیں کیا بلکہ منقول نہ ہونے کے باوجود اس کو مستحب اور نہ جانے کیا کیا کہا ہے جو کہ آرہا ہے۔

(۳) علامہ علاء الدین حصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(والتلفظ) عند الارادة (بها مستحب) هو المختار۔۔۔ (وقيل سنة) يعني أحبه السلف أو سنه علماؤنا إذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين، بل قيل بدعة۔۔۔

زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی مختار ہے۔۔۔ اور بعض نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت ہے یعنی سلف صالحین نے اس کو پسند کیا ہے یا اس کا معنی ہے کہ ہمارے علماء نے یہ طریقہ بنایا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں ہے **بلکہ بعض نے کہا: یہ بدعت ہے۔۔۔**

(۴) اس پر علامہ ابن عابدین الشامی الدمشقی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ إِذْ لَمْ يُنْقَلْ إلَخْ) فِي الْفَتْحِ عَنْ بَعْضِ الْحُفَّاظِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ أُصَلِّي كَذَا وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، زَادَ فِي الْحِلْيَةِ: وَلَا عَنْ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعِ، بَلْ الْمَنْقُولُ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إذَا قَامَ إلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ (قَوْلُهُ بَلْ

قِيلَ بِدْعَةٌ) نَقَلَهُ فِي الْفَتْحِ: وَقَالَ فِي الْحِلْيَةِ: وَلَعَلَّ الْأَشْبَهَ أَنَّهُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ عِنْدَ قَصْدِ جَمْعِ الْعَزِيمَةِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَغْلِبُ عَلَيْهِ تَفَرُّقُ خَاطِرِهِ...

(اذلم ینقل الخ) الفتح میں بعض حفاظ کے حوالے سے ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح اور نہ ضعیف سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے آغاز میں یہ کہتے تھے کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے الحلیہ میں زائد ہے کہ نہ ائمہ اربعہ سے ثابت ہے بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

(قوله: بل قیل بدعة الخ) اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔ الحلیہ میں فرمایا: **شاید اشبہ یہ ہے کہ عزیمہ کو جمع کرنے کے ارادہ کے وقت زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے** کیونکہ انسان پر خیالات کا انتشار غالب رہتا ہے۔ نیز اس پر عمل اکثر زمانہ اور اکثر شہروں میں ہوتا ہے۔۔۔ (ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، جلد ۲، ص ۱۱۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی عبارت اور علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کی وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے نزدیک بھی معاملہ وہی ہے جو دیگر سادات احناف کے نزدیک ہے بالکل واضح الفاظ میں منقول نہ ہونے اور پھر بدعت حسنہ ہونے کا فتوی موجود ہے۔ وہابی اسمٰعیلی نہ جانے کون سے باڑے سے فارغ ہوا ہے اور کس کھرلی میں بندھا رہتا ہے کہ اس کو سادات احناف کے یہ فتاوی نظر ہی نہیں آتے اور یک مشت سب مشائخ احناف اور مشائخ ہند کے بارے میں لکھ دیتا ہے کہ ''وہ بدعت حسنہ کی تردید کی ہے'' واہ وہابی واہ۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیکھو یہ سب سادات احناف ہی ہیں جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں۔ اگر تمہیں پہلے معلوم نہیں تھا تو کم از کم اب ہی حیاء کی پڑیا کھالو اور اپنے وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے باز آجاؤ۔

(۵) أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی لکھتے ہیں:

(یعنی احبه..الخ) اشار بذلك الی انه لا خلاف فی الحقیقة لانه لم یرد عن النبی ﷺ ولا عن اصحابه و لا الائمة الاربعة التلفظ، و انما هو بدعة و لکنها حسنة علی المعتمد لا سیئه فیحتاج حینئذ الی تاویل المستحب و السنة...(بل قیل: بدعة) قائله ابن الهمام و لکنها حسنة لما ذکرنا..

(صاحب درمختار کا قول سلف صالحین نے اس کو پسند کیا ہے۔۔) اس کے ذریعے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ نماز کی نیت میں زبان سے تلفظ نبی کریم ﷺ، آپ کے اصحاب اور ائمہ اربعہ سے وارد نہیں ہے اور یہ بدعت ہے لیکن معتمد قول کے مطابق بدعت حسنہ ہے نہ کہ بدعت سیئہ کہ اس وقت مستحب یا سنت کی تاویل کی طرف محتاج گی ہو۔ (اور ایک قول یہ ہے کہ بدعت ہے) اس قول کے قائل علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر ہیں لیکن بدعت سے مراد بدعت حسنہ ہے اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا۔ (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۹۰، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے تو وہابیت اسمٰعیلیت کی دوکان دلیل سے بند کر دی اور معتمد قول کو بیان فرما دیا اور وہ کیا ہے یہی کہ زبان سے نماز کی نیت کرنا اگرچہ منقول نہیں، بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اگر گنگوہی کی طرح نہیں ہوا تو دیکھے یہ سادات احناف ہی ہیں جو بانگ دہل بدعت حسنہ کا اعلان کر رہے ہیں اور اس کی اجازت دے رہے ہیں کیا وہابیت اسمٰعیلیت علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کو بھی نہیں جانتی اور نہیں مانتی، کیا ان پر بھی کوئی فتوی لگائے گی یا ان کے قول ''بدعت حسنہ ہے'' کو مانے گی یا پھر اپنی وہابیت کی نظر کرے گی اور ان کو بھی بتائے گی کہ سادات احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں اور آپ جناب یہ کیا کہہ رہے

ہیں اور کس طرح کے فتوے دے رہے ہیں۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان نے صرف اپنی آبائی عادت کی وجہ سے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے اور اپنی آخرت کو مزید برباد کرنے کے لئے کیسی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا کام کیا ہے سادات احناف جس چیز کے قائل ہیں اور جس چیز کی اجازت دیتے ہیں یہ وہابی اسمعیلی اسی چیز کے بارے میں سادات احناف کا نام لے کر کہتا ہے کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے۔ کچھ حیاء ہوتی ہے کچھ شرم ہوتی ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان تو یہ سب کچھ دارالعلوم دیوبند کی اسی چارپائی کے نیچے دفن کر آیا ہے جس پر سب کے سامنے نانوتوی و گنگوہی مزے لے رہے تھے اگر اس کے پاس کچھ بھی حیاء کا قطرہ ہوتا تو کبھی بھی اس طرح کی دھوکہ بازی نہ کرتا، لیکن ہوا جو وہابی یقیناً اس نے بھی سب کچھ بیچ دیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وقد أجمع العلماء على أنه لو نوى بقلبه ولم يتكلم بنيته فإنه يجوز... قوله: "ولا عن أحد من الصحابة والتابعين" زاد ابن أمير حاج ولا عن الأئمة الأربعة قوله: "وهذه بدعة" قال في البحر فتحرر من هذه الأقوال أنه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة...

اور علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اگر نمازی نے صرف دل سے نیت کی اور زبان سے نہ کی تو بھی جائز ہے۔۔۔ اور ان کا قول ''اور صحابہ و تابعین سے بھی زبان سے نیت ثابت نہیں'' اور ابن امیر الحاج نے یہ زیادہ کیا کہ ''ائمہ اربعہ سے بھی زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں'' اور ان کا قول ''اور یہ بدعت ہے'' اور صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ **عزیمت کو جمع کرنے کے ارادے کے وقت زبان سے نیت بدعت حسنہ ہے۔** (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۲۲۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے یہاں بھی وہی بات کی ہے اور زبان سے نماز کی نیت کو بدعت حسنہ کہا ہے۔

(۶) حضرت ابراہیم حلبی زبان سے نماز کی نیت کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

نقل ابن الهمام عن بَعْضِ الْحُفَّاظِ انه قال لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُولِ اللهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بطَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ أُصَلِّي كَذَا وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بَلْ الْمَنْقُولُ أَنَّهُ كَانَ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهَذِهِ بِدْعَةٌ انتهى لكن عدم النقل و كونه بدعة لا ينافي كونه حسنا لقصد اجتماع العزيمة....

امام ابن الھمام نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بطریق صحیح نہ ہی بطریق ضعیف ثابت ہے کہ آپ نماز شروع کرتے وقت زبان سے کچھ کہتے تھے اور صحابہ اور تابعین سے بھی منقول نہیں بلکہ اتنا منقول ہے کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے "وهذه بدعة لكن عدم النقل و كونه بدعة لا ينافي كونه حسنا" **اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہے لیکن اس کا منقول نہ ہونا اور اس کا بدعت ہونا اس کے حسن ہونے کے منافی نہیں عزیمت کو جمع کرنے کے ارادے کی وجہ سے۔۔**

(غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی، ص ۲۲۲، مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے تو بات ہی ختم کر دی یعنی وہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود جو دیگر سادات احناف نے لکھا ہے نماز میں زبان سے نیت کو بدعت لکھا اور وہ لکھنے کے بعد یہ لکھ کر وہابیت اسمعیلیت کا پورا گھر تباہ کر دیا، آپ فرماتے ہیں: "لكن عدم

النقل و کونہ بدعۃ لا ینافی کونہ حسنا لقصد اجتماع العزیمۃ۔ **لیکن اس کا منقول نہ ہونا اور اس کا بدعت ہونا اس کے حسن ہونے کے منافی نہیں عزیمت کو جمع کرنے کے ارادے کی وجہ سے۔**'' یعنی اگرچہ نماز میں زبان سے نیت کرنا منقول نہیں ہے اور بدعت بھی ہے لیکن کون سی بدعت ہے بدعت حسنہ۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے سادات احناف کو پڑھ تو لے پھر بات کرے یہ اپنی جہالت دکھانے کے لئے مفروضے گھڑ لیتا ہے اور پھر محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی گندی ندیاں بہانے لگتا ہے اور پھر ذلیل ورسوا بھی اپنی سوچ سے زیادہ ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ علامہ ابراہیم حلبی کون ہیں کیا یہ حنفی ہیں اگر ہیں اور یقینا ہیں تو پھر یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ان کی یہ بات قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ اور پھر کوئی ان کی پیروی کرتے ہوئے بدعت حسنہ کا قائل ہو جائے تو کیا اس پر بھی فتوی لگے گا؟

(۷) علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَالتَّلَفُّظُ بِهَا مُسْتَحَب) يَعْنِي طَرِيقٌ حَسَنٌ أَحَبَّهُ الْمَشَايِخُ لَا إِنَّهُ مِنَ السُّنَّةِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَلَا عَنْ أَحَدٍ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ بَلِ الْمَنْقُولُ أَنَّهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ فَهَذِهِ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ عِنْدَ قَصْدِ جَمْعِ الْعَزِيمَةِ...

(اور ان کا قول زبان سے نیت کرنا مستحب ہے) یعنی اچھا طریقہ ہے جس کو مشائخ نے پسند کیا ہے نہ کہ سرکار دو عالم ﷺ کی سنت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے بطریق صحیح نہ ہی بطریق ضعیف ثابت ہے کہ آپ نماز شروع کرتے وقت زبان سے کچھ کہتے تھے اور صحابہ اور تابعین سے بھی منقول نہیں بلکہ اتنا منقول ہے کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے **تو زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے عزیمت کے جمع کرنے کے ارادے کے وقت۔۔۔** (حاشیہ درر الحکام شرح غرر الأحکام، جلد ۱، ص ۱۱۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ ایک اور گواہی بھی قبول کیجئے علامہ شرنبلالی صاحب نور الایضاح علیہ الرحمۃ نے بھی بیان فرما دیا کہ اگرچہ زبان سے نیت کرنا سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت نہیں نہ صحیح حدیث سے اور نہ ہی ضعیف حدیث سے اسی طرح صحابہ وائمہ اربعہ سے بھی ثابت نہیں اس کے باوجود بھی بدعت حسنہ ہے۔ وہابی اسمعیلی یہاں سب کچھ بھول گیا ہوگا اس کو اپنے گھر کے اصول بھی یاد نہیں آرہے ہوں گے اسی طرح وہابی اسمعیلی ساجد خان کو وہ رسوائے زمانہ کتاب براہین قاطعہ بھی یاد نہیں آرہی ہوگی جس میں یہ راگ الاپ گیا ہے کہ میلاد سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت نہیں ہے بدعت ہے اسی طرح فاتحہ وغیرہ لیکن یہاں موت آگئی اور سب ہی بھول گئے حتی کہ وہ مردود انبیٹھوی و گنگوہی بھی زبان سے نیت کو جائز لکھ کر براہین قاطعہ کی بلی دے چکے ہیں لیکن ابھی تک وہابیت اسمعیلیت کی ایک ہی ٹانگ ہے ان شاء اللہ سادات احناف کے یہ حوالے دیکھ کر وہابیت اسمعیلیت چلو بھر پانی ضرور تلاش کرے گی۔

(۸) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(مع اللفظ) ای والقصد مع التلفظ بما یدل علیہ (افضل) منہ بلا تلفظ لان اللسان ترجمان الجنان وھذا بدعۃ حسنۃ استحسنھا المشائخ للتقویۃ اولدفع الوسوسۃ۔۔

زبان سے نیت کرنا افضل ہے، کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ وہ بدعت حسنہ ہے جس کو مشائخ نے اچھا کہا ہے تقویت اور وسوسہ کو دور کرنے کے لئے۔ (فتح باب العنایہ بشرح النقایہ، جلد ۱، ص ۲۲۴، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

وَقَدْ يُقَالُ: نُسَلِّمُ أَنَّهَا بِدْعَةٌ لَكِنَّهَا مُسْتَحْسَنَةٌ اسْتَحَبَّهَا الْمَشَايِخُ لِلِاسْتِعَانَةِ عَلَى اسْتِحْضَارِ النِّيَّةِ لِمَنِ احْتَاجَ إِلَيْهَا..

اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور مشائخ نے اس آدمی کے لیے کہ جس کو اس کی احتیاج ہو نیت کے مستحضر کرنے پر استعانت کے لیے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد۱، ص ۹۴، رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد۱، ص ۳۱۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کے حوالے دے کر ہم اس بحث کو فی الحال اتنے ہی حوالوں پر ختم کر رہے ہیں اگر وہابیت اسمعیلیت کی جھاگ میں پھر سے گندا ابال آیا تو ان شاء اللہ وہابیت اسمعیلیت کو مزید کیفرکردار تک پہنچایا جائے گا۔ بہرحال علامہ علی قاری کی یہ عبارات وہابیت اسمعیلیت کے مردے تابوت میں گویا آخری کیل ہے اور اس میں بھی وہی بات کی گئی ہے کہ زبان سے نیت بدعت حسنہ ہے اور مشائخ نے اس کو اچھا کہا ہے، جب مشائخ کے نزدیک زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن وہابیت اسمعیلیت کی الٹی گنگا میں یہ سارے سادات احناف گویا احناف ہی نہیں کیونکہ اس کے نزدیک تو مشائخ احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں جبکہ یہ سب اکابرین بدعت حسنہ کے قائل و فاعل ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان علامہ علی قاری کے بارے میں بھی کچھ کہے بلکہ لکھے اور ان کو بھی بدعتی بدعتی کی گردان سنائے اور بتائے کہ سادات احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں کیوں؟ جب وہابی اسمعیلی کو جواب مل جائے تو پھر ہم سے بات کرلے ورنہ یہ سارے سادات احناف ہیں جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں وہابی اسمعیلی پہلے ان پر فتوے لگائے اور ان کو اپنے یہ جھوٹے افسانے سنا کر دلائل لے کر آئے کیونکہ ہم وہابیت کے ان افسانوں سے ڈرنے والے نہیں بلکہ دلائل سے بات کرنے والے ہیں۔

رئیس المحرفین وہابی سرفراز گکھڑوی ودیگر وہابیوں کی علامہ علی قاری کی عبارت میں تحریف

وَقِيلَ :لَا يَجُوزُ التَّلَفُّظُ بِالنِّيَّةِ فَإِنَّهُ بِدْعَةٌ، وَالْمُتَابَعَةُ كَمَا تَكُونُ فِي الْفِعْلِ تَكُونُ فِي التَّرْكِ أَيْضًا. فَمَنْ وَاظَبَ عَلَى فِعْلٍ لَمْ يَفْعَلْهُ الشَّارِعُ، فَهُوَ مُبْتَدِعٌ...

اور بعض نے کہا کہ نیت کا تلفظ جائز نہیں یہ بدعت ہے اور متابعت جس طرح فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے اور جس نے ایسے فعل پر ہمیشگی کی جس کو شارع نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد۱، ص ۹۴، رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد۱، ص ۳۱۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابیہ اسمعیلیہ کذابیہ غرابیہ پر دوسروں کو بدعتی بنانے کا وہ بھوت سوار ہے جس کے لئے یہ ہر نیچ سے نیچ حرکت بھی کر سکتے ہی نہیں بلکہ کرتے بھی ہیں ویسے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو میلا دوالے مسئلہ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو نہ سمجھ کر بھی غیرت آ رہی تھی اور تحریف تحریف کی رٹ لگا رہا تھا ہم نے بحمد للہ اس کا جواب ایسا دیا ہے کہ وہابیت کے زندہ اور مردہ سب مل کر بھی جواب نہیں دے سکتے۔ لیکن اس مقام پر میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی کے امام المحرفین مکار دیو اور دیگر کے ہاتھ کی صفائی دکھاتا ہوں وہابی اسمعیلی دیکھے اور ادھر بھی دو چار حرف کرے۔ ہم نے اوپر ہی علامہ علی قاری کی ایک عبارت وہابی ترجمہ کے ساتھ بیان کی ہے اور اس کے بعد والی عبارت ہم ماقبل میں "وَقَدْ يُقَالُ: نُسَلِّمُ أَنَّهَا بِدْعَةٌ لَكِنَّهَا مُسْتَحْسَنَةٌ" میں بیان کر چکے ہیں۔ اس عبارت میں علامہ علی

قاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ''زبان سے نیت جائز نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے'' اور آگے جو لکھا ہے وہ ترجمہ سے ہی واضح ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی بلکہ تحریف بازی دیکھیے کہ نہ پہلے والی عبارت بیان کی اور نہ بعد والی اور فتوے دھرنا شروع ہو گئے۔

وہابی اسمعیلی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

نیز حضرت ملا علی قاری مشکوۃ شریف کی پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی شرح میں یہ نقل کرتے ہیں:

والمتابعة كما تكون في الفعل يكون في الترك ايضا فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع۔ (مرقات ج ۱ ص ۱)

کہ متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے اسی طرح سے ترک میں بھی متابعت ہوتی ہے۔ سو جس نے کسی ایسے کام پہ مواظبت کی جو شارع نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔ (راہ سنت، ص ۹۲، مکتبہ صفدریہ گوجرنوالہ)

نوٹ: یہی بات خالد محمود کی مصدقہ کتاب بدعت اور اہل بدعت ص ۲۱۰، پر موجود ہے، اسی طرح وہابی اسمعیلی مفتی ضیاء الرحمن ذاکر کی تحقیق کے ساتھ چھپنے والی کتاب فتاوی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ص ۵۰، پر موجود ہے، اسی طرح وہابی اسمعیلی عبد الغنی کی کتاب الجنہ لاہل السنۃ کے ص ۱۴۳، پر موجود ہے۔

کیونکہ وہابیت کے ان گرگوں کو معلوم تھا اگر یہ عبارت نقل کر دیتے ہیں تو سارا گھر ہی بدعتی ہو جائے گا اس وجہ سے کہ وہابیت کا پورا کنبہ ہی زبان سے نیت کو جائز کہتا ہے جب سرکار دو عالم ﷺ نے وہ ساری شرائط جو وہابیہ اسمعیلیہ بیان کرتے ہیں پائے جانے کے باوجود زبان سے نیت نہیں کی تو ترک میں بھی متابعت ضروری ہوئی جبکہ وہابیت اسمعیلیت سرکار ﷺ کے اس ترک میں متابعت نہیں کرتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس پر ہمیشگی بھی ہے جس سے ان کا پکا بدعتی ہونا لازم اور ضروری تھا۔ اب وہابیوں اسمعیلیوں نے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے یہ چال چلی تاکہ اپنی عوام کو مزید بے وقوف بنا سکیں، وہابی اسمعیلی اپنے اس مقصد میں کچھ دیر کے لئے کامیاب تو ہوئے لیکن جب علمائے اہلسنت نے آئینہ دیکھایا اور ان تحریفات کا انکشاف کیا تو مرتے کیا نہ کرتے جواب ہی ہضم۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی اسی مری ہوئی غیرت کو جگاتے ہوئے اس سے کہتا ہوں کہ دوسروں کی عبارات نہ سمجھ کر بھی ان پر چڑھ دوڑتے ہو اور اپنے گھر کا یہ گورکھ دھندا دیکھ کر بھی خاموش ہو کیوں؟؟ یہاں بھی کوئی دو چار فتوے سناؤ اور گھر ہی سے چھتر کھاؤ۔

قارئین! اگر واقعی یہ سارے وہابی اسمعیلی علامہ علی قاری کی عبارت کو مانتے ہیں تو فی الحال ہم یہی کہتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے نماز میں زبان سے نیت نہیں کی تو اس کے ناجائز ہونے کا فتوی دیں اور جس جس وہابی اسمعیلی نے یہ نیت کی ہے یا دوسروں کو اس کی اجازت دی ہے ان سب پر بدعتی ہونے کا فتوی لگائیں، لیکن آپ یقین کریں کہ کسی بھی وہابی اسمعیلی کو غیرت نہیں آئے گی کیونکہ انہوں نے یہ سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لئے کیا ہے اگر اپنوں پر بھی اپنے کتر و بیونت والے اصول بیان کریں گے تو کھائیں گے کہاں سے۔ مگر ان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی ہم نے بیان کر دی ہے۔

رئیس المحرفین وہابی سرفراز گکھڑوی و دیگر وہابیوں کی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت میں تحریف

وہابی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

اور اسی موقع پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

اتباع همچنان که در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکه مواظبت نماید بر فعل آنچه

مشارع نکروہ باشد مبتدع بود. کذا قال المحدثون۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰)

اتباع جیسے فعل میں واجب ہے اور اسی طرح ترک میں بھی اتباع ہوگی۔ سو جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت کی جو شارع نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہوگا اسی طرح محدثین کرام نے فرمایا ہے۔ (راہ سنت، ص ۹۲، مکتبہ صفدریہ گوجرنوالہ)

نوٹ: یہی بات خالد محمود کی مصدقہ کتاب بدعت اور اہل بدعت ص ۲۳۱ پر موجود ہے۔ اسی طرح وہابی اسمعیلی مفتی ضیاء الرحمن ذاکر کی تحقیق کے ساتھ چھپنے والی کتاب فتاوی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ص ۵۰، پر موجود ہے اسی طرح وہابی اسمعیلی عبد الغنی کی کتاب الجنہ لاہل السنۃ کے ص ۱۴۳، پر موجود ہے۔

یہ سب وہابیہ اسمعیلیہ اس عبارت پر متفق ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کے کسی کام کے ترک کو بھی اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح سرکار دو عالم ﷺ کے کسی کام کے کرنے کو سمجھتے ہیں، ہم فی الحال اس پر کلام نہیں کرتے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کون کون سے ایسے کام کرتے ہیں کہ جو سرکار دو عالم ﷺ نے نہیں کئے کیونکہ اس کی ایک طویل فہرست ہے جس سے ہمارا مضمون مزید طویل ہو جائے گا کسی اور جگہ اگر وقت ملا تو ان شاء اللہ بیان کروں گا، ہاں اس مقام کی مناسبت سے وہابیہ احمدیہ، اسمعیلیہ، گنگوہیہ، واہیاتیہ سے کہتا ہوں کہ اکابرین نے یہ حوالہ جہاں بیان کیا ہے صرف وہی سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت کر دو یعنی زبان سے نماز کی نیت کرنا ثابت کر دو ورنہ اس کو بھی ترک فعل سمجھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتوی دو اور خود اور دیگر وہابیہ جو زبان سے نیت پر مواظبت اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس کے جواز کا فتوی دیتے ہیں ان کے بدعتی ہونے کا فتوی دو۔ وہابیہ اسمعیلیہ اگرچہ ہوشیاری کرتے ہوئے فتوی نہ بھی دیں تو بھی ان کے ان سب آباء کے نزدیک وہ سارے کے سارے پکے بدعتی ہیں۔ بہر حال ہم شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی مکمل عبارت بھی بیان کر دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہابیہ اسمعیلیہ اتنی کتر و بیونت کے باوجود بزعم خود شیخ صاحب کی بات نہیں مانتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے یہ سارے کام دوسروں کے لئے ہیں باقی رہا اپنا گھر تو وہاں سب کچھ جائز ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان سے کہنے کی ضرورت اور حاجت نہیں۔ اگر دل غافل ہو اور صرف زبان سے نیت کے الفاظ دہرائے جائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے برعکس اگر دل میں نیت موجود ہو مگر زبان پر نہ آ سکے یا زبان سے اس کے خلاف ادا ہو جائے تو اس میں کچھ نقصان اور حرج نہیں ہے اور علماء کرام میں اس بات پر اتفاق کے باوجود کہ بلند آواز سے نیت کے الفاظ کہنا منع نہیں اس میں اختلاف ہے کہ نیت کو الفاظ میں ادا کرنا صحت نماز کے لیے شرط ہے یا نہیں۔ مذہب صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ اور اسے شرط قرار دینا خطا ہے۔ تاہم فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے زبان سے کہہ لینا بھی بہتر و مستحب ہے تاکہ زبان کی دل سے موافقت اور ظاہر کی باطن سے مطابقت ہو جائے اور نیت کے الفاظ ذکر کرنے سے ان کا معنی سمجھنا اور دل میں ان کا استحضار بھی آسان ہو جاتا ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نیت کرتے تھے۔ صرف اسی قدر آیا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صرف اللہ اکبر کہتے۔ **اگر اس مقام پر زبان سے بھی آپ نے کچھ پڑھا ہوتا تو محدثین ضرور اسے روایت کرتے لہٰذا طریقہ سنت اور اس کی اتباع یہی ہے کہ دل کی نیت پر اکتفا کیا جائے۔ اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع ضروری ہے اسی طرح کسی کام کے نہ کرنے میں بھی اتباع ضروری ہے۔ پس جو شخص وہ کام ہمیشہ اور پابندی سے کرے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو ایسا شخص بدعتی ہے جیسا کہ محدثین کرام علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔** (اشعۃ اللمعات مترجم، جلد ۱،

ص۱۸۶،فرید بک اسٹال)

لیجئے! آنکھیں کھولئے اور وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کی حالت زار پر دو چار حرف کیجئے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان جو دوسروں کو تحریف تحریف کے طعنے دیتا ہے اس کی بھی غیرت کو للکاریئے۔لیکن آپ یقین کیجئے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھونسلے میں ہی چھپا رہے گا اور اس کو یہاں عوعو کرنے کی اجازت نہیں ملے گی اگر یہی کام کوئی اور کرتا تو یہ اپنے وہابی آبائی وطیرے کے مطابق چڑھ دوڑتا اور فتوے سنا چکا ہوتا یہ کیونکہ گھر کا معاملہ ہے لہٰذا نشے کی گولی کھا کر ٹن ہے۔

علامہ عابد السندی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں تحریف

وہابی اسمعیلی سرفراز لکھتا ہے:

شرح مسند امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں ہے: "والاتباع کما یکون فی الفعل یکون فی الترك فمن واظب علی مالم یفعل الشارع صل اللہ علیہ وسلم فھو مبتدع لشمول قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ (انتہی) (مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ بحث تلفظ بالنیۃ)"

اتباع جیسے فعل میں ہے۔اسی طرح ترک میں بھی ہے۔سوجس نے ایسے فعل پر مواظبت کی جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو وہ مبتدع ہوگا۔کیونکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول شامل ہے کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا ثبوت نہیں تو وہ مردود ہوگا۔(راہ سنت،ص ۹۲،مکتبہ صفدریہ گوجرنوالہ)

نوٹ: یہی بات وہابی اسمعیلی مفتی ضیاء الرحمن ذاکر کی تحقیق کے ساتھ چھپنے والی کتاب فتاوی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ص ۵۰، پر موجود ہے اسی طرح وہابی اسمعیلی عبدالغنی کی کتاب الجنہ لاہل السنۃ کے ص ۱۴۳، پر موجود ہے۔

وہابی اسمعیلی سرفراز نے خود ہی اس مفہومی چوری کا اقرار کرلیا ہے اور یہ بات بیان کردی ہے کہ علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے یہ سب کچھ نماز میں زبان سے نیت کے حوالے سے لکھا، جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ سے زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں ہے،تو یہ بھی ترک فعل ہے اور بزعم وہابی اسمعیلی ان سب حوالوں سے معلوم ہوا کہ ترک فعل میں بھی متابعت ضروری ہے،تو وہابیہ اسمعیلیہ اب فتوی صادر کریں کہ نماز میں زبان سے نیت جائز نہیں ہے، ورنہ اس اصول کو بیان کرنے کی کم از کم وہابیہ اسمعیلیہ کوشش نہ کریں۔

(۸) سادات احناف کے نزدیک مزید چند بدعاتِ حسنہ

عید کے دن منبر اور علامہ علی قاری کا بدعت حسنہ کا فتویٰ

()علامہ علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَوَقَعَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أَوَّلَ مَنْ خَطَبَ النَّاسَ فِي الْمُصَلَّى عَلَى الْمِنْبَرِ مَرْوَانُ نَقَلَهُ الْأَبْهَرِيُّ، وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لَمْ يَضَعِ الْمِنْبَرَ لِلْعِيدِ دُونَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ كُلَّ جُمُعَةٍ بِخِلَافِ الْعِيدِ، فَإِنَّهُ حَالَةٌ نَادِرَةٌ. وَلَمَّا كَثُرَ الْمُسْلِمُونَ اخْتِيرَ الْمِنْبَرُ؛ لِأَنَّهُ لِلتَّبْلِيغِ أَبْلَغُ وَأَظْهَرُ، فَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَإِنْ كَانَ لِلْوَاضِعِ نِيَّةٌ سَيِّئَةٌ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ...

نبی کریم ﷺ نے عید کی نماز کے لئے منبر نہ بنوایا تھا جبکہ جمعہ کی نماز کے لئے منبر بنوایا گیا تھا کیونکہ ہر جمعہ کو منبر کی ضرورت تھی جبکہ عید کی حالت تو نادر ہے۔ جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو منبر کو اختیار کر لیا کیونکہ منبر کے ذریعہ (تبلیغ از ناقل) زیادہ ظاہر اور فائدہ مند ہوتی ہے **پس یہ بدعت ہے** اگر واضع کی نیت سیئہ تھی واللہ اعلم۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۳، ص ۸۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۳، ص ۷۶۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی مترجم نے باقی ترجمہ جیسا بھی کیا فی الحال ہم اس پر کلام نہیں کر رہے لیکن اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہابی مترجم نے اپنی آبائی عادت کے مطابق یہاں بھی ڈنڈی ماری ہے اور "فھو بدعۃ حسنۃ" کا ترجمہ صرف بدعت سے کر کے بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تحریف کی ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہاں اچھی طرح وہابیت اسمٰعیلیت کا بیڑا غرق کیا ہے، علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگرچہ واضع کی نیت بری ہو پھر بھی بدعت حسنہ ہے یعنی اچھی نیت کے ساتھ منبر رکھنا بدعت حسنہ ہے لیکن اگر کسی نے بری نیت بھی کی پھر بھی بدعت حسنہ ہے مگر وہابیت اسمٰعیلیت ایک طرف تو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو ثالث بناتی ہے اور دوسری طرف ان کی بات نہ ماننے کی ایسی دھن اس پر سوار ہے کہ ان کی عبارت میں تحریف کرنے سے بھی باز نہیں آتی بدعت حسنہ کو مطلقاً بدعت کہہ کر اپنے دل کو تسلی دیتی ہے۔ بہر حال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ سادات احناف بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں تو علامہ علی قاری کون ہیں اور یہ کیا فرما رہے ہیں۔؟

(۹) تثویب بدعت حسنہ شیخ صاحب کا فتویٰ

شیخ عبد الحق الدہلوی الحنفی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ تثویب کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

ولکن قوله صلى الله عليه وسلم: (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه) كافٍ في المنع عن ذلك، ولكن الظاهر أنه لما استحسنه العلماء يكون بدعة حسنة لا يغير سنة.

اور سرکار دو عالم ﷺ کا یہ فرمان (جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں) بدعت سے منع میں کافی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ علماء نے جس کو مستحسن کہا وہ بدعت حسنہ ہے جو سنت کو متغیر نہیں کرتی۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح جلد ۲، ص ۴۰۶، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ صاحب وہ شخصیت ہیں جن کو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے وہ بھی بدعت حسنہ کی تائید ہی کر رہے ہیں اس کا رد نہیں کر رہے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے کیوں؟

(۱۰) چار مصلے بدعت حسنہ، سادات احناف کا فتویٰ

علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے کعبۃ اللہ شریف (زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيمًا) کے ارد گرد بعد میں شامل کی گئی اُن جگہوں کے متعلق جہاں اب مذاہب اربعہ (یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ) کے مطابق چار اماموں کی اقتدا میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں، سوال ہوا کہ یہ جگہیں سنت کے مطابق نہیں، نہ تابعین اور تبع تابعین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم اجمعین کے مقدس دور میں تھیں اور نہ ہی ائمہ

اربعہ رَحِمَہُمُ اللہُ تعَالٰی کے مبارک زمانے میں تھیں نیز انہوں نے ان کا حکم دیا نہ ہی ان کا مطالبہ فرمایا تو کیا ان جگہوں کا اضافہ درست ہے؟ تو ان علمائے دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے جواب دیا کہ ان جگہوں کا شامل کرنا بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے، بدعتِ سیئہ (یعنی بری بدعت) نہیں کیونکہ ان جگہوں کو شامل کرنا صحیح حدیث پاک سے ثابت ہے اور اسے سنتِ حسنہ میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان جگہوں سے اہلسنّت وجماعت کے عام لوگوں کے لئے مسجد اور مسلمان نمازیوں کے حوالے سے کوئی تکلیف اور تنگی پیدا نہیں ہوئی بلکہ یہ بارش، شدید گرمی اور سردی میں بہت زیادہ فائدہ مند ہیں اور نمازِ جمعہ وغیرہ میں اِمام سے قریب ہونے کا ذریعہ بھی۔ پس یہ بدعتِ حسنہ ہوئی اور ان کے اس فعل کو سنت حسنہ کہا جاتا ہے اگرچہ یہ اہل سنت کی ایجاد ہے اور اہل بدعت کی ایجاد نہیں۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ا، ص ۲ ۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) تلقین بدعت حسنہ، حنفی فتویٰ

علامہ اِسماعیل حقی الحنفی (المتوفی ۱۱۲۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال السیوطی لم یثبت فی التلقین حدیث صحیح ولا حسن بل حدیثه ضعیف باتفاق جمهور المحدثین ولهذا ذهب جمهور الامة الا ان التلقین بدعة حسنة.

علامہ سیوطی فرماتے ہیں: جمہور محدثین کے نزدیک تلقین ثابت نہیں ہے نہ حدیث صحیح نہ حسن اور نہ ہی ضعیف سے اسی لئے جمہور امت اس بات کی طرف گئی کہ تلقین بدعت حسنہ ہے۔ (روح البیان، جلد ۷، ص ۲۲۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱۲) محفل میلاد بدعت حسنہ

علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وقد قال ابن حجر الهیثمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له کذلك ای بدعة حسنة..

علامہ ابن حجر ہیثمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور میلاد شریف اور اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا اسی طرح ہے یعنی بدعت حسنہ ہے۔ (روح البیان، جلد ۹، ص ۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ بھی بدعت حسنہ کے قائل ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ادھر بھی فتوے لگائے لیکن پہلے اپنے گھر سے ان کے معتبر ومستند ہونے کے فتوے پڑھ کر کیونکہ بعد میں سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں ہاتھ آئے گا۔

(۱۳) قرآن کا لکھ کر بیچنا بدعت حسنہ، شاہ عبد العزیز کا فتویٰ

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے اس قدر خود صحیح ہے کہ قرآن کا لکھ کر بیچنا یا اجرت اس کے لکھنے کی لینا چاروں خلیفوں کے عہد تک نہ تھا اور اللہ کے واسطے لکھتے تھے پہلی یہ بدعت اخیر زمانہ معاویہ بن سفیان میں مروج ہوئی چنانچہ ابوعبیدہ وغیرہ نے ابومحرز تابعی سے کہ شاگرد ابن عباس کے ہیں روایت کی ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں۔۔۔ (تفسیر عزیزی مترجم وہابی، ص ۵۴۳، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کا نام لے کر بھی اچھل کود کر رہا تھا لیکن وہابی اسمٰعیلی کی بدقسمتی کہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہر بار کی طرح اس بار بھی اہلسنت کے ساتھ ہیں اور بدعت حسنہ کی تائید کرتے ہیں نہ کہ تردید جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہہ

رہا تھا حوالے آپ کے سامنے ہیں آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

نئے کام کی ایجاد اور سادات احناف

(۱) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: مَا أُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ أَوِ السُّنَّةَ أَوِ الْأَثَرَ أَوِ الْإِجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ، وَمَا أُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُومٍ...

امام شافعی علیہ الرحمہ نے بہت اچھا تجزیہ فرمایا ہے کہ جو بھی نئی بات پیدا کی جائے یعنی بدعت اگر وہ کتاب کے مخالف صحابہ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے برعکس ہو تو وہ ضلالت و گمراہی ہے، اور جو چیز ایسی نہ ہو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد ا، ص ۳۳۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ا، ص ۴۰۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے بات ہی ختم کر دی اور وہابی اسمعیلی گٹر کے ڈھکن کو من کل الوجوہ بند کر دیا ہے اور اس بات پر بھی مہر لگا دی کہ اگر نیا کام قرآن وسنت، اثر و اجماع کے خلاف نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، وہ مذموم نہیں ہے بلکہ محمود ہے جبھی تو اس کی اجازت دے رہے ہیں، لیکن وہابیت اسمعیلیت کی الٹی گنگا الٹی ہی بہہ رہی ہے جو دوسروں کو تو آنکھیں دیکھا رہی ہے اور ان کو ماننے کے لئے کہہ رہی ہے مگر خود ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو ثالث تو بنایا ہے لیکن ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، یہ کہتا ہے کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے جبکہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے کئی بدعات حسنہ کی اجازت دی ہے (جیسا کہ ماقبل میں حوالے گزر چکے ہیں) اور یہاں تو وہابیت کو بیچ چوراہے لٹکا دیا ہے اور ایسا اصول بیان کر دیا کہ اہلسنت کا ہر کام بحمد للہ صاف اور شفاف ہو گیا اور اس پر علامہ صاحب کی مہر تصدیق بھی لگ گئی۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے ہی کہتا ہوں کہ ہماری نہ مانو مگر جن کو تم نے خود ہی قبول کیا ہے اور ان کی اسی کتاب کی تعریف کی ہے، ان کو ثالث بنایا ہے تو پھر ان کی اس بات کے ماننے سے مانع کیا ہے؟ اگر ہمیں کہتے ہو تو پہلے خود تو سادات احناف کی مان لو۔ ہمارے نزدیک تو پوری وہابیت اسمعیلیت ہی اس کی مصداق ہے ''دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔'' وہابی اسمعیلی خود عمل کر کے دکھائے پھر دوسروں سے کہے یہ اس سے ہونا نہیں لہٰذا دوسروں پر عوعو کرنے سے باز آئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی عزت بچانے کے لئے کوئی لایعنی ولغو تاویل لے کر آئے میں پہلے سے ہی اس کے منہ میں اسی کے گھر کا معتبر و مستند حوالہ دے کر اس کو بند کر دیتا ہوں۔

مظاہر حق جدید میں لکھا ہے:

بدعت کے سلسلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی نے بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں جو نئی بات پیدا کی جائے یعنی بدعت اگر وہ کتاب کے مخالف صحابہ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے برعکس ہو تو وہ ضلالت و گمراہی ہے اور جو چیزیں ایسی نہ ہوان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید، جلد ا، ص ۱۶۷، دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت کا مزید سامان اسی کے گھر کے معتبر و مستند حوالے سے ہو گیا ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس اچھے تجزیہ کو وہابی اسمعیلی قبول کر لے اور ان نئی چیزوں کے جو قرآن وسنت واجماع کے مخالف نہ ہو اس کے جائز ہونے کا فتوی دے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے گھر کے اس معتبر و مستند حوالے کی روشنی میں بتائے کہ اہلسنت جن جن معمولات کے قائل ہیں ان میں سے کون کون سے معمولات قرآن کی آیت کے خلاف ہیں، کون سی سنت کے خلاف ہیں یا پھر اجماع امت کے

خلاف ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان مرکر مٹی ہوکر اپنے وہابی اکابرین کی ویران قبروں پر جانا پسند کرے گا لیکن جواب کوئی نہیں دے گا۔اورنہ ہی ان میں سے کوئی معمول ایسا بیان کرے گا جو قرآن وحدیث یا اجماع امت کے مخالف ہو کیونکہ وہ جانتا ہے جس معمول کو بھی وہ بیان کرے گا وہ سادات احناف کیا خود اسی کے گھر سے ثابت ہوگا۔وہابی اسمعیلی ساجد خان خاموشی میں ہی اپنی بھلائی سمجھے گا بلکہ اسی میں اس کی بھلائی ہے ورنہ اس کے لئے بھی اس کے اکابرین کے طرح ذلت ورسوائی ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وَفِي قَوْلِهِ:مَا لَيْسَ مِنْهُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ إِحْدَاثَ مَا لَا يُنَازِعُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ كَمَا سَنُقَرِّرُهُ بَعْدُ لَيْسَ بِمَذْمُومٍ..

حدیث کے الفاظ: "ما ليس منه" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسی چیزیں پیدا کرنا، یا ایسے نظریئے قائم کرنا جو کتاب وسنت کی منشا کے خلاف نہ ہوں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد ا،ص ۳۳۶،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،مترجم وہابی،جلد ا،ص ۴۰۵،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمعیلی کے ترجمہ سے ہی علامہ علی قاری علیہ لرحمۃ کی مراد واضح ہوگئی ہے۔علامہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ جو بھی نظریہ ایسا قائم کیا جائے جو قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو وہ جائز ہے۔اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ادھر طعن وتشنیع کا بازار گرم کرے اور انہی کا رد کرے جن کو اس نے ثالث بنا کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

بدعتِ حسنہ بدعت ضلالہ میں داخل نہیں اور بدعت حسنہ میں دینی مصلحت سادات احناف کا فتویٰ

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وَقَيْدُ الْبِدْعَةِ بِالضَّلَالَةِ لِإِخْرَاجِ الْبِدْعَةِ الْحَسَنَةِ كَالْمَنَارَةِ. كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْمَلَكِ۔۔اور ضلالت کی قید سے بدعتِ حسنہ خارج ہوگئی مثلا منارہ وغیرہ۔(كذا ذكر ابن الملک)۔ (مرقاۃ المفاتیح،جلد ا،ص ۳۷۸،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،مترجم وہابی،جلد ا،ص ۷۶۴،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری کی اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ من ابتداع بدعۃ ضالۃ میں بدعت حسنہ داخل نہیں ہے بلکہ اس سے خارج ہے۔اگر بدعت حسنہ جائز نہ ہوتی تو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اس کو خارج کیوں کرتے؟اس کا جواب تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کبھی بھی نہیں دے سکتا کیونکہ اس کے جواب سے ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق ہوجائے گا لہٰذا وہابی اسمعیلی نے سب کچھ ہضم ہی کرنا ہے اور ویسے اس کو اس کے وہابی اکابرین نے سکھایا ہی یہی ہے کہ جواب دینے سے بہتر ہضم کرنا ہی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقوله:(بدعة ضلالة) كأنه احتراز عن بعض البدع المستحسنة التي يقوى بها الدين كما مر من أقسام البدعة في أول الباب.

اوران کا قول (بدعۃ ضالۃ) ضالۃ کی قید سے احترازکیا ہے ان بعض بدعت حسنہ کے لئے جن کے ذریعے دین مضبوط ہوتا ہے جیسا کہ بدعت کی اقسام میں پہلے باب میں گزر چکا۔۔۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح جلد ا،ص ۴۹۱،مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

لو جی شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی بات کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اور بدعت حسنہ کی تائید کر کے اس کے ذریعے

دین کی مضبوطی کا اقرار کرلیا ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے کہ کیا وہ شیخ صاحب جن کو اس نے ثالث بنایا ہے ان کی یہ بات ماننے کو تیار ہے کہ بدعات حسنہ سے دین کو تقویت پہنچتی ہے، دین مضبوط ہوتا ہے یا پھر شیخ صاحب کی بات کو دھکا مار کر اپنے وہابی اسمٰعیلی انور شاہ کی طرح کہے گا کہ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ پر بدعت کا معاملہ صحیح طور پر منقح نہ ہوسکا اور حضرت علامہ صاحب نے بدعات مخترعہ کی تائید کر دی ہے؟ ہمارے خیال کے مطابق وہابی اسمٰعیلی کے لئے یہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ شیخ صاحب کی بات ماننے میں اس کو اپنی ہی کتاب پر چار حرف کرنے پڑیں گے اور اپنے اس دعوے کا گلا وہ بھی بڑی شان سے گھونٹنا پڑے گا۔ وہابی اسمٰعیلی جو بھی کرے بحمد للہ ذلت ورسوائی اسی ہی کی ہوگی۔

شیخ صاحب مزید لکھتے ہیں:

کسے که بدعت پیدا کند بدعت ضلالت که راضی نیست ازاں خدا و رسول خدا بخلاف بدعت حسنه که دروے مصلحت دین بتقویت و ترویج آں باشد۔

جو شخص ایسی بدعت پیدا کرے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہوں یہ بدعت ضلالہ ہے برخلاف بدعت حسنہ کے کہ اس سے دین کو تقویت وترویج ملتی ہے۔۔ (اشعۃ اللمعات، جلد ا، ص ۱۴۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو کچھ کہنا ہے اپنے بنائے ہوئے ثالثین کو کہے جو بدعت حسنہ کی نہ صرف اجازت دیتے ہیں بلکہ بدعت حسنہ کو دین کی تقویت کا ذریعہ شمار کرتے ہیں، وہابی اسمٰعیلی نے جن کا نام لے گمراہ کرنے کی کوشش کی اور یہاں تک کہہ گیا کہ ''مشائخ احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں'' حالانکہ آپ نے دیکھ لیا کہ سادات احناف ومشائخ ہند کیا کہتے ہیں اور کس زور کے ساتھ بدعت حسنہ کی تائید کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم پر فتوے لگانے یا ہمیں فتوے دکھانے کے بجائے ان حضرات پر فتوے لگائے اور ان کو فتوے دکھائے لیکن یہاں اس کو موت آئے گی کیونکہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی ہی کتاب اور دعوے کو بیچ سمندر غرق کرنا پڑے گا۔

بدعتِ حسنہ قیامت تک جاری، حنفی فتویٰ

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و من جملة فعله ایضا قوله ﷺ و سکوته علی الامر، لانه تقریر و اذن فی ابتداع السنة الحسنة الی یوم الدین و انه ماذون له بالشرع فیها و ماجور علیها مع العاملین لها بدوامها۔

اور آپ ﷺ کا فرمان اور کسی کام پر خاموشی اختیار فرمانا بھی منجملہ آپ ﷺ کے فعل سے ہے کیونکہ یہ اس کام کو برقرار رکھنا اور قیامت تک سنت حسنہ (یعنی اچھا طریقہ) ایجاد کرنے کی اجازت دینا ہے۔ اب اچھا طریقہ ایجاد کرنے والا شریعت کا اجازت یافتہ ہے اور اس پر اجر پانے والا ہے اور جب تک لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے ایجاد کرنے والا اجر پاتا رہے گا۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ا، ص ۲۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کی پوری وہابیت کا خانہ خراب کر دیا ہے اور جس بات کو لے کر یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان، ہم پر اعتراض کر رہا تھا علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کو قیامت تک کے لئے ثابت کر کے وہابی اسمٰعیلی گٹر کے ابال پر قیامت تک کے لئے ڈھکن لگا دیا ہے۔ علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ وہ شخصیت ہے جن کا حوالہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان

نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں دیا ہے اوراس کے وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی نے تو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کے معتبر و مستند ہونے پر قلم ہی توڑ دیا ہے، اشرفعلی تھانوی نے جہاں علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی توثیق بیان کی، وہیں آپ کی اسی کتاب الحدیقۃ الندیۃ کی بھی زوردار الفاظ میں تائید کی اور ایسی کی کہ وہابی اسمعیلی ساری زندگی بھول نہیں سکتے ہم ماقبل میں یہ سب کچھ بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہاں اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجدخان پہلے ان حضرات احناف پر فتوی لگائے جو بدعت حسنہ کی قیامت تک کے لئے اجازت دے رہے ہیں اور یہ وہابی احمدی کہتا ہے کہ سادات احناف اور مشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے واہ وہابی اسمعیلی واہ اگر دو چار کتابیں ہی پڑھ لی ہوتیں تو کبھی بھی اس طرح کی جہالتوں کا ارتکاب نہ کرتے، لیکن ہوئے جو وہابی ہوسکتا ہے کہ جان بوجھ کر ہی گنگوہی کی طرح بن گئے اور جان بوجھ کر ہی یہ سب کرتب دکھائے ہوں صرف اس لئے کہ کسی نے پڑھنا تھوڑی ہے یا پھر جواب تھوڑی دینا ہے۔

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

الحدیث فیدخل فی السنۃ تقریرہ ﷺ کل بدعۃ حسنۃ و منہا الربط، و المدارس و المرافق و المصالح حیث کانت للمسلمین بالطریق و غیرھا للمنافع، و کل حدیث مستحسن، وقال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم عند الکلام علی الحدیث من سن سنۃ حسنۃ و من سن سنۃ سیئۃ و حدیث من دعا الی ھدی و من دعا الی ضلالۃ ھذان الحدیثان صریحان فی الحث علی استحباب الامور الحسنۃ و تحریم سن الامور السیئۃ و ان من سن حسنۃ کان لہ مثل اجور من یعمل بھا الی یوم القیامۃ و من سن سیئۃ کان علیہ مثل وزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ و ان من دعا الی ھدی کان لہ مثل اجور تابعیہ او ر الی ضلالۃ کان علیہ آثام تابعیہ سواء کان ذلک الھدی اوالضلالۃ ھو الذی ابتدءہ او کان منسوبا الیہ، و سواء کان ذلک تعلیم او عبادۃ او ادبا او غیر ذلک۔ قولہ ﷺ فعمل بھا بعدہ معناہ بعد ان سنھا سواء کان العمل فی حیاتۃ ام بعد موتہ اھ۔ والظاھر ان السنۃ الحسنۃ والسنۃ السیئۃ یترتب علیھما الجزاء لمن ابتدءھما مثل جزاء فاعلھما الی یوم القیامۃ سواء نوی من ابتداءھما عند ابتداءھما ان یتبعہ غیرہ فیھما اولم ینو ذلک و فعلھما لنفسہ فقط ابتداء۔۔۔۔

پس حضور نبی مُکَرَّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر بدعت حسنہ کو برقرار رکھنا اسے سنت میں داخل کرتا ہے اور فقرا وصوفیا کی قیام گاہیں، مدارس، گھر میں ضرورت کی جگہیں (مثلاً غسل خانہ، بیت الخلا اور باورچی خانہ وغیرہ)، راستوں میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں مثلاً سرائے وغیرہ کی تعمیر اور ہر اچھی ایجاد اس سنت میں داخل ہیں۔ حضرت امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی صحیح مسلم کی شرح میں یہ دو فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: (۱) مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً وَمَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً (یعنی جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا) (۲) مَنْ دَعَی اِلٰی ھُدًی وَمَنْ دَعَی اِلٰی ضَلَالَۃٍ (یعنی جس نے ہدایت کی طرف بلایا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا) نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: یہ دونوں حدیثیں اچھے کاموں کے جاری کرنے کے مستحب ہونے پر ابھارنے اور بُرے کاموں کے جاری کرنے کے حرام ہونے کے بارے میں صریح وواضح ہیں۔ اور بے شک جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اسے قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اسے قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کی مثل گناہ ملے گا اور جس نے ہدایت کی طرف بلایا اسے ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور

جس نے گمراہی کی طرف بلایا یا اسے گمراہی پر چلنے والوں کے گناہ کی مثل گناہ ملے گا خواہ اس نے ہدایت یا گمراہی کی ابتدا کی ہو یا اس کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ ہدیت یا گمراہی کوئی علم یا عبادت یا ادب سکھانا ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور۔ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ پھر بعد والوں نے اس پر عمل کیا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے ایجاد کرنے کے بعد خواہ وہ اس کی زندگی میں عمل کریں یا اس کی موت کے بعد۔ کیا بعد والوں کے عمل کا اجر یا گناہ موجد کو ملے گا؟ اَحادیث مبارکہ کے ظاہر سے تو یہی پتا چلتا ہے کہ اچھے یا برے طریقے کی ابتدا کرنے والے کے لئے قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے مثل اجر یا گناہ ملے گا خواہ اس نے اس طریقہ میں بعد والوں کے لئے اتباع وپیروی کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وہ عمل محض اپنے لئے کیا ہو۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، جلد ا، ص ۳۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہ پورا اقتباس ہی وہابیت اسمعیلیت کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ووافی اور دوائے شافی ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے یہ سب کون ہیں جو بدعت حسنہ کی تائید وتوثیق کررہے ہیں اور بدعت حسنہ کے ایجاد کرنے والے اور پھر اس پر عمل کرنے والوں کو ثواب کی نوید سنا رہے ہیں۔ کیا یہ سب حنفی علماء نہیں ہیں؟ کیا جس کام کی یہ اجازت دے رہے ہیں وہ جائز نہیں؟ وہابی اسمعیلی جو بھی جواب دے گا بیڑا اسی کا غرق ہوگا کیونکہ ہم نے ساری گفتگو ہی انہی کے پسندیدہ طریقے سے کی ہے وہابیہ اسمعیلیہ دوسروں کو اصول اصول کی گردان سنا رہے ہیں بحمد للہ ہم نے اسی گردان کا منہ انہی کی طرف پھیر دیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمعیلی اس طرح بھاگے گا کہ اپنے سارے زندہ ومردہ وہابی اکابرین کی گردنوں کا بھی خیال نہیں کرے گا۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی حالت ہم نے وہ کردی ہے کہ اب یہ نہ گھر کا رہا نہ گھاٹ کا، اس کو کتاب لکھنے کا تو بہت شوق تھا اور اس میں جھوٹ پر جھوٹ بھرنے کا بھی شوق تھا لیکن یہ اس کو معلوم نہ تھا کہ اس کے اس شوق کو خاک میں ملایا جائے گا اور اس کے ان سب کرتوتوں سے پردہ ہٹایا جائے گا اور اس کی کتاب کو بیچ چوراہے ذلت ورسوائی کی بولی سے نیلام کیا جائے گا۔

بدعت کی اقسام اور سادات احناف ومشائخ ہند

بحمد للہ ہم نے ماقبل میں سادات احناف ہی کے کتب وفتاوی سے بدعت حسنہ کا ثبوت دے دیا ہے اور اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ سادات احناف بدعت حسنہ کے قائل تھے اور ہیں اور رہیں گے وجہ اس کی بالکل ظاہر ہے جس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے وہابی اسمعیلی تابوت میں ایسی کیل ٹھوکی کہ وہابیت اسمعیلیت پاش پاش ہوگئی اور اب اس کے جڑنے کی اب سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ یا تو سادات احناف سے اپنا یہ ظاہری تعلق بھی ختم کردیں اور یہی ان کے لئے زیادہ بہتر ہے یا پھر سادات احناف کے ان حوالوں کو مان کر اپنی وہابیت اسمعیلیت سے توبہ کریں جس کی ہمیں امید نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں آنکھیں دکھانے کی کوشش کرے اور اپنے وہابی آباء والی عیاری، مکاری ودھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے کوئی دھوکہ بازی کرے ہم انہی کے اصول سے سادات احناف کے بدعت حسنہ کے قیامت تک قائل ہونے کی تصریحات دیکھا دیتے ہیں۔

وہابی ضیاء الرحمن اسحاق دہلوی کی مائۃ مسائل کے ایک مسئلہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

شریعت میں بدعت حسنہ پر عمل کرنا جائز ہے یا گناہ؟ اگر گناہ ہے تو کون سا گناہ ہے؟

جو حضرات بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ جائز ہے، اور جو بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں ان کے مذہب

کے مطابق اس سوال کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ شاہ محمد اسحاق دہلوی المعروف مائۃ مسائل،ص ۳۱۷،المنہل کراچی)

اسی طرح ایک اور وہابی اسمٰعیلی اسی مسئلہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سوال: بدعت حسنہ پر شریعت میں عمل کرنا جائز ہے یا گناہ ہے اگر گناہ ہے تو کس قسم کا گناہ ہے۔

جواب: **جن علماء کے نزدیک بدعت قابل تقسیم ہے وہ تو بدعت حسنہ کے جواز کے قائل ہیں** اور جن علماء کے نزدیک بدعت قابل تقسیم نہیں تو ان سے تو دریافت کی ضرورت نہیں۔۔۔ (امدادالسائل ترجمہ مائۃ مسائل،ص ۹۹،الرحیم اکیڈمی کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ضیاءالرحمن ایک اور مسئلہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سوال: ۵۹: بدعت حسنہ کسی وقت پر محدود ہے (کہ کسی وقت اس پر عمل کیا جائے پھر اسے ترک کردیا جائے) یا قیامت تک کے لئے غیر محدود ہے؟

جواب: غیر محدود ہے۔ عند القائل بتقسیمها بحدیث((من سن سنة))الی اخرہ۔ (فتاوی شاہ محمد اسحاق دہلوی المعروف مائۃ مسائل،ص ۳۲۶،المنہل کراچی)

ایک اور وہابی احمدی لکھتا ہے:

سوال: بدعت حسنہ کسی وقت پر محدود ہے (کہ کسی وقت تک اس پر عمل کیا جائے پھر اس کو ترک کردیا جائے) یا قیامت تک کے لیے غیر محدود ہے (کہ اس کو کرتے ہی رہیں)

جواب: **جو علماء تقسیم بدعت کے قائل ہیں ان کے نزدیک تو بدعت حسنہ کے لئے کوئی حد اور وقت مقرر نہیں اس حدیث من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا پر عمل کرتے ہوئے یعنی جس شخص نے طریقۂ عمدہ رائج کیا تو اس طریقہ کے رائج کرنے کا بھی اس کو ثواب ملے گا اور جو لوگ اس پر عمل کریں گے اس کا بھی ثواب اس کو ملے گا۔** (امدادالسائل ترجمہ مائۃ مسائل،ص ۱۰۰،الرحیم اکیڈمی کراچی)

اولاً: ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو حضرات بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ جائز ہے،اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اب کون کون سے حضرات بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں اس کے حوالے آگے ہی آرہے ہیں جس سے وہابیت اسمٰعیلیت کی اصلیت ثابت ہوجائے گی کہ یہ حنفیت کے بھیس میں کون ہیں جن کا کام ہی حنفی علماء پر فتوے داغنا ہے۔

ثانیاً: جو حضرات بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ غیر محدود ہے یعنی قیامت تک بدعت حسنہ ہوگی اور اس کا جواز بھی باقی رہے گا۔ یہ حوالے خود وہابیت اسمٰعیلیت کے پسندیدہ ہیں ان سے کیا ثابت ہورہا ہے وہ سب کو معلوم ہوگیا ہے،اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کون کون سے سادات احناف ومشائخ ہند تقسیم بدعت کے قائل ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ سادات احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کے جواز کے قائل ہیں یا نہیں؟ اور ان کے نزدیک بدعت حسنہ قیامت تک رہے گی یا نہیں؟ اور اس کا جواز کن کن ساداتِ احناف کے نزدیک ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو یہ کہا ہے کہ "سادات احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں" اس کی حقیقت بھی بالکل واضح ہوجائے اور یہ بات ثابت ہوجائے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔

(۱) علامہ بدرالدین محمود بن اُحمد عینی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

والبدعة فِي الأَصْل أَحْدَاث أَمر لم يكن فِي زمن رَسُول الله، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، ثمَّ الْبِدْعَة على

نَوْعَيْنِ: إِن كَانَت مِمَّا يَنْدَرِج تحت مستحسن فِي الشَّرْع فَهِيَ بِدعَة حَسَنَة، وَإِن كَانَت مِمَّا يَنْدَرِج تحت مستقبح فِي الشَّرْع فَهِيَ بِدعَة مستقبحة...

بدعت اصل میں اُس نئے کام کو بجالانا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں: اگر یہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو یہ بدعتِ حسنہ ہوگی اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو یہ بدعتِ بدعت قبیحہ ہوگی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۱ ص ۱۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اولاً: علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ویسے ہی بدعت حسنہ کے قائل ہیں اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کچھ عوعو کرتے ہوئے انکار کرے تو بھی کوئی بات نہیں کیونکہ اس عبارت میں علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے بدعت کی تقسیم کی ہے اور اوپر والے حوالوں سے معلوم ہوا کہ جو حضرات بدعت کی تقسیم کرتے ہیں وہ بدعت حسنہ کے قیامت تک قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک بدعت حسنہ غیر محدود ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بدعت حسنہ جائز ہے۔

ثانیاً: علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے جو تعریف بیان کی ہے اسی تعریف کو وہابیہ اسمٰعیلیہ نے بدعت کی شرعی تعریف کہا ہے وقت آنے پر ان شاء اللہ حوالہ ہم دیں گے جب یہ بدعت کی شرعی تعریف ہے تو علامہ عینی بدعت کی جو تقسیم کر رہے ہیں یہ بھی بدعت شرعی کی تقسیم ہے نہ کہ وہ جو وہابیہ اسمٰعیلیہ کہتے رہتے ہیں کہ جی بدعت کی لغوی تقسیم ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ جن کو وہابی اسمٰعیلی احمدی انور شاہ کشمیری نے ۵۰۰ سادات احناف پر ترجیح دی ہے وہ بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور اس بدعت کو جو شریعت کے پسندیدہ امور کے تحت آجائے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ وہابیہ اسمٰعیلیہ نام تو سادات احناف کا لیتے ہیں لیکن ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں ہاں دوسروں پر تھوپنے کے لئے اگر کوئی حوالہ مل جائے تو سب لائن لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اگر چہ اس کا وہ معنی نہ ہو جو وہابیہ اسمٰعیلیہ بیان کر رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

قَوْله:(والمبتدع)وَهُوَ الَّذِي يرتكب الْبِدْعَة، والبدعة لُغَة:كل شَيْء عمل عَلَى غير مِثَال سَابق، وَشرعا إِحْدَاث مَا لم يكن لَهُ أصل فِي عهد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَهِي على قسمَيْنِ:بِدعَة ضَلَالَة، وَهِي الَّتِي ذكرنَا،وبدعة حَسَنَة:وَهِي مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ حسنا وَلَا يكون مُخَالفا للْكتاب أَو السّنة أَو الْأَثر أَو الْإِجْمَاع،وَالْمرَاد هُنَا الْبِدْعَة:الضَّلَالَة..

اور مبتدع وہ جو بدعت کا ارتکاب کرے۔اور بدعت لغت میں ہر وہ شیء جس پر بغیر سابق مثال کے عمل کیا گیا ہے۔اور شرعا اس کام کو کرنا جس کی اصل سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: بدعت ضالہ یہ وہ ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔اور بدعت حسنہ اور یہ وہ ہے جس کو مسلمان اچھا خیال کریں اور وہ قرآن وسنت واثر واجماع کے مخالف نہ ہو اور مراد یہاں بدعت سے بدعت ضالہ ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۵ ص ۲۳۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کی الٹی کشتی کو ایک مرتبہ پھر الٹا کر دیا ہے اور بدعت شرعی کی تقسیم کرتے ہوئے بدعت حسنہ کی جو تائید کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے بدعت حسنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جس کو مسلمان اچھا خیال کریں اور وہ قرآن وحدیث، اجماع واثر کے مخالف نہ ہو۔ وہابیت اسمٰعیلیت بس فتوے لگانے میں ماہر ہے جب دلائل کی باری

آتی ہے تو سارے اسی چار پائی کے نیچے دفن ہو جاتے ہیں جس کے اوپر گنگوہی و نانوتوی نے وہابیت کے پیدا کرنے کی ایک بار پھر کوشش کی تھی۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہمارے وہ معمولات جن کو تم بزعم خود بدعت کہتے ہو ان کا قرآن، حدیث، اجماع واثر کے مخالف ہونا بیان کرو یعنی یہ بیان کرو کہ یہ آیت ہے اور اس کے اندر میلا د منانے کو نا جائز کہا گیا ہے یا کسی اور کام کو نا جائز کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بیان کر دو کہ یہ حدیث ہے اور اس میں سرکار دو عالم ﷺ نے اس کام یعنی میلا د سے منع کیا ہے یا اجماع سے دکھا دو کہ یہ کام نا جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہابیت گندی نالی میں ڈوب تو سکتی ہے اپنے مردہ آباء کی قبریں کھود تو سکتی ہے پر یہ بات ثابت نہیں کر سکتی ہاں اس کے آباء نے جو گورکھ دھندا شروع کیا ہے وہی اس نے کرنا ہے یعنی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی۔

(۲) علامہ طاہر صدیقی الہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

البدعة هي نوعان: بدعة هدى، و بدعة ضلالة، فمن الاول ما كان تحت عموم ما ندب الشارع اليه و حض عليه فلا يذم لوعد الاجر عليه بحديث من سن سنة حسنة و في ضده من سن سنة سيئة، و من الثاني ما كان بخلاف ما امر به فيذم و ينكر عليه..

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت ہدی اور دوسری بدعت ضلالۃ، بدعت ہدی اس عموم میں داخل ہے جس کو شارع نے مندوب کیا ہے اور اس پر ترغیب دلائی، تو وعدۂ اجر کی وجہ سے اس پر مذمت نہ کی جائے گی۔ اس حدیث کی وجہ سے جس نے کوئی اچھا کام جاری کیا اور اس کی ضد جس نے برا کام جاری کیا۔ اور دوسری قسم یعنی بدعت ضلالہ وہ ہے جو مامور بہ کے خلاف ہو تو اس کی مذمت کی جائے گی اور اس کا انکار کیا جائے گا۔۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۱، ص ۱۶۰، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ)

علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ کا نام خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بیان کیا ہے اور ان کو ہمارے اور اپنے درمیان ثالث بنایا ہے۔ علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ بھی ہر بار کی طرح اس بار بھی ہماری ہی تائید کرنے والے ہیں اور اس بات کا برملا اعلان کرنے والے ہیں کہ بدعت حسنہ اس عموم میں داخل ہے جس کو شارع ﷺ نے مندوب کہا ہے اور اس کی مذمت نہیں کی جائے گی بلکہ اس پر اجر ہے۔ یہ بات تو خود علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے ثابت ہے لیکن ابھی ہم آپ کی توجہ ماقبل میں بیان کئے ہوئے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پسندیدہ حوالوں کی طرف کروانا چاہتے ہیں جس میں انہوں نے خود اقرار کیا ہے کہ جو حضرات بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ جائز ہے تو علامہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی تقسیم کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک بھی بدعت حسنہ جائز ہوئی اور یہ بھی اقرار کیا کہ جو تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ غیر محدود ہے یعنی قیامت تک ہوتی رہے گی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے شرم وحیاء کی بات ہے کہ جن کا نام لے کر یہ ہمیں سادات احناف کی اقتدا سے خارج کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا انہوں نے ہی ہمیں سادات احناف کی اقتدا میں قبول کر کے وہابیت اسمٰعیلیت کی چار پائی الٹی کر کے اس کی خوب خوب قلعی کھول دی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی کو چاہیے کہ انہی کی بات مان لے جن کو اسی نے ہی خود ثالث بنایا ہے۔

(۳) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ: اَلْبِدْعَةُ كُلُّ شَيْءٍ عُمِلَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ، وَفِي الشَّرْعِ إِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ: "كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" عَامٌّ مَخْصُوصٌ. قَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّينِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِي آخِرِ كِتَابِ "الْقَوَاعِدِ" الْبِدْعَةُ إِمَّا وَاجِبَةٌ... وَإِمَّا مُحَرَّمَةٌ... وَإِمَّا مَنْدُوبَةٌ... وَإِمَّا مَكْرُوهَةٌ...

إِمَّا مُبَاحَةٌ...قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: مَا أُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ أَوِ السُّنَّةَ أَوِ الْأَثَرَ أَوِ الْإِجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ، وَمَا أُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُومٍ...

امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں لغۃً ہر وہ عمل بدعت ہے جس کی مثال پہلے دور میں نہ پائی جائے اور اصطلاح شرع میں بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا وجود آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک: کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ بدعت کی اقسام: شیخ عزالدین بن سلام رحمۃ اللہ اپنی کتاب ''القواعد'' کے آخر میں لفظ بدعت کے متعلق لکھتے ہیں: بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت واجبہ، بدعت محرمہ۔۔۔کچھ بدعات مکروہ بھی ہیں۔۔۔کچھ بدعات مباح ہیں۔۔۔امام شافعی علیہ الرحمہ نے بہت اچھا تجزیہ فرمایا ہے کہ جو بھی نئی بات پیدا کی جائے یعنی بدعت اگر وہ کتاب کے مخالف صحابہ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے برعکس ہو تو وہ ضلالت وگمراہی ہے، اور جو چیز ایسی نہ ہو وان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد ا،ص ۳۳۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ا،ص ۴۰۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری بھی وہابیت اسمعیلیت کے پسندیدہ اصول سے بدعت حسنہ کے قائل ثابت ہوئے اور بدعت حسنہ کو غیر محدود اور جائز کہنے والے ثابت ہوئے وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی عقل کا کچھ علاج کروائے اور ایسی ایسی بونگیاں نہ مارے لیکن وہابیت اسمعیلیت کو ان بونگیوں کے سوا اور آتا ہی کیا ہے یہی سیکھتے ہیں اور پھر یہی مارتے ہیں، باقی علم نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوتی۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر فتوے لگانے یا کسی بھی طرح کا حوالہ دکھانے کے بجائے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ پر فتوے لگائے اور ان کو حوالہ دیکھائے ورنہ "قل موتو ابغیظکم" کی تسبیح پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تا کہ اس کو کچھ سکون ملے۔

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقد قسموا البدعة: بدعة هدى وبدعة ضلالة، فمن الأول ما كان تحت عموم ما ندب الشارع إليه، وحض عليه، فلا يذم لوعد الأجر عليه لحديث: (من سن سنة حسنة)، وفي ضده: (من بن سنة سيئة)، ومن الثاني ما كان بخلاف ما أمر به فيذم وينكر عليه۔

اور انہوں نے بدعت کو تقسیم کیا: یعنی بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت ہدی اور دوسری بدعت ضلالۃ، بدعت ہدی اس عموم میں داخل ہے جس کو شارع نے مندوب کیا اور اس پر ترغیب دلائی، تو وعدۂ اجر کی وجہ سے اس پر مذمت نہ کی جائے گی۔ اس حدیث کی وجہ سے جس نے کوئی اچھا کام جاری کیا اور اس کی ضد جس نے برا کام جاری کیا۔ اور دوسری قسم یعنی بدعت ضلالہ وہ ہے جو مامور بہ کے خلاف ہو تو اس کی مذمت کی جائے گی اور اس کا انکار کیا جائے گا۔۔(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح جلد ۲،ص ۶۳۶، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

نوٹ: شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے اشعۃ اللمعات میں بھی بدعت کی تقسیم کی ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھتے ہوئے خود ہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں فیصلہ کرلے کہ اس کو ان کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ ویسے اس کی تو کوئی اوقات نہیں فیصلہ کرنے کی کیونکہ اس کا ایک جاہل باپ انور شاہ کشمیری شیخ صاحب علیہ الرحمۃ پر فتوی لگا چکا ہے اور آپ کے بارے میں تصریح کر چکا ہے کہ آپ کو بدعت کی صحیح معلومات نہ ہو سکی اور آپ نے بدعات مخترعہ کی تائید کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی اپنے جاہل باپ کی بات نہ مانے اور اس کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے یہ کہے کہ نہیں جی شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے بدعت مخترعہ کی تائید نہیں کی بلکہ جاہل انور شاہ نے جھوٹ بولا ہے تو بھی اس کی جان نہیں چھوٹ سکتی کیونکہ اسی

کے گھر کے اصولوں سے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ بدعت حسنہ کی تائید کرنے والے، اس کو جائز کہنے والے، بدعت حسنہ کو غیر محدود کہہ کر اس پر عمل کرنے پر ثواب کی نوید سنانے والے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ بعد میں جو عمل کریں گے ان کا بھی ثواب ملنے کی خوشخبری دینے والے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی جو بھی فیصلہ کرے موت اسی کے لئے تیار ہے اسی کے دعوے کا بیڑا غرق ہوگا اور اس کی مزعومہ کتاب کے چہرے سے سیاہ پردہ اٹھے گا۔

(۵) شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الاٰلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وتفصیل الکلام فی البدعة ما ذکره الإمام محیی الدین النووی فی شرح صحیح مسلم قال العلماء: البدعة خمسة أقسام واجبة ومندوبة ومحرمة ومکروهة ومباحة۔ فمن الواجبة تعلم أدلة المتکلمین للرد علی الملاحدة والمبتدعین وشبه ذلك، ومن المندوبة تصنیف کتب العلم وبناء المدارس والربط وغیر ذلك، ومن المباحة التبسط فی ألوان الاطعمة وغیر ذلك، والحرام والمکروه ظاهران، فعلم أن قوله صلی الله تعالی علیه وسلم کل بدعة ضلالة من العام المخصوص.

بدعت میں کلام کی وہ تفصیل جس کو امام نووی علیہ الرحمۃ نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا یہ ہے کہ: علماء نے بدعت کی پانچ اقسام بدعت واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ بیان کی ہیں۔ بدعت واجبہ کی مثال متکلمین کے دلائل کو ملحدین، مبتدعین اور اس جیسے دیگر اُمور کے رد کے لئے استعمال کرنا ہے اور بدعتِ مستحبہ کی مثال جیسے کتب تصنیف کرنا، مدارس، سرائے اور اس جیسی دیگر چیزیں تعمیر کرنا۔ بدعتِ مباح کی مثال یہ ہے کہ مختلف انواع کے کھانے اور اس جیسی چیزوں کو اپنانا ہے جبکہ بدعت حرام اور مکروہ واضح ہیں۔ اور جان لیا گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کل بدعۃ ضالۃ عام مخصوص ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۷، ص ۲۰۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے علامہ آلوسی کے بھی حوالے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں دے کر ہم سے بزعم خود منوانے کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ حوالے ہمارے ہی خلاف نہیں تھے پھر بھی ہم نے بحمد للہ ان کے جوابات دیئے ہیں۔ لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد علامہ آلوسی کی بات خود اپنے ہی گھر کے اصولوں سے ماننے کو تیار نہیں ہوگا وہابیت اسمٰعیلیت کے پسندیدہ اصول کہتے ہیں کہ جن علماء نے بدعت کی تقسیم کی ہے اس کے نزدیک بدعت حسنہ جائز ہے اور غیر محدود ہے قیامت تک ہوتی رہے گی اور اس پر ثواب ملتا رہے گا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں پر تھوپنے کے بجائے خود تو ان کی مان لے ورنہ ہم یہی کہتے ہیں کہ کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے پر وہابیت اسمٰعیلیت تو سب کچھ ہضم کر چکی ہے۔

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

وقال صاحب جامع الأصول: الابتداع من المخلوقین إن کان فی خلاف ما أمر الله تعالی به ورسوله صلی الله تعالی علیه وسلم فهو فی حیز الذم والإنکار وإن کان واقعا تحت عموم ما ندب الله تعالی إلیه وحض علیه أو رسوله صلی الله تعالی علیه وسلم فهو فی حیز المدح وإن لم یکن مثاله موجودا کنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف۔

صاحب جامع الاصول نے فرمایا: مخلوق کی طرف سے نئی چیز کی ایجاد اگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو تو وہ قابل مذمت وانکار ہے اور اگر وہ نئی چیز اس عموم کے تحت داخل ہو جس کی طرف اللہ اور اس کے رسول نے بلایا اور اس کی ترغیب دلائی تو یہ

قابل مدح ہے اگر چہ اس کی مثال موجود نہ ہو جیسے جود وسخاوت اور اچھے کاموں کی انواع وغیرہ۔۔

(روح المعانی جلد ۲۷،ص ۱۷۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس حوالے میں تو علامہ آلوسی نے وہابیت اسمعیلیت کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا ہے اور وہابیت اسمعیلیت کے منہ پر وہ مہر لگائی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے کہ ہمارا کون سا کام ہے جو ماندب اللہ وسولہ کے عموم کے تحت نہیں آتا۔ وہابی اسمعیلی مر جائے گا پر جواب نہیں دے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے آباء کے سارے فتوؤں کا بیڑا غرق ہو جائے گا اور وہابیت اسمعیلیت کی ننگی تصویر سب کو نظر آجائے گی۔

(۶) پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد سوال وجواب میری نظر سے گزرا۔ سائل ومجیب ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ فرقہ وہابیہ نجدی کا اباعن جد (آباؤاجداد سے) یہی شیوہ وشعار رہا ہے کہ مستحسنات بزرگان دین کو بدعت سیئہ، ضلالت، کفر وشرک کہہ دیتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ سیئہ جو برخلاف ہوٗ ماجاء بہ الرسول علیہ السّلامؑ کے۔ دوسری حسنہ جوزیر عموم حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہو۔ امام جزری بنابریں فرماتے ہیں: "البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلالة فما كان فی خلاف ما امر الله به رسوله فهو فی حیز الذم اما كان واقعا تحت عموم ماندب الله الیه وحض علیه او رسوله فهو فی حیز المدح"۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں: المراد به ما أحدث ولیس له اصل فی الشرع و سمی فی عرف الشرع بدعة و ما كان له اصل یدل علیه الشرع فلیس ببدعة۔ مشکوٰۃ میں صحیح مسلم سے بروایت جریر بن عبداللہ مروی ہے "من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی اخر الحدیث۔ امام محمد موطا میں حدیث ذیل کو عبداللہ بن مسعود سے روایت فرماتے ہیں "ما راٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن"۔ "خزانته الروایات" میں ہے "المراد من التعارف تعارف الصلحاء"۔ اس بنا پر مستحسنات مشائخ علیہم الرضوان سنت حسنہ ہیں۔ طریقہ عالیہ چشتیہ نیازیہ میں بعد ختم دست بستہ کھڑے ہو کر سلسلہ عالیہ کو پڑھنا یا سننا اسی قبیل سے ہے۔

(فتاوی مہریہ، ص ۳۳، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ بھی وہابیت اسمعیلیت کے گھر کے اصولوں سے بدعت حسنہ کے قائل ثابت ہو گئے اور اس بات کا اعلان کرنے والے کہ بدعت حسنہ قیامت تک جائز ہے غیر محدود ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں سے کہنے کے بجائے اپنے گھر کے اصول دیکھ لے، اس کے بعد اس کو "ان شاء اللہ" چلو بھر پانی ضرور مل جائے گا۔

قارئین! ہمارے پاس حوالہ جات اور بھی بہت ہیں فی الحال ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں اگر وہابی اسمعیلی گٹر میں ابال آیا تو ان شاء اللہ اس پر پھر مزید ڈھکن لگانے کے لئے حوالے پیش کئے جائیں گے۔

کل بدعة ضلالة اور وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی

وہابیہ اسمعیلیہ ہر بار اپنی ناکامی ونامرادی کو چھپانے کے لئے "کل بدعة ضلالة" کا سہارا لیتے ہیں اور اس سے ہر بدعت کو برا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ہم اس حدیث کی وضاحت سادات احناف اور مشائخ ہند سے کر دیتے ہیں جس سے وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی میں اضافہ اور اس کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا مزید پردہ چاک ہو جائے گا۔

(۱) علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

کل بدعة ضلالة خص منه ما هو واجب كنظم ادلة المتكلمين و مندوب كتصنيف كتب العلم وبناء المدارس و التراويح او مباح كالتبسط فى انواع الاطعمة...

"کل بدعة ضلالة" سے خاص کیا گیا ان بدعات کو جو واجب ہیں جیسا کہ متکلمین کا دلائل بیان کرنا۔ اور مندوب جیسا کہ کتابیں لکھنا اور مدارس بنانا اور تراویح وغیرہ۔ یا مباح جیسا کہ مختلف کھانوں میں وسعت۔۔ (مجمع بحار الانوار، جلد ۱، ص ۱۶۰، مکتبہ دار الایمان المدینہ المنورہ)

علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے نزدیک معتبر و مستند ہیں علامہ صاحب ہی کل بدعۃ ضلالۃ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ کل بدعة ضلالة عام خص عن البعض کے قبیل ہے۔ یعنی کل بدعۃ وہ عام ہے جس سے اس کے بعض افراد کو خاص کر لیا گیا ہے اور ان کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی بدعت حسنہ۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں جو علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ بیان فرما رہے ہیں کہ ہر بدعت بری نہیں بلکہ بدعت سیئہ بری ہے، نہ کہ بدعت حسنہ اس کی اجازت تو خود سادات احناف و مشائخ ہند نے دی ہے۔

(۲) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: "كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" عَامٌّ مَخْصُوصٌ...

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک: "کل بدعة ضلالة عام مخصوص منه البعض" ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱، ص ۳۳۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۷۰۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری نے بھی "کل بدعة ضلالة" کو "مخصوص منه البعض" قرار دے دیا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی بتائے "کل بدعة ضلالة" سے کس کس بدعت کو خاص کیا گیا ہے اور جس کو خاص کیا گیا ہے وہ لغوی ہے یا شرعی؟

مزید لکھتے ہیں:

(وَكُلَّ بِدْعَةٍ): بِالرَّفْعِ وَقِيلَ بِالنَّصْبِ (ضَلَالَةٌ): قَالَ فِي "الْأَزْهَارِ". أَيْ: كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ ضَلَالَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا"...وَقَوْلُهُ: كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" عَامٌّ مَخْصُوصٌ...

"قوله و كل بدعة ضلالة" اس کے اعراب کے متعلق بھی وہی دو قول ہیں رفع اور نصب۔ کتاب الازہار میں لکھا ہے: ہر بدعت سیئہ گمراہی ہے بدعت حسنہ اس میں داخل نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "من سن فى الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها"۔۔۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک: "کل بدعة ضلالة" عام مخصوص منہ البعض ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱، ص ۳۳۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ۱، ص ۷۰۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہاں تو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے تصریح کر دی ہے کہ "کل بدعة ضلالة" سے ہر بدعت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد بدعت سیئہ ہے کیونکہ بدعت حسنہ کی اجازت خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان "من سن فى الاسلام..." میں دی ہے۔ اور پھر آگے مزید تصریح کر دی کہ کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص ہے۔ اتنی بڑی بڑی تصریحات کے باوجود بھی وہابیت اسمٰعیلیت ایک ہی ٹانگ

پر کھڑی ہے اور سادات احناف کی ان تصریحات کے باوجود بھی ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، اس کے باوجود بھی کہتی ہے کہ ہم سادات احناف کی پیروی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ آپ نے خود ہی دیکھ لیا کہ وہابیت احمدیت سادات احناف کی پیروی کرتی ہے یا اپنے وہابیوں کی؟

مزید لکھتے ہیں:

(وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ):عُطِفَ عَلَى قَوْلِهِ: فَعَلَيْكُمْ لِلتَّقْرِيرِ وَالتَّوْكِيدِ، أَيِ: احْذَرُوا عَنِ الْأُمُورِ الَّتِي أُحْدِثَتْ عَلَى خِلَافِ أَصْلٍ مِنْ أُصُولِ الدِّينِ، وَاتَّقُوا أَحْدَاثَهَا (فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ)، أَيْ: فِي الشَّرِيعَةِ (وَكُلَّ بِدْعَةٍ): بِنَصْبِ كُلَّ، وَقِيلَ: بِرَفْعِهِ (ضَلَالَةٌ): إِلَّا مَا خُصَّ، وَقَدْ تَقَدَّمَ.

یہ جملہ برائے تقریر و تاکید ہے اور اس کا عطف "فعليكم" پر ہے ای : احْذَرُوا عَنِ الْأُمُورِ الَّتِي أُحْدِثَتْ عَلَى خِلَافِ أَصْلٍ مِنْ أُصُولِ الدِّينِ، وَاتَّقُوا أَحْدَاثَهَا ۔ "کل بدعۃ ضلالۃ" یہ جملہ "ماخص عنه البعض" کی قبیل سے ہے کل منصوب ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ مرفوع ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد ا، ص ۳۷۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی، جلد ا، ص ۶۰۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی نے ترجمہ کے اندر جوڈنڈی ماری ہے وہ اپنی جگہ ہے میں اس پر کلام نہیں کر رہا۔ ہاں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے فی الشریعۃ فرما کر جس طرف اشارہ کیا ہے وہ سب کو معلوم ہے اور پھر کل بدعۃ ضلالۃ سے ماخص کے ذریعے جس کو خاص کیا ہے وہ بھی بالکل واضح ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے علامہ علی قاری کو بھی ثالثین میں شامل کیا ہے لیکن ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، جب خود ہی سادات احناف کی بات نہیں مانتا تو پھر ہم سے ان کا نام لے بات کیوں کرتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ سادات احناف و مشائخ ہند کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کا کوئی فائدہ نہیں اس سے جو ذلت و رسوائی تمہاری ہوئی اس پر اس کے وہابی اسمٰعیلی اکابرین بھی رشک کر رہے ہوں گے۔ اب کی بار اپنے وہابی اسمٰعیلی دھرم کو لے کر سامنے آنا تا کہ تمہاری ذلت و رسوائی کا صحیح و دل کھول کر سامان کیا جائے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

(فإنّ كلّ محدثة بدعة وكلّ بدعة) بالنصب وفي نسخة بالرفع (ضلالة) وخص منها البدعة الحسنة بحديث من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها ..

اور بے شک ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور اس سے خاص کیا گیا بدعت حسنہ کو اس حدیث کی وجہ سے جس نے اچھا کام رائج کیا تو اس کے لئے اجر ہے اور اس کا بھی اجر ہے جو اس پر عمل کرے۔ (شرح الشفا، جلد ۲، ص ۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس سے زیادہ اور کیا اور کس طرح کی تصریح دکھائیں، علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کی ساری تاویلات باطلہ کو باطل کر کے اس کو اس کے اصلی گھر پہنچا دیا ہے۔ علامہ علی قاری نے بالکل دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان فرما دیا کہ کل بدعة ضلالة مخصوص منه البعض ہے اور اس سے بدعت حسنہ کو خاص کیا گیا ہے اور بدعت حسنہ کو خاص کرنے کی وجہ وہ حدیث ہے جس میں خود سرکار دو عالم ﷺ نے اچھا طریقہ ایجاد کرنے کی اجازت دی ہے۔ وہابیت اسمٰعیلیت جواب دے کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ پر کیا کیا فتوے لگیں گے جو بدعت حسنہ کو شرعی بدعت مان کر اس کی اجازت دے رہے ہیں۔ اور اس پر وہابی اسمٰعیلی کس طرح اور کتنا تبرا کریں گے۔ کیا ہمارا نام لے کر سادات احناف پر فتوے بازی کی جائے گی جیسا کہ وہابیت اسمٰعیلیت کی شروع سے عادت

ہے یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے گا جو بھی ہو ہم پر فتوے کم ،سادات احناف ومشائخ ہند پر زیادہ لگیں گے بالخصوص ان حضرات پر جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے خود ہی ثالث بنایا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

(ومن ابتدع بدعة ضلالة)بالإضافة أو بالوصف أي بدعة سيئة كالبناء على القبور و تجصيصها لا بدعة مستحسنة كالمنارة..

اور جس نے بدعت ضلالہ کو ایجاد کیا) بدعۃ ضلالۃ یہ ترکیبی اعتبار سے مرکب اضافی ہے یا مرکب توصیفی ہیں ،یعنی بدعت سیئہ کو ایجاد کیا جیسا کہ عام قبوروں پر گنبد بنانا اور ان کو پختہ کرنا (کیونکہ اولیاء کی قبور پر گنبد بنانے کے خود علامہ علی قاری قائل ہیں جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ثابت کیا ہے از ناقل) نہ کہ بدعت حسنہ کو ایجاد کیا جیسا کہ منارہ بنانا۔ (شرح الشفا،جلد ۲،ص ۲۳،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہاں تو علامہ علی قاری نے خود ہی بدعت حسنہ کو اختیار کرنے کی اجازت دے کر اس کی مثال بھی بیان کی ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے سادات احناف کو پڑھ لے پھر ان کی طرف کسی بات کو منسوب کرے ایسے ہی اپنی جہالت نہ دکھائے کیونکہ ہم وہابیت اسمعیلیت کی جہالتوں کو جانتے ہیں۔

(۳) شیخ عبد الحق الدّہلوی الحنفی (المتوفی ۱۰۵۲ھ)علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

والبدعة فعل ما لم يسبق إليه، فما وافق أصلاً من السنة يقاس عليها فهو محمود، وما خالف أصول السنن فهو ضلالة، ومنه: (كل بدعة ضلالة)، انتهى. يعني أن قوله: (كل بدعة ضلالة) عام مخصوص البعض.

اور بدعت وہ فعل ہے جس کا وجود پہلے نہ ہو جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور اسی سے سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے یعنی آپ ﷺ کا قول ”کل بدعۃ ضلالۃ“ عام مخصوص البعض ہے۔(یعنی اس میں سے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہے)

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح جلد ۱،ص ۶۴۶،مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی موقف کی تائید کر دی جس موقف کی تائید دیگر سادات احناف نے کی ہے۔شیخ صاحب کے نزدیک بھی ”كل بدعة ضلالة“ عام مخصوص ہے۔اور اس سے بعض بدعات کو خاص کیا گیا ہے وہ کن کو خاص کیا گیا ہے وہابی اسمعیلی اپنے زندہ و مردہ سب وہابیوں کو جمع کر کے بتائے گا اگر ان سے یہ کام نہ ہو سکے تو اپنے بڑے ابا کو بھی بلا سکتا ہے اور اس سے مشورہ لے سکتا ہے جو دار الندوہ میں ابوجہل اینڈ کمپنی کو مشورہ دینے آیا تھا۔

(۴) أحمد بن إسماعیل بن عثمان الكورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ)علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فإن قلت:ففي الحديث: كل بدعة ضلالة "؟ قلت:أراد بدعة لا أصل لها في الإسلام؛ بدليل قوله :"من سنَّ سُنَّةً حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة".

اگر تو کہے کہ حدیث میں کل بدعۃ ضلالۃ آیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حدیث میں بدعت سے مراد وہ بدعت ہے جس کی اسلام میں اصل نہ ہو سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے۔جس نے کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لئے اجر ہے اور جو اس کے بعد

قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ہے۔ (الکوثر الجاری الی ریاض أحادیث البخاری، جلد ۴، ص ۱۳۳، دار احیاء التراث العربی)

(۵) علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

فعلم أن قوله صلی اللہ تعالی علیه وسلم کل بدعة ضلالة من العام المخصوص.

اور جان لیا گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان "کل بدعة ضالة"، عام مخصوص ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۷، ص ۲۷۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان حوالوں سے بھی معلوم ہوا کہ کل بدعة ضلالة اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ عام مخصوص ہے جس سے اس کے بعض افراد کو خاص کیا گیا ہے وہ افراد کون سے ہیں اس کا جواب وہابی اسمعیلی دے گا۔ ہم پہلے سے ہی بتا دیتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے سوائے لایعنی باتوں یا دعوؤں کے اور کچھ نہیں کرنا یا پھر اس نے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرنے کے بجائے دوسروں کو پھر اصول سمجھانے کی کوشش کرنی ہے لیکن ہم ماقبل میں بھی کہہ چکے اور اب بھی کہتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے خود اپنے گھر کے اُصولوں پر عمل کرے پھر دوسروں سے کہے کیونکہ یہ اسی کے گھر کا اصول ہے۔ ہمارے پاس اس حوالے سے اور بہت حوالے ہیں لیکن ابھی انہی پر اکتفا کرتے ہیں اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے کوئی جواب دیا تو ان شاء اللہ اس کی مزید درگت بنائی جائے گی۔

وہابیت اسمعیلت کے زندہ و مردہ سب کو کھلا چیلنج

وہابیہ اسمعیلیہ سے جب بھی بدعت کے حوالے سے بات ہوتی ہے اور اس کی تقسیم کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ بدعت لغوی ہے اور جو تم کرتے ہو وہ بدعت اصطلاحی ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ ان کی وہ عیاری مکاری اور دھوکہ بازی ہے جس سے یہ اپنے وہابی اکابرین کو تحفظ فراہم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ میں وہابیت اسمعیلیت کے تمام زندہ اور مردہ کو چیلنج کرتا ہوں کہ بتائیں "کل بدعة ضلاله" میں کون سی بدعت کو بیان کیا گیا ہے۔ کیا اس میں بدعت لغوی کا بیان ہے یا بدعت شرعی کا؟ اگر بدعت لغوی کا بیان ہے تو پھر خیر مناؤ بس اقرار کرو کہ اس میں بدعت لغوی کا بیان ہے پھر ہم تمہارا کیا حال کریں گے اس کے تصور سے ہی تم کانپو گے۔ اور اگر اس میں بدعت شرعی ہی کا بیان ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ اس سے جس بدعت کو خاص کیا گیا ہے وہ شرعی ہے یا لغوی؟ اور پھر علامہ طاہر صدیقی علیہ الرحمۃ **کل بدعة ضلالة خص منه ما هو واجب۔۔۔** سے جس بدعت کو خاص کر کے اس بدعت کی اقسام واجب، مندوب ومباح بیان کر رہے ہیں یہ کون سی بدعت کی اقسام ہیں۔ کیا انہوں نے "**کل بدعة ضلاله**" سے لغوی بدعت کو خاص کیا ہے اور اس کی اقسام بیان کی ہیں یا کچھ اور؟ وہابیت اسمعیلیت جو بھی جواب دے گی ان شاء اللہ اس میں اسی کی ذلت و رسوائی کا مزید سامان ہوگا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کے جواب کو ہضم کر جائے گا کیونکہ اس کو بھی اپنی ذلت و رسوائی نظر آ جائے گی۔

قارئین! آپ نے سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف پڑھ لیا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی بھی دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ آدمی نہیں بلکہ شیطان کا دوسرا پارٹ ہے۔ سادات احناف و مشائخ ہند کچھ فرماتے ہیں اور یہ اخبث کچھ اور ہی کہہ کر ان کے ذمہ لگاتا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا پہلا جز

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات احناف کہتے ہیں کہ جس دینی کام کی علت وسبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و خیر القرون

میں موجود تھا اور کوئی مانع بھی نہ تھا اس کے باوجود جب وہ کام اس دور میں نہ ہو تو آج اسے کرنا بدعت ہوگا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ یہ اصول کون کون سے حنفی بزرگوں نے بیان کیا ہے اور کہاں بیان کیا ہے۔

ثانیاً: ہم نے کئی کام ایسے ذکر کر دیئے ہیں جن کا سبب وعلت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں موجود تھا لیکن اس دور میں وہ کام نہیں ہوا اس کے باوجود بھی سادات احناف و مشائخ ہند نے اس کی اجازت دی۔ وہابی اسمعیلی پہلے ان سب سادات احناف و مشائخ ہند پر بدعتی ہونے کا فتوی صادر کرے پھر ہم سے بات کرے۔ ورنہ اپنا منہ بند رکھے۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی اپنے گھر کی خبر لے اور ان پر بھی چار حرف کرے اور یہی اس کے مستحق وافراد کامل ہیں۔

عیدین کے بعد دعا اور وہابی اسمعیلی اُصول

(۱) وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا، گو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اسلئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔ (بہشتی زیور مکمل ومدلل، ص ۸۰۰، دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس زمانہ میں نماز عیدین ہوتی تھی یا نہیں؟ یقیناً ہوتی تھی اور اس وقت دعا کا سبب وعلت تھی یا نہیں، تھی اور یقیناً تھی اس کے باوجود بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابہ وتابعین کا یہ دعا نہ کرنا وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اسی اصول کے مطابق بدعت ہے۔ لیکن اس کا تھانوی باپ اس کو صرف جائز ہی نہیں، مباح ہی نہیں، مستحب ہی نہیں بلکہ سنت کہہ رہا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے گھر کے ان افراد کو تختۂ دار پر لٹکائے جو تمام شرائط کے پائے جانے کے باوجود بھی بدعتی چیز کو مسنون کہہ کر اس پر عمل کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی عمل کا کہہ رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہے کہ جی ہم تو یہ دعا نہیں مانگتے ہمارے نزدیک تو یہ بدعت ہے میں اس کو اسی کے گھر سے اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی کذاب زمانہ خالد محمود لکھتا ہے:

ہمارے حضراتِ اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور دیگر حضراتِ اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس سابق مدرسہ ہذا اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے اور مولانا عبدالحئی صاحب کا فتوی بندہ نے بھی دیکھا تھا کہ محض اس وجہ سے کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا کا ذکر نہیں ہے، دعا کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوتا اور دیگر احادیث سے سب نمازوں کے بعد دعا ہونا ثابت ہے بس اس کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کلیۃ استحباب، دعا بعد صلوۃ کے ثابت ہو گیا تو اب یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو۔۔ (عبقات، جلد ا، ص ۱۱۳، دارالمعارف لاہور)

لو جی! اپنی باری آئے تو سب کچھ بھول گئے نہ وہ سبب وعلت یاد آئی اور نہ ہی ترک فعل یاد آیا جس کی کہانی سنا سنا کر وہابیت اسمعیلیت عوام کو گمراہ کرتی ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھتے ہوئے بلکہ ان اصولوں کو پڑھتے ہوئے جو وہابیت اسمعیلیت دوسروں پر تھوپتی ہے اپنے ان آباء کو بدعتی ہونے سے بچائے۔ **ویسے یہاں تو کسی بھی بے غیرت کو یاد نہیں**

آیا کہ عمل خاص کے لئے دلیل بھی خاص ہوتی ہے لہٰذا احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی وہابڑے کو یہ یاد آیا کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے نہیں کیا صحابہ رضی اللہ عنھم نے نہیں کیا تو کیا یہ وہابی ٹٹو اپنے اصول کے مطابق ان حضرات سے بڑھ کر ہیں؟ اگر کوئی سنی پکا حنفی میلاد شریف کا نام لے لے تو وہابیت اسمعیلیت جل بھن جاتی ہے اور دلیل دلیل اور خاص خاص اور صرف خاص کا مطالبہ اگر سنی پکا حنفی عمومی دلائل بیان کرے تو وہابیت کو ۲۴ نمبر کی مرچی لگ جاتی ہے جس کا آرام بھی اس کو بہت دیر سے آتا ہے یا یہ کہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا میلاد خود پیر شریف کا روزہ رکھ کر منایا تو وہابی سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا یا پھر صحابہ سے سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر کرنے کی روایات پیش کرے تو کوے والی کاں کاں، لیکن یہاں کچھ بھی نظر نہیں آیا اور جھٹ سے کہہ دیا کہ دیگر نمازوں کے بعد دعا جائز ہے تو عید کے بعد بھی جائز ہے مگر اسی وہابیت اسمعیلیت کو نماز جنازہ کے بعد دعا کرتے ہوئے موت آتی ہے **اگر کوئی سنی پکا حنفی کہے کہ نمازوں کے بعد دعا جائز ہے اور نماز جنازہ بھی نماز ہے تو اس کے بعد بھی جائز ہے** تو وہابی اسمعیلی اس وقت تک عوعو کرتا ہے جب تک اس کے منہ میں کوئی ہڈی نہ ڈال دے۔ بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو اصول سادات احناف کے حوالے سے بزعم خود بیان کیا ہے اسی کے مطابق اپنے ان وہابیوں کو بدعتی ہونے سے بچائے۔

یہی کذاب زمانہ خالد محمود اپنے وہابی اسمعیلی شفیع کے حوالے سے لکھتا ہے:

احادیث قولیہ میں نبی کریم ﷺ سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نماز عید بھی داخل ہے، دعا مانگنے کی فضیلت اور ثواب منقول ہے، اگر چہ احادیث فعلیہ میں عمل کی تصریح نہیں، مگر نفی بھی منقول نہیں۔ اس لئے احادیثِ قولیہ پر عمل کرنا اور ہر نماز کے بعد اور عیدین کے بعد دعا مانگنا جائز و مستحب ہوگا۔ (عبقات جلد ا، ص ۱۱۳، دار المعارف لاہور)

وہابیت اسمعیلیت کے کرتوت دیکھیے خود کریں تو جائز اور وہی دلائل جن کو اگر ہم بیان کریں تو وہابیت اسمعیلیت ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتی، لیکن جب اپنے آباء بدعتی بنے تو سب کچھ جائز ہو گیا کیوں؟ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی سنی پکا حنفی یہ کہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سے دوسرے دن، دسویں دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب کی عملاً تصریح نہیں لیکن نفی بھی تو منقول نہیں اور احادیث قولیہ ایصال ثواب کے حوالے سے بہت ہیں لہٰذا ان پر عمل کرتے ہوئے یہ ایصال ثواب جائز و مستحب ہے۔ تو وہابی اسمعیلی مانے گا؟ اور اس کی اجازت دے گا؟ یا یہاں اپنے وہابیوں کی طرح عوعو کرے گا ہمیں تو یقین ہے کہ اس نے بجائے ماننے کے عوعو ہی کرنی ہے کیونکہ وہ سب کچھ اس کے آباء نے کیا ہے لہٰذا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور یہ سنی حنفی کر رہا ہے حالانکہ وہابی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی نے تو اپنے وہابیوں کے لئے کہا ہے کہ استحباب تو اونچی چیز ہے اباحت بھی سرکار ﷺ کے قول و فعل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی، جب اباحت بھی ثابت نہیں ہوتی تو نماز عید کے بعد دعا کہاں سے ثابت ہو گئی وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں کو یہاں بھی لے آئے اور یہاں بھی فتوے لگائے۔

(۲) زبان سے نماز کی نیت اور وہابی اسمعیلی اُصول

وہابی اسمعیلی ''فتاوی دار العلوم دیوبند'' کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''اذلم ینقل عن المصطفی ﷺ ولا الصحابہ ولا التابعین'' زبان سے نیت کرنا نہ تو مصطفی ﷺ سے منقول ہے اور نہ صحابہ کرام سے ثابت ہے نہ تابعین عظام سے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند حاشیہ، جلد ۲، ص ۱۴۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

وہابی اسمعیلی مفتی لکھتا ہے:

سوال: منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ نماز کی نیت کے الفاظ زبان سے کہنے مستحب ہیں اور دل سے نیت کرنی فرض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنی بدعت ہے۔

جواب: صحیح یہ ہے کہ زبان سے الفاظ نیت کہنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ مستحب ہے لیکن ضروری ہے کہ دل میں بھی نیت کرے۔ حنفیہ کا محقق مذہب یہی ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، جلد ۲، ص ۱۴۸، میر محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح وہابی اسمعیلی عبدالشکور لکھنوی لکھتا ہے:

زبان سے نیت کہنا نبی ﷺ اور صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں اور لغت میں بھی نیت دلی قصد وارادے کو کہتے ہیں اور زبان سے کہنے کو نیت نہیں کہتے اسی خیال سے بعض فقہاء زبان سے نیت کی عبارت کہنے کو بدعت کہتے ہیں۔ (علم الفقہ، جلد ۲، ص ۳۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

وہابی اسمعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

اور نیت کا لفظ جو بدعت نہ ہوا تو اس کی دلیل جواز کی موجود ہے کہ حج میں تلفظ لسانی حدیث میں وارد ہوا ہے اور نیت قلبی کو کہ فرض ہے اس سے قوت بلکہ بعض وقت بدون اس کے حاصل ہی نہیں ہوتی لہذا ملحق بالسنۃ ہوگی۔ (براہین قاطعہ، ص ۴۷، ۴۸، دارالاشاعت کراچی)

ہم ماقبل اس کے حوالے دے چکے اور زبان سے نماز کی نیت کرنے کو سادات احناف سے بدعت حسنہ ثابت کر چکے کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اقرار کے مطابق وہابیوں کے نزدیک بدعت حسنہ درست نہیں ہے لہذا سب سے پہلا فتوی نماز کی نیت زبان سے کرنے کے ناجائز ہونے کا دے اور جس جس وہابی اسمعیلی نے اس کو جائز کہا ہے یا بدعت حسنہ کہا ہے ان پر بھی فتوی لگائے۔ اور اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق زبان سے نیت کرنے کے جائز ہونے کو ثابت کرے۔ جب خود وہابیہ اسمعیلیہ اقرار کر رہے ہیں کہ نماز کی نیت زبان سے کرنا سرکار دو عالم ﷺ سے اور صحابہ سے ثابت نہیں تو یہ وہابی کے اسی اصول سے کہ سبب وعلت ہونے کے باوجود نہ کرنا بدعت کے زمرے میں آئے گا اور وہابیت اسمعیلیت کو تباہ وبرباد کرے گا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کسی قسم کی تاویل لانے یا کسی اور کو اصول سمجھانے کی کوشش نہ کرے بلکہ اپنے اصول پر عمل کرتے ہوئے فتوی لگائے، اور یہ بھی بتائے کہ قیاس صرف وہابیہ اسمعیلیہ ہی کر سکتے ہیں یا پھر کوئی اور بھی کر سکتا ہے جس طرح وہابی اسمعیلی انبیٹھوی نے نماز میں زبان سے نماز کی نیت کو حج میں نیت کرنے پر قیاس کیا ہے تو کیا کوئی اور قیاس کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ کیونکہ نماز کے بعد دعا خود سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت ہے لہذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے نماز جنازہ کے بعد بھی جائز ہے۔ آپ دیکھیے گا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کیسی کیسی مرچی لگتی ہے اور اس کے علاج کے لئے کیسے کیسے وہابیوں اسمعیلیوں کو تباہ وبرباد کرتا ہے۔

(۳) سیرت کے جلسے، کانفرنس اور وہابی اسمعیلی اصول

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جہالت میں لت پت ہو کر اصول تو بیان کر دیا ہے لیکن بیچارے نے اس سے اپنے ہی گھر میں لگی ہوئی آگ کو مزید بھڑکایا ہے وہابی اسمعیلی کہتا ہے کہ جس کام کا سبب اور علت اس زمانہ میں موجود تھی پھر بھی وہ کام اس دور میں نہیں ہوا تو وہ کام بدعت ہے تو آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کتنے کام وہابیہ اسمعیلہ کے مزید ہیں جو اس اصول کی زد میں آ کر بدعت کے زمرے میں آتے ہیں اور وہابی اسمعیلی بدعتی ہوتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی احتشام الحق تھانوی کہتا ہے:

ہمارے لیے بہت بڑی سعادت ہے کہ یہ سیرت کے جلسے اور محفلیں منعقد کر کے اپنے پیغمبر سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں ذکرِ نبی ﷺ سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں سکینہ نازل ہوتی ہے اور وہ شہر اور بستی عام آفتوں اور مصیبتوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرما دیتے ہیں جہاں سرکار دو عالم ﷺ کا تذکرہ بیان کیا جا رہا ہو اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس جگہ آپ کا ذکرِ مبارک کیا جاتا ہے وہاں اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (عشق رسول اور علمائے دیوبند، ص ۲۴۴، مکتبہ الحسن لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اور میلاد مصطفی پر اس کے وہابی جو جو بکواس کرتے ہیں اس سب کو سامنے رکھتے ہوئے بتائے کہ وہابی اسمٰعیلی جو سیرت کے نام پر جلسے کرتے ہیں، کانفرنس کرتے ہیں اس میں دن مہینہ وقت سب کچھ متعین کرتے ہیں، بڑے بڑے اشتہار اس کے چھپواتے ہیں، بڑے بڑے اسٹیج بنواتے ہیں اس پر اتنا پیسہ لگاتے ہیں کیا اس طرح صحابہ کرام نے کیا؟ کیا سرکار دو عالم ﷺ نے اس طرح کے جلسے کرنے کا ارشاد فرمایا؟ کیا اس کے اسباب وعلل خیر القرون میں نہ تھے، اگر تھے اور یقینا تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کا اس طرح ان جلسوں کو نہ کرنا، اس کا حکم نہ دینا وہابی اسمٰعیلی کے اس اصول کے مطابق جو اس نے سادات احناف کے ذمہ لگایا ہے اس سے بدعت ثابت ہوتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی سارا زور لگائے اور اپنے ان جلسوں کو اپنے ہی اصولوں سے صحیح ثابت کر کے دکھائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی کسی اور کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی کوشش کرے، ہم پہلے سے ہی بتا دیں کہ ہم نے وہابی اصولوں کی بات کی ہے کسی اور کی بات نہیں کی وہابی دوسروں کے اصول بیان کرنے یا کسی اور کا حوالہ دینے کے بجائے بقول وہابی ابوعیوب اپنے گھر کا گند صاف کرے۔

اسی طرح وہابی اسمٰعیلی عبدالستار تونسوی کہتا ہے:

سیرت کے جلسے بھی مناؤ۔ پاک پیغمبر ﷺ کی سیرت کا پرچم بھی اٹھاؤ۔ (خطبات ربیع الاول، ص ۱۵۲، مکتبہ عشرہ مبشرہ لاہور)

یہ حوالہ بلکہ اقرار نامہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو دکھایئے اور اس کا اصول بیان کر کے پوچھئے کہ کیا صحابہ نے سیرت کے جلسے منائے یا اس کے منانے کا حکم دیا یا سیرت کے جھنڈے اٹھائے یا اٹھانے کا حکم دیا اگر نہیں اور یقینا وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے نہیں تو پھر وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کی خبر لے اور اس میں جو کچھ موجود ہے اس پر لکھے اور ان کو بدعتی قرار دے ورنہ اپنی ایسی بونگیوں سے باز آئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی کچھ عوعو کرے میں یہاں اسی کے ایک وہابی اسمٰعیلی کا ایک حوالہ بیان کر دیتا ہوں جس سے اسی کے اصول کی تائید ہو جائے گی لیکن وہابیت کا خانہ خراب بھی ساتھ ہی ساتھ ہوگا۔

وہابی اسمٰعیلی یوسف لدھیانوی لکھتا ہے:

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلسے نہیں کئے اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں۔

مزید لکھتا ہے:

چھ صدیوں میں جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں، مسلمانوں نے کبھی سیرت النبی کے نام سے کوئی جلسہ یا میلاد کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۸۸، ۸۹، مکتبہ لدھیانوی کراچی)

یہ فتوی خود ہی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گھر سے آ گیا ہے لہٰذا وہابی اسمٰعیلی اس پر عمل کرتے ہوئے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی گردان سنانا شروع ہو جائے۔

(۴) صحابہ کے نام کے جلوس اور وہابی اسمٰعیلی اُصول

مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ وہابی اسمٰعیلی حق نواز جھنگوی کہتا ہے:

ہم یوم صدیق اکبر پر جلوس نکال چکے ہیں میں نے سنی زعماء اور سنی علماء کرام سے کہا ہے ذرا چند سال اپنے فتوے کی توپ کا منہ بند رکھو، میں تم سے زیادہ بدعت کے موضوع کو پڑھ چکا ہوں......ہم صدیق اکبر کے یوم کے جلوس نکالیں گے۔ جب یہ پختہ ہوگا، تو فاروق اعظم کا یوم آئے گا۔ ۱۸ ذوالحجہ کو عثمان غنی کا آئے گا، جب وہ پختہ ہوگا ہم دس محرم کا بھی جلوس نکالیں گے اور وہ جلوس حسین رضی اللہ عنہ کی مدح جرات، بہادری، شجاعت کا جلوس ہوگا اور ان کے خلاف ماتم کرنے والے جوان کی بزدلی یا ان کی بہادری پر ہنس گیری کرتے ہیں۔ یہ ان کے خلاف ہوگا۔ یہ جلوس جب ملک میں عام ہوں گے تو ایک اسٹیج آئے گی خود شیعہ کہیں گے کہ نہ ہم جلوس نکالتے ہیں نہ تم نکالو......ہم دس محرم کا جلوس بند کرا کر دم لیں گے چلو نہ بند ہو بالفرض لیکن جس شوق سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی جائے گی ہم اسی جوش کے ساتھ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کر کے دکھائیں گے۔

(حق نواز جھنگوی کی ۱۵ تاریخ ساز تقریریں ص ۱۱۴، ۱۱۵، ادارہ نشریات اسلام لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بہت تیس مار خان بن رہا تھا اور دوسروں پر فتوے داغنے کے لئے بہت بے چین تھا لیکن وہ سارے فتوے اسی کے اپنے ہی گلے میں آ گئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو اصول سادات احناف کے ذمہ لگایا ہے اس کے مطابق اپنے گھر کے ان جلوسوں کو ثابت کرے، ورنہ ان پر بھی بدعتی ہونے کا فتویٰ لگائے، ویسے یہ کیا لگائے گا اس کے بنائے ہوئے اصول نے ان جلوس نکالنے والوں کا جلوس نکال دیا جس سے یہ خود بخود بدعتی ثابت ہو گئے۔ وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے گھر کی چارپائی کے نیچے ڈنڈا پھیر لے پھر کسی اور کو آنکھیں دکھائے جب تک وہابی اسمٰعیلی اپنے ان وہابیوں اسمٰعیلیوں پر عوعو نہیں کر لیتا اس وقت تک دوسروں کو اصول دکھانے اور ان پر عوعو کرنے سے باز آئے۔

(۵) صحابہ کرام کے دن منانا اور وہابی اسمٰعیلی کا اُصول

وہابی اسمٰعیلی نجم الحسن لکھتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟ اور اسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔ شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً: صورت مسؤلہ میں اگر صحابہ کرام کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تا کہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز و مستحسن ہے۔ (نجم الفتاویٰ، جلد ا، ص ۲۱۵، دار العلوم یاسین القرآن کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بڑے مزے سے اصول بیان کیا لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا اصول اسی کے گلے کی وہ ہڈی بنے گا جس کو نہ یہ نگل سکے گا اور نہ ہی اگل سکے گا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بتائے کہ اس کے وہابی اسمٰعیلی نجم الحسن نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دن منانے کو جس طرح بھی جائز قرار دیا ہے اور جتنا بھی جائز و مستحسن کہا ہے اتنے کا ہی ثبوت دے دے۔ ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کی کتاب سے جاہل ہو کر کچھ لب کشائی کرے میں اسی کے گھر سے ہی صحابہ

کے دن منانے پر فتوی پیش کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی مفتی محمد سعید خان لکھتا ہے:

تیسری خرابی یہ ہے کہ جن بدعات کے رد پر ہمارے اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھونک کر جہاد کیا، اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہیں۔ مثلاً اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین کے باقاعدہ دن منائے جاتے ہیں اور اس بات کی ترغیب وسعی نامبارک بھی کی جاتی ہے۔ محرم ۱۴۳۲ھ یہ پہلا سال ہے کہ اپنے آپ کو سنی اور دیوبندی کہنے والے علماء کرام نے اسلام آباد میں صحابہ کرام کے نام پر ایک باقاعدہ جلوس نکالا ہے۔ شیعہ حضرات دس محرم مناتے ہیں اور انہوں نے یکم محرم منایا ہے۔ (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے، ص ۱۴، ۱۵، الندوۃ ایجوکیشنل ٹرسٹ اسلام باد)

وہابیت اسمٰعیلیت کے اس مفتی نے تو خود ہی وہابیت اسمٰعیلیت کا جنازہ نکال دیا اور جس چیز پر بدعت بدعت اور صرف بدعت کا فتوی اس کے جاہل وہابی دیتے رہے آج وہی اسی کے گھر سے برآمد ہوگئی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جس کی بھی بات مانے اپنے گھر کے اصولوں سے اپنا بیڑا غرق ضرور کرے گا۔

وہابی اسمٰعیلی قاری محمد طیب دیوبندی مزید جلے پر نمک ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

اہل دنیا نے نظام الدین کے متوازی دنیوی نظام بنا کر ڈے متعین کر کے مداخلت فی الدین کا ثبوت دیا ہے جیسا کہ اہل دین کے جاہل طبقہ نے دین اور اہل دین کے نام پر از خود ڈے (ایام) متعین کر کے ان کے منانے کی عیدیں منالیں۔ جیسے گیارھویں کا دن، دسویں کا دن، تیجہ کا دن، برسی کا دن یا فلاں بزرگ کا دن، صدیق ڈے، فاروق ڈے وغیرہ متعین کر کے دین کے رنگ میں مداخلت فی الدین کی ہے اور یہ چیز پہلے کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہے کہ دین میں التباس اور تلبیس پیدا کرتی ہے۔ (آفتاب نبوت، ص ۱۸۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

وہابی قاری طیب نے بھی دن منانے کو مداخلت فی الدین قرار دے دیا ہے، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمٰعیلی مفتی نجم الحسن پر فتوی لگائے گا یا پھر اپنے اصول، دعوے، کتاب اور وہابیوں کا گلا گھونٹے گا۔ جو بھی کرے کرے ضرور۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی کے اصلی گھر تک پہنچانے کے لئے ہمارے پاس اور بھی حوالے ہیں لیکن ابھی اتنے ہی کافی ہیں کیونکہ انہی سے ہی وہابیت اسمٰعیلیت کا تابوت ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور احمدی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو اصول ہم پر بزعم خود تھوپنے کی کوشش کی ہے، بحمد للہ وہ اسی کے گھر کے خلاف ہے اور اس سے خود وہابی اسمٰعیلی بدعتی ثابت ہو رہے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا دوسرا جز

وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان لکھتا ہے: اہل بدعت اپنی بدعات کو ''بدعت حسنہ'' کے نام پر جواز دیتے ہیں۔ مشائخ احناف و مشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے انہی کی پیروی میں مشائخ احناف دیوبند بھی کسی بدعت حسنہ کے قائل نہیں۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۴، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ ''اہل سنت اپنی بدعات کو بدعت حسنہ کے نام پر جواز دیتے ہیں'' بحمد للہ اہل سنت نے اپنی طرف سے کسی بھی کام کو بدعت حسنہ نہیں کہا بلکہ اکابرین امت بالعموم اور سادات احناف و مشائخ ہند کی عبارات وقواعد

بالخصوص اس کام کے بدعت حسنہ ہونے کو بیان کرتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں لہٰذا اہل سنت حنفی اکابرین امت، سادات احناف ومشائخ ہند کی پیروی میں اس کام کو بدعت حسنہ کہتے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے جیسا کہ ہماری کتاب سے ہی واضح ہے جس چیز کو وہابیہ اسمعیلیہ بزعم خود بدعت کہتے ہیں اس کے قائل سادات احناف ومشائخ ہند ہوتے ہیں بلکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گرگے بھی اس چیز کو جائز کہہ رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا ہماری طرف اس کی نسبت کرنا سوائے جھوٹ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ ''مشائخ احناف ومشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے''، ہم نے ماقبل میں کئی حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ سادات احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور کئی ایک چیزیں ہیں جس کو سادات احناف نے بدعت حسنہ کہا ہے اور آج ہو رہی ہیں بلکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ بھی کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا یہ کہنا سیدھا سیدھا جھوٹ ہے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا یہ کہنا بھی کھلم کھلا جھوٹ ہے کہ ''وہابی اسمٰعیلی اکابرین بھی کسی بدعت حسنہ کے قائل نہیں'' کیونکہ کئی ایک چیزیں ہیں جن کو خود وہابی اسمٰعیلی بدعت حسنہ کہتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

زبان سے نماز کی نیت بدعت حسنہ، وہابی اسمٰعیلی اقرار

(۱) وہابی اسمٰعیلی امین صفدر اوکاڑی لکھتا ہے:

زبان کی محض رعایت کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر دل کے ارادہ کی مضبوطی کے لئے زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے (عالمگیری) احبہ السلف سلف نے اس کو پسند فرمایا ہے (درمختار ص ۲۷۹ ج ۱) کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ **بدعت حسنہ** ہے کیونکہ اس کو مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ دل کی نیت مضبوط ہو اور دل کے وسواس دفع ہوں۔ شرح نقایہ ص ۶۷ ج ۱ ملا علی القاری۔ (تجلیات صفدر، جلد ۱، ص ۳۵۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ماسٹر امین صفدر کے نزدیک نماز کی نیت زبان سے کرنا بدعت حسنہ ہے جس پر پوری وہابیت اسمعیلیت عمل پیرا ہے اگر کسی وہابی اسمٰعیلی نے نماز کی نیت زبان سے کرنے کو ناجائز و بدعت سیئہ لکھا ہے یا بدعت حسنہ کہہ کر رد کیا ہے تو ہمیں بھی بتایا جائے تاکہ ہمارے بھی علم میں اضافہ ہو اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو کم از کم اس کے بدعت سیئہ و ناجائز ہونے کا فتوی صادر کر ہی دے یا اس کے بدعت حسنہ ہونے کا اقرار کر کے اس کی تردید کر دے تاکہ کم از کم اپنے قول میں تو سچا سمجھا جائے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جب بھی زبان سے نیت کو ناجائز و بدعت سیئہ کہے گا یا اس کو بدعت حسنہ ہی کہہ کر رد کرے گا تو اس کو اپنے ہی گھر سے جو جوتے پڑیں گے وہ دیکھیے گا اور اس سے اس کے اپنے ہی کتنے وہابی اسمٰعیلی احمدی اکابرین بدعتی ثابت ہوں گے یا سادات احناف کے باغی ثابت ہوں گے وہ بھی دیکھیے گا۔ وہابی اسمٰعیلی مر تو سکتا ہے قبر میں اپنے وہابی احمدی اکابرین کی طرح مٹی تو ہو سکتا ہے مگر اس کو ناجائز و بدعت سیئہ نہیں کہہ سکتا یا بدعت حسنہ ہی کہہ کر اس کا رد نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کو ناجائز و بدعت سیئہ نہیں کہے گا یا بدعت حسنہ کہہ کر اس کا رد نہیں کرے گا اگر واقعی ایسا ہی ہے تو وہابی احمدی ساجد خان اپنی ہی مزعومہ کتاب اور دعوی کا وہ بیڑا غرق کرے گا جو اپنی مثال آپ ہوگا۔ اور سادات احناف کے اپنے ہی قول سے باغی بنے گا کیونکہ اس کے اقرار کے مطابق سادات احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں اور یہ اس کی تردید نہیں کرتا۔

(۲) اسی طرح اسمٰعیلی ساجد خان کا استاذ جی بدعتی پیر کا بدعتی مرید الیاس گھمن لکھتا ہے:

کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ **بدعت حسنہ ہے** کیونکہ اس کو مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تا کہ دل کی نیت مضبوط ہو اور دل کے وسواس دفع ہوں۔ شرح نقایہ ص ۶۷ ج ۱ ملا علی القاری۔ اگر ان مسائل کے خلاف آپ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں تو ان مسائل کو ترک کر دیں گے۔ (فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، ص ۹۸، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

واہ جی واہ! وہابی اسمٰعیلی جس کو اپنا استاذ جی کہتا ہے وہ بدعتی وہابی اسمٰعیلی پیر عزیز الرحمن کا بدعتی مرید الیاس گھمن بھی اپنے وہابی اسمٰعیلی ماسٹر کی طرح زبان سے نیت کو بدعت حسنہ کہتا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سچا ہے یا اس کے یہ وہابی اکابرین، وہابی اسمٰعیلی کہتا ہے کہ ''سادات احناف کی پیروی میں وہابی بھی بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں'' حالانکہ اس کے وہابی تو بدعت حسنہ کے قائل ہیں بلکہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا جواب بھی دیتے اور اس کو بدعت حسنہ ثابت کرتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے ان افراد کو حنفی بنائے جو بقول اس کے حنفیت کے باغی ہیں کہ سادات احناف بقول اس کے بدعت حسنہ کی تردید کریں اور یہ بدعت حسنہ کا دفاع کریں۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید مرقاۃ کے حوالے سے لکھتا ہے:

بل النیۃ باللسان من البدعۃ الحسنۃ۔ بلکہ زبان سے نیت بدعات حسنہ میں سے ہے۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۴، ص ۵۱۷، دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول کے مطابق یہ ایک اور حوالہ بھی آ گیا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ادھر فتوی لگائے، اس کو ادھر عوعو کرتے ہوئے موت کیوں آتی ہے؟ صرف اس لئے کہ اہل سنت پر عوعو کرنے کے جو پیسے ملتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔ ورنہ اس کو ادھر عوعو کرنے سے کیا چیز مانع ہے جس چیز کی وجہ سے یہ اہلسنت کو حنفیت سے خارج کر رہا تھا اور حنفیت کا باغی و مخالف ثابت کر رہا تھا وہ تو اسی کے گھر میں موجود ہے، وہابی ادھر خاموش کیوں ہے؟ کوئی تو ایسی بات ہے یقیناً وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

اسی طرح وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ''فتاوی دارالعلوم دیوبند'' کے حاشیہ میں لکھا ہے:

جب کہ حلیہ میں ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند حاشیہ، جلد ۲، ص ۱۴۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

اُمید ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اپنے گھر کی کتابوں سے جہالت کا علم ہو گیا ہو گا اور یہ بات بھی اس کو معلوم ہو گئی ہو گی کہ اس کے اپنے ہی گھر کے لوگ بدعتی ہیں اور سادات احناف کے باغی ہیں کیونکہ بقول وہابی اسمٰعیلی سادات احناف تو بدعت حسنہ کی تردید کریں اور یہ وہابی اس پر عمل کا کہیں۔ یہ بات یہاں یاد رہے کہ ہم نے ابھی وہ حوالے بیان نہیں کیے کہ کتنے وہابی اسمٰعیلی نماز کی نیت زبان سے کرنے کو جائز و مستحب کہتے ہیں، حالانکہ انہی کے اقرار کے مطابق یہ سرکار دو عالم ﷺ صحابہ و ائمہ اربعہ سے ثابت نہیں اور ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کا اصول پہلے بیان کر چکے کہ اباحت بھی سرکار ﷺ کے قول و فعل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی استحباب تو اونچی چیز ہے۔

وہابی احمدی ساجد خان تبلیغی جماعت پر چار حرف کرے

وہابی مفتی فرید لکھتا ہے:

سوال: تبلیغی جماعت والے حضرات کہتے ہیں کہ یہ پیغمبروں اور صحابہ کا کام ہے کیا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: فرمایا: کہ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ تبلیغ کرنا پیغمبروں اور صحابہ کا کام ہے تو درست ہے اور اگر یہ مقصد ہو کہ اس خاص کیفیت وطریقہ (جو تبلیغی جماعت میں رائج ہے) سے تبلیغ کرنا پیغمبروں یا صحابہ کا کام ہے تو یہ کہنا پھر درست نہیں ہے کیونکہ اس کیفیت اور طریقہ کے ساتھ تبلیغ کرنا پیغمبروں یا صحابہ کرام کے زمانہ میں رائج نہیں تھا **تو یہ بدعتِ حسنہ کے زمرے میں آتا ہے جیسا کہ مخصوص انداز میں درس وتدریس اور مدارس بنانا اور چلانا وغیرہ بدعت حسنہ ہے۔** (تجلیات فرید، جلد ۲، ص ۲۰۹، الفرید اکیڈمی صوابی)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید نے تو وہابیت اسمٰعیلیت کا جو بیڑا غرق کیا ہے کیا ہے ساتھ ہی ساتھ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے، اس کی کتاب کا بھی ستیاناس کر دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کی ان بدعات کو دیکھے اور ان پر بھی چار حرف کرے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ابھی کچھ بھی یاد نہیں آئے گا اور سب کچھ گنگوہی و نانوتوی کی قبر میں دفن کر کے مجنونوں کی طرح حرکتیں کرے گا، نہ سادات احناف کا وہ قول اس کو یاد آئے گا جو اس نے بزعم خود ان کے ذمہ لگایا ہے اور نہ ہی اپنے گھر کا اصول اور سادات احناف کی جھوٹی پیروی والی کہانی، کیونکہ اب گھر کا معاملہ آ گیا ہے اور پھر ایسی بات آ گئی ہے کہ اگر اب بھی سادات احناف ومشائخ ہند کی بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''سادات احناف ومشائخ ہند نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے'' تو اس کا سارا گھر ہی لٹ جائے گا اور سب کو ایک ہی طرف کھڑا کر کے دھکا دینا پڑے گا اور یہ اس سے ہو گا نہیں کیونکہ یہ کرنے سے اس کو ہی دھکا مل جائے گا لہٰذا اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پینترا بدلے گا اور لایعنی تاویلات لے کر آئے گا اور اپنے گھر کے اصولوں سے ایسے بھاگے گا جیسے شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اس باپ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے وہابی اسمٰعیلی تبلیغی جماعت پر بھی فتوی لگائے اور اس کی تردید کرے اور کہے کہ سادات احناف و مشائخ ہند کے نزدیک یہ درست نہیں ہے اور ہمارا یہی فتوی ہے اسی طرح مدارس کو بنانے، چلانے اور ان میں درس وتدریس کرنے پر بھی فتوی لگائے کیونکہ یہ بھی وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید کے نزدیک بدعت حسنہ ہے اور بقول اس کے سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے، وہابی اسمٰعیلی ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے یا کسی بھی طرح کی تاویل کرنے کے بجائے اپنے باپ کی مانے اور اپنے ہی دعوے پر عمل کرتے ہوئے اپنی کتاب کو بچائے ورنہ نہ اس کا دعوی بچے گا اور نہ ہی اس کی کتاب سب کا بیڑا غرق یہ اپنے ہی ہاتھوں سے کرے گا اور ہمیں یہی یقین ہے۔

وہابی اسمٰعیلی مزید لکھتا ہے:

حقیقی تبلیغ غالبا فرض کفایہ ہوتا ہے اور بعض اوقات میں فرض عین ہو جاتا ہے اور یہ عوامی تبلیغ جو درحقیقت ایک اصلاحی پروگرام ہے بدعت حسنہ اور مستحب ہے۔۔۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۱۷۵، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

یہاں بدعت حسنہ کے ساتھ مستحب کے الفاظ بھی آ گئے ہیں اور وہابی رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کے نزدیک ''استحباب تو دور کی بات اباحت بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی'' لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مروجہ تبلیغ کا ثبوت دے ورنہ اس کی ذلت کے ساتھ ساتھ جگ ہنسائی بھی ہو گی کہ دوسروں سے تو سب کچھ مانگا جاتا ہے اور اتنے دلائل کے باوجود بھی فتوی ہی لگایا جاتا ہے لیکن جیسے ہی اپنے گھر کی باری آتی ہے تو سب کچھ دریا برد کر کے وہابی اسمٰعیلی خوش ہو لیتے ہیں کیوں؟ وہابی اسمٰعیلی بتائے اور ضرور بتائے کہ سادات احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرتے ہیں اور بقول تمہارے ضرور کرتے ہیں تو تبلیغی جماعت سادات احناف و مشائخ ہند کے فتوے کے مطابق کیا ہوئی، یہی نا کہ حنفیت سے خارج، سادات احناف کی باغی، آج تک یہی ہم کہہ رہے تھے وہابی اسمٰعیلی مانتے ہی نہ تھے اور آج ایسا وقت آیا کہ وہابیت اسمٰعیلیت

خود ہی تبلیغی جماعت کے بدعتی ہونے کے ساتھ ساتھ سادات احناف کے باغی ہونے کا بھی اقرار کر رہی ہے۔

سنت کے مطابق استنجا کرنا مدارس و خانقاہیں بنانے سے بہتر ہے، وہابی اسمٰعیلی اقرار

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک معتبر و مستند کتاب ''مظاہر حق جدید'' میں لکھا ہے:

سنت پر عمل کرنا اگر چہ وہ معمولی درجے کی ہو بدعت پیدا کرنے اور بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ بدعت حسنہ ہو، اس لیے کہ سنت نبوی کے اتباع و پیروی سے روح میں جلا پیدا ہوتا ہے جس کے نور سے قلب و دماغ منور ہوتے ہیں، اس کے برخلاف بدعت، ظلمت و گمراہی کا سبب ہے **مثلاً: بیت الخلا میں آداب سنت و شرع کے مطابق جانا سرائیں بنانے اور مدرسے قائم کرنے سے بہتر ہے، کیوں کہ اگر کوئی شخص ان آداب کی رعایت کرتا ہوا بیت الخلا جاتا ہے، جو حدیث سے منقول ہیں تو وہ سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا، برخلاف اس کے کہ اگر چہ مدرسے قائم کرنا اور خانقاہیں بنانا بہت بڑا کام ہے، لیکن چوں کہ وہ بدعت حسنہ ہے، اس لیے اس معمولی سی سنت پر عمل کرنے والا اتنے بڑے کام کرنے والے سے افضل ہوگا**، اس لیے کہ آداب سنت کا خیال کرنے والا اور سنت کی پیروی کرنے والا مقام عروج اور قرب الٰہی کی طرف ترقی کرتا ہے، مگر سنت کو ترک کرنے والا مقام علیا سے نیچے گرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزیں جو افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں وہ انہیں ترک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک مقام آجاتا ہے کہ وہ قساوت قلبی کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے رائن اور طبع کہتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید، جلد ۱، ص ۱۸۹، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ! یہ عبارت کئی وہابیہ اسمٰعیلیہ کی پسندیدہ و مصدقہ ہے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کو مدارس و خانقاہ بنانے کے بجائے یہ کام کرنا چاہیے کیونکہ یہ کام ان کے اصول کے مطابق مدارس و خانقاہیں بنانے سے افضل ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی کچھ کہے اور مدارس و خانقاہیں بنانے والوں کو (سادات احناف کا وہ قول و اصول جو اس نے ان کے ذمہ لگایا ہے) سنائے اور مدارس و خانقاہیں بنانے پر پابندی لگوائے۔ جب وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اقرار کے مطابق یہ کام بدعت حسنہ ہیں اور بدعت حسنہ کی تردید سادات احناف و مشائخ ہند نے کی ہے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ بھی بزعم خود ان کی پیروی میں بدعت حسنہ کے خلاف ہیں تو مدارس و خانقاہیں ابھی تک کیوں ہیں۔ جب خانقاہیں بدعت حسنہ ہیں تو گنگوہی و تھانوی و دیگر وہابیہ اسمٰعیلیہ نے ان پر قبضہ کیوں کیا؟ اور سادات احناف و مشائخ ہند کے اقوال کی مخالفت کرتے ہوئے ان بدعات حسنہ کی ترغیب کیوں دلائی اور اپنے ہی ہاتھوں سے ان بدعات حسنہ کو ایجاد کیوں کیا؟ یقیناً کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کے پاس کوئی جواب نہیں سوائے لایعنی لن ترانیوں کے یا بکواسات کے، اور وہابیہ کا یہی کام ہے جو یہ شروع سے کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ دار دیو کا بانی بدعتی تھا؟ اور اس کے سب معاونین بدعت کو پیدا کرنے والے تھے، اسی طرح خانقاہ امدادیہ میں رہنے والا کون تھا؟ وہابیہ اسمٰعیلیہ کو اگر ایسے ایک دو اور مناظر مل گئے تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کا بیڑا غرق انہی کے ہاتھوں سے ہو جائے گا اور ہمیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید مزید لکھتا ہے:

تمام دین کی تبلیغ ہوئی ہے اس میں کوئی کمی باقی نہیں رہی حضرت مولانا الیاس صاحب نے شر القرون میں ایک اصلاحی پروگرام بنایا ہے وہ ایک بدعت حسنہ سے زائد نہیں ہے۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۲۰۶، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لیجئے یہ ایک اور ثبوت ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کے ساتھ ساتھ اس کی کتاب کا بیڑا غرق کرنے کا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کی فکر کرے بلکہ بقول ابو عیوب اپنے گھر کا گند صاف کرے پھر ہم سے بات کرے، اس کے اپنے گھر کے

لوگ اس کے دعوے کو مانتے نہیں بلکہ جو بات اس نے سادات احناف کے ذمہ لگائی ہے وہ اس کو بھی نہیں مانتے اور یہ وہابی ہم سے منوانے چلا ہے اپنے گھر کے لوگوں پر فتوے لگائے اور ان کو سادات احناف کے یہ اقوال دکھائے اور ان کو حنفیت سے خارج ثابت کرے اور اب بس اس کا صرف یہی کام ہے۔

مزید لکھتا ہے:

اگر یہ ہیئت خیر القرون میں ہوتی تو حضرت مولانا الیاس کو اس جماعت کا بانی کہنا غلط ہوتا در حقیقت یہ تنظمی ہیئت خیر القرون سے بذاتہ ثابت نہیں لیکن باصلہ و بدلیلہ ثابت ہے بدعت سیئہ نہیں ہے۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۱۶۶، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

ہم سے دلیل خاص مانگنے والے اپنے باپ کا قول و دلیل پڑھیں شاید کہ ان کو حیاء آئے۔ اگر وہابی اسمعیلی تبلیغی جماعت کی مروجہ ہیئت خیر القرون میں نہیں تھی اور اس کے باوجود بھی جائز اور کار ثواب ہے تو میلاد شریف و عرس، برسی چالیسواں وغیرہم کی موجودہ ہیئت اگر ثابت نہیں تو ناجائز کیوں؟ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اپنے آبائی پینترے یاد آئیں گے اور ایسی ایسی بونگیاں مارے گا کہ اس کے اکابرین بھی رشک کریں گے لیکن ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس سے وہابیت اسمعیلیت کا ہی چہرہ بے نقاب ہوگا۔

وہابی احمدی اسمعیل دہلوی نے وہابیت کا پورا گھر تباہ کر دیا

وہابی اسمعیلی اخلاق حسین قاسمی وہابی اسمعیل دہلوی سے ایک سوال اور دہلوی کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسئلہ تیرہواں: قرآن مجید میں حرکات کا لگانا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو اچھی ہے یا بری؟ اور قرآن مجید کا جمع کرنا کس حکم سے ہوا؟ آیا قرآنی آیات کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے؟ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نہیں۔ لہٰذا بدعت ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہر وہ حکم جو قرآن مجید کے نص سے یا حدیث متین کے ظاہر سے نہ ہو، بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید میں حرکات لگانا اچھی بدعت ہے۔ کیونکہ کہ عجمیوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا۔ بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحت قرأت کا مدار ان ہی حرکات پر ہے اور قرآن مجید کا جمع کرنا کسی آیت کے حکم سے ہے اور نہ کسی محکم حدیث کی وجہ سے ہے۔ اور اس لحاظ سے قرآن مجید کا جمع کرنا بدعت ہے اور وہ بدعت حسنہ ہے۔ کیوں کہ اسی کی وجہ سے قرآن مجید غلطیوں سے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ وارد ہے۔ جو اچھا طریقہ رائج کرے گا، اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ اور وہ بدعت جو مردود ہے۔ وہ بدعت مقید ضلالت سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے "جس نے گمراہی کی بدعت نکالی کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا،،، (آخر حدیث تک) اور حدیث میں وارد ہے جو ہمارے اس امر ایسی بدعت نکالے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ رد ہے۔ اس حدیث سے اس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو کہ وہ بدعتِ حسنہ ہے۔ جیسے تسبیح اور تراویح) تسبیح سے مراد وہ تسبیح ہے جو برائے شمار استعمال کی جاتی ہے)

جو حکم قرآن یا حدیث کا صریح نص سے نہ ہو، وہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ جس کا اثبات کسی دوسری شرعی دلیل سے ہوتا ہو۔ مثلاً اجماع سے یا قیاس سے اور اس کی کوئی شرعی اصل ہو۔ لہٰذا وہ ہرگز بدعت سیئہ نہیں ہے کیونکہ بوجہ شرعی دلیل ہونے کے اور بوجہ الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا)

کے استنباط کے قواعد اور ان کے علاوہ ان کے علاوہ جو ہیں، وہ سب دین میں داخل ہیں۔ اور یہ سب سنت میں یا بدعتِ حسنہ میں

جو کہ سنت کے معنی میں ہے، داخل ہے۔ بلکہ بعض اچھی بدعتیں فرض کفایہ ہیں۔ جیسا کہ مختلف کتابوں میں خوب ان کا بیان ہے۔ (مثلاً علوم کا ضبط کرنا اور ان کو لکھنا) ان کتابوں میں سے ایک کتاب امام نووی رحمۃاللہ علیہ کی اربعین کی شرح ہے۔ اس کا نام فتح المبین ہے۔ یہ شرح شیخ ابن حجر ہیتمی نے لکھی ہے۔ وہ پانچویں حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا ہے: نیا فعل کیا جائے اور وہ کتاب (قرآن مجید) یا سنت یا اجماع، یا اثر کے خلاف ہو، وہ بدعت ضالہ ہے۔ (گمراہ کرنے والی بدعت) اور جو فعل بھلائی کا نیا کیا جائے۔ اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعت محمودہ ہے۔ (تعریف کی گئی بدعت ہے، یعنی اچھی بدعت ہے۔) اور اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اچھی بدعت مستحب ہے۔ اور اچھی بدعت وہ ہے جو ان میں سے (کتاب، سنت، اجماع، اثر میں سے) کسی موافق اور اس کے کرنے سے محذور شرعی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔ ان میں سے بعض فرض کفایہ ہیں۔ جیسے علوم کی تصنیفات ہیں اور اس کی طرح اور امور ہیں۔

امام ابوشامہ کہ مصنف کے (ابن حجر ہیتمی کے) شیخ ہیں، کہتے ہیں۔ ہمارے زمانے کی اچھی بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی ولادت باسعادتِ کے موافق دن میں صدقات اور عمدہ کام اور نعمت کا اظہار اور شادمانی کی جاتی ہے۔ ان امور اور فقرا و مساکین کے ساتھ نیکیاں کرنے سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم اور بڑائی کا پتہ چلتا ہے۔ جو ان نیکیوں کے کرنے والے کے دل میں ہے۔ اور ان امور کے کرنے سے اللہ تعالےٰ کے شکر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو پیدا کر کے تمام عالمیان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اور سلام ان پر نازل کرے انتہی۔

دوسری قسم وہ ہے جو شرعی دلیلوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو۔ یہ قسم بدعت سیئہ ہے۔ یعنی بُری بدعت ہے۔ (شاہ اسمٰعیل اور ان کے ناقدین، ص ۱۴۳، ذوالنورین اکیڈمی سرگودھا)

وہابی احمدی اسمٰعیل دہلوی کے اس جواب کا ہر ہر حرف گویا کہ وہابیت اسمٰعیلت کی چار پائی الٹی کرنے کے لئے کافی وافی و دوائے شافی ہے۔ اسمٰعیل دہلوی نے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی نیّا بیچ سمندر میں ڈبو دی ہے اور اس بات کا برملا اقرار و اعلان کیا ہے کہ بدعت حسنہ ہوتی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہہ رہا تھا کہ وہابی اسمٰعیلی بدعت حسنہ کو نہیں مانتے، اس کی تردید کرتے ہیں لیکن اس کا جاہل باپ اسمٰعیل دہلوی نہ صرف بدعت حسنہ کو مانتا ہے بلکہ اس کی تائیدا اکابرین سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں تک لکھ جاتا ہے کہ ''اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوی شبہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے'' یعنی وہابی احمدی اسمٰعیل دہلوی کو بدعت حسنہ کے ثبوت میں کوئی شک نہیں اور دہلوی بدعت حسنہ کا ثبوت احادیث سے دیتا ہے جبکہ دہلوی کا یہ جاہل مقلد بلکہ اندھا مقلد کہتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں۔ واہ وہابی واہ! کیا اسمٰعیل دہلوی تمہارے نزدیک بھی حنفی نہیں تھا؟ کیونکہ وہ تو بدعت حسنہ کو حدیث سے ثابت کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ سادات احناف نے بدعت حسنہ کی تردید کی ہے۔ سادات احناف بقول تمہارے منع کریں بلکہ اس کا رد کریں اور یہ جائز کہنے کے ساتھ ساتھ اکابرین کے حوالے دے اور حدیث سے بدعت حسنہ کو ثابت کرے، تو کیا دہلوی حنفی تھا؟ اگر تھا تو پھر بقول تمہارے ہم نے بھی سادات احناف سے کسی معاملہ میں اختلاف کر لیا تو تمہیں تکلیف کیوں ہے اور حنفیت کے واحد ٹھیکدار بن کر دوسروں کو حنفیت سے کیوں نکالتے ہو۔ اور اگر دہلوی حنفی نہیں تھا اور یقیناً تمہارے اصول سے نہیں تھا تو سارے مل کر طبلہ بجاؤ اور ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرو کہ تمہارا ایک اور باپ بھی حنفیت سے تمہارے انہی

اُصولوں سے خارج ہو گیا جس سے تم دوسروں کو نکال رہے تھے۔بحمد للہ وہابی احمدی اسمٰعیل دہلوی کا یہ پورا کا پورا اقتباس ہی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے اور پھر اس کی کتاب پر سوالیہ نشان ہے کہ وہ جائز کہے اور یہ ناجائز کے فتوے لے کر چڑھ دوڑے، بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ہم نے اسی کے گھر کے افراد دکھا دیئے ہیں اب دوسروں پر عوعو کرنے کے بجائے ادھر کرے تا کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ وہابی اسمٰعیلی سچا ہے یا پھر اپنے وہابی اکابرین کی طرح ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی اس بات کا ہی انکار کرنا شروع کر دے کہ جی یہ اقتباس اسمٰعیل دہلوی کا نہیں وغیرہ وغیرہ تو میں پہلے سے ہی اس کا ثبوت اسی کے گھر سے دے دیتا ہوں بلکہ اسی کتاب سے دے دیتا ہوں جس سے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی اخلاق حسین قاسمی لکھتا ہے:

چودہ اصولی سوالات کا جواب مولانا شہید کے قلم سے!! تقویت الایمان کی تحریر کے بعد مولانا رشید الدین نے مولانا شہید سے چند اصولی سوالات کئے اور مولانا شہید نے ان کا جواب تحریر فرمایا: ان جوابات میں مولانا شہید کا حقیقی مسلک (اہل سنت) واضح ہو جاتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تقویت الایمان ایک اصلاحی کتاب ہے جو بدعات سیئہ کی تردید میں ایک پر جوش اسلوب بیان میں وقتی ضرورت کے تحت لکھی گئی۔ورنہ مولانا محمد اسمٰعیل اسی مسلک (اہل سنت) پر قائم تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ اور شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ کا تھا۔۔ (شاہ اسمٰعیل اور ان کے ناقدین، ص ۱۳۷، ذوالنورین اکیڈمی سرگودھا)

وہابی اسمٰعیلی اخلاق حسین قاسمی کے اس اقتباس نے جہاں تقویت الایمان کے دفع الوقتی ہونے کا اقرار کیا ہے وہیں اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ یہ جوابات قتیل بالاکوٹی کے ہیں اور اس میں اس نے مسلک اہل سنت کو بیان کیا ہے۔جب وہابی اسمٰعیلی اخلاق حسین قاسمی مانتا ہے کہ اس جواب میں وہابی احمدی اسمٰعیل دہلوی نے مسلک اہل سنت بیان کیا ہے تو اسی مسلک اہل سنت کے بیان میں بدعت حسنہ کی جس طرح اور جس انداز میں تائید وحمایت کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے ہی گھر کے ان افراد پر فتوے بازی کرے اور ان کو سادات احناف کا باغی ثابت کر کے حنفیت سے خارج کرے پھر ادھر آئے لیکن اس بیچارے کی عمر اسی میں غرق ہو جائے گی مگر جواب نہیں دے پائے گا لایعنی کام تو اس کو اپنے وہابی اکابرین سے ورثہ میں ملا ہے لہٰذا اسی طرح کا کچھ یہ بھی کرے گا۔

بدعت کی دو قسمیں، وہابی اسمٰعیلی اقرار

(۱) وہابی اسمٰعیلی حمید اللہ خان لکھتا ہے:

لغت میں بدعت کہتے ہیں کسی امر نو کی ایجاد کو شریعت میں بدعت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ۔

بدعت سیئہ: کہتے ہیں ایسی چیز کا ایجاد کرنا جس کی عہد رسالت میں کوئی بنیاد نہ ہو اور وہ ادلہ شرعیہ کے مخالف ہو اور دین سمجھ کر کی جائے۔

بدعت حسنہ: وہ نیا امر ہے جو ادلہ شرعیہ کے مخالف نہ ہو اور اسے دین کی حفاظت اور تقویت کے لیے سرانجام دیا جائے، یہ بدعت حسنہ کہلاتی ہے جو کہ مذموم نہیں ہے۔

ایسا شخص جو بدعت سیئہ کا مرتکب ہو اس کے بدعتی عمل پر اس کا ساتھ دینا نیز کوئی ایسا امر جس سے بدعتی کی تعظیم ہو درست نہیں، کیونکہ اس میں دین کا ہدم اور نقصان ہے، بحیثیت فریضہ مسلم نہی عن المنکر بدعتی کو اس کی بدعت کے متعلق بتا کر روکا جائے گا۔(ارشاد المفتیین، جلد

ا،ص ۴۲۲، دارالنعیم لاہور)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عقل کا علاج خود اسی کے وہابی اسمٰعیلی مفتی نے کر دیا ہے اسمٰعیلی ساجد خان کہتا ہے کہ سادات احناف ومشائخ ہند بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہیں جبکہ اسی کے گھر کے وہابی مفتی اس کی اجازت دیتے ہیں، اب وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کے ان بدعتیوں کی خبر لے ان کو سادات احناف ومشائخ ہند کے اقوال سنائے اور ان کو سادات احناف کا باغی ثابت کرتے ہوئے ان کو حنفیت سے خارج کرے ورنہ ادھر بکواس کرنے سے باز آئے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی منظور سنبھلی لکھتا ہے:

بدعت لغت میں ہر امرِ جدید کو کہتے ہیں اور اصطلاح علماء شریعت میں یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک وہ ہر فعل جو جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد وجود میں آیا اور آپ کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ (پھر یہ فعل ازروئے شریعت کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی بُرا) دوسرے وہ چیز جو امور دینی میں سے نہ ہو اور لوگ اسے امر دینی سمجھنے لگیں اس کو بدعت حقیقی اور بدعت شرعی بھی کہا جاتا ہے اور یہ بدعت ہمیشہ مذموم ہوتی ہے۔ (سیف یمانی، ص ۹۴، مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ)

نوٹ: اس کتاب پر درج ذیل وہابیوں کی تقاریظ ہیں:

(۱) اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی (۲) احمدی شبیر احمد عثمانی (۳) وہابی مرتضیٰ حسن دربھنگی (۴) اسمٰعیلی عبدالشکور لکھنوی (۵) احمدی ظفر احمد (۶) وہابی نعمت اللہ (۷) اسمٰعیلی اسعد اللہ وغیرہم۔۔

وہابی اسمٰعیلی گھر کی متفق علیہ کتاب نے بھی اقرار کر لیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے بعد وجود میں آنے والا کام شریعت کے اعتبار سے کبھی اچھا بھی ہوتا ہے، اب وہ کام جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا اور وہابی اسمٰعیلی اس کو متفق طور پر اچھا کام کہہ رہے ہیں تو اس کو نام کیا دیں گے؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو پورا پاگل ہو چکا ہو گا اس سے جواب کی کیا امید کی جا سکتی ہے، اب اس نے عوعو کے سوا کچھ بھی نہیں کرنا۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی عبداللہ جاوید کی ترتیب سے چھپنے والی ''مظاہر حق جدید'' میں لکھا ہے:

بدعت کی اقسام: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ رہا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مختلف زمانوں میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں ''بدعت حسنہ'' اور ''بدعت سیئہ''، یعنی اگر ایسی چیزیں نکالی گئی ہیں جو اسلامی اصول وقواعد کے مطابق ہوں اور قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں تو ان کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو چیزیں منشاء شریعت کے برعکس اور قرآن وحدیث کے برخلاف ہوں ان کو بدعت سیئہ کہتے ہیں اور یہی بدعت گمراہی وضلالت اور خداوند کے رسول کی ناراضگی کا باعث ہے، چنانچہ حدیث میں ''کل بدعۃ ضلالہ'' سے مراد یہی بدعت سیئہ ہے ایسی بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض بدعت ایسی ہیں جو واجب بھی ہیں مثلاً علم نحو کی تعلیم کے اس کے بغیر کلام اللہ سمجھنا ناممکن ہے اس لیے قرآنی علوم ومعارف کو سمجھنے کے لئے علم نحو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے برخلاف بعض بدعات حرام ہیں مثلاً قدریہ وجبریہ کے مذاہب اور ان کے افکار ونظریات جو قرآن وسنت کے بالکل برخلاف ہیں، بلکہ ان کے مذاہب کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے۔ بعض بدعات مستحب ہے جیسے خانقاہیں قائم کرنا اور وہاں معرفت الی اللہ کے لئے لوگوں کے قلوب کو راہ حق پر لگانا یا مدرسے قائم کرنا جہاں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم وتربیت دینا یا اسی طرح ایسے تمام کار خیر اور اچھی چیزیں جن کی فی الوقت ضرورت مسلم ہو اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں

موجود نہ رہی ہوں۔ کچھ بدعات مکروہ بھی ہیں مثلاً کلام اللہ اور مساجد پر نقش ونگار بنانا اور ان کی تزئین اور آرائش کے لئے غیر مسنون طریقے اختیار کرنا بعض بدعات مباح بھی ہیں جیسے صبح کے بعد مصافحہ کرنا لیکن یہ امام شافعی کا مذہب ہے حنفیہ کے یہاں صبح کے بعد کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ بدعت کے سلسلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی نے بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں جو نئی بات پیدا کی جائے یعنی بدعت اگر وہ کتاب کے مخالف صحابہ کے اقوال کے منافی اور اجماع امت کے برعکس ہو تو وہ ضلالت وگمراہی ہے اور جو چیزیں ایسی نہ ہوان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید، جلد ا، ص ۱۶۷، دارالاشاعت کراچی)

وہابیہ اسمعیلیہ کے اس مصدقہ حوالے سے بھی معلوم ہو گیا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں اور ان میں سے ایک قسم حسنہ ہے اور ہم ماقبل حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ جو بدعت کی تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ غیر محدود ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کی خبر لے اور ان پر فتوے لگائے اور ان کو حنفیت سے نکالے اور حنفیت کا باغی کہے۔ جب اس کے گھر کے مصدقہ حوالوں سے وہ سب کچھ ثابت ہو رہا ہے جس پر وہابی اسمعیلی فتوے لگا کر آنکھیں دکھا رہا ہے تو وہابی اسمعیلی پہلے اپنے ان گرگوں کے بارے میں بولے اور ان پر فتوے لگائے، صرف ہمارے ہی بارے میں بولنا اور ہم پر ہی فتوے لگانا سوائے مجنون شخص کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔

(۴) وہابی اسمعیلی حمداللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مطلق بدعت حرام نہیں جس طرح کہ شیخ منکر اور ان کے مریدین کہتے ہیں۔ اور مراد کل بدعة ضلالة سے بدعتِ سیئہ ہے جیسے کہ شارحین نے تصریح فرما دی ہے کیونکہ حدیث ہے من سن فی الاسلام... الخ یعنی جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو ایجاد کرنے کا اجر ملے گا اور جو بھی قیامت تک عمل کرے گا اس کو ثواب بھی ملے گا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قول اس وقت جب کہ تمام لوگ تراویح کے لئے ایک امام کے پیچھے جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کی کئی قسمیں ہیں۔ ہر قسم کو ناجائز اور برا کہنا غلط ہے جیسے کہ منکرین کا شیوہ ہے۔ (البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر مترجم، ص ۱۸۸)

وہابی اسمعیلی حمداللہ ڈاگئی کی اس عبارت نے بھی وہابیت اسمعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا اور اس کے جھوٹے دعوؤں کو خاک میں ملا دیا اور وہ جو ایک ٹانگ پر کھڑی تھی اور ایک ہی بات ہانک رہی تھی اس کا رد اسی کے گھر کے معتبر شخص نے کر دیا ہے۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ ہر قسم کی بدعت کو ناجائز و برا کہنا جیسا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کرتے ہیں غلط ہے اور منکرین یعنی وہابیہ اسمعیلیہ ہی کی شاخ مماتیہ کا طریقہ ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمارے بغض میں کہاں جا پہنچا یہ ڈاگئی کی اس عبارت نے بتا دیا ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ کیا کل بدعۃ ضلالۃ سے بدعت سیئہ مراد ہے جیسا کہ شارحین نے تصریح کی ہے یا وہابی اسمعیلی ڈاگئی جھوٹ بول رہا ہے۔ بحمداللہ ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک تیز دھار تلوار کے اوپر الٹا لٹکا دیا ہے اب جیسے ہی نیچے آنے کی کوشش کرے گا تو کٹے گا ضرور۔

(۵) وہابی اسمعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

وروى ابن أبي شيبة من طريق ابن عمر قال: الأذان الأول يوم الجمعة بدعة، فيحتمل أن يكون قال ذلك على سبيل الإنكار، ويحتمل أن يريد أنه لم يكن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وكلما لم يكن في زمنه يسمى بدعة، لكن منها ما يكون حسنًا، ومنها ما يكون خلاف ذلك..

اور امام ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق پر روایت کی فرمایا: جمعہ کے دن اذان اول بدعت ہے۔ تو اس میں یہ احتمال ہے

کہ آپ نے یہ انکار کے طور پر کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی اس سے مراد یہ ہو کہ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی اور جب یہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی تو بدعت ہے لیکن بدعت میں سے بعض اچھی ہوتی ہیں اور بعض بری ہوتی ہیں۔
(بذل المجہود فی حل سنن أبی داود، جلد ۶، ص ۶۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے موت کا پیغام اسی کے احمدی اسمٰعیلی انبیٹھوی نے سنا دیا ہے اور اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ بعض بدعتیں اچھی ہوتی ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر سے شروع ہو جائے اور فتوے بازی کے جوہر دکھانا، حنفیت کا باغی اور حنفیت سے خارج کرنے کا سلسلہ شروع کرے ان شاء اللہ یہ مرکر مٹی میں مل جائے گا لیکن ہم تک نہیں پہنچ پائے گا اور ان شاء اللہ اس کے فتوے اسی کے گھر میں پورے ہو جائیں گے۔

بحمد للہ ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی نیّا اُلٹی کرنے کے لیے کافی ووافی ودوائے شافی ہیں۔ ابھی صرف ایک حوالہ دے کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کی طرف آتے ہیں۔

بدعت حسنہ کے جواز پر وہابی اسمٰعیلی دیوبندی کی لاجواب تحریر

(۶) وہابی اسمٰعیلی صاحبزادہ بشیر احمد کربوغہ لکھتا ہے:

مولوی خان بادشاہ نے لکھا ہے کہ کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ **اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد غالب بدعات یعنی بدعت سیئہ مخالف سنت مراد ہے نہ ہر بدعت کیونکہ بعض بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے۔** حضرت علامہ محدث نووی لکھتے ہیں: **وقولہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ ھذا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال العلما البدعۃ خمسۃ اقسام الخ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس سے مراد غالب بدعات ہیں (نہ کہ تمام بدعات) کیونکہ علما فرماتے ہیں کہ بدعت پانچ قسمیں ہیں (واجب، مندوب، مباح، حرام، مکروہ۔ (نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۵) **اور حضرت علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ: شریعت میں بدعت سے مراد وہ چیز ہے جس کے لے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصل نہ ہو اور بدعت کے دو اقسام ہیں ایک ضلالت دوسری نیک بدعت۔ وہ یہ کہ مومنین اس کو اچھا سمجھے اور قرآن وسنت اور صحابی کے قول اور اجماع سے مخالف نہ ہو۔** (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲ ص ۶۲۷) **حضرت علامہ عبدالحیی لکھتے ہیں ہر بدعت گمرای نہیں ہوتی بلکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں سیئہ (برا) حسنہ (نیک) اور حدیث کل بدعۃ کی کلیہ بدعت سیئہ پر محمول ہے** اور علما کرام نے تصریح کی ہے کہ بدعت کے پانچ اقسام ہیں (۱) واجب (۲) مندوب (۳) مباح (۴) حرام (۵) مکروہ۔ گمرہی اور مردود بدعت فقط دو آخری قسمیں ہیں یعنی حرام اور مکروہ۔ اور اقسام نہیں۔ (السعایہ ص ۲۶۵) حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ محدثات کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابی کے قول اور اجماع کے مخالف ہو تو یہ بدعت ضلالت ہے اور جو خیر کی چیز قرآن وسنت اور اجماع سے مخالف نہ ہو تو یہ بدعت غیر مذمومہ ہے۔ بعض علمائے کرام نے بدعت کی پانچ قسمیں ذکر کی ہیں اور یہ واضح ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۳ والحاوی لفتاوی جلد ۱، صفحہ ۱۹۳ وج ا ص ۲۴۸) **حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں بدعت وہ چیز ہے جو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر کی جائے اگر سنت کے موافق ہو تو حسن اور اگر سنت کے مخالف ہو تو گمراہی ہے اور جہاں حدیث میں بدعت کی ذم وارد ہے تو اس سے مخالف سنت مراد ہے (نہ کہ بدعتِ حسنہ) اور جو چیز نہ سنت سے موافق ہو اور نہ مخالف (یعنی مسکوت عنہ ہو) تو یہ اباحت کے قاعدے کے تحت مباح ہے۔** (مقدمہ فتح الباری ص ۸۴) اور علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفی لکھتے ہیں: کل محدثۃ بدعۃ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اصول شریعت کے خلاف

ہواور سنت کے موافق نہ ہو(تاج العروس ج ۵ ص ۲۷۱) **حضرت علامہ الوسی لکھتے ہیں کہ: جامع الاصول کے مصنف فرماتے ہیں کہ مخلوق کی نئی چیز اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے امر کے خلاف ہوتو یہ کام مذموم اور ممنوع ہے۔اور اگر یہ محدث کام ایسے عام حکم کے تحت ہو۔یعنی اسی کا فرد ہوجس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہوتو یہ چیز محمود وممدوح ہے۔اگر چہ اس کی مثال موجود نہ ہو۔** (روح المعانی ص ۱۶۷ ج ۲۷) اور حضرت علامہ خیر الدین رملی الحنفی فرماتے ہیں کہ حدیث کل بدعۃ ضلالہ کا معنی یہ ہے کہ جو چیز شریعت کے خلاف پیدا ہوجائے گمراہی ہے۔اور حق وہی ہے جس پر شارع نے اتیان کی ہے اور حق کے بعد نہیں مگر گمراہی۔ (فتاوی خیریہ علی ہامش تنقیح الحامدیہ ج ۲،ص ۲۶۴) جب حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کا یہ معنی ہے تو یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء نے لکھا ہے بدعت (سیئہ) اہل سنت والجماعت کے خلاف فاسد عقیدہ (اصولِ توحید اور خیر وشر اور رسالت ونبوت کی شرط اور بعض صحابہ کے موالات) کا نام ہے۔ (غایۃ المول شرح تاج الجامع للاصوال ج ۱ ص ۴۱) اور ج ۱ ص ۳۹ میں لکھتے ہیں: البدع جمع بدعۃ وھی العقیدۃ الفاسدۃ کہ بدعت عقیدہ فاسدہ کا نام ہے۔ غایۃ الماموں اور صاحب قاموس فقہی لکھتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک مبتدع وہ ہے جس کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو۔ (القاموس الفقہی ص ۳۲) اور علامہ شیخ رجب بن احمد لکھتے ہیں کہ بعض اخلاق ذمیمہ سے بدعت کا اعتقاد ہے۔یعنی وہ اعتقاد محدث جو نبی کریم ﷺ اور اس کے صحابہ کے خلاف ہو۔ (الوسیلۃ الاحمدیۃ والذریعۃ السرمدیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ ج ۲ ص ۱۷) اور علامہ صاوی مالکی مبتدع کی تعریف میں لکھتے ہیں یعنی وہ صاحبِ بدعت جو کہ شریعت کا مخالف ہو۔ (الصاوی علی الجلالین ج ۱ ص ۲۰۴) اور حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی بدعت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ وہ چیز جو سنت کے خلاف دین میں پیدا ہوچکی ہو۔جیسا کہ معتزلہ وشیعہ اور خوارج وجبریہ فرقے۔ (نبراس شرح شرح العقائد ص ۵۴۴) اور علامہ شمنی نے بدعت سیئہ کی تعریف اس طرح کی ہے (کہ بدعت وہ نئی چیز جو رسول اللہ ﷺ سے حاصل شدہ دین کے خلاف ہو۔خواہ وہ علم ہو عمل یا حال ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہ یا قیاس خفی پر۔اور اس چیز کو دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔ (ردالمختار ج ۱ ص ۳۷۷) اور علامہ شوکانی فتح الباری سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباح ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۳) **اور حضرت شیخ ابن حجر حافظ الدنیا لکھتے ہیں کہ جو چیز حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو وہ بدعت ہے لیکن بعض بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت سیئہ۔** (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۵) اور حضرت علامہ عبدالحی لکھتے ہیں حاصل یہ ہے کہ بدعت ضلالت نہیں مگر وہ جس کے بارے میں دلیل شرعی دلالت نہ کرے نہ بذاتہ اور نہ بنظیرہ اور نہ وہ چیز عمومات شرعیہ کے تحت داخل ہو۔ (الاثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعہ) **خلاصہ علما محققین کے کلام سے یہ حاصل ہوا کہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت سے مراد اس میں وہ زیادتی یا نقصان ہے جس کے لئے کتاب و سنت سے کوئی اصل موجود نہ ہو نہ اشارۃً نہ صریحا، نہ قولا، نہ فعلاً اور نہ اس کی نظیر قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہو اگر کسی چیز کے لئے کتاب وسنت میں اصل موجود ہو بذاتہ یا بنظیرہ تو وہ بدعت سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے اور جو چیز مسکوت عنہ ہو یعنی نہ سنت کے موافق ہو اور نہ مخالف تو مباح ہے** (نہ کہ بدعت سیئہ) **اور نمبر 5 میں مولوی خانبادشاہ نے فرمایا کہ جو شخص اس بدعت کا مرتکب ہوجائے اس کا نام بدعتی ہوگا (قرۃ العیون ص 29) اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے جس کی تعریف گزرگی۔**

وہابی اسمعیلی مزید لکھتا ہے:

پس خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت میں بدعت اس زیادتی یا نقصان دین کو کہتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی اصل قرآن وسنت میں موجود نہ ہو، نہ اشارۃً، نہ صریحًا نہ قولاً اور نہ فعلاً نہ خصوصاً نہ عموماً اور یہ نیا کام شریعت کے مزاج کا مخالف ہو اور کسی شبہ کی بنا پر اس کو دین کا جز بنالیا گیا ہو **اگر اس چیز کا شریعت میں اصل موجود ہو یا اس کی نظیر قرون ثلاثہ میں موجود ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے اگر مسکوت عنہ چیز ہو یعنی نہ قرآن سے مخالف اور نہ موافق تو یہ بدعت مباحہ ہے اس کا فاعل یعنی کرنے والا نہ شرعاً مبتدع ہے نہ گنہگار اگرچہ یہ چیز نبی کریم ﷺ نے خود نہ ادا کیا ہو۔** حضرت علامہ عبدالحی حنفی لکھتے ہیں کہ یہ شرط نہیں کہ عبادت کی ہر کوئی جزئی حضرت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو۔ (دیکھیے اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس بدعۃ ص ۳۷) بلکہ اس کی جواز کے لئے اسلام کے قاعدوں میں دخول وشمول کافی ہے۔ **اور نیز حضرت نبی کریم ﷺ نے امت کے لئے بدعت حسنہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھولا ہے حدیث میں ہے کہ جس نے دین میں نیک طریقہ ایجاد کیا۔** اس کو اجر ہے اور جو کوئی اس پر عمل کرے قیامت تک اجر ملے گا۔ اس طرح جس نے برا طریقہ ایجاد کیا اس کو گناہ ہوگا اور جو کوئی قیامت تک اس پر عمل کرے اس کا گناہ بھی اس کو ملے گا اور اس نیک عمل کرنے والے کے اجر وثواب اور برے عمل کرنے والے کے گناہ میں کوی کمی نہ ہوگی۔ اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ علما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کے قاعدوں میں سے ہے الخ (ردالمختار ج۱ ص ۴۰) اور صاحب مدخل نے لکھا ہے کہ مندوب کا دروازہ مشروع ہے۔ (المدخل لابن الحاج ج ا ص ۱۸۰) اور مصنف عون المعبود لکھتے ہیں کہ نفل وتطوع کا دروازہ کھلا ہے۔ (عون المعبود علی ابی داود ج ا ص ۴۳۸) اور حضرت علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ فرمان **وافعلوا الخیر** یعنی تم خیر کے کام کرو سے مأمور بہ ہے۔ (بحرالراق ج ۲ ص ۷۹) **اور صاحب مائۃ مسائل لکھتے ہیں کہ قائل بر تقسیم بدعت کے نزدیک بدعت حسنہ قیامت تک غیر محدود ہے اور اس طرح بدعت سیئہ بھی غیر محدود ہے۔** (مائۃ مسائل ص ۸۸) **اور صاحب حدیقہ حدیث من سن سنۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ نیک چیز کے ایجاد کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے صاحب سنت کہا اور اس کو سنت میں داخل کیا۔ یہ حدیث قیامت تک بدعت حسنہ کے ایجاد پر اذن ہے۔** (الحدیقۃ الندیۃ، ج ا، ص ۱۰۳) پس اسلام کے تمام اصول اور عقائد حلال وحرام عبادات وضروریات دین تمام علمی اور عملی پہلوؤں سے قرآن وسنت میں باعتبار کلیات موجود ہیں اور سنت رسول ﷺ سے افعال واقوال وتقریرات مراد ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے **وافعلوا الخیر** جو کہ عام ہے اور حضرت انبیا کرام علیہم السلام کا راستہ وطریقہ یہی تھا کہ کسی کو بھی خیر کے کام سے منع نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ شاطبی نے موافقات میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے الموفقات للشاطبی ج ۲ ص ۱۶۵) **لہٰذا جو اعمال مثلاً توسل بالذوات وحیلہ اسقاط وصلوۃ احتیاطی ودعا بعد السنت وغیرہ امور جو کہ ہمارے علاقوں میں معمول ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے قرآن وسنت کے اصول وقواعد سے ثابت ہے۔ ان کے قواعد واصول سے کوئی مخالف نہیں تو لہٰذا یہ اعمال بدعات سیئہ نہیں اگر یہ اعمال حرام یا مکروہ وبدعت ہوتیں۔ تو اللہ تعالی قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ احادیث مبارکہ میں ذکر فرماتے کیونکہ اللہ تعالی سے کوئی چیز بھول نہیں سکتا۔ پھر جو لوگ اپنی رائے سے بلا دلیل شرعی ان اعمال کو حرام یا مکروہ کہتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر افتراء وبہتان باندھتے ہیں کیونکہ فقہاء کرام لکھتے ہیں الکراھۃ حکم شرعی لابدلہ من دلیل کہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔**

(الدر المکنون بجواب قرۃ العیون، ص ۷۱ تا ۸۵، مکتبہ جامعہ العلوم والحکمۃ پشاور)

وہابی اسمعیلی صاحبزادہ بشیر احمد کربوغہ نے جس طرح وہابی مماتی کی درگت بنائی ہے اسی طرح وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھی اس

کے اصلی گھر پہنچا دیا ہے کیونکہ یہ پورا کا پورا اقتباس ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ وہابیت اسمعیلت کش ہے اور ہے بھی بالکل واضح لہٰذا ہم اس پر مزید کلام نہیں کرتے بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے جواب کا انتظار کرتے ہیں وہ جو بھی جواب دے گا ان شاء اللہ مزید کے ساتھ اس کی تواضع کریں گے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

قارئین آپ نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کا حال دیکھ لیا یہ وہابی ساجد خان وہ مردود ہے جس کی بات خود اس کے اپنے بھی نہیں مانتے اور یہ ہمیں آنکھیں دکھاتا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے اصولوں سے اپنے گھر کے لوگوں کو تو اپنے ساتھ ملا لو ورنہ ان کو بھی وہی سزا سنا دو جو بزعم خود تم نے ہمارے بارے میں بکی ہے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کئی عبارات بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے: یہ کس زبردست طریقہ سے حضرت مجدد الف ثانی سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لازم پکڑنے اور بدعت خواہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو کو ترک کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ میں یہ بھی فرما دیا کہ اگر پہلے زمانے میں کسی نے بدعت حسنہ کا کوئی فتویٰ یا قسم بنائی بھی ہو تو آج وہ قسم و حکم کالعدم ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص۸۷، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اس مقام میں پہلے قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کی اور پھر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی چند عبارات نقل کر کے ناچنا شروع کر دیا جیسا کہ ماقبل کی عبارت میں موجود ہے لیکن وہابی اسمعیلی نے کچھ بھی نہ سوچا اور سوچتا بھی کیسے کیونکہ اس کے لئے عقل چاہیے ہوتی ہے اور یہ صاحب عقل کو تین طلاقیں دے کر فارغ عن العقل ہو چکے ہیں یا پھر ان کی عقل اسی چارپائی کے نیچے گھوم رہی ہے جس کے اوپر قاسم و رشید یک جان دو قالب ہو کر مزے لے رہے تھے۔ بہرحال وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی ان من مانی عبارات کے نقل کرنے میں کتنا سچا ہے یہ ماقبل کے حوالوں سے معلوم ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اس کے اصلی گھر تک چھوڑ دیتے ہیں۔

اولاً: یہ سب عبارات وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہیں کیونکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک بدعات حسنہ ہوتی ہیں اور اس کے وہابی اکابرین اس کے جواز کے قائل ہیں بالخصوص مروجہ تبلیغی جماعت کو خود وہابیہ اسمعیلیہ نے بدعت حسنہ کہا ہے وہابی اسمعیلی اگر ایک باپ کا ہے اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ان عبارات کو مانتا ہے تو سب سے پہلے مروجہ تبلیغی جماعت کے ناجائز ہونے کا فتوی دے اور پھر دیکھے کہ کتنے جوتے اس کو پڑتے ہیں۔

ثانیاً: مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی یہ خاص اصطلاح ہے جیسا کہ وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے۔

ثالثاً: مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدعت حسنہ سنت میں داخل ہے۔ جیسا کہ آپ کے حلقہ احباب نے بیان کیا ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

رابعاً: وہابیہ اسمعیلیہ جب بھی مجدد الف ثانی علیہ ارحمۃ کی عبارات نقل کرتے ہیں تو من مانی کرتے ہیں اور وہ عبارات جو خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہیں یا بظاہر سادات احناف کے خلاف ہیں وہ نقل ہی نہیں کرتے کہ کہیں بھانڈا ہی نہ پھوٹ جائے اور لینے کے

دینے نہ پڑ جائیں آج ہم وہابیہ اسمعیلیہ کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کا مزید پردہ چاک کر دیتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ اگر حیاء کچھ محسوس کرتے ہیں تو آج کے بعد مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارات پیش نہیں کریں گے اگر کریں گے تو پھر ان سب پر فتوے لگائیں گے اور ان سب چیزوں کو ناجائز و بدعت کہیں گے جن کو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ناجائز و بدعت کہا ہے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ یہ بھی فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ بعض بدعات جن کو علماء اور مشائخ نے حسنہ سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کو مٹانے والی ہیں۔ مثلا: انہوں نے میت کے کفن میں پگڑی کو بدعت حسنہ کہا ہے، جبکہ یہی بدعت سنت کو مٹانے والی ہے، کیونکہ عدد مسنون یعنی (کفن کے) تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔ نیز اسی طرح مشائخ نے شملہ کو پگڑی کی بائیں جانب چھوڑنا پسند کیا ہے، حالانکہ شملہ کا دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑنا روشن سنت ہے۔ انتہائی واضح ہے کہ یہ بدعت سنت کو مٹانے والی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی مترجم وہابی، جلد ۱ ص ۲۷۳، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ میانوالی)

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک میت کے کفن میں عمامہ دینا بدعت سیئہ ہے کیونکہ بدعت سیئہ ہی سنت مٹانے والی ہے اب وہابی اسمعیلی ہر اس شخص پر بدعتی ہونے کا فتوی دھر دے جو جو اس بدعت سیئہ کی اجازت دیتے ہیں اور اگر وہابی اسمعیلی یہ کہے کہ میت کو عمامہ باندھنا بدعت سیئہ نہیں ہے تو جو بھی جواب مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کا دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔ ویسے میں ان سادات احناف کے فتاوی نقل کر دیتا ہوں کہ اگر مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں تاویل نہ کی جائے تو وہ سادات احناف بھی سنت کو مٹانے والے اور بدعت سیئہ کے جواز کا فتوی دینے والے ہوں گے۔

(۱) محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی (المتوفی ۴۸۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَقَدْ كَرِهَهُ بَعْضُ مَشَايِخِنَا لِأَنَّهُ لَوْ فَعَلَ كَانَ الْكَفَنُ شَفْعًا وَالسُّنَّةُ فِيهِ أَنْ يَكُونَ وِتْرًا وَاسْتَحْسَنَهُ بَعْضُ مَشَايِخِنَا لِحَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ يُعَمِّمُ الْمَيِّتَ۔۔

ہمارے بعض مشائخ نے میت کو عمامہ دینے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ اس سے کفن جفت ہو جائے گا، اور کفن میں سنت طاق عدد ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کہ وہ میت کو عمامہ باندھتے تھے۔

(المبسوط، جلد ۲، ص ۶۰، دار المعرفۃ بیروت، جلد ۲، ص ۹۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) علاء الدین، ابوبکر بن مسعود بن احمد الحنفی (المتوفی ۵۸۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَقَدْ كَرِهَهُ بَعْضُ مَشَايِخِنَا، لِأَنَّهُ لَوْ فَعَلَ ذَلِكَ لَصَارَ الْكَفَنُ شَفْعًا، وَالسُّنَّةُ فِيهِ أَنْ يَكُونَ وِتْرًا، وَاسْتَحْسَنَهُ بَعْضُ مَشَايِخِنَا لِحَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُعَمِّمُ الْمَيِّتَ۔۔۔۔

ہمارے بعض مشائخ نے میت کو عمامہ دینے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ اس سے کفن جفت ہو جائے گا، اور کفن میں سنت طاق عدد ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کہ وہ میت کو عمامہ باندھتے تھے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد ۲، ص ۳۲۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی الزَّبیدیّ الحنفی (المتوفی ۸۰۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ فِي الْكَفَنِ عِمَامَةٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔۔۔وَفِي الْفَتَاوَى اسْتَحْسَنَهَا الْمُتَأَخِّرُونَ لِمَنْ كَانَ عَالِمًا۔۔۔

اور ظاہر الروایہ کے مطابق کفن میں عمامہ نہیں ہے۔اور فتاوی میں ہے کہ متاخرین نے عالم کو عمامہ دینے کو مستحسن قرار دیا ہے۔
(الجوہرۃ النیرۃ، جلد ا،ص ۱۲۶،قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴)علامہ بدرالدین العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و کرہ بعض مشایخنا العمامۃ، لأنہ یصیر شغفا، واستحسنہ بعض المشایخ لحدیث ابن عمر المذکور۔

اور ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس سے کفن جفت ہوجائے گا اور بعض مشائخ نے حدیث ابن عمر کی وجہ سے اس کو مستحسن کہا ہے۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد ۳،ص ۱۹۸، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

وَفِی الْمَبْسُوط وَکرہ بعض مَشَایِخنَا الْعِمَامَة لِأَنَّهُ یصیر شفعا وَاسْتَحْسنهُ بعض الْمَشَایِخ لما رُوِیَ عَن ابْن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالَی عَنْهُمَا أَنه کفن ابْنه واقدا فِی خَمْسَة أَثْوَاب قَمِیص وعمامة وَثَلَاث لفائف۔۔

مبسوط میں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے میت کو عمامہ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس سے کپڑے جفت ہوجائیں گے۔ اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی وجہ سے کہ آپ نے اپنے بیٹے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جن میں سے ایک عمامہ بھی تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۸،ص ۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۵)علامہ محمد بن فرامرز بن علی الشہیر بملا خسرو (المتوفی ۸۸۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَاسْتَحْسَنَ الْعِمَامَةَ) أَیْ اسْتَحْسَنَ الْمُتَأَخِّرُونَ۔۔۔

اور کفن میں عمامہ مستحسن ہے یعنی متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے۔ (درر الحکام شرح غرر الأحکام، جلد ا،ص ۱۶۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۶)ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی الحنفی (المتوفی ۹۵۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَاسْتحْسن بعض الْمُتَأَخِّرین الْعِمَامَة۔

اور کفن میں بعض متاخرین نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ملتقی الأبحر، جلد ا،ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیۃ)

(۸)عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخی زادہ (المتوفی: ۱۰۷۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(وَاسْتَحْسَنَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِینَ الْعِمَامَةَ) بِالْكَسْرِ لِحَدِیثِ ابْنِ عُمَرٍو رَضِیَ اللہُ تَعَالَی عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ یُعَمِّمُ الْمَیِّتَ۔۔۔

اور بعض متاخرین نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے) عمامہ کسرہ ہے ساتھ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے تھے۔۔۔ (مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد ا،ص ۲۶۶، دار احیاء التراث العربی)

(۷)علامہ ابن نجیم المصری الحنفی (المتوفی ۹۷۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَلَمْ یَذْكُرْ الْمُصَنِّفُ الْعِمَامَةَ لِمَا فِی الْمُجْتَبَی وَتُكْرَهُ الْعِمَامَةُ فِی الْأَصَحِّ، وَفِی فَتْحِ الْقَدِیرِ وَاسْتَحْسَنَهَا بَعْضُهُمْ لِمَا رُوِیَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ یُعَمِّمُهُ۔ وَفِی الظَّهِیرِیَّةِ اسْتَحْسَنَهَا بَعْضُهُمْ لِلْعُلَمَاءِ وَالْأَشْرَافِ فَقَطْ۔

اور صاحب کنز الدقائق نے کفن میں عمامہ کا ذکر نہیں کیا اس وجہ سے کہ مجتبی میں ہے کہ صحیح قول کے مطابق کفن میں عمامہ مکروہ ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض علماء نے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ علیہ سے

مروی ہے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے تھے۔۔۔اور ظہیریہ میں ہے کہ بعض علماء نے علماء اور اشراف کے لئے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔۔۔ (البحرالرائق شرح کنزالدقائق، جلد ۲، ص ۳۰۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۹) علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

واستحسنها بعضهم لما روى أن ابن عمر رضى الله عنهما كان يعممه۔۔

بعض علماء نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے میت کے لئے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔

اس پر احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قوله: "واستحسنها بعضهم" وهم المتأخرون وخصه فى الظهيرية بالعلماء والإشراف دون الأوساط كما فى النهر وغيره۔۔

(اور ان کا قول بعض علماء نے میت کے لئے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے) اور وہ متاخرین ہیں اور ظہیریہ میں اس کو علماء اور اشراف کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص ۵۷۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی (المتوفی ۱۰۰۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

سكت عن العمامة لأن ظاهر الرواية أنه لا عمامة فيه، وفى (المجتبى): الأصح أنها مكروهة وعللها فى (البدائع)، بأنها لو فعلت لصار الكفن شفعًا والسنة أن يكون وترًا واستحسنها بعضهم لما عن ابن عمر أنه كان يعممه۔۔واستحسن المتأخرون أن الميت إذا كان عالمًا أو من أشراف الناس أن يعمم۔۔۔

اور صاحب کنزالدقائق نے عمامہ کے بارے میں سکوت کیا کیونکہ ظاہر الروایہ کے مطابق کفن میں عمامہ نہیں ہے۔اور مجتبی میں ہے: اصح یہ ہے کہ عمامہ مکروہ ہے اور بدائع الصنائع میں اس کی علت یہ بیان کی کہ اس سے کفن جفت ہو جائے گا جبکہ کفن میں سنت طاق عدد ہے۔اور بعض علماء نے حدیث ابن عمر کی وجہ سے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔۔۔اور متاخرین نے مستحسن قرار دیا کہ جب میت عالم ہو یا اشراف میں سے تو اسے عمامہ پہنایا جائے۔ (النہرالفائق شرح کنزالدقائق، جلد ۱، ص ۳۸۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱۱) بقول وہابیہ پانچ سو علماء کے مصدقہ فتاوی میں لکھا ہے:

وَلَيْسَ فِي الْكَفَنِ عِمَامَةٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ.وَفِي الْفَتَاوَى اسْتَحْسَنَهَا الْمُتَأَخِّرُونَ لِمَنْ كَانَ عَالِمًا۔۔۔

اور ظاہر الروایہ کے مطابق کفن میں عمامہ نہیں ہے۔اور فتاوی میں ہے کہ متاخرین نے عالم کو عمامہ دینے کو مستحسن قرار دیا ہے۔

(فتاوی عالمگیری، جلد ۱، ص ۱۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقد استحسن العمامة بعض المتاخرين للاشراف۔۔

اور بعض متاخرین نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے اشراف کے لئے۔۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۳، ص ۱۰۹، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

(۱۲) علامہ علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَاسْتَحَبَّ بَعْضُهُمُ الْعِمَامَةَ.وَقَالَ النَّوَوِيُّ: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ، وَمَالِكٌ: يُسْتَحَبُّ قَمِيصٌ وَعِمَامَةٌ،

وَالْمَعْنَى لَيْسَ الْقَمِيصُ وَالْعِمَامَةُ مِنْ جُمْلَةِ الثَّلَاثَةِ، وَإِنَّهُمَا زَائِدَانِ، فَلَيْسَ بِمَعْنَى سِوَى، وَهُوَ ضَعِيفٌ، إِذْ لَمْ يَثْبُتْ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي قَمِيصٍ وَعِمَامَةٍ. قُلْتُ: وَلَمْ يَثْبُتْ أَنَّهُ مَا كُفِّنَ فِيهِمَا أَيْضًا، فَالْمَسْأَلَةُ مُتَنَازَعٌ فِيهَا، وَهَذَا الْحَدِيثُ مُحْتَمَلٌ، مَعَ أَنَّ نِسْبَةَ هَذَا الْقَوْلِ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ غَيْرُ صَحِيحٍ عَلَى إِطْلَاقِهِ، فَإِنَّمَا اسْتَحْسَنَ الْعِمَامَةَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا.

بعض علماء نے پگڑی کو مستحب قرار دیا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں قمیص اور پگڑی مستحب ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قمیص اور پگڑی ان تینوں میں سے نہیں ہے یہ دونوں زائد ہیں۔ یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ کو قمیص اور پگڑی میں کفن دیا گیا تھا۔

میں کہتا ہوں اور یہ بھی ثابت نہیں آپ کو ان دو کپڑوں میں کفن نہیں دیا تھا۔ پس مسئلہ میں نزاع ہے اور یہ حدیث محتمل ہے باوجود یہ کہ اس قول کی علی الاطلاق نسبت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غیر صحیح ہے۔ کیونکہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۴، ص ۱۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی جلد ۴، ص ۱۹۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

أقول: يجوز العمامة لأن ابن عمر كفن ابنه واقداً في عمامة.

اور میں کہتا ہوں: عمامہ جائز ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے واقد کو کفن میں عمامہ بھی دیا۔ (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، جلد ۲، ص ۳۱۲، دار التراث العربی)

مزید لکھتا ہے:

بقي الكلام في العمامة: ففي كُتُب الحنفية أنها تجوزُ للأشراف...والذي يظهَرُ لي أن تَرْكَهَا أَوْلى، فإنها إذا لم تكن في كَفَنِهِ صلى الله عليه وسلم ففي غيره أَوْلى ومع هذا لو عَمَّمُوا أحدًا مِنْ ذوي الفَضْل لا تكون بِدعة، لأن ابنَ عمرَ رضي الله تعالى عنه قد عَمَّم ابنه.

اور عمامہ کے بارے میں کلام باقی ہے۔ علماء احناف کی کتب میں ہے کہ اشراف کے لئے عمامہ جائز ہے۔۔۔ اور میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ میت کو عمامہ نہ دینا اولی ہے کیونکہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں عمامہ نہیں تھا تو بقیہ کے کفن میں عمامہ بدرجہ اولی نہیں ہونا چاہیے۔ اور اس کے باوجود اگر فضیلت والوں کو عمامہ پہنا دیا تو بدعت نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو عمامہ پہنایا تھا۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری، جلد ۳، ص ۲۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ: ہم نے ابھی صرف وہابی اسمٰعیلی احمدی انور شاہ کے حوالے دیئے ہیں۔ اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کوئی چیخ و پکار کی تو باقی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے حوالے بھی پیش کئے جائیں گے۔

قارئین! ہم نے چند سادات احناف اور وہابی انور شاہ کے فتوے نقل کر دیئے ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو ظاہر پر رکھتے ہوئے ان سب احناف کے ساتھ ساتھ اپنے وہابی احمدی باپ انور شاہ پر بھی فتوے لگا دے ورنہ اپنی وہابیت اسمٰعیلیت کو لگام دے کر رکھے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

اسی طرح وہ معاملہ ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن سمجھا ہے کہ باوجود دل کے ارادہ کے زبان سے بھی (نیت) کہنی چاہیے، حالانکہ آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا ہے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو، بلکہ جب اقامت کہہ لیتے تھے تو (ساتھ ہی) تکبیر تحریمہ فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کہنا بدعت ہے اور اس بدعت کو انہوں نے حسن کہا ہے۔ یہ فقیر سمجھتا ہے کہ یہ بدعت سنت کو ہی نہیں مٹاتی، بلکہ یہ فرض کو بھی مٹاتی ہے، کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور دلی غفلت سے نہیں ڈرتے۔ پس اس صورت میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض جو کہ دل کی نیت ہے، ترک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ "**علی ھذا القیاس سائر المبتدعات والمحدثات فإنھا زیادات علّی السنة ولو بوجة من الوجوہ والزیادة والنسخ**" یعنی: اسی طرح تمام بدعتوں اور محدثات کا حال ہے، کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں، خواہ کسی طرح کی ہوں اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ (سنت کو) مٹانے والا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی مترجم وہابی، جلد ا، ص ۲۷۴، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ میانوالی)

ہم ماقبل میں کئی سادات احناف کے حوالے نقل کر چکے ہیں جو نماز کی نیت زبان سے کرنے کو جائز بلکہ مستحب کہتے ہیں اب وہابی اسمٰعیلی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کو لے کر ان تمام سادات احناف پر بھی بدعت و بدعتی ہونے کا فتوی صادر کردے اور ان تمام لوگوں کی نماز پر فاسد ہونے کا فتوی بھی دے دے جو نماز کی زبان سے نیت کرتے ہیں کیونکہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک تو یہ فرض کو ہی مٹانے والی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی سادات احناف پر تو بعد میں فتوے لگائے اس سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیتے ہوئے اور ان سے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت تو منوالے اور اس کی تصدیق کروالے ہمیں یقین کامل بلکہ اکمل ہے کہ وہابی اسمٰعیلی بھی اس عبارت کو من وعن کبھی بھی نہیں مانے گا کیونکہ خود اس کے آباء مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ جس چیز کو وہ فرض مٹانے والی کہہ رہے ہیں وہی چیز وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے۔ وہابی احمدی ادھر فتوے دھرلے اور مجدد صاحب کی بات ان سے منوالے پھر ہم سے بات کرلے۔

یہاں میں چند حوالے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گھر سے دے دیتا ہوں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے گھر کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اپنی اسی کتاب کے اسلوب کو دیکھتے ہوئے ان وہابیوں پر بھی فتوے لگاؤ ورنہ ہمارے بارے میں عوعو کرنے سے باز آجاؤ۔

وہابی اسمٰعیلی اقراری بدعتی

(۱) امام الوہابیہ قتیل بالاکوٹی مع طواغیت اربعہ بدعتی، وہابی اسمٰعیلی اقرار

(۱) وہابیوں کا امام اول اسمٰعیل قتیل بالاکوٹی لکھتا ہے:

حضرت پیغمبر صلعم کو بارہا ایسا اتفاق ہو۔ (تقویۃ الایمان، ص، ۱۴، درمطبع قیوم واقع کانپور)

(۲) وہابیوں کا امام ثانی قاسم نانوتوی لکھتا ہے:

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم ۔۔۔ (تحذیر الناس، ص، ۴، مکتبہ تھانوی دیوبند)

(۳) وہابیوں کا امام ثالث رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلعم قیامت کے دن اپنی امت کو۔۔(فتاوی رشیدیہ،ص،۹۹،سعید اینڈ سنز)

وہابی فتاوی ”فتاوی حقانیہ“ میں گنگوہی کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

اور اس کا نام حب رسول صلعم رکھتے ہیں۔۔۔(فتاوی رشیدیہ بحوالہ فتاوی حقانیہ جلد ا،ص ۲۰۵)

(۴)وہابیوں کا امام رابع خلیل احمد انبیٹھوی صاحب اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھتا ہے:

اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپؐ کو بھائی کہا۔۔ (براہین قاطعہ،ص،۷،دارالاشاعت)

(۵)وہابیوں کا امام خامس اشرفعلی تھانوی اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھتا ہے:

حضورؐ کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں جب آپؐ نے ان سے۔(حفظ الایمان مع بسط البنان،ص،۵،کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ان تمام عبارات میں سرکار دو عالم ﷺ کے نام کے ساتھ کہیں صلعم تو کہیں ؐ لکھا ہوا ہے اب اس کے بارے میں وہابی ہی کا فتوی دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی روح اللہ نقشبندی لکھتا ہے:

نبی کریم آخر الزماں حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ ﷺ کے بجائے حرف صلعم ؐ وغیرہ لکھ دینا ذہنی تساہل ہے اور یہ ذہنی تساہل بدعت ہے اس بدعت کا شکار نہ صرف عوام الناس بلکہ اہل علم اس مسئلے کو جانتے پہچانتے ہوئے بھی اس غلطی عظیم کا ارتکاب کر کے رحمت و برکت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(التحقیق الحسین فضیلت ﷺ وکراہیت صلعم ،صللم ،ص،۱۴،مکتبہ عمر فاروق کراچی)

لو جی! وہابی اسمعیلی فتوے سے یہ سارے وہابی اسمعیلی امام بدعتی ثابت ہوئے وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر بدعت یا بدعتی کا فتوی لگانے کے بجائے اپنے ان گھر کے بدعتیوں کو سنبھالے اور ان کا کچھ کرے، وہابی احمدی ساجد خان سے اپنے گھر کے بدعتی سنبھلتے نہیں اور یہ دوسروں پر چڑھ دوڑنے کے لئے تیار ہے۔

(۲)اشرفعلی تھانوی بدعتی، وہابی اسمعیلی فتویٰ

وہابی سمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد گنگوہی نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔(ملفوظات حکیم الامت،جلد ۲۶،ص ۲۲۶،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس حوالے سے بھی وہابی اسمعیلی اشرفعلی کا بدعتی ہونا ثابت ہو گیا ہے، میں وہابی سمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ عید کے دن مصافحہ بدعت ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہابی اسمعیلی تھانوی عید کے دن مصافحہ کر کے کیا ہوا اور اگر نہیں ہے تو گنگوہی اس کو بدعت کہہ کے کیا ہوا۔

(۳)دارالعلوم دیوبندی کا مفتی بدعتی، وہابی اسمعیلی فتویٰ

وہابیت کے مفتی اول عزیز الرحمن کے بارے میں وہابی قاری طیب لکھتا ہے:

ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا، اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں، یا تلاوت ہے یا تبلیغ یا

مواعظ ہیں،غرض اصل میں عرس کونہیں روکا جا تا بلکہ خرافات کوروکا جا تا ہے۔(خطبات حکیم الاسلام،جلد ۷،ص ۴۰۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ وہابی اسمٰعیلی مفتی ہرسال عرس میں جا تا تھا،ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتے ہیں کہ عرس میں جانا جائز ہے یا بدعت اگر بدعت ہے اورتمہارے نزدیک بدعت ہی ہے توتمہیں مبارک ہوکہ تمہارا مفتی بدعتی ہوا۔

(۴) گنگوہی کا شاگرد بدعتی،وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی مولوی رشید احمد کو اکھانی اورمحمود الحسن کا خلیفہ وہابی سہول بھاگلپوری لکھتا ہے:

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ثانی باب دفن المیت الفصل الاول ص۳۷۲میں ھے:وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه....

اس سے معلوم ہوا کہ زائرین کی راحت کے لئے اگر مقدسین اسلام کی قبر پر قبہ بنا دیا جائے تو مباح ہے۔(فتاوی سہولیہ،ص ۵۹۶، ناشر دارالسہول نارتھ ناظم آباد کراچی)

وہابی اسمٰعیلی بتائے کہ کیا زائرین کی راحت کے لئے مزار پر قبہ وگنبد بنانا جائز ہے یا بدعت؟اگر بدعت ہے اورتمہارے نزدیک بدعت ہے تو تمہارا وہابی کیا ہوا۔میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ کیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور مجدد الف ثانی علیہما الرحمۃ کی عبارات صرف اور صرف اہلسنت کے لئے ہیں وہابیہ اسمٰعیلیہ اس سے بری ہیں۔وہ عبارات جو بزعم خودتم نے نقل کیں اوران سے جو بھی مطلب ہمارے بغض وعناد میں لیا ہے کیا یہ وہابی اسمٰعیلی اس سے بچ سکتے ہیں؟اگرنہیں اور یقیناً نہیں تو پھراس پر بھی چارحرف کرو اوران کوبھی بدعتی بدعتی کے نعرے سناؤاورگھرہی سے جوتے کھاؤ۔

(۵) قاری طیب بدعتی،وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی احمدی قاری طیب لکھتا ہے:

بزرگان محترم! یہ جلسہ جیسا کہ آپ کومعلوم ہے جلسۂ عید میلاد النبی کے نام سے منعقد کیا گیا ہے۔(خطبات حکیم الاسلام،جلد ۱،ص ۱۶، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی قاری طیب جلسہ عید میلاد النبی میں جاتا ہے وہاں بیان کرتا ہے۔جبکہ اسی کا **وہابی اسمٰعیلی مفتی کفایت اللہ لکھتا ہے:**

عید میلاد النبی کے نام سے اورعید منانے کے خیال سے بارہ ربیع الاول کوجلسہ کرنا بے اصل ہے اوراسے بدعت کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی،جلد ۱،ص ۱۵۳،دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی مفتی نے ہی قاری طیب پر بدعتی ہونے کا فتوی لگا دیا ہے وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے ان بدعتیوں سے جان چھڑائے،ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہے کہ جی کفایت اللہ کی عبارت سے یہ مراد ہے تو وہ مراد ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ قاری طیب کومجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی وہ سب عبارات دکھاؤ جوتم نے ہمارے لئے بیان کی ہیں پھرانہی عبارات میں قاری طیب کی شکل دیکھ لو،کیسی نظرآئے گی وہ تم سمجھ گئے ہوگے۔

(۶) گھسن کا پیر بدعتی،وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی انیس احمد مظاہری گھسن کے پیرعزیز الرحمن ہزاروی کے بارے میں لکھتا ہے:

نمازِ عشاء سے کچھ دیر قبل حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی وحضرت حافظ صاحب ایک جگہ مولود شریف میں تشریف لے گئے۔

(مجلہ صفدر، شمارہ ۱۳، ص ۷۴، مظہریہ دار المطالعہ سومروسندھ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں بھی بتائے کہ میلاد کی محفل میں جانا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز ہے یا پھر بدعت اگر بدعت ہے اور تمہارے بقول بدعت ہی ہے تو تمہارے استاذ جی گھمن کے پیر صاحب بدعتی ہوئے، اب ادھر بھی لب کشائی کرو اور ان کو بھی ایک دو عبارات دکھاؤ۔

(۷) ۲۵ وہابی احمدی مع الیاس گھمن بدعتی، وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

اقتباسات، تقاریظ وتائیدات: (۱) بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی (۲) بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحب (۳) شیخ المشائخ جامع الشریعت والطریقت حضرت محمد حسن عباسی (۴) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عاقل (۵) بقیۃ السلف استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الرؤف (۶) خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد (۷) شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ (۸) شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید (۹) بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی عبد الستار (۱۰) شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب (۱۱) بقیۃ السلف استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی عبد الکریم (۱۲) محقق العصر حضرت مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی (۱۳) بقیۃ السلف استاد العلماء امام المجاہدین حضرت مولانا شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ (۱۴) بقیۃ السلف حضرت مولانا ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین الٰہی (۱۵) مرشد المجاہدین سید حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی (۱۶) شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ (۱۷) استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ المظاہری (۱۸) استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان (۱۹) استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد المجید دین پوری (۲۰) استاد العلماء حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقّانی (۲۱) بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد عبد الغنی (۲۲) جانشین امام الزاہدین والعارفین حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی (۲۳) ادیب العصر حضرت مولانا عبد القیوم حقانی (۲۴) استاد العلماء حضرت مولانا احتشام الحق (۲۵) محقق العصر حضرت مولانا سید کفایت بخاری۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۳ تا ۱۹، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن ذکر بالجہر کا قائل ہے یہ سب کو معلوم ہے اور خود وہابیوں نے اس پر فتوے لگائے ہیں ہم ابھی وہ بیان نہیں کر رہے اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو تکلیف ہوئی تو اس کا علاج ضرور کیا جائے گا الیاس گھمن کے ساتھ ساتھ مذکورہ ۲۵ وہابی اسمٰعیلی بھی ذکر بالجہر کے جائز ہونے کے قائل ہیں اب ان سب کے بدعتی ہونے کے فتوے خود وہابیہ اسمٰعیلیہ سے ہی دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمٰعیلی سعید احمد پالن پوری لکھتا ہے:

بعض لوگ قبروں پر مراقبہ کرتے ہیں، گھنٹوں سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں **اور بعض لوگ ذکر جہری کرتے ہیں، یہ سب باتیں غیر ثابت اور بدعت ہیں**، ان سے احتراز چاہیے۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی، جلد ۳، ص ۶۲۴، زمزم پبلشرز کراچی)

لو جی خود وہابی اسمٰعیلی نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ ذکر جہری بدعت ہے الیاس گھمن کے ساتھ ساتھ یہ ۲۵ بھی بدعتی ہوئے، ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پالنپوری کی بات نہ مانے تو ہم اسی کی اسی مذعومہ ومکروہہ کتاب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں کہ خود وہابی اسمٰعیلی کے نزدیک بھی ذکر بالجہر بدعت ہے۔ **چنانچہ لکھتا ہے:**

سادات احناف کے ہاں مسجد وغیرہ میں عادت کے طور پر ب آواز بلند ذکر کرنا یا درود شریف پڑھنا بدعت ہے الا یہ کہ تعلیما ہو۔
انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)
کسی اور کے فتوے کی ضرورت ہی نہیں، خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بغض اہلسنت میں اپنے ہی وہابی اکابرین کو بدعتی بنا دیا ہے وہابی اسمعیلی پہلے اپنے ان بدعتیوں کی خبر لے پھر کسی اور سے بات کرے۔

(۸) تبلیغی جماعت والے بدعتی، وہابی اسمعیلی فتویٰ

وہابی اسمعیلی فاضل دارالعلوم کراچی عبدالرحمن لکھتا ہے:

مروجہ تبلیغ بدعت سیئہ ہے اور اس سے پرہیز لازم ہے۔

مزید لکھتا ہے:

اس تبلیغی کام کو جہاد قرار دینا اور اصل جہاد سے اعراض کرنا بدعت ضالہ نہیں تو اور کیا ہے۔ (انکشاف حقیقت، ص ۱۳، دارالمعارف کراچی)
ہمارے پاس تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کے اور بھی حوالے ہیں ابھی اتنا ہی کافی ہے اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کچھ عوعو کرنے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ اس کی ذلت و رسوائی کا مزید سامان کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان بھی وہابی عمیر قاسمی کی طرح عبدالرحمن فاضل دارالعلوم کراچی کا ہی انکار کر دے اور اس پر طرح طرح کی لن ترانیاں کرے۔ اولاً: تو جب وہابی اسمعیلی خود مانتے ہیں کہ ہر ایک معتبر نہیں ہوتا تو ہم پر ہر ایک کو ٹھونسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ ثانیاً: ہوسکتا ہے کہ وہابی کہے کہ ہم اس کو پیش کرتے ہیں جس کی کسی نہ کسی نے تعریف کی ہوتی ہے تو ہم وہابیت اسمعیلیت کے اسی اصول کے مطابق وہابی اسمعیلی عبدالرحمن کو پیش کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی مفتی حبیب اللہ لکھتا ہے:

تقریظ بقیۃ السلف حضرت مولانا ابوالفضل عبدالرحمن تلمیذ رشید مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع و فاضل دارالعلوم کراچی۔
(تکملہ الرد الفقہی علی جستس مفتی تقی عثمانی، ص ۱۳، مکتبہ حبیبیہ نورانی کراچی)

نوٹ اس کتاب پر درج ذیل وہابیوں کی تقاریظ بھی ہیں:
(۱) وہابی اسمعیلی زرولی (۲) وہابی احمدی مفتی ممتاز (۳) مفتی نعیم (۴) وہابی ڈاکٹر زیب (۵) وہابی غلام حبیب ہزاروی۔

اسی طرح وہابی اسمعیلی ابو کاشف لکھتا ہے:

تقریظ مولانا عبدالرحمن فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی۔۔۔ (اظہار صداقت، ص ۷، مکتبہ انجمن محبان رسول پاکستان کراچی)
نوٹ: اس کتاب پر وہابی اسمعیلی رب نواز حنفی کی تقریظ بھی ہے۔
ہم نے وہابی اسمعیلی اصول سے ہی ابوالفضل عبدالرحمن کا معتبر و مستند ہونا ثابت کر دیا ہے، اب وہابی اسمعیلی ساجد خان تبلیغی جماعت کے بدعت سیئہ ہونے کا فتویٰ صادر کرے ورنہ دوسروں کے بارے میں عوعو کرنے سے باز آئے۔

(۹) وہابی عبدالحمید سواتی بدعتی، وہابی اسمعیلی فتویٰ

وہابی اسمعیلی زاہد الراشدی لکھتا ہے:

حضرت صوفی صاحب کا شیخ الاسلام حضرت مدنی کے ساتھ شاگردی کے ساتھ ساتھ بیعت کا تعلق بھی تھا وہ تو قبر کو دیکھ کر سیدھے

وہاں پہنچے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے اب منظر یہ تھا کہ حضرت صوفی صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں، حضرت والد صاحب تھوڑا فاصلے پر کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں اور میں درمیان میں کھڑا ہوں۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ چچا جان کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ جاؤں مگر پیچھے کھڑے والد صاحب سے ڈر بھی رہا تھا۔۔۔(الشریعہ خصوصی اشاعت بیاد امام اہل سنت، ص ۳۶۰، جولائی اکتوبر ۲۰۰۹ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ وہابی اسمٰعیلی صوفی عبدالحمید سواتی اور سرفراز گکھڑوی کا بیٹا زاہد الراشدی قبر پر مراقبہ کے قائل و فاعل تھے اسی طرح دیگر وہابی اسمٰعیلی بھی قائل ہیں، ہم ابھی انہی حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں اگر کسی کو خارش ہوئی تو ان شاءاللہ باقی حوالے بھی پیش کیے جائیں گے۔ بہرحال اسی سے متصل وہابی اسمٰعیلی زاہد الراشدی نے جو عبارت لکھی ہے وہ تاریخ وہابیت میں لکھے جانے کے قابل ہے، وہ لکھتا ہے:

تھوڑی دیر گزری تو حضرت والد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ **''اٹھا ایس بدعتی نو، جھنڈ مار کے بہہ گیا اے''(اس بدعتی کو اُٹھاؤ یہ کیا چادر میں سر دے کر بیٹھ گیا ہے۔** (الشریعہ خصوصی اشاعت، ص ۳۶۰، جولائی اکتوبر ۲۰۰۹ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ)

سرفراز گکھڑوی کو کیا ہو گیا تھا کہ اپنے ہی بھائی پر بدعتی ہونے کا فتوے دھر دیا ایسا ہی ہوتا ہے جب انسان کسی کے بغض میں اندھا ہو جائے وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی بغض اہلسنت میں چور چور رہتا تھا اور اپنے اختراعی فتوے لگا تا ہی رہتا تھا، وہابی اسمٰعیلی اپنے باپ گکھڑوی کے فتوے کی لاج رکھتے ہوئے عبدالحمید سواتی پر بدعتی ہونے کا فتوے دے ورنہ عوعو سے باز آئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں کوئی تاویل نکال کر لے آئے تو میں ایک اور صریح حوالہ دے دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی سعید احمد پالن پوری لکھتا ہے:

بعض لوگ قبروں پر مراقبہ کرتے ہیں، گھٹنوں سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں اور بعض لوگ ذکر جہری کرتے ہیں، یہ سب باتیں غیر ثابت اور بدعت ہیں، ان سے احتراز چاہیے۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی، جلد ۳، ص ۴۶۲، زمزم پبلشرز کراچی)

لو جی! وہابی صوفی کو اسی کے گھر سے بدعتی ہونے کا پکا ایوارڈ مل گیا ہے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کے بدعتیوں کو سنبھالے اور بس۔

(۱۰) وہابی بدعتی ہی بدعتی، وہابی شیخ ٹانڈہ کا فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی شیخ ٹانڈہ حسین احمد ٹانڈوی لکھتا ہے:

محض لاؤڈ اسپیکر سے انتقالات عمل میں لانا ہماری سمجھ میں باوجود غور و خوض صحت صلوۃ کو مانع ہے، اس کا اعادہ ہونا چاہیے، اللہ تعالی اس بدعت سیئہ سے جلد از جلد مسلمانوں کو نجات دے آمین۔ (ملفوظات حضرت مدنی، ص ۲۲۰، مکی دار الکتب لاہور)

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ محض وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گالی باز شیخ ٹانڈہ کی بات پر عمل کرتے ہوئے ان سب وہابیوں کے خلاف بدعتی ہونے کا فتوی جاری کرے جو جو لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتے ہیں۔

(۱۱) تبلیغی زکریا کا خلیفہ بدعتی، وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی چار یاری کی کتاب میں لکھا ہے:

کیا ان کے نزدیک صوفی اقبال کی جاری کردہ بدعات اور اختیار کردہ افکار کی حیثیت۔۔(مجالس ذکر اللہ کے نام پر علمائے دیوبند کے

خلاف سازشیں، ص ۴۰۴، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

مزید لکھا ہے:

اوّل اختلاف: علوی مالکی افکار۔۔ثانوی اختلاف: اقبالی بدعات۔ (مجالس ذکر اللہ کے نام پر علمائے دیوبند کے خلاف سازشیں، ص ۲۶۲، جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

اس کتاب میں اقبالی بدعات کا کئی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، میں وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان سے کہتا ہوں:

اولاً: تو یہ بتائے کہ یہ اقبال کون ہے جس کے نام سے اقبالی بنا ہے۔

ثانیاً: اس کی بدعات تھی کیا کیا جو بھی تھیں سب کو بیان کیا جائے اور پھر اس وہابی اسمٰعیلی کو بھی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارات دکھائی جائیں اور ان پر بھی وہی فتوے داغے جائیں جو بغض اہل سنت میں اہل سنت پر داغے گئے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ان آباء کی اقراری بدعات سے جان نہیں چھڑائے گا بلکہ قیامت تک ان کے گلے میں بدعات کا مزید پھندا لگوا کر مزے کی نیند سوئے گا۔

(۱۲) سرفراز گکھڑوی مجدد الف ثانی کے فتوے سے بدعتی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نام بہت استعمال کر کے داد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہم نے اس کی ذلت ورسوائی کا خوب سامان کر دیا ہے ابھی بھی ایک حوالہ دیکھ لیجئے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے اقرار کروایئے کہ وہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی بات مانتا ہے یا نہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر دوسروں پر یہ فتوے بازی کیوں اور اگر مانتا ہے تو اپنے گکھڑوی کے بدعتی ہونے کا اقرار کرے بلکہ پوری وہابیت اسمٰعیلیت کے بدعتی ہونے کا اعلان کرے۔

وہابی اسمٰعیلی زاہد الراشدی لکھتا ہے:

ان کا تعلق حضرت حسین علی سے تھا جو تشہد میں رفع سبابہ کے قائل نہیں تھے، حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہم ان کے سامنے رفع سبابہ ٹکا کے کرتے تھے اور ایک دفعہ انہوں نے اپنے شیخ سے اس پر بحث بھی کی۔

(الشریعہ خصوصی اشاعت بیادامام اہل سنت، ص ۳۶۵، جولائی اکتوبر ۲۰۰۹ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ)

وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی کا اپنے ہی پیر کے ساتھ اس طرح کرنا اس کو سلوک کی کتنی اونچائی تک لے گیا ہوگا یہ تو کوئی وہابی اسمٰعیلی احمدی ہی بتا سکتا ہے لیکن یہاں اس بات کا اقرار نہیں کہ وہابی اسمٰعیلی حسین علی اس کو بدعت سمجھتا تھا یا نہیں آیئے ہم آپ کو ایک اور حوالے کی طرف لے چلتے ہیں

وہابی اسمٰعیلی فضیل الرحمن لکھتا ہے:

حضرت مولانا عزیز الرحمن سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی التحیات میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے قائل نہیں ہیں اور اس کو بدعت سمجھتے ہیں۔اس کے باوجود کہ حضرت مفتی صاحب مجدد الف ثانی کے معترف بلکہ معتقد ہیں اور ان کے مکتوبات اور ملفوظات کا ترجمہ بھی کیا ہے، مگر اس حسن اعتقاد کے باوجود صاف کہتے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے اور امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں مجدد الف ثانی کے مقلد نہیں ہیں۔

(قاری طیب ایک شخصیت، ایک عہد، ایک تاریخ، ص ۱۹، مکتبہ العزیز دیوبند)

اولاً: اس عبارت سے معلوم کہ رفع سبابہ کو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بدعت سمجھتے تھے اور ماقبل والے حوالے سے معلوم ہوا کہ گکھڑوی رفع سبابہ ٹکا کے کیا کرتا تھا تو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے فتوے سے ٹکا کے بدعتی ہوا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ساری عزت ہم نے داؤ پر لگادی ہے جو بھی کرے وہ نیلام ہو کر ہی رہے گی۔

ثانیاً: اگر یہی عبارت کوئی اور لکھتا تو وہابیت اسمعیلیت آسمان سر پر اٹھالیتی اور گستاخ گستاخ کے فتوے وہ بھی ڈبل ڈبل سناتی کیونکہ یہ سب لکھنے اور کہنے والا وہابی اسمٰعیلی ہے لہٰذا کسی بھی وہابی کو اس میں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔

ثالثاً: میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ خود بھی معاذ اللہ بدعتی تھے اگر رفع سبابہ سنت ہے جیسا کہ وہابی مفتی کہہ رہا ہے تو مجدد الف ثانی جس پر عمل کرتے تھے وہ کیا تھا؟؟ امید ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کا جواب دے گا۔

قارئین! ہم ابھی انہی حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ہمارے پاس خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اور کئی حوالے ہیں جس میں انہوں نے بدعت بدعتی کے فتوے لگائے ہیں اور امید ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عقل کا علاج ہو گیا ہوگا اور اس کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو جال اس نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نام لے کر بچھانے کی ناکام کوشش کی تھی اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے اور وہابی اسمٰعیلی اپنے ہی گھر سے ذلیل رسوا ہو چکا ہے اگر پھر بھی وہابی اسمٰعیلی کٹر میں جھاگ آئی تو ان شاء اللہ مزید بھی دلائل دیئے جائیں گے مضمون کی طوالت کی وجہ سے ہم اس کو یہیں ختم کر رہے ہیں۔

{......مسئلہ نمبر ۱۸......}

ذکر بالجہر اور علمائے اہلسنت کا موقف

سادات احناف کے سچے اور حقیقی پیروکار علمائے اہلسنت کے نزدیک ذکر بالجہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا جائز، مستحب، بلکہ بعض صورتوں میں افضل ہے چاہے گھر میں ہو یا مسجد میں یا کسی اور پاکیزہ جگہ میں۔ ہاں اس میں اس بات کا خیال ضروری ہے کہ اس سے نمازی، تلاوت کرنے والے یا سوئے ہوئے کو تکلیف نہ ہو۔ ورنہ بلند آواز سے ذکر منع ہوگا۔ اور سادات احناف کا بھی ہمارے نزدیک مختار مذہب یہی ہے اگرچہ دوسرا قول بھی موجود ہے جن کے جوابات بھی موجود ہیں۔

(۱) رئیس المتکلمین والمحدثین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت لکھتے ہیں:

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریاء ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف یونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۶ ص ۲۳۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ذکر بالجہر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے۔۔۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۴۵، مکتبہ غوثیہ کراچی)

بحمد للہ ہم نے اہلسنت کے موقف کو علمائے اہلسنت سے بیان کر دیا ہے اب سادات احناف کا بھی موقف دیکھ لیجئے تاکہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کیسی کیسی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لینے کی کوشش کی لیکن ہر بار کی طرح اس کی مکاری کا بھانڈا پھوٹ گیا اور بیچارہ اپنے ہی گھر سے ایسا ذلیل ورسوا ہوا کہ اس کے بڑے بھی اس کی ذلت ورسوائی پر رشک کر رہے ہوں گے۔

ذکر بالجہر اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) امام محمد بن محمد المعروف ابن بزاز کردری حنفی (المتوفی ۸۲۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان الذکر بالجھر لو فی المسجد لا یمنع احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ...

اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (فتاوی بزازیہ، جلد ۲، ص ۴۹۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ! علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا یہ ترجمہ وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی نے کیا ہے۔

علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت ہم بھی کرسکتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ ہماری وضاحت وہابیہ اسمعیلیہ کو پسند نہ آئے اور لایعنی وفضول قسم کی ڈینگیں مارنا شروع ہوجائیں لہٰذا میں اس عبارت کی وضاحت ۲۵ وہابیوں کی مصدقہ کتاب ''ذکر بالجہر کا شرعی حکم'' سے کردیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی عبارت لکھنے کے کچھ بعد لکھتا ہے:

قرآن وسنت اور فقہاء ومحدثین کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ حدود وشرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مساجد میں ذکر بالجہر انفرادی ہو یا اجتماعی ہر صورت جائز ہے۔ قرآن پاک میں مساجد میں ذکر اللہ سے روکنے کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ذکر بالجہر کرنے والے صحابی کو ریاکار کہنے کی تردید فرمائی **اور فقہاء کرام ومحدثین عظام نے مساجد میں ذکر بالجہر کو نہ صرف جائز کہا ہے بلکہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کے حوالے سے اسے روکنے سے منع فرمایا ہے۔ اب روکنے والے اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ اظلم من الناس ہیں یا مصلحین امت۔ اور وہ ذکر اللہ سے روک کر مساجد اور معاشرہ میں فساد کے مرتکب ہیں یا اصلاح کے داعی؟** (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۴، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

اسی طرح وہابی اسمعیلی نثار احمد ایک اور مقام پر علامہ بزازی کو ذکر بالجہر کا قائل ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علامہ ابن بزاز رحمہ اللہ کا شمار مشہور حنفی فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ جملہ فنون میں امام وقت تھے۔ ''فتاوی بزازیہ'' آپ رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف اور فقہ حنفی کا بنیادی ماخذ ہے آپ اس میں ذکر بالجہر کے جواز میں فرماتے ہیں:

اما رفع الصوت بالذکر فجائز۔ ذکر میں آواز بلند کرنا جائز ہے۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۳۳، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

لیجئے! ۲۵ / وہابی اسمعیلی علماء کی مصدقہ کتاب سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علامہ بزازی علیہ الرحمۃ ذکر بالجہر کے جواز کے قائل تھے اور ذکر بالجہر کے جائز ہونے کا فتوی دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ فتاوی بزازیہ میں ذکر بالجہر کو جائز لکھا ہے۔ یہ ساری وضاحت ہم نے اس لئے کی ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں جب دلائل دیئے ہیں تو سب سے بڑی دلیل گویا اس کے پاس فتاوی بزازیہ کی ایک عبارت تھی اس کا جواب تو آگے آرہا ہے جس سے ان شاء اللہ وہابی اسمعیلیہ کے چودہ طبق روشن ہوجائیں گے لیکن اس مقام پر بھی خود وہابیہ اسمعیلیہ کی عبارات کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے مزعومہ دلائل میں فتاوی بزازیہ کا نام عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کے لئے لیا ہے ورنہ فتاوی بزازیہ میں اس کے مطلب کا کچھ بھی نہیں

ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہہ دے کہ فتاوی بزازیہ کی عبارت مطلق ہے اس میں مسجد میں ذکر بالجہر کا ذکر نہیں ہے۔
اولاً: تو وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی گکھڑوی کی کتاب پڑھ کر بتائے کہ مطلقا ذکر بالجہر بھی ان کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟
ثانیاً: علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے مسجد میں ذکر ثابت ہوتا ہے یا نہیں اس کی وضاحت بھی میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر ومستند وہابی سے کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی رضاء الحق یہ ہیڈنگ ''مساجد میں ذکر جہری فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں'' دینے کے بعد ۱۳ نمبر پر لکھتا ہے:

فتاوی بزازیہ میں ہے: واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبۃ والحج۔ خلاصہ: بزازیہ میں ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے جیسا کہ اذان، خطبہ اور حج میں بلند آواز سے ہوتا ہے۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر ومستند وہابی کی وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے بھی مساجد میں ذکر بالجہر کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۲) علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اسْتدلَّ بِهِ بعض السّلف على اسْتِحْبَاب رفع الصَّوْت بِالتَّكْبِيرِ وَالذکر عقیب الْمَكْتُوبَة، وَمِمَّنْ استحبه من الْمُتَأَخِّرين: ابْن حزم، وَقَالَ ابْن بطال: أَصْحَاب الْمذَاهب المتبعة وَغَيرهم متفقون على عدم اسْتِحْبَاب رفع الصَّوْت بِالتَّكْبِيرِ، وَالذکر.....

یہ (حدیث) بعض سلف کے قول کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور ذکر کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں سے جس نے اس کو مستحب قرار دیا ہے ان میں سے ابن حزم ظاہری بھی ہیں اور ابن بطال اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ ائمہ متبوعین اور ان کے علاوہ دوسرے علماء اس پر متفق ہیں کہ تکبیر اور ذکر میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں۔۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ ص ۱۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نوٹ: وہابی اسمعیلی ساجد خان ابن بطال کے قول کو لے کر خوش مت ہو کیونکہ اس کا جواب اسی کے گھر میں موجود ہے جب یہ کچھ اپنی اصلیت دکھائے گا تو پیش کروں گا جس سے اس کے کیا اس کے مردہ مٹی میں ملے ہوؤں کے بھی چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے علمائے اہلسنت کی تائید میں بیان دے کر اور وہی بات بیان کر کے جو علمائے اہلسنت کرتے ہیں (کہ ذکر بالجہر جائز ہے چاہے مسجد میں ہو یا گھر میں چاہے نماز کے بعد ہو یا اس کے علاوہ) وہابیت اسمعیلیت اور اس کے زندہ و مردہ مرکر مٹی ہونے والے تمام بابوں کی نیّا بیچ سمندر میں ڈبو دی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی بلکہ اپنے رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی کی جہالتوں سے حصہ لیتے ہوئے جن جہالتوں کا ارتکاب کیا ہے اور جو بے تکے دعوے ہانکے ہیں ان کا جواب تو آگے اپنے مقام پر آرہا ہے لیکن علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے عمدۃ القاری کے اس ایک ہی اقتباس میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی جہالتوں کا پردہ فاش کر دیا ہے اور اس بات کا واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان دے دیا ہے کہ سلف صالحین کے نزدیک بلند آواز سے اور مسجد میں اور نماز کے بعد بھی ذکر اللہ جائز ہے ہاں اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے ابن بطال کا قول بیان کیا ہے۔ جب وہابی اسمعیلی ساجد خان اس پر کوئی لب کشائی کرے گا تو ان شاء اللہ ہم اسی کے گھر سے اس کی ذلت کا سامان

کریں گے۔

(۳) بقول وہابیہ پانچ سو علمائے احناف کے مصدقہ فتاوی ''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:

والسادس ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ۔

اور چھٹا ادب یہ ہے کہ مسجد میں اللہ تعالی کے ذکر کے سوا اور کوئی آواز بلند نہ کی جائے۔

(فتاوی عالمگیری، جلد ۵ ص ۳۹۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہابیہ احمد یہ اسمعیلیہ گنگوہیہ دربھنگیہ کے نزدیک فتاوی عالمگیری ۵۰۰ سو علماء احناف کا مصدقہ فتاوی ہے اور اس کے ہر ایک مسئلے پر ۵۰۰ سو علمائے احناف کا اجماع اور تائید وتصدیق ہوتی ہے میں زیادہ نہیں یہاں وہابی اسمعیلی بدعتی الیاس گھمن کے مصدقہ رسالے کا ایک حوالہ بیان کر دیتا ہوں۔

چنانچہ اس میں لکھا ہے:

یہ عبارت فتاوی عالمگیری کی ہے اس کی عبارت پر پانچ صد (۵۰۰) جید علماء کا اجماع ہے۔ (قافلہ حق، جلد ۴، شمارہ ا، ص ۲۹، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی بدعتی الیاس گھمن کے مصدقہ رسالے کے اس اقتباس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ فتاوی عالمگیری کی ہر عبارت ومسئلہ پر ۵۰۰ سو علمائے احناف کا اجماع ہوتا ہے۔ اور ہم نے فتاوی عالمگیری کی ہی عبارت اوپر ذکر کی ہے جس میں مسجد کے آداب بیان کرتے ہوئے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں سوائے ذکر اللہ کے آواز بلند کرنا درست نہیں یعنی بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا جائز ہے۔ لہٰذا فتاوی عالمگیری کی اس عبارت سے (جس پر بقول وہابیہ اسمعیلیہ دربھنگیہ گنگوہیہ واہیاتیہ ۵۰۰ سو علمائے احناف کا اجماع ہے) مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان سادات احناف کے بارے میں حکم بیان کرے جو مسجد میں بلند آواز سے ذکر کے جائز ہونے کے قائل ہیں پھر ہم پر کوئی فتوی لگائے یا ہم سے کسی بات کا مطالبہ کرے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے امتحان کا وقت شروع ہوگیا ہے کہ وہ اپنی مزعومہ کتاب کے مندرجات وفتوؤں کو باقی رکھتے ہوئے ان علماء پر بھی فتوی لگاتا ہے یا پھر اپنے ہی ہاتھوں اپنی کتاب کا بیڑا غرق کرتا ہے۔ میرے خیال میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے لئے دوسری بات زیادہ آسان ہونی چاہیے تاکہ اس کی جھوٹی حنفیت کا پردہ فاش نہ ہو، ورنہ بقول وہابیہ اسمعیلیہ جو شخص ۵۰۰ سو علمائے احناف پر بدعتی ہونے کا فتوی لگائے وہ حنفی کیسے ہوسکتا ہے۔؟ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابیوں اسمعیلیوں کی طرح عیاری، مکاری ودھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے یہ نہ کہہ دے کہ جی یہ مراد ہے، جی وہ مراد ہے۔ میں پہلے سے ہی اس کی ذلت کا سامان اسی کے گھر کے مفتوں سے کر دیتا ہوں۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری کی عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

فتاوی ہندیہ میں مرقوم ہے کہ مسجد کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند نہ کریں، معلوم ہوا کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے ورنہ اس کی تخصیص نہ کرتے۔۔۔ اس عبارت سے ذکر اجتماعی اور جہری کا ثبوت ملتا ہے۔۔۔

(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۶، ۱۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گھر کے مفتی نے ہی اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ فتاوی عالمگیری کی عبارت سے وہی کچھ ثابت ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ہماری نہیں اپنے ہی وہابی اسمعیلی کی مان لے اور اپنی ان حرکتوں سے

باز آئے، ورنہ اپنے مفتی کے ساتھ ساتھ ان ۵۰۰ سو علمائے احناف پر بھی فتوی لگائے۔ ہماری اس ساری گفتگو سے وہابی احمدی در بھنگی ساجد خان کو بہت مرچی لگے گی اور یہ اپنی ذلت و رسوائی کو کم کرنے کی کوشش کرے گا اور چال بازی سے کام لے گا اور ادھر ادھر کی عبارتیں نقل کرے گا میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ہماری عبارات نقل کرنے یا اصول بیان کرنے سے پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر لو کیونکہ **وہابی احمدی ابو اعیوب کہتا ہے کہ:**

تو نہیں چاہیے کہ ہم پر الزام تراشی اور جھوٹ بولنے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں اور اپنے گھر کا گند صاف کریں۔

مزید لکھتا ہے:

اوکاڑوی صاحب اپنے جرائم کی طرف نظر کیجئے! پہلے اپنے گھر کو صاف کیجئے! بعد میں کسی دوسرے کی طرف انگلی اٹھائیے۔

(سفید و سیاہ پر ایک نظر ص ۱۰۴، ۲۰۷، عالمی مجلس تحفظ اکابر دیو بند)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پہلے اپنے گھر کا گند صاف کرو اور اپنے گھر کے اس مفتی کا کان پکڑو پھر ادھر آو لیکن یہاں تک پہنچ نہیں پاؤ گے کیونکہ ہم مزید بھی تمہیں تمہارے گھر کی سیر کرواتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی خالد سیف اللہ قاسمی فتاوی عالمگیری کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتا ہے:

عالمگیری کی اس عبارت میں چھٹے نمبر پر یہ ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند نہ کی جائے یعنی ذکر اللہ بلند آواز کے ساتھ جائز و درست ہے فتاوی عالمگیری اور ''شامی'' فقہ کے باب میں سب سے محقق ہے شامی میں مستقل علامہ شعرانی کے حوالے سے سلف وخلف کا اجماع ذکر جہری کے جواز پر نقل کیا گیا ہے۔ (کیا ذکر جہری حرام یا مکروہ ہے؟ ص ۱۷۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

الحمدللہ! وہابی اسمعیلی سیف اللہ کی اس عبارت میں اہلسنت کے لئے ایک اور تائید اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی کا مزید سامان ہے۔ وہابی اسمعیلی سیف اللہ کی اس عبارت نے احمدی ساجد خان کی ساری تاویلاتی دنیا کو خاک میں ملا دیا ہے اور اب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں یا تو اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے یا پھر دوسروں کے بارے میں بکواس کرنے سے باز آئے۔ اور یہ ثالثی ثالثی کی رٹ لگانا بند کرے کیونکہ جن کو اس نے ثالث بنایا ہے انہوں نے ہی اسے اور اس کی وہابیت اسمعیلیت کو بیچ چورا ہے الٹا لٹکا دیا ہے

فتاوی عالمگیری میں مزید لکھا ہے:

قاض عندہ جمع عظیم یرفعون اصوتهم بالتسبیح والتهلیل جملة لا باس به والاخفاء افضل۔

کسی قاضی یا واعظ کے پاس عظیم جماعت ہو اور وہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کو بلند آواز کے ساتھ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اخفاء افضل ہے۔

مزید لکھا ہے:

إِمَامٌ يَعْتَادُ كُلَّ غَدَاةٍ مَعَ جَمَاعَتِهِ قِرَاءةَ آيَةِ الْكُرْسِيِّ وَآخِرِ الْبَقَرَةِ وَشَهِدَ اللهُ وَنَحْوِهَا جَهْرًا لَا بَأْسَ بِهِ وَالْأَفْضَلُ الْإِخْفَاءِ، كَذَا فِي الْقُنْيَةِ۔

ایک امام کا یہ معمول ہو کہ وہ ہر صبح اپنی جماعت (والوں) کے ساتھ مل کر آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات اور شہد اللہ۔۔۔ اور اس طرح کی اور آیات جہرا پڑھتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اخفاء افضل ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۵ ص ۳۸۹، ۳۹۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

فتاوی عالمگیری کے ۵۰۰ علمائے احناف نے وہابیت اسمٰعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کر کے بتا دیا کہ روزانہ اگر فجر کی نماز کے بعد امام ومقتدی مل کر بلند آواز سے آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھیں، تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بالکل جائز ہے۔سادات احناف نے مسئلہ تو ایک بیان کیا ہے لیکن وہابیت اسمٰعیلیت کی ذلت ورسوائی کا کئی طرح سے سامان ہوا ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں بلکہ آواز سے ذکر بدعت ہے جبکہ فتاوی عالمگیری میں مسجد میں بلند آواز سے ذکر اللہ کے جائز ہونے کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے آگے جا کر کہا کہ نماز کے بعد ذکر جائز نہیں جبکہ فتاوی عالمگیری میں نماز کے بعد ذکر اللہ کو باآواز بلند جائز قرار دیا گیا ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے اور اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو تو حنفی ثابت کرے پھر ہم سے ثابت کرے۔میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ایک بار پھر کہتا ہوں کہ دوسروں کو اصول بتانے یا سمجھانے سے پہلے خود تو اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر لو جب تک خود عمل نہیں کرو گے دوسروں کو کہنا بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ بے کار ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی کسی عیاری، مکاری سے کام لے اور لایعنی تاویلات کی پٹاری لے آئے۔میں اسی کے گھر کے معتبر ترین افراد سے بیان کر دیتا ہوں کہ اس عبارت سے کیا ثابت ہوتا ہے اور وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گریباں میں جھانکو ورنہ دوسروں کے بارے میں بک بک بند کرو۔

وہابی اسمٰعیلی تبلیغی ذکریا کا بدعتی خلیفہ مختارالدین شاہ فتاوی عالمگیری کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

یہاں امام کے معمول کو بتایا جارہا ہے کہ امام مسجد میں جب صبح کی نماز سے فارغ ہوجائے تو اپنی جماعت کے ساتھ بلند آواز میں تسبیح وتہلیل کرسکتا ہے صبح کی نماز کی قید غالباً اس لئے لگائی کہ اس وقت بعض علماء کا یہ معمول ہوگا کہ وہ نماز کے بعد مل کر بلند آواز سے تلاوت کرتے ہوں گے یا اس لئے لگائی کہ صبح کی نماز کے بعد چونکہ سنت ونفل نمازیں نہیں ہوتیں لہٰذا کسی کی نماز وغیرہ میں خلل نہیں پڑتا نیز صبح کا وقت نیند کا وقت ہوتا ہے چپکے چپکے اور خفی ذکر میں نیند آنے لگتی ہے اس لئے اس وقت آواز کے ساتھ ذکر کا معمول رکھا ہوگا۔

بہرحال اتنی بات ان عبارتوں سے معلوم ہوگئی کہ مسجد میں بلند آواز کے ساتھ اجتماعی ذکر فتاوی عالمگیری کی رو سے جائز ہے۔

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۱۷۸، دارالایمان راولپنڈی)

نوٹ: یہ کتاب درج ذیل وہابی اسمٰعیلی علماء کی مصدقہ ہے:

(۱) اسمٰعیلی تقی عثمانی (۲) وہابی حمید اللہ جان (۳) احمدی شاہد سہارنپوری (۴) حافظ نثار الحسینی (۵) وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عبدالحفیظ مکی۔

کئی وہابی اسمٰعیلی مولویوں کے علاوہ تقی عثمانی جو احمدی ساجد خان کا استاذ ہے اس کی مصدقہ کتاب نے اس کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہابی ساجد خان کہہ رہا تھا کہ فقہ حنفی میں مسجد میں ذکر بالجہر بدعت ہے، ناجائز ہے، حرام ہے اور وہابی اسمٰعیلی بھی سادات احناف کی پیروی میں یہی کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جبکہ اس کے استاذ سمیت کئی وہابی اسمٰعیلی کہتے ہیں کہ مسجد میں ذکر بالجہر جائز ہے اور یہ قول ۵۰۰ سو علمائے احناف کا مصدقہ ہے بلکہ ان کا اجماعی فیصلہ ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی اپنے استاذ تقی عثمانی سمیت ان تمام وہابیوں کو بدعتی ہونے کی سند دے جو مسجد میں ذکر بالجہر کو جائز کہہ رہے ہیں یا پھر اپنی ہی کتاب کی اوقات بتا دے۔وہابی اسمٰعیلی جو بھی کرے اس کو اپنی علمی اوقات ضرور یاد آئے گی ان شاء اللہ۔

(۴) علامہ علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُظْهِرُ:هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ،بَلْ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ...
اور مظہر نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے۔۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،جلد ۳،ص ۹۵۲،دار الفکر بیروت)

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کی عبارت پر ہمارا تبصرہ پسند نہ آئے۔میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی کے وہابی اسمٰعیلی آباء سے اس کی وضاحت کروا دیتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ دوسروں کو کہنے کے بجائے بقول وہابی ابوعیوب اپنے گھر کا گند صاف کرواور ان پر فتوے لگاؤ تا کہ سب کو معلوم ہو کہ تم کتنے مخلص ہو یا کتنا فقہ حنفی پر عمل کرنے والے ہو،خود اپنے اُصولوں کے مطابق پہلے ان پر توفتوی لگالو اور ان کو حنفیت سے نکال دو پھر کسی اور کے بارے میں فیصلہ کرنا لیکن یہاں تک تم پہنچوگے نہیں۔

وہابی اسمٰعیلی رضاءالحق دیوبندی علامہ علی قاری کی یہی عبارت اپنی تائید میں نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ملا علی قاری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے ملاحظہ ہو مرقات میں فرماتے ہیں:

قال القاری ناقلا عن المظھر ھذا یدل علی جواز الذکر برفع الصوت بل علی الاستحباب۔۔(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں،ص ۱۰۰،زمزم پبلشرز کراچی)

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کی عبارت کی وضاحت خود وہابی اسمٰعیلی نے کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ اپنی اس عبارت میں مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ثابت کر رہے ہیں۔لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ (جن کی اس نے تعریف کی ہے اور ان کو بھی ثالث بنایا ہے) کی تو مانی نہیں جیسا کہ دیگر مسئلوں میں اس نے کیا ہے مگر اپنے وہابی اسمٰعیلی کی تو مان لے اور کچھ نہیں کرتا تو اپنی کتاب کا یہی صفحہ ہی اسے پڑھا دے جس میں مسجد میں ذکر بالجہر کو بدعت وغیرہ کہا ہے تا کہ اس کو اپنے بدعتی ہونے اور حنفیت سے خارج ہونے کا علم ہو جائے یا پھر تمہاری جہالتوں پر وہ چار حرف کر دے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کرے کرے ضرور تا کہ اس کی بھیانک شکل سب کو نظر آئے۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا شمار اکابر فقہائے احناف میں ہوتا ہے آپ وحید العصر اور فرید الدہر تھے تمام علوم وفنون اور خصوصا حدیث و تفسیر میں اپنے وقت کے ماہر ترین علماء میں سے تھے آپ رحمہ اللہ کے قلم کو اللہ تعالی نے برکت سے نوازا تھا۔۔۔شرح مشکوۃ میں ذکر بالجہر کے متعلق علامہ مظہر رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قَالَ الْمُظْهِرُ:هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ،بَلْ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ...

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وتر کے بعد ذکر بالجہر والی) یہ روایت ذکر بالجہر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے۔

(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۱۳۵،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

نوٹ! یہ کتاب ۲۵ وہابیوں اسمٰعیلیوں کی مصدقہ ہے۔

لو جی! ۲۵ وہابیوں کی مصدقہ کتاب بھی کہہ رہی ہے کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ ذکر بالجہر کے جواز کے قائل تھے اور وہابی اسمٰعیلی رضاءالحق کی عبارت میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کا تعلق مسجد میں ذکر بالجہر کے ساتھ ہے۔اولاً: یہ ۲۵ وہابی اسمٰعیلی مسجد میں ذکر بالجہر کے قائل ہوئے (جیسا کہ آگے صراحتا بھی آ رہا ہے) اور مسجد میں ذکر بالجہر کو جائز

کہنے والا بدعتی ہے اور حنفیت کا باغی و حنفیت سے خارج ہے تو یہ سارے وہابی اسمٰعیلی باب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اصول کے مطابق کیا ہوئے۔ ثانیاً: علامہ علی قاری علیہ الرحمہ جن کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا تھا ان پر کیا حکم لگتا ہے کہ وہابی جس کو بدعت کہہ رہا ہے بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ علامہ علی قاری اسی کو جائز بلکہ مستحب فرما رہے ہیں۔

اسی طرح وہابی اسمٰعیلی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں یہی عبارت لکھنے کے بعد لکھا ہے:

علامہ مظہر کی عبارت صراحت کے ساتھ بتلا رہی ہے کہ اختلاف جہر شدید میں ہے نہ کہ جہر معتدل میں اور علامہ مظہر اور ملا علی قاری وغیرہ خود جہر شدید کے بھی قائل ہیں کیونکہ وہ خود بلند آواز کے ساتھ جہر کی ترغیب دے رہے ہیں تاکہ گواہ زیادہ ہو جائیں اور ذکر کی برکت ہر چیز کو حاصل ہو جائے نیز غفلت والی نیند سے دلوں کو جگایا جائے اور یہ مذکورہ فوائد جہر شدید کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

(ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۱۶۹، دار الایمان راولپنڈی)

ہم ماقبل میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ کتاب کتنے وہابیوں اسمٰعیلیوں احمدیوں کی مصدقہ ہے باقیوں کو فی الحال چھوڑیئے لیکن تقی عثمانی جو کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا استاد ہے وہ اس عبارت کی تائید کرتا ہے اور اس بات پر مہر لگاتا ہے کہ علامہ علی قاری کے نزدیک اختلاف ذکر بالجہر معتدل میں نہیں ہے بلکہ شدید میں ہے اور علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ تو بقول وہابی جہر شدید کے بھی قائل ہیں اور اس کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کسی اور پر فتوے لگانے کے بجائے اپنے ان گرگوں پر لگائے اور ساتھ ہی ساتھ علامہ علی قاری پر لب کشائی کرے جن کو اس نے ثالث بنایا تھا لیکن وہ بحمد للہ وہابیت اسمٰعیلیت کے نہیں بلکہ اہلسنت کے مؤید ہیں اور بقول وہابی مسجد میں ذکر بالجہر کے قائل ہیں۔

(۵) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قد ثبتت شرعية الجهر بالذكر على الإطلاق وبعد الصلاة، وورد فيه أحاديث كما ستتلى عليك.

ذکر بالجہر مطلقا جائز و مشروع ہے اور نمازوں کے بعد بھی جہر سے ذکر کرنا جائز ہے جس کا عنقریب بیان آئے گا۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۳، ص ۸۸، مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ صاحب علیہ الرحمہ بھی وہی شخصیت ہیں جن کا نام لے کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور شیخ صاحب کو معتبر و مستند مان کر ان کو ثالثی کے لئے منتخب کیا ہے لیکن شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہر مقام میں سادات احناف کے حقیقی ورثاء کا ہی ساتھ دیا ہے اور وہابیت اسمٰعیلیت کو اس کے اصلی مقام پر پہنچایا ہے یہی مسئلہ دیکھ لیں شیخ صاحب علیہ الرحمۃ ذکر بالجہر کے قائل تھے اور صرف مطلقا ذکر بالجہر کے ہی قائل نہیں تھے بلکہ مسجد میں اور نماز کے بعد بھی ذکر بالجہر کے قائل تھے جیسا کہ ان کی اس عبارت سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں اپنے اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے کوئی لایعنی تاویل کرنے کی کوشش کرے، میں پہلے ہی سے اس کا منہ اسی ہی کے گھر سے بند کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار الحسینی اپنے وہابی مولوی نصیر الدین غورغشتوی کے حوالے سے لکھتا ہے:

حاشیہ مشکوۃ مطبوعہ اور حاشیہ جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد غیر مطبوعہ آپ کی علمی یادگار ہیں قرآن وسنت اور فقہائے احناف کی تعلیمات کے مطابق آپ ذکر بالجہر کے جواز کا فتوی دیتے تھے، چنانچہ حاشیہ مشکوۃ میں **"لمعات التنقیح عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ"** کے حوالہ سے "باب الذکر بعد الصلوۃ" پر لکھتے ہیں:

قوله باب الذکر بعد الصلوة قد ثبتت شرعیة الجهر بالذکر علی الإطلاق وبعد الصلاة، ووردت فیه أحادیث کما سیجئ۔۔۔

مصنف مشکوۃ المصابیح کے عنوان ''باب الذکر بعد الصلوۃ'' پر (یہ وضاحت ملحوظ رہے کہ) ذکر بالجہر کا مطلقا اور نماز کے بعد شرعا جواز ثابت ہے اس پر کئی احادیث ہیں جو عنقریب آ رہی ہیں۔ (ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت، ص ۱۸۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد اور اس کی تائید و تصدیق کرنے والے ۲۵ وہابیوں کی اس مصدقہ عبارت نے واضح کر دیا کہ وہابی اسمٰعیلی نصیر الدین غورغشتوی قرآن و حدیث اور فقہائے احناف کی تعلیمات کے مطابق ذکر بالجہر کا فتوی دیتا تھا اور اس پر دلیل میں اس وہابی اسمٰعیلی نے کیا پیش کیا ہے۔ وہ فتوی کون سا ہے اور کس کا ہے اور کون سی کتاب کا ہے۔ سنیوں کو تو ایسے ہی نظر آ جائے گا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی وہ عبارت جس کو ہم نے پیش کیا ہے وہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اقرار کے مطابق قرآن و حدیث اور فقہائے احناف کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں اسمٰعیلی گنگوہی کی طرح بن جائے گا لہٰذا اس کو چشمے کی ضرورت پڑے گی اگر پھر بھی اس کو نظر نہ آئے تو اپنی قسمت پر روئے اور اپنے ہی اوپر دو چار حرف کرے۔

مزید لکھتے ہیں:

بدانکه جهر بذکر مطلقا و بعد از نماز مشروع است و اردشده است در وے احادیث۔

جاننا چاہیے کہ ذکر بالجہر مطلقا اور خاص کر نماز کے بعد شرعا جائز ہے اور ذکر بالجہر کے جواز پر کئی احادیث ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

گفته اند که مراد بتکبیر اینجا ذکر است چناں که در صحیحین از ابن عباس آمده است که رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت ﷺ معهود بود گفت ابن عباس مے شنا ختم من انقضاء الصلوة را بداں آورده است بخاری ایں حدیث را پس معلوم شد که مراد بتکبیر مطلق ذکر است۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا۔ اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ اختتام نماز کو ذکر بالجہر سے پہچانتا تھا اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا پس معلوم ہوا یہاں ذکر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

ایں حدیث صریح است در جهر بذکر که آنحضرت ﷺ بآواز بلند مے خواند۔

یہ حدیث شریف ذکر بالجہر پر صریح نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات، جلد ۱، ص ۴۱۸، ۴۱۹، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مذکورہ بالا عبارات اپنے مقصد میں بالکل واضح ہیں، جس کی وجہ سے میں ان کی وضاحت ضروری نہیں سمجھتا لیکن ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا اس کے کسی زندہ یا مردہ مرکر مٹی میں ملے ہوئے کی سمجھ میں نہ آئیں، تو میں وہابیت اسمٰعیلیت ہی کے گھر کے فتوؤں سے ثابت کر دیتا ہوں کہ ان عبارات کا مطلب وہی اور صرف وہی ہے جو ہم نے سمجھا۔ لہٰذا کسی بھی قسم کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی یا پھر کسی اور کو اصول سمجھانے کے بجائے خود اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی یہ عبارات ذکر بالجہر کے ثبوت کے لئے کافی ووافی اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کے مرض کے لئے دوائے شافی ہیں ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان شیخ صاحب کی عبارات کے بارے میں کوئی حیل وحجت کرے میں وہابی اسمعیلی گھر سے ہی اس کا ثبوت دے دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا شمار اکابر علماء احناف اور برصغیر کے مشہور محدثین میں ہوتا ہے آپ برصغیر کے ان اولین علماء میں سے ہیں جنہوں نے یہاں علم حدیث کو متعارف کروایا تمام علوم وفنون اور خصوصاً حدیث وتفسیر اور فقہ میں اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔۔۔آپ اشعۃ اللمعات کے باب الذکر بعد الصلوۃ میں ذکر بالجہر کے جواز پر لکھتے ہیں:

بدانکه جهر بذکر مطلقا و بعداز نماز مشروع است و ارد شده است درو بے احادیث۔

جاننا چاہیے کہ ذکر بالجہر مطلقا اور خاص کر نماز کے بعد شرعا جائز ہے اور ذکر بالجہر کے جواز پر کئی احادیث ہیں۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ۱۳۷، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

نوٹ! یہ کتاب ۲۵ وہابیوں کی پسند فرمودہ ہے۔

وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کی معتبر ومستند کتاب سے ثابت ہوگیا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ذکر بالجہر کے قائل تھے اور مسجد میں اور نماز کے بعد ذکر بالجہر کا فتوی دیتے تھے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اور کسی کی نہ مانے اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث کی مان لے۔ اگر ان کی نہیں مانی اور یقیناً نہیں مانی تو پھر یہ دھوکہ بازی کیوں؟ ان کے نام کا استعمال کیوں؟ اب وہابی اسمعیلی یا تو شیخ صاحب پر بھی فتوی لگائے یا اپنی ہی کتاب کو اپنے گلے میں لٹکا کر آئینہ بنا کر اس میں اپنی صورت دیکھ لے تا کہ اس کو کچھ یاد آئے۔

وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی مساجد میں ذکر بالجہر کی مجالس منعقد کرنے کے جواز کے قائل ہیں پھر علامہ (عبدالحئ لکھنوی از ناقل) تحریر فرماتے ہیں: ومنهم الشيخ عبد الحق الدهلوى حيث اورد فى رسالته المسماة بتوصيل المريد الى المراد ببيان احكام الاحزاب و الاوراد كلاما طويلا بالفارسية فى جوازه وانا اذكره معربا فنقول الجهر و الاعلان بالذكر والتلاوة و الاجتماع للذكر فى المجالس و المساجد جائز و مشروع لحديث من ذكرنى فى ملأ ذكرته فى ملأ خير منهم۔ (سباحۃ الفکر، ص ۳۵) ترجمہ (مجالس ذکر اور جہری کے قائلین میں سے شیخ عبدالحق دہلوی بھی ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالہ "بتوصیل المرید الی المراد ببیان احکام الاحزاب و الاوراد" میں اس کے جواز پر فارسی میں طویل کلام فرمایا ہے ہم اس کو عربی میں نقل کر رہے ہیں: (جس کا ترجمہ یہ ہے) پس ہم کہتے ہیں کہ پکار کر اور اعلان کے ساتھ ذکر اور تلاوت اور ذکر کے لئے مجالس اور مساجد میں اکٹھا ہونا جائز ہے اور مشروع ہے اس حدیث۔۔۔کی وجہ سے۔

(ذکر اللہ کے حلقے جنت کے باغات، ص ۱۹۹، ادارۃ الشیخ)

نوٹ: یہ کتاب درج ذیل وہابیوں اسمعیلیوں کی مصدقہ ہے:

(۱) وہابی اسمعیلی صاحبزادہ محمد طلحہ کاندھلوی (۲) وہابی محمد عاقل (۳) وہابی شاہد سہارنپوری (۴) وہابی مختار الدین (۵) وہابی مفتی

رضاء الحق (۶) وہابی یوسف متالا (۷) وہابی عبدالقیوم حقانی (۸) حافظ نثار احمد الحسینی۔

نوٹ! یہی عبارت ۲۵ وہابیہ اسمعیلیہ کی مصدقہ کتاب میں "فقہائے امت رحمہ اللہ ومحدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے آراء سے مساجد میں ذکر بالجہر کا ثبوت" کی ہیڈنگ کے تحت موجود ہے۔

گویا ۳۴ وہابیوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو اپنی کتاب کو آگ لگا دے (جیسا گنگوہی نے حاجی صاحب کے رسالہ کو لگوائی تھی) یا پھر اپنے ان وہابیوں اسمعیلیوں کا کچھ کرے جو شیخ صاحب کی عبارات اپنی تائید میں ذکر کرتے ہیں اور اس کی تردید بھی نہیں کرتے تو یہ بھی وہابی اسمعیلی گکھڑوی و ماسٹری اصول سے شیخ صاحب کے ساتھ ہیں لہذا پہلے ان پر فتوے لگائے ان کو حنفیت سے خارج قرار دے اور ان کے بارے میں بدعتی بدعتی کی رٹ لگائے پھر کسی اور کے بارے میں کلام کرے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یا کوئی اور وہابی احمدی جب تک اپنے اصولوں پر خود عمل کر کے یہ سب کچھ جو انہوں نے ہمارے بارے میں لکھا ہے اپنے وہابیوں کے بارے میں نہیں لکھتا اس وقت تک ہمیں کوئی اصول دکھانے کی ضرورت نہیں یا ہمارے سامنے کسی اور کا نام لانے کی کوشش نہ کرے۔

وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

ذکر جہری اکابرین کے فتاوی کی روشنی میں (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔۔ یہ حدیث ذکر بالجہر پر واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر بالجہر فرماتے تھے۔۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۱۱، زمزم پبلشرز کراچی)

اس وہابی اسمعیلی نے بھی شیخ صاحب کا مذہب بیان کر کے اسمعیلی ساجد خان کی علمی اوقات بتا دی ہے۔

(۶) علامہ أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوی الحنفی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ويستفاد من الحديث الأخير جواز رفع الصوت بالذكر والتكبير عقب المكتوبات بل من السلف من قال باستحبابه۔۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اخیر سے ثابت ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے بلکہ علمائے سلف نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔۔ (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص ۳۱۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ احمد بن محمد طحطاوی علیہ الرحمۃ بھی ہماری تائید کرنے والے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ احادیث سے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت ہوتا ہے اور سلف میں سے بعض اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے سارے فتوے علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کو دکھائے اور ان کو حنفیت سے خارج کرے پھر ہماری طرف آئے لیکن علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کو حنفیت سے خارج کرنا اتنا آسان کام نہیں جب بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان اس طرح کا کوئی ناپاک کام کرے گا تو اس سے پہلے ہی اس کی اپنی حنفیت پر لوگ چار حرف کر دیں گے۔

مزید لکھتے ہیں:

ونص الشعرانی فی ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور ما لفظه وأجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الله تعالی جماعة فی المساجد وغیرها من غیر نکیر إلا أن یشوش جهرهم بالذکر علی نائم أو مصل أو قاریء قرآن کما هو مقرر فی کتب الفقه۔۔۔

اور امام شعرانی نے اپنی کتاب "ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ متقدمین و متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں بغیر کسی نکیر کے جماعتی شکل میں ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی اور تلاوت قرآن کرنے والے کو تشویش ہو جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۳۱۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے تو مساجد میں ذکر بالجہر پر اجماع نقل کر دیا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مزید اپنی ذلت و رسوائی کے لئے کیا چاہتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی کو چاہیے کہ ان تمام سلف صالحین پر فتوے لگائے جو جو مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے ان کو بھی بدعتی بدعتی کی گردان سنائے یا پھر اس کے لئے وہابی اسمٰعیلی کو صرف ہم ہی ملے ہوئے ہیں۔ چلیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ایک اوپشن دیتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی ان اکابرین پر فتوی نہ لگائے لیکن جن جن وہابیوں اسمٰعیلیوں نے اس فتوے کی تائید وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے کی ہے ان پر ہی فتوی دھر دے تا کہ اپنے اور پرائے کا فرق نہ رہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گنتی شروع کرے اور ہمیں خود ہی نام لکھ کر بتائے کہ کون کون سے وہابی اسمٰعیلی بدعتی ثابت ہو گئے اور کتنے رہ گئے ہیں تا کہ ان کو بھی وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے وہی ثابت کیا جائے یہ بات ہم نے اس لئے کی ہے کہ آج کل وہابیہ اسمٰعیلیہ کو اصول اصول کا کیڑا کچھ زیادہ ہی کاٹ رہا ہے دوسروں کو تو کہتے ہیں لیکن اپنے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے انہیں موت آتی ہے کیوں؟ وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے اصولوں پر عمل کریں پھر ہم سے کرنے کو کہیں، جیسا کہ ان کے اپنے بنائے ہوئے اصول ہیں۔

۲۵ وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی مصدقہ کتاب میں وہابی اسمٰعیلی احمدی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کا شمار مشہور فقہائے احناف میں ہوتا ہے حاشیہ الدر المختار اور حاشیہ مراقی الفلاح آپ کے علمی مقام کا منہ بولتا ثبوت ہیں شرح نور الایضاح کا شمار فقہ حنفی کے ماخذ میں ہوتا ہے اور فتوی کے باب میں آپ کی یہ تصنیف سند کا درجہ رکھتی ہے حاشیہ مراقی الفلاح میں آپ نے ذکر بالجہر کے جواز پر عمدہ بحث فرمائی ہے اور اس کے آخر میں علامہ شعرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر بالجہر کے جواز پر اجماع امت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير ..

علماء سلف وخلف کا بغیر کسی نکیر کے مساجد میں جہراً مجالس ذکر کے استحباب پر اجماع ہے۔۔

(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ۱۴۶، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

یہ کتاب ۲۵ وہابیوں کی مصدقہ ہے اور وہ اس میں واضح اعلان کر رہے ہیں کہ مساجد میں ذکر بالجہر کے جواز پر اجماع امت ہے جبکہ وہابی اسمٰعیلی اس اجماع امت کا منکر ہی نہیں بلکہ جو اس کا انکار نہ کرے اس پر بدعتی ہونے، حنفیت سے خارج ہونے کا فتوی لگا کر اسے گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کافر، دوزخی، دین سے خارج، وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی کیونکہ آج کل اصول اصول کا کھیل کھیل رہے ہیں لہٰذا ہم بھی ان کے ہاتھ وہابی اصول دیتے ہیں تا کہ یہ اپنے اصول پر عمل کریں۔ یہ ۲۵ وہابی اسمٰعیلی ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مساجد میں ذکر بالجہر کے جواز پر اجماع امت ہے جبکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس اجماع امت کا منکر ہی نہیں بلکہ اس پر فتوے لگاتا ہے تو اب اجماع امت کے منکر کے بارے میں فتوے وہابی اسمٰعیلی گھر سے

ہی دیکھ لیں تا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی اوقات خود اسی کے وہابی گھر کے اصولوں سے ثابت ہوجائے اور یہ بھی کہ وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر کتنا عمل کرتے ہیں۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی دیوبندی مفتی حبیب اللہ لکھتا ہے:

اجماع امت کے مقابلے میں اپنی ذاتی وانفرادی رائے کو ترجیح دینا اور اسی کو قابل اتباع سمجھنا بے شمار گمراہیوں کا سبب اور دین و دنیا کے اعتبار سے اللہ کی ناراضگی کا بھی سبب ہے۔ (تکملہ الرد الفقہی علی جسٹس مفتی تقی عثمانی، ص ۸۴، مکتبہ حبیبیہ)

(۲) وہابی احمدی ماسٹر امین صفدر اکاڑوی لکھتا ہے:

''تمام اہل سنت اجماع امت کو دلیل شرعی مانتے آئے ہیں، اجماع امت کا مخالف بنص کتاب وسنت دوزخی ہے۔''

(تجلیات صفدر، جلد اول، ص ۲۸۷، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) احمدی دیوبندی سلیم اللہ خان کی مصدقہ کتاب میں دیوبندی زر محمد لکھتا ہے:

''جاننا چاہیے کہ اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے۔'' (فتنہ قادیانیت، ص ۶۷، مکتبہ فاروقیہ)

(۴) ماسٹر امین صفدر اکاڑوی لکھتا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا۔''

(تجلیات صفدر، جلد ۶، ص ۱۸۹، مکتبہ امدادیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی اوقات خود اسی کے گھر کے اصولوں سے ثابت ہوگئی وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے گھر کے اصولوں سے اپنا ایمان ثابت کرے ورنہ دوسروں پر عوعو کرنے سے باز آئے۔

اسی طرح وہابی اسمٰعیلی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں زکریا تبلیغی کے خلیفہ مختار الدین نے بھی لکھا ہے:

علامہ سید احمد طحطاوی کے نزدیک ذکر جہری کی مجالس: علامہ سید احمد طحطاوی حنفی لکھتے ہیں: **ونص الشعرانی فی ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور ما لفظه وأجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الله تعالی جماعة فی المساجد وغيرها من غير نكير** ۔ (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۱۸۴، دار الایمان راولپنڈی)

یہ کتاب تقی عثمانی (جو کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا استاذ ہے) کی اور اس کے علاوہ ۵ وہابیوں کی مصدقہ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ان سب کو بھی وہ سارے راستے دکھائے جو یہ ہمیں دکھارہا تھا اور بدعتی بدعتی کی رٹ سنا رہا تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ اب اس کی ساری گردانیں بند ہوگئی ہوں گی اور اب اس کو منہ چھپانے کی بھی جگہ نہیں ملے گی۔

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

لا یمنع من الجهر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی: (وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ) (البقرة: ۱۱۴) كذا فی البزازية۔۔۔

کسی شخص کو مسجد میں بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے تا کہ روکنے والا ''من اظلم ممن منع۔۔۔ الایۃ: اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کی مسجدوں میں لوگوں کو اللہ تعالی کے نام سے روکے'' کی وعید میں نہ آئے۔ اور اسی طرح فتاوی بزازیہ میں ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۳۱۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت کی وضاحت بھی میں وہابیہ اسمعیلیہ ہی سے کر دیتا ہوں کہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ اس میں کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ ہم کچھ کہیں گے تو تکلیف زیادہ ہوگی۔

وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مساجد میں ذکر بالجہر سے نہیں روکا جائے گا آیت کریمہ ''اور اس سے بڑا کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالی کی مساجد میں اللہ تعالی کا نام لینے سے روکے'' کی وعید میں داخل ہونے سے بچتے ہوئے۔

(ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۵۳، زمزم پبلشرز کراچی)

اسی طرح ۲۵ وہابیہ اسمعیلیہ کی مصدقہ کتاب میں وہابی اسمعیلی نثار احمد لکھتا ہے:

علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا يمنع من الجهر بالذكر في المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔

اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔۔۔

اسی طرح کی عبارات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

قرآن وسنت اور فقہاء و محدثین کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حدود و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مساجد میں ذکر بالجہر انفرادی ہو یا اجتماعی ہر صورت جائز ہے۔ قرآن پاک میں مساجد میں ذکر اللہ سے روکنے کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ذکر بالجہر کرنے والے صحابی کو ریا کار کہنے کی تردید فرمائی **اور فقہاء کرام و محدثین عظام نے مساجد میں ذکر بالجہر کو نہ صرف جائز کہا ہے بلکہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کے حوالے سے اسے روکنے سے منع فرمایا ہے۔ اب روکنے والے اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ اظلم من الناس ہیں یا مصلحین امت۔ اور وہ ذکر اللہ سے روک کر مساجد اور معاشرہ میں فساد کے مرتکب ہیں یا اصلاح کے داعی؟**

(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، ۲۶۴، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت خود وہابیہ اسمعیلیہ کے ۲۵ گرگوں کی مصدقہ کتاب سے ہوگئی ہے اگر یہ وضاحت ہم کرتے تو وہابیہ اسمعیلیہ ہر طرف سے چیخنا شروع ہو جاتے۔ یہ ان کے اپنے ۲۵ نے وضاحت کی ہے اب چیخیں یا کچھ اور کریں برداشت کرنا پڑے گا ویسے وہابی اسمعیلی ساجد خان وہابی نثار احمد الحسینی کی اس عبارت کی وضاحت ذرا کھول کر کرے تاکہ معلوم ہو کہ وہ اس میں کس پر اور کیا کیا فتوے لگا رہا ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان مر جائے گا اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کی طرح مٹی ہو جانا پسند کرے گا پر اس عبارت کی وضاحت نہیں کرے گا۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے یہ سب کچھ اپنے ذمہ لے اور جو کچھ اس نے ہمارے ذمہ لگانے کی کوشش کی ہے وہ سب ۲۵ وہابیوں کے گلے میں ڈالے پھر ہم سے بات کرے۔

قارئین! ایک بات بھولتے بھولتے یاد آ گئی ہے آپ کی بھی توجہ اس کی طرف مبذول کروا دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ علامہ طحطاوی نے اپنی اس عبارت کے آخر میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ''كذا في البزازية'' یعنی مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کریں گے۔۔

فتاوی بزازیہ میں بھی اسی طرح ہے یعنی فتاوی بزازیہ میں بھی مساجد میں ذکر بالجہر سے روکنے سے صرف منع ہی نہیں کیا گیا ہے بلکہ قرآن کی آیت کے ذریعے ڈرایا بھی گیا ہے۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی بتائے کہ وہ تو فتاوی بزازیہ کے حوالے سے یہ بیان کرتا ہے کہ مساجد میں ذکر بالجہر منع ہے جبکہ علامہ طحطاوی حنفی علیہ الرحمۃ گویا فرماتے ہیں کہ فتاوی بزازیہ میں ذکر بالجہر کے جواز کے فتوے کے ساتھ ساتھ مساجد میں ذکر بالجہر سے روکنے والے کو بھی ڈرایا گیا ہے۔

(۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی (التوفی ۱۰۸۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

والجهر ذكر بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ : إنّهٗ أَفْضَلُ حيث خلا مما ذكر لِأَنَّهُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَلِتَعَدِّي فَائِدَتِهٖ إِلَى السَّامِعِينَ، وَيُوقِظُ قَلْبَ الذَّاكِرِ فَيَجْمَعُ هَمَّهٗ إِلَى الْفِكْرِ، وَيَصْرِفُ سَمْعَهٗ إِلَيْهِ، وَيَطْرُدُ النَّوْمَ، وَيَزِيدُ النَّشَاطَ۔

اور جہری ذکر کے متعلق بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ افضل ہے جب یہ خالی ہو ان چیزوں سے جن کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس جہر کا فائدہ سامعین (سننے والوں کو) پہنچتا ہے اور یہ (جہری ذکر) ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے تو اس طریقہ سے وہ اپنی دل جمعی سے فکر کرے گا اپنا کان اس کی طرف لگا دے گا اور نیند کو دور کرتا ہے اور نشاط اور سرور پیدا کرتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وفی البزازیة ناقلا عن الفتاوی ان الذکر بالجهر فی المسجد لا یمنع احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ۔

اور فتاوی بزازیہ میں ہے: کسی شخص کو مسجد میں بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے تا کہ روکنے والا ''من اظلم ممن منع۔۔الایۃ: اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کی مسجدوں میں لوگوں کو اللہ تعالی کے نام سے روکے'' کی وعید میں نہ آئے۔

(الفتاوی تنقیح الحامدیۃ مع الفتاوی الخیریۃ علی مذہب الامام اعظم ابی حنیفہ، جلد ۲، ص ۲۸۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ بھی ذکر بالجہر کے قائل ہیں اور بالخصوص اس ذکر کے جس سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان منع کر رہا ہے اور اس پر بدعت اور حرام و ناجائز کے فتوے لگا رہا ہے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک مسجد میں ذکر بالجہر جائز ہی نہیں بلکہ حضرت تو اس سے منع کرنے والے اور فتوے ٹھوکنے والے کو ظالم قرار دے رہے ہیں۔ یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ۲۵ وہابیوں کی مصدقہ کتاب کہہ رہی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو قرآن و حدیث اور فقہائے احناف کا موقف سمجھاتے ہوئے لکھتا ہے:

علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا یمنع من الجهر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ۔

اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

یہ خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ۲۵ علماء کی مصدقہ کتاب کا فیصلہ ہے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ نے علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ کا موقف واضح

الفاظ میں لکھ کر اس پر وہ تبصرہ کیا ہے کہ اگر کوئی سادات احناف کا حقیقی وارث یہ تبصرہ کرتا تو وہابیت اسمعیلیت اپنی چار پائی الٹی کر کے فتوے دھرنا شروع ہو جاتی لیکن یہاں خاموش ہے کیوں؟ ان ۲۵ پر بھی فتوے دھرے۔ ویسے دوسروں کو اصول بتانے والوں کو اپنے گھر کے اصول دیکھ کر دن میں تارے نظر آ رہے ہوں گے اور ہمیں یقین ہے کہ اب کچھ اپنے گریباں میں جھانکیں گے اور اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں گے ورنہ چلو بھر پانی تیار رکھیں گے۔

یہی وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ کے بارے میں مزید لکھتا ہے:

علامہ رملی رحمہ اللہ علمائے احناف میں امام وقت تھے۔ تمام علوم وفنون اور خصوصا فقہ میں ان کے فتاوی الخیریہ کا شمار فقہ حنفی کے ماخذات میں سے ہے حضرت علامہ رملی رحمہ اللہ فتاوی خیریہ میں لکھتے ہیں: **جاء فی الحدیث ما اقتضی طلب الجهر به---** یہ احادیث ذکر بالجہر کے جواز کی مقتضی ہیں۔۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ۱۳۷، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

اس حوالے سے بھی ثابت ہو گیا کہ علامہ صاحب ذکر بالجہر کے قائل تھے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان پر فتوے لگا لے پھر ہماری طرف آئے۔

(۸) سید احمد الحموی المصری الحنفی (المتوفی ۱۰۹۸ھ) علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وقد ذكر الشيخ عبد الوهاب الشعراني في كتابه المسمى به "بيان ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور" ما نصه وأجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارىء قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه---

اور امام شعرانی نے اپنی کتاب "ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ متقدمین ومتاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں بغیر کسی نکیر کے جماعتی شکل میں ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی اور تلاوت قرآن کرنے والے کو تشویش ہو جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباہ والنظائر، جلد ۴، ص ۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حوالے پر بھی میں اپنی طرف سے کچھ وضاحت کرنے کے بجائے خود وہابی اسمعیلی ۲۵ علماء کی مصدقہ کتاب سے اس کی وضاحت کر دیتا ہوں تاکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ابوعیوب وہابی کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر کے افراد کو سمجھائے ورنہ ہم تو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ جب تک وہابی اسمعیلی اپنے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اصولوں پر عمل نہیں کرتے ہم پر تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

علامہ سید احمد بن محمد الحموی رحمہ اللہ کا شمار اکابر فقہاء احناف میں ہوتا ہے۔ تمام عمر آپ رحمہ اللہ نے درس وتدریس اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ آپ کے تلامذہ میں امام احمد بن محمد بن عمر، قاضی القضاۃ شہاب الدین الخفاجی اور فقیہ محمد بن احمد الشوبری رحمۃ اللہ علیہم جیسے حضرات شامل ہیں۔ آپ نے فقہ حنفی میں جامع متون وشروح یادگار چھوڑے ہیں۔ **متقدمین فقہائے احناف رحمہ اللہ کے مسلک پر آپ ذکر بالجہر اور مجالس ذکر کو مستحب قرار دیتے تھے۔۔** (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ۱۳۸، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

علامہ حموی حنفی علیہ الرحمۃ کے بارے میں خود وہابیہ اسمعیلیہ کے ۲۵ گرگوں کا اقرار آپ نے ملاحظہ کیا، علامہ صاحب بھی مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے اور اس کو اجماع امت سے ثابت فرماتے تھے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو جال ہمارے لئے بچھایا تھا بحمدللہ اب وہ خود اس میں ایسا پھنس چکا ہے کہ ان شاء اللہ کبھی بھی اس سے نکل نہیں سکتا چاہے نانوتوی و گنگوہی والا زور لگالے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اور کچھ نہ کرے بس ان پر بھی کوئی دو چار فتوے بدعت و بدعتی کے لگا دے تا کہ اس کا اپنے ہی گھر کے اصولوں سے حق پسند ہونا ثابت ہو۔

بحمدللہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا منہ ایسا بند ہوا ہے کہ اس کے لئے سوائے فرار کے اور کوئی راستہ باقی نہیں بچا۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو دعوی کیا تھا سادات احناف نے ہی اس کا جاندار رد بیان کر دیا ہے۔ علامہ حموی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ایک حوالہ اور بھی بیان کر دیتا ہوں پھر آگے بڑھتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی رضاء الحق یہ ہیڈنگ ''مساجد میں ذکر جہری فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں'' دینے کے بعد ۸ نمبر پر لکھتا ہے:

فقہائے کرام میں سے حضرت مولانا سید احمد بن محمد الحموی المصری نے بھی مسجد میں اجتماعی جہری ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کا بھی اچھا جواب دیا ہے۔ چنانچہ علامہ حموی الاشباہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔۔۔

(ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۱، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمعیلی رضاء الحق نے بھی اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ علامہ حموی حنفی علیہ الرحمۃ مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب بھی دیا ہے اور اچھا دیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ جواب ہم آگے نقل کریں گے۔

(۹) علامہ ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِنَّ الْجَهْرَ أَفْضَلُ۔۔۔ وَفِي حَاشِيَةِ الْحَمَوِيِّ عَنِ الْإِمَامِ الشَّعْرَانِيِّ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلَى اسْتِحْبَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا إِلَّا أَنْ يُشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلَى نَائِمٍ أَوْ مُصَلٍّ أَوْ قَارِئٍ۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ بے شک ذکر بالجہر افضل ہے۔۔۔ اور حاشیہ حموی میں امام شعرانی سے منقول ہے کہ متقدمین و متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں بغیر کسی نکیر کے جماعتی شکل میں ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی اور تلاوت قرآن کرنے والے کو تشویش ہو جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۵۲۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ شامی کی بھی عبارات پر کلام ہم اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ نے جو کچھ ان عبارات پر لکھا ہے وہ پیش کر دیتے ہیں تا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اپنی اوقات اپنے ہی گھر سے معلوم ہو جائے۔

وہابی اسمعیلی احمدی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

علامہ شامی رحمہ اللہ متاخرین فقہائے احناف میں عظیم مقام کے حامل ہیں۔ مختلف فقہی مسائل پر کئی چھوٹی بڑی تصانیف آپ رحمہ اللہ کی یادگار ہیں۔ حاشیہ ردالمختار فقہ حنفی میں آپ رحمہ اللہ کے قلم کا عظیم شاہکار ہے اور فقہ حنفی کا اس وقت عظیم ماخذ ہے جسے فتوی کے باب میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ردالمختار میں آپ رحمہ اللہ نے ذکر بالجہر پر بھی بحث فرمائی ہے اور اس پر وارد ہونے والے

شبہات کو دور فرماتے ہوئے حنفی نقطۂ نظر کو دلائل و براہین سے واضح فرمایا ہے۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۱۴۹،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی جو عبارت علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے نقل کی ہے اس پر وہابی اسمٰعیلی رضاء الحق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس کے بعد علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تمام بحث کا فیصلہ اس الفاظ کے نقل کرنے کے ساتھ فرمایا؛ حاشیہ حموی سے علامہ شعرانی کا قول نقل فرماتے ہیں۔۔۔**اس سے معلوم ہوگیا کہ علماء کا اجماع ہے ذکر بالجہر اور مجالس ذکر کے استحباب پر خواہ اس کا انعقاد مسجد میں ہو یا کہیں اور ہو۔۔۔**(ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں،ص ۱۰۵،زمزم پبلشرز کراچی)

علامہ شامی کی عبارات کی جو وضاحت خود وہابیہ اسمعیلیہ نے کی ہے اس سے بالکل واضح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علامہ شامی بھی سادات احناف کے حقیقی ورثاء اہلسنت کے ساتھ ہیں اور صرف ذکر بالجہر ہی کے قائل نہیں بلکہ مساجد میں بھی ذکر بالجہر کے قائل ہیں اور جو جو مساجد میں ذکر بالجہر کرنے سے روکتا ہے اس کے بارے میں کیا لکھتے ہیں اس کی وضاحت بھی ۲۵ وہابی اسمٰعیلی علماء سے کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔۔۔لا یمنع من الجھر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قولہ تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۲۶۲،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت خود وہابی نے نقل کی ہے اور اپنی تائید میں اور اپنے دعوے کی دلیل میں بیان کی ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے وہابی نثار احمد الحسینی کے ساتھ ساتھ اس کے ۲۵ بھی اس عبارت سے راضی ہیں ورنہ تقریظ ہی کیوں لکھتے جیسا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے مفت سے مفتی کا اصول ہے **چنانچہ وہابی اسمٰعیلی مفتی مجاہد لکھتا ہے:**

اس بات کو فاضل بریلوی نے بھی درست سمجھا تبھی تو تقریظ لکھی۔(ہدیہ بریلویت،ص ۱۲۲،ادارہ تحقیقات اہل وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی کے بنائے ہوئے اصول سے ان تمام وہابیہ اسمعیلیہ کا علامہ شامی کی عبارت کو درست سمجھنا ثابت ہوا اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ مساجد میں ذکر اللہ کے روکنے والے کو ظالم کہہ رہے ہیں جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی نثار کی آگے کی عبارت بتا رہی ہے جسے ہم ماقبل میں نقل کر چکے ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود اپنے گھر ہی کے فتوے سے کیا ہوا یہ اسی کے گھر کے اصولوں نے بیان کر دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کسی دوسرے کو اصول سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر خود ہی عمل کر لے، تا کہ اس کو کچھ معلوم ہو کہ حنفیت سے اہلسنت حنفی بریلوی جو کہ سادات احناف کے حقیقی ورثاء ہیں ان کو نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کو ہی نکالنا ہے اور یہی بدعتی ہیں اور انہی پر بدعت کا فتویٰ لگانا ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وَقَدْ حَرَّرَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْخَيْرِيَّةِ وَحَمَلَ مَا فِي فَتَاوَى الْقَاضِي عَلَى الْجَهْرِ الْمُضِرِّ وَقَالَ: إنَّ هُنَاكَ أَحَادِيثَ اقْتَضَتْ طَلَبَ الْجَهْرِ، وَأَحَادِيثَ طَلَبَ الْإِسْرَارِ وَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِأَنَّ ذَلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَشْخَاصِ

وَالْأَحْوَالِ، فَالْإِسْرَارُ أَفْضَلُ حَيْثُ خِيفَ الرِّيَاءُ أَوْ تَأَذِّي الْمُصَلِّينَ أَوْ النِّيَامِ وَالْجَهْرُ أَفْضَلُ حَيْثُ خَلَا مِمَّا ذُكِرَ، لِأَنَّهُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَلِتَعَدِّي فَائِدَتِهِ إلَى السَّامِعِينَ، وَيُوقِظُ قَلْبَ الذَّاكِرِ فَيَجْمَعُ هَمَّهُ إلَى الْفِكْرِ، وَيَصْرِفُ سَمْعَهُ إلَيْهِ، وَيَطْرُدُ النَّوْمَ وَيَزِيدُ النَّشَاطَ۔

اور اس مسئلہ کو (علامہ خیر الدین رملی نے بھی) فتاوی خیریہ میں تحریر کیا ہے اور فتاوی قاضیخان میں جس ذکر جہر کو حرام کہا گیا ہے اس کو (انہوں نے) جہر مضر (یعنی ضرر دہ جہر) پر محمول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن میں ذکر جہر کی ترغیب ہے اور ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن میں سری ذکر کی ترغیب ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ جہر اور سر اختلاف اشخاص اور اوقات سے مختلف ہوتا ہے لہٰذا جب ریاء کا اندیشہ ہو یا نمازیوں کی نماز اور سونے والوں کی نیند میں خلل پڑ جانے کا خوف ہو تو سر افضل ہے اور جب یہ خوف نہ ہو تو جہر افضل ہے کیونکہ اس جہر کا فائدہ سامعین (سننے والوں کو) پہنچتا ہے اور یہ (جہری ذکر) ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے تو اس طریقہ سے وہ اپنی دل جمعی سے فکر کرے گا اپنا کان اس کی طرف لگا دے گا اور نیند کو دور کرتا ہے اور نشاط اور سرور پیدا کرتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۹ ص ۶۵۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ شامی و علامہ خیر الدین رملی علیہما الرحمۃ کی اس عبارت کی وضاحت بھی ہم کئی وہابیہ اسمٰعیلیہ کی بالعموم اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ تقی عثمانی وہابی احمدی کی مصدقہ کتاب سے بالخصوص کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں یہی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

علامہ خیر الدین رملی اور علامہ ابن عابدین کی نقل کردہ اس عبارت سے بالکل یہ واضح ہے کہ ان کے نزدیک بھی شرائط کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر نہ صرف جائز بلکہ بعض حالات و اشخاص کے اعتبار سے افضل ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف بھی تیز جہر اور زیادہ بلند آواز میں ہے یا بالفاظ دیگر جہر کامل میں ہے کہ جہر کامل ضرر کا سبب نہ بن جائے تو بعض محققین علماء کے نزدیک یہ جائز ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت سے بھی واضح ہے۔۔۔ (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۱۸۱، دار الایمان راولپنڈی)

علامہ شامی اور علامہ خیر الدین رملی علیہما الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ وہابی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب سے ہو گئی ہے اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے ان افراد کو کسی کنویں میں بند کرے اور اوپر سے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کے فتووں کی بوچھاڑ کرے پھر کسی اور سے بات کرے۔

(۹) علامہ آلوسی حنفی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) ذکر بالجہر کے بارے میں لکھتے ہیں:

والذی نص علیه الإمام النووی فی فتاویه أن الجهر بالذكر حيث لا محذور شرعيا مشروع مندوب إليه بل هو أفضل من الإخفاء۔۔۔۔

ذکر بالجہر کے مسئلہ پر امام نووی رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں صراحت سے ذکر کرتے ہیں کہ اگر ممانعت (کی صورت میں) نہ ہو تو ذکر بالجہر جائز مستحب بلکہ ذکر خفی سے افضل ہے۔۔۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۱۶ ص ۲۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ آلوسی حنفی کی عبارات کی وضاحت بھی خود وہابیوں نے کی ہے اور ان کے ذکر بالجہر کے موقف کو بھی بیان کیا ہے ہم وہی نقل کر دیتے ہیں تا کہ اتمام حجت کے ساتھ وہابی اسمٰعیلی کی اوقات بھی معلوم ہو کہ اس نے کسی اور پر فتوے نہیں لگائے بلکہ ان پر لگائے ہیں جن کو اس نے خود ثالث بنایا ہے یا اپنی کتاب میں جن کے نام لکھ کر گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: ذکر بالجہر جب کہ کوئی وجہ شرعی نہ ہومندوب ہے بلکہ ذکر سری سے افضل ہے امام شافعی کے مذہب میں۔اور یہی امام احمد کی ظاہر الروایہ ہے اور امام مالک کی بھی ایک روایت اسی طرح ہے حافظ ابن حجر کے فتح الباری میں نقل کرنے کے مطابق۔اور اسی قول کو قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اختیار کیا ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی روایت ہے، بلکہ مسند ابی حنیفہ کے ظاہر الفاظ مطلق ذکر بالجہر پر دلالت کرتے ہیں۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۵۳، زمزم پبلشرز کراچی)

اسی طرح وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی علامہ آلوسی کا ذکر بالجہر کے حوالے سے نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ متقدمین اور متاخرین کے علوم کے جامع اور اپنے وقت کے متبحر عالم دین تھے تفسیر روح المعانی آپ کی عظیم یادگار ہے۔۔۔علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے دوسرے مسائل فقہیہ کی طرح ذکر بالجہر کے مسئلہ میں بھی حنفی نقطۂ نظر کو دلائل و براہین سے واضح فرماتے ہوئے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ۱۴۵، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

ان عبارات سے علامہ آلوسی حنفی کا نقطۂ نظر اور ان کا موقف خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کی عبارات سے واضح ہو گیا ہے کہ وہ بھی ذکر بالجہر کے قائل تھے۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بدعت بدعت کی کہانی علامہ صاحب کو بھی سنائے تا کہ اس کو خود معلوم ہو کہ یہ کتنے پانی میں ہے۔

(۱۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶ھ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وينبغي ان يجمع اهل السلوك حلقة بعد الفجر و العصر يذكرون الله تعالى على وجه الجمعية ففي ذلك فوائد لا توجد في الوحدة۔

ترجمہ: اور مناسب یہ ہے کہ اہل سلوک فجر اور عصر کے بعد کسی حلقہ (مجلس) میں جمع ہو کر اللہ کا ذکر کیا کریں، اس لئے کہ جمعیت میں وہ فوائد ملتے ہیں، جو تنہائی میں نہیں پائے جاتے۔ (بحوالہ ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۶۰، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

اسمٰعیلی رضا الحق ''ذکر جہری اکابرین کے فتاوی کی روشنی میں'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

عالم ربانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القول الجمیل میں تحریر فرماتے ہیں۔۔

(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۱۲، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

آپ (شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ از ناقل) دوسرے علوم وفنون کے ساتھ ساتھ تصوف وسلوک میں بھی محقق وقت تھے آپ ذکر بالجہر کو سلوک طریقت کا اہم حصہ شمار کرتے تھے۔۔۔

مزید ایک اور مقام پر القول الجلی کے حوالے سے لکھتا ہے:

مشاہدہ ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حاضرین مجلس ذکر کو ذکر جہر کا حکم فرمایا۔اس وقت ایک شخص جو ذکر بالجہر کا منکر تھا سامنے آ گیا۔آپ نے اس سے فرمایا: احادیث کی معتبر کتب میں ذکر بالجہر کی ممانعت نہیں ہے۔پھر حاضرین مجلس ذکر، آہستہ آواز سے بلند اور بہت زیادہ جہر کم آواز میں ذکر بالجہر میں مشغول ہو گئے خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ذکر بالجہر میں اس حد تک مشغول ہو گئے کہ آپ کے ساتھ اتنے بلند آواز میں کسی میں ذکر بالجہر کی طاقت نہ تھی۔آپ کی چشمہائے مبارکہ سرخ تھیں اور ریش مبارک ذکر بالجہر کے ضربات میں گھٹنوں تک پہنچ جاتی تھی حاضرین مجلس ذکر اسی کیفیت میں تھے کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔آپ نے فرمایا: تم

جانتے ہو نماز کا وقت ہونے میں کیا حکمت ہے؟ (پھر خود ہی جواب میں) فرمایا: (ذکر بالجہر کی برکت سے) ہم جس مقام پر پہنچے کوئی نہیں پہنچ سکتا (یعنی جتنے سلوک کی ضرورت تھی وہ ذکر بالجہر سے مل گیا، اگر اسی طرح مشغول رہتے تو مزید برداشت نہ ہوسکتا، اس لئے رب تعالی کی قدرت سے نماز کا وقت ہوگیا) اس کے بعد ان حضرات کو اس کیفیت سے افاقہ ہوگیا۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۳۹، ۱۴۳، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ہمیں مزید کسی قسم کی وضاحت نہیں کرنی کیونکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ دربھنگیہ نے ہی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو ذکر بالجہر کا قائل بلکہ فاعل بھی لکھا اور ثابت کیا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر کسی قسم کا فتوی لگانے کے بجائے شاہ صاحب پر لگائے اور ان پر لگائے جو شاہ صاحب کو ذکر بالجہر کا قائل کہتے ہیں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کی چارپائی الٹی ہوگئی ہوگی اور بیچارہ اپنے ہی گھر کے افراد کے کارنامے دیکھ کر اور یہ دیکھ کر کہ جن کو اس نے ثالث بنایا تھا ان کو بھی اسی عقیدے کا قائل کہہ کر اس کی بدعتی بدعتی کی گردان کا رخ کدھر کیا ہے۔ اور اس کی ساری محنت پر کیا پھیرا ہے۔

(۱۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حقیقت ذکر جہر کی ہے اور اصل یہ ہے کہ اس کا انکار نادانی ہے اور قرآن شریف سے جہر صراحتا ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ما اذن اللہ لشیء ما اذن یعنی اللہ تعالی نے تغنی بالقرآن بطریق جہر کے لئے اجازت فرمائی ہے اور تلبیہ حج کے بارے میں آیا ہے افضل الحج العج والثج یعنی بہترین حج وہ ہے کہ اس میں لبیک کہنے میں آواز بلند کی جائے اور اللہ تعالی کی راہ میں زیادہ جانور ذبح کئے جائیں اور قرآن کی فضیلت مشہور ہے اور روایت ہے کہ: کنا نعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ ﷺ بالذکر۔ یعنی صحابہ کہتے تھے کہ ہم لوگ ذکر کی آواز سن کر معلوم کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز تمام فرمائی یہ بھی ثابت ہے کہ: فضل الذکر الذی یسمعه الحفظة علی الذی لا یسمعه الحفظة بسبعین ضعفا۔ یعنی وہ ذکر کہ اس کو حفظہ یعنی فرشتگان نگہبان اور نویسندگان اعمال نہیں سنتے اس ذکر کی فضیلت ستر درجہ زیادہ ہے بہ نسبت اس ذکر کے کہ اس کو فرشتگان نگہبان و نویسندگان اعمال نہیں سنتے۔ طریقہ چشتیہ اور اویسیہ اور قادریہ کا یہ کہ یہ سب حضرات ہمارے پیر ہیں ان سب طریقوں کی بنا ذکر جہری پر ہے اور یہ کہنا باطل ہے کہ یہ حرام ہے اور فعل حرام سے قرب الہی حاصل نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ ذکر جہری سے جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جمعیت نہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ خواجہ سرا عالم فقہیات بادشاہ روم کی طرف سے حج کے لئے مامور ہوکر مدینہ منورہ میں آئے اور شیخ ابراہیم کردی سے ملاقات کی اور کہا کہ اس سفر میں میں نے ایک بدعت عظیم دور کی ہے تو شیخ ابراہیم نے فرمایا کہ کون سی بدعت دور کی ہے۔ تو خواجہ سرا نے کہا کہ مسجد اور شہر بیت المقدس سے ذکر جہری میں نے موقوف کرادیا۔ تو شیخ ابراہیم کردی نے یہ آیت پڑھی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها یعنی اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اس سے کہ اس نے اللہ کی مسجدوں میں منع کردیا کہ وہاں اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور ان مسجدوں کی خرابی کی کوشش کی۔ اور شیخ ابراہیم نے چند روایات جو کہ فتاوی سے نقل کیا تھا، پیش کیا۔ اور فرمایا کہ اگر تقلید سے کام ہے تو آپ دوسرے کے مقلد ہیں اور میں دوسرے کا مقلد ہوں اور آپ کی روایت مجھ پر حجت نہیں اور اگر تحقیق مقصود ہے تو گیند اور میدان موجود ہے اس کے بعد شیخ ابراہیم کردی نے اثبات جہر میں چند رسالے لکھے ان میں سے بعض فقیر کے پاس بھی موجود ہیں۔

(فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۰۴، ۱۰۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارات کی وضاحت بھی وہابیہ اسمعیلیہ نے خود کی ہے اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ذکر بالجہر کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ اس کا انکار کرنے والے کو بے وقوف کہتے تھے۔

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ برصغیر کے مشہور محدث اور تمام علوم وفنون میں اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے تھے آپ کا حلقہ درس عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا۔۔۔ذکر بالجہر کے جواز پر آپ کے فتاوی میں ایک مستقل فتوی موجود ہے جس میں آپ رحمہ اللہ نے ذکر بالجہر کے متعلق کئی شبہات کے جواب دیئے ہیں۔اس فتوی میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دیگر حقیقت ذکر جہر وحق است کہ انکار آں سفاہت واضح است۔۔۔ذکر بالجہر کی حقیقت میں حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر کا انکار صاف بے وقوفی ہے۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۷ ۱۴،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

ذکر جہری اکابرین کی فتاوی کی روشنی میں۔۔۔(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاوی عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

تیسرا مطلب: حقیقت ذکر جہر کی ہے اور اصل یہ ہے کہ اس کا انکار نادانی ہے اور قرآن شریف سے جہر صراحتا ثابت ہے۔۔۔

مزید لکھتا ہے:

اور شاہ عبدالعزیز صاحب تو ذکر بالجہر کے انکار کو بے وقوفی فرماتے ہیں۔۔۔

(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں،ص ۱۰۵، ۱۵۲،زمزم پبلشرز کراچی)

یہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کی عبارات ہیں جن میں وہ صراحتا کہہ رہے ہیں کہ شاہ صاحب کے نزدیک ذکر بالجہر جائز ہے اور جو انکار کرے بے وقوف و نادان ہے۔اب وہابی اسمعیلی ساجد خان جو کرنا چاہتا ہے کرلے اور جتنے فتوے لگانا چاہتا ہے لگالے لیکن فتوے لگیں گے کن پر اس کی وضاحت ماقبل حوالوں سے بالکل واضح ہو چکی ہے۔

قارئین! ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں لیکن ابھی فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ان اکابرین پر فتوے لگاتے ہوئے مزید کچھ لب کشائی کی تو ان شاءاللہ اور بھی حوالے بیان کروں گا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات احناف کے ہاں مسجد وغیرہ میں عادت کے طور پر بآواز بلند ذکر کرنا یا درود شریف پڑھنا بدعت ہے۔الا یہ کہ تعلیما ہو۔انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۸۸،جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ابتدائے کتاب سے جو بونگیاں مارنا شروع کیں تھی ابھی تک اسی میں لگا ہوا ہے۔اس جاہل کو یہ ہی معلوم نہیں کہ سادات احناف کا اصل مذہب کیا ہے، چلیں یہ تو ممکن ہے بلکہ سادات احناف کے اصل موقف سے جاہل رہنا تو وہابیت اسمعیلیت کا علامتی نشان ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان تو اپنے گھر وہابیت اسمعیلیت در بھنگیت سے بھی جاہل ہے اس کو اس کا ہی علم نہیں کہ وہابیت اسمعیلیت کا موقف ذکر بالجہر کے بارے میں کیا۔ہم تو پہلے ہی سادات احناف کا موقف ذکر بالجہر کے بارے میں بیان کر چکے ہیں اور حوالے بھی دے چکے لیکن اب یہاں خود وہابیہ اسمعیلیہ کے ۲۵ علماء کی مصدقہ کتاب سے بھی سادات احناف کا

موقف ذکر بالجہر کے بارے میں بیان کر دیتے ہیں اور یہ بات ثابت کر دیتے ہیں کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ دربھنگیہ کے نزدیک سادات احناف کا موقف کیا ہے، تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ دعوی سادات احناف کی پیروی میں کر رہا ہے یا پھر اپنے ایک مجنون و پاگل کی پیروی میں کر رہا ہے۔اور اس کے بعد وہابیت اسمعیلیت دربھنگیت کا موقف بھی بیان کروں گا تا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان جیسوں کو اپنے گھر کا موقف معلوم ہو۔

۲۵/وہابیوں کا اقرار سادات احناف مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی اپنی کتاب میں یہ ہیڈنگ ''فقہائے امت رحمہ اللہ و محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے آراء سے مساجد میں ذکر بالجہر کا ثبوت'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

امام محمد بن محمد شہاب المعروف ابن بزاز کردری حنفی رحمہ اللہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ، علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا یمنع من الجہر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قولہ تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔۔۔ اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ ۔۔۔محدث الہند علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔۔۔وانا اذکرہ معربا فنقول الجہر و الاعلان بالذکر والتلاوۃ و الاجتماع للذکر فی المجالس و المساجد جائز و مشروع لحدیث من ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہم۔۔۔ میں اس کا عربی ترجمہ کرتا ہوں کہ ذکر اور تلاوت کے لئے جہر اور اعلان اور ذکر کی مجالس اور مساجد میں اجتماع جائز اور مشروع ہیں۔۔۔۔ (بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی کی نقل کردہ عبارت جس پر ۲۵ وہابیوں کی تائید و تصدیق ہے اس میں پانچ حنفی بزرگوں کا نام موجود ہے جن کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ سارے مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے اور اسی کا فتوی دیتے ہیں۔ان میں وہ حضرات بھی موجود ہیں جن کو خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور وہ بھی کہ جن کا نام استعمال کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جیسا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ایک دلیل میں بزعم خود علامہ بزازی حنفی کا نام بھی لیا ہے لیکن یہاں دیکھیے کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کے ۲۵ علماء کی مصدقہ کتاب میں سب سے پہلے علامہ بزازی ہی کا نام لکھا ہے کہ وہ مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے۔اب وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کے اصول کے مطابق یا تو ساجد خان جھوٹ بول رہا ہے یا پھر وہ ۲۵ جھوٹ بول رہے ہیں؟ بہر حال وہابی اسمعیلی نثار احمد الحسینی کی نقل کردہ عبارت سے بہت کچھ ثابت ہو گیا لیکن جو وضاحت ان عبارات کی اس نے کی ہے ان کو نقل کرنا میں ضروری ہی نہیں بلکہ بہت ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ جو جو فتوے اس نے ساجد خان وغیرہ پر لگائے ہیں وہ انہی کا خاصہ ہے۔

اسمعیلی نثار احمد الحسینی مذکورہ بالا فقہائے احناف کی عبارات بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

قرآن و سنت اور فقہاء و محدثین کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حدود و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مساجد میں ذکر بالجہر انفرادی ہو یا اجتماعی ہر صورت جائز ہے۔قرآن پاک میں مساجد میں ذکر اللہ سے روکنے کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ذکر بالجہر کرنے والے صحابی کو ریاکار کہنے کی تردید فرمائی **اور فقہاء کرام و محدثین عظام نے مساجد میں ذکر بالجہر کو نہ صرف جائز**

کہاہے بلکہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کے حوالے سے اسے روکنے سے منع فرمایا ہے۔اب روکنے والے اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ اظلم من الناس ہیں یا مصلحین امت۔اور وہ ذکر اللہ سے روک کر مساجد اور معاشرہ میں فساد کے مرتکب ہیں یا اصلاح کے داعی؟
(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۲۶۴،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی نے اپنے گھر کے مزید ۲۵ افراد کے ساتھ مل کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کو جہاں رکھا ہے اور اس کا جو حال کیا ہے وہ آپ سب نے دیکھ لیا ہے۔میں آپ کی توجہ ایک بار پھر وہابی نثار احمد الحسینی کے خط کشیدہ الفاظ کی طرف کروانا چاہتا ہوں جس میں اس نے فقہاء و محدثین کے موقف کو تو بیان کیا ہی ہے لیکن وہابی ساجد خان جیسوں کے بارے میں جو لکھا ہے وہ کمال ہی ہے،وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے افراد کو سادات احناف کا موقف سمجھا لے پھر ہم سے بات کرے ورنہ اپنا۔۔منہ کہیں اور لے جائے کیونکہ ادھر تو اس کی ذلت و رسوائی ہی ہے۔

۲۵/وہابیہ اسمٰعیلیہ کا مساجد میں ذکر بالجہر کے بارے میں موقف

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی کے لئے ماقبل کی عبارات ہی کافی تھی لیکن ہم نے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر رہے ہیں کہ ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ کا موقف بھی بیان کریں گے لیجئے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ۲۵ علماء کا موقف خود انہی کے اقرار سے دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار الحسینی لکھتا ہے:

علمائے دیوبند نے اصول و فروع میں ہمیشہ فقہ حنفی کی ترجمانی کی۔چنانچہ ''ذکر بالجہر کے مسئلہ میں بھی اپنے پیش رو ائمہ اسلاف اہل السنت والجماعت کے موقف کو امت کے سامنے بے غبار فرمایا،اور عملاً علمائے دیوبند کے وہاں مدارس،مساجد،خانقاہوں اور سفر و حضر میں ذکر بالجہر کا ماحول رہا ہے۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۱۵۷،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ۲۵ علماء کی مصدقہ کتاب سے وہابیہ کا موقف بالکل واضح ہو گیا کہ وہ بھی مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل ہیں اور مساجد میں ذکر بالجہر ان کے ہاں معمول ہے۔

قارئین!وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال آپ نے خود ہی ملاحظہ کر لیا کہ نہ تو سادات احناف اس کے اس دعوے کو مانتے ہیں جیسا کہ خود وہابیہ نے اس کا اقرار کیا ہے اور نہ ہی خود وہابی اسمٰعیلی مانتے ہیں۔جب خود احمدی ساجد خان کے گھر کے افراد ہی اس کے دعوے کو نہیں مانتے تو ہم پر تھوپنے کی کوشش کیوں کرتا ہے اور سادات احناف کا نام لے کر دھوکہ کیوں دیتا ہے۔؟ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کچھ عیاری،مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے دھوکہ دینے کی کوشش کرے میں پہلے سے ہی اسی کے گھر کے افراد کے حوالے مزید بھی بیان کر دیتا ہوں جن میں وہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کر رہے ہیں۔اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان پر بدعتی و حرام کے مرتکب ہونے کے فتوے لگائے اور ان کو حنفی ہونے سے خارج کرے تاکہ اس کا انصاف پسند ہونا سب کو معلوم ہو لیکن ایسا ہو گا نہیں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی اپنے ایک اور وہابی اسمٰعیلی احمدی دیوبندی غلام محمد دینپوری کے حوالے سے لکھتا ہے:

بعد از نماز مغرب(عشاء سے قبل)حضرت روزانہ طریقہ قادریہ کے مطابق مسجد میں ذکر جہر کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے جسے حلقہ ذکر کہا جاتا ہے۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم،ص ۱۶۹،خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

خود وہابیہ اسمٰعیلیہ سے ہی عادت کے طور پر مسجد میں ذکر بالجہر ثابت ہو گیا ہے اور وہابی ساجد خان کے دعوے کی حقیقت اسی کے

گھر سے بیان ہوگئی اور اسی کے دعوے کے مطابق بدعتی کا مصداق خود اسی کے گھر سے برآمد ہوگیا ہے اب اس بدعتی کو وہ روایت سنا کر جہنم کا کتا خود ہی بنا دے جو وہابی اسمٰعیلی ہمارے لئے بیان کرتے رہتے ہیں کیوں کہ ہم کچھ کہیں گے تو تکلیف زیادہ ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو حنفیت سے بھی خارج کرے اور اس کے علاوہ جو فتوے لگانا چاہے لگا دے۔

قارئین! اس صریح حوالے سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ساری تاویلات بھی در یا برد ہوگئیں اور بیچارے کا دعوی بھی زمین میں دھنس گیا اور اسی کا فتوی اسی کے گھر میں کام آ گیا ہے اور جو گڑھا اس نے ہمارے لئے کھودا تھا اپنوں کو ہی اس میں گرا کر ان کی قبر بنا گیا۔

یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں جس سے وہابیت اسمٰعیلیت مزید غرق ہو جائے گی اور اسمٰعیلی کے دعوے کی حقیقت بھی مزید کھل جائے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ وہابی اسمٰعیلی نثار احمد نے جو حوالہ بیان کیا ہے اس میں ابتدا والی عبارت بھی نقل کی اور آخر والی بھی لیکن درمیان والی عبارت بغیر کوئی نشان لگائے ہضم کر گیا لیکن گھمن کے بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی نے بھانڈا پھوڑ دیا اور اپنے وہابی بدعتی کے مقاصد مزعومہ کا انکشاف کر دیا۔

چنانچہ گھمن کا بدعتی پیر لکھتا ہے:

حضرت ثانی سائیں فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ صاحب ذکر جہر اس قدر بلند آواز سے کرتے تھے کہ آنے والا مسافر آدمی نہر پر ہی حلقہ ذکر میں سے حضرت کے آوازے کو سن کر پہچان لیتا تھا۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۷۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا وہابی ابا مسجد میں اتنی بلند آواز میں ذکر کرتا کہ نہر پر موجود آدمی بھی سن لیتا تھا۔ وہابی اسمٰعیلی خلیفہ کی آواز سارے مجمع سے زیادہ ہوتی تھی جیسا کہ عبارت میں تصریح ہے وہابی اسمٰعیلی کتنا چیخ چیخ کر وہ بھی مسجد میں ذکر کرتا ہوگا کہ مجمع میں بجائے اس کی آواز دبنے کے اور زیادہ بلند ہوتی اور نہر پر موجود آدمی اس کی آواز سن بھی لیتا اور پہچان بھی لیتا۔ لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو یہ نظر نہیں آتا اور ادھر کچھ بھی نہیں کہتا اور ان کے لئے کوئی دعوی بیان نہیں کرتا اور نہ ہی ان کو سادات احناف کے وہ فتوی دکھاتا ہے جو اس نے بزعم خود بیان کئے ہیں آخر کیوں؟ حوالہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے مطالبہ ہے کہ اپنے اس وہابی اسمٰعیلی پر بھی ایک دو فتوے لگا دے اور ان کو بھی سادات احناف کے وہ فتوے جو تم نے بزعم خود نقل کئے ہیں دکھا دے اور بقول تیرے حنفیت کا جو جھوٹا لباس اس نے پہنا ہوا تھا وہ بھی اپنے اس دعوے و فتوے سے اتار دے۔ اب وہابی اسمٰعیلی یا تو اپنی کتاب اور دعوے کو بچائے گا یا پھر مسجد میں چیخ چیخ کر ذکر کرنے والے اس وہابی اسمٰعیلی کو بدعتی کا ٹائٹل دے کر گھر سے جوتے کھائے گا۔ وہابی جو بھی کرنا چاہے اس کو اجازت ہے کیونکہ یہ اسی کے گھر کے فتوے ہیں اسی کے گھر کام آ رہے ہیں وہابی اسمٰعیلی دوسروں کو دکھانے اور سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے ان فتوؤں پر خود ہی عمل کر کے دکھائے ہم یہ بات اس لئے کر رہے ہیں کہ ہماری کتاب پڑھنے کے بعد وہابی اسمٰعیلی کی چیخیں نکلیں گی اور دار دیو تک پہنچیں گی اور اس کے پاس سوائے بھونکنے کے اور کوئی جواب نہیں ہوگا اور اس نے اصول اصول کا کھیل کھیل کر جان چھڑانے کی کوشش کرنی ہے اور ہم نے یہ ہونے نہیں دینا ہمیں اصول بتانے سے پہلے وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے گا۔ یہ ساری بحث ہم نے وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے کی ہے۔

وہابی بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی اپنے وہابی فقیر محمد کے حوالے سے لکھتا ہے:

ایک مرتبہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں ذکر جہری فرما رہے تھے کسی نے روکنے کی کوشش کی تو فرمایا

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا ...

ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم اس شخص سے جو روکے اللہ کی مساجد میں اس بات سے کہ اس میں (اللہ) کا ذکر کیا جائے اور کوشش کرے مساجد کو ویران کرنے کی۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص۲۲۱، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمٰعیلی فقیر محمد نے تو ساجد خان کے دعوے کا قصہ ہی تمام کر دیا، وہابی اسمٰعیلی فقیر محمد حرم میں بیٹھ کر بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے جب اس کو کوئی ساجد جیسا سمجھانے آتا ہے تو بجائے اس کی بات ماننے کے اسی پر فتوے لگا دیتا ہے۔ لیکن یہاں کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کو التزام التزام کی گردان یاد نہیں آئی کیونکہ وہ تو صرف اور صرف سنیوں کے لئے بنائی ہوئی ہے؟ جاہل بلکہ اجہل وہابی ساجد خان دوسرں پر مساجد میں ذکر بالجہر کرنے پر فتوے ٹھوک رہا ہے جبکہ اسی کا معتبر و مستند وہابی گو یا اس پر فتوے لگا رہا ہے اور وہابی ساجد خان کو ہی قرآن کی آیت کی روشنی میں ظالم کہہ رہا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا تو اپنے اس بدعتی فقیر محمد کو بچائے گا یا پھر اپنے ہی دعوے پر چار حرف کر کے توبہ کرے گا اور آئندہ اس طرح کی حرکتیں کرنے سے باز آئے گا۔

گھسن کا بدعتی پیر مزید لکھتا ہے:

جن لوگوں نے امام التبلیغ۔۔۔محمد الیاس صاحب کاندھلوی کا زمانہ دیکھا ہے ان سے اس سیاہ کار نے بالتواتر سنا کہ بنگلہ والی مسجد ''مرکز تبلیغ''، میں ہمیشہ معمول تھا کہ لوگ آخر شب میں عموماً سب اٹھ کر تہجد کے نوافل میں مشغول ہوجاتے **اور فجر کی اذان سے تھوڑی دیر قبل سے لے کر فجر کی جماعت کھڑی ہونے تک (جوکہ اسفار میں ہوتی تھی) اکثر لوگ مسجد میں اور باہر صحن میں اور برآمدے میں ذکر جہری میں عموماً مشغول ہوجاتے۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص۳۳۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

بدعتی پیر مزید لکھتا ہے:

یہ منظر تو اس سیاہ کار نے خود بھی ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں دیکھا ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کے زمانے میں کہ **فجر کی اذان سے لے کر فجر کی جماعت کھڑے ہونے تک دہلی مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں کافی لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے، ان میں سے کچھ مسجد کے اندر ہوتے تھے اور کچھ باہر مگر ان سب کی آواز سے مسجد اور باہر کا سارا حصہ ذکر جہری سے گونجتا رہتا تھا۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص۳۳۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمٰعیلی بدعتی پیر نے تو قصہ ہی تمام کر دیا میں یہاں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کچھ سوالات کر لیتا ہوں۔

اولاً: یہ بتائے کہ جو وہابی فجر کی آذان سے پہلے ذکر بالجہر شروع کرتے تھے اور فجر کی جماعت تک اسی میں مشغول رہتے تھے وہ فجر کی سنتیں کب پڑھتے تھے؟ اور اسی طرح جو نمازی ان کے علاوہ مسجد میں آتے تھے وہ سنتیں کہاں ادا کرتے تھے؟ یا وہ بھی نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ ان کے حوالے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اگر بالفرض وہ پڑھتے تھے تو کیا اس ذکر بالجہر سے ان کی نماز میں خلل آتا تھا یا نہیں؟ اگر آتا تھا اور یقیناً آتا تھا تو ان کا حکم کیا ہے؟

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے دعوے کو دیکھے اور پھر تبلیغی الیاس کے زمانے میں تبلیغیوں کے کام بھی دیکھے اور جنہوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے ان کا استدلال بھی دیکھے اور بتائے یہ سارے وہابی اسمٰعیلی بدعتی تھے؟ اور مسجد میں بیٹھ کر حرام کام کر رہے تھے؟ اور ان کو مسجد سے نکال دینا چاہیے تھا؟ یا یہ سارے بقول تمہارے گمراہ تھے؟ یا تم اپنی کتاب کی روشنی اور دعوے میں جھوٹے ہو؟

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جتنے بھی بے بنیاد اور اپنی کم علمی و جہالت کی وجہ سے دعوے کئے اور پھر اس پر جو بھی دلائل دیئے وہ سب کے سب خود وہابیت کا ہی بیڑا غرق کر رہے ہیں اور ان تمام کے تمام وہابیوں کو بدعتی ثابت کر رہے ہیں جو اس نے بزعم خود

ہمارے خلاف دیئے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے گھر کی چارپائی کے نیچے ڈنڈا پھیر لے پھر ہم سے بات کرے۔

رابعاً: مسجد میں اس طرح گلے پھاڑ پھاڑ کر (صاف ظاہر ہے کہ ذکر خفی سے تو مسجد نہیں گونجے گی اور نہ ہی ذکر بالجہر معتدل سے) ذکر کرنا کہاں سے ثابت ہے اور کون کون سے سادات احناف نے اس کی اجازت دی ہے کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہاء کا نام مع کتب بیان کرے ورنہ ان لوگوں کی جھوٹی حنفیت پر چار حرف کرے یا پھر اپنا منہ بند کرے۔

اسی طرح احمدی نثار الحسینی اپنے وہابی تبلیغی زکریا کی مسجد میں ذکر بالجہر کی مجلس کے بارے میں لکھتا ہے:

اس ذکر بالجہر کے وقت پوری مسجد گونج جاتی، ذاکرین ذوق وشوق سے ذکر کرتے۔ ہر شخص **لا الہ الا اللہ. اللہ اللہ اور الا اللہ** کی ضرب میں مست ہوتا۔ بعض حضرات کی جوش وجذب میں آواز بہت بلند ہوجاتی۔ یہ ذکر کم وپیش ایک گھنٹہ تک ہوتا۔

(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۸۹، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

۲۵/وہابیوں کی مصدقہ کتاب نے بھی تصدیق کر دی ہے کہ مسجد میں وہابی تبلیغی گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کرتے تھے اب دوسروں کی نمازوں کا کیا ہوتا ہوگا یہ تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی بتائے گا اور یہ بھی بتائے گا کہ یہ ذکر جس سے مسجد گونجتی تھی جائز تھا یا ناجائز اور سادات احناف اس کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور سادات احناف کی مخالفت کرنے والا حنفی ہی ہوگا یا پھر کچھ اور۔ اور تم نے جو فتوے لگائے ہیں وہ ان پر بھی لگیں گے یا نہیں؟

وہابی اسمٰعیلی خائن نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

حضرت شیخ (زکریا تبلیغی از ناقل) کا معمول رمضان المبارک میں اعتکاف کا تھا اس میں دیگر معمولات کے علاوہ ظہر تا عصر ذکر جہری کی مجلس ہوتی تھی جس میں اس وقت کے اکابر، علماء، مشائخ اور مفتی حضرات شرکت فرمایا کرتے تھے چودہ سو ہجری کا رمضان حضرت مفتی زین العابدین صاحب کی مسجد فیصل آباد میں ہوا جہاں جم غفیر شریک تھا۔ ان میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی، مفتی اعظم پاکستان حضرت ولی حسن صاحب کے علاوہ بہت سے وقت کے اکابر نہ صرف شریک رہے بلکہ خود بھی اس مبارک مجلس میں ذکر جہری میں محو رہتے تھے۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۹۱، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

لو جی! یہ وہابی اسمٰعیلی ہیں جو رمضان کے مہینے میں مسجد میں ذکر بالجہر کر رہے ہیں اور کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی ان پر اب تک فتویٰ لگانے والا تھا لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بہت بڑی ہمت کی ہے اور ان جاہلوں کی جہالت کا پردہ فاش کر کے ان کی علمی لیاقت کا بھانڈ پھوڑ کر دو چار عبارتیں ڈھونڈ ہی لیں جس سے یہ سب وہابی اسمٰعیلی نہ صرف بدعتی ثابت ہوئے بلکہ حرام کام کے مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ حنفی ہونے سے بھی خارج بھی ہوئے اور گمراہیت کا فتویٰ مزید ان کی قسمت میں آیا، واہ واہ وہابی اسمٰعیلی واہ اگر تیرے جیسے دو چار اور پیدا ہو گئے تو وہابیت کی حالت مزید پتلی ہوجائے گی۔ بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ جو دعویٰ اس نے کیا ہے اور جو دلائل اس نے بزعم خود دینے کی کوشش کی ہے وہ سب اپنے ان وہابیوں کو بھی دکھائے جن میں ان کے مفتی اعظم بھی موجود ہوتا بلکہ گھمن کے بدعتی پیر کی تصریح کے مطابق وہ بھی ذکر بالجہر میں ضربیں لگاتا تھا۔

وہابی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی یہی واقعہ کچھ اس طرح لکھتا ہے:

اور بعد ظہر مجلس ذکر جہری جس میں ہزاروں کا مجمع تھا اور ہند و پاک بلکہ دنیا بھر کے اکابر و مشائخ شریک تھے۔ بالخصوص مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن گنگوہی، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحب جیسے فقیہ نہ صرف اعتکاف فرما رہے تھے **بلکہ بعد ظہر مجلس ذکر جہری میں**

شریک ہوکر خوب ذکر کرتے تھے دلر با ضربیں لگاتے تھے پوری مسجد ذاکرین سے گونجتی تھی فقیر (بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی از ناقل) بھی الحمدللہ اس مبارک باغ جنت میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔

(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۴۲۶، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمعیلی مفتی اعظم تو خود مسجد میں اور وہ بھی رمضان کے مہینے میں وہ بھی ضربوں کے ساتھ ذکر بالجہر کر رہا ہے لیکن کوئی بھی اس پر فتوی لگانے بلکہ دکھانے والا بھی نہیں ہے مگر ایک وہابی اسمعیلی ساجد خان ہے جو رات کو بیڑی لیتا ہے اور جب اس کا نشہ نہیں اترتا تو اہلسنت کے خلاف کتاب لکھنے بیٹھ جاتا ہے اور اس میں بجائے یہ کہ ہمارا رد کرے اپنے ہی وہابیوں اسمعیلیوں کا خانہ خراب کرتا ہے اور ان ہی کو بدعتی اور نجانے کیا کیا ثابت کر جاتا ہے۔ اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کا نشہ اتر گیا ہو تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے (جیسا کہ وہابی احمدی اسمعیلی مسجد میں گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کر رہے ہیں) کہ اس کے دعوے کا کیا حال ہوا اور اس کے دیئے ہوئے دلائل کس کے خلاف ہیں اور وہ سارے فتوے کس کی قسمت میں آئے ہیں۔ میں یہاں ایک اور حوالہ بھی اسی سلسلے کا نقل کر دیتا ہوں اس کو بھی دیکھ لیجئے تا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی علمیت کا بھانڈا آپ کے سامنے مزید پھوٹ جائے۔

تبلیغی زکریا کا خلیفہ مختار الدین لکھتا ہے:

ہر جمعہ کو حضرت شیخ کا معمول تھا کہ عصر سے مغرب تک مسجد میں ہی معتکف رہتے اور اس دوران مختلف لوگ مریدین و متعلقین بھی حضرت کے ساتھ ہی مسجد میں رہتے **جن میں اکثر ذکر جہری میں مشغول اور ان کے ذکر سے مسجد گونجتی رہتی تھی**۔۔۔ یہ ہفتہ واری ذکر جہر کی مجلس مسجد میں پورا سال ہوتی تھی اور پورے ہندوستان کے اکابر علماء و مشائخ اور مفتیاں کرام میں سے اکثر کوئی نہ کوئی اس میں ضرور شرکت کرتا۔ (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۳۳۰، دار الایمان راولپنڈی)

یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاذ کی مصدقہ کتاب ہے ہم وہابی اسمعیلی سے کہتے ہیں ہماری نہ مانو پر اپنے بڑوں کی تو مان لو، وہابی مختار الدین کی کتاب تقی عثمانی کی مصدقہ ہے اسی طرح ذکر کے حلقے کتاب لکھنے والا الیاس گھمن کا بدعتی پیر ہے اور الیاس گھمن کو تم استاد جی استاد جی کہتے ہو بلکہ گھمن تو خود ذکر بالجہر کا قائل و فاعل ہے اور جو ذکر بالجہر یہ کرواتا ہے اس پر دار دیو کے مفتی نے فتوی بھی دیا ہے، پہلے اپنے گھر کی خبر تو لے لے پھر ہم سے بات کر کیوں کہ ایسے بات کرنا تیرے جیسے کی اوقات نہیں ہے۔ بہر حال پہلے اپنے ان سب گرگوں پر فتوے صادر کر لے اور وہ دلائل جو تم نے بزعم خود دیئے ہیں وہ بھی ان کو دکھا لے پھر ادھر آ۔

وہابیہ اسمعیلیہ گنگوہیہ دربھنگیہ بدعتیہ کے بدعتی مدرسہ کی مسجد کے حوالے سے وہابی بدعتی پیر لکھتا ہے:

اپریل ۲۰۱۴ء ہندوستان کے سفر میں دار العلوم دیوبند چھتہ مسجد میں بعد فجر ذکر جہری کی عمومی مجلس میں بھی شوق و محبت سے اشراق تک شریک ہوتے تھے۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۵۰، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

مزید لکھتا ہے:

الحمدللہ آج بھی دار العلوم دیوبند کی ''چھتہ مسجد'' میں نماز فجر کے بعد ذکر جہری کی بھرپور مجلس ہوتی ہے۔ مسجد کا اندرونی حصہ ہال ذاکرین سے بھر جاتا ہے اور اشراق تک ذکر اللہ کی مبارک ضربوں کی گونج رہتی ہے موجودہ مہتمم حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب خلیفہ مجاز مفتی محمود حسن گنگوہی خود بھی شریک ہوتے ہیں۔ مورخہ ۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۵/ ۱۴ اپریل ۲۰۱۴ء جانشین حسین احمد ٹانڈوی مولانا ارشد کی دعوت پر پاکستان کے اکابر و مشائخ کا ۳۰ رکنی وفد ہندوستان گیا تھا۔ احقر کو بھی اس وفد میں شرکت کی سعادت بخشی گئی تھی۔ اس وفد

میں استاذ مکرم شیر علی شاہ حضرت عبدالمجید لدھیانوی ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر جیسے اکابر بھی شامل تھے دارالعلوم دیوبند کے قیام میں استاذ شیر علی شاہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ دیگر اکابر کی معیت میں نماز فجر چھتہ مسجد میں پڑھتے تھے، بعد نماز فجر چھتہ مسجد کے اندرونی ہال میں ذکر جہری کی طویل مجلس ہوتی تھی سب حضرات روزانہ اشراق تک ذکر اللہ کی ان مبارک ضربوں میں نہ صرف شریک رہے بلکہ خود بھی ضربیں لگاتے رہے۔۔سید ارشد نے میرے عرض کرنے پر فرمایا کہ یہ مجلس سال بھر رہتی ہے۔۔۔

(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۴۱۵، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

لیجئے دار دیو کی مسجد میں وہی کام ہو رہا ہے (اور کوئی ایک شخص نہیں کر رہا بلکہ دار دیو کی پوری ذریت کر رہی ہے اور پاکستان سے جانے والے یہ بڑے بڑے وہابی اسمٰعیلی جن کے نام حوالے میں موجود ہیں وہ بھی کر رہے ہیں) جس پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان فتوے لگا رہا ہے اور اس کی وجہ سے دوسروں کو بدعتی اور حنفیت سے خارج کر کے گمراہ ثابت کر رہا ہے۔

قارئین! انصاف سے بتائیے گا کہ یہ سارے وہابی اسمٰعیلی جو مسجد میں ذکر بالجہر کر رہے ہیں اور روزانہ کر رہے ہیں اور وقت کی پابندی کے ساتھ کر رہے ہیں یہ سب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لگائے ہوئے فتوؤں سے بدعتی ہوئے یا نہیں؟ ہوئے اور ضرور ہوئے اور اس کے علاوہ جو جو فتوے اس نے لگائے ہیں اس کا مصداق ہوئے یا نہیں؟ یقیناً ہوئے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے ان وہابی علماء کو بدعتی ہونے سے بچائے اور ان کو حنفی ثابت کرے کیونکہ اس کے فتوے سے یہ سارے حنفیت سے خارج ہو کر گمراہ ہو چکے ہیں پھر ہم سے بات کرے لیکن اس سے کچھ بھی نہیں ہوگا اور جو جو حوالے اس نے اپنی کم علمی و جہالت کی بنا پر بیان کئے ہیں وہ سارے کے سارے اسی کے وہابیوں کی گلے کی ہڈی بنیں گے اور سارے فتوے انہی پر لگیں گے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں کو اصول سمجھانے کے بجائے خود اپنے گھر کے اصولوں میں اپنی شکل دیکھ لے بہت صاف نظر آئے گی بلکہ اپنے ان بدعتیوں کی شکل بھی دیکھ لے بہت اچھی طرح نظر آئے گی۔

وفادار انگریز وہابی احمد کا بیٹا اسمٰعیلی احمدی قاری طیب کہتا ہے:

خانقاہ (گنگوہ از ناقل) کے پاس ہی تالاب تھا جس کے دوسری طرف ایک مسجد تھی اس مسجد میں حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی کا اپنے تلامذہ و متعلقین کے ساتھ قیام تھا نصف شب کے بعد سے خانقاہ سے بھی ذکر جہری شروع ہو جاتا اور حضرت مولانا یحییٰ والی مسجد سے بھی، جس کے اثر سے پوری فضا لا الہ الا اللہ، الا اللہ اور اللہ اور اللہ کی ضربوں سے گونج اٹھتی تھی جس کے نتیجے میں تالاب پر کپڑے دھونے والے دھوبی بھی اس ذکر جہری سے متاثر ہوئے اور ان کا دائمی معمول بھی یہ بن گیا کہ جب کپڑا پتھر پر مارتے تو زبان سے ضرب کے ساتھ اللہ اللہ کا نعرہ بھی لگاتے۔۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۴۵، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمٰعیلی یحییٰ کاندھلوی بھی اپنے تلامذہ کے ساتھ ذکر بالجہر کرتا تھا اور اس ذکر کی آواز وہ بھی تہجد کے وقت اتنی ہوتی کہ باہر کے تالاب پر موجود دھوبی اس کو سنتے اور مست ہو جاتے اور پھر کیا ہوتا وہ سب کچھ حوالے میں موجود ہے۔ میرا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے صرف یہ سوال ہے کہ وہابی کاندھلوی کا اپنے تلامذہ کے ساتھ مسجد میں اس طرح ذکر کرنا جس سے پوری فضا گونج اٹھے جائز تھا؟ اگر جائز تھا تو تمہارے دعوے خلائی مخلوق کے لئے ہیں اور اس پر جو دلائل تم نے بزعم خود دیئے ہیں کسی اور زمینی مخلوق کے لئے ہیں یا پھر یہ تیرے وہابی اسمٰعیلی بھی ان کی زد میں آتے ہیں؟ اگر آتے ہیں اور ضرور آتے ہیں تو پھر اس بات کا اقرار کر اور ان کے بھی بدعتی ہونے اور حنفیت سے خارج ہونے کے ساتھ ساتھ گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر کر یا پھر اپنی ہی کتاب کو آگ لگا دے اور سادات احناف کی

عبارات کا صحیح محمل بیان کر۔اور یہی تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی ساجد خان بس فضول کے دوسروں کو چیلنج کرتا رہتا ہے اور دوسروں سے کہتا رہتا ہے کہ یہ سادات احناف سے ثابت کرو وہ سادات احناف سے ثابت کرو آج ہم اس کو ایک چیلنج کر رہے ہیں اور اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہابی اسمعیلی اپنے گھر کے اس عمل کو سادات احناف سے ثابت کر کے دکھائے ورنہ اپنے اصولوں سے ان پر بھی حنفیت سے خارج ہونے کے فتوے لگائے۔

یہی وہابی اسمعیلی بدعتی گھمن کا پیر لکھتا ہے:

حضرت مولانا فضل الرحمن درخواستی نے فرمایا کہ بندہ ۲۵ سال تک حضرت اباجان کو رمضان میں تراویح کی نماز پڑھاتا رہا، اس پورے عرصہ میں میرا مشاہدہ ہے کہ نماز تراویح کے دوران ہر ترویحہ میں حضرت اباجی پورے مجمع کو ذکر جہر کراتے تھے۔ ایک ذکر تو انفرادی ہوتا تھا، جو صبح کے وقت پورا فرمالیتے تھے، دوسرا ذکر یہ جو مجمع کو کراتے تھے۔ پہلے ترویحہ میں لا الہ الا اللہ کی ایک تسبیح، دوسرے ترویحہ میں الا اللہ کی ایک تسبیح، تیسرے ترویحہ میں اسم ذات مبارک اللہ کی تسبیح، چوتھے ترویحہ میں اسم پاک ھو کی تسبیح اس طرح تراویح کے ختم تک ذکر جہر مکمل کرتے اور کراتے تھے۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۸۴، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ بتائے اس کا یہ وہابی جو کام کر رہا ہے وہ کہاں سے ثابت ہے۔اسی کے ساتھ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے **اولاً:** یہ پوچھتا ہوں کہ ہر ترویحہ کے بعد اس طرح ذکر بالجہر اور اس ترتیب سے کون کون سے سادات احناف سے ثابت ہے ان میں سے ہر ایک کا نام مع کتب کے حوالے سے بیان کر دے۔

ثانیاً: ۲۵ ر سال رمضان المبارک میں مسجد میں اور وہ بھی ہر ترویحہ کے بعد ذکر بالجہر کرنا اور پورے مجمع کو کروانا کیا جائز ہے اور سادات احناف سے ثابت ہے؟ کیا سادات احناف اس کے قائل تھے؟ کم از کم پانچ فقہائے احناف سے بیان کیا جائے۔اور اگر سادات احناف سے یہ ثابت نہیں تو کیا وہابیہ اسمعیلیہ کو اجازت ہے کہ وہ یہ کریں اور ان پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگتا؟

ثالثاً: تمہارا جو دعوی ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر کرنا بدعت ہے وہ درست ہے یا پھر یہ وہابی اسمعیلی جو ۲۵ سال سے تراویح کی نماز میں مسجد میں ذکر بالجہر کروارہا ہے۔جو بھی درست ہے اس کو بیان کیا جائے۔دو کاموں میں سے ایک تو ضرور ہو گا لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کیا کرنا چاہیے وہ سب جانتے ہیں۔

رابعاً: وہابی اسمعیلی نے بزعم خود جو دلائل دیئے ہیں وہ وہابیوں کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں یا صرف اور صرف اہلسنت کے خلاف ہیں؟

خامساً: کیا صاحب بزاز یہ والا فتوی یہاں بھی لگتا ہے یا نہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت کا مصداق یہ بھی ہیں یا نہیں؟ اور جو انقلاب تجھے اور رئیس المحرفین کو آیا تھا وہ ان کو بھی بہا کر لے جائے گا یا نہیں۔؟

گھمن کا بدعتی پیر اپنے ایک وہابی اسمعیلی کے حوالے سے لکھتا ہے:

بستی درخواست میں ہمارے داداجان حضرت محمود الدین صاحب نماز مغرب کے بعد ذکر جہری کی مجلس کرواتے تھے اور وہ مجلس آج بھی ہوتی ہے۔۔ ہمارے نانا جان مولانا عبد القادر صاحب وہ بھی اپنی مسجد میں روزانہ بعد مغرب ذکر جہری کی مجلس کراتے تھے۔۔ میرے (مولانا فضل الرحمن) چونکہ اسفار ہوتے ہیں تو میں نے یہ ترتیب رکھی ہوئی ہے کہ بعد نماز جمعہ ذکر جہری کی مجالس ہوتی ہے اور بڑے بھائی مولانا فداء الرحمن بھی اسی طرز پر ذکر جہری کی مجالس کراتے ہیں۔(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۸۳، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

اس حوالے میں کتنے وہابی اسمعیلی ہیں جو احمدی ساجد خان کے فتوے کی زد میں آ رہے ہیں لیکن یہاں وہابی اسمعیلی گنگوہی کی طرح ہو گیا ہوگا، وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمت کرے پہلے ان کو حنفی بنا لے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی جو روایت اس نے نقل کی ہے وہ ان کو دکھالے پھر کسی اور سے بات کرے۔

گھسن کا بدعتی پیر لکھتا ہے:

اور ہر روز نماز فجر کے بعد درس قرآن و مراقبہ اور نماز مغرب کے بعد اجتماعی مجلس ذکر جہری ہوتی اور ملک بھر سے بڑے بڑے اکابر علماء کرام ان مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۸۷، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

قاضی مظہر کے حوالے سے وہابی اسمعیلی بدعتی پیر لکھتا ہے:

مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں زیادہ حاضری کی کوشش کیا کریں اور مجلس ذکر کا بھی التزام رکھیں۔

مزید لکھتا ہے:

ہمارے اکابرین میں سے مولانا احمد علی لاہوری کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے متعلقین کا لاہور میں ہر چاند کی پہلی جمعرات جمع کیا کرتے تھے۔۔۔وقت متعین تھا اس لئے کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔۔

مزید لکھتا ہے:

اس مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ ہر جمعرات مغفرت کا تمغہ عطا فرما دیتا ہے۔

وہابی بدعتی پیر عبید اللہ انور کے حوالے سے لکھتا ہے:

یہ محفل خیر و برکت جو ''مجلس ذکر'' کے نام سے موسوم ہے۔ ہمارا معمول چلا آ رہا ہے بعض احباب نہ معلوم کن وجوہات کی بناء پر اس کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ ہمارا مقصد محض یہی ہوتا ہے کہ نام حق دل میں جم جائے اور نام الٰہی کی برکت سے خیر و سعادت حاصل ہو جائے۔لیکن مقام حیرت ہے کہ معاشرہ میں ہر طرف فساد، شرارت، گناہ، اور جرائم کا دور دورہ ہے۔اس پر کسی کی طبع نازک کبیدہ نہیں ہوتی لیکن یاد خداوندی کے لئے اس مجلس پر اعتراضات ہوتے ہیں۔

(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۹۸، ۲۹۹، ۲۹۵، ۳۰۳، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

ان تمام حوالوں سے وہابی اسمعیلی اصولوں کے مطابق بہت کچھ ثابت ہو رہا ہے جس پر ہم ابھی تبصرہ نہیں کرتے۔بس وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہی کہتے ہیں کہ پہلے بقول ابو عیوب اپنے گھر کے گند کو صاف کرے پھر کسی اور سے بات کرے کیوں کہ ذکر بالجہر کے لئے تداعی وہابی اسمعیلی کے نزدیک جائز نہیں اور اوپر یہی کچھ موجود ہے اور عبید اللہ انور نے تو وہابیت اسمعیلیت کا کشتی ہی نہیں بلکہ جہاز ہی غرق کر دیا ہے۔لہٰذا وہابی اسمعیلی پہلے ادھر فتوے لگائے پھر ہم سے بات کرے۔

وہابی اسمعیلی بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی اسمعیلی غلام قادر کے حوالے سے لکھتا ہے:

جامع مسجد پونگراں گھنٹہ گھر ملتان میں فراغت کے بعد سے ۱۹۷۸ تک باقاعدہ ہر جمعرات بعد نماز مغرب اپنے شیخ لاہور کی طرز پر اجتماعی ذکر بالجہر کراتے تھے۔بعد ازاں اپنے مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ محلہ امیر آباد ملتان کی جامع مسجد میں اپنے سن وفات ۱۹۹۵ تک اجتماعی ذکر بالجہر کراتے رہے۔۔۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۳۰۹، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمعیلی انوری کے حوالے سے بدعتی پیر لکھتا ہے:

بعد نماز جمعہ یا کسی اور دن گھر میں یا مسجد میں مجلس ذکر ضرور منعقد کیا کریں۔
(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۳۱۸، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمعیلی بدعتی پیر اپنے وہابی مولوی یحییٰ کے بارے میں لکھتا ہے:

پھر حضرت کی مساعی سے کراچی میں مدرسہ بنایا اور خانقاہ قائم کی۔ آپ کے ہاں اجتماعی اعتکاف اور مسجد کے اندر ذکر جہری کی روزانہ مجلس ہوتی حضرت مفتی اعظم محمود حسن گنگوہی جب بھی کراچی تشریف لاتے ان کے ہاں قیام فرماتے اور مجالس میں شریک رہتے۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۳۹۰، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

لو جی یہ سارے وہابی اسمعیلی بھی ساجد خان کے فتوے سے بدعتی اور نہ جانے کیا کیا ثابت ہوئے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ساری زندگی گزر جائے گی پر اس کے گھر کے بدعتی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اپنے گھر کے گند کو دھونے میں مصروف ہو جائے اور دوسروں کے بارے میں عوعو بند کر دے۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہابی اسمعیلی فتوے

وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

حضرت عبداللہ ذوالبجارین کا واقعہ ایمان افروز واقعہ ہے اس سے عبرت ملتی ہے اور تمام مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں کہ مسجد میں ذکر جہری کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی لہٰذا مسجد میں ذکر جہری کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا بلکہ یہ حضرات قابل تعریف اور قابل رشک ہیں۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۸۷، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

فائدہ: حضرت عبداللہ ذوالبجارین رضی اللہ عنہ کے اس ایمان افروز واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر بہت بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ (۲) اسی ذکر بالجہر کی برکت سے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ''اواہ'' کا لقب عطا ہوا۔ (۳) تدفین کی یہ سعادت بھی غالباً ان کو اس مبارک عمل کی وجہ سے نصیب ہوئی۔
(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۱۹۱، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی رضاء الحق مزید لکھتا ہے:

سبحان اللہ اس حدیث سے تو تمام اشکالات دور ہو گئے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحۃً بتلا دیا کہ مساجد میں ذکر کی مجلس لگانے والے قیامت کے دن سب سے مکرم ومعزز ہوں گے لہٰذا جو حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں اپنے گریبان میں جھانک کر خود ہی دیکھ لیں کہیں یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک احادیث کا مقابلہ تو نہیں کر رہے۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۵۲، زمزم پبلشرز کراچی)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ صحابی رسول مسجد میں ذکر بالجہر کیا کرتے تھے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو منع نہیں کیا بلکہ ان کو نوازا لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان فتوے لگا رہا ہے اور حنفیت سے خارج کر رہا ہے۔ وہابی اسمعیلی کے بارے میں ہم کچھ کہیں تو شاید اس کو تکلیف ہو وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمعیلی رضاء الحق کی آخری عبارت پڑھ لے شاید کے اسے حیا آئے۔

گنگوہی پر وہابی اسمعیلی ساجد خان کا فتویٰ

وہابی اسمعیلی زکریا تبلیغی گنگوہی کے بارے میں لکھتا ہے:

رات کے وقت اعلیٰ حضرت حسب معمول تہجد اور اذکار کے لئے اٹھے اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت بھی بیدار ہو گئے اور وضو فرما کر مسجد کے دوسرے گوشے میں تہجد اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت گلا اچھا تھا اور طاقت وقوت بھی تھی، خوب ذکر جہر کے ساتھ کیا، صبح کو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق (ماہر) کرنے والا ہو بس اس دن سے مجھے ذکر کے ساتھ محبت ہو گئی۔

مزید لکھتا ہے:

گنگوہ پہنچ کر حضرت (وہابی گنگوہی از ناقل) کا جو حال تھا اور جو جذبہ اور ذوق تھا اس کے متعلق حضرت کے ماموں زاد بھائی مولانا ابوالنصر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ تھانہ بھون سے واپس ہو کر حضرت اقدس کا قیام میرے مکان پر تھا نصف شب کو جب آپ اٹھتے اور سیدھے مسجد کی جانب رخ فرماتے تو پیچھے پیچھے میں لگا ہوا چلا آتا تھا، جس وقت حضرت مخدوم بالجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے خود پر جو حالت گزرتی ہوگی اس کی کسی کو کیا خبر۔ (تاریخ مشائخ چشت، ۲۷۰، ۲۷۱، مجلس نشریات اسلام کراچی)

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی گنگوہی کے یہی واقعات نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

فائدہ: حضرت امام ربانی نے اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی موجودگی میں ذکر جہری کیا اور زندگی بھر یہ ذکر جہری کرتے رہے کہ خود ہی فرمایا کہ پھر تو مرمٹا۔ نیز ان کو اس کی ممانعت کی کوئی وجہ شرعی بھی معلوم نہ ہوئی۔۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۰۴، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ تمام وہابیوں کے ابا گنگوہی بھی ذکر بالجہر کے قائل بلکہ فاعل تھے اور مسجد میں ذکر بالجہر اس طرح کرتے تھے کہ مسجد ہی کانپ رہی ہوتی تھی۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے گنگوہی جی جو مسجد میں ذکر بالجہر کرتے تھے یہ جائز تھا کیا فتاوی بزازیہ وقاضی خان کی عبارات اس پر صادق نہیں آتیں؟ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کا یہ مصداق کیوں نہیں؟ ان سب سوالوں بلکہ ہماری تمام باتوں کا جواب صاف وصریح الفاظ میں دینا مبہم باتیں یا گول مول جواب خود تمہارے گھر کے اصولوں سے بے کار ہیں لہٰذا بات کو گھمانے کے بجائے جواب دینا۔ اور تمہارا جواب تمہارے ہی اصول سے صرف اور صرف یہی ہوگا کہ بدعتی ہے بدعتی ہے گمراہ ہے گمراہ ہے گنگوہی بدعتی وگمراہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال تو آپ اسی کے گھر کے اتنے حوالے سے دیکھ چکے کہ وہابی بھی اتنے نہ جانتا تھا ہم نے وہابیت اسمٰعیلیت کے علم میں لانے کے لئے ان کو جمع کر دیا ہے تاکہ ایک ساتھ دیکھ کر کچھ تو شرم کریں گے اور ہمارے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے اپنے ہی گھر کی یہ شکل ضرور دیکھ لیں گے۔ اب وہابی اسمٰعیلی کے دلائل بھی دیکھ لیجئے اس بیچارے کی بھی عجیب حالت ہے بس نام کمانے کے لئے یا اپنی علمی اوقات دکھانے کے لئے اس نے اس طرح کے دعوے اور دلائل جمع کئے ہیں کہ اس بیچارے کو نہ تو دعوے کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی دلائل کا۔ دعوی کیا ہے اور اس پر دلیل کیا دینی ہے اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا آپ بھی دیکھ لیجئے۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے: والا خفا افضل عند الفزع فی السفینۃ او ملا عبتھم بالسیوف و کذا الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ عالمگیری) درود شریف آہستہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کون سے باڑے سے فارغ التحصیل ہے۔ خان اعظم دعوی کیا کرتا ہے اور دلیل کیا دیتا ہے۔ شاید یہ سمجھتے ہوئے اس نے یہ کیا ہے کہ کسی نے پڑھنی نہیں لیکن اس خان اعظم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی ان بونگیوں پر بھی نظر کی جائے گی اور اس کی ان بیہودگیوں کا جواب بھی دیا جائے گا۔

اولاً: وہابی اسمٰعیلی یہ بتائے کہ اس کا دعوی تھا کہ ''مسجد میں بلند آواز سے ذکر بدعت ہے'' فتاوی عالمگیری کی اس عبارت میں اپنے دعوے کے مطابق دکھائے کہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر بدعت ہے اگر یہ گنگوہی کی طرح نہیں ہے تو پھر نشاندہی کرے اور اگر اس سے بھی بڑھ کر ہے اور یقیناً بڑھ کر ہے تو اپنے اشرفعلی جیسے کسی ناتجربہ کار حکیم کے پاس جائے اور اپنا علاج کروائے۔

ثانیاً: یہ بتائے کہ افضلیت کی نفی سے بدعت کا ثبوت ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو اپنے ہی گھر کے چند افراد کے حوالے بیان کر دے تاکہ وہابیہ اسمعیلیہ کو بدعتی بنانا مزید آسان ہو جائے۔

ثالثاً: یہ بتائے کہ فتاوی عالمگیری کی اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر منع ہے۔

رابعاً: تم کو عبارت نقل کرنا تھی تو پوری کرتے ماقبل کی عبارت چھپاتے ہوئے کچھ بھی شرم نہیں کرتے کیوں؟ ویسے دوسروں کو کہتے ہو کہ تحریف کر دی مطلب کچھ اور مراد لیا وغیرہ وغیرہ جناب وہابی اسمٰعیلی صاحب اگر تھوڑی سی ماقبل کی عبارت نقل کر دیتے تو اسی میں ہی ذکر بالجہر کا ثبوت موجود ہے لیکن آپ اس کو کوے کی بریانی سمجھ کر ہضم کر گئے شاید اسی وجہ سے کہ کسی نے پڑھنی اور اصل سے ملانی تھوڑی ہے۔ لیجئے آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے جو عبارت ہے وہ تمہارے استاذ در بھنگی و چماری تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں پیش کر کے اس سے بلند آواز سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ فتاوی عالمگیری میں بلند آواز سے ذکر بالجہر کو جائز کہا ہے۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی مختار الدین لکھتا ہے:

قاض عندہ جمع عظیم یرفعون اصوتھم بالتسبیح و التھلیل جملۃ لا باس بہ و الاخفاء افضل۔ ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالٰی و التسبیح و التھلیل یخفون۔۔

کسی قاضی یا واعظ کے پاس عظیم جماعت ہو اور وہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کو بلند آواز کے ساتھ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اخفاء افضل ہے۔

نوٹ: جس عبارت کا ترجمہ نہیں ہے وہ وہابی مختار نے نقل نہیں کی ہم نے بیان کی ہے۔

اسی عبارت سے متصل وہ عبارت ہے جس سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بلند آواز سے ذکر کو مسجد میں بدعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس عبارت میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر بلند آواز سے ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ وہابی مختار نے ترجمہ کیا ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی اگلی ہی عبارت سے بلند آواز سے ذکر کو بدعت ثابت کر رہا ہے واہ وہابی واہ۔

خامسا: تم فتاوی عالمگیری کی عبارت سے ذکر بالجہر کو بدعت ثابت کر رہے ہو جبکہ تمہارے استاذ وہابی اسمٰعیلی احمدی دربھنگی تقی عثمانی اور دیگر وہابیوں کی مصدقہ کتاب کچھ اور ہی کہہ رہی ہے اس کو بھی دیکھ لو شاید کہ تمہیں حیاء آئے لیکن جس کے اکابرین نے بیچ دار دیوحیا بیچ دی ہو اُن کو کیا آئے گی۔

وہابی اسمٰعیلی مختار الدین لکھتا ہے:

إِمَامٌ يَعْتَادُ كُلَّ غَدَاةٍ مَعَ جَمَاعَتِهِ قِرَاءَةَ آيَةِ الْكُرْسِيِّ وَآخِرِ الْبَقَرَةِ وَشَهِدَ اللهُ وَنَحْوِهَا جَهْرًا لَا بَأْسَ بِهِ وَالْأَفْضَلُ الْإِخْفَاء...

ایک امام کا یہ معمول ہو کہ وہ ہر صبح اپنی جماعت (والوں) کے ساتھ مل کر آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات اور شہد اللہ۔۔اور اس طرح کی اور آیات جہرا پڑھتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اخفا افضل ہے۔۔(فتاوی عالمگیری، جلد ۵، ص ۳۹۷، ۳۸۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی مختار الدین فتاوی عالمگیری کی یہی عبارات نقل کرنے کے بعد کیا لکھتا ہے وہ بھی دیکھ لو شاید کہ کچھ شرم محسوس کرو۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی مختار الدین لکھتا ہے:

یہاں امام کے معمول کو بتایا جا رہا ہے کہ امام مسجد میں جب صبح کی نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنی جماعت کے ساتھ بلند آواز میں تسبیح وتہلیل کر سکتا ہے صبح کی نماز کی قید غالبا اس لئے لگائی کہ اس وقت بعض علماء کا یہ معمول ہو گا کہ وہ نماز کے بعد مل کر بلند آواز سے تلاوت کرتے ہوں گے یا اس لئے لگائی کہ صبح کی نماز کے بعد چونکہ سنت ونفل نمازیں نہیں ہوتیں لہٰذا کسی کی نماز وغیرہ میں خلل نہیں پڑتا نیز صبح کا وقت نیند کا وقت ہوتا ہے چپکے چپکے اور خفی ذکر میں نیند آنے لگتی ہے اس لئے اس وقت آواز کے ساتھ ذکر کا معمول رکھا ہو گا۔ **بہر حال اتنی بات ان عبارتوں سے معلوم ہو گئی کہ مسجد میں بلند آواز کے ساتھ اجتماعی ذکر فتاوی عالمگیری کی رو سے جائز ہے۔**

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۱۷۸، دار الایمان راولپنڈی)

لیجئے! کہیں اور جانے کی حاجت نہیں بلکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی اسی کے گھر بلکہ اس کے استاذ وہابی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب سے ہی ہو گئی ہے وہابی اسمٰعیلی کسی اور پر برسنے کے بجائے اپنے ہی گھر کے افراد پر برسے۔

سادسا: یہ عبارت جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بزعم خود نقل کی ہے وہ خود اس کے وہابیوں کے خلاف ہے جیسا کہ ہم کئی حوالے بیان کر چکے ہیں تو جو جواب ان کو بچانے کے لئے دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

فتاویٰ بزازیہ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۲) فتاویٰ بزازیہ میں ہے: فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ذکر بالجہر حرام ہے کیونکہ ابن مسعود سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت کو مسجد میں سے نکال دیا تھا جو کلمہ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بلند آواز سے درود پڑھ رہی تھی اور فرمایا میں تو تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہر جگہ وہی اپنی جہالت ہی دکھاتا ہے اس جاہل آدمی کو ایک سیدھی سادھی بھی عبارت سمجھنی نہیں آتی اور بنا پھرتا ہے مناظر واہ وہابی واہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے فتاوی بزازیہ کی عبارت کو سمجھنے میں جس جہالت کا ارتکاب کیا ہے وہ اپنی جگہ آپ ہے اور ہم آگے ہی بیان کر رہے ہیں لیکن ابھی وہابی اسمٰعیلی کی ذلت ورسوائی میں مزید چار چاند لگانے کے لئے اس سے کچھ پوچھ

لیتے ہیں۔

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کسی کی نقل مار کر یا اپنی جہالت میں فتاوی بزازیہ کی جو عبارت لکھ کر جو مطلب اس سے لیا ہے وہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے ہی وہابیوں کو بدعتی بنانے کے لئے کافی ووافی اور دوائے شافی ہے ہم ماقبل میں کئی وہابیوں کے حوالے دے چکے ہیں جو مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرتے اور اس کو جائز کہتے ہیں اب وہابی اسمٰعیلی ان سب پر بدعت و بدعتی کے فتوے دے کر وہ روایت بھی بیان کر دے جس میں اس کے وہابی آباء لکھتے ہیں "اھل البدع کلاب النار" لہٰذا بہت سارے جہنمی کتے اس کو مل جائیں گے اگر ہماری زبان کچھ سخت لگے تو وہابیہ کی زبان دیکھ لینا۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ماقبل کے حوالے نظر نہ آئے ہوں یا یہ بھول گیا ہو، میں یہاں صرف ایک کتاب کی تقاریظ بیان کر دیتا ہوں جس میں کئی ایک وہابیوں نے بلند آواز سے ذکر کرنے کو اور مسجد میں ذکر کرنے کو جائز کہا ہے چنانچہ وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی نے ذکر بالجہر کا شرعی حکم کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۳ سے ۱۹ تک اجمالی تقاریظ موجود ہیں اور اس کے صفحہ نمبر ۳۴۰ سے ۳۹۰ تک تفصیلی تقاریظ موجود ہیں میں فی الحال اجمالی تقاریظ پیش کر دیتا ہوں جس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یہ سارے وہابی اسمٰعیلی بلند آواز سے ذکر کو جائز کہتے ہیں بلکہ ان میں سے کئی تو کرتے بھی ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان پر فتاوی بزازیہ کی عبارت کی روشنی میں حکم لگائے پھر ہم سے بات کرے جس جاہل کے اپنے وہابی اکابرین خود اسی کی نقل کردہ عبارات سے بدعتی اور نہ جانے کیا کیا ثابت ہو رہے ہیں وہ جاہل ہمیں ڈراتا ہے واہ وہابی واہ۔

بہر حال وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

اقتباسات، تقاریظ و تائیدات:

(۱) بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی صاحب دامت برکاتہم۔ صدر مفتی دار العلوم دیوبند (انڈیا)
آپ نے جو کچھ لکھا ہے بڑے اعتدال کے ساتھ لکھا ہے نہ اس میں افراط ہے نہ کوئی تفریط... یہ کتاب عمدہ، مفید اور کار آمد ہے۔

(۲) بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ لعل ماہڑہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔ خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ "ذکر اللہ کی ضرورت، اہمیت اور ذکر بالجہر پر دلائل دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا"۔

(۳) شیخ المشائخ جامع الشریعت والطریقت حضرت محمد حسن عباسی دامت برکاتہم شاہ پور چاکر، سانگھڑ، سندھ۔ خلیفہ مجاز امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرّہ مولانا حافظ نثار احمد الحسینی زید مجدہ کی کتاب "ذکر بالجہر کا شرعی حکم" پڑھنے کا موقع ملا ماشاء اللہ مؤلف محترم نے ذکر بالجہر کو دلائل اہل السنّت والجماعت سے محکم طریقہ سے ثابت کیا ہے۔

(۴) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم، صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (انڈیا) "ذکر بالجہر کے مختلف پہلوؤں کا دلائل سے جائزہ لے کر ذکر بالجہر پر قرآن وحدیث، علمائے احناف اور خاص کر اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے موقف کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے۔

(۵) بقیۃ السلف استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب دامت برکاتہم۔ مدرسہ عربیہ خادم الاسلام شاہ ڈھیر، حضرو، اٹک۔ خلیفہ مجاز شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔
احقر اس تحریر سے نہ صرف متفق اور مؤید ہے بلکہ اپنے تلامذہ، احباب اور دوسرے حضرات سے گزارش کرتا ہے کہ اس کتاب میں

افراط وتفریط سے ہٹ کر مسلک اعتدال پیش کیا گیا ہے سب اس کی تائید کریں۔

(۶) خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف (میانوالی)

''فقیر نے رسالہ کو غور سے مطالعہ کیا۔ ذکر بالجہر کے متعلق حضرات علماء کرام دیوبند زید مجدھم کو غور سے پڑھا۔۔۔ جو طرق ذکر جاری ہیں سب شریعت حقہ میں مستحسن ہیں۔''

(۷) شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ نفیس منزل، لاہور ''زیر نظر کتاب'' ذکر بالجہر کا شرعی حکم'' جناب حافظ نثار احمد الحسینی صاحب نے ترتیب دی ہے اللہ تعالی ان کو جزائے خیر سے نوازے۔''

(۸) شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم سابق صدر مدرس صدر مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ''ماشاء اللہ بہت دلکش ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء''

(۹) بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ صدر مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان ''ذکر بالجہر کے بارے میں جملہ مباحث ومتعلقات پر محققانہ سیر حاصل کلام فرما کر ہر پہلو سے مسئلہ کو منقح فرما دیا ہے۔''

(۱۰) شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم۔ استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالی

''اللہ تعالی حضرت حافظ صاحب کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرماویں کہ قرآن وسنت واکابر آئمہ اہل علم سلف صالحین نیز متاخرین میں ہمارے اکابر علماء واولیاء اہل سنت والجماعت ''علمائے دیوبند'' کے اقوال وفتاویٰ سے اسے محقق ومستند انداز سے مزین فرما کر عام مسلمانوں کے لیے شاندار گلدستہ بنا کر پیش کیا۔''

(۱۱) بقیۃ السلف استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم صدر جامعہ نجم المدارس کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان۔

''ذکر بالجہر سے متعلق آپ کی عظیم کاوش باصرہ نواز ہوئی۔ اللہ تعالی آپ کو اس محنت پر جملہ ذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات کی جانب سے اجر عظیم عطا فرمائیں۔''

(۱۲) محقق العصر حضرت مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم۔ شیخ الحدیث دار العلوم کراچی ''دل سے دعا ہے اللہ تعالی اس کو مفید بنائیں۔''

(۱۳) بقیۃ السلف استاد العلماء امام المجاہدین حضرت مولانا شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم صدر مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

''مولانا موصوف کا ذکر الٰہی کے اس اہم جاندار موضوع کے جملہ مسائل واحکام وفضائل پر مستند مصادر ومراجع سے یہ گنجینہ اذکار کا تحقیقی علمی پیشکش قابل صد ستائش وتحسین ہے۔''

(۱۴) بقیۃ السلف حضرت مولانا ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین الہی صاحب رحمۃ اللہ تعالی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

''ذکر بالجہر کا شرعی حکم'' بالاستیعاب دیکھ لی ہے، ماشاء اللہ آپ نے اس میں اکابر مشائخ علماء اور فقہاء کے اقوال جمع کر دیئے ہیں

اوراچھی طرح مزین کر دیا ہے کہ قرآن وحدیث مشائخ اور فقہاء کی تصریح کے مطابق ذکر بالجہر کلمات طیبات کے تکرار کے ساتھ انفرادا اوراجتماعا کا خانقاہ یا مسجد میں جائز ہے۔''

(۱۵) مرشد المجاہدین سید حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ

''آپ نے ذکر بالجہر کی ترغیب اور دفاع میں بہت اہم اور وقیع کتاب''ذکر بالجہر کا شرعی حکم''مرتب کی ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔''

(۱۶) شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم۔ دارالعلوم زکریا کربوغہ شریف، کوہاٹ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

''اس کتاب میں آپ نے ذکر بالجہر کے بارے میں جو صاف، ستھرا اور محققانہ کلام کیا ہے اور ہر پہلو سے اس مسئلہ کو خوب واضح فرمایا ہے وہ طالبان حق کی رہنمائی کے لیے کافی وشافی ہے۔''

(۱۷) استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ المظاہری مہاجر مدنی دامت برکاتہم اوراستاذ الحدیث، مدینہ منورہ زادھا اللہ عزّاوشرفاً''موصوف کی یہ تحریر ان شاءاللہ اس مسئلہ پر افراط وتفریط میں طریق اعتدال کی طرف رہنما ہوگی۔''

(۱۸) استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم۔ صدر مدرس وصدر مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور

''محترم مولانا حافظ نثار احمد الحسینی کا رسالہ''ذکر بالجہر کا شرعی حکم''بحمدہ تعالیٰ وفضلہ انتہائی جامع، مدلل ومفصل ہے۔ بندہ کے خیال میں تو اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد ہر منصف مزاج عالم دین مطمئن ہوگا۔''

(۱۹) استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب دامت برکاتہم۔ شیخ الحدیث و نائب رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علّامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

''مصنف علام نے جن جن مباحث کو شروع فرمایا تحقیق وتدقیق کے ساتھ راہ اعتدال کا دامن تھامے رہے اور یہ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی ہے۔''

(۲۰) استاد العلماء حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقّانی صاحب دامت برکاتہم۔ استاذ ومفتی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

''اس موضوع پر اگرچہ بہت ساری کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں مگر مولانا حافظ نثار احمد الحسینی صاحب کی یہ کتاب اعتدال کے دامن کو تھامے ہوئے ہے۔''

(۲۱) بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔ خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ۔''ذکر بالجہر کا شرعی حکم مختلف مقامات سے پڑھوا کر سنا۔ ماشاءاللہ بہت عمدہ اور نافع معلوم ہوئی۔''

(۲۲) جانشین امام الزاہدین والعارفین حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب دامت برکاتہم جامعہ مدنیہ، اٹک شہر

''زیر بحث مسئلہ کو ہمارے محترم حافظ نثار احمد الحسینی مدظلہ نے بڑی محنت اور کاوش سے قرآن وحدیث، آثار صحابہ سے مدلل کر دیا

اور بزرگان اور اسلاف امت کے اقوال وافعال کو پیش فرما کر کتاب ھذا ''ذکر بالجہر کا شرعی حکم'' کو امت کے سامنے بطور دلیل پیش کر دیا ہے۔''

(۲۳) ادیب العصر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم۔ جامعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خالق آباد، نوشہرہ۔

''مؤلف موصوف نے حزم واحتیاط اور اعتدال کے ساتھ اس مسئلے کو خوب منقح کیا ہے۔''

(۲۴) استاد العلماء حضرت مولانا احتشام الحق صاحب دامت برکاتہم۔ صدر مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ بٹل، مانسہرہ۔ خلیفہ مجاز حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ (کراچی)

''ماشاءاللہ یہ رسالہ انتہائی جامع ہے اور پھر یہ کتاب کہ اس میں مصنف راہ اعتدال سے نہیں ہٹے۔''

(۲۵) محقق العصر حضرت مولانا سید کفایت بخاری صاحب دامت برکاتہم نائب مدیر ماہنامہ ''التوحید والسنۃ'' دارالقران، پنج پیر، صوابی صوبہ سرحد

''کتاب ذکر بالجہر کا شرعی حکم'' کا شروع سے آخر تک بغور مطالعہ کیا بلکہ بعض حصوں کو بار بار پڑھا۔ مولانا موصوف نے اپنے موضوع پر ماشاءاللہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔'' (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۳ تا ۱۹، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے یہ اس کے وہابی نثار کے ۲۵ معتبر ومستند علماء ہیں جو ذکر بالجہر کی اجازت ہی نہیں دے رہے بلکہ اس کی ترغیب دے رہے ہیں اور جس کی تصدیق کر رہے ہیں وہ ساجد خان جیسوں کے لئے ڈوب کر مرنے کے لئے کافی ہے، بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان فتاوی بزازیہ کی عبارت کی روشنی میں اپنے ان ۲۵ وہابیوں کو بدعتی ہونے سے بچائے جو کہ بچ نہیں سکتے کیونکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے قطع وبرید کر کے جو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ انہی وہابیوں کے لئے ہے۔ وہابی اسمٰعیلی اپنے ان وہابیوں کو بچانے کے لئے جو بھی جواب دے گا ہم اس کو دیکھنے کے بعد جواب دیں گے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے فتاوی بزازیہ کی عبارت میں خود اپنے ہی اصول سے خیانت کی ہے کیونکہ تھوڑا سا آگے خود علامہ بزازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

وامارفع الصوت بالذکر فجائز۔۔۔ بہر حال بلند آواز سے ذکر تو یہ جائز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں کچھ عوعو کرے میں وہابی کا منہ اسی کے گھر سے بند کر دیتا ہوں چنانچہ وہابی اسمٰعیلی رضاء الحق یہ ہیڈنگ ''مساجد میں ذکر جہری فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں'' دینے کے بعد ۱۳ نمبر پر لکھتا ہے:

فتاوی بزازیہ میں ہے: **وامارفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبۃ والحج**۔ خلاصہ: بزازیہ میں ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے جیسا کہ اذان، خطبہ اور حج میں بلند آواز سے ہوتا ہے۔ (ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

خود وہابیہ اسمٰعیلیہ احمدیہ کے اقرار کے مطابق صاحب فتاوی بزازیہ مساجد میں ذکر بالجہر کے قائل تھے۔

ثالثاً: ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ہم پر ہی چڑھ دوڑے لہٰذا ہم وہابی اسمٰعیلی گھر سے ہی یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ علامہ بزازی علیہ الرحمۃ ذکر بالجہر کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ ۲۵ وہابیہ اسمٰعیلیہ کی مصدقہ کتاب کے اقرار کے مطابق علامہ بزازی مسجد میں ذکر بالجہر سے منع کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

امام محمد بن محمد شہاب المعروف ابن بزاز کردری حنفی رحمہ اللہ۔۔۔فرماتے ہیں: لا یمنع من الجهز بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔۔۔اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمعیلی ساجد خان خود ہی فیصلہ کرلے کہ اس کے گھر کے اصول سے وہ سچا ہے یا اس کے یہ ۲۵ باپ۔

رابعاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو عبارت کتر و بیونت کے ساتھ پیش کی ہے وہی عبارت وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاذ وہابی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں موجود ہے اور اس کتاب میں علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت پیش کرکے ذکر بالجہر کو ثابت کیا ہے بلکہ اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ علامہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ذکر بالجہر پر جو اعتراضات ہوتے تھے ان کا بھی جواب دے دیا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کتر و بیونت سے جو مطلب فتاوی بزازیہ کی عبارت سے لینے کی کوشش کی ہے وہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کی تحقیق کے مطابق درست نہیں ہے۔

وہابی اسمعیلی زکریا کا خلیفہ مختار الدین شاہ لکھتا ہے:

علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر جہر: علامہ حافظ الدین محمد کردری رحمۃ اللہ علیہ فتاوی بزازیہ میں لکھتے ہیں کہ:

وفی فتاوی القاضی رفع الصوت بالذکر حرام و قد صح عن ابن مسعود انه سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیه الصلوٰة و السلام جهرًا فراح الیهم فقال ما عهدنا ذالك علی عهده علیه السلام وما أُراکم الّا مبتدعین فما زال یذکر ذالك حتّٰی اخرجهم عن المسجد فان قلت المذکور فی الفتاوی ان الذکر بالجهر و لو فی المسجد لا یمنع احترازًا عن الدخول تحت قوله تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسٰجد الله ان یذکر فیها اسمه" و صنع ابن مسعود رضی الله عنه یخالف قولکم قلت الاخراج عن المسجد لو نسب الیه بطریق الحقیقة یجوز ان یکون لاعتقادهم العبادة فیه ولتعلیم الناس بانه بدعة والفعل الجائز یجوز ان یکون غیر جائز لغرض یلحقه فکذا غیر الجائز یجوز غرض کما ترك رسول الله صلی الله علیه وسلم الافضل تعلیماً للجواز و فی الاعراف فی قوله تعالیٰ "ادعو ربّکم تضرّعا وخفیه" ای اعبدوه و ارفعوا حوانجکم والضراعة الذلة والخفیة ان لا یدخله الریا انه لا یحب المعتدین ای المشرکین الذین یدعون غیر الله تعالیٰ وما روی فی الصحیح انه علیه السلام قال لرافعی اصواتهم بالتکبیر اربعو علی انفسکم "انّکم لا تدعون اصمًّا و لا غائبًا انکم تدعون سمیعًا قریبًا انه معکم الحدیث یحتمل انه لم یکن فی الرفع مصلحة فقد روی انه کان فی غزوة ولعل رفع الصوت یجُرّ بلاء والحربُ خدعة ولهذا نهی عن الجرس فی المغازی واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الازان والخطبة والحج والاختلاف فی عدد تکبیر التشریق جهرًا لا یدل علی ان الجهر به بدعة لان الخلاف بناء علی ان کونه سنة زائدة علی اصل الفعل فی کم صلاة کما اختلفو فی ان سنة الاربع من الظهر بتسلیمة اولیٰ ام بتسلمتین و ذالك لا یدل علی انها لو بتسلیمتین یکون بدعة او حرامًا۔"

یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر حرام ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی نے ایک قوم کے متعلق سنا کے وہ مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں اور بلند آواز کے ساتھ کلمہ اور درود شریف پڑھتے ہیں تو وہ ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ طریقہ نہ تھا اور میں تمہیں بدعتی لوگ خیال کرتا ہوں انہوں نے بار بار یہی کہا حتّٰی کہ ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا (اس کے بعد علامہ کردری رحمۃ اللہ سوال و جواب کا سلسلہ شروع کر کے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) اگر تم یہ کہو کہ فتاوی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی شخص کو مسجد میں بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے تا کہ روکنے والا ''ومن اظلم ممن منع ۔۔۔ الایۃ: اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کی مسجدوں میں (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے نام سے روکے'' کی وعید میں نہ آجائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا ان لوگوں کا نکالنا تو تمہارے قول کے مخالف ہے۔ تو میں جواب میں کہتا ہوں؛ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا ان لوگوں کو نکالنا اگر ثابت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس جہر (کی صفت) کو عبادت سمجھ لیا تھا (یعنی یہ کہ صرف ذکر جہری ہی عبادت ہے) یہ بات تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ یہ (اعتقاد) بدعت ہے اور یہ ممکن ہے کہ جائز کام کسی خارجی سبب سے ناجائز ہوجائے جس طرح ناجائز کام کسی خارجی سبب سے جائز ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان جواز کے لئے افضل امور کو ترک کرنا اور سورۃ الاعراف میں جو اللہ تعالی کا ارشاد ہے "ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ: اللہ تعالی کی بندگی کرو اور اپنی حاجتیں اسی سے مانگا کرو" تضرع کے معنی عاجزی اور خفیہ کا مطلب ہے کہ اس میں ریا کا دخل نہ ہو، "لا یحب المعتدین" میں معتدین سے مراد مشرکین ہے اور وہ حدیث جو صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے تکبیر کہنے والوں سے فرمایا اپنے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع و قریب کو پکارتے ہو۔ (الحدیث) (تو یہاں منع کرنے کی وجہ) یہ ہوگی کہ یہاں جہر میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ چنانچہ مروی ہے کہ یہ معاملہ کسی غزوہ اور جنگ کے موقع پر پیش آیا تھا اور ایسی حالت میں جہر کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے اور جنگ تو ایک دھوکا (دشمن کو دھوکہ دہی سے لڑی جاتی ہے) ہے۔ اسی وجہ سے غزوات میں گھنٹی سے منع کیا گیا ہے (یعنی ایسے مواقع میں جانوروں کے گلے میں گھنٹی ڈالنا بھی منع کیا گیا ہے) بہرحال ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا جائز ہے جس طرح اذان خطبہ اور حج میں ہوتا ہے اور تکبیرات تشریق جہراً پڑھنے میں عدد کا جو اختلاف ہے وہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کو جہراً پڑھنا بدعت ہے کیونکہ اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ نماز کے اصل فعل پر تکبیرات کی زیادتی کتنی نمازوں میں سنت ہے جیسا کہ اس میں اختلاف ہے کہ ظہر کی چار سنتیں ایک سلام سے اولیٰ ہیں یا دو سلاموں سے اور یہ اختلاف اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ سنتیں دو سلام سے پڑھی جائیں تو وہ بدعت یا حرام ہیں۔ (فتاوی بزازیہ علی ھامش عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۳۷۸ تا ۳۷۹) علامہ کردری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے اثر کا جواب دیا کہ شاید وہ ذکری عبادت کو جہر ہی میں منحصر سمجھتے تھے اور حدیث "اربعوا" کا جواب دیا کہ وہاں جہر مصلحت کے خلاف تھا، قرآن کریم کی آیت "ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ" کا جواب دیا کہ خفیہ کا مطلب بے ریا عبادت ہے اسی طرح جوابات دیکر ذکر بالجہر کو صرف اس وقت منع کیا کہ کوئی اس کو یعنی ذکر اور تلاوت کو جہر ہی میں منحصر سمجھے اور جہر ہی کو عبادت خیال کرے نیز ایسی حالت میں بھی ذکر جہر سے روکا جائیگا جبکہ ذکر جہر مصلحت کے خلاف ہو مثلاً جنگ کے موقع پر یا یہ کہ جہر سے کسی کی نماز وغیرہ میں خلل آجاتا ہو۔

(ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۱۷۸، دارالایمان راولپنڈی)

یہ علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت ہے جس سے خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی ذکر بالجہر کو جائز ثابت کر رہے ہیں اور اس بات کا

اقرار کررہے ہیں کہ علامہ بزازی علیہ الرحمۃ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا بھی جواب دیا ہے اور ایک حدیث جو ذکر بالجہر کے خلاف پیش کی جاتی ہے اس کا بھی جواب دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ قرآن کریم کی ایک آیت کا بھی جواب دیا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ان آباء کی اس تحقیق پر عمل کرے اور محقق من الحمقہ بن کر اپنی لایعنی تحقیقات کی گندی ندیاں نہ بہائے کیونکہ اس سے اسی کے ہی وہابی اسمٰعیلی غرق ہورہے ہیں جیسا کہ صرف اسی مسئلہ میں کتنے وہابیوں کو بدعتی اور حرام کا مرتکب ثابت کرکے گمراہ ثابت کرچکا ہے۔

میرے خیال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی کے لئے فی الحال اتنا ہی کافی ہے ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے لیکن وہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے جواب کے بعد پیش کیا جائے گا۔

انقلاب زمانہ یا وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی کی عیاری ومکاری

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اس موقع پر فرماتے ہیں: انقلاب زمانہ دیکھیے آج جو شخص بلند آواز کے ساتھ مل کر درود وسلام نہیں پڑھتا، اسے اہل بدعت وہابی کے نام سے بدنام کرتے ہیں مگر عبد اللہ بن مسعود ایسے لوگوں کو گمراہ اور بدعتی قرار دے کر مسجد سے نکال دیتے ہیں (راہِ سنت) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۸۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے گویا اپنے وہابی اسمٰعیلی سرفراز کی عیاری، مکاری ودھوکہ بازی کو معاذ اللہ آیت سمجھ کر ایسے لکھا ہے جیسے اس نے بہت بڑا تیر مارا ہو حالانکہ وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی نے سوائے جھوٹ کے اور کچھ بھی نہیں کہا۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے باپ گکھڑ منڈی کے گکھڑوی کا قول نقل تو کردیا لیکن اس کا ثبوت نہ تو گکھڑوی کے پاس تھا اور نہ ہی اس اجہل من الجاہلین کے پاس ہے۔ وہابی گکھڑوی تو مر کر مٹی ہو گیا ہے میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کم از کم پانچ معتبر ومستند علمائے اہلسنت سے ثابت کرے کہ ہم اہلسنت اس شخص کو جو ہمارے ساتھ مل کر بلند آواز سے درود وسلام نہیں پڑھتا اس کو وہابی کہتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی گکھڑوی نے تو یہ بات سب اہلسنت کے ذمہ لگائی ہے لیکن ہم نے صرف اور صرف پانچ معتبر ومستند علمائے اہلسنت کے حوالے مانگے ہیں وہابی اسمٰعیلی مرجائے گا قبر میں اتر جائے گا بلکہ اپنے باپ گکھڑوی کی طرح مٹی مٹی ہو جائے گا پر ہمارے اس چیلنج کو کبھی بھی پورا نہیں کرے گا کیونکہ ابھی اس کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ اس کے باپ نے جھوٹ اور صرف جھوٹ ہی بولا تھا اور آج اسی کے جھوٹ کو نقل کرکے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بھی یہ سمجھا کہ کسی نے پوچھنا تھوڑی ہے جیسا چاہو جھوٹ بولو لیکن بیچارے کی سوچ کے خلاف کام ہوا اور ہم نے اس کے باپ کے جھوٹ کو بے نقاب کردیا اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گکھڑوی کی قبر پر جاکر فریاد کرے گا لیکن وہ تو مٹی ہو چکا ہے کیا جواب دے گا۔ مگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو تو پھر بھی جواب دینا ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ اپنے باپ کے جھوٹ کو چھپانے کے لئے وہابی اسمٰعیلی کیا کیا پینترے بدلتا اور کیسی کیسی قلابازیاں کھاتا ہے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ بدعتی وگمراہ، وہابی گکھڑوی کا فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے گکھڑوی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو مسجد میں بلند آواز سے ذکر (چاہے وہ اللہ کا ذکر ہو یا درود وسلام کیونکہ یہ بھی ذکر ہے از ناقل) کرتا ہے وہ گمراہ وبدعتی ہے اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے مسجد سے نکال دیا اس روایت کا جواب تو آگے ہی آرہا ہے لیکن میں یہاں آپ کی توجہ اس بات کی طرف کرواتا ہوں کہ ہم نے ماقبل کئی حوالے بیان کئے جن میں وہابیہ اسمعیلیہ نے اقرار کیا ہے کہ بلند آواز سے ذکر مسجد میں کرنا جائز ہے وہ سب تو گکھڑوی کے اس فتوے سے گمراہ و بدعتی ہوئے ہی مگر میں یہاں آپ کے سامنے کچھ حوالے مزید بھی بیان کردیتا ہوں جو ان سے کچھ الگ ہیں جن میں وہابی اسمٰعیلی چیخ چیخ کر ذکر کررہے ہیں بلکہ بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کررہے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ اپنے ان آباء کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق گمراہ اور بدعتی قرار دے کر انقلاب زمانہ کا کچھ خیال کرے۔

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

احقر (وہابی ملا الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی از ناقل) میزبان کے گھر پہنچا، حضرت بہت خوش ہوئے ایک دن میں تین مجلس ذکر ہوئیں۔ ہماری مسجد صدیق اکبر میں جہری اجتماعی مجلس، پھر بعد ظہر مغل آباد راولپنڈی میں، جب نماز ادا ہوگئی، چونکہ مجمع بہت تھا، میں دور بیٹھا تھا، حضرت نے آواز دے کر بلایا، فرمایا: ان کو ذکر کراؤ۔ میرا خیال تھا کہ ایک تسبیح نفی اثبات لا الہ الا اللہ کی، ایک اثبات الا اللہ کی اور ایک اسم ذات مبارک اللہ کی کرا کر بس کروں گا کہ مشائخ اکثر عمومی اجتماعات میں مختصر ذکر کرواتے ہیں۔ **مگر حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مسلسل ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ پورے مجمع کو سلسلہ چشتیہ کے ۱۲ تسبیح کا ذکر مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر جہراً اور ایک آواز سے کروایا۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۲۰، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی غیرت کو للکاریں ہمارے بارے میں تو اس کو بہت گمراہ و بدعتی کے فتوے یاد آرہے تھے اب ادھر بھی فتوے لگائے جو بقول اس کے گلے پھاڑ پھاڑ کر لاؤڈ سپیکر پر مسجد میں ذکر کروا رہے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی اپنے ایک بدعتی محمد فاروق سکھروی کے حوالے سے لکھتا ہے:

حضرت رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ذکر جہر ۱۲ تسبیح **مومن مسجد سکھر میں لاؤڈ سپیکر پر ایک آواز کے ساتھ کرواتے تھے۔**

(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۲۹، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

یہ ایک اور بھی آ گیا ہے جو مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر گلے پھاڑ رہا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے باپ گکھڑوی کے انقلاب زمانہ کی کچھ حقیقت ان کو بھی بتائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو اس نے بزعم خود نقل کر کے گمراہ و بدعتی کی گن مشین چلائی ہے ادھر بھی چلائے اور ان سب کو بھی بدعتی و گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر کرے ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرے کیونکہ اس کے سوا اس کے باپ کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں تھا لیکن وہ تو مر کر مٹی میں مل گیا اب یہ ہی کرلے تاکہ مزید ذلت و رسوائی سے بچ سکے۔

وہابی مولوی ٹانڈوی کے خلیفہ خورشید شاہ کے حوالے سے وہابی احمدی بدعتی پیر لکھتا ہے:

۔۔ابا جان کا قیام پہلے ضلع خانیوال کے ۱۵ چک سہووالا نزد کچا کھوہ میں تھا ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران **حضرت عشاء کے وقت روزانہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر مجلس ذکر جہری سارے مجمع کو کروایا کرتے تھے۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۴۳، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

لو جی یہ ایک اور بدعتی و گمراہ بھی سامنے آ گیا ہے وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کے بدعتیوں اور گمراہوں کو سنبھالے دوسروں پر لن ترانیاں کرنے سے باز آئے۔

وہابی اسمٰعیلی بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

حضرت ثانی سائیں فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ صاحب ذکر جہر اس قدر بلند آواز سے کرتے تھے کہ آنے والا مسافر آدمی نہر پر ہی حلقہ ذکر میں سے حضرت کے آوازے کو سن کر پہچان لیتا تھا۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۷۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے کہ مسجد میں اتنی آواز سے ذکر کرنا کہ نہر تک آواز جائے کیا یہ جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ بدعتی و گمراہ نہیں ہوگا اگر نہیں تو کیوں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے کئی ایک جوابات موجود ہیں اور سادات احناف و دیگر اکابرین نے دیئے ہیں لیکن اس مقام پر میں ان کے جوابات نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ اس روایت کے جوابات خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کے معتبر و مستند افراد پہلے سے ہی دے کر فارغ ہو چکے ہیں لہذا ہم وہی نقل کر دیتے ہیں تاکہ وہابی اسمعیلی کی ساری بعد والی لن ترانیاں دھری کی دھری رہ جائیں۔

وہابی اسمعیلی رضاء الحق نے اپنی کتاب ''ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں'' میں اس روایت پر طویل کلام کیا ہے لیکن میں اس پورے کو نقل نہیں کرتا بلکہ ایک، دو مقام سے تھوڑا سا بیان کر دیتا ہوں باقی تفصیل کتاب میں ملاحظہ کریں۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی لکھتا ہے:

فقہائے کرام میں سے حضرت مولانا سید احمد بن محمد الحموی المصری نے بھی مسجد میں اجتماعی جہری ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کا بھی اچھا جواب دیا ہے۔۔ (ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

وہابی اسمعیلی رضاء الحق نے حضرت علامہ حموی علیہ الرحمۃ کے روایت حضرت ابن مسعود کے جواب کو پسند کیا ہے ہم وہی جواب آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں:

قلت الاخراج عن المسجد لو نسب اليه بطريق الحقيقة يجوز ان يكون لاعتقادهم العبادة فيه ولتعليم الناس بانه بدعة۔۔۔

تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان لوگوں کو نکالنا اگر ثابت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس جہر (کی صفت) کو عبادت سمجھ لیا تھا (یعنی یہ کہ صرف ذکر جہری ہی عبادت ہے) یہ بات تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ یہ (اعتقاد) بدعت ہے۔۔۔

(ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۰۷، زمزم پبلشرز کراچی)

یہ نقل کرنے والے اور علامہ حموی کی بات پر اعتماد کرنے والے کوئی اور نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے ہی مفتی ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہماری تو ماننی نہیں اور نہ ہی علامہ حموی علیہ الرحمۃ کی ماننی ہے اپنے باپ ہی کی مان لے اور رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کے انقلاب زمانہ کو ہمیں دکھانے کے بجائے اپنے ان گرگوں کو دکھائے جو اس کی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہابی اسمعیلی اپنے ہی اصولوں سے اپنے گھر سے منوالے پھر ہم سے بات کرے۔

اسی طرح علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی طرف سے حضرت ابن مسعود کی روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

صاحب فتاوی بزازیہ نے جواب دیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کا نکالنا ان لوگوں کے اس طرح مجلس لگانے کو عبادت سمجھنے کی وجہ سے

تھااورلوگوں کو بتانے کے لئے کہ ذکر کی مجلس کوعبادت مقصودہ سمجھنا بدعت ہے ورنہ فی نفسہ جائز ہے۔۔

قلت الاخراج عن المسجد لو نسب الیه بطریق الحقیقة یجوز ان یکون لاعتقادهم العبادة فیه ولتعلیم الناس بانه بدعة والفعل جائز۔۔۔

یعنی فعل جائز ہے لیکن اس کوعبادت مقصودہ سمجھنا بدعت ہے۔(ذکراجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں،ص ۱۸۵،زمزم پبلشرز کراچی)

لوجی! علامہ بزازی علیہ الرحمۃ جن کا نام استعمال کر کے اور جن کا حوالہ دے کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف بنا رہا تھا اور انہی کے فتاوی کو دلیل کے طور پر پیش کر کے ذکر بالجہر کو حرام ثابت کر رہا تھا وہی علامہ بزازی علیہ الرحمۃ ذکر بالجہر کی ممانعت پر دلالت کرنے والی مرکزی حدیث کا جواب دے رہے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بجائے دھوکہ دینے کے علماء احناف کے کلام کو سمجھے اور پھر ان کے کلام کو پیش کرے۔ یہ جاہل اپنے جاہل باپ رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی کی طرح ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا ہے اور وہی طوطے کی طرح رٹے ہوئے جملے بول کر دھوکہ دے رہا ہے وہابی اسمٰعیلی کو چاہیے کہ ایک کو بچانے کے لئے اتنوں کی قربانی نہ دے اور حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اتنے وہابیوں کی بھی سن لے اور اگر کچھ۔۔۔ ہوتو کر لے۔

وہابی اسمٰعیلی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں مختار الدین یہ ہیڈنگ ''حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب روایت اور اس کی حیثیت'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

سنن دارمی کے علاوہ مصنف عبدالرزاق۔۔۔ میں بھی مختلف طرق سے یہ اثر موجود ہے لیکن کوئی طریق بھی ضعف سے خالی نہیں ہے۔ رہا متن تو اس کے متن کے اندر بھی خفیہ علت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو یہ اثر حضرت ابن مسعود پر جھوٹ وافتراء ہے یا حضرت ابن مسعود کا انکار ایک خاص محل پر محمول ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی رو سے جہر معتدل اور مجالس ذکر کا جواز واستحباب ثابت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی قرآن وحدیث کی مخالفت کریں۔(ذکر اللہ کے فضائل و مسائل،ص ۳۰۵،دارالایمان راولپنڈی)

نوٹ: ہم ماقبل بیان کر چکے کہ یہ کتاب کئی وہابیوں کی مصدقہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے استاذ در بھنگی تقی عثمانی کی بھی مصدقہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کا مجہول باپ جس روایت کو لے کر ہمیں ڈرا رہے تھے اور ان کو انقلاب انقلاب کی گردان یاد آ رہی تھی اسی کے بارے میں اسی کے استاذ کی مصدقہ کتاب کیا کہہ رہی ہے وہ آپ نے دیکھ لیا ہے وہابی اسمٰعیلی اس روایت کو مقام استدلال میں پیش کرتا ہے جبکہ اس کے استاذ کی مصدقہ کتاب میں اسی روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود پر افتراء ہے جھوٹ ہے یا پھر اس روایت کا محمل ذکر بالجہر نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے اب وہابی اسمٰعیلی خود ہی فیصلہ کر لے کہ اس کے باپ گکھڑوی کا انقلاب درست ہے یا پھر اس کے اتنے وہابیوں کا اس روایت پر کلام۔ جو بھی ہو ہمیں بھی بتائے گا تا کہ ہم مزید اس کی ذلت ورسوائی کا انتظام کر سکیں۔

مزید لکھتا ہے:

بہر حال جب شریعت میں ذکر جہری جائز ہے اور معین مقدار کے ساتھ تسبیح وتہلیل اور مجلس ذکر بھی جائز ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود قرآن وحدیث کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے مجلس ذکر جہری پر بدعت کا فتوی لگائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت

سے محققین علماء نے اس اثر کو یا تو موضوع قرار دیا ہے یا پھر اس روایت کو اس کے ٹھیک مقام پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔
(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۰۹، دار الایمان راولپنڈی)

واہ وہابی اسمعیلی احمدی در بھنگی واہ! تمہارے اتنے وہابیوں کو اس روایت کی وجہ سے انقلاب یاد نہ آیا بلکہ اس روایت کو ہی محققین علماء کے حوالے سے موضوع قرار دے دیا لیکن تجھے اور گکھڑوی کو انقلاب ہی انقلاب یاد آ رہا ہے اور اس روایت کی وجہ سے جو محققین کے نزدیک بقول وہابی موضوع ہے گمراہ اور بدعتی ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کیوں؟ بحمد للہ اہل سنت کو تو کچھ نقصان نہ ہوا لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل گکھڑوی کے انقلاب نے وہابیہ اسمعیلیہ کا پورا گھر ہی گمراہ و بدعتی بنا دیا ہے وہابی اسمعیلی دوسروں کی فکر نہ کرے بلکہ اپنے گھر کے لوگوں کو بچائے۔

وہابی اسمعیلی زکریا تبلیغی کا خلیفہ مزید لکھتا ہے:

حضرت علامہ کردری صاحب بزازیہ کا اس اثر سے جواب

وہ فرماتے ہیں کہ: الاخراج عن المسجد لو نسب الیه بطریق الحقیقة یجوز ان یکون لاعتقادھم العبادۃ فیه ولتعلیم الناس بانه بدعة۔۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا ان لوگوں کو مسجد سے نکالنا اگر واقعی طور پر ثابت ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس جہر کو عبادت سمجھ لیا تھا (کہ صرف ذکر جہر ہی عبادت ہے) اور ان لوگوں کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ (یہ اعتقاد رکھنا کہ صفت جہر ہی عبادت ہے، بدعت ہے)۔

علامہ بزازی علیہ الرحمۃ کی عبارت پر حاشیہ میں لکھتا ہے:

علامہ کردری کے ان الفاظ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو۔ (ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۰۹، دار الایمان راولپنڈی)

وہابیت اسمعیلیت اپنے ہی گھر سے تباہ و برباد ہوگئی ہے وہابی اسمعیلی کو فتاوی بزازیہ بار بار یاد آ رہا تھا لیکن اسی فتاوی کے لکھنے والے نے وہابی اسمعیلی اور اس کے باپ کے انقلاب پر پانی ڈال دیا ہے اور بقول وہابی مختار الدین علامہ بزازی کے نزدیک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہی نہیں ہے۔ اب وہابی اسمعیلی کو اپنے باپ کی طرح اگر انقلاب یاد آئے تو پہلے اپنے ہی گھر سے شروع کرے جیسا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کا اصول ہے اور وہ دوسروں کو بتاتے ہی رہتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی تقی عثمانی کی مصدقہ کتاب میں مزید لکھا ہے:

اثر ابن مسعود کے متعلق علامہ حقی کی رائے

حضرت مولانا عبد الحی فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ حقی اپنے رسالہ فضل التسبیح والتہلیل میں لکھتے ہیں کہ: ما نقل عن ابن مسعود غیر ثابت۔۔ یہ جو عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا جاتا ہے ثابت نہیں۔ (ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۰۹، دار الایمان راولپنڈی)

لیجئے علامہ اسمعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی یہ روایت بقول وہابی اسمعیلی ثابت نہیں ہے وہابی اسمعیلی پہلے اپنے ان وہابیوں کو سمجھالے جو حوالے دے دے کر اس روایت کو موضوع ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں پھر ہم سے بات کرلے۔

وہابی اسمعیلی مختار الدین مزید لکھتا ہے:

اثر ابن مسعود کے متعلق مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی حنفی کی رائے

لا یصح عند الحفاظ من الأئمة المحدثین، وعلی فرض صحته هو معارض بما یدل علی ثبوت الجهر منه رضی الله تعالی عنه مما رواه غیر واحد من الحفاظ أو محمول علی الجهر البالغ۔۔۔ (یہ اثر) حفاظ حدیث ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور اگر بالفرض اس کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو خود ابن مسعود سے منقول ذکر بالجہر کی روایتوں سے (یہ روایت) معارض (اور ٹکراتی) ہے (جس کا قبول کرنا ہرگز صحیح نہیں) یا پھر یہ جہر بالغ (یعنی چلا چلا کر) ذکر پر محمول ہے۔۔ (ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۱۰، دار الایمان راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے علامہ آلوسی کو ثالث کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنی اسی مزعومہ کتاب میں کئی مقامات پر دھوکہ دینے کے لئے ان کے حوالے بھی بیان کئے ہیں لیکن اس مقام پر یہ وہابی اسمٰعیلی اپنے آباء کی طرح علامہ آلوسی کو بھی چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور جن کو اس نے خود ثالث بتایا ہے اسی کی بات نہیں مانے گا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو جس روایت کی وجہ سے اپنے باپ گکھڑوی کا انقلاب یاد آیا تھا اسی حدیث کے بارے میں اسی کے بنائے ہوئے ثالث نے "لا یصح" کہہ دیا ہے ویسے وہابیہ اسمٰعیلیہ کو "لا یصح" کے الفاظ سے حدیث کو موضوع ثابت کرنا بہت آتا ہے جیسا کہ کئی ایک حدیثوں کے بارے میں "لا یصح" کے الفاظ بیان کر کے اس کو موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہاں "لا یصح" کے الفاظ دیکھ کر یہ گنگوہی کی طرح ہو جائیں گے اور لا یعنی تاویلات لے کر محقق من الحمقہ بن کر تحقیق کی جو بھی ندیاں بہائیں گے اپنے ہی گھر کو گندا کریں گے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل باپ کو شرم آنی چاہئے اور وہابی ساجد کو اپنے ہی ثالث کی بات مان کر اس روایت کو موضوع قرار دینا چاہیے یا پھر اپنے ہی گھر کے اصولوں کو اپنے اصولوں کے تحت آگ لگا دینی چاہئے۔

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کا بدعتی پیر لکھتا ہے:

مجالس ذکر کے خلاف عام طور سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔۔۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر محدثین، مفسرین اور فقہاء اہل سنت نے کافی بحث کی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی رائے

چنانچہ مشہور محدث امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ، اثر ابن مسعود کے متعلق فرماتے ہیں:

قلت هذا الاثر عن ابن مسعود رضی الله عنه علی تقدیر ثبوته معارض بالاحادیث الکثیرة الثابتة وهی مقدمه علیه عند التعارض۔۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں یہ اثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (اول تو ثابت ہی نہیں اور) اگر بالفرض والتقدیر ثابت بھی ہو جائے تو یہ ثابت شدہ بہت سی احادیث سے جن کا بیان پہلے گزر چکا متعارض ہے اور تعارض کی صورت میں وہ ثابت شدہ احادیث مبارکہ اثر ابن مسعود پر مقدم ہیں۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۵۵، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمٰعیلی الیاس گھمن کے بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی کے اقرار کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر محدثین مفسرین اور فقہائے اہل سنت نے کافی بحث کی ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کے مکار باپ کو اسی روایت کی وجہ سے انقلاب آیا ہوا ہے اور جس روایت پر اتنا کلام ہے اسی سے گمراہ اور بدعتی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں واہ وہابی واہ تیری قسمت۔ اسی

طرح وہابی اسمعیلی بدعتی پیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت ہی نہیں لہٰذا جو روایت خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک ثابت ہی نہیں اس کو لے کر عوعو کیوں کرتے ہیں میں یہاں صرف یہی کہوں گا کہ کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ تو سب کچھ بیچ کر کوا بریانی کھا کر ٹن ہیں۔

وہابی اسمعیلی شیخ ٹانڈہ حسین احمد لکھتا ہے:

یہ روایات اور ان کے ہم معنی شیخین وغیرہما کی مرفوعات صحیحہ ہیں ان کے مقابلہ میں دارمی کی وہ روایت جو آپ نے ذکر کی ہے، کیا حیثیت رکھتی ہے؟ جب کہ وہ موقوف ہے، اس کے رواۃ متفق علیہ نہیں ہیں؟ اگرچہ ثقات ہیں اس لئے معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مذکورہ بالا ہی کو ترجیح ہوگی خصوصا جبکہ اطلاق آیات ذکر ان کے مؤید ہیں۔۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۵۷، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمعیلی حسین احمد ٹانڈوی بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو قبول نہیں کرتا لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی سے انقلاب یاد آتا ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے ہی گھر کے اتنے افراد کو اسی میں بہا کر لے جاتا اور ان پر گمراہ اور بدعتی ہونے کے فتوے لگاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت کا مصداق وہابی اسمعیلی، وہابی کا اقرار

وہابی اسمعیلی زکریا تبلیغی کا خلیفہ مختار الدین لکھتا ہے:

اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو بندہ کے نزدیک اس کی ایک وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو کہ خود اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ نماز فجر کے انتظار میں بیٹھے تھے اور بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے حالانکہ یہ وقت فجر کی سنتیں ادا کرنے اور نماز کے انتظار کا تھا جس میں ان کے ذکر کی وجہ سے انتشار اور لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۳۱۱، دار الایمان راولپنڈی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اس وہابی اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے نزدیک ثابت ہی نہیں اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس روایت کا محمل کیا ہے وہ آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ اب میں آپ کے سامنے چند وہ حوالے جو پہلے بھی بیان کر چکا ہوں صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ وہابی اسمعیلی مختار الدین کی اس تشریح کے مطابق بھی وہابی اسمعیلی ہی اس روایت کے مصداق ہیں۔

وہابی الیاس گھسن کا بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی لکھتا ہے:

جن لوگوں نے امام التبلیغ۔۔۔ محمد الیاس صاحب کاندھلوی کا زمانہ دیکھا ہے ان سے اس سیاہ کار نے بالتواتر سنا کہ بنگلہ والی مسجد ''مرکز تبلیغ''، میں ہمیشہ معمول تھا کہ لوگ آخر شب میں عموما سب اٹھ کر تہجد کے نوافل میں مشغول ہو جاتے **اور فجر کی اذان سے تھوڑی دیر قبل سے لے کر فجر کی جماعت کھڑی ہونے تک (جو کہ اسفار میں ہوتی تھی) اکثر لوگ مسجد میں اور باہر صحن میں اور برآمدے میں ذکر جہری میں عموما مشغول ہو جاتے۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۳۳۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

مزید لکھتا ہے:

یہ منظر تو اس سیاہ کار نے خود بھی ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں دیکھا ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کے زمانے میں کہ **فجر کی اذان سے لے کر فجر کی جماعت کھڑے ہونے تک دہلی مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں کافی لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے، ان میں سے کچھ مسجد کے اندر ہوتے تھے اور کچھ باہر مگر ان سب کی آواز سے مسجد اور باہر کا سارا حصہ ذکر جہری سے گونجتا رہتا تھا۔** (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۳۳۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

ان دونوں حوالوں کوغور سے پڑھئے اور وہابی اسمٰعیلی مختار الدین نے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی تشریح و مطلب بیان کیا ہے اس کو بھی دیکھیے نتیجہ بالکل واضح آجائے گا اور تو کوئی کیا بدعتی و گمراہ ہوگا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور اس کے ان آباء کے نزدیک خود وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی گمراہ و بدعتی ثابت ہوں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کی خبر لے

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بس ایسے ہی دوسروں کے پیچھے پڑا ہوا ہے حالانکہ جس پر یہ جاہل فتوے لگا رہا ہے اس سے بھی بڑی بڑی باتیں اس کے اپنے گھر میں موجود ہیں لیکن یہ اس سے آنکھیں بند کر کے ادھر اپنی جہالت دکھانے میں لگا ہوا ہے میں ابھی چند حوالے مزید پیش کر رہا ہوں اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے وہابیت اسمٰعیلیت کے اصولوں کے مطابق یہ سب کچھ جائز ہے یا پھر؟

وہابی اسمٰعیلی کذاب محمود حسن گنگوہی لکھتا ہے:

رشید احمد گنگوہی کی خانقاہ کے بازو کا جو تالاب ہے وہ اس زمانہ میں آج سے دوگنا تھا، اس میں صبح ہی صبح تہجد کے وقت دھوبی کپڑے دھویا کرتے تھے اور کپڑوں کو چھانٹتے ہوئے کپڑا اٹھا کر کہتے تھے لا الہ اور کپڑے کو زور سے نیچے مار کر کہتے تھے الا اللہ اس طرح تمام دھوبی لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ کی زور سے ضربیں لگاتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں دو میل دور تک آواز جاتی اور سہارنپور سے آنے والے بیل گاڑیوں اور بہلیوں میں اس کو سنا کرتے تھے۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۴۸۱، دار النعیم)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کرتے ہیں لیکن اس کو اپنے ہی گھر کے یہ حوالے نظر نہیں آتے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اس طرح چیخ چیخ کر ذکر کرنا کہ دو میل تک آواز جائے وہ بھی تہجد کے وقت۔ کیا اس ذکر سے لوگوں کی نیند خراب نہیں ہو رہی تھی کیا اس دو میل کے اندر اندر کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ وہابی اسمٰعیلی پہلے ادھر فتوی لگائے پھر ہم سے بات کرے۔

مزید لکھتا ہے:

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب (عطاء اللہ بخاری از ناقل) نے دین پور شریف میں قیام فرمایا رات کو ایک فقیر ذکر جہر کرتا رہا، صبح حضرت شاہ صاحب نے دریافت فرمایا! کہ رات کو کس فقیر نے ذکر کیا تھا، جس نے مجھے سونے بھی نہیں دیا۔۔۔

(ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۷۶، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

وہابی اسمٰعیلی یہ بھی بتائے کہ ایسی جگہ ذکر کرنا کہ کسی کی نیند خراب ہو جائز ہے؟

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی لکھتا ہے:

مولانا ظفر عثمانی۔۔۔ اشرفعلی تھانوی کے بھانجے اور وقت کے محقق صاحب تصنیف عالم دین ہیں۔ حضرت سہارنپوری کی نگرانی میں آپ مظاہر علوم میں باقاعدہ ذکر بالجہر کرتے تھے آپ کے سوانح نگار مفتی عبد الشکور لکھتے ہیں: مولانا کو حضرت سہارنپوری کی تاکید تھی کہ تہجد کے بعد ذکر اللہ اتنی آواز سے کیا کریں کہ حضرت کو ذکر اللہ کی آواز پہنچتی رہے حضرت کا مکان مدرسہ کے قریب ہی تھا۔ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۱۶۵، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے کہ اس کا یہ وہابی ظفر عثمانی جو ذکر کرتا تھا درست تھا اور جس ذکر کی تاکید وہابی انبیٹھوی نے کی تھی کیا اس کا تاکید کرنا بھی درست تھا۔ تجربات سے جو بات ثابت ہے وہ یہی ہے کہ مکان کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو جب تک چیخ کر ذکر نہ

کریں گے آواز دوسرے گھر تک نہیں جائے گی۔اب وہابی اسمعیلی یہاں فتوے لگائے لیکن اس کے لئے یہاں فتوے لگانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔۔۔

قارئین! حوالے تو بہت ہیں ہم فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ہم نے ابھی بھی بہت اختصار کے ساتھ لکھا ہے اور اتنا طویل ہو گیا ہے اگر وہابی اسمعیلی نے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرنے کے بعد کچھ لکھا تو ان شاء اللہ مزید حوالے بھی بیان کر کے اس کی ذلت و رسوائی کا سامان کیا جائے گا۔

{......مسئلہ نمبر ۱۹......}

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اور اہلسنت کا موقف

اہلسنت کے نزدیک اصل حکم یہ ہے کہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر ہو اور اگر کوئی شخص تکبر کی وجہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے تو حرام ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے اور کسی عذر کی وجہ سے ہے تو بغیر کسی کراہت کے جائز ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے رکھتا ہے تو جائز ہے زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ تنزیہی وخلاف اولی کہہ سکتے ہیں۔

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء اعلی حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

پائنچوں کا کعبین (ٹخنوں از ناقل) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اس پر وعید شدید وارد۔۔۔اور حدیث طویل مسلم وابوداؤد میں۔۔۔علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔۔۔بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے تو حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولی، نہ حرام مستحق وعید۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۲ ص ۱۶۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا ہو تو نماز نہیں ہوتی، یہ شریعت مطہرہ پر محض افتراء ہے اس صورت میں نماز نہ ہونا کسی کا مذہب نہیں بلکہ تہبند لٹکانا اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو ناجائز بھی نہیں جائز وروا ہے صرف خلاف اولی ہے عالمگیری میں ہے:

مرد اگر بلانیت تکبر اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے تک لٹکائے تو مکروہ تنزیہی ہے غرائب میں یونہی ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۷، ص ۶۰۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے اور بے پرواہی سے خلاف اولیٰ۔۔(مرآۃ المناجیح، جلد ۳، ص ۱۴۴)

(۳) مفتی عطاء المصطفی اعظمی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اسبال (کپڑے ٹخنے سے نیچے لٹکانا) کی دو صورتیں ہیں (۱) بطور تکبر (۲) بغیر تکبر۔بصورت اول جو کہ حرام ہے اس میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مکروہ تنزیہی بلکہ خلاف اولی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

الغرض پائینچوں کا ٹخنے کے نیچے ہونا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے اور وہ حصہ بدن جہنم کی آگ سے نہ بچ سکے گا اور اس میں نماز

مکروہِ تحریمی بھی ہوگی اور اگر تکبر کی نیت سے نہیں تو مستحق عذاب وعتاب نہیں اور نماز بھی مکروہ تنزیہی بلکہ خلاف اولی ہے۔ (کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم، ص ۶، ۷، ۸، اعظمی پبلشرز کراچی)

رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ اور علمائے اہلسنت کی اس وضاحت نے اہلسنت کے موقف کو بالکل واضح کر دیا ہے اور بیان فرما دیا کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانا اگر بطور تکبر ہو تو حرام ہے ورنہ جائز ورواز یادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولی ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) بدرالدین محمود بن أحمد العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(بَابُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ) أَيْ: هَذَا بَابٌ فِي بَيَانِ حكم من جر إِزَارَه من غير قصد التخييل، فَإِنَّهُ لَا بَأْس بِهِ من غير كَرَاهَة.

(جس شخص نے بغیر تکبر کے کپڑے لٹکائے اس کے بارے میں باب) بغیر تکبر کے ارادے کے جس شخص نے کپڑے لٹکائے اس کے حکم کے بیان میں یہ باب ہے بے شک اس میں کوئی حرج نہیں بغیر کراہت کے جائز ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

(لست مِمَّن يصنعه) أَي: لست أَنْت يَا أَبَا بكر مِمَّن يصنع جر الْإِزَار خُيَلَاء، وَفِي رِوَايَة زيد بن أسلم: لست مِنْهُم، وَفِيه أَنه لَا حرج على من يجر إِزَاره بِغَيْر قصد كَمَا ذَكَرْنَاهُ.

اے ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ! تم تکبرا کپڑا نیچے کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ اور حضرت زید بن اسلم کی روایت میں "لست منهم" کے الفاظ ہیں۔ اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو شخص بغیر ارادے کے کپڑا نیچے کرے اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وَفِيه دلَالَة على أَن جر الْإِزَار إِذا لم يكن خُيَلَاء جَازَ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ بَأْس.

اور اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا جب تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۲۱، ص ۲۹۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نوٹ! وہابی اسمٰعیلی مفتی رضوان نے علامہ عینی کی یہی عبارات لکھ کر گویا یہ اقرار کیا ہے کہ علامہ عینی ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ تنزیہی یا مباح ہونے کے قائل تھے۔ تفصیل کے لئے وہابی کی کتاب "ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۱۰۶، ادارہ غفران راولپنڈی" ملاحظہ کیجئے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی ان عبارات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو جائز ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے جو باب باندھا تھا علامہ بدرالدین عینی نے اسی کی وضاحت میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ اور اس کو دوسری جگہ بھی برقرار رکھا لہٰذا علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے کے جواز کے قائل تھے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی اسمٰعیلی علامہ بدرالدین عینی کا مقام نہ جانتا ہو میں آپ کے سامنے ایک حوالہ

بیان کر دیتا ہوں اس میں وہابی اسمعیلی نے علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کو فتاوی عالمگیری پر ترجیح دی ہے۔فتاوی عالمگیری کا مقام کیا ہے وہ بھی ساتھ ہی ساتھ آ رہا ہے۔

وہابی اسمعیلی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

اعتماد اسی پر ہے جو عینی نے فرمایا کیونکہ ان کا مرتبہ عالمگیری سے زیادہ ہے۔(انوار الباری، جلد ۱۹،ص ۳۶۵،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

علامہ عینی کا مقام و مرتبہ وہابی انور شاہ کے نزدیک عالمگیری سے بھی زیادہ ہے یہ بات اسی کے اقرار سے آپ پڑھ چکے ہیں اب میں آپ کے سامنے فتاوی عالمگیری کا مقام و مرتبہ بھی وہابیہ اسمعیلیہ سے بیان کر دیتا ہوں صرف اس لئے تاکہ علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کا مقام و مرتبہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک جو ہے وہ معلوم ہو جائے اور جب ان کا نام وہابیہ اسمعیلیہ کے سامنے لیا جائے تو شاید ان کو کچھ حیاء آئے لیکن ہمیں تو اس کی کوئی امید نہیں کیونکہ انہوں نے حیاء بیچ کر کوا بریانی کھا کر ہضم بھی کر لی ہے۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی الیاس گھمن کے مصدقہ رسالہ میں ''فتاوی عالمگیری'' کا مقام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ عبارت فتاوی عالمگیری کی ہے اس کی عبارت پر پانچ صد (۵۰۰) جید علماء کا اجماع ہے۔

(قافلہ حق، جلد ۴، شمارہ ۱، ص ۲۹، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہ کسی اور کی عبارت یا تصدیق نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے بدعتی پیر کے خلیفہ الیاس گھمن کے رسالہ کی عبارت ہے اور اس میں یہ اقرار ہے کہ فتاوی عالمگیری کی عبارت پر ۵۰۰ سادات احناف کا اجماع ہے اسی سے ہی آپ کو علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کا مقام و مرتبہ معلوم ہو گیا ہو گا اگر نہیں تو ایک بار پھر وہابی اسمعیلی انور شاہ کی عبارت کو گھمن کے رسالہ والی عبارت کے ساتھ ملا کر دیکھ لیجئے نتیجہ یہی ہو گا کہ علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی شخصیت وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں کے مطابق ۵۰۰ سادات احناف سے بھی زیادہ ہے، یہ سب کچھ ہم نے اپنی طرف سے بیان نہیں کیا بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر کی عبارات بتا رہی ہیں، اب وہابی اسمعیلی علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی بات مانیں گے یا نہیں یہ تو جواب آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کیا بتا رہے ہیں وہ سب نے دیکھ لئے ہیں۔ میں وہابیہ اسمعیلیہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں سے ان کے اصولوں پر عمل کروانے کے بجائے پہلے خود اپنے گھر کے اصولوں پر تو عمل کر لو پھر بقول ابوعیوب کے دوسروں سے کہو۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی اسمعیلی اس کے باوجود بھی علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی بات نہ مانے اور انور شاہ کو لات مارتے ہوئے کہے کہ نہیں جی ہمارے نزدیک تو فتاوی عالمگیری کا مقام بڑا ہے کیونکہ اس کی عبارات ۵۰۰ سادات احناف کی مصدقہ ہیں تو ایسے وہابی کے منہ پر بھی پھٹکار ڈالنے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے لیکن ابھی ہم اس کو فتاوی عالمگیری ہی کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں کہ جناب کچھ کہنے سے پہلے فتاوی عالمگیری کو ہی دیکھ لیا کریں، یہی مسئلہ دیکھ لو جس کو لے کر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے شور مچایا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے ہمیں سادات احناف کا باغی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اگر اس کے سات باپ بھی مل کر آ جائیں اور سارے کے سارے نانوتوی والا زور لگوائیں تو بھی ہمیں سادات احناف کا باغی ثابت نہیں کر سکتے، یہ کیا کرے گا، اگر بالفرض ہم اس مسئلہ میں سادات احناف کے باغی ہیں تو علامہ بدرالدین عینی کیا ہوئے اور پھر آگے جو حوالے آ رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہو گے۔

بہر حال میں اس وہابی اسمعیلی کی تشفی بقول وہابیہ اسمعیلیہ ۵۰۰ سادات احناف کے مصدقہ فتاوی سے بھی کروا دیتا ہوں تاکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اصولوں سے ہی معلوم ہو جائے کہ دوسروں کے بارے میں یہ کیا بیان کرتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو پھر کیا ہو

جاتے ہیں۔

(۲) بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ ۵۰۰ علماء احناف کے مصدقہ فتاوی فتاوی عالمگیری میں یہی مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْإِزَارُ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ وَهَذَا فِي حَقِّ الرِّجَالِ، وَأَمَّا النِّسَاءُ فَيُرْخِينَ إِزَارَهُنَّ أَسْفَلَ مِنْ إِزَارِ الرِّجَالِ لِيَسْتُرَ ظَهْرَ قَدَمِهِنَّ. إِسْبَالُ الرَّجُلِ إِزَارَهُ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْخُيَلَاءِ فَفِيهِ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ.

ازار کو چاہیے کہ ٹخنوں سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تا کہ ان کے قدموں کے پیٹھ ڈھکی رہے **اگر مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو اس میں تنزیہی کراہت ہے۔** (فتاوی عالمگیری، جلد ۵، ص ۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، مترجم وہابی، جلد ۹ ص ۵۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لیجئے وہابیہ اسمٰعیلیہ اگر علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ کی نہیں مانتے جو کہ بقول وہابی انور شاہ فتاوی عالمگیری سے بھی مرتبہ میں زیادہ ہیں تو چلیں فتاوی عالمگیری ہی کی مان لیں جو بقول ان کے ۵۰۰ علماء احناف کا مصدقہ و اجماعی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی بھاگے گا کہاں تک ہم ان شاء اللہ اس کے سارے راستے اسی کے گھر کے اصولوں سے بند کریں گے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جس مسئلہ کی وجہ سے ہمیں سادات احناف کا باغی ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا، اب ان ۵۰۰ سادات احناف کو بھی احناف کا باغی کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے۔ یعنی علامہ بدرالدین عینی بھی باغی اور یہ ۵۰۰ بھی باغی تو پھر پیچھے یہ چند جھرلو قسم کے وہابی اسمٰعیلی حنفی کہلائیں گے واہ وہابی واہ۔

فتاویٰ عالمگیری کے وہابی مترجم کی لن ترانی

وہابی اسمٰعیلی امیر علی نے فتاوی عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اور جب اسی مقام کا اور اسی مسئلہ کا اس نے ترجمہ کیا جو ہم نے بیان کیا ہے تو فتاوی عالمگیری کا یہ مسئلہ اس کو پسند نہیں آیا تو اس نے اسی پر ہی کلام کر دیا چنانچہ وہابی اسمٰعیلی یہی مسئلہ لکھنے کے بعد لکھتا ہے:

اقول فیہ نظر فافھم۔

میں کہتا ہوں کہ فتاوی عالمگیری کے اس مسئلہ میں نظر ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لے۔

(فتاوی عالمگیری جدید اردو، وہابی مترجم، جلد ۹ ص ۵۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یعنی وہابی اسمٰعیلی آسان و سادہ لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ فتاوی عالمگیری میں ٹخنوں سے نیچے تکبر کے بغیر شلوار رکھنے کو جو مکروہ تنزیہی کہا ہے یہ درست نہیں ہے۔ میں یہاں وہابیوں سے نہیں بلکہ قارئین سے سوال کرتا ہوں کہ ایک طرف تو وہابی اسمٰعیلی یہ کہتے ہیں فتاوی عالمگیری کی عبارات ۵۰۰ سادات احناف کی اجماعی ہیں اور دوسری طرف انہی کی عبارات کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں نظر ہے، اس پر اعتراض ہے، یہ درست نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ درست ہے؟ اور جو دوسروں کو کہتے ہیں کہ پہلے اپنے گھر کا گند صاف کریں، کیا یہ خود ان کے گھر کا گند نہیں ہے؟ اور دوسروں کو کہنے کے بجائے پہلے اپنے گھر کا گند ان کو صاف نہیں کرنا چاہیے؟ اور اگر وہ خود اپنے ہی گھر کے اصولوں کو بھول جاتے ہیں یاد کروانے کے باوجود بھی بھول جاتے ہیں تو دوسروں کو یہ کہنے کا حق پھر بھی رکھتے ہیں کیوں۔؟ اسی لئے کہ وہابیت اسمٰعیلیت نے ان کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ اب اس کے سوا ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اور دن رات اپنے بابوں کی عزت بچانے کے لئے ایسا ہی کھیل کھیل رہے ہیں۔

"الفضل ما شھدت بہ الاعداء"

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں کچھ لایعنی تاویلات لے کر آئے اور اپنے دعوی کو بچانے کی کوشش کرے، میں خود اسی ہی کے گھر سے یہ بات ثابت کر دیتا ہوں کہ فتاوی عالمگیری کی اس عبارت کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے فتاوی عالمگیری میں بھی ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکانا اگر تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱) وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث محمد زاہد لکھتا ہے:

اور فتاوی عالمگیریہ میں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ اگر بغیر تکبر کے ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے۔(اشرف التوضیح، جلد ۳، ص ۳۱۲ تا ۳۱۷، مکتبہ العارفی فیصل آباد)

(۲) وہابی اسمعیلی مفتی رضوان "ان علماء کا موقف جو بغیر تکبر کپڑا لٹکانے کو مکروہ تنزیہی یا مباح کہتے ہیں بیان" کرتے ہوئے لکھتا ہے:

فتاوی ہندیہ کا حوالہ (۱۴) فتاوی ہندیہ میں ہے کہ:

إِسْبَالُ الرَّجُلِ إِزَارَهُ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْخُيَلَاءِ فَفِيهِ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ...

آدمی کا ٹخنوں سے نیچے اپنے ازار کو لٹکانا اگر کبر وعجب کے طور پر نہ ہو تو اس میں کراہت تنزیہی لازم آتی ہے۔۔(ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۱۰۸، ادارہ غفران راولپنڈی)

(۳) وہابیہ اسمعیلیہ کے دارالافتاء جامعہ الرشید کے فتوے میں لکھا ہے:

اور فتاویٰ ہندیہ میں بھی اس کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اس لیے ایسے شخص پر حتمی طور پر فسق کا حکم لگانا مشکل ہے۔(فتوی نمبر۔۔۔دار الافتاء جامعہ الرشید کراچی)

خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گھر کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ فتاوی عالمگیری کی جس عبارت سے وہابی اسمعیلی نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اسی میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو صرف مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

(۴) یہی وہابی اسمعیلی بدر عالم میرٹھی فیض الباری کے حاشیہ میں لکھتا ہے:

يقولُ العبدُ الضعيفُ: وفي الهامش عن "العَالَمَكِيرِيَّة" "إسبالُ الرَّجُلِ إزارَه إن لم يكن للخُيلاَء، ففيه كراهةُ تنزيهٍ".

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے: اگر مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو اس میں تنزیہی کراہت ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، جلد ۴، ص ۴۶۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ ایک اور گواہی ہے وہابی اسمعیلی کے گھر سے، وہابی اسمعیلی بدر عالم میرٹھی نے بھی اقرار کیا ہے کہ فتاوی عالمگیری میں اس چیز کے جائز وروا ہونے کو بیان کیا گیا ہے جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان ناجائز ثابت کر رہا ہے اور نام بھی فتاوی عالمگیری کا لے رہا ہے۔اب وہابی ساجد خان کو کچھ تو شرم کرنی چاہیے لیکن جس کے وہابی اکابرین ہی ایسے ہوں ان کو کیا شرم آئے گی۔

قارئین! جس مسئلہ کو لے کر وہابی اسمعیلی ہمیں حنفیت سے خارج کرنے اور حنفیت کا باغی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس میں فتاوی عالمگیری کا سہارا لے رہا تھا وہ تو فتاوی عالمگیری میں بھی ویسے ہی لکھا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اگر وہ سارے فتوے ہم پر لگتے ہیں تو فتاوی عالمگیری کے یہ ۵۰۰ سادات احناف بھی ان فتوؤں کی زد میں آتے ہیں اور وہابی اسمعیلی کے فتوے سے حنفیت سے خارج اور حنفیت کے باغی بنتے ہیں۔اب دیکھتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی اپنے دعوے کو بچاتا ہے یا پھر دلیل کے بارے میں کچھ کہتا ہے یا

پھر ان سادات احناف کو حنفیت سے خارج کر کے ان پر حنفیت کے باغی ہونے کا فتوی لگاتا ہے۔ وہابی اسمعیلی جو بھی کرے گا ذلت و رسوائی اسی کی قسمت میں آئے گی اور بیچارہ اپنے ہی ہاتھ کے کرتوتوں سے ذلیل ورسوا ہوگا۔

(۲) علامہ علی قاری حنفی (التوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: يُفْهَمُ مِنْهُ أَنَّ جَرَّهُ لِغَيْرِ ذَلِكَ لَا يَكُونُ حَرَامًا لَكِنَّهُ مُكْرَهٌ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ

ابن ملک کہتے ہیں کہ "بطرا" کی قید سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جس نے جر ازار اس مقصد کے علاوہ کیا تو وہ حرام نہیں ہوگا۔ لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۸، ص ۱۹۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وہابی مترجم، جلد ۸، ص ۳۲۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

...وَلَا يَجُوزُ الْإِسْبَالُ تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ، وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّ التَّحْرِيمَ مَخْصُوصٌ بِالْخُيَلَاءِ لِدَلَالَةِ ظَوَاهِرِ الْأَحَادِيثِ عَلَيْهَا. فَإِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ مَنْعَ تَحْرِيمٍ، وَإِلَّا فَمَنْعُ تَنْزِيهٍ.

۔۔اگر اسبال تکبر کی وجہ سے ہو اور تحت الکعبین ہو تو ناجائز ہے۔ امام شافعی نے صراحت کی ہے کہ یہ تحریم خیلاء کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ احادیث کا ظاہر اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اگر اسبال خیلاء کے طور پر ہو تو ممنوع تحریمی ہے ورنہ تو ممنوع تنزیہی ہوگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۸، ص ۱۹۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وہابی مترجم، جلد ۸، ص ۳۲۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

(إِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ) وَالْمَعْنَى أَنَّ اسْتِرْخَاءَهُ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ لَا يَضُرُّ، لَا سِيَّمَا مِمَّنْ لَا يَكُونُ مِنْ شِيمَتِهِ الْخُيَلَاءُ، وَلَكِنَّ الْأَفْضَلَ هُوَ الْمُتَابَعَةُ، وَبِهِ يَظْهَرُ أَنَّهُ سَبَبُ الْحُرْمَةِ فِي جَرِّ الْإِزَارِ هُوَ الْخُيَلَاءُ كَمَا هُوَ مُقَيَّدٌ فِي الشَّرْطِيَّةِ مِنَ الْحَدِيثِ الْمُصَدَّرِ بِهِ.

یعنی تم ان لوگوں کے زمرے میں داخل نہیں ہو جو تکبراً ایسا کرتے ہیں۔ استرخاء بغیر قصد وارادہ کے کوئی نقصان نہیں کرتا۔ خاص کر جب خیلاء اور تکبر نہ ہو البتہ افضل متابعت ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے جر ازار میں سبب حرمت خیلاء اور تکبر ہے جیسا کہ آغاز حدیث میں موجود "من" شرطیہ کی قید سے پتہ چلتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۸، ص ۲۳۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وہابی مترجم، جلد ۸، ص ۳۸۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ وہ شخصیت ہیں جن کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور ان کی مرقاۃ المفاتیح کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے مسئلہ میں بھی جو کیا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا ہے اور مزید بھی آرہا ہے لیکن میں نے یہاں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارات بیان کی ہیں جن میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ صراحتا مسئلہ بیان کر رہے ہیں اور وہی بیان کر رہے ہیں جو اہلسنت نے بیان کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی اس مسئلہ کو لے کر ہمیں حنفیت سے خارج کر رہا ہے اور حنفیت کا باغی ثابت کر رہا ہے لیکن اسی کے بنائے ہوئے ثالث اسی کے فتوے کی زد میں آرہے ہیں۔ اب وہابی اسمعیلی یا تو اپنے دعوے پر چار حرف کرے گا یا پھر اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث پر فتوے دھر کر ان کو بھی وہی کچھ کہے گا جو اس نے ہمیں کہا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی یہاں بھی کوئی لایعنی تاویل لے کر آئے اور کہے کہ جی یہ مراد ہے وہ مراد ہے تو میں ہر بار کی طرح اس بار بھی اس کا منہ اسی کے گھر کی گواہیوں سے بھر دیتا ہوں اور اس کی لایعنی تاویلات کی پٹاری اسی کے گھر کے کنویں میں دفن کر دیتا ہوں۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی شیخ الحدیث محمد زاہد لکھتا ہے:

دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی اگر تکبر کی وجہ سے نہیں تو مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور خود نووی کی اپنی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ **حنفیہ میں سے ابن مالک اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے۔** (اشرف التوضیح، جلد ۳، ص ۳۱۲ تا ۳۱۷، مکتبہ العارفی فیصل آباد)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے ہی وہابی نے اس بات کی تصریح کر دی کہ سادات احناف میں سے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ وہابی ساجد خان کے موقف کو نہیں مانتے اور ٹخنوں سے نیچے شلوار کو مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں نہ کہ وہ جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہہ رہا ہے اور اس کو تمام سادات احناف کی طرف منسوب کر رہا ہے، اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے سارے تاویلاتی کرتب ہوا میں چلے گئے اور وہابی اسمٰعیلی یا تو اپنے دعوے کو دیکھے گا یا پھر اپنے منہ کو یا پھر علامہ علی قاری پر لگنے والے فتوؤں کو۔ وہابی اسمٰعیلی جس کو بھی دیکھے لیکن اس کو اپنی مزعومہ کتاب کی حقیقی شکل ضرور نظر آئے گی۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی عبدالرشید لکھتا ہے:

بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے احناف میں سے ابن ملک اور ملا علی قاری وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے۔ (خیر التوضیح، جلد ۵، ص ۱۴۸، ادارہ اشاعت الخیر ملتان)

اس وہابی اسمٰعیلی نے بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی کوشش و محنت پر پانی پھیر دیا ہے اور وہابی اسمٰعیلی جوش تعصب میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سب کچھ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ جن کو اس نے خود ثالث تسلیم کیا تھا ان کی طرف پھر گیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے بنائے ہوئے ثالث ہی کی مان لے پھر ہم سے بات کرے یا پھر یہ بھی اپنے وہابیوں کی طرح دوسروں پر ٹھونسنا جانتا ہے خود اس نے کسی کی نہیں ماننی۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی مفتی رضوان لکھتا ہے:

مرقاۃ شرح مشکاۃ کا حوالہ (۱۳) حضرت ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ:

وَالْمَعْنَى أَنَّ اسْتِرْخَاءَهُ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ لَا يَضُرُّ، لَا سِيَّمَا بِمَنْ لَا يَكُونُ مِنْ شِيمَتِهِ الْخُيَلَاءُ، وَلَكِنَّ الْأَفْضَلَ هُوَ الْمُتَابَعَةُ، وَبِهِ يَظْهَرُ أَنَّهُ سَبَبُ الْحُرْمَةِ فِي جَرِّ الْإِزَارِ هُوَ الْخُيَلَاءُ۔ (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۱۰۸، ادارہ غفران راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی مفتی رضوان نے بھی علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو ان علماء میں شامل کیا ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے کو مکروہ تنزیہی یا مباح قرار دیتے ہیں۔ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنا مکروہ چہرہ دیکھ لے جس بات کو وہ سب سادات احناف کی طرف منسوب کر کے فتوے ٹھوک رہا تھا اسی بات کے منکر خود اسی کے بنائے ہوئے ثالث علامہ علی قاری بھی ہیں، وہابی اسمٰعیلی علامہ علی قاری کو جہاں چاہے رکھے ان کی بات مان کر اپنی کتاب کو آگ لگائے یا پھر ان کی بات کا انکار کر کے ان کی ثالثی سے ہی دستبردار ہو جائے وہابی جو بھی کرے موت اسی کو آنی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ہر بار اصول اصول کا کھیل کھیل کر بھاگ جاتے ہیں اب ان کو معلوم ہو گا کہ دوسروں کو اصول بتانا آسان ہے یا پھر اپنے ہی گھر کے اصولوں بلکہ اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنا آسان ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جب تک خود عمل نہیں کر لیتا تو بقول ابو عیوب ہمیں کس منہ سے کہتا ہے۔

(۴) وہابی اسمعیلی محمود اشرف کے مصدقہ فتاوی میں ہے:

بعض علماء کرام! جیسے علامہ نووی اور ملا علی قاری وغیرھما کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ حضرات اسبال ازار کی مطلق روایات (جن میں بطر اور خیلاء کی قید نہیں ہے) کو مقید روایات پر وجوباً محمول کرتے ہیں۔ (فتوی نمبر ۶۰/۱۷۷۱، ص ۱، دارالافتاء جامعہ کراچی)

وہابیہ اسمعیلیہ کے دار العلوم (جہاں سے وہابی اسمعیلی ساجد خان فارغ ہے) نے ہی وہابی اسمعیلی کا منہ لال پیلا کر دیا وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اپنے ہی گھر کی عبارات وفتاوی دیکھ لے پھر دعوے کرے اور دلائل دے لیکن یہ کام نہ تو اس کے آباء کر سکے اور نہ ہی اس سے ہونا ہے اس نے ادھر ادھر کی ہانک کر ذلیل ورسوا ہی ہونا ہے جو کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

(۵) وہابیہ اسمعیلیہ کے دارالافتاء جامعہ الرشید کے فتوے میں لکھا ہے:

تاہم چونکہ جمہور اہل علم کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر اسبال یعنی ٹخنے ڈھانکنا صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ نووی، علی قاری، ابن المالک بھی اسی کے قائل ہیں۔ (فتوی نمبر ۔۔۔ دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی)

یہ بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے معتبر ومستند دار الافتاء کے مستند فتاوی ہیں اور ان میں اس بات کا اقرار ہے کہ سادات احناف میں سے علامہ ابن مالک وعلامہ علی قاری ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانے کو مکروہ تنزیہی ہی کہتے ہیں۔ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان کو سمجھا لے پھر ہم سے بات کرے۔

مرقاۃ کا وہابی اسمعیلی مترجم اور علامہ علی قاری کا رد

(۶) وہابی اسمعیلی ندیم علامہ علی قاری کا رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ملّا علی قاری کی یہ آخری بات محل نظر معلوم ہوتی ہے، چونکہ بعض روایات میں تکبر وغیرہ کی قید کے بغیر مطلق حرمت بھی منقول ہے، اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا اور اس کا برعکس حنفیہ اور شوافع کے درمیان اختلافی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح وہابی مترجم، جلد ۸، ص ۳۸۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گھر کے افراد اس کے بنائے ہوئے ثالث کی بات نہیں مان رہے لیکن یہ دوسروں سے منوانا چاہتا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ پہلے بقول ابوعیوب اپنے گھر کا گند تو صاف کر لو پھر دوسروں سے بات کرو۔ تمہارے وہابی اسمعیلی ندیم کو کیونکہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا ٹخنوں سے نیچے کپڑے والا موقف پسند نہیں تھا اسی وجہ سے علامہ علی قاری کے اس موقف کا رَد کر رہا ہے، اب پہلے یا تو اپنے وہابی پر چار حرف کرو تا کہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ واقعی تم علامہ علی قاری کو ثالث مانتے ہو یا پھر علامہ علی قاری پر ہی دو چار فتوے لگا دو تا کہ تمہاری کتاب کی مزید اوقات معلوم ہو جائے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی کرے گا بیڑا اسی کا ہی غرق ہوگا۔

(۳) شیخ عبدالحق محدث الدہلوی الحنفی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(أبو هريرة) قوله: (جر إزاره بطرًا) أي: تكبرًا وطغيانًا وإن لم يكن لذلك فلا يحرم، قالوا: ولكن يكره كراهة تنزيه، وأما إذا كان لعذر ينبغي أن لا يكون مكروهًا كما يفهم مما يجيء في الفصل الثالث من حديث أبي بكر رضي الله عنه أنه لا يكره إذا لم يكن للخيلاء وإن كان بغير عذر، فليفهم ذلك...

اور جس نے تکبراً اپنے کپڑے کو لٹکایا۔ اور اگر کپڑے کو لٹکانا تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو حرام نہیں ہے۔ علماء نے کہا: اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جب کسی عذر کی وجہ سے ہو تو مکروہ بھی نہیں جیسا کہ فصل ثالث میں آنے والی حدیث حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے سمجھا جا رہا ہے۔اور کپڑے کو لٹکانا مکروہ نہیں ہے جبکہ تکبر کی وجہ سے نہ ہو اگرچہ بغیر عذر ہو۔اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ (لمعات التن قیح فی شرح مشکاۃ المصابیح،7،ص336،علوم اسلامیہ لاہور)

شیخ صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص تکبر اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی طرف لطف وعنایت کی نظر نہیں فرمائے گا۔اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے کوئی زخم ہو جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں تو ان سے زخم کو بچانے کے لیے ٹخنہ ڈھانپے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳،ص ۵۳۷،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

مزید لکھتے ہیں:

حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا اٹکائے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳،ص ۵۵۵،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

مزید فرماتے ہیں:

طعام اور لباس میں توسیع اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔(اشعۃ اللمعات ج ۳، ص ۵۵۸،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

لو جی! شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق کر دیا اور اس کے حنفیت سے مقابلہ و خروج و بغاوت کے فتوے اسی کے ہاتھ میں دے دیئے۔اور یہ بات بتا دی کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے فتوے کن کن علماء پر لگائے ہیں ہم پر تو فتوے اس وقت لگتے جب ہم اپنی طرف سے کچھ بیان کرتے لیکن ہم نے تو جو کچھ بھی بیان کیا وہ سادات احناف سے ہی بیان کیا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کا ہم پر فتوے لگانا گویا سادات احناف پر فتوے لگانا ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان خود ہی اپنی اداؤں پر نظر کر لے کیونکہ ہمارے کہنے سے اس کو تکلیف زیادہ ہوگی۔وہابی اسمعیلی سے میں زیادہ کچھ نہیں کہتا بس اتنا کہتا ہوں کہ جن کو تم نے معتبر و مستند سمجھا خود ہی ان کو ثالثی کے لئے منتخب کیا (ہم نے کچھ بھی نہیں کہا تھا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں تھی) اب تمہارے فتوے تمہارے ہی بنائے ہوئے ثالثوں کے خلاف ہیں اب ان پر بھی فتوے دھر دو یا پھر اپنے دعوے کا اور اس کے بعد کتاب کا جنازہ خود ہی نکال دو کیونکہ تمہاری کتاب ہمارے بارے میں کم خود تمہارے وہابیوں اور تمہارے ہی بنائے ہوئے ثالثوں کے خلاف زیادہ ہے۔یہ مسئلہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے بلکہ خود تمہارے ہی وہابیوں کے خلاف ہے جیسا کہ آ رہا ہے یا پھر تمہارے بنائے ہوئے ثالثوں کے خلاف ہے جیسا کہ پڑھ چکے۔جو بھی کہنا ہے کہو کیونکہ تمہاری عیاری مکاری اور دھوکہ بازی بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو مذکورہ جملہ بہت یاد آتا ہے اور اس نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں بھی بھرم بازی کے لئے اس کو لکھا ہے،ہم بھی اس کو اس کا یہی جملہ یاد دلاتے ہوئے اس کو اسی کے گھر لے چلتے ہیں جہاں سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے خود ثالث بنایا تھا وہ بھی اس کے مخالف ہیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی مفتی رضوان لکھتا ہے:

اشعۃ اللمعات کا حوالہ (۲۶) اشعۃ اللمعات میں ہے کہ:۔۔۔اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے

لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے کوئی زخم ہو جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں تو ان سے زخم کو بچانے کے لیے ٹخنہ ڈھانپے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔اشعۃ اللمعات ج ۳،ص ۵۳۶ ، ۵۳۷)

(ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم،ص ۱۰۸،ادارہ غفران راولپنڈی)

وہابی اسمعیلی مفتی رضوان کے اقرار کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی ٹخنوں سے نیچے بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانے کو مکروہ تنزیہی یا مباح قرار دیتے تھے، وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو اپنے دعوی کو غرق کر کے اپنی کتاب کو آگ لگائے یا پھر اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث سے جان چھڑائے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے ہر طرف وہابی اسمعیلی ساجد خان کے لئے موت ہی موت ہے جو چاہے اور جس طرح کی چاہے پسند کر لے۔

(۴) وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث محمد زاہد لکھتا ہے:

بہر حال فقہاء کا دوسرا قول کراہت تنزیہیہ کا ہے اور بہت سے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

(اشرف التوضیح، جلد ۳،ص ۳۱۲ تا ۳۱۷،مکتبہ العارفی فیصل آباد)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم سے کوئی بات کرنے یا پھر ہمیں حنفیت حنفیت کی رٹ سنانے کے بجائے اپنے وہابی اسمعیلی زاہد سے پوچھ لے کہ وہ بہت سے سادات احناف کون ہیں جو وہابی اسمعیلی کے برخلاف ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، اب وہابی اسمعیلی خود اپنے ہی مولوی کے اقرار کے مطابق ان احناف کا مخالف ہو کر کیا ہوا یہ سب کو معلوم ہے وہابی اسمعیلی چلا تھا ہمیں حنفیت سے خارج کرنے بیچارہ خود ہی اپنے جال میں پھنس گیا اور اپنے وہابیوں کو پھنسا گیا۔

(۵) وہابی اسمعیلی مفتی رضوان "الموسوعۃ الفقہیۃ" کے حوالے سے لکھتا ہے:

إِطَالَةُ الثَّوْبِ إِلَى أَسْفَل مِنَ الْكَعْبَيْنِ: اتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ إِطَالَةِ الثَّوْبِ إِلَى أَسْفَل مِنَ الْكَعْبَيْنِ اخْتِيَالًا وَتَكَبُّرًا، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَاتَّفَقُوا عَلَى إِبَاحَةِ إِطَالَةِ الثَّوْبِ إِلَى أَسْفَل مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْحَاجَةِ، كَمَا إِذَا كَانَ بِسَاقَيْهِ حُمُوشَةٌ- أَيْ: دِقَّةٌ وَرِقَّةٌ- فَلَا يُكْرَهُ مَا لَمْ يَقْصِدِ التَّدْلِيسَ. وَاخْتَلَفُوا فِي إِطَالَتِهَا إِلَى أَسْفَل مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنْ غَيْرِ كِبْرٍ وَلَا اخْتِيَالٍ وَلَا حَاجَةٍ: فَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى الْكَرَاهَةِ التَّنْزِيهِيَّةِ.

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنا کبر و عجب کے طور پر حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ جس نے اپنے کپڑے کو کبر و عجب کے طور پر لٹکایا، تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف (رحمت کی) نظر نہیں فرمائے گا۔

اور اس بات پر بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مباح و جائز ہے، جیسا کہ کسی کی ٹانگوں میں پتلا پن ہو، تو مکروہ نہیں ہے، بشرطیکہ دھوکہ دینے کا قصد نہ ہو۔

اور اگر کبر و عجب نہ ہو اور نہ ہی کوئی ضرورت ہو تو اس وقت ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے میں اختلاف ہے، **جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔** (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد ۳۴،ص ۱۷۰،مطابع دار الصفوۃ مصر)

وہابی اسمعیلی مفتی رضوان یہی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کبر و عجب کی صورت میں تو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے اور کبر و عجب کے بغیر کسی معقول عذر کی

وجہ سے بقدر ضرورت جائز ہے اور معقول عذر اور کبر وعجب کے بغیر لٹکانا کے متعلق اختلاف ہے **بہت سے حضرات مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں** جبکہ بعض حرام ومکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۸۸، ادارہ غفران راولپنڈی)

الموسوعۃ کی عبارت اس کے ترجمے اور پھر وہابی اسمٰعیلی مفتی رضوان کی وضاحت میں خط کشیدہ الفاظ صرف ایک بار ہی پڑھ لیں آپ کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کی صداقت معلوم ہو جائے گی، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی جہالتیں دکھانے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے ورنہ اس کتاب کا رد خود اسی کے گھر میں موجود ہے جیسا کہ آپ شروع سے ہی دیکھتے ہوئے آرہے ہیں وہابی اسمٰعیلی نے یہاں جو گند کیا وہ بھی آپ نے دیکھ لیا ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں لیکن ابھی انہی پر اکتفا کرتا ہوں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی کمر اسی سے ہی ٹوٹ گئی ہوگی اور اس کے دعوے کی حقیقت خود اس کو نظر آ گئی ہوگی اگر پھر بھی اس نے جہالت دکھانے کو کوشش کی تو ان شاء اللہ مزید حوالہ جات بھی پیش کئے جائیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعوی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات احناف کے نزدیک شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۸۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ماقبل کی عبارات اور پھر خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر سے ان کی وضاحت کے بعد وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کے پلے کچھ بھی نہیں رہا لیکن وہابی کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ہم مزید کچھ لکھ دیتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے دعوے کو دیکھتے ہوئے:

اولاً: تو یہ بتائے کہ علامہ بدرالدین عینی، علامہ علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بقول وہابیہ اسمعیلیہ ۵۰۰ حنفی فقہاء جنہوں نے فتاوی عالمگیری کی عبارت پر اجماع کیا، کیا یہ سارے علماء حنفی نہیں ہیں؟ اگر ہیں اور ضرور ہیں تو پھر ان کی پیروی کرنے والے اور ان کی اقتداء میں انہی کے قول پر فتوے دینے والے حنفی کیوں نہیں؟ یا پھر بلا وجہ ان پر یہ تبرا بازی کی جاتی ہے؟ اور ایک جہالت سے پُر کتاب لکھ کر ان کا مقابلہ سادات احناف سے کیوں کروایا جاتا ہے؟

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ درج ذیل وہابی اسمٰعیلی بھی حنفی نہیں تھے بلکہ محمد بن عبدالوہاب یا اس کی ذریت کے سچے پکے زر خرید غلام تھے، میرے خیال میں تو جواب ہاں میں ہی آنا چاہیے لیکن ہمیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے جواب کا انتظار رہے گا کہ وہ اپنے ان وہابیوں کو حنفیت سے خارج بنا کر اور ان کا مقابلہ اسی طرح سادات احناف سے کروا کر ان کو بھی حنفیت کا باغی بنائے گا یا پھر اپنی کتاب پر چار حرف بھیج کر اپنے وہابی اکابرین کی کچھ عزت بچائے گا۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

(لست ممن يفعله خيلاء) فيه فضيلة أبي بكر, قال العلماء: المستحب في الإزار والثوب إلى نصف الساقين، والجائز بلا كراهة ما تحته إلى الكعبين، فما نزل عن الكعبين فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم وإلَّا فمنع تنزيه.

اور آپ ان میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے کپڑے لٹکاتے ہیں) اس حدیث میں حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، علماء نے کہا: ازار اور کپڑے میں مستحب یہ ہے کہ آدھی پنڈلی تک ہو اور اس سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر بھی جائز ہے اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو

تو وہ ممنوع ہے اور اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی اور اگر تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔(بذل المجہود فی حل سنن أبی داود، جلد ۱۲، ص ۱۱۳، ناشر مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی)

لو بھائی! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا بیڑا غرق اسی کے وہابی اسمعیلی نے کر دیا ہے۔ اور اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ اگر تکبر نہ ہو تو کپڑا لٹکانا مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے جو کہ بالاتفاق جائز ہے۔ اب وہابی اسمعیلی ہمیں یہ بتائے کہ اس نے جو دعوی کیا ہے اگر وہ سادات احناف کی پیروی میں ہے تو اس کا یہ جاہل باپ جو کہہ رہا ہے یہ کس کی پیروی میں کہہ رہا ہے اور اگر اس نے سادات احناف کی پیروی میں یہ کہا ہے تو وہابی اسمعیلی کوئی گندی نالی تلاش کرے کیوں کہ اس کی آخری جگہ وہی ہے۔

(۲) وہابی اسمعیلی زکریا تبلیغی لکھتا ہے:

ان اسبال الازار للخیلاء کبیرة و اما الاسبال لغیر الخیلاء فظاهر الاحادیث تحریمه ایضا لکن استدل بالتقیید بالخیلاء علی ان الاطلاق فی الزجر الوارد فی ذم الاسبال محمول علی المقید فلا یحرم الجر والاسبال اذا سلم من الخیلاء۔

ازار کو لٹکانا کبر وعجب کے طور پر کبیرہ گناہ ہے اور کبر وعجب کے بغیر ظاہری احادیث کا تقاضا حرام ہونے کا ہی ہے لیکن کبر وعجب کی قید سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ازار لٹکانے کی برائی میں جو وعید مطلق آئی ہے وہ مقید پر محمول ہے لہذا جب کبر وعجب سے سلامتی ہو تو جر اور اسبال حرام نہیں ہوگا۔

مزید لکھتا ہے:

المستحب ان یکون الازار الی نصف الساق و الجائز بلا کراهة الی الکعبین، وما نزل عن الکعبین ممنوع منع تحریم ان کان للخیلاء، والا فمنع تنزیه۔

اور مستحب یہ ہے کہ شلوار نصف پنڈلی تک ہو اور ٹخنوں سے اوپر تک بھی بلا کراہت جائز ہے اور ٹخنوں سے نیچے اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔(اوجز المسالک الی موطا مالک، جلد ۱۶، ص ۱۸۱، ۱۸۲، دار القلم دمشق)

لو جی! وہابی اسمعیلی تبلیغی زکریا نے بھی وہابی ساجد خان کو لات مار دی اور اس کے سادات احناف کی پیروی میں کرنے والے دعوے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی وہابی اسمعیلی کیا ہانکتا ہے اور اس کی وہابی آباء کیا کہتے ہیں، ہماری طرف سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اختیار ہے کہ اپنے اس تبلیغی و احمدی و اسمعیلی کو بھی حنفیت کا مقابلہ کرنے والا اور حنفیت کا باغی لکھے اور اس پر بھی ایک دو فتوے دھرے۔

(۳) وہابی اسمعیلی ظفر احمد عثمانی لکھتا ہے:

فائدة: یحرم اطالة الثوب و الازار و السراویل علی الکعبین للخیلاء و یکره لغیر الخیلاء، نص علیه الشافعی، وصرح به الاصحاب ویستدل له بالاحادیث الصحیحة المشهورة۔

ترجمہ: فائدہ: کپڑے اور ازار اور پاجامہ کو لمبا کرنا کبر وعجب کے طور پر حرام ہے، اور کبر وعجب کے بغیر مکروہ ہے، جس کی امام شافعی اور ان کے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے اور اس کے لئے مشہور صحیح احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔

(اعلاء السنن، جلد ۱۷، ص ۳۶۶، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے وہابی اسمعیلی مفتی رضوان لکھتا ہے:

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مذکورہ عبارت میں یکرہ'' سے بظاہر کراہت تنزیہی مراد ہے کیونکہ اس کی دلیل میں آگے امام شافعی اور ان کے اصحاب کی تصریح اور احادیث مشہورہ کے استدلال کو ذکر کیا گیا ہے۔اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے جن احادیث مشہورہ سے استدلال کیا ہے وہ کبر وعجب سے مقید احادیث ہیں اور ان حضرات گرامی کے نزدیک کبر وعجب کے بغیر اسبال ازار مکروہ تنزیہی ہے۔ (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم،ص ۱۱۲،ادارہ غفران راولپنڈی)

وہابی اسمعیلی ظفر احمد کی عبارت کی وضاحت خود وہابی مفتی رضوان نے کردی ہے اور اس سے کیا مراد ہے اس کی بھی تصریح کردی ہے،وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان پر دو چار حرف کرلے پھر ہماری طرف آئے۔

(۴)وہابی اسمعیلی ادریس کاندھلوی لکھتا ہے:

من جر ازاره بطرا)بفتحتین ای تکبرا و فرحا و طغیانا و یفهم منه ان جره بغیر ذلك لا یکون حراما لکنه مکروه کراهة تنزیه۔۔

بطر ا یہ با اور طا دونوں کے زبر کے ساتھ ہے اور اس سے مراد تکبر،فخر یا سرکشی ہے اور اسی سے سمجھا جا رہا ہے کہ کپڑا لٹکانا اگر تکبر کے بغیر ہو تو حرام نہیں ہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ (التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح،جلد ۴،ص ۳۸۳،دار البشائر الاسلامیہ)

وہابی اسمعیلی ادریس کاندھلوی بھی ساجد خان کی نہیں مانتا،وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے اپنے اصولوں سے اپنے گھر والوں سے منوالے،پھر ہم سے بات کرے جب تک وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ان وہابیوں سے نہیں منوالیتا اس وقت تک اپنی وہابی گن مشین کا رخ اپنے ہی وہابیوں کی طرف رکھے۔

(۵)وہابی اسمعیلی غلام الرحمن لکھتا ہے:

فقہائے کرام کے ہاں اس میں کچھ تفصیل ہے۔اگر کوئی شخص اس کو عادت بنائے اور تکبر کرتے ہوئے قصداً پائجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھے تو یہ صورت ناجائز اور حرام کی ہے۔اگر سرکشی اور تکبر نہ ہو،صرف غفلت اور سستی ہو تو بھی مکروہ تنزیہی ہے البتہ اگر کوئی ضرورت درپیش ہو تو اجازت ہے۔(بحوالہ فتاوی عالمگیری)(فتاوی عثمانیہ،جلد ۱۰،ص ۳۰۶،العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور)

نوٹ: یہ فتاوی درج ذیل وہابیوں کا مصدقہ و پسند فرمودہ ہے:

(۱)وہابی ابو القاسم نعمانی (۲) اسمعیلی سلیم اللہ خان (۳)احمدی تقی عثمانی (۴)دربھنگی خالد رحمانی (۵) تبلیغی طلحہ کاندھلوی (۶)وہابی شاہد (۷)اسمعیلی سمیع الحق (۸)وہابی عبد الرزاق اسکندر

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اتنے ملاں بھی وہی بات کررہے ہیں جو ہم نے کی ہے لیکن وہابی اسمعیلی کو یہ نظر نہیں آتے کیوں؟ وہابی اسمعیلی ان پر فتوے نہیں لگاتا کیوں؟ وہابی اسمعیلی ان کو سادات احناف کا مقابل نہیں کہتا کیوں؟ وہابی اسمعیلی ان کو حنفیت سے خارج نہیں کرتا کیوں؟ ان پر حنفیت سے بغاوت کا فتوی نہیں لگاتا کیوں؟ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کے خلاف کچھ بھی کہا تو بالوں سے بھی زیادہ جوتے پڑیں گے۔بہر حال وہابی اسمعیلی ساجد خان بقول ابو عیوب پہلے اپنے گھر کا گند صاف کرے پھر ہم سے بات کرے۔ پہلے اپنے ان وہابیوں کو سمجھائے اور ان کو سادات احناف کا موقف بتائے اور ان پر حکم لگائے پھر کسی اور کے بارے میں سوچے۔اس سے پہلے کسی اور کے بارے میں بولنا خود وہابی اصولوں کا خون کرنا ہے۔

(۶)وہابی اسمعیلی مفتی رضوان لکھتا ہے:

البتہ اہلِ علم حضرات کے ایک بڑے طبقہ کا قول اس سے مختلف بھی (یعنی کبر وعجب کے بغیر کراہت تنزیہی کا) ہے جس میں متعدد حنفیہ بھی شامل ہیں۔ (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۱۴۱، ادارہ غفران راولپنڈی)

مزید لکھتا ہے:

تاہم مستند اہل علم حضرات کے ایک بڑے طبقہ کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر کبر وعجب کی نیت نہ ہو تو اسبال ازار یا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اور ان حضرات کے دلائل بھی اپنی جگہ وزنی ہیں۔

(ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۱۸۳، ادارہ غفران راولپنڈی)

مزید لکھتا ہے:

خلاصہ۔۔۔ جہاں تک کبر اور اتراہٹ اور معقول عذر کے بغیر قصداً وعمداً ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا تعلق ہے، تو بعض اہل علم حضرات کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اسی کو بعض نے لاباس بہ سے تعبیر فرمایا ہے اور بعض نے اوپر کرنے کو افضل ہونے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم، ص ۶۶، ادارہ غفران راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا گلا خود وہابی مفتی نے ہی گھونٹ دیا ہے اور اس کی حنفیت حنفیت کی رٹ کو بیچ چوراہے الٹا لٹکا کر اس کو بھی ساتھ ساتھ الٹا کر دیا وہابی اسمٰعیلی اپنے ہی مفتی کی بات مان لے اور دوسروں پر تھوپنے یا فتوے لگانے سے باز آئے۔ لیکن ہمارے تجربہ کے مطابق یہ اپنے رئیس المحرفین کذاب دیووہابی اسمٰعیلی احمدی سرفراز گکھڑوی سے بھی بڑا سرخراب ہے، اس جاہل نے اپنے وہابیوں کی بھی نہیں ماننی بلکہ لایعنی تاویلات کی پٹاری لے کر اپنی عزت بچانے کی کوشش کرنی ہے لیکن اب بہت ہی مشکل ہے کہ اس کی عزت بچے، کیوں کہ وہابیوں نے ہی اس کی عزت نیلام کر دی ہے اب یہ جو بھی کرے گا اپنے ہی وہابی گھر کا خانہ خراب کرے گا۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جو فتوے اس نے لگائے ہیں وہ اس کے وہابی مفتی رضوان کے اقرار کے مطابق اہل علم کے بڑے طبقہ پر بھی لگیں گے جن میں متعدد سادات احناف بھی ہیں؟ کیا وہابی اسمٰعیلی اہل علم کے بڑے طبقہ جن کے دلائل بھی اس کے وہابی کے اقرار کے مطابق وزنی ہیں پر بھی فتوے لگائے گا؟ اور ان کو بھی بدعتی بدعتی پکار کر حرام کار کہے گا؟ یا پھر اپنے دعوے کے ساتھ ساتھ اپنی کتاب کو بھی سمندر میں غرق کرے گا۔؟

(۷) وہابی اسمٰعیلی بلال بنوی لکھتا ہے:

غرور وتکبر کی قید سے وہ صورتیں نکل گئیں جن میں آدمی کپڑے ٹخنوں سے نیچے کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے لٹکاتا ہے مثلاً سردی کی وجہ سے یا بیماری وزخم چھپانے کی وجہ سے، یا موٹاپے کی وجہ سے، ان صورتوں میں لٹکانا بالکل جائز ہے۔ اگر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ایسی صورت ہو کہ عذر بھی نہ ہو اور تکبر وغرور کی نیت سے بھی نہ ہو تو بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

(فیوضات شرح مشکاۃ، جلد ۳، ص ۵۳۲، ادارہ الغازی بنوں)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمٰعیلی سلیم اللہ خان، شیر علی شاہ اور اور منظور مینگل کی پسند فرمودہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی سلیم اللہ خان، شیر شاہ اور منظور مینگل کے تصدیق سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اگر بغیر تکبر کے ہو تو صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ میرا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو مشورہ ہے کہ پہلے اپنے گھر کے ان وہابیوں کو اپنے ساتھ ملا لے پھر ہم سے بات کرے۔

(۸)وہابی اسمعیلی عبداللہ جاوید کی ترتیب اور احسان اللہ شائق کے اضافات سے چھپنے والی مظاہر حق میں لکھا ہے:
غرور وتکبر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غرور وتکبر کے بغیر اپنے پائجامے یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ حرام نہیں، تاہم مکروہ تنزیہی یہ بھی ہے۔

مزید لکھا ہے:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہبند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی حرمت کی اصل تکبر ہے۔

(مظاہر حق جدید، جلد ۴، ص ۱۳۶، ۱۵۸، دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ان پر بھی ایک دو فتوے لگا دے تا کہ ہمیں بھی اس کے انصاف پسند ہونے کا علم ہو لیکن ایسا ممکن نہیں۔

(۹)وہابی اسمعیلی محمود اشرف کے مصدقہ فتاوی میں ہے:
مسئلہ اسبال ازار سے متعلق حنفیہ کی کتب فقہیہ میں بہت کم تعرض کیا گیا ہے، البتہ مختلف شراح حدیث نے اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے، شروح حدیث کے مطالعہ سے اسبال ازار کی تین صورتیں معلوم ہوتی ہیں:

پہلی صورت: اسبال ازار بنیت تکبر ہو۔ اس کے مکروہِ تحریمی ہونے پر اتفاق ہے۔ وتدل علیہ الروایات المقیدہ بالبطر والخیلاء۔

دوسری صورت: اسبال ازار کسی عذر کی بنا پر ہو، مثلاً پیر پر زخم چھپانے کی غرض سے ہو یا اسبال ازار بے توجہی کی بناء پر ہو۔ اس پر وعید نہ ہونے اور مواخذہ نہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ وتدل علیہ الروایات المرخصۃ مثلا رخصۃ سیدنا ابی بکر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہما۔

تیسری صورت: اسبال ازار عادت اور فیشن وغیرہ کی بناء پر قصداً ہو، البتہ تکبر کا قصد نہ ہو۔ اس صورت کے حکم میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

قول اوّل: کراہت تنزیہ! بعض علماء کرام جیسے علامہ نووی اور ملا علی قاری وغیرھما کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ حضرات اسبال ازار کی مطلق روایات (جن میں بطر اور خیلاء کی قید نہیں ہے) کو مقید روایات پر وجوباً محمول کرتے ہیں۔

قول دوم: کراہت تحریم! بعض علماء کرام جیسے علامہ ابن حجر اور علامہ ابن العربی کے نزدیک اگر تکبر کی نیت نہ بھی ہو، پھر بھی اسبال ازار مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں مظنہ تکبر بہر حال موجود ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے اس صورت کو مذموم فرمایا ہے جس سے بھی کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ چیز کی شریعت میں مذمت بیان کی گئی ہو، اس کا درجہ کراہت تنزیہی سے بڑھ جاتا ہے، البتہ یہ صورت پہلی صورت کی بنسبت کراہت سے کم ہے، کیونکہ وہاں قصد تکبر ہے اور یہاں مظنہ تکبر ہے۔ (فتوی نمبر ۱۷/۱۷۶۰، ص ۱، دار الافتاء جامعہ کراچی)

قارئین! یہ فتوی اس باڑے کا ہے جہاں سے وہابی اسمعیلی ساجد خان فارغ ہو کر فارغوں جیسی باتیں کر رہا ہے وہابی اسمعیلی اس فتوے کو اچھی طرح پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس کو سمجھ کچھ بھی نہیں آنا لیکن ہمارے قارئین سمجھ چکے ہوں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ سب کا سب خود اسی کے وہابیوں اسمعیلیوں کے خلاف تو ہے ہی، کئی سادات احناف کے بھی خلاف ہے وہابی اسمعیلی دوسروں کو سمجھانے یا اصول بتانے کے بجائے اپنے ہی اصولوں پر عمل کر لے اس کو اپنی وہی شکل نظر آ

جائے گی جو اس کے وہابیوں کی تھی۔

(۱۰) جامعۃ الرشید کا مفتی لکھتا ہے:

تاہم چونکہ جمہور اہل علم کے نزدیک تکبر کی نیت کے بغیر اسبال یعنی ٹخنے ڈھانکنا صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ نووی، علی قاری، ابن المالک بھی اسی کے قائل ہیں اور فتاویٰ ہندیہ میں بھی اس کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اس لیے ایسے شخص پر حتمی طور پر فسق کا حکم لگانا مشکل ہے۔ (فتوی نمبر۔۔۔دار الافتاء جامعہ الرشید کراچی)

نوٹ: ہم نے جتنے بھی فتوؤں کے حوالے دیے ہیں وہ سب ہمارے پاس پی ڈی ایف میں موجود ہیں اور وہابی اسمعیلی فیس بک آئی ڈی ''ویب سائٹ فتاوی بصورت پی ڈی ایف'' پر بھی موجود ہیں۔ اور ہماری اس بات کو اس مضمون میں مدنظر رکھا جائے۔

یہاں بھی جمہور علماء کا لفظ ہے کہ جمہور کا موقف وہی ہے جو اہلسنت کا ہے لیکن پھر بھی وہابیہ اسمعیلیہ ایک ہی ٹانگ پر کھڑے ناچ رہے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ان مفتیوں کے اس فتوی کو اپنے گلے کا ہار بنا کر اپنے گلے میں لٹکائے تا کہ اس کو اپنی ہی کتاب اور اس میں کئے ہوئے دعوے کی اوقات معلوم ہو اگر وہابی اسمعیلی سے یہ کام نہ ہو تو ہمیں بتائے ہمارے پاس ایک اور ہار ہے جو ہم اس کے گلے میں لٹکائیں گے جس سے اس کی شکل آئینہ میں اور بھی اچھی لگے گی۔

(۱۱) وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث محمد زاہد لکھتا ہے:

اسبال ازار کا حکم:

اسبال ازار پر شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں اس لئے اتنی بات طے شدہ ہے کہ فی الجملہ اسبال اور خاص طور پر اسبال ازار نا جائز ہے۔

اسبال ازار کی صورتیں:

لیکن مطلقاً نا جائز ہے یا بعض صورتوں میں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت۔۔۔ پہلی صورت یہ ہے کہ بالقصد اسبال ازار کرتا ہے یعنی شلوار یا لنگی ٹخنوں سے نیچے کرتا ہے۔

دوسری صورت۔۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بالقصد اسبال ازار کرتا ہے لیکن اس کا منشا تکبر نہیں کسی اور وجہ سے کرتا ہے۔

تیسری صورت۔۔۔ یہ ہے کہ بغیر قصد کے نیچے ہو جائے اور یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کپڑے کا سائز اس انداز سے اختیار کیا جائے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو لیکن ازار بند ڈھیلا ہونے کی وجہ سے نیچے ہو گیا یا لنگی ڈھیلی ہو گئی اور وہ ٹخنوں سے نیچے چلی گئی وغیرہ وغیرہ

پہلی صورت کا حکم۔۔۔ پہلی صورت بالاتفاق نا جائز ہے یعنی جب تکبر کی وجہ سے ایسا کرے۔

تیسری صورت کا حکم۔۔۔ تیسری صورت بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ جو کام بغیر قصد کے ہو جائے وہ شرعاً ممنوع نہیں۔

دوسری صورت میں اختلاف۔۔۔ دوسری صورت کے بارے میں اختلاف ہے یعنی بالقصد کیا لیکن اس منشاء تکبر نہیں یہ جائز ہے یا نا جائز اس میں دو قول ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ تحریمی ہے یعنی نا جائز ہے چنانچہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتح الباری میں اسی طرف رجحان ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی اگر تکبر کی وجہ سے نہیں تو مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے اور خود نووی کی اپنی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ **حنفیہ میں سے ابن مالک اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے، اور فتاوی عالمگیریہ میں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ اگر بغیر تکبر کے ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی**

نہیں ہے۔

وہابی اسمعیلی مزید لکھتا ہے:

بہر حال فقہاء کا دوسرا قول کراہت تنزیہیہ کا ہے اور بہت سے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

(اشرف التوضیح، جلد ۳، ص ۳۱۲ تا ۳۱۷، مکتبہ العارفی فیصل آباد)

وہابی اسمعیلی مفتی زاہد بھی احمدی ساجد خان کی ساری محنت پر پانی پھیر گیا اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی صورتیں بیان کر کے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس میں ایک قول مکروہ تنزیہی کا بھی ہے اور بہت سے حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کچھ شرم کرے اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ اس کے پاس نہیں ہے۔ کچھ حیاء کرے اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ بھی اس کے پاس نہیں ہے۔ چلو اگر بزعم خود اس کے پاس کچھ غیرت ہے تو اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ان تمام سادات احناف پر بھی فتوے دھر دے جو اس کے بیان کردہ دعوے کو نہیں مانتے لیکن ہم یقین کامل سے کہتے ہیں کہ یہ بھی اس میں نہیں لہٰذا اس نے ہمیشہ اہلسنت پر ہی عوعو کر کے سادات احناف پر عوعو کرنی ہے۔

وہابی اسمعیلی مفتی زاہد لکھتا ہے:

بہر حال فقہاء کا دوسرا قول کراہت تنزیہیہ کا ہے اور بہت سے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

مزید لکھتا ہے:

۔۔ایسی صورت میں آدمی دوسروں کے بارے میں سخت فتوی نہ لگائے البتہ اپنے عمل میں احتیاط کرے، اپنا عمل ایسا رکھے جیسا کہ مکروہ تحریمی ہوتا ہے لیکن دوسروں کے بارے میں کراہت تنزیہیہ والا قول بھی مدنظر رکھے۔۔ گویا حاصل یہ کہ حرمت کی علت تکبر ہونا احادیث سے واضح ہے اور جب حکم کی علت معلوم ہو جائے تو مدار حکم علت ہی ہوتی ہے لیکن آدمی اپنے بارے میں یہی سوچے کہ ہو سکتا ہے کہ میرے اس کام کا منشاء تکبر ہو اور مجھے اپنے تکبر کا احساس نہ ہو اور دوسرے کے بارے میں یہ سمجھے کہ اس کا منشاء تکبر نہیں ہوگا بلکہ ویسے ہی اس نے کر لیا ہوگا۔ (اشرف التوضیح، جلد ۳، ص ۳۱۲ تا ۳۱۷، مکتبہ العارفی فیصل آباد)

وہابی اسمعیلی مفتی زاہد نے تو ساجد خان کی نیّا اچھی طرح بیچ سمندر میں غرق کر دی اور اس کے دعوے پر وہ ضربیں لگائیں کہ بیچارہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنوں کی ہی مان لو اور دوسروں کو اصول سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے مفتوں کے اصولوں پر عمل کر کے دکھا دو ورنہ اپنا یہ منہ کہیں اور ہی لے جاؤ کیونکہ یہ یہاں کے قابل نہیں رہا۔

(۱۲) وہابی اسمعیلی عبدالرشید لکھتا ہے:

قولہ قال الاسبال فی الازار۔ اسبال ازار اس کا اصل معنی ہے لٹکانا اور ڈھانکنا اس کی مختلف صورتیں بیان کی جاتی ہیں جن میں بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز (۱) کوئی شخص بالقصد بطور تکبر کے ازار ٹخنوں سے نیچے کرے تو یہ حرام ہے۔ (۲) کوئی شخص بالقصد اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے رکھے لیکن اس کا ارادہ تکبر کا نہ ہو یہ بھی حرام ہے (۳) بغیر کسی قصد وارادے کے نیچے ہو جائے خواہ ازار بند ڈھیلے ہونے کی وجہ سے یا لنگی کے ڈھیلے ہونے کی وجہ سے یہ شرعاً مذموم نہیں۔

ان تینوں صورتوں میں سے دوسری صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا ناجائز ہے۔

قول اوّل: بعض حضرات نے کہا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یعنی ناجائز ہے اور ابن حجر کا فتح الباری میں اسی طرف رجحان ہے۔

قول ثانی: بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے احناف میں سے ابن مالک اور ملاعلی قاری وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے
۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ ممنوع اس وقت ہے جبکہ تکبر کی وجہ سے ہو اگر بغیر تکبر کے ہو تو ناجائز و ممنوع نہیں زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے لیکن اس کی بالکل عادت بنالینا بھی غلط ہے۔ (خیر التوضیح، جلد ۵، ص ۱۴۸، ادارہ اشاعت الخیر ملتان)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمعیلی حنیف جالندھری اور شبیر الحق کی مصدقہ ہے۔

لو جی! یہاں صراحتاً آ گیا کہ بغیر تکبر کے کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اب وہابی نے جو بھی کرنا ہے اپنے ہی لوگوں کا کرلے ہمارا کام تھا اس کو آئینہ دکھانا سو ہم نے دکھایا ہی نہیں بلکہ ہاتھ میں دے دیا اب جب تک چاہے وہابی اسمعیلی ساجد خان دیکھتا رہے تاکہ اس کو اس میں اسی کے وہابیوں کی بھی شکل نظر آتی رہے۔

(۱۳) وہابی اسمعیلی محمود الحسن گنگوہی سے سوال ہوا:

پائجامہ جس سے ٹخنے چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

جواب میں لکھتا ہے: یہ لباس متکبرین وفساق کا ہے اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جاوے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ورنہ مکروہ ہے:

ولایجوز الاسبال تحت الکعبین ان کان للخیلاء، اذ قد نص علیه الشافعي۔ وبغیر الخیلاء منع للتنزیه لاللتحریم مرقاۃ۔ (فتاوی محمودیہ جلد ۱۹، ص ۲۷۲، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

نوٹ: اس فتاوی پر کام وہابی اسمعیلی سلیم اللہ خان کی زیر سرپرستی اور دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کی زیر نگرانی ہوا ہے۔

(۱۴) کئی وہابیوں اسمعیلیوں کا مصدقہ و پسند فرمودہ فتاوی حقانیہ میں لکھا ہے:

شلوار یا تہبند بطور تکبر کے ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے ایسی حالت میں نماز پڑھنا بھی کراہت سے خالی نہیں۔

(فتاوی حقانیہ، جلد ۳، ص ۱۹۵، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

اسی فتاوی کے حاشیہ میں بطور دلیل کیا لکھا ہے وہ بھی دیکھ لیجئے:

لما قال العلامة الملا علی القاری: قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: يُفْهَمُ مِنْهُ أَنَّ جَرَّهُ لِغَيْرِ ذَلِكَ، يَكُونُ حَرَامًا، لَكِنَّهُ مُكْرَهٌ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ......

و ایضا قال وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّ التَّحْرِيمَ مَخْصُوصٌ بِالْخُيَلَاءِ لِدَلَالَةِ ظَوَاهِرِ الْأَحَادِيثِ عَلَيْهَا، فَإِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ مَنْعَ تَحْرِيمٍ، وَإِلَّا فَمَنْعُ تَنْزِيهٍ.... (مرقاۃ شرح مشکاۃ ج ۸، ص ۱۳۸، کتاب اللباس)

(۱۵) کئی وہابیوں احمدیوں کے مصدقہ فتاوی میں لکھا ہے:

اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

(خیر الفتاوی، جلد ۳، ص ۱۹۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

یہ حوالے بھی بہت کچھ بیان کر رہے ہیں اور ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں لیکن ابھی انہی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اسی سے ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان کے کچھ طبق روشن ہو جائیں گے اور پھر ہم انتظار میں ہوں گے کہ وہابی اسمعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہمارا جواب کب دیتا ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان جب بھی جواب دے گا اس کا جواب الجواب بھی ہم نے دینا ہے اس کے لئے

بھی تو بہت کچھ ہونا چاہیے ان شاء اللہ جب وہابی اسمعیلی جواب دے گا تو مزید بھی پیش کیا جائے گا۔

قارئین! آپ نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال دیکھ لیا اب اس کے دلائل کو بھی دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان صرف جاہل ہی نہیں بلکہ جاہلوں کا استاذ بھی ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: فتاوی عالمگیری میں ہے: ینبغی ان تکون الا زار فوق الکعبین الی نصف الساق۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج۵،ص۳۸۶) لازم ہے کہ شلوار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۸۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، میں ایک بار پھر بیان کر دیتا ہوں۔ **وہابی اسمعیلی لکھتا ہے:**

سادات احناف کے نزدیک شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۸۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی، وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے تھا کہ اپنے دعوے کے مطابق دلائل بیان کرتا کیونکہ یہ تو اس کے آباء کی بھی عادت ہے کہ دعوی کچھ اور دلیل کچھ، اسی عادت سے مجبور ہو کر بیچارہ فتاوی عالمگیری سے ایک عبارت نکال کر لے آیا اگرچہ یہ عبارت اس کے کام کی نہیں تھی اور نہ ہی اس کا دعوی اس سے ثابت ہوتا تھا لیکن ہوا جو وہابی اسمعیلی جہاں سے جس چیز کو مرضی ثابت کر دے بس وہابی عوام کو بیوقوف بنانا ہے وہ بن جائے گی باقی ذلت ورسوائی تو اس کی کس کو پرواہ ہے وہ تو وہابیہ اسمعیلیہ کو ہمیشہ سے ملنے والی شیء ہے لہٰذا ہر مقام پر اس کو گلے لگایا جاتا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھی یہی کیا ہے۔

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ فتاوی عالمگیری کی کس عبارت کا ترجمہ یا مفہوم وہ ہے جس کا اس نے دعوی کیا ہے۔ فتاوی عالمگیری کی اس عبارت کو ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار بھی پڑھ لیں آپ کو کہیں سے بھی مکروہ تحریمی تو دور کی بات مکروہ کا لفظ بھی نظر نہیں آئے گا۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اس نے لازم کا ترجمہ کس لفظ کا کیا ہے۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ یہاں لازم سے اس کی کیا مراد ہے کیا یہاں لازم سے وہ مراد ہے جس کا ارتکاب مکروہ تحریمی ہوتا ہے یا کچھ اور۔

رابعاً: کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان کے نزدیک آدھی پنڈلی تک شلوار رکھنا واجب ہے یا اس کا خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وہابی اسمعیلی کی فتاوی عالمگیری کی عبارت میں تحریف

کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اپنے اس دعوے پر کوئی بھی دلیل نہیں تھی تو اس نے فتاوی عالمگیری کی عبارت میں تحریف کر کے ان کو اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے وہابی اسمعیلی اگر فتاوی عالمگیری کی مکمل عبارت بیان کر دیتا تو اس کی عیاری، مکاری، دھوکہ بازی اور ساتھ ہی ساتھ دعوے کی حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی اور ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی لیکن ہوا جو وہابی اسمعیلی اپنی عزت بچانے کے لئے تحریف تو کر دی اور یہ سمجھا کہ اس کی ان عیاریوں کو کوئی دیکھے گا نہیں لیکن اس کی سوچ کے خلاف ہوا اور وہابی کو لینے کے دینے پڑ گئے اور جس عزت کی خاطر یہ کام کیا تھا وہ تو نہ ملی پر ذلت ورسوائی مزید حصہ میں آئی۔ فتاوی عالمگیری کی

عبارت ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں ایک بار پھر بیان کر دیتے ہیں تا کہ وہابی اسمٰعیلی کی دھوکہ بازی سامنے آجائے۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْإِزَارُ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ وَهٰذَا فِي حَقِّ الرِّجَالِ، وَأَمَّا النِّسَاءُ فَيُرْخِينَ إِزَارَهُنَّ أَسْفَلَ مِنْ إِزَارِ الرِّجَالِ لِيَسْتُرَ ظَهْرَ قَدَمِهِنَّ. إِسْبَالُ الرَّجُلِ إِزَارَهُ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْخُيَلَاءِ فَفِيهِ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ.

ازار کو چاہیے کہ ٹخنوں سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تا کہ ان کے قدموں کی پیٹھ ڈھکی رہے **اگر مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو اس میں تنزیہی کراہت ہے۔** (فتاوی عالمگیری، جلد ۵، ص ۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، وہابی مترجم، جلد ۹، ص ۵۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی دیکھیے فتاوی عالمگیری کی عبارت میں کیا ہے اور وہابی اسمٰعیلی نے اپنے رئیس المحرفین مکار دیوسرفراز گکھڑوی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس کو کیا بنا دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں کوئی لایعنی تاویل لے آئے تو میں پہلے ہی بتا دیتا ہوں کہ ہم ماقبل میں وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی کے کئی حوالے بیان کر چکے ہیں جن میں اس بات کا اقرار ہے کہ فتاوی عالمگیری میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گنگوہی کی طرح ہو چکا ہے تو اپنے کسی جاہل اکھیارے سے پڑھوالے اور اس طرح کی حرکتوں سے باز آئے۔

بدعتی نظریہ کس کا وہابی اسمٰعیلی جواب دے

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: بدعتی نظریہ: لیکن آج آپ اہل بدعت کیا عوام کیا خواص کسی کو بھی دیکھ لیں ان کی شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہوں گی۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۰، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

میں یہاں زیادہ نہیں لکھتا کیونکہ ہمارے ماقبل کے حوالوں سے یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جس کو بدعتی نظریہ کہہ رہا ہے وہ کس کس کا ہے اور یہ بزعم خود کس کس پر فتوے لگا رہا ہے، اس جاہل کی جہالت سے نہ تو علامہ عینی بچ سکے اور نہ ہی علامہ علی قاری، ۵۰۰ سادات احناف فتاوی عالمگیری والے الگ ہیں لیکن ہمیں اس پر افسوس نہیں ہے کیونکہ ان کے ہاں اکابرین کے لئے فتوے ہی ایسے ہوتے ہیں لیکن ماقبل میں جو وہابیوں کے حوالے گزرے ہیں ان کے علاوہ میں کچھ ایسے حوالے بھی بیان کر دیتا ہوں جس سے آپ کو مزید وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے فتوے کے مطابق بدعتی نظریہ کو اپنانے بلکہ اس پر عمل کرنے والے نظر آجائیں گے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی مفتی زاہد لکھتا ہے:

بہر حال فقہاء کا دوسرا قول کراہت تنزیہیہ کا ہے اور بہت سے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ **یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے بعض علاقوں میں خصوصاً صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بڑے بڑے علماء کو آپ دیکھیں گے کہ ان کی شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے اور ان میں بڑے متدین اور صالح قسم کے افراد بھی ہوتے ہیں اور بظاہر ان کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اب ان حضرات پر ہم عمومی فتوی لگا دیں کہ وہ بھی کراہت تحریمیہ کے مرتکب ہیں بظاہر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔**

(اشرف التوضیح، جلد ۳، ص ۳۱۲ تا ۳۱۷، مکتبہ العارفی فیصل آباد)

وہابی اسمٰعیلی مفتی زاہد کی خط کشیدہ عبارت ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھئے اور وہابی ساجد خان کے گھر کے بدعتی ٹولہ کی پہچان

کیجئے۔ یہ ہم نے نہیں لکھا بلکہ وہابی اسمعیلی نے اپنوں کے بارے میں خود ہی اقرار کیا ہے اب وہابی احمدی ساجد خان یہاں بھی قلم کو حرکت دے اور فتوے ہی فتوے سنائے اور ان کو بھی اپنے قلم کی دھار سے قتل کر کے ان کا خون بہائے۔

(۲) وہابی اسمعیلی فضل محمد یوسف زئی لکھتا ہے:

ٹخنوں کو ڈھانکنے کی بیماری پنجاب کے عوام اور علماء میں بہت زیادہ ہے سرحد کے لوگ اور علماء اس بیماری میں کم مبتلا ہیں بلوچستان کے لوگ اس بیماری میں بہت زیادہ مبتلا ہیں اسی طرح افغانستان کے عوام وخواص اس مرض کا شکار ہیں صوبہ سندھ تو تمام صوبوں کے لوگوں پر مشتمل ہے اس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں عرب کے لوگ اجتماعی طور پر اس معصیت میں مبتلا ہیں۔

(توضیحات اردو شرح مشکاۃ، جلد ۶ ص ۴۳۶، مکتبہ العربیہ)

نوٹ! یہی عبارت خیر المفاتیح جلد ۵ ص ۱۳۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ میں بھی موجود ہے۔

وہابی اسمعیلی کو اجازت ہے کہ آنکھیں بند کر کے بلکہ گنگوہی کی طرح ہو کر ان سب پر حکم لگادے کہ یہ سارے فاسق ہیں ان کی نماز واجب الاعادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ ہمارے بارے میں کچھ کہنے سے باز آئے بحمد اللہ اہلسنت نے ہمیشہ سادات احناف ہی کی پیروی کی ہے اور کریں گے ان شاء اللہ۔

قارئین! حیا والے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے اور بے حیاء کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان بس: اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔ وہابی اسمعیلی نے بھی اتنی ذلت ورسوائی کے بعد یہی کرنا ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۲۰......}

محفل میلاد شریف اور اکابرین اہلسنت کا موقف

(۱) رئیس المتکلمین والفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر الٰہی سب مسلمانوں کے لئے ہے اور مجلس میلاد مبارک جو مطابق رواج حرمین شریفین معتبر روایتوں سے پڑھی جائے اور منکرات شرعیہ سے خالی ہو اس سے روکنا ذکر خدا سے روکنا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۱۵۷، رضا فاونڈیشن لاہور)

(۲) صدر الافاضل بدر الاماثل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے میلاد کی محفل کی حضور سید عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ اور مقدس زندگی کے احوال کریمہ اور معجزات باہرہ بیان کئے مجلس شاندار طور پر ترتیب دی اور باوقار طریق پر ذکر کیا بیان ولادت مبارکہ کے وقت شان حبیب کے اظہار عظمت کے لئے تعظیمی قیام کیا تو کیا برا ماننے کی بات ہے شریعت نے اس کو کون سا محرمات سے بتایا ہے۔ کہاں کبائر میں سے شمار کیا جائے جس پر اس شدومد کے ساتھ جنگ ہے، ناراضگی ہے۔۔۔

مزید لکھتے ہیں:

انعقاد مجلس میلاد از روئے شرع شریف جائز اور موافق حدیث کے ہے۔۔۔

(فتاوی صدر الافاضل، ۲۴۲، ۵۷۸، شبیر برادرز لاہور)

(۳) مناظر اسلام شیر بیشہ اہلسنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بے شک محفل میلاد شریف بھی تکثیر ذکر مصطفی ﷺ کی ایک بہترین صورت ہے۔

(العطایا الرضویہ فی الفتاوی الحشمتیہ ،ص ۱۸۴، تنظیم اہلسنت پاکستان)

(۴) مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا۔ حمل شریف کے واقعات۔ نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جاوے گا۔۔۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ۷ ۵۴، مکتبہ غوثیہ کراچی)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بات ہی ختم کر دی ہے وہابیہ اسمعیلیہ میں غیرت کا کوئی قطرہ ہے تو جس میلاد کا مفتی صاحب ارشاد فرما رہے تھے اس کا رد سادات احناف و مشائخ ہند سے دکھائیں، بات وہی ہے وہابی اسمعیلی اپنے آباء کی پیروی کرتے ہوئے ہمارے ذمہ ایک چیز لگاتے ہیں اور پھر محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی گندی نالیاں بہا کر یہ سمجھتے ہیں کہ تحقیق ہو گئی لیکن ان عقل کو تین طلاقین دینے والوں کو کون سمجھائے کہ یہ تحقیق نہیں تخریب ہے جس میں تم اور تمہارے وہابی اسمعیلی آباء مبتلا ہیں۔ وہابیہ اسمعیلیہ ہمارا اجماعی عقیدہ بیان کر کے اس کا رد کریں اور یہ ان سے ہو گا نہیں کیونکہ جب یہ کام وہابیہ اسمعیلیہ کے آباء نہ کر سکے تو آج کے یہ تحقیق سے فارغ محقق کیسے کریں گے۔

محفل میلاد شریف سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف

(۱) علامہ علی قاری پوری وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولازال أهل الإسلام فی سائر الاقطار و المدن العظام یحتفلون بشهر مولده ﷺ وشرف و کرم۔ بعمل الولائم البدیعة و المطاعم المشتملة علی الامور البهیجة الرفیعة، ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات، ویظهرون المسرات، ویزیدون فی المبرات، بل یعتنون بقراءة مولده الکریم، ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم.

اور پھر ہمیشہ سے اہل اسلام دنیا کے کونے کونے میں اس ماہ مبارک میں محافل میلاد شریف کرنے لگے اللہ تعالی اسے مزید عظمت اور بزرگی عطا فرمائے۔ (ان محافل) میں مختلف اقسام کے کھانے اور دیگر پروقار امور کا اہتمام کیا کرتے ہیں اور اس کی رات میں طرح طرح کے صدقات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بھلائی کے کاموں میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ وہ مولود کریم پڑھنے کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں جس سے اس پر برکات عظیم و انعامات کریم کا نزول و ظہور ہوتا ہے۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملا علی القاری، جلد ۵ ،ص ۳۸۴، دار الکتب پشاور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنے اس ایک ہی حوالے سے وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر دیا ہے اور اس کو اس کی حقیقی جگہ پہنچا دیا ہے۔ قارئین! وہابیت اسمعیلیت تو ہر مرتبہ منہ کی کھا کر ذلیل و رسوا ہو کر پھر ذلت و رسوائی کے حصول کے راستے تلاش کرتی ہے لیکن انصاف پسند حضرات سے گزارش ہے کہ وہ انصاف کریں اور علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کے صرف اسی حوالے کو دیکھ کر اندازہ لگائیں کہ وہ کس طرح خود ہی نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ میلاد شریف کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں اور وہابیت اسمعیلیت کی جعلی حنفیت کا پردہ چاک کر کے اس کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ باقی علماء کے رسائل و کتب کو چھوڑ

کر صرف علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ جن کا ذکر تو نے اس طرح کیا ہے:

مرقاۃ المفاتیح: یہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف کی شرح ہے، جسے شیخ امام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ، جن کا پورا نام ابوالحسن علی بن سلطان محمد نور الدین القاری تھا) کی معروف تصنیف ہے۔ آپ مشہور ومعروف محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجہ مجددیت پر فائز ہوئے۔ ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی امام احمد بن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ عیہ علامہ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبداللہ سندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ قطب الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

ان کا یہی رسالہ پڑھ لے اور اگر سارے کی توفیق نہ ہو اور مجھے یقین ہے کہ تجھے کیا تیرے بڑوں کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی تو صرف ہماری نقل کردہ عبارات ہی پڑھ لے اور دیکھ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے کس طرح اہل سنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کیا ہے اور وہابیت کے گویا ہر اعتراض کی قلعی ہی کھول دی ہے اور تمام عالم اسلام کی محافل اور پھر اہل حرمین کی میلاد سے محبت اور ان کے انداز کو بیان کر کے ایک بار پھر وہابیت اسمعیلیت کو رسوا کیا ہے وہابی اسمعیلی کہتے ہیں ثبوت لاؤ میں کہتا ہوں کہ اور کیا ثبوت دیں اور کس طرح کا ثبوت دیں کیا علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ معاذ اللہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اہل اسلام کی یہ جو خوشیاں بیان کر رہے ہیں اور ان پر برکات عظیم وانعام کریم کے نزول وظہور کا اقرار کر رہے ہیں یہ سب غلط ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہابیت اسمعیلیت نے جن کو خود تسلیم کیا اور جن کی تعریف بیان کی اور ان کی حنفیت کو سند بنا کر دوسروں کو حنفیت سے نکالنے کی ناکام کوشش کی وہ خود ان کے نہج کے مطابق حنفی نہیں اور وہ ان کے نزدیک اہل اسلام میں سے نہیں کیونکہ اہل اسلام تو ان کے نزدیک ہمیشہ سے میلاد کی خوشیاں مناتے آئے ہیں اور اس کا اہتمام کرتے آئے ہیں اور یہ شرذمہ قلیلہ اس پر فتوے لگاتا ہے اور گویا تمام عالم کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ وہ بتائے کہ علامہ علی قاری ربیع الاول کے مہینہ میں یہ جو محافل میلاد کی بات کر رہے ہیں وہ کیا خلا میں ہوتی تھیں؟ اور یہ جو خوشیاں منائی جاتیں تھی کیا وہ سب چاند پر ہوتی تھیں؟ اور وہ محافل میلاد جن کی برکات کے نزول کی بات کر رہے ہیں وہ آسمانوں پر ہوتی تھیں؟ آخر علامہ علی قاری کہاں کی بات کر رہے ہیں یقیناً اسی زمین کی بات کر رہے ہیں اور اسی زمین پر محافل میلاد اور اس پر خوشیوں اور پھر اس کی برکتوں کا ذکر کر رہے ہیں اور یہی کچھ ان کی پیروی اور اہل اسلام کی پیروی میں اہلسنت وجماعت کر رہے ہیں وہی محافل وہی خوشیاں اور وہی برکات لیکن وہابی اسمعیلی تمام اہل اسلام کو چھوڑ کر اور علامہ علی قاری سے منہ موڑ کر فتوے لگانے میں لگا ہوا ہے، وہابیہ اسمعیلیہ اگر چاہیں تو بتا سکتے ہیں کہ علامہ علی قاری کون سی محافل میلاد کی بات کر رہے ہیں اور پھر ربیع الاول میں ہی کون سی خوشیاں منانے اور اس پر برکات کی نوید سنا رہے ہیں جو بھی وہابی اسمعیلی جواب دے وہ اپنے گھر کے فتوے اور بالخصوص اپنی لکھی روئیداد پڑھ کر جواب دے تا کہ آگے والی ذلت سے بچ جائے لیکن ایسا ممکن ہی نہیں میرے خیال سے محال ہے۔ قارئین! مسئلہ کی وضاحت، ثبوت میں یہی عبارت کافی ہے لیکن میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی مزید عبارات بھی پیش کر دیتا ہوں جس سے مسئلہ کی وضاحت بھی ہوگی اور وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی بھی ہوگی۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

بحیث کان مما جرب۔ کما قال الامام الشمس ابن الجزری المقدسی المقرب۔ من خواصه انه امان تام فی ذلك العام وبشری تعجل بنیل ما ینبغی ویرام۔

یہ بات تجربہ شدہ ہے جیسا کہ امام شمس الدین ابن جزری مقری علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ محافل میلاد کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سال امن وسلامتی والا رہتا ہے اور محافل میلاد کرانے والے کے جو بھی نیک مقاصد ہوتے ہیں یہ ان کی جلد حصول یابی کا باعث ہوتی ہے۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملا علی القاری، جلد ۵، ص ۳۸۵، دار الکتب پشاور)

یہ وہی علامہ علی قاری ہیں جن کا نام وہابی اسمٰعیلی لے کر اہلسنت کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا تھا بحمد للہ ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی علامہ علی قاری نے اہل سنت ہی کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کیا ہے وہابی اسمٰعیلی بتانا پسند کرے گا کہ علامہ علی قاری نے محافل میلاد کی جس برکت کا ذکر یہاں کیا ہے کہ پورا سال امن رہے گا اور مقاصد کی جلد حصول یابی ہوگی وہ کون سی محافل ہیں وہی تو نہیں جو چاند پر ہوتی تھیں۔ نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ وہ بھی یہی محافل تھیں جن کے اہلسنت قائل ہیں۔ باقی وہابیت اسمٰعیلیت کا علمائے اہلسنت کی بیان کردہ محافل میلاد کو چھوڑ کر اپنی طرف سے من گھڑت محافل اہلسنت کے ذمہ لگا کر ان کا رد کرنے سے وہ محافل ناجائز نہیں ہو جاتی جن کے قائل تمام اہل اسلام ہیں اور اکابرین اہلسنت کے تجربات سے جن سے خیر و برکت ہی ہوتی ہے اور مقاصد میں کامیابی ہوتی ہے۔

وہابیت کی آوارگی اور بے ہودہ گوئی کی صرف ایک مثال

میرے پاس وہابیہ اسمٰعیلیہ کی من گھڑت محافل کو ہمارے ذمہ گا کر اور محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی گندی ندیاں بہانے کی کئی مثالیں ہیں ابھی فی الحال ایک ہی دیتا ہوں کہ کس طرح ایک بے حیاء اور بے غیرت وہابی اسمٰعیلی نے اپنی ماں کے بچہ جننے کی کیفیت بیان کی ہے اور پھر اس کو اہلسنت کے ذمہ لگایا ہے میں پوری وہابیت اسمٰعیلیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ بتائیں کہ کس سنی معتبر و مستند عالم نے اس طرح کی واہیات کو جائز قرار دیا ہے اور اس طرح کرنے کا کہا ہے۔ کیا وہابیہ اسمٰعیلیہ کے نزدیک اگر عوام ایسا کرتی بھی ہے تو اس کے عمل سے استدلال درست ہے (جبکہ ہمارے نزدیک جاہل سے جاہل بھی اس طرح کا نہیں کرتا چہ جائیکہ علماء کے ذمہ یہ کام لگائے جائیں) اگر درست ہے تو ہمیں بھی بتائیں تاکہ ہم بھی پھر وہابی اسمٰعیلی عوام کی باتیں بتائیں۔

وہابی اسمٰعیلی مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتا ہے:

میلاد میں کیا ہوتا ہے، (وہابی اسمٰعیلی محمود الحسن یہاں صرف عوامی محفل میلاد کی بات نہیں کر رہا بلکہ مطلقاً ہر محفل میلاد کی بات کر رہا ہے از ناقل) کثرت سے تو روایات موضوعہ بیان کی جاتی ہیں، موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے، الا یہ کہ اس کی تردید کی جائے، اور تردید کے لئے اس کو بیان کیا جائے، پھر مجلس میں آواز ملا کر گاتے ہیں، پڑھتے ہیں، بسا اوقات تالی بھی بجاتے ہیں، موسیقی بھی اس میں ہوتی ہے، ڈھول ڈھپڑہ بھی ہوتا ہے، سارنگی بھی ہوتی ہے، پڑوس والوں کو سونا مشکل ہوتا ہے، اس مجلس میلاد میں اتنا انہاک ہوتا ہے، کہ رات کا بیشتر حصہ اس میں گزر جاتا ہے، اس کے بعد سوتے ہیں، تو صبح کی نماز قضاء ہوتی ہے لہٰذا ان قبائح کی بنا پر مجلس میلاد مروجہ بالکل ممنوع ہے۔۔۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۸ ۶۳، دار النعیم لاہور)

نوٹ: قوالی مع مزامیر میں سادات احناف اور مشائخ ہند مختلف فیہ ہیں جیسا کہ ہم نے مسئلہ نمبر ۱۶ میں دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت کر دی ہے، لہٰذا ایسی باتوں کو لے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے آباء کو بچانے کی کوشش نہ کرے۔

میں پوری وہابیت اسمٰعیلیت اور اس کے تمام زندہ اور مردہ مٹی میں ملنے والوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ان معتبر و مستند علماء کے حوالے بیان کرے جنہوں نے میلاد شریف کی محافل میں موضوع روایات بیان کرنے کی اجازت دی ہے یا ایسی محافل کو جائز کہا ہے جس میں موضوع روایات پڑھی جاتی ہیں، یا ایسی محافل کو جائز کہا ہو جس میں تالیاں بجائی جاتی یا موسیقی، ڈھول، سارنگی وغیرہ ہوتی

ہو۔ وہابی مرکراپنے اکابرین کی طرح مٹی میں مل توسکتا ہے پر ہمارے معتبر و مستند اکابرین اہلسنت سے ثابت نہیں کرسکتا کہ انہوں نے ایسی محافل کوجائز کہا ہے۔ یہ وہابیہ اسمعیلیہ غرابیہ کی اپنی بکواسات ہیں جوانہوں نے ہمارے ذمہ لگا کر بکواس کرنے کا مفت میں ٹھیکہ لیا ہوا ہے اور آپ نے دیکھ بھی لیا کہ وہابی اسمٰعیلی جو دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے اور کیسی کیسی ہانک رہا ہے جیسا کہ کسی نے نہ کبھی پڑھنی ہوں اور نہ کبھی کسی نے پوچھنا ہو، وہ تو مرکر مٹی میں مل گیا لیکن اس کی ذریت تو موجود ہے وہی بتادے کہ ایسی محافل میلاد کو جائز کس نے کہا ہے ہوسکتا ہے کہ اس وہابی اسمٰعیلی مفتی کے بڑے ابا شیطان نے اسے القاء کیا ہو اور اس نے ہمارے ذمہ لگا کر اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنایا ہو اور ہمیں یہی زیادہ صحیح لگ رہا ہے کہ اس نے اپنے باپ کے القاء کئے ہوئے کو ادھر تھونپ دیا ہے۔

مزید بکواسات کرتے ہوئے اور اپنی ماں کے بچہ جننے کے حالات لکھتا ہے:

دیکھو قیام ہے مجلس میلاد میں قیام کرتے ہیں، بسا اوقات (اس کے معنی اہل علم جانتے ہیں از ناقل) بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت ولادت ہو رہی ہے، پردے کے پیچھے ایک عورت لیٹتی ہے، (یہ غالبا تھانوی کی ماں تھی کیونکہ وہ بھی بقول وہابیہ ابتداء میلاد کا قائل تھا تو یہ کام بھی کرواتا ہوگا از ناقل) اس کی گود میں بچہ ہوتا ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ولادت کا اور آپ کی والدہ آمنہ کے درد زہ کا تو وہ عورت بچہ کو چٹکی لیتی ہے نوچتی ہے، جس سے بچہ ایک دم چیخ اٹھتا ہے، اور روتا ہے، بس سب کے سب کھڑے ہوکر یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک، پڑھنا شروع کر دیتے ہیں بعض جگہ جھولا ہوتا ہے، اس جھولے میں لٹا دیا جاتا ہے ایک بچہ کو اس کے اوپر درود وسلام پڑھا جاتا ہے، بعض جگہ چیتھڑے وغیرہ ہوتے ہیں، اس کے اوپر خون کے دھبے لگا کر لٹایا جاتا ہے، جیسے ولادت کے وقت نفاس کی کیفیات ہوتی ہیں، یہ سب خرافات اس میں ہوتی ہیں، اگر یہ چیزیں ان میلاد کرنے والوں میں سے کسی کے باپ کے متعلق کی جائیں، تو ہرگز اسے برداشت نہیں کرسکتے، ایسا معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔۔۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ص ۸ ۶۳، دار النعیم لاہور)

میں اس مقام پر بھی وہابیت اسمٰعیلیت احمدیت اور اس کے زندہ و مردہ مٹی میں ملنے والوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ:

اولاً: یہ بتائیں کہ ان کے اس دارالعلوم دیوبند کے وہابی اسمٰعیلی نے اپنی ماں کے بچہ جننے کی کیفیت کو بیان کرکے، ہمارے ذمہ لگا کر، محفل میلاد کے قیام کو ناجائز ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کا ثبوت کیا ہے اور کہاں ہے؟ کیا دیوبندی اپنی عورتوں سے یہ سب کچھ کروا کر ہمارے ذمہ تو نہیں لگاتے؟ کیونکہ ہمیں اتنے سال ہو گئے ہیں محافل میلاد میں جاتے ہوئے اور خاص ولادت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بھی کئی محافل میں حاضری ہوئی ہے علماء کی بارگاہ میں بھی حاضری رہی ہے اور جہلاء کے گھروں پر بھی محافل میلاد میں جانا بلکہ بارہا مرتبہ بیان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے لیکن ہم نے آج تک یہ حالت کسی جاہل سے جاہل کے ہاں بھی نہیں دیکھی جس کو وہابی مفتی ''بسا اوقات'' کہہ کر بیان کر رہا ہے چہ جائیکہ معتبر و مستند علماء کے ہاں۔ ہاں ہوسکتا ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس وہی کیمرہ ہو جس میں انہوں نے گنگوہی و نانوتوی کی دارالعلوم کے صحن میں چارپائی کے اوپر سینہ پر ہاتھ پھیر کر مزے لینے والے ویڈیو بنائی ہو اس سے کسی وہابی اسمٰعیلی نے ویڈیو بنائی ہے تو ہمیں بھی دکھائیں تاکہ ہم بھی ان خرافات کا رد کریں یا پھر اگر کسی وہابی اسمٰعیلی کے گھر کی ویڈیو ہے تو اس کو لے کر آئیں تاکہ عوام کو دکھا کر عرض کی جائے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس بہت ہی مضبوط دلیل ہے میلاد میں قیام کے ناجائز ہونے کی لہٰذا یہ کام نہ کیا کرو اور ہم اس پر علماء اہلسنت سے بھی مشورہ کریں گے کہ شاید وہ بھی کچھ غور کریں۔

ثانیاً: ہمارے ان تمام معتبر و مستند علماء کے نام بتائیں جنہوں نے اس طرح کی خرافات کو جائز کہا ہو اور اس طرح کرتے ہیں یا ان

کی موجودگی میں اس طرح کا کچھ کیا گیا ہو اور انہوں نے منع نہ کیا ہو وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پاس اپنے اس وہابی اسمٰعیلی مفتی کے کذب وافترا پر کوئی دلیل ہے تو لے آئیں ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ورد تو بنتا ہی ہے اور اس کے لئے شاباشی بھی بنتی ہے کہ اس نے میلاد میں قیام کے ناجائز ہونے کی کیسی اعلی وارفع دلیل بیان کی ہے اگر وہابی اسمٰعیلی یہ کام نہ کر سکیں تو ہمیں بتایئے گا تو ہم بہت کچھ کر لیں گے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وقد رؤی أبو لهب بعد موته فی النوم فقيل له ما حالك؟ قال: فی النار، إلا أنه خفف عنی كل ليلة اثنين، وأمص من بين أصبعی هاتين ماء، وأشار برأس أصبعيه وأن ذلك بإعتاقی لثويبة عندما بشرتنی بولادة النبی صلى الله عليه وسلم وبإرضاعها له. قال ابن الجزری: فإذا كان هذا الكافر، الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه ليلة مولد النبی صلى الله عليه وسلم به، فما حال المسلم الموحد من أمته عليه السلام يسر بمولده، ويبذل ما تصل إليه قدرته فی محبته صلى الله عليه وسلم، لعمری إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم.

مروی ہے ابولہب کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کو مجھ پر سے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور میری ان دو انگلیوں کے درمیان مجھے کچھ پانی پینے کے لئے مل جاتا ہے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے انگلیوں کے پوروں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ جب ثویبہ نے مجھے نبی کی پیدائش ورضاعت کی خوشخبری سنائی تو ان کے اشارے سے میں نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔

امام ابن جزری علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جب اس کافر ابولہب کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں صریح مذمت نازل ہوئی ہے اور اس کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر اس کے عذاب میں ہر پیر کے روز کمی کر دی جاتی ہے تو اس مسرور امتی کا کیا حال ہوگا جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں خرچ کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم! بے شک اس کی جزا رب کریم ضرور دے گا اور اپنے فضل کریم سے اسے جنت نعیم میں داخل کرے۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملا علی القاری، جلد ۵، ص ۴۲۲، دار الکتب پشاور)

بقیہ الفاظ پر میں کلام نہیں کرتا لیکن اپنے قارئین کی توجہ خط کشیدہ الفاظ کی طرف ضرور مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اور دیگر کئی ایک اکابرین اس واقعہ سے استدلال کر کے مسلمانوں کو میلاد منانے اور اس میں خرچ کر کے جنت کمانے کی ترغیب دیتے ہیں جبکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ انہی کے نام کے ٹکڑے کھا کر انہی پر گویا کہ فتوے لگاتے ہیں کیوں؟ وہابیہ اسمٰعیلیہ جیب بھرنے کے لئے تو علامہ علی قاری کا نام بہت لیتے ہیں اور ان کو حنفیت کی آن بان شان کہتے ہیں لیکن یہاں موت کیوں آ جاتی ہے؟ یہ فرمانے والے بھی تو علامہ علی قاری ہیں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے پر جنت نعیم کی خوشخبری دینے والے بھی تو وہی ہیں مگر وہابیہ اسمٰعیلیہ نے ہمیشہ کی طرح میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو کرنا ہے وہابی اسمٰعیلی مر جائے گا پر علامہ علی قاری کے ان اقوال پر عمل نہیں کرے گا اپنی بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف بنانے کے لئے وہابی ان کا نام تو لے گا پر اپنی عوام کو علامہ علی قاری کا یہ رسالہ پڑھنے کا نہیں کہے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ علامہ علی قاری نے وہابیت اسمٰعیلیت کو کہاں کہاں سے کہاں کہاں تک ضربیں لگائی ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ہمیشہ چھپانے ہی کوشش کرے گا۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اہل مکہ کی محافل میلاد اور خاص اس رات سے محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال السخاوی :وأما أهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون إلى المكان المتواتر بين الناس أنه محل مولده، وهو في سوق الليل رجاء بلوغ كل منهم بذالك المقصد، ويزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قلَّ أن يتخلف عنه أحد من صالح وطالح، ومقل وسعيد سيما الشريف صاحب الحجاز بدون توارٍ وحجاز. وجود قاضيها وعالمها البرهاني الشافعي إطعام غالب الواردين وكثير من القاطنين المشاهدين فاخر الأطعمة والحلوى، ويمد للجمهور في منزله صبيحتها سماطاً جامعاً رجاء لكشف البلوى، وتبعه ولده الجمالي في ذالك للقاطن والسالك۔

امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ مزید ارشاد فرمایا: معدن خیر و برکت مکہ مکرمہ کے باشندوں کا معاملہ یوں ہے کہ وہ اس مکان کی طرف جاتے ہیں جس کے بارے میں تواتر کے ساتھ معروف ہے کہ وہ حضور رسالت مآب ﷺ کی جائے ولادت ہے اور یہ مکان سوق اللیل میں ہے لوگ اس مقام پر اپنے مقاصد کی حصول یابی کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور یوم العید کو تو اس جگہ کی حاضری کے لئے نہایت درجہ اہتمام کرتے ہیں حتی کہ کوئی نیک و بد، کم بخت و خوش بخت اس حاضری سے پیچھے نہیں رہتا، بالخصوص شریف حجاز تو بغیر کسی پوشیدگی کے اعلانیہ حاضری دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریف حجاز اب اس پابندی کے ساتھ وہاں حاضری نہیں دیتا البتہ قاضی مکہ اور وہاں کے عالم فاضل برہانی شافعی علیہ الرحمۃ نے ایک نیا انداز اختیار کیا ہے کہ وہ اکثر مسافرین و زائرین کو کھانا کھلاتے ہیں اور کھانے کے اختتام پر کوئی میٹھی چیز بھی کھلایا کرتے ہیں اور اکثر لوگ شب میلاد کی صبح اپنے گھروں پر شاندار دعوت کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے مصائب و آلام دور ہو جائیں اور اب ان کے بیٹے جمالی اس طریقے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

(مجموعہ رسائل العلامۃ الملاعلی القاری، جلد ۵، ص ۴۲۲، دار الکتب پشاور)

وہابیہ اسمعیلیہ یہ عبارات دیکھ کر چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر کیوں نہیں جاتے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اہل مکہ کا خاص عمل وہ بھی ربیع الاول میں اور وہ بھی خاص بارہویں کی رات کا لکھ رہے ہیں اور بطور خاص بارہویں کو یوم العید بھی فرما رہے ہیں اور کسی قسم کا کوئی انکار یا بدعت کا فتوی نہیں لگا رہے جو ہر طرح سے اہل مکہ کے عمل کی تائید ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بارہویں کو یوم العید کہنا اور اس دن ان سب کاموں کا اہتمام کرنا کیا جائز ہے اپنے گھر کی کتابیں دیکھ کر بیان کرنا تاکہ آگے کی ذلت و رسوائی سے بچ جاؤ اور پھر تمہارے وہابی اسمعیلی گکھڑوی گھر کا اصول ہے کہ جب کوئی کسی کا حوالہ نقل کرے اور اختلاف نہ کرے تو یہ اس کا بھی موقف ہوتا ہے تو علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا موقف بھی یہی ہوا کہ بارہویں یوم العید ہے اور اس دن اس طرح کے اہتمامات کرنا جائز و درست بلکہ اہل مکہ کے ہاں معمول، اب جو بھی فتوے لگانے ہیں علامہ علی قاری پر لگاؤ اور اپنی ہی حنفیت کی داستان سب کو دکھاؤ، ورنہ دوسروں کے بارے میں الٹی الٹی ہانکنے سے باز آؤ۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

ولأهل المدينة. كثرهم الله تعالى. به احتفال وعلى فعله إقبال وكان للملك المظفر صاحب أربك بذالك فيها أتم العناية واهتمامًا بشأنه جاوز الغاية. فأثنى عليه به العلامة أبو شامة أحد شيوخ النووي السابق في الاستقامة في كتابه الباعث على البدع والحوادث. وقال مثل هذا الحسن :يندب

الیه ویشکر فاعله ویثنی علیه.زاد ابن الجزری :ولو لم یکن فی ذالك إلا إرغام الشیطان وسرور أهل الإیمان.قال یعني الجزری :وإذا کان أهل الصلیب اتخذوا لیلة مولد نبیهم عیداً أکبر فأهل الإسلام أولی بالتکریم وأجدر۔

اہل مدینہ اللہ تعالی ان میں روز افزوں اضافہ فرمائے یہ محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے لئے پوری توجہ کے ساتھ انتظام و اہتمام کیا کرتے ہیں۔اربل کا بادشاہ مظفر انتہائی عنایات اور اہتمامات کے ساتھ شایان شان طریقے پر محافل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا کرتا تھا اس کے بارے میں امام نووی علیہ الرحمۃ کے شیخ صاحب استقامت امام ابوشامہ علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں اس کی تعریف کی ہے **اور کہا ہے کہ محافل میلاد ایک عمدہ و مستحب کام ہے لہٰذا اس کے کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور اس کام پر اس کی تعریف کی جاتی ہے۔امام ابن جزری علیہ الرحمۃ نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: محفل میلاد سے شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کو شادمانی ہوتی ہے نیز مزید ارشاد فرمایا: جب اہل صلیب نے نبی کی پیدائش کو عید اکبر بنا رکھا ہے تو اہل اسلام ایسی تکریم کے زیادہ حق دار ہیں۔** (مجموعہ رسائل العلامۃ الملاعلی القاری، جلد ۵ ص ۳۸۷، ۳۸۸، دارالکتب پشاور)

اللہ کریم علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے جو آج سے کئی سو سال پہلے ہی وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر گئے اور اہلسنت کی وہ تائید کر گئے کہ وہابی بابے محافل میلاد کے ناجائز و بدعت ہونے کے جتنے بھی فتوی دیں گے وہ ہم پر کم علامہ علی قاری پر زیادہ لگیں گے۔علامہ علی قاری کی اس عبارت کا ہر ہر لفظ سونے سے لکھنے کے قابل ہے کیونکہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ میں وہابیت اسمعیلیت کے تابوت میں کیل ہی کیل ٹھونک دیئے ہیں۔

اولاً: اہل مدینہ کا محافل میلاد کے اہتمام کا ذکر اور پھر علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کا کسی بھی قسم کا انکار نہ کرنا یہ اہل مدینہ کی تائید کے ساتھ ساتھ اہلسنت کی وہ تائید ہے جس کو وہابیہ اسمعیلیہ کبھی بھی بھول نہیں سکتے۔

ثانیاً: اربل بادشاہ کی تعریف اور اس کے محافل میلاد کے انعقاد پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جو بہت بڑی تائید ہے اور وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی میں اضافہ کا سبب ہے۔

ثالثاً: امام ابوشامہ کا قول محافل میلاد کے بارے میں کہ یہ ایک عمدہ کام ہے اور اس کام کے کرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے وغیرہ قصر وہابیت پر ایک ایٹم بم ہے۔

رابعاً: امام جزری کا قول نقل کر کے اور اس کی تائید کر کے وہابیت اسمعیلیت کو اس کے مقام اصلی میں پہنچا دیا ہے۔ایک حیاء والے کے لئے اتنا ہی کافی تھا لیکن وہابیت اسمعیلیت تو بے حیائی کے ڈرم ہضم کئے بیٹھی ہے مجال ہے کہ کسی کی بھی بات کا اثر ہو جائے بہر حال امام جزری علیہ الرحمۃ کا ارشاد کہ محافل میلاد سے شیطان ذلیل ہوتا اور اہل ایمان خوش ہوتے ہیں بحمد للہ آج بھی اس کے نظارے ہوتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ہر جگہ ذلیل اور سنی ہر جگہ خوش ہو رہا ہوتا ہے اہلسنت کو بحمد للہ ناز ہے کہ ان کے حصہ میں اتنے بڑے بڑے اکابرین آئے جو پہلے سے ہی اس مسئلہ کو بالکل صاف شفاف کر چکے اور اس پر مہر لگا چکے لیکن وہابیت اسمعیلیت کو اپنے باپ شیطان کی طرح ہر جگہ ذلیل ہی ہونا ہوتا ہے لہٰذا ہر جگہ منہ اٹھا کے آجاتی ہے اور ذلت ورسوائی کے بعد منہ آئینہ کے قریب بھی نہیں لاتی کہ کہیں کوئی شرمندگی نہ ہو جائے۔

خامساً: اہلسنت پر طرح طرح کی بکواسات کرنے والے امام جزری اور علامہ علی قاری پر بھی کچھ لب کشائی کریں جو کہہ رہے ہیں

کہ اہل ایمان میلاد النبی کے دن کو عید اکبر بنانے کے زیادہ حق دار ہیں ہم صرف عید کا لفظ کہتے ہیں تو وہابیت اسمعیلیت کو مرچیں لگ جاتی ہے جبکہ علامہ علی قاری تو عید اکبر فرما رہے ہیں اگر شرم کا کوئی ذرہ باقی ہے تو ان پر بھی کچھ دو چار وہابی فتوے دھر دے تا کہ وہابیت کی جھوٹی حنفیت کا مزید جنازہ نکل جائے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

وبلاد الهند تزيد على غيرها بكثير كما اعلمنيه بعض اولى النقد والتحرير۔ قلت: واما العجم فمن حيث دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لاهلها مجالس فخام من انواع الطعام للفقراء الكرام و للفقراء من الخاص و العام و قراء ات الختمات و التلاوات المتواليات و الانشادات المتعاليات، و انواع السرور والاصناف الحبور، حتى بعض العجائز من غزلهن و نسجهن يجمعن ما يقمن بجمعهن الاكابر و الاعيان و بضيافتهن ما يقدرون عليه فى ذلك الزمان۔ ومن تعظيم مشائخهم و علمائهم هذا المولد المعظم و المجلس المكرم انه لا يأباه احد فى حضوره رجاء ادراك نوره و سروره۔

مجھے بعض اہل نقد وتحریر نے بتایا ہے کہ اہل ہند تو اس معاملے میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ آگے ہیں۔ باقی رہا دیگر عجم والوں کا معاملہ، تو میں کہتا ہوں کہ جب یہ مبارک مہینہ آتا تو اہل عجم بھی اس میں بڑی بڑی مجالس ومحافل کا انعقاد کرتے تھے اور ہر عام وخاص کے لئے مختلف اقسام کے کھانے پیش کئے جاتے، تلاوت کلام پاک ختم کئے جاتے، نیز دیگر اذکار کے ورد بھی جاری رہتے، عمدہ قصائد پڑھے جاتے اور مختلف خیر وبھلائی کے امور خوشی وسرور کے ساتھ سرانجام دیتے تھے حتی کہ بعض عمر رسیدہ عورتیں چرخہ کات کر اس کی کمائی جمع کر کے اپنی بساط کے مطابق اکابر واعیان مشائخ وعلماء کرام کو جمع کر کے ان کی دعوت وضیافت کا اہتمام کیا کرتیں اور شب میلاد کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر مشائخ کرام وعلماء عظام میں سے کوئی بھی محافل میلاد میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ اس محفل کے انوار وسرور سے فیضیاب ہونے کی امید رکھتے ہوئے حاضر ہوتا تھا۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملا علی القاری، جلد ۵، ص ۳۸۶، دار الکتب پشاور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی ایک کے بعد ایک عبارت قصر وہابیت پر ایٹم بم ثابت ہو رہی ہے اور وہابیت اسمعیلیت کی گرتی دیوار کو ایک اور دھکا دے رہی ہے اور اس کی جھوٹی حنفیت کو پاش پاش کر کے بیچ بازار اس کا جنازہ نکال رہی ہے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کو دیکھیے اور اہل سنت کی قسمت پر ناز کیجیے کس کھلے دل کے ساتھ علامہ صاحب نے اہل سنت کی تائید کی اور وہابیت اسمعیلیت کے سارے جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھول دی۔ جو وہابی اسمعیلی یہ کہتے تھے کہ جی دکھائیں اس طرح کی محافل کس نے کی جس طرح کی اہل سنت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر گنگوہی کی طرح نہیں ہوئے اور دماغ میں کچھ عقل ہے تو دیکھو اور پڑھو کس آن بان اور شان کے ساتھ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اہل عجم کی محافل میلاد کو بیان کر رہے ہیں اور پھر اس میں ہونے والے کاموں کو بیان کر کے کسی بھی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگا رہے جس طرح کے وہابی اسمعیلی لگاتے ہیں، مزید عمر رسیدہ عورتوں کے کام کو بیان کرنا اور اس پر بھی اعتراض نہ کرنا کتنی بڑی تائید ہے اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ وہابیہ اسمعیلیہ محافل میلاد سے منع کا ایک بہانہ غریبوں کی مدد کا بھی بناتے ہیں لیکن علامہ علی قاری نے غریب عورتوں کی علماء کی دعوت کرنے اور علماء کے اس دعوت کو قبول کرنے اور اس میں شرکت ہونے کو بیان کرنے کے بعد بھی کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگایا اور نہ ہی ان کو وہ خیال آیا جو آج کے وہابیہ اسمعیلیہ منکر میلاد لاتے ہیں بلکہ اس عبارت کے آخر میں تو وہابیت کش ایسی بات ارشاد فرمائی کہ اگر وہابیت میں تھوڑی سی بھی حیاء ہو تو ڈوب مرے لیکن مشہور یہی ہے کہ

وہابیت سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان کی مصداق ہے اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔ میں علامہ علی قاری کی وہ عبارت ایک بار پھر نقل کر دیتا ہوں تا کہ علماء ومشائخ کی محافل میلاد سے محبت اور اس میں شرکت کا جذبہ اور پھر علامہ علی قاری کا اس کی تائید کرنا یہ اہلسنت کی تائید ہو جائے اور وہابیت اسمعیلیت کا منہ بند ہو جائے۔ **چنانچہ لکھتے ہیں:**

ومن تعظیم مشائخھم و علمائھم ھذا المولد المعظم و المجلس المکرم انه لا یاباہ احد فی حضورہ رجاء ادر سك نورہ و سرورہ۔

اور شب میلاد کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر مشائخ کرام وعلماء عظام میں سے کوئی بھی محافل میلاد میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ اس محفل کے انوار وسرور سے فیضیاب ہونے کی امید رکھتے ہوئے حاضر ہوتا تھا۔

علماء اور مشائخ محافل میں حاضر ہوں اور کوئی بھی اس فیض سے پیچھے نہ رہے اور علامہ علی قاری بھی تائید فرمائیں لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کی حالت دیکھیں کہ وہ ان علماء ومشائخ پر فتوے دھرنے کے ساتھ ساتھ علامہ علی قاری کو بھی کسی کھاتے میں نہ لائیں اور مزے کی بات دیکھیں کہ پھر بھی علامہ علی قاری کے نام کو استعمال کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھائیں۔

علامہ علی قاری مزید لکھتے ہیں:

قال و لقد حضرت فی سنة خمس و ثمانین و سبع مئة لیلة المولد عند الملك الظاھر برقوق رحمه الله بقلعة الجبل العلیة، فرأیت ما ھالنی و سرنی وما ساء نی وحزرت ما انفق فی تلك اللیلة علی القراء و الحاضرین من الوعاظ و المنشدین و غیرھم من الاتباع و الغلمان و الخدام المترددین، بنحو عشرة آلاف مثقال من الذھب العین، بالحدس المصیب لا المین، ما بین خلع و مطعوم و مشروب و مشموم و شموع وغیرھا مما یستقیم به الضلوع و عددت فی ذلك خمسا و عشرین جوفة من القراء الصیتین المرجو کونھم مثبتین و لم ینزل واحد منھم الا بنحو عشرین خلعة من السلطان و من الامراء الاعیان۔

نیز آپ نے فرمایا: میں ۷۸۵ھ میلاد شریف کی رات بادشاہ الظاہر برقوق علیہ الرحمۃ کے قلعہ عالیہ میں حاضر تھا تو وہاں کا منظر دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں بہت خوش بھی ہوا اور مجھے اس میں کوئی برائی بھی نظر نہیں آئی۔ اس رات قراء، حاضرین، واعظین، خادمین، شعراء، اور دیگر افراد پر جو کچھ نچھاور ہوا تو میں نے اسے تحریر کیا ۱۰ ہزار مثقال خالص سونا تھا اور اس میں کوئی ملاوٹ نہ تھی اس کے علاوہ کھانے، مشروبات، خوشبوؤں اور شمعیں وغیرہ کے مصارف مزید تھے نیز میں نے ۲۵ ایسے قراء حضرات کو دیکھا جو نہایت علمی فضائل کے حامل تھے، ان میں سے ہر ایک کو بادشاہ اور دیگر امراء ووزراء کی طرف سے بیس بیس خلعتوں سے نوازا گیا۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملاعلی القاری، جلد ۵، ص ۳۸۵، دار الکتب پشاور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ عبارت لکھ کر وہابیت اسمعیلیت کی تمام کی تمام لایعنی باتوں کا جواب دے دیا اور اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ حق اور سچ کل بھی اہلسنت کے ساتھ تھا اور آج بھی اہلسنت کے ساتھ ہے کل بھی سادات احناف ومشائخ ہند اہلسنت کے ساتھ تھے اور آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت رہیں گے۔ علامہ علی قاری نے جس انداز میں میلاد النبی ﷺ کی رات اور اس میں محفل اور پھر اس محفل میں یہ تمام چیزیں بیان کر کے تائید کی ہے اس سے وہابیت کا ہر اعتراض فضول، لایعنی ہو کر اپنی موت آپ مر

گیا۔ اگر وہابیت اسمعیلیت حیاء کو بالائے طاق رکھ کر اور بے شرمی کے پانی میں غوطہ زن ہو کر کچھ کہتی ہے تو پہلے اپنے گھر کے اصولوں سے علامہ علی قاری کی اس عبارت کو صحیح ثابت کرے یا پھر ان پر بھی فتوے لگائے پھر ہم سے بات کرے۔ بحمد للہ ہم وہابیت اسمعیلیت کے گھر کے فتوؤں اور اصولوں سے ثابت کریں گے کہ اہلسنت جن محافل میلاد کے قائل ہیں اگر وہ ناجائز ہیں تو پھر یہ محافل جس کے بارے میں علامہ علی قاری لکھ رہے ہیں اور اس کی تائید کر رہے ہیں وہ بھی ناجائز ہیں اور جو جو فتوے ہم پر لگتے ہیں وہ ان اکابرین پر بھی لگیں گے اب وہابیت اسمعیلیت یا تو فتوؤں سے باز آ کر اپنے مذہب کا گلہ گھونٹے گی یا پھر علامہ علی قاری پر بھی فتوے لگا کر اپنی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کرے گی۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی اور بھی بہت عبارات ہیں جن کو لکھنے کو دل کر رہا ہے لیکن طوالت بہت ہوگئی ہے بس ایک عبارت اور نقل کر کے مزید اکابرین کے حوالے نقل کرتا ہوں۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

يحسن في ايام الشهر كلها و لياليه،يعني : كما جاء عن ابن جماعة تمنيه۔فقد اتصل بنا أن الزاهد القدوة المعمر أبا إسحاق إبراهيم بن عبد الرحيم بن إبراهيم جماعة لما كان بالمدينة النبوية على ساكنها أفضل الصلاة وأكمل التحية كان يعمل طعاماً في المولد النبوي، ويطعم الناس، ويقول :لو تمكنت عملت بطول الشهر كل يوم مولدا.

اور پسندیدہ یہ ہے کہ میلاد النبی کے مہینے کی تمام راتوں میں خوشی ومسرت کا اظہار کیا جائے، جیسا کہ حضرت امام ابن جماعہ علیہ الرحمۃ کے ذریعے ہمیں ایک زاہد وعابد امام ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرحمن بن جماعہ علیہ الرحمۃ کی خواہش معلوم ہوئی کہ جب وہ مدینہ منورہ اس مکان کے مکین پر افضل درود اور اکمل تحیات وسلام ہوں میں تھے تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے اور کہتے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں پورے میلاد شریف کے مہینے میں ہر روز لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ (مجموعہ رسائل العلامۃ الملا علی القاری، جلد ۵،ص ۳۸۹، دار الکتب پشاور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے بھی وہابیت اسمعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا اور وہابیت کی ذلت و رسوائی میں مزید اضافہ ہی کیا ہے، علامہ علی قاری تو ربیع الاول کا پورا مہینہ خوشی ومسرت کا اظہار کرنے کا ارشاد فرمائیں لیکن جیسے ہی ربیع الاول شریف کا مہینہ تشریف لائے وہابیت اسمعیلیت کی چار پائیاں ہی الٹی ہو جائیں اور ہر طرف سے رونے دھونے کی آوازیں نکلنے لگیں کیوں؟؟

قارئین! یہ یاد رہے کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ وہ شخصیت ہیں جن کو خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اہلسنت اور وہابیت اسمعیلیت کے مابین منصف بنایا ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے بنائے ہوئے منصف نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے اور کیسے کیسے کیا ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں، لہٰذا وہابی اسمعیلی ہماری نہ مانیں ان ہی کی مان لیں جن کو وہ خود منصف بناتے ہیں۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ وہابیت اسمعیلیت نے کبھی بھی ان کی نہیں ماننی کیوں کہ ان کی ماننے سے وہابیت کو دل سے نکالنا پڑے گا اور یہ ان کے لئے ممکن نہیں۔

(۲) ملک المحدثین علامہ طاہر الصدیقی الہندی (المتوفی ۹۸۶ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تم بحمد الله و تيسره الثلث الاخير من مجمع بحار الانوار في غرائب التنزيل و لطائف الاخبار في الليلة الثانية عشرة من شهر السرور و البهجة مظهر منبع الانوار و الرحمة شهر ربيع الاول، فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام...

خدا کے فضل اور توفیق سے کتاب مجمع بحار الانوار کا آخری ثلث پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی رات کو جو خوشی و کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہار مسرت کریں۔

(مجمع بحار الانوار، جلد ۵، ص ۳۰۷، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ)

علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ بھی وہ شخصیت ہیں جن کو وہابی اسمٰعیلی نے ثالث مقرر کیا ہے اور ان کا نام بھی بطور خاص ذکر کیا ہے لیکن اس مقام سے بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان سے بھاگ جائے گا جیسا کہ دیگر مقامات میں ہوا۔ بحمد للہ علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ وہی کچھ ارشاد فرما رہے ہیں جو اہل سنت کہتے ہیں علامہ صاحب نے واضح لکھا ہے کہ ربیع الاول وہ مہینہ ہے جس میں ہمیں ہر سال خوشی کے اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اہل سنت بھی یہی کہتے اور کرتے ہیں لیکن وہابیت اسمٰعیلیت کی رگ شیطانیت پھڑکتی ہے اور وہ طرح طرح کے فتوے ٹھوکتی ہے میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے علامہ طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ کو کس نے حکم دیا تھا جس کا وہ بیان کر رہے ہیں کیا انہوں نے یہ حکم قرآن سے سمجھا یا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، صحابہ کے کلام سے یا پھر تابعین سے، ائمہ مجتہدین سے یا پھر دیگر اکابرین اہلسنت سے جہاں سے بھی انہوں نے یہ حکم سمجھا کیا صحیح سمجھا یا وہابیت اسمٰعیلیت کے اصولوں سے غلط ہی سمجھا اگر صحیح سمجھا تو کیا وہابیت اسمٰعیلیت بھی اس بات کی قائل ہے کہ ہر سال ربیع الاول میں خوشی کا اظہار کیا جائے یا اپنے باپ شیطان کی طرح روتے چلاتے رہیں گے اگر علامہ صاحب نے غلط سمجھا تو ان پر بھی کوئی دو چار فتوے لگا دے تاکہ وہابی اسمٰعیلی کی جھوٹی حنفیت کا پردہ آشکار ہو جائے۔

(۳) محمد جار اللہ ابن ظہیرہ حنفی (المتوفی ۹۸۶ھ) اہلِ مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثاني عشر من ربيع الأول في كل عام أن قاضي مكة الشافعي يتهيّأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب في جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وأكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوي البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بإزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعي لمن ذكر آنفًا بحضور القضاة وأكثر الفقهاء. ثم يصلون العشاء وينصرفون، ولم أقف على أول من سن ذالك، سألت مؤرخي العصر فلم أجد عندهم علما بذالك.

”ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ دینے کے بعد بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے نمازِ عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں اور صاحبانِ فراش کے قبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہا اور قضاۃ کی موجودگی میں دعا کا کہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے کے باوجود اس

کا پتہ نہیں چل سکا۔'' (الجامع اللطیف فی فضل مکہ واہلہا وبناء البیت الشریف ص ۲۰۱، ۲۰۲، دار احیاء الکتب العربیۃ)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کے بعد اہل مکہ کے عمل کی یہ ایک اور حنفی گواہی ہے علامہ ابن ظہیرہ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کے ہر سال یعنی ہر سال (اگر ہم ہر سال کریں تو وہابیت چیختی ہے) اہل مکہ اور قاضی مکہ کا معمول تھا اور پھر تینوں مذاہب کے قاضی، اکثر علماء و فضلا جس شان وشوکت سے جاتے ہیں آج ہم اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتے، ہم تھوڑی سی لائٹیں لگالیں تو وہابیت کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اہل مکہ اور وہاں کے قاضی، علماء وغیرہ فانوس اور بڑی بڑی شمعیں جلاتے اور اپنے ساتھ لے آتے کسی کو کوئی فتوی یاد نہیں آتا تھا اور اس کے علاوہ جو کام وہاں ہوتے وہ بھی کچھ کم نہ تھے اگر کوئی وہابی اسمٰعیلی دیکھتا تو ضرور اپنے باپ شیطان کی محبت میں روتا۔ بہر حال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے کیا وہابیت اسمٰعیلیت ہر سال اس کی اجازت دیتی ہے کہ میلاد شریف کے حوالہ سے یہ سب کچھ کیا جائے میلاد کے لئے جمع ہو کر اس میں میلاد کے موضوع پر بیان کئے جائیں، اگر وہابیت اجازت دیتی ہے تو ہمیں بھی بتاؤ یا پھر ان علماء پر بھی فتوی ٹھوک کر ان کو بھی بدعتی بناؤ۔

(۴) علامہ قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) علیہ الرحمۃ اہلِ مکہ کی محافلِ میلاد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

يزار مولد النبي صلى الله عليه وآله وسلم المكاني في الليلة الثانية عشر من شهر ربيع الأول في كل عام، فيجتمع الفقهاء والأعيان على نظام المسجد الحرام والقضاة الأربعة بمكة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الكثيرة والمفرغات والفوانيس والمشاغل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالأعلام الكثيرة ويخرجون من المسجد إلى سوق الليل ويمشون فيه إلى محل المولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة، ثم يعودون إلى المسجد الحرام ويجلسون صفوفا في وسط المسجد من جهة الباب الشريف خلف مقام الشافعية ويقف رئيس زمزم بين يدي ناظر الحرم الشريف والقضاة ويدعو للسلطان ويلبسه الناظر خلعة ويلبس شيخ الفراشين خلعة. ثم يؤذن للعشاء ويصلي الناس على عادتهم، ثم يمشي الفقهاء مع ناظر الحرم إلى الباب الذي يخرج منه من المسجد، ثم يتفرقون. وهذه من أعظم مواكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفة ويأتي الناس من البدو والحضر وأهل جدة، وسكان الأودية في تلك الليلة ويفرحون بها۔

''ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔ (تمام علاقوں سے) فقہا، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنتِ شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رُخ کر کے مقام شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زَم زَم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعد ازاں قاضی بادشاہِ وقت کو بلاتے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صاحبانِ فراش کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے

اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اِظہار کرتے تھے۔

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکۃ المشرفۃ، ۳۵۵، ۳۵۶، المکتبۃ العلمیۃ مکۃ المکرمۃ)

قارئین! یہ ایک اور حنفی گواہی ہے جس نے وہابیت اسمعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا میں یہاں کچھ زیادہ نہیں لکھتا بس اتنا پوچھتا ہوں کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک یہ سب کچھ جائز ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی کتابیں پڑھ کر اور سمجھ کر جواب دے تاکہ اس کی ذلت ورسوائی میں مزید اضافہ ہو سکے۔

(۵) شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولایزال أهل الإسلام یحتفلون بشهر مولده علیه الصلاة والسلام، ویعملون الولائم، ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات، ویظهرون السرور، ویزیدون فی المبرات، ویعتنون بقراءة مولده الکریم، ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم.

مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے آئے ہیں۔ محفل میلاد کے ساتھ ہی دعوتیں دیتے کھانے وغیرہ پکواتے اور غریبوں میں طرح طرح کے تحفہ تحائف تقسیم کرتے۔ خوشی کا اظہار کرتے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ نیز ولادت باسعادت پر قرآن خوانی کراتے اور اپنے مکانوں کو مزین کرتے ہیں۔ ان تمام افعال حسنہ کی برکت سے ان لوگوں پر اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (ما ثبت من السنۃ، ص ۲۷۴، مومن کے ماہ وسال ص ۸۵، دارالاشاعت کراچی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمعیلیت کی نیّا الٹی کردی ہے اور اس کام کو آن بان اور شان سے آپ نے بیان کیا ہے جس پر وہابیہ اسمعیلیہ آج فتوے لگا رہی ہے۔ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ بھی وہ شخصیت ہیں جن کا نام لے کر وہابی اسمعیلی نے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور شیخ صاحب کو بھی ثالث بنایا ہے بحمد للہ اہلسنت پر اللہ کریم کا وہ خاص کرم ہے اور اس کے پیارے محبوب کی وہ خاص نظر عنایت ہے کہ وہابی اسمعیلی نے جس بزرگ کو بھی ثالث بنایا ہے انہوں نے اہلسنت ہی کی تائید کی ہے اور وہابیت اسمعیلیت کی مٹی پلید پہلے سے بھی کردی تھی لیکن حیاء سے عاری وہابیت ہر بار ذلیل ورسوا ہو کر پھر ذلت ورسوائی کی طالب ہوتی ہے۔ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے جس طرح اہلسنت کے حق میں فتوی دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے آپ کی اس کتاب کا ترجمہ وہابی اسمعیلی نے کیا اور اس پر مقدمہ اسمعیلی احمدی ساجد خان کے دادا استاذ وہابی شفیع عثمانی نے لکھا، ترجمہ پڑھ کر ہی آدمی سمجھ جاتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کس زور سے محافل میلاد کے جواز کو بیان کر رہے ہیں اور پھر ربیع الاول کے مہینے میں اور خاص اہتمام سے خوشی کا اظہار اور اپنے مکانوں کو مزین کرنا اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا ملنا یہ سب کچھ اسی ترجمہ سے ظاہر ہے جو وہابی نے کیا ہے۔ اس میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے نزدیک ربیع الاول کے مہینے میں محفل میلاد کرنا جائز ہے جو کہ بقول شیخ صاحب علیہ الرحمۃ اہل اسلام ہمیشہ سے کرتے ہوئے آرہے ہیں؟ محفل میلاد کے ساتھ دعوتیں دینا؟ کھانے پکوانا؟ خوشی کا اظہار کرنا؟ قرآن خوانی کرنا؟ اپنے مکانوں کو مزین کرنا؟ اور اس تمام پر اللہ کریم کی طرف سے برکتوں کا ملنا کیا جائز ہے؟ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی کتابوں کو پڑھ کر جواب دے تاکہ مزید ذلت سے بچ جائے لیکن ایسا ممکن نہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ان کے صاف اور واضح جواب دے اور اپنے وہابی آباء کی روش پر چلتے ہوئے بات کو گول مول کرنے

اور دھوکہ دہی سے کام لینے سے بچے جو کچھ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے اسی کے مطابق جواب دے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بات کو گھمادے یا جواب ہی ہضم کر جائے یا یہ کہے کہ جی یہ مراد ہے وہ مراد ہے تو میں پہلے سے ہی وہابی اسمٰعیلی کا منہ ایک حوالے سے بند کر دیتا ہوں۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے میلاد کے قائل ہونے کا اقرار کرتے ہوئے وہابی اسمٰعیلی عبدالشکور لکھنوی اپنے مجموعہ دجل وفریب میں لکھتا ہے:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو محفل میلاد کے بڑے حامی ہیں ما ثبت بالسنۃ میں علامہ ابن امیر حاج کا انکار ذکر کر کے لکھتے ہیں۔۔۔ (فتح حقانی برفرقہ رضا خانی،ص ۴۷،امام اہلسنت اکاڈمی لکھنو)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا وہابی بابا بھی اقرار کر رہا ہے کہ شیخ صاحب محفل میلاد کے بڑے حامی تھے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کہے کہ وہ جو میلاد کرتے تھے وہ اور تھا اور یہ اور ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے معتبر ومستند علماء جس میلاد کے قائل ہیں اس میں اور شیخ صاحب کی اس عبارت اور آنے والی عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فرق بیان کر دے کہ وہ سب محافل جو اہل اسلام تعیین کے ساتھ ربیع الاول میں کرتے تھے اور خاص طور پر اس میں دعوتیں دیتے خوشی کا اظہار کرتے مکانوں کو مزین کرتے تھے وہ کس طرح تھا اور آج جس کی علمائے اہلسنت اجازت دیتے ہیں وہ اس سے بالکل جدا اور الگ ہے وغیرہ وغیرہ وہابی اسمٰعیلی مرجائے گا پر جواب نہیں دے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سب کیا کرایا پانی میں مل جائے گا جن کو اس نے ثالث بنایا تھا وہ تو خود اس کے اور اس کے وہابی آباء کے خلاف ہیں۔

شیخ صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

ومما جرب من خواصه أنه أمان في ذلك العام، وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام، فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده المبارك أعيادًا، ليكون أشد غلبة على من في قلبه مرض وعناد۔۔۔

محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ وامان میں رہتے اور حاجت روائی ومقصود برآوری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم کی شب کو عید مناتے ہیں اور جس کے دل میں عناد اور دشمنی کی بیماری ہے وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہوجاتا ہے۔ (ما ثبت من السنۃ،ص ۲۷۴،مومن کے ماہ وسال ص ۸۶،۸۵،دارالاشاعت کراچی)

واہ جی واہ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے محفل میلاد کی برکات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ وہابیت اسمٰعیلیت کے دل کا بغض وعناد اور بیماری کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ آج بھی اس کے دل میں پائی جاتی ہے۔ شیخ صاحب اس شخص کے لئے دعا فرمائیں جو ربیع الاول کی راتوں کو عید بنائے لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ اپنی چار پائیاں الٹی کر کے اپنے باپ شیطان کا ساتھ دیں کیوں؟ میں پوری وہابیت اسمٰعیلیت کو چیلنج کرتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ تمہارے نزدیک ربیع الاول کی راتوں کو عید کی طرح منانا جائز ہے اور وہ شخص جو ان راتوں کو اس طرح گزارے تا کہ وہابی اسمٰعیلی جس کے دل میں بغض وعناد ہی ہوتا ہے وہ جلے اور جل جل کر مرجائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ شیخ صاحب کی عبارت کی روشنی میں بیان کیا جائے کیونکہ فتوی اس شخص پر نہیں لگے گا بلکہ شیخ صاحب پر لگے گا جو ایسا کرنے کا ارشاد فرما

رہے ہیں بلکہ ایسے شخص کے لئے دعا کر رہے ہیں۔قارئین وہابیت اسمعیلیت کے مریض ذہن کے لئے اتنا ہی کافی تھا لیکن یہ تو اپنے وہابی اکابرین کی طرح عقل کو ہی تین طلاقیں دے چکی ہے جس کی وجہ سے اس کو نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ ہی کچھ سمجھ اور اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی نہ کافی مگر ہمارے قارئین بات کو سمجھ بھی گئے ہوں گے اور ان پر وہابیت کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی اچھی طرح آشکار بھی ہوگئی ہوگی۔اب وہ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اکابرین کا نام لے کر اور ان کو اپنا ہمنوا بنا کر کتنا بڑا دھوکہ دیا ہے وہ سب اکابرین تو بحمد للہ اہلسنت کے ساتھ تھے، ہیں اور رہیں گے کیونکہ حق ہمیشہ اہلسنت کے پاس ہی رہا ہے اور رہے گا۔

شیخ صاحب مزید لکھتے ہیں:

وقد رؤی أبو لهب بعد موته فی النوم فقیل له ما حالك؟ قال: فی النار، إلا أنه خفف عنی کل لیلة اثنین، وأمص من بین أصبعی هاتین ماء، وأشار برأس أصبعیه وأن ذلك بإعتاقی لثویبة عندما بشرتنی بولادة النبی صلی الله علیه وسلم وبإرضاعها له.قال ابن الجری :فإذا کان هذا الکافر، الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی صلی الله علیه وسلم به، فما حال المسلم الموحد من أمته علیه السلام یسر بمولده، ویبذل ما تصل إلیه قدرته فی محبته صلی الله علیه وسلم، لعمری إنما یکون جزاؤه من الله الکریم أن یدخله بفضله العمیم جنات النعیم.

ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی ساتھی نے اسے خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا تو جواب دیا جہنم میں پڑا ہوں البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اپنی ان دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ان انگلیوں سے میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس لئے آزاد کیا تھا کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔اس صلہ میں ان دونوں انگلیوں سے کچھ پانی پی لیتا ہوں۔ابن جوزی نے لکھا کہ ابولہب کافر جس کی مذمت قرآن کریم میں وارد ہے جبکہ اس کو ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانے میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنے کا یہ بدلا ملا کہ وہ دوزخ میں بھی ایک رات کے لئے فرحت ومسرت سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو ان مسلمانوں کے حال پر غور کیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر مسرتوں کا اظہار کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتے ہیں۔میری جان کی قسم! شب ولادت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اظہار مسرت کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے عام فضل وکرم سے اظہار مسرت کرنے والوں کو جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔

(ما ثبت من السنۃ،ص ۲۷۴،مومن کے ماہ وسال ص ۸۵،دارالاشاعت کراچی)

اپنی دوسری کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں میلاد پڑھوانے والوں کے لئے حجت (دلیل از ناقل) ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات میں خوشی ومسرت کا اظہار کریں اور خوب مال وزر خرچ کریں۔مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے جب اس نے حضور کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔(مدارج النبوۃ مترجم جلد دوم،ص ۳۵،شبیر برادرز لاہور)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی طرح شیخ صاحب نے بھی محافل میلاد میں خوشی ومسرت کا اظہار کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی خوش خبری دے دی ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ چلا چلا کر اس پر بدعت کے فتوے لگاتے محافل میلاد کرنے والوں کو بدعتی کہتے اور پھر بدعتی

کے بارے میں یہ لکھتے ہیں اصحاب البدع کلاب اہل النار اب نتیجہ کیا نکلتا ہے سب جانتے ہیں یعنی اکابرین اہلسنت متفق ہو کر محافل میلاد میں خوشی منانے والے اور شب ولادت میں اظہار مسرت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور یہ وہابیہ خبیثہ من شذ شذ فی النار کا مصداق ان اکابرین اہلسنت وسادات احناف کی مخالفت کرتے ہوئے معاذ اللہ جہنمی کہیں کیوں؟ قارئین! آپ ہی فیصلہ کریں کہ سادات احناف اور مشائخ ہند کیا فرما رہے ہیں اور یہ جاہل وہابی اسمعیلی کیا کہہ رہے ہیں۔

مزید اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو تیرے دربار کے لائق ہو کیونکہ میرے تمام اعمال میں فساد نیت وکمی عمل شریک ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ میلاد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت ہی عاجزی وخاکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ وہ کون سا محل ومقام ہے جہاں میلاد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیری خیر وبرکت اور کرم ورحمت کا نزول ہوتا ہے اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بھی بیکار نہ جائے گا بلکہ لازما تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعہ دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔ (اخبار الاخیار مترجم دیوبندی، ص ۴۱۱، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: اخبار الاخیار کا یہ ترجمہ وہابی دیوبندی مولوی کا کیا ہوا ہے اور اس کتاب کی ابتداء میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دادا استاذ شفیع عثمانی کا مقدمہ بھی ہے۔ جس میں اس کتاب کے معتبر ومستند ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جس شان سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر اس میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے وہابیت اسمعیلیت اپنی موت آپ مر گئی ہوگی لیکن اس کے لئے حیاء کی ضرورت ہے اور وہابی اپنا سب کچھ بیچ کر کوا بریانی کھا کر اس کے نشے میں بدمست ہو چکی ہے جب بیچاری اس نشے سے نکلے گی تو الٹے اُلٹے ہاتھ پاوں مارے گی لیکن کچھ ہونے والا نہیں کیونکہ شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے ڈوز ہی اتنی دے دی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہاں بھی اپنے جاہل وہابی اکابرین کی لایعنی تاویل والی پٹاری لے کر آئے تو اس سے پہلے ہی میں اس کو اس کا اپنا کہا یاد دلاتا ہوں اور اسی کے بنائے ہوئے اصول سے اس کی ذلت کا سامان کرتا ہوں۔

اسمعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب میں تیس مار خان بنتے ہوئے ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ:

فقہ حنفی ایک جامع فقہ ہے اس میں چھوٹے سے چھوٹے ادب وثواب کے کام کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے جس کا تعلق دین کے ساتھ ہو۔ اسلام کی دونوں عیدین کا ذکر اور اس کے تمام مسائل کا ذکر فقہ حنفی کی کتب میں مذکور ہیں۔ اگر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بھی کوئی ثواب کا کام یا عید ہوتی تو فقہ حنفی میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ ہم پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مروجہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ثبوت فقہ حنفی سے ہمیں مرحمت فرمائیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

یہ کسی اور کا کلام نہیں بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا وہ کلام ہے کہ جب وہ کوا بریانی کھا کر اس کے نشے میں بدمست ہو گیا تو اسی حالت میں اس نے یہ کلام کیا۔ بہر حال میں اس کے اسی کلام اور اسی اصول کی وجہ سے پوچھتا ہوں کہ جب فقہ حنفی میں چھوٹے سے چھوٹے ادب وثواب والے کام کا ذکر ہے تو شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ میلاد میں کھڑے ہو کر جس سلام کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کو اللہ کریم کی بارگاہ میں شاندار عمل بتا رہے ہیں (شیخ صاحب کے اس عمل سے وہابیہ اسمعیلیہ جو بھی مراد لیتے ہیں) اس میلاد اور

اس میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا ذکر ضرور فقہ حنفی میں ہوگا، اس کے سارے احکام سادات احناف نے بیان کئے ہوں گے یہ عمل جائز ہے یا ناجائز فقہائے احناف نے اس پر ضرور روشنی ڈالی ہوگی۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے زندہ یا مردہ مٹی میں ملنے والے تمام بابوں کو اسی کا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کم از کم پانچ سادات احناف سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے میلاد میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے احکام کا ثبوت دے ورنہ ساجد خان ہمیں چیلنج کرنے کے بجائے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کے نام بھی ایک چیلنج لکھے اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی ثالث کی دھجیاں بکھیرے اور بتائے کہ وہ ثالث خود اس کے اپنے نزدیک کتنا معتبر و مستند ہے۔ قارئین! یہ ہوتا ہے انجام بلاوجہ بات کے بتنگڑ بنانے کا کہ آدمی کہیں کا بھی نہیں رہتا، بحمد للہ ہم نے اپنے مسلک کے حوالے سے بہت کچھ ثبوت دے دیا ہے اور مزید بھی بیان کریں گے عید میلاد کا ذکر ہے یا نہیں اور اس کو عید کی طرح گزار سکتے ہیں یا نہیں اس کا ثبوت ہم دے چکے ہیں اور مزید بھی سادات احناف اور مشائخ ہند سے آرہا ہے یہاں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ثبوت دیتا ہے یا پھر جواب ہضم کر کے اپنے ہی ثالث سے جان چھڑاتا ہے۔

(۶) الشیخ العلامۃ محمد عابد السندی الانصاری (المتوفی ۱۲۵۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولایزال أهل الإسلام یحتفلون بشهر مولده علیه الصلاة والسلام، ویعملون الولائم، ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات، ویظهرون السرور، ویزیدون فی المبرات، ویعتنون بقراءة مولده الکریم، ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عظیم.

مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے آئے ہیں۔ محفل میلاد کے ساتھ ہی دعوتیں دیتے کھانے وغیرہ پکواتے اور غریبوں میں طرح طرح کے تحفہ تحائف تقسیم کرتے۔ خوشی کا اظہار کرتے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ نیز ولادت باسعادت پر قرآن خوانی کراتے اور اپنے مکانوں کو مزین کرتے ہیں۔ ان تمام افعال حسنہ کی برکت سے ان لوگوں پر اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (الرسائل الخمس، ص ۲۶۸، مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی)

الشیخ العلامہ عابد السندی علیہ الرحمۃ جن کو وہابیہ اسمعیلیہ اپنا دادا استاذ مانتے ہیں انہوں نے بھی زبردست الفاظ میں اہلسنت ہی کی تائید کی ہے علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ بھی میلاد النبی کی قائل تھے اور اس کو اہل اسلام کا ہمیشگی والا طریقہ ارشاد فرماتے اور اس میں دعوتیں، اظہار خوشی، قرآن خوانی، مکانوں کو مزین کرنا اور پھر اس پر اللہ تعالی کی طرف سے برکتوں کے ملنے کے قائل تھے اپنی اس ایک ہی عبارت میں وہابیت اسمعیلیت کی مٹی پلید کر گئے باقی عبارت تو مزید ذلت و رسوائی کے لئے ہیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ جس میلاد کی محفل کا ذکر علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کر رہے ہیں اس کا ثبوت فقہ حنفی میں کہاں ہے اور اس کے احکام کیا کیا ہیں کم از کم پانچ سادات احناف سے بتا دو تا کہ ہمارے علم میں اضافہ بھی ہو جائے اور علامہ صاحب کی عبارت کی وضاحت بھی ہو جائے۔ اور اگر نہ بتا سکو تو ایک دو فتوے علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ پر بھی حنفیت سے بغاوت کے لگا دو تا کہ معلوم ہو سکے کہ تم اور تمہارے وہابی بابے حنفی تھے۔

علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

ومما جرب من خواصه أنه أمان فی ذلك العام، وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام، فصح الله امرأ اتخذ لیالی شهر مولده المبارك أعیادًا، لیکون أشد غلبة علی من قلبه مرض...

محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ وامان میں رہتے اور حاجت روائی ومقصود برآوری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم کی راتوں کو عید کی طرح بنائیں تاکہ یہ کام اس شخص کے لئے جس کے دل میں بیماری ہے اور زیادہ سخت ہو۔

(الرسائل الخمس ،ص ۲۶۹،،مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی)

لیجئے! شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بعد علامہ الشیخ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے بھی میلاد منانے کے حوالے سے تجربہ کی بات بیان کرکے اس شخص کے لئے دعا کی ہے جو میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید کی طرح بنائے اور وہابیہ اسمعیلیہ کا دل آگ سے زیادہ جلائے۔میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ شیخ صاحب کے بعد علامہ صاحب نے بھی میلاد کی راتوں کو عید کی طرح بنانے کا فرمایا ہے کیا اس کا ثبوت فقہ حنفی میں موجود ہے اور سادات احناف اس حوالے سے کیا ارشاد فرماتے ہیں کم از کم پانچ کے حوالے بیان کر کے ان اکابرین کو حنفیت سے خارج ہونے سے بچاؤ،تمہارے کلام کے مطابق تو چھوٹے سے چھوٹے ادب اور ثواب کا بھی فقہ حنفی میں ثبوت موجود ہے اور اس کے احکام بھی موجود ہیں اسی بنا پر تم دوسروں کو چیلنج بھی دیتے ہو لہٰذا ان علماء کے اس قول "فصح اللہ امر أ اتخذ لیالی شهر مولده المبارك أعیادًا، لیکون أشد غلبة علی من قلبه مرض" کا ثبوت فقہ حنفی سے دے دو تاکہ تمہارے وہابی اکابرین کے دادا استاذ کا قول اور تمہارے ہی بنائے ہوئے ثالثوں کا قول سچا تو ثابت ہو۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

ولذلك یستحب لنا اظهار الشكر بمولده بالاجتماع و اطعام الطعام و نحو ذلك من وجوه القربات و اظهار المسرات۔

اسی طرح ہمارے لئے بھی مستحب ہے کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اقدس کے دن خوشیوں کا اظہار کریں،لوگوں کو جمع کریں، کھانا کھلائیں اور اس طرح کے دیگر نیکی والے کام کرتے ہوئے خوشیاں منائیں۔(الرسائل الخمس ،ص ۲۶۵،،مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی و مترجم ،ص ۱۳۰،مکتبہ غوثیہ کراچی)

علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے بات ہی ختم کردی ہے کہ ہمارے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی کا اظہار کرنا مستحب ہے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی کی راہ سنت کتاب پڑھ کر بتائے کہ علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی کو مستحب کہنا درست ہے یا نہیں اور پھر سادات احناف اور فقہ حنفی سے تو ثابت کرنا اس کے لئے ضروری ہے کہ ولادت کی خوشی فقہ حنفی میں مستحب ہے۔اور اس کے یہ یہ احکام ہیں ورنہ علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کو بھی حنفیت سے نکالنا پڑے گا اور یہ کام وہابی اسمعیلی ساجد خان کیسے کرے گا یہ وہی جانتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

یوم مولوده ﷺ ذبح ابو بكر الصدیق رضی الله عنه مائة ناقة و تصدق بها و تصدق ابو هریرة رضی الله عنه فی ذلك بثلاثة اقراص من شعیر۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ ذبح کرکے صدقہ کئے اور اسی طرح حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے (میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن) تین بڑے برتن گندم سے بھر کر صدقہ کئے۔(الرسائل الخمس ،ص ۲۷۶،،مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی ومترجم،

ص ۱۳۲، مکتبہ غوثیہ کراچی)

نوٹ: یہاں ادھر ادھر کی باتیں کرنے یا ہم سے سوال کرنے کے بجائے وہابی اسمٰعیلی صرف اور صرف جواب دے۔

قربان جاؤں علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ پر جنھوں نے میلاد کے دن خوشی کرنے اور سو اونٹوں کو ذبح کرنے کا ثبوت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دے دیا۔ کیا وہابیہ اسمٰعیلیہ اپنے گھر کے اصولوں سے ثابت کر سکتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ کام کسی اور دن نہ کرنا اور خاص یوم ولادت کے دن کرنا درست تھا اور مزید یہ کہ فقہ حنفی اور سادات احناف اس کے قائل تھے اور اس کے احکام وغیرہ بیان کئے ہیں کہ اس دن ذبح ہونے والا جانور کیسا ہوگا، اس کی کیا کیا شرائط ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہابی اسمٰعیلی اس کا ثبوت نہ دے سکے تو پھر چلو بھر پانی میں اپنا وہ چیلنج رکھے جو اس نے ہمیں دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ناک بھی رکھے اور دیکھے کہ پہلے اس کا چیلنج ڈوبتا ہے یا اس کی ناک۔

(۷) شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت أصنع فی أیام المولد طعاماً صلة بالنبی صلی اللہ علیه وآله وسلم، فلم یفتح لی سنة من السنین شیء أصنع به طعاماً، فلم أجد إلا حمصًا مقلیا فقسمته بین الناس، فرأیته صلی اللہ علیه وآله وسلم وبین یدیه هذه الحمص متبهجاً بشاشا"

میرے والد بزرگوار نے مجھے خبر دی فرمایا کہ میں میلاد النبی کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا میلاد پاک کی خوشی میں۔ ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا چنے بھنے ہوئے، وہی میں نے لوگوں کو تقسیم کئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو وہ بھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ بہت شاد و بشاش ہیں۔ (در الثمین فی مبشرات النبی الأمین، ۱۷، المکتبۃ النظامیہ پشاور)

نوٹ! اس نسخہ کا ترجمہ اور حواشی شاہ اسحاق دہلوی کے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ یقیناً جو کرتے تھے وہ جائز ہی تھا ہمارے نزدیک ناجائز نہیں تھا لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں کو دیکھتے ہوئے بتائے کہ شاہ صاحب کا ہر سال اور وہ بھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن اور وہ بھی میلاد کی خوشی میں کھانا پکوانا درست تھا؟ کیا یہ ہر سال کی تعیین اور پھر خاص اس دن کی تعیین جس دن ولادت ہوئی اسی دن ہی کھانا پکوانا کسی اور دن یہ کام نہ کرنا جائز تھا؟ یہ سب سوالات وہ ہیں جو وہابیہ اسمٰعیلیہ خود کرتے ہیں لہٰذا ان کے جوابات وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے آباء کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے دے اور پھر اپنے چیلنج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی ثابت کرے کہ فقہ حنفی میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ ہر سال خاص میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن ولادت کی خوشی میں کھانا پکوانا جائز ہے؟ اور اس کے مزید احکام کیا کیا ہیں فقہ حنفی سے بیان کئے جائیں ورنہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی ایک جاندار چیلنج دیا جائے یا حنفیت سے ان کو خارج کیا جائے کیونکہ جب ایک چیز کا ثبوت فقہ حنفی میں ہے ہی نہیں تو وہ کام ہر سال اور خاص دن میں کرنے والا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے نزدیک حنفی کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو اس کے اپنے بیان کردہ اصول ہیں۔

(۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"وکنت قبل ذلك بمكة المعظمة فی مولد النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم فی یوم ولادته، والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم"

میں مکہ معظّمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ ولادت پر حاضر ہوا تھا یہ دن آپ کی ولادتِ مبارک کا دن تھا اور لوگ وہاں جمع تھے اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرودوسلام پڑھ رہے تھے۔ (فیوض الحرمین عربی ص ۸۰،۸۱، ومترجم دیوبندی ص ۱۱۵، دارالاشاعت کراچی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ماقبل کی عبارات کی تائید ہے جن میں اہل مکہ کا عمل بیان کیا گیا ہے کہ وہ میلاد النبی کے مہینے میں اور خاص ولادت کی رات مل کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی جگہ آتے، وہاں محافل کرتے، بیانات ہوتے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا جاتا لیکن کوئی بھی کسی پر کسی قسم کا فتوی نہ اس وقت لگاتا اور نہ بعد کے اکابرین نے لگایا بلکہ ان کے عمل کو بطور تائید پیش کیا جاتا مگر جب سے وہابی اسمٰعیلی اور وہابی نجدی فرقہ پیدا ہوا ہے فتوے ہی فتوے آرہے ہیں۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دن ولادت کی جگہ جانا کیا جائز تھا اور کیا تمہارے چیلنج کے مطابق سادات احناف نے تعیین کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے؟ یا پھر شاہ صاحب پر بھی کوئی چیلنج کروگے اور ان سے بھی ان کے اس عمل کے احکام کا فقہ حنفی سے ثبوت مانگو گے یا یہ سب کچھ اہلسنت کے لئے ہے باقی جو بھی جو کرے اسے معاف ہے؟

مولانا محمد عاشق پھلتی صاحب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بارہویں ربیع الاول کو حسب دستور قدیم میں نے قرآن پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی، اثنائے تلاوت ملاءِ اعلی حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرفتوح نے اس فقیر نیز فقیر کے دوستوں کی طرف نہایت التفات فرمایا اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاءِ اعلی اور مسلمانوں کی ایک جماعت کا دائرہ ہے کہ ان کے ناز و نیاز اس سے عروج کررہی ہیں اور برکات ونفحات اس سے نزول کررہے ہیں۔ (القول الجلی فی ذکر آثار الولی ص ۱۸۲، مسلم کتابوی لاہور)

میں یہاں زیادہ کچھ کہنے کے بجائے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے یہ پوچھتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہر سال (جیسا کہ ان کے الفاظ حسب دستور قدیم سے ثابت ہوتا ہے) ۱۲ ربیع الاول کا دن معین کرکے اس میں یہ اعمال کرنا یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کرنا درست تھا؟ اور اس کا فقہ حنفی میں ثبوت ہے؟ اور سادات احناف نے اس کے احکام بیان کئے ہیں؟ اگر کئے ہیں تو کم از کم پانچ سادات احناف سے ثبوت دے ورنہ اس چیلنج کا رخ ادھر بھی کرے جس کو اہلسنت پر ٹھونسنا چاہتا ہے اور اگر نہیں کئے بلکہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ نیاز پر فتوے لگائے ہیں جیسا کہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بھی فتوے دھر چکا ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ پر بھی کچھ فتوؤں کی برسات کرے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہابی ہر بار کی طرح یہاں بھی بھاگنے ہی کی کوشش کرے گا یا تو جواب ہضم کرکے یا لایعنی و بیہودہ تاویلات کرکے اگر یقین نہ ہو تو جب جواب آئے گا دیکھ لیجئے گا۔

(۹) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وبركة ربيع الأول بمولد النبي صلى الله عليه وآله وسلم فيه ابتداء وبنشر بركاته صلى الله عليه وآله وسلم على الأمة حسب ما يبلغ عليه من هدايا الصلوة والإطعامات معا۔

اور ماہ ربیع الاول کی برکت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد شریف کی وجہ سے ہے۔ جتنا اُمت کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام اور طعاموں کا نذرانہ پیش کیا جائے اُتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں کا اُن پر نزول ہوتا ہے۔ (فتاوٰی عزیزی فارسی، جلد ۱ ص ۱۶۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید لکھتے ہیں:

در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد میشوند ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنین رضی اللہ عنہ اول کہ مردم روز عاشور بایک دو روز پیش ازین قریب چار صد کس یا پنج صد کس بلکہ ہزار فراہم مے آیند درود و میخوانند بعد ازان کہ فقیر مے آید مے نشینند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان مے آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت این بزرگان و تفصیل بعضے حالات و بد مآلی قاتلان ایشان وارد شدہ نیز مذکور مے شود باین تقریب بعضے شدائد کہ در جناب ایشان گذشتہ از روئے احادیث معتبرہ بیان کردہ میشود درین ضمن بعضے مرثیہ ہا کہ از مردم غیر یعنے جن و پری حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ شنیدہ اند نیز مذکور میشود خوابہائے متوحش کہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ دیدہ اند و دلالت بر فرط حزن و اندوہ روح مبارک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میکنند مذکور میگردد بعد ازان ختم قرآن مجید و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودد می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلام میخواند یا مرثیہ مشروع این اتفاق میشود ظاہر ست کہ درین بین اکثر حضار مجلس را درین فقیر را ہم رقت و بکا لاحق میشود انسیت قدریکہ بعمل می آید پس اگر این چیز ہا نزد فقیر بہمین وضع کہ مذکور شد جائز نمے بود اقدام بران اصلا نمیکرد و بعد ازین آنچہ امور دیگر نا مشروع است حاجت بیان نمیدارد و بجز توفیق حسنات چہ برنگارد والسلام

سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسین اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے ایک دو دن قبل ہوتی ہے۔ چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد جب فقیر آتا ہے تو لوگ بیٹھتے ہیں۔ اور فضائل حسنین رضی اللہ عنہما کا ذکر جو حدیث میں وارد ہے بیان کیا جاتا ہے اور جو کچھ احادیث میں ان بزرگوں کی شہادت کا ذکر ہے۔ اور روایات صحیحہ میں جو کچھ تفصیل بعض حالات کی ہے اور ان حضرات کے قاتلوں کی بدعنوانی کا بیان ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے بعض تکلیفیں جو ان حضرات کو ہوئیں جو کہ روایات معتبرہ سے ثابت ہیں بیان کی جاتی ہیں۔ اور اس ضمن میں بعض مرثیہ جو جن و پری سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ و دیگر صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے سنا ہے وہ بھی ذکر کیا جاتا ہے اور خواب ہائے وحشت ناک ذکر کئے جاتے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے دیکھے تھے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے نہایت رنج والم ہوا **پھر ختم قران حکیم کیا جاتا ہے۔ اور پنج آیت پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اس پہ فاتحہ کیا جاتا ہے** اور اس اثناء میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے۔ یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت اور گریہ کی لاحق ہو جاتی ہے۔ اس قدر عمل میں آتا ہے اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر ان چیزوں پر اقدام کرتا اور اس کے علاوہ اور امور دیگر خلاف شرع ہیں، ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں زیادہ کیا لکھے۔ (فتاوی عزیزی فارسی، جلد اول، ص ۱۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی ص ۱۹۹، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ان حوالوں پر زیادہ کچھ نہیں کہتا، بس یہی کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ہر بات جس طرح وہ کرتے یا فرماتے تھے کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کر دے ورنہ ان کو بھی اسی لائن میں کھڑا کرے جس میں اس نے دوسروں کو کیا ہوا ہے۔

(۱۰) شاہ احمد سعید فاروقی مجددی (المتوفی ۱۲۷۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یا ایها العلماء السائلون عن دلائل مولد الشریف لنبینا و سیدنا ﷺ فاعلموا ان محفل المولد الشریف یشتمل علی ذکر الآیات و الاحادیث الصحاح الدالة علی جلالة قدرہ و احوال ولادته و معراجه و معجزاته و وفاته ﷺ کلما ذکر الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون۔ فانکارکم مبنی علی عدم استماعه. ان کنتم مسلمین شائقین الی استماع احوال محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین ﷺ فاحضروا الدینا و اسمعوا یظهر علیکم صدق ما ادعیناہ. وهو فی الحقیقة وعظ و تذکیر لمن القی السمع وهو شهید۔۔۔

میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل پوچھنے والے اے عالمو! یادرکھو! میلاد شریف کی محفل میں آپ کی کمال شان پر دلالت کرنے والی آیات، صحیح احادیث، ولادت باسعادت، معراج شریف، معجزات اور وفات کے واقعات کا بیان کرنا ہمیشہ سے بزرگان دین کا طریقہ رہا ہے لہٰذا تمہارے انکار کی ضد کے سوا کوئی وجہ نہیں، اگر تم مسلمان ہو اور محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سننے کا شوق ہے تو ہمارے پاس آؤ اور (ہم سے احوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سنو تمہیں پتہ چلے کہ ہمارا دعوی حقیقت پر مبنی ہے، محفل میلاد دراصل وعظ ونصیحت ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔۔۔ (اثبات المولد والقیام، ص۲۹، مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسی زئی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان، مترجم، ص۲۱، مرکزی مجلس رضا لاہور)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے شجرہ طریقت کے بزرگ شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمٰعیلیت کی جھوٹی حنفیت سے پردہ اٹھا دیا ہے اور محفل میلاد کی حقیقت بیان کر کے وہابیت اسمٰعیلیت کے انکار کی وجہ بھی بیان کر دی ہے اور اس بات کی دعوت بھی دی ہے کہ میلاد سننا ہے تو ہمارے پاس آؤ لیکن وہابیت اسمٰعیلیت کی قسمت میں ھدایت کہاں یہ تو اپنی ضد کی مستی میں بدمست ہیں اور اسی کے نشے میں گم ہیں اور اس سے باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ باقی اکابرین کو چھوڑیئے علامہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ تو وہابیت کے شجرہ کے بزرگ ہیں جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل بلکہ فاعل ہیں اور منکرین کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ آؤ اور ہم سے میلاد سنو صرف اسی پر بس نہیں بلکہ علامہ صاحب تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیام کے بھی قائل ہیں اور اس پر دلائل بھی دیئے ہیں۔ ہم دیگر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ساتھ ساتھ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تمہارے وہابی اکابرین جن کو اپنے شجرہ طریقت میں شمار کرتے ہیں اور شجرہ پڑھتے ہوئے ان کا نام لیتے ہیں وہ تو میلاد النبی کے قائل و فاعل تھے اور دوسروں کو دعوت بھی دیتے تھے کہ ہم سے آ کر سنو لیکن تمہارے نزدیک تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ بدعت اور بدعت کا قائل جہنم کا کتا تو یہاں بھی صغرے کبرے ملاؤ اور نتیجہ نکالو تاکہ تمہیں تمہاری ہی طریقت کا علم ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی ساجد خان کچھ بھی ہانک کر اس مقام سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے میں اس سے اسی کے چیلنج کے مطابق پوچھتا ہوں کہ علامہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ کی پوری کتاب پڑھ کر بتاؤ کہ فقہ حنفی میں میلاد اور پھر قیام کا ثبوت موجود ہے؟ کیا اس میں اس کے احکام موجود ہیں؟ اگر ہیں تو تمہارا چیلنج تمہارے ہی گھر رہا اور اگر نہیں ہیں تو جن کو تمہارے وہابی پیر طریقت مانتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ کیا تمہارے ہی اصولوں سے بدعتی پیر بن سکتا ہے؟ کیا جو شخص تمہارے اصولوں سے فقہ حنفی سے خارج ہو وہ تمہاری طریقت میں آ سکتا ہے؟ (ہمارا یہ سوال شافعی مالکی یا حنبلی کو پیر بنانے کے حوالے سے نہیں ہے) اگر ہاں تو ثبوت اور اگر نہیں تو پھر ان کو بھی نکال دو یا جنہوں نے ان کو پیر بنایا ان پر ہی فتوے لگا دو۔ تم کیا لگاؤ گے فتوے تو لگ چکے ہیں۔ لیکن ہم بعد میں بتائیں گے پہلے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جواب دے۔ قارئین! علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کی دو کتابیں اس موضوع پر

موجود ہیں ایک تو یہی جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے ایک اور بھی ہے۔اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دم دکھانے کوشش کی تو ان شاء اللہ اس کو دار دیو تک چھوڑ آؤں گا۔

(۱۱) مصنف علم الصیغہ مولانا عنایت احمد کاکوروی (المتوفی ۱۲۷۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ (تواریخ حبیبِ الٰہ، ص ۱۲، مکتبہ تھانوی دیوبند)

نوٹ! اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے سیرت مبارکہ پر مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کی نہایت معتبر اور مفید تالیف۔

بعینہ اسی محفل میلاد کا ثبوت علامہ عنایب احمد کاکوری علیہ الرحمۃ نے حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلامیہ سے دے دیا جس کے قائل اہلسنت ہیں علامہ صاحب کا ایک ایک حرف قصر وہابیت اسمعیلیت کو زمین میں غرق کرنے کے لئے کافی ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان جو اپنے آپ کو حنفیت کے لبادہ میں چھپا کر ہم کو چیلنج کر رہا تھا اس چیلنج کو خود وہابیت اسمعیلیت کے منہ پر مارنے کے لئے دوائے شافی ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جس طرح کے بھی چیلنج کرنے ہیں وہ علامہ عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ سے کر لے اور پھر ان سے کیوں کرے گا اپنے ہی گھر کے افراد سے کرے کیونکہ انہوں نے ہی اس کتاب کے معتبر و مستند ہونے پر کیل ٹھونکے ہیں لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی وہابیوں سے فقہ حنفی سے میلاد النبی کے ثبوت اور اس کے احکام کا مطالبہ کرے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی اکابرین سے پوچھے کہ تعیین کے ساتھ محفل میلاد، مسلمانوں کو خاص اس دن جمع کرنا، مولود شریف کرنا، بطور دعوت کھانا و شیرینی تقسیم کرنا اور پھر اس سب پر برکات عظیمہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اضافہ ان سب چیزوں کا ثبوت فقہ حنفی اور سادات احناف سے کہاں اور کن کتب میں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ہی اکابرین کی قبریں کھودے اور ان سے پوچھے کیونکہ انہوں نے اس کتاب کا معتبر و مستند ہونا صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ ایک نے تو اپنی کتاب کا ماخذ اس کتاب کو بھی بنایا ہے اور دوسرے نے یہی کتاب دے کر خلیل احمد انبیٹھوی کو میلاد کی محفل میں بھیجا تھا۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

مقدمہ مشتمل تین مضمون پر: مضمون اول۔۔اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پیش نظر تھیں۔۔۔تاریخ حبیب الہ۔
(تذکرۃ الحبیب تسہیل نشر الطیب، ص ۲۲، ۲۳، زمزم پبلشرز)

وہابی اسمعیلی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب لکھتے وقت جن کتابوں سے استفادہ کیا اس میں علامہ عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ کی کتاب بھی شامل ہے اور علامہ صاحب نے میلاد النبی کی محافل کو جس آن بان شان سے بیان کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، جب یہ کتاب خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک معتبر و مستند ہے تو وہ سب چیلنج وسوال جو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی جہالت کی وجہ ہم سے کیئے ہیں وہ تھانوی کی ہڈیوں سے جا کر کرے اور تھانوی سے پوچھے کہ فقہ حنفی اور سادات احناف نے میلاد کے احکام کہاں بیان کیئے ہیں اور اس کا ثبوت ان سے کہاں ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان مر جائے گا مٹی میں مل جائے گا پر کوئی ایک بھی جواب نہیں لائے گا اور پھر اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ وہابی اسمعیلی گنگوہی نے بھی اس کتاب کو معتبر و مستند سمجھا اور اسی سے میلاد کی محفل میں بیان

کرنے کا کہا۔

وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی کہتا ہے:

ایک دن مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی نے دریافت کیا کہ حضرت کیا ذکر ولادت رسول مقبول ﷺ بلا رعایت بدعات مروجہ کتاب میں دیکھ کر بیان کر دینا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا کیا حرج ہے؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ پیرزادے سلطان جہاں نے کہلا کر بھیجا ہے کہ وہ مولود جو جائز ہے پڑھ کر دکھلا دیجئے میں نے کہلا بھیجا کہ یہاں مسجد میں چلے آؤ مگر انہوں نے عذر کیا کہ عورتیں بھی سننے کی مشتاق ہیں اس لئے مکان میں ہو تو مناسب ہے میں نے مولوی خلیل احمد کو تاریخ حبیب الہ مصنفہ مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم دے کر کہا کہ تم ہی جا کر پڑھ دو وہ تشریف لے گئے۔۔۔ بعد تاریخ حبیب الہ سے واقعات ولادت وغیرہ بیان کر کے ختم کر دیا۔۔۔

(تذکرۃ الرشید، جلد ۲، ص ۲۸۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اس کا ثبوت دے کہ اس کے باپ گنگوہی نے جس میلاد کو جائز کہا ہے وہ خود اس کے اپنے نزدیک بھی جائز ہے یا پھر اس نے پیسوں کی لالچ میں آکر امیر کے گھر جائز اور غریب کے گھر نا جائز پر عمل کیا ہے؟ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان گنگوہی کا فتاوی رشیدیہ اور اپنی کتاب کو ایک بار پڑھ کر جواب دے۔ اسی طرح یہ بھی بتائے کہ جس میلاد کی محفل کی گنگوہی نے اجازت دی ہے اس طرح کی محفل میلاد کرنا فقہ حنفی کی کون کون سی کتابوں میں اس کا جواز واحکام لکھے ہیں، کم از کم پانچ کا حوالہ مطلوب ہے۔

ثانیاً: گنگوہی نے انبیٹھوی کے ہاتھ میں تاریخ حبیب الہ دے کر میلاد کی محفل پڑھنے کا کہا جس سے اس کتاب کا معتبر ومستند ہونا بالکل واضح ہوتا ہے لہٰذا اس کتاب میں جس محفل میلاد کا ثبوت موجود ہے بعینہ ولفظہ فقہ حنفی سے ثابت کروا گر خود نہ کر سکو تو گنگوہی سے بھی مدد مانگنے کی اجازت ہے (جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی مناظر احسن نے لکھا ہے کہ ہم بزرگوں کی ارواح سے مدد کے منکر نہیں۔ مکمل حوالہ ہم نے ماقبل انبیاء واولیاء سے مدد والے مسئلہ میں دے دیا ہے) اور اگر وہ بھی کچھ نہ کر سکے تو کم از کم چلو بھر پانی ضرور اپنے پاس رکھنا تا کہ ڈوبنے میں کام آئے کہ دوسروں کو چیلنج کرنے والا جو چیز اس کے گھر کی معتبر ومستند کتابوں سے ثابت ہے اس کو بھی فقہ حنفی سے ثابت نہ کر سکا اور شرمندگی کی وجہ سے چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر گیا۔

علامہ عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفلِ متبرک مسجد (نبوی) شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظّمہ میں مکانِ ولادت آنحضرت ﷺ میں۔ (تواریخِ حبیبِ الٰہ، ص ۱۲، مکتبہ تھانوی دیو بند)

علامہ صاحب نے مدینہ طیبہ میں بھی میلاد النبی کی محفل اور اس کا مسجد نبوی میں ہونے کا بیان فرما دیا اور ساتھ ہی ساتھ وہابیت اسمٰعیلیت کی ذلت ورسوائی کے لئے اس بات کو بھی بیان فرمایا کہ یہ محفل بارہ ربیع الاول کی تخصیص کے ساتھ ہوتی ہے اور کوئی بھی اس پر فتوی نہیں لگاتا تھا۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

سو مسلمانوں کو چاہیے کہ بمقتضائے محبت آنحضرت ﷺ محفل شریف کیا کریں اور اس میں شریک ہوا کریں مگر شرط یہ ہے کہ بہ نیت خالص کیا کریں ریا اور نمائش کو دخل نہ دیں اور بھی احوال صحیح اور معجزات کا حسب روایات معتبرہ بیان ہو۔ (تواریخِ حبیبِ الٰہ، ص ۱۲، مکتبہ تھانوی دیو بند)

علامہ صاحب نے بھی بات ختم کر دی اور قلم توڑ دیا اور مسلمانوں کو کیا مشورہ دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کے تقاضے کی وجہ سے میلاد شریف کی محفل کیا کریں اور اس میں شریک بھی ہوا کریں۔ وہابیت مرجائے گی پر کبھی بھی خاص ربیع الاول میں اور بارہویں کو محفل میلاد نہیں کرے گی جیسا کہ علامہ صاحب بیان کر رہے ہیں اور اگر کوئی محفل ہو تو شرکت نہیں کرے گی بلکہ بدعت بدعت کی رٹ لگائے گی اور معاذ اللہ بدعتی کے جہنمی کتے ہونے کا فتوی دے گی اور اگر کوئی ان کے اس طرح کے فتوؤں کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہوئے ان کو جواب دے گا تو پھر عو عو کرے گی جی یہ کر دیا جی وہ کر دیا لیکن یہ خود جو کرتے ہیں ان کو وہ نظر نہیں آتا۔ بہرحال میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی کا چیلنج یاد دلاتا ہوں جو اس نے ہمیں دیا ہے اور کہتا ہوں کہ علامہ صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا ثبوت فقہ حنفی سے بعینہ و بلفظہ دے دو ورنہ ان کو بھی چیلنج کرو اور اس کتاب کو معتبر ماننے والوں اور اس سے میلاد پڑھنے والوں کو بھی چیلنج کرو تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ تم کتنے سچے ہو۔

(۱۲) ممدوح وہابیہ اسمعیلیہ علامہ عبدالحیؒ لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

اکثر مشائخ طریقت رحمہم اللہ نے حضور سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ محفل میلاد سے راضی اور خوش ہیں پس وہ چیز ضرور اچھی ہے جس سے آپ خوش ہوں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **وما جرب من خواصه أنه أمان في ذلك العام، وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام۔**

میلاد شریف کے مجرب خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال بے خوفی اور بشارت ہوتی ہے مطلوب اور مقصود کے حاصل ہونے میں۔ اور جو لوگ اس کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید، کراچی)

میں اس حوالہ پر کلام کرنے سے پہلے علامہ عبدالحی کا جو مقام خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے نزدیک ہے وہ بیان کر دیتا ہوں تاکہ علامہ صاحب کے حوالے کے معتبر و مستند ہونے کا ثبوت ہو جائے۔

مولانا عبدالحیؒ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نظر میں

وہابی اسمعیلی ساجد خان خود ہی مولانا عبدالحیؒ کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ تیری قبر پر کروڑوں رحمتیں ۳۹ سال میں تو نے داعی اجل کو لبیک کہا اگر زندگی نے مزید وفا کی ہوتی تو شاید ہند کی سرزمین نے تجھ سے بڑا محدث نہ دیکھا ہوتا۔ (فیس بک آئی ڈی ساجد خان)

میرے پاس اور بھی حوالے ہیں لیکن میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت و رسوائی میں اسی کو ہی کافی سمجھتا ہوں، لہٰذا مزید کی فی الحال حاجت محسوس نہیں کرتا اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے کچھ لب کشائی کی تو مزید کی طرف جاؤں گا۔ علامہ عبدالحی کا مقام خود وہابی اسمعیلی کے نزدیک کیا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا تو اب علامہ صاحب کے حوالے پر بھی نظر کر لیں اور وہابیت اسمعیلیت کا بغض و عناد دیکھیں، علامہ صاحب کہتے ہیں کہ محافل میلاد سے سرکار دو عالم ﷺ خوش ہوتے ہیں اور راضی ہوتے ہیں لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان سمیت سارے وہابی اسمعیلی اس پر فتوے ٹھوکتے ہیں۔ اب غور کرنا چاہیے کہ وہابیہ اسمعیلیہ علامہ صاحب کے اس فتوے کے مطابق کس پر فتوے لگاتے ہیں اور کس کی ناراضگی مول لیتے ہیں اور کس کو ناراض کرتے ہیں ہم سے ثبوت مانگنے والا اور فقہ حنفی سے احکام کے دکھانے کا مطالبہ کرنے والا اپنے ہی ممدوح کو چیلنج کرے اور ان سے ہی کچھ پوچھ لے ورنہ ہم وہابیہ اسمعیلیہ کے چیلنج بازی سے ڈرنے والے نہیں کیونکہ کل تک ان کا کام یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ بحمد للہ علامہ عبدالحی لکھنوی کے اس حوالے سے اہلسنت کا

بول بالا اور سنیوں کا رنگ اجالہ ہوا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ محفل میلاد سے خوش ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہابیت اسمعیلیت کا ہر بار کی طرح منہ کالا ہی ہوا ہے اب بیچاری منہ چھپائے گھومے گی کہ اہلسنت کی محافل سے سرکار دو عالم ﷺ خوش ہوتے ہیں اور سرکار ﷺ کی خوشی کے خلاف اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے والوں سے کب راضی ہوسکتے ہیں؟ مزید علامہ صاحب نے یہ لکھ کر کہ ”جو میلاد شریف کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں ہیں خلاف شرع کہتے ہیں“ وہابیت کا بیڑا ہی غرق کر دیا ہے اب وہابی اسمعیلی جو بھی عوعو کرنا چاہتے ہیں علامہ صاحب پر کریں پھر ہم حوالے دیں گے کہ وہابیت اسمعیلیت نے اپنا کتنا مزید بیڑا غرق کروایا ہے۔

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

اب مہینہ دن تاریخ اور وقت کی تعیین کا حال سننا چاہیے کہ جس زمانے میں بہ طرزِ مندوب محفلِ میلاد کی جائے باعثِ ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن، شام اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاوّل کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قراءت اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ ربیع الاول ہی میں میلاد شریف کیا جائے تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔۔۔(مجموعۃ الفتاویٰ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید، کراچی)

علامہ صاحب نے مسئلہ ہی حل کر دیا وہابیہ اسمعیلیہ کا سب سے زیادہ رونا اسی پر ہوتا ہے کہ مہینہ کی تعیین، دن کی تعیین اور وقت کی تعیین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ علامہ صاحب نے وہابیہ کے اس طرح کے تمام شکوک کا جواب دے دیا ہے لہٰذا اب زیادہ اچھل کود کے بجائے علامہ صاحب ہی کی بات مان لیں اور جس انداز میں انہوں نے حرمین اور دیگر ممالک کے لوگوں کے ربیع الاول کے چاند کو دیکھ کر محفل میلاد، خوشی، کار خیر، قراءت وسماعت میلاد کا اہتمام وغیرہ کا کہا ہے وہابیہ اسمعیلیہ اسی کو ہی جائز کہہ دے یا اسی کا ہی وہابی اسمعیلی ساجد خان فقہ حنفی سے بعینہ ثبوت دے دے ورنہ ایک چیلنج ان کے لئے بھی بنتا ہے۔ ان کو بھی چیلنج کر دے لگ پتہ جائے گا۔

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

حاصل کلام کا یہ ہے کہ ذکر مولد فی نفسہ مندوب ہے چاہے خیر الازمنہ میں وجود کی وجہ سے ہو یا سند شرعی کے تحت میں اندراج کی وجہ سے ہو اور کسی نے اسے مندوب ہونے سے انکار نہیں کیا ہے مگر ایک چھوٹے گروہ نے جن کا سرغنہ تاج الدین فاکہانی مالکی ہے اور اس کو علمائے مستنبطین کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے جنھوں نے ذکر میلاد کے مندوب ہونے کا فتوی دیا ہے پس اس کا قول (علامہ فاکہانی کا قول از ناقل) ماننے کے لائق نہیں ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، جلد ۲، ص ۱۶۳، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ممدوح علامہ عبدالحی نے کیا کہہ دیا ہے۔ جس سے وہابیت اسمعیلیت نشے میں دھت ہو گئی اور اس کے وہ سارے فتوے جو وہ آج تک لئے پھرتی تھی وہ سب کے سب دریا برد ہو گئے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہم پر برسنے کے بجائے فقہ حنفی سے محفل میلاد کا مندوب ہونا ثابت کر دے ورنہ علامہ صاحب کو بھی حنفیت سے خارج کرے اور پھر اس قول کی روشنی میں وہابی اسمعیلی اپنا اور اپنے وہابیوں کا مقام بھی متعین کر لے۔ کیونکہ نہ تو اس کے نزدیک کوئی مولود مندوب ہے اور نہ ہی اس کے گنگوہی کے نزدیک۔ دل کرتا ہے کہ گنگوہی کے حوالے بیان کردوں تاکہ علامہ صاحب کی عبارت سمجھنا آسان ہو جائے۔

وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

سوال ہوا: انعقاد مجلس میلاد بدوں قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں۔

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص، ۲۵۰، مکتبہ صدائے دیوبند)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

سوال: محفل میلاد میں جس میں روایت صحیح پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص، ۲۵۱، مکتبہ صدائے دیوبند)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرنی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: کسی عرس اور مولود (محفل میلاد از ناقل) میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص، ۲۵۳، مکتبہ صدائے دیوبند)

یہ کسی اور کے حوالے نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کے غوث اعظم کے حوالے ہیں وہابی اسمعیلی ہی بتائے گا کہ اس کے غوث اعظم نے ان حوالوں میں کیا کہا ہے اگر وہ نہیں بھی بتائے گا تو بھی ہمارے قارئین! سب کچھ سمجھ گئے ہوں گے لیکن اس سے پہلے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ممدوح علامہ لکھنوی کیا بیان کررہے ہیں وہ بھی انہوں نے دیکھ لیا ہے اور فیصلہ بھی کرلیا ہے کہ علامہ صاحب کہیں کہ کوئی بھی محفل میلاد کے مندوب ہونے کا منکر نہیں سوائے۔۔۔لیکن وہابیہ کا امام گنگوہی اپنی ذریت سے بھی آگے پہنچنے کی کوشش میں ہے۔

قارئین! ہم نے علامہ عبدالحی سے بھی ثابت کردیا ہے کہ اہلسنت کا موقف ہی حق حق اور حق ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں جھوٹے بلکہ کذاب ہیں اور اہلسنت پر بلاوجہ طعن کرتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے اکابرین اور پھر جن کو خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے منصف وثالث بنایا ہے وہ بھی بحمد للہ اہلسنت کے ساتھ ہی ہیں۔

(۱۳) پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

محمد اسمعیل صاحب نظامی سے دریافت کرتے ہیں کہ دو سال قبل سے یہاں گروہ در گروہ جشن میلاد النبی ﷺ منائے گئے اور جلوس جھنڈا ۱۲۱ کو جامع مسجد سے عیدگاہ تک لے جایا گیا۔ اس سال امام احمد حسن صاحب نے جلوس روک دیا۔ کہا کہ رسول ﷺ کی شان ولادت میں ایسی تقریب منانا منع ہے۔

جواب: میں حضور قبلہ عالم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے خوشی میلاد جائز ہے۔

(مکتوبات طیبات مروف بمہر چشتیہ، ص ۱۴۷، گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد)

بحمد للہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے بھی اہلسنت کی تائید کی ہے اور وہی موقف بیان کیا ہے جو اہلسنت کا ہے آپ سوال کو اچھی طرح پڑھیں اور پھر شاہ صاحب کا جواب دیکھیں ان شاءاللہ حق واضح ہوجائے گا۔

(۱۴) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (المتوفی ۱۳۱۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور ﷺ موجب خیرات و برکات دنیوی واخروی ہے صرف کلام بعض تعینات وتخصیصات وتقلیدات میں ہے جن میں بڑا امر قیام ہے بعض ان امور کو منع کرتے ہیں لقوله عليه السلام كل بدعة ضلالة اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضيلة الذكر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کرلیا جائے كما يظهر من التاويل في قوله عليه السلام من احدث في امرنا هذا ماليس

منہ فھو رد الحدیث پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔ (کلیات امدادیہ، ص ۷۸، دارالاشاعت کراچی)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کو وہابی اسمٰعیلی اپنا پیر مانتے ہیں اور آپ کو نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں ان کا شمار بھی مشائخ ہند میں کرتے ہیں لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ذلت ورسوائی سے بچنے کے لئے ان کا نام نہیں لیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ان کا نام لکھتا ہوں تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور یہ جو عیاری مکاری اور دھوکہ بازی و چال بازی سے چیلنج چیلنج کھیل رہا ہوں وہ سب دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور وہ اپنے ہی گلے میں ایسی ہڈی بن کر اٹکے گا کہ نہ نگل سکیں گے اور نہ اگل سکیں گے۔ لہٰذا ادھر ادھر کی مار کر چیلنج بازی کر کے کتاب مکمل کر دی۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی کا چیلنج کرتا ہوں کہ بتائے تمہارے مانے ہوئے پیر صاحب جس محفل میلاد کے جواز کا کہہ رہے ہیں اس کا ثبوت فقہ حنفی کی کم از کم پانچ کتب سے ہی دے دو اور اس کے احکام بتا دو جیسا کہ تم دوسروں سے اس کا ثبوت مانگتے ہو تا کہ تمہارے چیلنج کی حقیقت تمہارے سامنے آ جائے۔

حاجی صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں:

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام سے لطف ولذت پاتا ہوں۔

(کلیات امدادیہ، ص ۸۰، دارالاشاعت کراچی)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس عبارت میں وہابیت اسمٰعیلیت کو بیچ چوراہے ننگا کر دیا ہے اور اس کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتائے کہ حاجی صاحب کا یہ مشرب درست ہے اگر درست ہے تو یقیناً سادات احناف سے ثابت ہوگا اگر ثابت ہے تو اس کا ثبوت اپنے ہی اصولوں سے دے دو ورنہ حاجی صاحب پر ہی حنفیت سے خارج ہونے کا فتویٰ لگا دو تا کہ تمہیں تمہاری ذلت ورسوائی یہیں نظر آ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ حاجی صاحب جو کرتے تھے وہ اور تھا اور جو تم کرتے ہو وہ اور ہے تو میں کہتا ہوں۔

اولاً: جو حاجی صاحب کرتے تھے اسی کا ہی ثبوت مع قیام فقہ حنفی سے دو اور اس کے احکام جو فقہ حنفی میں بیان کئے گئے وہ بھی بیان کرو۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی احمدی رشید گنگوہی کے نزدیک تو کوئی سا بھی محفل میلاد جائز نہیں جیسا کہ ہم ماقبل بیان کر چکے حاجی صاحب کا یہ مشرب اگرچہ تم فقہ حنفی سے ثابت کر دو اور اس کے احکام بھی دکھا دو (لیکن وہابی اسمٰعیلی کے لئے یہ محال ہے) پھر بھی حاجی صاحب تمہارے گھر کے فتوے سے کیا ہوں گے وہ ہم بعد میں بتائیں گے۔

ثالثاً: حاجی صاحب جس محفل میلاد کو اور جن قیود کو جائز کہتے تھے انہی سے وہابی احمدی گنگوہی منع کرتا تھا جس کا اقرار خود وہابیہ اسمٰعیلیہ نے کیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی قاضی مظہر لکھتا ہے:

مولانا عزیز الرحمن صاحب (وہابی الیاس گھمن کا بدعتی پیر از ناقل) نے حضرت گنگوہی کے مندرجہ الفاظ کو کیوں نظر انداز کر دیا۔ یعنی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ جن افعال کو مباح لکھتے ہیں انہی سے حضرت گنگوہی منع فرماتے ہیں۔ تو کوئی اہل عقل وشعور یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو حضرت گنگوہی نے بالکل صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفظ عقائد اہل سنت، ص ۴۰۳،

جامعہ حنفیہ فیصل آباد)

لیجئے وہابیت اسمعیلیت کا یہ شوشہ کہ حاجی صاحب جوکرتے تھے وہ اور تھا اور تم جوکرتے ہو وہ اور وغیرہ وغیرہ اختتام کو پہنچا اور وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کے لایعنی دعوؤں کا خاتمہ ہو گیا اور یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حاجی صاحب جوکرتے تھے اور جس کو جائز کہتے تھے اسی سے ہی وہابیہ اسمعیلیہ منع کرتے تھے اب جب وہابیت ہر طرف سے ذلیل ہو چکی تو یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ وہ اور تھا یہ اور وغیرہ لیکن اس جہالت کی بھی ہم نے قلعی کھول دی اور خود وہابیت سے ہی ثابت کر دیا کہ وہابیت کل بھی حاجی صاحب کے خلاف تھی اور آج بھی ان پر فتوے لگانے میں آگے آگے ہے۔ باقی ان کا نام تو وہ صرف اپنی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ورنہ نہ پہلے وہابیت نے ان کی مانی تھی اور نہ آج مانتی ہے۔

وہابی اشرفعلی تھانوی حاجی امداداللہ علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتا ہے:

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں، تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورتِ جواز موجود ہے تو پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے ''اتباعِ حرمین'' کافی ہے۔ (امدادالمشتاق، ص ۵۸، اسلامی کتب خانہ لاہور)

وہابی تھانوی مزید حاجی صاحب کے حوالے سے لکھتا ہے:

فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔۔۔ (امدادالمشتاق، ص ۵۲، اسلامی کتب خانہ لاہور)

حاجی صاحب کی یہ دونوں عبارات اپنے مفہوم میں واضح ہیں اس پر مزید کلام کی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ حاجی صاحب کی کوئی نہ کوئی حیثیت تو تمہارے نزدیک ہوگی لہٰذا حاجی صاحب جس میلاد کے جواز کا کہہ رہے ہیں اور اس کو حرمین کے تمامی علماء کی طرف منسوب بھی کر رہے ہیں اسی کا ہی فقہ حنفی سے ثبوت دے دو اور اس کے جمیع احکام کم از کم پانچ فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب سے بیان کر دو، ورنہ تمہارے چیلنج کی اوقات کے ساتھ ساتھ تمہاری اوقات بھی سب کو معلوم ہو جائے گی۔

قارئین: حوالے تو اور بھی بہت ہیں لیکن حیاء والے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے باقی رہا وہابیہ اسمعیلیہ جیسا بے حیاء تو اس کے لئے سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمان کافی و وافی ہے اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: مروجہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بارہ ربیع الاول کو دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جسے اہل بدعت کی طرف سے دین اسلام کا شعائر بنا دیا گیا ہے۔ اسے فرض تک بتلایا جاتا ہے کہ فقہ حنفی میں کوئی ذکر نہیں۔ فقہ حنفی ایک جامع فقہ ہے اس میں چھوٹے سے چھوٹے ادب و ثواب کے کام کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے جس کا تعلق دین کے ساتھ ہو۔ اسلام کی دونوں عیدین کا ذکر اور اس کے تمام مسائل کا ذکر فقہ حنفی کی کتب میں مذکور ہیں۔ اگر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بھی کوئی ثواب کا کام یا عید ہوتی تو فقہ حنفی میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ ہم پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مروجہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ثبوت فقہ حنفی سے ہمیں مرحمت فرمائیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کی حالت دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ بیچارے نے بہت ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ہر بار کی طرح اس بار بھی ناکام ہی رہا ہے۔ محفل میلاد النبی ﷺ کو اس نے ناجائز ثابت کرنا تھا اور یہ بیان کرنا تھا کہ اہلسنت جس محفل کے

قائل ہیں وہ سادات احناف کے نزدیک جائز نہیں لیکن آپ یقین کریں کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو پوری فقہ حنفی سے اور تمام سادات احناف سے ایک حوالہ بھی اس کے ناجائز ہونے کا نہیں ملا اسی لیے الٹے الٹے چیلنج کر کے مزید اپنے ساتھ ساتھ اپنے ہی وہابیوں کی ذلت ورسوائی کا سامان کیا ہے۔بس آجا کے بیچارے کے ہاتھ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ایک حوالہ لگا (اگرچہ وہ خود وہابیہ ہی کے خلاف ہے جیسا کہ آرہا ہے) جواس نے اپنی جہالت کی وجہ سے بیان کر کے اپنی جہالت کا اظہار کیا وہ حوالہ ہمارے خلاف ہے یا نہیں یہ تو آگے ہی آرہا ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی نے وہ حوالہ بیان کر کے اپنے وہابی اکابرین کی قبروں سے مٹی ضرور نکالی ہے اور اپنے ہی گھر کے ۲۴، ۲۴ وہابیوں کے جھوٹے ہونے کا اقرار کیا ہے۔اور اپنے ہی وہابیوں کا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلاف ہونے کا اقرار کیا ہے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی کے بارے میں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اندھا ہی پیدا ہوتا ہے اندھا ہی رہتا ہے اور اندھا ہی مرتا ہے۔ ساجد خان جیسے جدید محقق من الحقہ کی الزام تراشیاں اور بہتان بازیاں جب پڑھی جاتی ہیں تو یہ بات بالکل اپنی جگہ سچی ہی نظر آتی ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ایک ایسا جاہل آدمی ہے جس نے نہ تو اکابرین کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور نہ ہی اپنے گھر کی کتابیں پڑھی ہیں اگر یہ اکابرین کی کتابیں پڑھ لیتا تو کبھی بھی اس طرح کی لایعنی ،فضول اور لچر قسم کی باتیں نہ کرتا اور اگر یہ اپنے ہی گھر کی کتابیں پڑھ لیتا تو اس طرح کے لایعنی اور فضول قسم کے چیلنج نہ کرتا لیکن ہے وہابی اسمٰعیلی تو اس نے اپنی وہابیت اسمٰعیلیت تو دکھانی ہی ہے۔ہم نے ماقبل جو حوالہ جات دیئے ہیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بارہ ربیع الاول کا مہینہ اکابرین کیسے گزارتے تھے اور ان کے اس مہینے میں کیا کام ہوتے تھے اور وہ خاص ربیع الاول کی راتوں کو کیسے گزارنے کا فرماتے تھے اور اس کے لئے کیسی کیسی دعائیں کرتے تھے لہٰذا وہابیہ اسمٰعیلیہ کا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عید سے تعبیر کرنے یا اس کے علاوہ کوئی اور تعبیر اختیار کرنے پر ملامت کرنا یہ حقیقت میں اکابرین پر ہی ملامت ہے۔باقی کسی کام کو عید کے لفظ سے تعبیر کرنے سے لازم نہیں آتا کہ اس کے احکام عید والے ہی ہوں۔اسی طرح اس کا چیلنج کرنا اور ہم سے یہ مطالبہ کرنا کہ اس کے احکام کا ثبوت دیں تو اس کے اس چیلنج پر ہم ماقبل میں بھی عرض کر چکے وہابی اسمٰعیلی کبھی بھی اپنے اس چیلنج کی روشنی میں اپنے ہی بنائے ہوئے ثالث کی عبارات کا جواب نہیں دے سکتا اور ابھی خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے خاص گرگوں سے بھی حوالے دیکھ لیں تا کہ اس کا چیلنج خود اسی کے لئے موت بن جائے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی عبدالحق عثمانی لکھتا ہے:

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے خوشی منانا اور مجالس کا انعقاد کرنا نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہے بشرطیکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہو کیونکہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے۔۔۔ (فتاوی انوار العلوم ،ص ۲۲۰،دارالناشر)

وہابی اسمٰعیلی مفتی نے میلادالنبی کے نام سے خوشی منانے اور مجالس کا انعقاد کرنے کو صرف درست ہی نہیں بلکہ مستحسن کہا ہے۔میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے چیلنج کو سامنے رکھتے ہوئے بتاؤ کے میلادالنبی پر خوشی اور مجالس کے انعقاد کا ثبوت فقہ حنفی کی کون کون سی معتبر و مستند کتب میں ہے اور اس کے دیگر احکام کہاں بیان کئے گئے ہیں۔اگر اس کا ثبوت نہ دے سکے تو چلو بھر پانی تلاش کرے اور اسی میں ہی ڈوب مرے۔اور یہ بھی بتاؤ کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا جو حوالہ تم نے بزعم خود ہمارے خلاف پیش کر کے اس سے جو ثابت کیا ہے اس کی روشنی میں وہابی اسمٰعیلی مفتی پر کیا حکم لگتا ہے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی ابوسلمان ''یوم میلاد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

انسان ہمیشہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی یادگار مناتا ہے۔اپنی تاریخ کے اونچے سے اونچے رہنماؤں اور لیڈروں کی ،بادشاہوں

اورشہنشاہوں کی، بہادروں اور جرنیلوں کی، با کمال ہنرمندوں اور اپنے وقت کے ہیرو کہلانے والوں کی یاد منا تا ہے۔ان کے نام پر دن منائے جاتے ہیں، مجلسیں اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں، جلسے جلوس، تذکرے اور تقاریر کی رسوم ادا کی جاتی ہیں اور مرنے والوں کی اوصاف وکمالات کو یاد کر کے داد دی جاتی اوران کے بقائے دوام کی سبیل پیدا کی جاتی ہے۔**آج کا دن ایک تاریخی جشن مسرت اور دنیائے انسانی کی ایک عظیم الشان یادگار ہے لیکن ایسی ایسی یادگار جو اپنی آن اور شان میں دوسری یادگاروں سے نرالی اور انوکھی ہے۔آج ہم اس برگزیدہ ہستی یعنی رسول خدا سرور کائنات محمد مصطفی ﷺ کی یادگار منارہے ہیں جن کی اقدس وارفع شخصیت، جن کی تعلیم ودعوت، قیادت وسیادت اور کمال انسانیت تاریخ عالم کی وہ زندہ جاوید یادگار ہے، جو اپنے کسی تذکرے یا یادگار کے منائے جانے کی محتاج نہیں ہے۔اگرچہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کی یاد اوران کا تذکرہ ہمارے لئے سرمایہ،سعادت اور آیہ رحمت ہے۔۔۔** (مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ایک سیاسی مطالعہ،ص ۳۸۵، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

خط کشیدہ عبارت کوایک مرتبہ نہیں بلکہ جتنی مرتبہ چاہیں پڑھیں اور وہابی اسمعیلی کے ہر ہر لفظ کواحمدی ساجد خان کے چیلنج کے ساتھ ملا کراس سے پوچھیں کہ تم تو ہم سے مطالبہ کررہے تھے کہ فقہ حنفی سے اس کا ثبوت دیں یہ تو تمہارے اپنے گھر سے بہت کچھ نکل آیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان بتانا پسند کرے گا کہ جس جشن مسرت اور عظیم الشان یادگار منانے کا وہابی کہہ رہا ہے اس کا ثبوت یقیناً فقہ حنفی میں ہوگا تو چلیں ہمیں بھی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے اس کا ثبوت اور کسی بزرگ کی یادگار منانے کے احکام بیان کردے ورنہ چیلنج چیلنج کا وہ کھیل ان کے ساتھ بھی کھیلے اوران کو بھی حنفیت سے خارج کرے تا کہ فرق معلوم ہولیکن یہ سب اس وہابی اسمعیلی سے ہوگا نہیں اس نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنے وہابی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے ہی کام لینا ہے۔اور اپنے چیلنج اوراس پر جو حوالہ بطور دلیل اس نے بیان کیا ہے اس کا ہی گلہ گھونٹنا ہے۔

(۳)وہابی اسمعیلی انیس احمد مظاہری گھسن کے بدعتی پیر عزیز الرحمن ہزاروی کے بارے میں لکھتا ہے:

نماز عشاء سے کچھ دیر قبل حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی وحضرت حافظ صاحب ایک جگہ مولود شریف میں تشریف لے گئے۔

(مجلہ صفدر، شمارہ ۱۳،ص ۴۷،مظہریہ دار المطالعہ سومرو سندھ)

یہ وہابی اسمعیلی الیاس گھسن کے پیر صاحب ہیں یعنی عزیز الرحمن ہزاروی جو ایک محفل میلاد میں گئے اور مجلہ صفدر والوں نے گویا ان پر سوالیہ نشان قائم کیا میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ بتائے جس محفل میلاد میں وہابی اسمعیلی ہزاروی گیا تھا کیا وہ جائز تھی یا نہیں؟اگر ناجائز تھی تو مبارک ہو کہ دیگر نے تو گھسن کے پیر عزیز الرحمن ہزاروی پر بدعتی کے فتوے لگائے ہی تھے تمہارے اصولوں سے بھی وہ بدعتی ہی ثابت ہوا اور اگر وہ محفل جائز تھی تو فقہ حنفی سے اس کا ثبوت دے دو اوراس کے احکام فقہ حنفی سے بیان کر دو تا کہ تمہارے ہی چیلنج کی حقیقت تم پر واضح ہو۔اور جو حوالہ تم نے بیان کر کے اہلسنت پر بکواس کی ہے اس کی حیثیت کیا ہے وہ بھی تم پر واضح ہو۔

(۴)وہابیہ اسمعیلیہ کے مفتی اعظم بر ما رغوب احمد لاجپوری لکھتا ہے:

س:عید میلاد النبی میں جلسے کرنے اور جلوس نکالنا کیسا ہے اور جلوس کی شرکت کا کیا حکم ہے؟

ج:حامداومصلیا،الجواب وباللہ التوفیق:عید میلاد النبی یعنی رسول اللہ ﷺ کے یوم ولادت کی خوشی میں سیرت کے جلسے کرنا اور ان جلسوں میں حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کے صحیح واقعات،آپ ﷺ کے فضائل ومحامد ومناقب وکمالات مستند وصحیح روایات سے

بیان کرنا موجب ثواب و باعث اجر عظیم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو مسلم وغیر مسلم تک پہنچایا جاوے، لہٰذا مجالس و وعظ و تقریرات میں ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ کو بیان کرنا عبادت و کار ثواب ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔

(مرغوب الفتاوی، جلد ۱، ص ۲۶۸، یونیکوڈ غیر موافق للمطبوع)

نوٹ: اس فتاوی پر درج ذیل وہابیوں کی تقاریظ ہیں:

(۱) وہابی عبد الرحیم لاجپوری (۲) وہابی قاضی مجاہد الاسلام (۳) وہابی سعید احمد پالنپوری (۴) وہابی احمد خانپوری (۵) وہابی سیف اللہ خالد۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان جس چیز پر ہمیں چیلنج کر رہا تھا وہ بعینہ اسی کے گھر سے ثابت ہوگئی ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اگر گنگوہی کی طرح نہیں تو دیکھے اس کے کئی وہابیوں کے مصدقہ فتاوی میں کیا لکھا ہے یعنی عید میلا د النبی کے جلسوں کو موجب ثواب اور باعث اجر عظیم کہا جا رہا ہے اور کوئی بھی وہابی اسمعیلی اعتراض نہیں کر رہا بلکہ تصدیق کر رہا ہے جب کسی اور وہابی اسمعیلی کو تکلیف نہیں ہے بلکہ عید میلا د النبی کو باعث اجر عظیم کہتے ہیں تو وہابی احمدی ساجد خان کو کیوں تکلیف ہے اس کے پیٹ میں کیڑا اس کو کیوں پریشان کر رہا ہے اور یہ طرح طرح کے چیلنج کیوں دے رہا ہے۔ بہر حال ان سب سوالوں کے جواب تو یہ خود دے گا لیکن میں یہاں اس سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ بتائے اس کے وہابیہ اسمعیلیہ نے عید میلا د النبی کو جائز ہی نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب کہا ہے جبکہ تم اس کو فقہ حنفی کے مخالف کہتے ہو اور اس پر چیلنج کرتے ہو کیا یہ سب وہابی فقہ حنفی کو نہیں جانتے تھے؟ کیا ان کا یہ فتوی فقہ حنفی کے خلاف ہے؟ کیا جس عید میلا د النبی کا وہابی ذکر کر رہے ہیں اور اس کو موجب اجر و ثواب کہہ رہے ہیں اس کا ذکر فقہ حنفی میں نہیں ہے؟ اور کیا یہ وہابی اسمعیلی یہ فتوی دے کر حنفیت سے خارج ہو گئے؟ اگر یہ فتوی فقہ حنفی کے مطابق ہے تو اپنے چیلنج کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا ثبوت کم از کم پانچ معتبر و مستند فقہ حنفی کی کتب سے بیان کر دو اور اس کے تمام احکام جن کا ہم سے مطالبہ کر رہے تھے اس کا ثبوت بھی فقہ حنفی کی کتب سے دے دو۔ اگر ثبوت نہ دے سکو تو پھر اپنے ہی چیلنج میں ڈوبنے کا کوئی سلسلہ کر لو۔

وہابیہ کے اسی مصدقہ فتاوی میں مزید لکھتا ہے:

س: بارہویں ربیع الاول کو مسلمانوں میں جماعت بندی کر کے درود و نعتیہ اشعار وغیرہ پڑھ کر خواہ مسلمانوں میں اتفاق دکھلانے کی نیت ہی سے خواہ اپنی اپنی خوشی کے لئے شہر کے کوچہ بہ کوچہ دورہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

ج: حامدا و مصلیا، الجواب و باللہ التوفیق: ربیع الاول کی بارہ تاریخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لیے مجالس مقرر کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و فضائل و مناقب بیان کرنا ثواب و اجر عظیم ہے۔۔۔ (مرغوب الفتاوی، جلد ۱، ص ۲۷۰، یونی کوڈ غیر موافق للمطبوع)

وہابی اسمعیلی مرغوب احمد جتنی چیز کو موجب اجر و ثواب قرار دے رہا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اتنی کو بھی فقہ حنفی کی کم از کم پانچ کتابوں سے ثابت کر دے۔ ورنہ جو چیلنج ہمیں دے رہا ہے اس سے زیادہ کے اس کے اپنے وہابی آباء مستحق ہیں پہلے ان کو چیلنج دے پھر ہم سے بات کرے لیکن اس وقت تک یہ اس قابل ہی نہیں رہے گا کیونکہ خود اسی کے اپنے وہابیوں نے اس کو اتنی جوتیاں ماری ہیں کہ اس کے سر کے سارے بال ہی ختم ہو جانے ہیں۔

(۵) وہابی اسمعیلی مفتی اسحاق قاسمی لکھتا ہے:

اس طرح پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے متعلق مجالس کو کہیں مجلس میلاد اور کہیں مجلس مولود شریف سے تعبیر کرنا صحیح ہے بشرطے کہ ولادت طیبہ اور حمل مقدس کے دوران ثابت شدہ واقعات کو آداب شرعی کی رعایت رکھ کر بیان کیا جائے۔ (محفل میلاد و جلوس عید میلاد النبی، ص ۵۱)

وہابی مرغوب کے بعد ایک اور وہابی مفتی کی بھی سن لیجئے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی پر ناز کیجئے وہابی اسمعیلی ساجد خان فقہ حنفی کو آڑ بنا کر جس چیز کو لے کر طرح طرح کے اعتراضات کرے اور اسی چیز کو وہابی مفتی جائز اور صحیح کہہ کر اس کے منہ پر کالک مل دے اور اس کے چیلنج کو اسی کے ہی منہ پر ماردے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کہتا ہوں کہ اپنے چیلنج کی دھجیاں تو بکھرتے ہوئے تم نے خود ہی دیکھ لیں اپنے اس مفتی کے اس فتوے کو ہی فقہ حنفی کی معتبر ومستند کتب سے ثابت کردے ورنہ وہی بات ہے۔۔۔

(۶) وہابی اسمعیلی خلیل احمد انبیٹھوی ''اپنی دجل وفریب سے پُر اور عیاری اور مکاری میں اپنی مثال آپ'' کتاب میں لکھتا ہے:

ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سب خیر وبرکت ہے بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدے سے کیا جائے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں پس جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز بدعت ہونے کا حکم نہ دے گا الخ اس سے معلوم ہوگیا کہ ہم ذکر ولادت شریف کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کی مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن وتکفیر ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو **پس اگر کوئی مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہوسکتا ہے** پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے خدا ان کو رسوا وملعون کرے خشکی وتری ونرم وسخت زمین میں۔

(المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند، ص ۱۲۳، مکتبہ محمودیہ صفدریہ کراچی)

اس کتاب کی اہمیت وہابیت اسمعیلیت میں کیا ہے وہ سب جانتے ہیں یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں وہابیہ اسمعیلیہ لا ریب فیہ ھدی للمتقین کہتے ہیں اور اس کتاب پر ۲۴ وہابیہ اسمعیلیہ کی تقاریظ بھی موجود ہیں اور اسی میں ہی محفل میلاد کا ثبوت موجود ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں چیلنج کررہا تھا اور ہم سے مطالبہ کررہا تھا لیکن یہ اپنے گھر کی متفق علیہ کتاب (اور وہ کتاب کہ وہابی اسمعیلی کو گویا جس پر ایمان لانا ضروری اور اس کے مسائل سے اختلاف کرنے والا وہابیت اسمعیلیت سے خارج شمار کیا جاتا ہے) سے جاہل ہے۔ اس کے چوبیس نمبر تو کہیں کہ محفل میلاد اگر منکرات سے خالی ہو تو ناجائز وبدعت نہیں لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان فقہ حنفی سے اس کا ثبوت ہم سے مانگتا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ اس کے احکام فقہ حنفی سے دکھاؤ۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ ہم سے پوچھنے کے بجائے اپنے ان چوبیس سے پوچھ لو کہ جس محفل میلاد کی وہ اجازت دے رہے ہیں اس کا ثبوت فقہ حنفی میں کہاں ہے اور اس کے جمیع احکام فقہ حنفی کی کون سی معتبر کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتائے کہ کون سے فقیہ نے لکھا ہے کہ محفل میلاد میں موضوع روایات ہی پڑھی جاتی ہیں لہٰذا ناجائز ہے یا اس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے لہٰذا ناجائز ہے یا پھر یہ محافل کرنے والے دوسروں پر طعن کرتے اور جو شامل نہ ہو اس کو کافر کہتے ہیں لہٰذا ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ان چوبیس کے جھوٹوں کا ہی ثبوت دے دے تو بڑی بات ہے لیکن اس کو دوسروں پر ہی عوعو کرنا آتا ہے اپنے گھر کا گند دھوتے ہوئے اس کو

شرم آتی ہے۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو چیلنج کیا ہے اس حوالے کی خط کشیدہ عبارات کو بعنیہ وبلفظہ فقہ حنفی سے ثابت کردے ورنہ وہی کرے جو اس کو کرنا چاہیے۔

(۷)وہابی اسمٰعیلی انوار الحسن لکھتا ہے:

مولانا سید سلیمان ندوی ''معارف'' کے پرچے میں لکھتے ہیں: ایک میلاد کی مجلس میں میرا ان کا ساتھ ہوگیا اسی جلسے میں خود حضور نظام بھی آنے والے تھے میری تقریر ہو رہی تھی کہ وہ آگئے میرے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تقریر شروع کی۔حضور نظام نے بڑی داد دی اور اہلِ محفل محظوظ ہوئے۔۔۔(حیات عثمانی،ص ۲۰۷،مکتبہ دار العلوم کراچی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتانا پسند کرے گا کہ وہابی اسمٰعیلی جس محفل میلاد میں گیا تھا اور شبیر احمد وہابی بھی اس میں آیا تھا کیا وہ جائز تھی اگر جائز تھی تو بتایا جائے کہ کون کون سی کتب فقہ حنفی میں اس کو جائز کہا گیا ہے اور اگر ناجائز و بدعت تھی تو تمہارے وہابی کیا ہوئے اگر تیرے کو معلوم نہ ہو تو انہی کی قبروں کو کھود ڈال شاید کے کچھ مل جائے یا کم از کم بدعتی کے بارے میں جو یہ بیان کرتے ہو کہ اہل البدع کلاب النار اس کے مصداق تو بن ہی جائیں گے۔کیوں مزہ آیا اور معلوم ہوا کہ اپنی ہی جہالت کی وجہ سے دوسروں پر اعتراضات کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے بندہ اپنے گھر کا بھی نہیں رہتا اور ان کو بھی جہنمی کتا بنا دیتا ہے۔اور یہ بھی بیان کردو کہ جو دلیل تم نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف سے بیان کر کے اس کا جو مفہوم بیان کیا ہے کیا اس کے مطابق یہ وہابی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلاف تو نہیں؟اگر ہیں اور ضرور ہیں تو مبارک ہو۔وہابی صاحب جب خود تمہارے وہابی اسمٰعیلی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی نہیں مانتے تو دوسروں کو کس منہ سے کہتے ہیں۔یہ ہے مقام جہاں تمہیں شرم شرم شرم لکھنا تھا۔

(۸)وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید لکھتا ہے:

صوبہ سرحد میں جو محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں یہ مجالس وعظ ہوتی ہیں یہ صحیح ہیں اس میں نعت خوانی اور تقریریں ہوتی ہیں اور پنجاب کی محافل میلاد میں بدعات وخرافات ہوتی ہیں اس لئے ناجائز ہیں۔(تجلیات فریدی،جلد ۱،ص ۲۲۶،الفرید اکیڈمی دار العلوم صدیقیہ صوابی)

ہم سنتے تھے کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ دماغ سے خالی ہوتے ہیں لیکن اب دیکھ بھی رہے ہیں وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید کی بات پڑھ کر ایسی حیرانگی ہوئی کہ کیا بتاؤں یہ مفتی ہے یا جاہل اعظم میں وہابی اسمٰعیلی مفتی سے پوچھتا ہوں کہ بتائے صوبہ سرحد میں جو محفل میلاد ہوتی ہے اس میں کیا کیا ہوتا ہے اور پنجاب میں جو محافل میلاد ہوتی ہیں جن کے اہلسنت قائل ہیں ان میں کیا کیا ہوتا ہے۔اہلسنت کے نزدیک جو محافل جائز ہیں ان میں اور سرحد کی محافل میلاد میں وہابی فرق بیان کردے۔اور فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب سے ثابت کردے کہ سرحد میں اگر محفل میلاد ہو تو جائز ہے اور پنجاب میں ہو تو ناجائز ہے وہابیہ اسمٰعیلیہ کے پاس سوائے بھونڈی تاویلات کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا اور یہاں بھی وہابی اسمٰعیلی یہی کرے گا بجائے فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتابوں سے ثابت کرنے کے یا تو اپنی آبائی عادت کے مطابق جواب ہی ہضم کر جائے گا یا پھر عیاری و مکاری۔وہابی اسمٰعیلی کے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا آپ بھی دیکھ لیجئے گا۔

اپنے فتاوی میں جلسہ عید میلاد النبی کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

سوال: جلوس عید میلاد النبی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جائز ہے۔جبکہ منکرات سے خالی ہو۔ (فتاوی فریدیہ،جلد ۱،ص ۳۱۴،دار العلوم صدیقیہ صوابی)

لو جی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو میلاد کی محفل کا ثبوت مانگ رہا تھا اس کے باپ نے تو جلوس میلاد کی بھی اجازت دے دی ہے اور

اس کے جواز کا فتوی صادر کر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہم سے کچھ پوچھنے کے بجائے انہی سے پوچھ لے کہ فقہ حنفی میں جلوس میلاد کا ثبوت کہاں ہے ہاں ہماری طرف سے ایک قید ہے کہ کم از کم پانچ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے اس کا ثبوت دیا جائے تا کہ وہابی اسمٰعیلی مفتی کا حنفیت سے خارج ہونا لازم نہ آئے ورنہ وہ اپنے اصولوں سے تو حنفیت سے خارج تھے ہی تھے۔احمدی ساجد خان نے بھی فتوے لگا لگا کر کسی کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔

(۹)وہابی اسمٰعیلی احمدی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہو جاوے تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جاوئے جیسے مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل ومعجزات تو سن لیتے ہیں تو اچھا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔(انفاس عیسی، حصہ اول، ص ۳۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے دوسروں کو بہت چیلنج دیئے ہیں آج ہم اسے چیلنج کر رہے ہیں اور صرف اسے ہی نہیں بلکہ تمام زندہ ومردہ مٹی میں ملے ہوئے وہابیوں کو چیلنج کر رہے ہیں کہ بتائیں فقہ حنفی کی کون سی معتبر کتاب میں محفل میلاد کالج میں کرنے کو واجب لکھا ہے ہمیں معلوم ہے کہ سارے وہابی اسمٰعیلی مر جائیں گے قبر میں اتر کر مٹی ہو جائیں گے پر ہمارے اس چیلنج کا کبھی بھی جواب نہیں دے سکیں گے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یا پھر اس کا کوئی حمایتی یہ کہہ دے کہ یہ ملفوظات کی عبارات ہے اور ملفوظات معتبر نہیں ہوتے۔تو میں اس وہابی اسمٰعیلی کا منہ بند کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ تو ہمارا اصول ہے جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بھی لکھا ہے کیا تمہارے اصول کے مطابق بھی ملفوظات معتبر نہیں ہوتے؟ اگر معتبر نہیں ہوتے تو بیان کرو اور جتنے بھی ملفوظات پر اعتراضات کئے ہیں وہ واپس لو اور ان سے رجوع کرو اور اگر ملفوظات تمہارے نزدیک معتبر ہوتے ہیں تو پھر اپنے باپ کی اس بات کو ثابت کرو اور اس کی جھوٹی حنفیت کی ہی لاج رکھ لو۔ویسے وہابی اسمٰعیلی اگر چہ ملفوظات کو معتبر نہ مانے لیکن وہابی اسمٰعیلی تھانوی کے ملفوظات کا معتبر ہونا ہم وہابیہ اسمٰعیلیہ ہی سے ثابت کریں گے اور وہابیہ اسمٰعیلیہ کے کچھ اصول ان کو یاد دلائیں گے۔لہٰذا کسی بھی طرح وہابی اسمٰعیلی بچ نہیں سکتے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ دوسروں کو ان کے اصول بتانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر کے تو دکھاؤ یہ تم سے ہوتا نہیں اور دوسروں سے بولتے ہو کیوں؟ شرم بھی کسی چیز کا نام ہے پر تم اور تمہارے وہابی تو سب کچھ بیچ چکے ہیں، خود اپنے اصولوں پر عمل کرتے نہیں اور دوسروں کو کہتے ہیں ہمیں کہنے کے بجائے اپنے اصولوں پر عمل کرو۔

(۱۰)وہابی اسمٰعیلی شورش کاشمیری لکھتا ہے:

لکھنو میں ۸۰ ہزار سنی اور ۲۰ ہزار شیعہ رہتے تھے۔شیعوں کے سال بھر میں ۱۴۴ جلوس نکلتے لیکن سنیوں کو ایک جلوس بھی نکالنے کی اجازت نہ تھی۔مقامی احرار نے میلاد النبی پر جلسہ کرنا چاہا لیکن پولیس نے مدح صحابہ کے خدشہ سے رکوا دیا۔

(سوانح عطاء اللہ شاہ بخاری، ص ۲۵۳، ناشر الفیصل لاہور)

چلو وہابی اسمٰعیلی صاب اسی کا ہی ثبوت فقہ حنفی سے دے دو اور اس کے احکام اپنے چیلنج کے مطابق فقہ حنفی سے بیان کر دو۔اور یہ بھی بتا دو کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا یہ کرنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت اور اس کا جو مفہوم تم نے بیان کیا ہے اس کے مطابق تھا۔

(۱۱)وہابی احمدی جعفر تھانیسری لکھتا ہے:

جب صبح ہوئی تو جہاز خطرناک مقام سے پار ہو گیا جہاز کے ناخدا نے اس شکریہ میں حلوا تیار کرا کے مجلس مولود شریف مرتب کی اور عربی قصائد مولود مسعود کے پڑھنے کے بعد حلوے کو تقسیم کرا دیا۔ (حیات سید احمد شہید، ص ۱۴۸، نفیس اکیڈمی کراچی)

واہ واہ حلوے مانڈے خود وہابی اسمعیلی کھائیں اور بدنام اہلسنت کو کریں میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ مصیبت سے بچنے کے بعد میلاد کی محفل کرنا اور اس کے بعد حلوا تقسیم کرنا کون کون سی فقہ حنفی کی کتب میں لکھا ہے کیا یہ حنفی تھے یا حنفیت سے خارج۔

(۱۲) وہابی اسمعیلی عبدالشکور لکھنوی لکھتا ہے:

باوجودیکہ اصل محفل (محفل میلاد از ناقل) کا انکار نہیں کیا جاتا پھر بھی تضلیل و تفسیق پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔ (فتح حقانی برفرقہ رضا خانی، ص ۴۷، امام اہلسنت اکاڈمی لکھنو)

چلو وہابی اسمعیلی صاحب اسی اصل محفل میلاد جس کا انکار آپ کے آبا نہیں کر رہے اس کا ثبوت فقہ حنفی سے دے دو اور اس کے احکام فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بیان کر دو۔ ایک مشورہ بھی مفت میں لے لیں فقہ حنفی سے ثبوت دیتے ہوئے اپنے گھر کی کتابوں کو بھی دیکھ لینا تاکہ اس ثبوت سے ہی کوئی وہابی بابا حنفیت سے خارج نہ ہو جائے۔

(۱۳) وہابی اسمعیلی حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

وایضا ذکر مولانا عبد الحی اللکھنوی (مسألة المیلاد) فی (فتاواہ) و حکم بجوازہ و نقل عن الشیخ الدھلوی و مما جرب من خواصه انه امان ذلك العام و بشری عاجل بنیل البغیة و المرام ای من خواص المیلاد...وذکر مولانا المذکور فی (ج:۲،ص:۱۵۰) نقلا عن رسالة ابن حجر المکی (النعمة الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم علیه الصلاة و السلام) بأن المیلاد ان یذکر آیة او حدیثا و یذکر فی شرحه فضائل النبی ﷺ و معجزاته و نسبه و ذکر الخوارق التی ظهرت وقت الولادة و ایضا ذکر فی (ج:۲،ص:۱۵۱) ان المیلاد فرد من افراد نشر العلم و کل فرد من افراد نشر العلم مندوب فالمیلاد مندوب و ایضا قال فی (ج:۲،ص:۱۵۳) ان العلماء المتبحرین و اهل الفتاوی المستنبطین مثل ابو شامة و ابن حجر و السیوطی و الشامی رحمة الله علیهم قالوا بمندوبیة المیلاد و ذکر فی الاخیر ان شرزمة قلیلة،قدوتهم فی ذلك تاج الدین الفاکهانی المالکی انکروا المیلاد الا انه لا طاقة لهم فی مقابلتهم وانضام الامور المنکرة امر آخر لایضر اصل المقصود.فعلم ان فی ذلك تقلید السلف و العلماء المحققین لا الغامدی.

اور علامہ عبد الحئ لکھنوی نے بھی اپنے فتاوی میں مسئلہ میلاد میں محفل میلاد کے جواز کا حکم دیا ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے نقل کیا ہے کہ میلاد شریف کے مجرب خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال بے خوفی اور بشارت ہوتی ہے مطلوب اور مقصود کے حاصل ہونے میں۔ اور علامہ صاحب نے ابن حجر مکی کے رسالہ النعمۃ الکبری سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میلاد یہ ہے کہ ایک آیۃ و حدیث بیان کی جائے اور پھر اس کی شرح میں فضائل نبی ﷺ آپ کے معجزات آپ کے نسب اور ان خلاف عادات کاموں کو ذکر کیا جائے جن کا ظہور ولادت کے وقت ہوا تھا اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میلاد علم پھیلانے کے افراد میں سے ایک فرد ہے اور علم پھیلانے کے افراد میں سے ہر فرد مندوب ہے تو میلاد بھی مندوب ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ علمائے متبحرین اور اور اہل فتاوی مستنبطین جیسے ابو شامہ اور حافظ ابن حجر

اور سیوطی اور شامی علیہم الرحمۃ نے میلاد کے مندوب ہونے کا کہا ہے اور علامہ عبدالحئی نے اپنے اس فتوے کے آخر میں ذکر کیا کہ مگر ایک چھوٹے گروہ نے جن کا سرغنا تاج الدین فاکہانی مالکی ہے اس نے میلاد کا انکار کیا ہے اور اس کو علمائے مستنبطین کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے جنھوں نے ذکر میلاد کے مندوب ہونے کا فتوی دیا ہے پس اس کا قول (علامہ فاکہانی کا قول از ناقل) ماننے کے لائق نہیں ہے۔ اور امور منکرہ کا محفل میلاد میں مل جانا ایک دوسرا امر ہے جو اصل محفل میلاد کو ناجائز نہیں کرتا۔ تو معلوم ہو گیا کہ محفل میلاد میں سلف صالحین اور علمائے محققین کی پیروی ہے نہ کہ غامدی کی۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر، ۲۰۱، مظہری کتب خانہ صوابی، ص ۲۱۸، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول)

وہابی اسمعیلی حمد اللہ نے بات ہی ختم کر دی اور محفل میلاد کے جواز پر وہ مہر لگائی کہ قیامت تک وہابیت اسمعیلیت اس مہر کو توڑ نہیں پائے گی، وہابیت مرتے مرتے مر جائے گی، لایعنی تاویلات لے آئے گی، یہ مراد ہے وہ مراد ہے کہے گی، اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ وہابی اسمعیلی حمد اللہ نے لکھا ہے کہ **فعلم ان فی ذلك تقلید السلف و العلماء المحققین لا الغامدی** تو معلوم ہو گیا کہ محفل میلاد میں سلف صالحین اور علمائے محققین کی پیروی ہے نہ کہ غامدی کی۔ وہابی حمد اللہ نے یہ لکھ کر وہابیت اسمعیلیت کا سرے سے ہی بیڑا غرق کر دیا ہے اور اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ محفل میلاد میں سلف صالحین اور علمائے محققین کی پیروی ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان تو شاید نسوار کے نشے میں ہے جس کی وجہ سے اس کو کچھ نظر ہی نہیں آتا اور اتنے بڑے بڑے ثبوت ہونے کے باوجود بھی ہم سے ثبوت مانگتا ہے واہ وہابی واہ۔ ہم دیگر وہابیہ اسمعیلیہ سے پوچھتے ہیں کہ ان سلف صالحین اور علمائے محققین کے نام ہمیں بھی بتائے جائیں جو محفل میلاد کے قائل تھے جن کی تقلید و پیروی کے بارے میں وہابی اسمعیلی حمد اللہ کہہ رہا ہے۔ ان سب سوالات کے باوجود ہم یہاں ایک بار پھر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اس کا چیلنج یاد دلاتے ہیں جو اس نے بڑے ہی فخر سے کیا ہے اور اپنی ناپاک سوچ کے مطابق وہ تیر مارا ہے جو پہلے کسی وہابی اسمعیلی نے اس کے زعم کے مطابق نہیں مارا ہوگا لیکن وہابی اسمعیلی کا چیلنج بحمد للہ اسی کے گلے کا وہ پھندا بنا کہ مر سکتا ہے اپنے وہابی اکابرین کی طرح کر سکتا ہے پر جواب نہیں دے سکتا۔ میں وہابی اسمعیلی سے کہتا ہوں کہ اپنے چیلنج کے مطابق اپنے اس وہابی اسمعیلی کی اس عبارت کو بعینہ وبلفظہ فقہ حنفی کی کم از کم پانچ معتبر کتب سے ثابت کر دو اور اس کے جمیع احکام بھی بیان کر دو۔ قیامت آ سکتی ہے وہابی اسمعیلی مر کر اپنے وہابیوں کی طرح مٹی میں مل سکتا ہے لیکن اپنے ہی چیلنج کے مطابق اس عبارت کو ثابت نہیں کر سکتا اگر یقین نہ آئے تو وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہہ کر دیکھ لیں سوائے لایعنی باتوں اور اس نے یہ کہا اس نے وہ کہا، یہ ہو گیا وہ ہو گیا، یہ اصول ہے وہ اصول ہے وغیرہ وغیرہ کے علاوہ اس کو کوئی جواب نہیں آئے گا اور یہ کبھی بھی ثابت نہیں کر پائے گا۔

نوٹ! ہم نے کچھ حوالے مقدمہ میں بھی میلاد کے جواز پر بیان کئے ہیں ان کو وہیں دیکھ لیا جائے ہم یہاں ان کا اعادہ نہیں کرتے۔ نیز ہمارے پاس اور بھی حوالے ہیں لیکن ابھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر وہابیت اسمعیلیت کے گند نے جوش مارا تو مزید کے ساتھ تواضع کی جائے گی۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوی کی اوقات آپ اسی کے گھر سے دیکھ چکے اب اس کے دلائل کی حالت بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمٰعیلی احمدی دیوبندی ساجد خان لکھتا ہے: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کو ان کے ایک مرید حضرت شیخ خواجہ حسام الدین احمد رحمہ اللہ علیہ نے جب شیخ مجدد الف ثانی کے سامنے مولودخوانی کے جواز کے لیے اہل بدعت کا یہ نکتہ رکھا: اور پھر آپ نے مولودخوانی کے متعلق لکھا تھا کہ اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قران مجید کے حروف کو تبدیلی وتحریف کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریقہ سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں اگر اس طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ ہے؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں: میرے مخدوم فقیر کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جب تک اس دروازے کو پوری طرح بند نہ کریں گے بوالہوس باز نہ آئیں گے اگر تھوڑا سا جائز کروگے تو وہ زیادہ ہو جائے گا مشہور مقولہ ہے تھوڑی چیز سے زیادہ بن جاتی ہے، (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۷۲۔ ج ۳۔ ص ۱۴۴۷) **یعنی اگر صرف قصائد پر مشتمل ہو مولودخوانی دیگر خرافات سے پاک ہو حضرت مجدد فرماتے ہیں پھر بھی یہ جائز نہیں۔**

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۰، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جوش میں آکر یہ عبارت نقل تو کر دی لیکن اپنے ہی گھر کی کتابوں کی طرف نظر کرنا بھول گیا اور وہ کتاب کہ جس پر اتفاق کرنے سے وہابیت اسمٰعیلیت کی سند ملتی ہے وہ بھی نہیں دیکھی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ عبارت محض اس لئے بھی نقل کی ہے کہ اس نے آگے اسی عبارت پر ہی اپنے ایک بہتان کی بنیاد رکھنی تھی جو اس نے پاسبان مسلک رضا علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمہ پر باندھنا تھا اور اس جاہل نے ایسا ہی کیا ہے۔ بہر حال میں آپ کو اس عبارت کے بارے میں بتاتا ہوں۔

اولاً: تو یہ عبارت خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی اکابرین کے خلاف ہے جیسا کہ ہم ماقبل دلائل سے ثابت کر چکے اور یہاں زیادہ عبارات نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے آپ ماقبل کے صفحات کا مطالعہ کر لیں آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کتنا بڑا جاہل بلکہ اجہل بلکہ بیوقوف آدمی ہے اس کے وہابی علماء کچھ کہتے ہیں اور یہ انہی کے خلاف دلائل لا کر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اہلسنت کا رد کیا ہے حالانکہ جب اس کے وہابی باب اہلسنت کا رد نہ کر سکے تو یہ کیا ہے وہ بھی بک بک کرتے کرتے مر کر مٹی میں مل گئے اور اس نے بھی مل جانا ہے، نہ تو وہ عقیدہ اہلسنت کا رد کر سکے اور نہ ہی یہ بلکہ جس طرح انہوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں ماریں آج یہ بھی اسی کام میں لگا ہوا ہے بہر حال میں یہاں آپ کے سامنے وہابیہ اسمعیلیہ کی صرف ایک عبارت رکھتا ہوں اور انصاف کی دستک دیتا ہوں کہ بتایئے کہ جو عبارت وہابی اسمٰعیلی نے جوش میں نقل کر دی وہ کن کے خلاف ہے۔

چنانچہ وہابیہ اسمعیلیہ کے ۲۴ وہابیوں کہ مصدقہ کتاب میں وہابی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے:

لو خلا من المنکرات حاشا ان نقول ان ذکر الولادۃ الشریفۃ منکر و بدعۃ و کیف یظن بمسلم ھذا القول الشنیع فھذا القول علینا ایضا من افتراء ت الملاحدۃ الدجالین الکذابین خذلھم اللہ تعالی ولعنھم برا و بحرا سھلا و جبلا۔

پس اگر کوئی مجلس مولود منکرات سے خالی ہوتو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہوسکتا ہے پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے خدا ان کو رسوا و ملعون کرے خشکی و تری ونرم وسخت زمین میں۔ (المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند، ص ۱۲۳، مکتبہ محمودیہ صفدریہ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی گھر کی معتبر و مستند کتاب اور جس کے مندرجات کی تصدیق نہ کرنے سے وہابیہ اسمٰعیلیت سے ہی نکال دیتے ہیں اس کتاب میں واضح لکھا ہے کہ اگر محفل میلاد منکرات سے خالی ہوتو ہم اس کو ناجائز و بدعت نہیں کہتے اور جو کوئی ہماری طرف یہ قول منسوب کرے ہم محفل میلاد کے منکر ہیں تو ہم اس پر ہزار لعنتیں کرتے ہیں۔ ان ساری لعنتوں کو اٹھانے والا، ملحد، دجال اور کذاب تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہے جو خود تو محفل میلاد کا منکر ہے ہی ہے ساتھ ساتھ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی اپنے زعم کے مطابق محفل میلاد کا منکر کہتا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کیا لکھتا ہے آپ بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

یعنی اگر صرف قصائد پر مشتمل ہو مولود خوانی دیگر خرافات سے پاک ہو حضرت مجدد فرماتے ہیں پھر بھی یہ جائز نہیں۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ۹۱ ص، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

لو جی! مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تو بزعم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان منع کریں اور ناجائز کہیں لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ کذابیہ کے گھر کی معتبر ترین کتاب اور اس کی تصدیق کرنے والے سارے وہابی علماء اس کو جائز کہیں اور اس محفل کو ناجائز کہنے والے کے قول کو قول شنیع کہیں۔ کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتا سکتا ہے کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا یہ قول قول شنیع ہے یا قول صحیح ہے اگر صحیح ہے تو پھر اس قول کو شنیع کہہ کر تیرے ان ۲۴ کا ٹھکانہ کہاں ہوگا اور اگر ان ۲۴ کو بچانے کے لئے تو مجدد الف ثانی کے قول کو ہی شنیع کہہ دے تو تیرا اپنا ٹھکانہ اور پھر تیری اس کتاب کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو جب طے کرے گا کرے گا لیکن ہمارے قارئین ضرور طے کرلیں گے کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ جب یہ عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ہی خلاف ہے تو وہابی اسمٰعیلی اپنے ان بابوں کو بچانے کے لئے جو جواب دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے اور اس طرح کے اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی کتابوں کا مطالعہ ضرور کرلے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اسلام سے خارج وہابیہ اسمٰعیلیہ کا فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عبارت آپ دیکھ چکے کہ وہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں اپنے زعم کے مطابق اقرار کرتا ہے کہ آپ محفل میلاد کو ناجائز کہتے تھے اور آپ کے نزدیک کسی بھی طرح کی محفل میلاد جائز نہیں تھی اب اس پر وہابی اسمٰعیلی عبدالشکور لکھنوی کا فتوی بھی دیکھ لیجئے۔

وہابی احمدی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

بعض جہلاء نے یہ غلط مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ حضور پرنور کے ذکر مولود شریف کو بدعت کہتا ہے، میرے خیال میں وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو حضور پاک کے ذکر کو منع کرے یا برا کہے مولود شریف کا بیان طبعا اور شرعاً ہر طرح سے عبادت ہے بلکہ ہم خستہ جانوں کے لیے یہی تذکرہ باعث بالیدگی حیات اور غذائے روح ہے، جو شخص آپ کے ذکر شریف کو منع کرے یا بدعت قرار دے ہمیں اس کے خارج از اسلام ہونے میں ذرہ برابر کلام نہیں۔ (عبدالشکور حیات و خدمات، ص ۶۰۰، ارادہ تحقیقات اہل سنت)

کچھ آگے جا کر لکھتا ہے:

لیکن اگر سچے اور صحیح واقعات حضور کی احادیث صحیحہ وکلام الہی سے مستنبط کر کے ذکر کیے جائیں اور مجلس میں خلاف شرع کسی امر کا ارتکاب نہ کیا جائے اور اس طرح نہایت ادب کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے اگر کوئی عالم دین تذکرہ ولادت بیان کرے تو اس میں کسی مسلمان کا نہ اختلاف اور نہ ہی اس کو کوئی بدعت کہتا ہے، نفس ذکر (ولادت) ہر مسلمان کے لیے تازگی بخش قلب وجگر ہے۔ (عبدالشکور حیات و خدمات، ص، ۶۰۱، ارادہ تحقیقات اہل سنت)

عبارت بالا پڑھ کر ہر شخص اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو کچھ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ذمہ لگایا ہے اور آپ کو مطلقاً محفل میلاد کا منکر بنا دیا ہے اگر اس کو مان لیا جائے تو خود وہابیہ اسمعیلیہ ہی کے گھر کے فتوے سے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مسلمان نہیں رہتے بلکہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ وہابی عبدالشکور لکھنوی لکھ رہا ہے کہ جو کوئی محفل میلاد سے منع کرے یا اسے بدعت کہے وہ خارج از اسلام ہے تو مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے ہی گھر کے اصول سے کیا بنا دیا وہ سب کو معلوم ہو گیا یہی انجام ہوتا ہے جب جوتے سینے کے قابل لوگوں کے ہاتھ میں قلم تھما دیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ تم جس طرح چاہو دھجیاں بکھیرو۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمیں کوئی اصول بتانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائے۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت خود انہی کے سلسلہ کے خلفاء سے

ثانیاً: مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اس طرح کی عبارات کی وضاحت خود انہی کے سلسلہ کے خلفاء نے کر دی ہیں اور انہوں نے بھی وہی کچھ بیان کیا ہے جو علمائے اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ محفل میلاد کو ناجائز نہیں کہتے تھے بلکہ اس میں ناجائز کاموں کو ناجائز کہتے تھے۔ اس کی وضاحت ہم خود انہی سے کر دیتے ہیں جنہیں وہابیہ اسمعیلیہ اپنے سلسلہ کا پیر مانتے ہیں۔

چنانچہ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و ایضا قال رضی اللہ عنہ فی الجلد الثالث: دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافته، در بود. در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چه مضائقه است، ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمه و تردید صوت بآن بطریق باتصفیق مناسب آن که در شعر نیز غیر مباح است، اگر بر نهجی خوانند که تحریفی در کلمات قرآنی نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکوره متحقق نگردد آنرا هم بغرض صحیح تجویز نمایند چه مانع است؟ انتهی۔

پس ظاهر شد که مراد امام قدس سره از عبارت مکتوب (جلد) سوم که مانعان آنرا نقل می کنند و تمسك خود می نمایند، قصائد خوانی نعت در پرده نغمه و تردید صوت بآن بطریق الحان باتصفیق مناسب آنست، چنانچه از نفس عبارت امام نقل نموده شد، نه ممانعت مطلقا کما فهموا فثبت الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا سبحان الله و بحمده۔

مکتوبات کی عبارت کا ترجمہ خود وہابی اسمعیلی کی کتاب میں موجود ہے ہم وہی لکھ دیتے ہیں چنانچہ لکھتا ہے:

اور پھر آپ نے مولود خوانی کے متعلق لکھا تھا کہ اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قران مجید کے حروف کو تبدیلی وتحریف کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریقہ سے آواز کو پھیرنا اور

اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں اگر اس طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ ہے؟

آگے شاہ احمد سعید مجددی فاروقی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

پس معلوم ہوا کہ حضرت مجدد کی جو عبارت میلاد کے منکر بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس عبارت سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ: قصائد اور نعت خوانی میں نغمہ کا التزام کرنا الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا منع ہے۔ جیسا کہ حضرت کی مذکورہ عبارت سے بالکل ظاہر ہے مخالفین نے غلط سمجھا ہے حضرت امام نے مطلقا محفل میلاد کو منع نہیں فرمایا پس حق ثابت ہو گیا۔ (اثبات المولد والقیام عربی، ص ۳۴، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مترجم، ص ۲۹، مرکزی مجلس رضا لاہور)

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عبارت کی وضاحت وہابیہ اسمٰعیلیہ کے شجرہ طریقت کے پیر شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ نے کر دی ہے اور اسی عبارت کے بارے میں فرمایا ہے (جس کو لے کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان چیخ رہا تھا جی یہ کر دیا جی وہ کر دیا) کہ اس عبارت میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مطلقا میلاد کی محفل سے منع نہیں کیا بلکہ اس محفل میلاد سے منع کیا ہے جس میں تالیاں وغیرہ بجائی جاتی ہوں یا نعت میں نغمہ کا التزام کیا جاتا ہو۔ یہی بات علمائے اہلسنت نے کی تو وہابی اسمٰعیلی آپے سے باہر ہو گیا اب دیکھتے ہیں کہ شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ کے بارے میں کیا لکھتا ہے اور ان کو کیا کہتا ہے جو بھی کہے پہلے اپنے وہابیوں کا شجرہ طریقت پڑھ لے تاکہ بعد کی ذلت و رسوائی سے بچ جائے۔

شیخ الدلائل عبد الحق الہ آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نقل عبارت مولانا محمد مظہر اللہ قدس سرہ: وجناب حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نقشبندی مجددی دھلوی در مقامات سعیدیہ در بیان حالات حضرت والد ماجد خود قدس سرہ ترقیم فرمودہ اند عبارت حضرت ایشان بعینھا این است می فرمودند کہ خواندن مولود شریف و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب است و دریں باب رسالہ خاص دار ندو دراں تحقیق فرمودہ اند کہ منع حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ از مولود خوانی محمول بر سماع و غنا است لا غیر انتھت بحروفھا۔

مفہوم اس کا یہ ہے کہ: حضرت مولانا مظہر صاحب نقشبندی مجددی نے مقامات سعیدیہ میں اپنے والد ماجد کے حالات کے بیان میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت کی جو عبارت ہے ہم بعینہ نقل کر رہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریف کا بیان کرنا اور ولادت باسعادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا مستحب ہے اور اس باب میں ان کا ایک خاص رسالہ بھی ہے اور اس رسالہ میں انہوں نے یہ تحقیق بیان کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس میلاد سے منع کرتے تھے جس میں سماع و غناء (یعنی جس میں راگ و نغمہ وغیرہ) ہو نہ کہ اس کے علاوہ میلاد سے۔ (الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم، ص ۳۳۷، اقراء پبلی کیشنز لاہور)

لیجئے! یہ ایک اور شہادت بھی آ گئی ہے جو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے موقف کو واضح کرتی ہے اور لکھنے والے بھی معتبر و مستند ہیں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مطلقا میلاد سے منع نہیں کرتے تھے اور یہی اہلسنت نے کہا ہے اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کوئی تکلیف ہے تو پہلے ان حضرات پر فتوے لگائے جنہوں نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا وہی مطلب بیان کیا جو اہلسنت بیان کرتے ہیں پھر کسی اور پر کوئی فتوی لگائے لیکن ایسا وقت نہیں آئے گا کیونکہ اس سے پہلے ہی وہابی اسمٰعیلی اپنی موت آپ مر جائے گا اس لئے کہ اس کو

اپنے آباء کے شجرے کے بزرگوں پر فتوے لگانے پڑیں گے۔

پاسبانِ مسلک رضا علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ پر بہتان کا جواب

وہابی احمدی ساجد خان لکھتا ہے: مولانا ابوداؤد صادق آف گوجرانوالہ کی خیانت: بریلوی نباض قوم کی خیانت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی کتاب میں حضرت مجدد ثانی رحمہ اللہ علیہ کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے مولودخوانی کے جواز پراوپر ذکر کردہ شیخ خواجہ حسام الدین کے شبہ کو مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کا قول بنا کر پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ براہین صادق ص ۴۷ ۳۔ ناشر ادارہ رضائے مصطفی لیکن آگے جو شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ نے اس قول کی تردید کی جسے ہم اوپر نقل کر چکے اسے ہضم کر گئے شرم شرم شرم۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۱، جمعیۃ وہابیہ اسمعلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی جہالت کی وجہ سے پاسبان مسلک اعلی حضرت علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ پر بہتان باندھا کہ انہوں نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں خیانت کی ہے میں یہاں زیادہ کچھ لکھنے یا کہنے کے بجائے صرف شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ کی عبارت پیش کر دیتا ہوں انہوں نے بھی مکتوبات سے اتنی ہی عبارت نقل کی اوراس بات کو بیان کیا کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مطلقا میلاد کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ جس میں راگ ونغمہ ہوتا اس سے منع کرتے تھے آپ پہلے شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ کی عبارت دیکھ لیں آپ لکھتے ہیں:

و ایضا قال رضی اللہ عنہ فی الجلد الثالث :دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافته، در بود، در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چه مضائقه است، ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمه و تردید صوت بآن بطریق باتصفیق مناسب آن که در شعر نیز غیر مباح است، اگر بر نهجی خوانند که تحریفی در کلمات قرآنی نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکوره متحقق نگردد آنرا هم بغرض صحیح تجویز نمایند چه مانع است؟انتهی۔

اور پھر آپ نے مولودخوانی کے متعلق لکھا تھا کہ اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت ومنقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قران مجید کے حروف کو تبدیلی وتحریف کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اورالحان کے طریقہ سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں اگر اس طریقے سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ ہے؟ (اثبات المولد و القیام عربی، ص ۳۴، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ نے جتنی عبارت نقل کی ہے اتنی ہی علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ نے نقل کی ہے اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان میں ہمت ہے تو شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ پر بھی یہی الزام لگائے اوران کو بھی شرم شرم شرم کی تین بار نہیں بلکہ ۲۴ بار گردان سنائے تاکہ معلوم ہو کہ اس کے وہابی آباء نے کس کس کو اپنا پیر بنایا ہے اور اگر شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ پر کوئی الزام نہیں تو علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ پر بھی نہیں کیونکہ جس طرح علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ نے اس عبارت سے جواز میلاد کو بیان کیا ہے اسی طرح شاہ احمد سعید نے بھی بیان کیا ہے۔ **چنانچہ لکھتے ہیں:**

پس ظاهر شد که مراد امام قدس سره از عبارت مکتوب (جلد) سوم که مانعان آنرا نقل می کنند وتمسک

خود می نمایند، قصائد خوانی نعت در پر دہ نغمہ و تر دید صوت بآن بطریق الحان باتصفیق مناسب آنست، چنانچہ از نفس عبارت امام نقل نمودہ شد، نہ ممانعت مطلقا کما فھموا فثبت الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا سبحان اللہ و بحمدہ۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت مجدد کی جو عبارت میلاد کے منکر بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس عبارت سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ: قصائد اور نعت خوانی میں نغمہ کا التزام کرنا الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا منع ہے۔جیسا کہ حضرت کی مذکورہ عبارت سے بالکل ظاہر ہے مخالفین نے غلط سمجھا ہے حضرت امام نے مطلقا محفل میلاد کو منع نہیں فرمایا پس حق ثابت ہو گیا۔(اثبات المولد والقیام عربی، ص ۳۴، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مترجم، ص ۲۹، مرکزی مجلس رضا لاہور)

لیجئے وہی بات ثابت ہوگئی جس کی وجہ سے وہابی اسمعیلی چیخ رہا تھا، وہابی اسمعیلی ساجد خان اب بھی چیخے لیکن اب اس کو شاید سکون ہو گیا ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ اس جاہل آدمی نے بات کو سمجھا ہی نہیں اور ایسے ہی بات کا بتنگڑ بنا دیا۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ہر بار کی طرح اس بار بھی ناکام و نامراد ہی ہوا اور اس نے جو جو الزامات لگائے تھے سب کا جڑ سے خاتمہ ہوا اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمعیلیت کا ہر بار کی طرح منہ کالا ہی ہوا۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کی خبر لے

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے زبردستی علامہ ابوداود صادق علیہ الرحمۃ کو خیانت کرنے والا کہا ہے حالانکہ آپ نے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا جیسا کہ ہم ماقبل میں ثابت کر چکے ہیں لیکن حقیقتا خیانت کرنے والے خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے گھر موجود ہیں یا تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اپنے گھر میں خیانت کرنے والوں کا علم نہیں ہے یا جان بوجھ کر مکار بنتا ہے اور ہمارے نزدیک دوسری شق درست ہے۔ میں ابھی آپ کو وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دار العلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب کی ایک خیانت کروانے کی داستان سناتا ہوں، جو ہمارے برادر محترم میثم عباس رضوی صاحب نے پکڑی ہے وہابیہ اسمعیلیہ نے سیرۃ حلبیہ کا ترجمہ کیا اور جب اس عبارت کا ترجمہ کرنے کا وقت آیا جس میں محفل میلاد میں قیام کا ثبوت تھا اور میلاد کا روشن بیان تھا وہابیہ اسمعیلیہ نے مل کر اس عبارت کو ہضم کرنے کی کوشش کی، شاید وہ ہضم کر بھی جاتے اگر برادر محترم میثم عباس رضوی صاحب ان کی اس خیانت کو بیان نہ کرتے۔

چنانچہ میثم عباس رضوی صاحب لکھتے ہیں:

سیرت حلبیہ، جلد اول میں باب: تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد وأحمد کے آخر میں میلاد النبی کے متعلق عربی اقتباس کا مولوی اسلم قاسمی دیوبندی نے مکمل اردو ترجمہ کرنے کی بجائے اس کی صرف ابتدائی دو سطروں کا اردو ترجمہ کیا ہے، وہ بھی محض اس لیے کہ ان سطور میں قیام میلاد مروج کو اپنی اصل کے لحاظ سے بدعت کہا گیا ہے، ذیل میں مولوی اسلم قاسمی دیوبندی کا کیا گیا نامکمل اور تحریف شدہ اردو ترجمہ ملاحظہ کریں:

لوگوں میں یہ عادت پھیل گئی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا حال سنتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ قیام یعنی کھڑا ہونا بالکل ایک بدعت ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

(سیرتِ حلبیہ، جلد اول، نصف اول، صفحہ ۰، مطبوع دار الاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم: مولوی اسلم قاسمی دیوبندی، فاضل دیوبند)

دیوبندی مترجم نے اس کے متصل باقی عربی اقتباس کا اردو ترجمہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ اس میں حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے قیام میلاد کو بدعت، لیکن دیوبندیوں کی طرح قبیح بدعت نہیں بلکہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بدعت قرار دیا ہے۔جلیل القدر علمائے اسلام امام تقی الدین سبکی مصری، امام ابن حجر الہیتمی، امام ابوشامہ شیخ امام نووی، امام سخاوی، امام ابن جوزی، اور امام سیوطی سے قیام میلاد ومحفل میلاد کا جواز بیان کیا ہے، میلاد شریف منانے کو خیر و برکت کا سبب قرار دیا ہے اور بدعت حسنہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کے موقف کی بھرپور تائید کی ہے جو دیوبندی مترجم سے برداشت نہ ہوئی۔

ذیل میں سیرت حلبی سے میلاد شریف کے جواز پر مشتمل مکمل عربی اقتباس اور پھر اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ کریں تا کہ میلاد شریف کے متعلق حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مکمل موقف اور مولوی اسلم قاسمی دیوبندی کی بددیانتی اور شرمناک خیانت روز روشن کی طرح قارئین پر واضح ہوجائے۔

ومن الفوائد أنه جرت عادة كثير من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم أن يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام بدعة لا أصل لها: أى لكن هى بدعة حسنة، لأنه ليس كل بدعة مذمومة. وقد قال سيدنا عمر رضى الله تعالى عنه فى اجتماع الناس لصلاة التراويح: نعمت البدعة. وقد قال العز بن عبدالسلام: ان البدعة تعتريها الأحكام الخمسة وذكر من أمثلة كل مايطول ذكره. ولاينافى ذلك قوله صلى الله عليه وسلم: اياكم ومحدثات الأمور فإن كل بدعة ضلالة وقوله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى أمرنا. أى شرعنا ـ ما ليس منه فهو رد عليه لأن هذا عام أريد به خاص. فقد قال: امامنا الشافعى قدس الله سره: ما أحدث و خالف كتابا أو سنة أو اجماعا أو اثرة فهو البدعة الضلالة. وما حدث من الخير ولم يخالف شيئاً من ذلك فهو البدعة المحمودة. وقد وجد القيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم الأمة ومقتدى الأئمة دينا وورعا الامام تقى الدين السبكى، وتابعه على ذلك مشائخ الاسلام فى عصره فقد حكى بعضهم أن الأمام السبكى اجتمع عنده جمع كثير من علماء عصر فأنشد منشد قول الصرصرى فى مدح صلى الله عليه وسلم:

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب.. على ورق من خط أحسن من كتب
وان تنهض الأشراف عند سماعه...... قياما صفوفا أوجشيا على الركب

فعند ذلك قام الامام السبكى رحمه الله وجميع من فى المجلس تحصل أنى كير بذلك المجلس ويكفى مثل ذلك فى الأقتداء۔

وقد قال ابن حجر الهيتمى: والحاصل أن البدعة الحسنة متفق على ندبها وعمل المولد و اجتماع الناس له كذلك أى بدعة حسنة، ومن ثم قال الامام أبو شامة شيخ الامام نووى: ومن أحسن ما ابتدع فى زماناها يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروفات واظهار الزينة والسرور، فان ذلك مع ما فيه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبته صلى الله عليه وسلم وتعظيمه فى قلب فاعل ذلك وشكر الله على ما من به من ايجاد رسول الله صلى الله عليه

وسلم أرسله رحمة للعالمين هذا كلامه۔

قال السخاوی :لم يفعله أحد من السلف فی القرون الثلاثة والماحدث بعد ثم لازال أهل الإسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد، ويتصدقون فی لياله بأنواع الصدقات ربعون بقراء ومولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔

قال ابن الجوزی: من خواصه أنه أمان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنيل البغية والمرام . وأول من أحدثه من الملوك صاحب أربل وصنف له ابن دحية كتاب فی المولد سماه التنوير بمولد البشير النذير فأجازه بألف دينار وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السنة، وكذا الحافظ السيوطی، وردا علی الفاكهانی المالكی فی قوله: أن عمل المولود بدعة مذمومة. (السیرۃ الحلبیۃ وہوالکتاب المسمی انسان العیون فی سیرۃ الأمین والمامون باب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم محمد واحمد اصفحہ ۱۲۳، ۱۲۴،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اب ذیل میں سیرت حلبیہ سے میلاد شریف کے بیان پر مشتمل مذکورہ بالاعربی اقتباس کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔جس میں حضرت علامہ حلبی منکرین میلاد کے دلوں کو زخمی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ جس وقت اس عالم میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر سنتے ہیں تو تعظیما کھڑے ہوجاتے ہیں۔اور یہ قیام (اگرچہ) بدعت ہے،جس کی کوئی اصل نہیں،لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیوں کہ ہر بدعت مذموم اور بری نہیں ہوتی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز تراویح کے لئے لوگوں کا جمع ہونا دیکھ کر فرمایا: کتنی اچھی بدعت ہے۔علامہ عزبن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ بدعت کو اس کی اقسام کے اعتبار سے پانچوں احکام لاحق ہوتے ہیں اور انہوں نے ہر حکم کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں جس کا ذکر طویل ہے۔اور یہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ان فرامین نئی نکالی ہوئی چیزوں سے بچتے رہو، پس بیشک ہر بدعت گمراہی ہے اور جس نے ہمارے امر یعنی شریعت میں نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ اس پر مردود ہے، کے منافی نہیں کیونکہ یہ لفظ عام اور اس کی مراد خاص ہے۔ ہمارے امام محمد بن ادریس شافعی قدس سرہ نے فرمایا جس نے کوئی نئی بات نکالی اور قرآن سنت، اجماع یا اثر کی مخالفت کی تو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو اچھی چیز نکالی اور ان میں سے کسی کی مخالفت نہ کی تو وہ بدعت محمودہ ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے اسم مبارک کے ذکر پر امت اسلامیہ کے عالم اور دین وورع (پرہیز گاری) میں ائمہ کے مقتدی، امام تقی الدین سبکی مصری رحمہ اللہ تعالی علیہ (متوفی ۷۵۶ھ) کا قیام دیکھا گیا ہے اور ان کے زمانے کے مشائخ اسلام نے ان کے اس عمل کی پیروی کی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں میں سے بعضوں نے حکایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ امام سبکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے سامنے ان کے عہد کے علماء کی ایک بڑی جماعت تھی کہ کسی نے (ابوزکریا یحیی بن یوسف) صرصری بغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفی ۶۵۶ھ) کا قصیدہ در مدح خیر البریہ پڑھا۔

جناب محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی مدح کے لیے یہ بہت ادنی سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آب زر سے بہت ہی اچھے خوشنویس سے لکھوایا جائے۔اور (ضروری ہے کہ شرفا آپ کی مدح) سن کر صفوں میں کھڑے ہوجائیں (یا اگر سوار ہوں تو) سواریوں پر گھٹنوں کے بل ہوجائیں۔

یہ سنتے ہی امام سبکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور سب اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔تو اس مجلس سے بڑی انسیت حاصل ہوئی اور پیروی کے لیے اس جیسا واقعہ کافی ہے۔

ابن حجر ہیتمی نے کہا ہے:

خلاصہ یہ کہ بدعت حسنہ کا مستحب ہونا متفق علیہ ہے، اور مولد شریف منانا اور اس کے لیے لوگوں کا جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعت حسنہ۔

اس وجہ سے امام ابوشامہ شیخ امام نووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا:

ہمارے زمانے میں ایجاد ہونے والی اچھی چیزوں میں وہ ہے جو ہر سال آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کے موافق دن کو صدقات وخیرات نیز زینت اور سرور کا اظہار کیا جاتا ہے، پس بیشک اس میں فقرا کے لئے بھلائی پائی جانے کے ساتھ یہ عمل اپنے کرنے والے کے دل میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہونے کی بھی خبر دیتا ہے۔اس پر اللہ تعالی کا شکر ہے کہ جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو تخلیق فرما کر احسان کیا جنہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ یہ امام نووی کا کلام ہے۔

امام سخاوی نے کہا ہے:

قرون ثلاثہ میں اسلاف میں سے کسی نے یہ عمل نہیں کیا بلکہ یہ اس کے بعد ایجاد ہوا، تمام اطراف واقطار اور بڑے بڑے شہروں میں سے اہل اسلام میلاد کرتے، اس کی رات میں قسم قسم کے صدقات کرتے اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے ہیں اور اس کی برکتوں سے ان پر ہر فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں:

محفل میلاد کے خواص میں سے ہے کہ یہ مبارک عمل اس سال بھر میں امان اور مقصد ومراد کے جلد حصول کی بشارت ہے۔ بادشاہوں میں سے سب سے پہلے محفل میلاد کرنے والے شاہ اربل ہیں، ابن دحیہ نے ان کے لئے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام التنویر بمولد البشیر النذیر رکھا تو شاہ اربل نے انہیں ایک ہزار دینار ہدیہ پیش کیا۔

حافظ ابن حجر، اسی طرح حافظ سیوطی رحمہا اللہ تعالی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور فاکہانی مالکی کے اس قول میں ان کا رد کیا ہے کہ عمل مولود بدعت مذمومہ ہے۔

قارئین! آپ نے سیرت حلبی سے میلاد شریف کے متعلق مکمل عربی اقتباس اور اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیا، جس میں حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بدعت حسنہ کے متعلق ہم اہل سنت و جماعت کے موقف کی تائید کی ہے۔ میلاد النبی منانے کو خود بھی جائز کہا ہے اور جلیل القدر علمائے اسلام سے بھی اس کا جواز ثابت کیا ہے۔لیکن افسوس کہ خائن و بددیانت مترجم نے اس حصہ کا ترجمہ نہ کر کے شرمناک علمی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔(دوماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ، جنوری وفروری ۲۰۲۰)

وہابیہ اسمعیلیہ کی خیانتوں کی ایک لمبی داستان ہے جس کو برادر محترم میثم عباس رضوی صاحب نے اپنے مضمون ''دیوبندی خود نہیں بدلتے کتابوں کو بدل دیتے ہیں'' میں بیان کیا ہے اور آپ کا یہ مضمون ابھی تک شمارہ کلمہ حق میں چھپ رہا ہے۔ ہمارے قارئین یہ مضمون لازمی پڑھیں۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ دوسروں کو جھوٹ موٹ سے خائن بنانے کے بجائے اپنے گھر کے ان

خیانت کرنے والوں پر بھی دو چار حرف بھیج تا کہ معلوم ہو کہ تو اپنے ان افعال میں کتنا سچا ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۱۲......}

اذان کے ساتھ درود پاک اور اہلسنت کا موقف

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پر درود وسلام پڑھنا قرآن سے بھی ثابت اور احادیث میں بھی اس کے ثواب کی کثرت بیان کی گئی ہے اور قرآن وحدیث میں بغیر کسی قید ووقت کے مطلقاً صلاۃ وسلام پڑھنے کا فرمایا گیا ہے، لہٰذا اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام بھی اسی مطلق کا ایک فرد ہے جو ہر طرح سے جائز وباعث ثواب ہے۔ اور یہی سادات احناف کا موقف ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ باقی وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کی ہرزہ سرائی کا جواب بھی آگے ہی آرہا ہے۔

(۱) رئیس المتکلمین وامام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلس میلاد وصلاۃ بعد اذان وغیرہما کسی خاص طریقے کے لئے ثبوتِ مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی، ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۶ ص ۵۳۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اذان کے بعد درود کی ممانعت نہیں لہٰذا ان اوقات میں بھی ممنوع نہیں اور یہ اوقات بھی اس کلیہ میں داخل ہیں۔ مطلق کے جواز ثابت ہونے کے بعد افراد وجزئیات کے لئے مستقل علیحدہ دلیل ضروری جاننا نظم شرع کو درہم برہم کرنا ہے۔ ہاں یہ البتہ ضروری ہے کہ خصوصیتِ ممنوع ہونے کے لئے دلیل ضرور چاہیے اور اس وقت اس خاص کا مطلق سے استثناء ہوگا، عدم جواز کے لئے یہ حیلہ تراشا کہ عوام اسے لازم جانتے ہیں بالکل مہمل و پادر ہوا ہے، ہرگز عوام کا یہ خیال نہیں کہ ایسا نہ کریں گے تو نماز ہی نہ ہوگی (یا اذان ہی نہ ہوگی از ناقل) نہ یہ کہ اس کے نہ کرنے پر گناہ ہوگا پھر لازم کہاں ہوا ہاں یہ ضرور ہے کہ منع کرنے والے کو برا کہتے ہوں گے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اسے لازم وواجب جانتے ہیں، برا کہنا تو اس لئے ہے کہ وہ جائز چیز کو ناجائز بتاتا ہے اور یہ بات تو ہر مباح میں بھی ہے کہ جو اسے ناجائز وممنوع کہے گا برا کہا جائے گا۔ تو کیا اس سے ہر مباح واجب ہو جائے گا۔ یا مباحات شرعیہ کو لوگ منع کرتے رہیں اور یہ سنا کرے کچھ نہ بولے اور ان کا رد کرے تو مباح کو واجب کرلیا، لہٰذا وہ مباح نہ رہا ممنوع ہو گیا۔ یہ تو مباحات کے ممنوع کرنے کا اچھا نسخہ ہاتھ آیا کہ اس سے تمام مباحات ممنوع قرار دے دیئے جائیں **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ (فتاوی امجدیہ، جلد ۱، ص ۶۶، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

بحمد للہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے وہابیہ اسمعیلیہ کے مکر وفریب کا خوب پردہ چاک کیا اور ان کے لایعنی اعتراض کا بھی خوب قلعہ قمع کیا۔ ایک بات میں بھی یہاں عرض کردوں کہ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے کہ جب بھی ہم کسی مباح پر عمل کرتے ہیں تو وہابیہ اسمعیلیہ چڑھ دوڑتے ہیں۔ باقی رہے وہابیہ اسمعیلیہ تو وہ جتنے مرضی مباحات کو لازم وضروری سمجھیں کوئی فرق نہیں پڑتا، مجال ہے کہ کبھی کسی وہابی اسمعیلیہ نے اس کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا ہو کہ عوام اس کو لازم سمجھ رہی ہے اور واجب والا معاملہ کر رہے اور منکر پر فتوے لگا رہی ہے لہٰذا یہ جائز نہیں۔ جب بھی کوئی بھی بات ہوگی تو اہلسنت ہی کی ہوگی، جب بھی فتوی لگے گا تو اہلسنت ہی پر لگے گا کیونکہ وہابیہ اسمعیلیہ تو ہر چیز سے آزاد ہیں۔ میں اس کی ایک مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ اقامت میں ابتداء ہی سے کھڑا ہو جانا یہ وہابی

اسمعیلیہ کے نزدیک ایک مباح ومستحب امر ہے لیکن اس پر وہابیہ اسمعیلیہ کا عمل دیکھ لیں، مجال ہے کہ کوئی وہابیہ اسمعیلیہ کی مسجد میں بیٹھ کر تکبیر سن لے ایسے ایسے گھورتے ہیں جیسے کوئی دشمن آ گیا ہو۔ کیا یہ لازم نہیں سمجھتے اور واجب والا معاملہ نہیں کرتے اور اگر کوئی ان کو کہے کہ بھائی کبھی بیٹھ کر بھی تکبیر سن لیا کرو تو اس پر چڑھ نہیں دوڑتے؟ سنیوں کی مساجد میں آ کر بھی انتشار پھیلاتے ہیں جب کوئی بات کرتا ہے تو وہی بہانا لیکن یہاں کسی بھی وہابی اسمعیلی کو کچھ بھی یاد نہیں آتا بلکہ یہی جائز ہے اور یہی کرنا ہے اور اسی پر عمل ہے عوام جو کچھ مرضی کرتی رہے اور جیسے ہی کسی سنی حنفی نے کسی منکر کو جواب دے دیا تو فٹ سے فتوے لے کر آ جاتے ہیں کہ جی یہ ہے جی وہ ہے۔ واقعی یہ وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کا وہ دھوکہ ہے جس سے ہمارے بھی کئی لوگ ناآشنا ہیں لہٰذا بصیرت سے کام لینا چاہیے اور جب بھی مباحات کی بات ہو تو وہابیہ اسمعیلیہ سے ان کے گھر کے مباحات پر بات کریں تا کہ ان کا گندہ چہرہ سامنے آئے اور عوام ان کے دھوکہ سے بچے۔ مثالیں تو اور بھی اس طرح کی ہیں مثلاً تبلیغی جماعت کے کرتوت ہی دیکھ لو پر یہاں کسی وہابی اسمعیلی کو کچھ یاد نہیں آتا بہر حال میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وقت ملا تو کسی اور مقام پر اس پر گفتگو کریں گے۔

ضروری وضاحت

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ علمائے اہلسنت میں سے کسی نے بھی کسی مباح کام کے نہ کرنے پر فتوی نہیں دیا ہمارے ہزاروں سنی حنفی لوگ ہیں وہ کئی مباح کام نہیں کرتے ان پر کوئی بھی فتوی نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی کسی اور پر مثلاً: نمازوں کے بعد مصافحہ ہمارے نزدیک مطلق سنت میں داخل ہونے کی وجہ سے مباح ہے، لیکن ہمارے ہی ہزاروں لوگ مساجد میں نماز پڑھ کر حتی کہ وہ نماز جس کے بعد سنتیں نہیں ہوتیں پڑھ کر ایسے ہی چلے جاتے ہیں اور مصافحہ نہیں کرتے ان پر آج تک کسی نے کوئی بھی فتوی نہیں لگایا اور نہ ہی ان کو کبھی برا بھلا کہا ہے ایسے ہی اور کئی کام ہیں لیکن جو آ کر بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی رٹ لگائے اور ایک جائز کام سے مسلمانوں کو روکے تو کیا اس کو بھی جواب نہ دیا جائے؟ جب ایسے لوگوں کو جواب دیا جاتا ہے تو اب یہ شیطان کی انگلی پر ناچنا شروع کر دیتے ہیں اور وہی ڈرامہ بازی کرتے ہیں جو ان کے آباء نے شروع کی تھی کہ جی اس کو لازم سمجھ لیا ہے، نہ کرنے والوں کو برا کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اولاً: تو اس کو کوئی بھی لازم نہیں سمجھتا ثانیاً: نہ کرنے والوں کو برا بھی نہیں کہا جاتا ہاں ایک جائز کام سے منع کرنے والوں اور اس پر بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی رٹ لگانے والوں کو جواب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کے دھوکوں کو سمجھیں اور بچنے کی کوشش کریں۔

مزید لکھتے ہیں:

بالجملہ یہ صلاۃ وسلام جو سوال میں مذکور ہے، جائز ہے، کسی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں۔ اب نجدیوں نے موقوف کر دیا ہے ورنہ صدیوں سے حرمین طیبین مکہ و مدینہ دیگر بلاد اسلامیہ میں رائج ومعمول بنا رہا اور علماء ومشائخ اسے بنظر استحسان دیکھتے رہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن** لہٰذا یہ جائز و مستحسن ہے۔

(فتاوی امجدیہ، جلد ۱، ص ۶۶، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

(۳) تخریج والی جاء الحق میں لکھا ہے:

اذان سے پہلے یا بعد درود وسلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب ملے گا اگر کوئی نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں (جبکہ وہابیہ کی طرح منکر و بدعتی کے فتوے لگانے والا نہ ہو ورنہ ایسے کو جواب دیا جائے گا از ناقل) اس لئے کہ یہ فرض و واجب نہیں لیکن جو پڑھتے ہیں ان کو بدعتی کہنا بہت بڑا ظلم ہے۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۷۸۱، مکتبہ غوثیہ کراچی)

بحمد للہ آپ نے اہلسنت کا موقف پڑھ لیا ہے اب میں آپ کو سادات احناف کا موقف بھی بتا دیتا ہوں جن کی ہم حقیقی پیروی کرنے والے ہیں اور جن کے اقوال پر عمل کرنے والے ہیں وہابیہ اسمعیلیہ پہلے ان پر فتوے بازی کا زور دکھائیں پھر ہم سے بات کریں، یہ جہلاء ہماری آڑ میں سادات احناف پر بھونکتے ہیں تا کہ عوام کو اپنا حنفی ہونا بتا کر دھوکہ دے سکیں لیکن حقیقت میں یہ وہی ہیں جوان کے اپنوں نے بیان کیا کہ میں تم سے بڑا وہابی ہوں وغیرہ وغیرہ۔

اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) علامہ محقق فقیہ الشیخ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(فَائِدَةٌ) التَّسْلِيمُ بَعْدَ الْأَذَانِ حَدَثَ فِي رَبِيعِ الْآخِرِ سَنَةَ سَبْعِمِائَةٍ وَإِحْدَى وَثَمَانِينَ فِي عِشَاءِ لَيْلَةِ الِاثْنَيْنِ، ثُمَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ بَعْدَ عَشْرِ سِنِينَ حَدَثَ فِي الْكُلِّ إلَّا الْمَغْرِبَ، ثُمَّ فِيهَا مَرَّتَيْنِ، وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ...

یعنی اذان کے بعد صلاۃ وسلام پیر کی رات ربیع الثانی ۷۸۱ھ میں شروع ہوا پھر جمعہ کے دن پھر دس سال بعد مغرب کے علاوہ ہر اذان کے ساتھ پھر اذان مغرب کے ساتھ بھی دو مرتبہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ (الدر المختار علی تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۷۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کون ہیں یہ سب جانتے ہیں اور ان کی کتاب الدر المختار کی کیا اہمیت ہے یہ بھی سب جانتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نہ جانتا ہو تو میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اسی کے وہابی گھر سے اس کی اہمیت بیان کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے جائز ہونے کا فتوی دینے والے کون ہیں اور کس پایہ کی کتاب میں یہ موجود ہے اس سے ایک تو وہابی اسمعیلی ساجد خان کی علمیت کا آپ کو اندازہ ہو گا جو کہہ رہا تھا کہ فقہ حنفی میں اس کا ثبوت نہیں اور دوسرا اس بات کا بھی اندازہ ہو گا کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کو جائز کہنے والے صرف آج کے سنی حنفی نہیں بلکہ سادات احناف پہلے سے ہی اس کے جواز کے فتوے دے چکے ہیں۔

وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی یہ ہیڈنگ ''اہم ترین کتب فقہ کا تعارف'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

(۲۱) الدر المختار: امام محمد بن علی بن محمد الحصنی المعروف بعلاء الدین الحصکفی کی تنویر الابصار کی سب سے معروف ومشہور شرح ہے، جس پر علامہ شامی نے بے نظیر حاشیہ لکھا ہے، جو اس وقت فقہ حنفی کا سب سے مستند اور مقبول ترین مجموعہ ہے، یہ کتاب اس وقت دو جلدوں میں شائع شدہ ہے اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

میں فی الحال اسی ایک حوالے پر ہی اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان کو تکلیف ہوئی تو تکلیف کے مطابق دوا دی جائے گی بہر حال اس حوالے سے علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ اور آپ کی کتاب الدر المختار کی اہمیت کا اندازہ آپ کو ہو گیا ہو گا اب میں آپ کی توجہ اس حوالے کی طرف کرواتا ہوں جو میں نے نقل کیا ہے علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نے الدر المختار میں اذان کے ساتھ اس طرح صلاۃ وسلام کی ابتداء بیان کی اور پھر اس کے جواز پر ان الفاظ میں مہر ثبت کی ''وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔ یہ بدعت حسنہ ہے'' بدعت حسنہ کے جواز پر ہم ماقبل میں ہی کلام کر چکے ہیں اور اس پر سادات احناف ومشائخ ہند کے حوالے پیش کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ بدعت حسنہ جائز ہی نہیں بلکہ اس سے دین کو تقویت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کا اس کو ناجائز، ممنوع وحرام نہ کہنا بلکہ بدعت حسنہ کہنا اس کے جواز کی دلیل ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کیا علامہ حصکفی حنفی نہیں ہیں کیا ان کی کتاب فقہ حنفی کی ترجمان نہیں ہے اگر

ایسا ہی ہے تو واضح لکھو تا کہ تمہاری وہابیت اسمعیلیت کا ڈنکا ہر طرف بجے اور یہ جو حنفیت کا لیبل لگا کر تم دھوکہ دیتے ہو اس کا بھی قصہ تمام ہو اور اگر علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کو حنفی مانتے ہو اور ان کی کتاب کو معتبر جانتے ہو تو وہ تو اذان کے ساتھ صلاۃ سلام کو جائز کہہ رہے ہیں اور تم کہتے ہو کہ فقہ حنفی میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم نے اپنی وہابیت اسمعیلیت بچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے یا اپنی جہالت اور علمی یتیمی ہی بیان کرنے کے لئے وہ دعوی کیا ہے۔ بہر حال ہر مسئلہ کی طرح اذان کے ساتھ درود پاک میں بھی اہلسنت کا بول بالا ہوا اور وہابیت اسمعیلیت کا منہ کالا ہوا اور ہم نے فقہ حنفی ہی کی معتبر ترین کتاب سے ثابت کر دیا کہ سادات احناف اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے قائل ہیں اور اس کے جواز کا فتوی دیتے ہیں اگر وہابیہ اسمعیلیہ اپنے باپ گنگوہی کی طرح ہو گئے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔

(۲) درج بالا عبارت کی شرح میں علامہ فقیہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ: سَنَةَ ٧٨١) كَذَا فِي النَّهْرِ عَنْ حُسْنِ الْمُحَاضَرَةِ لِلسُّيُوطِيِّ، ثُمَّ نُقِلَ عَنِ الْقَوْلِ الْبَدِيعِ لِلسَّخَاوِيِّ أَنَّهُ فِي سَنَةِ ٧٩١، وَأَنَّ ابْتِدَاءَهُ كَانَ فِي أَيَّامِ السُّلْطَانِ النَّاصِرِ صَلَاحِ الدِّينِ بِأَمْرِهِ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ فِيهَا مَرَّتَيْنِ) أَيْ فِي الْمَغْرِبِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْخَزَائِنِ، لَكِنْ لَمْ يَنْقُلْهُ فِي النَّهْرِ، وَلَمْ أَرَهُ فِي غَيْرِهِ. وَكَأَنَّ ذَلِكَ كَانَ مَوْجُودًا فِي زَمَنِ الشَّارِحِ، أَوْ الْمُرَادُ بِهِ مَا يُفْعَلُ عَقِبَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ ثُمَّ بَعْدَهُ بَيْنَ الْعِشَاءَيْنِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَالِاثْنَيْنِ، وَهُوَ الْمُسَمَّى فِي دِمَشْقَ تَذْكِيرًا كَالَّذِي يُفْعَلُ قَبْلَ أَذَانِ الظُّهْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَمْ أَرَ مَنْ ذَكَرَهُ أَيْضًا. (قَوْلُهُ: وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ) قَالَ فِي النَّهْرِ عَنِ الْقَوْلِ الْبَدِيعِ: وَالصَّوَابُ مِنَ الْأَقْوَالِ أَنَّهَا بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ.

یعنی صاحب درمختار کا یہ فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام ۷۸۱ھ میں شروع ہوا اس بات کو فقہ حنفی کی کتاب ''النہر الفائق'' میں امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''حسن المحاضرۃ'' کے حوالہ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ پھر اسی ''النہر الفائق'' میں امام سخاوی کی ''القول البدیع'' کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں ہوا۔

آگے علامہ شامی فرماتے ہیں:

مغرب کی اذان کے ساتھ دومرتبہ صلوۃ وسلام کی بات فقہ حنفی کی کتاب خزائن میں بھی بیان کی گئی ہے۔لیکن النہر الفائق میں یا دیگر کتابوں میں مغرب کے ساتھ صلوۃ وسلام کی بات میں نے نہیں دیکھی گویا کہ مغرب کی اذان کے ساتھ صلوۃ وسلام صاحب درمختار کے زمانہ میں موجود تھی۔ یا اس سے مراد وہ صلوۃ وسلام ہے جو مغرب کی اذان کے بعد پھر جمعہ اور پیر کی راتوں میں مغرب وعشا کے درمیان پڑھی جاتی ہے جسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں، اس تذکیر کا بھی میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

پھر علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

صاحب درمختار کا فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوۃ وسلام بدعت حسنہ ہے یہ بات النہر الفائق میں القول البدیع کے حوالہ سے نقل کی گی ہے کہ تمام اقوال میں درست قول یہی ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار علی تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۷۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان پکا علمی یتیم ہے دعوے اتنے بڑے بڑے اور فقہ حنفی کی گویا ابتدائی کتابوں کا بھی علم نہیں وہابی اسمعیلی نے جان بوجھ کر یا اپنی وہابی اسمعیلت کو بچانے کے لئے جھوٹ بولا اور یہ دعوی کیا کہ فقہ حنفی میں اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کا ثبوت نہیں

ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی نے یہ جھوٹ بول کر کوئی نیا کام نہیں کیا بلکہ اس کے آباء کا تو وطیرہ ہی یہی ہے بہر حال میں پہلے علامہ شامی اور آپ کی اس کتاب کی توثیق واہمیت وہابیت اسمعیلیت سے بیان کر دیتا ہوں اور پھر وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھوں گا کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کا ثبوت فقہ حنفی میں ہے یا نہیں؟

وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

''ردالمحتار علی الدر المختار'' علامہ محمد بن عمر بن عبدالعزیز عابدین المعروف بابن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ کا الدر المختار پر بے نظیر حاشیہ ہے، جو اس وقت فقہ حنفی کا سب سے مقبول اور مستند مجموعہ ہے جس میں تمام کتب متقدمین متأخرین کا عطر اور نچوڑ آ گیا ہے اسی لئے چہار دانگ عالم میں اس مجموعہ کو پورے طبقۂ احناف میں مرجعیت کا مقام حاصل ہے اور تن تنہا اس کتاب نے بہت سی کتب فقہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی طرح وہابی اسمعیلی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

علامہ محمد بن عمر بن عبدالعزیز عابدین المعروف بابن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ کا تحریر فرمودہ عدیم النظیر حاشیہ ''ردالمحتار ہے، یہ اس وقت فقہ حنفی کا سب سے مقبول اور مستند مجموعہ ہے جس میں تمام کتب متقدمین متأخرین کا عطر اور نچوڑ آ گیا ہے اسی لئے اس حاشیہ کو پورے طبقۂ احناف میں مرجعیت کا مقام حاصل ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اس کے مصنف علامہ محمد بن عابدین شامی نقل میں اثبت ہیں یعنی انہوں نے کتب فقہ سے جو عبارات وجزئیات اور حوالے نقل فرمائے ہیں وہ اصل کے موافق نکلے ہیں اسی لئے اس کتاب کا وزن علماء احناف کی نظر میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے، اور اس ایک کتاب نے بہت سی کتب فقہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ **مفتیان کرام کو چاہیے کہ اگر وہ کوئی جزئیہ یا مسئلہ اور کتاب میں دیکھیں تو اسے شامی سے ضرور ملائیں، تا کہ آخری اور راجح قول کا علم ہو سکے۔** (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۲۱۷، دار الاشاعت کراچی)

لیجئے اور فتاوی شامی کے بارے میں خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اقرار دیکھیے میں اس پر مزید کلام نہیں کرتا بلکہ وہابی اسمعیلی سلمان منصور پوری نے جو مشورہ اپنے وہابیوں کو دیا ہے کہ فتاوی شامی کو دیکھ لیا کریں تو میں یہی بات وہابی اسمعیلی علمی یتیم ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے وہابی اسمعیلی کی بات مانتے ہوئے کم از کم فتاوی شامی ہی کو دیکھ لیا کرو۔ اسی کے ساتھ اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وہابی کے اس مشورے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فتاوی شامی میں آخری اور راجح قول ہوتا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا وہ قول دوبارہ بیان کر دیتے ہیں جس میں انہوں نے بقول وہابی سلمان منصور پوری اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے بارے آخری اور راجح قول بیان کیا ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ: وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ) قَالَ فِي النَّهْرِ عَنْ الْقَوْلِ الْبَدِيعِ: وَالصَّوَابُ مِنْ الْأَقْوَالِ أَنَّهَا بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ.

صاحب درمختار کا فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوۃ وسلام بدعت حسنہ ہے یہ بات النہر الفائق میں القول البدیع کے حوالہ سے نقل کی گی ہے کہ تمام اقوال میں درست قول یہی ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار علی تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۷۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سادات احناف اور علامہ شامی کا اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے بارے میں راجح قول آپ کے سامنے ہے کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام جائز ہے۔ وہابی اسمعیلی نے اپنی وہابیت اسمعیلیت دکھانے کے لئے سادات احناف کے بارے میں جو دعوی کیا کہ اس کا ثبوت نہیں ہم نے سادات احناف ہی سے ثابت کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اب وہابی اسمعیلی یا تو اپنی قسمت پر روئے یا پھر اپنی وہابیت اسمعیلیت پر کہ جس نے اس کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ دن میں سورج کا انکار کر کے اس کو سادات احناف کے ذمہ لگاتا ہے اور ہم سے ثبوت طلب کرتا ہے بحمد للہ سادات احناف ایسے نہیں تھے جیسا وہابی سمجھتے ہیں۔ ہم نے سادات احناف سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ وہابی اسمعیلی کل بھی جھوٹا تھا اور آج بھی اپنے وہابی اکابرین کی طرح ہے۔

(۳) أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي الحنفي (المتوفى ۱۲۳۱ھ) علیہ الرحمۃ اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشارح: قوله: (فائدة...الخ) هي من حسن المحاضرة للسيوطي، وفي القول البديع: ان ابتداء حدوثه في مدة صلاح الدين بن ايوب وبامره "نهر"

علامہ حصکفی کی یہ بات علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب حسن المحاضرۃ اور علامہ سخاوی کی کتاب القول البدیع میں موجود ہے کہ اس کی ابتداء صلاح الدین بن ایوب کے زمانے اور حکم سے ہوئی اسی طرح نہر الفائق میں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

قوله: (ثم فيها مرتين) لم يكن ذلك في زماننا...

اوران کا قول (پھر مغرب میں دومرتبہ) یہ ہمارے زمانے میں نہیں ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۶۲، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کا مقام ومرتبہ تو درس نظامی کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے جو ابھی نور الایضاح پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ان کے مقام کا پتہ نہ ہو کیونکہ جس شخص کو فقہ حنفی کی ابتدائی کتاب نور الایضاح کے حاشیہ طحطاوی میں بھی اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام نظر نہیں آیا اس نے کیا پڑھا ہوگا؟ اور جس نے پڑھا ہی نہیں وہ مقام ومرتبہ کیسے جانتا ہوگا لہٰذا میں پہلے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو علامہ صاحب اور ان کے حاشیہ الطحطاوی کا مقام خود وہابیہ اسمعیلیہ سے دکھاتا ہوں اور اس حوالے کے بعد ان کے ایک اور حاشیہ کی طرف توجہ بھی کرواؤں گا۔

وہابی اسمعیلی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: فقہ حنفی کی جامع ترین کتاب ''الدر المختار'' پر علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کا یہ بے نظیر حاشیہ ہے جو اپنے اختصار کے باوجود بہت سے علمی وفقہی نکات کو شامل ہے اس میں ''در المختار'' کی مغلق ومجمل عبارتوں کے حل کی نہایت کامیاب کوشش کی گئی ہے یہ کتاب پاکستان میں چار جلدوں میں شائع شدہ ہے مگر ہندوستان میں عام طور پر دستیاب نہیں ہے اس کی اشاعت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۲۱۹، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: یہی کچھ وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی نے (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں لکھا ہے۔

کئی وہابیوں کے مصدقہ فتاوی کی اس عبارت سے علامہ طحطاوی اور ان کے حاشیہ کا مقام ومرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ کی عبارت کا رد نہیں کیا بلکہ اس کے ثبوت پر حوالے پیش کر کے اس کی تصدیق کر کے

اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت اسمعیلیت کا مزید منہ کالا کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ سادات احناف کو پڑھے بس نقل پر کام نہیں چلائے ورنہ یہی حالت ہوگی اور سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہابیہ اسمعیلیہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے جاہل آباء نے ان کو جو بدعت بدعت کی گردان پڑھائی ہے وہ درست ہے اور وہ گردان جب چاہیں جہاں چاہیں پڑھ دیں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ ان کی بھول ہے۔

علامہ احمد بن اسمعیل طحطاوی علیہ الرحمۃ اپنے ایک اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وفی الدرة المنیفة أول من أحدث أذان إثنین معا بنو أمیة وأول ما زیدت الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد الأذان علی المنارة فی زمن حاجی بن الأشرف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاوون بأمر المحتسب نجم الدین الطنیدی وذلك فی شعبان سنة إحدی وتسعین وسبعمائة كذا فی الأوائل للسیوطی والصواب من الأقوال أنها بدعة حسنة...

یعنی الدرۃ المنیفہ میں ہے کہ اذان کے بعد منارہ کے اوپر نبی کریم علیہ السلام پر جو صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا آغاز ۷۹۱ھ میں حاجی بن اشرف کے دور میں محتسب نجم الدین الطنیدی کے حکم سے ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب الاوائل میں اسی طرح ہے **اور سب سے درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔**

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۱۹۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں یہاں بھی پہلے اس حاشیہ کا مقام ومرتبہ وہابیہ اسمعیلیہ سے بیان کر دیتا ہوں تاکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی جہالت وحماقت پر مہر ہو جائے جو ہانکتا تو بہت بڑی بڑی ہے لیکن اس کو ابتدائی کتابوں اور معتبر کتابوں کا ہی علم نہیں اور اسی جہالت کے نشہ میں بدمست ہو کر سادات احناف کا نام لے کر ہم سے ثبوت مانگتا ہے۔

وہابی اسمعیلی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

(۳) حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: علامہ شرنبلالی کی مشہور کتاب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پر علامہ طحطاوی کے اس تفصیلی حاشیہ کا شمار فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں ہوتا ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۲۱۹، دار الاشاعت کراچی)

نوٹ: یہی کچھ وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی نے (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں لکھا ہے۔

فقہ حنفی کے اسی مستند ومعتبر حاشیہ میں ہی اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے بارے میں لکھا ہے کہ: والصواب من الأقوال أنها بدعة حسنة۔ اور سب سے درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی علمی یتیمی پر سادات احناف ہی سے مہریں لگوا دیں ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی جہالت سے جس چیز کا ثبوت مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ فقہ حنفی میں نہیں ہے ہم نے اس کا ثبوت فقہ حنفی ہی کی ان کتابوں سے دے دیا ہے جس کو خود اس کے وہابی اسمعیلی آباء معتبر ومستند کہتے ہیں وہابی اسمعیلی کچھ شرم کرے اور سادات احناف کے حوالے کچھ بیان کرنے سے پہلے اپنے ہی وہابیوں کو پڑھ لے۔

(۴) علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم الحنفی (المتوفی ۱۰۰۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

فائدة: ذكر الحافظ السیوطی فی حسن المحاضرة انه فی ربیع الآخر من سنة احدی و ثمانین و سبعمائة احدث السلام علی النبی ﷺ و ساعته اذان العشاء لیلة الاثنین مضافا الی لیلة الجمعة ثم

رأیت فی "القول البدیع" للسخاوی ان ابتداء حدوث ذلك کان فی ایام السلطان الناصر صلاح الدین بن المظفر یوسف بن ایوب و بأمره و رأیت فی بعض التواریخ ان الامر بذلك کان فی سنة احدی و تسعین و سبعمائة و الصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔

اور درست وہ یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ (النھر الفائق شرح کنز الدقائق، جلد ۱، ص ۱۷۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ عمر بن ابراہیم بھی حنفی ہیں اور النھر الفائق ان کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں بھی اہلسنت کی تائید موجود ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نہ جانے کونسے باڑے سے فارغ ہے، جس کو سادات احناف اور ان کی یہ کتب نظر ہی نہیں آتیں اور کہتا ہے کہ فقہ حنفی میں اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کا ثبوت نہیں۔ اگر یہ کتب فقہ حنفی کی نہیں اور ان کے لکھنے والے سادات احناف نہیں تو پھر فقہ حنفی کی کتب کون سی ہیں اور سادات احناف کون ہیں۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے وہابیت اسمٰعیلیت کا جو بیڑا غرق کروایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ علامہ عمر بن ابراہیم صاحب النھر الفائق کے یہ الفاظ "**والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔ اور درست یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔**" ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھے تاکہ اس کی فقہ حنفی سے جہالت دور ہو، اور اہلسنت کے خلاف تین گز لمبی زبان بند ہو، میں وہابیت اسمٰعیلیت سے کہتا ہوں کہ سادات احناف و مشائخ ہند سے بغض وحسد و دشمنی کسی اور طریقہ سے نکالے کیونکہ یہ طریقہ تو بری طرح ناکام ہو گیا ہے۔

(۵) علامہ عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں:

نقل صاحب النھر الفائق عن حسن المحاضرة للسیوطی۔۔۔ان الصواب من الاقوال فیه انها بدعة حسنة۔۔۔و فی الدر المختار۔۔۔وهو بدعة حسنة۔

نہر الفائق میں ہے: اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے بارے میں درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور درمختار میں ہے: یہ بدعت حسنہ ہے۔ (السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ، جلد ۲، ص ۵۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۶) علامہ عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

الصلوة علی النبی صلی الله علیه و سلم عقبه مشروع بلا خلاف، سوا کانت من الموذن او غیره، لما رواه مسلم من ان النبی صلی الله علیه و سلم قال: اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی "فقوله صلوا علی" عام یشمل الموذن و غیره من السامعین ولم ینص الحدیث علی ان تکون سرا فاذا رفع الموذن صوته بالصلاة بتذکیر الناس بهذا الحدیث لیصلوا علی النبی حسنا۔۔۔وقد صرح الشافعیة والحنابلة بانها سنة۔۔

یعنی اذان کے بعد حضور علیہ السلام پر صلوۃ وسلام بغیر کسی اختلاف کے شرعاً جائز ہے چاہے مؤذن اذان کے بعد پڑھے یا دیگر سامعین کہ مسلم شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی موجود ہے کہ ارشاد فرمایا: جب مؤذن کی اذان سنو تو اس کا جواب دو اور اذان کے بعد مجھ پر صلوۃ پڑھو یہ حکم عام ہے جو مؤذن اور ہر اذان سننے والے مسلمان کو شامل ہے **اور آہستہ صلوۃ پڑھنے کی حدیث میں کوئی صراحت نہیں لہٰذا اگر مؤذن اذان کے بعد اونچی آواز سے یہ درود پڑھے تاکہ لوگوں کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد یاد آجائے اور بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجیں تو یہ ایک اچھی بات ہے۔۔۔** "آگے فرمایا": اور شافعیہ وحنابلہ نے جو بتایا ہے کہ یہ سنت اس سے

غالباوہی مراد ہے جواوپر مذکور ہوا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، جلد ا، ص ۲۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرحمن الجزیری کے خط کشیدہ الفاظ ایک بارنہیں بلکہ بار بار پڑھئے اور وہابیت اسمعیلیت پر چار حرف بھیجئے، وہ کہتے ہیں کہ موذن بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھے تو اچھا ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کی عقل میں کچھ ہے جو اس کو ہمارے کھاتے میں ڈال کرنا جائز وبدعت کی گردان سنا رہی ہے۔

(۷) علامہ احمد بن محمد القسطلانی (المتوفی ۹۲۳ھ) علیہ الرحمۃ علامہ سخاوی کے قول پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد اختلف فی ذلك هل هو مستحب أو مكروه أو بدعة وأستدل للأول بقوله تعالى: (وَافْعَلُوا الْخَيْرَ)، ومعلوم أن الصلاة والسلام من أجل القرب لا سيما وقد تواردت الأخبار على الحث على ذلك مع ما جاء فی فصل الدعاء عقب الأذان والصواب أنه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نيته...

صلاۃ وسلام کے مستحب یا مکروہ یا بدعت ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے اس کے مستحب ہونے پر وافعلوا الخیر (نیکی کرو) کے فرمان سے استدلال کیا گیا ہے یہ بات معلوم ہے کہ صلاۃ وسلام اجل القربات سے ہے خصوصا احادیث اس پر برانگیختہ کرنے کے متعلق کثرت سے وادر ہیں مثلا اذان کے بعد دعا کی فضیلت میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا ذکر آیا ہے **اور درست بات یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور صلاۃ وسلام پڑھنے والے کو اس کی اچھی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔**

(مسالک الحنفاء الی مشارع الصلاۃ علی المصطفی، ص ۲۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ کا حوالہ بھی دیا ہے، لہٰذا اسی وجہ سے ہم بھی علامہ قسطلانی کا حوالہ پیش کررہے ہیں۔ علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی وہ عبارت نقل کر کے اس کی تصدیق کی ہے جس میں علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے اذان کے ساتھ صلاۃ سلام کے جائز ہونے پر مہر لگائی ہے۔ وہابی اسمعیلی شاید پیدائشی اندھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا یا اس کو سوائے لایعنی باتوں کے اور کچھ پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے بیچارہ جس طرح کی چاہے ہانک دے اور پھر خود اسی کا کوئی فرد اس سے پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا، واہ وہابیت اسمعیلیت واہ۔

(۸) وہبہ بن مصطفی الزحیلی لکھتے ہیں:

وقد استحدث الصلاة على النبی بعد الأذان فی أيام صلاح الدين الأيوبی سنة (۷۸۱ھ) فی عشاء ليلة الاثنين، ثم يوم الجمعة، ثم بعد عشر سنين حدث فی الكل إلا المغرب، ثم فيها مرتين، قال الفقهاء: وهو بدعة حسنة.

اور اذان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر درود بھیجنے کی رسم سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں سنہ ۷۸۱ھ میں پیر کی عشاء کی اذان میں پڑی۔ اس کے بعد جمعے کے دن پڑی پھر دس سال بعد تمام نمازوں میں ماسوا مغرب کے یہ رسم رائج ہوگئی پھر مغرب میں دو مرتبہ ایسا ہونے لگا۔ **فقہاء فرماتے ہیں یہ بدعت حسنہ ہے۔** (الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ا، ص ۶۱۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مترجم وہابی اسمعیلی، جلد ا، ص ۴۷۲، دارالاشاعت کراچی)

اس کتاب کے بارے میں وہابی اسمعیلی مترجم لکھتا ہے:

مصنف نے خود ہی مفتی بہ اقوال کو اختیار کیا ہے اور مختلف اقوال اگر بیان کئے ہیں تو ساتھ مفتی بہ قول کی وضاحت کردی ہے، تاہم

جہاں مصنف نے مفتی بہ اقوال کی وضاحت نہیں کی یا مصنف سے سہو ہوا ہو تو مفتی بہ قول کی وضاحت کر دی گئی ہے۔
(الفقہ الاسلامی وادلتہ مترجم وہابی اسمعیلی، جلد ا، ص ۹ ۳، دارالاشاعت کراچی)

وہابیہ اسمعیلیہ کی پسند فرمودہ اور بقول ان کے مفتی بہ اقوال پر مشتمل کتاب نے بھی اعلان کر دیا کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔اب وہابیت اسمعیلیت کو اپنے اصلی گھر کا رخ کرنا چاہیے کیونکہ فقہاء بھی اہلسنت کی تائید میں ہیں اور اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے جواز کے قائل ہیں۔

(۹) شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قد أحدث المؤذنون الصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الأذان للفرائض الخمس إلا الصبح والجمعة فإنهم يقدمون ذلك فيها على الأذان وإلا المغرب فإنهم لا يفعلونه أصلاً لضيق وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك من أيام السلطان الناصر صلاح الدين أبي المظفر يوسف بن أيوب وأمره وأما قبل ذلك فإنه لما قتل الحاكم ابن العزيز أمرت أخته ست الملك أن يسلم على ولده الظاهر فيلم عليه بما صورته السلام على الإمام الظاهر ثم أستمر السلام على الخلفاء بعده خلفاً بعد سلف إلى أن أبطله الصلاح المذكور جوزي خيراً.

ترجمہ: یعنی موذنین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلاۃ وسلام اذان کے فورا بعد پڑھتے ہیں۔ظہر،عصر وعشا میں اور فجر اور جمعہ میں اذان کے بعد پڑھتے ہیں اور مغرب میں وقت کی تنگی کے پیش نظر بالکل نہیں پڑھتے اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور سلطانی میں انہی کے حکم پر ہوا اور اس سے پہلے جب مصر میں اسماعیلیہ کا حکمران حاکم ابن عزیز قتل ہوا تھا ۱۱ ۴ھ میں تو اس کی بہن **ست الملک** نے حکم جاری کیا تھا کہ حاکم کے بیٹے ظاہر پر اذان کے ساتھ سلام بھیجا جائے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ موذنین اذان کے ساتھ یوں کہتے تھے: السلام علی الامام الظاہر پھر اس کے بعد **تمام اسماعیلی عبیدی خلفاء** میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر حکمران پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے سلطان صلاح الدین ایوبی مذکور نے باطل کیا اللہ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔
(القولُ البدیعُ فی الصّلاۃِ علَی الحَبیبِ الشَّفیعِ ص ۹۴ ۳، دارالکتب پشاور)

مزید لکھتے ہیں:

وقد اختلف في ذلك هل هو مستحب أو مكروه أو بدعة أو مشروع وأستدل للأول بقوله تعالى: (وَافْعَلُوا الْخَيْرَ)، ومعلوم أن الصلاة والسلام من أجل القرب لا سيما وقد تواردت الأخبار على الحث على ذلك مع ما جاء في فصل الدعاء عقب الأذان والثلث الأخير من الليل وقرب الفجر والصواب أنه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نيته...

صلاۃ وسلام کے مستحب یا مکروہ یا بدعت یا مشروع ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے اس کے مستحب ہونے پر وافعلوا الخیر (نیکی کرو) کے فرمان سے استدلال کیا گیا ہے یہ بات معلوم ہے کہ صلاۃ وسلام اجل القربات سے ہے خصوصا احادیث اس پر برانگیختہ کرنے کے متعلق کثرت سے وادر ہیں مثلا اذان کے بعد دعا کی فضیلت میں رات کے آخری تیسرے حصہ میں اور فجر کے قرب میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا ذکر تاکید کے ساتھ آیا ہے **اور درست بات یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور صلاۃ وسلام پڑھنے والے کو اس کی اچھی نیت کی وجہ**

سے اجر ملے گا۔ (القولُ البَدِیعُ فی الصَّلاۃِ علَی الحَبیبِ الشَّفِیعِ، ص۳۹۵، دارالکتب پشاور)

تقریباً سادات احناف نے اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کے جائز ہونے میں علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع'' کا ذکر کیا ہے لہٰذا ہم نے اس کا بھی حوالہ دے دیا ہے۔ نیز اس حوالے کو دینے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہابیت اسمٰعیلیت کی سب سے بڑی دلیل کو بیان کیا جائے کیونکہ جب وہابیت اسمٰعیلیت ہر طرح کے لایعنی دلائل دے کر تھک جاتی ہے تو اب ایک ہی دلیل ان کے پاس ہوتی ہے کہ تحریف ہی کر دو ویسے تو کام چلا نہیں اب ایسے ہی چلاؤ وہابی اسمٰعیلی جب اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کو ناجائز ثابت نہ کر سکے تو ''القول البدیع'' جس میں اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کو جائز کہا گیا ہے اس میں ہی تحریف کر دی کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی کی ''القول البدیع'' کے ترجمہ میں خیانت

علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا حوالے سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام بدعت حسنہ ہے اور اذان کے ساتھ درود وسلام پڑھنے والے کو اس کی اچھی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا کیونکہ علامہ صاحب کی یہ بات وہابیہ اسمٰعیلیہ کی وہابی سوچ کے مطابق نہیں تھی لہٰذا وہابیت اسمٰعیلیت نے جب القول البدیع کا ترجمہ کیا تو علامہ صاحب کی اس عبارت "**والصواب أنه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نيته**" کا ترجمہ ان کی عبارت کے مطابق کرنے کے بجائے اپنی وہابی اسمٰعیلی سوچ کے مطابق کیا۔

چنانچہ وہابی اسمٰعیلی معظم الحق ''القول البدیع'' کی اسی عبارت کے ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بدعت ہے (ناقل کی معروض یہ ہے کہ اذان کے بعد دعا میں تو صلاۃ وسلام موجود ہے تو رواجی اور گڑھے ہوئے متعین الفاظ میں الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ یا یارسول اللہ مستحب نہ ہوا۔ اذان کی دعا مکمل کرنے کے بعد جو صلی اللہ علیہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم پڑھ لیا جاتا ہے وہ کفایت کرتا ہے)۔ (القول البدیع کا اردو ترجمۃ درود شریف کے فضائل وآداب، ص۹۸، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

وہابی اسمٰعیلی معظم الحق کی جہالتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی عربی عبارت اور وہابی اسمٰعیلی کا ترجمہ دیکھ لیں وہابیت اسمٰعیلیت کی تکلیف بالکل واضح ہو جائے گی اور یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ علامہ صاحب جس چیز کے جائز ہونے کا کہہ رہے ہیں اور اس کے کرنے والے کے لئے اجر وثواب بیان کر رہے ہیں وہابیت اسمٰعیلیت اسی کو ناجائز ثابت کر رہی ہے اور اس کے لئے کیسے کیسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ویسے تو دوسروں پر عوعو کرتا ہے کہ خیانت کر دی جی یہ کر دیا جی وہ کر دیا ادھر اپنوں پر بھی عوعو کرے اور ان پر ہی خیانت خیانت کی گردان پڑھے۔

(۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اول ما زيد الصلوة والسلام بعد كل اذان المنارة في زمن السلطان المنصور بن حاجي الاشرف شعبان بن حسين بن الناصر محمد بن منصور بأمر المحتسب نجم الدين الطلنبذي وذالك في شعبان سنة احدى وتسعين وسبعماة وكان حدث قبل ذالك في ايام السلطان صلاح الدين بن ايوب ان يقال قبل اذان الفجر في كل ليلة بمصر والشام السلام على رسول الله واستمرّ ذالك الى سنة سبع وتسعين

وسبعمائة فزید بأمر المحتسب صلاح الدین البرلسی ان یقال۔ "الصلوة والسلام علیك یارسول الله ثم جعل عقب کل اذان سنة احدی وتسعین وسبع مأة۔۔

یعنی منارہ پر اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام شعبان المعظم 791ھ میں سلطان منصور حاجی اشرف شعبان بن حسین الناصر محمد بن منصور کے دور میں محتسب نجم الدین الطلنبذی کے حکم پر شروع ہوا اس سے پہلے سلطان صلاح الدین بن ایوب کے زمانہ میں ہر رات اذان فجر سے پہلے السلام علی رسول اللہ شروع کیا گیا یہ سلسلہ مصر وشام میں جاری رہا یہاں تک کہ 867ھ میں محتسب صلاح الدین البرلسی کے حکم پر الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھے جانے کا حکم جاری ہوا اور پھر ہر اذان کے ساتھ ۷۹۱ھ میں جاری ہوا۔

(الوسائل الی معرفۃ الاوائل، ص ۴۶، مکتبہ برکات رضا گجرات بحوالہ صلاۃ وسلام)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا نام بھی سادات احناف نے لیا ہے لہٰذا ان کی ایک کتاب کا حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔

(۱۱) عارف باللہ علامہ عبدالوہاب بن احمد شعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال شیخنا رضی الله عنه لم یکن التسلیم الذی یفعله الموذنون فی ایام حیاته صلی الله علیه وسلم ولا الخلفا الراشدین۔ قال کان فی أیام الروافض بمصر شرعوا التسلیم علی الخلیفة ووزراءه بعد الاذان الی ان توفی الحاکم بأمر الله و ولّوا اخته فسلموا علیها وعلی وزراءها من النسا فلما تولی الملك العادل صلاح الدین بن ایوب فابطل هذه البدع وامر الموذنین بالصلاة والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بدل تلك البدعة وامر بها اهل الامصار والقری فجزاه الله خیرا۔

یعنی ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفا راشدین کے دور میں نہیں تھا۔ فرمایا کہ مصر میں رافضیوں نے اپنے خلفا پر اور اپنے وزرا پر اذان کے بعد سلام شروع کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ جب انکا حاکم **بامر اللہ** قتل ہوا تو رافضیوں نے اس کی بہن کو حکمران مقرر کر لیا لہٰذا اس خاتون ست الملک اور اس کی وزرا خواتین پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا گیا۔ پھر جب سلطان عادل صلاح الدین ایوبی مصر کے سلطان بنے تو انہوں نے ان تمام بدعتوں کو ختم کیا اور تمام شہروں اور دیہاتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اذان کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم جاری کیا اللہ اسے جزائے خیر دے۔

(کشف الغمہ عن جمیع الامۃ، ص ۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نوٹ: سادات احناف کے علاوہ جن اکابرین کے حوالے اس مضمون میں دیئے گئے ہیں وہ یا تو وہابیت اسمٰعیلیت کے اصول کے مطابق ہیں یا محض تائیداً ہیں۔ لہٰذا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کسی قسم کا کوئی بہانہ نہ بنائے۔

بحمداللہ ان تمام حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام جائز ہے سادات احناف کی تصریحات بھی بیان ہو گئیں اور ساتھ ہی ساتھ چند حوالے بطور تائید دیگر اکابرین کے بھی بیان ہو گئے۔ وہابی اسمٰعیلی کے پاس کیونکہ عقل نام کی کوئی چیز ہوتی نہیں لہٰذا ایسے ہی منہ اٹھا کر اعتراض کر دیتا ہے جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو پیدائشی علمی یتیم ہے، اس نے بھی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ بس بغض اہلسنت میں غرق ہو کر فتوے داغنا شروع کر دیئے ویسے تو یہ بہت بڑی بڑی ہانکتا ہے اور حالت یہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیادی کتاب الدر المختار سے بھی نابلد ہے جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اذان کے ساتھ درود پاک بدعت حسنہ ہے جائز ہے۔ قارئین! سادات احناف کے حوالہ جات وموقف آپ پڑھ چکے اور اسی ضمن میں دیگر اکابرین کے حوالے بھی دیکھ چکے اب میں آپ کو وہابی اسمٰعیلی ساجد

خان کا جہالت بھرا دعوی بھی بتا دیتا ہوں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ہمارے دیار میں آج جو ہر اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا کوئی ثبوت فقہ حنفی میں موجود نہیں خود خان صاحب بریلوی کے دور میں بھی اذان سے پہلے صلوۃ و السلام نہیں پڑھا جاتا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۲، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ جھوٹ بولا کہ ہر اذان سے پہلے جو صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا فقہ حنفی میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بحمد اللہ ہم کئی سادات احناف کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ اذان کے ساتھ چاہے پہلے ہو یا بعد میں صلاۃ وسلام جائز ہے اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے اس جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے ان عبارات کی کوئی لایعنی تاویل کرے گا تو ان شاء اللہ ہم اسی کے گھر سے ثابت کریں گے کہ ان سادات احناف کی عبارات یا دیگر اکابرین کی عبارات کا تعلق مروجہ درود وسلام کے ساتھ ہی ہے اور ان عبارات میں سادات احناف نے درود وسلام کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کسی دور میں کسی کام کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام جائز نہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو واضح الفاظ میں لکھے پھر ہم بتائیں گے کہ کون کون سی چیزیں پہلے نہیں تھیں لیکن وہابی اسمعیلی اس کو کرتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی کے گھر سے آئینہ

وہابی اسمعیلی ساجد خان اذان سے پہلے درود وسلام کے ثبوت سے جاہل ہے اور کہتا ہے کہ اس کا فقہ حنفی میں کوئی ثبوت نہیں بحمد للہ ہم نے فقہ حنفی سے تو ثبوت دے دیا ہے اور ایسا دیا ہے کہ قیامت تک یاد رکھے گا ادھر ادھر کی ہانکے گا، لایعنی تاویلات لے کر آئے گا لیکن ان عبارات کا جواب نہیں دے گا، اب ہم وہابی اسمعیلی کو اسی کے گھر کی سیر کرواتے ہیں جس میں اذان کے ساتھ درود وسلام کے جواز کا قول موجود ہے اگر وہابی اسمعیلی میں دم خم ہے تو ادھر فتوے لگائے اور اپنے سارے اصول ان کو سنائے ورنہ ہمارے بارے میں بکواس کرنے سے باز آئے۔

وہابی اسمعیلی شیخ الحدیث ومفتی فرید لکھتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا عبادت ہے خواہ اذان سے قبل ہو یا اذان کے بعد ہو ان میں سے کوئی بھی ممنوع نہیں ہے۔

(فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۲۴۸، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

میں یہاں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرتا بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان سے یہ کہتا ہوں کہ کم از کم پانچ سادات احناف سے اپنے وہابی اسمعیلی مفتی کی اس بات کو ثابت کر دے جو یہ کہہ رہا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد صلاۃ وسلام جائز ہے۔ وہابی اسمعیلی مر جائے گا دوسروں پر بہتان بازی کی ساری حدیں کراس کر جائے گا لیکن اپنے اس وہابی اسمعیلی مفتی کی اس بات کو کبھی بھی ثابت نہیں کر سکے گا اگر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا بھی تو اس کو اہلسنت ہی کے قدموں میں گرنا پڑے گا۔

یہی وہابی اسمعیلی مفتی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

سوال: ہمارے علاقے میں عام طور پر موذنین صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: یہ تمام طرق نہ ممنوع ہیں نہ مطلوب۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۲۸۳، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے منہ پر اسی کے مفتی کا طمانچہ، وہابی مفتی کہتا ہے کہ اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام ممنوع نہیں ہے، جبکہ وہابی اسمٰعیلی نہ جانے اس کو کیا کیا کہتا ہے۔ بہرحال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پھر وہی سوال کروں گا ہمیں یہ مت بتاؤ کہ اس وہابی مفتی نے آگے کیا لکھا یا پیچھے کیا لکھا بس یہ بتاؤ کے اس نے یہ جو شرعی حکم بیان کیا ہے وہ کن کن سادات احناف نے بیان کیا، کن کن سادات احناف نے اذان کے ساتھ درود پاک کو جائز کہا ہے؟ ان سب کے نام مع کتاب بیان کیا جائے، باقی کی ساری لایعنی تاویلات اپنے پاس رکھی جائیں۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد ۱، ص ۳۱۲، دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

یہ ایک اور مقام ہے جہاں وہابی اسمٰعیلی مفتی نے ساجد خان کی نیا غرق کی ہے یہ جاہل بلکہ اپنے وہابی آباء کی طرح اجہل ہم سے ثبوت مانگتا ہے بحمد للہ ہم نے تو سادات احناف ہی کے کئی حوالے بیان کر دیئے ہیں اب وہابی اسمٰعیلی کمر کس لے اور اپنے اس وہابی باپ کے حوالوں کا جواب سادات احناف سے دے۔ مجھے یقین ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنی آبائی عادت پر عمل کرتے ہوئے سب کچھ ہضم کر جائے گا اور کوئی ثبوت نہیں دے پائے گا۔

وہابی اسمٰعیلی اصول اور اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام

وہابی اسمٰعیلی دوسروں کو تو بتاتے ہیں کہ تمہارے یہ اصول ہیں وہ اصول ہیں لیکن اپنے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ان کو موت نظر آتی ہے اور یہ اپنے اصولوں سے ایسا بھاگتے ہیں کہ پھر مڑ کر بھی نہیں دیکھتے مگر دوسروں پر اصول تھوپنے ہوں تو یہ وہابی اسمٰعیلی قوم سب سے آگے ہوتی ہے بلکہ اب ان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ ان کے پاس اپنی باتوں کا جواب ہی نہیں ہوتا لہٰذا دل کو تسلی دینے کے لئے ادھر ادھر سے اصول اکٹھے کر دینا کافی سمجھتے ہیں اگر یہی کام ہم کریں وہابیت اسمعیلیت کی چیخیں دار دیو تک پہنچتی ہیں، میں یہاں وہابیت اسمعیلیت کے چند اصول بیان کر دیتا ہوں جو موقع کے اعتبار سے بہت ہی مفید ہیں اور جس چیز پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں کوسنے اور ثبوت مانگنے میں لگا ہے وہ تو خود اسی کے گھر کے اصولوں سے ثابت ہے اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کسی اور کو اصول دکھانے یا سمجھانے کے بجائے اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرے ورنہ اپنی لایعنی باتیں اپنے ہی طبقے کو بیوقوف بنانے کے لئے جمع رکھے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی تبلیغی زکریا کا خلیفہ مختار الدین اپنی کتاب میں یہ ہیڈنگ ''جب کوئی چیز مطلقا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت وغیرہ کو ناجائز یا بدعت کہنے والا برھان ودلیل پیش کرے گا'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

آج کل ذکر کی مروجہ صورتوں کے بارے میں عجیب بات یہ کہی جاتی ہے کہ فلاں صورت کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے مجالس ذکر ثابت نہیں وغیرہ۔ لیکن جب ذکر بالجہر ثابت ہو چکا ہے پھر بھی اس کے بعد بلا کسی خاص وجہ کے یہ اعتراض اٹھانا کہ جہر تو جائز ہے مگر فلاں ہیئت وصورت کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے یقینا حماقت وسخافت کی دلیل ہے اور اس کے بعد یہ مطالبہ کرنا کہ یہی صورت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے کیونکہ جب جہر بھی ثابت ہے اور مجلس ذکر کی فضلیت بھی ثابت ہے تو پھر اس کے بعد جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں صورت مجلس ذکر کی جائز نہیں دلیل وبرھان پیش کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص ۲۰۷، دارالایمان راولپنڈی)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے وہابی احمدی استاذ تقی عثمانی کی مصدقہ ہے۔

وہابی اسمعیلی تبلیغی زکریا کے خلیفہ مختار الدین کا یہ پورا اقتباس وہابیت اسمعیلیت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے کافی ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی مکروہ شکل بھی اسی میں دیکھ لے اور اس وہابی اسمعیلی اور اپنے استاذ کی تصدیق کی تصدیق کرتے ہوئے اپنی حماقت اور سخافت پر جشن منائے، اور اپنے منہ پر ضد و ہٹ دھرمی کی پٹی لگائے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے اسی اقتباس کی صورت میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب درود پاک کی فضلیت ثابت ہو چکی بلکہ یہ تو مسلم ہے تو اذان کے ساتھ درود پاک کے ناجائز ہونے کی دلیل و برھان وہ بھی قابل سماعت پیش کرو ورنہ اسی اقتباس میں ڈوب مرو۔ مجھے معلوم ہے کہ وہابی اسمعیلی اپنے آپ کو بچانے کے لئے الٹے الٹے ہاتھ مارے گا لیکن جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے اس کی ذلت کا مکمل سامان تیار کیا ہوا ہے، مزید دیکھیے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان پکا بدعتی وہابی فتویٰ

وہابی اسمعیلی مختار الدین مزید لکھتا ہے:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جس چیز کا جواز و استحباب یا حلال ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی کسی صورت یا کسی فرد و جزو کو بغیر کسی مضبوط دلیل و برھان کے ناجائز یا حرام یا بدعت کہنا خود قرآن اور شریعت مطہرہ کی رو سے ناجائز اور ایک اعتقادی بدعت ہے۔

(ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۳۰۵، دار الایمان راولپنڈی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاذ کی مصدقہ کتاب نے ہی اس کو الٹا لٹکا دیا اور جو جاہل بلکہ اجہل آدمی دن رات ہمیں بدعتی ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے خود اسی کے وہابی اسمعیلی اکابرین نے اس کے بدعتی ہونے پر مہر ثبت کر دی، وہابی تبلیغی زکریا کا خلیفہ کہتا ہے کہ "جو چیز جائز ہو اس کی کسی بھی صورت یا فرد کو بغیر مضبوط دلیل کے ناجائز یا بدعت کہنا قرآن و شریعت کے فتوی سے اعتقادی بدعت ہے" میں چیلنج سے کہتا ہوں اور پوری وہابیت اسمعیلیت کو کہتا ہوں کہ اذان کے ساتھ صلاۃ و سلام بھی مطلق درود پاک کی صورت و فرد ہے اور مطلق درود پاک کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت تو اب اس کے ناجائز و بدعت ہونے پر کوئی اسی جیسی مضبوط دلیل لے کر آؤ اور اگر نہ لا سکے اور یقینا نہیں لا سکو گے تو پھر اپنے بدعتی ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا۔ میں یہ بات پہلے سے ہی عرض کر دیتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی مضبوط دلیل لے کر آئے گا میں اللہ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب کی نگاہ کرم سے اسی دلیل سے اس کے وہابی آباء کو ہی بدعتی ثابت کروں گا۔

(۲) وہابی اسمعیلی عبد المعبود لکھتا ہے:

کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی بالتعیین وارد ہوا ہو بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں۔ اگر عمومات سے حکم ثابت نہ ہو سکے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو سکے گا۔ مثلا مدارس کا قائم کرنا تعلیم دین کے لئے مستحب ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے۔ ریل میں سفر کرنا جائز ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے علی ھذا پس بعد عیدین کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا گو صراحۃ احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر بعض احادیث سے ہر نماز کے بعد دعا کا مستحب ہونا ثابت ہے۔۔۔ (فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا، ص ۱۲۱، مکتبۃ رحمانیہ لاہور)

بحمد للہ وہابی اسمعیلی عبد المعبود کے اس اقتباس نے اہلسنت کی تائید میں وہابیت اسمعیلیت کو جلا کر راکھ کر کے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اہلسنت حنفی بریلوی آج سے کئی سال پہلے جو کہتے تھے اور وہابی اسمعیلی اکابرین کی عقلیں خراب ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھتی تھی

آج وہی بات وہابی اسمٰعیلی نے اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی عقل میں ٹھونس دی ہے اوراس بات کا برملا اظہار کیا ہے کہ آج تک وہابی اسمٰعیلی جتنے بھی فتوے ٹھوکتے رہے وہ سب جھوٹ ،ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے تھے ،میں وہابیوں اسمٰعیلیوں احمدیوں سے پوچھتا ہوں کہ ''جب کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے بالتعیین نام ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں'' تو وہابی اسمٰعیلی آج تک اہلسنت سے بالتعیین کی رٹ کیوں لگاتے آئے ہیں؟ یا یہ اصول صرف وہابی اسمٰعیلی اکابرین کو بچانے کے لئے خودساختہ ہیں؟ یا جب اپنے وہابی اکابرین کی باری آئی اوران پرفتوے لگنے لگے تو سب کچھ جائز ہوگیا؟ وہابی اسمٰعیلی ساجدخان اس کا جوبھی جواب دے بحمدللہ ہمارا مدعی ہی ثابت ہوگا کہ جب قرآن وحدیث سے درود پاک ثابت ہے تواذان سے پہلے ہو یا بعد میں سب جگہ جائز ہے بالتعیین کی رٹ لگانا وہابی اسمٰعیلی اصول کے خلاف ہے۔اسی طرح ایصال ثواب جب قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو اس کا ہر فرد ثابت ہوگا دوسرے دن ہو یا دسویں دن یا چالیسویں دن اور یہاں بھی بالتعیین کی رٹ وہابیت اسمٰعیلیت کے بابوں کے خلاف ہے۔یونہی سرکار دوعالم ﷺ کا ذکر پاک قرآن وحدیث سے ثابت ہے اب یہ ذکر کسی بھی نام سے ہو جائز ہے چاہے سیرت کے نام سے ہو یا میلاد کے نام سے اوراس میں بھی بالتعیین کی رٹ لگانا وہابیت اسمٰعیلیت کے اکابرین کو الٹا لٹکانا ہوگا۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی رشید گنگوہی کہتا ہے:

مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں۔

(ذکر اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں، ۱۵۲،۱۲۶، زمزم پبلشرز)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی جو خود کہتا تھا کہ اللہ میری زبان سے حق کے سوانہیں نکلوائے گا اس نے ہی وہی بات بیان کردی جو اہلسنت وہابیہ اسمٰعیلیہ کو سمجھاتے آئے ہیں وہابی اسمٰعیلی کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مطلق کا جوبھی فرد ہے اس کو کرنا جائز ہے۔اب میں وہابیہ اسمٰعیلیہ سے پوچھتا ہوں کہ اذان کے ساتھ درود پاک قرآن پاک واحادیث کا فرد ہے یا نہیں، اگر ہے اور یقینا ہے تو پھر یہ ساری بکواسات کیوں؟ اوراس فتوے بازی کا کیا مقصد ہے؟ یا یہ سب چالیں ہیں بھولے بھالے لوگوں کو پھنسانے کی؟ وہابی اسمٰعیلی ساجدخان اپنے وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی کی بات مانے کیونکہ اسی کی اتباع پر اس کی نجات موقوف ہے اوراس طرح کی لن ترانیاں چھوڑ دے اوران اوچھے ہتھکنڈوں سے باز آئے اور اپنے ہی گھر کے اصولوں پر عمل کرکے دیکھائے ورنہ دوسروں کو کہتے ہوئے کچھ شرم کرے ہمیں معلوم ہے کہ شرم نام کی کوئی چیز جب وہابی اکابرین میں نہیں تھی تو ان چھوٹوں میں کہاں سے آئے گی۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

پس بعد ثبوت مشروعیتِ جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر ہو ہر طور سے جائز ہے۔(ذکر اللہ کے فضائل ومسائل، ص۳۰۵، دارالایمان راولپنڈی)

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی نے بھی وہابیت اسمٰعیلیت کا بیڑا غرق کردیا ہے ہم بھی اسی کی زبان میں کہتے ہیں کہ بعد ثبوت مشروعیتِ صلاۃ وسلام کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر ہو اذان سے پہلے ہو یا بعد میں ہر طور سے جائز ہے۔وہابی اسمٰعیلی ہمیں کو سنے کے بجائے اپنے گھر کی خبر لے اوران کو سمجھائے۔

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا، گو نبی ﷺ اور انکے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اسلئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔ (بہشتی زیور، حصہ یازدہم،ص ۸۰۰، دارالاشاعت کراچی)

جب بقول وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی عیدین کی نماز کے بعد دعا ثابت نہیں تو یہ مسنون کیسے؟ اور جب بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ ہر دعوی خاص کے لئے دلیل خاص ضروری ہے تو پھر عیدین کی نماز کے بعد دعا کو دلیل عام سے کیوں ثابت کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہم بھی وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی کے اسی اصول کے مطابق کہتے ہیں کہ جب ہر وقت درود پاک پڑھنا جائز ہے تو اذان کے ساتھ بھی جائز ہے۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی مفتی عزیز الرحمن عیدین کے بعد دعا کے جواز میں ایک اصول لکھتا ہے:

کیونکہ جب کلیۃ استحباب دعا بعد صلوت کے ثابت ہوگیا تو اب یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، جلد ۵،ص ۱۹۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

یہ دار دیو کے بڑے مفتی ہیں جب ان سے وہ سوال کیا گیا جس سے وہابی اسمٰعیلی خود بدعتی ثابت ہوتے تھے تو اس وہابی اسمٰعیلی نے یہ اصول وضع کیا اور بزعم خود اپنے آپ کو اور اپنے وہابی اکابرین کو بدعتی ہونے سے بچانے کی کوشش کی لیکن اس نے وہابیت اسمٰعیلیت کا گلا گھونٹ دیا اور اس کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیا، بیچارہ اپنے وہابی آباء کو تو بدعتی ہونے سے نہ بچا سکا کیونکہ وہ اپنے اصولوں سے پکے بدعتی ہیں لیکن اصول بیان کر کے وہابیت اسمٰعیلیت کو تباہ کر گیا۔ اب ہم بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ کو یہی کہتے ہیں کہ جب کلیۃ استحباب صلاۃ وسلام کا ثابت ہوگیا تو اب یہ ضرور نہیں کہ ہر ہر جگہ کی الگ الگ تصریح بیان کی جائے۔ لہٰذا جس طرح نماز عیدین کے بعد دعا بقول وہابیہ ثابت نہیں ہے اس کے باوجود بھی جائز ہی نہیں مستحب ہی نہیں بلکہ مسنون ہے تو اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام کی اگرچہ ان ادوار میں تصریح نہیں ہے اس کے باوجود سادات احناف کے فتاوی اور وہابی اصول کے مطابق جائز ہے۔

قارئین! ہمارے پاس اور بھی کئی حوالے موجود ہیں لیکن وہابیہ اسمٰعیلیہ کی ذلت و رسوائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے اگر کسی وہابی اسمٰعیلی نے اپنے آبائی اصول مانتے ہوئے جواب دیا تو ان شاءاللہ مزید حوالہ جات بھی پیش کئے جائیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: فما یفعله الموذنون الآن عقب الاذان من الاعلان بالصلاۃ والسلام مرارا اصله سنة والکیفیة بدعة لان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر فیه کراهة۔ (مقصد اس عبارت کا یہ ہے کہ یہ جو آج کل موذن اذان کے بعد زور زور سے صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ اس کی اصل تو سنت ہے (یعنی درود پڑھنے کا ثبوت تو موجود ہے) لیکن یہ مروجہ کیفیت کہ زور زور سے ہر اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا یا جیسے ہمارے ہاں آج کل ہوتا ہے اذان سے پہلے اسپیکر پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں یہ کیفیت و انداز بدعت ہے کیونکہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ خاص کر مسجد حرام جس میں ہر وقت لوگ طواف پڑھ رہے ہوتے ہیں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اعتکاف میں بیٹھے ہوتے ہیں ان کی عبادات میں اس سے خلل واقعہ ہوتا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۹۲، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: تو علامہ علی قاری کی یہ عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید کہتا ہے کہ ”اذان سے پہلے یا بعد

میں درود شریف کہنے میں کوئی حرج نہیں۔'' وہابی اسمٰعیلی جو جواب اس عبارت کا دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے کیونکہ وہابی اسمٰعیلی علامہ علی قاری کی عبارت سے بدعت سیئہ مراد لے رہا ہے اور بدعت سیئہ جائز نہیں ہوتی تو اس کا وہابی مفتی اس کو جائز کیوں کہہ رہا ہے جیسا کہ ہم نے ماقبل بھی حوالے دیئے ہیں۔

ثانیاً: یہ عبارت اسی مفہوم کے ساتھ جو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بیان کیا ہے سادات احناف کے بھی خلاف ہے وہابی اسمٰعیلی جو جواب سادات احناف کی طرف سے دے گا وہی ہماری طرف سے قبول کر لے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی نے جو وضاحت علامہ علی قاری کی عبارت کی کی ہے اگر اس کو ایسے ہی مان لیا جائے تو یہ عبارت خود علامہ علی قاری کے بھی خلاف ہے کیونکہ **علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ شرح شفاء میں لکھتے ہیں:**

(ومن المواطن.. الصلاة علیه عند ذکره و سماع اسمیه او کتابه) وفی نسخة او کتابه(اوعند الاذان)ای الاعلام الشامل للاقامة۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجنے کے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک سننے کے وقت یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لکھنے کے وقت یا اذان کے وقت) اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی واقامت دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض، جلد ۲، ص ۱۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ تو صرف اذان کے وقت ہی صلاۃ وسلام کو جائز نہیں فرما رہے بلکہ اقامت کے وقت بھی جائز فرما رہے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی صرف عقل خراب ہے ورنہ علامہ علی قاری کی پہلی عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جو دیگر سادات احناف نے بیان کیا ہے۔

رابعاً: علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول کے خلاف ہے۔

وہابی اسمٰعیلی انور شاہ کشمیری لکھتا ہے:

جس فعل کی اصل شارع سے ثابت ہو وہ بدعت نہ ہوگی۔ (انوار الباری، جلد ۱۷، ص ۱۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

علامہ علی قاری تو وہابی اسمٰعیلی کی نقل کی ہوئی عبارت میں فرما رہے ہیں کہ اس کی اصل صرف ثابت ہی نہیں بلکہ سنت ہے تو وہابی اصول کے مطابق بدعت سیئہ کیسے؟ اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ علی قاری کے خلاف بھی کچھ لکھے یا پھر اپنی علمی یتیمی پر روئے۔

خامساً: علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے جو دلیل اس پر بیان کی ہے ''لان رفع الصوت فی المسجد کراھة'' اس کی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ترجمانی اس طرح کرتا ہے'' کیونکہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے'' اب میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر مکروہ تحریمی ہے؟ اگر ہے تو مبارک ہو کہ تمہارے تقریباً سارے ہی وہابی اکابرین اس مکروہ تحریمی کے مرتکب ہیں پہلے ان کی جان چھڑالو پھر ہم سے بات کرو۔

قارئین! ہم نے ذکر بالجہر والے مسئلہ میں اس پر کئی حوالے دیئے ہیں جس میں واضح طور پر مسجد میں بلند آواز سے ذکر کو صرف جائز ہی نہیں کہا بلکہ خود وہابی اکابرین مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرتے تھے، یہاں ایک دو حوالے بیان کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی اپنی کتاب میں یہ ہیڈنگ ''فقہائے امت رحمہ اللہ ومحدثین رحمۃ اللہ علیہم کے آراء سے مساجد میں ذکر بالجہر کا ثبوت'' دینے کے بعد لکھتا ہے:

امام محمد بن محمد شہاب المعروف ابن بزاز کردری حنفی رحمہ اللہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ، علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا یمنع من الجھر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قولہ تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔۔۔اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ ۔۔۔محدث الہند علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔۔۔۔وانا اذکرہ معربا فنقول الجھر و الاعلان بالذکر والتلاوۃ و الاجتماع للذکر فی المجالس و المساجد جائز و مشروع لحدیث من ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم۔۔۔۔میں اس کا عربی ترجمہ کرتا ہوں کہ ذکر اور تلاوت کے لئے جہر اور اعلان اور ذکر کی مجالس اور مساجد میں اجتماع جائز اور مشروع ہیں۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے کہ وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی کی یہ کتاب ۲۵ وہابیوں کی مصدقہ ہے۔

اولاً: تو وہابی اسمٰعیلی اپنے ان وہابیوں کو علامہ علی قاری کی عبارت دکھائے اور ان پر فتوی لگائے کہ علامہ علی قاری مسجد میں بلند آواز سے ذکر کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور یہ جائز کہتے ہیں یا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے وہابیوں سے علامہ علی قاری کی عبارت کا مطلب سمجھ لے پھر ہم سے بھی جواب لے لے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی نثار احمد نے یہاں سادات احناف و دیگر اکابرین امت کا موقف لکھا ہے اور اس میں اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر جائز ہی نہیں بلکہ مساجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع کرنے والے پر وعید ہے لہٰذا وہابی اسمٰعیلی پہلے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کو اس وعید سے بچالے کیونکہ وہ اس کے وہابیوں کے نزدیک مسجد میں بلند آواز سے ذکر کو مکروہ تحریمی کہہ کر اس وعید کے مستحق ٹھہر چکے اور جو جو سادات احناف مسجد میں بلند آواز سے ذکر کے قائل ہیں وہ تیری اس ترجمانی سے مکروہ تحریمی کے مرتکب ٹھہرے ان پر مکروہ تحریمی کے ارتکاب کے فتوے لگالے پھر ہم سے بات کرلے۔

قارئین: ہمارے پاس حوالے اور بھی وہابی اسمٰعیلی کو آئینہ دکھانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۲۲......}

نماز کے بعد ذکر بالجہر اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی اسی کتاب میں نہیں بلکہ اہلسنت کے خلاف لکھی گئی ہر کتاب میں وہ وہ ہچکولے کھائے ہیں کہ اس کے مرکرمٹی ہونے والے وہابی بھی پریشان ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہر مقام پر تقریبا اپنے اور اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کے اصولوں سے انحراف کی ایک اور تاریخ رقم کی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی اسی کتاب ''بریلویت بمقابلہ حنفیت'' کے ٹائٹل پیج پر واضح لکھا ہے کہ ''اس کتاب میں وہابی اسمٰعیلی اور اہلسنت حنفی بریلوی کے درمیان اختلافی مسائل پر سادات احناف اور مشائخ ہند کو ثالث بنایا گیا ہے'' یہ لکھنے کے باوجود بھی وہابی اسمٰعیلی نے کئی مقامات پر سادات احناف کا موقف بیان ہی نہیں کیا اور ایسے ہی بونگیاں مار کر کتاب کے صفحات سیاہ کر کے اس کی ضخامت بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ اس مقام پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ ہیڈنگ ''حنفیت اور نمازی کے پاس باآواز بلند ذکر'' دی ہے۔ جب ہیڈنگ یہ ہے تو آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے

سادات احناف کا یہاں موقف بیان کیا ہوگا اور ہمیں اس کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہوگی لیکن آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے سادات احناف کا موقف بیان کرنے اور وہابیت اور اہلسنت کے درمیان سادات احناف کو ثالث بنانے کے بجائے اپنی ہی کتاب کے اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے یہ تیر مارا۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

حنفیت اور نمازی کے پاس ب آواز بلند ذکر کرنا آج اہل بدعت کی مساجد میں فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً زور سے تین دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔اس کے جواز پر مفتی احمد یار گجراتی، مولانا غلام رسول سعیدی، صاحب رشدالایمان نے اپنی کتب میں دلائل بھی دیے ہیں۔مگر مولانا محمد عبد الغفور شرقپوری بریلوی صاحب نے اپنی کتاب ''نمازی کے پاس ب آواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں؟ ناشر مکتبہ فاروقیہ رضویہ لاہور'' نے اسے ناجائز اور فقہ حنفی کے خلاف قرار دیا ہے۔اس کتاب پر دس جید بریلوی اکابر کی تقاریظ موجود ہیں۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۹۳،جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی دیکھیے کہ اس نے کس طرح سادات احناف کا موقف بیان کر کے ان کو ثالث بنا کر ہمیں ان کا مخالف ثابت کیا ہے۔؟ قارئین! جس طرح وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب کے اصول کی دھجیاں بکھیری ہیں وہ آپ نے دیکھ لیں ہیں۔میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اس بارے میں تمہارے نزدیک سادات احناف کا موقف کیا ہے۔؟ کیا نماز کے بعد ذکر تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے اور کیا یہی سادات احناف کا موقف ہے۔؟ وہابی اسمٰعیلی اپنے اصول کے مطابق اپنا موقف بیان کرتا اور پھر اس پر سادات احناف کے حوالے بزعم خود بیان کر کے ہمیں اس کا مخالف ثابت کرتا لیکن اس کے پاس اس طرح کا کچھ تھا ہی نہیں یا اس کو معلوم تھا کہ اگر اس طرح کرتا ہوں تو مزید ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا لہٰذا اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور علماء اہلسنت کے آپسی اختلاف کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی۔پھر بھی ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی کے گھر تک چھوڑ آتے ہیں اور جس طرح اس مقام پر اس نے ہمیں سادات احناف کا مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ہم بھی اسی اصول سے اس کو اسی کے گھر کی صحیح تصویر دکھا کر کئی ایک معاملات میں سادات احناف کا مخالف ثابت کر دیتے ہیں وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے گھر کی اس مخالفت کو قبول کر کے ان سب پر سادات احناف کے مخالف ہونے کی مہر ثبت کرے پھر ہم سے بات کرے۔

(ا) ۲۵ سے زائد وہابیہ اسمعیلیہ سادات احناف کے باغی، وہابی اسمٰعیلی فتویٰ

ذکر بالجہر، حلقے میں ذکر اور مسجد میں ذکر بالجہر کے حوالے سے خود وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنے آپ میں ایک دوسرے کے خلاف نہ ختم ہونے والا محاذ کھڑا کیا ہوا ہے اور ایک دوسرے پر وہ وہ فتوے لگا رہے ہیں کہ ان کے وہابی مرکز مٹی میں ہونے والے بھی رشک کر رہے ہیں۔ذکر بالجہر کے حوالے سے ہم ماقبل میں بہت کچھ بیان کر چکے ہیں یہاں صرف مسجد میں بلند آواز سے ذکر کے حوالے بیان کر دیتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی نثار احمد الحسینی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

لَا یمنع من الجهر بالذکر فی المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔۔۔اللہ تعالی کے ارشاد مبارک ومن اظلم الخ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے روکے) کی وعید میں داخل ہونے سے بچنے کی خاطر مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا

۔۔۔محدث الہند علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔۔۔وانا اذکرہ معربا فنقول الجھر والاعلان بالذکر والتلاوۃ والاجتماع للذکر فی المجالس والمساجد جائز ومشروع لحدیث من ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم۔۔۔میں اس کا عربی ترجمہ کرتا ہوں کہ ذکر اور تلاوت کے لئے جہر اور اعلان اور ذکر کی مجالس اور مساجد میں اجتماع جائز اور مشروع ہیں۔۔۔(ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۲، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

مزید لکھتا ہے:

اور فقہاء کرام و محدثین عظام نے مساجد میں ذکر بالجہر کو نہ صرف جائز کہا ہے بلکہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کے حوالے سے اسے روکنے سے منع فرمایا ہے۔ اب روکنے والے اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ اظلم من الناس ہیں یا مصلحین امت۔ اور وہ ذکر اللہ سے روک کر مساجد اور معاشرہ میں فساد کے مرتکب ہیں یا اصلاح کے داعی؟ (ذکر بالجہر کا شرعی حکم، ص ۲۶۴، خانقاہ امدادیہ حضرو اٹک)

نوٹ! یہ کتاب ۲۵ وہابیہ اسمعیلیہ کی مصدقہ ہے۔

چنانچہ گھمن کا بدعتی پیر لکھتا ہے:

حضرت ثانی سائیں فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ صاحب ذکر جہر اس قدر بلند آواز سے کرتے تھے کہ آنے والا مسافر آدمی نہر پر ہی حلقہ ذکر میں سے حضرت کے آوازے کو سن کر پہچان لیتا تھا۔ (ذکر کے حلقے جنت کے باغات، ص ۲۷۲، ادارۃ الشیخ اسلام آباد)

تبلیغی زکریا کا خلیفہ مختار الدین لکھتا ہے:

ہر جمعہ کو حضرت شیخ کا معمول تھا کہ عصر سے مغرب تک مسجد میں ہی معتکف رہتے اور اس دوران مختلف لوگ مریدین و متعلقین بھی حضرت کے ساتھ ہی مسجد میں رہتے **جن میں اکثر ذکر جہری میں مشغول اور ان کے ذکر سے مسجد گونجتی رہتی تھی**۔۔۔یہ ہفتہ واری ذکر جہر کی مجلس مسجد میں پورا سال ہوتی تھی اور پورے ہندوستان کے اکابر علماء و مشائخ اور مفتیان کرام میں سے اکثر کوئی نہ کوئی اس میں ضرور شرکت کرتا۔ (ذکر اللہ کے فضائل و مسائل، ص ۳۳۰، دار الایمان راولپنڈی)

وفادار انگریز وہابی احمد کا بیٹا اسمعیلی احمدی قاری طیب کہتا ہے:

خانقاہ (گنگوہ از ناقل) کے پاس ہی تالاب تھا جس کے دوسری طرف ایک مسجد تھی اس مسجد میں حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی کا اپنے تلامذہ و متعلقین کے ساتھ قیام تھا نصف شب کے بعد سے خانقاہ سے بھی ذکر جہری شروع ہوجاتا اور حضرت مولانا یحییٰ والی مسجد سے بھی، جس کے اثر سے پوری فضا لا الہ الا اللہ، الا اللہ اور اللہ اللہ کی ضربوں سے گونج اٹھتی تھی جس کے نتیجے میں تالاب پر کپڑے دھونے والے دھوبی بھی اس ذکر جہری سے متاثر ہوئے اور ان کا دائمی معمول بھی یہ بن گیا کہ جب کپڑا پتھر پر مارتے تو زبان سے ضرب کے ساتھ اللہ اللہ کا نعرہ بھی لگاتے۔۔ (ذکر اجتماعی و جہری شریعت کے آئینہ میں، ص ۱۴۵، زمزم پبلشرز کراچی)

میرے خیال سے فی الحال اتنے حوالے ہی کافی ہیں ورنہ اس موضوع پر وہابیہ اسمعیلیہ کی پوری پوری کتابیں موجود ہیں۔ ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک مسجد میں ذکر بالجہر جائز ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ مسجد میں خود بھی ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت دے کر بلا بلا کر بھی مجلس ذکر کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس **خود وہابی اسمعیلی ساجد خان ان سب کو سادات احناف کا مخالف و باغی ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے بدعت ہونے کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:** سادات احناف کے ہاں مسجد وغیرہ میں عادت کے طور پر بآواز بلند ذکر کرنا یا درود شریف پڑھنا بدعت ہے۔ الا یہ کہ تعلیماً ہو۔ انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند

کا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۸۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

مزید لکھتا ہے:

مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۹۲، جمعیۃ وہابیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان مزید لکھتا ہے:

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ذکر بالجہر حرام ہے کیونکہ ابن مسعود سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت کو مسجد میں سے نکال دیا تھا جو کلمہ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بلند آواز سے درود پڑھ رہی تھی اور فرمایا میں تو تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۸۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

حوالے تو اور بھی ہیں لیکن وہابی اسمعیلی کی ذلت ورسوائی کے لئے اسی کے اپنے نقل کئے ہوئے کافی ہیں۔ وہابی اسمعیلی پہلے اپنے ان تمام آباء کو جو مسجد میں ذکر بالجہر کے قائل وفاعل ہیں حنفیت سے خارج کرے یا ان پر بھی سادات احناف کے باغی ہونے کا لیبل لگائے پھر ہمیں کسی کا حوالہ دیکھائے۔ جو کرتب وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنانے کے لئے کئے تھے وہ سارے کے سارے اسی کے گلے میں آئے ہیں اور اب یہ ان سب کا طبلہ بنا کر خوب بجائے گا اور اپنے ہی اصولوں سے اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کی قبریں غیر مقلدین ،سادات احناف کے مخالف و باغی لوگوں کے قبرستان میں بنائے گا۔ آیئے کچھ حوالہ جات مزید بھی دیکھ لیجئے۔

(۲) وہابی اسمعیلی گنگوہی سادات احناف کا باغی وہابی اقرار

قارئین! جب وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بات چھیڑ ہی دی ہے تو اس کو اس کے حقیقی گھر تک پہنچا ہی دیتے ہیں اور اس کے اسی اصول سے اس کے مزید وہابی اسمعیلی اکابرین کو حنفیت کا مخالف و باغی ثابت کر دیتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان امام اعظم کے حوالے سے بیان کرتا ہے:

''عصمت انبیا علیہم السلام'' امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں: **والانبیاء علیہم السلام کلہم منزہون عن الصغائر و الکبائر و قد کانت منہم زلات خطیئات۔** (شرح فقہ الاکبر ،ص ۵۷، دار البشائر بیروت) انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے خطاؤں کا صدور ممکن ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت ،ص ۹۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

بقول وہابی اسمعیلی ساجد خان کے سادات احناف ومشائخ ہند اور بطور خاص امام اعظم علیہم الرحمۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام گناہ صغیرہ وکبیرہ سب سے پاک ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا عقیدہ بھی ان کے لئے رکھنے والا سادات احناف کا مخالف تو ہے ہی امام اعظم کا بھی مخالف ہے۔ وہابی اسمعیلی اہلسنت کے بغض وحسد میں پاگل ہو کر اصول تو بیان کر دیتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر کی کتابیں پڑھنا بھول جاتے ہیں اس مسئلہ میں بھی یہی ہوا کہ وہابیہ اسمعیلیہ نے فتوے ٹھوک دیئے مگر ان کا ایک بہت بڑا باپ جن کی اتباع پر ان کی نجات موقوف ہے یعنی گنگوہی وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق اس عقیدے کا مخالف و باغی ہے۔

وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

اور باقی ذنوب سے عصمت میں تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ کفر تو قبل وحی اور بعد وحی ہر گز نہیں ہوتا بالا جماع، اور عمداً کبیرہ نہیں ہوتا مگر

سہواً اکثر علماء تجویز کرتے ہیں، اور صغیرہ کا صدور جمہور کے نزدیک عمداً بھی ہوسکتا ہے، سہوا سب کے نزدیک ممکن ہے، مگر وہ صغیرہ کی خست پر دال ہو نہیں سکتا مگر فوراً تنبیہ کیا جاتا ہے، یہ حال بعد نبوت کے ہے اور قبل نبوت صدور کبیرہ پر کوئی دلیل امتناع کی نہیں ۔۔۔ **مگر جو یہ کہا جاوے کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ اور کبیرہ کا صدور ہوتا ہے، تو یہ بھی عمدہ رائے ہے جیسا کہ بعض نے کہا، مگر سہوا۔۔۔** (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۵۴۹، دار الکتاب لاہور)

بقول وہابی اسمٰعیلی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے عقیدے سے گنگوہی کی مخالفت کی انتہاء دیکھیں امام اعظم فرمائیں کہ گناہ نہیں ہو سکتے اور وہابی اسمٰعیلی گنگوہی قبل نبوت و بعد نبوت گناہ کبیرہ کے صدور کو عمدہ رائے قرار دے رہا ہے اور بقول وہابی اسمٰعیلی ساجد خان امام اعظم کی صریح مخالفت کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس کی حنفیت میں کوئی فرق نہ آئے اور اگر کوئی اور سادات احناف ہی کا موقف بیان کریں تو بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ چڑھ دوڑیں۔ بہر حال وہابی اسمٰعیلی گنگوہی کا عقیدہ وہابیہ کی بیان کردہ عبارات کی وجہ سے سادات احناف و مشائخ ہند بلکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے بھی خلاف ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان کو سمجھائے اور بتائے کہ یہ سادات احناف بلکہ امام اعظم کے باغی ہیں اور پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کون سا دودھ کا دھلا ہے وہ بھی تو انہی کا پیروکار ہے اور اگر ان کی پیروی نہیں کرتا تو اس کی نجات ہی مشکل ہے جیسا کہ گنگوہی نے دعوی کر رکھا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اگر امام اعظم علیہ الرحمۃ کی بات مانتا ہے تو نجات سے جاتا ہے اور اگر گنگوہی کی مانتا ہے تو خود ہی اپنی کتاب کا گلا گھونٹا ہے اور سادات احناف و مشائخ ہند کا مخالف و باغی ثابت ہوتا ہے۔ وہابی جو بھی کرے ذبح اسی کے ہونا ہے۔

گنگوہی گستاخ رسول، وہابیہ اسمٰعیلیہ کا فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی رشید احمد گنگوہی نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے گناہ کبیرہ سہوا اور صغیرہ عمدا ہو سکتے ہیں اور اس کے نزدیک یہ ایک عمدہ رائے ہے۔ اب اس پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کے فتوے بھی دیکھ لیجئے۔

(۱) سپاہ صحابہ کا مشہور مولوی رب نواز ''گستاخ کون'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

''بریلوی حکیم الامت صاحب آگے پیش قدمی کرتے ہوئے، انبیاء سے کبیرہ گناہ کے صدور کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں۔۔۔ ہاں نسیاناً، خطاً صادر ہو سکتے ہیں۔۔ جاء الحق۔۔۔ اور کفر سے محفوظ ہونا تو ہر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اس لیے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف کفر سے معصوم مان کر باقی گناہوں کے صدور کا عقیدہ سر تا سر باطل اور غیر اسلامی ہے۔''

(راہ سنت شمارہ نمبر ۳، ص ۱۳، انجمن وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اس فتوے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی گستاخ تھا اور اس کا یہ عقیدہ سراسر باطل و غیر اسلامی تھا۔

(۲) وہابی پروفیسر ابو الحقائق ''گستاخ کا چہرہ'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتے ہیں:

''گستاخی ۱۳۳ انبیاء کرام سے چھوٹے بڑے گناہوں کے صدور کا اقرار، مفتی احمد یار...... ہاں خطاً یا بھول کر ایسا صغیرہ گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔''

قارئین کرام! اہلسنت و جماعت دیوبندی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ گناہ سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ (یہ جھوٹ ہے کیونکہ وہابیہ کی بالعموم اور ساجد خان کی عبارت بالخصوص موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ گناہِ صغیرہ عمداً ہو سکتے ہیں از ناقل)، ان کے دل کی کیفیت دیکھیے اور عقیدے کی غلاظت ملاحظہ کیجئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کس طرح اپنے غلط عقیدہ کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ (دوماہی رسالہ

نورسنت شمارہ نمبر ۴،ص،۳۷، ۳۸، دعوۃ اھل السنۃ والجماعۃ)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ گنگوہی گستاخ تھا اور اس کا عقیدہ غلیظ تھا۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ ان سے صغائر و نہ کبائر کا صدور ممکن ہے......(یہ وہابی ساجد خان کا جھوٹ ہے کیونکہ خود اس نے اپنی کتاب دفاع اہل جہنم میں گناہ صغیرہ کے صدور کا اقرار کیا ہے، یہ جاہل یہاں اپنے محبوب دوستوں کی طرح تقیہ کی گردان پڑھ کر تقیہ کر رہا ہے از ناقل) دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیاً اور خطاً گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضا خانیوں اب وہ وقت نہیں کہ تم اپنے مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب نوچ لیا گیا ہے۔ دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی پگڑیاں بھی بیچ بازار اچھالی جا سکتی ہیں، بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکواس اب ایک نہیں سنی جائے گی۔ (نورسنت کا ترجمہ کنزالایمان نمبر ص، ۲۴۴)

یہ کسی اور کا فتویٰ نہیں بلکہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا اپنا ہے جو اس کے وہابی اسمٰعیلی گنگوہی کے گلے میں بڑے پیار سے فٹ ہو رہا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کو دیکھ لے اور اس کو سادات احناف کے فتوؤں کے مطابق کر لے پھر ہم سے بات کرے، جب خود انہی کے پسندیدہ اصولوں سے خود ان کے اپنے وہابی سادات احناف کے مخالف و باغی ثابت ہو رہے ہیں تو یہ کس منہ سے دوسروں کو اصول بتاتے ہیں۔ وہابی اسمٰعیلی اپنے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں ورنہ اپنا منہ کم از کم دوسروں کے بارے میں بند ہی رکھیں۔

(۴) تھانوی و دربھنگی سادات احناف کے باغی و کافر وہابی اقرار

وہابی اسمٰعیلی مرتضی دربھنگی تھانوی کے بارے میں اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر میں علمِ غیب ثابت ہونا کیونکہ اس سے بحث ہی نہیں وہ تو ثابت اور محقق امر ہے۔

مزید لکھتا ہے:

س غیب کا علم ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر اور واقع میں ثابت ہے، اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں وہ تو مسلم ہے۔

مزید کچھ آگے جا کے لکھتا ہے:

صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

مزید آگے جا کر لکھتا ہے:

بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔

(مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول، ص، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

وہابی اسمٰعیلی احمدی فردوس شاہ بھی تھانوی کے بارے میں اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مولانا (تھانوی از ناقل) علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔'' (چراغ سنت، ص، ۲۰۸، مکتبہ نذیریہ لاہور)

یہ حوالے تھانوی، دربھنگی و فردوس شاہ کے علم غیب کے اقرار میں کافی و وافی ہیں۔ وہابیہ اسمعیلیہ کے یہ گرگے صراحتاً نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کا اقرار کر رہے ہیں۔ میں یہاں چند حوالے مزید بھی قارئین کی معلومات کے لئے بیان کر دیتا ہوں اور پھر وہابی

اسمعیلی نے بزعم خود سادات احناف کا موقف بیان کیا ہے اس کو بھی بیان کر کے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو غیرت دکھانے کی دعوت دوں گا لیکن اب اس کی غیرت کسی گٹر میں غوطے کھا کر مر چکی ہوگی اور یہاں اس کو کچھ بھی یاد نہیں آئے گا۔

وہابی اسمعیلی مفتی حمید اللہ خان لکھتا ہے:

علم غیب دراصل غیر مشاہدات للناس کے جاننے کو کہتے ہیں جو عام آدمیوں کے علم میں نہ ہوں پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی۔(۱) علم غیب ذاتی کلی اس کو کہتے ہیں کہ تمام اشیاء مغیبات ہوں یا ظاہر ہوں، ان کو بغیر اعلام کے جاننا یہ صفت صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔(۲) علم غیب عطائی وہ ہے جو بطور وحی یا کشف وکرامات والہام کے ذریعہ ہو جن حضرات کو علم غیب بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کرام ہیں اور جن حضرات کو علم غیب بذریعہ کشف والہام حاصل ہو وہ حضرات اولیاء کرام ہیں اہل سنت والجماعت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطاء کیا گیا ہے مگر اللہ کے علم کے مساوی یعنی ہر وقت ہر چیز کا ہر جگہ پر علم نہیں رکھتے۔۔۔ (ارشاد المفتیین، جلد اول، ص ۱۶۱، دار النعیم لاہور)

وہابی سلمان منصور پوری لکھتا ہے:

ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے۔

(کتاب النوازل، جلد ۲، ص ۱۶۱، مکتبۃ المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد)

وہابی اسمعیلی مولوی ارسلان بن اختر صاحب لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں اور بریلویوں کا اختلاف ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ: (۱) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم لامحدود ہے۔(۲) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔(۳) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس کو جو علم ہے، اللہ کا عطا کردہ ہے۔(۴) **دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا۔(۵) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو جتنا بھی علم غیب تھا اللہ کا عطا کردہ تھا۔(۶) اختلاف صرف اس میں رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ کو کتنا علم غیب تھا۔ دیوبندی کہتے ہیں کہ اتنا تھا جتنا اللہ نے دیا یعنی وہ تعین نہیں کرتے اور بریلوی تعین کرتے۔۔ ہیں۔۔۔**

(دلچسپ انوکھے واقعات، ص ۱۵۴، مکتبہ ارسلان کراچی)

ابو الاوصاف رومی وہابی اسمعیلی احمدی لکھتا ہے:

تیسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا جس کو بھی جو کچھ علم غیب حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔(دیوبند سے بریلی تک، ص ۹۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

نوٹ: یہ کتاب وہابی مولوی قاری طیب کی مصدقہ ہے وہ بھی وہابی اصولوں سے گیا۔

وہابی احمدی سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔ (تنقید متین، ص ۱۶۲، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

۶۱۶ وہابیہ کی مصدقہ اور بہت ہی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں **یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علم غیب رسول**

علیہ السلام کو حاصل تھا۔ (قہر آسمانی برفرقہ رضاخانی،ص،۶۵،مدینہ برقی پریس بجنور، باراول)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ سب وہابی اسمٰعیلی بھی تھانوی ودربھنگی کی طرح علم غیب کے قائل تھے اب اس پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا فتوی بھی دیکھ لیں جو اس نے بزعم خود سادات احناف کی طرف منسوب کیا ہے۔

وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے:

سادات حنفیوں کے ہاں اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اس کے سوا کسی کا عالم الغیب سمجھنا اور کسی مخلوق کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان مزید لکھتا ہے:

قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے **آپ کے سامنے مسلک حنفیت کا موقف رکھا ہے کہ وہ صراحۃ نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے،** وہابیہ زمانہ۔۔ دیوبند کا قصور اتنا ہے کہ وہ اس عقیدے کے ناقل ہیں۔۔۔۔فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ حنفیت کا عقیدہ اپنا کر حقیقی حنفی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بریلوی عقیدہ اپنا کر کفر کا طوق گلے کی زینت بناتے ہیں!!! (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

لیجئے! اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہی سے پوچھیے کہ تم کہتے ہو کہ **''ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے سامنے مسلک حنفیت کا موقف رکھا ہے کہ وہ صراحۃ نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے''** جبکہ تمہارے ہی کئی وہابڑے علم غیب کے قائل ہو کر سادات احناف کے اس فتوے سے کافر ہو چکے ہیں۔تم اپنے گھر کی خبر لو اور ان کو سادات احناف کا باغی ومخالف ثابت کرو اور ہمارے بارے میں کچھ بھی کہنے یا لکھنے یا بتانے سے پہلے خود اپنے گھر کو چیک کر لیا کرو تا کہ یہ ذلت ورسوائی تمہیں دیکھنی نہ پڑے۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی حسین علی حنفیت کا باغی وہابی اسمٰعیلی اقرار

وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

عرس موسیٰ زئی شریف: ایک مرتبہ خواجہ خان محمد نے ارشاد فرمایا: حضرت مولانا حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں میں جب تک قوت تھی، اس وقت تک حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوتے رہے۔قبلہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن اصحاب الرائے سے عرس کے بارے میں مشورہ لیا، ان میں حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی شامل تھے۔حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: خواجہ قندھاری نور اللہ مرقدہ المجید اور خواجہ دامانی (قدس سرہ) کا عرس اکٹھا کیا جائے یا الگ الگ کیا جائے؟ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر پانچ نمازیں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں تو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کا عرس بھی اکٹھا ہو سکتا ہے؟ حضرت مولانا (حسین علی) چونکہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، ان کی بات کو ترجیح دیتے ہوئے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: چونکہ پانچ نمازیں جمع نہیں ہو سکتیں، اس لیے وہ عرس الگ الگ کیا جائے فلہٰذا خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف میں اس وقت سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔(مقامات خواجگاں خواجہ خان محمد،ص ۲۳۸، الفتح پبلی کیشنز راولپنڈی)

وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کا پیر حسین علی عرس کی اجازت دے کر خود وہابی اسمعیلی سرفراز گکھڑوی کی فتوے کی زد میں تو آیا ہی لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو حال اس بیچارے کے ساتھ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اس کے مرکر مٹی ہو جانے کے بعد اس سے حنفیت کا جھوٹا لیبل بھی چھین لیا اور اس پر حنفیت کے باغی ہونے کا فتویٰ بھی دھر دیا ایک حوالہ مزید دیکھ لیں اس کے بعد وہابی اسمعیلی ساجد خان جو اہلسنت کے ایک فرعی اختلاف کو لے کر اچھل کود کر رہا تھا وہ خود اپنے ہی وہابی آباء پر کیسے کیسے فتوے لگا رہا ہے اور ان کو کیسے حنفیت کا باغی ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔

وہابیت کے مفتی اول عزیز الرحمن کے بارے میں وہابی قاری طیب لکھتا ہے:

ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا، اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں، یا تلاوت ہے یا تبلیغ یا مواعظ ہیں، غرض اصل میں عرس کو نہیں روکا جاتا بلکہ خرافات کو روکا جاتا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۰ ۷ ۴، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

وہابی اسمعیلی قاری طیب کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ وہابی دارالعلوم کا مفتی اول عرس میں جاتا تھا لیکن اس کے برعکس وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کے حوالے سے بزعم خود کیا ثابت کرتا ہے وہ بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لیے ناجائز وبدعت ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

لو جی! خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہی اپنے وہابیوں کو حنفیت کا مخالف باغی ثابت کر دیا ہے وہابی اسمعیلی کسی دوسرے کو بتانے یا ان کے اختلافات بیان کر کے حنفیت سے خارج کرنے کا دھندہ چھوڑ کر اپنے گھر کی فکر کرے اور جس طرح اس نے دوسروں پر فتوے لگانے کی کوشش کی ہے اب اپنے ہی گھر کے وہابیوں پر فتوے لگائے۔

(۵) وہابی بھاگلپوری وعزیز الرحمن حنفیت کے باغی وہابی فتویٰ

وہابی مولوی رشید احمد کو اکھانی اور محمود الحسن کا خلیفہ وہابی سہول بھاگلپوری لکھتا ہے:

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ثانی باب دفن المیت الفصل الاول ص ۳۷۲ میں ہے: وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ والعلماء المشھورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ زائرین کی راحت کے لئے اگر مقدسین اسلام کی قبر پر قبہ بنا دیا جائے تو مباح ہے۔ (فتاوی سہولیہ، ص ۵۹۶، ناشر دارالسہول نارتھ ناظم آباد کراچی)

وہابی مولوی عزیز الرحمن لکھتا ہے کہ:

اور علامہ شامی نے نقل کیا ہے وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات الخ لیکن قبور کے انہدام کا حکم فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں نہیں کیا اور بعض آثار سے ثبوت قبہ کا معلوم ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی قبر پر پہنچے اور وہاں دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قبہ کا حکم نہیں فرمایا لہٰذا یہ فعل انہدام قبات کا جس نے کیا اچھا نہ کیا اور قبر پر کوئی علامت رکھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ کما ورد فی الصحاح۔ اور اثر

حضرت عمر سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں بھی وجود قبہ تھا۔ والتفصیل فی کتب السیر ۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، جلد ۵، ص ۳۹۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

وہابی گھر کی گواہیوں سے ثابت ہوگیا کہ قبر پر گنبد بنانا جائز ہے لیکن اس کے برعکس **وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے ان آباء کو حنفیت کا مخالف و باغی ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:**

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کہتے ہیں کہ قبروں پر مزارات بنانا، قبروں کو پختہ کرنا ان پر گنبد بنانا جائز نہیں، ان کی پیروی میں اہل سنت احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۵۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اگر سادات احناف کا یہی موقف ہے جو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے لکھا ہے تو اوپر بھا گلپوری نے جو بیان کیا ہے وہ کن کا موقف ہے کیا وہ حنفیت کے باغی و مخالف کا فتوی ہے۔؟ جی ہاں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اقرار کے مطابق وہ حنفیت کے مخالف و باغی کا فتوی ہے تو سادات احناف کا باغی کون ہوا۔؟ وہابی پہلے اپنے گھر کو سنبھال لے پھر کسی اور کو بتانے کی کوشش کرے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ حوالہ دے کر نہ جانے کیا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اس کے نزدیک یہ اختلاف مذموم ہے تو ہم نے خود وہابی اسمعیلی کے فتوے بیان کر دیئے ہیں وہابی اسمعیلی ان پر بھی کوئی فتوے لگائے۔ ورنہ اس طرح کی باتیں کر کے عوام کو دھوکہ نہ دے۔

نوٹ: یہاں یا کہیں بھی حوالوں کا تکرار بامر مجبوری کیا گیا ہے پھر بھی ہم معذرت خواہ ہیں۔ بہر حال مزید تفصیل کے لئے "یہ آئینہ انہی کے لیے ہے" کا مطالعہ کریں۔ جس میں واقعی وہابیہ اسمعیلیہ کو آئینہ دکھایا گیا ہے اور احمدی اسمعیلی ابوایوب کی دست و گریباں کو انہی کے اصولوں سے بیچ چوراہے لٹکایا گیا ہے۔

{.....مسئلہ نمبر ۲۳......}

عبدالمصطفیٰ نام اور اہلسنت کا موقف

اہلسنت کے نزدیک عبدالمصطفی، عبدالنبی، عبدالرسول، غلام نبی، غلام رسول، غلام علی وغیرہ نام رکھنے جائز ہیں، نہ فرض و واجب اور نہ ہی حرام و مکروہ بلکہ جائز اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے شرافت مقصود۔

(۱) رئیس المتکلمین وامام الفقہاء اعلی حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

زید کہتا ہے مولانا احمد رضا خاں ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں راقم عبدالمصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبدالمصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہ کہ بندہ۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے "وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم" ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ" مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی

عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا: "کنت مع رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ و سلم و کنت عبدہ وخادمہ" میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمتگار تھا۔ یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حنیفہ و کتاب الریاض النضرہ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ تعالی عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کیا عرض کی:

گفت مادو بندگان کوے تو ۔۔۔۔۔۔ کرذش آزادھم بر روئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے: "قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم" اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

بندہ خود خوانداحمد در رشاد جلہ عالم را نجواں قل یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامۃ اشرفعلی تھانوی صاحب بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قران کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہاں رسول اللہ ﷺ کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطباغ پا کر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں۔ براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے جس کا بیان علمائے حرمین شریفین کے فتاوی مسمے بہ "حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین" میں اور اس مسئلے عبدالمصطفیٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ "بذل الصفا لعبد المصطفی" میں ہے اے مسکین عبداللہ بمعنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن وکافر ہے مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے امام الاولیا و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: من لم یر نفسه فی ملك النبی صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا یذوق حلاوة الإیمان۔ جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔ آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نور سیدآدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کیلئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا ابلیس لعین نے نہ کیا کیا وہ اسوقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا اللہ کا مخلوق، اللہ کا مملوک نہ رہا حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفی ﷺ کی تعظیم کو نہ جھکا عبدالمصطفیٰ نہ بنا لہٰذا مردود ابدی ملعون سرمدی ہوا آدمی کو اختیار ہے کہ چاہے عبدالمصطفیٰ بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحانہ و تعالی اعلم۔

(فتاوی افریقہ، ص ۲۲، مکتبہ شبیر برادز لاہور)

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے کہ اس نسبت کی شرافت مقصود ہے اور عبودیت کے حقیقی معنی یہاں مقصود نہیں ہیں۔ رہی عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ (بہار شریعت، جلد ۳، ص ۶۰۴ مکتبۃ المدینہ کراچی)

(۳) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ، عبدالعلی وغیرہ نام رکھنا جائز ہیں۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۸۹، مکتبہ غوثیہ کراچی)

بحمد للہ ان حوالوں سے روز روشن کی طرح اہلسنت کا موقف واضح ہو گیا اب سادات احناف کے حوالے بھی دیکھ لیں۔

عبدالمصطفیٰ نام اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

شیخ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر پورا ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، آپ نے اس رسالہ میں جہاں عبدالنبی وعبدالمصطفیٰ نام کے جائز ہونے پر دلائل بیان کئے ہیں وہیں وہابیہ اسمعیلیہ کے نقل کردہ تمام اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں لہٰذا ہم وہ رسالہ مترجم یہاں نقل کر رہے ہیں اور وہ رسالہ نقل کرنے سے پہلے ہم شیخ عابد سندی علیہ الرحمۃ کا مقام ومرتبہ جو وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک ہے وہ بیان کر دیتے ہیں تاکہ کوئی بھی وہابی اسمعیلی بعد میں چوں چراں نہ کرے۔

علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کا مقام ومرتبہ وہابی اسمعیلی اقرار

وہابی اسمعیلی رضاء الحق لکھتا ہے:

پھر بعد میں علامہ عابد انصاری سندی کا رسالہ بھی بندہ عاجز کو اسلام آباد کے ایک کتب خانہ سے مل گیا، شیخ محمد عابد سندھی حضرت مولانا عبدالغنی مجددی کے شیخ ہیں مولانا عبدالغنی مجددی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ "انجاح الحاجۃ" میں توسل کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: ذکر شیخنا عابد السندی فی رسالتہ ص ۹۸) پھر ص ۹۹ پر تحریر فرماتے ہیں: وقد کتب شیخنا المذکور رسالۃ مستقلۃ فیھا التفصیل اور حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ، قاسم نانوتوی اور گنگوہی دونوں کے شیخ ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد ۶ ص ۲۲۳، زمزم پبلشرز کراچی)

اس حوالہ سے جہاں علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کا مقام ومرتبہ معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ وہابیہ اسمعیلیہ کے دادا استاذ ہیں۔

وہابی اسمعیلی تقی الدین ندوی لکھتا ہے:

الحافظ الفقیہ المحدث محمد عابد السندی رئیس علماء المدینۃ المنورۃ فی عصرہ۔۔ھو الشیخ الامام العالم المحدث الفقیہ۔۔۔ (المواہب اللطیفۃ شرح مسند الامام ابی حنیفۃ، جلد ۱، ص ۶، ۱۰، مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی اسحاق "جنت البقیع میں مدفون اولیاء کرام" کی ہیڈنگ دینے کے بعد لکھتا ہے:

محترم امام عالم محدث فقیہ محمد عابد بن علی احمد۔۔۔ (اولیاء حرمین حالات وواقعات، ص ۲۱۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ان دونوں حوالوں سے علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ کا مقام ومرتبہ بالکل واضح ہو گیا کہ علامہ صاحب علیہ الرحمۃ صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے۔ وہابیہ اسمعیلیہ ہماری نہ مانے لیکن جن کا مقام ومرتبہ ان کے ہاں مسلم ہے اور جن کو خود یہ محدث وفقیہ مانتے ہیں ان ہی کی مان لیں علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے عبدالنبی وعبدالمصطفیٰ نام رکھنے کے جائز ہونے پر دلائل بھی پیش کئے اور شبہات کا ازالہ بھی کیا علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس رسالے کا جو نام رکھا ہے وہ ہی وہابیت اسمعیلیت کے لئے کافی، وافی ودوائے شافی ہے۔

علامہ عابد سندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"الصارم المسلول علی من انکر التسمیۃ بعبد النبی وعبد الرسول"

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر البریۃ و سیدالمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین!

سوال: علمائے کرام (اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی عطا فرمائے) اس مسئلے کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و برکت کے حصول کے لیے۔۔ یا ان کی ذات عالی کے پیش نظر عاجزی کرتے ہوئے اپنے بچوں کے نام عبدالنبی (عبدالرسول) غلام محمد، غلام نبی یا غلام احمد وغیرہ رکھے تو کیا ایسے نام رکھنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب: واللہ الموفق للصواب! **جب نام رکھنے والا شخص جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے برکت اور رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف وسعادت حاصل کرنے کے ارادے سے ایسا کرے اور اس کے پیش نظر صرف محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور وہ بارگاہ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہوئے ایسا کرے، تو اپنے بچے یا کسی اور کے لئے ایسا کرنے والے کو اتنا ثواب ملے گا جس کا شمار ممکن نہیں۔**

(۱) اور ایسا کیوں نہ ہو کہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امریء ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرءۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔۔

ترجمہ: اعمال کی بنیاد نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول کے لئے ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوئی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

(صحیح بخاری رقم ۱، صحیح مسلم رقم ۴۹۲۷، مسند احمد، ۲۵/۱)

تو نام رکھنے والے شخص کا دیگر تمام ناموں کو چھوڑ کر ان ناموں کو اختیار کرنا بھی تو گویا ایک ہجرت ہی ہے کیونکہ **''ہجرت''** کہتے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک معاملے سے دوسرے معاملے کی طرف منتقل ہونا اور (ایسے مقدس نام کے انتخاب کرنے والے شخص نے) اپنی ہجرت میں مقبولیت ہی حاصل کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے مشرف ہوا ہے اور بلاشبہ یہ قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دراصل قرب خداوندی ہے اور اس بارے میں وہی مخالفت کرے گا جس کی عقل پر غیبی پردے پڑ چکے ہوں، کیا ایسے مخالفت کرنے والے شخص کے ردّ کے لیے یہ آیت کافی نہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی: "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" ترجمہ: (اے حبیب!) آپ فرما دیں، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا۔ (آل عمران ۳، آیت ۳۱)

اور غلام کا کام تو جمیع اقوال وافعال میں اتباع کرنا اور حکم بجالانا ہی ہوتا ہے اور اگر کسی غلام نے بڑی محنت سے خدمت کی تو اس کی غلامی اس کے لیے باعث فخر اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے کثیر فیض واکرام کی سعادت سے بہرہ ور کرنے والی ہوگی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی محبت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے لازم کردہ ہے جس پر اس کی طرف سے رحمت، مغفرت اور ثواب عظیم کا انعام ہے اور بھلا

کون سی شیء محبت علیم جل جلالہ سے بڑھ کر ہو سکتی ہے جس سے انسان کا کوئی ظاہری و باطنی عمل پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالی جل جلالہ سے محبت تمام عالم علوی و سفلی کو (اس محبت کرنے والے کا اسیر) بنانے والی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۲) اذا احب اللہ عبدا نادی جبرئیل ان اللہ یحب فلانا فاحببه فیحبه جبرئیل فینادی جبرئیل فی اهل السماء ان اللہ یحب فلانا فاحبوه فیحب اهل السماء ثم یوضع له القبول فی اهل الارض۔۔

ترجمہ: جب اللہ تعالی جل جلالہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرائیل سے فرماتا ہے کہ (اے جبرائیل!) اللہ تعالی جل جلالہ اس بندے سے محبت فرماتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس جبرائیل بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر جبرائیل آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس بندے کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح بخاری رقم ۳۲۰۹، صحیح مسلم رقم ۶۷۰۵، مسند طیالسی رقم ۲۵۵۸)

اور جس بندے سے اس کا رب جل جلالہ محبت کرے وہ کامیابی کو پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی جل جلالہ نے (اپنی محبت کرنے کو) اس آیت میں بیان فرمایا:

"ان اللہ یحب التّوّابین و یحب المتطهّرین"

ترجمہ: بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

(سورہ بقرہ، ۲، آیت ۲۲۲)

پس یہ سب سے زیادہ واضح اور قوی دلیل ہے کہ جب عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ نام رکھنے والا شخص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے تبرک و سعادت کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا اور اس نجاست شرک سے دور ہونے والا ہے جو بارگاہ رسالت تک رسائی سے مانع ہے۔

تو پھر بھلا ایسا نام رکھنے میں اللہ تعالی جل جلالہ کی عبادت میں شریک ہونے کا وہم و گمان بھی کیسے آ سکتا ہے؟ نیز خیالات فاسدہ اور اوہامات باطلہ اس کی طرف راہ بھی کیوں کر پا سکتے ہیں کہ اس نام رکھنے والے نے ایسا نام رکھ کر شرک کیا۔ (نعوذ باللہ)

جب کہ اچھی نیت برے شخص کو بھی (بال آخر) برائی کے راستے سے دور لے جاتی ہے اور مقبولیت کے ایسے مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ ہر مراد کو پالیتا ہے کیا تم نے اس حدیث پر غور نہیں کیا جس سے امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

(۳) للہ اشد فرحا بتوبة عبده حین یتوب الیه من احد کم کان علی راحلته بارض فلاة فانفلتت منه وعلیها طعامه و شرابه فأیس منها فاتی شجرة فاضطجع فی ظلها قد أیس من راحلته فبینا هو کذلك اذ هو بها قائمة عنده فاخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح اللّٰهم! انت عبدی و انا ربك اخطا من شدة الفرح۔۔ (صحیح بخاری رقم ۶۳۰۸، صحیح مسلم رقم ۶۹۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالی جل جلالہ کو اپنے بندے کے توبہ کرنے پر اس بندے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جس بندے کی سواری کسی بیابان میں گم ہو جائے اور اسی پر کھانے پینے کا سامان بھی موجود ہو پھر وہ ان کے ملنے سے مایوس ہو جائے اور اپنی سواری سے ناامیدی

کی حالت میں درخت کے پاس آ کر لیٹ جائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو اس کی سواری قریب ہی کھڑی ہو تو یہ اس کی لگام پکڑ کر شدید خوشی سے پکارتا ہے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں: تو خوشی کی شدت کی وجہ سے وہ خطا کر جاتا ہے (یعنی کہنا کچھ چاہتا تھا اور کہہ کچھ گیا)۔

اس حدیث میں واضح ہے کہ اللہ تعالی جل جلالہ کو علم تھا کہ اس کے بندے کا مقصد اس کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکر بجالانا ہے اگرچہ اس کے لفظوں میں صریح فساد موجود تھا لیکن اچھی نیت کی وجہ سے اسے قابل گرفت شمار نہیں کیا گیا۔

امام عینی نے شرح بخاری میں حضرت تیمی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

النیۃ ابلغ من العمل۔ ''نیت عمل سے زیادہ وسیع ہے''

اس کا مطلب یہ ہے کہ نیت بغیر عمل کے بھی قبول ہے۔

(۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من هم بحسنة ولم يعملها كتبت له حسنة"

ترجمہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن کسی وجہ سے اسے کر نہ سکا تو پھر بھی وہ نیکی اس کے لئے لکھی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم رقم ۳۳۵،مسند ابویعلی رقم ۳۴۳۸،صحیح ابن حبان رقم ۳۸۴)

(۵) امام بیہقی علیہ الرحمہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نية المومن خير من عمله"

ترجمہ: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (شعب الایمان رقم 343/5،معجم کبیر رقم 185/6،مسند الفردوس،285/4)

اور اللہ تعالی جل جلالہ کا اپنے بندے کو جنت میں ہمیشہ رکھنا اس کے اعمال کی بنا پر نہیں ہوگا بلکہ اس کی نیت کی بنا پر ہوگا کیونکہ اگر صرف اعمال کی بنیاد پر اسے جنت میں رکھا جاتا تو اس کے عمل کرنے کی مدت یا اس سے کچھ زیادہ دیر رکھا جاتا لیکن اللہ تعالی جل جلالہ نے اسے اس کی نیت کی جزا عطا فرمائی کہ اس بندے کی نیت یہ تھی کہ اگر وہ ہمیشہ بھی رہتا تو اللہ تعالی جل جلالہ کی اطاعت ہی کرتا رہتا، اسی لئے اللہ تعالی جل جلالہ نے اس کے عمل کے بجائے اس کی نیت پر جزا عطا فرمائی۔

اور اسی طرح کافر کا بھی حال ہے کہ اگر اسے صرف اعمال کی بنا پر سزا دی جاتی تو ہمیشہ جہنم میں سزا کا حقدار نہ ہوتا بلکہ جتنا زمانہ کفر میں گزارا صرف اتنی مدت کی سزا پاتا لیکن چونکہ اس کی نیت یہ تھی کہ اگر وہ ہمیشہ بھی زندہ رہتا تو بھی کفر ہی کرتا تو اس کو اس کی نیت کی جزا دی گئی۔

(٦) امام ابویعلی علیہ الرحمہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يقول الله تعالى للحفظة يوم القيامة اكتبو لعبدى كذا و كذا من الاجر فيقولون ربنا لم نحفظ ذلك عنه ولا هو فى صحفنا فيقول انه نواه..

ترجمہ: اللہ تعالی جل جلالہ روز قیامت فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کے لئے فلاں فلاں کام کا ثواب بھی لکھو تو وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہمیں تو اس بندے کی ان نیکیوں کے بارے میں کوئی علم نہیں اور نہ ہی یہ ہمارے نوشتے میں لکھی ہوئی ہیں؟ تو اللہ تعالی جل جلالہ ارشاد فرمائے گا: بیشک اس نے ان کی نیت کی تھی۔ (عمدۃ القاری للعینی 72/1،حلیۃ الاولیاء

(2/356

(۷) امام مسلم اور امام ابن ماجہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم "(صحیح مسلم، رقم 6543، سنن ابن ماجہ رقم 4143، مسند احمد 2/485)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی جل جلالہ تمہارے چہروں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو ملاحظہ فرماتا ہے۔

(۸) امام طبرانی علیہ الرحمہ حضرت سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ عزوجل لا ینظر الی اجسامکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم فمن کان لہ قلب صالح تحنن اللہ علیہ"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی جل جلالہ تمہارے اجسام واموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے پس جس کا دل اچھائی والا ہوتا ہے تو اللہ تعالی جل جلالہ اس پر رحم وکرم فرماتا ہے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی، 10/400، رقم 17717)

(۹) امام ابن ابی الدنیا اور امام حاکم حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اخلص دینك یکفیك القلیل من العمل"

ترجمہ: اپنے دین میں اخلاص پیدا کرو تمہیں تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔

(کنز العمال رقم 5257، تفسیر ابن کثیر 2/301، مستدرک للحاکم 5/435)

(۱۰) حکیم ترمذی علیہ الرحمہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"افضل العمل النیة الصادقة"

ترجمہ: سچی نیت افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ (جامع صغیر للسیوطی رقم 1284)

(۱۱) امام ابن النجار علیہ الرحمہ حضرت سیدنا مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ تعالی یقول انی لست علی کلام الحکیم اقبل ولکن اقبل علی ھمہ و ھواہ فان کان ھمہ فیما یحب اللہ و یرضی جعلت ھمہ حمدا للہ ووقارا وان لم یتکلم" (جمع الجوامع رقم 5293، کنز العمال رقم 7241)

ترجمہ: اللہ تعالی جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے میں کسی دانا کو (محض) اس کی دانائی پر مبنی بات پر نہیں نوازتا بلکہ اس کی نیت اور مقصد پر اسے عطا کرتا ہوں پس اگر میری محبت اور رضا اس کا مقصود ہو تو میں اس کے مقصد کو ہی اپنی ثنا اور (اس کے لئے) عزت بنا دیتا ہوں

اگرچہ وہ خاموش ہی کیوں نہ رہے۔

(۱۲) امام دیلمی علیہ الرحمہ مسند الفردوس میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النیۃ الحسنۃ تدخل صاحبھا الجنۃ"

ترجمہ: اچھی نیت کرنے والے کو اس کی نیت جنت میں لے جائے گی۔ (مسند الفردوس 50/5، رقم 7146)

انہی احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے یہ قاعدہ مرتب فرمایا ہے: "ال امور بمقاصدھا" اور اسی قاعدے کے ذیل میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو گھر میں رکھتا ہے لیکن اس کی تلاوت نہیں کرتا پس اگر وہ اسے رکھنے میں خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے تو گناہ گار نہیں ہوگا بلکہ اسے ثواب ملے گا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم حنفی نے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے۔

لہٰذا نام رکھنے والا اور جس کا نام رکھا جا رہا ہے اگر اس سے تبرک وسعادت کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کی اچھی نیت کی وجہ سے اسے جائز رکھا جائے گا اور اس قلبی مریض کا قیل وقال انہیں کچھ نقصان نہیں دے گا جس کے دل میں مسلمانوں کے لئے برے خیالات رہتے ہیں۔

(۱۳) امام ابن نجار علیہ الرحمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من اساء باخیہ الظن فقد اساء بربہ تعالی ان اللہ تعالی یقول (اجتنبوا کثیرا من الظن)"

ترجمہ: جس شخص نے اپنے بھائی کے بارے میں بدگمانی کی تو گویا اس نے اللہ تعالی کے لیے بدگمانی سے کام لیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے (زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو)۔

امام مناوی علیہ الرحمہ نے ''شرح جامع الصغیر'' میں حدیث ''احب الاسماء الی اللہ تعالی ما تعبدلہ'' کے تحت امام اوزاعی علیہ الرحمہ (درست اذرعی ہے جیسا کہ شرح جامع صغیر میں موجود ہے ان کا پورا نام شہاب الدین احمد بن حلوان بن احمد اذرعی حلبی شافعی متوفی ۷۸۳ھ ہے) سے جو اکابر ائمہ شافعیہ میں سے ہیں نقل کیا ہے:

مختلف سوالات اس بارے میں میرے پاس آئے اگر بندہ عبد النبی نام رکھے (تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں) میں اس بارے میں سوچتا رہا حتیٰ کہ (اللہ تعالی نے میرے سینے کو کھول دیا اور) میں نے جان لیا کہ اگر بندہ ایسا نام رکھنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا ارادہ کرتا ہے اور ''عبد'' سے اس کی مراد ''خادم'' ہے تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا اور جہاں تک ممانعت کا تعلق ہے تو وہ جاہلوں کے (اس نام سے) شرک میں مبتلا ہونے یا حقیقت میں (عبد کا معنی) عبد حقیقی مراد لینے کی وجہ سے ہے (حالانکہ نہ تو یہاں شرک کا کوئی وہم ممکن ہے اور نہ ہی عبد سے عبد حقیقی مراد ہے بلکہ عبد سے غلام مراد ہے)۔

امام دمیری (علامہ محمد بن عبد الکریم بن احمد دمیری متوفی 943ھ یہ صاحب کتاب حیاۃ الحیوان کے مصنف نہیں ہیں بلکہ دوسرے ہیں) نے عبد النبی نام رکھنے کے بارے میں فرمایا:

اگر ایسا نام رکھنے سے مقصود نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو بلاشبہ جائز ہے جب کے اکثر علماء نے (کم فہم لوگوں نے) شرک کے اندیشے میں مبتلا ہونے اور (عبد کو) عبد حقیقی گمان کر لینے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے، جیسا کہ ''عبد الدار'' نام رکھنا بھی اسی لئے

منع ہے۔

پس امام مناوی علیہ الرحمہ کی عبارت ''عبدالنبی'' وغیرہ نام رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہی بات درستگی کے زیادہ قریب ہے اور اسی طرف امام اوزاعی (یعنی اذرعی) بھی مائل ہیں جیسا کہ ماقبل عبارت گزر چکی۔

اور ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ (کم فہم لوگ اس کے) سبب شرک کے اندیشے اور (عبد کو) عبد حقیقی قرار دینے کے وہم میں مبتلا نہ ہوجائیں اگر ایسا خوف نہ ہوان ناموں کے رکھنے میں کوئی ممانعت نہیں ہوگی اور برے خیالات سے تو مسلمانوں کو دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور اگر بالفرض ان کے گمان میں شرک ہوتا تو وہ عبدالطاغوت، عبدالعزی وغیرہ نام رکھتے لیکن انہوں نے (تو ان خبیث ناموں کو چھوڑ کر پاکیزہ نام مثلاً) عبدالرسول، عبدالنبی رکھے ہیں، لہٰذا یہاں تو کوئی شرک کا شائبہ بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی مسلمان پر بدگمانی لازم آتی ہو اور بے شک عبدالرسول اور عبدالنبی اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں کیونکہ ''عبد'' کا لفظ ''مملوک'' کے معنی میں ہی منحصر نہیں ہے۔

قاموس میں لکھا ہے:

''عبد'' سے مراد (مطلقاً) انسان ہے چاہے وہ آزاد ہو یا غلام نیز مملوک، خوشبودار پودے اور تیر کی چھوٹی مگر کشادہ پیکان کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال ہوتا ہے العبدیۃ اور العبودیۃ سے مراد ''اطاعت'' ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''عبد'' کا لفظ مملوک ہی کے معنی میں منحصر نہیں بلکہ کئی اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے جو کہ ایک دوسرے سے جدا ہیں اور اس تفصیل کے پیش نظر یہ بھی جائز ہے کہ عبدالنبی اور عبدالرسول میں ''عبد'' کو طاعت کے معنی میں لیا جائے تو معنی ہوگا ''مطیع النبی رمطیع الرسول''، اور یہ بھی ممکن ہے کہ (عبد) کو تیر کے معنی میں لیا جائے تو اس طرح عبدالنبی اور عبدالرسول کا مطلب ہوگا سہم النبی اور سہم الرسول (یعنی نبی کے تیر اور رسول کے تیر) جو دشمنان رسول اور کفار ومشرکین کو لگنے والے ہیں اور اس صورت میں کافروں پر شدت کا اظہار ہوگا۔

نیز ماقبل امام اذرعی کے کلام میں بھی گزر چکا کہ عبد بمعنی خادم ہے اور اس قول کی تائید ابن جریر طبری کے اس آیت کے تحت تفسیری قول سے بھی ہوتی ہے کہ ''عبد الطاغوت'' (مائدہ ۵ آیت ۶۰) اس میں ''عبد'' عین کے فتحہ اور با کے ضمہ کے ساتھ ہے (حجاز، شام، بصرہ اور کوفی علمائے قراءت اسے عبد فعل ماضی ہی پڑھتے ہیں جیسا کہ ہماری قرآت حفص میں بھی یوں ہی ہے اسی لئے ہم نے اسی کے مطابق لکھا ہے البتہ امام حمزہ اسے ''عبدُ'' پڑھتے ہیں تو ایسی صورت میں) عبد کی اضافت ''الطاغوت'' کی طرف ہوگی (جس کی وجہ سے یہ مجرور ہوگا یعنی عبدالطاغوت) اور انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کہ وہ طاغوت کے خادم تھے، جیسا کہ امام اعمش علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت یحیی بن وثاب نے ''عبدالطاغوت'' پڑھا اور پھر فرمایا اس سے مراد خادم ہیں نیز حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ حضرت حمزہ علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح تلاوت کر کے معنی بیان کیا اور حضرت جریر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت اعمش علیہ الرحمہ بھی اسی طرح ''عبد الطاغوت'' پڑھا کرتے تھے۔

اور اگر (ان تمام باتوں سے قطع نظر) تم لفظ عبد کو مملوک کے معنی میں ہی قرار دیتے ہو تو پھر اس میں حذف مجاز کا استعمال ہوگا اور اصل عبارت یوں ہوگی، عبد رب النبی اور عبد رب الرسول اور اسے مجاز عقلی کہتے ہیں، اس کی مثال ''واسأل القریة'' (سورہ یوسف ۱۲،

آیت ۸۲)

ترجمہ: اس بستی (والوں) سے پوچھ لیں اور "سال المیزاب" (پرنالہ بہا) نیز مومن کا قول "انبت الربیع البقل" (بہار نے سبزی اگائی ہے)۔

لفظ عبد کے مملوک کے ہی معنی میں خاص ہونے کے دعوی کے پیش نظر یہاں (اسے مجاز عقلی) کے معنی پر محمول کرنے کی دو وجوہات ہیں:

(۱) یہاں (لفظ عبد کی) نبی اور رسول کی طرف جو اضافت موجود ہے، وہی اسی بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہاں مجازی معنی ہی مراد ہے کیونکہ نبی اور رسول سے مراد وہ انسان ہے جسے اللہ تعالی جل جلالہ نے شریعت کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے اور احکام شریعت میں سب سے زیادہ اہم توحید (کا بیان کرنا) ہے اور شرک کی نفی کرنا ہے۔

(۲) اللہ تعالی جل جلالہ کو ایک ماننے والے مسلمانوں کا ایسا نام رکھنا اسی طرح ہے جیسا کہ مومن کا "انبت الربیع البقل" (بہار نے سبزی اُگائی) کہنا کہ اس میں مجاز عقلی ہے (کیوں کہ مومن موثر حقیقی اللہ تعالی ہی کو مانتا ہے، اس لیے بہار کا سبزی اگانا اس کے نزدیک صرف سبب ہے) اور دہری کا یہ کہنا "أنبت الربیع البقل" (بہار نے سبزی اگائی) یہ حقیقت ہے (کیوں کہ وہ خدا کو نہیں مانتا، اس لیے اس کے نزدیک موثر حقیقی بہار ہی ہوئی)۔ جیسا کہ کسی شاعر نے اپنے شعر میں کہا:

"میز عنه قنزعا عن قنزع --- جذب اللیالی ابطئی او اسرعی"

تو اس شعر میں (اسی قصیدے کے دوسرے شعر) "افناہ قیل اللہ للشمس اطلعی" کی وجہ سے مجاز عقلی مراد لیا گیا ہے۔

اور باقی رہا لفظ غلام کا معاملہ تو اس کو اہل عرب نے اصلا مملوک کے معنی کے لیے وضع نہیں کیا بلکہ آیات واحادیث میں اسے نوجوان، بوڑھے، لڑکپن والے افراد کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ:

یازکریا إنا نبشرك بغلام اسمه یحیی۔ (سورہ مریم ۱۹، آیت ۷)

ترجمہ: اے زکریا بیشک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحیی ہوگا۔

قال إنما أنا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا۔ (سورہ مریم ۱۹، آیت ۱۹)

ترجمہ: (جبرائیل علیہ السلام نے) کہا: میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لئے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

حدیث معراج میں حضرت سیدنا موسی علیہ السلام کا فرمانا جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے تشریف لے گئے تو وہ رونے لگے، ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے عرض کی "اے میرے رب یہ نوجوان جسے تو نے میرے بعد مبعوث فرمایا۔"

تو اس حدیث میں حضرت موسی علیہ السلام نے حضور کو نوجوان کہا حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری عمر مبارک میں بزرگی یا پختہ عمر کے حامل تھے۔

امام مطرزی علیہ الرحمہ نے "المغرب" میں لکھا ہے:

"الغلام اور الغلامة" دراصل عبد اور لونڈی کے لیے مستعار لیے ہوئے ہیں تو ایسی صورت میں غلام کو حقیقۃ مملوک کے معنی میں

مراد لینا نکل جائے گا۔

اور تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنے سے منع کرنے کی دو علتیں بیان کی جاتیں ہیں:

(۱) لفظ عبد کو غیر اللہ کی طرف مضاف کرنے سے شرک کا گمان ہوتا ہے۔

(۲) آزاد بندے کو غلامی سے موصوف کرنا پایا جاتا ہے، حالانکہ" آزادی غلامی سے کہیں افضل ہے۔

اس پہلی علت کا جواب تو یہ ہے کہ "مرجان عبد زید" (مرجان زید کا غلام ہے) "ریحان عبد عمرو" (ریحان عمرو کا غلام ہے) "اتانی عبدك" (میرے پاس تیرا غلام آیا) "سافر عبدی" (میرے غلام نے سفر کیا) گو ان الفاظ میں بھی لفظ عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن کسی نے بھی اسے حرام نہیں کہا۔

(۱۴) اور وہ حدیث جسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا یقل احد کم عبدی، امتی و لیقل فتای، فتاتی و غلامی"

ترجمہ: تم میں سے کوئی عبدی اور امتی نہ کہا کرے بلکہ فتای (میرا نوجوان غلام) فتاتی (میری نوجوان باندی) اور غلامی (میرا غلام) کہا کرے (یعنی لفظ عبد اور امتی کا استعمال نہ کرے) (صحیح بخاری رقم ۲۵۵۲، صحیح مسلم رقم ۵۸۷۴)

اور امام بخاری نے ''ادب مفرد'' میں اتنا اضافہ کیا ہے:

"کلکم عبید الله و کل نسائکم اماء الله تعالی"

ترجمہ: تم سب اللہ تعالی کے بندے اور ساری عورتیں اس کی بندیاں ہیں۔ (الادب المفرد للبخاری، باب لا یقول عبدی، رقم ۲۰۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے:

علمائے کرام حتی کہ اہل ظواہر بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے نہی تنزیہی مراد ہے۔

اسی لئے امام خطابی نے فرمایا:

ان تمام کا مقصود یہ ہے کہ تکبر سے منہ موڑ کر اللہ تعالی جل جلالہ کے لیے ہر معاملے میں عاجزی و انکساری اختیار کی جائے اور بندے کو یہی لائق بھی ہے کہ وہ عاجزی کرے۔

امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اس حدیث میں فخر کے لیے عبد کا لفظ استعمال کرنے سے ممانعت کی گئی ہے بطور تعریف و پہچان کے استعمال کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اسے مکروہ تنزیہی کہنے کی تائید اللہ تعالی جل جلالہ کے اس فرمان کے پیش نظر ہے:

"وأنكحوا الأيامى منكم والصالحين من عبادكم وإمائكم إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم" (سورۃ نور ۲۴، آیت ۳۲)

ترجمہ: اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو (عمر نکاح کے باوجود) بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور بندیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔

پس اس آیت میں اللہ تعالی جل جلالہ نے بندوں کی عبودیت کو ہماری طرف منسوب فرمایا ہے۔ اسی طرح حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں بھی ہے۔

"من أعتق شقصا له من عبد"

ترجمہ: جس نے غلام کے کسی حصے کو آزاد کیا۔

اسی لئے امام بخاری نے اپنی صحیح میں مذکورہ بالا دونوں دلائل سے استدلال کرتے ہوئے کسی انسان کی طرف عبد کی اضافت کو جائز قرار دیا ہے، البتہ عبدالدار اور عبدالکعبہ کو ان کے ساتھ ملحق کرنا جیسا کہ کتاب "تحفة المحتاج في شرح المنهاج" لابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ کی عبارت سے گمان ہوتا ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ گھر اور کعبہ میں ملکیت کی صلاحیت متحقق نہیں ہے برخلاف انسان کے کہ اس کے زندہ ہونے یا مرجانے سے بھی اس کی ملکیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۵) رہی دوسری صورت تو اس کی نفی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للعبد المملوك الصالح أجران والذي نفسي بيده لولا الجهاد في سبيل الله والحج وبر امي لا حببت ان اموت وانا مملوك"

ترجمہ: نیک غلام کے لیے دو اجر ہیں "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور میری والدہ کی خیر خواہی کا معاملہ درپیش نہ ہوتا تو مجھے یہ پسند تھا کہ میری موت حالت غلامی میں ہوتی"

(صحیح بخاری، رقم ۲۵۴۸، الادب المفرد للبخاری، رقم ۲۰۸، صحیح مسلم، رقم ۱۶۶۵)

محدثین عظام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث میں "والذي نفسي بيده" آخر تک یہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کلام ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ تو اس وقت موجود ہی نہیں تھیں، جس کے ساتھ بھلائی فرماتے (بلکہ انتقال فرما گئی تھیں)، لہٰذا پتہ چلا کہ یہ غلامی کی تمنا و خواہش حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تھی۔

احادیث مبارکہ اس بات کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں کہ جو صالح اور نیک غلام اللہ تعالی جل جلالہ اور اپنے آقا کا حق صحیح طور پر ادا کرے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے، اسی لیے امام کرمانی علیہ الرحمہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان احادیث کی روشنی میں تو غلاموں کو اپنے آقا سے بھی زیادہ اجر ملتا ہے تو اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کیونکہ انہیں صرف اسی طور دوگنا ثواب ملتا ہے لیکن ان کے آقا کو دوسرے طور پر غلام سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے (مثلاً آقا اپنے غلام کا خیال رکھے جو لباس خود پہنے اسے بھی دے جو خود کھائے اسے بھی کھلائے وغیرہ تو اس صورت میں آقا کو غلام سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے)۔

سائل کے سوال کے جواب میں ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اور میں نے اس رسالے کا نام "شفاء قلب سؤول في جواز من تسمى بعبد النبي وعبد الرسول" رکھا ہے اور تم اگر چاہو تو اس کی دلائل کی شدت کے پیش نظر جو کہ مخالفین پر قیامت ڈھانے والے ہیں اس کا نام "الصارم المسلول على من أنكر التسمية بعبد النبي وعبد الرسول" رکھ لو (تاکہ منکر کی جڑ کٹ جائے)۔

(الرسائل الخمس، ۲۱۰، دار النعیمی، مترجم ۹۲، مکتبہ غوثیہ کراچی)

شیخ عابد سندھی علیہ الرحمۃ نے وہابیت اسمعیلیت کی تمام رگوں کو جڑ سے کاٹ دیا اور اہلسنت کا بول بالا کرتے ہوئے وہابیت اسمعیلت کو اس کے مقام اصلی تک پہنچا دیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ یہاں کتنے بڑے بڑے فتوے لگیں گے اور ان کو

حنفیت سے نکال کر معاذ اللہ حنفیت کا باغی بنا کر کہاں پہنچائیں گے؟ وہابی اسمعیلی اصول تو یہی کہتے ہیں جب حنفیت وہ ہے جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بزعم خود بیان کیا ہے تو یہ ان کے اصول کے مطابق حنفیت نہیں ہوسکتی جب یہ حنفیت نہیں ہے تو علامہ شیخ عابد سندھی علیہ الرحمۃ حنفی کیسے ہوں گے۔ یہ ہے وہابیت اسمعیلیت، جس نے اپنوں کو تو چھوڑا نہیں اکابرین اہلسنت پر بھی ہاتھ صاف کئے ہیں۔ بہرحال ہم وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتے ہیں کہ ایک دو فتوے علامہ صاحب پر بھی لگا دو تا کہ تمہاری وہابیت اسمعیلیت مزید واضح ہوجائے۔

(۲) علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمۃ اپنے استاذ جن سے آپ نے روایت کی ہے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

فَإِنِّیْ أَرْوِیهِ عَنْ شَیْخِنَا الشَّیْخِ عَبْدِالنَّبِیِّ الْخَلِیلِیِّ، عَنِ الْمُصَنِّفِ عَنِ ابْنِ نُجَیْمٍ الْمِصْرِیِّ...

میں اس کو اپنے شیخ عبد النبی الخلیلی سے روایت کرتا ہوں انہوں نے مصنف سے روایت کیا انہوں نے ابن نجیم المصری سے۔۔

(الرد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ا، ص ۶۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ا، ص ۲۱۳، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

علامہ حصکفی صاحب درمختار کے استاد کا نام عبد النبی تھا لیکن نہ تو علامہ حصکفی نے ان پر کوئی فتوی لگایا، نہ ہی ان کا نام تبدیل کروایا اور اور مزے کی بات یہ ہے کہ درمختار کے حواشی لکھنے والوں میں سے بھی کسی نے کوئی فتوی شرک، موہم شرک، مکروہ، حرام و ناجائز کا کسی نے نہیں لگایا۔ جبکہ وہابیہ اسمعیلیہ کا فتوی یہ ہے کہ اگر ایسا شخص زندہ ہے تو اس کا نام تبدیل کر دینا چاہیے۔

(۳) صاحب قرۃ عیون الاخیار لکھتے ہیں:

الشَّیْخ مُحَمَّد عبد النَّبِی لما ورد دمشق...فَقَالَ الشَّیْخ مُحَمَّد عبد النَّبِی لشیخ سَیِّدی۔۔ (قرہ عین الأخیار لتکملۃ رد المحتار، جلد ۱۱، ص ۱۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہ ایک اور حنفی کا حوالہ ہے جو عبد النبی والے کو بھی الشیخ کہہ رہے ہیں لیکن ان پر کوئی فتوی نہیں لگا رہے اور نہ ہی نام تبدیل کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(۴) علامہ بدرالدین العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَکَانَ عبد الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم فَأَعْتَقهُ وتبناه قبل الْوَحی بِالْآیَةِ الْمَذْکُورَة۔۔

اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عبد الرسول (سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام) تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۱۷، ص ۱۰۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ حوالہ دینے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عبد بمعنی غلام بھی آتا ہے جیسا کہ یہاں ہے۔

بحمد للہ مذکورہ بالا حوالا جات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ عبد النبی، عبد الرسول نام جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کا اظہار کرنے کے لئے رکھے جائیں تو جائز ہیں یہی اہلسنت کا موقف ہے اور یہی سادات احناف بھی فرماتے ہیں۔ سادات احناف کا موقف آپ نے دیکھ لیا اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: سادات احناف و مشائخ ہند کے ہاں عبد النبی وغیرہ نام رکھنا جائز نہیں کہ یہ موہم شرک ہے۔

انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۹۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان وہ جاہل ہے جس نے اپنی گھر کی کتاب نہ پڑھنے کی گویا قسم کھائی ہے اس جاہل آدمی کو اپنے ہی گھر کی کتابوں کا علم ہوتا نہیں اور ایسے ہی دعوی ہانک دیتا ہے وہابی اسمعیلی نے عبد النبی وغیرہ نام رکھنے کو صرف موہم شرک کہا، اس کو سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف بتایا اور پھر اس کو وہابیہ اسمعیلیہ کا نظریہ بتایا حالانکہ اس کے وہابی اسمعیلی آباء اس کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی بقول وہابی اسمعیلی ساجد خان سادات احناف کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

کفر وشرک کی باتوں کا بیان:۔۔۔علی بخش، حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا۔۔(بہشتی زیور،ص ۵۵،۵۶، دار الاشاعت کراچی)

ابوالحسن ندوی لکھتا ہے:

أو سمى أولاده "بعبد النبى" أو "إمام بخش" أو "بير بخش"... وكل ذلك يتحقق منه الشرك ويسمى "الإشراك فى العبادة"....

عبد النبی یا امام بخش یا پیر بخش نام رکھنا۔۔۔ان میں سے ہر ایک نام سے شرک ثابت ہوجائے گا اور اس کو شرک فی العبادۃ کہتے ہیں۔۔۔ (رسالۃ التوحید المسمی ب تقویۃ الایمان،ص ۶۱، دار وحی القلم)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اپنے وہابی اس کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں یہ کہتا ہے کہ سادات احناف کے نزدیک یہ نام موہم شرک ہیں جبکہ اسی کے وہابی کہتے ہیں کہ یہ نام رکھنا شرک ہے وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ اس کے یہ باپ حنفیت کے باغی تھے یا پھر یہ خود کذاب ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اپنے وہابیوں کے ذمہ وہ لگا رہا ہے جو ان کا عقیدہ نہیں ہے۔وہابی اسمعیلی جو بھی کرے تلوار وہابیت اسمعیلیت پر ہی چلے گی اور گلا وہابی اسمعیلی ساجد خان کی کتاب کا کٹے گا۔

قارئین! وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بغض اہلسنت میں دعوی تو ہانک لیا لیکن اپنے ہی گھر کو دیکھنا بھول گیا آیئے ہم آپ کو اسی کے گھر کی سیر کرواتے ہیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

اور بندہ کا بندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کسی خدا تعالی کے مقبول کا مطیع ہو کر عمل کرے یہ بھی درست ہے مگر بظاہر لفظ ایسا بولنا اچھا نہیں جو موہم برے معنی کا ہو مگر اصل مراد درست ہے۔(فتاوی رشیدیہ،ص ۷۷، دار الاشاعت کراچی)

وہابی اسمعیلی گنگوہی جس کی پیروی میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نجات ہے وہ کہتا ہے کہ بندے کا بندہ ہونا درست ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کی مخالفت کرتے ہوئے اور اپنی نجات کو داو پر لگاتے ہوئے اس کو ناجائز کہتا ہے واہ وہابی واہ۔وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نجات تو گنگوہی کی مخالفت کر کے گڑھے میں گئی لیکن اس نے بھی گنگوہی سے بدلہ لے لیا اور اس بیچارے کو حنفیت سے ہی خارج کر دیا کیونکہ یہ کہتا ہے کہ سادات احناف کے نزدیک بندے کا بندہ کہنا جائز نہیں اور وہابی اسمعیلی گنگوہی کہتا ہے کہ اس کے معنی درست ہیں۔

بہرحال وہابیہ اسمعیلیہ عبد النبی نام کو شرک کہیں یا موہم شرک کہیں یا اس پر ناجائز کے فتوے لگائیں بحمد للہ اہلسنت تو ان سب فتاوی سے بری ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک عبد النبی وعبد الرسول کا معنی غلام ومطیع کے ہیں اور بس۔لیکن وہابی اسمعیلی اقرار کر چکے ہیں

لہٰذا ہم ان کو انہی کے گھر کی سیر کروا دیتے ہیں تا کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے نقل کردہ فتوے یا کسی اور وہابی اسمٰعیلی کے لگائے ہوئے فتوے ادھر ہی کام میں آجائیں، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان سب کے گلے میں ان سب فتاوی کا پھندا ڈالے جو اس نے بزعم خود نقل کئے ہیں پھر اہلسنت کے بارے میں سوچے لیکن ان شاء اللہ یہ وقت آئے گا ہی نہیں کیونکہ وہابی اسمٰعیلی فتوے لگا تا لگا تا تھک جائے گا مگر نام ختم نہیں ہوں گے، میں کچھ بیان کر دیتا ہوں۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا لکھتا ہے:

حضرت مولانا حکیم عبدالرسول ابن حکیم قمرالدین۔۔۔(تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۱۵۳، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی، وہابی فضل الرحمن، محمد ریاض درانی، اور خان محمد اسمٰعیلی کی مصدقہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ابوایوب تقریظ کے حوالے سے لکھتا ہے:

اس کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پر اس کی تقریظ ہے لہٰذا ہم صرف اسی کو پیش کریں گے باپ بیٹا دونوں کی حجامت خود ہی ہو جائے گی۔ (دفاع ختم نبوت، ص ۲۰، دارالنعیم لاہور)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جس جس کی چاہے حجامت بنالے اور جس جس پر چاہے فتوے بازی کا شوق پورا کر لے، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے باپ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نام شرکیہ ہے، ناجائز ہے پھر بھی اس کو لکھا اور کوئی اعتراض نہیں کیا جو کہ وہابی اسمٰعیلی اصول سے تائید کی دلیل ہے اور پھر تقریظ لکھنے والے بھی اس میں وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے برابر کے شریک ہیں لہٰذا سب پر فتوے لگیں گے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان کی خبر لے اور ان سب کو ایک لائن میں کھڑا کر کے سادات احناف و مشائخ ہند کا مخالف ثابت کر دے پھر ہم سے بات کر لے۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی نذیر رانجھا ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

حضرت قاضی عبدالرسول کھچی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کے خاص کامل اصحاب اور چیدہ خلفاء میں سے تھے۔ حافظ قرآن، صالح، ذاکر سحر خیز اور صاحب ذوق و شوق تھے۔۔۔(تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، ص ۲۵۰، ۳۱۸، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میانوالی)

نوٹ: یہ کتاب وہابی اسمٰعیلی خان محمد کی مصدقہ ہے۔

لیجئے! شرکیہ نام والے اور ناجائز نام والے کو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے شجرہ کے بزرگ نے صرف خلافت ہی نہیں دی بلکہ ان کو اپنا خاص اصحاب میں شامل کیا، میرا سوال یہ ہے کہ کیا خواجہ عثمان دامانی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نام شرکیہ ہے ناجائز ہے۔؟ اگر معلوم تھا تو نام کیوں تبدیل نہیں کیا۔؟ ان کا اس کو تبدیل نہ کرنا اور برقرار رکھنا کس بات کی دلیل ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان سب پر فتوے لگا لے، ان کو حنفیت سے خارج کر کے حنفیت کا باغی بنالے پھر ہم سے بات کرے۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی خالد سیف اللہ لکھتا ہے:

تذکرہ شیخ عبدالنبی نعمانی گنگوہی: آپ اپنے دور کے شیخ الاسلام عظیم محدث اور بہت بڑے فقیہ تھے اور ہندوستان کی مشہور عالم شخصیات میں شمار کئے جاتے ہیں آپ قطب العالم شیخ عبدالقدوس کے پوتے ہیں، والد محترم کا اسم گرامی احمد ہے۔۔۔صاحب نزہۃ الخواطر نے ص ۱۹۶ ج ۴ پر "احد العلماء المشهورين في الارض الهند" سے آپ کی ذات کو تعبیر ہے۔ حضرت مولانا

عبدالحئی نے طرب الاماثل میں ص ۲۸۳ پر تحریر فرمایا ہے: قد کان مولانا عبد النبی من العلماء الصالحین والفضلاء العاملین۔ (تذکرہ اکابر گنگوہ، ص ۲۳۰، مکتبہ شریفیہ گنگوہ)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے ایک بہت ہی زبردست حوالہ ہم نے بیان کر دیا ہے وہابی اسمٰعیلی خالد سیف اللہ کے اقرار کے مطابق شیخ عبد النبی شیخ الاسلام، عظیم محدث، اور بہت بڑے فقیہ تھے اور فقیہ بھی کونسے حنفی۔ لیکن اس کے باوجود بھی نام کیا ہے عبد النبی جس میں آج وہابیہ اسمعیلیہ کو شرک اور ناجائز یاد آرہا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ وہابی اسمٰعیلی نے جو لکھا ہے یہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اگر سچ ہے اور یقینا سچ ہے تو کیا حنفی فقیہ، شیخ الاسلام ہونے کے باوجود بھی ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نام شرکیہ ہے ناجائز ہے سادات احناف اس سے منع کرتے ہیں۔؟ ان سب کے باوجود بھی ان کا اس نام کو اپنانا اور تبدیل نہ کرنا کس بات کی طرف مشعر ہے۔ یہاں ایک اور بات کی بھی وضاحت کر دوں کہ ہمارے یہاں عموما والد یا دادا نام رکھتا ہے ان کا نام بھی ایسے ہی رکھا گیا ہوگا ان کے دادا تو شیخ عبد القدوس اور ان کے والد کے بارے میں وہابی اسمٰعیلی عبد الحی نے لکھا ہے کہ:

الشیخ العالم الفقیہ أحمد بن عبد القدوس الحنفی الکنکوھی، أحد المشایخ المشھورین۔۔

لیجئے! والد صاحب بھی عالم، شیخ اور حنفی، وہابی اسمٰعیلی کس کس پر فتوے لگائے گا اور کیا کیا لگائے گا یہ تو وہی بتائے گا لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کی کتابوں میں جو لکھا ہوا ہے اور جو کچھ وہابی اسمٰعیلی نے لکھ کر اس کو اپنا نظریہ کہا ہے اس کے اعتبار سے تو یہ حنفی ہی نہیں بلکہ حنفیت کے باغی ہیں۔ یہی کچھ ہوگا جب جاہل قسم کے لوگ محقق من الحقہ بن کر تحقیق کی گندی ندیاں بہائیں گے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے ان لوگوں سے نپٹ لے پھر ہم سے بھی بات کرلے۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

تعمیر مسجد عبد النبی (دہلی) موجودہ دفتر جمعیۃ علمائے ہند: شیخ عبد النبی کو اپنے زمانہ عروج میں مساجد وغیرہ کی تعمیر کا بہت زیادہ شوق و ذوق تھا، آپ نے مختلف مقامات پر مختلف شہروں میں مساجد کی تعمیر کرائی اور بہت سے اوقاف بہت سے نیک کاموں کیلئے عطا فرمائے، بقول ملا عبد القادر بدایونی جتنے اوقاف اور جائدادیں شیخ عبد النبی نے مدارس اور خانقاہوں اور مساجد کے نام کئے انکا عشر عشیر بھی کسی اور نے نہیں کیا، مسجد عبد النبی بھی اسی دور کی یادگار ہے۔۔۔

مزید لکھتا ہے:

مسجد عبد النبی ایک زمانہ سے جمعیۃ علمائے ہند کا دفتر چلا آرہا ہے اور یہاں سے جمعیۃ کی تحریکیں پوری دنیا میں چلائی جاتی ہیں، اللہ پاک مسجد کی اور وہاں سے اٹھنے والی تحریکوں کی تائید وتقویت فرمائے، اور جمعیۃ میں حقیقتاً اجتماع، جمع وتطبیق اور جمعیت کی شان وکیفیت پیدا فرمائے اور انتشار وافتراق سے علماء اور امت میں جو انتشار وافتراق پھیل گیا ہے اس کے سمٹنے کے حالات پیدا فرمائے۔۔۔

(تذکرہ اکابر گنگوہ، ص ۲۴۰، مکتبہ شریفیہ گنگوہ)

یہاں تو وہابیت اسمعیلیت کو کچھ بھی نظر نہ آیا اور قبضہ گروپ نے قبضہ جما لیا بفرض محال مان بھی لیا جائے شیخ عبد النبی کو فقیہ و حنفی ہونے کے باوجود بھی علم نہیں تھا کہ یہ نام جب انسان کے لئے ناجائز ہے تو مسجد کے لئے کیسے جائز ہوگا؟ لیکن اس قبضہ گروپ مافیا وہابیہ اسمعیلیہ کو تو معلوم تھا لیکن ان میں سے کسی کو وہ غیرت نہ آئی جو آج کل کے وہابیہ اسمعیلیہ کو آتی ہے جی نام تبدیل کر دیں، ان لوگوں کا مسجد عبد النبی کو مرکز بنانا اور پھر بھی نام تبدیل نہ کرنا وہابی اصولوں سے تائید ہے اس بات کی یہ نام جائز تھا تبھی تو رکھا گیا اور وہابیہ اسمعیلیہ

نے بھی اس کو تبدیل نہیں کیا۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے ایک سوال ہے کہ عبد النبی جب کسی انسان کا نام ہوگا تو وہاں تو عبد بمعنی غلام و مطیع ہو جائے گا اس کے باوجود بھی وہ تمہارے نزدیک شرکیہ و ناجائز ہے لیکن یہاں کیا معنی ہوں گے جس کی وجہ سے یہ نام جائز اور کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کو غیرت نہ آئی۔؟

قارئین! وہابی اسمٰعیلی خالد سیف اللہ نے اپنے وہابی اسمٰعیلی عبدالحی کے حوالے سے شیخ عبد النبی بن شیخ احمد کا ذکر کیا ہے ہم آپ کے سامنے عبدالحی کا حوالہ بھی بیان کر دیتے ہیں جو کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پر حجت تام کرنے کے لئے ہے۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی عبدالحی لکھتا ہے:

الشيخ العالم المحدث عبد النبي بن أحمد بن عبد القدوس الحنفي الكنكوهي، أحد العلماء المشهورين في أرض الهند، ولد بكنكوه، وقرأ القرآن والفقه والعربية وسائر العلوم في بلاده، ثم سافر إلى الحرمين الشريفين وسمع الحديث بها عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن حجر المكي وعن غيره من المحدثين..

علامہ عبد النبی بن احمد ہند کے مشہور علماء میں سے ہیں، ان کی ولادت گنگوہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی پھر مکہ و مدینہ کا رُخ کیا اور شیخ ابن حجر مکی و دیگر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ (نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد 4، ص380، دار ابن حزم بیروت)

شیخ عبد النبی نے اپنے ہی والد احمد بن عبد القدوس سے کئی مسائل میں اختلاف کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان پر جو بھی فتویٰ لگائے گا یہ اس کی مرضی ہے لیکن اس کا ذکر وہابی اسمٰعیلی عبدالحی نے کیا ہے وہ کون سے مسائل تھے جن کے قائل و فاعل شیخ احمد بن عبد القدوس تھے۔

وہابی اسمٰعیلی عبدالحی لکھتا ہے:

الشيخ العالم الفقيه أحمد بن عبد القدوس الحنفي الكنكوهي، أحد المشايخ المشهورين، أخذ عن أبيه وسلك مسلكه من استماع الغناء والتواجد والقول بوحدة الوجود، وله رسالة في حلة الغناء، ورسالة في إثبات وحدة الوجود، خالفه في تلك المسائل ابنه الشيخ عبد النبي المحدث..

شیخ فقیہ احمد بن عبد القدوس حنفی مشہور مشائخ میں سے ہیں انہوں نے اپنے والد سے علم سیکھا اور یہ غنا یعنی قوالیوں کے سماع (غنا کا یہ ترجمہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے کیا ہے از ناقل) وجد اور وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور انہوں نے قوالیوں کے سماع کی حلت پر ایک رسالہ بھی لکھا اور اسی طرح اثبات وحدۃ الوجود میں بھی رسالہ لکھا، ان مسائل میں ان کے بیٹے شیخ محدث عبد النبی نے ان کی مخالفت کی۔ (نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد 4، ص305، دار ابن حزم بیروت)

شیخ فقیہ احمد بن عبد القدوس گنگوہی حنفی یہ شیخ عبد النبی گنگوہی کے والد ہیں **اولاً:** انہوں نے حنفی ہونے کے باوجود بھی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھا۔ کیا فقیہ اور حنفی ہونے کے باجود بھی یہ نام رکھنا درست تھا؟ اگر نہیں اور وہابی اسمٰعیلی اصولوں سے یقیناً نہیں تو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان پر بھی ایک دو فتوے لگا کر ان کو بھی حنفیت سے خارج قرار دے کر حنفیت کا باغی بنا دے کیونکہ آج کل اس نے اپنے آباء کو بھی حنفیت سے خارج کرنے کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے، ورنہ بقول وہابی اسمٰعیلی ابوایوب یہ لینے اور دینے کے باٹ الگ الگ کیوں؟ یہ تو تھا شیخ احمد بن عبد القدوس کے حوالے سے اب اگر ہم شیخ عبد النبی کی بات کریں تو کیا ان کے نزدیک یہ نام درست تھا اگر وہابی اسمٰعیلی یہ کہے کہ نہیں تو پھر انہوں نے اپنا نام تبدیل کیوں نہیں کیا اور ایک ناجائز اور شرکیہ نام ساری زندگی کیوں رکھا رہنے دیا؟

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس سوائے لایعنی عوعو کے اور کوئی جواب نہیں ہوگا اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ پوچھ کر دیکھ لیں۔

ثانیاً: شیخ صاحب نے دوسروں پر فتوے بازی کا بازار گرم کرنے والی وہابیت اسمٰعیلیت کو کہیں کا نہیں چھوڑا وہابی اسمٰعیلی عبدالحی نے ان کو الشیخ، العالم، الفقیہ تسلیم کیا ہے اور حنفیت کا ٹائٹل بھی ان کو دیا ہے لیکن یہی الشیخ، العالم، الفقیہ، الحنفی قوالی اور وجد کے جواز کا فتوی دے کر اس پر عمل کرتے ہیں، اور یہی پر بس نہیں بلکہ اس کی حلت میں ایک رسالہ بھی لکھ دیتے ہیں، لیکن کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کو کچھ بھی یاد نہیں آتا اور کوئی بھی ان کو بدعتی بدعتی نہیں کہتا اور کوئی بھی ان کو سادات احناف کا نام لے کر فتاوی نہیں دکھاتا اور نہ ہی حنفیت سے خارج کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ کہے کہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا تو میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اب تو معلوم ہو گیا ہے اب ہی وہ سارے فتوے لگا دو اور وہ ساری بکواسات جو جو اہلسنت پر کیں ہیں وہ سب کی سب ادھر بھی کر دو اور پھر اپنے ہی گھر سے جوتوں کا انتظار کرو ان شاء اللہ اتنے پڑیں گے کہ سر کا ایک بھی بال نہیں رہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو پر عمل کرے، اور سب کچھ ہضم کر جائے۔

(٦) ایک اور مقام پر وہابی اسمٰعیلی عبدالحی لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل الكبير عبد النبي بن الشيخ عبدالله الشطاري عماد الدين محمد عارف العثماني السنديلوي ثم الأكبر آبادي، أحد العلماء المبرزين في المعارف الإلهية، له مصنفات كثيرة۔۔

شیخ فاضل عبدالنبی معارف الٰہیہ میں ممتاز علماء میں سے ہیں اور آپ کی کئی کتابیں ہیں۔

(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد 5، ص 581، دار ابن حزم بیروت)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان غیرت دکھائے اور یہاں بھی فتوے داغ کر ان کو بھی جہاں پہنچانا ہے پہنچا دے۔

(٧) وہابی اسمٰعیلی عبدالحی لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل عبد النبي بن آدم الحنفي الهندي أحد العلماء الصالحين، وجدت بخطه الشمائل للترمذي كتبه لابنيه عبد الرؤف وعبد الحميد۔۔۔

شیخ عبدالنبی حنفی ہندی علماء صالحین میں سے تھے۔۔۔ (نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد 6، ص 759، دار ابن حزم بیروت)

ایک اور حنفی بھی آ گئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے اچھا موقعہ ہے اسمٰعیلی فتوے دھرنے کے لئے شروع ہو جائے اور حنفیت سے خارج، حنفیت کے باغی، شرکیہ نام والے اور ناجائز کام والے جیسے فتاوی لگا دے ورنہ ہمارے بارے میں عوعو کرنے سے باز آئے۔

(٨) وہابی اسمٰعیلی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل القاضي عبد النبي بن عبد الرسول بن أبي محمد بن عبد الوارث العثماني الأحمدنكري أحد العلماء المشهورين۔۔۔۔ ومن مصنفاته جامع الغموض ومنبع الفيوض شرح بسيط على كافية ابن الحاجب۔۔۔ (نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، جلد 6، ص 759، دار ابن حزم بیروت)

شیخ قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول مشہور علماء میں سے ہیں اور ان کی ایک بہت ہی مشہور کتاب ہے جامع الغموس یہ کافیہ کی فارسی میں شرح ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے لئے ہم نے راہیں کھول دیں ہیں دل کھول کر فتوے بازی کرے اگر چاہے تو اسمٰعیلی گن مشین کو بھی مات دے دے لیکن یہ کام کافی مشکل ہے محال نہیں ہے۔

(۹) وہابی اسمعیلی عبدالحی مزید لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل عبد الرسول بن يوسف بن سليمان سعد الله الأنصاري السهالوي أحد الفقهاء الحنفية..

شیخ فاضل عبدالرسول انصاری یہ فقہائے حنفیہ میں سے ہیں۔

(نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، جلد 6، ص749، ار ابن حزم بیروت)

یہ ایک اور حنفی فقیہ کا نام آ گیا ہے۔ کیا ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نام شرکیہ ہے یا ناجائز ہے؟ جو بھی ہو وہابی اسمعیلی ساجد خان تو ان پر فتوے لگا کر ان کو حنفیت سے خارج کر کے حنفیت کا باغی بنا چکا ہے۔

(۱۰) وہابی اسمعیلی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل عبد الرسول بن يوسف التتوي السندي أحد رجال الفضل والصلاح۔

شیخ فاضل عبدالرسول سندی علماء فضل وصلاح میں سے ہیں۔ (نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، جلد 6، ص749، ار ابن حزم بیروت)

وہابی اسمعیلی یہاں بھی کچھ فتوے لگا دے۔

(۱۱) ایک اور جگہ لکھتا ہے:

الشيخ الفاضل القاضي عبد الرسول بن أبي محمد... الكجراتي أحد العلماء الصالحين۔

قاضی عبدالرسول گجراتی علماء صالحین میں سے ہیں۔ (نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، جلد 6، ص749، ار ابن حزم بیروت)

یہ ایک اور نام ہم نے بیان کر دیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان ان پر بھی وہ ساری لن ترانیاں کرے، ان کو بھی حنفیت سے خارج قرار دے اور بغاوت کا فتوی مزید برآں۔

(۱۲) وہابی اسمعیلی مفتی لکھتا ہے:

نیز عبدالرسول نام معنی مجازی کے اعتبار سے درست ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار و غلام، لہٰذا اس کو کفریہ نام کہنا یا اس کی وجہ سے کسی کو کافر قرار دینا جائز نہیں۔۔۔۔ (دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور، فتوی نمبر ۱۴۴۲۱۲۹)

وہابی اسمعیلی نے قصہ تمام کر دیا اور اس بات کا اقرار کر لیا کہ یہ نام معنی مجازی کے اعتبار سے درست ہے وہابی اسمعیلی نے اس کے علاوہ جو عوعو کی ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہم نے بس یہ ثابت کر دیا ہے کہ عبدالرسول، عبدالنبی نام رکھنا غلام نبی کے معنی میں بالکل درست ہے اور مسلمان اس نام سے یہی معنی مراد لیتے ہیں اور دوسرا معنی ان کے وہم میں بھی نہیں ہوتا لیکن وہابی اسمعیلی کہاں سے کہاں نکال کر لے آتا ہے۔ یہاں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلا دوں کہ وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی و ابوالحسن ندوی نے اس کو شرک کہا ہے جبکہ وہابی مفتی اس کے کفر بھی ہونے کا انکار کر رہا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے کر لے کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اس طرح کے کام کا بہت شوق ہے جب دوسروں کے بارے میں عوعو کرتا ہے تو اپنے گھر کے افراد کے بارے میں بھی کچھ ہو جائے۔

قارئین: وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دعوے کا حال آپ نے اسی کے وہابی اسمعیلی علماء سے دیکھ لیا اب اس کے دلائل کو بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: اپنے وقت کے مجدد حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **ولا یجوز نحو عبدالحارث ولا عبدالنبی ولا غیرہ بما شاع فیما بین الناس۔** (مرقاۃ المفاتیح ج ۲۔ص ۱۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) عبدالحارث و عبدالنبی جیسے نام رکھنا جائز نہیں اور لوگوں میں اس قسم کے نام پھیل جانے کا کوئی اعتبار نہیں (یعنی بالفرض لوگوں میں یہ نام رکھنے کا رواج پڑ گیا ہے تو یہ رواج اس کو جائز نہیں قرار دے سکتا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمعیلی یہ بتائے کہ اس نے جو دعوی کیا ہے، وہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت میں کہاں ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کا دعوی یہ تھا:

سادات احناف و مشائخ ہند کے ہاں عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا جائز نہیں کہ یہ موہم شرک ہے۔ انہی کی پیروی میں یہ نظریہ احناف دیوبند کا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۳، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے دعوے کے مطابق ہمیں اس عبارت میں وہ الفاظ دکھائے جن میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ کہا ہو کہ عبدالنبی نام موہم شرک ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان مرجائے گا اپنے وہابیوں کی طرح مٹی ہوجائے گا لیکن علامہ علی قاری کی عبارت سے یہ ثابت نہیں کر پائے گا اگر ہم پر یقین نہیں تو آپ وہابی اسمعیلی سے ہی مطالبہ کر کے دیکھ لیں۔

ثانیاً: یہ عبارت وہابیہ اسمعیلیہ کے دادا استاذ علامہ شیخ عابد سندی علیہ الرحمۃ، علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمۃ اور خود وہابیہ اسمعیلیہ کے مانے ہوئے علماء کے خلاف ہے وہابی اسمعیلی ان کی طرف سے جو بھی جواب دے گا ہمارے طرف سے بھی قبول کرلے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارات کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: (۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں: بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں کہ ذکر کرتے ہیں دوسروں کا اللہ کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کو مانند نام اللہ کے ساتھ براہ تقرب ذکر کرتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں کہ ذبح و نذر و قربانی میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعض وہ آدمی ہیں کہ نام رکھتے ہیں کہ بندہ فلاں عبد فلاں (یعنی جیسے عبدالمصطفیٰ عبدالنبی) اور یہ شرک فی التسمیہ ہے۔ اور بعضے وہ مشرک ہیں کہ دفع بلا کے لیے دوسروں کو پکارتے ہیں۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۳، ۹۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: یہ دلیل بھی اس کے دعوے کے مطابق نہیں کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان موہم شرک مانتا ہے اور شاہ صاحب اس کو سیدھا سیدھا شرک کہہ رہے ہیں وہابی اسمعیلی پہلے اپنے دعوے کو اپنی دلیل کے مطابق کرے پھر ہم سے جواب لے لے۔

ثانیاً: شاہ صاحب کا فتوے شرک شیخ عابد سندھی علیہ الرحمۃ، علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمۃ کے استاذ عبدالنبی، وہابیہ جن کو اپنا اکابر مانتے ہیں حکیم عبدالرسول، عبدالنبی گنگوہی اور ان کے علاوہ ان سب حنفی فقہاء پر بھی لگتا ہے جن کے حوالے ہم نے وہابی اسمعیلی عبدالحی سے بیان کئے ہیں وہابی اسمعیلی پہلے ان سب حضرات پر شرک کا فتوی لگالے پھر ہم سے جواب لے لے۔ اگر وہابی اسمعیلی ان پر فتوی نہیں لگاتا تو جو جواب وہابی اسمعیلی دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کرلے۔

وہابی اسمعیلی لکھتا ہے: لفظ غلام دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک بمعنی مملوک زر خرید دوسرا بمعنی خادم تو جب غلام کی نسبت مالک کے ساتھ کی جاتی ہے تو اس سے مقصود معنی اول ہوتا ہے اور لوگوں کو یہ فعل یعنی غلام کی نسبت بزرگان کے ساتھ باعتبار معنی اول کرنا غلط ہے اور اس واسطے کی یہ لوگ بزرگان کے زر خرید نہیں البتہ باعتبار دوسرے معنی کے خادم کے معنی میں نسبت کر سکتے ہیں لیکن اس لفظ میں فعل ناجائز کا وہم ہوتا ہے اس واسطے اہل اسلام کو چاہیے کہ ایسا لفظ استعمال نہ کریں کیونکہ شرک جس طرح عبادت وقدرت میں ہوتا ہے ویسا ہی شرک نام رکھنے میں بھی ہوتا جاتا ہے اور ایسا نام رکھنے میں شرک تسمیہ میں ہوتا ہے۔ اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ شرک تسمیہ بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ اس زمانے میں بعض لوگ غلام فلاں وعبد فلاں نام رکھتے ہیں اس سے پرہیز چاہیے **واللہ اعلم**۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۵، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اولاً: یہ فتاوی خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک معتبر نہیں جیسا کہ ہم ماقبل میں حوالے بیان کر چکے ہیں۔

ثانیاً: اس میں بھی اس کو شرک کہا گیا ہے اور ساجد خان کا یہ دعوی نہیں پہلے اپنی دلیل اپنے دعوے کے مطابق کرے پھر ہم سے بات کرے۔

ثالثاً: یہ عبارت خود وہابیہ اسمعیلیہ کے دادا استاذ، علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ اور کئی وہابیہ اسمعیلیہ کے مانے ہوئے اکابرین کے خلاف ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے ان پر فتوے دھر دے پھر ہم سے بات کرے اگر وہابی اسمعیلی ان کی طرف سے کوئی جواب دیتا ہے تو ہماری طرف سے بھی قبول کر لے۔

وہابی اسمعیلی کا وہابیوں کے نسب نامہ پر فتویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی جو عبارت بیان کی ہے اس کے آخر میں یہ لکھا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ شرک تسمیہ بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ اس زمانے میں بعض لوگ غلام فلاں وعبد فلاں نام رکھتے ہیں اس سے پرہیز چاہیے واللہ اعلم۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ غلام فلاں نام رکھنا بھی درست نہیں۔ وہابیہ اسمعیلیہ کے اس طرح کے نام پر مزید بھی فتوے ہیں جس کو قدر تفصیل سے برادر مکرم جناب مولانا اشتیاق زید شرفہ نے لکھا ہے آؤ ہم آپ کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے وہی بیان کر دیتے ہیں۔

عبد المصطفیٰ نام پر اعتراضات اور اکابرِ دیوبند کے جوابات

مولانا اشتیاق صاحب لکھتے ہیں:

اعتراض: امام مجدد اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری افغانی قدس سرہ خود کو ''عبد المصطفیٰ'' کہتے تھے۔ اپنے نام کے ساتھ ''عبد المصطفیٰ'' کا اضافہ کیا تھا۔ اور اس نام کو اپنی تحریروں اور مہروں میں لکھتے تھے جیسا کہ اپنے ایک شعر میں خود کو عبدِ مصطفیٰ کچھ اس طرح لکھا!

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ — تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اکثر دیوبندی حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت نے خود کو ''عبدِ مصطفیٰ'' کہا جو شرکیہ نام ہے۔ خود کو اللہ کے سوا کسی کا عبد کہنا ناجائز اور شرک ہے۔ دیوبندی اکابر اپنی تصانیف میں ایسے ناموں کو ناجائز اور شرک سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنی تصانیف میں

لکھتے ہیں!

''شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب ہے لیکن اکثر لوگ شرک وتوحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔۔۔کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین'' (تقویۃ الایمان، ص۱۹)

''سوال:۔ نبی بخش پیر بخش سالار بخش مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ایسے نام موہم شرک ہیں منع ہیں ان کو بدلنا چاہیے۔'' (تالیفات رشیدیہ،ص۷۸)

مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب نے بہشتی زیور کے پہلے حصے میں باب ''کفر اور شرک کی باتوں کا بیان'' میں ''علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام کو کفر اور شرک کہا ہے۔ (بہشتی زیور ص۳۵، ۳۶)

اسی طرح اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک شخص کا نام تھا پیر بخش۔ میں نے کہا کہ یہ نام تو اچھا نہیں۔ کہا کہ بدل دو۔ میں نے نام بدل کر دیا اور کبیر بخش رکھ دیا۔''
(ملفوظاتِ حکیم الامت جلد ۸ ص ۳۵۰)

بدر عالم صاحب نے ترجمان السنہ جلد ۲ ص ۲۶۰ پر ''غلام غوث اور عبدالنبی نام رکھنے کو اندیشہ کفر وشرک لکھا ہے۔

جواب: عبدالمصطفیٰ، محمد بخش اور اس جیسے ناموں کی شرعی حیثیت جاننے کیلئے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴ صفحہ ۶۶۳ تا صفحہ ۷۰۷ کا مطالعہ ضروری ہے۔ تفصیل کیلئے فتاویٰ رضویہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ ''عبد'' غلام کو بھی کہتے ہیں۔ اور بخشش'' معاف کرنے کو کہتے ہیں۔ ایسے ناموں پر شرک وکفر کے فتوے لگانا ظلم اور حد سے تجاوز کرنا ہے۔ کیونکہ ایسے فتوؤں کی زد میں عالم اسلام کے بہت سے لوگ آجاتے ہیں حتیٰ کہ دیوبندی اکابر کے آباواجداد بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ہم دیوبندی اکابر کے تصانیف کا مطالعہ کریں کہ جن ناموں کو وہ شرک وکفر کہتے ہیں کہیں ان کے اکابر تو اس شرک میں گرفتار نہیں تھے؟ آیئے دیوبندی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

دیوبندی محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اسماء اعلام میں لغوی معنی کا لحاظ اور اعتبار نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کچھ لحاظ ہو بھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کی طرف لفظ عبد کو مضاف کیا جائے اس کو معبود سمجھ لیا جائے عرب کا محاورہ ہے کہ میزبان کو عبدالضیف کہتے ہیں یعنی مہمان کا غلام اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مہمان اس کا معبود ہے اور یہ اس کی پوجا کرتا ہے۔'' (معارف القرآن جلد ۳، ص ۲۶۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد کہا جیسا کہ انوارِ احمدی میں ہے۔

''روایت ہے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند نشینِ خلافت ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ میں شدت اور سختی دیکھتے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (عبد) غلام اور خادم تھا چوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وکان بالمؤمنین رحیما (اور وہ مومنوں پر ہمیشہ رحم فرمانے والے ہیں) اور لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے، اس سبب سے میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو مثل شمشیر برہنہ کے رہتا اگر میان میں کرتے اور منع فرمادیتے تو باز رہتا ورنہ پیش قدمی کرتا کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔'' (انوار احمدی، طبع، سنی دارالاشاعت

ڈجکوٹ ص ۲۰۴، ۲۰۵، طبع، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، ص ۲۵۶، ۲۵۷)

یہ حدیث شریف چونکہ کئی کتابوں میں مذکور ہے مگر یہاں انوار احمدی کا حوالہ اسی لئے دیا کہ اس کتاب ''انوار احمدی'' پر دیوبندی اکابر کے پیر ومرشد امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کی تقریظ وتصدیق موجود ہے تاکہ دیوبندی حضرات پر حجت قائم ہو۔ اگر حضور ﷺ کا ''عبد'' ہونا شرک ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی بھی اپنے آپ کو حضور ﷺ کا ''عبد'' نہ کہتے۔ اب دیوبندی حضرات ذرا سوچیں کہ ان کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔؟

ایسے ناموں پر شرک کے فتوے لگانے والے اپنے آباء واجداد کو بھی مشرک کہنے میں ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں کرتے۔ آیئے دیوبندی اکابر کے خاندانی شجرے کھول دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کے اکابر کے کون کون سے گھرانے ان کے فتوؤں کے زد میں آ چکے ہیں۔

(۱) دیوبندی رشید احمد گنگوہی صاحب کے دادا کا نام پیر بخش

''خاندانی سلسلہ جس کو حضرت (گنگوہی) نے خود بیان فرمایا تھا اس طرح ہے۔ مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش۔'' (تذکرۃ الرشید، ص ۱۳، سوانح قاسمی جلد اول ص ۶۸، ۶۹، نزھۃ الخواطر جلد ۸، ص ۲۲۲، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء ص ۲۸)

(۲) دیوبندی رشید احمد گنگوہی صاحب کے نانا کا نام فرید بخش

''ماں کی جانب سے سلسلہ نسب جس کو حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب نے خاندانی شجرہ محفوظ کرایا ہے۔ مولانا رشید احمد بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش۔'' (تذکرۃ الرشید، ص ۱۳)

(۳) دیوبندی رشید احمد گنگوہی صاحب کے استاد کا نام محمد بخش

''مولوی محمد بخش صاحب رامپوری حضرت (گنگوہی) کے نہایت ہی شفیق استاد تھے۔ حضرت کو حزب البحر کی اجازت اقرب طرق سے یقیناً اور دلائل الخیرات کی غالباً ان ہی مولوی محمد بخش صاحب سے ملی ہے۔'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۶، مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد، اول، ص ۱۲۶)

(۴) دیوبندی اکابر کے پیر مرشد امداد اللہ مہاجر مکی، مملوک العلی صاحب اور رشید احمد گنگوہی صاحب کے استاد کا نام قلندر بخش

''(امداد اللہ مہاجر مکی) ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ یوم شنبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ فارسی رسائل پڑھے حصن حصین اور مثنوی مولانا روم مولانا قلندر بخش جلال آبادی سے پڑھیں۔'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء ص ۱۰، نزھۃ الخواطر جلد ۸، ص، قصص الاکابر، ص ۸۹)

''سنا ہے آپ (مملوک العلی صاحب) نے معقول کا کچھ حصہ مولوی قلندر بخش سے پڑھا ہے'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۷ حاشیہ)

مملوک العلی صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند محمد یعقوب صاحب کے والد تھے۔

''آپ (گنگوہی صاحب) نے معقول کا کچھ حصہ مولوی قلندر بخش صاحب سے بھی پڑھا ہے۔'' (تذکرۃ الرشید، ص ۲۷ حاشیہ)

اب غور کیجئے کہ جو حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت دینے کا مجاز ہو اور عالم بھی ہو اور جو دیوبندی اکابر کے استاد ہوں کیا وہ بھی شرکیہ ناموں سے ناواقف تھے؟

(۵) دیوبندی قاسم نانوتوی صاحب کے پردادا کا نام محمد بخش

''محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش'' (سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۵، ۶۸، ۱۱۳، ۱۱۵، نادر مجموعہ رسائل مولانا قاسم صاحب نانوتوی،

ص ۳،تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۱۱۶،حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء ص ۳۸)

(۶) مملوک العلی کے نانا اور قاسم نانوتوی کے پردادا کے بھائی کا نام خواجہ بخش

''میاں شیخ محمد بخش کے بھائی شیخ خواجہ بخش میرے والد (مملوک العلی) اور شیخ کرامت حسین دیوبندی کے نانا ہوتے تھے۔''

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۵،۱۱۶، نادر مجموعہ رسائل مولانا قاسم صاحب نانوتوی ص ۳،)

''حضرت مولانا قاسم کے جدامجد کے والد کے ایک سگے بھائی جن کا نام شیخ خواجہ بخش تھا۔'' (سوانح قاسمی جلد اول ص ۶۶،۱۱۵،)

یہی شیخ خواجہ بخش صاحب بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کے خسر کرامت حسین صاحب کے بھی نانا تھے۔

''دیوبند کے مشہور رئیس کرامت حسین جو حضرت نانوتوی کے خسر ہوتے ہیں کے نانا خواجہ بخش تھے۔'' (سوانح قاسمی جلد اول ص ۵۹)

(۷) مہتمم دارالعلوم دیوبند مولوی رفیع الدین کے دادا کا نام شیخ محمد بخش

''مولوی فریدالدین صاحب بن شیخ محمود بخش۔ یہ بھی دیوان لطف اللہ صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کے والد ماجد تھے۔'' (علماء ہند کا شاندار ماضی، حصہ دوم، ص ۵۵۳)

(۸) دیوبندی شیخ الہند کے نانا کا نام شیخ بوعلی بخش

''(شیخ الہند محمود الحسن۔ حامد حسن۔ محمد حسن۔ محمد محسن) ان سب حضرات کی والدہ ماجدہ دیوبند کے ایک معزز شیخ بوعلی بخش صاحب کی صاحبزادی تھی۔'' (حیات شیخ الہند، ص ۱۶)

(۹) دیوبندی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے پردادا کا نام سید جہانگیر بخش

''سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔ حسین احمد بن سید حبیب اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ نور اشرف بن شاہ مدن''

(نقش حیات ص ۱۶،حسین احمد مدنی کے حیرت انگیز واقعات، ص ۲۶۰، شیخ الاسلام نمبر ص ۱۲،)

(۱۰) دیوبندی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے نانا کے والد کا نام مخدوم بخش

''(والدہ) مرحومہ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔ بنت اکبر علی بن مخدوم بخش بن تراب علی بن شاہ مدن (مرحومین) شاہ مدن مرحوم کے تین لڑکے تھے تراب علی، ہدایت اللہ، نور اشرف مرحوم کی اولاد میں والد ماجد صاحب مرحوم اور تراب علی کی اولاد میں والدہ صاحبہ مرحومہ'' (نقش حیات ص ۳۶) اسی نانا اکبر علی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''نانا اکبر علی صاحب مرحوم جائداد کے متولی ومتصرف تھے۔'' (نقش حیات، ص ۳۵)

(۱۱) مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کے والد کا نام محمود بخش تھا

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مولانا محمود بخش صاحب کے صاحبزادے تھے سلسلہ نسب اس طرح ہے مظفر حسین صاحب بن مولوی محمود بخش بن مولوی حکیم شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن شیخ عبدالقادر'' (تذکرۃ الخلیل ص ۹۷۔ اولیائے دیوبند، ص ۱۰۹۔ سوانح عمری، ص ۲۱،۴۵،۴۶، آپ بیتی، ص ۱۵۶، سوانح محمد یوسف، ص ۴۱،۵۰،)

مولوی الیاس بانی مروجہ تبلیغی جماعت کی والدہ مظفر حسین کاندھلوی کی نواسی تھی جیسا کہ سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ''شیخ الحدیث قدس سرہٗ (مولوی زکریا) کے جدامجد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاندھلہ میں جن خاتون سے شادی کی تھی ان کا نام صفیہ تھا اور وہ مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی تھیں۔'' (سوانح عمری، ص ۲۰،۲۱۔ سوانح یوسف، ص ۶۳،۷۰،۱۴۱۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت،

ص ۴۵، ۵۰)

فضائل اعمال کے مصنف شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلوی صاحب بھی اسی بی بی صفیہ کے پوتے ہیں اور مولوی محمد الیاس کاندھلوی بانی مروجہ تبلیغی جماعت محمد زکریا صاحب کے حقیقی چچا، ہم زلف، خسر اور سمدھی بھی تھے۔ (سوانح عمری، ص ۲۱، ۹۸۔ سوانح یوسف، ص ۹۳، ۱۶۳، ۱۶۴)

(۱۲) محمد الیاس کاندھلوی کے والد محمد اسمٰعیل کاندھلوی کے پردادا کا نام غلام محی الدین

''مولانا محمد اسمٰعیل بن غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن مولوی محمد ساجد''

(سوانح عمری، ص ۱۹، ۲۰، مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص ۴۴، سوانح محمد یوسف، ص ۱۶۶)

(۱۳) مظفر حسین بن مولوی محمود بخش کے دادا شیخ الاسلام کا اصل نام محمد بخش

''مولانا شیخ الاسلام کا اصل نام محمد بخش تھا، شیخ الاسلام لقب تھا''۔ (سوانح عمری، ص ۲۳)

شیخ الاسلام محمد بخش صاحب مفتی الٰہی بخش صاحب کے والد تھے۔ جیسا کہ سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ''شیخ الاسلام کی ایک لڑکی اور چار لڑکے تولد ہوئے، لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ اول مفتی الٰہی بخش تھے۔ (سوانح عمری، ص ۲۳، ۲۴)

مولوی احتشام الحسن کاندھلوی صاحب کا سلسلہ نسب بھی کچھ یوں ہے محمود بخش بن مولانا شیخ الاسلام محمد بخش تک پہنچ جاتا ہے۔ احتشام الحسن بن روف الحسن بن ضیاء الحسن بن نور الحسن بن ابوالحسن بن الٰہی بخش بن شیخ الاسلام محمد بخش تفصیل کیلئے سوانح یوسف صفحہ ۴۱ تا ۴۵ ملاحظہ ہو۔

مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب مولف تفسیر معارف القرآن کا سلسلہ نسب بھی شیخ الاسلام محمد بخش سے ملتا ہے۔

''آپ (محمد ادریس کاندھلوی) مثنوی مولانا روم کے ساتویں دفتر کے مؤلف مولانا الٰہی بخش کی اولاد میں ہیں'' (معارف القرآن جلد اول ص ۳، اولیائے دیوبند ص ۴۹۸) آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ملتا ہے۔ محمد ادریس کاندھلوی بن محمد اسمٰعیل بن محمد اسحٰق بن ابوالقاسم بن الٰہی بخش بن شیخ الاسلام محمد بخش تفصیل کیلئے دیکھیے سوانح محمد یوسف صفحہ ۵۷، ۵۸۔ شیخ الاسلام محمد بخش تو عالم تھے اور شیخ الاسلام لقب سے یاد کیے جاتے تھے شیخ الاسلام ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنے بیٹے کا نام محمود بخش رکھا یہاں تو دیوبندی حضرات کی وہ تاویل بھی کام نہیں آئے گی کہ جو نام موہم شرک ہیں وہ لاعلمی میں رکھے گئے تھے اور ان کو شرکیہ ناموں کے بارے میں علم نہیں تھا مگر یہاں تو دیوبندی بھی محمد بخش صاحب کو شیخ الاسلام مانتے ہیں۔ کیا دیوبندی حضرات کے نزدیک ان کے شیخ الاسلام بھی شرکیہ ناموں سے ناواقف تھے؟ یہی نہیں بلکہ مفتی الٰہی بخش کے داماد بھی ایسے ہی نام رکھتے تھے جیسا کہ شیخ زکریا کاندھلوی صاحب کی ''سوانح عمری'' میں لکھا ہے۔

(۱۴) مفتی الٰہی بخش کے داماد کا نام غلام معین الدین جو امداد اللہ مہاجر مکی کے سسرالی تھے۔

''مفتی صاحب نے چھ اولاد چھوڑیں دو صاحبزادے۔۔۔ اور چار صاحبزادیاں، بی بی امیراً جن کی شادی مولوی غلام معین الدین عرف کالا بن خیر الدین ساکن تھانہ بھون سے ہوئی جن سے ہوئی جن کی نواسی مسماۃ خیراً شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی اہلیہ تھیں''۔ (سوانح عمری، ص ۴۳) دوسرے داماد کا نام بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۱۵) مفتی الٰہی بخش کے دوسرے داماد کا نام امام بخش تھا

''بی بی عائشہ، ان کی شادی امام بخش بن شمس الدین ساکن جھنجھانہ سے ہوئی جن کے لڑکے مولانا عبدالرزاق صاحب حضرت مفتی صاحب کے شاگرد رشید اور مجاز طریقت خلیفہ اور جانشین تھے۔ (سوانح عمری، ص ۴۳)

(۱۶) دیوبندی شبیر احمد عثمانی صاحب کے دادا کا نام مراد بخش بن غلام محمد

''شجرہ یہ ہے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی بن مولانا فضل الرحمٰن بن مراد بخش بن غلام محمد بن غلام نبی'' (حیاتِ عثمانی، ص ۳۴)

(۱۷) زکریا کاندھلوی صاحب کے والد محمد یحییٰ کاندھلوی نے مدرسہ حسین بخش سے پڑھا

''میرے والد صاحب نظام الدین میں رہتے تھے اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھتے تھے۔'' (سوانح عمری ص ۱۴۹،)

''منطق اور ادب کے علاوہ باقی کتب آپ (یحییٰ کاندھلوی صاحب) نے دہلی میں مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں'' (تذکرۃ الخیل، ص ۲۰۲۔ تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۲۵۷)

''حضرت شیخ الحدیث صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے اکثر کتب مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں۔''

(سوانح عمری، ص ۱۵۰، آپ بیتی جلد اول ص ۳۶۴)

محمد یحییٰ کاندھلوی صاحب کے دادا کا نام غلام حسین تھا جیسا کہ پہلے اوراق میں آپ کے والد اسماعیل کاندھلوی صاحب کا شجرہ لکھا گیا ہے۔ اسی دادا کے نام سے اس مدرسے کو شہرت ملی جیسا کہ شیخ زکریا صاحب کی ''سوانح عمری'' میں مولوی عاشق الٰہی بلند شہری شیخ زکریا صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''میرے دادا صاحب کی وجہ سے ان کے مدرسہ (حسین بخش) کی شہرت اور مقبولیت تھی۔'' (سوانح عمری ص ۱۵۰)

(۱۸) مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے والد کا نام علی بخش تھا

''(مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے) والد حافظ خلیفہ علی بخش ایک عالم فاضل بزرگ تھے۔'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء، ص ۲۷۴) مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے والد صاحب کو دیوبندی مؤلف قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے ''عالم فاضل بزرگ''، تسلیم کیا ہے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے۔

(۱۹) مولانا نور احمد امرتسری صاحب کے دادا کا نام عمر بخش تھا

''شیخ عالم فقیہہ نور احمد بن شہاب الدین بن عمر بخش حنفی پسروری سیالکوٹی ثم امرتسری نیک علماء میں تھے۔'' (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء، ص ۲۸۹)

''حضرت مولانا سید محمد انور شاہ آپ کو (نور احمد امرتسری) ''عالم ربانی'' کہا کرتے تھے۔''

(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء، ص ۲۹۰)

(۲۰) جمعیت علمائے ہند کے بانی ارکان میں حافظ محمد بخش کا نام

جمعیت علمائے ہند کے دوسرے اجلاس میں جن بانی ارکان نے شرکت کی اس میں حافظ محمد بخش صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھیے ''کارروائی جلسہ جمعیت علمائے ہند منعقدہ ۳۱ دسمبر 1919ء بہ مقام امرتسر اسمائے حاضرین۔ محمد عبدالباری صاحب، مولوی کفایت اللہ صاحب۔۔۔ حافظ محمد بخش صاحب۔'' (علماءِ حق کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۲۳۳)

(۲۱) محمد طاہر صاحب پنج پیری کے چچا کے والد کا نام غلام نبی اور چچا کا نام عبدالنبی

محمد طاہر صاحب کی سوانح بنام (مولانا محمد طاہر پنج پیری حیات وخدمات اور انکی قرآنی تحریک) کے صفحہ نمبر ۷۵ پر شیخ محمد طاہر صاحب پنج پیری کا سلسلہ نسب لکھا گیا ہے۔جس میں محمد طاہر بن غلام نبی بن آصف خان لکھا ہے۔آصف خان کے دو بیٹے تھے ایک غلام نبی اور دوسرا عبدالنبی دیکھیے مذکورہ کتاب صفحہ ۷۵۔

(۲۲) مولوی منظور احمد چینوٹی صاحب کے والد کا نام احمد بخش جو مولوی حسین علی واں بھچراں صاحب کے مرید باصفا تھے

''مولانا (منظور احمد چینوٹی) کے والد حضرت مولانا حسین علی کے مرید باصفا تھے۔اس طرح آپ پیدائشی توحیدی تھے۔ ۱۹۳۵ء میں چینوٹ میں حاجی احمد بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔'' (حیاتِ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان،ص ۲۷۴)

مولوی منظور احمد چینوٹی صاحب کے والد شیخ حسین علی واں بھچراں کے مرید باصفا ہونے کے باوجود نام احمد بخش رکھتے تھے پھر بھی چینوٹی صاحب کو پیدائشی توحیدی کہتے ہیں ذرا غور فرمایئے!

(۲۳) احمد علی لاہوری صاحب کے مرید کا نام لال بخش جس کی بخشش بھی ہوگئی

''نذیر صاحب کی اچھی یاد اللہ تھی اپنے والد لال بخش صاحب کی وفات کے بعد جمیل احمد صاحب سے دعائے مغفرت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا نذیر صاحب جائے شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد صاحب کا خاتمہ ایمان پر فرمایا ہے، کچھ دنوں بعد نذیر صاحب جناب جمیل احمد کو میانی صاحب کے قبرستان لے گئے تو لال بخش صاحب کی قبر کے پاس کچھ رک کر جمیل احمد نے فرمایا''میں ان کو جس حال میں دیکھ رہا ہوں اگر آپ دیکھ لیں تو شاید تمنا کر بیٹھیں کہ ابھی موت آجائے اور ان کے پہلو میں دفن ہو جائیں؟ ماخوذ خدام الدین ۸ مارچ ۹۶ء۔ (مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات،ص ۱۱۹،۱۲۰)

لال بخش نام ہوتے ہوئے بھی خاتمہ ایمان پر ہوا۔پھر جمیل احمد صاحب کے علم غیب کو بھی ملاحظہ کیجئے کہ بتا رہے ہیں کہ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد صاحب کا خاتمہ ایمان پر فرمایا ہے''اور قبر جو عالم غیب سے ہے کے بارے میں بھی بتایا اور احوال قبر کو ملاحظہ کیا۔کیا یہاں شرک کا خیال نہیں آیا؟ اگر یہی علم غیب کا عقیدہ اہلسنت و جماعت حضور ﷺ کیلئے مانیں تو شرک اور کفر کی مشینیں چل جاتی ہیں۔مگر یہاں دیوبندی علماء کے نزدیک نام بھی مشرکانہ ہے اور دعویٰ بھی علم غیب جو ان کے نزدیک شرک ہے مگر پھر بھی ان حضرات کو نہ شرک یاد آیا اور نہ کفر!

(۲۴) تاریخ دارالعلوم دیوبند کے نزدیک مجاہد اول کا نام محمد بخش

''یہ مولانا محمد بخش ہی تھے جنہوں نے ۲۶ اگست ۴۷ء میں دشمن پر پہلی گولی انہی سے چھینی ہوئی رائفل سے چلا کر یہ اعزاز واکرام حاصل کیا۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند،کشمیر کے نامور علماء کا تذکرہ،ص ۱۸۵)''کشمیر کے نامور علماء کا تذکرہ'' بھی''مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ شائع ہوا ہے اسمیں صفحہ ۱۸۴ پر محمد بخش صاحب کو'مجاہد اول مولانا محمد بخش'' لکھا گیا ہے۔

محمد بخش صاحب جو دیوبندی حضرات کے نزدیک مجاہد اول بھی تھے اور عالم امام اور خطیب بھی تھے۔کیا وہ بھی شرکیہ نام سے ناواقف تھے؟

(۲۵) مولوی محمد اسمٰعیل ولد حاجی جیون بخش

شیخ اشرفعلی تھانوی کے مجاز خلیفہ محمد اسمٰعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش۔محلہ بلی ماراں۔ (سیرتِ اشرف جلد ۲،ص ۳۱۱)

(۲۶) حکیم عبدالرسول

ابوالسعد احمد خان نقشبندی کے مجاز خلیفہ مولانا حکیم عبدالرسول (مجاز) ساکن بکھر بار ضلع شاہ پور (تذکرہ اولیائے دیوبند ص ۳۵۱)
ابوالسعد احمد خان نقشبندی کو اکبر شاہ بخاری صاحب نے اولیائے دیوبند میں شمار کیا ہے۔

(۲۷) شیخ عبداللہ درخواستی کے استاد کا نام احمد بخش

مولوی عبداللہ درخواستی کو ''تذکرہ اولیائے دیوبند کے صفحہ ۶۹۱'' پر اولیائے دیوبند میں شمار کیا ہے اور اسی صفحہ پر درخواستی صاحب کے اساتذہ میں مولانا احمد بخش صاحب کا نام بھی لکھا گیا ہے۔

(۲۸) شیخ غلام غوث ہزاروی بن سید گل

''حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی آپ دارالعلوم (دیوبند) کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔'' (علمائے ہزارہ، ص، ۳۷، مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۳۲۶)

(۲۹) شیخ غلام غوث بن عزیز الرحمٰن

''جناب مولانا غلام غوث صاحب ابن عزیز الرحمٰن صاحب۔۔۔اعلیٰ تعلیم کیلئے ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، موقوف علیہ کی تکمیل کر کے ۱۳۶۴ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی'' (علمائے ہزارہ، ص ۱۹۰)

(۳۰) مولوی حسین بخش

''خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی حسین بخش صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا یعقوب صاحب کی دعوت کی جب کھانے کا وقت آیا تو میاں صاحب پالکی پر سوار ہو کر میرے مکان پر روانہ ہو گئے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے فرما گئے کہ حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیتے آنا۔'' (ارواح ثلاثہ، ص ۱۱۲) دیوبندی حضرات اپنے ان آباء و اجداد کے بارے میں بھی تاویلات کا کوئی سہارا پیش کریں۔

قارئین! مولانا اشتیاق رضوی صاحب زید شرفہ کا مضمون مجموعی اعتبار سے وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی گھر میں غرق کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور بالخصوص وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو الزام ہم پر لگا کر ہمیں سادات احناف کا باغی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہی چیز خود اسی کے گھر میں وافر مقدار میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے خود اسی کے وہابی اسمعیلی حنفیت سے خارج اور اس کے باغی ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی جو عبارات نقل کی ہیں وہ خود اسی کے وہابیوں کے خلاف ہیں، کیونکہ شاہ صاحب جن ناموں سے منع کر رہے ہیں وہابیت اسمعیلیت کے آباء وہ بھی بڑی دور تک وہی نام رکھ کر ان کی ان عبارات کی زد میں آ گئے ہیں لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان پہلے شاہ صاحب کی عبارت سے اپنے وہابی اسمعیلی آباء کو بچائے، پھر ہم سے بات کرے۔

قارئین! ہر بار کی طرح اس بار بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین ہی کی ذلت و رسوائی ہوئی، جو کھیل اس نے اہلسنت کے لئے کھیلا تھا وہی ان کے گلے کی ہڈی بن گیا جس کو نہ یہ اگل سکتے ہیں نہ نگل سکتے ہیں۔

{......مسئلہ نمبر ۲۴......}

تعزیت اور اہلسنت کا موقف

اہلِ سنت کا اصل مذہب یہ ہے کہ تعزیت کے لئے گھر میں بیٹھا جائے، دروازے یا گلی میں بیٹھنا مکروہ ہے۔ اگر گھر میں جگہ نہ ہو تو ''الضرورات تبیح المحظورات'' والا اصول بھی سادات احناف نے ہی بیان کیا ہے۔ ہم اس حوالے سے کچھ بیان نہیں کرتے

بلکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی سے ہی سوال کرتے ہیں کہ جیسے بڑے بڑے شہر ہیں ان میں گھر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں وہ لوگ کہاں بیٹھیں گے؟ ہم نے تو خود وہابیہ اسمعیلیہ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی گلی میں ہی ٹینٹ لگاتے ہیں۔

رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلی حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے میں حرج نہیں۔ مگر گھر کے دروازے پر عام راستوں میں فرش فروش بچھا کر یہ کام ہو تو بہت برا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۳۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اسی طرح اہل مصیبت کے لوگوں کی تعزیت کے لئے آنے کی غرض سے گھر کے دروازے پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا اور گھر کے اندر بیٹھنے کا بلا کراہت جائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۲، ص ۴۰۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

میت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں کوئی حرج نہیں اور مکان کے دروازے پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔ (بہار شریعت، جلد ۱، ص ۸۵۸، مکتبہ المدینہ کراچی)

ہم نے اکابرین کے حوالے دے دیئے ہیں ان کے مقابل اصاغرین کے حوالے وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق قابل قبول نہیں ہیں۔ ہاں اگر کسی نے ضرورت کے تحت فتوی دیا ہو تو وہ ایک الگ صورت ہے جس کا کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔

نوٹ! سادات احناف کا اس بارے میں موقف بالکل واضح ہے لہٰذا ہم نے ان کی عبارات نقل نہیں کی۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کا دعوی

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: احناف سادات کے ہاں تعزیت کے لیے گلیوں وغیرہ کو بند کر کے اس میں قناطیں وغیرہ لگانا اور دیر دیر تک بلکہ کئی دن تک وہاں بیٹھنا مکروہ و ناجائز ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اس مقام پر بھی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے اور تمام ہی اہلسنت کی طرف وہ کچھ منسوب کیا ہے جس کے وہ قائل ہی نہ تھے۔ میں نے ماقبل میں حوالے بیان کر دیئے ہیں جن سے وہابی اسمعیلی ساجد خان دیوبندی کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی بالکل عیاں ہو جاتی ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ کم از کم ہمارے پانچ معتبر و مستند اکابرین کے حوالوں سے ثابت کرے کہ ہم اس کے قائل ہیں جو اس نے ہماری طرف منسوب کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان مر جائے گا اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی قبر میں گھس جائے گا پر اس کا جواب نہیں دے گا۔

ثانیاً: یہ بتائے کہ کئی کئی دن بیٹھنے سے کیا مراد ہے اگر تین دن ہیں تو اس کی اجازت خود سادات احناف نے دی ہے اور اگر زیادہ ہے تو بتائے اس کے قائل ہمارے کون کون سے معتبر و مستند اکابرین ہے۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: گھر کے سامنے تعزیت کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے کہ یہ دور جاہلیت کے کام ہیں جس سے منع کیا

گیا ہے اور یہ جو عجمی ملکوں میں کیا جاتا ہے کہ گلیوں راستوں وغیرہ میں قناطیں لگا دی جاتی ہیں اور قالینیں وغیرہ بچھا دی جاتی ہیں یہ تو قبیح ترین عمل ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص۹۶، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اس کا انکار کون کون سے ہمارے معتبر و مستند علماء نے کیا ہے ان سب کا نام مع حوالہ بیان کرے۔ ورنہ کوئی جگہ ڈھونڈ لے جس میں اس کے لئے ڈوبنا آسان ہو۔ قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مقام پر بھی وہی عیاری مکاری کی ہے۔ اور اپنے وہابی آباء کی عادت کے مطابق دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔ ویسے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتانا پسند کرے گا جب گھر میں جگہ نہ ہو تو وہابی اسمٰعیلی تعزیت کے لیے پہلے آسمان پر جاتے ہیں یا پھر ساتویں زمین سے بھی نیچے یا جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ وہی گھر کے باہر گلی میں ہی ٹینٹ لگا کر وہی کچھ کیا جاتا ہے جس پر ہمیں ملامت کی جا رہی ہے۔

وہابی اسمٰعیلی اپنے گھر کی خبر لے

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی دوسروں کے سر پر چڑھ جاتا ہے لیکن اس کو اپنے ہی گھر کے موقف کا علم نہیں ہوتا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جس پر یہ فتوے لگا رہا ہے اسی کے اس کے آباء قائل ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی عبدالحق عثمانی لکھتا ہے:

مذکورہ مسئلہ میں درست طریقہ تو یہ ہے کہ گھر میں تعزیت کی جائے البتہ اگر گھر میں بیٹھنے کی جگہ نہ ہو اور باہر دھوپ ہو جس سے بچاؤ کے لئے شامیانے لگائے جائیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔۔۔ (فتاوی انوار العلوم، ص ۲۵۳، دارالناشر کراچی)

جس چیز سے وہابی اسمٰعیلی دیوبندی ہمیں منع کر رہا تھا وہ خود اسی کے گھر سے جائز ثابت ہوگئی ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے اس وہابی مفتی کو سادات احناف کے فتوے دکھائے اور اس پر وہ سارے فتوے لگائے اس کے بعد ہم سے بات کرے لیکن ہم سے بات کرنے کی اس کی اوقات نہیں کیونکہ ہم سادات احناف ہی کے اصولوں پر عمل کرنے والے ہیں۔

{......مسئلہ نمبر ۲۵......}

نمازوں کے بعد مصافحہ اور اہلسنت کا موقف

نمازوں کے بعد مصافحہ جائز و مستحسن ہی نہیں بلکہ کئی فقہاء احناف کے نزدیک سنت ہے، اسی موضوع پر علامہ حسن بن عمار صاحب نور الایضاح نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا ہے۔ میں پہلے علماء اہلسنت کے اقوال ذکر کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو کہ اہلسنت کے نزدیک اس کی حیثیت کیا ہے اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ مسئلہ بیان کر کے اس کی وجہ سے ہمیں حنفیت کے مقابل کھڑا کر کے کیا تیر مارا ہے اور کتنے سادات احناف کی حنفیت پر سوالیہ نشان بنوانے کی کوشش کی ہے۔

رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

بعد عصر و فجر مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے بعد عید مصافحہ و معانقہ دونوں درست ہیں جبکہ منکر شرعی پر مشتمل یا اس کی طرف منجر نہ ہوں۔
(فتاوی رضویہ، جلد ۸، ص ۶۳۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ (بہار شریعت، جلد ۳، حصہ ۱۶، ص ۴۶۸، مکتبۃ المدینہ کراچی)

صدر الافاضل بدر الاماثل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مجمع البحار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ ہر وقت ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبۃ ہے، خواہ وہ ملاقات عید کی ہو یا رمضان کی یا ذوالحجہ کی یا جمعہ کی خواہ صبح کو ہو یا شام میں یا شب میں، جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائے گا سنت ہی رہے گا کوئی وقت اور دن اس کو سنت سے خارج نہیں کر سکے گا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر و عصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اس کو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال دینا بدعت مباحہ میں سے ہے۔ (فتاوی صدر الافاضل، ص ۴۸۷، شبیر برادرز لاہور)

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مصافحہ بہرحال جائز ہے۔۔۔اگر ہر نماز کے بعد کرے تب بھی منع نہیں۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۲۶، مکتبہ غوثیہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

نماز جمعہ یا نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا اگرچہ سنت نہیں مگر درست ہے بلکہ اس کی اصل سنت سے ثابت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، جلد ۶، ص ۲۵۹، حسن پبلشرز)

علماء اہلسنت کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ نماز عید، فجر و عصر یا کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز اور ثابت الاصل ہے، اوقات یا دنوں کی پابندی کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ اس کو بدعات مباحہ میں سے کہہ سکتے ہیں۔ اور یہی بات سادات احناف اور مشائخ ہند فرماتے ہیں۔

نمازوں کے بعد مصافحہ اور سادات احناف و مشائخ ہند کا موقف

(۱) العلامۃ الشیخ ملک المحدثین محمد طاہر صدیقی ہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ھی سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادوہ بعد صلوۃ الصبح و العصر لا اصل لہ فی الشرع ولکن لا باس بہ۔۔۔وھی من البدع المباحۃ۔۔۔

مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے اور لوگوں میں نماز صبح اور عصر کے بعد جس مصافحہ کی عادت ہوگئی ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لیکن یہ مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔اور یہ مصافحہ بدعات مباحہ میں سے ہے۔

(مجمع بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۲۸، مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ)

علامہ طاہر صدیقی ہندی نے وہابیت کے بدعت بدعت کے نعرے کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہے اور وہابیت کی جھوٹی حنفیت کو بھی بے نقاب کر دیا ہے باقی علامہ صاحب کی بات وہابی اسمٰعیلی کے نزدیک کتنی معتبر و مستند ہے وہ اسی سے دیکھ لیجئے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

مجمع بحار الانوار: شیخ محمد بن طاہر بن علی بن الیاس رحمۃ اللہ، آپ کا شمار جید محدثین میں ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''بوہرہ قوم میں مروج بدعتوں کی اصلاح کی اور اس قوم کے اہل سنت و بدعت میں تفریق و امتیاز پیدا کر دیا، انہوں نے ازالہ بدعات اور اس علاقہ کے اہل بدعت کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، بال آخر انہی مبتدعین کے ہاتھوں ان کی شہادت واقع ہوئی۔'' (اخبار الاخبار، ص ۲۶۴) ۶ رشوال ۹۸۶ھ میں سارنگ پور میں شہید ہوئے۔ (بریلویت بمقابلہ

حنفیت،ص ۱۵،جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ ادھر ادھر منہ مارنے اور دوسروں سے ان کی بات منوانے کے بجائے خود ان کی بات مان لے اور نماز کے بعد مصافحہ کے جائز ہونے کا فتوی دے ورنہ ان کا نام استعمال کر کے اپنی بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف نہ بنائے۔

(۲) الشیخ العلامۃ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

كَذَا الْمُصَافَحَةُ بَلْ هِيَ سُنَّةٌ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا وَعِنْدَ كُلِّ لُقِيٍّ وَلَنَا فِيهَا رِسَالَةٌ سَمَّيْتهَا سَعَادَةَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ بِالْمُصَافَحَةِ عَقِبَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوٰۃ والسلام نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (حاشیہ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام، جلد اول،ص ۲۷۹،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مزید ایک جگہ لکھتے ہیں:

لِي رِسَالَةٌ فِي الْمُصَافَحَةِ عَقِبَ الصَّلَاةِ.

ہمارا نماز کے بعد مصافحہ کے بارے میں ایک رسالہ بھی ہے۔ (حاشیہ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام، جلد دوم،ص ۶۱،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار الحنفی علیہ الرحمۃ وہ ہیں جن کی فقہ حنفی پر کتاب ''نور الایضاح'' درس نظامی میں شامل نصاب ہے اور عالم کورس کرنے والا اس کتاب کو پڑھ کر بہت کچھ سیکھتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہی کتاب وہابیہ اسمٰعیلیہ کے مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ایسے معتبر و مستند بزرگ نمازوں کے بعد مصافحہ کے قائل و فاعل ہیں اور اس پر پورا ایک رسالہ تصنیف کر چکے ہیں، لیکن وہابیت اسمٰعیلیت میٹھا میٹھا ہپ ہپ کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اگر تجھ میں دم خم ہے تو اپنے وہابی اکابرین کے سارے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی والے فتوے علامہ حسن بن عمار پر بھی لگا اور ان کو بھی فقہ حنفی کی دو چار باتیں سکھایا وہابیت اسمٰعیلیت نے اہلسنت پر فتوے لگانے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔

(۳) عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان الحنفی لکھتے ہیں:

وَكَذَا الْمُصَافَحَةُ بَلْ هِيَ سُنَّةٌ عَقِيبَ الصَّلَاةِ كُلِّهَا وَعِنْدَ الْمُلَاقَاةِ...

اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے۔

(مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد اول،ص ۲۵۶،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبد الرحمن الحنفی وہ ہیں جس کے حوالے اس وہابی اسمٰعیلی نے بھی دیئے ہیں لیکن ان کا یہ حوالہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا کیونکہ اس سے وہابیت کے گروگھنٹالوں کا خلاف ہوگا اور یہ اس وہابی اسمٰعیلی کو پسند نہیں ہے میں وہابی اسمٰعیلی سے کہتا ہوں کہ ان کی باتیں ہم سے منوانے کے بجائے خود تو ان کی مان لو اور تمام نمازوں کے بعد مصافحہ کے سنت ہونے کے قائل ہو جاؤ، وہابی کو موت تو آسکتی ہے۔ یہ اپنے اکابرین کے عقیدے کے مطابق مٹی میں مل تو سکتا ہے لیکن یہ کام اس سے نہیں ہوگا۔

(۴) علامہ احمد بن محمد طحطاوی الحنفی علیہ الرحمہ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:

تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقی..

مصافحہ مستحب ہے، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے۔ (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار،

جلد ۳،ص ۱۰، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

مزید لکھتے ہیں:

(كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ) الذی ذکرہ النووی انھا مستحبۃ و عبارتہ اعْلَمْ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ مُسْتَحَبَّةٌ عِنْدَ كُلِّ لِقَاءٍ، وَأَمَّا مَا اعْتَادَهُ النَّاسُ مِنَ الْمُصَافَحَةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، فَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرْعِ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَلَكِنْ لَا بَأْسَ بِهِ فَإِنَّ أَصْلَ الْمُصَافَحَةِ سُنَّةٌ وَكَوْنُهُمْ حَافَظُوا عَلَيْهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ، وَفَرَّطُوا فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَحْوَالِ أَوْ أَكْثَرِهَا لَا يُخْرِجُ ذَلِكَ الْبَعْضَ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُصَافَحَةِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِأَمْرِهَا....

۔۔۔امام نووی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا یہ جان لیجئے کہ ہر میل ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن نماز فجر اور نماز عصر کے بعد عام لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت بنالی ہے شریعت میں اس طریقے کی کوئی اصل نہیں مگر ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے لیکن لوگوں کا بعض حالات میں اس کی محافظت کرنا اس بعض کو اس مصافحہ سے نہیں نکالتا کہ جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۱۱، ص ۱۳۲، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

علامہ احمد بن محمد طحطاوی الحنفی علیہ الرحمہ اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

و کذا تطلب المصافحۃ فھی سنۃ عقب الصلاۃ کلھا وعند کل لقی۔

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں اور ہر ملاقات کے بعد سنت ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت کا تعارف ہم خود وہابیہ اسمعیلیہ سے بیان کر چکے۔علامہ صاحب نے جس طرح نمازوں کے بعد مصافحہ کے جواز کو بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے وہابیت فتوی لگانے میں اتنی اندھی کیوں ہو جاتی ہے کہ کسی کا بھی اس کو خیال نہیں ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان جتنے بھی فتوے لگانا چاہتا ہے وہ علامہ طحطاوی پر لگائے ورنہ ہمیں آنکھیں کیوں دکھا رہا ہے۔

(۵) علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بعض المتاخرین من الحنفیۃ صرّح بالکراھۃ فی ذلك ادعاء بانه بدعۃ مع انه داخل فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقا...وصرح النووی فی کتابه (الاذکار) وغیرہ من الشافعیۃ بانھا فی ھذین الوقتین بدعۃ مباحۃ فلا ینبغی للواعظ او المدرس ان ینھی العوام عما افتی بجوازہ بعض ائمۃ الاسلام..

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔۔۔اور امام نووی نے اپنی کتاب الاذکار میں اور ان کے علاوہ دیگر شافعیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان دو وقتوں میں مصافحہ بدعت مباحہ ہے اور واعظ و مدرس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ عوام کو اس سے منع کرے جس کے جواز کا فتوی بعض ائمہ اسلام نے دیا ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ، جلد ۳، ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبد الغنی نابلسی کا مقام ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں لہٰذا وہابیت اسمعیلیت کے فتوؤں کا رخ وہابی اسمعیلی کچھ ادھر بھی کرے۔وہابی بھانڈوں اور ساجد خان جیسے جعلی حنفیوں کو چاہیے کہ عوام کو اس مصافحہ سے منع نہ کریں۔

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال النووی اعْلَمْ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ مُسْتَحَبَّةٌ عِنْدَ كُلِّ لِقَاءٍ، وَأَمَّا مَا اعْتَادَهُ النَّاسُ مِنَ الْمُصَافَحَةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، فَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرْعِ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَلَكِنْ لَا بَأْسَ بِهِ فَإِنَّ أَصْلَ الْمُصَافَحَةِ سُنَّةٌ وَ كَوْنُهُمْ حَافَظُوا عَلَيْهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ، وَفَرَّطُوا فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَحْوَالِ أَوْ أَكْثَرِهَا لَا يُخْرِجُ ذَلِكَ الْبَعْضَ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُصَافَحَةِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِأَصْلِهَا اقول و هكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يوم العيد....

امام نووی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا یہ جان لیجئے کہ ہر میل ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن نماز فجر اور نماز عصر کے بعد عام لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت بنالی ہے شریعت میں اس طریقے کی کوئی اصل نہیں مگر ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے لیکن لوگوں کا بعض حالات میں اس کی محافظت کرنا اس بعض کو اس مصافحہ سے نہیں نکالتا کہ جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح مناسب ہے کہ عید کے دن مصافحہ کرنے کو کہا جائے۔ (مصفی ومسوی شرح موطا، جلد ۲ ص ۱۸۶، در مطبع فاروقی دہلی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام و مرتبہ ہم کئی بار صرف ایسی وجہ سے بیان کر چکے کہ وہابی اسمٰعیلی سرفراز گکھڑوی ان کی بات ماننے کو دوسروں پر لازم قرار دیتا ہے۔ اب وہابیہ اسمٰعیلیہ شاہ صاحب کی بات اپنے اصولوں سے مانیں اور ہر نماز کے بعد مصافحہ کے ساتھ ساتھ عید کے دن بھی مصافحہ کے جائز ہونے کا فتوی دیں ورنہ شاہ صاحب پر بھی ایک دو فتوے لگا کر ان کو بھی حنفیت سے خارج قرار دے کر حنفیت کا باغی کہہ دیں۔

(۷) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے۔ اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی، **یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے۔ صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیسا کہ مصافحہ بعد عصر کے ہے۔ کہ ملک توران وغیرہ میں مروج ہے۔** (فتاوی عزیزی مترجم دیوبندی، ص ۱۷۲، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

وہابی اسمٰعیلی صاحب جس چیز کو آپ ناجائز و بدعت ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں شاہ صاحب اسی کو جائز کہہ رہے ہیں، ہم پر تو جناب وہابی صاحب بہت برسے ادھر بھی کچھ لب کشائی کریں گے یا؟؟

(۸) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی فرماتے ہیں:

هی بعد الصّلوٰة بدعة عندنا والاَصَحُّ انها مباحة لما فيها من الاشارة الى انه كانّ قدم من غيبة لانه كان عند ربه يناجيه فافهم۔

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رب کے حضور مصروف مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔

(نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض، جلد ۲ ص ۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۹) الدکتور وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

والراجح عند الحنفية جواز المصافحة مطلقاً ولو بعد الصلوات۔ و كره بعض الحنفية المصافحة بعد الصلاة.

وہابی مولوی مفتی ابرار حسین اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

حنفیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ مصافحہ مطلقا جائز ہے اگرچہ نمازوں کے بعد ہو۔بعض حنفیہ نے نمازوں کے بعد مصافحے کو مکروہ کہا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ۳،ص ۵۷۰، دارالفکر، اردو، حصہ ۴،ص ۷۰۰، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: ہم نے یہ حوالہ اس لئے دیا ہے کہ وہابیہ کے نزدیک یہ کتاب بہت ہی معتبر ہے نیز وہابی اسمعیلی نے لکھا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں مفتی بہ اقوال کو اختیار کیا ہے اور اگر کہیں اور اقوال ذکر کئے ہیں تو مفتی بہ قول کی وضاحت کردی ہے۔

(۱۰) علامہ ابوالسعود بن علی بن علی بن الحسین شرح الکنز میں لکھتے ہیں:

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة...والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم و كذا المصافحة بل هى سنة عقب الصلوٰة كلها وعند كل لقى شرنبلالية.

عید کے دن مسرت وخندہ روئی ظاہر کرنا۔۔۔اور تقبل اللہ منا ومنکم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارک باد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، کہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے شرنبلالیہ۔

(فتح اللہ المعین علی شرح الکنز، باب صلوٰۃ العیدین، جلداول، ص ۳۲۶)

مزید لکھتے ہیں:

فى شرح الشهاب الشلبى وما اعتاده الناس بعد صلوٰة الصبح والعصر فلا اصل له لكن لا بأس به.

شہاب الدین شلبی کی شرح میں ہے: نماز فجر وعصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز، کتاب الکراھیۃ فصل فی الاستبراء، جلد ۳،ص ۴۰۲)

(۱۱) علامہ علاء الدین حصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(كَالْمُصَافَحَةِ) أَيْ كَمَا تَجُوزُ الْمُصَافَحَةُ لِأَنَّهَا سُنَّةٌ قَدِيمَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَافَحَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ وَحَرَّكَ يَدَهُ تَنَاثَرَتْ ذُنُوبُهُ وَإِطْلَاقُ الْمُصَنِّفِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَالْوِقَايَةِ وَالنُّقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ وَالْمُلْتَقَى وَغَيْرِهِ يُفِيدُ جَوَازَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَوْلُهُمْ إنَّهُ بِدْعَةٌ أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ فِي أَذْكَارِهِ وَغَيْرُهُ فِي غَيْرِهِ.

درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقا جائز ہے خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (درمختار شرح تنویر الابصار، جلد ۹،ص ۶۲۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہاں بھی کچھ وہابیت کی لب کشائی ہونی چاہیے اور علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نے جو حوالے دیئے ہیں ان پر بھی کچھ ہونا چاہیے۔

"الفضل ما شهدت به الاعداء"

یہ اصول وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی اسی مزعومہ کتاب میں لکھا ہے اب ہم اسی اصول سے علامہ حصکفی حنفی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نمازوں کے بعد مصافحہ کے جائز ہونے کو بیان کرتے ہیں۔

(۱) وہابی اسمعیلی تبریز عالم لکھتا ہے:

فقہاءِ احناف میں سے علامہ حصکفی کی رائے بھی اباحت و جواز کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَإِطْلَاقُ الْمُصَنِّفِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَالْوِقَايَةِ وَالنُّقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ وَالْمُلْتَقَى وَغَيْرِهِ يُفِيدُ جَوَازَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَوْلُهُمْ إِنَّهُ بِدْعَةٌ أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ۔ (اسلام کا نظام سلام ومصافحہ، ص ۴۰۵، مکتبہ رحمۃ للعالمین پشاور)

نوٹ! اس کتاب پر درج ذیل وہابیوں کی تقاریظ وتصادیق ہے:

(۱) وہابی سعادت علی قاسمی (۲) وہابی مفتی حبیب الرحمن (۳) وہابی ریاست علی بجنوری (۴) وہابی مولوی رحیم الدین انصاری۔

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ایک آدھا فتوی علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ پر بھی لگائے جس کے بارے میں خود وہابی اقرار کر رہا ہے کہ وہ اس مصافحہ کی اباحت و جواز کے قائل تھے۔ اگر وہابی ان پر فتوی لگاتا ہے تو بیچارہ حنفیت سے ہی جاتا ہے اور اگر نہیں لگاتا تو اس کے انصاف کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی خالد سیف اللہ رحمانی لکھتا ہے:

بعض نمازوں کے بعض خصوصی طور پر مصافحہ کا رواج پایا جاتا ہے، اس میں اہل علم کی رائیں مختلف ہیں بعض حضرات نے مصافحہ کی عمومی اباحت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے۔۔۔ فقہاءِ حنفیہ میں بھی حصکفی کا رجحان اباحت کی طرف ہے۔۔ (قاموس الفقہ، جلد ۵، زمزم پبلشرز کراچی)

ہم نے ایک اور حوالہ بھی دے دیا ہے جس میں وہابی اسمٰعیلی دیوبندی نے اقرار کیا ہے کہ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نمازوں کے بعد مصافحہ کے قائل تھے اور اس کے جواز کا ارشاد فرماتے تھے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں آنکھیں دکھانے کے بجائے ان کو دکھائے اور جو کچھ بھی فتوے صادر کرنے ہیں ان پر کرے اور ان کو حنفیت سے خروج کی گرادن سنا کر حنفیت کا باغی بنا دے۔

(۱۲) اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ فِي أَذْكَارِهِ) حَيْثُ قَالَ اعْلَمْ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ مُسْتَحَبَّةٌ عِنْدَ كُلِّ لِقَاءٍ، وَأَمَّا مَا اعْتَادَهُ النَّاسُ مِنَ الْمُصَافَحَةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، فَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرْعِ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَلَكِنْ لَا بَأْسَ بِهِ فَإِنَّ أَصْلَ الْمُصَافَحَةِ سُنَّةٌ وَكَوْنُهُمْ حَافَظُوا عَلَيْهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ، وَفَرَّطُوا فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَحْوَالِ أَوْ أَكْثَرِهَا لَا يُخْرِجُ ذَلِكَ الْبَعْضَ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُصَافَحَةِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِأَصْلِهَا اهـ قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الْبَكْرِيُّ: وَتَقْيِيدُهُ بِمَا بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ عَلَى عَادَةٍ كَانَتْ فِي زَمَنِهِ، وَإِلَّا فَعَقِبَ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا كَذَلِكَ كَذَا فِي رِسَالَةِ الشُّرُنْبُلَالِيِّ فِي الْمُصَافَحَةِ، وَنُقِلَ مِثْلُهُ عَنِ الشَّمْسِ الْحَانُوتِيِّ، وَأَنَّهُ أَفْتَى بِهِ مُسْتَدِلًّا بِعُمُومِ النُّصُوصِ الْوَارِدَةِ فِي مَشْرُوعِيَّتِهَا وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ مِنْ إِطْلَاقِ الْمُتُونِ وقد يقال.....

۔۔۔ شیخ ابو الحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر و عصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جوازِ مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحب درمختار علاء الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔۔۔ (الدر المختار علی در المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۹، ص ۶۲۸،

مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ وہ ہیں جن کا نام لے کر اور حوالہ دے کر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، یہ انہی کا اقتباس ہے اور وہی زور شور سے مصافحہ کی اجازت دے رہے ہیں۔ باقی علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی یہاں کی آگے والی عبارت تو خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول سے قابل استدلال نہیں اور جس عبارت کو لے کر وہابی اسمٰعیلی نے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

(۱۳) أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الحنفی لکھتے ہیں:

وفی الأحاديث دلالة على استحباب المصافحة فإنها تُورثُ المحبَّة.وفی رواية الترمذی والإمام أحمد وابن ماجه:ما من مسلمين يتصافحان إلَّا غُفِرَ لهما قبل أن يتفرَّقا.فإن قلت:ما يفعله بعض الناس من المصافحة بعد الصبح وبعد العصر هل له أصل؟قلت:قال النووی:تخصيص المصافحة ببعض الأحوال لا ينافی أصل السنة.

اور احادیث مصافحہ کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ محبت پیدا کرتا ہے اور ترمذی، مسند احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ: دو مسلمان مصافحہ نہیں کرتے مگر ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بعض لوگ جو فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس کی کچھ اصل ہے۔ تو میں جواب میں کہتا ہوں کہ امام نووی نے فرمایا کہ بعض احوال کے ساتھ مصافحہ کی تخصیص اس کے اصل سنت ہونے کے منافی نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری إلی ریاض أحادیث البخاری، جلد ۱۰، ص ۳۲، دار إحیاء التراث العربی)

(۱۴) الموسوعة الفقهية الكويتية میں لکھا ہے کہ:

قَدِ اخْتَلَفَ فُقَهَاءُ الْمَذَاهِبِ فِي حُكْمِ الْمُصَافَحَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ وَبِخَاصَّةٍ صَلاَتَيِ الْعَصْرِ وَالصُّبْحِ وَيَظْهَرُ مِنْ عِبَارَاتِهِمْ أَنَّ فِيهَا ثَلاَثَةَ أَقْوَالٍ: قَوْلٌ بِالاِسْتِحْبَابِ، وَآخَرُ بِالإِبَاحَةِ، وَثَالِثٌ بِالْكَرَاهَةِ...

نمازوں کے بعد اور بالخصوص فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے کے حکم کے میں فقہاء مذاہب کا اختلاف ہے۔ ان کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں: ایک قول استحباب کا ہے، دوسرا قول مباح ہونے کا ہے اور تیسرے قول میں یہ مکروہ ہے۔

أَمَّا الْقَوْل بِالاِسْتِحْبَابِ فَقَدِ اسْتَنْبَطَهُ بَعْضُ شُرَّاحِ الْحَنَفِيَّةِ مِنْ إِطْلاَقِ عِبَارَاتِ أَصْحَابِ الْمُتُونِ، وَعَمَّ نَصُّهُمْ عَلَى اسْتِثْنَاءِ الْمُصَافَحَةِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ، قَال الْحَصْكَفِيُّ: وَإِطْلاَقُ الْمُصَنِّفِ -التُّمُرْتَاشِيِّ- تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَالْوِقَايَةِ وَالنُّقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ وَالْمُلْتَقَى وَغَيْرِهَا يُفِيدُ جَوَازَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَقَوْلُهُمْ: إِنَّهُ بِدْعَةٌ، أَيْ مُبَاحَةٌ حَسَنَةٌ كَمَا أَفَادَهُ النَّوَوِيُّ فِي أَذْكَارِهِ، وَعَقَّبَ ابْنُ عَابِدِينَ عَلَى ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ ذَكَرَ بَعْضَ مَنْ قَال بِاسْتِحْبَابِهَا مُطْلَقًا مِنْ عُلَمَاءِ الْحَنَفِيَّةِ بِقَوْلِهِ: وَهُوَ الْمُوَافِقُ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ مِنْ إِطْلاَقِ الْمُتُونِ، وَاسْتَدَل لِهَذَا الْقَوْل بِعُمُومِ النُّصُوصِ الْوَارِدَةِ فِي مَشْرُوعِيَّةِ الْمُصَافَحَةِ....

استحباب کے قول کا جہاں تک تعلق ہے تو بعض حنفی شارحین نے اس کا استنباط اس بات سے کیا ہے کہ متون کی عبارتیں مطلق ہیں اور

انھوں نے نمازوں کے بعد مصافحہ کے استثناء کی صراحت نہیں کی ہے۔ حصکفی نے کہا: مصنف تمرتاشی نے درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع اور ملتقی وغیرہ کتابوں کی اتباع کرتے ہوئے اس کو مطلق ذکر کیا ہے جس سے مطلقا اس کا جواز خواہ عصر کے بعد ہو، معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کے قول: یہ بدعت ہے، کا مطلب یہ ہے کہ یہ مباح اور بہتر ہے، جیسا کہ نووی نے اپنی کتاب الاذکار میں یہ بتایا ہے، اور ابن عابدین نے اس پر تعقب کرتے ہوئے علماء حنفیہ میں سے مطلقا اس کے استحباب کی رائے رکھنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ شارح نے متون میں مطلقا تذکرہ کی جو بات لکھی ہے اس کے مطابق یہی ہے، اور انھوں نے مصافحہ کی مشروعیت میں وارد نصوص کے عموم سے اس قول کا استدلال کیا ہے۔

وَأَمَّا الْقَوْلُ بِالإِبَاحَةِ فَقَدْ ذَهَبَ إِلَيْهِ الْعِزُّ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ، حَيْثُ قَسَّمَ الْبِدَعَ إِلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ :وَاجِبَةٌ وَمُحَرَّمَةٌ وَمَكْرُوهَةٌ وَمُسْتَحَبَّةٌ وَمُبَاحَةٌ، ثُمَّ قَالَ :وَلِلْبِدَعِ الْمُبَاحَةِ أَمْثِلَةٌ مِنْهَا الْمُصَافَحَةُ عُقَيْبَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ...

جہاں تک مباح ہونے کے قول کا تعلق ہے تو شافعیہ میں سے عزبن عبدالسلام نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس طرح کہ انھوں نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں: واجب حرام مکروہ مستحب مباح پھر انھوں نے کہا: مباح بدعت کی مثالوں میں سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہے۔۔۔

وَأَمَّا الْقَوْلُ بِالْكَرَاهَةِ فَقَدْ نَقَلَهُ ابْنُ عَابِدِينَ عَنْ بَعْضِ عُلَمَاءِ الْمَذْهَبِ، وَقَالَ :قَدْ يُقَالُ :إِنَّ الْمُوَاظَبَةَ عَلَيْهَا بَعْدَ الصَّلَوَاتِ خَاصَّةً قَدْ يُؤَدِّي بِالْجَهَلَةِ إِلَى اعْتِقَادِ سُنِّيَّتِهَا فِي خُصُوصِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَأَنَّ لَهَا خُصُوصِيَّةً زَائِدَةً عَلَى غَيْرِهَا، مَعَ أَنَّ ظَاهِرَ كَلَامِهِمْ أَنَّهُ لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَ ذُكِرَ أَنَّ مِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهَا لأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ.

جہاں تک کراہت کے والے قول کا تعلق ہے تو ابن عابدین نے بعض علماء مذہب سے یہ رائے نقل کی ہے، انھوں نے کہا: یہ کہا جاتا ہے کہ خاص نمازوں کے بعد مصافحہ کی پابندی ناواقف لوگوں کے اندر یہ خیال پیدا کردے گی کہ خاص ان مواقع پر مصافحہ مسنون ہے۔ اور دوسرے مواقع کی بہ نسبت ان اوقات میں مصافحہ کی زیادہ خصوصیت ہے۔ جبکہ فقہاء کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ سلف میں سے کسی نے ان مواقع پر ایسا کیا نہیں ہے، اور انھوں نے ذکر کیا کہ فقہاء میں سے بعض نے اسے مکروہ سمجھا کیونکہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔
(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد ۳۷، ص ۳۶۲، دارالصفوۃ مصر، اردو، جلد ۳۷، ص ۴۰۲، مجمع الفقہ الاسلامی الہند)

یہ حوالہ نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ خوب واضح ہوجائے اور ہمارے قارئین وہابی اسمعیلی کی وہابیت کو اچھی طرح جان لیں، اب جو علماء اس مصافحہ کو مستحب یا مباح کہتے ہیں وہابی اسمعیلی ان کے بارے میں بھی بدعت و بدعتی کے فتوے صادر کرے تا کہ اس کی وہابیت اسمعیلیت کے تقاضے پورے ہوں۔

وہابی فتوؤں کی ایک جھلک

وہابیت فتوے لگانے میں بہت ماہر ہے اس مسئلے پر بھی وہابیت نے بہت فتوے لگائے ابھی فی الحال میں صرف ایک نقل کرنے کی ہمت کرتا ہوں اور اپنے قارئین سے انصاف کی التجاء کرتا ہوں۔

وہابی مولوی رشید احمد لکھتا ہے کہ:

شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول ملاقات ہے۔ نمازوں کے بعد مصافحہ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور ائمہ دین سے ثابت نہیں بلکہ روافض کی ایجاد اور بدعت ہے اس لئے اس سے احتراز واجب ہے بلکہ حضرات فقہاء رحمھم اللہ نے صراحۃ لکھا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو بذریعہ زجر و توبیخ روکنے کی کوشش کی جائے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بشرط قدرت سزا دی جائے۔
(احسن الفتاوی، جلد ا، ص ۳۵۵، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نوٹ: یہ حوالہ وہابیہ اسمعیلیہ اور ساجد خان کے اصول کی وجہ سے دیا ہے۔

میں اپنے قارئین سے وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کے اصول کے مطابق پوچھتا ہوں کہ بتائیں وہ سب فقہاء جن کے حوالے ہم نے دیئے ہیں جو نمازوں کے بعد مصافحہ کے قائل و اجازت دینے والے تھے کیا یہ سب رافضی تھے کیا یہ سب بدعتی تھے کیا یہ سب رجز و توبیخ کے لائق تھے کیا ان سب کو سزا دینی چاہیے تھی؟ یا وہابی کے منہ پر جوتے مارنے چاہئیں۔ ساتھ ہی ساتھ میں وہابی مولوی ساجد سے پوچھتا ہوں کہ بتائے وہ کون کون سے حنفی فقہاء ہیں جنہوں نے یہ فتوے دئے ہیں، اور یہ بھی بتائے کہ شوافع و مالکیہ کے فتوے بھلے حنفی نے نقل کئے ہوں معتبر ہوں گے؟

وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان کا دعوی اور اس کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی احمدی ساجد خان لکھتا ہے: آج کل بریلوی مساجد میں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں، سادات احناف نے اسے مکروہ و ناجائز کہا ہے کہ یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۶، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی کا یہ دعوی سادات احناف کی پیروی میں نہیں بلکہ اپنے ان وہابی اکابرین کی پیروی میں ہے جن کی کتابوں سے یہ جاہل ہے، اور اس وہابی اسمعیلی کو یہ ہی نہیں معلوم کہ اس کے اپنے آباء نے کیا کیا کیا ہے اگر یہ پڑھ لیتا تو اسی کی صفائی بیان کرتے کرتے اس کی زندگی گزر جاتی پر وہ صاف نہ ہوتا آپ تقریبا ہر مسئلہ میں دیکھ چکے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ہم پر اعتراض کرتا ہے جبکہ اس کے اپنے ہی وہابی اسمعیلی اکابرین ہماری تائید کر رہے ہوتے ہیں، میں ابھی بھی چند حوالہ جات بیان کرتے ہوئے وہابی اسمعیلی کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ جن جن وہابیہ اسمعیلیہ نے بھی مصافحہ کو مقید کرنے کے بعد بھی جائز قرار دیا ہے اس کا ثبوت فقہائے احناف سے دے تا کہ اس کے آباء کی حنفیت کی حقیقت معلوم ہو۔

(ا) وہابی قوم کو الو بنانے والے جناب گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

اب رہا یہ کہ بعد وعظ کے دعا، سو کچھ مضائقہ نہیں، بعد عمل صالح کے دعا مستحب ہے، اور مصافحہ رخصت ہونے کے وقت، عوام کو بعد وعظ کے کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۳۹۷، دار الکتاب لاہور)

اب ہمیں بھی وہابیوں سے پوچھنے کا حق ہے کہ بتائیں گنگوہی صاحب مصافحہ کو بعد وعظ مقید کر کے جائز کہہ رہے ہیں کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت ہے؟ کیا یہ مکروہ و ناجائز نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیوں کہ گنگوہی بھی مصافحہ کو مقید کر کے جائز کہہ رہا ہے اور وہابی بھی نمازوں کے بعد مصافحہ کو مقید کرنے کو بدعت بدعت کہتے ہیں گنگوہی صاحب والا جائز کیوں اور نمازوں والا ناجائز کیوں؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ کون کون سے حنفی فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، نمازوں کے بعد بھی رخصت ہوتے ہوئے مصافحہ ہوتا ہے جس پر وہابی طرح طرح کے فتوے دھرتے ہیں اب ادھر بھی کچھ لب کشائی کریں لیکن یہاں تمام زبانیں بند ہو جائیں گی کیونکہ اپنا ابا اجازت

دے رہا ہے۔

(۲) وہابی مولوی عبدالسلام سے سوال ہوا کہ:

کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ جب ملاقات (خواہ دن میں پانچ چھ دفعہ کیوں نہ) ہو، مصافحہ کرنا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس میں ثواب ہے، گناہ کی معافی ہوتی ہے۔ یہ باتیں کہاں تک درست ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا چاہیے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے وہابی مولوی لکھتا ہے کہ:

حدیث شریف میں ہے کہ جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں اور مصافحہ کریں، تو ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور اپنی حوائج پوری ہونے کے لئے دعا کریں تو وہ بھی پوری ہوتی ہے۔ (آپ کے سوالات اور ان کا حل احادیث کی روشنی میں، جلد ۱، ص ۱۶۷، اسلامی کتب خانہ کراچی)

وہابی مولوی نے تو وہابیت کی کمر ہی توڑ دی اور اس کی جھوٹی حنفیت کی قلعی کھول دی بحمد للہ کل بھی احادیث کا تعلق ہمارے ساتھ تھا اور آج بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اس وہابی نے ''جب بھی مصافحہ کریں اور ثواب سمجھ کر کریں اور گناہوں کی معافی کے لئے کریں'' مان کر اور اس کی تصدیق کر کے وہابیت کے سب اعتراضات کے جھوٹے ہونے کہ تصدیق کردی وللہ الحمد۔

(۳) وہابی دیوبندی مولوی فرید لکھتا ہے کہ

بعض علماء نے عیدین وغیرہ کے مصافحہ کو مباح بلکہ سنت کہا ہے۔۔۔ اکثر علماء محققین عدم جواز کو ترجیح دیتے ہیں۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۱، ص ۳۰۳، دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی)

اولاً: وہابی مولوی ساجد خان ان بعض علماء کے نام بتائے جنہوں نے اس مصافحہ کو سنت کہا ہے تا کہ وہابی فتوؤں کا رخ ادھر بھی کیا جاسکے۔

ثانیاً: اپنے اس وہابی جھوٹے ملا کے جھوٹ کو ثابت کرے اور بتائے کہ وہ کون کون سے اور اکثر اور محققین علماء ہیں جنہوں نے عدم جواز کو ترجیح دی ہے۔ ان سب کے نام مع حوالہ جات بتائے جائیں، یہ بات یاد رہے ہم نے جتنے حوالے دیئے ہیں ان سے زائد اکثر بنیں گے۔ وہابی مرجائے گا پر اپنے اس ملا کا جھوٹ ان شاء اللہ ثابت نہیں کرسکے گا آجا کے وہابیہ کے پاس علامہ شامی اور ایک دو اور علماء کے حوالے ہیں علامہ شامی تو خود دیوبندیوں کے نزدیک محققین میں سے نہیں اور باقی کے جوابات ہمارے پاس پہلے سے ہی موجود ہیں۔

(۴) کئی وہابی دیوبندی مولویوں کا مصدقہ فتاوی میں عبدالحق وہابی لکھتا ہے کہ:

عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔۔۔ تھانوی۔۔۔ اور دیگر محققین علماء کرام نے ممنوع قرار دیا ہے اور بعض دیگر حضرات نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ (فتاوی حقانیہ، جلد ۲، ص ۵۳، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

وہابی اسمعیلی مولوی ساجد کو سادات احناف سے کیا تعلق وہ تو اپنے وہابیہ کے فتوؤں پر عمل پیرا ہے اور اس کی تصدیق اسمعیلی عبد الحق نے کردی ہے۔ وہابی اسمعیلی ان دیگر محققین علماء کے نام بتائے جنہوں نے ممنوع کہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان بعض دیگر حضرات کا نام مع حوالہ جات بتائے جنہوں نے اجازت دی ہے، تا کہ وہابی اسمعیلی کے دعوے کی صداقت خود اسی کے قلم سے واضح ہوجائے۔

(۵) وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں۔۔۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۲۶ ص ۲۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے وہابی باپ تھانوی کا یہ مصافحہ کم از کم پانچ سادات احناف سے ثابت کردے، ورنہ تھانوی اس کے فتوے سے کہیں اور پہنچ چکا ہے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دعوے کا جنازہ تو خود اس کے اپنے اسمٰعیلی نکال چکے اب کے دلائل کا ہیر پھیر بھی دیکھ لیں۔

وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی احمدی ساجد خان لکھتا ہے: علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: **وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِي خُصُوصِ هَذَا الْمَوْضِعِ، فَالْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِيهِ تُوهِمُ الْعَوَامَّ بِأَنَّهَا سُنَّةٌ فِيهِ۔**

یہ جو ہر نماز کے بعد مصافحہ کا رواج پڑ گیا ہے ہمارے علماء نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے اگرچہ مصافحہ فی نفسہ سنت ہے مگر اس کے باوجود اس مروجہ مصافحہ کو اس لئے مکروہ کہا گیا ہے کہ اس خاص موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں، پس اس کی عادت بنا لینا عوام کو اس وہم میں ڈالنا ہے کہ یہ سنت ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی نے ہر جگہ نانوتوی سے سیکھا ہوا عمل جوڑ توڑ کا کھیل کھیلا ہے اس جناب نے کتاب الجنائز سے یہ عبارت تو نقل کر دی پر کتاب الاستبراء میں علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ نے جو کھلے الفاظ میں نمازوں کے بعد مصافحہ کو جائز کہا ہے اس کو نقل نہیں کیا کیوں کہ اگر اس کو نقل کر دیتا تو اس کی وہابی سوچ کا جنازہ نکل جاتا اور پھر علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے اس کی جو تائید کی ہے اگر اسے بھی بیان کر دیتا تو بات واضح ہو جاتی لیکن اس کی وہابی اسمٰعیلی آبائی سوچ کا بیڑا غرق ہو جاتا اسی لئے اس نے اسی میں عافیت سمجھی۔ علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی جو اس وہابی نے نقل کی ہے اہلسنت کے خلاف کچھ بھی نہیں۔

اولاً: کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی اس خاص مصافحہ کو سنت نہیں کہتا ہاں مطلق کا یہ بھی ایک فرد ہے اس اعتبار سے یہ سنت میں داخل ہے جیسا کہ سادات احناف نے بیان کیا ہے۔

ثانیاً: ہماری مساجد میں ہزاروں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور ہر ایک مصافحہ نہیں کرتا اور جو کرتے ہیں وہ بھی ہر نماز میں نہیں کرتے بلکہ جب کسی کو کوئی کام ہو یا جلدی جانا ہو تو چلے جاتے ہیں جس سے اس مصافحے پر مواظبت نہ رہی تو اس کے سنت ہونے کا وہم بھی ختم ہوا لہٰذا علامہ شامی نے جو علت بیان کی ہے وہ یہاں مفقود ہے لہٰذا اس عبارت کو ہمارے خلاف پیش کرنا ہی وہابی اسمٰعیلی کی جہالت ہے۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی احمدی دیوبندی ساجد خان نے صرف علامہ شامی کی عبارت دیکھ کر اپنا مطلب لے کر اہلسنت پر باتیں تو کر لیں لیکن اس کو یہ علم نہیں تھا کہ کئی سادات احناف نمازوں کے بعد مصافحہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں یعنی یہ وہم سنت سے بچا رہا تھا لیکن ادھر خود سادات احناف اس کو سنت کہتے ہیں اب جو بھی فتویٰ اس نے صادر کرنا ہے وہ سادات احناف پر کرے یا جو بھی عبارات دکھانی ہیں وہ فقہائے احناف کو دکھائے، ہم بھی دیکھتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی سادات احناف پر کیا کیا فتوے لگاتا ہے۔

(۱) علامہ احمد بن محمد طحطاوی الحنفی علیہ الرحمہ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:

تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کلها وعند کل لقی۔۔
مصافحہ مستحب ہے، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے۔
(حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد ۳، ص ۱۰، المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

مزید اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

و کذا تطلب المصافحة فهی سنة عقب الصلاة کلها وعند کل لقی۔
اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں اور ہر ملاقات کے بعد سنت ہے۔
(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان الحنفی لکھتے ہیں:

وَكَذَا الْمُصَافَحَةُ بَلْ هِيَ سُنَّةٌ عَقِيبَ الصَّلَاةِ كُلِّهَا وَعِنْدَ الْمُلَاقَاةِ۔۔۔
اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے۔
(مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، جلد اول، ص ۲۵۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) الشیخ العلامۃ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

كَذَا الْمُصَافَحَةُ بَلْ هِيَ سُنَّةٌ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا وَعِنْدَ كُلِّ لُقِيٍّ وَلَنَا فِيهَا رِسَالَةٌ سَمَّيْتُهَا سَعَادَةَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ بِالْمُصَافَحَةِ عَقِبَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ۔

اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوٰة و السلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (حاشیہ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام، جلد اول، ص ۲۷۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ وہ فقہائے احناف ہیں جو وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک بھی معتبر و مستند ہیں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھی ان کے حوالے دیئے ہیں اب ہم پر کسی قسم کا کوئی فتوی صادر کرنے کے بجائے ان سادات احناف پر لب کشائی کرے۔

رابعاً: وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے:

کسی مصلحت کے فوت ہونے یا کسی مفسدہ کے پیدا ہونے کے احتمال سے مباح و مستحب کو ناجائز کہنے کا ہر کسی کو حق نہیں، بلکہ یہ منصب خاص حضرات مجتہدین کا ہے۔ (انفاس عیسیٰ، حصہ اول و دوم، ص ۲۹۵، مکتبہ البشری کراچی)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے حکیم الامت کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اس مصافحے کا ناجائز ہونا ثابت کرے، کیونکہ علامہ شامی نے اس مصافحہ کے مکروہ ہونے کا مفسدہ عوام کے سنت ہونے کے وہم کو قرار دیا ہے، علامہ شامی کی حیثیت وہابیہ میں جو ہے وہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں اب وہابی اسی اصول کے مطابق سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے ثابت کرے کہ نمازوں کے بعد مصافحہ ناجائز ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۲۶......}

اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر اور علماء اہلسنت کا موقف

ہمارے نزدیک اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر ڈالنا جائز ہے تاکہ زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہو، اور وہ ان کا ادب کر

کے ان کی برکات حاصل کریں اور یہ صرف ہم ہی نہیں کہتے بلکہ سادات احناف کا موقف بھی یہی ہے اور جن حنفی علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے تو اس کا جواب بھی علامہ عبدالغنی نابلسی اور علامہ شامی علیہما الرحمۃ نے دے دیا ہے اور تو اور خود وہابیہ اسمعیلیہ کے مفتی فرید نے بھی اقرار کیا ہے کہ بعض سادات احناف کے نزدیک قبروں پر چادر ڈالنا جائز ہے اور کراہیت والا قول لکھ کر خلاف اولی کہا ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان جاہل کا جاہل ہے جس نے بلاوجہ آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے۔

(۱) رئیس المتکلمین، امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قبور اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارھم پر چادر بقصد تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، ص ۵۳۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بزرگان دین اولیاء صالحین کے مزارات طیبہ پر غلاف ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحب مزار کی وقعت نظرِ عوام میں پیدا ہو، ان کا ادب کریں ان کے برکات حاصل کریں۔ (بہار شریعت، جلد ۳، ص ۶۴۲، مکتبۃ المدینہ کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

قبور اولیاء وصلحاء پر بغرض اظہار عظمت چادر ڈالنا جائز ومحمود ہے کہ جب تک ظاہرہ تزک واحتشام نہیں دیکھتے، ان کی پوری وقعت نظر عوام میں نہیں آتی اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید نہیں ہوتے۔ (فتاوی امجدیہ، جلد ۱، ص ۳۴۵، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

(۳) ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

چادر چڑھانا، شیرینی پر فاتحہ دلانا، اپنا مطلب کہہ کر ان کے وسیلہ سے مانگنا بلاشبہ جائز ہے۔

(فتاوی ملک العلماء، ص ۴۷۴، شبیر برادر لاہور)

(۴) بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بزرگان دین کے مزارت پر چادر ڈالنا جائز ہے۔ شامی میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(فتاوی اجملیہ، جلد ۴، ص ۱۰۵، شبیر براز در لاہور)

(۵) مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۰۹، مکتبہ غوثیہ کراچی)

ان حوالوں سے اہلسنت کا موقف بالکل واضح ہو گیا ہے کہ ہم صرف اولیاء وعلماء کی قبروں پر چادر ڈالنے کو جائز کہتے ہیں عام لوگوں کی قبور پر چادر ڈالنے کے ہم بھی قائل نہیں لیکن وہابیہ اسمعیلیہ ہمیشہ کی طرح دھوکہ بازی کرتے ہوئے عام دعوی بیان کر کے عام دلائل بیان کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ واقعی وہابیہ اس طرح کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیتے ہیں لیکن وہ ہے کیا وہی ان کے آباء والا عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی۔ میں اپنے قارئین سے کہتا ہوں کہ کبھی آپ بھی وہابیہ سے پوچھ لیں کہ کوئی دو، چار حوالے فقہائے احناف کے ہمیں بھی دکھا دو جس میں یہ تصریح ہو کہ اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر ڈالنا بدعت ہے، مکروہ ہے، لغو کام ہے وغیرہ وغیرہ آپ یقین کریں کہ وہابی مر جائے گا پر تصریح والے حوالے کبھی بھی نہیں دکھا سکے گا۔ علمائے اہلسنت کے موقف پڑھنے کے بعد سادات احناف اور مشائخ ہند کا موقف بھی پڑھ لیجئے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ سادات احناف کن کے ساتھ

ہیں اور وہابی اسمٰعیلی کے ہاتھ میں ذلت ورسوائی کے سوا کیا ہے۔

اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) علامہ عبدالغنی نابلسی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وأما وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء فقد كرهه الفقهاء حتى قال في فتاوى الحجة: وتكره الستور على القبور انتهى. ولكن نحن الآن نقول إن كان القصد بذلك التعظيم في أعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر الذي وضعت عليه الثياب والعمائم ولجلب الخشوع والأدب لقلوب الغافلين الزائرين لأن قلوبهم نافرة عن الحضور والتأدب بين يدي أولياء الله تعالى المدفونين في تلك القبور، كما ذكرنا من حضور روحانياتهم المباركة عند قبورهم. فهو أمر جائز لا ينبغي النهي عنه۔

اور بہر حال اولیاء اور صالحین کی قبور پر چادریں وغیرہ رکھنا تو فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے یہاں تک کہ فتاوی حجۃ میں کہا کہ قبور پر چادریں رکھنا مکروہ ہے، لیکن اب ہم کہتے ہیں اگر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تا کہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں، اور غافل زائرین کے دلوں میں ان کا ادب واحترام پیدا ہو، کیونکہ ان کے دل مزارات میں موجود اولیاء کرام (کا مقام نہ جاننے کے سبب ان) کی بارگاہ میں حاضری دینے اور ان کا ادب واحترام کرنے سے خالی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی مقدس ارواح ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں لہٰذا چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ (کشف النور عن اصحاب القبور، ص ۱۴، مکتبہ قادریہ لاہور)

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ اتنا صاف اور ستھرا مسئلہ بھی وہابیت اسمٰعیلیت کی عقل میں صرف اہلسنت سے بغض کی وجہ سے نہیں آتا لیکن علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کو اسی طرح بیان کر کے جس طرح اہلسنت بیان کرتے ہیں ایک بار پھر وہابیت اسمٰعیلیت کی جھوٹی حنفیت کی قلعی کھول دی ہے اور بتا دیا ہے کہ حق کل بھی اہلسنت کے ساتھ تھا اور آج بھی اہلسنت کے ساتھ ہے باقی علامہ عبدالغنی نابلسی کا حنفی اور معتبر ومستند ہونا تو نہ آپ علیہ الرحمۃ کی حنفیت میں وہابیہ اسمٰعیلیہ کو کوئی شک نہیں اور نہ ہی آپ کے معتبر ومستند ہونے میں ان کے نزدیک کوئی کلام۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے خود ان کا حوالہ اپنی اسی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کے وہابی اکابرین کی شہادات ہم ماقبل میں بیان کر چکے، ابھی صرف ایک شہادت بیان اکتفا کرتا ہوں۔

وہابی اسمٰعیلی اشرفعلی تھانوی معتبر ومستند کتاب کی فہرست بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

شرح الطریقۃ المحمدیۃ مؤلفہ سیدی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی ۱۱۴۳ھ۔۔۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۰، ادارہ اسلامیات کراچی)

لیجئے! علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی تھانوی نے عارف باللہ کہہ کر ان کے معتبر ومستند ہونے کی تصریح کی اور لیکن اتنی تصریح سے وہابی اسمٰعیلی تھانوی کا دل نہیں بھرا بلکہ وہابیت اسمٰعیلیت کا مزید بیڑا غرق کرتے ہوئے لکھتا ہے:

غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں **جنکی نقل بھروسہ کی نقل ہے** اور پھر ان کے **مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں** کہ آفاق عالم میں انکے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔ (جمال الاولیاء، ص ۱۰، ادارہ اسلامیات کراچی)

نوٹ: وہابی تھانوی نے علامہ عبد الغنی علیہ الرحمۃ کی کتاب الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ کو معتبر و مستند مان کر وہابیت اسمعیلیت کا جو بیڑا غرق کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جب خود وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اتنے معتبر و مستند ہیں، اولیاء میں سے ہیں تو کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان ان پر بھی وہ فتوے لگائے گا جو اس کے وہابی اکابرین نے بغض اہلسنت میں غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے ہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اس کے جاہل اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوگا، اگر ہے تو اپنے وہابی اسمعیلی اصولوں کے مطابق بیان کرنے کی زحمت کرے۔ ہمیں تو کوئی امید نہیں کیونکہ ہم نے علاج ہی ایسا کیا ہے۔

(۲) علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

كره بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ۔

بعض فقہاء نے صالحین و اولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے، فتاویٰ الحجۃ میں کہا: قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ جب عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم و تکریم مقصود ہو تاکہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے دل میں ادب و خشوع پیدا ہو تو یہ امور جائز ہیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹، ص ۵۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے بھی اولیاء و علماء کی قبور پر چادر ڈالنے کے حوالے سے وہی فتویٰ دیا ہے جو اہلسنت کے ہاں رائج ہے اور اسی طرح مسئلہ بیان کیا ہے جس طرح اہلسنت بیان کرتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ اسمعیلیہ جن فقہاء کا نام لے کر اہلسنت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہلسنت پر بدعتی اور طرح طرح کے فتوے داغتے ہیں ان کا بھی ذکر کر کے گویا جواب بھی دے دیا ہے لہٰذا وہابی اسمعیلی ساجد خان یا اس کے جاہل اکابرین ہم سے فقہائے احناف کی عبارات کا جواب مانگنے کے بجائے علامہ شامی علیہ الرحمہ کے فتاوی ''فتاوی شامی'' پر عمل کرلیں جس کے بارے میں **وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:**

''ردالمحتار علی الدر المختار'' علامہ محمد بن عمر بن عبد العزیز عابدین المعروف بابن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ کا الدر المختار پر بے نظیر حاشیہ ہے، جو اس وقت فقہ حنفی کا سب سے مقبول اور مستند مجموعہ ہے جس میں تمام کتب متقدمین متاخرین کا عطر اور نچوڑ آ گیا ہے اسی لئے چہار دانگ عالم میں اس مجموعہ کو پورے طبقۂ احناف میں مرجعیت کا مقام حاصل ہے اور تن تنہا اس کتاب نے بہت سی کتب فقہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی شبیر احمد نے فتاوی شامی کے معتبر و مستند ہونے کو جس طرح بیان کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، وہابیہ اسمعیلیہ کو چاہیے کہ وہ فتاوی کے جو ان کے نزدیک فقہ حنفی کا مقبول و مستند مجموعہ ہے، جو متقدمین و متاخرین کی تمام کتب کا نچوڑ ہے اور پورے طبقۂ احناف میں اس کو مرجعیت حاصل ہے اس فتاوی کے اس فتوے پر بھی عمل کریں، لیکن ہمارے قارئین دیکھیں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل آباء اس مقام پر میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو والی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور علامہ شامی کی یہ بات ماننے کے بجائے ان پر یہ فتوی دھرتے ہیں:

مثلاً شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ شامی کہ میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے منقح نہیں ہوسکا اور

اسی لئے ان کے یہاں بہت سے مسائل میں بدعات مخترعہ کی تائید ہوگئی ہے۔۔۔ (انوار الباری، جلد ۸، ص ۴۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وہ فتاوی جس کا مصنف تھوڑی دیر پہلے بہت ہی معتبر و مستند تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ وہ بدعات مخترعہ کی تائید کرنے والا ہے جب اتنے بڑے علامہ پر وہابیہ اسمعیلیہ بدعات کی تائید کا فتوی لگا سکتے ہیں تو اگر اہلسنت پر لگا دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے ان کی توپ سے تو ہمیشہ بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی ہی کے فتوے نکلتے ہیں جس سے بچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، وہابیہ اسمعیلیہ بتائیں گے کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے کون کون سی بدعات مخترعہ کی تائید کی ہے ہمیں ان تمام کی فہرست دیں تاکہ ہم وہی بدعات وہابیہ اسمعیلیہ سے ثابت کر کے انہی کو بدعات مخترعہ کی تائید کرنے والا ثابت کر دیں۔

قارئین بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی اور نہ ہی علامہ شامی کی اہلسنت کی تائید یہاں ختم ہوجاتی ہے بلکہ علامہ شامی اہلسنت کا بول بالا کرتے ہوئے اور وہابیت کا منہ کالا کرتے ہوئے **اپنے ایک اور فتاوی میں لکھتے ہیں:**

ولكن نحن الآن نقول إن كان القصد بذلك التعظيم في أعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر۔۔۔ فهو أمر جائز لا ينبغي النهي عنه۔

لیکن اب ہم کہتے ہیں اگر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تاکہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں۔۔۔ لہٰذا چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

(العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، جلد ۲، ص ۵۶۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس فتاوی میں بھی علامہ شامی نے وہابیت کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو فتاوی شامی میں کیا تھا یہاں بھی فقہائے احناف کا موقف بیان کر کے اس کا جواب دیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے جاہل آباء ہماری نہ مانیں لیکن جو کتاب ان کے نزدیک معتبر ومستند ہے اور جس کے بارے میں خود وہابیہ اسمعیلیہ کا اقرار ہے کہ اس میں نئے پیش آمدہ مسائل کو جمع کیا گیا ہے اس کو تو مانیں وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

''العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ'' امام محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ کی تالیف ہے جس میں نئے پیش آمدہ مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۱، ص ۲۹۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ شامی نے مسائل جدیدہ کی کتاب میں بھی اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر ڈالنے کو جائز قرار دے کر اور وہابیہ اسمعیلیہ جن سادات احناف کے حوالے پیش کر کے بدعت بدعت اور بدعتی بدعتی کی گردان پڑھتے ہیں ان کا جواب دے کر وہابیت اسمعیلیت کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیا ہے اب اس حوالے سے وہابیت اسمعیلیت کو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اپنے یہ بدعت بدعت کے فتوے اپنے ساتھ قبر لے جانے چاہئیں تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ انہی جیسے ہوجائیں۔

(۳) شیخ عبد القادر الرافعی الحنفی لکھتے ہیں:

وضع الستور و العمائم و الثياب على قبور هم امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم في اعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر۔

پس علماء اور اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا، ان کی قبروں پر پردے، عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جب کہ اس سے مقصد لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت کا اظہار کرنا ہوتا کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ (تقریرات الرافعی علی رد المحتار، جلد ۱، ص ۱۲۶، دار عالم

الکتب الریاض)

علامہ عبدالقادر الرافعی الحنفی نے بھی وہابیت اسمعیلیت کے منہ پر پانی پھیر دیا ہے اور وہابیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کر دیا ہے اب وہابیت اسمعیلیت کو چاہیے کہ اپنے اصلی گھر میں ٹھکانہ بنائے اور یہ سادات احناف کی رٹ سے جان چھڑائے کیونکہ یہ سب کچھ اس کے بس کی بات نہیں وہ تو محض دکھلاوے کے لئے حنفیت کا ٹائٹل استعمال کرتے ہیں اور وقت آنے پر یہاں تک بک جاتی ہے کہ حنفیت میں عمر ضائع ہوگئی۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھی چاہیے کہ اپنے آباء کی پیروی کرے اور اس طرح ذلیل نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان اس کتاب کا ہی انکار کر دے تو میں پہلے سے ہی صرف ایک حوالہ اس کے منہ پر مار دیتا ہوں تا کہ اس میں کم از کم یہ جرأت نہ ہو۔

وہابی اسمعیلی شبیر احمد قاسمی لکھتا ہے:

''تقریرات رافعی'' امام عبدالقادر بن مصطفی بن عبدالقادر البیساری الطرابلسی الشامی المتوفی ۱۳۲۳ھ کا فتاوی شامی پر تحریر فرمودہ ایک قیمتی حاشیہ ہے، جو الگ سے دو جلدوں میں شائع شدہ ہے اور ہندوستان میں رائج شامی زکریا کے ہر جلد کے ساتھ رافعی کا متعلقہ حصہ لگا دیا گیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ا ص ۲۹۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبدالقادر الرافعی الحنفی کی تقریرات رافعی کا قیمتی ہونا وہابی ہی کے گھر سے ثابت ہو گیا، اب اسی قیمتی حاشیہ میں اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر ڈالنے کا قیمتی قول بھی وہابی اسمعیلی قبول کر کے اس کے قیمتی ہونے کی لاج رکھیں ورنہ اور تو کچھ نہیں ہوگا پر وہابیت اسمعیلیت کی اصلیت اسی کے آباء سے واضح ہو جائے گی۔

(۴) علامہ اسمعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وضع الستور و العمائم و الثیاب علی قبور هم امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

پس علماء اور اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا، ان کی قبروں پر پردے، عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جب کہ اس سے مقصد لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت کا اظہار کرنا ہوتا کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۵۱۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ اسمعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ کے معتبر ومستند ہونے کے وہابی حوالے ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں لہٰذا ان کے قول سے بھی ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا موقف حق اور صرف حق ہے اور وہابیہ اسمعیلیہ کی ساری کہانی اس کی اپنی گھڑی ہوئی ہے، وہابی اسمعیلی ساجد خان جو سادات احناف کی رٹ لگا رہا تھا میں اس سے کہتا ہوں کہ یہ بھی حنفی ہیں اگر ان کی نہیں مانی تو کم از کم ایک آدھا فتوی تو بنتا ہے یا فتوے صرف اور صرف بغض اہلسنت میں صرف اہلسنت کے لئے نکلتے ہیں کیوں؟

(۵) الشیخ یوسف بن عبدالجلیل الموصلی الحنفی لکھتے ہیں:

ولکن نحن الآن نقول إن کان القصد بذلك التعظیم فی أعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر الذی وضعت علیه الثیاب و العمائم .... فهو أمر جائز لا ینبغی النهی عنه۔

لیکن اب ہم کہتے ہیں اگر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تا کہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں۔۔۔ لہٰذا چادریں وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

(الانتصار للاولیاء الاخیار، ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) شیخ المشائخ شاہ احمد سعید فاروقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:
اس جزیہ سے قبر پر چادر کی ممانعت کا استخراج صرف مجیب کا قیاس ہے اس مسئلہ سے متبادر یہ نہیں ہوتا۔
(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین، ص ۱۱۴، خانقاہ سلطانیہ جہلم)
اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس حوالے پر کوئی کلام کیا تو ان شاء اللہ اس کی ایسی دھلائی ہوگی کہ یاد رکھے گا بہر حال اس حوالے سے بھی قبر پر چادر ڈالنے کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: جمہور احناف کے نزدیک قبروں پر چادریں چڑھانا ایک مکروہ ولغو کام ہے۔(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۷، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنے دجال باپ کی پیروی میں دجالیت سے کام لیا ہے۔

اولاً: اس نے دعوی عام کیا ہے جبکہ ہم ہر قبر پر چادر ڈالنے کے قائل نہیں ہیں یہ جاہل وہابی اسمٰعیلی جانتا تھا کہ جو دعوی اہلسنت کرتے ہیں اگر میں نے وہی لکھ دیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے لہٰذا اپنے اکابرین والی دجالیت سے کام لیتے ہوئے اس نے دعوی کو عام رکھا تا کہ دلیل میں عیاری، مکاری اور اپنے اکابرین والی دھوکہ بازی کرنے میں اس کو آسانی ہو۔

ثانیاً: اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے یا اپنے وہابی اکابرین کو جاہل سمجھتے ہوئے وہ دعوی نہیں کیا جو ان کی زبانوں اور قلموں پر ہوتا ہے کہ ''قبروں پر چادر چڑھانا بدعت ہے'' کیونکہ یہ جانتا تھا کہ اگر یہ دعوی کرتا ہوں تو دلیل میں کیا میرے مرکر مٹی میں ملے ہوئے مردہ اکابرین بھی نہیں دے سکتے لہٰذا انہی والی دجالیت پر ایک بار پھر عمل کرو اور وہ دعوی ہی نہ کرو۔

ثالثاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ وہ کون کون سے علمائے احناف ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ:''جمہور احناف کے نزدیک قبروں پر چادریں چڑھانا ایک مکروہ ولغو کام ہے۔'' ہر ایک کا نام مع حوالہ بیان کرے۔

رابعاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے اس لایعنی دعوی میں جمہور کی قید لگا کر اپنے دعوے کا بیڑا غرق کر دیا ہے وہابی کے دعوی سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ بعض فقہائے احناف وہ ہیں جو قبروں پر چادر چڑھانے کو جائز کہتے ہیں (اگرچہ یہ بعض نہیں بلکہ علامہ شامی کی تصریح کے مطابق مکروہ کہنے والے بعض ہیں اور ان کا جواب بھی علامہ شامی نے دے دیا ہے)

(۱) وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید لکھتا ہے:
سوال: ایک بزرگوار عالم یا کسی ولی کی لحد پر چادر، غلاف وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: اس کے متعلق جواز وکراہیت دونوں مروی ہیں لہٰذا نہ کرنا اولی ہے اور دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے۔

مزید لکھتا ہے:
غلاف کے متعلق فقہاء کرام نے کراہیت بھی نقل کی ہے اور بعض فقہاء کرام سے جواز بھی مروی ہے کما فی ردالمحتار ۳۱۹:۵ کرہ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ۔ پس قاعدہ کے مطابق محرم کو ترجیح دی جائے

گی لیکن مخالفین پر اشد انکار نہ کیا جائے۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۳۰، ۳۳۴، دار العلوم صدیقیہ صوابی)

وہابیہ اسمعیلیہ نے جھوٹ بولنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے، وہابی چھوٹا ہو یا بڑا سب ہی اسی پر عمل پیرا ہیں اس نام کے مفتی نے بھی یہی کیا ہے اوپر والے فتوے میں قبور پر چادر ڈالنا صرف خلاف اولی تھا اور اب حرام ہو گیا ہے واہ وہابی واہ۔ اور پھر کراہیت کا قول ذکر کیا علامہ شامی کی عبارت بھی ذکر کی اور علامہ شامی نے اس کراہیت والے قول کا جو جواب دیا اس کو ہضم ہی کر گیا اور بجائے یہ کہ جس کو علامہ شامی نے ترجیح دی تھی اس کو ترجیح دیتا اس سے کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے نکل گیا اور آخر میں اپنے وہابی آباء کی طرح وہی رٹ لگانے لگا آخر کیوں؟۔ لیکن ایک کام ضرور کر گیا کہ وہابی اسمعیلی ساجد جیسوں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مار گیا کہ جو یہ کام کرتے ہیں ان پر اشد انکار نہ کیا جائے۔ جواز کے اقوال ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور وہابی مفتی سے بھی ثابت کر دیا ہے اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے گا کہ ان جمہور حنفی علماء میں کون کون شامل ہیں جو قبروں پر چادر چڑھانے کو مکروہ ولغو کام کہتے ہیں۔

(۲) وہابی اسمعیلی خان محمد لکھتا ہے:

جہاں تک عرس کا تعلق ہے وہاں اگر شریعت کے مطابق قرآن خوانی اور درود شریف سے ایصال ثواب کیا جائے اور قبر شریف پر خلاف شریعت حرکات نہ کی جائیں تو یہ جائز ہے اور اکابر نے ایسا کیا ہے۔۔۔ اگر اولیاء کے مزارات پر اس نیت سے چادر پوشی کی جائے کہ ان پر گرد وغبار وغلاظت نہ پڑے تو اس کے روا ہونے کی گنجائش ہے۔

(صحائف مرشدیہ (مکتوبات خان محمد) ص ۱۹۷، الفتح پبلی کیشنز راولپنڈی)

کیونکہ یہ کتاب بعد میں ہمارے ہاتھ آئی اور پہلی جلد مکمل ہو چکی تھی لہذا عرس کا حوالہ بھی یہیں نقل کر دیا ہے۔ یہ حوالہ وہابی اسمعیلی ساجد خان پر مزید ایک پتھر ہے جس کا جواب اس کے مرکر مٹی ہونے والے بھی نہیں دے سکتے۔ اگر آپ چاہیں تو وہابی اسمعیلی ساجد خان سے سوال کر لیں کہ کون کون سے سادات احناف ہیں جنہوں نے عرس کی اجازت دی ہے ان سب کے نام مع حوالہ بیان کرے۔ بہر حال اصل حوالے کی طرف آتے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان کم از کم پانچ سادات احناف سے یہ ثابت کرے کہ جس طرح اس کے وہابی اسمعیلی احمدی خان محمد نے بیان کیا ہے اس طرح مزارات پر چادر ڈالنا جائز ہے اور فقہائے احناف اس کی اجازت دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو دن میں ہی تارے نظر آ جائیں گے اور یہ وہابیہ اسمعیلیہ کی قبریں کھودے گا پر کوئی جواب نہیں ملے گا۔ اب یا تو یہ اپنے دعوے کا بیڑا غرق کرے گا یا پھر اپنی آبائی حرکتیں کرے گا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۳) وہابی اسمعیلی خبیب اپنے وہابی احمدی یوسف بنوری کی وصیت لکھتا ہے:

زندگی میں آپ نے وصیت تحریر کی تھی کہ روضۂ مبارک کا غبار میری آنکھوں میں لگا دینا۔ روضۂ اقدس کے دیئے (چراغ از ناقل) کا تیل میری داڑھی میں چھڑکنا اور روضۂ پاک کے غلاف کا ٹکڑا میرے کفن میں سینے پر سی دینا۔۔۔ (عشق رسول اور علمائے حق، ص ۳۵۳، بیت السلام کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ کیا سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ مبارک پر چراغ تھا جس کا تیل وہابی اسمعیلی یوسف بنوری لے کر آیا اور اپنی داڑھی میں چھڑکنے کی وصیت کر رہا ہے۔ اسی طرح کیا سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ انور پر چادر بھی ہوتی تھی جس کا ٹکڑا وہابی اسعیلی یوسف بنوری کو ملا اور اس کو اپنے سینے میں سینے کی وصیت کی۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان جو بھی جواب دے گا ان شاء اللہ وہابیت اسمعیلیت کو ہی تباہ و برباد کرے گا۔

خامسا: وہابی اسمٰعیلی جوفتوے اہلسنت پر لگاتے ہیں کیاوہ سب ان فقہائے احناف پر بھی لگیں گے۔

سادسا: جن فقہائے احناف نے قبر پر چادر ڈالنے کے مکروہ ہونے کا جواب دیا ہے ان کا جواب قابل قبول کیوں نہیں؟

سابعا: اگر کوئی ان سادات احناف کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے قبور اولیاء وعلماء پر چادر ڈالتا ہے تو اس پر کیا حکم لگے گا کیا وہ ناجائز کام کر رہا ہے؟ کیا وہ بدعت پر عمل کرنے کی وجہ سے بدعتی ہے یا کچھ اور۔

ثامنا: اگر فتوی پر عمل کرنے والا بدعتی یا ناجائز کام کرنے والا ہے تو جنہوں نے اجازت دی ہے ان کے لئے تو کوئی فتوی نہیں ہے؟

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے دلائل کا جائزہ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''چادر پوشانیدن برقبر حرکت لغواست نباید کرد۔''

(فتاوی عزیزی فارسی، ص ۹۰) قبر پر چادر چڑھانا ایک لغو کام ہے نہیں کرنا چاہیے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۷، ۹۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ شاہ صاحب کے اس قول ''لغو کام ہے نہیں کرنا چاہیے''۔ سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا اس سے قبر پر چادر ڈالنے کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے یا مکروہ تحریمی جو بھی ثابت ہوتا ہے بتائے۔

ثانیاً: شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اس قول کا تعلق ہمارے نزدیک اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر ڈالنے کے ساتھ نہیں بلکہ عام قبور کے ساتھ ہے، اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس عبارت کا تعلق اولیاء وعلماء کی قبور کے ساتھ ہے تو بھی اس سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا جو وہابیہ اسمٰعیلیہ کہتے ہیں۔

ثالثاً: خود وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید شاہ صاحب کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے تو ہم سے منوانے پر احمری ساجد خان کیوں تلا ہوا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی مفتی فرید لکھتا ہے:

سوال: ایک بزرگوار عالم یا کسی ولی کی لحد پر چادر، غلاف وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس کے متعلق جواز وکراہیت دونوں مروی ہیں لہٰذا نہ کرنا اولی ہے اور دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے۔

اسی کے حاشیہ پر وہابی اسمٰعیلی لکھتا ہے:

قال ابن عابدين : كره بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ ۔۔۔

بعض فقہاء نے صالحین واولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے، فتاویٰ الحجۃ میں کہا: قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ جب عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم وتکریم مقصود ہوتا کہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے دل میں ادب وخشوع پیدا ہو تو یہ امور جائز ہیں۔۔۔ (فتاوی فریدیہ، جلد ۳، ص ۳۳۰، دارالعلوم صدیقیہ صوابی)

اسمٰعیلی مفتی فرید کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی دیکھیے کہ جواز کے ساتھ کراہیت کو بیان تو کیا لیکن اس کے جو جوابات سادات احناف نے دیئے ان کو وایخنی سمجھ کر ہضم کر گیا اور پھر جھوٹ بھی بول دیا کہ ''دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے۔'' وہابی مفتی فرید تو مر کر مٹی ہو چکا ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان تو زندہ ہے کیا بتائے گا کہ وہ کون کون سے سادات احناف ہیں جنہوں نے قبور پر چادر ڈالنے کو خلاف اولی لکھ کر یہ کہا ہو کہ ''دلیل بھی اس طرف کی قوی ہے۔'' ان سب کے نام مع حوالہ جات بیان کرے ورنہ یہ بھی اپنے وہابی مفتی پر

چار حرف کرے کیونکہ حاشیہ کی عبارت تو اس پر چار حرف کر رہی ہے۔

رابعاً: جب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے جاہل آباء ہی شاہ صاحب کی نہیں مانتے اور آپ کی بات پر اپنے جاہل باپ گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ کو ترجیح دیتے ہیں تو ہم سے کس منہ سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی شفیع عثمانی لکھتا ہے:

سوال: فتاوی رشیدیہ میں و دیگر فتاوی میں بھی کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا بدعت (خیال کیا گیا ہے) اور فتاوی عزیزیہ کے حصہ اول ص:۱۸۸ میں لکھا ہے کہ جس کھانے کا ثواب حضرات امامین کو بھیجا جائے اور اس پر فاتحہ وقل و درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت خوب ہے یہ اختلاف کیسا ہے؟

جواب: صحیح وہی ہے جو فتاوی رشیدیہ میں ہے، قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ اور فقہاء کی تصریحات اسی کے موافق ہیں، فتاوی عزیزی کے جس صفحے کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس پر تو یہ مضمون ملا نہیں زیادہ تفتیش کی فرصت نہیں کہ اصل عبارت شاہ صاحب کی دیکھ کر اس کا مطلب عرض کرتا بہر حال فتاوی عزیزی کی عبارت میں تاویل کی جائے گی حکم صحیح وہی ہے جو فتاوی رشیدیہ میں ہے۔ (امداد المفتین جامع، جلد ا، ص ۶۶۶، ادارۃ المعارف کراچی)

وہابی اسمٰعیلی شفیع کی جہالتوں اور دھوکہ بازیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے اسی کے دادا استاذ کے اصول کے مطابق یہی کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جو علماء اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے بہر حال فتاوی عزیزی کی عبارت میں تاویل کی جائے گی حکم صحیح وہی ہے جو علماء اہلسنت کی کتابوں میں ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اس جواب پر کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ جواب خود اسی کے اپنے باپ کے اصول کے مطابق ہے۔

خامسا: وہابی اسمٰعیلی پہلے اپنے آباء کے اصول کے مطابق یہ فتاوی شاہ صاحب کا تو ثابت کرے پھر اس کے حوالے دے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

اسی طرح حضرت مولانا عبد العزیز محدث دہلوی کی طرف منسوب ''فتاوی عزیزیہ'' یہ بھی معتبر کتاب نہیں ایسی کتابوں پر بھی فتوی دینا درست نہیں۔ (کتاب النوازل، جلد ا، ص ۱۸۹، المرکز العلمی لال باغ مراد آباد)

لو جی! جو کتاب اس ہی کے وہابی ابے کے نزدیک معتبر نہیں اس سے اہلسنت کو ڈرا رہا ہے اور جس کتاب پر فتوی دینے سے وہابی مفتی منع کر رہا ہے اسی سے وہابی ساجد خان اہلسنت پر فتوی لگا رہا ہے میں وہابی اسمٰعیلی کو ایک بار پھر کہتا ہوں کہ دوسروں کو اصول سمجھانے کے بجائے خود اپنے اصولوں پر عمل کرو ورنہ دوسروں کو کہنے میں کچھ تو شرم کرو لیکن یہ تمہارے پاس نہیں لہٰذا اب بھی ماننے کے بجائے ادھر ادھر کی مار کر فرار ہی اختیار کرو گے۔

(۲) وہابی اسمٰعیلی نافع لکھتا ہے:

امداد الفتاوی میں مولانا اشرفعلی تھانوی نے فتاوی شاہ عبد العزیز کی ایک عبارت کا جواب دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ:

اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاوی شاہ شاہ عبد العزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔

(سیرت حضرت امیر معاویہ، ص ۶۷۴، دار الکتاب)

جس فتاوی میں وہابی تھانوی کو کلام ہے اور اس کے شاہ صاحب کے ہونے میں اس کو قوی شک ہے، اسی کے حوالے دے کر احمدی

اسمعیلی ساجد خان ہم اہلسنت پر فتوے لگاتا ہے واہ وہابی واہ۔

(۳) وہابی احمدی مفتی شفیع لکھتا ہے:

فتاوی عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود ان کو جمع فرمایا ہے، نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے وفات کے معلوم نہیں کتنے عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو ان کے خطوط و فتاوی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا۔۔(مقام صحابہ، ص ۶۰، ادارۃ المعارف کراچی)

کسی اور نے نہیں بلکہ ساجد خان کے دادا استاذ نے ہی اس فتاوی کے متعلق بہت سے انکشافات کر دیئے جس کے حوالے دے کر وہابی اسمعیلی ساجد خان اہلسنت پر اپنے آبائی فتوے ٹھوک رہا تھا۔

قارئین: ہر بار کی طرح اس بار بھی مذکورہ بالا حوالوں سے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی ظاہر ہوگئی ہے اب وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اور کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ یہ پھر وہی کام کرے جو اس کے جاہل اکابرین نے کئے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج

وہابی اسمعیلی نے دعوے میں توڈنڈی مار لی اور وہ دعوی نہیں کیا جو اس کے آباء کرتے ہیں، میں یہاں وہابی اسمعیلی ساجد خان کے ہی وہابی اسمعیلی مفتی کے دعوے کو ذکر کر کے اس کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ کم از کم پانچ سادات احناف سے اپنے وہابی مفتی کے اس دعوے کو ثابت کرے ورنہ دوسروں کو چیلنج کرنا اپنی جیب میں ڈال کر بیہوشی کی دوائی کھا کر بیہوشوں کی طرح سوئے۔

(۱) وہابی اسمعیلی مفتی شبیر احمد قاسمی اپنی جہالت کا اظہار کچھ یوں کرتا ہے:

قبر پر چادر چڑھانا، عرس، قوالی، باجہ اور مرد و عورت کا جمع ہو کر میلا لگانا سب ناجائز اور حرام ہے۔

مزید لکھتا ہے:

چادر چڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔فی الاحکام عن الحجة تکرہ الستور علی القبور۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر اور پھول ڈالنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، جلد ۳، ص ۱۲۸، ۱۴۰، ۱۴۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری بھی اپنی جہالت دکھاتے ہوئے لکھتا ہے:

مزار پر چادر وغیرہ چڑھانا کھلی ہوئی بدعت ہے، جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۱، ص ۶۶۹، دارالاشاعت کراچی)

(۳) وہابی اسمعیلی نجم الحسن لکھتا ہے:

اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں۔(نجم الفتاوی، جلد ۱، ۱۹۶، دار العلوم یسین القرآن کراچی)

(۴) وہابی مفتی شفیع لکھتا ہے:

قبروں پر چادر وغیرہ چڑھانا بدعت ہے۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر ڈالنا بدعت ہے۔

مزید لکھتا ہے:

قبر پر چادر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور اس کی نذر کرنا دوسرا گناہ ہے۔

(امداد المفتین جامع، جلد ۱، ص ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ادارۃ المعارف کراچی)

(۵) وہابی اسمٰعیلی رشید احمد لکھتا ہے:

لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک و تعظیم غیر اللہ کی وجہ سے بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ، جلد ۱، ص ۳۷۶، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے! سادات احناف پر کھلے بدعتی، قطعاً حرام، مکروہ تحریمی، ایہام شرک، تعظیم غیر اللہ و گناہ کے مرتکب ہونے کے جو فتوے ان وہابیہ اسمٰعیلیہ نے بغض اہلسنت میں لگائے ہیں وہ اپنی جگہ ہیں لیکن میرا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ سادات احناف سے اولیاء و علماء کی قبور پر چادر ڈالنے کے کھلی بدعت، قطعاً حرام، مکروہ تحریمی، ایہام شرک، تعظیم غیر اللہ و گناہ ہونے کو ثابت کرے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے کرتوت دیکھ کر شرما جائیں یہود

وہابیہ اسمٰعیلیہ نے قبروں پر چادر ڈالنے کو بدعت، ناجائز، گناہ وغیرہ ثابت کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن بیچاروں کے ہاتھ میں اگر کچھ لگا تو وہ علامہ شامی ہی کی ایک مجمل عبارت تھی جس کی تفصیل خود آگے جا کر علامہ شامی نے ہی بیان کر دی لیکن وہابی اسمٰعیلی اس مجمل عبارت کو لے کر ایسے بن گئے جیسے اندھے کے پاؤں کے نیچے بٹیر۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کے وہ کون سی عبارت ہے۔

(۱) وہابی اسمٰعیلی رشید احمد لکھتا ہے:

قال ابن عابدین رحمه الله يكره الستور على القبور۔ (احسن الفتاویٰ، جلد ۱، ص ۳۷۶، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۲) اسی طرح وہابی مفتی شفیع نے جہاں قبر پر چادر چڑھانے کو بدعت کہا ہے اسی کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فی الشامية كتاب الصلوة باب صلاة الجنازة ج: ۲ ص ۲۳۸ (طبع سعيد) تكره الستور على القبور۔

(امداد المفتین جامع، جلد ۱، ص ۶۴۶، ادارۃ المعارف کراچی)

(۳) اسی طرح وہابی مفتی عبد الحق عثمانی لکھتا ہے:

قبریں خواہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ان پر چادر چڑھانا ناجائز ہے۔ كذا فی الشامی: فی الاحكام عن الحجة تكره الستور على القبور۔ (فتاویٰ انوار العلوم، ص ۲۲۷، دار الناشر)

(۴) وہابی مفتی نجم الحسن لکھتا ہے:

قبروں پر چادر ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت ناجائز ہے۔۔ وفی الشامية: تكره الستور على القبور۔

مزید لکھتا ہے:

قبروں پر چادر چڑھانا جائز نہیں۔۔ لما فی رد المحتار: فی الاحكام عن الحجة تكره الستور على القبور۔

(نجم الفتاویٰ، جلد ۱، ۱۹۳، ۲۸۲ دار العلوم یسین القرآن کراچی)

حوالے اور بھی ہیں ابھی انہی پر اکتفا کرتا ہوں اگر وہابی اسمٰعیلی کو خارش ہوئی تو اس کی مزید دھلائی ہوگی بہر حال وہابیہ اسمٰعیلیہ

نے جتنا بھی زور لگایا ان کو یہی حوالہ ملا لیکن یہ حوالہ ان کے کسی کام کا نہیں کیونکہ علامہ شامی نے فتاوی شامی میں ہی اس حوالے کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو ہم ماقبل میں نقل کر آئے ہیں اور اس میں علامہ شامی نے ثابت کیا ہے کہ اولیاء کی قبروں پر چادر ڈالنا جائز ہے، ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ان تمام حوالوں کے بارے میں یہ عذر بیان کرے کہ فتاوی شامی کے اس مقام پر عبارت صرف اتنی ہی ہے لہٰذا اعتراض نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہابی اصولوں سے اعتراض تو اب بھی ہے کیونکہ وہابیہ کا یہ اصول ہے کہ:

اگر کسی عالم دین کی بات میں کسی جگہ اختصار ہے اور کسی دوسری جگہ تفصیل تو تفصیلی بات کا اعتبار ہوگا۔ (جی ہاں فقہ حنفی قرآن حدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۲، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

اُصول کے مطابق وہابیہ اسمٰعیلیہ کو علامہ شامی کی تفصیلی بات کا اعتبار کرتے ہوئے اولیاء وعلماء کی قبور پر چادر کے جواز کا فتوی دینا چاہیے تھا مگر ہوئے جو وہابی دوسروں کو تو اصول بتاتے ہیں پر خود عمل نہیں کرتے، لیکن وہابی مفتی نجم الحسن نے تو وہابیہ اسمٰعیلیہ کے آباء کی پوری سنت کو پورا کیا ہے اور علامہ شامی کی وہ عبارت جس میں انہوں نے چادر ڈالنے کے جواز کو ثابت کیا ہے اس میں بقول ساجد یہودیوں والی خیانت کر کے اس عبارت سے بھی چادر کے ناجائز ہونے کو ہی ثابت کیا ہے۔

وہابی اسمٰعیلی نجم الحسن لکھتا ہے:

قبروں پر چادر چڑھانا جائز نہیں۔۔۔وفیہ ایضا (۳۶۳/۶) : کرہ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ۔ بعض فقہاء نے صالحین واولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے، فتاویٰ الحجۃ میں کہا: قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے۔

(نجم الفتاوی، جلد ۱، ۲۸۲ دار العلوم یسین القرآن کراچی)

وہابی اسمٰعیلی مولوی نے علامہ شامی کی اس عبارت میں اپنے یہودی آباء کی پیروی کرتے ہوئے خیانت کی ہے اور اسی سے متصل عبارت جس میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے اولیاء وعلماء کی قبروں پر چادر ڈالنے کے جواز کا فتوی دیا ہے اس کو کوے کی یخنی سمجھ کر ہضم کر گیا۔ آگے کی عبارت کیا ہے میں آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں دیکھیے اور وہابی اسمٰعیلی پر چار حرف کیجئے، میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے بھی کہتا ہوں کے دوسروں کے بارے میں تو بہت بیان کرتے ہو اب ادھر بھی کچھ دو چار حرف کر دو یہاں سب وہابیت اسمٰعیلیت مر جائے گی۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ۔۔

لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ جب عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم وتکریم مقصود ہوتا کہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور غافل زائرین کے دل میں ادب وخشوع پیدا ہو تو یہ امور جائز ہیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار حاشیہ ابن عابدین، جلد ۹، ص ۵۹۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو دوسروں کو خائن کہتے نہیں تھکتا تھا اب اس کا اپنا مولوی ہی خائن نکلا وہابی اسمٰعیلی پہلے اس پر وہ سارے فتوے لگائے پھر کسی اور سے بات کرے۔

قارئین: اس ساری تفصیل سے احمدی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی جان گئے ہوں گے، یہ جاہل انسان

کس طرح ذلیل ہو کر بھی ذلت کو دعوت دیتا ہے کہ آ اور مجھے گلے لگا۔

{......مسئلہ نمبر ۲۷......}

قرآن پاک کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

وہابی اسمعیلی ساجد خان بیچارے کے پاس اب اپنے اکابرین والی عیاریاں مکاریاں اور دھوکہ بازیاں کم ہوگئیں ہیں جس کی وجہ اب ایک اور اپنی آبائی حرکت پر اتر آیا ہے وہ ہے کتر و بیونت یعنی عبارت میں خیانت کرنا بحمد للہ اہلسنت اور علماء و اکابرین اہلسنت کا قرآن مقدس کے بارے میں وہی عقیدہ ہے جو ساری امت مسلمہ کا ہے اور وہی عقیدہ ہے جو سادات احناف و مشائخ ہند کا ہے اور اس میں رتی بھر بھی کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس اس کا ایک بھی حوالہ نہیں تھا کہ اہلسنت حنفی بریلوی قرآن کو نہیں مانتے یا اس کی توہین کرتے ہیں آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر وہابی اسمعیلی نے جو لکھا ہے وہ کیا ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اپنے گھر کا گند نظر نہیں آتا اور وہ دوسروں کے گھر کی ستھری چیزوں کو بھی گند سمجھتا ہے یہاں اس نے اپنے گھر کے گند کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور علامہ عمر اچھروی صاحب نے وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی کی عبارت کا گند دکھایا جس کو وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہمارے سر تھونپ دیا اسی کو ہی وہابیت اسمعیلیت کہتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے: میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قران شریف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے تاکہ غلامان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملے اور نہ مصنف مذکور اس توہین مصطفی سے عذاب الیم میں گرفتار ہوں۔(مقیاس حنفیت) (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۸، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے توہین قرآن ثابت کرنے کے لئے وہی گھناؤنا کھیل کھیلا ہے جو اس کے وہابی اسمعیلی آباء کھیلتے آئے ہیں اور اس نے کتر و بیونت میں وہ کمال حاصل کیا ہوا ہے کہ شاید اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین بھی رشک کرتے ہوں گے۔ میں آپ کے سامنے علامہ عمر اچھروی صاحب علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت رکھ دیتا ہوں آپ خود ہی فیصلہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ علامہ صاحب کیا بیان کرر ہے ہیں اور وہابی اسمعیلی اس کو کیا سے کیا بنا کر پیش کرر ہا ہے۔

علامہ عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

وہابی اسمعیلی عقیدہ: ''دیوبندیوں کے نزدیک نبی ﷺ جیسا علم تو معاذ اللہ کتے، بلے خنزیر کو بھی ہے'' {حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۷} آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بھائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

قرآنی عقیدہ: ''قرآن کریم: ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك''

(ترجمہ) یہ غیب کی خبروں سے ہے جو ہم نے وحی کیا اس کو آپ کی طرف (یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف) (مقیاس حنفیت، ۲۲۲، المقیاس پبلشرز لاہور)

یہاں تک علامہ عمر اچھروی صاحب نے وہابی اسمعیلی عقیدہ اور قرآنی عقیدہ بیان کیا ہے اب آگے وہابی عقیدے سے نکلنے والے

نتیجہ کو بیان کر رہے ہیں نہ کہ اپنا عقیدہ جیسا کہ خود انہی کی اس عبارت ''جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے'' سے ثابت ہے آپ مکمل عبارت دیکھ لیں۔

آپ لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن مجید جو آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ تمام غیبی خبریں ہیں۔ اور مصنف حفظ الایمان نے یہ کہا ہے کہ ایسے علوم غیبیہ تو صبی و مجنون اور کتے، بلے، خنزیر کو بھی حاصل ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض علوم غیبیہ جن کو قرآن شریف کہا جاتا ہے ہر فرد حیوان اور صبی اور مجنون پر بھی نازل ہیں۔ تو میرے خیال میں **مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی ﷺ پر اترا ہے** اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے۔ کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے۔ تا کہ غلامان مصطفی ﷺ کو کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ اور نہ مصنف مذکور اس توہین مصطفی ﷺ سے عذاب الیم میں گرفتار ہو۔ ورنہ اس عقیدہ رکھنے والے کو تو توہین مصطفی ﷺ کی وجہ سے ایمان کا کچھ حصہ نصیب نہیں۔ اور مصنف مذکور پر صرف ہم نے ہی نہیں بلکہ بعض دیوبندیوں نے بھی اس عبارت پر فتوی کفر ثبت کیا ہے۔ (المہند ص ۳۰) ہمارے نزدیک متعین ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے''۔

دیوبندیوں کے بعض اکابرین نے مصنف مذکور یعنی مولوی اشرف علی تھانوی پر بھی بہتیرے فتوی کفر جڑے لیکن حکیم صاحب اخذته العزة بالاثم فحسبه جہنم پھر بھی ثابت قدم رہے۔ پنجابی مثل مشہور ہے۔ گورو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان چھڑپ'' جس امت دیوبندیہ کے حکیم کا یہ حال ہے۔ ان کے مریضوں کے کیا ہی کہنے ہیں۔ (مقیاس حنفیت، ۲۲۳، المقیاس پبلشرز لاہور)

یہ ہے مکمل عبارت جس میں علامہ صاحب اپنا نہیں بلکہ وہابیہ اسمعیلیہ کا عقیدہ اور اس کا نتیجہ بیان کر رہے ہیں لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان عقل کو طلاق مغلظہ دے کر فارغ عن العقل ہو کر اپنے گھر کا گند چھپانے کے لئے اس کو ہمارے ذمہ لگا رہا ہے اور محقق من الحقہ بن کر گندی تحقیق کی گندگی بہار رہا ہے۔

قارئین! میں حیران ہوں کہ ایک اردو عبارت جس کی عقل میں نہیں گھستی اور جس کو ایک سیدھی سادھی اردو عبارت سمجھ میں نہیں آتی وہ جناب ذلت مآب وہابیہ اسمعیلیہ کے جاہل اعظم اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ بہر حال علامہ عمر اچھروی صاحب نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ سب کا سب وہابیہ اسمعیلیہ کے اپنے گھر کا گند تھا جس میں انہوں نے اپنا عقیدہ بیان نہیں کیا اور آخر میں واضح طور پر لکھا'' ورنہ اس عقیدہ رکھنے والے کو تو توہین مصطفی ﷺ کی وجہ سے ایمان کا کچھ حصہ نصیب نہیں۔ اور مصنف مذکور پر صرف ہم نے ہی نہیں بلکہ بعض دیوبندیوں نے بھی اس عبارت پر فتوی کفر ثبت کیا ہے'' اس کے باوجود بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنی خراب عقل کو آزماتا ہوا بھو بھو کرتا ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۲۸......}

عصمت انبیاء اور اہلسنت کا موقف

عصمت انبیاء میں دو قول بیان کئے جاتے ہیں (۱) محققین کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد صغائر و کبائر سب سے معصوم ہیں اور یہ گناہ نہ ان سے سہواً ہوتے ہیں اور نہ عمداً (۲) جمہور علماء کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کہ شرح عقائد میں بالخصوص اور دیگر علماء کی کتابوں بالعموم موجود ہے اور علامہ علی قاری نے شرح مشکاۃ میں اس حوالے سے جو لکھا ہے وہ بھی آگے آرہا ہے لہذا اس کی تفصیل وہیں ملاحظہ کی جائے۔ اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ سہواً اور گناہ صغیرہ عمداً اور

بالاتفاق سہواً ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک اس گئے گزرے دور میں محققین کا مذہب مختار ہے، لیکن دوسرے مذہب والوں پر بھی کسی قسم کا کوئی فتوے نہیں۔ کیونکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے وہ عبارات بیان نہیں کی جن کی وجہ سے اس نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو الزاما پیش کیا ہے لہٰذا ہم بھی کلام نہیں کر رہے۔ جب وہابی اسمٰعیلی وہ عبارات پیش کرے گا تو ہمارے قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ مفتی صاحب کی عبارت کسی بھی طرح وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی اسمٰعیلی آباء کی عبارات کے مقابل آ ہی نہیں سکتی پھر بھی جب وہ بیان کرے گا تو ان شاء اللہ اس کا جواب بھی لے گا۔ بہر حال میں یہاں اکابرین اہلسنت کا مذہب بیان کر دیتا ہوں جس سے ان دونوں قولوں کی وضاحت ہو جائے گی۔

نوٹ: کیونکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو لے کر کئی کتابوں میں کئی طرح کے فتوے لگائے ہیں اور گستاخ گستاخ کی رٹ لگائی ہے لہٰذا میں یہاں اس کو قدرے تفصیل سے بیان کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہابیہ کے فتوؤں کی مار کہاں تک پہنچی ہے اور کون کون ان فتوؤں سے گستاخ ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) رئیس المتکلمین امام الفقہاء اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔

(فتاوی رضویہ جلد ۲۹ ص ۵۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۲) صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بددینی ہے۔ عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔۔۔ **انبیا علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمّدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔** (بہار شریعت، جلد ۱ ص ۴۰، مکتبہ المدینہ کراچی)

(۳) اجمل العلماء حضرت علامہ مولانا اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے جس کو امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: الانبیاء علیهم الصلاۃ و السلام كلهم منزهون عن الصغائر و الكبائر و القبائح۔ (فقہ اکبر مصری ۶۸) حضرات انبیاء علیہم السلام تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور قبیح باتوں سے منزہ و پاک ہیں۔ حضرت علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة و بعدها على الاصح۔ اور صحیح مذہب میں حضرات انبیاء کرام کے لئے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت ہر دو حال کے لئے ثابت ہے۔ ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے جس طرح بعد نبوت معصوم ہیں اسی طرح قبل نبوت بھی معصوم ہیں۔ (فتاوی اجملیہ، جلد ۱ ص ۷۴، شبیر برادرز لاہور)

(۴) علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مسئلہ عصمت میں اقوال علماء: امور تبلیغیہ میں کذب عمد سے عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جمیع اہل ملل وشرائع کا اجماع ہے اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ تبلیغ میں انبیاء علیہم السلام سے عمداً صدور کذب عقلاً محال ہے۔ شرح مواقف میں اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اذ لوجاز علیہم التقول والافتراء فی ذالك عقلا لادی الی ابطال دلالۃ المعجزۃ وهو محال۔ (شرح مواقف، جلد ۸، ص ۲۶۳ طبع مصر) ترجمہ: کیوں کہ اگر یہ (کذب عمد فی التبلیغ) عقلاً جائز ہوتو دلالتِ معجزہ کے ابطال کی طرف مؤدی ہوگا اور وہ محال ہے۔

البتہ علی سبیل السہو والنسیان، میں قاضی ابوبکر نے اختلاف کیا ہے مگر ائمہ اعلام اس میں بھی عقلاً عدم جواز ہی کے قائل ہیں۔ رہے باقی ذنوب یعنی کذب فی التبلیغ کے علاوہ تو وہ کفر ہوں گے۔ یا غیر کفر۔ عصمت عن الکفر پر اجماع امت ہے۔ عام اس سے کہ قبل النبوۃ یا بعد النبوۃ۔ اس اجماع کے خلاف خوارج کے ایک خاص گروہ ازارقہ کا قول پایا جاتا ہے جو اہل حق کے نزدیک باطل ومردود ہے۔ قائلین تقیہ نے انبیاء علیہم السلام سے خوف کے وقت تقیۃً اظہار کفر کو جائز مانا ہے مگر اہل حق کے نزدیک یہ قول بھی قطعاً باطل ہے کیوں کہ یہ اخفائے دعوت اور ترک تبلیغ رسالت کی طرف مفضی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے حق میں محال ہے۔ اب ان گناہوں کے متعلق سنئے جو کفر کے ماسوا ہیں تو ان کی دو قسمیں ہیں کبائر وصغائر۔ ان میں سے ہر ایک کے دو حال ہیں یا ان کا صدور عمداً ہوگا یا سہواً۔ دو کو دو سے ملا کر چار قسمیں حاصل ہوئیں۔ کبیرہ عمداً، کبیرہ سہواً، صغیرہ عمداً، صغیرہ سہواً۔ ان اقسام اربعہ میں سے ہر ایک قبل البعثت ہوگا یا بعد البعثت۔ انبیاء علیہم السلام سے کبائر کا صدور خواہ عمداً ہو یا سہواً بعد النبوۃ شرعاً محال ہے، قول مختار یہی ہے قبل النبوۃ اکثر مشائخ کے نزدیک محال نہیں۔ اسی طرح عمداً بعد البعثت صغائر کا صدور بھی محال ہے۔ سہواً میں اختلاف ہے۔ اکثر مشائخ جواز (یعنی امکان) کے قائل ہیں لیکن جو صغائر رذالت وخست اور دناءۃ کا موجب ہوں بالاتفاق ان کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ممکن نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس محققین اہلسنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام ان امور سے بھی معصوم ہیں جو موجب نفرت ہوں۔ جیسے امہات وزوجات کا فجور اور آباء کی دناءۃ ورذالت۔ مختصر یہ کہ باب ذنوب میں جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی نبوت کے زمانہ میں کبائر سے مطلقاً اور صغائر سے عمداً معصوم ہیں اور انہوں نے اپنے اس دعویٰ پر حسبِ ذیل دلائل قائم کئے ہیں۔ (مقالات کاظمی، جلد ۳، ص ۶۶، کاظمی پبلشر ملتان)

(۵) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

گناہ چند طرح کے ہیں: شرک، کفر، کبائر، صغائر، پھر صغائر دو قسم کے بعض وہ جو دنائت اور رذالت طبع پر دلالت کرتے ہیں، جیسے چوری، کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دو نوعیتیں ہیں۔ عمداً اور سہواً۔ نیز انبیائے کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے ظہور نبوت کے بعد۔ انبیائے کرام شرک، کفر بدعقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہٖ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً سہواً ایک آن کے لئے بھی بدعقیدہ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہوسکتا۔ رہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان

بوجھ کر نہ تو بنوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیانا خطا صادر ہو سکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف انہیں متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ گناہ صغائز میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دنائت اور چھچھورے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں۔ رہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی بیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطاً۔ یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیاء کرام کے لئے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔ (سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۱۴۷، مکتبہ غوثیہ کراچی)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ عصمت انبیاء کے حوالے سے دو قول بیان کئے جاتے ہیں جس میں سے مختار وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ بھی تفصیل بیان کی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہ بھی سادات احناف ومشائخ ہی نے بیان کی ہے بلکہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے گرو گھنٹال گنگوہی نے بھی شرح فقہ اکبر و شرح عقائد کے حوالے سے وہی بیان کیا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے لہٰذا وہابیہ اسمعیلیہ کا مفتی صاحب پر زبان درازی کرنا سادات احناف ومشائخ پر زبان درازی کرنا ہے اور آپ پر کوئی فتوی لگانا سادات احناف ومشائخ پر فتوی لگانا ہے۔

عصمت انبیاء اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

(۱) کشف الغمہ سراج الامہ امام اعظم (المتوفی ۱۵۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

والانبیاء علیہم السلام کلهم منزهون عن الصغائر و الکبائر والکفر و القبائح و قد کانت منهم زلات خطیئات۔ انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں، کفر وقبیح کاموں سے پاک ہیں ہاں ان سے لغزشوں کا صدور ممکن ہے۔ (فقہ الاکبر، ص ۱۶۹، دار البشائر الاسلامیہ)

(۲) علامہ بدر الدین عینی حنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قلت: مذهبی أن الْأَنْبِيَاء معصومون من الْكَبَائِرِ والصغائر قبل النُّبُوَّة وبعدها۔۔

میرا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے اور بعد صغائر وکبائر سے معصوم ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد ۱۸ ص ۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام اعظم علیہ الرحمۃ کی طرح علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ نے بھی اجمالا یہی بیان کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغائر وکبائر سے معصوم ہیں۔

(۳) علامہ علی القاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إِذِ الْأَنْبِيَاء مَعْصُومُونَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا عَنْ كَبَائِرِ الذُّنُوبِ وَصِغَارِهَا، وَلَوْ سَهْوًا عَلَى مَا هُوَ الْحَقُّ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ، وَإِنْ كَانَ الْأَكْثَرُونَ عَلَى خِلَافِهِ۔۔

اس لئے کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور اس کے بعد کبائر وصغائر کے ارتکاب سے خواہ وہ سہوا ہوں محققین کے قول حق کی رو سے معصوم

ہوتے ہیں، اگرچہ اکثر حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ا، ص ۲۱۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں محققین کا مذہب بیان کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اکثر علماء کو اس مذہب کے خلاف بھی کہا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اکثر علماء جو محققین کے مذہب کے خلاف ہیں ان کا مذہب کیا ہے اور وہ کون کون سے افراد ہیں تا کہ تمہارا فتوی ادھر بھی کام آئے اور وہ سب بھی حنفیت سے خارج اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کے باغی کہلائیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو کچھ شرم آئے جس کی ہمیں کوئی امید نہیں اور آپ ان افراد کا مذہب و نام بیان نہ کریں تو فتاوی لگا دینا ان شاءاللہ نام و مذہب ہم بیان کریں گے۔

قارئین! جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ماقبل کی عبارت میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے محققین کا مذہب بیان کر کے اکثر کو اس کے خلاف لکھا ہے لیکن اسی سے کچھ آگے جا کر علامہ علی قاری نے ایک اور مذہب بھی بیان کیا ہے۔ اور اس کی حیثیت بھی بیان کی ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ جمہور علماء کا مذہب بیان کرتے ہیں:

فَالصَّحِيحُ قَوْلُ الْجُمْهُورِ، وَهُوَ تَجْوِيزُ وُقُوعِ الْكَبَائِرِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ سَهْوًا وَالصَّغَائِرِ عَمْدًا بَعْدَ الْوَحْيِ، وَأَمَّا قَبْلَ الْوَحْيِ فَلَا دَلِيلَ عَلَى امْتِنَاعِ صُدُورِ الْكَبِيرَةِ، وَذَهَبَ الْمُعْتَزِلَةُ إِلَى امْتِنَاعِهَا، وَنَفَتِ الشِّيعَةُ صُدُورَ الصَّغِيرَةِ وَالْكَبِيرَةِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهُ.

لہٰذا صحیح قول جمہور کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے وحی کے بعد سہواً کبیرہ گناہوں اور عمداً صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے اور وحی کے نزول سے پہلے گناہوں کے صادر ہو سکنے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا صدور ان سے ناممکن ہے جبکہ شیعہ مذہب یہ ہے کہ وحی کے نزول سے پہلے اور بعد صغیرہ و کبیرہ ہر دو قسم کے گناہوں کا صدور نہیں ہوسکتا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ا، ص ۲۱۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لو جی! علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ جمہور کے مذہب کو صحیح قرار دے کر اس پر مہر ثبت کر رہے ہیں وہابی اسمعیلی جو بھی ان عبارات کا معنی بیان کرے گا اور جو بھی تطبیق دے گا ہماری طرف سے بھی قبول کر لے ورنہ علامہ علی قاری پر بھی حنفیت سے خارج اور امام اعظم کے باغی ہونے کا فتوی صادر کرے۔

قارئین! علامہ علی قاری نے وہابیہ اسمعیلیہ کی ساری عیاریوں، مکاریوں پر پانی پھیر دیا اور آپ نے ایک اور مقام پر وہی تفصیل بیان کر کے وہابی اسمعیلی کی اس جھوٹی حنفیت کو للکارہ ہے جو اس کو مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو دیکھ کر یاد آئی تھی۔

علامہ علی قاری مفتی احمد یار خان نعیمی کی عبارت پر مہر ثبت کرتے ہوئے اور وہی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ مُجْمَلًا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ مَعْصُومُونَ عَنِ الْكَذِبِ خُصُوصًا فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِأَمْرِ الشَّرَائِعِ، أَمَّا عَمْدًا فَبِالْإِجْمَاعِ وَأَمَّا سَهْوًا فَعِنْدَ الْأَكْثَرِينَ، وَفِي عِصْمَتِهِمْ عَنْ سَائِرِ الذُّنُوبِ تَفْصِيلٌ وَهُوَ أَنَّهُمْ مَعْصُومُونَ مِنَ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهُ بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْحَشْوِيَّةِ، وَإِنَّمَا الْخِلَافُ فِي أَنَّ امْتِنَاعَهُ بِدَلِيلِ السَّمْعِ أَوِ الْعَقْلِ، فَعِنْدَنَا بِالسَّمْعِ وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ بِالْعَقْلِ، وَأَمَّا سَهْوًا فَجَوَّزَهُ الْأَكْثَرُونَ، وَأَمَّا الصَّغَائِرُ فَتَجُوزُ عَمْدًا عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْجِبَائِيِّ، وَتَجُوزُ سَهْوًا بِالِاتِّفَاقِ إِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَى الْخِسَّةِ كَسَرِقَةِ لُقْمَةٍ وَالتَّطْفِيفِ بِحَبَّةٍ، لَكِنِ الْمُحَقِّقُونَ اشْتَرَطُوا أَنْ يُنَبَّهُوا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوا عَنْهُ وَهَذَا كُلُّهُ

بَعۡدَ الۡوَحۡيِ، وَأَمَّا قَبۡلَهُ فَلَا دَلِيلَ عَلَى امۡتِنَاعِ صُدُورِ الۡكَبِيرَةِ قَبۡلُ يُوجِبُ النَّفۡرَةَ كَعُهۡرِ الۡأُمَّهَاتِ، وَالصَّغَائِرِ الدَّالَّةِ عَلَى الۡخِسَّةِ۔۔

اجمالا یہ جان لو کہ انبیاء کرام علیہ السلام کذب سے معصوم ہیں خصوصاً ان معاملات میں جن کا تعلق شریعت سے ہے بہرحال عمداً تو بالاجماع معصوم ہیں اور سہواً اکثر کے نزدیک۔اور انبیاء کرام کے تمام گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ کفر سے تو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں صورتوں میں بالاجماع معصوم ہیں۔اسی طرح گناہ کبیرہ عمداً کرنے سے بھی معصوم ہیں سوائے حشویہ کے۔۔۔اور گناہ کبیرہ سہواً تو اکثر نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بہرحال گناہ صغیرہ تو جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے سوائے جبائی کے اور انبیاء کرام سے گناہ صغیرہ سہوا ہو جانا بالاتفاق جائز ہے البتہ وہ گناہ صغیرہ سہوا بھی نہیں ہو سکتے جو خست اور دنائت پر دلالت کرتے ہیں مثلا: ایک لقمہ چرا لینا یا تولنے میں ایک دانہ کم کر دینا لیکن محققین نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انبیاء کرام کو فورا متنبہ کیا جاتا ہے اور وہ اس سے فورا رک جاتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۵، ص ۳۹۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ: وہابی اسمٰعیلی راؤ ندیم نے علامہ علی قاری کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔کیوں نہیں کیا یہ تو کوئی وہابی ہی بتا سکتا ہے؟ اس نے اس مقام پر لکھا ہے کہ:

عرض مرتب: اس حدیث کے ذیل میں ملا علی قاری نے ''انبیاء'' کے معصوم عن الکذب ہونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے، ہم نے اسے یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح مترجم وہابی، جلد ۵، ص ۵۰۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ندیم نے اس مقام کا ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ کہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جیسا جاہل آدمی علامہ علی قاری کی عبارت پر ہی اعتراض نہ کر دے۔جیسا کہ وہابی اسمٰعیلی نے کچھ بھی نہ دیکھا اور مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیا اور طرح طرح کے فتوے لگانے کی کوشش کی لیکن وہ فتوے مفتی صاحب پر تو نہ لگے مگر وہابی اسمٰعیلی اپنے پورے گھر کو تباہ کر گیا اور اس کو حنفیت سے خارج اور امام اعظم کا باغی ثابت کر گیا۔میں یہاں یہ برملا کہنا چاہتا ہوں کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی طرف سے کچھ بھی بیان نہیں کیا جو کچھ لکھا ہے وہ سب اکابرین سے نقل کر کے لکھا ہے۔بہرحال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر فتوے لگانے میں جو غیرت دکھائی ہے وہی ان سادات احناف اور مشائخ کے حوالے سے بھی دکھائے اور ان کو بھی فتوؤں سے نوازے۔آپ یقین کریں کہ اب وہابی کی دس نسلوں کو بھی آرام مل چکا ہوگا اور یہ سوچ رہا ہوگا کہ کاش وہ غیرت نہ ہی دکھاتا تو اچھا تھا کیونکہ اب اسی جھوٹی غیرت سے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے بنائے ہوئے ثالث علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابرین بھی حنفیت سے خارج ہو کر امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مخالف ثابت ہو رہے ہیں اور بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اپنے وہابی اکابرین بھی امام اعظم کے باغی ثابت ہو رہے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

(۴) علامہ احمد جیون حنفی صاحب تفسیرات احمدیہ لکھتے ہیں:

وَفِي عِصۡمَتِهِمۡ عَنۡ سَائِرِ الذُّنُوبِ تَفۡصِيلٌ وَهُوَ أَنَّهُمۡ مَعۡصُومُونَ مِنَ الۡكُفۡرِ قَبۡلَ الۡوَحۡيِ وَبَعۡدَهُ بِالۡإِجۡمَاعِ، وَكَذَا عَنۡ تَعَمُّدِ الۡكَبَائِرِ عِنۡدَ الۡجُمۡهُورِ خِلَافًا لِلۡحَشۡوِيَّةِ، وَإِنَّمَا الۡخِلَافُ فِي أَنَّ امۡتِنَاعَهُ بِدَلِيلِ السَّمۡعِ أَوِ الۡعَقۡلِ، وَأَمَّا سَهۡوًا فَجَوَّزَهُ الۡأَكۡثَرُونَ، وَأَمَّا الصَّغَائِرُ فَتَجُوزُ عَمۡدًا عِنۡدَ الۡجُمۡهُورِ خِلَافًا لِلۡجِبَائِيِّ واتباعه، وَيَجُوزُ سَهۡوًا بِالۡاِتِّفَاقِ إِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَى الۡخِسَّةِ كَسَرِقَةِ لُقۡمَةٍ وَالتَّطۡفِيفِ بِحَبَّةٍ، لَكِنِ الۡمُحَقِّقُونَ

اشْتَرَطُوا أَنْ يُنَبَّهُوا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوا عَنْهُ وَهَذَا كُلُّهُ بَعْدَ الْوَحْيِ، وَأَمَّا قَبْلَهُ فَلَا دَلِيلَ عَلَى امْتِنَاعِ صُدُورِ الْكَبِيرَةِ۔۔۔

اورانبیاءکرام کے تمام گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ کفر سے تو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں صورتوں میں بالاجماع معصوم ہیں۔اسی طرح گناہ کبیرہ عمداً کرنے سے بھی معصوم ہیں سوائے حشویہ کے۔۔۔اور گناہِ کبیرہ سہواً تو اکثر نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بہرحال گناہ صغیرہ تو جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے سوائے جبائی کے اور انبیاءکرام سے گناہ صغیرہ سہوا ہوجانا بالاتفاق جائز ہے البتہ وہ گناہ صغیرہ سہوا بھی نہیں ہوسکتے جو خست اور دنائت پر دلالت کرتے ہیں مثلا: ایک لقمہ چرالینا یا تولنے میں ایک دانہ کم کردینا لیکن محققین نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انبیاءکرام کو فورا متنبہ کیا جاتا ہے اور وہ اس سے فورارک جاتے ہیں۔اور یہ تمام تفصیل وحی کے بعد کی ہے۔۔(تفسیرات احمدیہ،ص ۳۳۳،مکتبہ حقانیہ پشاور)

لیجئے! علامہ احمد جیون علیہ الرحمۃ نے بھی وہی بات اسی طرح بیان کردی جس طرح مفتی صاحب نے بیان کی، وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے گرگوں کے ساتھ مل کرادھر بھی فتوے دے اور ان کو بھی حنفیت سے خارج ہونے کا ٹکٹ عطا کرے اور امام اعظم کے باغی ہونے کا فتوی مزید برآں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عقل کا علاج وہ بھی احسن انداز میں سادات احناف سے ہی ہوگیا ہے اور اس بات کی وضاحت بالکل واضح ہوگئی کہ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سادات احناف ومشائخ کا بیان کردہ مسلک ہے۔

(۵) علامہ اسمٰعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

قال اهل الكلام ان الأنبياء معصومون من الكفر قبل الوحى وبعده بإجماع العلماء ومن سائر الكبائر عمدا بعد الوحى واما سهوا فجوزه الأكثرون واما الصغائر فتجوز عمدا عند الجمهور وسهوا بالاتفاق۔

اہلِ کلام نے فرمایا کہ انبیاءکرام کفر سے بالاجماع معصوم ہوتے ہیں وحی سے پہلے بھی اور بعد بھی اور تمام گناہ کبیرہ سے عمداً وحی کے بعد اور اکثر علماء نے سہواً گناہ صغیرہ کو جائز قرار دیا ہے۔اور بہرحال گناہ صغیرہ عمداً تو یہ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور گناہ صغیرہ سہواً تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۹ ص ۱۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سادات احناف کی ان تمام عبارات سے وہی موقف سامنے آیا ہے جس کو ہم نے اختصار کے ساتھ ماقبل میں بیان کیا ہے یعنی سادات احناف کے نزدیک اس حوالے سے دو موقف بیان کئے جاتے ہیں اور ہر ایک کسی بھی دوسرے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کرتا لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کو دیکھیں کہ اہلسنت سے بغض وحسد کو پورا کرنے کے لئے سادات احناف کو بھی نہیں چھوڑتے اور سادات احناف پر اپنے دل کی بھڑاس اہلسنت پر فتوے لگا کر نکالتے ہیں۔

نوٹ! ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں فی الحال انہی پر اکتفا کرتے ہیں اگر وہابی اسمٰعیلی نے دم دکھانے کی کوشش کی تو ان شاء اللہ مزید حوالے بھی بیان کریں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا دعویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: ''عصمت انبیا علیہم السلام''امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں:

والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر و الکبائر و قد کانت منھم زلات خطیئات۔
(شرح فقہ الاکبر،ص ۵۷، دار البشائر بیروت)

انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے خطاؤں کا صدور ممکن ہے۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص۹۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان وہ جاہل آدمی ہے جو نہ آؤ دیکھتا ہے اور نہ تاؤ دیکھتا ہے بس اپنے جاہل وہابی آباء کی طرح فتوے ٹھوکنا شروع کر دیتا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہاں صرف ایک ہی عبارت دیکھی اور فتوے داغنا شروع ہو گیا اور اس نے دیگر اکابرین اہلسنت ومشائخ کا موقف دیکھا ہی نہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ میں ماقبل میں سادات احناف ہی کی کئی عبارات بیان کر چکا ہوں جس میں واضح طور پر وہی کچھ لکھا ہوا ہے جس پر وہابی اسمعیلی ساجد خان اعتراض کر رہا ہے میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ذلت ورسوائی کے لئے چند عبارات ایک بار پھر نقل کر دیتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ ان کی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سادات احناف اس موقف کو بھی بیان کرتے ہیں۔

(۱) علامہ علی قاری جمہور کا مذہب بیان کرنے کے بعد اس کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَالصَّحِيحُ قَوْلُ الْجُمْهُورِ، وَهُوَ تَجْوِيزُ وُقُوعِ الْكَبَائِرِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ سَهْوًا وَالصَّغَائِرِ عَمْدًا بَعْدَ الْوَحْيِ، وَأَمَّا قَبْلَ الْوَحْيِ فَلَا دَلِيلَ عَلَى امْتِنَاعِ صُدُورِ الْكَبِيرَةِ۔۔

لہٰذا صحیح قول جمہور کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے وحی کے بعد سہواً کبیرہ گناہوں اور عمداً صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے اور وحی کے نزول سے پہلے گناہوں کے صادر ہو سکنے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ا، ص ۲۱۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وہابی اسمعیلی ساجد خان ادھر علامہ علی قاری پر بھی کوئی فتویٰ صادر کرے اور ان پر بھی اپنے وہابی اسمعیلی آباء والی لمبی زبان دراز کرے کہ علامہ علی قاری بدعتی تھے اور ان کا یہ نظریہ جو انہوں نے جمہور سے بیان کیا ہے بدعتی نظریہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان میں اگر کچھ حیاء کا قطرہ ہو گا تو ضرور اپنے وہابی اسمعیلی آباء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فتوے لگائے گا ورنہ اپنی جھوٹی حنفیت دکھانے سے باز آئے گا جس سے خود سادات احناف بھی نہ بچ سکے۔

یہاں ایک حوالہ اور بھی بیان کر دیتا ہوں جو کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اقرار کے مطابق اہلسنت کی متفق علیہ اور مدارس میں باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھائی جانے والی کتاب کا ہے۔

(۲) چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَفِي عِصْمَتِهِمْ عَنْ سَائِرِ الذُّنُوبِ تَفْصِيلٌ وَهُوَ أَنَّهُمْ مَعْصُومُونَ مِنَ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهُ بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْحَشْوِيَّةِ۔۔۔۔ وَأَمَّا سَهْوًا فَجَوَّزَهُ الْأَكْثَرُونَ، وَأَمَّا الصَّغَائِرُ فَتَجُوزُ عَمْدًا عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْجِبَائِيِّ، وَتَجُوزُ سَهْوًا بِالِاتِّفَاقِ إِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَى الْخِسَّةِ كَسَرِقَةِ لُقْمَةٍ وَالتَّطْفِيفِ بِحَبَّةٍ، لَكِنِ الْمُحَقِّقُونَ اشْتَرَطُوا أَنْ يُنَبَّهُوا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوا عَنْهُ۔۔

اور انبیاء کرام کے تمام گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ کفر سے تو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں صورتوں میں بالاجماع معصوم ہیں۔ اسی طرح گناہ کبیرہ عمداً کرنے سے بھی معصوم ہیں سوائے حشویہ کے۔۔۔ اور

گناہ کبیرہ سہواً تو اکثر نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بہرحال گناہ صغیرہ تو جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے سوائے جبائی کے اور انبیاء کرام سے گناہ صغیرہ سہوا ہو جانا بالاتفاق جائز ہے البتہ وہ گناہ صغیرہ سہوا بھی نہیں ہو سکتے جو خست اور دنائت پر دلالت کرتے ہیں مثلا: ایک لقمہ چرالینا یا تولنے میں ایک دانہ کم کر دینا لیکن محققین نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انبیاء کرام کو فوراً متنبہ کیا جاتا ہے اور وہ اس سے فوراً رک جاتے ہیں۔۔۔(شرح عقائد نسفی، ص ۳۲۶، مکتبہ بشریٰ کراچی)

حوالہ ہم نے دے دیا ہے اب وہابی اسمٰعیلی ان جمہور و اکثر پر سادات احناف سے خارج ہونے کا فتویٰ لگا دے اور ان کو بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت دکھا کر امام اعظم علیہ الرحمۃ کا باغی بتائے۔

قارئین! بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کے افراد امام اعظم علیہ الرحمۃ کی بات نہیں مانتے اور وہی موقف بیان کرتے ہیں جس پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے حنفیت سے خارج ہونے کا فتویٰ لگایا ہے اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ان پر بھی دو چار فتوے لگائے اور ان کو بھی سادات احناف کا نہیں بلکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا باغی قرار دے ورنہ اپنا منہ بند رکھے اور یہی اس کے لئے بہتر ہے۔

(۳) وہابی اسمٰعیلی رشید گنگوہی و محمود الحسن کا خلیفہ سہول عثمانی لکھتا ہے:

''انبیاء علیہم السلام سے قبل وحی آنے کے اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبھی نادر گناہ کبیرہ کا صادر ہونا جائز ہے۔۔۔شرح العقائد صفحہ ۱۰۲ میں ہے: واما قبلہ (الوحی) فلا دلیل علی امتناع صدور الکبیرۃ''(فتاویٰ سہولیہ، ص ۵۸۶، دار السہول کراچی)

یہ لکھنے والا اور اقرار کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گرگوں کا خلیفہ ہے اور وہ یہ اقرار کر رہا ہے انبیاء کرام علیہ السلام وحی سے قبل نادراً گناہ کبیرہ صادر ہونا جائز ہے اور وہابی اسمٰعیلی اس کو اہلسنت کا مذہب قرار دے رہا ہے۔ میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اب یہاں بھی وہی بکواس کرے کہ ''گویا اہل بدعت وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ہاں اور ان کے اقرار کے مطابق اہل سنت کے ہاں وحی سے پہلے انبیاء کرام علیہ السلام سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔'' وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی بکواس کے مطابق خود اس کے گھر کے وہابی اسمٰعیلی کا عقیدہ بھی یہی ہوا اور اس کے وہابی مولوی کے مطابق اہل سنت کا عقیدہ بھی یہی ہوا اب بھی وہابی اسمٰعیلی بکواس شروع کر دے کیونکہ حوالہ ہم نے خود اسی کے گھر سے بیان کر دیا ہے جو جو الزامات اس نے اہلسنت کے بغض و عناد میں اہلسنت پر لگائے ہیں وہی سب کچھ اپنے اس وہابی اسمٰعیلی سہول اور اس کے مطابق اہلسنت پر لگائے اور اپنے ہی گھر سے جوتوں کا انتظار کرے ان شاء اللہ وہ جوتے پڑیں گے کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔ اب بھی بات ختم نہیں ہوئی بلکہ

وہابی اسمٰعیلی سہول ایک اور مقام پر اکثر و جمہور کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

حالانکہ انبیاء سے کذب کے علاوہ دیگر کبائر کا سہوا بعد نبوت صادر ہونا اکثر نے جائز کہا ہے اور باستثناء ان صغائر کے جو خست اور دنائت پر دال ہوں دیگر صغائر کا عمداً نبی سے صادر ہونا جمہور نے جائز قرار دیا ہے اور سہوا تو بالاتفاق جائز ہے۔ اور نمبر ا میں گزر چکا ہے کہ قبل نبوت کے کبائر کا بھی ان سے صدور جائز ہے۔۔۔(فتاویٰ سہولیہ، ص ۵۸۶، دار السہول کراچی)

لو جی! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جس عبارت کو لے کر بدعتی بدعتی کی رٹ لگائی ہے اور جس کو اہل بدعت کا عقیدہ قرار دیا ہے وہی

عقیدہ خود اسی کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی وہی بکواس کرے کہ ''گویا اہل بدعت وہابیہ اسمٰعیلیہ کے ہاں وحی کے بعد بطور سہو اور وحی سے قبل بغیر کسی قید کے انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔'' وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کسی اور پر الزام لگانے کے بجائے اپنے گھر کی خبر لے اور جو جو بھی فتوے لگانے ہیں وہ اپنے ان وہابی اسمٰعیلی آباء پر لگائے اور اپنی ساری بکواسات کا مرجع انہی کو بنائے۔

(۴) وہابی اسمٰعیلی انور شاہ کاشمیری جمہور علماء کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسلک جمہور! قبل النبوہ صغائر و کبائر کا صدور ہو سکتا ہے بعد النبوۃ کبائر کا سہواً اور صغائر کا عمداً ہو سکتا ہے۔۔۔(انوار الباری، جلد ۱۱، ص ۱۱۱، تالیفات اشرفیہ ملتان)

بدعتی پیر عزیز الرحمن کا خلیفہ وہابی الیاس گھسن ''انوار الباری'' کے بارے میں لکھتا ہے:

انوار الباری بخاری کی بہترین شرح ہے۔ (المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، ص ۳۰۰، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے گھر کی بہترین شرح میں جمہور کا مسلک وہی بیان کیا ہے جس پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان عوعو کر رہا ہے اور اس کو اہل بدعت و بدعتی عقیدہ قرار دے کر کچھ اس طرح بکواس کر رہا ہے کہ ''گویا اہل بدعت (جو کہ بقول وہابیہ اسمٰعیلیہ جمہور ہیں) کے ہاں بطور سہو انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔'' میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ یہاں بھی کچھ لب کشائی کرو گے ان کے بارے میں بھی وہی کچھ لکھو گے جو اہلسنت کی آڑ میں جمہور کے مسلک پر کر رہے تھے یہاں بھی وہی زبان استعمال کرو گے اور ان کے بارے میں بھی کہو گے کہ ان کے عقیدے کے مطابق انبیاء معاذ اللہ سہواً زنا، شراب نوشی، بت پرستی کر سکتے ہیں۔ ویسے کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیاء ہوتی ہے وہابیہ اسمٰعیلیہ تو اپنے وہابی اسمٰعیلی اکابرین کی طرح سب کچھ بیچ کر بے شرم و بے حیاء ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا یا پھر گنگوہی کی طرح ہو کر اپنے گھر کے اقراری عقیدے کے خلاف لکھتے ہیں اور اس کو صرف دوسروں پر تھونپ کر بکواس شروع کر دیتے ہیں۔

(۵) دیوبندی مفتی جمیل احمد نذیری علامہ علی قاری کے حوالے سے لکھتا ہے:

وَالْجُمْهُورُ جَوَّزُوا وُقُوعَ الْكَبَائِرِ سَهْوًا وَالصَّغَائِرِ عَمْدًا، لٰكِنِ الْمُحَقِّقُونَ مِنْهُمُ اشْتَرَطُوا أَنْ يُنَبَّهُوا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوا عَنْهُ، فَعَلٰى هٰذَا قَوْلُ الْجُمْهُورِ لَا يُنَافِي الْإِجْمَاعَ الْمَذْكُورَ..

جمہور نے انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ کا صدور سہواً اور صغیرہ کا عمداً جائز قرار دیا ہے۔ لیکن محققین نے یہ شرط لگائی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوشیار کیا جاتا ہے تو وہ فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں لہٰذا جمہور کا قول اجماع مذکور کے منافی نہیں۔

(رضا خانی ترجمہ و تفسیر پر ایک نظر، ص ۶۲ مجلس تحفظ ناموس صحابہ و اہل بیت)

یہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے وہابی مولوی کا اقرار ہے۔ جس کو اس نے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اب وہابی اسمٰعیلی علامہ علی قاری پر بھی کچھ عوعو کرے۔ چلیں علامہ علی قاری پر بھونکنے کی تو ہم اجازت نہیں دیں گے لیکن اس کے اپنے وہابی اسمٰعیلی نے جو کچھ بیان کیا اپنا عقیدہ بیان کیا اس میں وہی کچھ بیان کیا جس پر وہابی ساجد خان بدعتی اور اہل بدعت کا فتویٰ لگا رہا ہے۔ ہم پر تو وہابی اسمٰعیلی کیا فتویٰ لگائے گا لیکن اپنے ہی گھر کو بدعتی و اہل بدعت بنا گیا ہے۔ اور یہ کوئی آج کا ان کا طریقہ نہیں بلکہ وہابی سور ماؤں کا بھی یہی کام تھا خود تو اپنے آپ کو سیدھا سیدھا بدعتی نہیں کہتے تھے بلکہ ہم پر فتویٰ لگا کر وہی عقیدہ اپنا بیان کر کے خود پر

فتوے لگاتے تھے۔ بہر حال میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ یہاں بھی کہو گے'' گویا اہل بدعت وہابیہ اسمعیلیہ کے ہاں بطور سہواً انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔'' یہ تمہارا اپنا بیان کیا ہوا گند ہے جو تم نے ہمارے ذمہ لگانے کی کوشش کی لیکن اللہ کریم کے کرم سے وہ سب کا سب تمہارے ہی گلے میں آیا۔

وہابی اسمعیلی مفتی جمیل احمد مزید لکھتا ہے:

عصمت انبیاء پر بحث کرتے ہوئے عقائد اہلسنت کی سب سے مشہور اور ہر مدرسے میں پڑھائی جانے والی کتاب شرح عقائد نسفی کے مصنف فرماتے ہیں:

وفی عصمتہم عن سائر الذنوب تفصیل و ھو انہم معصومون عن الکفر قبل الوحی و بعدہ بالاجماع۔

انبیاء کرام کے تمام گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ کفر سے تو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں صورتوں میں بالاجماع معصوم ہیں۔

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

و یجوز سھوا بالاتفاق الا ما یدل علی الخسۃ کسرقۃ اللقمۃ و التطفیف بحبۃ لکن المحققین اشترطوا ان ینبھوا علیہ فینبھوا عنہ۔

انبیاء کرام سے گناہ صغیرہ سہوا ہو جانا بالاتفاق جائز ہے البتہ وہ گناہ صغیرہ سہوا بھی نہیں ہو سکتے جو خست اور دنائت پر دلالت کرتے ہیں مثلا: ایک لقمہ چرا لینا یا تولنے میں ایک دانہ کم کر دینا لیکن محققین نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انبیاء کرام کو فورا متنبہ کیا جاتا ہے اور وہ اس سے فورا رک جاتے ہیں۔ (رضا خانی ترجمہ وتفسیر پر ایک نظر، ص ۶۰، مجلس تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت)

وہابی اسمعیلی جمیل احمد نے شاید کچھ چھپانے کے لئے اس کتاب کی مکمل عبارت نقل نہیں کی جس کتاب کے بارے میں وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ یہ عقائد اہلسنت کی ہے اور ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے بلکہ درمیان والی عبارت چھوڑ دی ہے لیکن کیوں کیوں؟ میں آپ کے سامنے مکمل عبارت بیان کرتا ہوں اور جو عبارت وہابی اسمعیلی نے چھوڑی ہے وہ ہائی لائٹ کر دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ عقائد اہلسنت کی کتاب میں کیا لکھا ہے اور وہابی اسمعیلی ساجد خان اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کو بچانے کے لئے اہلسنت کا نام لے کر کن کتب کو الزاما پیش رہا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَفِي عِصْمَتِهِمْ عَنْ سَائِرِ الذُّنُوبِ تَفْصِيلٌ وَهُوَ أَنَّهُمْ مَعْصُومُونَ مِنَ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهُ بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْحَشْوِيَّةِ، وَإِنَّمَا الْخِلَافُ فِي أَنَّ امْتِنَاعَهُ بِدَلِيلِ السَّمْعِ أَوِ الْعَقْلِ، فَعِنْدَنَا بِالسَّمْعِ وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ بِالْعَقْلِ، وَأَمَّا سَهْوًا فَجَوَّزَهُ الْأَكْثَرُونَ، وَأَمَّا الصَّغَائِرُ فَتَجُوزُ عَمْدًا عِنْدَ الْجُمْهُورِ خِلَافًا لِلْجِبَائِيِّ، وَتَجُوزُ سَهْوًا بِالِاتِّفَاقِ إِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَى الْخِسَّةِ كَسَرِقَةِ لُقْمَةٍ وَالتَّطْفِيفِ بِحَبَّةٍ، لَكِنِ الْمُحَقِّقُونَ اشْتَرَطُوا أَنْ يُنَبَّهُوا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوا عَنْهُ۔۔

اور بہر حال سہوا (گناہ کبیرہ سہوا از ناقل) تو اکثر لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے بہر حال صغائر وہ جمہور کے نزدیک عمدا جائز

ہے برخلاف جبائی اور اس کے متبعین کے اور سہوا بالاتفاق جائز ہیں۔۔۔(شرح عقائد نسفی،ص ۳۲۶،مکتبہ بشری کراچی)

وہابی اسمٰعیلی جمیل احمد نے جو عبارت چھپانے کی کوشش کی وہ وہی ہے جس پر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے فتوے لگائے ہیں وہابی اسمٰعیلی اب خود ہی فیصلہ کر لے اور کسی پر فتوے لگانے کے بجائے اپنے ہی گھر کے ان گرگوں پر فتوے لگائے اور جو کچھ دکھانا ہے یا پیش کرنا ہے ان کے سامنے پیش کرے۔ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں اپنے وہابی آباء والی کوئی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی دکھانے کی کوشش کرے اور یہ کہے کہ جی یہ مراد ہے جی وہ مراد ہے میں اس عبارت کی وضاحت خود وہابیہ اسمٰعیلیہ سے ہی کر دیتا ہوں۔

(۶) علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی اسی بات کی تشریح میں وہابی اسمٰعیلی اکرام الحق لکھتا ہے:

(۱) انبیاء علیہم السلام کذب سے معصوم ہوتے ہیں خصوصاً وہ امور جو شرائع اور تبلیغ احکام اور امت کی رہنمائی کے متعلق ہیں۔۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کفر سے بالاجماع معصوم ہیں کسی زمانے میں بھی کفر کا صدور نہیں ہوا نہ نبوت ملنے سے پہلے اور نہ ہی نبوت ملنے کے بعد۔

(۳) نبوت کے بعد عمداً کبیرہ گناہوں کا ارتکاب سے معتزلہ سمیت جمہور متکلمین کے نزدیک معصوم ہیں۔۔۔اور انبیاء سے کیا کبائر کا صدور سہوا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو اکثر نے اس کو جائز قرار دیا ہے مگر قاضی عیاض نے عمدا و سہوا کی قید کے بغیر کبیرہ گناہوں سے انبیاء کے معصوم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔نبوت ملنے کے بعد آیا صغیرہ گناہوں کا صدور عمدا انبیاء سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ شارح علامہ تفتازانی نے یہاں صاحب مواقف کی پیروی کرتے ہوئے جائز قرار دیا ہے۔۔جبکہ جمہور کے نزدیک عمدا صغائر کا صدور انبیاء سے ہوسکتا ہے۔رہا نبوت ملنے کے بعد سہوا صغائر کا صدور تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔(توضیح العقائد فی حل شرح العقائد،ص ۴۴۹،دار العلوم کبیر والا)

یہی مفہوم وہابی اسمٰعیلی مفتی یوسف تاؤلوی نے جواہر الفرائد شرح اردو شرح العقائد ص ۵۶۶ پر بیان کیا ہے۔

(۷) اسی طرح وہابی اسمٰعیلی عبید الحق لکھتا ہے:

سوال: هل الانبياء معصومون عن الذنوب جميعا او عن الكبائر خاصة۔۔

الجواب! مصنف نے صادقین کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ انبیاء جھوٹ سے معصوم ہوتے ہیں خاص کر شریعت، تبلیغ احکام اور امت کی ہدایت کے امور میں عمدا جھوٹ بولنے سے تو بالاجماع معصوم ہیں اور سہوا جھوٹ صادر ہونے سے بھی اکثر کے نزدیک معصوم ہیں البتہ دوسرے گناہوں سے عصمت کے بارے میں قدرے تفصیل ہے۔کفر سے بالاجماع معصوم ہوتے ہیں نبوت ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔اسی طرح جمہور کے نزدیک عمدا صدور کبائر سے معصوم ہیں ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ عصمت دلیل سمعی سے ثابت ہے یا برہان عقلی سے حشویہ جمہور کے خلاف کرتے ہیں۔ان کے نزدیک عمدا صدور کبائر جائز ہے اکثر کے نزدیک سہوا کبائر کا ارتکاب جائز ہے اسی طرح صغائر کا عمدا صدور جمہور کے نزدیک جائز ہے۔البتہ جبائی اور اس کے متبعین کو اس سے اختلاف ہے اور سہوا تو بالاتفاق جائز ہے سوائے ان صغائر کے جو خست پر دال ہوں جیسے ایک آدھ لقمہ چوری کرنا یا وزن میں دانہ برابر کم ناپنا۔جن گناہوں کا صدور جائز ہے ان میں محققین نے شرط لگائی ہے کہ خدا کی طرف سے ان پر تنبیہ کی جاتی ہے تاکہ وہ اس سے باز آ جائیں۔یعنی استمرار اور بقاء علی المعصیۃ ممتنع ہے۔(نشر الفوائد،ص ۱۸۳،قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس وہابی اسمٰعیلی کے نزدیک بھی انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ سہواً ہوسکتے ہیں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں بھی وہی کچھ بکواسات کرے جو اس نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارات پر کی ہیں یہاں بھی بکے کہ اس کے باپ کے نزدیک انبیاء کرام سے

سہوا'' گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہوسکتے ہیں، استغفر اللہ۔'' وہابی اسمعیلی اپنے باپ پر جو بھی فتوی لگانا چاہیے اس کو اجازت ہے ہم اسے منع نہیں کریں گے۔ ویسے وہابیہ اسمعیلیہ نے مفتی صاحب کی آڑ میں جو فتوے سادات احناف ومشائخ ہند پر لگائے ہیں اس میں سے وہابیہ اسمعیلیہ کو بھی حصہ وافر ملا ہے جیسا کہ آخر میں آرہا ہے۔

بحمد للہ ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کو اسی کے گھر تک پہنچا دیا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جو کچھ بھی کہنا ہے یا جو بھی فتوے لگانے ہیں ادھر ہی لگالے اور جو کچھ بھی عوعو کرنا ہے ادھر ہی کرلے ہمارے بارے میں کچھ بھی بیان کرنے سے پہلے اپنے گھر کو دیکھ لیا کرے۔

وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی، امام اعظم کا باغی، وہابی ساجد خان کا فتویٰ

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے ہمیں سادات احناف ومشائخ ہند کا مخالف ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے لیکن بیچارہ ہمارا تو کچھ نہ بگاڑ سکا مگر اپنے ہی اکابرین کو سادات احناف، مشائخ ہند بلکہ خود امام اعظم کا مخالف ثابت کر گیا وہابی اسمعیلی ساجد خان نے عصمت انبیاء کے حوالے سے جو امام اعظم سے نقل کیا ہے وہ اس کی عبارت میں موجود ہے جبکہ اس کا اپنا وہابی گنگوہی امام اعظم علیہ الرحمۃ کی بات نہیں مانتا، وہابی اسمعیلی اپنے گھر سے تو امام اعظم کا عقیدہ منوالے پھر ہم سے بات کرلے اس کے اپنے خود اس کی بیان کردہ عبارات کی مخالفت کرکے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مخالف وباغی قرار پاتے ہیں اور یہ ان کو چھوڑ کر ہمارے پیچھے بھاگ رہا ہے وہابی اسمعیلی پہلے ادھر فتوے لگائے اور ان کو امام اعظم علیہ الرحمۃ کا باغی قرار دے کر حنفیت سے خارج قرار دے پھر ہم سے بات کرے۔

(۸) وہابی اسمعیلی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

جواب: کتب عقائد میں یوں لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کذب سے معصوم ہیں، عمدا تو بالا جماع اور سہوا نزدیک اکثر کے، اور باقی ذنوب سے عصمت میں تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ کفر تو قبل وحی اور بعد وحی ہرگز نہیں ہوتا بالا جماع، اور عمدا کبیرہ نہیں ہوتا مگر سہوا اکثر علماء تجویز کرتے ہیں، اور صغیرہ کا صدور جمہور کے نزدیک عمدا بھی ہوسکتا ہے، سہوا سب کے نزدیک ممکن ہے، مگر وہ صغیرہ کی خست پر دال ہو نہیں سکتا مگر فورا تنبیہ کیا جاتا ہے، یہ حال بعد نبوت کے ہے اور قبل نبوت صدور کبیرہ پر کوئی دلیل امتناع کی نہیں۔ یہ ترجمہ خلاصہ علی قاری کی شرح کا ہے اور شرح عقائد نسفی میں بھی اس کے ہی قریب ہے۔ **مگر جو یہ کہا جاوے کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ اور کبیرہ کا صدور ہوتا ہے، تو یہ بھی عمدہ رائے ہے جیسا کہ بعض نے کہا، مگر سہوا،** اور معصیت اس کو کہتے ہیں کہ خلاف امر کے عمدا ارتکاب کرے، اور جو سہوا اور نسیان یا خطاء اجتہادی سے صادر ہو تو وہ معصیت نہیں ہوتا ہے۔ خلاف رضا امر کے ہوا، کیوں کہ عاصی خلاف کرنے والے۔۔۔ اور مخالف رضا امر کے مرتکب ہونے والا اور اپنے نفس کو مقابل امر کے بنانے والا۔۔ کو مخالف کا خیال بھی نہیں، بلکہ موافقت کی ہی شب و روز فکر ہووے اور پھر خطا فہم سے یا نسیان سے کچھ ہو جاوے، اس کو عصیاں سے کیا علاقہ۔ پس آدم علیہ السلام سے جو کچھ ہوا وہ خطا اور نسیان سے ہوا۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص ۵۴۹، دار الکتاب لاہور)

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ جو عقیدہ اس نے امام اعظم کا بیان کیا ہے گنگوہی کا یہ عقیدہ اس کے مطابق ہے یا نہیں اگر نہیں ہے اور بقول اس کے یقینا نہیں ہے تو پھر گنگوہی کو جہنم کے جس طبقہ میں بھی بھیجنا چاہے بھیج دے۔

ثانیاً: وہ تمام فتاوی جو اس کے آباء نے اور خود اس نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر لگائے ہیں ان کا رخ اپنے وہابی باپ گنگوہی کی طرف کرکے اس کی قبر کی طرف ایصال کرے تا کہ اس کی مزید ٹھکائی ہو۔

وہابی ساجد خان اپنے فتوے سے امام اعظم کا باغی

ماقبل میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کی عبارت موجود ہے جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں''، لیکن اس کے برعکس خود اپنی کتاب میں انبیاء کرام کے لئے گناہ صغیرہ کا اقرار کرتا ہے۔

(۹) وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں: **واما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمھور ...ویجوز سھوا بالاتفاق۔** (شرح العقائد النسفیہ، ص ۱۷۱) جمہور کے نزدیک عمداً انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں۔ اور سہواً صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ جس جاہل کو درس نظامی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتاب لکھ رہا ہے اور دوسروں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔ شرم۔ (دفاع اہل السنۃ، جلد ا ص ۵۹۷، مکتبہ ختم نبوت پشاور)

اس عبارت میں وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جہالت کی جو داستان رقم کی ہے میں اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس سے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہارا یہ عقیدہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے عقیدے کے مطابق ہے یا نہیں۔؟ کیا امام اعظم علیہ الرحمۃ انبیاء کرام سے گناہ صغیرہ کے عمداً ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔؟ اگر نہیں تو تم اپنے ہی اہل جہنم کا دفاع کرتے ہوئے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مخالف ثابت ہو کر امام اعظم علیہ الرحمۃ کے باغی بن چکے ہو۔ اب دوسروں کو کہنے کے بجائے کچھ خود شرم کرلو اور اپنے لئے خود ہی یہ لکھ لو کہ جس کو خود اپنی ہی کتابوں کا علم نہیں وہ عقائد پر طبع آزمائی کرتا ہے اور خود حنفیت سے خارج و امام اعظم کا باغی ہو کر بھی دوسروں کو سادات احناف کا باغی کہتا ہے۔

وہابی الیاس گھمن، امام اعظم کا باغی

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے امام اعظم کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کے نزدیک انبیاء سے خطاؤں کا صدور ہو سکتا ہے لیکن یہاں یہ بات جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اسی کے استاد جی بدعتی پیر عزیز الرحمن کا خلیفہ الیاس گھمن امام اعظم کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء سے خطا کا صدور نہیں ہوتا۔

چنانچہ وہابی اسمعیلی الیاس گھمن امام قرطبی کے حوالے سے لکھتا ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م 671ھ) لکھتے ہیں: **الانبیاء معصومون عن الخطاء والغلط فی اجتھادھم۔** (قرطبی ج2 ص2058) ترجمہ: انبیاء اپنے اجتہاد میں خطاء اور غلطی سے معصوم ہوتے ہیں۔ (عصمت انبیاء، ص ۷)

اب وہابی اسمعیلی ساجد خان یا تو امام اعظم کی بات مانے گا اور اپنے استاد جی پر چار حرف کرے گا یا پھر خود ہی اپنے اس دکھاوے کی حنفیت سے بھی توبہ کرے گا۔

وہابی اسمعیلی کی مصدقہ کتاب اور امام اعظم سے بغاوت

وہابی اسمعیلی ساجد خان ویسے تو دوسروں کو سادات احناف مشائخ ہند کا عقیدہ سکھانے نکلا ہے لیکن حنفیت یہ ہے کہ یہ بھی اپنے جاہل وہابی اسمعیلی آباء کی طرح جاہل ہے۔ وہابی اسمعیلی احمدی الیاس گھمن کا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے خلاف عقیدہ تو آپ دیکھ چکے ہیں یہاں میں آپ کو وہابی اسمعیلی ساجد خان ہی کی کہانی سناتا ہوں۔ چنانچہ وہابی اسمعیلی اپنی اس کتاب میں تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

یہ بیان کرتا ہے کہ انبیاءکرام سے خطا ہوسکتی ہے۔ **جیسا کہ لکھتا ہے:**

یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک انبیا علیہم السلام سے خطا اور لغزشیں صادر ہوسکتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام اعظم کا عقیدہ ہے کہ انبیاء سے خطا صادر ہوسکتی ہے مگر آپ یہ دیکھ کر حیران ہوجائیں گے کہ وہابی اسمٰعیلی احمدی اپنی مصدقہ کتاب میں اس بات پر مہر لگاتا ہے۔ **وہابی اسمٰعیلی عبدالاحد لکھتا ہے:**

ویسے ہمارے نزدیک تو انصاف کی بات یہ ہے کہ خطاء و غلطی سے پیغمبروں کے سوا کوئی محفوظ نہیں۔ (داستان فرار، ص ۱۰۶ مکتبہ مدنیہ دیوبند)

اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہمیں بتائے کہ اس نے امام اعظم کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ درست ہے یا پھر اس کی اور دیگر وہابیہ احمدیہ کی مصدقہ کتاب میں جو بیان کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کرے ان شاءاللہ اسی کا بیڑا غرق ہوگا۔

نوٹ: ہمارے پاس وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اور بھی حوالے ہیں ابھی انہی پر اکتفا کرتے ہیں اگر وہابی اسمٰعیلی گٹر میں پھر سے ابال آیا تو ان شاءاللہ اس کا علاج کیا جائے گا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت اور وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان لکھتا ہے: اس جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں: ''انبیاءکرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیان خطا صادر ہوسکتے ہیں۔'' (جاالحق، ص ۴۳۴، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور) یہ عبارت ہم نے الزاماً پیش کی گویا اہل بدعت کے ہاں بطور خطاء انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہوسکتے ہیں، استغفر اللہ۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۹، جمیعۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہ بتائے کہ اس نے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت کس وہابی اسمٰعیلی کی کس عبارت پر بطور الزام پیش کی ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کی یہ عبارت کسی بھی وہابی اسمٰعیلی کی عبارت کے مطابق نہیں اور نہ ہی کسی وہابی اسمٰعیلی کی عبارت کا یہ مفہوم ہے جس کے لئے وہابی نے یہ عبارت پیش کی ہے اور جو مفہوم وہابیہ اسمٰعیلیہ کی عبارات کا ہے اس سے مفتی صاحب کی عبارت کو دور کا بھی تعلق نہیں اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے اس الزام میں کوئی صداقت ہوتی تو وہابی اسمٰعیلی وہ عبارات پیش کرتا لیکن اس کو شاید معلوم تھا کہ میں نے اعتراض تو کر دیا ہے لیکن میرے گھر کے وہابی آباء کی عبارات بھی موجود ہیں لہٰذا عیاری، مکاری و دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ ''ہم نے یہ عبارت الزاماً پیش کی ہے۔'' ویسے تو ہم نے بیان کر دیا کہ وہابی اسمٰعیلی نے یہ کتاب ہی اس لئے لکھی ہے کہ یہ ہمیں عیاری مکاری اور دھوکہ بازی سے سادات احناف کا مخالف ثابت کرے لیکن یہاں اس کی وہ عیاری بھی کام نہ آئی اور یہاں الزاماً کی آڑ میں چھپ کر خود اپنے ہی اصول کی مخالفت میں لگ گیا۔ وہابی اسمٰعیلی اپنے اصول پر عمل کرتے ہوئے عبارات بیان کرے اور جواب لے اور پھر ہم نے خود کئی عبارات بیان کر دیں ہیں جو اس کی نقل کی ہوئی عبارت کے خلاف ہیں لہٰذا وہابی اسمٰعیلی پہلے ان سب کو بھی امام اعظم کا باغی ثابت کرے پھر ہم سے بات کرے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مفتی صاحب کی عبارت میں خیانت کی ہے اور مفتی صاحب کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اگر یہ مفتی صاحب کی پوری عبارت نقل کر دیتا تو جو نتیجہ اس نے اخذ کیا ہے وہ کبھی بھی نہیں نکلتا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

گناہ چند طرح کے ہیں: شرک، کفر، کبائر، صغائر، پھر صغائر دو قسم کے، بعض وہ جو دنائت اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں، جیسے چوری، کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دونوعیتیں ہیں۔ عمداً اور سہواً۔ نیز انبیائے کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے ظہور نبوت کے بعد۔ انبیائے کرام شرک، کفر بدعقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہٖ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً سہواً ایک آن کے لئے بھی بدعقیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہوسکتا۔ رہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطاً صادر ہو سکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف انہیں متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دنانت اور چھچھورے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں۔ رہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی پیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطاً۔ یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیاء کرام کے لئے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفی ﷺ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۱۴۷، مکتبہ غوثیہ کراچی)

یہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت جس میں مکمل تفصیل موجود ہے اور یہ تفصیل بھی انہوں نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ اکابرین اہلسنت کی کتب سے لکھی ہے لیکن وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی دیکھیے کہ کیا کیا بکتا ہے اور اپنے وہابی آباء کا گند چھپانے کے لئے کیا کیا الزامات لگاتا ہے۔

اولاً: وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ساری تفصیل نہیں لکھی۔ چلیں مان لیا کہ عبارت زیادہ ہونے کی وجہ سے ساری تفصیل نہیں لکھی لیکن اسی عبارت سے متصل آگے کی عبارت میں ''مگر'' کے الفاظ والی عبارت کیوں نقل نہیں کی، وہ کیوں ہضم کر گیا۔؟ **مفتی صاحب کی عبارت یہ ہے:**

انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطاً صادر ہو سکتے ہیں **مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف انہیں متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔**

میں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ اس نے اپنے وہابی آباء کا گند چھپانے کے لئے یہ عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ جس میں واضح تصریح موجود ہے۔

ثانیاً: مفتی صاحب واضح لکھتے ہیں:

انبیائے کرام شرک، کفر بدعقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہٖ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً سہواً ایک آن کے لئے بھی بدعقیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان الزام لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ: گویا اہل بدعت کے ہاں بطور خطاء انبیاء سے گناہ کبیرہ یعنی زنا، شراب نوشی، بت پرستی معاذ اللہ صادر ہو سکتے ہیں، استغفر اللہ۔

قارئین! مفتی صاحب کی عبارت بھی دیکھیے اور پھر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنے وہابی آباء کا گند چھپانے کے لئے جو نتیجہ نکالا ہے وہ بھی دیکھیے اور اس کی علمیت بلکہ امانت و دیانت پر چار حرف کیجئے۔ مفتی صاحب بیان کریں کہ ''انبیائے کرام شرک، کفر بدعقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں'' اور یہ بدبخت و بے حیاء وہابی اسمٰعیلی یہ کہے کہ انبیاء کرام بت پرستی کر سکتے ہیں۔ کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے نزدیک بت پرستی شرک نہیں؟ اور پھر مفتی صاحب واضح لکھیں کہ ذلیل حرکتوں سے معصوم ہیں اور یہ خبیث وہابی یہ کہے کہ زنا کر سکتے ہیں شراب پی سکتے ہیں واہ وہابی واہ کیا عقل پائی ہے اور کیا علم سیکھا ہے اتنی واضح عبارت کے باوجود بھی یہ سوال؟ کیا زنا ذلیل حرکت نہیں؟ جب ہے اور ضرور ہے تو پھر یہ الزام کیوں؟ دراصل وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے پاس کچھ تھا نہیں لہٰذا کچھ نہ کچھ بونگیاں مار کر اس نے ذلیل تو ہونا ہی تھا لہٰذا اس نے یہی سوچا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت نقل کر کے ہی ہو لیتا ہوں اور آپ نے دیکھ لیا کہ یہ عبارت نقل کر کے کتنا ذلیل ہوا۔

ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان یہاں یہ سوال کرے کہ پھر سہواً گناہ کبیرہ ہونے سے کیا مراد ہے تو اس کو جواب میری طرف سے یہ ہے کہ ہم ماقبل میں خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کی اقراری عبارات نقل کر چکے ہیں وہابی اسمٰعیلی ان سے اس کی تفصیل معلوم کرلے اور ہمیں بھی بتا دے۔ اگر وہ یہی تفصیل بتائیں تو ان پر بھی ایک دو فتوے لگا دے اور اگر وہ کچھ اور کہیں تو یہاں بھی وہی مراد لے لے اور اس طرح کی بکواسات سے باز آجائے اور اپنے آباء کی عبارات لکھتے تاکہ ان کا جواب دیا جا سکے اور بتایا جا سکے کہ مفتی صاحب کی عبارت اور ان کی عبارات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے سادات احناف اور خود اپنے اوپر فتوے

ہم ماقبل میں سادات احناف و مشائخ کی عبارات بیان کر چکے اور خود وہابیہ اسمٰعیلیہ کی عبارات بھی بیان کر چکے جس سے واضح طور پر وہی کچھ ثابت ہوتا ہے جو مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے مفتی صاحب کی آڑ میں جو کچھ بھی فتوے سادات احناف و مشائخ پر لگائے وہ آپ نے دیکھ لئے اب مزید بھی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے فتوے یہاں بیان کر دیتا ہوں جس میں وہابیہ اسمٰعیلیہ نے مفتی صاحب کی آڑ میں سادات احناف پر تو ہاتھ صاف کئے ہی ہیں لیکن گنگوہی وغیرہ کو بھی نہیں چھوڑا بلکہ اس پر طرح طرح کے فتوے لگائے ہیں۔

(۱) سپاہ صحابہ کا مشہور مولوی رب نواز ''گستاخ کون'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

''بریلوی حکیم الامت صاحب آگے پیش قدمی کرتے ہوئے، انبیاء سے کبیرہ گناہ کے صدور کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہاں نسیاناً، خطاً صادر ہو سکتے ہیں۔۔ جاء الحق۔۔۔ اور کفر سے محفوظ ہونا تو ہر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اس لیے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف کفر سے معصوم مان کر باقی گناہوں کے صدور کا عقیدہ سر تا سر باطل اور غیر اسلامی ہے۔''

(راہ سنت شمارہ نمبر ۳، ص، ۱۳، انجمن اہل سنت والجماعت)

وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اس فتوے سے معلوم ہوا کہ سادات احناف تو معاذ اللہ گستاخ تھے ہی تھے اور ان کا عقیدہ سراسر باطل و غیر اسلامی تھا ہی تھا لیکن وہابی اسمٰعیلی گنگوہی اور دیگر وہابی بھی وہابیہ کے نزدیک گستاخ تھے اور اس کا عقیدہ سراسر باطل و غیر اسلامی تھا۔

(۲) دیوبندی پروفیسر ابوالحقائق ''گستاخ کا چہرہ'' کی ہیڈنگ دے کر لکھتا ہے:

''گستاخی ۱۴۳ انبیاء کرام سے چھوٹے بڑے گناہوں کے صدور کا اقرار، مفتی احمد یار...... ہاں خطاً یا بھول کر ایسا صغیرہ گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔''

قارئین کرام! اہلسنت وجماعت دیوبندی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ گناہ سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ (یہ جھوٹ ہے کیونکہ ہم ماقبل عبارات بیان کر چکے جس میں لکھا ہے کہ گناہِ صغیرہ عمداً ہوسکتے ہیں از ناقل)۔۔۔، ان کے دل کی کیفیت دیکھیے اور عقیدے کی غلاظت ملاحظہ کیجئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کس طرح اپنے غلط عقیدہ کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

(دو ماہی رسالہ نور سنت شمارہ نمبر ۴، ص ۷، ۳، ۸، ۳، دعوۃ اھل السنۃ والجماعۃ)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ گنگوہی ودیگر وہابیہ گستاخ تھے اور ان کا عقیدہ غلط تھا۔

(۳) دیوبندی بکواسی مولوی ساجد خان لکھتا ہے:

ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ ان سے صغائر و نہ کبائر کا صدور ممکن ہے......(یہ وہابی ساجد خان کا جھوٹ ہے کیونکہ خود اس نے اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ'' میں گناہ صغیرہ کے صدور کا اقرار کیا ہے، یہ جاہل یہاں اپنے محبوب دوستوں کی طرح تقیہ کی گردان پڑھ کر تقیہ کر رہا ہے از ناقل) دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیاً اور خطاً گناہ کبیرہ بھی صادر ہوسکتے ہیں رضا خانیوں اب وہ وقت نہیں کہ تم اپنے مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب نوچ لیا گیا ہے۔ دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی پگڑیاں بھی بیچ بازار اچھالی جاسکتی ہیں، بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکواس اب ایک نہیں سنی جائے گی۔ (نور سنت کا ترجمہ کنز الایمان نمبر ص، ۲۴۴)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے مفتی صاحب کی آڑ میں جو کچھ بھی بکواس کی ہے اس کا تعلق ہم سے تو ہے نہیں ہاں اس کا مصداق خود اس کا وہابی اسمٰعیلی باپ گنگوہی ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی اس ساری بکواس کا تعلق سادات احناف اور جمہور علماء کے ساتھ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے ان سب حضرات پر یہ سارے فتوے لگا لے پھر ہم سے بات کرے۔

قارئین! ہر بار کی طرح اس بار بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اپنے ہی وہابیوں کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہوا اور سادات احناف وجمہور علماء کا موقف الگ ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ہمیں کوسنے کے بجائے ان کے بارے میں حکم بیان کرے اور جو بھی فتوے صادر کرنے ہیں ان پر کرے۔

{......مسئلہ نمبر ۲۹......}

امام اعظم علیہ الرحمۃ پر وہابیہ اسمٰعیلیہ کا گمراہی اور خدا پر طعن کا فتویٰ

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان امام اعظم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: عصمت انبیا علیہم السلام اور ان سے خطاء کا صدور! امام اعظم رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام تمام کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہیں ہاں ان سے لغزشوں اور خطاؤں کا صدور ممکن ہے، **یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک انبیا علیہم السلام سے خطاء اور لغزشیں صادر ہوسکتے ہیں۔ بدعتی نظریہ!** لیکن اہل بدعت کا نظریہ یہ ہے کہ نبی سے خطاء ولغزش کا صدور ماننا ان کی توہین ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۹۹، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ امام اعظم کے عقیدے کے مطابق انبیاء سے خطاؤں کا صدور ہوسکتا ہے

اورساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے آبائی وطیرہ کے مطابق اہل سنت کو اہل بدعت کہا ہے ہمارا عقیدہ کیا ہے اور جو عبارت وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے لکھ کر جو نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے وہ نکلتا بھی ہے یا نہیں اس پر ہم ابھی کلام نہیں کر رہے ہم وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو اسی کے گھر کی سیر کرواتے ہیں۔

اولاً: تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس عقیدے پر گمراہی اور خدا پر طعن کرنے کا فتویٰ موجود ہے۔

ثانیاً: وہابی اسمٰعیلی جس کو بدعتی نظریہ کہہ رہا ہے وہ کہیں اور نہیں بلکہ خود اسی کے گھر میں موجود ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو ایسے ہی خارش اٹھی ہوئی ہے دوسروں پر بہتان بازی والزام تراشی کرنے کی جبکہ اسی کے گھر کے اندر بہت کچھ موجود ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کے فتوے امام اعظم کے حوالے سے قبول کرے پھر امام اعظم علیہ الرحمہ کے عقیدہ پر اعتراض کرنے والوں کو بدعتی نظریہ کا حامل اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مخالف وباغی مانے اس کے بعد ہم سے بات کرے۔

وہابی اسمٰعیلی شریعت کا امیر عطاء اللہ بخاری کہتا ہے:

دنیا نے تو نبوت ورسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدس کی چادر ہے نبی سے خطا خدا پر طعن ہے۔

مزید کہتا ہے:

کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو خطا وعصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

(خطبات امیر شریعت، ص ۱۴۱، ۱۴۹ اشعر یک ایجنسی کراچی)

یہ وہابی اسمٰعیلی کے اپنے باپ کا قول ہے جس میں وہ امام اعظم کے عقیدے سے بقول وہابی بغاوت کرتے ہوئے امام اعظم پر ہی خدا پر طعن کرنے کا فتویٰ لگا رہا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دوسروں کو بتانے یا دوسروں پر فتوے لگانے کے بجائے اپنے گھر کی شریعت کو سنبھالے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان بتانا پسند کرے گا کہ امام اعظم کا عقیدہ انبیاء سے خطاؤں کا صدور ہوسکتا ہے درست ہے یا پھر وہابی اسمٰعیلی عطاء اللہ کا عقیدہ کہ نبی سے خطا کا عقیدہ رکھنے والا خدا پر طعن کرتا ہے اور نبی خطا کے تصور سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔ کس کا عقیدہ درست ہے؟ اور فتویٰ کس پر اور کس کا لگتا ہے وہابی اسمٰعیلی ہی بیان کرے گا۔ بہر حال وہابی اسمٰعیلی ساجد خان جو بھی کہے سارے فتوے لوٹ کر اسی کے گھر آتے ہیں۔

وہابی اسمٰعیلی سعید احمد جلالپوری لکھتا ہے:

نبی کا عمل کامل ہوتا ہے ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں چونکہ وہ امت کے لئے نمونۂ عمل ہوتے ہیں ان کی طرف کسی قسم کی غلطی وخطا کی نسبت کرنا گمراہی ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت، جلد ۱، ص ۴۰، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی)

نوٹ: یہ فتاویٰ کئی وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ وپسند فرمودہ ہے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ایک اور باپ نے بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ پر گمراہی کا فتویٰ دھر دیا ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان پہلے اپنے گھر کا صفایا کرلے پھر ہم سے بات کرے۔ وہابی اسمٰعیلی بتائے تو سہی کیا انبیاء کرام کی طرف خطا کی نسبت کرنا گمراہی ہے اگر ہے اور اس کے باپ کے نزدیک یقیناً ہے تو امام اعظم علیہ الرحمۃ یہ نسبت کر کے کیا ہوئے اور تم خود بزعم خود اس پر ایمان کا اقرار کر کے کیا ہوئے اور اگر یہ درست نہیں تو یہ بدعتی عقیدہ رکھنے والا کون ہے اور اس پر تمہارا کیا فتویٰ ہے اس کو بھی انہی القابات سے نوازنے کے تیار ہو کیا پھر وہ غیرت صرف اہلسنت کی عبارات میں توڑ موڑ کر آتی ہے یہاں بھی دکھاؤ اور وہی فتوے لگاؤ یہاں سب کچھ کیوں بھول جاتے

ہو یا گنگوہی کی طرح کیوں ہوجاتے ہو؟

قارئین! ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ذلت ورسوائی کی دلدل میں پھنس گیا ہے اب اس کے پاس سوائے عوعو کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا یہ چلا تھا ہمیں سادات احناف کا مخالف ثابت کرنے لیکن بیچارہ اپنے ہی گھر کے وہابی اسمٰعیلی مولویوں کو صرف سادات احناف ہی کا نہیں بلکہ خود امام اعظم کا بھی باغی ومخالف ثابت کر گیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے تو ابھی دودھ کے دانت ہیں اور اس کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اس کے وہابی اسمٰعیلی زبان دراز ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے (بلکہ منظور سنبھلی وحق نواز جھنگوی کی تاریخ گواہ ہے ذلت ورسوائی کے بعد ایسا بھاگے کہ پھر اس طرف منہ نہیں کیا) یہ کیا کرلے گا۔ بہرحال اس کو چاہیے کہ ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے اپنے گھر کا گند وہ بھی اچھی طرح صاف کرے اور ہمارے بارے میں کچھ بولنے سے پہلے اپنے گھر کی وہابی شریعت کا مطالعہ ضرور کرلے۔

{.....مسئلہ نمبر ۳۰.....}

سبز عمامہ اور اہلسنت کا موقف

ہمارے نزدیک جس طرح کہ دیگر رنگ کے عمامے پہننا جائز ہیں اسی طرح سبز عمامہ پہننا بھی جائز ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس کا ثبوت حدیث، آثار اور خود وہابیہ اسمعیلیہ کے وہابی آباء سے ملتا ہے لہذ وہابیہ اسمعیلیہ کا اس پر اعتراض کرنا خود اپنے وہابی اسمٰعیلی آباء پر اعتراض کرنا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۱) شارح بخاری، نائبِ مفتی اعظم ہند، مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

سوال: سبز رنگ کے عمامہ میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب: سبز رنگ کے عمامہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۹۹ء بحوالہ دعوتِ اسلامی علمائے اہلِ سنّت کی نظر میں، ص ۳۸)

(۲) حضرت علامہ مولانا ریاض الحسن جیلانی قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

سبز عمامہ شریف بھی باندھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک معاصر عالم (صاحب) نے آپ سے سبز عمامہ کے متعلق اِستفسار کیا اور یہ رائے بھی قائم کی کہ سبز عمامے کے بجائے سفید ہی ہونا چاہیے۔ اس پر آپ علیہ الرحمۃ نے سبز عمامے کے (جواز کے) متعلق ایک رسالہ بنام لَمْعَةُ النَّيِّر فِي لَوْنِ الْاَخضَر تحریر فرمایا جو کہ سبز عمامے کے متعلق لکھا جانے والا پہلا تحقیقی رسالہ ہے۔ (ریاض الفتاویٰ، جلد ۳، ۲۵۱، بحوالہ فضائل عمامہ)

نوٹ: یہ رسالہ ریاض الفتاویٰ کی تیسری جلد میں ص ۲۵۱ تا ۲۵۷ پر موجود ہے۔

(۳) مفتی محمد فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ اپنے رسالے سبز عمامہ کا جواز میں فرماتے ہیں:

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبز رنگ مَرغُوب ومحبوب ہے تو پھر امتی کو ضد کیوں؟ ثابت ہوا کہ سبز عمامہ جائز ومستحب ہے کیونکہ اصل مقصود عمامہ باندھنا ہے وہ خواہ سفید رنگ میں ہو یا سبز و پیلے رنگ کا، مُعترِضین کا اسے بدعت وناجائز کہنا غلط اور خلافِ تحقیق ہے۔

(سبز عمامہ کا جواز، ص ۱۱، قطب مدینہ پبلشرز)

(۴) حضرت علّامہ مفتی رضاء المصطفیٰ ظَرِیف القادری صاحب لکھتے ہیں:

بلاشبہ سبز رنگ کا عمامہ باندھنا جائز وروا ہے اور اس کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج ومُضَایقہ نہیں، سفید وغیرہ رنگ کے عمامہ کی طرح اس رنگ کے عمامہ کو باندھنے سے بھی ان شاءاللہ سنّت پاک پر عمل ہوجائے گا اور ایسے رنگ کا عمامہ باندھنے والا بارگاہِ خداوندی جَلَّ جَلَالُہ میں اجروثواب کا مستحق ہوگا۔ کتبِ احادیث وسِیَر میں اگرچہ بِالعُمُوم باقی رنگ کے عَمائم کا ذکر ہے تاہم محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لباس مبارک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اوقات سفید بودگا ہے سیاہ واحیاناً سبز۔ ترجمہ: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دستار مبارک اکثر سفید ہوتی تھی کبھی سیاہ رنگ کی ہوتی اور بسا اوقات سبز رنگ کی ہوتی۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب) لہٰذا حضرت محدّث دہلوی کے اس قول کی صحت کی صورت میں سبز رنگ کا عمامہ سُنّتِ مُستحبّہ کے زُمرہ میں آجاتا ہے، اگر بالفرض سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس رنگ کا عمامہ استعمال فرمانا روایۃً منقول وثابت نہ بھی ہوتو یہ امر اظہر مِنَ الشَّمس ہے کہ رسولِ کریم عَلَیہِ السَّلَام نے سبز رنگ کے کپڑوں کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ استعمال بھی فرمایا۔ (سبز عمامہ کا جواز، ص ۲)

(۵) حضرت علامہ مولانا مفتی ہاشم صاحب زید مجدہم یہ ہیڈنگ ''رسول اللہ سے سبز عمامہ کا ثبوت'' دے کر لکھتے ہیں:

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف ''ضیاء القلوب فی لباس المحبوب'' میں فرماتے ہیں: ''دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اوقات سفید بودو گاھے سیاہ و احیاناً سبز۔'' ترجمہ: سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمامہ شریف اکثر اوقات سفید ہوتا تھا اور کبھی کبھی سیاہ وسبز ہوتا تھا۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، جلد ۳، ص ۱۵۳، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ) دیوبندی محقق وشارح ترمذی محمد سعید پالن پوری کے افادات پر مرتب کتاب تحفۃ الالمعی شرح سنن ترمذی میں مرقوم ہے کہ پگڑی کسی بھی رنگ کی باندھنا جائز ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیاہ پگڑی بھی باندھی ہے اور ہری (سبز) بھی اور سفید بھی پس لال پگڑی تو مناسب نہیں باقی جس رنگ کی چاہے باندھ سکتا ہے۔ (احکام عمامہ مع سبز عمامہ کا ثبوت، ص ۱۰۲، مکتبہ بہار شریعت لاہور)

بحمد للہ ان حوالوں سے اہلسنت کا موقف سبز عمامہ کے حوالے سے بالکل واضح ہوگیا ہے کہ اہلسنت کے نزدیک سبز عمامہ بالکل جائز ہے ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔

سبز عمامہ اور سادات احناف ومشائخ ہند کا موقف

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لباس مبارک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اوقات سفید بودو گاھے سیاہ و احیاناً سبز۔

ترجمہ: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دستار مبارک اکثر سفید ہوتی تھی کبھی سیاہ رنگ کی ہوتی اور بسا اوقات سبز رنگ کی ہوتی۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب مع خلاصۃ الفتاوی، جلد ۳، ص ۱۵۳، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وہ شخصیت ہیں جن کو خود وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے ثالث بنایا ہے اور ان کا نام بھی بطور خاص ذکر کیا ہے۔ بحمد للہ ہم نے سبز عمامہ کا ثبوت شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمۃ سے دے دیا ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہابی اسمٰعیلی اس بار ان کی مانتا ہے یا نہیں ہمیں تو یقین کامل ہے کہ وہابی اسمٰعیلی کبھی بھی شیخ صاحب کی نہیں مانے گا کیونکہ اس کو معلوم ہوگا کہ اس کے گھر میں پھر اس کے لئے کیا کیا فتوے ہوں گے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا اپنی کتاب کے اصول سے فرار

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے:

اس میں (یعنی وہابی اسمعیلی کی کتاب میں از ناقل) دیوبندی بریلوی حضرات کے درمیان اختلافی مسائل پر سادات احناف و مشائخ ہند کو ثالث بنایا گیا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت ٹائیٹل)

یہ وہابی اسمعیلی ساجد خان کی اپنی کتاب پر لکھا ہوا ہے لیکن اس مقام پر وہابی اسمعیلی ساجد خان نے سادات احناف کو ثالث بنانے سے راہ فرار اختیار کر کے اپنی ہی کتاب کو دریا برد کیا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان کے پاس کوئی ایک بھی صحیح یا عیاری و مکاری والا حوالہ سبز عمامہ کے ناجائز ہونے پر نہیں تھا اسی لئے اس نے اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی طرح پینترا بدلا اور اپنی کتاب کے اصول سے انحراف کرتے ہوئے علامہ غلام سرور قادری صاحب کا ایک ایسا حوالہ لے آیا جو خود اس کے اپنے ہی اصولوں سے قابل قبول نہیں ہے۔

اولاً: وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاد جی بدعتی پیر عزیز الرحمن کا خلیفہ الیاس گھمن لکھتا ہے:

اگر کسی مسلک کے عالم نے اپنے علم کے مطابق ایک بات لکھی ہے یا فتویٰ دیا ہے اور اسی مسلک کے کسی دوسرے عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق دوسرا فتویٰ دیا ہے تو جو بات مفتیٰ بہ اور معمول بہ ہوگی اس کو مذہب قرار دیا جائے گا اور دوسرے کو شاذ یا غلط یا منسوخ سمجھا جائے گا۔ (جی ہاں فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

یہ خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاد جی گھمن کا بیان کردہ اصول ہے۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے استاد جی کے اصول کے مطابق علامہ غلام سرور قادری صاحب کی عبارت کا مفہوم سمجھ لے اگر تمہاری ناقص عقل میں نہیں آتا تو میں ہی بیان کر دیتا ہوں کیونکہ علامہ غلام سرور قادری صاحب کا یہ فتوی ہمارے ہاں معمول بہ و مفتی بہ قول کے خلاف ہے لہذا یہ شاذ و منسوخ ہے۔ اور معمول بہ و مفتی بہ ہمارے نزدیک سبز عمامہ کا جائز ہونا ہے۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان منسوخ و شاذ اقوال بیان کرنے کے بجائے مفتی بہ اقوال بیان کرے اور جواب لے ورنہ اپنے ہی گھر کے اصولوں میں ڈوب مرے۔

ثانیاً: میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے پوچھتا ہوں کہ علامہ غلام سرور قادری صاحب تمہارے نزدیک حنفی ہیں اگر ہیں اور تمہارے اصول سے ضرور ہیں تو پھر تمہاری ہی کتاب کا بیڑا اغرق ہوا کہ جن کو تم سادات احناف کے مخالف ثابت کر رہے تھے تمہارے ہی اقرار سے وہ حنفی ثابت ہوئے اور اگر بقول تمہارے یہ حنفی نہیں ہیں تو پھر ان کا حوالہ کس خوشی میں دیا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ بریلوی ہیں اس لئے ان کا حوالہ دیا ہے تو پھر ہم بھی تمہارے اسی اصول سے تمہارے گھر کے حوالے پیش کر دیتے ہیں جن کو تسلیم کرنا تم پر لازم ہوگا، پہلے اپنے گھر کے ان حوالوں پر ایمان لے آؤ اور ان پر فتوے صادر کر لو پھر ہم سے بات کرو۔

قارئین! جس طرح وہابی اسمعیلی ساجد خان ایک مرجوح قول بیان کر کے اس کو جمیع اہلسنت پر تھوپنے کی کوشش کی ہے ہم اس طرح نہیں کرتے بلکہ ہم اس کے گھر کے معتبر اقوال آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جس سے اس کے اپنے وہابی آباء ایک دوسرے پر فتوے لگا رہے ہیں چنانچہ برادر مکرم میثم عباس رضوی زید شرفہ نے بہت پہلے ہی وہابیہ اسمعیلیہ کے سبز عمامہ کے حوالے فتوے بازی پر مضمون لکھا تھا ہم اسی کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ وہ مضمون وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی کے لئے کافی، وافی و دوائے شافی ہے۔

سبز عمامہ شریف کا دیوبندی مولویوں سے ثبوت

مولوی ابوایوب دیوبندی و مولوی فیاض طارق دیوبندی کی جہالت اور ان کا دیوبندی مولویوں سے دست و گریبان (گتھم گتھا) ہونا۔ (از میثم عباس قادری رضوی زید شرفہ)

مضمون لکھنے کی وجہ:

مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب کی مناظرہ ٹیم کے رکن مولوی ابوایوب دیوبندی صاحب اپنی کتاب دست وگریبان میں (''دعوت اسلامی'' کارد کرتے ہوئے) سبز عمامہ شریف کے خلاف لکھتے ہیں کہ:

''یہاں الفت ومحبت کا انداز ہی ہے کہ محبوب سفید پگڑی باندھیں اور سبز زندگی بھر نہ باندھیں۔ یہ محب کہلانے والے سفید سے احتراز کر کے سبز کو اختیار کریں۔'' (دست وگریبان،ص ۲۲،مکتبہ دار النعیم لاہور)

مذکورہ اقتباس میں ابوایوب دیوبندی صاحب نے بیان کیا ہے کہ سبز عمامہ شریف پہننا حضور سے ثابت نہیں ہے اس لے سبز عمامہ شریف پہننا محبت کے تقاضوں کے منافی ہے اس کے علاوہ مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب کی زیر نگرانی شائع ہونے والے دیوبندی مجلہ ''راہ سنت'' لاہور کے نائب مدیر **مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب دعوت اسلامی کے خلاف لکھے گئے اپنے مضمون میں سبز عمامہ کے خلاف نقل کرتے ہیں کہ:**

سبز پگڑی کی شریعت اور سنت میں کوئی اصل ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ زمانہ قدیم میں تھی بلکہ بعد میں گھڑ لی گئی ہے۔

(دوماہی دیوبندی مجلّہ راہ سنت،ص33،رمضان مبارک،شوال المکرم ۱۴۳۰ھ)

اسی مضمون میں مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب سبز عمامہ شریف کے متعلق دعوت اسلامی کو چیلنج دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

چیلنج ہے دعوت اسلامی کے تمام چھوٹے بڑے میٹھے میٹھے بھائیوں کو کہ سبز عمامہ کی سنت کا ثبوت کسی ضعیف حدیث سے بھی دکھادیں ہم سر تسلیم خم کرلیں گے۔ (دوماہی دیوبندی مجلّہ راہ سنت،ص33،رمضان مبارک،شوال المکرم ۱۴۳۰ھ)

مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب کے مضمون کا رد دیوبندیت شکن مجلّہ کلمہ حق شمارنمبر 2اور 4میں ملاحظہ کریں جس میں دیگر دلائل کے ساتھ اکابر دیوبند کے حوالہ جات سے بھی سبز عمامہ شریف کا ثبوت دیا گیا ہے اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب نے سر تسلیم خم کرنے کا اقرار نہ کیا اور نہ ہی اس مضمون کا جواب دیا۔ راقم الحروف کو اس عنوان پر دیوبندی کتب سے نئے حوالہ جات دستیاب ہوئے جن کو مولوی ابوایوب اور مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان کی جہالت اور ان کے دشنام باز دیوبندی ٹولے کا اپنے ہی دیوبندی فرقہ کے اکابر سے زبردست ٹکراؤ (دوسرے لفظوں میں دست وگریبان اور گتھم گتھا ہونے) کا ثبوت اس مضمون میں پیش کیا جارہا ہے۔

(یہاں ایک حوالہ میں ابوحامد رضوی بھی عرض کردیتا ہوں جس سے آنے والے تمام حوالوں میں موجود وہابی اسمٰعیلی وہابی فتوی سے بدعتی ثابت ہوجائیں گے۔

وہابی اسمٰعیلی انور حسین گودھروی لکھتا ہے:

سعید: سبز عمامہ پہن کر یہ کہنا کہ یہ نبی کی سنت ہے،سنت ہے یا بدعت ہے۔

پروفیسر: جی ہاں یہ بدعت ہے۔ (آئینہ بریلویت،ص۲۱،مکتبہ اصلاح وملت)

لیجئے! وہابی اسمٰعیلی انور نے یہاں تسلیم کرلیا کہ سبز عمامہ پہننا بدعت ہے،جبکہ آگے کئی حوالے آرہے ہیں جن میں اس بات کا ثبوت ہے کہ وہابیہ اسمٰعیلیہ کے گروگھنٹال سبز عمامہ باندھتے تھے لہٰذا وہ سب کے سب بدعتی ہوئے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ غلام سرور قادری صاحب کا حوالہ بیان کرنے کے بجائے اپنے ان سب وہابی اسمٰعیلی آباء کے گلے میں بدعتی بدعتی کی رسی باندھ کر گھسیٹے تا کہ اس کا

انصاف ہمارے قارئین بھی دیکھیں لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔)

سبز عمامہ شریف حضور صلی علیہ وسلم سے ثابت ہے:(مولوی الیاس گھمن دیوبندی)

(۱) مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب اپنی کتاب میں ایک غیر مقلد کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شاہ صاحب نے مسلم شریف کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کالی پگڑی پہنتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالے رنگ کے علاوہ سفید، سبز، اور قطری رنگ جس میں سرخی ہوتی تھی ان سب رنگوں کا ثبوت بھی ملتا ہے مستدرک اور طبرانی کی روایت سے سفید عمامہ کا ثبوت ملتا ہے مستدرک، مسند احمد کی روایت سے سبز عمامے کا ثبوت ملتا ہے۔

(المہند اور اعتراضات کا جائزہ، ص ۲۱۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا)

مذکورہ بالا اقتباس میں گھمن صاحب نے سبز عمامہ شریف کا ثبوت مسند احمد کی حدیث سے تسلیم کیا ہے جب کہ مولوی ابوایوب و مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان! سبز عمامہ شریف کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔

سبز عمامہ شریف باندھنا صراطِ مستقیم ہے:(مولوی الیاس گھمن دیوبندی)

(۲) مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب کے افادات پر مبنی کتاب دروس القرآن (جسے ان کے ادارہ نے شائع کیا ہے) میں سوۃ الفاتحہ کے متعلق ان کا درس شامل ہے جس میں **گھمن صاحب کہتے ہیں کہ:**

صراط مستقیم کیا ہے پگڑی باندھو! سفید باندھ لو، سبز باندھ لو، کالی باندھ لو، جومیسر وہ باندھ لو یہ صراط مستقیم ہے۔(دروس القرآن، ص ۶۱، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا)

اس اقتباس میں گھمن صاحب نے سبز، سفید اور کالا عمامہ باندھنے کو صراط مستقیم کہا ہے۔اس لئے گھمن صاحب سے گزارش ہے کہ آپ نے مولوی ابوایوب دیوبندی صاحب کو اپنی مناظرہ ٹیم کا رکن تو بنا دیا ہے۔لیکن ان کی علمی حالت یہ ہے کہ وہ کتب حدیث کا مطالعہ تو دور کی بات خود آپ (گھمن صاحب) کی کتب کے مطالعہ سے بھی جاہل ہیں جنہیں یہ بھی علم نہیں کہ آپ نے سبز عمامہ پہننے کو صراط مستقیم قرار دیا ہے اور مسند احمد کی حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز عمامہ پہننا ثابت لکھا ہے۔مولوی الیاس گھمن صاحب کی زیرنگرانی نکلنے والے دوماہی دیوبندی مجلّہ ''راہ سنت'' کے نائب مدیر مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب کے سبز عمامہ شریف کے ضعیف حدیث سے ثابت کرنے کے چیلنج کا جواب ان کے پیشوا گھمن صاحب کی کتاب المہند اور اعتراضات جائزہ سے پیش کر دیا گیا ہے اس کی مزید تائید گھمن صاحب کی کتاب دروس القرآن سے پیش کر دی گئی ہے لہٰذا ان کو چاہیے کہ سبز عمامہ کے متعلق اہلسنت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا اعلان شائع کر دیں۔عجیب بات یہ ہے کہ سبز عمامہ شریف کو بدعت قرار دینے والے مولوی ابوایوب دیوبندی صاحب کی کتاب ''دست و گریبان'' پر سبز عمامہ شریف کو حضور صلی اللہ عیہ وسلم سے ثابت لکھنے والے مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب کی تقریظ بھی موجود ہے اور تقریظ کے متعلق مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ:

تقریظ کی حقیقت ہے شہادت۔اور بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت جائز نہیں یہ بڑا ظلم ہے کہ کسی خاص مقام کو دیکھ کر کل کتاب کی تقریظ لکھ دیتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ، جلد ۲، ص ۱۴۷، ملفوظ نمبر ۲۵۶، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

لہٰذا اس اقتباس کے مطابق اگر گھمن صاحب نے بلا دیکھے اس کتاب پر تقریظ لکھی ہے تو تھانوی صاحب کے بقول ظلم کیا ہے اور اگر اس کتاب کے کچھ اوراق دیکھ کر تقریظ لکھی ہے تو بقول تھانوی صاحب کے یہ فعل بھی درست نہیں کہ بعض کتاب کو دیکھ کر تمام

کتاب کے متعلق تعریفی کلمات لکھ دئے ہیں اور دوسری طرف ان (گھمن دیوبندی صاحب) کی زیر نگرانی شائع ہونے والے دیوبندی مجلّہ ''راہ سنت'' کے ایک مضمون میں بھی ان کے موقف کے خلاف سبز عمامہ شریف کو بدعت کیوں قرار دیا گیا؟ سوال یہ ہے کہ کیا قریبا پانچ سال قبل (۱۴۳۰ ہجری میں) مجلّہ ''راہ سنت'' کی اشاعت کے وقت مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب کے ساتھ ان کے پیشوا مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب بھی سبز عمامہ شریف کے ثبوت والی حدیث سے جاہل تھے جوانہوں نے سبز عمامہ شریف کے خلاف یہ مضمون اپنی زیر نگرانی مجلّہ ''راہ سنت'' میں شائع ہونے دیا؟

سبز عمامہ شریف پہننے سے روکنا غیر شرعی ہے

(۳) سخی داد خوستی دیوبندی صاحب پگڑی کے متعلق لکھی گئی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

سبز رنگ کے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے یہ مناسب ہے کہ علامہ عبدالصمد صارم کا مضمون بعنوان سبز عمامے اختصار کے ساتھ پیش کروں۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں شاہ مصر اشرف شعبان بن حسین نے 773ھ میں حکم جاری کیا جو حسنی حسینی سید ہو وہ سبز عمامہ باندھے تاکہ لوگوں دیکھتے ہی پہچان جائیں کہ یہ آل رسول ہیں اور ان کا احترام کریں زمانہ گزرتا گیا پھر سید یا غیر سید سب لوگوں سبز عمامہ باندھنے لگے اور کوئی امتیازی نشان باقی نہ رہا شاید یہ رنگ اس لئے پسند کیا گیا تھا کہ یہ سب رنگوں سے افضل ہے یا اس لئے کہ یہ رنگ اس حلہ کا تھا جو موقف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کیا ہوا تھا یا اس لئے کہ اہل جنت کے کپڑوں کا یہی رنگ ہوگا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں سبز عمامہ کا پہنا بدعت مباح ہے خواہ کوئی سید یا غیر سید اس کا استعمال چھوڑ دے تو اسے حکم نہیں دیا جاسکتا کہ ضرور باندھے اور کسی غیر سید کو اس کے باندھنے سے روکنا غیر شرعی حکم ہے کیونکہ دارومدار نسب پر ہے عمامہ پر نہیں لہٰذا اس کا اتباع بھی ضروری نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سید اور غیر سید کے درمیانی ایک امتیازی علامت تھا سبز عمامہ کی تائید میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّؕ-ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَؕ (الاحزاب، آیت ۵۹)

''اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکائیں اپنے اوپر اپنی چادریں، اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی جائیں تو کوئی ان کو نہ ستائے''۔ بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اہل علم کو مخصوص لباس پہننا چاہیے کہ وہ پہچانے جائیں اور ان کا احترام کیا جائے یہ اچھی توجیہ ہے واللہ اعلم۔ چند سطروں کے بعد علامہ صارم لکھتے ہیں علامہ صبان یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہمارے دور میں یہ علامت باقی نہیں رہی کیونکہ سارے لوگ سبز عمامہ باندھنے لگے ہیں ان کا حکم بھی انہی عماموں کا سا حکم ہے سبز عمامے کا علامتی نشان ہونا ان ملکوں کے ساتھ خاص ہے کہ جہاں کے باشندے سبز عماموں کو سادات کے ساتھ خصوصیت دیتے تھے جیسے مصر مگر دوسرے ملکوں میں جیسے قسطنطنیہ وغیرہ میں ایسا نہ تھا اس لئے کہ سبز عمامہ وہاں سادات کی نشانی نہ تھی کیونکہ علماء طلبا وغیرہ جو لوگ بھی عمامہ باندھتے سبز عمامہ ہی باندھتے۔ موسم سرما میں اس کا استعمال بکثرت بڑھ جاتا تھا کیونکہ یہ رنگ میل خور ہوتا ہے وہاں تو اہل صنعت وحرفت اور پھیرے والے بھی بسا اوقات ایسا ہی عمامہ باندھتے تھے اس لئے کہ اس پر میل ظاہر نہ ہوتا۔'' ترجمان سلام لاہور 19 ذی القعدہ 1398''۔ (الحجۃ التامۃ فی لبس العمامۃ یعنی پگڑی کا مکمل و مدلل بیان، ص ۴۹، ۵۰، مکتبہ طیبہ، بلوچستان، ایضا مقالات خوستی جلد دوم ص ۶۱، ۲۶، مکتبہ طیبہ بلوچستان)

اس طویل اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ سبز عمامہ شریف جائز ہے اور اس کے پہننے کو روکنا غیر شرعی ہے لہٰذا دعوت اسلامی کو سبز عمامہ کی وجہ سے دیوبندیوں کا مطعون کرنا غیر شرعی ثابت قرار پایا۔

سبز عمامہ پہنا مستحب ہے: (مولوی سخی داد خوستی دیوبندی)

(۴) سخی داد خواستی دیوبندی صاحب ایک اور جگہ سبز عمامہ شریف کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

عمامہ شریف کا سیاہ اور سبز رنگ تو مستحب ہے۔ (پگڑی کا مکمل و مدلل بیان، ص ۵۴، مکتبہ طیبہ، بلوچستان، ایضا مقالات خوستی، جلد دوم، ص ۶۷، مکتبہ طیبہ بلوچستان)

پیش کے گئے اس اقتباس میں مولوی سخی داد خوستی دیوبندی صاحب نے سبز عمامہ شریف کو پہننا مستحب قرار دیا ہے، لیکن مولوی ابوایوب، مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان کے فتوے کے مطابق سبز عمامہ پہننا بدعت ہے؟ لہٰذا سبز عمامہ کے دیوبندی معترضین بتائیں کہ دیوبندی مذہب میں بدعت بھی مستحب ہوتی؟ یہ بھی بتائیے کہ سخی داد خوستی دیوبندی صاحب بدعت کو مستحب کہ کر خود بدعتی ہوئے یا نہ؟

جہاں شیعہ کی کثرت ہو وہاں سبز عمامہ پہننا ضروری ہے: (مولوی سخی داد خوستی دیوبندی)

(۵) مولوی سخی داد خوستی دیوبندی صاحب سبز عمامہ شریف کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ایسی جگہ جہاں شیعوں کی کثرت ہو اور کالی پگڑی کی وجہ سے مسلم کی پہچان مشکل ہو تو پھر سیاہ عمامہ چھوڑنا اور سفید یا سبز اختیار کرنا ضروری ہے۔ (پگڑی کا مکمل و مدلل بیان، ص ۶۹، مکتبہ طیبہ بلوچستان)

سبز عمامہ شریف پہننا صحابہ سے ثابت ہے: (مولوی سخی داد خوستی دیوبندی)

(۶) سخی داد خوستی صاحب سبز عمامہ شریف کو صحابہ سے ثابت مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے سبز عمامہ باندھنا منقول ہے جیسے کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ -عن سلمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المھاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود و بیض وحمر و خضر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج8 ص 241) سلمان بن ابی عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو سوت کے سیاہ، سفید، سرخ اور سبز عمامے باندھتے پایا۔

(مقالات خوستی جلد دوم، ۶۳ مکتبہ طیبہ بلوچستان)

مولوی سخی داد خوستی دیوبندی صاحب نے سبز عمامہ کو صحابہ سے ثابت کیا ہے جبکہ مولوی ابوایوب و مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان اسے بدعت قرار دیتے ہیں، اب بتائے کہ صحابہ سے ثابت عمل کو بدعت قرار دینا شیعیت کو تقویت دینا ہے یا نہیں؟

مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی نے سبز عمامہ پہنا: (مولوی یحیٰی دیوبندی)

(۷) مولوی یحیٰی صاحب خلیفہ مولوی زکریا دیوبندی اپنے پیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

بندہ معتکف میں حاضر ہوا، حضرت قدس سرہ سبز عمامہ باندھے ہوئے مراقب تھے۔ (ماہنامہ ''بینات'' کراچی، اپریل، مئی ۲۰۱۳ء ص ۸)

مولوی ابوایوب و مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان! دیکھیے مولوی زکریا دیوبندی صاحب تو سبز عمامہ پہننے کی وجہ سے آپ حضرات کے مطابق بدعتی قرار پا گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبز عمامہ شریف: (مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی)

(۸) مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب کے پیر بھائی مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب ''تبرکات نبوی کا تصویری البم'' میں عمامہ شریف کے بیان میں ''تصویر: رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا عمامہ شریف'' لکھ کر اس کے ساتھ سبز رنگ کے عمامہ شریف کی تصویر دی ہے۔ملاحظہ ہو۔ (تبرکات نبوی کا تصویری البم،ص ۲۰۳، مکتبہ ارسلان بنوری ٹاون کراچی)

(۹) مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی صاحب اپنی ایک اور کتاب میں سبز عمامہ شریف کی تصویر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

بادشاہی مسجد میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب عمامہ۔ (آثار نبوی کا تصویری البم،ص ۳۷۳ مکتبہ ارسلان کراچی)

(۱۰) اسی کتاب کے اگلے صفحے پر مولوی ارسلان دیوبندی صاحب ایک اور سبز عمامہ شریف کی تصویر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

بادشاہی مسجد میں رکھے گئے تبرکات جو کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں۔

(آثار نبوی کا تصویری البم،ص ۳۷۴ مکتبہ ارسلان کراچی)

(۱۱) اسی کتاب میں تیسری جگہ ارسلان دیوبندی سبز عمامہ شریف کی تصویر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

یہ عمامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے واللہ اعلم۔ (آثار نبوی کا تصویری البم،ص ۳۷۵ مکتبہ ارسلان کراچی)

مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی صاحب کی دو کتب کے چار مقامات پر سبز عمامہ شریف کی تصویر کے ساتھ درج منقولہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ سبز عمامہ شریف پہننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

مولوی اللہ یار دیوبندی کا سبز عمامہ پہننا سنت کے مطابق ہے: (عبدالاول جلال آبادی دیوبندی)

(۱۲) دیوبندی ماہنامہ المرشد لاہور کے حضرت جی نمبر میں عبدالاول جلال آبادی دیوبندی صاحب نے مولوی اللہ یار دیوبندی سے اپنی پہلی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

کراچی ائرپوٹ پر حضرت جی سے میری زندگی کی پہلی ملاقات ہوئی بس صرف مصافحہ کیا اور چلے گئے سر پر سبز رنگ کا عمامہ اور ہاتھ میں عاصہ اور پورا لباس سنت کے مطابق تھا۔ (ماہنامہ المرشد، لاہور جلد ۱۱: شمارہ ۷، ۸، ص ۱۳۶)

(۱۳) مولوی عبدالماجد دیوبندی صاحب اپنی کتاب ''آپ بیتی'' میں اپنے والد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ان کے لباس میں اچکن، پاجامہ، گرمیوں میں دو پلی ٹوپی، جاڑوں میں کبھی سیاہ ایرانی ٹوپی، اور کبھی بادامی یا سبز رنگ کا عمامہ، جوان کے گول چہرے پر بہت بھلا لگتا۔ (آپ بیتی،ص ۳۵ مجلس نشریات اسلام کراچی)

یہ یاد رہے کہ مولوی عبدالماجد دیوبندی صاحب کے والد نے میلاد شریف کے جواز پر ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا ذکر عبدالماجد دریابادی دیوبندی صاحب نے اسی کتاب آپ بیتی میں کیا ہے۔

(۱۴) مولوی ولی خان المظفر دیوبندی صاحب کے افادات پر مبنی کتاب ''مکالمہ بین المذاہب'' کو مولوی بشیر احمد بن اظہار میاں دیوبندی صاحب نے ترتیب دیا ہے اس کتاب میں لکھا ہے کہ:

دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے پر طالب علم کو سند فضیلت اور دستار فضیلت ملتی ہے جو سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ (محاضرات فی الفرق والادیان یعنی مکالمہ بین المذاہب،ص ۱۸۴، مکتبہ فاروقیہ کرچی)

مولوی ابوایوب و مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان آپ کے فتوے کے مطابق سبز عمامہ حضور سے ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے تو یہ بتایئے کہ آپ کے دارالعلوم دیوبند کے علما کیوں سبز عمامہ سے دستار بندی کرتے اور کرواتے ہیں؟ دعوت اسلامی کی طرح ان

پر بھی بدعتی ہونے کا فتوی لگائیے۔

(۱۵) مولوی ثناءاللہ سعد شجاع آبادی دیوبندی صاحب نے اپنی تالیف میں مولوی علی حیدری دیوبندی صاحب کی تقریر نقل کی ہے جس میں حیدری صاحب ہم اہل سنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

اگر تمہیں غیرت آئے دیوبند کے مخالفوں! تو تم ہری (سبز) پگڑی کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ۔

(حق نواز جھنگوی سے علی شیر حیدری تک، ص ۴۲۰، مکتبہ اہل سنت والجماعت، پاکستان)

اس کے کچھ سطر بعد مزید کہا کہ:

تم تو ہری (سبز) پگڑی کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ، یہ تو دارالعلوم دیوبند کی نشانی ہے اور میرے ہر فاضل دیوبند بزرگ کے پاس ہری (سبز) پگڑی رکھی ہوئی ہے جو اپنے اساتذہ نے اپنے ہاتھ سے انہیں بندھوائی تھی۔ اس لیے ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارے پاس جو دورۂ حدیث شریف کر کے فارغ ہوگا ہم اسے دارالعلوم دیوبند والے طریقے پر سبز عمامہ پہنائیں گے۔

(حق نواز جھنگوی سے علی شیر حیدری تک، ص ۴۲۰، مکتبہ اہل سنت والجماعت پاکستان)

مولوی ابوایوب و مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان! آپ کے دارلعلوم دیوبند کے علماء اور مولوی علی شیر حیدری دیوبندی صاحب آپ کے فتوی کے مطابق سبز عمامہ پہننے اور پہنانے کی وجہ سے بدعتی ہوئے۔

مولوی حسین احمد دیوبندی صاحب سبز عمامہ پہنتے تھے:

(۱۶) دیوبندی مکتبہ فکر کے ماہنامہ القاسم نوشہرہ کی اشاعت خاص بنام تذکرہ وسوانح حضرت مولانا سید اسعد مدنی کو مولوی عبدالقیوم حقانی دیوبندی صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ **جس میں ایک دیوبندی مضمون نگار مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:**

جس وقت مولانا مدنی تقریر کر رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی فرشتہ تقریر کر رہا ہے سفید لباس میں سر پر ہرا (سبز) عمامہ واسکٹ اور سنہری فریم کا چشمہ اور نہایت ہی مدہم آواز میں تسلسل کے ساتھ تقریر کرنا فرشتہ صفت ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

(تذکرہ وسوانح مولانا سید اسعد مدنی، ص ۵۸، مکتبہ القاسم اکیڈمی نوشہرہ)

(۱۷) قاری تنویر احمد شریفی دیوبندی صاحب نے تذکرۃ الشریف کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جس کے آخر میں اپنے دیوبندی علما کی تصاویر لگائی ہیں جن میں مولوی حسنین احمد مدنی دیوبندی صاحب کی تصویر بھی شامل ہے جس میں انہوں نے سبز عمامہ پہنا ہوا ملاحظہ ہو۔ (تذکرۃ الشریف، مکتبہ رشیدیہ بالمقابل مقدس مسجد اردو بازار کراچی)

(۱۸) مولوی زاہد الحسینی دیوبندی صاحب اپنی کتاب ''چراغ محمد'' میں مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

مجھ کو ایک سبز عمامہ حسب اصول مدرسہ اور دوسرے حضرات کی طرح مدرسہ سے از دست حضرت شیخ الہند سے بندھوایا گیا۔

(چراغ محمد، ص ۹۵، مکتبہ دارالارشاد اٹک شہر)

(۱۹) مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کے اقتباس کو مولوی سخی داد خوستی دیوبندی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔ (پگڑی کا مکمل و مدلل بیان، ص ۳۸، مکتبہ طیبہ بلوچستان)

ان تمام اقتباسات سے ثابت ہوا کہ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب سبز عمامہ شریف پہنتے تھے لہٰذا مولوی ابوایوب قادری اور مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان سمیت سبز عمامہ شریف کو بدعت قرار دینے والے تمام دیوبندی حضرات انصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے دعوت اسلامی کی طرح اپنے دارالعلوم دیوبند کے علما اور دیوبندی حضرات کے مزعومہ شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کو بھی بدعتی قرار دے کر انصاف کا تقاضا پورا کریں۔

مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی اکثر سبز عمامہ شریف شریف استعمال کرتے: (مولوی ندیم قاسمی دیوبندی)

(۲۰) مولوی ندیم قاسمی دیوبندی صاحب، مولوی انور شاہ دیوبندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

وہ اکثر سبز پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (اولیائے کرام کے ایمان افروز واقعات، ص ۱۰۰، مکتبہ عمر پبلی کیشنز لاہور)

سبز عمامہ شریف کے معترض دیوبندی صاحبان کے فتوی کے مطابق مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب اکثر سبز پگڑی پہن کر بدعت کا ارتکاب کیا کرتے تھے اس لئے ان پر بھی بدعتی ہونے کا فتویٰ لگایئے۔

مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کے سبز عمامہ پہننے سے ہمیں اس کے سنت ہونے کا علم ہوا: (قاری طیب دیوبندی)

(۲۱) مولوی از ہر شاہ دیوبندی صاحب نے مولوی انور شاہ دیوبندی صاحب کی سوانح پر کتاب حیاتِ انور لکھی جس میں قاری طیب دیوبندی صاحب کا ایک مقالہ ''نور الانوار'' بھی شامل کیا جو کہ عبدالرحمن کوندو دیوبندی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں شامل کیا ہے اس مقالہ میں **قاری طیب دیوبندی صاحب مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:**

ہم بہت سی سنتیں ان کے عمل دیکھ کر معلوم کرلیا کرتے تھے، اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال کرتے تھے اور دونوں ہاتھ مشغول رکھتے تھے بائیں ہاتھ سے روٹی اور دائیں ہاتھ سے اسے توڑ توڑ کر استعمال کرتے تھے۔ لقمے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے استعمال کرتے تھے یہی صورت لباس کی تھی پاجامہ نیم ساق سے کبھی نیچے نہ ہوتا تھا۔ عمامہ کا استعمال زیادہ ہوتا تھا سردیوں میں اکثر وبیشتر سبز یا سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ (تقدس انور، ص ۱۹۷، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

پیش کئے گئے مذکورہ بالا اقتباس میں قاری طیب دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ بہت سی سنتیں مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کے عمل کو دیکھ کر معلوم کیا کرتے تھے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کا سردیوں میں اکثر سبز عمامہ پہننا بھی بیان کیا ہے۔ لہٰذا مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کے ساتھ قاری طیب دیوبندی صاحب بھی مولوی ابو ایوب ومولوی فیاض طارق صاحبان کے فتویٰ کے مطابق بدعتی قرار پائے۔ کیونکہ قاری طیب دیوبندی صاحب کی تحریر سے ثابت ہوا ہے کہ وہ بھی سبز عمامہ کو سنت سمجھتے تھے۔

مولوی انور شاہ دیوبندی صاحب سبز اور سفید عمامہ پہنتے تھے: (مولوی سعید احمد اکبر آبادی دیوبندی)

(۲۲) عبدالرحمٰن کوندو دیوبندی صاحب کی ترتیب کردہ کتاب تقدس انور میں مولوی سعید احمد اکبر آبادی دیوبندی صاحب کا ایک مضمون بنام ''اے کہ تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم'' بھی شامل ہے جس میں وہ مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

وہ سر پر کبھی سفید اور کبھی سبز عمامہ اور قامت بالا پر سبز قبا استعمال کرتے تھے۔ (تقدس انور، ص ۲۵۷، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

سبز عمامہ کو بدعت قرار دے کر دعوت اسلامی پر فتویٰ جاری کرنے والے مولوی ابوایوب ومولوی فیاض طارق دیوبندی صاحبان

سمیت تمام دیوبندی معترضین کے اپنے ہی فرقہ کے مرکزی دارالعلوم دیوبند کے سبز عمامہ سے دستار بندی کرنے اور کروانے والے دیوبندی علماء کے ساتھ دیگر دیوبندی علماء مولوی الیاس گھمن دیوبندی، مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی، مولوی سخی دادخواستی دیوبندی، مولوی عبدالصمد دیوبندی، مولوی زکریا دیوبندی، مولوی ارسلان بن اختر میمن دیوبندی، مولوی اللہ یار دیوبندی، مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی، مولوی عبدالماجد دیوبندی، مولوی ولی خان المظفر دیوبندی، مولوی علی شیر حیدری دیوبندی، مولوی تنویر احمد شریفی دیوبندی، مولوی حافظ ندیم قاسمی دیوبندی، عبدالرحمٰن کوندو دیوبندی، مولوی سعید احمد اکبر دیوبندی، قاری طیب دیوبندی اور مولوی زاہد الحسینی دیوبندی (سمیت سبز عمامہ کو جائز قرار دینے، سبز عمامہ کو استعمال کرنے والے اور دیوبندی علما کے سبز عمامہ شریف استعمال کرنے والے واقعات کو بغیر رد وتنقید کے نقل کرنے والے مذکورہ بالا تمام دیوبندی حضرات) پر بھی سبز عمامہ کی وجہ سے بدعتی ہونے کا فتویٰ جاری کر کے انصاف کا تقاضا پورا کریں۔ تاکہ ہم بھی یہ کہہ سکیں کہ سبز عمامہ کے دیوبندی مخالفین صرف دعوت اسلامی کو ہی نہیں بلکہ اپنے دیوبندی علماء کو بھی سبز عمامہ کی وجہ سے بدعتی سمجھتے ہیں۔ دیوبندی علما کے سبز عمامہ استعمال کرنے کو نقل کرنے والے دیوبندیوں کو اس وجہ سے سبز عمامہ کو جائز اور استعمال کرنے والے دیوبندی علماء کے ساتھ شامل کیا گیا ہے کہ **مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ:**

جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔ (تفریح الخواطر، ص ۹۷، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اس لئے جن دیوبندی حضرات نے اپنے دیوبندی علماء کا سبز عمامہ شریف استعمال کرنا نقل کیا ہے اور اس سے اختلاف نہیں کیا تو گکھڑوی صاحب کے اصول کے مطابق سبز عمامہ کا جائز ہونا ان کا اپنا موقف بھی ثابت ہوا اس لئے ان کو بھی سبز عمامہ شریف کے مجوزین میں شامل کر لیا گیا ہے۔ آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اہل سنت کے خلاف ''دست وگریبان'' نامی کتاب لکھنے والے مولوی ابو ایوب دیوبندی صاحب کو سبز عمامہ کے متعلق اپنے ہی دیوبندی فرقہ کے اکابر سے دست وگریبان و گتھم گتھا ہیں۔

جیسا کہ قارئین نے ملاحظہ کیا کہ ہم نے اس مضمون میں مولوی الیاس گھمن صاحب کی کتاب ''المہند اور اعتراضات کا جائزہ'' کے حوالے سے سبز عمامہ کا حدیث شریف سے ثبوت پیش کیا ہے اب کہنے کی بات یہ ہے کہ مولوی فیاض طارق دیوبندی صاحب نے اپنے مضمون میں چیلنج دیا تھا کہ اگر دعوت اسلامی والے سبز عمامہ شریف کا ثبوت ضعیف حدیث سے بھی پیش کر دیں تو ہم سر تسلیم خم کر لیں گے۔ اہلِ سنت کی طرف سے ثبوت پیش کر دیا گیا ہے اس لئے دشنام باز دیوبندی ٹولے سے گذارش ہے کہ مولوی فیاض طارق دیوبندی مفرور صاحب کو ڈھونڈ کر لائیں اور اہلِ سنت کے سامنے ''خم'' کرائیں۔ (کلمہ حق، شمارہ نمبر ۱۳، ص ۷۳ تا ۵۲، پاسبان اہل سنت و جماعت پاکستان)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو چاہیے کہ پہلے اپنے ان سارے بدعتی وہابیوں کو اپنے گھر کے فتووں سے بدعتی وغیرہ کہے پھر ہم سے بات کرو جیسا تم نے بیان کیا ویسا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہم نے تمہارے گھر سے دکھا دیا پہلے ادھر فتوے لگا لو اپنے اصول کے مطابق پھر ہم سے بات کر لو۔ خود اپنے اصول بنا کر بھی ان پر عمل نہ کرنا اور دوسروں پر وہی اصول تھوپنا کہاں کا انصاف ہے؟ اگر بقول وہابی اسمٰعیلی جو فتوی اس نے حضرت علامہ غلام سرور قادری سے نقل کیا ہے وہ فتوی لگتا ہے تو جو فتوے ہم نے نقل کئے ہیں وہ بدرجہ اولی وہابی اسمٰعیلی کے اصول کے مطابق لگتے ہیں لہٰذا پہلے اقرار کرے کہ یہ سارے بدعتی تھے اور بدعتی ہی مرے اور بدعتی کے بارے میں جو وعیدیں آئی

ہیں ان میں سرتاپا غرق ہیں پھر ہم سے بات کرے ورنہ بکواس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

قارئین! ہم نے پہلے بھی عرض کر دی ہے کہ خود وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق علامہ غلام سرور قادری کا فتوی مرجوح ہے۔اب وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس بس یہی راستہ رہ گیا ہے ورنہ وہابیت اسمعیلیت دلائل ومفتی بہ اقوال کی روشنی میں بات کرنے سے عاجز آ چکی ہے۔ادھر ادھر کی ہانک کرنا چنا اس کا آبائی وطیرہ بن چکا ہے اور اس نے یہی کرنا ہے لہٰذا اس کی عیاری مکاری اور دھوکہ بازی سے ہوشیار رہیں اور اہلسنت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہیں۔

قارئین کے علم میں اضافہ کرنے کے لئے یہاں ایک اور تحریر بھی نقل کر دیتا ہوں جو ہمارے محترم ومکرم عزیز دوست ابوالھمام مولانا محمد اشتیاق فاروقی مجددی رضوی زید شرفہ کی ہے حضرت نے کئی قسطوں پر ایک مضمون ترتیب دیا جو کہ منصبِ دیوبندیت کے نام سے مشہور ہوا حضرت نے اس میں محقق ومدلل انداز میں دیوبندیت کی قلعی کھول دی اس میں مولانا اشتیاق صاحب نے سبز عمامہ پر ان کے ایک جاہل وہابی اسمعیلی زرولی کا ایک قول نقل کر کے جو وہابیت اسمعیلیت کو جھنجھوڑا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے وہابی اسمعیلی بک تو دیتا ہے لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بکواس اسی کے اپنے وہابی اسمعیلی اکابرین کے گلے میں آئے گی مولانا اشتیاق صاحب کا مضمون بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ زرولی نے ایک بک مار تو دی لیکن وہی وہابیت اسمعیلیت کے گلے کی ایسی ہڈی بنی کہ اب وہابیت اس کو نہ نگل سکتی ہے اور نہ اگل سکتی ہے۔میں افادہ عام کے لئے حضرت کی وہ تحریر یہاں نقل کر رہا ہوں جس کو مزید کی حاجت ہو وہ حضرت کا مکمل مضمون منصبِ دیوبندیت پڑھ لے جو کہ وہابیت اسمعیلیت کی بیخ کنی کے لئے کافی ہے۔میں اس میں سے صرف سبز عمامہ والی تحریر ان کے شکریہ واجازت کے ساتھ نقل کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا ابوالھمام اشتیاق فاروقی مجددی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

سبز عمامہ اور وہابی اسمعیلی ملاں کی نفرت انگیزی

(مضمون ماقبل سے چل رہا ہے از ناقل) سندری دیوی کا مندر، سرکش دیو، سرکش وحشی جانوروں کی خاصیت یہ سب دیوبند کے وجہ تسمیہ کے طور بیان ہوئے ہیں بلکہ ان کی خصلتیں اور اوصاف بھی منصبِ دیوبندیت میں نمودار ہونے لگے۔

ناموں کی تاثیر کی بات کی جائے تو دیوبندی اکابر ناموں کی تاثیر کو بھی مانتے ہیں ناموں کی تاثیر پر اکابر دیوبند کے کئی حوالے موجود ہیں مگر یہاں ایک حوالہ نقل کرنے لگا ہوں۔

بعض دیوبندیوں کے مجدد جناب اشرفعلی تھانوی صاحب بیان کرتے ہیں:

حضرت نے فرمایا کہ ناموں اور الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔ایک لڑکے کا نام والدین نے کلیم اللہ رکھا وہ اکثر بیمار رہتا تھا میں نے اس کا نام بدل کر سلیم اللہ رکھا، اس وقت سے تندرست رہنے لگا۔کیونکہ کلیم کے معنی معروف مجروح اور زخمی کے ہیں"

(تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص ۲۰۲)

نوٹ: (جناب تھانوی کو بعض دیوبندیوں کا مجدد اس لئے لکھا ہے کہ اس کی مجددیت پر دیوبندی حضرات کا آپس میں اتفاق نہیں اس کی تفصیل رئیس زادہ اشرف علی خان تھانوی کے باب میں آئے گی)

اسی تاثیر کو دیکھا جائے تو منصبِ دیوبندیت پر فائز حضرات میں بھی دیوبند نام کے تاثیر نے اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔فیضان دیوبند کے حوالے فقیر نے تکرار کے ساتھ اس لئے نقل کئے ہیں کہ اس کتاب پر مفتی زرولی خان دیوبندی نے مقدمہ لکھا ہے۔زرولی

خان دیوبندی بھی دیوبند کے خصلتوں سے مالا مال تھے وحشی، درندگی اور خون بہانے کی وہ خصلتیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں جو انہیں نسبتِ دیوبندیت سے مل گئی تھیں اور تب جا کر منصبِ دیوبندیت پر فائز ہوئے ہر وقت مارنے مروانے کی باتیں کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ زرولی خان کے ملفوظات میں لکھا ہے:

ہری پگڑی والے تو جہاں ملیں فاقتلو ھم حیث و جدتمو ھم خذو ہ فغلو ہ. بس پکڑو اور مارو یہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تفسیر ہے۔ (احسن البرھان، جلد ا، ص ۹۷، احسنی کتب خانہ کراچی)

اصاغر دیوبند کے شدت کا سہرا زرولی خان اور غلام خان کے سر ہے۔ دیوبندی حضرات زرولی خان اور غلام خان پر فخر بھی کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ دونوں مکمل طور پر دیوبندیت کے منصب پر فائز تھے۔ زرولی خان دیوبندی اگر دارالعلوم دیوبند دستار بندی کے موقع پر دارالعلوم دیوبند میں موجود ہوتے تو تمام طلبہ اور اساتذہ کا قتل عام کر دیتے کیوں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست فارغ التحصیل طلبہ کے سر ہرے عمامے باندھتے جیسا کہ **غلام جیلانی برق نے ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر میں لکھا ہے:**

۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء سے انتظامیہ نے دستار بندی وعطائے سند کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دارالعلوم کے سرپرست، فارغ التحصیل طلبہ کے سر پر اپنے ہاتھ سے سبز دستار باندھتے اور سند عطا فرماتے تھے۔ (ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۵۵۱)

اگر زرولی خان دیوبندی کبھی انور شاہ کشمیری کے درس میں شرکت کرتے تو اسی منصبِ دیوبندیت کی خاطر زرولی خان دیوبندی انور شاہ کشمیری کو بھی معاف نہ کرتے اور اپنی اس دیوبندی خصلت سے اپنے امام العصر کا بھی خون کرتے۔ کیونکہ انور شاہ صاحب کشمیری بھی ہرا عمامہ باندھتے تھے جیسا کہ **انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:**

وہ دیکھو دارالحدیث میں سرما کے دنوں میں سبز چوغہ اور سر پر سبز عمامہ باندھے ایک خضر صورت فرشتہ سیرت علوم وفنون کے بحر نا پیدا کنار بیٹھے ہیں آب حیات کے چشمے بہا رہے ہیں اور ارد گرد سینکڑوں پیاسے سکندر بیٹھے ہیں لیکن کوئی محروم نہیں یہ اپنے زمانے کے امام ہیں جنہیں مولانا سید محمد انور شاہ کہتے ہیں۔ (حیات عثمانی ص ۶۵)

زرولی خان دیوبندی نے غلام خان کی یہ تفسیر جو بیان کی ہے۔ سب نے پڑھ لی ہوگی آیئے ایک بار پھر ملاحظہ کرتے ہیں تا کہ ہمارے نئے قارئین بھی دیکھ لیں۔

ہری پگڑی والے تو جہاں ملیں فاقتلو ھم حیث وجدتمو ھم خذوہ فغلوہ. بس پکڑو اور مارو یہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تفسیر ہے۔ (احسن البرھان، جلد ا، ص ۹۷، احسنی کتب خانہ کراچی)

یہ بھی پڑھ لیا ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند میں فارغ التحصیل طلبہ کو سند دیتے وقت سر پر ہری پگڑیاں باندھا کرتے تھے، تو اس اصول سے دیوبندی طلباء اور اساتذہ زرولی خان کے نزدیک واجب القتل ہوئے۔

جناب انور شاہ کشمیری کو زرولی خان بھی امام العصر مانتے ہیں۔ اور ان کی یاد میں مجلہ ''ماہنامہ الاحسن'' بھی شائع کرتے رہے ہیں۔

جنہیں جناب شیر کوٹی نے **خضر صورت** اور فرشتہ سیرت کہا مگر ان کی یہ صورت وفرشتہ سیرت بھی انہیں منصبِ دیوبندیت کے وار سے نہ بچا سکی۔ کیونکہ اس نے بھی محض سبز عمامے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سبز چوغہ بھی پہنتے رہے اور زرولی خان وغلام خان کو دعوتِ وار دیتے رہے دیوبندیوں کے یہ فرشتہ سیرت محدث بھی زرولی خان کے وار سے قتل ہوئے جیسا کہ ایک حوالہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ آیئے انور

شاہ کشمیری صاحب کے بارے میں ایک اور حوالہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب قاری طیب کے قلم سے ملاحظہ کرتے ہیں:

عمامہ کا استعمال زیادہ ہوتا تھا، سردیوں میں اکثر و بیشتر سبز یا سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ (مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۶۰۹)

اگر سردیوں کے موسم میں جناب غلام خان اور جناب زرولی خان دیوبندی کا سامنا جناب انورشاہ کشمیری صاحب سے ہوتا تو آپ خود سوچیں کہ یہ دونوں صاحبان انورشاہ کشمیری صاحب کو پکڑ کے کیا سلوک کرتے! جناب انورشاہ کشمیری کی دستار بندی کے موقع پر بھی ان کے سر پر ہرا عمامہ بندھوایا گیا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اب آگے دیکھیے دیوبندی اکابر میں کون کون اس کے وارِ بے نیام کے زد میں آ کر قتل ہونے چلے ہیں۔

خلیل احمد انبیٹھوی سے کون سا دیوبندی ناواقف ہوگا؟

دیوبندیوں کے نزدیک وہ نہ صرف ان کے امام ہیں بلکہ اسے تاج المحدثین، زبدۃ الفقہاء، سراج المناظرین جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ انبیٹھوی صاحب کے ان القابات کی حقیقت اور منصبِ دیوبندیت کی تفصیل اپنے موقعہ پر بیان ہوگی۔ مگر یہاں زرولی خان کے منصبِ دیوبندیت کے زد میں جناب انبیٹھوی کیسے آ گئے ملاحظہ ہو۔

عمامہ حضرت (یعنی انبیٹھوی) متوسط طول کا باندھتے تھے مگر نہایت خوبصورت شملہ دو سوا دو بالشت پیچھے چھوڑتے اور اکثر مشروع بھاگلپوری کا سبز یا کاہی ہوتا تھا۔ ہمیشہ آپ کھڑے ہو کر عمامہ باندھتے اور اس کے پیچ داہنی طرف سے بائیں جانب جاتے تھے۔

(تذکرۃ الخلیل، ص ۳۶۲)

عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے کہ جناب انبیٹھوی اکثر سبز عمامہ یا کاہی عمامہ باندھتے تھے۔ کاہی رنگ بھی ہلکا سبز مائل بہ سیاہی یا کائی کے ہم رنگ ہوتا ہے اگر کاہی رنگ کو سوکھی گھاس کا رنگ قرار دیا جائے اور زرد رنگ سے تعبیر کیا جائے تو بھی جناب انبیٹھوی منصبِ دیوبندیت کے وارِ زرولی خان سے نہیں بچ سکتے کیونکہ عبارت میں سبز رنگ کا بھی ذکر ہے تو معلوم ہوا کہ انبیٹھوی کبھی سبز رنگ کا عمامہ باندھتے کبھی کاہی باندھتے کیوں سبز اور کاہی کے پیچ میں" یا "لکھ چکے ہیں۔ یوں زرولی خان نے اپنے امام جناب انبیٹھوی کا بھی خون کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ انبیٹھوی کے خون میں رنگ دیئے۔

قارئین سندری دیوی کے مندر اور منصبِ دیوبندیت کی نسبت پر حوالوں کا انتظار بھی کر رہے ہوں گے مگر وحشی درندوں کی قید اور دیوبند نام سے پانے والی نسبت منصبِ دیوبندیت پر فائز زرولی خان کے ہاتھوں دیوبندیوں کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد ٹانڈوی بھی نہ بچ سکے۔ **چنانچہ جناب ٹانڈوی اپنی خودنوشت سوانح میں اپنی دستار بندی کی روئداد کچھ یوں لکھتے ہیں:**

مجھ کو ایک عمامہ سبز حسبِ اصول مدرسہ دوسرے حضرات کی طرح مدرسہ سے از دست حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بندھوایا گیا۔

(نقشِ حیات، جلد اول، ص ۱۴۷)

یہاں غلام خان اور زرولی خان نے نہ صرف اپنے شیخ الاسلام کا خون کر دیا بلکہ دارالعلوم دیوبند کے اصولوں کے خون سے بھی اپنے ہاتھ رنگ دیئے اس موقع پر جس جس کی بھی دستار بندی ہوئی وہ سب غلام خان اور زرولی خان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ جیسا کہ پہلے انورشاہ کشمیری کی سبز پگڑی والے دو حوالے نقل ہیں۔ اسی انورشاہ کشمیری کو بھی اسی جلسہ دستار بندی کے موقع پر ہرا عمامہ بندھوایا گیا جیسا کہ **حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:**

دستار بندی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔سب سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی اس کے بعد میری دستار بندی کی گئی۔(نقشِ حیات، جلد اول، ص ۱۴۷)

انورشاہ کشمیری کی دستار بندی کونسے رنگ کے عمامے سے کی گئی اس کے بارے میں خود **جناب ٹانڈوی لکھتے ہیں:**

عمامہ سبز حسبِ اصول مدرسہ دوسرے حضرات کی طرح۔ (نقشِ حیات، جلد اول، ص ۱۴۷)

تو واضح ہوا کہ انورشاہ کی دستار بندی بھی ہرے عمامے سے ہوئی۔

دستار بندی کا یہ جلسہ ۱۹۱۰ء بمطابق ۱۳۲۸ھ کو ہوا جیسا کہ جناب ٹانڈوی لکھتے ہیں:

''اور ۱۸/۱۷/۱۶ اپریل سن ۱۹۱۰ جلسہ کا اعلان ہوا۔'' (نقشِ حیات جلد اول، ص ۱۴۵)

شیخ الاسلام نمبر میں نفیس الحسینی جناب ٹانڈوی کا سوانحی خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۳۲۸ھ دارالعلوم کا جلسہ دستار بندی ۱۸/۱۷/۱۶ اپریل ۱۹۱۰ء حضرت کی دستار بندی۔(روز نامہ الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر، ص ۵)

ڈاکٹر غلام محمد کچھی انوار السوانح میں لکھتے ہیں:

ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مہتمم ادارہ ہذا حافظ محمد احمد اور صدر المدرسین مولانا محمود حسن نے فضلائے دارالعلوم کی دستار بندی کیلئے دیوبند میں ایک تاریخی جلسہ کا انتظام کیا۔ (انوار السوانح، ص ۹۶)

پھر لکھتے ہیں:

سب سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی کی گئی۔(انوار السوانح، ص ۹۶)

۱۹۱۰ء کے اس دستار بندی جلسے میں کتنے فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور کتنے فضلائے دیوبند زرولی خان اور غلام خان کے فتوے کی زد میں آ گئے اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۲۸ھ/اپریل ۱۹۱۰ء کو کتنے فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی ہوئی اس کی تعداد معلوم کرنے سے پہلے عرض ہے کہ جناب حسین احمد ٹانڈوی کی دستار بندی دیوبندی شیخ الہند کے ہاتھوں ہوئی۔تو یہ سبز عمامہ حسبِ اصول مدرسہ دوسرے طلباء کی طرح جناب ٹانڈوی صاحب کو جناب محمود حسن صاحب سے بندھوایا گیا۔تو غلام خان صاحب اور جناب زرولی خان کے ہاتھوں دیوبندی شیخ الہند بھی نہ بچ سکے۔

اس موقع پر حکیم مسعود احمد بن رشید گنگوہی بھی موجود تھے، حکیم احمد رامپوری، احمد حسن امروہی، اشرفعلی تھانوی بھی موجود تھے جیسا کہ ''نقش حیات، جلد اول، ص ۱۴۷۔'' پر ان کے نام لکھے گئے ہیں۔تو یہ سب غلام خان اور زرولی خان کی تفسیر کی نذر ہو گئے۔ان کے علاوہ کتنے طلباء کے خون کا فتویٰ ان دو صاحبان نے دیا آیئے ملاحظہ کرتے ہیں۔

فارغ التحصیل طلباء کی تعداد کے بارے میں جناب حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:

فارغ التحصیل طلبہ کی مقدار بہت زیادہ ہوگئی تھی۔جن کا اندازہ ہزار سے زیادہ تھا۔ (نقشِ حیات، جلد اول، ص ۱۴۵)

مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مصنف لکھتے ہیں:

۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء کے اس عظیم الشان جلسہ دستار بندی کی یاد اب تک لوگوں کے قلوب میں تازہ ہے۔جس میں ایک ہزار سے زائد فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد، دوم، ص ۵۷ اور ۲۳۰)

حسین ٹانڈوی اور محبوب رضوی کی ان شہادتوں کی بنیاد پر گویا غلام خان اور زرولی خان کے فتوے سے تقریباً ایک ہزار سے زیادہ فضلاء وطلباء دیوبند کا خون بہانا جائز تھا۔ کیونکہ حسین احمد ٹانڈوی نے خود لکھا ہے کہ:

مجھ کو ایک عمامہ سبز حسبِ اصول مدرسہ دوسرے حضرات کی طرح مدرسہ سے از دست حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بندھوایا گیا۔

(نقش حیات، جلد اول، ص ۱۴۷)

تو ثابت ہوا کہ ان ہزار سے زائد فضلاء کی دستار بندی بھی ہرے عمامے سے ہوئی تھی۔ یہاں مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند کے گوشواروں اور روئیدادوں کی مدد سے زرولی خان اور غلام خان کے سر سے ایک ہزار خون کی تعداد میں کمی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حسین احمد ٹانڈوی نے تعداد ایک ہزار سے زیادہ فارغ التحصیل طلبہ لکھی ہے محبوب رضوی نے تعداد ایک ہزار سے زیادہ فضلاء لکھی ہے

اب ٹانڈوی کے نزدیک تو ایک سے زیادہ زرولی خان اور غلام خان کے نزدیک قتل ہونے تھے مگر محبوب رضوی کی تحقیق کو دیکھا جائے تو اس نے بہت لمبی چھوڑی ہے.. یہی لمبی لمبی چھوڑنا بھی منصبِ دیوبندیت کی نشانی ہے۔

محبوب رضوی 1324ھ جلسہ تقسیم انعام کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

اس نوع کا سب سے پہلا جلسہ 1290ھ میں ہوا تھا، دوسرا 1292ھ میں، تیسرا 1298ھ میں اور چوتھا 1301ھ میں، یہ پانچواں جلسہ تھا اور اب تک کے تمام جلسوں سے زیادہ عظیم الشان تھا۔ (مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد اول، ص ۲۱۲)

اس کا مطلب یہی ہوا کہ ۱۳۲۴ھ تک تمام فضلاء کی دستار بندی ہوگئی تھی ۱۳۲۴ھ کے بعد جو جلسہ دستار بندی کے سلسلے میں ہوا وہ ۱۳۲۸ھ کا جلسہ تھا۔ جیسا کہ حوالہ گزر چکا ہے جس میں محبوب رضوی نے دعویٰ کیا تھا کہ اس میں ہزار سے زیادہ فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ محبوب رضوی نے جو گوشوارا تعلیمی و انتظامی کا مرتب کیا ہے اس کی تفصیل میں ۱۳۲۴ھ کے بعد ۱۳۲۸ھ تک فضلاء کی تعداد کتنی ہے۔

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء فضلاء تعداد=۵۱۔۔۔ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء فضلاء تعداد = ۳۵۔۔۔ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء فضلاء تعداد=۲۸۔۔۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء فضلاء تعداد=۵۰۔۔۔ (مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد دوم، ص ۴۵۰)

ان چار سالوں میں ٹوٹل فضلاء کی تعداد= ۱۶۴۔ مگر مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد دوم، ص ۵۷ اور ص ۲۳۰، پر یہی محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ:

ایک ہزار سے زیادہ فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی۔

اگر ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء کے فضلاء کی تعداد بھی شامل کر لیں تو اس کی تعداد اسی گوشوارے کے مطابق ۲۴ ہے۔ اب ۲۴ + ۱۶۴ = ۱۸۸ تعداد فضلاء کی ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ لمبی لمبی چھوڑنا بھی منصبِ دیوبندیت ہے۔ چلو ایک اور زاویے سے دیکھتے ہیں اور ایک ہزار کے عدد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ جناب محبوب رضوی کی تحقیق کو داد دے سکیں۔

اسی مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند کے جلد اول میں محبوب رضوی ۱۳۲۷ھ جلسہ دستار بندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۳۰۱ھ کے بعد سے مسلسل کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے رہے کہ گذشتہ ۲۶ سالوں میں کوئی جلسہ نہ ہوسکا، اس سال میں گذشتہ سالوں کی تلافی کے طور پر ربیع الآخر کی ۸۔۷۔۶ تاریخوں میں نہایت عظیم الشان پیمانے پر جلسہ دستار بندی منعقد کیا گیا۔

(مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد اول، ص ۲۲۲، ۲۲۳)

اس قول کے مطابق جیسا کہ لکھا گیا ہے ۱۳۰۱ھ کے بعد ۲۶ سال تک کوئی جلسہ دستار بندی نہیں ہوا۔تو یہ جلسہ دستار بندی اس حساب سے ۱۳۲۷ھ کا ہے۔

اس حساب سے ۱۳۲۸ھ کے جلسہ میں فضلاء کی تعداد ۵۰ بنتی ہے۔اگر ۱۳۲۷ھ کے طلبہ بھی شامل کرلیں تو تعداد ۸۷ بنتی ہے۔مگر دعوے ہزار سے اوپر کے۔چلو ہم اس طرح بھی ماننے کیلئے تیار ہیں کہ ۱۳۰۱ھ کے بعد ۱۳۲۸ھ تک کوئی جلسہ دستار بندی نہ ہوسکا اور گذشتہ ۲۷ سالوں کی تلافی کیلئے ۱۳۲۸ھ کو جلسہ منعقد کیا گیا اور اس میں ہزار سے زیادہ فضلاء کی دستار بندی کی گئی تو آیئے محبوب رضوی کے گوشوارے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہزار کی تعداد پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۳۰۲ھ فضلاء تعداد=۲۔۔۔۱۳۰۳ھ فضلاء تعداد=۶۔۔۔۱۳۰۴ھ فضلاء تعداد=۵۔۔۔۱۳۰۵ھ فضلاء تعداد=۵۔۔۔۱۳۰۶ھ فضلاء تعداد=۶۔۔۔۱۳۰۷ھ فضلاء تعداد=۴۔۔۔۱۳۰۸ھ فضلاء تعداد=۲۶۔۔۔۱۳۰۹ھ فضلاء تعداد=۳۱۔۔۔۱۳۱۰ھ فضلاء تعداد=۲۹۔۔۔ ۱۳۱۱ھ فضلاء تعداد=۲۱۔۔۔۱۳۱۲ھ فضلاء تعداد=۳۲۔۔۔۱۳۱۳ھ فضلاء تعداد=۳۲۔۔۔۱۳۱۴ھ فضلاء تعداد=۹۔۔۔۱۳۱۵ھ فضلاء تعداد=۲۰۔۔۔۱۳۱۶ھ فضلاء تعداد=۱۸۔۔۔۱۳۱۷ھ فضلاء تعداد=۱۷۔۔۔۱۳۱۸ھ فضلاء تعداد=۳۰۔۔۔۱۳۱۹ھ فضلاء تعداد=۲۶۔۔۔۱۳۲۰ھ فضلاء تعداد=۲۶۔۔۔۱۳۲۱ھ فضلاء تعداد=۳۶۔۔۔۱۳۲۲ھ فضلاء تعداد=۳۵۔۔۔۱۳۲۳ھ فضلاء تعداد=۳۰۔۔۔۱۳۲۴ھ فضلاء تعداد=۲۴۔۔۔۱۳۲۵ھ فضلاء تعداد=۱۵۔۔۔۱۳۲۶ھ فضلاء تعداد=۳۵۔۔۔۱۳۲۷ھ فضلاء تعداد=۲۸۔۔۔۱۳۲۸ھ فضلاء تعداد=۵۰۔۔۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند،جلد دوم،ص ۴۴۸ تا ۴۵۰)

اگر گوشوارے سے نقل کرتے ہوئے فقیر سے کتابت کی کوئی غلطی ہوئی ہو تو گوشوارے سے تصحیح کی جائے۔گوشوارے کے اس حساب سے ۱۳۰۱ھ تا ۱۳۲۸ھ تمام فضلاء کی تعداد ۶۳۴ بنتی ہے۔مگر لمبی لمبی چھوڑنا بھی منصبِ دیوبندیت کی نشانی ہے۔کیونکہ تھا دعویٰ ہزار سے زیادہ کا۔۔۔

فقیر نے ہر طرف سے ہر طرح کی کوشش کی کہ زرولی خان اور غلام خان کے ہاتھوں سے دیوبندی اکابر کو بچا سکوں۔مگر دیوبندی مؤرخ کی تحقیق کے آگے مجبور ہونا پڑا اور دیوبندی محقق زیادہ سے زیادہ فضلاء زرولی خان اور غلام خان کے حوالے کرتے رہے۔ورنہ فقیر نے ۱۳۲۸ھ کے جلسہ دستار بندی میں ۵۰ سے زیادہ فضلاء زرولی خان اور غلام خان کے حوالے نہیں کرنے تھے۔مگر محبوب رضوی مزید فضلاء حوالے کرتے چلا گیا۔تا کہ غلام خان اور زرولی خان کے فتوؤں کے زد میں آجائیں۔

دوسری طرف میں نے یہ بھی کوشش کی کہ دیوبندی شیخ الاسلام حسین ٹانڈوی کا بھی بھرم باقی رہے اور محبوب رضوی کی ہوائی بولی کا بھی بھرم قائم رہے اور ہزار کے تعداد کو کراس کرسکوں مگر محبوب رضوی نے تحقیق اتنے انوکھے انداز میں کی ہے کہ میں ہزار کے تعداد تک پہنچنے میں ناکام رہا۔

یاد رہے اگر یہ تعداد ہزار سے زیادہ بھی ثابت ہو جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تعداد جس قدر بھی زیادہ ہو جائے زرولی خان اور غلام خان کی تفسیر سے بچنا مشکل ہے۔

اور کتنے فضلائے دیوبند زرولی خان اور غلام خان کے فتوے کی زد میں آ گئے اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے وضاحت سے لکھ چکا ہوں کہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء کے جلسہ دستار بندی میں کتنے فضلاء زرولی خان اور غلام خان کے فتوے کی

زد میں آ گئے تھے۔

مگر یہ تعداد صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ کیونکہ ہرے عمامے سے دستار بندی کا اصول صرف ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کے جلسے کیلئے مخصوص نہیں تھا بلکہ یہ اصولِ مدرسہ ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء سے چلے آ رہے تھے۔ گویا یہ دارالعلوم دیوبند کا نہ صرف اصول تھا بلکہ شعار بھی رہا ہے۔ جیسا کہ پہلے ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند کا حوالہ نقل کر چکا ہوں جس میں لکھا گیا ہے کہ:

۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء سے انتظامیہ نے دستار بندی وعطائے سند کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دارالعلوم کے سرپرست فارغ التحصیل طلبہ کے سر پر اپنے ہاتھ سے سبز دستار باندھتے اور سند عطا فرماتے تھے۔ (ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۵۵۱)

تو واضح ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی کی شروعات ہرے عمامے سے ہوئی تھی اور یہ شعار بطورِ اصول چلا آ رہا تھا کہ دستار بندی ہرے عمامے سے ہو۔ تو آیئے ۱۲۹۰ھ تا ۱۳۰۱ھ فضلاء کی تعداد معلوم کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ پہلے ۱۳۰۱ھ تا ۱۳۲۸ھ فضلاء کی تعداد پر بحث ہو چکی ہے۔ محبوب رضوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

اس نوع کا سب سے پہلے جلسہ ۱۲۹۰ھ میں ہوا تھا، دوسرا ۱۲۹۲ھ میں تیسرا ۱۲۹۸ھ میں اور چھوتا ۱۳۰۱ھ میں۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۲۱۲)

تو اب ان چار جلسوں میں کتنے فضلاء کو ہرے عمامے باندھے گئے اس کی تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں۔

محبوب رضوی کے مرتب کردہ گوشوارے کی تفصیل سے اس کی تعداد ۶۸ معلوم ہوتی مگر میرے پاس جو نسخہ ''مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند'' ہے اس میں ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء کے فضلاء کی تعداد واضح نظر نہیں آ رہا لگتا ہے کاتب سے غلطی ہوگئی ہے یا مس پرنٹ ہے۔

اس گوشوارے کے مطابق محتاط اندازے سے تقریباً ۶۸ فضلائے دیوبند غلام خان کی تفسیر کے نذر ہو گئے۔

آئیں جلسوں کی روئیداد سے تعداد معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کتنے فضلاء دیوبند زرولی خان اور غلام خان کی تفسیر کے زد میں آ گئے۔

پہلے ۱۲۹۰ھ جلسہ دستار بندی کا حال طلبہ کی تعداد اور فضلاء کے نام ملاحظہ فرمائیں:

۱۲۹۰ھ جلسہ انعام: اس سال میں پانچ طلبہ نے مجوزہ نصاب کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی، فارغین کی اس جماعت میں حضرت شیخ الہند بھی شامل تھے۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۶۹)

تو معلوم ہوا کہ اس جلسہ دستار بندی میں پانچ فضلاء زرولی خان اور غلام خان کے ہاتھوں قتل ہونے والے تھے۔ جس میں دیوبندی شیخ الہند بھی شامل تھے دیوبندیوں کے شیخ الہند کے ساتھ اور کون کون سے فضلاء غلام خان کے فتوے کی زد میں آ گئے آیئے ملاحظہ فرمائیں:

جلسہ میں حسبِ ذیل حضرات کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا عبدالحق قاضوی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا فتح محمد تھانوی اور مولانا عبداللہ جلال آبادی۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۷۳)

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ جناب محمود الحسن دیوبندی دارالعلوم دیوبند کا پہلا طالب علم ہے۔ اور یہ دارالعلوم دیوبند کا پہلا دستار بندی جلسہ تھا۔ تو زرولی خان اور غلام خان نے ان کو بھی معاف نہیں کیا۔ بلکہ پہلے جلسے پر ہی زرولی خان اور غلام خان نے قتل کا فتویٰ

دیا۔اور جناب محمود الحسن کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے چار اکابر کو بھی پکڑنے کیلئے دوڑے۔اس جلسہ میں کون کون دیو بندی اکابر موجود تھے آئیں وہ بھی زرولی خان اورغلام خان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

جلسہ میں قابلِ ذکر حضرات یہ تھے۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی،حضرت مولانا قاسم نانوتوی،حضرت قاضی اسماعیل صاحب منگلوری،مولوی ہاشم مالک مطبع ہاشمی میرٹھ،مولانا ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور،حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری،منشی محمد صدیق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نہر جمن شرقی،مولانا مظہر صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،خواجہ ابوالحسن صاحب دہلوی،منشی محمد حیات مہتمم نجم الاخبار وغیرہ ہم۔ (مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند،جلد اول،ص ۱۶۹)

تو زرولی خان اورغلام خان نے اپنے اماموں گنگوہی و نانوتوی کو بھی معاف نہیں کیا۔اس موقع پر دار العلوم دیو بند کے پہلے طالب علم اور دیو بندیوں کے شیخ الہند کے سر پر حسبِ اصولِ مدرسہ ہرے عمامے کی دستار بندی کس نے باندھی وہ غلام خان وزرولی خان کے سامنے حاضر ہو!۔۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں حضرت نانوتوی کے دستِ مبارک سے دستارفضیلت حاصل کی۔"

(مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند،جلد اول،ص ۳۴)

نانوتوی صاحب بھی اصولِ مدرسہ کے تحت ہرا عمامہ باندھنے کی جرم میں زرولی خان اورغلام خان کے سامنے حاضر ہے۔اس کے بعد ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۱ بروز جمعہ کو جلسہ انعام کا ذکر بھی مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند کے صفحہ ۱۷۴ وصفحہ ۱۷۵ پر موجود ہے۔۱۲۹۲ھ کا جلسہ دستار بندی پرغلام خان کا دعویٰ۔

اس سال ۲ ذی الحجۃ یوم جمعہ کو ایک بڑا جلسہ جامع مسجد میں منعقد ہوا یہ جلسہ دار العلوم کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ تھا۔

(مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند،جلد اول،ص ۱۸۲)

کتنے فضلاء زرولی خان اورغلام خان کے فتوے کی زد میں آئے ملاحظہ ہو:

اس عرصہ دس سال میں دس طلبہ کو جو جملہ علوم وفنون سے فارغ ہوئے،دستارفضیلت مجمع عام میں بندھی اور پندرہ ایسے طلبہ جن کی ایک دو کتاب کسی فن کی باقی رہی تھی اور زمانہ نے ان کو زیادہ فرصت نہ دی اور مجبوراً مدرسہ چھوڑ نا پڑا ان کو اسنادتحصیل علوم کی دی گئی گویا یہ بھی قریب فارغ التحصیل کے تھے،توکل پچیس طلبہ پورے عالم ہوئے۔(مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند،جلد اول،ص ۱۸۲)

یعنی اس سال ۱۰ طلبہ زرولی خان اورغلام خان کے فتوے کے شکار ہوئے پندرہ بچ نکلے۔

یہاں چونکہ ۱۰ سال کے طلبہ کی تعداد ۱۰ بتائی گئی ہے تو اس حساب سے پانچ طلبہ اس سال زرولی خان اورغلام خان کے فتوے کی زد میں آ گئے اور باقی پانچ دوبارہ ان دوصاحبان کا شکار ہو گئے۔

اب ان کو دستار کس نے باندھی اسے بھی زرولی خان اورغلام خان کے سامنے پیش کرتے ہیں:

بعد ازاں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے دستِ مبارک سے فارغ التحصیل طلبہ کے سروں پر دستارِفضیلت بندھوائی گئی۔

(مکمل تاریخ دار العلوم دیو بند،جلد اول،ص ۱۸۳)

جناب احمد علی سہارنپوری صاحب بھی زرولی خان اورغلام خان سے نہ بچ سکے۔

اب ۱۲۹۸ھ جلسہ دستار بندی کا حال ملاحظہ ہوتا کہ پتہ چلے کہ اس جلسہ دستار بندی میں کتنے فضلائے دیو بند زرولی خان اورغلام خان کے فتوے کی زد میں آ گئے تھے۔

۱۲۹۸ھ/۱۲۹۹ھ جلسہ تقسیم انعام و دستار: پچھلے دو تین سالوں سے سالانہ معمول کے مطابق جلسہ دستار بندی نہیں کیا جا سکا تھا، اس سال بڑے پیمانے پر شوال میں جلسہ کیا گیا۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۲)

اس جلسہ دستار بندی میں کتنے فضلاء کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوئی (جیسا کہ اصولِ مدرسہ میں لکھا گیا ہے) آیئے انہیں جناب غلام خان کے سامنے پیش کرتے ہیں کیونکہ زرولی خان کے قول کے مطابق غلام خان کی تفسیر میں ہے کہ انہیں پکڑو اور مارو۔۔

یہ جلسہ خود دارالعلوم کی اپنی عمارت میں منعقد ہوا، ۱۴ طلبہ مستحق سند و دستار تھے جن میں سات (۷) حاضر تھے۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۲)

سات فضلاء پکڑ کر جناب غلام خان کے سامنے لائے ہیں جن کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوئی تھی۔ باقی سات موجود نہیں اس لئے ان کی جانوں کو غلام خان اور زرولی خان سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب کس نے ان کے سروں پر دستار باندھی تھی وہ بھی جناب غلام خان اور جناب زرولی خان کے سامنے حاضر ہو:

ان کے سروں پر حضرت گنگوہی نے اپنے دستِ مبارک سے دستار باندھی۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۲)

دیوبندیوں کے امام ربانی بھی غلام خان اور زرولی خان کے سامنے حاضر ہے!۔۔

کس نے اس موقع پر تقریر کی وہ بھی حاضر ہو!۔۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے تقسیمِ انعام کی تقریر میں مدارسِ دینیہ کی ضرورت اور دارالعلوم کی مقبولیت کی تفصیل بتلاتے ہوئے فرمایا۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۲، ۱۹۳)

جناب یعقوب نانوتوی بھی حاضر ہے!۔ لیکن دیوبندی صاحبان ضرور جرح کریں گے کہ اس جناب نے تو صرف تقریر کی ہے ہرا عمامہ نہیں باندھتے تھے نہ کسی کے سر پر باندھی شاید اس جرح سے جناب یعقوب نانوتوی کی جان بخشی غلام خان اور زرولی خان کرا دیں گے۔

جن سات فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی ان میں دیوبندیوں کے کسی بڑے مفتی کو غلام خان کے سامنے اس جرم میں پیش کیا جائے کہ انہیں بھی حسبِ اصولِ مدرسہ ہرا عمامہ باندھا گیا۔

۱۲۹۸ھ کے جلسہ دستار بندی میں آپ (یعنی عزیز الرحمٰن) کو سند و دستار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دستِ مبارک سے عطا ہوئی۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد دوم، ص ۵۴، ۱۴۷)

دیوبندیوں کے بڑے مفتی جناب عزیز الرحمٰن صاحب حاضر ہے۔ جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے ساتھ چند اور معروف فضلاء دیوبند بھی پیش کئے جائیں جنہیں اصولِ مدرسہ کے تحت ۱۲۹۸ھ کو ہرے عمامے سے دستار بندی ہوئی ہو۔

جن حضرات کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی ہوئی ان میں مولانا احمد سکندر پوری، مولوی اسحاق فرخ آبادی، مولوی منفعت صاحب دیوبندی، مفتی رحیم بخش شیر کوٹی اور مولوی سراج الحق صاحب دیوبندی شامل ہیں۔ (تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۲۱۵)

یہ صاحبان جناب غلام خان اور جناب زرولی خان کے سامنے پیش ہیں۔

چلو اب چلتے ہیں ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء کے دستار بندی کے جلسے میں اور دیکھتے ہیں کہ اصولِ مدرسہ کے تحت کتنے فضلاء کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوئی۔ ان فضلاء کو جناب غلام خان اور جناب زرولی خان کے فتوے کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱۳۰۱ھ میں دستار بندی کا چوتھا جلسہ حسبِ معمول عظیم الشان پیمانے پر منعقد ہوا۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۶)
کتنے فضلاء کی دستار بندی ہوئی وہ جناب غلام خان کے فتوے کے سامنے پیش کئے جائیں! ۱۳۰۱ھ میں گیارہ صاحب فارغ التحصیل قابل دستار بندی موجود ہیں، جن کی دستار بندی میں آپ صاحبوں کو تکلیف قدم رنجہ فرمانے کی دی گئی ہے۔اس اٹھارہ سال میں سترہ پہلے اور گیارہ اس مرتبہ کے اٹھائیس مولوی ہوئے۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۷)
ظاہر ہے مدرسہ میں حفاظ بھی ہوں گے ان کی دستار بندی بھی ہوئی ہوگی وہ بھی پیش کئے جائیں!
۱۳۰۰ھ کے آخر تک پچاس حافظ تیار ہوئے۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۹۷)
۱۳۰۱ھ کے فضلائے دیوبند میں چند معروف فضلاء حسبِ اصولِ مدرسہ ہرے عمامے سے دستار بندی کے جرم میں پیش کئے جائیں۔
جناب ناظر حسن دیوبندی حاضر ہے۔
۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا تھانوی کے ساتھ ان کی دستار بندی ہوئی۔ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد دوم، ص ۴۹)
مولانا عبدالمؤمن دیوبندی حاضر ہے۔
۱۳۰۱ھ کے چوتھے جلسے دستار بندی میں حضرت مولانا اشرفعلی تھانوی کے ساتھ حضرت گنگوہی کے دستِ مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد دوم، ص ۵۵)
جناب اشرفعلی خان تھانوی حاضر ہے۔
۱۳۰۱ھ میں آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دست مبارک سے ہوئی۔
(تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۲۲۶)
اشرف السوانح اور سیرت اشرف کے مطابق جناب تھانوی کی دستار بندی ۱۳۰۰ھ کو (حسبِ اصولِ مدرسہ ہرے عمامے سے) ہوئی۔
حضرت والا کی دستار بندی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کے مقدس ہاتھوں سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔اس سال دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ دستار بندی ہوا تھا۔ (اشرف السوانح، جلد اول، ص ۳۴)
۱۳۰۰ھ میں جب دیوبند میں شاندار جلسہ ہونا قرار پایا جس میں آپ کی دستار بندی ہونے والی تھی۔(سیرت اشرف، جلد اول، ص ۹۷)
مگر اسی سیرت اشرف میں لکھا ہے کہ جناب تھانوی ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔
اور شروع ۱۳۰۱ھ یعنی قریباً پانچ سال کے عرصہ میں جبکہ ابھی آپ ۱۹ برس کے تھے فارغ التحصیل ہو گئے۔(سیرت اشرف، جلد اول، ص ۶۸)
بہرحال ۱۳۰۱ھ ہو ۱۳۰۰ھ اس دوران اصولِ مدرسہ کے تحت ہرے عمامے سے دستار بندی ہوتی رہی اور یوں دیوبندیوں کے نام نہاد حکیم الامت بھی غلام خان اور زرولی خان کے فتوے کے مطابق واجب القتل ہوئے۔
اور تو اور دیوبندیوں کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کو بھی سبز رنگ اتنا پسند تھا کہ انہوں نے جناب تھانوی صاحب کیلئے سبز عبا بھی روانہ کیا۔
آپ کیلئے ایک عبا سبز رنگ بدست شاہ بہاء الدین صاحب دستی روانہ کیا گیا۔قبول فرماویں اور اپنے تصرف میں لاویں۔(سیرت

اشرف،جلداول،ص ۲۵۰)

اکابر دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب نے جناب تھانوی کیلئے سبز عبا روانہ کیا اوراس سبز عبا کوتصرف میں لانے کی بھی تاکید کی۔

اب یہ نظارہ بھی دیکھ لیں ایک طرف ۱۳۰۱ھ میں اصولِ مدرسہ کے تحت ہرے عمامے سے گنگوہی نے دستار بندی کی پھر مرشد کی طرف سے سبز عبا پہنچی۔اب تھانوی نے سبز عبا پہنی ہواور سبز پگڑی سر پر باندھی ہواور غلام خان اور زرولی خان کی نظر تھانوی پر پڑ جائے توان دونوں صاحبان کا کیا حال ہوگا۔کیا وہ قتل کے لئے نہیں دوڑیں گے۔؟ یا پھر ہرے عمامے اور سبز عبا میں اس ملبوس تھانوی کے ہاتھ پیر چومیں گے۔؟ پچھلی اقساط میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کی دستار بندیوں کے کافی حوالے نقل ہیں بعض دیوبندی اس منصبِ دیوبندیت پر بھی فخر محسوس کریں گے کہ دیکھیں دارالعلوم دیوبند نے قوم کو کتنے بڑے بڑے فضلاء سے نوازا ہے۔دین کی کتنی خدمت کی ہے۔کہ اتنے بڑے بڑے علماء وفضلاء پیدا کئے ہیں۔۔تو یہاں ان فضلاء کی علمی قابلیت پر بھی تھوڑی گفتگو کرتے ہیں تا کہ ان کی غلط فہمی دور ہو۔اس کے بعد پھر ہرے عمامے کی موضوع کی طرف واپس آئیں گے اور دیوبندی نسبت ومنصبِ دیوبندیت کا موضوع جاری رکھیں گے۔

آ ییئے ان فضلاء کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

بعض دیوبندی جناب اشرفعلی خان تھانوی کومجدّد مانتے ہیں اوراکثر دیوبندی حکیم الامت کے القابات سے نوازتے ہیں۔تھانوی کی علمی قابلیت اور کارناموں پر تفصیلی گفتگو (جناب اشرف علی خان تھانوی) کے باب میں ہوگی۔یہاں دیوبندی فضلاء کی حقیقت تھانوی کی زبانی ملاحظہ ہوتا کہ منصبِ دیوبندیت کی اہلیت کا معیار سب پر واضح ہوجائے۔

۱۳۰۱ھ میں جب جناب تھانوی اور تھانوی سمیت دیگر نام نہاد فضلاء کی دستار بندی کیلئے جلسے کاانعقاد کیا گیا تو:

حضرت والا (تھانوی) نے جب سنا کہ دستار بندی ہونے والی ہے تو اپنے ہم سبقوں کولیکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃاللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے اورعرض کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی۔اور سند فراغ دی جائے گی۔حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں اس تجویز کومنسوخ فرما دیا جائے ورنہ اگرایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی ہے۔(اشرف السوانح،جلد اول،ص ۳۴،۳۵) (سیرت اشرف،جلد اول،ص ۷۹) (ماہنامہ الرشید کادارالعلوم دیوبند نمبر،ص ۳۶۹) (بیس بڑے مسلمان،ص ۳۱۱) (حیات اشرف،ص ۳۱)

یہاں پانچ کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں اس کے علاوہ دیوبندیوں کی دوسری کتب میں بھی یہ حوالہ موجود ہے یہی منصبِ دیوبندیت کی ایک جھلک ہے۔منصبِ دیوبندیت حاصل کرنے کے لئے نالائق اور جاہل ہونا شرط ہے۔منشی عبدالرحمن خان نے اس حوالے کونقل کرنے کیلئے جوعنوان قائم کیا ہے اس کا نام بھی ''احساس حقیقت'' رکھا ہے۔

یعنی حقیقت میں تھانوی اس قابل نہ تھا بلکہ نالائق تھا اس کا اقرار خود تھانوی نے کیا ہے۔اور منشی عبدالرحمن خان نے اسے ''احساسِ حقیقت'' کا نام دے کر مہر تصدیق ثبت کی ہے کہ تھانوی اور دوسرے ہم سبق فضلاء دستار فضیلت کے قابل نہیں تھے اور نالائق تھے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دیوبندی دستار اور منصبِ دیوبندیت کے قابل وہی ہوگا جودارالعلوم دیوبند کی بدنامی کا باعث بنے۔۔اور پھر سب کومعلوم ہے کہ تھانوی کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کی کتنی بدنامی ہوئی کوئی دیوبندی نہ مانے توان کے لئے تھانوی کا یہ قول کافی ہے کہ

تھانوی نے کہا تھا کہ اگر ایسا کیا گیا (یعنی دستار بندی کی گئی) تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی ہے۔اس حوالے کوکوئی دیوبندی تھانوی کی انکساری وعاجزی سے تعبیر نہ کرے کیونکہ تھانوی خود کہتا رہا:

میں سچی بات کیوں نہ کہوں کیونکہ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر۔(اشرف السوانح، جلداول، ۳۴)

تو ثابت ہوا کہ تھانوی کا خود کو نا اہل اور نالائق ماننا اور کہنا تواضع وانکساری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔تھانوی کے ایسے بہت سے حوالے موجود ہیں جو اس کے نام نہاد مجدد ہونے اور حکیم الامت ہونے پر سوال اٹھا رہے ہیں۔منصبِ دیوبندیت میں اس کی تفصیل پر پورا باب قائم ہے۔زرولی خان اور غلام خان کے علم میں یہ بات ضرور ہوگی کہ دارالعلوم دیوبند کے اصول کے تحت فضلاء کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوئی تھی ان کے نزدیک جن فضلاء کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوئی ہو وہ اس قابل نہیں کہ انہیں فضلاء وعلماء کہا جائے اس لئے ان صاحبان نے فتویٰ دیا کہ:

سبز پگڑی والے جہاں ملیں پکڑو اور مارو

اگر ان کے ہاں ہرے عمامے سے دستار بندی اعزاز ہوتا تو وہ کبھی ان کو مارنے کا فتویٰ نہ دیتے۔

تو ثابت ہوا کہ دیوبندیت کے منصب پر بیٹھنے کے لئے جاہل ہونا بھی ایک شرط ہے۔اب پھر اپنے موضوع کی طرف واپس آ رہے ہیں کہ منصبِ دیوبندیت کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ وہ دیوبند کے،سرکشی،درندگی،دیو،اور سندری دیوی جیسے اوصاف سے متصف ہوں اسی سلسلے میں زرولی خان اور غلام خان کے فتوے پر بات ہورہی تھی جس کی زد میں تمام اکابرین دیوبند آ گئے تھے۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب کو سبز رنگ سے اتنی عقیدت تھی کہ آپ نے تھانوی کے لئے سبز عبا روانہ کیا تھا اب آیئے حاجی کا ایک وظیفہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں جس میں زرولی خان اور غلام خان نے سبز پگڑی باندھنے والے پر قتل کا حکم دے کر اپنے دیوبندی کی خصلت کا اظہار کیا تھا۔

پہلے ملاحظہ کر چکے کہ اکابرِ دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے تھانوی کے لئے سبز عبا روانہ کی تھی اب دیکھیں کہ حاجی صاحب زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وظیفہ لکھتے ہیں:

عشاء کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمال مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** کی داہنے اور **الصلوٰۃ والسلام یا نبی اللہ** کی بائیں اور **الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ** کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے اس کے بعد طاق عدد جس قدر ہو سکے **اللھم صلی علی محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ اللھم صلی علی محمد کما ھو اھلہ اللھم صلی علی محمد کما تحب و ترضاہ** اور سوتے وقت اکیس (۲۱) بار سورہ نصر پڑھ کر آپ کے جمال مبارک کا تصور کرے اور درود شریف پڑھتے وقت سر قلب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف داہنی کروٹ سے سوئے اور **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** پڑھ کر داہنی ہتھیلی پر دم کرے اور سر کے نیچے رکھ کر سوئے یہ عمل شب جمعہ یا دوشنبہ کی رات کو کرے اگر چند بار کرے گا انشاءاللہ تعالیٰ مقصد حاصل ہوگا۔(کلیات امدادیہ، ص ۶۱)

دیکھیئے اکابر دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ بتاتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سبز عمامے کا تصور بتارہے ہیں۔

اب زرولی خان اور غلام خان حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ دینگے۔؟ اور اس تصور پر کیا فتویٰ دینگے۔؟

یہاں ایک اور بات بھی کرتا چلوں کہ زرولی خان کے نزدیک حاجی صاحب صرف واجب القتل نہیں ہوئے بلکہ بدعتی بھی ہوئے کیونکہ زرولی خان کے نزدیک الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بدعتیوں کا درود وسلام ہے اور اسی زرولی خان نے اس پر پورا رسالہ بنام ''بدعتیوں کے درود وسلام کی شرعی حیثیت'' لکھا ہے۔اور دیوبندی اکابرین کو بدعتی ثابت کیا ہے۔خیر اس موضوع پر ایک مستقل باب میں تفصیل سے دیوبندی اکابرین سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا ثبوت پیش کر کے ثابت کریں گے کہ اکابرین دیوبند زرولی خان کے اصول سے پکے بدعتی ہیں۔

تو ایک طرف حاجی صاحب زرولی خان کے فتوے سے بدعتی اور جب زرولی خان نے اپنے ساتھ غلام خان کو بھی ملایا تو حاجی صاحب ان کے نزدیک واجب القتل ہوئے۔یہی نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام بھی ہرا عمامہ باندھتے تھے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب کے زیرِ سرپرستی سیرت حلبیہ کے ترجمے سے حوالہ ملاحظہ ہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے اپنے لشکر کے میمنہ یعنی دائیں بازو میں ایک ایسے سوار کو دیکھا جو سفید سر اور سفید ٹانگوں والے گھوڑے پر سوار تھا اور سبز رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھا جس کے دو پلّے اس کے دونوں شانوں پر لٹکے ہوئے تھے اور جس کے ایک ہاتھ میں نیزہ تھا اس نے اپنے نیزہ سے دشمن کے میمنہ یعنی دائیں بازو پر حملہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا تھا۔ (سیرتِ حلبیہ مترجم وہابی،جلد ۵،ص ۴۳۶،دارالاشاعت کراچی)

محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند ہے جو قاری طیب کے بیٹے ہیں اسی نے اپنے والد کی سرپرستی میں یہ ترجمہ کیا ہے اور اس پر قاری طیب نے مقدمہ لکھا ہے اور ''سیرت حلبیہ'' کو ''ام السیّر'' کا درجہ دیا ہے۔

غلام خان اور زرولی خان کے نزدیک یہ فتویٰ کس پر منطبق ہوا۔۔؟ (معاذاللہ) دیوبندی مفتی محمود حسن گنگوہی کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبز رنگ بھی پسند تھا۔

سفید رنگ زیادہ پسند تھا سبز رنگ بھی پسند فرماتے تھے البتہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ رنگ کا بھی استعمال فرمایا ہے۔ (ملفوظات فقیہ الامت،ص ۱۳۷،دارالنعیم لاہور)

بریکٹ میں لکھتے ہیں (سفید کے علاوہ) اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید کے علاوہ سیاہ عمامہ استعمال کیا ہے تاکہ سبز رنگ پسند فرمانے سے کہیں سبز عمامے ثابت نہ ہوجائیں۔حالانکہ دیوبندی کتب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبز عمامے کا ثبوت بھی ملتا ہے اگر محض سبز رنگ کی بات کی جائے تو غور کریں جو رنگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اس رنگ پر ایسا فتویٰ دینا کس کا کام ہوسکتا ہے۔

الیاس گھمن لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرے عمامے کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ''کالی پگڑی کے علاوہ دیگر پگڑیوں کا ثبوت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

شاہ صاحب نے مسلم شریف کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کالی پگڑی پہنتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ و

سلم سے کالے رنگ کے علاوہ سفید، سبز اور قطری رنگ جس میں سرخی ہوتی تھی ان سب رنگوں کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ مستدرک اور طبرانی کی روایت سے سفید عمامہ کا ثبوت ملتا ہے۔ مسند احمد کی روایت سے سبز عمامے کا ثبوت ملتا ہے اور اسی طرح ابوداؤد کی روایت سے قطری رنگ کے عمامے کا ثبوت ملتا ہے۔ (المھند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، ص ۲۱۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

دیکھیے! دیوبندی گھمن تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بھی سبز عمامہ ثابت کر رہا ہے۔

پھر آگے گھمن لکھتے ہیں:

جس طرح بریلوں نے سبز عمامہ کو اپنے لئے علامت بنایا ہوا ہے اور شیعوں نے کالے عمامہ کو اسی طرح غیر مقلدین نے کالے عمامہ کو خاص کر رکھا ہے۔ (المھند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، ص ۲۱۳، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ)

گھمن کو دیکھیے لکھتے ہیں کہ: ہرا عمامہ بریلویوں کی علامت ہے۔

حالانکہ گھمن اپنے دارالعلوم دیوبند کی تاریخ بھول گئے جہاں پر دارالعلوم دیوبند نے فضلاء کیلئے اصول بنایا تھا کہ ان کی دستار بندی ہرے عمامے سے ہوگی۔

اس کی پوری تفصیل ہم پیش کر چکے ہیں اکابر دیوبند میں کوئی بھی اس اصول سے نہیں بچ پاتا۔

ہاں اہل سنت میں دعوت اسلامی نے تنظیمی لحاظ سے ہرے عمامے پر مداومت فرمائی ہے۔ (جو کہ ہماری معلومات کے مطابق اب ختم ہو چکی ہے کیونکہ دعوت اسلامی کے امیر مولانا الیاس قادری دامت برکاتھم العالیہ بھی اب زیادہ تر سفید عمامہ باندھتے ہیں اور آپ کے مریدین کسی بھی رنگ کا عمامہ باندھ لیتے ہیں از ناقل) لیکن تمام بریلوی علماء کبھی اس کو بطورِ علامت نہیں بنایا۔

یہاں ایک اور اشکال کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ سوشل میڈیا پر ایک دیوبندی نے اس دوران کمنٹس کئے تھے کہ اس دور میں یہ اہل بدعت کا شعار نہیں تھا۔ حالانکہ دیوبندی اصول سے دیوبندی اہل بدعت ہیں تو یہ ان کا جھوٹ ہے کہ یہ اس وقت اہل بدعت کا شعار نہیں تھا۔ جب دارالعلوم دیوبند خود بدعات میں مبتلا تھے اور ہیں تو وہ اہل بدعت سے کیوں نہیں۔؟

اس پر تفصیلی گفتگو بدعت کے باب میں ہوگی جہاں دیوبندیوں کی بدعات پیش کی جائیں گی۔

اگر دیوبندی اصاغر دعوت اسلامی کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو بھی دیوبندی اصول سے یہ غلام خان اور زرولی خان کے نزدیک اس کے نشانے پر سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند آتا ہے۔ اور زرولی خان غلام خان کی تفسیر بیان کر رہے ہیں تو غلام خان کی زندگی میں دعوت اسلامی کا وجود بھی نہ تھا تو غلام خان کی تفسیر دعوت اسلامی پر کیسے منطبق ہوئی؟ یقیناً غلام خان نے یہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند کے خلاف دیا تھا۔

برادر مکرم مولانا اشتیاق فاروقی مجددی رضوی زید شرفہ نے وہابیت اسمعیلیت کے تابوت میں وہ کیلیں لگائی ہیں کہ یہ ساری مل کر بھی ان کو نکال نہیں سکتی۔

قارئین! ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کی جو ذلت ورسوائی ہوئی وہ سب نے دیکھ لی وہابی اسمعیلی ساجد خان وہ جاہل آدمی ہے جس کو اہلسنت کے موقف کا تو پتہ ہوتا ہی نہیں ساتھ ہی ساتھ یہ بیچارہ نحوست کا مارا اپنے گھر کے موقف اور کتب سے بھی جاہل ہوتا ہے اسی لئے ہر جگہ منہ کی کھاتا ہے، اور اپنے ہی وہابی اسمعیلی آباء کی مزید ذلت ورسوائی کا سامان کرواتا ہے۔ فتوے ہم پر لگانے آتا ہے لیکن اپنے ہی وہابی آباء کے منہ پر داغ کر چلا جاتا ہے۔

{......مسئلہ نمبر ۳۱......}

اقامت میں کھڑے ہونے کا مسئلہ اوراہلسنت وسادات احناف کا موقف

اقامت میں کھڑے ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے اس پر تفصیلی کلام آگے علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کے رسالہ میں آرہا ہے لیکن ہم یہاں صرف ایک ہی صورت بیان کرتے ہیں جو ہمارے یہاں پائی جاتی ہے اور وہابی اسمعیلیہ کو اسی سے تکلیف ہے۔ اگر امام محراب وقرب محراب میں ہے تو ایسی صورت میں سب نمازی بیٹھے رہیں جب موذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں۔ اور یہی بات کشف الغمہ سراج الامہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی، جب امام اعظم علیہ الرحمۃ کی یہ بات وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ کو پسند نہ آئی تو بات کا بتنگر بنانا شروع کردیا اور امام اعظم کے قول پر عمل کرنے والوں کے خلاف ایک محاذ قائم کرکے ان پر طرح طرح کے فتوے داغنا شروع کردیئے اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول کے خلاف ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کو اپنا ایسا شعار بنایا کہ اقامت بیٹھ کر سننے کو اہل بدعت کا شعار تک کہہ دیا۔ میں وہابیہ اسمعیلیہ گندگو ہیہ سے پوچھتا ہوں کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے صریح قول پر عمل کرنے والا بدعتی ہے؟

میں یہاں پہلے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا موقف بیان کردیتا ہوں اس کے بعد وہابیہ اسمعیلیہ کا موقف اس حوالے سے آپ کے سامنے آجائے گا جس سے وہابیہ اسمعیلیہ کی جھوٹی حنفیت پاش پاش ہوجائے گی۔

کشف الغمہ سراج الامہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حوالے سے امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قال محمد ینبغی للقوم اذاقال الموذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوة فیصفوا ویسووا الصفوف ویحاذوا بین المنا کب فاذا اقام الموذن الصلوة کبرالامام وھو قول ابی حنیفة۔ امام محمد نے فرمایا مقتدیوں کو چاہیے کہ جس وقت موذن حی علی الفلاح کہے، نماز کے لئے کھڑے ہوجائیں تو صف باندھیں اور صفوں کو درست کریں۔ مونڈھے سے مونڈھے سے ملا کر کھڑے ہوں اور موذن جب اقامت کہہ لے تو امام تکبیر کہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (موطا امام محمد، جلد ۱، ص ۱۲۶، مکتبہ بشری)

ہم نے وہابیت اسمعیلیت کی جھوٹی حنفیت کا پردہ چاک کرنے کے لئے خود امام اعظم علیہ الرحمۃ کا ہی حوالہ لے آئے ہیں۔ وہابیت اسمعیلیت جو دوسروں سے تو کہتی ہے کہ امام صاحب کے علاوہ کسی اور کا قول حجت نہیں وغیرہ وغیرہ لیکن خود آپ کے قول پر کتنا عمل کرتے ہیں وہ سب کو معلوم ہوگیا ہے۔

قارئین! ہم نے امام اعظم کا ہی قول بیان کردیا ہے اب وہابیت اسمعیلیت کے پیٹ میں کتنا درد ہوتا ہے یہ آپ خود ہی دیکھ لیں گے اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس قول کے ہوتے ہوئے بھی وہابیت اپنے آباء کی پیروی میں کیسے کیسے اس کی لایعنی تاویلات بیان کرتی ہے وہ بھی دیکھ لیں گے۔ مزید ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیجئے۔

امام محمد علیہ الرحمۃ اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

قال أخبرنا أبو حنیفة قال حدثنا طلحة بن مطرف عن ابراھیم اذا قال الموذن حی علی الفلاح ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا قال محمد وبه ناخذ وھو قول أبی حنیفة۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ نے خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی

الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہیے کہ کھڑے ہو جائیں پس صف درست کریں۔امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار، جلد ا،ص ۱۳۵، دارالسلام)

یہ ایک اور شہادت ہے وہابیت اسمعیلیت کو غرق کرنے کے لئے۔امام اعظم علیہ الرحمۃ اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کرتے ہوئے فرما رہے ہیں ہیں کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن وہابی اسمعیلیت اپنے آباء کی پیروی میں کبھی بھی حی علی الفلاح پر کھڑے نہیں ہوتے امام اعظم کا نام لے کر روٹیاں کھانے والے اور اپنے گھر کا خرچہ چلانے والے یہاں اتنی تصریح کے باوجود بھی ایسے بھاگتے ہیں جیسے ان کا کوئی مر گیا ہو۔ایک اور حوالہ بھی بیان کر دیتا ہوں اس کے بعد وہابیت اسمعیلیت جو اصول اصول کا کھیل کھیلتی ہے ہم بھی اس کو اسی کے گھر کے اصول یاد دلاتے ہیں اور وہابیت سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ کہنے کے بجائے خود تو عمل کر کے دکھاؤ۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وقال ابو حنیفة ومحمد یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوة۔۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے فرمایا کہ جب مئوذن حی علی الصلوۃ کہے اس وقت سب لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری، جلد ۵،ص ۱۵۴، داراحیاء التراث بیروت)

علامہ عینی وہ شخصیت ہیں جن کو وہابی اسمعیلی انورشاہ نے ۵۰۰ علمائے احناف پر ترجیح دی ہے وہ بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کا وہی موقف بیان کر رہے ہیں جو ہم بیان کرتے ہیں اور جس پر عمل کرتے ہیں وہابی اسمعیلی کو چاہیے کہ پہلے امام اعظم پر ہی فتوی داغ دیں، تاکہ ان کی جھوٹی حنفیت کا پردہ مزید چاک ہو جائے۔

قارئین! ہم نے امام اعظم کا مذہب بیان کر دیا ہے جس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اہلسنت امام اعظم ہی کے مذہب پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی پر عمل کا کہتے ہیں لیکن وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنے وہابی اسمعیلی آباء کے مذہب پر عمل کرنا اور کروانا ہوتا ہے لہٰذا یہ اہلسنت کو بدعتی، اہل بدعت اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف پر عمل کرنے کو اہل بدعت کا شعار کہتے ہیں۔میں پوچھتا ہوں کہ کیا امام اعظم کے مذہب پر عمل کرنا اہل بدعت کا شعار ہے یا اہلسنت کا۔؟ فیصلہ ہمارے قارئین نے کرنا ہے۔میں ابھی ایک دو حوالے بیان کر دیتا ہوں جس میں وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنے اندر کا گند نکالنے کے لئے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف پر عمل کرنے والوں کو اہل بدعت کا شعار کہا ہے۔

وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

تیسرے یہ کہ اب یہ طریقہ اہل بدعت کا شعار بن گیا ہے؛ اس لئے اب اس کا ترک ضروری ہے۔ (دیکھیے: احسن الفتاویٰ ۱، ۶۰۳، امداد الفتاویٰ ۱، ۱۸۴، فتاویٰ محمودیہ ۲، ۶۱۱، فتاویٰ رحیمیہ ۴، ۱۳۷، فتاویٰ دارالعلوم ۲، ۲۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

ثالثاً یہ بات ہے کہ اب یہ طریقہ اہلِ بدعت کا شعار بن گیا ہے؛ اس لئے اس کا ترک لازم اور ضروری ہے۔ (کتاب النوازل، جلد ۳،ص ۳۷۱، ۳۷۳ دارالاشاعت کراچی)

وہابی اسمعیلی ساجد خان احمدی ابوایوب کے حوالے سے لکھتا ہے:

باقی ہمارے پاس اس کی وجہ ترک دلیل ہے وہ یہ کہ اہل بدعت نے اس کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۰۴،

جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

لیجئے! وہابیہ اسمعیلیہ کی غیرت دیکھیے کہ جو ان کے وہابی آباء کے قول پر عمل نہ کرے اس پر کیا کیا فتوے داغتے ہیں اور امام اعظم کے موقف پر عمل کو اہل بدعت کا شعار کہتے ہیں۔ہم ایک بار پھر اپنے قارئین سے پوچھتے ہیں کہ کیا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب پر عمل کو اہل بدعت کا شعار کہا جا سکتا ہے۔؟ اگر یہ اہلسنت کا شعار ہے تو رفع یدین نہ کرنا بھی تو ہے۔آمین بالجہر نہ کرنا بھی تو ہے۔کیا وہابیہ اسمعیلیہ ان کو بھی اہلسنت کا شعار کہہ کر اپنے وہابی نجدی عقائد میں متفق بھائیوں کے ساتھ مل کر امام اعظم کے مذہب سے مکمل طور پر براء ت کا اعلان کریں گے؟ یہ کیا اہلسنت کی آڑ میں کبھی کسی کام کے ناجائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں تو کبھی کسی کام کے۔باقی اگر ہم بھی وہابی اصول کی وجہ سے یہ کہہ دیں کہ کھڑے ہو کر اقامت سننے کو وہابیہ اسمعیلیہ نے اپنا شعار بنالیا ہے اور اس مستحب پر واجب سے بھی زیادہ عمل کرتے ہیں کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو اہل بدعت کا شعار کہتے ہیں لہٰذا کھڑے ہو کر اقامت سننا ان کے اصول کے مطابق جائز نہیں۔اب وہابیہ اسمعیلیہ کے پاس کوئی بھی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی نہیں ہوگی جس سے وہ یہ ثابت کرے کہ کھڑے ہو کر اقامت سننا جائز ہے، بحمد اللہ وہابیت اسمعیلیت اپنے ہی جال میں بری طرح پھنس چکی ہے اور اس کے نکلنے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے۔

میں وہابیہ اسمعیلیہ کے گروگھنٹالوں سے کہتا ہوں کہ ہماری آڑ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ پر فتوے نہ لگاؤ بلکہ وہی اپنی وہابیت اسمعیلیت کا اعلان کر کے سامنے آؤ، تاکہ سب کو مزید معلوم ہو جائے کہ تمہارا اصلی چہرہ کیا ہے۔

وہابی اسمعیلی اصول اصول کا کھیل

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اسمعیلی احمدی ابوایوب کا ایک مضمون بھی نقل کیا ہے جس میں اس نے ہمارا نام لے کر سادات احناف کو ہی بدنام کیا ہے۔اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہلسنت میں اختلاف ہے۔

اولاً: اگر مان بھی لیا جائے تو کیا وہابیہ اسمعیلیہ میں اختلاف نہیں ہے۔ہم اس کے کئی حوالے ماقبل میں بیان کر چکے جس میں ایک جائز کہہ رہا ہوتا ہے تو دوسرا بدعت اور کرنے والے کو بدعتی کہہ رہا ہوتا ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان ہو یا ابوایوب اپنے ہی اصول سے پہلے اپنے گھر کا گند صاف کر لیں پھر کسی اور سے بات کریں۔

ثانیاً: اس مسئلہ میں اہلسنت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ خود سادات احناف میں بھی اختلاف ہے۔وہابی اسمعیلی ساجد خان ہو یا احمدی ابوایوب پہلے اس کا جواب دیں پھر ہم سے بھی جواب لے لیں۔

ثالثاً: ہم وہابیہ اسمعیلیہ کو اسی کے گھر کے اصول بتا دیتے ہیں جس سے وہی کچھ ثابت ہوگا جس پر وہابیہ اسمعیلیہ فتوے لگا رہے ہیں۔

ہم ماقبل میں حوالے دے چکے جن میں صراحت کے ساتھ امام اعظم کا موقف بیان کیا گیا ہے۔امام اعظم علیہ الرحمۃ وہی بیان فرما رہے ہیں جس پر اہلسنت کا عمل ہے۔

امام اعظم کے قول پر عمل کے بارے میں وہابی اسمعیلی ابوایوب کے استاذ جی وہابی دربھنگوی اور گالیوں میں ٹانڈوی کا ثانی زرولی لکھتا ہے:

(۱)......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں گے اور امام کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔

(۲)......فتویٰ اور عمل صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا۔
(۳)......امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں۔
(۴) اگرچہ مشائخ حنفیہ، صاحبین کے قول پر فتویٰ بھی دے چکے ہوں تب بھی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا نام اجتہاد ہے۔
(۵)......جب امام کے قول کے سامنے سب کے اقوال مرجوح ہیں اور ان پر فتویٰ اور عمل منع ہے تو مشائخ حنفیہ کے قول پر امام صاحب کا مذہب چھوڑنا جائز نہیں ہے۔
(۶)......فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔
(۷)......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی اس لیے محقق ابن ہمام نے بعض ان مشائخ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقابلے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (مجموعہ احسن الرسائل، جلد اول، ص، ۱۴۸، احسنی کتب خانہ)

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور احمدی اسمٰعیلی ابوایوب دوسروں کو اصول سکھانے کے بجائے یا دوسروں کو ان کے علماء کے اقوال دکھانے کے بجائے خود اپنے ہی علماء بلکہ اپنے استاد جی کے قول پر عمل کرلے وہابی اسمٰعیلی ابوایوب نے اِدھر کی عبارات اُدھر اور اُدھر کی عبارات اِدھر مار کر جو کھیل کھیلا ہے ہم ان شاء اللہ اس کو اسی کے کھیل میں اس طرح غرق کریں گے کہ یہ ساری زندگی منہ چھپاتا پھرے گا پر جواب کوئی نہیں دے گا۔ ہاں وہابیہ کے پاس ان کے وہابی اسمٰعیلی اکابرین والی عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی، یہ جب بھی کچھ جواب دیں گے تو اسی پر عمل کریں گے۔ بہرحال وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کا استاذ گالی باز زرولی خان کے اصول کے مطابق ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں گے'' وہابی اسمٰعیلی ہماری نہ مانے پر اپنے باپ ہی کی مان لے اور اسی پر عمل کرے جو امام اعظم علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کیونکہ امام صاحب کے قول کی موجودگی میں باقی اقوال ساقط ہیں۔ اسی طرح وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کے استاد نے لکھا کہ ''فتویٰ اور عمل صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا'' اب وہابی اسمٰعیلی امام اعظم کے فتوے پر عمل کر کے دکھائے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کروائے۔ وہابی اسمٰعیلی کا باپ زرولی اس کی نیّا غرق کرتے ہوئے کہتا ہے'' امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں'' لو جی وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کی ساری ہوا اس کے استاد جی نے نکال دی اور ایسی بات کر دی کے وہابی اسمٰعیلی ابوایوب کی ساری ہی نسلیں غرق ہو جائیں گی پر مانے گا نہیں وہابی اسمٰعیلی احمدی کا استاد کہہ رہا ہے کہ جن اقوال پر وہابیہ اسمٰعیلیہ عمل کر رہے ہیں امام اعظم کا قول چھوڑ کر ان کے لئے اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ وہابی اسمٰعیلی ابوایوب دوسروں کو تو اصول سکھا رہا تھا یہ اسی کے گھر کا اصول ہے لہٰذا پہلے خود اس پر عمل کرلے اور فتوی دے دے پھر ہم سے بات کرے۔ اسی طرح زرولی ابوایوب کی تمام لایعنی تاویلات کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے ''فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے'' لیجئے وہابیت اسمٰعیلیت پر زرولی نے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی قیامت برپا کر دی۔ وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور احمدی ابوایوب اپنے اس باپ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے اقامت کے وقت حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہونے کو واجب قرار دے دیں ورنہ دوسروں کے بارے میں بک بک کرنا بند کرے۔

قارئین! وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اور ابوایوب کی لایعنی باتوں کا جواب صرف زرولی سے ہی ہو جاتا ہے لیکن ہم ان کو مریدان کے گھر تک پہنچا کر آتے ہیں۔

لفظ ''ینبغی'' اور سادات احناف کا قول

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے بہت سادات احناف کی گردان سنائی ہے لیکن خود یہ ہر بار سادات احناف سے بھاگا ہے۔اور اس بار بھی اس نے ایسا ہی کرنا ہے۔ایک اور اصول بھی دیکھیے۔

وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کے ممدوح علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

لفظ ینبغی فی عرف المتئاخرین غلب استعماله فی المندوبات واما فی عرف القدماء فاستعماله فیه اعم حتی یشمل الواجب ایضا کذا فی رد المحتار وحواشی الاشباه۔متاخرین کے عرف میں ''ینبغی'' کا استعمال زیادتر مندوب اور پسندیدہ کاموں کے لئے ہوتا ہے۔لیکن متقدمین کے عرف میں اس لفظ کا استعمال اس سے عام معنی کے لئے ہے یہاں تک کہ یہ واجب کو بھی شامل ہے۔اسی طرح ردالمحتار اور غمز العیون میں ہے۔(عمدة الرعایة حاشیہ شرح الوقایہ، جلد ۱ ص ۸۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

''الفضل ما شهدت به الاعداء''

امام محمد علیہ الرحمۃ نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حوالے سے جو لکھا ہے وہ عبارت ایک بار پھر پڑھ لیجئے تا کہ آپ کو آنے والی بات سمجھنا آسان ہو جائے۔امام محمد نے اس عبارت میں ''ینبغی'' کا لفظ لکھا ہے اور علامہ عبدالحی لکھنوی اور دیگر سادات احناف کا اصول لفظ ''ینبغی'' کے حوالے سے آپ پڑھ چکے اب اس پر ابوایوب کا اپنا تبصرہ بھی دیکھ لیجئے۔**وہابی اسمٰعیلی ابو یوب لکھتا ہے:**

واجب قرار دینے کے لئے ایک اور حوالہ سنئے مولوی ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: اسی طرح صاف اور صریح روایت کتاب الآثار میں بھی ہے۔قال أخبرنا أبو حنیفة قال حدثنا طلحة بن مطرف عن ابراهیم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا قال محمد وبه ناخذ وهو قول أبی حنیفة۔امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ نے خبر دی۔انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہیے کہ کھڑے ہو جائیں پس صف درست کریں۔امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔امام محمد کے الفاظ دونوں حدیثوں میں ''ینبغی'' ہیں اور ہر علم والا جانتا ہے کہ لفظ ''ینبغی'' متاخرین کے محاورہ وعرف میں مندوبات میں زیادہ استعال ہوتا ہے اور متقدمین کے محاورہ وعرف میں اس کا استعمال عام ہے جو واجب تک کو شامل ہے۔**کہنا یہ چاہتے ہیں بہاری صاحب کہ یہ واجب ہے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا۔**(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۰۸، جمعیۃ وہابیہ اسمٰعیلیہ)

علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے کہیں بھی اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو واجب قرار نہیں دیا آپ نے امام اعظم کا قول بیان کرنے کے بعد سادات احناف کا یہ حوالہ بیان کیا ہے جس سے استدلال خود وہابی اسمٰعیلی ابوایوب نے کیا ہے اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا واجب ہے۔اب سادات احناف کی رٹ لگانے والا اور ہمیں سادات احناف کی گردان سنانے والا وہابی اسمٰعیلی ابوایوب خود سادات احناف کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو واجب قرار دے ورنہ دوسروں پر بکواس کرنے سے باز آئے۔

سادات احناف کے حوالے، اقامت کھڑے ہوکر سننا مکروہ ہے

(۱)امام یوسف بن عمر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ له الانتظار والقیام ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن قوله :حی علی الفلاح۔۔

جب کوئی شخص اقامت کے وقت آیا تو اس کے لئے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بیٹھ جائے اور جب موذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہوجائے۔ (جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر الامام القدوری، جلد ۱، ص ۱۰۳، دارالکتب پشاور)

(۲)بقول وہابیہ اسمعیلیہ پانچ سو علماء احناف کے مصدقہ فتاوی میں لکھا ہے:

واذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح کذا فی المضمرات۔۔

ایک شخص اقامت کے وقت مسجد میں آیا تو اس کو کھڑے رہ کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اس کو چاہیے کہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تب وہ کھڑا ہو۔ اسی طرح مضمرات میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۱، ص ۶۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳)علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ۔

ایک شخص مسجد میں ایسے وقت آیا کہ مکبر تکبیر کہہ رہا ہے تو وہ بیٹھ جائے جب تک امام اپنے مصلی پر کھڑا نہ ہو یہ بھی کھڑا نہ ہو۔

(۴)اس پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ویکرہ له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح۔

اس کے لئے نماز کا کھڑے کھڑے انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، جلد ۲، ص ۸۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۵)علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

واذا اخذ الموذن فی الاقامة ودخل رجل فی المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائما فانه مکروہ کما فی المضمرات قهستانی ویفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة والناس عنه غافلون۔۔

اور جب موذن نے تکبیر شروع کی اور ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے کھڑے نماز کا انتظار نہ کرے یہ مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے یہی قہستانی نے کہا اور اسی سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع تکبیر سے کھڑا ہوجانا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲۷۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۶)شمس الدین محمد قہستانی لکھتے ہیں:

وفی الکلام ایماء خفی الی انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة قعد لکراهة القیام والانتظار کما فی المضمرات۔

اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر کہنے کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے۔ اس لئے کہ

کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔ (جامع الرموز، جلد ا، ص ۱۲۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۷) ممدوح وہابیہ اسمعیلیہ علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

ویقوم الامام و القوم ای من مواضعهم الی الصف وفیه اشارة الی انه اذا دخل المسجد یکره له انتظار الصلاة قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح وبه صرح فی جامع المضمرات۔

امام اور قوم اپنی جگہ سے صف میں کھڑے ہوں۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو کھڑے کھڑے نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر وہ حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑا ہو۔

(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ، جلد ۲، ص ۴۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسروں کو سادات احناف کی گردان سنانے والوں کو ہم نے سادات احناف ہی کے حوالے بیان کر دیئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ خود سادات احناف کے ان اقوال پر کتنا عمل کرتے ہیں۔

بقیہ وہابی ساجد خان نے وہابی اسمعیلی ابوایوب کا جو مضمون نقل کیا ہے اس میں اس نے ادھر ادھر کی عبارات سے دھوکہ دینے کی کوشش کی لیکن ہم نے سادات احناف ہی کے حوالے آپ کے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن میں واضح لکھا ہے کہ "یکره له الانتظار و القیام" "یکره له الانتظار قائما" "لکراهة القیام و الانتظار" "فانه مکروه" اب وہابی اسمعیلی ساجد خان اور ابوایوب اپنی وہابی اسمعیلی شریعت کا مطالعہ کریں اور مطلقا مکروہ سے کیا مراد ہوتی ہے وہ سب کو بیان کر دیں۔ ہماری مرتبہ تو ان کو بہت یاد آ رہے تھے لیکن اب سب کچھ بھول گئے ہوں گے۔ چلیں ہم ان کو انہی کی وہابی شریعت کا ابھی صرف ایک ہی جاندار حوالہ بیان کر دیتے ہیں اگر ان کی وہابیت اسمعیلیت کو آرام نہ ملا تو اور بھی حوالے بیان کئے جائیں گے۔

چنانچہ رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

اور واضح ہو کہ یہاں سکونت مدینہ منورہ کو مطلقا مکروہ کہا گیا ہے۔ اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک جب لفظ مکروہ معاملات میں مطلقا استعمال ہوتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔ (چہل مسئلہ، ص ۲۱، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

جو دوسروں کو اصول سمجھا رہے تھے اور اِدھر کی عبارات اُدھر اور اُدھر کی عبارات اِدھر مار رہے تھے خود وہی کچھ انہی کے گھر سے برآمد ہو گیا جس کی وجہ سے وہ دوسروں کو مطعون کر رہے تھے۔ میں وہابیہ زمانہ سے کہتا ہوں کہ پہلے خود اپنے گھر کی وہابی اسمعیلی احمدی شریعت کے اصولوں اور عبارات کا مطالعہ تو کر لو اور اس پر عمل تو کر لو پھر کسی اور سے کہو۔ چلیں ہم اب ہی دیکھ لیں گے کہ وہابیہ اسمعیلیہ اپنے گھر کے اصولوں پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں ابھی بھی یقین کامل ہے کہ انہوں نے عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی میں اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی طرح ایوارڈ حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو ہی کوسنا ہے اور خود عمل نہیں کرنا۔

وہابیہ اسمعیلیہ کچھ غیرت کریں

وہابیہ اسمعیلیہ کی غیرت اس وقت جاگتی ہے جب اہلسنت پر فتوے لگانے ہوتے ہیں اور ان کو سادات احناف کی بھی اسی وقت ہی یاد آتی ہے جب انہوں نے اہلسنت کے خلاف زہر اگلنا ہوتا ہے۔ ورنہ ان کی غیرت ۲۴ گھنٹے سمندر میں غرق رہتی ہے اور سادات احناف کی باتوں کو ماننا نہ تو ان کے وہابی اسمعیلی آباء کا کام تھا اور نہ ہی ان کا کام ہے۔ ہماری اس کتاب میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن یہاں بھی ایک عرض کر دیتا ہوں۔

(۱) علامہ سراج الدین علی بن عثمان الحنفی (المتوفی ۵۶۹ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

دخل المسجد وھو یقیم یقعد ولا یقف قائما۔

کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ مؤذن تکبیر کہہ رہا ہے تو یہ آنے والا شخص بیٹھ جائے اور کھڑا نہ رہے۔

(الفتاوی السراجیہ، ص ۵۵، زمزم پبلیشر کراچی)

فتاوی سراجیہ وہ ہے جس کے حوالے خود وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دیئے ہیں۔ بالخصوص جب بھی دعا بعد الجنازہ پر کلام ہوتا ہے تو وہابیہ اسمعیلیہ فتاوی سراجیہ سے "لایقوم الدعاء" کے الفاظ ڈھونڈ کر لے آتے ہیں اور اپنی سمندر میں غرق شدہ غیرت کو بھی پکارتے ہیں اور فتوے پر فتوے دیتے چلے جاتے ہیں کبھی ناجائز کبھی مکروہ کبھی بدعت اور کبھی کچھ اور۔ لیکن ان وہابیہ اسمعیلیہ کو یہ یاد نہیں آتا کہ جنہوں نے "لایقوم بالدعاء" لکھا ہے انہوں نے ہی "لایقف قائما" بھی لکھا ہے وہاں تو اتنا زور اور فتوے اور یہاں موت کیوں؟ اور وہ غیرت پھر سے سمندر میں غرق کیوں؟ یہاں بھی وہی کچھ فتوے لگائیں۔ یہ فرق کیوں ہے؟

(۲) علامہ محمد بن محمد الکردی الحنفی البزازی (المتوفی ۸۲۷ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

دخل المسجد وھو یقیم یقعد ولا یقف قائما الی وقت الشروع۔

کوئی شخص مسجد میں آئے اور موذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے اور نماز شروع ہونے تک کھڑا نہ ہو۔ (الفتاوی البزازیہ، جلد ۱، ص ۲۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

فتاوی بزازیہ کے بھی حوالے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے دیئے ہیں لیکن یہاں اس کی غیرت دار العلوم کی چارپائی کے نیچے دفن ہو گئی ہے۔ اور یہاں اس کو "لایقف قائما" کے الفاظ نظر نہیں آئے۔

(۳) الامام الفقیہ ظہیر الدین بن عبدالرشید الحنفی (المتوفی ۵۴۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

رجل دخل المسجد والمؤذن یقیم ینبغی له ان یقعد ولا یمکث قائما لان ھذا لیس اوان الشروع فی الصلاۃ۔۔

کوئی شخص مسجد میں آئے اور موذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے اور کھڑا نہ رہے کیونکہ یہ نماز شروع کرنے کا وقت نہیں ہے۔۔

(الفتاوی الولوالجیۃ، جلد ۱، ص ۷۱، ۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ ایک اور حوالہ ہے وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کے وہابی اسمعیلی آباء یہاں بھی کچھ بکیں جو لایقوم جیسے الفاظ سے بدعت کی گرادن پکڑ لیتے ہیں۔

اسمعیلی ابوایوب کچھ پڑھ لے

وہابی اسمعیلی ابوایوب لکھتا ہے:

خلاصۃ البحث یہ ہے کہ ایک مستحب کام کو واجب قرار دیا گیا کتب فتاوی ومتون میں مستحب تو قرار دیا گیا ہے مگر کسی نے بھی واجب قرار نہیں دیا۔ (بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص ۱۰۹، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

اہلسنت نے کسی بھی مستحب کام کو واجب قرار نہیں دیا بلکہ سادات احناف نے جو کچھ لکھا ہے اسی کو بیان کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ باقی وہابی اسمعیلی کا یہ کہنا کہ کسی نے واجب قرار نہیں دیا تو ہم اس کو بتاتے ہیں کہ سادات احناف نے کیا بیان کیا ہے۔

علامہ ظہیر الدین بن عبد الرشید الحنفی علیہ الرحمۃ وہابیت اسمعیلیت کی نیّا غرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویجب علی القوم ان یقوموا فی الصف اذا کان الامام معھم اذاقال المؤذن حی علی الصلاۃ لانه حث علی القیام للصلاۃ۔۔

اور جب امام، مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہوتو مقتدیوں کا اس وقت صف بندی کرنا ضروری ہے جب مکبر حی علی الصلاۃ کہے کیونکہ یہ نماز کے لئے کھڑے ہونے پر ابھارنا ہے۔ (الفتاوی الولوالجیۃ، جلد ا ص ۷۱، ۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہم کیا کہتے ہیں اور کیا مانتے ہیں وہ سب کچھ ہمارے معتبر و مستند علماء نے لکھ دیا ہے لیکن وہابیہ اسمعیلیہ کچھ شرم کریں اور یہاں بھی کوئی دو چار فتوے لگائیں ورنہ اپنی منحوس شکل کہیں اور لے جائیں۔

وہابی اسمعیلی اپنے گھر کی خبر لے

جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کی غیرت اہلسنت کو دیکھ کر ہی جاگتی ہے ورنہ بھنگ پی کر ٹُن رہتی ہے۔ یہاں بھی یہی کچھ ہوا ہے وہابی اسمعیلی ابوایوب نے اِدھر اُدھر کی مار کر یہ کہا کہ کون کون فتوے کی زد میں آرہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں اسی کے گھر کے کچھ حوالے بیان کر دیتا ہوں اور وہابی اسمعیلی ساجد خان وابوایوب کو کہتا ہوں کہ یہاں بھی وہی غیرت دکھائے اور کہے کہ کن کن پر فتوے لگ رہے ہیں۔

وہابی اسمعیلی سلیمان منصور پوری لکھتا ہے:

اور اگر امام پہلے ہی سے صف میں موجود ہو (اور صفیں بھی سب درست ہوں) اور اقامت کا وقت ہو جائے تو اس خاص صورت میں مکبر کی اقامت سے پہلے کسی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ جب مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے تو امام سمیت پوری جماعت کھڑی ہو جائے، کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح سے تاخیر کرنا اور اس کے بعد تک بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔

(کتاب النوازل، جلد ۳، ص ۳۶۱، دار الاشاعت کراچی)

اولاً: تو وہابیہ اسمعیلیہ یہ بتائیں کہ ''اور صفیں بھی سب درست ہوں'' یہ قید کس حنفی عالم نے بیان کی ہے۔

ثانیاً: باقی ہم بیان کر چکے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔ یہاں وہابی اسمعیلی سلیمان نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے جس سے وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول کے مطابق مکروہ تحریمی مراد ہوگی، وہابیہ اسمعیلیہ کا امام موجود ہوتا ہے اس کے باوجود بھی سب وہابی اسمعیلی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح مکروہ تحریمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ثالثاً: وہابی اسمعیلی سلیمان نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد بیٹھا رہنا مکروہ ہے اس سے بھی مکروہ تحریمی وہابی اصول سے مراد ہوگی وہابی اسمعیلی ساجد خان ابوایوب اس کا اقرار کریں پھر ہم بتائیں گے کہ اس فتوے کی زد میں کون کون آرہے ہیں۔

قارئین! ہمارے پاس حوالے اور بھی ہیں ابھی انہیں پر اکتفا کرتے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان اور ابوایوب کو ہم نے اسی کے گھر کے اصول بتا دیئے ہیں ان پر عمل کریں اور اس طرح کی خباثت سے باز آئیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان جواب دے

کیونکہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی مزعومہ کتاب کے آخر میں دار دیو کے فتوے بھی لگائے ہیں اس کے جواب میں ہم بھی یہ رسالہ پیش کر رہے ہیں وہابی اسمعیلی ساجد خان اور ابوایوب ادھر ادھر کی مارنے کے بجائے اس کا مکمل سادات احناف سے ہی جواب

دے دیں ورنہ خاموشی میں ہی ان کی بھلائی ہے۔

ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

تنویر المصباح للقیام عند حی علی الفلاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت کی نماز میں امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ مذہب احناف کیا ہے۔ مدلل ارشاد ہو۔ (محمد سلیمان قادری)

الجواب: اس مسئلہ کی متعدد صورتیں ہیں اور سب کا حکم جدا ہے۔ اس لیے بالتفصیل جواب دینا مناسب ہے۔ فاقول و باللہِ التوفیق۔

شکل اول: امام اور مکبر دونوں ایک ہی شخص ہے اور امام نے مسجد میں آ کر تکبیر شروع کی تو جب تک تکبیر پوری ختم نہ ہوجائے مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں کوئی کھڑا نہ ہو۔

(۱) درمختار میں ہے: اذا اقام الامام بنفسه فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامته ظهیریة۔ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ امام جب بذات خاص مسجد میں اقامت کہے تو مقتدی نہ کھڑے ہوں یہاں تک کہ اقامت ختم کرلے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: و ان کان الموذن و الامام واحدا فان اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون مالم یفرغ من الاقامة۔ اگر امام اور مؤذن ایک ہی شخص ہو تو اگر اقامت مسجد میں شروع کی تو مقتدی نہ کھڑے ہوں جب تک امام اقامت سے فارغ نہ ہوجائے۔

(۳) فتح اللہ المعین حاشیہ کنز ملا مسکین میں ہے: هذا اذا کان المؤذن غیر الامام و ان اتحدوا قام فی المسجد اجمعوا ان القوم لا یقومون مالم یفرغ من الاقامة۔ (حی علی الفلاح) پر کھڑا ہونا اس وقت ہے جب امام اور مؤذن دو شخص ہوں اور اگر امام اور مؤذن ایک ہی شخص ہو تو اجماع ہے کہ مقتدی نہ کھڑے ہوں جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے۔

اس تصریح سے ان لوگوں کی بھی غلطی ظاہر ہوگئی جو کہتے ہیں کہ ہم امام ومکبر کی اتباع میں کھڑے ہوتے ہیں کہ تکبیر کہنے والا امام اور مکبر تو کھڑا ہو اور ہم بیٹھے رہیں، یہ خلاف تعظیم مکبر ہے اس لئے ہم مکبر کی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ جدت اور اجتہاد محض تصریحات فقہائے کرام کے بلکل خلاف ہے۔

(۴) جامع الرموز میں ہے: لو کان الامام موذنا لم یقم القوم الا عند الفراغ و هذا اذا اقام فی المسجد۔ اگر امام خود مکبر ہو تو جب مسجد میں آ کر تکبیر کہنی شروع کرے تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے۔

(۵) بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: هذا کله اذا کان المؤذن غیر الامام فان کان واحدا و اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون حتی یفرغ من الاقامة یہ (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا) اس وقت ہے جب موذن امام کے سوا دوسرا شخص ہو اور اگر امام اور مؤذن ایک ہی شخص ہو اور اقامت مسجد میں کہہ رہا ہے تو جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہوجائے مقتدی کھڑے نہ ہوں۔

(۶) ملتقی الابحر اور اس کی شرح (۷) مجمع الانہر میں ہے: وفی القهستانی نقلا عن المحیط۔ لو کان الامام موذنا

لم یقم القوم الا عند الفراغ۔ اگر امام ہی مکبر ہو تو جب تک تکبیر ختم نہ ہو جائے مقتدی کھڑے نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

شکل دوم: امام اور مکبر ایک ہی شخص ہے اور امام نے مسجد میں پہنچنے سے قبل ہی تکبیر شروع کر دی تو تمام مشائخ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں۔ کوئی کھڑا نہ ہو جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو۔

(۱) جامع الرموز میں ہے: والا فقد قاموا اذا دخله کما فی المحیط۔ اور اگر امام نے اقامت مسجد میں آ کر نہیں شروع کی بلکہ مسجد میں داخل ہونے سے قبل ہی شروع کر دی تھی تو جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو کوئی بھی کھڑا نہ ہو۔ جب امام مسجد میں داخل ہو جائے تو لوگ کھڑے ہوں اور ایسا ہی محیط میں ہے۔

(۲) فتح اللہ المعین میں ہے: وان خارجه قام کل صف ینتهی الیه الامام۔ اگر امام اور موذن دونوں ایک ہی شخص ہو اور امام نے مسجد سے باہر ہی تکبیر شروع کر دی تو جس جس صف کے سامنے سے امام گزرتا جائے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

(۳) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: وان اقام خارج المسجد فمشائخنا اتفقوا علی انهم لا یقومون مالم یدخل الامام فی المسجد۔ اگر امام و مؤذن دونوں ایک ہی شخص ہو اور امام نے مسجد سے باہر ہی تکبیر کہنی شروع کر دی تو مقتدی اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو۔

(۴) درمختار میں ہے: وان خارجه قام کل صف ینتهی الیه بحر۔ اگر امام نے تکبیر خارج مسجد ہی سے شروع کر دی تو جیسے جیسے صفوں کے سامنے امام آتا جائے وہ لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔ یہ بحر الرائق میں ہے۔ واللہ اعلم۔

شکل سوم: امام اور مؤذن دو شخص ہیں اور تکبیر کے وقت امام مسجد میں موجود نہیں باہر ہے اور جانب قبلہ سے مسجد میں آ رہا ہے تو نہ تکبیر شروع ہوتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں نہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے بلکہ جب مقتدی امام کو دیکھ لیں اس وقت کھڑے ہوں۔

(۱) عینی شرح بخاری و (۲) فتح الباری شرح بخاری میں ہے: واذا لم یکن الامام فی المسجد فذهب الجمهور الی انهم لا یقومون حتی یروه۔ تکبیر شروع ہوئی اور امام مسجد میں نہیں تو جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ مقتدی جس وقت تک امام کو دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں۔"

اور یہی حدیث (۳) بخاری و (۴) مسلم شریف سے ثابت ہے: عن ابی قتادة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلاة فلا تقوموا حتی ترونی۔ جب اقامت کہی جائے (اور میں مسجد میں موجود نہ ہوں) تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔ یہ مذہب متفق علیہ تمام ائمہ و علماء کا ہے"۔

(۵) التعلیق المجد میں ہے: وقال ابو حنیفة واصحابه إذا لم یکن معهم الامام فی المسجد فانهم لا یقومون حتی یروا الامام لحدیث ابی قتادة عن النبی صلی الله علیه وسلم إذا اقیمت الصلاة فلا تقوموا حتی ترونی وهو قول الشافعی وداؤد۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں نے فرمایا کہ جب مقتدی کے ساتھ امام مسجد میں نہ ہو تو مقتدی نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں بوجہ حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اقامت کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ تم مجھ کو دیکھ لو اور یہی قول شافعی اور داؤد کا ہے"۔

(۶) درمختار میں ہے: وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم علیهم۔ تکبیر کے وقت امام مسجد میں نہیں ہے،

باہر سے آگے کی طرف سے آ رہا ہے تو جس وقت لوگوں کی نگاہ امام پر پڑے اس وقت کھڑے ہوں"۔

(۷) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: و ان کان الامام دخل المسجد من قدامهم یقومون کما راؤا الامام۔ اور اگر امام مسجد میں آگے کی طرف سے داخل ہوا تو جیسے لوگ امام کو دیکھیں کھڑے ہو جائیں"۔

(۸) بدائع الصنائع میں ہے: فان کان خارج المسجد لا یقومون مالم یحضر لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوموا فی الصف حتی ترونی خرجت "و روی عن علی رضی اللہ عنہ "انه دخل المسجد فرای الناس قیاما ینتظرونه فقال مالی اراکم سامدین ای واقفین متحیرین ولان القیام لاجل الصلاۃ ولا یمکن اداء ھا بدون الامام فلم یکن القیام مفیدا ثم ان دخل الامام من قدام الصفوف فکما راوه قاموا لانه کما دخل المسجد قام مقام الامامۃ۔

پھر اگر امام مسجد سے باہر ہو تو جب تک امام حاضر نہ ہو اس وقت تک مقتدی کھڑے نہ ہوں بوجہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مت کھڑے ہو صف میں یہاں تک کہ تم مجھ کو دیکھ لو کہ میں نماز کے لئے نکلا ہوں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں کو کھڑے ہوئے انتظار کرتے پایا تو فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو متحیر پاتا ہوں۔

اس لیے بھی کہ کھڑا ہونا نماز کے لیے ہے اور نماز کا ادا کرنا بغیر امام کے نہیں ہو سکتا تو کھڑا ہونا مفید نہ ہوگا پھر اگر امام صفوں کے آگے سے مسجد میں داخل ہو تو جیسے ہی لوگ امام کو دیکھیں کھڑے ہو جائیں اس لیے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوگا امامت کی جگہ کھڑا ہوگا۔

(۹) تبیین الحقائق و شرنبلالیہ میں ہے: دخل من قدام وقفوا حین یقع بصرهم علیه۔ اگر امام مسجد میں آگے کی جانب سے داخل ہو تو جس وقت مقتدیوں کی نگاہ امام پر پڑے لوگ کھڑے ہو جائیں۔ ھکذا فی فتح اللہ المعین و الخلاصۃ و الطحطاوی علی مراقی الفلاح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شکل چہارم: امام ومؤذن دو شخص ہیں اور تکبیر کے وقت امام مسجد میں موجود نہیں اور مسجد میں پورب کی طرف (خلاف جانب قبلہ) سے آ رہا ہے تو جس جس صف کے آگے گزرے گا وہ لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔ تکبیر شروع ہوتے ہی یا حی علی الفلاح پر پہنچنے کے وقت سب کو کھڑا ہونے کا حکم نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے: والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر۔ ورنہ ظاہر تر یہ ہے کہ جس جس صف تک امام پہنچتا جائے اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔

(۲) ردالمحتار میں علامہ شامی فرماتے ہیں: قوله والا ای وان لم یکن الامام بقرب المحراب بان کان فی موضع آخر من المسجد او خارجه ودخل من خلف۔ اور اگر امام محراب کے قریب نہ ہو یعنی مسجد ہی میں کسی دوسری جگہ ہے یا مسجد سے خارج ہے اور غیر قبلہ کی جانب سے آ رہا ہے تو جس جس صف کے آگے امام گزرتا جائے گا وہ صف کھڑی ہوگی۔ (۳) ایسا ہی علامہ حلبی شارح درمختار نے تحریر فرمایا۔

(۴) فتاوی ہندیہ میں ہے: فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل من قبل الصفوف فکما جاوز صفا قام ذالك الصف و الیه مال شمس الائمه الحلوانی والسرخسی وخواهر زاده۔ لیکن امام جب مسجد کے باہر ہو تو وہ اگر صفوں کی جانب سے اندر آئے تو جس صف سے گزرے اس صف کے لوگ کھڑے ہو جائیں اسی کی طرف شمس الائمہ حلوائی

اور سرخسی اور خواھرزادہ کا میلان ہے۔

(۵) بدائع الصنائع میں ہے: وان دخل من وراء الصفوف فالصحیح انه کلما جاوز صفا قام ذالك الصف لانه صار بحال لو اقتدوا به جاز فصار فی حقهم کانه اخذ مکانه۔ اور اگر مسجد میں صفوں کی جانب سے امام داخل ہو تو قول صحیح یہی ہے کہ جس جس صف کے آگے بڑھے گا وہ صف کھڑی ہوتی جائے گی۔ کیونکہ امام اس صف کے لئے ایسی حالت میں ہے کہ اگر وہ لوگ اس کی اقتدا کریں تو جائز ہے تو ان کے حق میں ایسا ہوا کہ وہ اپنی جگہ یعنی محراب میں پہنچ گیا۔

(۶) تبیین الحقائق میں ہے: وان لم یکن الامام حاضرًا لا یقومون حتی یصل الیهم ویقف مکانه فی روایة وفی اخرٰی اذا اختلط بهم وقیل یقوم کل صف ینتهی الیه الامام وهو الاظهر۔ اور اگر امام مسجد میں موجود نہ ہو تو جب تک وہ پہنچ نہ لے اور اپنی جگہ کھڑا نہ ہو جائے، مقتدی سب بیٹھے رہیں کوئی کھڑا نہ ہو۔ ایک روایت یہ ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب باہر سے آکر مقتدیوں میں مل جائے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس جس صف تک امام پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

(۷) شرنبلالیہ میں ہے: والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر۔ اگر امام مسجد میں نہ ہو اور صف کی طرف سے امامت کے لئے آ رہا ہے تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس جس صف سے آگے بڑھے وہ صف کھڑی ہو جائے۔

(۸) فتح اللہ المعین میں ہے: فان لم یکن وقف کل صف انتهی الیه الامام علی الأصح خلاصه وفی الزیلعی وهو الاظهر۔ پس اگر امام مسجد میں نہ ہو اور صف کی طرف سے آ رہا ہے تو جس جس صف تک پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے یہی اصح قول ہے۔ یہ خلاصہ میں ہے اور زیلعی میں ہے کہ یہ اظہر ہے۔

(۱۱) بحر الرائق میں ہے: والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر۔ اگر امام مسجد میں نہ ہو تو جس صف تک امام پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے یہی اظہر ہے۔

(۱۲) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح: قوله یقوم کل صف الخ وفی عبارة بعضهم فکلما جاوز صفا قام ذلك الصف۔ بعض فقہاء کی عبارت یہ ہے کہ جس صف سے امام آگے بڑھے وہ صف کھڑی ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

شکل پنجم: امام محراب کے قریب مسجد میں موجود ہے مقتدی بھی موجود ہیں تکبیر شروع ہو چلی بعض مقتدی مسجد میں اس وقت داخل ہوئے تو ان کو حکم ہے کہ بیٹھ جائیں اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تب کھڑے ہوں۔ اس لئے کہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔

(۱) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: واذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح کذا فی (۲) المضمرات۔ ایک شخص اقامت کے وقت مسجد میں آیا تو اس کو کھڑے رہ کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اس کو چاہیے کہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تب وہ کھڑا ہو۔ اسی طرح مضمرات میں ہے۔

(۳) درمختار میں ہے: دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاه۔ ایک شخص مسجد میں ایسے وقت آیا کہ مکبر تکبیر کہہ رہا ہے تو وہ بیٹھ جائے جب تک امام اپنے مصلی پر کھڑا نہ ہو یہ بھی کھڑا نہ ہو۔

(۴) ردالمختار میں ہے: ویکره له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح۔ اس کے لئے نماز کا کھڑے کھڑے انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔

(۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: واذا اخذ الموذن فی الاقامة ودخل رجل فی المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائما فانه مکروه کما فی المضمرات (۶) قهستانی ویفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة و الناس عنه غافلون۔۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں اور جب موذن نے تکبیر شروع کی اور ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے کھڑے نماز کا انتظار نہ کرے یہ مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے یہ قهستانی نے کہا اور اسی سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع تکبیر سے کھڑا ہو جانا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

(۷) وقایہ و(۸) جامع الرموز میں ہے: وفی الکلام ایماء الی انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة یقعد لکراهة القیام و الانتظار کما فی المضمرات۔ اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر کہنے کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے۔ اس لئے کہ کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

(۹) فتاوی بزازیہ میں ہے: دخل المسجد و هو یقیم یقعد ولا یقف قائما۔ کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور مؤذن تکبیر کہہ رہا ہے تو یہ آنے والا شخص بیٹھ جائے اور کھڑا نہ رہے۔

(۱۰) عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے: ویقوم الامام و القوم ای من مواضعهم الی الصف وفیه اشارة الی انه اذا دخل المسجد یکره له الانتظار قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح و به صرح فی جامع المضمرات۔۔ امام اور قوم اپنی جگہ سے صف میں کھڑے ہوں۔ اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو کھڑے کھڑے نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑا ہو۔ واللہ اعلم۔

شکل ششم: امام ومقتدی مسجد میں موجود ہیں اور موذن غیر امام ہے جو صورت عام طور پر ہوا کرتی ہے تو اس مسئلہ میں ائمہ ومجتہدین کے پانچ قول ہیں:

قول اوّل: امام شافعی، امام ابو یوسف اور ایک جماعت علماء کا یہ ہے کہ اس صورت میں امام ومقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں۔ صرف مکبر (تکبیر کہنے والا) کھڑا ہو اور تکبیر کہے۔ جب تکبیر سے فارغ ہو جائے تو تکبیر ختم ہونے کے بعد امام ومقتدی سب کھڑے ہوں۔

(۱) عینی شرح بخاری میں ہے: وقد اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوة (الی ان قال) ومذهب الشافعی وطائفة انه یستحب أن لا یقوم حتی یفرغ الموذن من الاقامة وهو قول ابی یوسف۔۔ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے کہ کس وقت لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو امام شافعی اور ایک جماعت علما کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ امام اور مقتدی کوئی بھی نہ کھڑا ہو جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اور یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(۲) قسطلانی شرح بخاری میں ہے: واختلف فی وقت القیام الی الصلاة فقال الشافعی والجمهور عند الفراغ من الاقامة وهو قول ابی یوسف۔ اور اختلاف کیا گیا ہے نماز میں کھڑے ہونے کے وقت میں تو امام شافعی اور جمہور علما نے فرمایا کہ اقامت سے فارغ ہونے کے بعد امام ومقتدی کھڑے ہوں اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے۔

(۳) نووی شرح مسلم میں ہے: واختلف العلماء من السلف فمن بعدهم متی یقوم الناس الصلوة ومتی

یکبرالامام فمذهب الشافعي وطائفة أنه يستحب أن لا يقوم احد حتى يفرغ الموذن من الاقامة ۔ علمائے سلف اوران کے بعد علماء نے اختلاف کیا ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں اور امام کس وقت تکبیر کہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت علماء کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے امام ومقتدی کوئی بھی کھڑا نہ ہو جب تک موذن تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے۔

(۴) التعلیق المجد میں ہے: قوله انه يقوم الى الصلوة اختلفوا فيه فقال الشافعي و الجمهور يقومون عند الفراغ من الاقامة و هو قول ابي يوسف ۔ یعنی علما نے نماز میں کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف کیا ہے تو امام شافعی اور جمہور کا قول یہ ہے کہ جب موذن تکبیر سے فارغ ہو جائے تب امام ومقتدی کھڑے ہوں۔ یہی قول امام ابی یوسف کا ہے۔

اس قول کی تائید حدیث فعلی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوتی ہے۔

(۵) مبسوط میں ہے: وابو يوسف احتج بحديث عمر رضي الله عنه فانه بعد فراغ الموذن من الاقامة كان يقوم في المحراب. امام ابو یوسف نے عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ وہ موذن کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔ واللہ تعالی اعلم۔

قول دوم: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ جس وقت مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے، اس وقت سب کو کھڑا ہونا چاہیے اور اسی کی تائید حدیث فعلی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوتی ہے۔ ہر علم والا جانتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو نہ صرف دو چار دن بلکہ پورے دس سال خدمت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں رہے اور حضور کے ہر فعل ہر قول کو بہت نزدیک سے غائر نگاہ سے دیکھا۔

(۱) نووی شرح مسلم میں ہے: و كان انس رضي الله عنه يقوم اذا قال الموذن قد قامت الصلوة وبه قال احمد. حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا اور یہ قول امام احمد کا ہے۔

(۲) عینی شرح بخاری میں ہے: وقال احمد اذا قال الموذن قد قامت الصلوة يقوم. امام احمد نے فرمایا کہ جب موذن قد قامت الصلوۃ کہے اس وقت سب کھڑے ہوں۔

(۳) اسی میں ہے: و كان انس رضي الله تعالى عنه يقوم اذا قال الموذن قد قامت الصلوة و كبر الامام وحكاه ابن أبي شيبة عن سويد بن غفلة و كذا قيس بن حازم و حماد. انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا اور امام تکبیر تحریمہ کہتا۔ محدث ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ اور قیس بن حازم اور حماد سے اس کو حکایت کیا۔

(۴) فتح الباری شرح بخاری میں ہے: وعن انس انه كان يقوم اذا قال الموذن قد قامت الصلوة رواه (۵) ابن المنذر و كذا رواه (۶) سعيد بن منصور من طريق ابي اسحاق عن اصحاب عبد الله. حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلاۃ کہتا۔ اس حدیث کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی طرح سعید بن منصور نے بطریق ابو اسحاق عبد اللہ سے روایت کیا۔

(۷) مصنف میں ہے: هشام يعني ابن عروة ان يقوم حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة. مصنف میں ہے: ہشام یعنی ابن عروہ بھی قد قامت الصلاۃ کہنے کے قبل کھڑے ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔

(۸) عینی میں ہے: كره هشام يعني ابن عروة أن يقوم حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة. مصنف میں

ہے کہ ہشام یعنی ابن عروہ نے مکروہ جانا کہ کوئی شخص کھڑا ہو یہاں تک کہ موذن قدقامت الصلوۃ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قول سوم: اسی کے قریب قریب امام زفر وحسن ابن زیاد کا قول ہے کہ جب موذن پہلی مرتبہ **قد قامت الصلوۃ** کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری مرتبہ کہے تو نماز شروع کر دیں۔

(۱) عینی شرح بخاری میں ہے: **وقال زفر اذا قال المؤذن قد قامت الصلوۃ مرۃ قاموا و اذا قال ثانیاً افتتحوا۔** امام زفر نے فرمایا کہ جب موذن پہلی مرتبہ قدقامت الصلاۃ کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری مرتبہ کہے تو نماز شروع کر دیں۔

(۲) بدائع الصنائع میں ہے: **وعند زفر و حسن ابن زیاد یقومون عند قوله قد قامت الصلوۃ فی المرۃ الأولی ویکبرون عند الثانیة۔** امام زفر وحسن ابن زیاد کے نزدیک پہلی مرتبہ قدقامت الصلوۃ کہنے کے وقت لوگ کھڑے ہو جائیں اور دوسری مرتبہ کہنے کے وقت تکبیر کہیں۔

(۳) ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے: **وقال الحسن بن زیاد یقومون عند قوله قدقامت الصلوۃ قاموا الی الصف واذا قال ثانیاً کبروا۔** امام حسن بن زیاد نے فرمایا کہ جب موذن پہلی مرتب قدقامت الصلوۃ کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں صف میں اور جب دوسری مرتبہ کہے تو تکبیر تحریمہ کہیں۔

(۵) جامع الرموز میں ہے: **وقال الحسن و زفر اذا قال قدقامت الصلوۃ مرۃ کما فی المحیط۔** امام حسن وزفر نے فرمایا کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ قدقامت الصلوہ کہے اس وقت کھڑے ہوں جیسا کہ محیط میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قول چہارم: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کے نزدیک کھڑے ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تحدید کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس لئے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ہر شخص کو اختیار ہے، چاہے جب کھڑا ہو۔ اس لئے کہ بعض لوگ ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور بعض بھاری بھر کم تو سب کو ایک وقت کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اکثر مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب امام مسجد میں موجود ہو تو جب تک موذن تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے لوگ کھڑے نہ ہوں۔ (یعنی جو مذہب امام شافعی اور جمہور علما اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے)۔

(۱) عون المعبود شرح ابوداود (۲) وفتح الباری شرح بخاری میں ہے: **وقال مالك فی الموطا لم اسمع فی قیام الناس حین تقام الصلوۃ بحد محدود الانی اری ذالك علی طاقة الناس فان فیهم الثقیل والخفیف و ذهب الأکثرون الی انهم اذا کان الامام معهم فی المسجد لم یقوموا حتی یفرغ من الاقامة۔** امام مالک نے مؤطا میں فرمایا کہ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں، اس کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی لیکن میں اس کو لوگوں کی قوت اور طاقت پر خیال کرتا ہوں کیونکہ نمازیوں میں بعض بوجھل ہوتے ہیں اور بعض ہلکے پھلکے اور اکثر اس طرف گئے ہیں کہ جب امام ان کے ساتھ مسجد میں ہو تو جب تک اقامت ختم نہ ہو جائے لوگ کھڑے نہ ہوں۔

(۳) عینی شرح بخاری میں ہے: **وقد اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوۃ فذهب مالك و جمهور العلماء الی أنه لیس لقیامهم حد** سلف صالحین نے اختلاف کیا ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں؟ تو امام اور جمہور علمائے مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ ان کے کھڑے ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں"۔

اسی میں ہے:ولکن استحب عامتھم القیام اذا اخذ الموذن فی الاقامۃ۔ لیکن عام علمائے مالکیہ نے مستحب سمجھا کہ جس وقت موذن تکبیر شروع کرے، اس وقت لوگ کھڑے ہوجائیں اور ایک روایت امام مالک سے ہی اسی قسم کی منقول ہے جسے امام قاضی عیاض نے ان سے نقل کیا ہے۔

(۴) نووی شرح مسلم میں ہے:ونقل القاضی عیاض بن مالک رحمہ اللہ و عامۃ العلماء انہ یستحب ان یقوموا اذا اخذ الموذن فی الاقامۃ۔ امام قاضی عیاض نے امام مالک اور علما عامہ سے ایک روایت نقل کی کہ مستحب ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن تکبیر شروع کرے۔

(۵) التعلیق الممجد شرح مؤطاامام محمد میں ہے:وعن مالک یقومون عند اولھا وفی الموطا انہ یری ذالک علی طاقۃ الناس فان فیھم الثقیل و الخفیف کذا ذکر القسطلانی اور ایک روایت امام مالک سے ہے کہ لوگ اول اقامت کے وقت کھڑے ہوں اور موطا میں ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کی طاقت پر ہے۔اس لئے کہ نمازیوں میں بعض ثقیل ہوتے ہیں اور بعض خفیف تو سب کا حکم ایک نہیں ہوسکتا۔اسی طرح علامہ قسطلانی نے ارشادالساری میں ذکر کیا۔

(۶) علامہ زرقانی مالکی شرح موطا میں تحریر فرماتے ہیں: ومن ثم اختلف السلف فی ذالک فقال مالک انی اری ذالک علی قدر طاقۃ الناس فان منھم الثقیل الخفیف ولا یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد وذھب الأکثر الی انھم اذا کان الامام معھم فی المسجد لم یقوموا حتی تفرغ الامامۃ و اذا لم یکن فی المسجد لم یقوموا حتی یروہ۔ نماز میں کس وقت کھڑا ہونا چاہیے، چونکہ اس کے متعلق کسی حدیث میں صاف حکم نہیں ہے۔اسی لئے ائمہ سلف نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا۔تو امام مالک رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس کو لوگوں کی طاقت پر رکھتا ہوں۔اس لئے کہ نمازیوں میں بعض بوجھل اور بعض ہلکے ہوتے ہیں تو وہ سب ایک شخص کی طرح نہیں ہوسکتے (سب کو ایک حکم نہیں دیا جاسکتا) اور اکثر علمائے مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب امام مسجد میں موجود ہو تو جب تک تکبیر ختم نہ ہوجائے اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں اور جب مسجد میں نہ ہو تو جب تک امام کو دیکھ نہ لیں کھڑے نہ ہوں۔ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ امام مالک اور مالکیہ کے تین قول ہیں۔

(۱) اصل مذہب اور قول امام مالک کا یہ ہے کہ اس بارے میں انہوں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔اس لئے ان کی ذاتی رائے ہے کہ اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ضعف وقوت کے اعتبار سے ہر ایک کو کھڑے ہونے کا اختیار ہے۔

(۲) ایک روایت امام مالک سے یہ ہے کہ ابتدائے اقامت ہی سے لوگ کھڑے ہوجائیں۔عام علمائے مالکیہ بموجب اسی ایک روایت کے اسی طرف گئے ہیں۔

(۳) اور اکثر علمائے مالکیہ کا یہ قول ہے کہ تکبیر ختم ہوجانے پر لوگ کھڑے ہوں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: آئمہ مجتہدین کے چار قول اوپر گزرے اور پانچواں قول امام الائمہ، مالک الازمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے متبعین عام مسلمان ہند و پاکستان اور دنیا کے مسلمانوں میں تین حصے ہیں اور جن کے مقلدین ہم سب لوگ ہیں، آئندہ مفصل ومدلل آتا ہے۔لیکن شراح بخاری نے ایک روایت سعید بن المسیب اور عمر بن عبدالعزیز سے ذکر کی ہے اور اسے ذکر کردیا جاتا ہے۔وہ یہ کہ: جب مؤذن اللہ اکبر کہے لوگ کھڑے ہوجائیں، اور جب حی علی الصلوۃ کہے صفوں کو برابر کریں اور جب لا الہ اللہ کہے تو امام تکبیر شروع کرے۔

عمدۃ القاری وفتح الباری شروح بخاری میں ہے: واللفظ للاول وعن سعید بن المسیب وعمر بن عبدالعزیز انہ اذاقال الموذن اللہ اکبر وجب القیام و أذا قال حی علی الصلواۃ أعتدلت الصفوف، واذا قال لاالہ الااللہ کبرالامام۔

لیکن ظاہر ہے کہ سعید بن المسیب یا عمر بن عبدالعزیز کوئی امام مجتہد صاحب مذہب نہیں کہ لوگ ان کے مقلد ہوں اور نہ اس قول کی تائید کسی حدیث سے ذکر کی۔ اس لئے اس کی حیثیت محض ایک ذاتی رائے کی ہے تو ائمہ کے اقوال، احادیث کے ارشاد کو چھوڑ کر اس کی آڑ پکڑ نا صرف اپنی بات کی پچ ہوگی۔ اس وجہ سے علامہ عینی نے اس کو ذکر کر کے صاف فرمایا ہے:

وذهب عامة العلماء الى انه یکبر حتی یفرغ الموذن من الاقامة۔ اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہوجائے اللہ اکبر نہ کہے امام۔ آخر مضمون کی تائید وتوکید، تصدیق وتوثیق علمائے عامہ کے قول سے فرمادی اور اللہ اکبر کہنے کے وقت قیام کرنا محض انکی ذاتی رائے تھی۔ اس لئے اس کی تصدیق کسی عالم کے قول سے نہ فرمائی۔

قول پنجم: امام الائمہ، مالک الازمہ، امام اعظم، ہمام اقدم، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور ان کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ کا ہے: جب مؤذن حی علی الصلاۃ کہے اس وقت امام ومقتدی سب کھڑے ہوں۔

(۱) عینی شرح بخاری میں ہے: وقال ابو حنیفة ومحمد یقومون فی الصف اذاقال حی علی الصلوۃ۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے فرمایا کہ جب مئوذن حی علی الصلوۃ کہے اس وقت سب لوگ صف میں کھڑے ہوجائیں۔

اور ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے کہ جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اس وقت کھڑے ہوں۔

(۲) فتح الباری شرح بخاری میں ہے: عن ابی حنیفة یقومون اذاقال حی علی الفلاح۔ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ جب مکبر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔

بعض علما نے قول اول کو راجح بتایا ہے اور بعض نے قول ثانی کو۔ اعلی حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ان دونوں قولوں میں اسی طرح تطبیق دی کہ دراصل یہ دو قول متعارض ومتخالف نہیں ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ حی علی الصلوۃ کے اختتام اور حی علی الفلاح کی ابتدا کے وقت کھڑے ہوں۔ تو ایک جماعت نے انتہا کا وقت بیان کیا اور دوسری جماعت نے ابتدا کا۔

(۳) فتاوی رضویہ میں ہے: ولا تعارض عندی بین قول الوقایة واتباعها یقومون علی الصلوۃ والمحیط والمضمرات ومن معهما عند حی علی الفلاح فانا اذا حملنا الاول علی الانتهاء والأخر علی الابتداء اتحد القولان ای یقومون حین یتم المؤذن "حی علی الصلوۃ ویاتی حی علی الفلاح"۔ میرے نزدیک وقایہ اور ان کے متبعین کے قول" یقومون عند حی علی الصلوۃ۔ (حی علی الصلوۃ کے وقت کھڑے ہوں) اور محیط اور مضمرات اور ان دونوں کے ہم خیالوں کے قول عند حی علی الفلاح میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ ہم اول یعنی حی علی الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑے ہونے کو انتہا پر حمل کریں۔ یعنی جب حی علی الصلوۃ کہہ لے اور دوسرے قول یعنی حی علی الفلاح کرنے کے وقت کھڑے ہونے کو ابتدا پر محمول کریں تو دونوں قول متحد ہوجائیں۔ آگے فرماتے ہیں: هذا ما یعطیه قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح یہ تطبیق قول مضمرات سے سمجھی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے۔

(۴) نووی شرح مسلم شریف میں ہے: قال أبو حنیفة رضی اللہ عنه والکوفیون یقومون فی الصف اذا قال

حی علی الصلوۃ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کوفہ نے فرمایا کہ مؤذن جب علی الصلوۃ کہے اس وقت سب لوگ کھڑے ہوں۔

(۵) قسطلانی میں ہے: وعن ابی حنیفه انه یقوم فی الصف عند حی علی الصلوۃ۔ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ امام صف میں حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑا ہو۔

(۶) عون المعبود شرح ابوداؤد میں ہے: وعن ابی حنیفة یقومون اذاقال حی علی الفلاح۔ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ سب لوگ حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہوں۔

(۷) بدائع الصنائع میں ہے: والجملة فيه ان المؤذن اذاقال حی علی الفلاح فان کان معھم فی المسجد یستحب للقوم ان یقوموا فی الصف اس مسئلے میں مجمل کلام یہ ہے کہ مؤذن جس وقت حی علی الفلاح کہے اگر امام ان کے ساتھ مسجد میں موجود ہے تو قوم کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس وقت صف میں کھڑے ہوں۔

(۸) تنویر الابصار میں ہے: والقیام لامام وموتم حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب۔ اگر امام محراب کے قریب موجود ہو تو امام اور مقتدیوں کے لئے اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب حی علی الفلاح کہا جائے۔

(۹) ردالمحتار میں علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: قوله حین قیل حی علی الفلاح کذافی (۱۰) الکنز و (۱۱) نورا الایضاح و (۱۲) الاصلاح و (۱۳) الظهیریة (۱۴) و البدائع وغیرها والذی فی الدرر متنا و (۱۵) شرحا عند الهیعلة الاولی حین یقال حی علی الصلوۃ۔ اه و عزاه الشیخ اسماعیل فی شرحه الی (۱۶) عیون المذاهب و (۱۷) الفیض و (۱۸) الوقایة و (۱۹) النقایه و (۲۰) الحاوی و (۲۱) المختار اه قلت واعتمدہ فی (۲۲) الملتقی وحکی الأول بقیل لکن نقل (۲۳) ابن الکمال تصحیح الاول ونص عبارته قال فی (۲۴) الذخیرة یقوم الامام والقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثه۔۔ ماتن کا یہ قول کہ امام ومقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ ایسا ہی کنز، نورالایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے۔ غرر اور اس کی شرح درر میں ہے کہ امام و مقتدی حی علی الصلاۃ کہنے کے وقت کھڑے ہوں اور شیخ اسماعیل نے اس کو شرح میں عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ حاوی اور مختار کی طرف منسوب کیا۔ میں کہتا ہوں اور اس پر متن ملتقی میں اعتماد کیا اور اول کو قیل سے تعبیر کیا۔ لیکن علامہ ابن کمال نے پہلے قول کی تصحیح کی اور ان کی عبارت یہ ہے کہ ذخیرہ میں کہا: امام اور قوم حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہوں۔ ہمارے تینوں امام، امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد کے نزدیک۔

(۲۵) مراقی الفلاح میں ہے: ومن الادب (القیام) أی قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب (حین قیل) ای وقت قول المقیم (حی علی الفلاح) لانه أمر به فیجاب۔۔ آداب ومستحبات نماز سے کھڑا ہونا امام اور قوم کا ہے، اگر امام محراب کے قریب موجود ہو جس وقت اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے، اس لئے کہ اس نے حکم کیا تو اس کی تعمیل کی جائے۔

(۲۶) طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: واذا اخذ المؤذن فی الاقامة ودخل رجل فی المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائم فانه مکروه کما فی (۲۷) المضمرات (۲۸) قهستانی ویفهم منه کراهة القیامه ابتداء

الاقامة والناس عنه غافلون۔۔جب مؤذن نے تکبیر شروع کی اور کوئی آدمی اس وقت مسجد میں آیا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے کھڑے نماز کا انتظار نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔قہستانی اور اسی سے سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔یعنی مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے یا جان بوجھ کر بھی محض رسم و رواج کی وجہ سے ابتدا ہی سے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

(۲۹) ایضاح میں ہے: یقوم الامام والقوم عند حی علی الفلاح۔امام اور مقتدی حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہوں۔

(۳۰) تبیین الحقائق میں ہے: قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح لانه امر به فیستحب المسارعة الیه مستحب ہے کھڑا ہونا جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے۔اس لئے کہ مکبر نے اس کا حکم کیا تو اس کی طرف جلدی کرنا مستحب ہے۔

(۳۱) فتح اللہ المعین حاشیہ شرح کنز ملا مسکین میں ہے: (قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح) مسارعة لامتثال الأمر هذا اذا کان الامام بقرب المحراب۔۔جبکہ مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ امتثال امر کی جلدی کے لئے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ امام محراب کے قریب موجود ہو

(۳۲) بحر الرائق میں ہے: لانه امر به فیستحب المسارعة الیه اطلقه فشمل الأمام والماموم ان کان الامام بقرب المحراب۔۔جب مکبر حی علی الفلاح کہے اس وقت امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا اسی لئے مستحب ہے کہ مکبر نے اس کا حکم دیا تو اس کی تعمیل میں جلدی کرنا مستحب ہے۔اور ماتن نے اس کو مطلق رکھا تو امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے یہ حکم اس وقت ہے جب امام محراب کے قریب موجو ہو۔

(۳۳) علامہ شرنبلالی حاشیہ درر الحکام شرح غرر الاحکام میں فرماتے ہیں: (قوله والقیام عند الحیعلة الأولی) اطلقه فشمل الامام ولاماموم۔ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ماتن نے اس کو مطلق رکھا تو یہ حکم امام ومقتدی دونوں کو شامل ہے۔

(۳۴) مجمع الأنہر میں ہے: واذاقال الموذن فی الاقامة حی علی الصلاة قام الامام والجماعة عند علمائنا الثلثة۔۔جس وقت مؤذن تکبیر میں حی علی الصلاۃ کہے، اس وقت ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور سب مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیئے۔

(۳۵) محیط و(۳۶) ہندیہ میں ہے: یقوم الامام والقوم اذاقال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة وهو الصحیح۔۔ کھڑے ہوں امام اور سب مقتدی جب موذن حی علی الفلاح کہے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک اور یہی صحیح ہے۔

(۳۷) جامع الرموز میں ہے: یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلواة ای قبیله لکن فی (۳۸) الاختیار اذاقال حی علی الصلوة وفی (۳۹) الاصل وغیرہ: الأحب أن یقوموا فی الصف اذاقاله الموذن۔۔اور امام ومقتدی حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑے ہوں یعنی اس سے کچھ پہلے لیکن اختیار میں ہے کہ جب حی علی الصلوۃ کہے اور اصل وغیرہ میں ہے: محبوب ترین یہ ہے کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب موذن حی علی الصلوۃ کہے۔

(۴۰) فتاوی بزازیہ میں ہے: دخل المسجد وهو يقيم يقعد ولا يقف قائما ۔ کوئی شخص مسجد میں آیا اس حال میں کہ موذن تکبیر کہہ رہا ہے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو۔

اس عبارت اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح کی عبارت سے (جو نمبر ۲۶ میں گزری) ہر ادنی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا شخص جو کھڑا ہے، اس کو جائز نہیں کہ کھڑا کھڑا تکبیر سنے بلکہ اس کو حکم ہے کہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو تو بیٹھنے والے کو کب جائز ہو سکتا ہے کہ کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر تکبیر سنے مگر ہٹ اور ضد کا علاج شیخ الرئیس کے پاس بھی نہیں۔

(۴۱) علامہ شیخ شلبی حاشیہ تبیین الحقائق میں (۴۲) وجیز امام کردری سے اور وہ (۴۳) مبتغی سے نقل کرتے ہیں: قوله فی المتن والقيام اى قيام الامام والقوم قال فی الوجيز والسنة أن يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح اه ومثله فی المبتغی ۔۔ متن میں جو والقیام فرمایا اس کے معنی امام اور قوم کا کھڑا ہونا ہے۔ وجیز میں فرمایا: سنت یہ ہے کہ امام اور قوم سب اس وقت کھڑے ہوں جب موذن حی علی الفلاح کہے ایسا ہی مبتغی میں ہے۔

(۴۴) الدرر المنتقی شرح الملتقی میں ہے: اذا قال المقيم حی علی الصلوة سيجی مافيه قام الامام ان كان بقرب المحراب و الجماعة مسارعة لامره جب مکبر حی علی الصلوۃ کہے قریب ہے آئے گا جو کلام اس میں ہے تو گر امام محراب کے قریب موجود ہو تو وہ اور سب مقتدی کھڑے ہوں، اس کے حکم تعمیل میں جلدی کریں۔

(۴۵) عینی شرح کنز میں ہے: و الخامس القيام اى قيام الامام و القوم حين قيل اى حين يقول الموذن حی علی الفلاح مستحبات میں سے پانچواں مستحب امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا ہے جس وقت موذن حی علی الفلاح کہے۔

(۴۶) شرح الیاس میں ہے: يقوم الامام والقوم للصلوة اذا قال الموذن حی علی الفلاح ۔ امام و مقتدی نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح کہے۔

(۴۷) مرقات الفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے: قال أئمتنا ويقوم الامام و القوم عند حی علی الصلوة ۔۔ ہمارے اماموں نے فرمایا کہ امام اور سب مقتدی حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑے ہوں۔

(۴۸) مبسوط امام سرخسی میں ہے: فان كان الامام مع القوم فی المسجد فانی احب اليهم ان يقوموا فی الصف اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ۔۔ پس اگر امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں مستحب جانتا ہوں ان کے لئے کہ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔

(۴۹) موطا امام محمد باب تسویۃ الصّف میں ہے: قال محمد ينبغی للقوم اذا قال الموذن حی علی الفلاح ان يقوموا الی الصلوة فيصفوا ويسووا الصفوف ويحاذوا بين المناكب فاذا اقام الموذن الصلوة كبر الامام وهو قول ابی حنيفة ۔۔ امام محمد نے فرمایا مقتدیوں کو چاہیے کہ جس وقت موذن حی علی الفلاح کہے، نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں تو صف باندھیں اور صفوں کو درست کریں۔ مونڈھے سے مونڈھے سے ملا کر کھڑے ہوں اور موذن جب اقامت کہہ لے تو امام تکبیر کہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

یہیں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تسویہ صفوف کا بے معنی عذر کرتے ہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی اس کا فیصلہ فرما دیا اور بتایا کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا تسویہ صفوف کے منافی نہیں۔ آخر مغرب عشا، ظہر، عصر کی نمازوں میں دوسری رکعت کے بعد تیسری رکعت

کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کیا پھر صف درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہرگز نہیں اسی طرح اگر نمازی حضرات آتے ہی صف درست کر کے بیٹھیں تو جس وقت کھڑے ہوں گے صف درست رہے گی۔ مسجدوں میں جانماز (صفیں) اسی لئے بچھائی جاتی ہیں کہ جیسے جیسے نمازی آتے جائیں ٹھکانے سے بیٹھتے جائیں تاکہ جب کھڑے ہوں صف درست شدہ رہے۔ اردو محاورہ میں گھاس کی جانماز کو اس لئے صف کہا کرتے ہیں کہ اس سے صف کی درستی کا کام لیا جاتا ہے۔ اب اگر لوگ آ کر باقاعدہ نہ بیٹھا کریں تو اس کی اصلاح کی ضرورت ہے، نہ کہ اس حیلے سے دوسرے مستحب کام کو جس کو بعض علما نے سنت بھی فرمایا ہے کما مر عن الوجیز، اس کو ترک کر کے مرتکب کراہت کے ہوں۔ ولو فرضنا صفیں درست نہیں ہوتیں تو امام محمد نے صاف تصریح فرمادی کہ جب مکبر حی علی الفلاح کہے اس وقت سب کھڑے ہوں اور صفیں درست کرلیں اور یہ نہ صرف ان کا قول ہے بلکہ فرماتے ہیں "وھو قول ابی حنیفة" اسی طرح صاف اور صریح روایت کتاب الآثار میں بھی ہے۔

قال أخبرنا أبو حنيفة قال حدثنا طلحة بن مطرف عن ابراهيم اذا قال الموذن حي على الفلاح ينبغي للقوم ان يقوموا فيصفوا قال محمد وبه ناخذ وهو قول أبي حنيفة۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ نے خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہیے کہ کھڑے ہو جائیں پس صف درست کریں۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام محمد کے الفاظ دونوں حدیثوں میں "ینبغی" ہیں اور ہر علم والا جانتا ہے کہ لفظ "ینبغی" متاخرین کے محاورہ وعرف میں مندوبات میں زیادہ استعال ہوتا ہے اور متقدمین کے محاورہ وعرف میں اس کا استعمال عام ہے جو واجب تک کو شامل ہے۔

ردالمحتار، حواشی اشباہ، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے: لفظ ينبغي في عرف المتأخرين غلب استعماله في المندوبات واما في عرف القدماء فاستعماله في عام حتى يشمل الواجب ايضا۔ (متاخرین کے عرف میں ینبغی (چاہیے، مناسب ہے) کا استعمال زیادہ تر مندوب اور پسندیدہ کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن متقدمین کے عرف میں اس لفظ کا استعمال اس سے عام معنی کے لئے ہے یہاں تک کہ یہ واجب کو بھی شامل ہے م)۔

بالجملہ پچاس کتب دینیہ کی روشن تصریحات سے یہ مسئلہ ثابت و مدلل ہو گیا کہ جس وقت امام مسجد میں محراب کے قریب موجود ہو اور مکبر غیر امام ہو، اس وقت امام و مقتدی سب کو چاہیے کہ جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ یہی مسئلہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ پس حنفیوں کو چاہیے کہ اسی پر عمل کریں اور جو شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرے تو اگر وہ خود عالم ہے تو اس کو چاہیے کہ پچاس کتابوں کے مقابلہ میں سو ورنہ ساٹھ ہی کتب فقہ سے ایسا ہی واضح طور پر ثابت کردے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک موذن جس وقت تکبیر شروع کرے، اسی وقت امام اور مقتدی سب کو کھڑا ہونا چاہیے یا جس وقت مؤذن تکبیر شروع کرے، اس وقت امام و مقتدی کو بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔ اور اگر مخالفت کرنے والا عامی ہے تو اس کو بمضمون ع ایاز قدر خود بشناس، دینی مسئلہ میں ٹانگ اڑانے سے بچنا چاہیے اور اگر رسم و رواج اسے مخالفت پر مجبور کرتے ہیں تو اس کو چاہیے کہ پہلے ہندوستان و پاکستان یا سارے جہان سے جہاں سے ہو سکے مستند علمائے دین کے فتاوی منگالے جن میں کم از کم پچاس ہی کتابوں سے حنفیہ کے نزدیک تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہونے کا حکم ہو یا بیٹھے رہنے کی کراہت مدلل ہو اور اسی کو ائمہ ثلاثہ کا مذہب بتایا ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے اور ہم دعوی سے

کہتے ہیں کہ ہرگز کوئی ایسا فتوی نہیں پیش کرسکتا تو دینی مسئلہ کے مقابل نفسانیت اور ہٹ دھرمی دکھانا دین دار مسلمان کا کام نہیں۔

(۲) بعض حضرات اپنی بات بنانے کو کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ لوگوں نے نیا نکالا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی صحابی یا تابعی سے ضرور منقول ہوتا۔ تو جو مسئلہ ائمہ کرام ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد سے منقول ہو وہ نیا مسئلہ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد اگر تبع تابعین سے ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ کتاب الآثار میں یہ حدیث بسند متصل حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ امام محمد نے مؤطا شریف میں فرمایا: بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفة پھر یہ مسئلہ نیا ہوا یا حنفی ہو کر ائمہ ثلاثہ کے خلاف کرنا نئی بات ہے؟ امام صاحب کے علاوہ ہشام بن عروہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، وہ بھی شروع تکبیر سے قیام کو مکروہ جانتے ہیں کما مر عن المصنف حضرت انس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی تو حی علی الفلاح کے بھی بعد قد قامت الصلاۃ پر کھڑے ہوتے تھے۔ کما مر عن العینی و فتح الباری۔ بلکہ امام سرخسی نے مبسوط میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جو دلیل بیان کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ختم تکبیر پر کھڑے ہوتے تھے۔

ونص عبارته هكذا و ابو يوسف احتج بحديث عمر رضى الله عنه فانه بعد فراغ الموذن من الأقامة كان يقوم فى المحراب. امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ وہ موذن کی اقامت سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔

(۳) بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ از روئے حدیث شریف امام مالک رحمہ اللہ اور عام علما کے مسلک کو ترجیح ہے۔ یہ ان کا خیال ہی خیال ہے۔ اگر اس دور آزادی میں کہ ہندوستان آزاد ہو چکا ہے، ہر شخص کو آزادی ہے جو چاہے خیال رکھے۔ لیکن یہ تو مدعی سست گواہ چست کی مثل ہے۔ امام مالک خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔ كما مر عن عون المعبود وفتح البارى قال مالك فى المؤطا: لم اسمع فى قيام الناس حين تقام الصلوة بحد محدود. امام مالک نے موطا میں فرمایا کہ نماز میں لوگ کس وقت کھڑے ہوں، اس کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس لئے وہ اپنی ذاتی رائے یہ لکھتے ہیں: الا انى ارء ذالك على طاقة الناس۔ لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ لوگوں کی طاقت پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ مالکیہ میں اختلاف ہوا۔ اکثر علمائے مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب امام مسجد میں موجود ہو تو جب تک تکبیر ختم نہ ہولے لوگ کھڑے نہ ہوں اور عام علمائے مالکیہ امام مالک سے ایک روایت کے مطابق ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کو مستحب جانتے ہیں لیکن اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ ''عن'' کر کے مذہب بیان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے قال یا ذہب یا مذہب فلان یا عند فلان کے الفاظ لاتے ہیں اور اگر کوئی ایک روایت ہو تو اس کو عن سے تعبیر کرتے ہیں۔

مقدمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے: الفرق بين عنده وعنه أن الأول دال على المذهب والثانى على الرواية فاذا قالوا هذا عند ابى حنيفة دل ذلك على انه مذهبه واذا قالوا عنه كذا دل على انه رواية عنه۔ عندہ اور عنہ میں فرق یہ ہے کہ عندہ مذہب پر دلالت کرتا ہے اور عنہ ایک روایت پر تو جس وقت علماء کہیں ''هذا عند ابى حنيفة'' اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کا مذہب ہے اور جب کہیں وعنہ کذا تو معلوم ہوگا کہ ان سے یہ ایک روایت ہے۔ تو ایسی حالت میں **اولاً**: یہ خیال کرنا کہ از روئے حدیث شریف امام مالک رحمہ اللہ اور عام علما کے مسلک کو ترجیح محض غلط ہے۔

ثانیاً: عام علما کے مسلک کو امام مالک کا مسلک بتانا بھی غلط ہے۔

ثالثاً: اس کو از روئے حدیث شریف مرجح ماننا بھی غلط۔

رابعاً: ایسا کہنا مدعی سست گواہ چست کا مصداق بنتا ہے۔

خامسا: اپنے کو امام مالک سے بھی اعلم بالحدیث ہونے کا اشعار ہے۔ اگر چہ امام مالک فرماتے ہیں مجھے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں معلوم لیکن مجھ کو حدیث معلوم ہے، اس کے رو سے امام مالک کے مذہب کو ترجیح ہے۔

سادسا: بخاری شریف کی حدیث لاتقوموا حتی ترونی سے استدلال کرنا اور لکھنا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اقامت شروع ہونے کے بعد کھڑا ہونے سے ممانعت کی وجہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (امام) کی مسجد میں عدم موجودگی ہے۔ پس اگر ابتدائے اقامت کے وقت آپ موجود ہوں تو کھڑا ہونے سے اس وقت کوئی امر مانع نہیں ہے۔ یہ بھی نرا اجتہاد ہی اجتہاد اور ائمہ مجتہدین فقہاء و محدثین سب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ مجتہدین کا اختلاف اسی صورت میں ہے کہ امام مسجد میں موجود ہو اور اگر امام مسجد میں موجود نہ ہو تو اس کا مفصل حکم شکل سوم و چہارم میں گزرا۔ اس میں اختلاف ہی نہیں۔

عینی شرح بخاری میں ہے: قال أبو حنيفة ومحمد يقومون في الصف اذا قال حي على الصلاة. فاذا قال قد قامت الصلاة كبر الامام لانه امين الشرع وقد اخبر بقيامها فيجب تصديقه واذا لم يكن الامام في المسجد فذهب الجمهور الى انهم لا يقومون حتى يروه. امام اعظم اور امام محمد نے فرمایا کہ سب لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلاۃ کہے اور جب قد قامت الصلاۃ کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے۔ اس لئے کہ وہ شرع کا امانت دار ہے اور اس نے قیام نماز کی خبر دی تو اس کی تصدیق ضروری ہے اور اگر امام مسجد میں موجود نہ ہو تو جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ لوگ نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

اسی کو بدائع میں فرمایا: والجملة فيه ان الموذن اذا قال حي على الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في الصف. اور خلاصہ کلام اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو اگر امام ان کے ساتھ مسجد میں موجود ہو تو قوم کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس وقت کھڑے ہوں۔

تنویر الابصار وغیرہ کی عبارت اوپر گزری: والقيام لامام و موتم حين قيل حي على الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب مستحب ہے امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا جب حی علی الفلاح کہا جائے اگر امام محراب کے قریب موجود ہو۔

عون المعبود و فتح الباری میں ہے: وذهب الأكثرون الى انهم اذا كان الامام معهم في المسجد لم يقوموا حتى تفرغ الاقامة. اکثر علما اس امر کی طرف گئے ہیں کہ اگر امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہو تو مقتدی سب نہیں کھڑے ہوں گے جب تک اقامت سے فراغت نہ ہو جائے۔

للہ انصاف کیسی کھلی ہوئی تصریح ہے کہ امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہے تو جب تک تکبیر ختم نہ ہو جائے لوگ کھڑے نہ ہوں اور آپ فرماتے ہیں اگر ابتدائے اقامت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم (امام) موجود ہوں، تو کھڑا ہونے سے اس وقت کوئی امر مانع نہیں ہے۔

سابعا: امام کی موجودگی کی صورت میں ابتدائے اقامت سے مقتدیوں کے کھڑے ہو جانے کی دلیل میں اس کو پیش کرنا کہ اگر امام موجود ہو تو کھڑا ہونے سے اس وقت کوئی امر مانع نہیں، یہ بھی غلط۔ مانع نہیں تو دلیل نہیں۔ اصل ضرورت اس وقت قیام کی محرک اور

مثبت کی ہے۔نفی تو دلیل نہیں ہوسکتی۔

ثامنا: یہ خیال کہ کوئی امر مانع نہیں، یہ بھی غلط ہے۔ مانع ہے اور زبردست مانع ہے۔

بدائع میں ہے: انانمنعهم عن القيام كيلا يلغوقوله حي على الفلاح لان من وجدت منه المبادرة ال ء ش ء فدعائه اليه بعد تحصيله اياه لغو من الكلام۔ ہم حی علی الفلاح کہنے کے قبل کھڑے ہونے سے اس لئے منع کرتے ہیں کہ جس شخص سے کسی امر کی طرف مبادرت ومسابقت ہو چکی ہو، اب اس کو اس شی کی طرف بلانا ایک لغو کلام ہے۔

مکبر حي على الصلاة حي على الفلاح کہہ کر نمازیوں کو بلاتا ہے کہ آؤ طرف نماز کے، آؤ طرف فلاح وبہبود کے تو چاہیے کہ اس کی تعمیل میں لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ لوگ پہلے ہی سے کھڑے ہو چکے ہوں تو یہ کہنا بالکل لغو اور بے معنی ہوگا تو کیا لغو کام سے بچانا زبردست مانع نہیں؟

تاسعا: اس کو دوسری حدیث مسلم شریف عن ابی هريرة ان الصلوة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فياخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم رسول الله صلى الله عليه وسلم مقامه۔ سے بالکل عیاں ماننا طرفہ تماشا ہے۔

امام نووی، امام عینی، امام ابن حجر شرح مسلم، عمدۃ القاری، فتح الباری میں فرماتے ہیں: وقوله في رواية ابي هريرة رضي الله عنه فياخذ الناس مصافهم قبل خروجه لعله كان مرة او مرتين و نحوهما لبيان الجواز اولعذر ولعل قوله صلى الله عليه وسلم فلا تقوموا حتى تروني كان بعد ذلك۔ حضرت ابو ہریرہ کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو جانے سے پہلے ہی صحابہ کرام اپنی اپنی جگہ صفوں میں لے لیتے تھے (تو یہ حدیث بظاہر حدیث ابو قتادہ کے مخالف معلوم ہوتی ہے تو یہ سب ائمہ محدثین، شراح بخاری ومسلم اس کا جواب دیتے ہیں کہ) شاید ایک یا دو مرتبہ کبھی ایسا ہوا ہو، وہ بھی صرف بیان جواز کے لئے (یعنی اگر ایسا بھی کوئی کرلے تو جائز ہے اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ) لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کو اس سے منع فرمادیا کہ میرے آنے سے قبل مت کھڑے ہو جایا کرو۔ تیسرا جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا بھی کسی عذر کی وجہ سے ہوا ہوگا۔

چوتھا جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں "یاخذ الناس مصافهم" ہے یعنی صحابہ کرام اپنی اپنی جگہ لے لیتے تھے یعنی اپنی اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاتے تھے۔ حدیث "فيقوم الناس مصافهم" تو ہے نہیں، جس سے استدلال کیا جاسکے اور بالکل عیاں کہا جاسکے۔

عاشرا: یہ خیال کے سب سے زیادہ واضح طور پر اس مضمون ابتدائے اقامت کے وقت کھڑا ہونا کی تائید ابن شہاب کی حدیث سے ہوتی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر نہیں آتے جب تک صفیں درست نہ ہو جاتیں، صریح دھوکہ ہے۔ یہ تو ابن شہاب زہری سے ایک روایت ہے۔ ابن شہاب کون ہیں، اہل علم سے مخفی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو تو صحابہ بیان کرسکتے ہیں، نہ کہ تابعی اور وہ بھی صغیر۔ تو یہ حدیث منقطع ہوئی، اور اگر تابعی کے قول سے سند لینا ہے تو ہشام ابن عروہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی بات کیوں پس پشت ڈالی جائے۔ حضرت ابراہیم نخعی سے کیوں نہ استدلال کیا جائے اور جب تابعی سے سند لانا ہے تو صحابہ کرام تو ان سے اہم واقدم ہیں اور وہ بھی صرف زیارت کرکے گھر چلے جانے والے یا دو چار دن خدمت اقدس میں رہنے والے نہیں بلکہ پورے دس سال خدمت اقدس میں بسر کرنے والے

سفر وحضر میں ہر وقت ساتھ رہنے والے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کیوں نہ استدلال کیا جائے جن کا عمل قول دوم بیان مذہب امام احمد میں نووی عینی، فتح الباری سے گزرا **وکان انس رضی اللہ عنہ یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوۃ وبہ قال احمد**، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا اور امام احمد اسی کے قائل ہیں۔

بلکہ ان سے بھی بڑھ کر **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** قوت وشوکت اسلام خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کیوں ساقط النظر ٹھہرایا جائے جن کا عمل مبارک علامہ سرخسی نے مبسوط میں ضمن دلیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ بیان فرمایا: **وابو یوسف احتج بحدیث عمر رضی اللہ عنہ فانہ بعد فراغ المؤذن من الاقامۃ کان یقوم المحراب** امام ابو یوسف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لائے کہ وہ مؤذن کی اقامت سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔ غرض کتب حدیث وشروح حدیث وکتب متون وشروح وحواشی وفتاوی فقہیہ سے روز روشن کی طرح یہ مسئلہ واضح ہے کہ جماعت کی نماز میں امام ومقتدی سب کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب مؤذن تکبیر میں حی علی الفلاح کہے۔ واللہ الہادی وھو الموفق واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی ملک العلماء، ص ۸۱ تا ۱۰۵)

وہابی اسمعیلی ساجد خان اور اس کا احمدی وہابی ابوایوب بلکہ جن وہابیوں کے فتوے اس نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں ان کو بھی بلا کر اس رسالہ کو اپنے اصول کے مطابق متن بنا کر اس کا مکمل جواب دیں ورنہ اپنی واہیات کہیں اور لے جائیں۔ ان بیچاروں کے پاس دلیل تو کوئی ہوتی نہیں بس ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر مار کر یہ سمجھتے ہیں کہ کام ہو گیا۔ میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے وہابی اسمعیلی آباء کو دلیل بنانے کے بجائے امام اعظم علیہ الرحمۃ سے دلیل لے کر آؤ بحمد اللہ ہم نے امام اعظم کی تصریحات بیان کر دی ہیں اور علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے ۵۰ کتب کے حوالے دے دیئے ہیں۔ اب ان کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار تم کو ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جتنی مرضی تصریحات دیکھا دیں تم لوگوں نے ماننا ہی نہیں کیونکہ تم صرف اور صرف اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی مانتے ہو۔

قارئین! ہر بار کی طرح اس بار بھی وہابیت اسمعیلیت کی ذلت ورسوائی آپ نے دیکھ لی یہ جہلاء اپنی وہابیت اسمعیلیت کو چھپانے کے لئے سادات احناف کا نام لیتے ہیں ورنہ یہ اپنے وہابی اسمعیلی آباء ہی کی پیروی کو لازم وضروری سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ جس کے واضح دلائل ہماری اسی کتاب میں موجود ہیں کہ سادات احناف کیا فرما رہے ہیں اور وہابی اسمعیلی اپنے وہابی اسمعیلی آباء کی پیروی کی وجہ سے کیا کہہ رہے ہیں۔

بحمد للہ ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کے تمام شکوک وشبہات کے محقق ومدلل جوابات دے دیئے ہیں۔ وہابی اسمعیلی ساجد خان اگر ایک کا ہے تو جس طرح ہم نے اس کی کتاب کو متن بنا کر جواب دیا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے اصول کے مطابق ہماری کتاب کو متن بنا کر جواب دے، اگر جان چھڑانے کے لئے ادھر ادھر کی مار کر جواب دینے کی ناکام کوشش کی گئی تو وہ خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کے اصولوں سے جواب نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا وہابی اسمعیلی اپنے ہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اس کا جواب دے۔

نوٹ! ہم نے وہابی اسمعیلی ساجد خان کی ہر دلیل کا جواب دیا ہے اگر کوئی غلطی سے رہ گئی ہو تو ہمیں بتایا جائے تاکہ اس کا بھی جواب دیا جائے۔ اسی طرح حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی کمپوزنگ وغیرہ کی غلطی ہو تو اس کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ہمیں بتایا جائے تاکہ اس کی تصحیح کی کوشش کی جائے۔

اعلان واجب الاذعان

بحمد للہ ہم نے دلائل کے ساتھ جو ضربات قاہرہ وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان پر لگائی ہیں اس سے وہابی اسمعیلی دیوبندی تلملا اٹھے گا اور ان ضربات قاہرہ کا جواب دینے کی ناکام کوشش کرے گا۔ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمارے دلائل کا جواب بجائے گالیوں کے دلائل سے دے۔لیکن وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی کتاب کا جواب دینے کے جو اصول بیان کئے ہیں ان کے مطابق جواب دے ورنہ جواب نہیں ایک ادھورا خواب سمجھا جائے گا۔ہم کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ وہی اصول بیان کردیتے ہیں اور وہابی اسمعیلی کو انہی کے مطابق جواب دینے کی غیرت دلاتے ہیں۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے:

راقم الحروف کو بخوبی علم ہے کہ الحمد اللہ میری دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی خرمن وہابیہ اسمعیلی پر بجلی بن کر گرے گی لہٰذا وہابی اسمعیلی اس کے جواب کے لیے بھی سر جوڑ کر بیٹھیں گے لہٰذا اگر کوئی ''وہابی اسمعیلی ٹیم'' اس کتاب کا جواب لکھنا چاہے تو وہ جواب واقعی جواب ہو! محض دجل وفریب، دھوکا دہی اور خیانت نہ ہو جیسا کہ اس سے پہلے اس کا مظاہرہ کیا گیا، اس کتاب کے جواب میں کسی بھی تحریر کو اسی وقت جواب سمجھا جائے گا جب مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق جواب لکھا جائے:

(۱) میں نے جو کچھ پیش کیا الزاما اور ردعمل کے طور پر پیش کیا لہٰذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہر گز قابل احتجاج نہ ہوں گے، جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے، لہٰذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں!!

(۲) وہابی اسمعیلی کہتے ہیں کہ فلاں ہمارے اکابر میں سے نہیں فلاں کا ذاتی تفرد ہے تو بالفرض کہیں ہمارے گھر کے حوالے دیئے بھی ہوں تو اپنے ان دو اصولوں کے تحت دینے پڑیں گے:

نمبر ا......حوالہ ہمارے اکابر کی مستند کتاب کا ہو۔

نمبر ۲......وہ ان کا ذاتی تفرد نہ ہو، بلکہ اسے مسلک کا اتفاقی موقف ثابت کرنا ہوگا۔

(۳) - میں نے جو کچھ پیش کیا، جتنے حوالے پیش کئے ان تمام حوالہ جات کو لفظ بلفظ اور اس پر جو تبصرہ کیا یا استدلال کیا اسے لفظ بلفظ اپنی کتاب میں شامل کر کے پھر جواب دیا جائے، جیسا کہ میں نے ''اعلی حضرت پر چالیس اعتراضات کے جوابات اور حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' نامی کتاب کا جواب دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ کسی وہابی اسمعیلی کو یہ کتاب الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں، میں نے اپنی کتاب ''حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' میں اس کی عبارات لفظ بلفظ شامل کر دیں ہیں، وہابیوں اسمعیلیوں کا یہ مکر ہے کہ وہ خلاصہ کے نام پر اپنا ایک تراشیدہ مفہوم بناتے ہیں یا اصولی حوالوں کو ہی گول کر کے پھر جواب دیتے ہیں یہ جواب ہر گز تصور نہیں ہوگا اور یہ اصول خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کو بھی مسلم ہے۔۔

(احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے، جلد اول، ص ۱۰۲۴، جمعیۃ وہابیہ اسمعیلیہ)

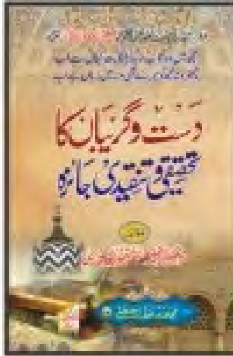
اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنایا ہے اور اپنی ذلت ورسوائی ختم کرنے کے لئے ایک ناکام کوشش کی ہے جس کا اس کو کوئی فائدہ اسی کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوگا۔

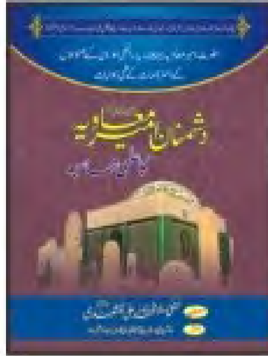
☆☆☆☆..................☆☆☆☆

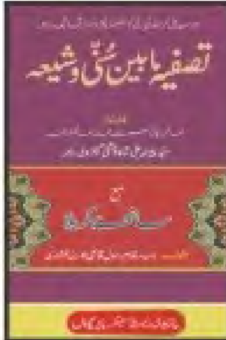
یادداشت

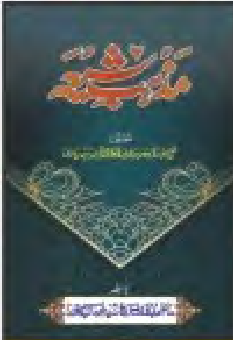
ہماری مطبوعات

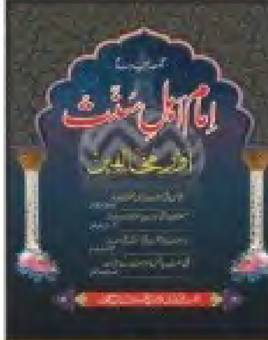






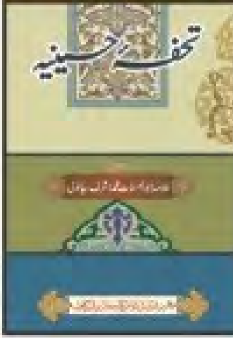


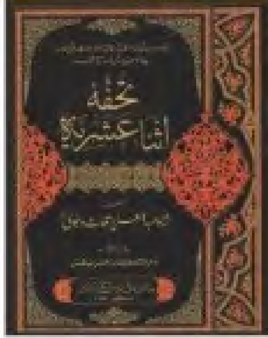




عنقریب منظر عام پر







Maturidi Research Centre
Saeed ilaahiya Masjid, Naya Islam pura, Malegaon
Mob: 8482952578 / 87883 86062

Rs. 800/-